www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان لاہور

الاعتصام

اشاعت خاص

بیاد

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ - شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰ فون نمبر 7354406

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

ہفت روزہ
بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
الاعتصام لاہور
مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان
سرپرست: مولانا فضل الرحمن الازہری

اشاعتِ خاص ○ بیاد: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھوجیانی

اظہارِ تشکر

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

دار الدعوۃ السلفیہ کے صدر اور ہفت روزہ الاعتصام کے سرپرست ہونے کے ناطے میں اُن تمام اصحاب علم وفضل اور اہلِ قلم و تقویٰ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے ہفت روزہ الاعتصام کی اس اشاعتِ خاص میں حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاءُ اللہ صاحب حنیف بھوجیانی نور اللہ مرقدہٗ کے علم و تحقیق، سیاسی و سماجی، مسلکی و دینی خدمات کے بعض گوشے اجاگر کر کے اُن سے اپنا حق تعلق ادا کیا ہے۔ ان میں سے اگرچہ بہت سی مضمون نگار شخصیات جوارِ رحمت میں جا چکی ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) تاہم میرا فرض ہے کہ مَیں موجودین کا شکریہ ادا کروں اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کروں کہ ان کی تحریروں نے مولاناؒ کی خدمات دینِ حنیف کو اپنے قلم سے رقم فرما کر تاریخ کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔

جزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین

فضل الرحمن

فضل الرحمن بن محمد

کتبہ از مطبوعات
دار الدعوۃ السلفیہ ○ لاہور ○ پاکستان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلسِ ادارت

شیخ الحدیث حافظ ثناءُ اللہ مدنی

مولانا محمد اسحاق بھٹی

مولانا ارشاد الحق اثری

محترم علیم ناصری ایم اے

مدیرِ مسئول

حافظ احمد شاکر

مدیر

حافظ عبد الوحید

مُرتبین

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ

مولانا محمد سلیمان انصاری رحمہ اللہ

مولانا عبد الصمد ریالوی حفظہ اللہ

مدیرِ انتظامی

محمد سلیم چنیوٹی

www.KitaboSunnat.com

ناشر:

حافظ احمد شاکر

طابع:

پرنٹ یارڈ پرنٹرز۔ ریٹی گن روڈ لاہور

باھتمام:

شاکرین۔ ۴ شیش محل روڈ لاہور

طبع اول

محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

مارچ ۲۰۰۵ء

مقامِ اشاعت

۳۱ شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰

قیمت اشاعت خاص

۳۰۰ روپے

غیر ملکی کرنسی میں

۳۰ ریال (سعودی)

۱۰ ڈالر (امریکی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد شاکر

اعتراف و اعتذار

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ کہ جیتے جی اللہ تعالیٰ نے یہ اشاعتِ خاص پیش کرنے کی مہلت عطا فرمادی۔

یہ اشاعتِ خاص "دیر آید" تو ہے ہی، "درست آید" کا فیصلہ قارئین ہی کر سکیں گے۔ اشاعتِ خاص کے تیار ہونے پر اگر اطمینان ہے تو صرف اس بات کا کہ وعدہ یا فرض پورا ہو گیا جسے حق ادا کرنے کی کوشش بھی کہا جا سکتا ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہت سے اصحابِ نگارش اس اشاعت کا انتظار کرتے کرتے اپنے ممدوح سے جا ملے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ اشاعت کم و بیش ۱۹۹۴ء میں جہاں تک تیار ہوئی تھی تقریباً وہی ہے، اس میں قابلِ قدر یا قابلِ ذکر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکا، اسے ہمارا تساہل کہہ لیں یا نااہلی، جو نام بھی آپ دے لیں، آپ حق بجانب ہوں گے۔ تاہم اگر اسے "کل امر مرھون باوقاتہ" یعنی مشیتِ الٰہی کہہ لیں تو یہ سب سے صحیح رائے ہوگی۔ تاہم میرے پاس عرقِ انفعال کے چند قطروں کے سوا کچھ نہیں، یہ آپ کی محبت و شفقت ہوگی گر انہیں موتی سمجھ کر چن لیں۔

علمی خدمات کے علاوہ دیگر حصے بہت ہی تشنہ ہیں، خصوصاً مولانا مرحوم کے ہفت روزہ "الاعتصام" اور ماہ نامہ "رحیق" کے اداریے، تبصرے، وفیات، تحقیقی و سوانحی مضامین کہ ہر ایک میدان میں ان کا اسلوب جدا اور انداز مختلف ہوتا تھا۔ بہرحال یہ سب اس اعتراف کے ساتھ حاضر ہے کہ نہ ہونے سے جو کچھ ہو گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔ (آمین)

حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی ان تحریروں ـــــ جو ان کی حیات اور خواہشات کی آئینہ دار تھیں ـــــ کے علاوہ ہفت روزہ "الاعتصام" اور ماہ نامہ "رحیق" کے چند اہم اداریے "نادر تحریریں" کے عنوان سے شاملِ اشاعت ہیں۔

اسی طرح مولانا مرحوم کے نام بعض اہم خطوط جو ان کے مقصدِ حیات کی وضاحت کرتے یا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ان کو ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے "کہکشاں" کا عنوان دے کر اور بعض ضروری نوٹ دے کر مرتب کیا، جو شاملِ اشاعت ہیں۔

مولانا علیہ الرحمہ کے فتاویٰ جات کا مجموعہ مرتب ہو چکا ہے، جسے ان شاء اللہ بہت جلد شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جہاں فاضل مقالہ نگاروں کا تہِ دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے اس اشاعت کے لیے خامہ فرسائی فرمائی، وہاں میں محبین "الاعتصام" قارئین، علما اور طلبا سے دلی معذرت خواہ اور تسامحات پر درگزر کا متمنی بھی ہوں، جو اس اشاعت کے طویل انتظار میں ایک کرب سے گزرے۔

اتنی ضخیم اشاعت کی توفیقِ الٰہی کے بعد اخراجات کا مسئلہ بھی بہت زیادہ گھمبیر ہوتا ہے، چنانچہ خصوصی اشاعت کا اعلان ہوتے ہی بارش کا پہلا قطرہ محترم ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کا تعاون تھا۔ ان دنوں محترم الشیخ عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کویت سے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے ہمارے احوال محسوس کرتے ہوئے از خود اپنے قلبی لگاؤ اور ذاتی کوششوں سے احیاء التراث الاسلامی، کویت کی "لجنة القارة الهندية" کے مدیر الشیخ ابو خالد فلاح المطیری حفظہ اللہ کو حالات سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے گرانقدر تعاون فرمادیا۔

ہفت روزہ "الاعتصام" کے سرپرست حضرت مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری حفظہ اللہ کی شفقت بے پایاں اور قیمتی مشوروں کے بغیر اس اشاعت خاص کا منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا ممکن نہ تھا۔

اس اشاعت کی تیاری میں ہمارے فاضل دوست حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی شبانہ روز محنت اور محترم قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عرق ریزی اور جاں فشانی مسلسل شامل رہی، محترم علیم ناصری صاحب حفظہ اللہ کا انعطاف، مولانا محمد سلیمان انصاری رحمہ اللہ کی لگن اور عزیزان ابو فیصل محمد سلیم، ابوہشام اور حافظ حماد شاکر سلمہم اللہ نے ہر قسم کا تعاون خدمت جان کر کیا۔ اس اشاعت کی تقریباً جملہ کتابت محترم ملک محمد صدیق صاحب نے نہایت محبت و احترام سے فرمائی۔ اور اس کے تکمیلی مراحل میں محمد ریاض اعظمی شب و روز ساتھ دے کر اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے۔

اشاعتِ خاص کے منظرِ عام پر لانے میں حافظ عبدالوحید، مولانا عبدالصمد ریالوی اور محمد یونس بٹ حفظہم اللہ نے دن رات محنت فرمائی۔ مزید براں اس اشاعت کے تکمیلی مراحل میں عزیزان عباد شاکر، حافظ خلاد شاکر، ہناد شاکر اور عبدالرحمٰن عابد کی خصوصی دلچسپیاں شامل رہیں۔ اس کی تزئین میں برادرم محمد خالد جاوید یوسفی صاحب، عزیزان ذوالفقار محمود اور سجاد خالد سلمہم اللہ نے قدم قدم پر اپنی فنی مہارت اور تکنیکی مشاورت سے مستفید فرمایا۔ جلد بندی کے جملہ مراحل میں عزیزی جواد شاکر سلمہ نے بھی قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ فجزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين۔

معزز قارئین! اس اشاعتِ خاص کی تمام خوبیاں فضلِ الٰہی کے بعد یا تو مولانا علیہ الرحمہ کے اخلاص کی برکت ہے یا مضمون نگاروں کی اپنے ممدوح علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت! اس کی کمی کوتاہیوں کا ذمہ دار یہ راقم الحروف ہے جو ہر غلطی کی نشاندہی اور اصلاح کو خندہ پیشانی سے قبول کرے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد شاکر

ایک نظر میں

www.KitaboSunnat.com

سوانح

سب سے پہلے مولاناؒ کی خود نوشت ہے جو انہوں نے ۱۹۵۷ء میں حجیتِ حدیث نمبر میں تحریر کی تھی۔

اس کے بعد راقم الحروف کا مضمون ہے جو بنیادی طور پر ان کی خالص نجی زندگی اور خاندانی حالات پر ہے۔

اور ساتھ ہی دوسرا مضمون میری ہمشیرہ مرحومہ کا ہے۔ ہے تو وہ بھی گھریلو زندگی پر مشتمل لیکن اس میں حضرت والد صاحبؒ کے تربیتی پہلو کی وضاحت بہت نمایاں ہے۔

اس کے بعد مولاناؒ کا مولد "موضع بھوجیاں" میں مولانا انصاری صاحب نے والہانہ انداز میں ان کے مولد کی تصویر کشی کی ہے کہ وہ انصاری صاحب کی مادرِ علمی بھی تھا۔

جناب علیم ناصری صاحب نے بالاختصار آپؒ کی حیات کو قلم بند کیا ہے۔

اس کے متصل ہی ان کے تلمیذِ رشید ڈاکٹر عاصم عبداللہ القریوتی (اُستاذ جامعہ ملک سعود، ریاض) نے عربی میں ان کے مختصر حالات تحریر کر دیئے ہیں۔

سب سے تفصیلی مضمون محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ کا ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق گھر کے فرد جیسا رہا۔ اس لیے انہوں نے تقریباً سن وار مولاناؒ کی زندگی کی وہ وہ تفصیلات بیان کی ہیں جن کا شاید کسی کو علم بھی نہ ہو۔ رہا ملکہ، تو وہ بھٹی صاحب کو ہے ہی۔

سوانح کے آخر میں مکینِ جنت (ان شاء اللہ) مرحوم قاری نعیم الحق نعیمؔ نے بڑی محنت سے مولاناؒ کے اساتذہ کے مختصر اور میسر حالات بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے صفحۂ قرطاس پر نقل کر دیئے ہیں۔ اس مضمون کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مرحوم قاری صاحب نے مولاناؒ کے بعض گمنام اساتذہ کا ذکرِ خیر فرما کر انہیں تاریخ میں زندہ و تابندہ کر دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیت

ہم نے تبرکاً سب سے پہلے سندالاجازہ از محدث العصر حافظ محمد گوندلوی صاحبؒ نے جو ان کو عطا کی تھی اس کا عکس دے دیا ہے۔

محترم ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر نے مولانا کی سند حدیث کا ذکر تفصیلاً یوں فرمایا ہے کہ ان کے شیوخ اور اساتذہ سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کی سند میں آمدہ تمام شیوخ و ائمہ کے اجمالی حالات مع توثیق و تراجم ذکر کر دیے ہیں۔ ہم نے تبرکاً و تعظیماً ان کی شخصیت کے تذکرہ کی ابتدا اس سے کی ہے۔

اس کے بعد مولانا انصاریؒ کا مضمون ہے جو انہوں نے تذکرہ علمائے بھوجیاں میں لکھا تھا۔

"مولانا کا ذوقِ مطالعہ" مرحوم قاری نعیم الحق نعیم کی جاں فشانی کا نتیجہ ہے۔ یہ انتخاب اگرچہ تصانیف شیخین تک ہی محدود رہا تاہم یہ ایک ایسا نشانِ راہ ہے جو اس راہ پر چلنے والوں کی مکمل راہنمائی کرتا ہے۔

اُستاذی المکرم مولانا حافظ محمد اسحاقؒ نے اپنے اُستاذ پر مضمون لکھتے لکھتے اپنی مکمل خود نوشت ہی لکھ دی ہے۔ جس میں بُنیادی خوبی آپ یہ دیکھیں گے کہ انہوں نے اپنی ہر کامیابی، ہر خوبی اور ہر کمال کی نسبت اپنے اُستاذ کی طرف کی ہے۔ یہ اعتراف و اظہار اس دَور میں شاذ ہی کہیں ہو۔ ع

یہ نصیب ! اللہ اکبر لوٹنے کی جا ہے

مولانا جانباز نے تحشیہ ابنِ ماجہ میں راہنمائی حاصل کرنے کا سعادتمندانہ اعتراف فرما کر سلف کی روایت کو برقرار رکھا ہے۔

محترم حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب نے ابتدائی تعارف کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے خیالات و رجحانات کی وضاحت بھی فرمادی۔

ان کے بعد برادر فاضل مولانا حافظ صلاح الدین یُوسف نے خود اپنی زبانی اپنی کہانی بیان کر دی ہے کہ وہ کراچی سے لاہور کس طرح پہنچے اور پھر حافظ محمد یُوسف کراچوی سے حافظ صلاح الدین یوسف کس طرح بنے۔ کم و بیش ربع صدی کی یہ روئیداد محنت و محبت انہوں نے تفصیل سے لکھ دی جو خوب علمی و معلوماتی ہے۔ اخذ و استفادہ کے علاوہ حافظ صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی، سلفی رجحانات و خیالات کے ساتھ مولانا مرحوم کے اہداف، مقاصد اور منہج کی ایک مکمل دستاویز پیش کر دی ہے۔

بعد ازاں ڈاکٹر سعید اقبال قریشی نے "دیہاتی بابا" کے عنوان کے تحت لیکن والہانہ انداز میں ان کی علم دوستی اور علم پروری کے واقعات بیان کئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہی مضمون پروفیسر محمد بن مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ کا ہے جس میں انہوں نے بڑی سادگی سے مولانا کے انداز تربیت، شوق، خدمت اور رفقائے سے تعلق کی داستان بیان کی ہے۔

آخر میں سخن شناس محترم علیم ناصری صاحب حفظہ اللہ نے مختلف واقعات بیان کر کے مولانا کے ذوقِ سخن شناسی کی عکاسی کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے ان کی ایام طالب علمی کی ذاتی ڈائری نقل کر دی ہے کہ

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

خدمات ــ علمی و تحقیقی

سب سے پہلے مولانا محمد عزیر شمس کا مضمون ہے جس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں انہوں نے ۱۹۲۶ء تا ۱۹۸۶ء کی سب تحریروں کا احاطہ کیا ہے کہ انہوں نے کیا کیا لکھا؟ کہاں کہاں اور کب کب چھپا؟ دوسرے حصے میں سلف کا نکتۂ نظر بیان کرنے میں انہوں نے ان کے طریقہ تحقیق یعنی تفسیر وحدیث میں ان کا کیا انداز تھا؟ مسلک محدثین کی ترجمانی وہ کس جامع انداز میں کیا کرتے تھے؟ حالات و سوانح میں نقد و مدح کس محتاط انداز میں فرماتے تھے؟ اور تحقیق و تعلیق میں کس حد تک باریک بینی اور بالغ نظری کو کام میں لایا کرتے تھے؟

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ان کے ایک محبِ صادق اور قدر شناس معالی الشیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ تعالیٰ رئیس مجلس القضاۃ العلیا (چیف جسٹس آف سپریم کورٹ) المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کا وہ مقدمہ ہے جو انہوں نے ہماری درخواست پر التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی کی طبع جدید پر لکھا تھا۔

اس کے متصل ہی التعلیقات السلفیہ پر فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ العالی کا تفصیلی تحقیقی مضمون ہے جس میں التعلیقات پر نقد و تحلیل بھی ہے اور تحقیق و تدقیق کا اعتراف بھی جس میں ان کی عمر بھر کے درس حدیث کا علمی تجربہ نمایاں ہے۔

اس کے ساتھ مخدومنا المرحوم سید محب اللہ راشدی کا التعلیقات السلفیہ پر عالمانہ تبصرہ، تلمذانہ قلم سے ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے بہ اصرار سندِ حدیث، اجازت روایت کے ساتھ ان سے دستی لکھوا کر حاصل کی تھی۔

محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے ان کی سنن النسائی، حیات ابن تیمیہ پر تعلیقات کی علمی گہرائی و گیرائی کو نمایاں کیا ہے۔

ہمارے فاضل دوست پروفیسر غلام نبی کا مضمون بھی التعلیقات پر ہی ہے۔ اس مضمون میں "سنن نسائی" اور امام نسائی پر کافی معلومات کے علاوہ مولانا کے مقاصد، اہداف اور زندگی کی علمی مصروفیات پر وقیع معلومات ہیں۔

مسئلہ صفات پر ان کی غیر مطبوعہ کتاب مسلک محدثین کے منہج کی تائید میں تحریر کی گئی تھی، اس پر سیر حاصل تبصرہ محترم المقام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری نے تحریر فرمایا ہے جو انہی کا خاصہ ہے۔

پھر اس کے بعد مولانا ارشاد الحق اثری نے ان کے ذوق اسناد حدیث پر ـــــ حافظ عبدالحمید ازہر نے "معارف ابن تیمیہ" کی اشاعت کے شوق پر ـــــ پروفیسر غلام احمد حریری مرحوم نے مترجم ہونے کی حیثیت سے حیات ابو حنیفہؒ، حیات احمد بن حنبلؒ پر ان کی علمی تعلیقات کی جامعیت کا ذکر کیا ہے ـــــ اور محترم مولانا بدر الزماں نے "حیات ابو حنیفہؒ" کی تنقیح، تحقیق، تعلیق پر بصیرت افروز منطقی و علمی انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔

تراجم علمائے حدیث سے ان کو غیر معمولی دلچسپی تھی۔ اس موضوع سے ان کی لگن اور ان کے اشتیاق کی داستان محترم ڈاکٹر سفیر اختر راہی نے بیان کی ہے۔

برادرِ گرامی حافظ صلاح الدین یوسف نے فتنۂ انکارِ حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات اور فتنۂ تجدد، جس کی پھسلن پر ملک عزیز کو راہِ عمل سے فرار کے خواہش مند دانشور ایک عرصہ سے لڑھکا رہے ہیں، ان کی سرکوبی کے لیے ان کی خدمات کا اس تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی تشنگی باقی رہی ہو۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ نے ان کی علمی کاوشوں، منصوبوں اور عزائم کی توضیح کی ہے۔ اسی طرح مولانا مطیع اللہ نے بھی ان کے اشاعتی کام کو خوب اجاگر کیا ہے۔

آخر میں محترم عراقی صاحب نے ان کے اسلوب کی بعض جھلکیاں بھی دکھا دی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کے علمی اور اشاعتی کام کا مختصراً تعارف تحریر کرا دیا ہے۔

تدریسی

قرآن و حدیث کی تدریس ان کی زندگی کی اوّلین اور ترجیحی مصروفیت رہی۔ کم و بیش ۲۵/۲۰ برس انہوں نے تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ پروفیسر محمد مبارک مرحوم نے مدرسہ تقویۃ الاسلام میں ان سے تعلیم حاصل کی۔ پروفیسر مرحوم کے جذباتی مزاج کو انہوں نے مطالعہ اور تحقیق کی طرف موڑ دیا ـــــ ایسے ہی مولانا ابوبکر صدیق سلفی نے ان کے تلمذ، تربیت اور شفقت کا والہانہ ذکر کیا ہے۔ ـــــ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح مرحوم نے ان کی اُن توجہات کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے جو وہ اکثر شاگردوں پر کیا کرتے تھے ـــــ اُستاذ محترم کے عنوان سے مولانا فضل الرحمٰن الازہری نے تدریس اور خصوصاً تدریسِ حدیث مبارک سے ان کی والہانہ محبت اور لگن کا ذکر فرمایا ہے۔

جامعہ محمدیہ و جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اور دار الحدیث جلال پور پیروالا، بیماری تک امتحان کے لیے جاتے رہے۔ مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ، مولانا منیر احمد سلفی حفظہ اللہ اور مولانا بشیر الرحمٰن مرحوم نے ان کے طریقۂ امتحان بحیثیت ممتحن، طلباء سے رویہ اور ان کے امتحانی تاثرات کا انداز قلمبند کیا ہے ـــــ مولانا ادریس شاکر کا تعلق ہمارے خیال میں محبت و اخوت کا تھا لیکن انہوں نے بھی فیض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے والوں میں اپنا نام درج کر دیا ہے۔

ملّی، سیاسی ومسلکی

ان کے حاصل حیات "دار الدعوۃ السلفیۃ" کے قیام کے تاسیسی اجلاس کی کارروائی شرکائے اجلاس کے اسمائے گرامی کے ساتھ شامل کر کے اس کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔

آلِ سعود کے خلاف علمائے بریلی کے ہنگاموں پر ان کا اضطراب، پھر بقدرِ ہمت حکومتِ سعودیہ کی علمی مدافعت کے موضوع پر ڈاکٹر نسیم سوہدروی نے "مسئلہ حجاز" سے ان کی محبت اور اس کے پس منظر کو اُجاگر کیا ہے ——— ایسے ہی جمعیت علمائے ہند سے سیاسی وابستگی، باقاعدہ رکنیت، برطانوی سامراج سے استخلاصِ وطن کے جذبہ پر محترم حافظ عبدالرشید ارشد نے ایک مقالہ تحریر کیا ہے ——— مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کی تاسیس میں ان کی لگن، محنت اور بنیادی کردار کی تفصیلات مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ نے عینی شاہد کی حیثیت سے بیان کی ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

قومی سطح پر قرآن کمیٹی، رؤیتِ ہلال کمیٹی اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رُکنیت پر محترم حافظ لطیف سلیمی نے قومی ذمہ داریوں سے ان کی وابستگی کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر علمی تعاون میں ان کی وسعتِ قلبی، معاملات کا عمدگی سے سلجھاؤ، احساس ذمہ داری اور ان کے مزاج کے فقر وغنا، قناعت وانکساری کے پہلو پر بہ حیثیت عینی شاہد اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔

صحافتی

صحافتی خدمات تو اُن کی بہت زیادہ تھیں، موضوع خاصا تشنہ محسوس ہو رہا ہے۔ سب سے پہلا مضمون "مولانا کا اسلوبِ نگارش" ہے۔ اس پر ادارے کے قدیم رفیق اور بنیادی رکن محترم عصمت اللہ قلعوی نے ان کے اندازِ نگارش پر ہلکی پھلکی ایک تحریر سپردِ قلم کی ہے جبکہ ان کا اسلوبِ نگارش تفصیلی تحریر اور تبصرہ کا متقاضی ہے۔

محترم اختر راہی صاحب نے ماہنامہ "رحیق" کا تفصیلی تعارف اس کے علمی مقام اور تبصرہ کے ساتھ اس کا مکمل اشاریہ بھی ترتیب دے دیا ہے۔

آخر میں محترم عراقی صاحب نے "الاعتصام" میں ان کے مقالات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

تاثرات

تاثرات میں ان اہلِ علم معاصرین، نیازمندوں اور شاگردوں کے جذباتِ عقیدت واحترام ہیں، جن میں تکرار تو محسوس ہوگا تاہم ؎

ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاہم علمی راہ نمائی کا اعتراف سب میں قدرِ مشترک ہے۔

نادر تحریریں

اولاد کے نام وہ "وصیت" ہے جو ۱۹۷۳ء میں سفرِ حج پر جاتے ہوئے تحریر فرمائی تھی۔

مرعاۃ المفاتیح کا مقدمہ ـــــ مرحوم دوست کی یاد میں ـــــ ان کی ایسی یادگار تحریروں میں سے ہے جو ان کی علمی سوچ، فکرِ محدثین کا توسع، مسلک حقہ کے تغلب کی خواہش کا مظہر ہے جس میں وہ اپنے مرحوم دوست کی ہم خیالی، ہم فکری اور ہم دردی بیان کرتے کرتے ہند میں علمائے اہلِ حدیث کی اشاعتِ حدیث کی خدمات کا مفصل تذکرہ بھی کر گئے ہیں۔

ماہنامہ "رحیق" اور ہفت روزہ "الاعتصام" کے بعض وہ اداریے بھی شاملِ اشاعت کر دیئے گئے ہیں جو ان کی عقیدت کے جذبات کا اظہار بھی ہیں اور ان کے ادبی ذوق کا شاہکار بھی۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ سے ان کی سیاسی فکری وابستگی کبھی ڈھکی چھپی نہیں رہی لیکن یہ وابستگی مولانا کی سیاست میں استقامت کے باعث عقیدت تک پہنچ گئی تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی کی وفات پر ان کی علمی و سیاسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے کوزے میں دریا بند کر دیا۔ اسی طرح جماعتی سطح پر وہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے علمی تبحّر، استحضار، مسلک کی تبلیغ و ہم مسلک احباب کے نظم کے لیے ان کی تڑپ اور اخلاص کے وہ کس قدر معترف تھے؟ وہ مولانا کی وفات پر لکھے ہوئے اداریے سے عیاں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرکزی جمعیت میں وہ اپنے فکری ہمنوا، ہم خیال حاجی محمد اسحاق حنیف رحمہ اللہ کے مخصوص حالات میں غیر طبعی موت پر ان کا کرب، ان کی تڑپ اور اپنے سراپا وفا رفیق کی ناگہانی وفات نے ان کے قلب و دماغ کو کس قدر متاثر کیا وہ اداریہ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے نادر تحریروں میں شامل کر دیا ہے۔

کہکشاں

اُن کے نام اُن کے اساتذۂ کرام، جیّد علماء اور اہم علمی شخصیات کے چند اہم خطوط کو محترم حافظ صلاح الدین یُوسف نے منتخب کیا ہے جو ان کی زندگی کے اہداف و مقاصد کا مظہر ہیں۔ خطوط کے شروع میں محترم حافظ صاحب نے تعارفی نوٹ بھی دے دیئے ہیں۔

منظوم خراجِ عقیدت

آخر میں منظوم خراجِ عقیدت کا حصہ الگ کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ ذوق محظوظ ہو سکیں۔

آخر میں امکانی حد تک فاضل مضمون نگاروں کا تعارف دے دیا گیا ہے جو اکثر خود نوشت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عارف جاوید محمدی
گوجرانوالہ۔حال مقیم کویت

جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت کا

www.KitaboSunnat.com

تہنیتی پیغام

اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کا شاندار مظہر اور اہلِ جہاں پر اس کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت اور میراثِ انبیاء (علیہم السلام) کے تحفظ کے لیے ہر دَور میں ایسے اصحابِ علم وفضل اور خدامِ دینِ حنیف کا انتخاب کیا ہے کہ جنہوں نے اس کارِ خیر کے لئے زندگیاں وقف کر دیں اور علومِ نبوت کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ان کا یہ شعار رہا:

ہم تو جیتے ہیں کہ دُنیا میں تیرا نام رہے

حاملینِ کتاب وسُنت کے اسی طائفۂ مُبارکہ کو دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مُبارک لقب عطا ہوا "العلماء ورثة الانبیاء" کہ میراثِ نبویؐ کے حقیقی ورثاء یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہر دَور میں گلستانِ شریعت اور چمنستانِ قرآن وسُنت کی نگہبانی کی ہے اور دینِ حق میں ہر قسم کی تحریفات اور تاویلات اور رخنہ اندازی کی سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے اور انہیں علمائے ربانیین کے بارے میں ارشاد ہے:

یحمل هذا العلم من کل خلف عدولهٗ ینفون عنه تحریف الغالین و إنتحال المبطلین و تأویل الجاهلین"۔

اور کسی نے سچ کہا ہے:

أهل الحدیث هم أهل النبی وإن لم یصحبوا نفسه أنفاسهم صحبوا

اور جب حضرت عبداللہ بن مُبارک کے سامنے موضوع روایات کے ذریعے دینِ اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کے پیش آمدہ خطرات کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے اسی گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا" تعیش لها الجهابذة" کہ ماہرینِ علومِ نبوت ہر دَور میں موجود رہیں گے جو کھرے اور کھوٹے اور صحیح اور غیر صحیح میں تمیز کرتے رہیں گے۔

ہمارے ممدوح حضرت العلّام استاذ الاساتذہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ بھی انہی فدایانِ راہِ حق، خُدامِ سُنتِ نبوی اور ورثاءِ علومِ نبوت میں سے تھے۔ موصوف اپنے دَور کی نابغۂ روزگار شخصیت، عظیم محدث اور نامور محقق اور مرجع خلائق تھے علم وفضل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقامِ عالی پر فائز ہونے کے باوجود سادہ مزاج، حلیم الطبع اور علم دوست احباب کی ترقی کے خواہاں اور ان کی صلاحیتوں کو نکھرتا ہوا دیکھ کر خوش ہونے والے اور شاہراہِ علم دین پہ گامزن لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے والے تھے۔ خود نمائی، خود ستائی تکبّر اور خود پسندی سے وہ کوسوں دُور تھے۔ اُن کی علمی کاوشیں، گرانقدر تصانیف، اطرافِ عالم میں پھیلے ہوئے بے شمار تلامذہ اور عظیم الشان لائبریری ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں اور ان کی لازوال یادگاریں دینِ اسلام کے لیے ان کی مخلصانہ جہود کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں۔ اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

سچی بات ہے کہ ایسی نابغۂ روزگار شخصیات روز روز جنم نہیں لیتیں اور بالخصوص قحط الرجال کے اس دَور میں کہ علمائے حق بزمِ جہاں سے یکے بعد دیگرے تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ پچھلے چند برسوں میں خطیب عالمِ اسلام، قائدِ اہل حدیث علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر، شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ الفلاح، مفتیٔ عالمِ اسلام حضرت علامہ عبدالعزیز بن باز، محدثِ مدینہ منورہ شیخ حماد الانصاری، محدث زماں علامہ ناصر الدین البانی، مناظرِ اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی اور خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری (رحمھم اللہ رحمۃ واسعۃ واسکنھم فی فسیح جناتہ) جیسی نابغۂ روزگار شخصیات تیزی کے ساتھ ہم سے رخصت ہو گئیں اور مسندِ علم خالی ہے اور محراب و منبر اُداس ہیں:

مجھ سا مُشتاق نہ پاؤ گے جہاں میں ڈھونڈو گے گر چراغ رُخِ زیبا لے کر

أولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم إذا أجمعتنا یا جریر المجامع

ایسے حالات میں تو مولانا موصوف جیسے اربابِ علم و دانش کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے اور طالبانِ علومِ شریعت ایسے علماء جہابذہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں تذکرہ اسلاف کا احیاء ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت کے رئیس شیخ طارق العیسیٰ حفظہ اللہ اور لجنۃ القارۃ الہندیۃ کے مدیر الشیخ خالد فلاح المطیری حفظہ اللہ اور مرکز دعوۃ الجالیات (کویت) کے احباب، شیخ صلاح الدین مقبول احمد، الشیخ عبدالخالق محمد صادق، حافظ محمد اسحاق، برادرم عبداللہ شاد، شیخ محمد بشیر الطیب، شیخ محمد انور سلفی، قاری عتیق الرحمٰن، شیخ لیاقت اثری، ابو عمر عبدالغفور، ملک جاوید اختر، جناب حاجی محمد یاسین، حاجی محمد یعقوب، حاجی افتخار، حاجی مظہر ریاض، محمد اعجاز، حاجی محمد رفیق صاحبان وغیرہم سب مولانا فضل الرحمٰن صاحب الازہری، و حافظ احمد شاکر صاحب اور ادارہ الاعتصام کو "مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نمبر" کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے کارنامہ ہائے اسلاف کو اُجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گراں قدر خدمت کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنے اسلاف کے صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

نمبر شمار	مضامین		صفحہ
	سوانح (۱۷ ــــ ۲۴۴)		
۱	والدِ گرامی	حافظ احمد شاکر	۲۱
۲	اَبّا جی	حافظہ رابعہ حنیفؒ	۵۳
۳	مولاناؒ کا مولد "موضع بھوجیاں"	مولانا عبد العظیم انصاریؒ	۶۰
۴	مختصر سوانح	محترم علیم ناصری	۷۱
۵	ترجمة الشيخ ابي الطيب الفوجيانيؒ (عربی)	د ، عاصم عبد اللہ القریوتی	۸۵
۶	استادِ گرامی	مولانا محمد اسحاق بھٹی	۹۹
۷	مولاناؒ کے اساتذہ کرام	حافظ نعیم الحق نعیمؒ	۲۱۷
	شخصیّت (۲۴۵ ــــ ۵۲۴)		
۸	عکس سند الاجازۃ (از حافظ محمد صاحب گوندلویؒ)		۲۴۶
۹	محدث ابو الطیّب کی اسانید حدیث	ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر	۲۴۷
۱۰	توثیق و تراجم (سند میں مذکور رواۃ کے حالاتِ زندگی)	ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر	۲۶۲
۱۱	مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ	مولانا عبد العظیم انصاریؒ	۲۷۶
۱۲	حضرت مولاناؒ کا ذوق مطالعہ	حافظ نعیم الحق نعیمؒ	۲۸۱
۱۳	عُمر بھر کے راہنما	شیخ الحدیث حافظ محمد اسحٰق لاہوری	۳۳۱
۱۴	نابغۂ عصر	مولانا محمد علی جانباز	۳۹۹
۱۵	مولاناؒ سے میرا ابتدائی تعارف	حافظ ثناء اللہ مدنی	۴۰۵
۱۶	میرے مربّی، محسن اور اُستاد	حافظ صلاح الدین یوسف	۴۰۹
۱۷	دیہاتی بابا	ڈاکٹر سعید اقبال قریشی	۴۹۸
۱۸	مولاناؒ کی شخصیت	پروفیسر محمد بن مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ	۵۰۸
	شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ	مولانا زبیر علی زئی	۵۱۲
۱۹	سلفیت کے حقیقی علمبردار	ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر	۵۱۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	مضامین		نمبر شمار
۵۲۱	محترم علیم ناصری	سخن شناسی اور معارف پروری	۲۰
۵۲۷		اوراقِ پارینہ (ذاتی ڈائری)	۲۱
		خدمات	
		علمی و تحقیقی (۵۳۵ــ۸۵۳)	
۵۳۷	مولانا عزیر شمس	مولانا کی علمی خدمات اور طریقہ تحقیق	۲۲
۵۶۳	فضیلۃ الشیخ صالح اللحیدان	مقدمہ۔ التعلیقات السلفیہ علیٰ سنن النسائی (عربی)	۲۳
۵۶۷	مولانا عبدالغفار حسن	التعلیقات السلفیہ علیٰ سنن النسائی (ایک علمی اور تحقیقی شاہکار)	۲۴
۵۸۴	سید محب اللہ شاہ راشدیؒ	المقالة الوفية بمزايا التعليقات السلفية	۲۵
۵۸۸	ڈاکٹر مقتدیٰ احسن الازہری	علومِ سلف کی رمز آشنا ایک عظیم شخصیت	۲۶
۶۰۸	پروفیسر غلام نبی عارف	یکے تعبیر از خوابہائے اُو	۲۷
۶۴۴	حافظ عبدالمنان نورپوری	مسئلہ صفات پر حضرتؒ کی ایک اہم کتاب (غیر مطبوعہ) (تعارف اور خلاصہ)	۲۸
۶۵۸	مولانا ارشاد الحق اثری	محدث بھوجیانی کا ذوق تاریخ و رجال	۲۹
۶۸۱	حافظ عبدالحمید ازہر	معارف ابن تیمیہؒ کی نشر و اشاعت میں مولاناؒ کا حصہ	۳۰
۷۰۳	پروفیسر غلام احمد حریریؒ	مولانا بھوجیانیؒ اپنی تعلیقات کے آئینے میں	۳۱
۷۱۱	مولانا بدر الزمان نیپالی	"حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ" پر مولاناؒ کے حواشی	۳۲
۷۱۹	اختر راہی	تراجم علمائے اہلِ حدیث میں مولاناؒ کی دل چسپی	۳۳
۷۲۶	حافظ صلاح الدین یوسف	فتنۂ انکارِ حدیث کی تردید میں حضرت الاستاذؒ کی خدمات	۳۴
۷۸۴	ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی	علومِ سلف کی اشاعت میں مولاناؒ کی خدمات	۳۵
۷۹۹	مولانا مطیع اللہ سلفی	مولاناؒ کی اشاعتی خدمات	۳۶
۸۱۷	عبدالرشید عراقی	مولانا رحمہ اللہ کی علمی خدمات	۳۷
		تدریسی (۸۵۵ــ۸۹۹)	
۸۵۵	پروفیسر محمد مبارک	حضرت الاستاذؒ کا طریقہ تعلیم و تربیت	۳۸
۸۵۸	مولانا ابوبکر صدیق السلفی	میرے اُستاذ جو مربی اور دوست بھی تھے	۳۹
۸۶۹	مولانا سیف الرحمٰن الفلاحؒ	میرے مشفق اور مہربان اُستاد	۴۰
۸۷۶	مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری	اُستاذِ محترم	۴۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	مضامین		نمبر شمار
۸۸۳	مولانا محمد رفیق اثری	مولاناؒ امتحانی تاثرات کی روشنی میں	۴۲
۸۸۷	مولانا منیر احمد سلفی	مولاناؒ بحیثیتِ ممتحن	۴۳
۸۹۱	مولانا بشیر الرحمٰن سلفی	ایک منفرد ممتحن	۴۴
۸۹۷	مولانا محمد ادریس شاکر	یادوں کے دریچے	۴۵
		ملّی ، سیاسی و مسلکی (۹۰۱ ـــ ۹۲۷)	
۹۰۱		کارروائی تاسیسی اجلاس دار الدعوۃ السلفیہ	۴۶
۹۰۷	حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدرویؒ	مسئلۂ حجاز اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ	۴۷
۹۱۱	مولانا عبدالرشید ارشد	مولاناؒ کا سیاسی نقطۂ نظر	۴۸
۹۱۷	مولانا محمد اسحٰق بھٹی	مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے قیام میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کا حصہ	۴۹
۹۲۳	حافظ محمد لطیف سلیمی	مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت	۵۰
		صحافتی (۹۲۹ ـــ ۹۵۱)	
۹۲۹	ملک عصمت اللہ قلعوی	مولاناؒ کا اسلوبِ نگارش	۵۱
۹۳۲	ڈاکٹر سفیر اختر	ماہنامہ "رحیق" لاہور (ایک تعارف، مع اشاریہ رحیق)	۵۲
۹۴۵	ملک عبدالرشید عراقی	"الاعتصام" میں مولاناؒ کے مضامین و مقالات کا اشاریہ	۵۳
		تاثرات (۹۵۳ ـــ ۱۰۷۹)	
۹۵۵	مولانا ابوالاشبال احمد شاغف	حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ چند تاثرات	۵۴
۹۶۱	پیر محب اللہ شاہ راشدیؒ	"ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے"	۵۵
۹۶۷	سید بدیع الدین شاہ الراشدیؒ	علامہ ابوالطیبؒ کی یاد میں	۵۶
۹۷۱	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	جوہر شناس	۵۷
۹۷۵	مولانا محمد خالد سیف	محدث بھوجیانیؒ کی چند یادیں	۵۸
۹۷۸	ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری	مولانا عطاء اللہ حنیف ـــ ایک پاکیزہ سیرت	۵۹
۹۸۳	مولانا عبدالسلام رحمانی	مولانا بھوجیانیؒ کی یادیں	۶۰
۹۸۶	ڈاکٹر ریاض الحسن نوریؒ	سادگی کا پیکر، علم کا پہاڑ	۶۱
۹۹۱	مولانا محمد ادریس کیلانیؒ	میرے مشفق اور مہربان اُستاد	۶۲
۹۹۸	مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ	بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ	۶۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	مضامین		نمبر شمار
۱۰۰۲	ملک عصمت اللہ قلعوی	ہمارے مولانا (مشاہدات و تاثرات)	۶۴
۱۰۰۵	حکیم اجمل خان (انڈیا)	نمونۂ سلف، مولانا عطاءُ اللہ حنیفؒ	۶۵
۱۰۱۱	عبدالستار غوری	نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو	۶۶
۱۰۱۳	پروفیسر محمد بشیر متین فطرت	حضرت مولانا عطاءُ اللہ حنیفؒ، چند یادیں	۶۷
۱۰۱۷	محمد اسلم راناؒ	شفقت اُن کی یاد رہے گی	۶۸
۱۰۱۹	مولانا قاضی محمد اسلم سیفؒ	ایک جامع کمالات شخصیت	۶۹
۱۰۲۴	قاری محمد ایوب فیروز پوری	علم و عمل کا بحرِ بیکراں	۷۰
۱۰۲۹	حافظ عبدالقیوم انصاری	ہمارے باباجیؒ	۷۱
۱۰۳۴	پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ	حضرتؒ کی خدمت میں چند یادگار لمحات	۷۲
۱۰۳۶	حکیم عبدالرحمٰن خلیقؒ	حضرت مولانا عطاءُ اللہ حنیف بھوجیانیؒ	۷۳
۱۰۴۲	طاہر سلیم قصوری	علمائے بھوجیاں کا لعل شب چراغ	۷۴
۱۰۴۵	پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن	مولانا بھوجیانیؒ، کچھ یادیں اور تاثرات	۷۵
۱۰۵۲	حافظ محمد اسحاق	خادمِ اسلام اور متبعِ سُنّت	۷۶
۱۰۵۴	ملک عبدالرشید عراقی	تواضع، انکسار اور شفقت و اخلاص کا مُرقّع	۷۷
۱۰۶۰	عرفان مجید مہر	مکتوبِ امریکہ	۷۸
۱۰۶۲	مولانا عبدالحمید المری	مَیں نے لاہور میں کیا پایا	۷۹
۱۰۶۴	حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی	مولانا عطاءُ اللہ حنیفؒ، کچھ یادیں کچھ باتیں	۸۰
۱۰۶۹	محمد عالم مختار حق	ایک کتاب دوست، مولانا محمد عطاءُ اللہ حنیفؒ	۸۱
۱۰۷۴	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	مولانا محمد عطاءُ اللہ حنیفؒ	۸۲
۱۰۷۶	مولانا مجاہد الحسینی	برصغیر پاک و ہند کے ایک ممتاز محدث، محقق اور مصنف	۸۳
	(۱۰۸۱ ـــــ ۱۱۱۲)	**نادر تحریریں**	
۱۰۸۲		وصیت (حافظ احمد اور حافظہ رابعہ کے لیے چند باتیں)	۸۴
۱۰۹۰		برصغیر میں اشاعتِ حدیث (مرحوم دوست کی یاد میں)	۸۵
۱۱۰۰		جُرعات آہ! امام الہند	۸۶
۱۱۰۴		آہ! مولانا مدنی	۸۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ	مضامین		نمبر شمار
۱۱۰۶		حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ	۸۸
۱۱۰۹		آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے	۸۹
		کہکشاں	
۱۱۱۳		مولاناؒ کے نام اکابر اہلِ علم کے چند علمی خطوط	
	(۱۱۸۳——۱۲۱۳)	**منظوم عقیدت**	
۱۱۸۵	حکیم محمد یحییٰ خان شفاءؒ	قطعات تاریخ وفات	۹۰
۱۱۸۶	حافظ نعیم الحق نعیمؒ	قیسِ علم	۹۱
۱۱۸۸	حافظ عبدالمنان نورپوری	الامام الفوجیانیؒ (عربی)	۹۲
۱۱۹۲	محترم علیم ناصری	حامل خذ ما صفا عاملِ دع ما کدر	۹۳
۱۱۹۴	فیض لودھیانوی	قطعہ ہائے تاریخ وفات	۹۴
۱۱۹۵	محترم علیم ناصری	مفتاحِ قرآن و حدیث	۹۵
۱۲۰۱	فیض لودھیانوی	مرگِ عالم	۹۶
۱۲۰۲	عطاء اللہ عطا	—— وہ مردِ ابریشم نہیں	۹۷
۱۲۰۳	مولانا ہارون رشید ارشد	وہ محبت کی علامت وہ شرافت کا نشاں	۹۸
۱۲۰۵	پروفیسر خالد بزمی	مولانا عطاء اللہ حنیفؒ	۹۹
۱۲۰۶	مولانا عبدالرحمٰن عاجز	اِک چشمۂ فیضان تھے مولانا عطاء اللہ	۱۰۰
۱۲۰۷	مولانا عبدالرحمٰن عاصم انصاری	ان کے کارِ خیر کو تابندہ رکھنا چاہیئے	۱۰۱
۱۲۰۸	مولانا عبدالعزیز شاہین	قلم ہے آج رواں پھر عطا حنیف کے نام	۱۰۲
۱۲۱۰	مولانا عبدالعظیم انصاری	علمائے بھوجیاں	۱۰۳
۱۲۱۱	محمد شریف انجم	علمائے بھوجیاں	۱۰۴
۱۲۱۲	حکیم عبدالرحمٰن خلیق	آہ! مولانا عطاء اللہ حنیفؒ	۱۰۵
۱۲۱۳	محمد ابراہیم ادیٔ	آہ! وہ مردِ جلیل	۱۰۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ "الاعتصام" کے مدیران اور اُن کے ادارتی ادوار

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲ر شوال ۱۳۶۸ھ ۱۹ر اگست ۱۹۴۹ء	تا	۱۴ر شوال ۱۳۷۲ھ ۲۶ر جون ۱۹۵۳ء
مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ	۲۶ر شوال ۱۳۷۲ھ ۳ر جولائی ۱۹۵۳ء	تا	۳ر صفر ۱۳۸۵ھ ۴ر جون ۱۹۶۵ء
مولانا محی الدین سلفی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ر صفر ۱۳۸۵ھ ۱۱ر جون ۱۹۶۵ء	تا	۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ یکم ستمبر ۱۹۶۷ء
علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ	۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ ۸ر ستمبر ۱۹۶۷ء	تا	۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۴ر جولائی ۱۹۶۹ء
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ	۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ ۱۸ر جولائی ۱۹۶۹ء	تا	۲۲ر ذی القعدۃ ۱۳۹۲ھ ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء
حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ	۲۲ر ذی القعدۃ ۱۳۹۲ھ ۵ر جنوری ۱۹۷۳ء	تا	۹ر رجب ۱۴۰۶ھ ۲۱ر مارچ ۱۹۸۶ء
محترم علیم ناصری حفظہ اللہ تعالیٰ	۱۶ر رجب ۱۴۰۶ھ ۲۸ر مارچ ۱۹۸۶ء	تا	۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۸ء
حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ	۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ ۶ر جنوری ۱۹۸۹ء	تا	۱۳ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۲۴ر جون ۱۹۹۴ء
محترم علیم ناصری حفظہ اللہ تعالیٰ	۲۷ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۸ر جولائی ۱۹۹۴ء	تا	۴ر شعبان ۱۴۱۵ھ ۶ر جنوری ۱۹۹۵ء
قاری نعیم الحق نعیم رحمۃ اللہ علیہ	۱۱ر شعبان ۱۴۱۵ھ ۱۳ر جنوری ۱۹۹۵ء	تا	۱۱ر شوال ۱۴۱۹ھ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۹ء
محترم علیم ناصری حفظہ اللہ تعالیٰ	۱۸ر شوال ۱۴۱۹ھ ۵ر فروری ۱۹۹۹ء	تا	۳ر شوال ۱۴۲۱ھ ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۱ء
حافظ عبد الوحید حفظہ اللہ تعالیٰ	۱۶ر شوال ۱۴۲۱ھ ۱۲ر جنوری ۲۰۰۱ء	تا	جاری ہے الحمد للہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوانح

أُولٰئِكَ اٰبَاۤءِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خودنوشت

www.KitaboSunnat.com

بفضلہٖ تعالیٰ ہفت روزہ الاعتصام کی یہ اوّلیت ہے کہ یعنی صحافت میں سب سے پہلے اس نے (۵ رجب ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء میں) "حجیت حدیث نمبر" شائع کیا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد اس وقت کے مدیر مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ کے شوق اور سعی کا نتیجہ تھا۔ مولانا بھٹی نے اس میں یہ نُدرت پیدا کی کہ ہر فاضل مضمون نگار سے خودنوشت لکھنے کی درخواست کی جسے مقالے کے پہلے صفحے پر چوکھٹے میں شائع کر دیا گیا تھا۔ ذیل کی خودنوشت "حجیت حدیث نمبر" ہی سے نقل کی گئی ہے۔ (ا۔ش)

والد مرحوم کا اسم گرامی صدرالدّین تھا۔ اہلِ حدیث ہونے کے بعد جب آپ کو اس میں تزکیۂ نفس کا شائبہ ہوا تو "حسین" نام رکھ لیا۔ آپ کی وفات ۱۳۳۹ھ میں ہوئی۔

جائے پیدائش بھوجیاں، ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) ہے، جو کہ امرتسر سے ۴ میل جنوب میں واقع ہے۔ عُمر صحیح یاد نہیں شاید پچاس سال کے قریب ہوگی واللہ اعلم۔

قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم مرحوم (شاگرد مولانا عبدالجبار غزنوی ؒ) سے اور ترجمہ (مکمل) اپنے والد مرحوم اور مولانا ابوعبداللہ محمد المعروف بہ فیض محمد خان مرحوم المتوفی ۱۳۴۲ھ، بلوغ المرام بھی آپ ہی سے شروع ہوئی۔

صرف و نحو کی ابتدائی چھوٹی کتابیں اور حدیث مشکوٰۃ تک مولانا عبدالرحمٰن خان خلف الرشید مولانا فیض محمد خان ؒ الشہید ۱۹۴۷ء سے پڑھیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحاح ستہ و تفسیر جلالین (تا درس) مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی مدظلہ۔ بیضاوی (تا درس) حضرت العلام حافظ محمد مدظلہ، موطا (قریباً نصف) و شرح نخبہ کامل، مولانا محمد شرف الدین دہلوی مدظلہ سے پڑھیں، بعدہٗ استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھویؒ سے صرف و نحو کی متوسط کتابیں شرح جامی تک رسائل منطق مع قطبی و میر قطبی (تصورات) نور الانوار و شرح وقایہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا حافظ محمد صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دی اور مسلم، ملاحسن، حمد اللہ، رسالہ قطبیہ مع غلام یحییٰ، میبذی، ہدیہ سعیدیہ، صدرا، شرح اشارات، آلوسی، حسامی مسلم الثبوت، شرح عقائد وغیرہ کتابوں کا عبور کیا۔ ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۰ھ تک مدرسہ مرکزیہ (حال جامعہ محمدیہ) گوجرانوالہ، کوٹ کپورہ، ریاست فرید کورٹ، مرکز الاسلام لکھوکے، فیروز پور، اوڈاں والا، دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں مختلف علوم پڑھانے کی بھی کوشش کی۔

تصنیف کوئی خاص نہیں۔ زمانہ تدریس سے قبل مرحوم اخبار اہل حدیث و توحید میں مضامین کے علاوہ دو ایک رسالے بھی لکھے، جن میں کوئی طبع ہوا اور کوئی پڑا ہے۔ تدریس کے زمانے میں یہی دو چار رسالے اور مضامین لکھے گئے۔ "فَیْضُ الْوُدُوْد" نام سے "سُنَنِ اَبُوْ دَاؤد" کا مختصر عربی حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا، جو دو پاروں تک (تقریباً) پہنچ کر رہ گیا۔ ان دنوں سنن نسائی شریف طبع کرانے کی فکر ہو رہی ہے۔ (جو بتوفیقہ تعالےٰ آئندہ رمضان المبارک تک طبع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ) اس پر بھی بعض مقامات پر کچھ تعلیقات مزید لکھی گئی ہیں۔ شاید طلبہ حدیث کے لیے مفید ہوں گی۔ لیکن احقر محسوس کرتا ہے کہ یہ سب محض طالب علمانہ ہے۔

واللہ اسئل ان یرزقہ حسن القبول و (یعفو) عما استزل بہ القلم و ان لا یجعل ما علمنی علي۔

حنیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ احمد شاکر
لاہور

والد گرامی

میرے والد، اُستاذ، مُربّی اور مُرشد

مسلمانانِ ہند کو قرآن کے معانی سے آشنا اور حدیثِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف کرانے کا سہرا بلاشبہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے سر ہے۔ اور ولی اللّٰہی خاندان ہی کے فیض سے علمِ حدیث کا نُور ہم تک پہنچا اور اس نُور سے ہم بہرہ ور ہُوئے۔ ظلمت کدۂ ہند میں اسی گلستان کے خوشہ چین حضرت والاجاہ نواب۔ صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے نشر و اشاعت سے اس نُورِ الہٰی کو پھیلایا اور حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے درس و تدریس سے اک عالم کو مستفید اور مستنیر کیا۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کے ہزاروں فیض یافتگان میں سے ایک ایسی شخصیت بھی نظر آتی ہے جس سے استفادہ کا اعتراف خود حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اور وہ تھے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ۔

میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "مولوی عبداللہ غزنوی حدیث ہم سے پڑھ گیا اور ہمیں نماز پڑھنی سکھا گیا۔"

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں جب حضرت عبداللہ غزنوی علیہ الرحمہ حصولِ علمِ حدیث کے لئے آئے تو حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول قلعوی بھی ان کے ہمراہ اور شریکِ سفر تھے۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ ان تینوں ہم سبق حضرات نے اپنے اپنے حلقہ میں قرآن و حدیث کی شمع فروزاں کی۔

- مولانا غلام رسول قلعوی ضلع گوجرانوالہ اور اس کے گرد و نواح میں باعثِ رُشد و ہدایت ہُوئے۔
- حافظ محمد لکھوی نہ نہیں۔ کے علاقے ضلع فیروزپور (دریائے ستلج کے کنارے کی آبادی میں) نہ صرف مصروفِ وعظ و تبلیغ ہو گئے بلکہ "فی لسان قومہ" یعنی پنجابی میں مختلف کتابیں (تفسیر محمدی، احوال الآخرت، زینت الاسلام وغیرہ) بھی تصنیف فرمائیں۔ رسُوماتِ ہندیہ اور بدعاتِ سیئہ میں مبتلا افراد ان کتب سے اُس دور سے لے کر اب تک برابر مستفید ہو رہے ہیں اور اسی خاندان کی باقیات صالحات میں جامعہ محمّدیہ — جو تقسیم سے قبل لکھو کے ضلع فیروزپور میں قائم تھا اور آج کل اوکاڑہ اور رینالہ خورد میں — بھی جاری و ساری ہے جس سے ایک عالم فیض پا رہا ہے۔
- حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حضرت میاں صاحب سے استفادہ کر کے وطن مالوف لوٹ گئے لیکن آبِ ہدایت سے سیرابی اور فیض یابی مشیتِ الٰہی نے سرزمین امرتسر کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ صاحب غزنی سے ہجرت کر کے عازم امرتسر ہو گئے کیونکہ دہلی جاتے اور آتے ہوئے امرتسر میں حافظ محمود نامی ایک شخص کے ہاں قیام کر چکے تھے۔ راستہ میں جہاں جہاں ان کا گزر ہوا ہدایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نور پھیلاتے گئے۔ امرتسر کے قریبی ایک دیہہ "خیردی کے" میں بھی ان کا قیام ہوا تھا۔ جو بھوجیاں کے قرب وجوار ہی میں تھا۔ اور بھوجیاں ہی میرا ددھیال تھا۔ بھوجیاں امرتسر سے ۱۳ میل جانب جنوب میں واقع تحصیل ترنتارن میں مسلم آبادی کا حامل ایک گاؤں تھا۔ جس کے اردگرد سکھوں کی آبادیاں قائم تھیں۔

بھوجیاں کے قریبی گاؤں "پنج ڈڑ" میں قصور سے آئے ہوئے افغان خاندان کے ایک فرد جمال دین خان بھی آباد تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے فیض محمد (جو کہ بعد میں فیض اللہ کے نام سے معروف ہوئے) کو قرآن مجید اور دیگر ابتدائی کتب کی خود ہی تعلیم دی۔ شعور بیدار ہونے پر اس صاحبزادہ ــــ فیض اللہ ــــ کی علم کی تشنگی جب بڑھی تو ان کو امرتسر میں کسی صاحبِ علم غزنی ــــ افغانستان کے مہاجر ــــ خاندان کی آمد کا علم ہوا تو وہ اپنے ایک رفیق میاں صدرالدین کو ساتھ لے کر عازمِ امرتسر ہو گئے ــــ ان کے یہ رفیق سفر ویروال ضلع امرتسر سے بھوجیاں آکر آباد ہو رہے تھے ــــ بھوجیاں ایک اہلحدیث واعظ مولانا خدا بخش حدّاد رحمہ اللہ ــــ جدِّ امجد حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری ــــ کے پُرتاثیر وعظ کے نتیجہ میں نورِ توحید سے منور ہو چکا تھا۔

مولانا فیض اللہ اور میاں صدرالدین نے امرتسر جا کر حضرت امام عبدالجبار غزنوی بن حضرت عبداللہ رحمہم اللہ کے دستِ حق پرست پر توبہ و ہدایت کی بیعت کر لی اور یہی میاں صدرالدین احقر کے جدِّ امجد تھے۔

علمائے غزنویہ رحمہم اللہ اپنے عقیدت مندوں سے بدعات اور کبائر سے اجتناب اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی پر بیعت لیا کرتے تھے۔ نیز اپنے نیازمندوں کو ذکر اذکار کی باقاعدگی اور عبادت میں توجّہ و انہماک کی ہدایت کیا کرتے تھے ــــ رشد و اصلاح کے اس معروف طریقے کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیم رحمہم اللہ کی تصانیف سے متعارف کرایا اور ان کے فکر کی تصنیف و تالیف کے ذریعہ اشاعت بھی خوب کی۔ رحمهم الله رحمة واسعة۔

خاندانی حالات

دادا جان ہمارے خاندان کے پہلے خوش نصیب انسان تھے جنہوں نے دعوتِ توحید کو قبول کیا اور امام عبدالجبار رحمہ اللہ سے فیض پایا اور خاندان کے لئے مشعلِ راہ بنے۔

دادا سات بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ جس نسبت سے ان کا نام ــــ اولاً ــــ "ستیا" رکھا گیا یعنی سات لڑکیوں کے بعد پیدا ہونے والا لڑکا۔ دین کا شعور آنے اور بزرگوں کے مشورہ دینے سے اپنے نام کو "صدرالدین" سے بدل لیا اور جب توحید کا ادراک ہوا تو اس میں عقیدہ کی نسبت سے شرح صدر نہ رہا تو اپنا نام "حسین" رکھ لیا۔ دادا علیہ الرحمۃ ایک محنت کش اور مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ خاندان کیا تھا؟ برادری کونسی تھی؟ اس کا کوئی دستاویزی ثبوت نہیں۔ والد صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ راجپوت نسل کی ایک گوت (شاخ) گاڈے سے ہمارا تعلق ہے۔ ــــــــــــ معاشی حالات غالباً قوت لایموت سے بھی فروتر تھے لیکن قرآن مجید کا ذوق اور اس کے علم کے حصول کا شوق اس قدر تھا کہ زیادہ وقت اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوق وشوق کی نذر کر دیتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب ـــــ دادا جی ـــــ کا ترجمہ قرآن مجید بہت عمدہ تھا۔ خود انہوں نے لفظی ترجمہ پنجابی میں پڑھا تھا اور پڑھاتے بھی پنجابی میں تھے ـــــ والد صاحب ـــــ فرماتے تھے کہ مجھے وہ باہر ساتھ لے جاتے۔ گھاس بھی کاٹتے اور مجھے ترجمہ بھی پڑھاتے۔ قرآن مجید سے تعلق کی کیفیت یہ تھی کہ دورانِ کار اگر کسی نے آیت کا مقام یا ترجمہ پوچھ لیا تو بوجھ اٹھانے کی مشقت سے بے نیاز کھڑے کھڑے اس کو آیت کا ترجمہ اور مقام بتاتے اور مطمئن کر کے جاتے۔ شاید یہی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو علم دین کی نعمت سے نوازا [1]

میرے دادا مرحوم کی پہلی شادی اپنے خاندان ہی میں ہوئی تھی جس سے صرف ایک بیٹے حافظ محمد عبداللہ ـــ م ۱۹۵۹ء ـــــ پیدا ہوئے کہ دادی کا انتقال ہوگیا۔ دادا کے خسر میاں عمر دین رحمہ اللہ امرتسر کے محلہ غزنویہ میں رہائش پذیر تھے۔ جہاں انہیں ایک صالحہ بیوہ خاتون کی خبر ملی جس کا خاوند مفقود الخبر تھا۔ میاں عمر دین نے اپنے داماد ـــــ دادا علیہ الرحمہ ـــــ کا اس خاتون سے عقد ثانی کر دیا۔ اس خاتون کی گود میں ایک ربیبہ بھی تھیں ـــــ جو برادر گرامی مولانا محمد سلیمان انصاریؒ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

دادی مرحومہ کا نام رحیم بی بی تھا۔ اس خاتون رحیم بی بی کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بیٹے سے نوازا جس کا نام والدین نے محمد عطاء اللہ رکھا۔ گویا کہ محمد عطاء اللہ کا ایک بھائی علّاتی تھا۔ اور ایک بہن اخیافی۔ حقیقی بہن بھائی کوئی نہ تھا۔ دادا کے دونوں بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے علم دین کی نعمت سے نوازا۔ تایا جی قرآن کریم کے حافظ تھے جو انہوں نے گھلا دٹواں ضلع شیخوپورہ میں جا کر یاد کیا پھر کچھ عرصہ میر محمد ضلع لاہور (اب ضلع قصور) میں حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ (حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کے والد گرامی) سے بھی پڑھا۔ پھر اس کے بعد پانی پت جا کر باقاعدہ قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کی اور اس کے بعد کچھ ابتدائی کتب کوٹ کپورہ میں والد صاحب سے پڑھیں پھر دہلی جا کر مصروفِ تحصیلِ معاش بھی رہے اور مولانا ابو سعید شرف الدین رحمہ اللہ سے درسِ نظامی کی تکمیل بھی کی۔

تایا جان علیہ الرحمہ کا لحن بہت مشہور تھا۔ وہ مختلف اوقات میں کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ مشرقی پنجاب) گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) چک نمبر ۱۰۷ اجھانیاں (ضلع ملتان) مسجد چینیانوالی (چند ماہ) اور دیگر مختلف مقامات پر تدریس ـــ حفظِ قرآن ـــــ وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی نوازا تھا۔ طویل علالت کے بعد لاہور ہی میں ہمارے پاس ۱۹۵۹ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

www.KitaboSunnat.com

[1] چنانچہ خاندان میں حفظِ قرآن کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انہی کے بیٹے (تایا جی) کو نوازا اور علم حدیث کی خدمت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے انہی کے بیٹے کو منتخب فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نہ صرف ان کے پوتے (راقم) پوتی (میری اکلوتی بہن) بلکہ ان کی اولاد ـــــ میرے تین بیٹے حافظ ہیں اور بہن کا ایک بیٹا ـــــ کو اللہ تعالیٰ نے حفظِ قرآن کی نعمت سے نوازا ہے۔ والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ قارئین سے قرآن کی خدمت اور اس کے مطابق عمل کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نانا جان کی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی صرف ایک بیٹی رقیہ بی بی (م ۳ جون ۱۹۷۷ء) تھی۔ جن کی شادی ہوئی تھی لیکن خاوند کے گمراہ کن اور مشرکانہ عقائد کے باعث اور خالص دین کی بنیاد پر اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ یہ لاولد تھیں۔ ۱۹۵۷ء میں جب ہماری والدہ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا تو اس بہن نے اپنی زندگی ہمارے لئے وقف بلکہ ہم پر نچھاور کر دی۔ اور ہم دونوں بہن بھائیوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے کر پڑھایا اور ہماری دینی تربیت کی۔ رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ۔

جیسا کہ ذکر ہوا تھا کہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی ایک ہی بہن تھی جو اخیانی تھی۔ ان کی شادی مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ نے اپنے ایک نیک طینت اور صالح شاگرد میاں علی محمد سے کر دی جو نگھیاڑی ——— نزد منڈی واربرٹن ——— ضلع شیخوپورہ ——— کے رہائشی تھے۔

ہماری پھوپھی رحمہا اللہ بہت ہی سلیقہ شعار، صالحہ، عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ اور دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتی تھیں، خصوصاً والد صاحب رحمہ اللہ سے تو ان کو بہت ہی جذباتی تعلق تھا۔ ان کا انتقال اپنے گاؤں ہی میں ہوا تھا۔ (رحمہا اللہ تعالیٰ) پھوپھی مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا تھا۔ سائرہ، شریفہ، زبیدہ . . . .
زبیدہ ماشاء اللہ بقید حیات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ۴ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا ہے۔ پھوپھی کے بڑے بیٹے عبید اللہ تھے جو ایک بیٹے ——— محمد سعید[1] ——— کی ولادت کے بعد فوت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحیم ہیں جن کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی انتقال کر گئی ہے۔ ایک بقید حیات ہے۔ ان کے بعد عبدالحکیم تھے، جن کی شادی مرحوم بھائی کی بیوہ سے ہوئی تھی۔ ان کے ماشاء اللہ ۳ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں۔

پھوپھی صاحبہؒ کے سب سے چھوٹے بیٹے برادر گرامی مولانا محمد سلیمان انصاریؒ تھے۔ بچپن ہی میں والد صاحبؒ نے ان کو بہن سے دینی تعلیم پڑھانے کے لئے مانگ لیا تھا اور بہن نے دے دیا تھا۔ (چنانچہ ہمارے گھر ہی میں ہمارے گھر کے فرد کی حیثیت سے رہے۔ احقر کو بچپن میں انہوں نے کھلایا اور میری طویل بیماری کے دوران انہوں نے اور ان کے ایک ہم جماعت ساتھی مولانا جمال دین رحمہ اللہ نے میری بہت تیمارداری کی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ)

ان کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹے ماشاء اللہ تینوں حافظ قرآن ہیں۔ منجھلے بیٹے حافظ عبدالقیوم ماشاء اللہ درس نظامی کے فارغ اور با صلاحیت نوجوان ہیں۔ مختلف مقامات پر تدریس وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

داداجان کی وفات

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی عمر ابھی گیارہ سال تھی کہ دادا "کاہنہ گاؤں" ——— قصور کے مضافات ——— میں اپنی بہن کو

---

[1] جو ماشاء اللہ درس نظامی کے فارغ اور ایک مسجد کے خطیب اور سکول کے استاذ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملنے آئے۔ یہیں وہ بیمار ہو گئے۔ بھوجیاں اطلاع گئی تو والد صاحب رحمۃ اللہ پتہ لینے کے لئے آئے۔ حالات دیکھ کر واپس لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چارپائی پر ڈال کر ــــ خود تو چونکہ بچے تھے ــــ مختلف لوگ اٹھا کر روانہ ہو گئے۔ لیکن گاؤں پہنچنے سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا ــــ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ــــ حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ راستہ میں دادا جان نے وفات سے پہلے درج ذیل آیات پڑھیں جنہیں وہ نصیحت اور وصیت سمجھتے رہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً (سورۃ الانفال)

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (سورہ ہود)

چنانچہ زندگی بھر یہ آیات ان کے سامنے رہیں ان کی پوری زندگی کا عمل اس پر شاہد ہے۔

دادی جان کی وفات

دادا جانؒ کے بعد دادی جانؒ دو سال تک زندہ رہیں تو والد صاحبؒ ان کی خدمت کے لئے گاؤں ہی میں مقیم رہے۔ دو سال کے بعد جب دادی جان انتقال کر گئیں تو علم کی تشنگی دور کرنے کے لئے چپکے سے دہلی روانہ ہو گئے۔

شادی

حضرت والد صاحب علیہ الرحمۃ کے پھوپھی زاد بھائی میاں نور دین رحمہ اللہ بھوجیاں ہی میں رہتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں والد صاحب کوٹ کپورہ بسلسلہ خطابت و تدریس مقیم تھے۔ اس دوران میاں نور دین رحمہ اللہ نے اپنی منجھلی بیٹی حنیفہ بی بی ــ رحمہا اللہ ــ کا ان سے عقد کر دیا۔ والد صاحبؒ اپنے اہل خانہ کو کوٹ کپورہ لے آئے۔ (مزید تفصیلات محترم بھٹی صاحب کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں) میاں نور دین رحمہ اللہ بھی حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ احقر کو ان کی خدمت کا شرف حاصل ہے۔

خاندان بھر میں میاں نور دین "میاں جی" کے نام سے معروف تھے۔ اولاد و احفاد کی دینی و دنیاوی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تبلیغ کا جذبہ بے پناہ تھا۔ اور تبلیغ میں جری بھی تھے۔ بات کہنے کا سلیقہ بھی خوب تھا۔ ہمارے لباس، کھانے، بات کرنے، نماز پڑھنے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے، غرض کہ ہر چیز کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ چلو حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی قبر پر مجھے لے چلو۔ وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک شخص قبر پر سجدہ کر رہا ہے۔ فوراً اس شخص کو کندھے سے پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ اللہ کے بندے اگر کسی اور چیز کا علم نہیں تو قبر پر لگے کتبہ ہی کو دیکھ لو۔ اس پر لکھا تھا۔ "قبر کو سجدۂ تعظیمی بھی حرام ہے"

حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان کا بے حد احترام کرتے ان کی موجودگی میں نماز خود نہ پڑھاتے بلکہ ان کی اقتداء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں نماز ادا فرماتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سید غزنوی رحمہ اللہ میاں نور دینؒ کو خود ہی باصرار امامت کے لیے آگے کرتے اور آپ ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ اس میں ہر دو حضرات کی بڑائی ہے۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اولاد

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو جڑواں بیٹے عطا فرمائے جو زندہ نہ رہ سکے پھر ایک بیٹی عائشہ جو صرف ۱۴ ماہ کی عمر پا سکی۔ اس کے بعد ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء رمضان المبارک میں راقم الحروف کی پیدائش ہوئی۔ مجھ سے دو سال چھوٹا ایک بھائی مسمّٰی محمد تھا جو تقسیم کے بعد ۱۹۴۸ء میں گوندلانوالہ آکر فوت ہوگیا۔ اس سے چھوٹی میری ایک بہن حافظہ رابعہ (سلمہا اللہ) اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی جو بفضلہٖ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہے۔ سب سے آخر میں ایک بیٹی بریرہ پیدا ہوئی جو چند ماہ بعد ہی انتقال کر گئی۔

اہلیہ کی وفات

ہماری والدہ رحمہا اللہ فسادِ خون اور اختلاجِ قلب کی دائمی مریضہ تھیں۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں بائیں پسلی کے نیچے ایک زہریلا دانہ نکل آیا جو پھیلتے پھیلتے سارے جسم کو چھلنی کر گیا اور یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ ۶ ماہ کی طویل اور کربناک علالت کے بعد ۱۸۔۱۹۔ اپریل ۱۹۵۷ء ۱۹۔۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ کی درمیانی رات ان کا انتقال ہوگیا۔ میری عمر اس وقت تقریباً ۱۲ سال اور اور میری بہن کی عمر تقریباً ۴ سال تھی۔

والدہ کی بیماری کے ایام میں ذریعہ آمدنی کوئی خاص نہیں تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ نے بساط سے بڑھ کر ان کے علاج معالجہ پر جو اخراجات کئے وہ بھی سب قرض وغیرہ سے، ان دنوں "التعلیقات السلفیہ" کی طباعت قریب الاختتام تھی، "رحیق" بھی جاری تھا۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود والدہ رحمہا اللہ کے علاج میں کوئی تغافل یا کوتاہی ان سے نہ ہوئی۔ رحمہا اللہ رحمۃً واسعۃً۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم

گاؤں ہی میں مقیم دادا جی علیہ الرحمۃ کے گہرے دوست میاں عبدالکریم رحمہ اللہ سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور ترجمۂ قرآن خود دادا جیؒ نے پڑھایا۔ فارسی کی ابتدائی کتب حاجی امان اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ ـــــ جو حاجی ابراہیم انصاری رحمہ اللہ کے بڑے بھائی اور جناب عزیز انصاریؒ کے والد تھے ـــــ سے پڑھیں۔ بلوغ المرام حضرت مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیض اللہ رحمہ اللہ اور مشکوٰۃ شریف کا خلاصہ مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی رحمہ اللہ بن مولانا فیض اللہ صاحب سے پڑھا۔ اس کے بعد والدین کی وفات ہو گئی اور حصولِ علم کے لئے سفرِ دہلی اختیار کیا۔

تعلیم کے لئے دہلی کا سفر

سفرِ دہلی کی داستان خود ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔ جو یہ ہے :۔

مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ بعض دفعہ کام کے سلسلہ میں مجھے امرتسر بھیجا کرتے تھے۔ اور کرائے اور کھانے کے لئے ۴ آنے دیا کرتے تھے ـــــ یاد رہے کہ بھوجیاں سے امرتسر ۱۱ کوس کے فاصلہ پر تھا جو آج کل کے ۲۵ کلو میٹر بنتے ہیں ـــــ سفر تو میں پیدل کر لیتا تھا۔ اور کھانا پینا تنگی ترشی سے پورا کر لیتا اور بقیہ رقم" امرتسر میں کسی کے پاس امانتاً رکھ دیتا۔ اور اس طرح دھیرے دھیرے ۲۵ روپے تک پہنچ گئی۔ والد صاحب دو سال قبل وفات پا چکے تھے۔ جب والدہ بھی وفات پا گئیں تو پھر بغیر کسی کو بتائے علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے عازمِ دہلی ہو گیا۔ جب گھر سے نکلا تو رجب کا مہینہ تھا۔ یہ رقم لی اور دہلی پہنچ گیا۔ اس میں سے ۵ روپے دہلی کے کرائے کے طور پر صرف ہو گئے بقایا ۲۰ روپے میں، مَیں نے ایک "فتح الباری" مطبوعہ مطبع انصاری ـ اور ایک "قیام اللیل" مروزی خریدی۔ ان کی جلد بندی کرائی تو رقم ختم ہو گئی۔ فرماتے تھے اس کے بعد پورا سال روپے پیسے کی شکل نہیں دیکھی۔ سال کے بعد جب رقم کچھ ہاتھ آئی تو اپنے گھر بھوجیاں خط لکھا۔ غائب ہونے پر بہن سب سے زیادہ پریشان تھی۔ اطلاع پا کر بہن اور دوسرے عزیز مطمئن ہو گئے۔ رمضان المبارک کے بعد مسجد کلاں میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر جلالین اور سنن اربعہ پڑھیں۔ دوسرے سال صحیحین انہی کے ہاں اور موطا امام مالکؒ اور شرح نخبۃ الفکر وغیرہ مسجد کشن گنج میں مولانا ابو سعید شرف الدین رحمہ اللہ سے شروع کر دیں۔ تعلیم چونکہ دو مدرسوں میں تھی۔ اس لئے انہیں کھانا باقاعدہ کسی بھی مدرسہ سے نہ ملتا تھا چنانچہ دونوں مدارس کے طلباء کا بچا ہوا کھانا یعنی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ کھا کر سال گزار دیا۔

دورانِ سال ہی کشن گنج کے مدرسہ کے مہتمم حافظ حمید اللہ صاحب نے حج کا قصد کیا اور دورانِ سفر خدمت گزاری کے لئے ان کو منتخب کیا۔ لیکن اُنہوں نے اپنی جگہ مسجد کے خادم حافظ محمد ابراہیم صاحب کو آمادہ کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اور ان کی جگہ مسجد کی خدمت کا کام خود سنبھال لیا اور حافظ صاحب کے واپس آنے پر تنخواہ ان کے حوالہ کر دی۔ ۱۹۸۷ء میں میرا دہلی جانا ہوا تو حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کا موقعہ ملا تھا۔ دہلی سے فراغت کے بعد غالباً ۱۹۲۷/۲۸ء کے دو سال تک مرکز الاسلام لکھوکے (ضلع فیروزپور میں جو کہ پنجاب کی مشہور درس گاہ تھی) میں علومِ آلیہ ـــــ صرف، نحو، منطق، فقہ، اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۲۹-۳۰ء میں گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بقایا علوم وفنون ـــــ فلسفہ، ہیئت اور اصول کی آخری کتب ـــــ کی تکمیل کی۔

حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو بعض مرتبہ "شیخ" کے نام سے پکارتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ آپ ان کو شیخ کس وجہ سے کہتے ہیں؟ کیا آپ نے ان سے بیعت کی ہے؟ فرمانے لگے باقاعدہ بیعت تو نہیں کی البتہ میں نے حضرت سے فیض بہت پایا ہے۔ مزید سوال کرنے پر فرمانے لگے کہ دورانِ تعلیم، سیاست میں دلچسپی تو لیتا ہی تھا۔ میرا رجحان جوشیلی خطابت کی طرف بھی تھا۔ حضرت نے ایک روز فرمایا کہ کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ اس کے بعد میرا رجحان مطالعہ کی طرف ہوگیا۔

حضرت حافظ صاحبؒ سے استفادہ کے دوران ہی مسئلہ رفع الیدین پر بعض نادر نکات اور مباحث انہوں نے اخذ کئے۔ انہی مباحث کو مرتب و مدوّن کر کے اُنہوں نے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے "التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ" کے نام سے دو سو صفحات کی کتاب تیار کر دی اور دہلی آکر اس کو عمدہ ترین انداز میں طبع کرا دیا۔

گوندلانوالہ کے قیام کے دوران ہی گوجرانوالہ میں ان کی آمد و رفت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے ہاں ہوگئی تھی۔ اور ان کے کتب خانہ سے اُنہوں نے خوب استفادہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کو امتیازی مسائل میں تصلّب کی وجہ سے تفنناً "اہلحدیث" کہا کرتے تھے۔

خدمات

تدریسی

۱۹۳۰ء میں گوندلانوالہ میں حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے استفادہ کر کے فارغ ہوئے تو جماعتی تنظیم، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ہندوستان نے گوجرانوالہ میں مرکزی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اُس وقت کے امیر شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ نے ــــــ غالباً مولانا سلفی رحمہ اللہ کے مشورہ سے ــــــ والد صاحبؒ کو مرکزی مدرسہ کی بطورِ صدر المدرسین ذمّہ داریاں سنبھالنے کے لئے لکھا۔

چنانچہ بھوجیاں سے سیدھے گوجرانوالہ چلے آئے اور دو سال تک مدرسہ میں رہے۔ اس عرصہ میں مولانا محمد سلیمان کیلانی اور مولانا محمد ادریس کیلانی وغیرہ رحمہم اللہ بھی وہیں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہاں سے پھر کوٹ کپورہ چلے گئے وہاں کئی سال خطابت و تدریس کرتے رہے۔ کوٹ کپورہ سے فیروزپور مسجد گنبداں والی میں آئے۔ یہاں دس سال بعد برائے تدریس لکھو کے چلے گئے۔ پھر تین سال بعد ۱۹۴۶ء میں صوفی عبداللہ صاحبؒ اپنے مدرسہ میں بحیثیت شیخ الحدیث ان کو اوڈانوالہ لے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں فیروزپور آئے تھے کہ تقسیم ہندوستان ہوگئی۔ تقسیم کے بعد پھر گوندلانوالہ میں ہجرت کر کے آ گئے اور وہاں کم و بیش ۱½ سال پڑھایا تھا کہ حضرت غزنوی رحمہ اللہ مدرسہ تقویۃ الاسلام میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے لے گئے۔ ۱۹۵۵ء-۱۹۵۶ء تک یہیں رہے۔ الجامعۃ السلفیہ کی تاسیس کے بعد اس کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے لاہور میں انہی کا تقرر ہوا تھا۔ اس کے بعد باقاعدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملازمت کسی جگہ نہیں کی۔ گویا تقریباً ربع صدی (۲۵ سال) حدیث نبوی کی تدریس سے تعلق رہا ـــــ بعض مدارس کے سالانہ امتحان بھی لیتے رہے۔ خصوصاً جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۶۷ء تک جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کا اس کی تاسیس ۴۹ء سے اپنی بیماری ۸۲ء تک دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ کا ۸۱ء تک۔

خطابت

ان کے بعض احباب سے علم ہوا تھا کہ جوانی میں سیاسی موضوعات پر جوشیلی تقاریر کیا کرتے تھے۔ بطور خطیب کوٹ کپورہ اور فیروزپور میں بھی ان کا تقرر رہا۔ ۶۰ء سے ۷۳ء تک مسجد مبارک (اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور) میں خطبہ جمعہ باقاعدگی سے ارشاد فرماتے رہے۔ ۷۴ء میں اپنے شاگردِ رشید مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو خطابت کی ذمہ داریاں سپرد کر دیں جو ابھی تک وہاں ماشاءاللہ وہی خطیب ہیں اور ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

سیاسی دلچسپی

۱۹۲۵ء میں جب دہلی آئے تو روزناموں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا (خصوصاً اخبار "زمیندار" اور "مدینہ" بجنور کا) تحصیلِ علم کی مصروفیات کے علاوہ ان کی جس پہلی سیاسی، ملی یا مذہبی دلچسپی یا سرگرمی کا ہمیں علم ہوا وہ حکومتِ حجاز کے خلاف ایک تحریک کا دفاع تھا۔ حکومتِ سعودیہ نے جب شریعتِ محمدیہ کے مطابق قبروں اور قبوں کو منہدم کیا تو ہندوستان کے بعض اہلِ بدعت نے اسے بےادبی اور گستاخی باور کراتے ہوئے اس کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ یہ ان دنوں دہلی میں زیرِ تعلیم تھے۔ لیکن انہی حالات (طالب علمی) میں اُنہوں نے ایک جہازی سائز کا پوسٹر طبع کرایا جس میں پکی قبروں کے متعلق احادیث، صحابہؓ، ائمہ اور علمائے امت کے اقوال یکجا کر کے ثابت کیا گیا تھا کہ حکومتِ سعودیہ کا یہ عمل عین سُنّت کے مطابق ہے ـــــ وہ ہندوستان کی سیاست میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے ہمنوا تھے۔ اور تنظیمی حیثیت میں جمعیّت علمائے ہند کے مؤید بھی رہے۔ اور اس کے ساتھ سرگرم بھی بلکہ ضلع فیروزپور کے نائب صدر بھی۔

تقسیم کے بعد سیاست میں عملاً حصہ لینا ترک کر دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ سیاست میں میری ایک منزل تھی یعنی عیسائیوں (انگریز) کو اپنے ملک سے باہر نکالنا۔ وہ چلے گئے۔ میری سیاست ختم ہو گئی، لیکن بعد میں ملک کے اندر دینی عنوان سے جو تحریک بھی اُٹھی، اس میں عملاً شریک رہے۔ مثلاً دستورِ پاکستان کے سلسلہ میں ۳۱ علماء نے جب سفارشات مرتّب کیں تو مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نمائندوں ـــــ مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ ـــــ کے ساتھ شریکِ مشورہ رہے۔

اس کے بعد ۵۳ء میں تحریکِ ختم نبوت میں بھی انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔

ملکی سیاست میں عملی حصہ لیتے یا نمایاں ہونے سے وہ گریزاں رہے، لیکن دینی اُمور میں راہنمائی اور مشورہ کے لئے جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اور جس نے بھی طلب کیا وہ جاتے رہے۔ چنانچہ محترم کوثر نیازی مرحوم نے جب مرکزی قرآن کمیٹی تشکیل دی اور اس کا رکن ان کو نامزد کیا تو اس کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ ایسے ہی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا جب انہیں رکن نامزد کیا گیا تو اس کو قبول کیا اور اس کے تاسیسی اصول ترتیب دینے میں اچھی خاصی محنت کی اور اس میں شامل علماء کی محنت و کوشش کا اکثر ذکر کرتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے جب اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت قبول کرنے کے لئے فون کیا تو صرف یہی کہا کہ "میں اس کا اہل نہیں ہوں"، لیکن اُن کے اصرار پر رکنیت قبول کر لی اور اجلاسوں میں شرکت بھی باقاعدگی سے کرتے اور اس کے لئے تیاری بھی پوری کرتے تھے۔ جنرل مرحوم کی مجلس شوریٰ میں ان کی نامزدگی جب اخباروں میں آئی اور میں نے بتایا تو فرمانے لگے "استغفر اللہ یہ کیا ہو گیا"۔ شوریٰ کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے اور دوسرے میں نہ جا سکے۔ تیسرے میں شرکت کی۔ اس کے بعد بیمار پڑ گئے اور صاحبِ فراش ہو گئے۔ بے تکلف احباب سے کہا کرتے تھے کہ "اللہ تعالےٰ نے شوریٰ سے بچانے کے لئے مجھے بیمار کر دیا ہے"۔ بیماری کی وجہ سے جب نظریاتی کونسل اور رؤیتِ ہلال کمیٹی میں شرکت ممکن نہ رہی تو فوراً مستعفی ہو گئے تھے۔

جماعتی خدمات

حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ طبعاً عوامی شخصیت تھے تقسیم سے قبل تدریسی اور علمی مصروفیت کے علاوہ سیاسی مشاغل بھی تھے۔ بٹوارے کے بعد گوندلانوالہ آکر ایک مدرسہ کی ابتدا کی اور ۱۹۴۹ء میں "الاعتصام" کے نام سے ایک ہفت روزہ طباعتی اجازت نامہ حاصل کیا۔ گوجرانوالہ میں آنا جانا تو دورانِ تعلیم ان کے گوندلانوالہ میں قیام (۱۹۲۹-۳۰ء) ہی سے تھا۔ اور ظاہر بات ہے کہ وہ صرف حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ کے ہاں تھا اور یہ رابطہ حضرت سلفیؒ کی وفات ۱۹۶۸ء تک مسلسل رہا۔ اس تعلق سے ہی حضرت سلفی رحمہ اللہ نے الاعتصام جماعت اہلحدیث گوجرانوالہ کے لئے ان سے لے لیا۔ یہ ہفت روزہ اخبار تقریباً سال بھر اس جماعت ہی کے زیرِ سرپرستی شائع ہوتا رہا۔ —— جب مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا تو ہفت روزہ الاعتصام اس کے سپرد کر دیا گیا اور سالہا سال اسی کے زیرِ اہتمام شائع ہوتا رہا۔

مولانا سلفی رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے لئے دلِ دردمند رکھتے تھے۔ انہی دنوں پھر تنظیم جماعت کے لئے کوششیں شروع ہو گئیں۔ ابتداءً پورے ملک یعنی گاؤں گاؤں، قریہ قریہ افراد سے رابطہ کے لئے مولانا سلفی رحمہ اللہ، مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ فیصل آبادی اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے رابطے کئے، دورے کئے اور جولائی ۱۹۴۸ء میں مرکزی جمعیت اہلحدیث وجود میں آئی۔ چنانچہ من حیث الجماعت پہلا تنظیمی اجتماع ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور کی بلڈنگ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی زیرِ صدارت ہوا۔ اور متفقہ طور پر مرکزی جمعیت نے اپنی قیادت حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے سپرد کر دی۔ اور تنظیم کا نام مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان طے پایا۔ والد صاحب رحمہ اللہ کو ابتداء ہی سے مجلسِ عاملہ کی رکنیت حاصل رہی۔

۳۱ علماء کی سفارشات ہوں یا تحریکِ ختمِ نبوت، ملک کے عام انتخابات ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ملک کو پیش آمدہ بحران، سالانہ کانفرنسیں ہوں یا جامعہ سلفیہ کی تشکیل و تاسیس ادارہ اشاعۃ السُّنّۃ کی تشکیل ہو یا اہلحدیث اکادمی کے قیام کی منصوبہ سازی، سیلاب زدگان کی امدادی کارروائیاں ہوں یا مشرقی پاکستان کے طوفان زدگان سے تعاون، وہ مرکزی جمعیت کے تمام فیصلوں میں نہ صرف شریک رہتے بلکہ ان کے مشورہ جات خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے تھے مجلس عاملہ کے رجسٹر کارروائی جس کے شاہد ہیں ـــــــ چند ماہ " الجامعۃ السلفیۃ " کی نظامت بھی مجلسِ عاملہ نے ان کے سپرد کی تھی لیکن نظامت میں ایک بڑے عہدہ دار کی دخل اندازی کی وجہ سے مستعفی ہو گئے تھے۔

مرکزی جمعیت میں ان کی بعض آراء سے اختلاف بھی کیا جاتا تھا لیکن وہ اختلاف ہاؤس تک محدود رہتا۔ عملی میدان میں مجلسِ عاملہ میں مکمل ہم آہنگی ہوتی تھی۔ لیکن ۱۹۶۹ء میں ان کے ہمدم و رفیقِ خاص حاجی محمد اسحاق حنیف رحمہ اللہ جب ایک جماعتی بحران کے دوران قتل ہو گئے تو اس کے بعد وہ جماعت سے بالکل ہی الگ تھلگ ہو گئے۔ اس بحران ہی کے باعث سالہا سال سے مرکزی جمعیت کے اہتمام میں چھپنے والا جریدہ ہفت روزہ " الاعتصام " بھی دوبارہ انہی کے پاس آگیا جو کہ بحمد اللہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور جماعت کے بھرپور اور بے لوث تعاون کے باعث ابھی تک جاری اور ساری ہے۔

جمعیت میں ہمیشہ وہ گروہ بندی اور دھڑے بازی سے بچتے رہے۔ اختلاف ہاؤس ـــــــ میٹنگ ـــــــ تک محدود رہتا۔ مذکورہ بالا بحران ـــــــ جس کی تفصیلات کا نہ یہ محل ہے اور نہ گنجائش ـــــــ میں بھی جب ان کو مرکزی جمعیت کی قیادت یا پالیسی سے اختلاف ہوا۔ وہ الگ تھلگ ہو گئے اور الاعتصام میں مکمل اختیارات کے باوجود کسی فرد یا گروہ کے خلاف محاذ قائم نہیں کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ذاتی اختلاف کو جماعتی بنا کر انتشار کا باعث نہیں بننا چاہتا۔

علمی خدمات

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ زندگی بھر خود طالب علم رہے۔ اس لئے علم اور طالبانِ علم کے قدر شناس تھے۔

مثلاً (۱) قرآن و حدیث پڑھنے کے لئے ان سے وقت طے کرنا ضروری ہوتا تھا۔ وہ بھی طالب کی سہولت کو پیشِ نظر رکھ کر طے کرتے۔ پھر اس کی پابندی کرتے۔ جب ناغہ کرنا ہوتا پہلے بتلاتے بلکہ طالب علم کے گھر تک اطلاع پہنچاتے۔ ساری عمر خود جا کر تعلیم حاصل کی اور کسی کے گھر جا کر تعلیم کبھی نہیں دی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سے برکت نہیں ہوتی۔ جو پڑھاتے خود دیکھ کر ـــــــ تیاری کر کے ـــــــ آتے اور سبق سے متعلق ہر قسم کے سوالات خندہ پیشانی سے سنتے اور سائل کو مطمئن کر کے آگے چلتے۔

(۲) ا۔ اہلِ علم کسی بھی مکتب فکر سے ہوتے ان کا بھی احترام کرتے اور ان کی رائے کا بھی بلکہ ان کے جذبات تک کا بھی خیال رکھتے۔

(ب) کسی علمی سوال کا جواب اور اس کے مآخذ کی نشان دہی کرنے میں کبھی بخل سے کام نہ لیتے۔

(ج) خاصے نقصان کے باوجود اہلِ علم کو حسبِ طلب کتب مستعار دیتے اور کبھی مالی یا شخصی ضمانت کا مطالبہ نہ کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د) خود اگر کسی سے کوئی کتاب مستعار لیتے تو بہت احتیاط سے واپس کرتے ۔ ۱۹۴۷ء میں بوقتِ ہجرت جملہ کتب خانہ فیروز پور چھوڑ آئے ۔صرف امانتیں ـــــ مستعار کتب ـــــ سر پر اٹھا لائے تھے ۔

(ہ) بازار میں اگر کوئی مسروقہ کتاب بکتے بکاتے ان کے ہاتھ لگ جاتی تو خرید کر مالک کو پہنچا دیتے اور کبھی اس سے قیمت وصول نہ کرتے ۔

(و) خود کتاب خریدنے کو ترجیح دیتے، فرماتے کہ کتاب مُفت حاصل کرنے کی کوشش ذوق کی توہین ہے ۔تاہم اگر کوئی شخص تحفۃً کتاب دیتا تو قبول فرما لیتے ۔

(ز) علمی اختلاف کو ذاتی اختلاف نہ بناتے اور اختلاف کرنے کے باوجود محبت سے اہلِ علم کے ساتھ وضع داری خوب نبھاتے ۔

(ح) باصلاحیت اور شوق رکھنے والے طلباء کو کتابیں خرید کر بھی دیتے اور قوت لایموت کی حد تک مالی اعانت بھی فرماتے ۔

● اشاعت کتب کے سلسلہ میں ان کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ احیاء التراث ہو یعنی متقدمین جن موضوعات پر لکھ چکے ہیں ۔ ان کا ترجمہ ہونا چاہیئے ۔ یا بعینہٖ ان کی تصانیف نئی ترتیب و تہذیب سے صحیح کر دیتے ۔مشکل الفاظ کے معانی بریکٹ یا حاشیہ میں دے دیتے ۔ اور جس مقام پر کسی توضیح یا تنقید کی ضرورت ہوتی وہ حاشیہ میں دیتے ۔ مثلاً" احسن التفاسیر" ، "تقویۃ الایمان" " فصل الخطاب" ، "تائیدِ آسمانی" ، "متفقہ فتوائے" ملاحظہ کی جا سکتی ہیں ۔

● حالاتِ حاضرہ کے مطابق جو خود لکھ سکتے تھے لکھتے ورنہ دیگر اہلِ علم کو توجّہ دلا کر کوئی نہ کوئی مضمون یا مقالہ یا کتاب لکھوا دیتے ۔ اس سلسلہ میں انہیں حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ کی علمی ثقاہت اور مضبوط گرفت پر پورا پورا اعتماد تھا ۔یہی وجہ ہے کہ ان سے بہت سے علمی و تحقیقی مقالات لکھواتے ۔علاوہ ازیں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف ۔مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ کا نام بھی لیا جا سکتا ہے ۔

● ہر موضوع پر اہلِ حدیث کی خدمات کا ہونا ان کی خصوصی دلچسپی تھی ۔چنانچہ عربی ادب میں دیوان الحماسہ کا نیا ترجمہ وحلِ نکات حافظ محمد اسحٰق صاحب سے لکھوایا اور سبعہ معلّقہ مع عربی شرح و ترجمہ اُردو حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا شائع کیا ۔

● کتبِ حدیث خصوصًا صحاح ستّہ پر محدثانہ فکر کے حامل حواشی ان کی زندگی کا اہم مقصد تھے ۔ایسے ہی انہوں نے بلوغ المرام کے مختصر حواشی شروع کئے تھے جو نصف سے زیادہ ہو چکے ہیں لیکن نامکمّل ہیں ۔

التّعلیقات السّلفیہ کے بعد سُنن ابی داؤد کا کام شروع کیا ۔لیکن وہ بھی مکمّل نہ ہو سکا ۔

● مؤطا امام مالک کے حواشی کے لئے انہوں نے مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ (جلال پور پیر والا) کو متوجّہ کیا اور انہوں نے ان کی زندگی ہی میں کام شروع کر دیا تھا ۔جو بحمد اللہ اب منظرِ عام پر آ چکا ہے ۔

● سُنن ابن ماجہ کے حواشی کے لئے مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ (سیالکوٹ) سے کہا ۔چنانچہ اب تقریبًا اپنا کام مکمل کر چکے ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ جب جماعت اسلامی سے الگ ہوئے تو مولانا سلفی رحمہ اللہ کے مشورہ سے قرآن مجید کے مختصر حواشی کی طرف ان کو توجہ دلائی اور لکھنے پر آمادہ کیا۔ مرحوم نے صرف یہ شرط رکھی کہ اس پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نظر ثانی کریں جس کی انہوں نے حامی بھرلی۔ چنانچہ کام شروع ہوگیا۔ اس سلسلے میں اعزازیہ مولانا سلفی رحمہ اللہ ادا کرتے رہے۔ جب یہ کام مکمل ہوگیا تو ان حواشی کے ۱۴ پارے تک نظر ثانی حضرت والد صاحبؒ نے حسب وعدہ کی۔ پھر بوجوہ نظر ثانی کا کام جاری نہ رکھ سکے۔ جس کے بعد نظر ثانی کا کام شیخ محمد اشرف نے مولانا عبدہٗ الفلاح رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ بازار میں اس وقت وہی قرآن مجید اشرف الحواشی کے نام سے میسر ہے۔

● مخدومی و استاذی مولانا حافظ محمد اسحاق حفظہ اللہ کو انہوں نے حتّی الامکان کسی نہ کسی علمی کام میں مشغول رکھا۔ تذکرۃ الحفاظ کا ترجمہ بھی کروایا۔

● آخر عمر میں مولانا عبدالعظیم انصاری کو توجہ دلاکر رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرکے ان سے اپنے وطن مالوف یعنی بھوجیاں اپنے ابتدائی اساتذہ کے حالات کے نام سے کتاب "تذکرہ علمائے بھوجیاں" بھی مرتب کروائی۔

اہل علم کو علمی خدمات کی طرف متوجہ کرنے کے بارے میں حضرت والد صاحبؒ کی دلچسپی تو آپ نے ملاحظہ فرمالی ایسے ہی احیاء التراث الاسلامی ان کی زندگی کا اہم مشن رہا۔ اپنا اشاعتی ادارہ ہونے کے باوجود وہ مختلف افراد و احباب کو اشاعتی میدان میں لانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے جو کتاب مفید سمجھتے کسی بھی مشورہ پوچھنے والے ناشر کو مشورہ بھی دیتے اور اس کی رہنمائی بھی کرتے۔ غرض ان کی صرف یہ تھی کہ علمی لٹریچر میں اہل حدیث کو راہ نما ہونا چاہیئے۔

ذیل میں چند ایسے افراد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تقسیم کے بعد گوندلانوالہ میں آکر انہوں نے ایک تو تدریس کا آغاز کیا، دوسرا ہفت روزہ الاعتصام کا اجازت نامہ لیا جو کہ اوّلاً انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کے اہتمام میں، پھر ۱۹۵۲ء سے مرکزی جمعیت کے زیر انتظام ۱۹۶۹ء تک شائع ہوتا رہا۔ پھر حوادثِ زمانہ سے دوبارہ انہی کے پاس آگیا اور بفضلہ تعالیٰ تاحال بلاناغہ طبع ہو رہا ہے۔

● گوندلانوالہ سے جب لاہور مدرسہ تقویۃ الاسلام میں آئے تو اشاعتی ذوق یہاں بھی جلوہ گر ہوا۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا عبدالقادر ندوی ــــ ماموں کانجن ــــ کے تعاون سے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کو اپنے حواشی کے ساتھ المکتبۃ السلفیہ نے شائع کیا۔ اور آخر میں حضرت شاہ صاحب کی خود نوشت "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" فارسی سے تعریب کرکے الفوز الکبیر کے ساتھ ملحق کردی تھی۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی ایم اے اسلامیات مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ کی وضاحت کے ساتھ داخل نصاب تھی۔ گویا یہ المکتبۃ السلفیہ کی پہلی کتاب تھی۔

● المکتبۃ السلفیہ کی ابتدا تو یوں کردی۔ بعد میں "پیارے رسول کی پیاری دعائیں" مرتب کرکے شائع کی۔ اس کے بعد حیاتِ ولی، فتویٰ شاہ عبدالعزیز درباره سورۂ فاتحہ شائع کئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی تدریس کے دوران ہی مولانا غزنوی علیہ الرحمہ کے ایماء سے سُنن نسائی پر تعلیقات کی ابتداء کی ــــ جو کہ ان کے خوابوں کی تعبیر تھی ــــ بوجوہ مولانا غزنوی علیہ الرحمہ کا تعاون تو جاری نہ رہ سکا لیکن تعلیقات کا کام بحمد اللہ جاری رہا۔ جس کی طباعت میں محترم میاں محمد عالم ٹھیکیدار پٹی والے کے قرضِ حسنہ کے علاوہ (جماعت اہل حدیث خانیوال کے ساتھ ساتھ) حاجی عبدالعظیم خاں اور حاجی عبدالرحمان تمباکو والے خانیوال رحمہما اللہ کا تعاون بھرپور اور بنیادی طور پر شامل رہا۔

ان کے شاگردِ رشید حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کی جہدِ مسلسل بھی اس میں شامل رہی۔ اور آخر میں حیاتِ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ کروا کر اس پر نظرِ ثانی کی اور حواشی لکھے۔ جس میں مولانا ابوبکر صدیق کا مالی تعاون شامل تھا۔

حیاتِ امام احمد بن حنبلؒ کو حواشی کے ساتھ طبع کیا۔ اس کے علاوہ حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر اُنہوں نے پُورے پانچ سال صرف کر کے حقِ عقیدت ادا کیا۔ ترجمہ کے مقابلہ، حواشی کے علاوہ بعض علمی اضافوں کی وجہ سے یہ کتاب اس وقت اپنے موضوع پر منفرد اور ممتاز تھی۔ جس میں مالی تعاون اندرون بھاٹی گیٹ میں مقیم لاہور کے قدیم ارائیں خاندان کے ایک علم دوست بزرگ چودھری حسام الدین مرحوم کا شامل تھا۔

آپ نے اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ کا قلمی نسخہ حاصل کیا۔ مراجعت کی تصحیح و نظرثانی کی، تعلیقات لکھیں۔ ایک طویل عرصہ اس پر صرف کیا۔ اور یہ کتاب دنیا میں پہلی مرتبہ ۱۹۶۶ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ دیوان الحماسہ مترجم مولانا اعزاز علی مرحوم ان دنوں مفقود تھا۔ اس کا ترجمہ کرنے پر اُستاذی حافظ محمد اسحاق صاحب کو لگایا۔ اور ترجمہ کے ساتھ ساتھ برقوقی شرح حماسہ ــــ عربی ــــ سے "سلك النكات في حل اللغات" کا اضافہ کر کے شائع کیا اور خود اس کا ایک جامع مقدمہ لکھا ــــ کتابوں کی اشاعت کے بارے میں ان کا ذوق تھا کہ مفید کتب جلد شائع ہونی چاہئیں۔ احباب جماعت میں سے بہت سوں کو اُنہوں نے اشاعتِ کتب کی طرف لگایا۔

- مولانا عبدالشکور اثری (المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل) کی محبت اور کوشش سے احیاء التراث کا خاطر خواہ بلکہ قابلِ رشک حد تک کام ہوا۔ جس میں بنیادی کردار حضرت والد صاحب رحمہ اللہ ہی کا تھا۔
- مولانا منیر احمد صاحب (اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور) نے جب ان سے کاروبار شروع کرنے کے متعلق مشورہ طلب کیا تو ان کو اشاعتِ کتب کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ " المغني في ضبط اسماء الرجال" اور "تقريب التهذيب"، کا نسخہ بھی ان کو مہیا کیا۔
- مولانا محمد داؤد رحمہ اللہ (مکتبہ اسلامیہ سمندری ضلع فیصل آباد) کو بھی بسلسلہ تجارت کتب کی اشاعت کی طرف رغبت دلائی اور رہنمائی بھی کی۔
- مولانا بشیر احمد حفظہ اللہ (دارالعلم اسلام آباد) کے ذوقِ اشاعتِ کتب کی وجہ سے ان سے خاص تعلق رکھتے اور خود ان کی لغوی ذوق کی بناء پر عربی لغت کی تالیف کا مشورہ بھی دیا اور جب بھی ملتے ان سے اس کے بارے میں سوال کرتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● مولانا محمد رفیق اثری (جلال پور پیروالا) کو بھی اشاعت وتحشیہ کی طرف توجّہ دلائی۔ چنانچہ اُنہوں نے الفیۃ الحدیث للعراقی کے حواشی بھی لکھے اور طبع بھی کیا۔ لیکن اس کے بعد وہ مزید کوئی کتاب طبع نہیں کر سکے۔ البتہ تحشیہ کا کام بحمداللہ جاری ہے۔

● مرکزی جمعیت اہل حدیث کا پہلا تصنیفی ادارہ "اشاعۃ السنۃ" مولانا محمد اسماعیل سلفی علیہ الرحمہ اور ان کی سوچ بچار کا نتیجہ تھا۔ مولانا محی الدین قصوری اور مولانا محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ بھی علمی مشوروں میں شریک وسہیم رہے اور میاں عبدالمجید اور حاجی محمد اسحاق رحمہم اللہ کا مالی تعاون شامل تھا۔ لیکن توجہ، انہماک اور دلچسپی ان کی اور مولانا سلفی علیہ الرحمہ کی تھی۔

● والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی المکتبۃ السلفیہ میں مشغولیت اور مولانا سلفی رحمہ اللہ کی تنظیمی مصروفیت کی وجہ سے "اشاعت السنۃ" کا کام جاری نہ رہ سکا۔ تو مولانا سلفی، حاجی محمد اسحاق حنیفؒ، شیخ محمد اشرف، اور میاں عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مشورہ سے جماعتی تنظیم سے الگ ایک جماعتی اشاعتی ادارہ اہلحدیث اکادمی کے نام سے تشکیل دیا گیا۔ یہ اکادمی بھی جب روایتی عدم دلچسپی کا شکار ہوگئی تو شیخ محمد اشرف نے خالص مسلکی کتابوں کی اشاعت کے لئے اس نام ــــ اہلحدیث اکادمی ــــ کو استعمال کرنا چاہا تو نہ صرف اس کی اجازت دے دی بلکہ "الارشاد الی سبیل الرشاد"، "حسن البیان"، "تفہیم اسلام" جیسی کتب پر خود نظر ثانی کر کے اور مقدمے لکھ کر ــــ ناشر کے نام سے ہی ــــ کتابیں تیار کر کے دے دیں۔ "فتاویٰ نذیریہ" کی نئی طبع بھی اپنی نگرانی میں کروائی۔ جس میں علمی عبارات کے ترجمہ کا خاص اہتمام کیا جس سے استفادہ میں سہولت ہوگئی۔

بلا تفریق مذہب وملت وہ ہر کسی کی علمی خدمت اور اس سے علمی تعاون کر کے خوشی محسوس کرتے۔ مآخذ بتلاتے۔ مراجع و مصادر کی نشاندہی کرنے اور حوالہ جات کی تلاش میں سرگرم عمل ہونے میں وہ قلبی راحت محسوس کرتے۔

ایم اے کے بے شمار طلبہ وطالبات ان سے رہنمائی حاصل کرنے آتے۔ ایسے ہی بعض ڈاکٹریٹ کرنے والے فضلاء نے بھی ان سے خوب استفادہ کیا۔ ڈاکٹر خالد علوی پنجاب یونیورسٹی۔ ڈاکٹر سعید اقبال قریشی اسلامیہ کالج سول لائنز، ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر پنجاب یونیورسٹی، ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ۔ ڈاکٹر عاصم عبداللہ قریوتی (مدینہ منورہ) کا نام تو میرے علم میں ہے۔ یقیناً ایسے بے شمار افراد اور بھی ہوں گے۔

مسائل پوچھنے والے افراد جس وقت بھی آجاتے تو ان کی طبیعت پر کوئی بوجھ یا دل میں کوئی اکتاہٹ نہ ہوتی بلکہ بعض دفعہ تو کج بحث سائلین بحث میں وقت بھی ضائع کرتے لیکن وہ نہ بُرا مانتے اور نہ ہی آنے والے کی حوصلہ شکنی ہی کرتے۔ وابستگانِ علمِ حدیث شریف خوب جانتے ہیں کہ اسناد کی اہمیت اس فن شریف میں کیا ہوتی ہے۔ محدثین کے طریق افادہ واستفادہ میں سند لینا یا دینا۔ یا دوسرے لفظوں میں سلسلۃ الذہب میں شامل ہونا۔ بڑی سعادت کی بات سمجھی جاتی تھی[1] قلمی اجازت

---

[1] میرے علم کی حد تک ان کے پاس ایک قلمی (مطبوعہ) سند مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی علیہ الرحمہ کی تھی۔ دوسری سند حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی تھی جس کی فوٹو شروع میں طبع ہو چکی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی لکھ کر سند دینے سے وہ ایک عرصہ گریزاں رہے۔ میرے علم کے مطابق سب سے پہلی قلمی اجازت ان سے حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ نے بہ اصرار حاصل کی۔ بعد میں ایک سند انہوں نے مولانا فضل الرحمن بن محمد کو عنایت کی، اور ایک سند انہوں نے ملکِ شام کے ایک صاحبِ علم شیخ شکور احمد کو لکھ کر عنایت فرمائی جو ایک رسالہ "فض الوعاء فی رفع الیدین فی الدّعاء" للسیوطی کی فوٹو کاپی لینے آئے تھے جو "سبل السّلام شرح بلوغ المرام" کی طبع ہند کے آخر میں چھپا ہوا تھا۔ پھر اس رسالہ کو موصوف نے تحقیق کے ساتھ طبع بھی کر دیا اور سند بھی اس میں طبع کر دی۔

شخصیّت سازی

کسی باصلاحیت طالب علم سے اگر ان کی ملاقات ہو جاتی تو اس کی ہر قسم کی سرپرستی بھی فرماتے اور علمی راہ نمائی بھی کرتے۔ ہر شخص کی صلاحیت کے مطابق ان کو مطالعہ کی ترتیب بتاتے۔ پھر اس سے رابطہ رکھتے۔ دوبارہ ملاقات جب بھی ہوتی چاہے برسوں بعد اس سے مطالعہ اور علمی مصروفیت کے بارے میں ضرور پوچھتے۔ اپنے تلامذہ اور استفادہ کرنے والوں کا خاص طور پر بہت خیال رکھتے اور کوشش کرتے کہ باصلاحیت دینی طلبہ کا علمِ دین سے اور ابلاغ سے کچھ نہ کچھ تعلق باقی رہے۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحبؒ، مولانا ابوبکر صدیق صاحب۔ حافظ عبدالرحمن گوہڑوی صاحبؒ، مولانا محمد یحییٰ شرقپوری صاحب، حافظ محمد یحییٰ میرمحمدی صاحبؒ، مولانا محمد یحییٰ منڈی عثمان والا، مولانا محمد یوسف صاحب راجووال، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب، مولانا فضل الرحمن بن محمد صاحب، مولانا حافظ نعیم الحق نعیم صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ ان کی باقیاتِ صالحات میں سے ہیں۔

مستحق طلباء و اہلِ علم کو اپنے ذاتی کتب خانہ سے مطالعہ کے لئے کتابیں مہیا فرماتے اور حسبِ موقع ان سے مضمون لکھوا کر اس پر محنت کر کے منقح کر کے انہی کے نام سے شائع کر دیتے —— بعض کتابوں کے مقدمے خود لکھتے لیکن کبھی مصنف، مترجم کے نام سے اور کبھی ناشر کے نام سے وہ مقدمہ چھپوا دیتے۔ خصوصاً بعض شوق رکھنے والے علماء، طلباء اور الاعتصام کے قاری حضرات مضامین بھیجتے تو ان کی مراجعت، تحقیق اور ترتیب کے بعد انہی کے نام سے طبع کراتے۔ اس طرح بہت سوں کی انہوں نے علمی تربیت اور سرپرستی کی۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں زیرِ تعلیم بعض طلبہ کو بھی مطالعہ کے لئے کتب دیتے تھے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اوکاڑہ، مولانا عبدالغفور (امیر جماعت اسلامی جنوبی لاہور) ان کے بھائی مولانا محمد عطاء اللہ خطیب بمبوچک فیصل آباد۔ مولوی محمد امین گوہڑوی (منڈی عثمانوالہ) حافظ محمد اشرف (دیوکرول) ان میں شامل ہیں۔

راقم الحروف کو بھی بہت سی کتابوں کا انہوں نے مطالعہ کروایا۔ لیکن افسوس کہ میں ذوق و شوق سے تہی دامن اور طبیعت پر تکاسل و تغافل غالب رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ انہوں نے بہت سوں کو علمی تربیتی سرپرستی فرمائی۔ خصوصاً مولانا محمد اسحٰق بھٹی ــ جو کہ ۹-۱۰ سال کی عمر میں ہمارے گھر آ گئے تھے ـــــ اب تو ماشاء اللہ محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ ۱۸ برس تک الاعتصام کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے بعد ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں چلے گئے، جہاں سے ان کی وقیع علمی کتب شائع ہو رہی ہیں ـــ کی راہ نمائی فرمائی۔ انہیں علمی مشورے دیتے۔ ان کے علمی مستقبل کی ان کو فکر دامن گیر رہتی۔ عمر کے آخری حصہ میں بھی انہوں نے فرمایا تھا کہ آ کر "دارالدعوۃ السلفیہ" سنبھال لو۔ میرے فکری خطوط پر اس کو چلاؤ، لیکن ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن۔

● حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کو بھی تقریباً اوائل عمر ہی میں ان کے مرحوم والد حاجی با مال رحمہ اللہ گوندلانوالہ میں ان کے سپرد کر آئے تھے۔ (ان کے ساتھ ہی مولانا محی الدین سلفی رحمہ اللہ بھی تھے) حافظ عبدالرحمٰن کی تعلیمی فراغت کے بعد "المکتبۃ السلفیہ" میں ان کو شریکِ کار کیا۔ ماہنامہ "رحیق" میں ان کے تبصرۂ کتب اور مختلف مضامین کے ترجمے طبع ہوتے رہے۔ "التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی" میں ان کو شریک رکھا۔ کتاب کے آخر میں ان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ اور دعائیہ کلمات سے بھی نوازا ہے۔ احسن التفاسیر کی تخریج احادیث ان سے کروائی۔ جو کہ انہوں نے غایت درجہ محنت وصلاحیت سے جلد اوّل صرف ۴ ماہ میں مکمل کر لی ــــ یاد رہے کہ ۱۹۶۲ء میں تخریج شدہ کتب احادیث طبع نہیں ہوئی تھیں۔

● ایسے ہی ہمارے فاضل رفیق مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اور ان کے والدِ گرامی حافظ عبدالشکور جے پوری سے ملاقات کراچی مدرسہ سعودیہ میں ہوئی۔ ان دنوں حافظ صاحب حفظہ اللہ قرآن حکیم یاد کر چکے تھے۔

ان کے ذوق وصلاحیت کو دیکھ کر لاہور آنے کی دعوت دے آئے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں حافظ صاحب کراچی سے حصولِ علم کے لئے لاہور تشریف لائے۔ ان کے آتے ہی "دارالعلوم تقویۃ الاسلام" میں انہیں داخلہ دلوا دیا اور رہنمائی و مشورے دیتے رہے۔ شوقِ مطالعہ کی نعمت سے حافظ صاحب بفضلہ تعالیٰ بہرہ ور تھے ہی اس لئے مطالعہ ان کے حسبِ مزاج ترتیباً کراتے رہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ لگن، شوق و محنت اور راہ نمائی سے حافظ محمد یوسف کراچوی کے نام سے ان کے مضمون چھپنے شروع ہو گئے۔ مودودی صاحب کی "خلافت و ملوکیت" ان دنوں نئی نئی طبع ہوئی تھی۔ حافظ صاحب حفظہ اللہ کو اس خاص نقطۂ نظر سے مطالعہ کروایا۔ پھر مظان و مصادر کی طرف راہنمائی کی ابتداء میں چند قسطیں "خلافت و ملوکیت۔ ایک تنقیدی مطالعہ" کے نام سے چھپیں۔ بفضلہ تعالیٰ ان کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ تو پھر مستقل تصنیف کی طرف توجہ دلائی۔ تصنیف مکمل ہونے کے بعد خود مراجعت اور نظرِ ثانی کی۔ اور کتاب کو افراط و تفریط سے پاک کر دیا۔ اب تک یہ کتاب اپنے موضوع پر انفرادیت و جامعیت کی حامل ہے۔

● مولانا فضل الرحمٰن حفظہ اللہ صدر دارالدعوۃ السلفیہ کے والدِ گرامی میاں محمد رحمہ اللہ بہت ہی متقی اور عابد شب زندہ دار بزرگ تھے۔ ان کے چار صاحبزادوں میں سے ایک فوج میں تھے۔ باقی تینوں کاروبار میں ہمہ تن مصروف۔ ان کے سب سے چھوٹے بیٹے (ایس ایف رحمان کے نام سے معروف سابق انٹرنیشنل کرکٹر) فضل الرحمٰن کو اللہ تعالیٰ نے حصولِ علم دین کا شوق عطا فرمایا تو انہوں نے ابتداءً ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد عربی صرف و نحو کی حسبِ ضرورت تکمیل کی اور آخر میں حدیث شریف کی باقاعدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ مولانا عبدالرشید (تاندلیانوالہ) حال مقیم (سنت نگر لاہور) ان کے اُستاذِ محترم تھے سنن ابی داؤد کا حصہ باقی تھا کہ اُستاذ محترم کے مشورہ سے اُنہوں نے حضرت والدصاحب کے پاس پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد کے بعد صحیحین کی تکمیل بھی یہیں کی۔ آخری حدیث بخاری کا درس حضرت حافظ محمد گوندلوی صاحب رحمہ اللہ ان کے گھر ارشاد فرمایا (جہاں مولانا نے بہت ہی پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا) ۱۹۸۳ء کے آخر میں جب اللہ تعالٰی نے حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کے لئے سفرِ حج کا سامان فرمایا تو جاتے جاتے وہ اپنے شاگردِ رشید کو مسجد مبارک میں خطبہ کے منبر پر کھڑا کر گئے۔ جو بحمد اللہ آج لاہور کی اہم ترین اور بارونق مساجد میں سے ہے۔ مولانا کا اپنے اُستاد رحمہٗ اللہ سے نہایت مخلصانہ اور نیازمندانہ تعلق تھا۔ یہ ان سے برابر استفادہ کرتے رہتے تھے۔

جامعہ سلفیہ کے بعد کسی مدرسہ یا ادارہ میں اُنہوں نے نہ کوئی ملازمت کی اور نہ ہی باقاعدہ تدریس۔ البتہ انفرادی طور پر کچھ لوگ ان سے ترجمۂ قرآن اور حدیث کے اسباق پڑھنے کے لئے آتے رہے۔ ان کی زندگی کا اصول تھا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم کے لئے کوئی بھی شخص ان سے وقت لے سکتا ہے اور وقت طے کرنے کے بعد وہ ہمیشہ اس کی پابندی بھی کرتے تھے۔ ان کے محلّہ یا قرب وجوار سے کئی حضرات ان سے ترجمۂ قرآن وغیرہ پڑھتے رہے۔ ہمارے محلّہ کے ایک عزیز برخوردار حافظ محمد اسلام نے ترجمۂ قرآن ان سے مکمل پڑھا جو افسوس کہ ۳۴ سال کی جوان سال عمر ہی میں ۳ بچے چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لیکن اس برادرِ عزیز کی چند سالہ تبلیغ کے مؤثر اور دیرپا نقوش اب بھی محلہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی وَغَفَرَلَہٗ۔

پروفیسر بہادر خان، گورنمنٹ کالج لاہور۔ خواجہ محمد طفیل نے (ایس پی) ایک آدھ پارہ پڑھا۔ خلیفہ نذیر احمد، ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ، ملک بشیر احمد، نذیر احمد بھٹی، ملک عصمت اللہ اور راحت حسین نے ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ مولوی محمد یعقوب مرحوم (اندرون بھاٹی کے رہائشی) ان سے کتبِ حدیث پڑھتے تھے۔ میں نے انہی کے ساتھ مل کر ہی سُنن نسائی، سنن ابی داؤد، مؤطا امام مالکؒ وغیرہ والدصاحب علیہ الرحمہ سے پڑھی تھیں۔ اور غالباً کچھ اسباق شرح نخبۃ الفکر کے بھی اور کچھ حصہ عمدۃ الاحکام کا بھی پڑھا۔ مولانا عبدالغفور (شاد باغ) ان کے بھائی مولوی عطاء اللہ ضلع فیصل آباد، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولوی محی الدین حال مقیم اسلام آباد ان سے مختلف اوقات میں استفادہ کرتے رہے۔

جناب جاوید الغامدی بھی ان سے حدیث پڑھنے کے لئے آئے تو اُنہوں نے ان کو سُنن دارمی شروع کروائی تھی جس کا انہوں نے صرف ایک ہی سبق پڑھا۔

آخر میں صرف مولانا فضل الرحمٰن بن محمد صدر دارالدعوۃ السّلفیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں سنن ابی داؤد کا کچھ حصہ اور صحیحین ان سے گھر آ کر بہت باقاعدگی اور محنت سے پڑھی۔ ان کی محنت اور اشتیاق کا اعتراف حضرت والدصاحب رحمہ اللہ بھی کیا کرتے تھے۔ اب دارالدعوۃ السلفیہ کی سرپرستی کرتے ہوئے اپنے استاد کا حق جانشینی بھی ادا کر رہے ہیں۔

جزاہ اللہ تعالٰی عنا وعن جمیع المسلمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایفائے عہد اور ان کی صحت

صحت تو ان کی کبھی بھی قابلِ رشک نہیں رہی۔ اوائلِ عمر ہی سے غریب الوطنی میں فاقوں سے بعض بیماریاں ایسی چمٹیں کہ وہ آخر تک ان کے ساتھ رہیں۔

دورانِ تعلیم ہی ان کو دِق ہوگئی تھی یعنی سینہ سے خون آنے لگا تھا۔ اس بیماری کے علاج کے لئے وہ تمام تعلیمی مشاغل چھوڑ کر ۶ ماہ کے لئے اپنی بہن کے ہاں کھیاڑی ضلع شیخوپورہ میں رہائش پذیر اور منڈی وار برٹن کے حکیم نذیر احمدؒ کے زیرِ علاج رہے۔ مرض کی شدت میں افاقہ تو ہوگیا لیکن تکلیف کسی نہ کسی صورت چلتی رہی۔ اور ایک عرصہ تک وہ روزے نہ رکھ سکے۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ کیا تھا کہ یا اللہ اس بیماری ـــــ دق ـــــ سے شفا عطا فرما، میں زندگی بھر تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کی خدمت کروں گا، پاکستان آنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اس بیماری سے مکمل شفا دے دی تو بقیہ زندگی اسی ایفائے عہد میں گزار دی۔ مدرسہ غزنویہ سے مستقل آمدنی بند ہونے کے بعد عسرت کا ایک سخت دَور آیا لیکن بعض اشاعتی و تجارتی اداروں اور بیرونِ لاہور بعض مدارس کی طرف سے معقول پیش کش ہونے کے باوجود اجرت پر حدیث کا کوئی کام نہ کیا۔ ایسے ہی ایک دفعہ ان کو پیچش کی تکلیف ہوگئی تھی۔ طویل علاج معالجہ کے باوجود صحت نہ ہو سکی مگر اللہ تعالیٰ نے حافظ دوست محمد میر محمدی رحمہ اللہ (محترم حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کے چچا) کے علاج سے ان کو شفا عطا فرمائی۔

ایسے ہی ضعفِ امعاء ـــــ آنتوں کی کمزوری ـــــ کے دائمی مریض تھے۔ لاہور کی آب وہوا کسی حد تک ان کی طبیعت کے موافق اور صحت کے لئے مفید رہی۔ ایک عرصہ تک وہ شدید نزلہ کے مریض رہے۔ تقریباً ہر دوسرے مہینے ان پر اس قسم کا حملہ ہوجایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مولانا حکیم محمودؒ بن مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ ـــــ گوجرانوالہ ـــــ نے ان کو مشورہ دیا کہ جب تک آم میسّر رہیں کھانے کے بعد کھالیا کریں جس سے ان کو بہت افاقہ ہوگیا۔

جب تک حواس بحال رہے حافظہ بھی ان کا بحال رہا۔ دل کی تکلیف ان کو پہلی دفعہ اس وقت ہوئی جب وہ ایک مرتبہ اپنے قدیم رفیق حاجی محمد اسحاق حنیف رحمہ اللہ کے بیٹے کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم کی قبر سے ہو کر آئے تھے۔ لیکن مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کسی کو بتانا مت۔ آخری بیماری میں جب ان کے ایک محترم دوست نے ان کو کشتہ سونا کھانے کے لئے دیا تو ان کو اس سے سانس کی تکلیف ہونے لگی جو غالباً اسی دل کی تکلیف کا اعادہ تھی لیکن بحمد اللہ حملہ (اٹیک) وغیرہ کی کوئی صورت کبھی نہ ہوئی۔ سن ۱۹۸۰ء میں ان کو سینہ سے خون آنے کی تکلیف دوبارہ ہوگئی۔ لیکن تین چار ماہ متواتر علاج کے بعد بفضل اللہ طبیعت

---

[1] اسی اثناء میں انہوں نے قرآن مجید یاد کرنا شروع کیا جو سورہ حٰم مومن تک ـــــ الٹی طرف سے ـــــ یاد کیا جو آخر عمر تک انہوں نے اہتمام سے یاد رکھا۔ اسی زمانۂ فراغت تک میں وہ پنجابی کی کچھ شاعری بھی کرتے رہے افسوس کہ جو محفوظ نہ رہ سکی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک ہوگئی تھی۔

آخری بیماری فالج تک دیسی طریقہ علاج کو ترجیح دیتے تھے اور دیسی دوائیاں استعمال کرتے رہے۔ ان کے بنیادی معالج محترم بزرگ حکیم ظفر علی قریشی رہے۔ جن سے تعارف تو ان کا دہلی سے تھا۔ اب حُسنِ اتفاق سے قیامِ پاکستان کے بعد ہمارے محلّہ ہی میں ان کا مطب اور رہائش ہے۔ حکیم صاحب ماشاءاللہ سراپا محبّت و شفقت اور انسانی ہمدردی کے پیکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے! ہمارے سارے گھر پر ان کی شفقت بے پایاں ہے۔ والدصاحبؒ معجونِ فلاسفہ، جوارش کمونی، جوارش جالینوس اور دواء المسک گھر میں عمومًا رکھتے تھے۔ حسبِ ضرورت ان کو استعمال کرتے رہتے یا کبھی طبیعت کی اونچ نیچ کو خوراک کی تبدیلی سے سنبھالا دے لیتے تھے۔

اس کے بعد کبھی کبھار وہ ہومیوپیتھک علاج بھی کر لیتے تھے، لیکن وہ بھی صرف محترم خلیفہ نذیر احمد صاحب کے مشورہ سے۔ خلیفہ صاحب دیسی طب کے بھی باقاعدہ عالم تھے اور ہومیوپیتھی کے بھی۔ ان کا جماعتِ اسلامی سے بھی تعلق تھا۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے قریبی رفقاء میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی جماعت اسلامی سے الگ ہوگئے تھے۔

ایلوپیتھی علاج کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ٹیکہ لگوانے کو وہ جسم داغنے (داغ) کے برابر سمجھتے تھے۔ تقسیم سے قبل کسی وقت شاید ٹیکہ انہوں نے لگوایا تھا، لیکن گھر والوں اور بچوں کے علاج میں کبھی کسی کو اس سے روکتے نہ تھے۔ پھر جب ان پر فالج ــــــ مرض الموت ــــــ کا حملہ ہوا اور زبان بند ہوگئی جو بفضلہٖ تعالیٰ چوبیس گھنٹے بعد ٹھیک ہوگئی تھی۔ تو فرمانے لگے کہ اب تک میری بیماریوں کا تعلق میری ذات تک محدود ہوتا تھا مگر موجودہ بیماری کا تعلق پورے گھر سے ہے اس لئے تم لوگوں کے خیال میں جو علاج بہتر ہو کرو۔ میری طرف سے اختیار ہے۔ یعنی فوری علاج کے لئے ایلوپیتھی وغیرہ کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن بتوفیقہٖ تعالےٰ علاج ان کے حسبِ منشاء ہی ہوتا رہا۔ ان کا مزاج اور صحت کسی تیز دواکشتہ وغیرہ کی نہ عادی تھی اور نہ متحمّل۔ اس لئے سُست رفتار دواؤں ہی سے ان کا علاج ہوتا رہا۔ اس دوران محترم حکیم ظفر علی قریشی صاحب اور خلیفہ نذیر احمد صاحب کے تعلق اور محبّت نے تو بھرپور تعاون کیا ہی تھا، ان کے علاوہ چوہدری عبدالحمید صاحب (چوک برف خانہ) کی کوشش سے مشہور ہومیو ڈاکٹر محمد افضل مرحوم صاحب بھی معائنہ کے لئے گھر تشریف لاتے جب کہ کسی بھی مریض کے معائنہ کے لئے اس کے گھر جانا ان کا معمول نہیں تھا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ایسے ہی محترم ڈاکٹر خالد غزنوی حفظہ اللہ عقیدت و محبّت سے ان کی ہر خدمت بجا لائے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

محترم پروفیسر سعید اقبال قریشی کا ایک معالج ــــــ ڈاکٹر نہ ــــــ خاندان سے تعلق تھا وہ بھی خدمت کے موقعہ کی تلاش میں رہتے۔ گاہے بگاہے نہیں بلکہ اکثر و بیشتر الطر رکھتے۔ حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کا بھی ان سے بہت ہی گہرا اور محبت کا تعلق تھا اور وہ انہیں اکثر دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ ڈاکٹر محمد طارق رندھاوا صاحب امریکہ میں ہوتے ہیں۔ انہوں نے وہیں سے اپنے برادرِ گرامی محترم ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا صاحب حفظہ اللہ سے رابطہ کرکے ہر ممکن علاج و معالجہ اور ادویات کا مشورہ بھی دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادویات مہیا بھی کیں ، دو مرتبہ عمر ہسپتال میں داخلہ ہوا. تو تمام مصارف بھی برداشت کئے. محترم ڈاکٹر راشد صاحب تو ہر ہفتہ بلکہ بعض دفعہ ہفتہ میں دو بار معائنہ کے لئے تشریف لاتے. ہدایات دیتے. مگر کبھی اپنی دوا کے استعمال پر اصرار نہ کرتے. ان سب حضرات کے شکریہ کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں زندگی بھر ان شاء اللہ العزیز دل کی گہرائیوں سے ان کی خدمت کی قبولیت کی دعائیں نکلتی رہیں گی. جزاهم الله احسن الجزاء.

ان کی خدمت ہم گھر والوں کا تو فرض تھا ہی جس کا حق تو اگرچہ ہم سے ادا نہ ہو سکا لیکن ایک برخوردار جو صبح و شام آ کر ان کو مالش کرتا اور گھنٹوں ان کی خدمت میں مصروف رہتا. اگر اس کا ذکر نہ کیا جائے تو انتہائی ناسپاسی ہوگی اور وہ برخوردار ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر بہت جلد ان سے جا ملا ہے. اس کا نام ہے حافظ محمد اسلام رحمہ اللہ جو صرف ۳۲ سال کی عمر میں کینسر میں مبتلا ہو کر کئی سال قبل انتقال کر گیا تھا. انا للہ وانا الیہ راجعون.

والد صاحب ۲۱ ستمبر ۱۹۸۲ء کو بیمار ہوئے تھے. جون ۱۹۸۷ء تک ان کے حواس درست رہے. غالباً ۲۳ جون ۱۹۸۷ء کو اسہال کی شکایت ہو گئی تھی. پھر غنودگی طاری ہو گئی تو محترم ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب حسب معمول معائنہ کے لئے تشریف لائے اور حالت دیکھ کر عمر ہسپتال داخل کرا دیا. تقریباً ہفتہ بھر وہاں رہے. اس دوران گلوکوز ڈرپ کی نوزل نکل گئی جس سے خون کافی بہہ گیا. اور نقاہت اتنی ہو گئی کہ پھر طبیعت بحال ہی نہ ہو سکی. ایک ہفتہ کے بعد گھر تو آ گئے، لیکن حواس مکمل بحال نہ ہو سکے. حافظہ بھی متاثر ہو گیا. اور وہم کا شکار بھی رہنے لگے. لیکن کتابوں کے نام اور کتابوں سے متعلقہ یادداشتیں بحال تھیں ۲۸ ستمبر کو جب غنودگی بڑھ گئی اور گلے میں بلغم رک جانے سے سانس متاثر ہونے لگا تو پھر عمر ہسپتال لے گئے. محترم ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب نے توجہ اور رابطہ مسلسل رکھا، جمعہ کے روز مکمل بے ہوشی کی کیفیت تھی. عصر کے وقت محترم پروفیسر سعید اقبال قریشی تشریف لائے جو عشاء تک پاؤں دباتے رہے اور یخنی کے دو چار چمچ انہی نے مشکل سے گلے میں ڈالے. میں اور سعید صاحب تو رات کو واپس آ گئے. میرے بڑے بیٹے حافظ حماد سلمہ اللہ پاس تھے کہ یکم اکتوبر رات ۵-۱۱ پر بندہ حنیف و نحیف قید دنیا سے آزاد ہو گیا. انا للہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

والد صاحب کم و بیش پانچ سال صاحب فراش رہے. ابتداء میں کچھ دن ان کا مطالعہ اور دیگر مشاغل معطل رہے. جونہی طبیعت درست ہونی شروع ہوئی انہوں نے مطالعہ وغیرہ شروع کر دیا. پھر رفتہ رفتہ نماز کے لئے مسجد میں جانے لگے. پھر ادارہ تک کبھی سواری پر اور کبھی پیدل آنے لگے. اس عرصہ میں انہوں نے منتقی الاخبار، تنقیح الرواۃ جلد ثالث. مرزا قادیانی کے بارے میں مولانا بٹالوی کا مرتب کردہ متفقہ فتویٰ، مکتوبات شاہ ولی اللہ کی پروف ریڈنگ خود کی طباعت اپنی نگرانی میں کروائی. اور سیر اعلام النبلاء ۲۳ جلد ــــــ مکمل کا مطالعہ کیا اور حسب معمول نوٹ وغیرہ شروع میں لگائے.

بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اب مطالعہ موقوف کر دینا چاہئے لیکن ڈاکٹر محمد خالد غزنوی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب ان کی زندگی اور روح ہے. جیتے جی روح کو جسم سے جدا نہ کریں. مطالعہ ان کی صحت کے لئے ضروری ہے.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیات جن سے وہ متأثر ہوئے

- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید سننا کبھی گوارا نہ کرتے ۔ یکدم غصہ میں آجاتے ۔
- مولانا مودودی علیہ الرحمہ کے تمام احترامات فائقہ کے باوجود خلافت و ملوکیت پر ان کا تبصرہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اب ہمیں ان کے عیوب بیان کرنے کا کوئی حق نہیں ۔ مولانا مرحوم نے صحابۂ کرامؓ کے مناقشات پر مشتمل تاریخ میں بکھرا ہوا مواد یکجا کر دیا ہے ، جس سے ایوب خانی حکومت کو اپنی فروگذاشتوں کے لئے دلائل بھی مل گئے ہیں اور ناقدین صحابہؓ کے گروہ کو یکجا مواد بھی ۔ اسی لئے انہوں نے فاضل شاگرد مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کو اس کے جواب کے لئے تیار بھی کیا اور رہنمائی بھی فرمائی ۔
- ایسے ہی محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کی صحیح بخاری شریف بلکہ صرف حدیث اور فن حدیث پر بھی تنقید کسی صورت برداشت نہ فرماتے ۔ جیسا کہ اہل علم جانتے ہی ہیں کہ " جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث " اور " حدیث کی تشریعی اہمیت " انہوں نے اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ سے تحریر بھی کروائیں اور طبع بھی کیں ۔ الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر اور ماہنامہ رحیق کی فائلیں بھی اس کی گواہ ہیں ۔
- امام ابن تیمیہؒ کی وسعت علم ، انداز تحریر و تفہیم اور ان کے مؤثر و مدلل ہونے کے وہ ہمیشہ معترف بھی رہے اور برابر ان کی تصانیف سے استفادہ بھی کرتے رہے ۔
- ایسے ہی امام موصوف کے تلمیذ رشید امام ابن قیمؒ کی تصانیف بھی ہمیشہ ان کے زیر مطالعہ رہیں ۔ استاد و شاگرد کی تصانیف کو شائع کرنے اور دوسرے ناشرین سے طبع کروانے کا اہتمام ان کی زندگی کا مقصد تھا ۔ برصغیر میں امام تیمیہ و ابن قیم رحمہما اللہ اور ان کی تصانیف کو علماء غزنویہ نے متعارف کرایا تھا ۔ اس ناحیہ سے علمائے غزنویہ کے وہ ہمیشہ قدردان اور ممنون احسان رہے ۔ " حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ " کی اشاعت اور اس پر تعلیقات و حواشی ان کی عقیدت کا مظہر ہیں ۔
- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کی جرأت ایمانی ، تعلق باللہ ، عقیدہ کی مضبوطی اور اس پر ـــــ بالقوۃ ـــــ عمل کے طریق کو وہ راہ نجات سمجھتے تھے ۔
- خاندان ولی اللّٰہی کی خدمات حدیث و عمل بالحدیث کے ہمیشہ وہ معترف رہے ۔ چنانچہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تصانیف کو بڑے اہتمام سے ـــــ بعض کو بہتر ترتیب و تحقیق اور تعلیق کے ساتھ ـــــ شائع کرنے کا اہتمام عمر بھر کرتے رہے ۔ " دائرۃ المعارف الاسلامیہ " میں شاہ صاحب پر مقالہ بھی انہی کا ہے ۔
- والاجاہ نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ کی اشاعت علم و دین کی خدمات ان کے لئے ہمیشہ قابل اتباع اور مشعل راہ رہیں ۔ ان کی علمی وسعت اور ہمہ گیری سے وہ بہت مرعوب و متأثر تھے ۔ نواب صاحب پر معاصرانہ چشمک ، متعصبانہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید پر وہ خاموش نہیں رہتے تھے ۔

- اساتذہ کا غایت درجہ احترام فرماتے تھے ۔ ان کے سامنے دو زانو مؤدب ہو کر بیٹھتے ۔ حتی المقدور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتے ۔ ان پر کسی طرح تنقید یا ان کی تنقیص سننے کے روادار نہ ہوتے ۔ اگر اساتذہ کی کسی ـــــ علمی ـــــ رائے سے اختلاف بھی ہوتا تو اس موضوع پر گفتگو سے مجتنب رہتے ۔ اگر ضرورتاً گفتگو کرتے بھی تو حسنِ ادب کے ساتھ ۔
- مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے بعض فکری اختلافات کے باوجود ان کی خدمت کا تذکرہ ہمیشہ عقیدت مندانہ انداز میں فرماتے خصوصاً اخبار اہلحدیث کی اشاعت اور اس کی افادیت اور مؤثر ہونے کا ہمیشہ اعتراف کرتے ۔ الاعتصام کا اجراء بھی اصل میں اسی کی بازگشت ہے ۔
- تحریک شہیدین سے ان کی قلبی وابستگی تھی ۔ سید احمد شہید بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریکِ جہاد برائے حکومتِ الٰہیہ نے ان میں سیاسی شعور اور کفار خصوصاً انگریز سے نفرت بیدار کی ۔
- اس تحریک کے اثرات کو زندہ کرنے اور رکھنے کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہے ۔ مکاتیب میں ندوہ سے آیا ہوا خط ان کی دلچسپی کا مظہر ہے ۔
- حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمہ سے وہ بہت ہی عقیدت رکھتے تھے ۔ خصوصاً ان کی تصانیف کے حوالہ سے ۔ تقویۃ الایمان کی تخریج کی اور حواشی لکھے ۔ پھر اس کا جواب الجواب ـــــ اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان بجواب اطیب البیان ـــــ بہت لگن سے حاصل کیا ۔ دو تین سال کی محنتِ شاقہ سے اس کی ترتیب و حواشی کا کام مکمل کیا ۔ پھر اس کی طباعت کی ۔
- فرمایا کرتے تھے کہ دورِ حاضر میں مسلمانوں میں دو ہی سیاست دان ہوئے ۔ ایک جمال الدین افغانی اور دوسرے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہما اللہ ۔ برصغیر کی سیاست میں وہ مولانا آزاد کے ہمنوا تھے ۔ اور آخر تک رہے ۔ عملی سیاست سے ۱۹۴۷ء کے بعد کنارہ کش ہو گئے تھے ۔
- صحافت میں بھی وہ مولانا آزاد ہی کے مداح تھے ۔ اس کے بعد مولانا ظفر علی خاں رحمہ اللہ کے معترف تھے ۔
- اردو تصنیف و تالیف میں سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور دار المصنفین اعظم گڑھ ان کے لئے مشعلِ راہ رہے ۔
- پاکستان میں آکر اساتذہ کے بعد ... ایک عارف باللہ بزرگ میاں محمد باقر رحمہ اللہ ان کی عقیدت و محبت کا مرکز د مرجع رہے ۔ ان کے آنے پر تمام مصروفیتیں اور دلچسپیاں چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر و متوجہ رہتے ۔ میاں صاحب رحمہ اللہ دو دن ، چار دن ، بعض دفعہ اس سے زیادہ بھی قیام فرماتے اور وہ سب کام چھوڑ کر ان سے برابر مستفید ہوتے رہتے ۔

حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی سے نسبتِ تلمذ بھی رکھتے تھے ۔ اس کے علاوہ اصحابِ علم و ذوق کی ضروریات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو یاد رکھنا اور پھر شود و زیاں سے بے نیاز ہو کر اہلِ علم و تحقیق کی ضرورت کو پورا کرنا مولانا کا خاص وصف تھا جس کی وجہ سے ان کا تذکرہ ہمیشہ احترام و عقیدت سے کرتے اور حتی المقدور ان کے اس وصف کی پیروی بھی کرتے۔

معمولاتِ روز و شب

۱۹۴۹ء کے شروع میں ہم غالباً گوندلانوالہ سے لاہور آئے۔ ابتداءً کچھ ماہ ہمارا قیام مسجد چینیانوالی میں رہا۔ اس وقت مسجد میں مدرسہ تجوید القرآن جاری تھا جس میں اُستاذی المکرم قاری فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ اور میرے حفظ قرآن کے اُستاذ قاری غلام محی الدین رحمہ اللہ کے استاذ، قاری محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اُستاذ تھے اور محمد فاروق خاں بھوجیانی بھی وہیں رہائش پذیر تھے۔ حافظ محمد شریف رحمہ اللہ تاجر کتب مسجد کے امام اور حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ خطیب تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً ۵ سال ہوگی۔ پھر چند ہی ماہ بعد ہم مدرسہ تقویۃ الاسلام غزنویہ شیش محل روڈ کے سامنے کٹڑی کے مکان نمبر ۳ میں منتقل ہوگئے۔ یہ مکان اور اس کے ساتھ دو اور مکان مولانا غزنوی علیہ الرحمہ نے مدرسہ کی بلڈنگ کے ساتھ ہی تصرّف میں لئے تھے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سامنے مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ وہیں ایک کمرہ میں ان کا کتب خانہ تھا۔ گھر وہ عموماً دوپہر کھانے کے وقت یا رات کھانے اور سونے کے لئے تشریف لاتے۔

۱۹۵۴ء کے آگے پیچھے اُنہوں نے حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے مشورہ سے تدریس کے بجائے تحشیہ سنن نسائی کا کام شروع کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مولانا غزنوی سُنن نسائی کی سرپرستی —— اعزازیہ —— جاری نہ رکھ سکے لیکن کام انہوں نے جاری رکھا۔ اس وقت کئی سال تک کوئی باقاعدہ آمدنی نہ تھی۔ بلکہ قرض وغیرہ کی صورت میں نان جویں کا انتظام کرتے تھے۔ یا اُس وقت اُن کے رفیق کار حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی رحمہ اللہ ایک ٹیوشن پڑھاتے تھے —— اس عرصہ میں کوئی فاقہ تو الحمد للہ نہیں آیا۔ لیکن یہ دور بڑی عسرت کا تھا۔

ان دنوں کا معمول صبح کا ناشتہ چھ ساڑھے چھ بجے جو دو کپ چائے تازہ اور گرم اور ایک دو رس پر مشتمل ہوتا۔ دوپہر دس ساڑھے دس بجے کھانا جس میں وہ شوربا پسند کرتے۔ ایک چپاتی جو بہت چبا چبا کر کھاتے۔ پھر قیلولہ کرکے ظہر کی نماز پڑھتے، ظہر سے عصر تک علمی امور میں مشغول ہوجاتے اور عصر کے بعد کسی پرانی کتابوں کی دکان پر —— مثلاً مولوی شمس الدین تاجر کتب زیر مسلم مسجد۔ صدیقی کتب خانہ گمٹی بازار اور شیخ مبارک علی اندرون لوہاری گیٹ یا حاجی محمد رفیق چوک متی —— عموماً جاتے۔ یہ دکانیں جب تک موجود رہیں۔ ان سے ان کا مسلسل رابطہ رہا۔ افسوس کہ اب ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ رہے نام اللہ کا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک شام کے بعد حاجی محمد اسحاق حنیف کی دکان پر جانے کا معمول رہا جو انار کلی میں واقع تھی جب یہ دکان بھی ختم ہوگئی تو پھر یہ وقت مکتبہ پر ہی گزارنے لگے۔

کھانے میں طبعاً وہ تیز مرچ اور تیز ہی میٹھا پسند کرتے تھے۔ دیہات میں جاکر چاچھ، گنا، ساگ اور مکئی کی روٹی پسند کرتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر کے بعد وہ دو کپ چائے اور رات عشاء کے بعد ۱/۲ چپاتی کھاتے۔ اگر رات کا کھانا دیر سے کھانے کا پروگرام ہوتا تو گھر آ کر کسی کو بیدار نہ کرتے بلکہ خود ہی تلاش کر کے کھا لیتے۔

والدہ کی وفات کے بعد کھانے کے اوقات میں حالات کے تحت جو بھی تبدیلی آتی گئی وہ ساتھ ساتھ چلتے گئے۔ فجر کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک عموماً مسجد ہی میں غیر محسوس طریقہ سے مصروف ذکر و اذکار رہتے۔ طلوعِ شمس کے بعد گھر آتے۔ ناشتہ کے بعد عموماً پڑھنے لکھنے میں مشغول ہو جاتے۔ آنے جانے والے احباب سے بھی ملتے۔ بسا اوقات سارے کا سارا دن ملنے والے ہی لیجاتے۔ لیکن ملاقات کے اوقات مقرر کرنے پر وہ کبھی بھی آمادہ نہ ہوئے۔ ہمارے اصرار پر کہتے کہ جتنا کام ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا۔ آنے والوں کو واپس کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ رات سونے کا معمول بھی ایسا ہی تھا کہ عشاء کے بعد آ کر لیٹ گئے یا مطالعہ شروع کر دیا۔ اگر نیند آ گئی تو سو گئے۔ چشمہ لگا ہوا ہے، سینے پر بھی کتاب ہے۔ دائیں بائیں بھی کتابیں، ہاتھ میں قلم اور سوئے ہوئے ہیں۔ جب بھی آنکھ کھلی پڑھنا شروع کر دیا۔ ایسے ہی صبح ہو جاتی تھی۔

والدہ رحمہا اللہ کی زندگی میں ہمارا ان سے کافی حجاب تھا اور جھجک تھی لیکن والدہ رحمہا اللہ کی وفات کے بعد انہوں نے مجھے والدہ کا پیار بھی دیا۔ باپ کی شفقت سے بھی نوازا۔ اور حجاب کی بجائے باہمی مشاورت کے ماحول سے مجھے مانوس کر کے حجاب دور کر دیا۔ اور میری اکلوتی بہن کو اس کی عمر کے ساتھ ساتھ پڑھانا اور اس کی تربیت کے لئے باقاعدہ وقت دینا شروع کر دیا تھا۔

اخلاق و عادات

احقر نے ایک دن سوال کیا کہ آپ سب سے زیادہ کس شخصیت سے متأثر ہیں؟ فرمانے لگے مولانا فیض اللہ خاںؒ سے۔ خلاف توقع یہ بات سن کر میں نے دریافت کیا ان کی کس بات سے؟ فرمانے لگے دینی غیرت سے۔ اور یہی غیرت دینی ان کی زندگی پر حاوی رہی۔ مثلاً

۱:۔ عائلی زندگی میں گھریلو امور میں وہ مداخلت تو کجا بے خبری کی حد تک لاتعلق رہتے لیکن لباس، رہن سہن میں مادی آسائشوں سے حتی الامکان خود بھی محتاط رہتے اور گھر کو بھی بطریقِ احسن محفوظ رکھتے۔ ہمیں عصری تعلیم دلانے سے اس لئے گریز کیا کہ نصابی کتب میں جانداروں کی تصاویر ہوتی تھیں۔ ہمیں اُردو پڑھانے کے لئے مولوی عبدالستار مرحوم کی تصنیف شدہ کتب اُردو منتخب کیں تاکہ تصویر سے احتیاط رہے۔ (بفضلہ تعالیٰ اب اس کی برکت محسوس ہو رہی ہے۔)

حجامت میں مجھے ہمیشہ وہ اغیار کے تشبّہ سے بچاتے رہے۔ بہن کے بال ـــــ سات دن کے بعد دوبارہ ـــــ کبھی نہیں کٹوائے۔ مجھے ٹی شرٹ اور بہن کو فراک کبھی نہیں پہننے دیا۔ پائجامہ، شلوار اپنی طرح مجھے بھی سختی کے ساتھ ٹخنوں سے بالا رکھنے کی ہدایت فرماتے رہے۔ ۹-۱۰ سال کی عمر میں ایک مرتبہ مجھ سے کوتاہی ہوئی تو جوں ہی دیکھا جاتو سے وہ حصّہ کاٹ دیا۔ ایسے ہی گھر میں مستورات کو سفید، شوخ، اور بے پردہ کپڑا کبھی نہ پہننے دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲:۔ خرید و فروخت میں بے نمازی کے مقابلہ میں وہ ہمیشہ نمازی کو ترجیح دیتے۔ چاہے اس سے کوئی نقصان ہی اٹھانا پڑ جاتا۔ ایسے ہی اہلحدیث و غیر اہلحدیث میں وہ اہلحدیث ہی کو ترجیح دیتے رہے۔

۳:۔ عمر بھر باٹا کا جوتا نہیں پہنا کہ وہ یہودیوں کی فرم ہے۔

۴:۔ بدیشی کپڑے سے مجتنب رہے اور استعمال شدہ کپڑا سیکنڈ ہینڈ ابھی کبھی نہیں پہنا کہ یہ عیسائیوں کی اترن ہے۔

۵:۔ حضرت علی ہجویری کی قبر والے بازار سے اور میلوں ٹھیلوں عرسوں کی دکانوں سے کبھی کوئی چیز نہ خریدی کہ اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

۶:۔ کھوٹہ سکہ کبھی استعمال نہیں کیا۔ اگر کسی نے ان کو دے دیا یا ہم کہیں بازار سے لے آئے تو اپنے ہاتھ سے اس کو ضائع کر دیتے۔ اور فرماتے کہ خود دھوکہ کھا لیا ہے۔ اب جان بوجھ کر کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہیئے۔

۷:۔ معاملات ــــ لین دین ــــ میں شک کا فائدہ ہمیشہ دوسرے فریق کو دیتے۔

۸:۔ دوران ملازمت تنخواہ بڑھانے کا کبھی تقاضا نہیں کیا اور نہ کبھی فتوے کی کوئی اجرت لی۔

۹:۔ سوال سے حتی الامکان بچتے۔ قیلولہ کے بعد اٹھ کر پانی پیا کرتے تھے لیکن کبھی کسی سے نہیں کہا۔ خود ہی اُٹھ کر پی لیتے۔ رات اس کی طلب ہوتی تو بھی خود ہی اُٹھ کر پی لیتے۔

۱۰:۔ کسی کا حق دینے میں ہمیشہ کوشاں رہتے۔ اپنا حق وصول کرنے میں ہمیشہ نرمی کا سلوک کرتے اور دیا ہوا کبھی یاد نہیں رکھا۔

۱۱:۔ احباب و اعزہ کی غمی و خوشی میں شریک ہوتے۔ ان مواقع پر دینے کی کوشش کرتے۔ لینے سے ہمیشہ گریزاں رہے۔

۱۲:۔ تعلقات جس سے ایک مرتبہ قائم ہو جاتے ہمیشہ انہیں نبھاتے[1] دوسرے شہروں میں جب جاتے تو تمام تعلق والوں کو مل کر آتے۔ ملنے والوں کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ بسا اوقات ان کے علمی کام اور مشغولیتیں اس سے متاثر ہوتیں ہمارے توجہ دلانے پر فرماتے کہ جتنا کام اللہ تعالٰے کو منظور ہے ہو جائے گا۔

۱۳:۔ امراء اور متمدن لوگوں کے پاس صرف ضروری ــــ دینی ــــ کاموں ہی کے لئے جاتے۔ علماء و طلباء، غرباء و مساکین سے مل کر خوش ہوتے اور ان کی مجلسوں میں شوق سے جاتے۔

۱۴:۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی مجلس میں جب جاتے عموماً مجھے بھی ساتھ لے جاتے لیکن ان سے بیعت وغیرہ نہیں ہوئے۔ یہ بات مجھے انہوں نے سوال کرنے پر بتائی تھی۔

---

[1] اس کی سب سے روشن مثال ان کے کوٹ کپورہ کے لوگوں سے تعلقات تھے۔ پاکستان آنے کے بعد کوٹ کپورہ کے اصحاب سے ملنے کے لئے خصوصاً جاتے اور اچھا خاصا وقت لے کر اور باقاعدہ پروگرام بنا کر جاتے۔ ایسے ہی فیروز پور کے احباب خان عبدالعظیم خان۔ عبید اللہ احرار اور چوہدری عبدالرحمٰن سے تعلقات تادم واپسیں رکھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵:۔ تفریحاً ـــ عصر کے بعد ـــ صرف کتابوں کی دکان پر جاتے۔ کسی گھر، مدرسہ، ادارہ میں جانا ہوتا تو جاتے ہی کتب تلاش کرتے اور ان کو ملاحظہ کرتے۔

۱۶:۔ ہمعصر علماء و رفقاء کے ہمیشہ روشن پہلو اجاگر کرتے۔ ہمیں بھی اس کی نصیحت کرتے۔ عیب جوئی اور غیبت گوئی سے محترز رہتے۔ مہمان کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ اور بہ صد مسرت اس کے لئے کھانا وغیرہ خود لاتے۔

۱۷:۔ اساتذہ کے احترام میں ان کے جذبات بہت نازک تھے۔ ان کے تین اساتذہ گرامی رحمہم اللہ اجمعین کی زیارت مجھے نصیب ہوئی ہے۔

- مولانا ابوسعید شرف الدین رحمہ اللہ ہندوستان سے آکر کچھ عرصہ مدرسہ تقویۃ الاسلام غزنویہ میں پڑھاتے رہے۔ بہت دیر کی بات ہے بس تھوڑی تھوڑی ان کی شکل یاد ہے۔
- مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ۔ ان کا والدہ کی زندگی میں ہمارے گھر کافی آنا جانا تھا۔ وہ دور خاصی عسرت کا دور تھا۔ لیکن حضرت کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔
- حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ۔ ان کی خدمت میں وہ اکثر حاضری دیتے رہتے تھے اور میرے علم کی حد تک کبھی وہ خالی ہاتھ نہیں گئے تھے۔ حتی المقدور ہدیہ اور نذرانہ ضرور ان کی خدمت میں پیش کرتے اور جب تک ان کے پاس بیٹھتے دو زانو اور مؤدب ہو کر بیٹھتے، اونچی آواز سے ان سے گفتگو نہ کرتے، بعض جماعتی اور سیاسی معاملات میں اتفاق نہ رکھنے کے باوجود ان کی رائے پر نہ خود نقد و تبصرہ کرتے اور نہ اپنے سامنے کسی کو کرنے کی اجازت دیتے۔

۱۸:۔ ان کے اُستاد زادے مولانا قاری عبدالخالق رحمانی حفظہ اللہ جب بھی لاہور آتے تو ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے جب تک ان کی صحبت رہی ان ہی کو مسند نشین کر کے ان کے سامنے دو زانو بیٹھے رہتے۔

قاری صاحب حفظہ اللہ راوی ہیں کہ جن دنوں جامعہ سلفیہ کی منتہی کلاسوں کی تعلیم مدرسہ غزنویہ لاہور میں ہو رہی تھی۔ مولانا شیخ الحدیث کی حیثیت سے صحیح بخاری شریف پڑھاتے تھے۔ میں ان سے ملنے کے لئے آیا تو دیکھا درس صحیح بخاری شریف جاری تھا۔ میرے جاتے ہی کتاب بند کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ پڑھاتے رہئے میں بھی مستفید ہوں گا! فرمانے لگے: آج کل حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، حافظ عبداللہ صاحب روپڑی اور حافظ محمد صاحب گوندلوی (رحمہم اللہ اجمعین) کو صحیح بخاری پڑھانے کا حق ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔

کتابوں کی خریداری

دُنیا میں انہیں محبت صرف کتاب سے تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ علم سے تھی۔ اس نسبت سے اصحاب علم طلبائے علم اور ناشرانِ علم یعنی کُتب فروشوں سے ان کے تعلقات تھے اور رابطہ تھا۔ کھانا پینا قوت لایموت لیکن نفیس، پہناوا معمولی لیکن نظیف۔ جب تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت رہی کھدر ہی استعمال کرتے رہے کیونکہ انہیں پسند تھا اس کے بعد سوتی کپڑا، رہائش جیسی ملی مطمئن رہے۔ اہل خانہ کی تربیت و کفالت بھی انہی خطوط پر کرتے یعنی غیر ضروری آسائش و آرام حتی الامکان اولاد کو مہیا نہ کرنے کو ہی ترجیح دیتے، لیکن کتاب اپنے ذوق کی جب ملی، جہاں سے ملی اس کو ہر ممکن طریقہ سے حاصل کرتے۔ کتاب خریدتے وقت نرخ میں بھاؤ تاؤ کرنے کو بے ذوقی فرماتے اور کتاب مُفت حاصل کرنے کی کوشش کو تو ذوق کی توہین فرماتے۔ ان کے ذاتی کتب خانہ میں تحائف و ہدایا کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ ان کی ہر بچت اور کفایت صرف کتاب کی خرید پر صرف ہوتی۔ مالی طور پر ہدیہ جات وہ بہت کم قبول فرماتے۔ اس میں وہ اہلِ ثروت کے بجائے اپنے تلامذہ اور مخلص احباب کو ترجیح دیتے اور ان ہدایا وغیرہ کو بھی وہ ناگزیر حالات کے علاوہ کتاب پر ہی خرچ کرتے یا پھر اس رقم سے احیاء التراث (یعنی ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کرتے جن کی علمی ضرورت و افادیت زیادہ اور فروخت کم ہونے کا امکان ہوتا وہ طبع کرواتے) کرتے۔

ان کے ایک ہم ذوق دوست اور استاد بھائی مولانا علم الدین رحمہ اللہ کا تذکرہ اس ضمن میں ضروری ہے جنہیں وہ محبت سے "علامہ علمی" کہا کرتے تھے۔

مولانا علم الدین گوندلانوالہ میں (حضرت مولانا) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے پڑھتے رہے۔ ان کا باہمی تعارف غالباً اس نسبت سے ہوا۔ اس تعارف کو انتہائی مخلصانہ انداز میں دونوں مرحوم دوستوں نے آخر تک خوب نبھایا۔ رحمہم اللہ

مولانا علم الدین رحمہ اللہ نے عمر بھر شادی وغیرہ نہیں کی۔ ابتداء میں کچھ عرصہ وہ کھیاڑی ضلع شیخوپورہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے پھر اس کے بعد ضلع گوجرانوالہ کے ایک تاریخی اور مردم خیز قصبہ سوہدرہ میں امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ جب تک صحت رہی وہیں رہے۔ جب بیمار ہوئے تو ضلع شیخوپورہ میں اپنے عزیزوں کے ہاں آ گئے۔ جنہوں نے حتی الامکان ان کی بہت خدمت کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ بیماری کے دوران حضرت والد صاحب رحمہ اللہ برادر گرامی مولانا سلیمان انصاری مرحوم کے ذریعہ حسب طلب ان کو دوائیاں پہنچاتے رہے، لیکن وہ ایک مرتبہ جب بیمار ہوئے تو شفایاب نہ ہو سکے اور والد صاحب کی زندگی ہی میں اپنے عزیزوں کے ہاں انتقال کر گئے۔ انا للہ۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس لائبریری میں ان کا بھی حصّہ ہے۔ یعنی دوستانہ تعلق سے مولانا علم الدین رحمہ اللہ ان کو جو ہدیہ یا رقم دیتے وہ ان سے کتابیں خریدتے رہے۔

ان کی مطبوعہ وصیّت میں جو ایک دوست کا ذکر ہے وہ یہی مولانا علم الدین رحمہ اللہ ہیں۔

مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی یا بعض اور کمیٹیوں کے جب تک رکن رہے ان کی مراعات کو وہ کتابوں کی خرید پر صرف کرتے، اپنے معیارِ زندگی میں وہ فرق نہیں لائے۔ مثلاً ہوائی جہاز کے سفر کے وہ حقدار تھے اور اس کے مطابق ان کو رقم بھی ملتی تھی، لیکن وہ ریل کے عام درجہ میں سفر کر کے رقم بچا کر ان سے کتابیں خرید لیتے۔ قیامِ پاکستان سے قبل ان کی خریداری زیادہ تر مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ (پاکستان) شریف الدین الکتبی واولادہ (بمبئی) غلام رسول وابناءہ (بمبئی) نور محمد کارخانہ تجارت کتب دہلی مطبع مجتبائی دہلی و مکتبہ رشیدیہ دہلی سے کرتے اور ان سے مسلسل رابطہ رکھتے (کتب فروشی میں ان کے سامنے مثالی شخصیّت مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ تھے جن کی خوبی وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ تر یہ بیان فرماتے کہ وہ اہلِ علم کو کتاب پہنچا کر رقم کا تقاضا نہیں کرتے) پاکستان میں اور خصوصًا لاہور میں آنے کے بعد ان کا رابطہ حتی الامکان بمبئی میں بھی رہا۔ مکتبہ المثنی بغداد کی فہرست ضرور حاصل کرتے۔ کراچی نور محمد کارخانہ تجارت کتب، لاہور میں شیخ مبارک علی مولوی شمس الدین مرحوم تاجر کتب احسان الحق صدیقی اندرون لوہاری گیٹ، محمد رفیق چوک متی (یہ دونوں قدیم کتابوں کے تاجر تھے) کے ہاں وہ چار دن بعد ضرور چکر لگاتے۔ ایسے ہی مصر کے محمد منیر الدمشقی کے مطبع منیریہ مصر کی مطبوعات کی ان کو مسلسل تلاش رہتی۔ ہر کتاب کی اوّلین طبع حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتے۔ والاجاہ نواب صدیق حسن خان کی تصنیفات کے تو وہ عاشق تھے۔ ہمارے علم کی حد تک پورے برصغیر میں مکمل تصنیفات صرف انہی کے پاس تھیں۔ ولی اللہی خاندان شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن قیم رحمہم اللہ کی تصنیفات، ہندوستان کے علمائے اہلحدیث کے حالات، خدمات، تصانیف اور خصوصًا وہ تصانیف جو عمومًا کسی وقتی مسئلہ یا مقامی ضرورت کے تحت لکھی گئیں ان کے حصول کا خصوصی اہتمام کرتے۔ اختلافی مسائل پر علمائے اہل حدیث، علمائے احناف کی تصانیف بھی یعنی کسی ایک مسئلہ پر کوئی کتاب لکھی جاتی پھر اس کا جواب اور پھر جواب الجواب، یہ عمومًا چھوٹے چھوٹے رسائل اور کتابچے ہوتے وہ ان کو اکٹھا کرتے رہے اور اپنے انداز کا یہ نایاب ذخیرہ بھی بحمداللہ انہی کی لائبریری میں ہے۔ ایسے ہی تحریک شہیدین سے متعلقہ کتب خصوصًا اس کے بنیادی مآخذ (فارسی و اُردو) کی بھی انہیں تلاش رہتی جنہیں وہ جمع کرتے رہتے۔

برطانوی سامراج یا صلیبی استعمار کے ہندوستان میں وارد ہونے سے نکل جانے تک کی تاریخ سے ان کو علمی دلچسپی بھی تھی اور عملاً بھی حسبِ ہمت وہ اس میں شامل رہے۔ اس لیے تاریخ ہند کے اس گوشہ پر بھی ان کی نظر رہی اور اس موضوع پہ گرانقدر مواد ان کے پاس موجود تھا۔

۱۹۷۰ء میں جب المکتبۃ السلفیہ کی ذمہ داری میرے سپرد کی تو فرمانے لگے کہ تم اپنی ضرورات کا مطالبہ کرسکتے ہو، ذاتی کتاب کی خرید میں دخل نہیں دے سکتے۔ میرے پاس ان کے ذوق کی جو کتاب آتی وہ نفع دے کر اس کو خرید لیتے۔

سفر اور اس کے معمولات

اپنے نام کے ساتھ پردیسی لکھتے رہے (بعض کتابوں پر ان کی مہر "حنیف پردیسی" بھی لگی ہوئی ہے) اور واقعۃً انہوں نے کسی شہر کو تو کجا کبھی دنیا کو بھی اپنا دیس نہیں سمجھا گویا کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل ان کی زندگی کا شعار تھا۔

عام انسانوں کی طرح انہوں نے بھی زندگی میں بے شمار سفر کئے، لیکن ان کے سفر اصحاب علم سے ملاقات، اصحابِ تقویٰ کی زیارت، کتب خانوں کی سیر، تعلقات کے نباہ اور وضع داری کے لئے یا پھر صلہ رحمی کے لئے ہوتے تھے۔ یعنی تفریحًا اور آسودہ خاطری کے کسی سفر کا کم از کم مجھے علم نہیں اور نہ ہی وہ اپنی اولاد کو کسی ایسے سفر کی اجازت دیتے جو بے مقصد یعنی صرف ہوا خوری یا ذہنی عیاشی کے لئے ہو۔

سفر میں وہ زادِ راہ کا خوب اہتمام کرتے جو صرف کتابیں ہوتیں۔ سفر میں کفایت کا خاص خیال رکھتے یعنی سستا سفر کرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموماً ریل کو پسند کرتے، وہاں جا کر پہلے سوتے، پھر راستہ بھر مطالعہ میں مگن ہو جاتے۔

ایک یادگار سفر کا خود تذکرہ کرتے کہ ملتان میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقد ہونا تھی، کرایہ پاس نہیں تھا۔ اس لیے کتابوں کی گٹھڑی اٹھائی اور فیروزپور سے ملتان کے لیے پیدل ہی عازم سفر ہو گئے۔ جہاں تھک جاتے، رُک کر مطالعہ شروع کر دیتے۔ پڑھتے پڑھتے سو جاتے جب جاگتے تو تازہ دم ہو کر پھر روانہ ہو جاتے۔ ایسے ہی پیادہ پا فیروزپور سے ملتان پہنچ گئے۔ بیرونِ ملک صرف دو دو مرتبہ ہندوستان اور سعودی عرب گئے۔

پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء، ۵۶ء میں اپنے استاذ زادہ حافظ بشیر احمد بھوجیانی مرحوم کے ہمراہ اپنے وطن مالوف بھوجیاں گئے۔ دو بار ندوۃ العلماء کی ۸۵ سالہ تقریبات میں شرکت کی غرض سے گئے لیکن ویزہ وغیرہ میں دشواری اور کچھ رفیقِ سفر کی عجلت طبعی کا احترام کرتے ہوئے دہلی ہی سے واپس آ گئے۔

حج بیت اللہ کی خواہش ہر مسلمان کی طرح ان کے دل میں بھی تھی۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں ایک سے زیادہ مرتبہ (احباب کی محبت و تعلق کے باعث) مختلف پیش کشیں ہوئیں، لیکن وہ ۱۹۷۳ء کے آخر میں توفیقہ تعالیٰ ذاتی انتظام کے ساتھ ہی عازم حرم ہوئے۔ پھر ۱۹۸۰ء میں بہ نیتِ اعتکاف حرم مکی کا سفر کیا۔ اور بحمداللہ رمضان، اعتکاف اور حرم کے فیوض و برکات سے متمتع ہو کر شوال میں واپس آ گئے۔ غالباً اس سفر میں مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ کی دلچسپی شامل تھی۔

روابط اور تعلقات

زندگی میں ایک بار جن سے تعلقات بن جاتے وہ ان کو وضعداری کے ساتھ خوب نبھاتے۔ گوجرانوالہ، فیصل آباد، اوکاڑہ، ساہیوال، ملتان اور ان کے گرد و نواح میں ان کے تعلقات کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ ان شہروں میں جب جاتے، حتی الامکان ایک ایک ملنے والے کو مل کر آتے۔ کم از کم سلام دعا ضرور کر کے آتے۔ کراچی میں جب جاتے وہاں مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا بشیر محمد مرحوم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ پروفیسر محمد ایوب قادری ان کے بھائی ابومعاویہ نعمت اللہ قادری، پروفیسر محمد مبارک، پروفیسر محمد یامین مولانا عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث رحمۃ اللہ علیہم اجمعین محترم و مخدوم، مولانا قاری عبدالخالق رحمانی، مولانا عبدالحلیم حفظہم اللہ سے ملاقات کرتے۔ پاک اکیڈمی عباسی کتاب خانہ، مجلس علمی کراچی بھی کم و بیش ضرور جاتے، سفر حج کے بعد وہ کراچی جب بھی گئے رہائش اپنے چہیتے شاگرد حاجی محمد علی مرحوم کے ہاں ہی رکھتے، وہ اور ان کے سارے بچے ان کی خدمت بھی بڑے شوق سے کرتے۔

ان کے نزدیک علمی اختلافات کا اپنا مقام لیکن تعلقات وہ ہر مکتب فکر کے اہل علم و فضل سے رکھتے۔ اہل علم سے ملاقات میں وہ مختلف فیہ مسائل کے ذکر کرنے کی بجائے متفق علیہ مسائل اور دیگر علمی امور و علمی اخبار پر گفتگو کرتے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا نعمانی رحمہم اللہ جب بھی تشریف لاتے وہ ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ اہل علم و فضل اور اصحاب تقویٰ کے سامنے عموماً دو زانو اور مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ ایسے ہی مولانا مودودی علیہ الرحمہ کی مجلس میں بھی کبھی کبھار جاتے۔ پروفیسر نور حسین گوجرانوالہ۔ راوی ہیں کہ تفہیم القرآن مکمل ہوتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مولانا مرحوم سے خود ملاقات کے لئے ان کی مجلس میں گئے اور ان کو اس سعادت پر مبارک باد پیش کرکے آئے۔ متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی علیہ الرحمہ سے فکری ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود تا دم واپسیں تعلقات میں سرمو فرق نہ آیا بلکہ مولانا ندوی علیہ الرحمہ کی جب تک صحت رہی وہ چھٹی کے دن تشریف لانے کی وضع داری التزام کے ساتھ نبھاتے۔ یورپ سے واپسی کے بعد مولانا کی بیماری کے دوران عید الفطر آگئی تو مولانا بھٹی صاحب کو ساتھ لے کر مرحوم مولوی عطاء اللہ ثاقب کو ساتھ لے کر مولانا ندوی سے ملنے گئے تو والد صاحب مولانا سے السلام علیکم کے بعد فرمانے لگے۔ مولانا مزاج شریف! مولانا ندوی فرمانے لگے کہ مولانا مزاج تو اب رہا نہیں اب شریف ہی شریف ہے۔ ایسے ستمبر ۷۳ء میں جب حج کے لئے گئے تو کراچی میں چوہدری ظفر اللہ مرحوم نے اپنے اُستاد ڈاکٹر مظہر بقا حفظہ اللہ استاد کراچی یونیورسٹی سے ملاقات کا اپنے گھر میں بعد نماز مغرب اہتمام کیا۔ مغرب کا وضو کرتے کرتے مجھے فرمانے لگے کہ جماعت تم کروانا! میری حیرانگی دیکھتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے جرابیں پہنی ہیں ممکن ہے "مسح علی الجوربین" میں محترم ڈاکٹر صاحب کو تامل ہو۔

قرآن مجید سے تعلق

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید سے محبت انہیں دادا علیہ الرحمہ سے ورثہ میں ملی تھی چنانچہ بیماری کے وہ ایام جو انہوں نے نگھیاڑی میں اپنی بہن کے ہاں گزارے، ان ایام میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا تھا جو سورہ زمر تک پچھلی جانب سے پہنچا تھا۔ حفظ مکمل تو نہ ہو سکا لیکن یہ پارے انہوں نے آخر عمر تک یاد رکھے۔ اسی شوق میں انہوں نے میری اور بہن کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ قرآن حکیم اچھا سننے کا انہیں بہت شوق تھا۔ اپنے بچپن اور نوجوانی میں حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ، حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کے والد گرامی کا بھوجیاں میں ــ جو اُن کا سسرال تھا۔ قرآن حکیم سنانا اور ان کا عمدہ تلفظ ولہجہ ان کو خوب یاد تھا جس کا تذکرہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ گوندلانوالہ گئے تو وہاں اپنے شیخ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی پڑھنے میں بے ساختگی وارفتگی اور والہانہ پن سے بہت متاثر ہوئے اور کوٹ کپورہ گئے تو وہاں اپنے عزیز دوست حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی کی قرآن حکیم سے محبت، ان کی پڑھت میں روانی اور ضبط اور ایک ایک رکعت میں کئی کئی سپارے پڑھ جانے کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ کئی سال موسم سرما کے رمضان کے بعض ایام ان کے کراچی میں گزرے جس میں وہ حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ کی مسجد میں تراویح پڑھنے جاتے اور واپس آکر بتاتے کہ حضرت قاری صاحب ہر رات تراویح میں دس پارے سناتے ہیں یعنی تین رات میں قرآن ختم کرتے ہیں اور ہر قرآن الگ الگ قراءت میں تلاوت کرتے ہیں۔ ایسے ہی بچپن میں مدینہ مسجد پرانی انارکلی جہاں حضرت مولانا قاری عبدالمالک رحمہ اللہ تراویح پڑھاتے مجھے ساتھ لے کر جاتے۔ مجھے حضرت قاری رحمہ اللہ کی پڑھت تو یاد نہیں لیکن وہاں جانا اور ان کو بڑھاپے میں تراویح سناتے دیکھنا یاد ہے۔ لاہور کی مشہور مسجد چینیانوالی میں ستائیسویں رات کا قیام طویل عرصہ سے جاری ہے۔ ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۵ء میں والدہ رحمہا اللہ کے ہمراہ وہاں جانا یاد ہے جہاں حافظ محمد شریف صاحب رحمہ اللہ معانی کے زیر و بم لئے ہوئے سادہ، دلپذیر نماز تراویح، پھر رات بھر لاہور بھر کے چند قراء کی قراءت دو دو رکعتیں پڑھنا اور آخر میں مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد غزنوی رحمہ اللہ کی نمازِ وتر اور آنسوؤں کی جھڑی میں قنوتِ وتر اب تک حافظہ میں تازہ ہے۔ رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کثرت سے کرتے تھے۔ اخبارات وغیرہ پڑھنا ترک کر دیتے۔ صرف قرآن کی تلاوت و حدیث کا مطالعہ یا مسنون اذکار میں وقت صرف کرتے تھے۔ راقم نے ۱۳؍۷؍۱۹۵۷ء شوال میں جب حفظ قرآن مکمل کیا تو والدہ رحمہا اللہ کی خواہش اپنے ذوق کی تسکین اور میری پڑھت میں بہتری اور منزل ضبط کرنے کی خاطر اپنے محترم دوست قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں مجھے چھوڑ کے آئے۔ جب میری بہن نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو محلہ میں حفظ القرآن کا مدرسہ ختم ہو گیا تو اپریل ۱۹۶۴ء میں انہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں ابتداءً ذاتی جیب سے حفظِ قرآن کا مدرسہ مصباح القرآن ایک کرائے کی عمارت میں قائم کیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دارالدعوۃ السلفیہ کی خشتِ اوّل بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے اور پوتے کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنا اور بیٹی کا بار بار قرآن سنانا بھی نصیب فرمایا۔

الحمدللہ ان کا قائم کردہ مدرسہ المصباح القرآن دارالدعوۃ السلفیہ کے شعبہ کی حیثیت سے اب تک جاری و ساری ہے۔ جہاں سے کم و بیش ہر سال تین بچے حفظ کرتے ہیں جو یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

قارئین کرام! یہ ہے والد گرامیؒ کے خاندانی احوال، نجی حالات، اخلاق و عادات، اوزان و مصروفیات، ترجیحات جو میں نے من و عن رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے میرے لیے ایسے اعمال کی توفیق طلب فرمائیں جو ان کے مقصدِ حیات کے مطابق ہوں۔ والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنے اور میرے لیے اُخروی نجات کا باعث بن جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ میری اولاد کی زندگی پر دین غالب رکھے، حُبِ جاہ و مال سے محفوظ رکھے اور وہ اسی صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں جو والد گرامی نے انتخاب فرمایا تھا۔ آمین ثم آمین!

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ رابعہ حنیف ؒ
جگانوالہ / حافظ آباد

یکم جولائی ۲۰۰۴ء
م
۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

ابّا جی

میں نے اپنے شعور کی آنکھ کھولی تو والدہ کی شفقت سے محروم ہو چکی تھی۔ اب میرے لئے ماں اور باپ دونوں ابّا جی ہی کی شخصیّت تھی۔ اُنہوں نے مجھے ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔

والدہ کی وفات کے بعد ہم دونوں بہن بھائیوں کی تربیت کا تمام تر دار و مدار ابّا جی پر تھا اور اگر میں یہ کہوں کہ انہوں نے ہماری تربیت کے لئے اپنی ساری توجّہ اور صلاحیتیں صرف کر دیں تو یہ کچھ غلط نہ ہوگا۔

ابّا جی بحیثیّتِ اُستاد

ابّا جی نے مجھے گھر ہی میں قرآن پاک ناظرہ اور ترجمہ پڑھایا۔ میرے لئے حفظ کا انتظام تو مدرسہ میں کیا لیکن منزل اہتماماً خود ہی سُنتے۔ حفظ کی منزل اُنہیں سنانے میں جو سُرور آتا تھا وہ شاید ہی کبھی کسی اور کو منزل سنانے میں آیا ہو۔ ان کا منزل سننے اور غلطی نکالنے کا اپنا ایک مخصوص اور احسن طریقہ کار تھا جو بڑے بڑے قابل قراء حضرات کے ہاں دیکھنے میں نہیں آتا۔

میرے حفظ کے دوران دار العلوم تقویۃ الاسلام میں سے حفظ کا شعبہ ختم ہو گیا تو بہت پریشان ہوئے کیونکہ نزدیک کوئی متبادل مدرسہ نہیں تھا۔ اسی مسئلے کے حل کے لئے انہوں نے "توکلاً علی اللّٰہ" مدرسہ مصباح القرآن کی ابتداء کی۔

ان دنوں گھر کے حالات بہت ناساز تھے۔ اباجی نے ایک سو پچیس روپے ماہوار کرائے پر مکان لیا۔ نوّے روپے ماہانہ تنخواہ پر قاری صاحب مقرر کئے اور بچّوں کو حفظ کروانا شروع کر دیا۔

اس عسرت کے دَور میں بھی ابّا جی کا دل کُھلا تھا اور مدرسہ مصباح القرآن کے مئی ۶۴ء سے ۷۷ء تک یہ مدرسہ اسی کرائے کی عمارت میں رہا۔ ۶۹ء میں ہفت روزہ الاعتصام کا دفتر بھی اسی مکان میں آگیا تھا۔ مالک مکان نے خالی کرانے کے لئے نازیبا رویّہ اختیار کیا۔ تاہم ابّا جی نے باوقار رویّہ اختیار کیا لیکن جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محلّہ ہی میں جگہ عطا فرما دی اور صرف تین مہینہ میں حسب ضرورت تعمیر بھی ہو گئی اور مدرسہ مصباح القرآن وہاں منتقل ہو گیا۔

سلفیہ لائبریری، مسجد، دفتر الاعتصام

اللہ تعالیٰ نے اباجی کی مساعی کو قبول کرتے ہوئے ان وسیع کاموں کے وسیع اخراجات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے کئی افراد کو ان کا شریکِ کار بنا دیا۔ لیکن ان سب کا آغاز مصباح القرآن سے ہوا۔ جس کا مقصد اباجی کے نزدیک اس وقت تو صرف اور صرف یہ تھا کہ میرا حفظ مکمل ہو جائے۔ لیکن بنیاد کے بعد سے لے کر اب تک ہر سال کم و بیش ۳ بچے حفظ القرآن سے مکمل طور پر فارغ ہوتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلك۔

آج مصباح القرآن کے در و دیوار کئی حفظ کرنے والے بچوں کی تلاوت سے گونجتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ یہ وہی مصباح القرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کے اس چراغ کی روشنی میں مزید اضافہ فرمائے اور اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں۔ آمین۔

قرآن مجید سے انہیں دلی لگاؤ تھا۔ جب کبھی بھی نصیحت کرنے کا موقع ملتا تو قرآن مجید کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرماتے حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ گئے تو وہاں سے مجھے جو خط لکھا اُس میں بھی قرآن مجید کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

حدیثِ مبارکہ کے مطابق بعض اللہ کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جو بات منہ سے نکالیں پوری ہو جاتی ہے۔

میرا عمر بھر کا مشاہدہ ہے کہ اللہ نے انہیں یہ خصوصیت عطا کر رکھی تھی وہ جو بات فرماتے اللہ کے حکم سے پوری ہو جاتی۔

ترجمہ پڑھاتے ہوئے جب میرا سبق "وقرن فی بیوتکن" پر آیا تو فرمانے لگے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری تربیت اسی آیت کی روشنی میں کروں۔

یہ بات ان کے دل سے نکلی اور میرے دل میں اُتر گئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اباجی کی اس خواہش کو پورا کرنے کی توفیق عطا کرے۔

اندازِ تربیت

اباجی کا تربیت کا انداز بہت ہی مؤثر تھا۔ اندازِ بیان نرم اور دل نشین ہوتا جو بھی فرماتے، انکار یا اس پر عمل کرنے میں تامل کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

الحمد للہ اس حوالے سے مجھے یہی حسن ظن ہے کہ وہ میری اطاعت سے خوش ہی رہے اور وہ مجھ سے خوش ہی گئے۔

مجھے یاد ہے بچپن میں میں مطالعہ کرنے سے کتراتی تھی۔ اباجی کی بے حد خواہش تھی کہ میں مطالعہ کیا کروں۔ لہٰذا اکثر مجھے کہتے کہ پوری کتاب بے شک نہ پڑھا کرو مگر ہر اچھی کتاب کی فہرست ضرور پڑھ لیا کرو۔ یہ ان کا مطالعے کی ترغیب دلاتے کا انداز تھا۔ ایک بار اُنہوں نے سوچا کہ یہ سنجیدہ مطالعے کی طرف تو آتی نہیں، کہانیوں کے ذریعے مطالعہ میں دلچسپی لے اور یوں اسے مطالعے کی عادت پڑ جائے۔

اسی خیال کے تحت اُنہوں نے مجھے ماہنامہ "حور" لگوا کر دیا جو اس دور میں عورتوں کے رسائل میں سے نسبتاً شائستہ تھا۔

ان دنوں میں نے نئی نئی سلائی سیکھی تھی۔ دوسری لڑکیوں کو دیکھ کر مجھے بھی فیشن کے مطابق کپڑے پہننے کا شوق آیا۔ چنانچہ ایک سوٹ الیاسی لیا۔ ان دنوں تنگ اور چھوٹی قمیضوں کا رواج تھا۔

اباجی نے مجھے پہنے ہوئے دیکھا۔ اُس وقت تو خاموش رہے۔ جب کچھ دن گزرے تو فرمایا:

"میں نے "حور" اس لئے تو نہیں لگوا کر دیا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے تم اس کی نقل بھی کرو۔ یہ تو صرف مطالعے سے تمہارا تعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنے کے لیئے ہے۔"

میرے کپڑوں کی طرف اگرچہ ابّا جی نے اشارہ نہیں کیا تھا لیکن میں سمجھ گئی کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ وہ دن اور آج کا دن الحمدللہ اللہ نے ایسے خیال سے بھی دُور رکھا۔

- ابّا جی کی تربیت کا یہ خاص انداز تھا کہ ایک تو وہ فوراً نہیں ٹوکتے تھے۔ دوسرا ان کی کوشش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ نرم الفاظ میں مخاطب کو غلطی کا احساس دلایا جائے۔ گھر پر ان کی خصوصی توجہ ہوتی۔ ایک ایک چیز پر نظر ہوتی کہ کوئی غیر ضروری یا غیر شرعی چیز تو گھر میں نہیں۔

صلہ رحمی

صلہ رحمی کرنے میں بھی ابّا جی اپنی مثال آپ تھے۔ اپنی ایک بھتیجی "رقیہ" کو جو اپنے خاوند کو (اس کے بدعتی عقائد کی وجہ سے) چھوڑ چکی تھیں، مستقل اپنے پاس رکھ کر اپنی اولاد ہی کا درجہ دیا۔

اللہ تعالےٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اُمّی جان کی وفات کے بعد ان کی وہی بھتیجی یعنی ہماری آپا جی کے دل میں اللہ نے ہمارے لئے ماں والی ہی مامتا رکھ دی۔

آپا جی، ابّا جی کی زیرِ تربیت رہنے کی وجہ سے دین پر عمل کا ایک نمونہ تھیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج میرا دین سے جو بھی تعلق ہے وہ ابّا جی اور آپا جی کی مشترکہ کوششوں اور اخلاق ہی کا نتیجہ ہے۔

شادی بیاہ میں غیر شرعی اُمور سے اجتناب

ہم دونوں بہن بھائیوں کی شادیوں میں ابّا جی نے آپا جی کو تاکید کر دی کہ کوئی غیر شرعی کام نہ ہونے پائے۔ میرا جہیز اگرچہ دنیاوی لحاظ سے بالکل معمولی تھا، پھر بھی فرماتے کہ ضرورت تو اتنے بھی برتنوں اور بستر کی نہیں۔ جہاں دوسرے گھر والے سوئیں گے وہاں یہ بھی سو جائے گی اور جہاں دوسرے گھر والے کھائیں گے وہاں یہ بھی کھا لے گی۔

زندگی میں خوشی، غمی یا اخراجات وغیرہ کے کئی مواقع آتے ہیں جن میں رسومات بھی شامل ہیں۔

ایسے میں مجھے علیحدگی میں کہتے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلف کہہ دیا کرو، لیکن نمود و نمائش سے بچنے کی کوشش کیا کرو۔ اس سے اللہ تعالےٰ اپنی رحمتیں اپنے بندوں پر خاص کر دیا کرتا ہے۔ اگر تم بھی عام عورتوں کی طرح کرنے لگیں تو پھر جہالت اور علم میں فرق کیا رہا۔

ایک دن بھائی جان کی شادی کے موقع پر ان کے کوئی دوست طلائی ہار لے آئے جسے بھائی جان دکھانے کے لئے لے آئے۔ ابّا جی کو پتہ چلا تو دیکھنے تک بھی نہ دیا اور فرمایا کہ اس کو اگر دیکھو گی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا دل کرے کہ اب ذرا پہن کر بھی دیکھ لیا جائے کہ کیسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگتا ہے اور مجھے اس غیر شرعی چیز کو ایک لمحے کے لیے بھی پہننا ناپسند نہیں ہے۔

دُنیا سے بے رغبتی

ابا جی کی تربیت ہی کی برکت ہے کہ اکثر لوگ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں کہ لاہور میں رہ کر ایسی طبیعت ... نہیں نہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا فضل اور ابا جی کی تربیت خاص ہے۔ عمر بھر انہوں نے گھر کی کوئی چیز خود نہیں خریدی لیکن توجہ ہر چیز پہ ہوتی۔ اپنا ذاتی مکان، دکان، جائداد کچھ بھی نہیں تھا۔ ان کا نظریہ ہی یہ تھا کہ "متاع الدنیا قلیل"

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا دینی حلقہ بھی اس وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کی حقیقت پر عمل کرنے لگیں۔ ایک بار بھائی حافظ عبدالرحمانؒ صاحب گوہڑوی نے جو کہ ابا جی کے بھتیجے اور بہت ہی عزیز شاگرد ہیں، انہیں مشورہ دیا کہ مولانا آپ کے پاس ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ آپ کے کمرے میں ایک دو کرسیاں ضرور ہونی چاہئیں تاکہ پتلون والے لوگ ان پہ بیٹھ سکیں۔ زمین پر بیٹھنے میں انہیں دقت پیش آتی ہے۔

ابا جی نے فرمایا۔ سب کو معلوم تو ہے کہ میں فقیر شخص ہوں، صف پر بیٹھا ہوں اور یہاں یہی کچھ ہوتی ہے۔ جسے بیٹھنے میں دقت ہوتی ہے وہ پتلون پہن کر نہ آیا کرے۔

شادی پر میرے لیے تحفۂ خاص

ابا جی کا میرے لئے سب سے قیمتی متاع ان کا وہ تحفۂ خاص تھا جو انہوں نے مجھے شادی پر دیا۔

"تلخیص الصحاح" حدیث کا یہ مجموعہ ان کی ہمارے بارے میں آرزوؤں، خواہشات اور دُنیادی سامان پر مبنی جہیز سے قطع نظر ایک بیٹی کے سسرال رُخصت ہونے پر دنیاوی و دینی فوائد پر مبنی حقیقی جہیز دینا ان کی علم دوستی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

آج جب کہ ہاتھوں کی قوّت اور ذہن کی طاقتیں جواب دے رہی ہیں، اپنے والد صاحب کے ان احسانوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو ان کی عظمت کے بارے میں لکھنے سے الفاظ قاصر نظر آتے ہیں۔

تقویٰ

ابا جی بلاشبہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے مشتبہ اُمور سے بچنے کا بھرپور اہتمام کرتے۔ اسی لیے ٹیکہ اور انگریزی دوا استعمال کرنے پر جلدی آمادہ نہ ہوتے۔

بیماری کے آخری وقت میں بے ہوشی کی حالت میں انہیں ہسپتال لے جایا گیا۔ ہوش میں آئے تو بمشکل فرمایا تم مجھے غلط جگہ پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لے آئے ہو۔ اس کے بعد پھر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ کتنے دن اسی حالت میں گزر گئے۔ کچھ طبیعت سنبھلنے پر انہیں گھر لایا گیا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا اب میں ٹھیک جگہ پر آ گیا ہوں۔

عمر بھر انہوں نے باٹا کمپنی کے جوتے نہیں پہنے، انگریزی کالر نہیں لگایا۔ ایک بار میں نے لنڈے سے کپڑا لا کر اس کے سرہانوں کے غلاف سی لئے۔ دیکھ کر کہا یہ تو بہت خوبصورت غلاف ہیں۔ میں نے بتایا کہ لنڈے کی خرید ہے۔

فرمایا۔ کتنی بار تمہیں اس سے منع کیا ہے، انگریز کی اترن استعمال کرنے پر نہ جانے تمہارا دل کیسے آمادہ ہو جاتا ہے۔

کھڑے ہو کر کھانا پکانا انہیں ناپسند تھا۔ صرف اس لیے کہ یہ انگریزوں کا انداز ہے۔ ایک بار میں کھڑے ہو کر کھانا پکا رہی تھی۔ اباجی آئے تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ اباجی فرش دھویا تھا، اس لیے چولہا اوپر رکھ لیا۔

فرمایا۔ ہاں فرش بھی گندا نہ ہوا اور فیشن بھی ہو گیا۔

اگرچہ زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتے تھے مگر ان کی گہری نظر ہماری تربیت کے ہر پہلو پر رہتی تھی۔

نرم و نازک کپڑے نہ خود کبھی پہنے نہ اپنی اولاد کو پہنانا پسند کئے۔ خود ہمیشہ کھدر زیب تن کیا جو ہماری والدہ مرحومہ اپنے ہاتھ سے بنا کرتی تھیں "تنعم" سے بچنے کا انہیں خاص اہتمام تھا۔ فرماتے کہ لڑکوں کا پہناوا کھردرا ہونا چاہیئے تاکہ وہ عیش کوشی کے عادی نہ ہوں۔

میں نے اپنے بڑے بھتیجے حماد کے لئے بڑے شوق سے اس دور کے ایک انتہائی قیمتی لباس اور نرم ملائم کپڑے کے کرتے سیئے۔ اباجی نے دیکھے تو ناپسند فرمایا کہ لڑکوں کو ایسے کپڑے ہرگز نہ پہناؤ انہیں معلوم تھا کہ ایسی تن آسانی کے عادی ہونے پر اللہ کے محبوب صف شکن سپاہی "کانهم بنيان مرصوص" کیسے بنا جا سکتا ہے۔

جرابیں پھٹ جاتیں تو انہیں مرمت کر لیتے، ہر کام میں سنت نبوی کا خیال رکھتے۔ بیماروں کی بیمار پرسی اور ان کے علاج پر عزیز و اقارب سے تعلقات بڑھانے کے لئے فراخ دلی سے خرچ کرتے۔ کہیں سے بھی پیسے آتے، حلال و حرام کی اچھی طرح تحقیق کر لیتے۔ اپنے شاگردوں سے کام کروانے سے اجتناب کرتے۔ اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرتے اپنا ہر کام خود کرنے کے عادی تھے۔

حیا

انتہائی حیا دار تھے۔ عمر بھر کا معمول تھا کہ گرمیوں میں بھی ننگے بدن نہ بیٹھتے اور بیٹوں کو بھی قمیص اتارنے سے سختی سے منع کرتے۔ ساون کے مہینے میں بھی اپنے کمرے میں ہی ہوتے۔

توازن اور اعتدال

ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال کے قائل تھے۔ زندگی کا انہوں نے ایک معمول بنایا ہوا تھا جس کی ہمیشہ پابندی کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوراک میں عادت تھی کہ مخصوص وقت چپاتی کھاتے اور ایک گلاس پانی پیتے۔ اگر چپاتی ذرا بھاری ہوتی تو اندازے سے اتنی چھوڑ دیتے اور ساتھ ہی فرماتے کہ آج چپاتی کچھ بھاری تھی۔ حدیث میں ہے کہ مومن کم کھاتا ہے۔ اباجی کو میں نے ہمیشہ اس کا مصداق دیکھا۔ میٹھی چیزیں بہت مرغوب تھیں مگر کھانے میں کبھی زیادتی نہ کی۔

سُنّت کی پیروی میں کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا تھا۔

سونے میں بھی توازن تھا ضرورت کے مطابق ایک محدود وقت کے لیے سوتے۔

مطالعے سے شغف

مطالعے سے بے حد لگن تھی۔ ان کا کمرہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ دُنیاوی ساز و سامان کے بجائے اس کمرے کی دولت یہ کتابیں ہی تھیں۔ لوگ دیکھ کر بعض اوقات حیران رہ جاتے کہ اس دَور کے ولی کی زندگی اتنی سادہ ہے۔

رات کو کبھی آنکھ کھلتی تو اُنہیں مطالعہ کرتے ہوئے پایا۔ وہ بڑے انہماک سے مطالعے میں مصروف ہوتے۔ یُوں معلوم ہوتا کہ کبھی سوئے ہی نہ ہوں۔

کھانا کھاتے ہوئے بھی مطالعہ جاری رہتا۔

دُوسروں تک دین پہنچانے کی رغبت

میری شادی جہاں ہوئی وہ گاؤں نہیں بلکہ ایک جنگل کی طرح تھا۔ میں لاہور شہر کی عادی ایسی جگہ پر کیسے سیٹ رہ سکتی تھی۔ میرا یہاں دل لگانے کے لیے اُنہوں نے ہی ذہن تیار کیا۔ اس وقت یہ گاؤں بجلی وغیرہ کی سہولتوں سے بھی محروم تھا مجھے مختلف مثالیں دے کر سمجھاتے کہ جس سے اللہ نے کوئی کام کروانا ہو اُسے جہاں ضرورت ہو وہاں لے جاتا ہے۔

مجھے "کاکی" کہہ کر مخاطب کرتے۔ فرماتے بچیوں کو وہاں ترجمہ پڑھایا کرو۔ ان کے اصرار کے باوجود میں نے تاخیر ہی سے پڑھانا شروع کیا۔ جب دو چار بچیوں نے ناظرہ قرآن پڑھ لیا۔ ایک بچی نے حفظ بھی کر لیا تو بہت خوش ہوئے کہ تمہارے وہاں بھیجنے کا مقصد اب پُورا ہو گیا۔

اُن کی دُعائیں اور حوصلہ افزائی ہی کا نتیجہ تھا کہ تعلیم قرآن کا یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور الحمدللہ اب تک جاری ہے۔

اُن کی تربیت کا فیض کہ اللہ کا شکر ہے میرا بھی ذہن یہی ہے کہ زندگی اور صحت کا ساتھ دینے تک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے میں ہی صرف کروں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

یقیناً اُخروی بھلائی اس میں ہے۔

آج جب کہ دائمی مریضہ ہو چکی ہُوں، اللہ سے یہی دُعا ہے کہ آخری دَم تک قرآن پاک کی تعلیم ہی میں مشغول رہوں۔ اسی پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ ہو۔

وہ لوگ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں قرآن پاک پڑھتے ہوئے اللہ تعالےٰ اپنے پاس بُلالے۔ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کرے۔ آمین۔

ابّاجی کے علم کے سمندر کی وراثت تو نہ مل سکی، کچھ خوشبو ہی حاصل ہو سکی۔ اپنی اس کوتاہی کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ تاہم اللہ کا یہ احسان ہے کہ اباجی نے زندہ رہنے کے ایسے ڈھنگ سے واقف کرادیا جس سے زندگی گزارنا آسان سے آسان تر ہو گیا۔ مشکل سے مشکل اوقات میں ان کی رہنمائی چراغِ راہ بن کر سامنے آجاتی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ارحمهما كما ربياني صغيرًا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ
قصور

م ۲۲؍دسمبر ۲۰۰۲ء
۱۸؍شوال ۱۴۲۳ھ

مولانا کا مولد "موضع بھوجیاں"

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھوجیانی کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر صاحب کا ارشاد ہے کہ میرے والدِ محترم ہمیشہ "موضع بھوجیاں" کو یاد کرتے رہے۔ اور آخر وقت تک "بھوجیانی" نسبت قائم رکھی۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ ہفت روزہ "الاعتصام" کے خصوصی نمبر (جو حضرت مولانا مرحوم کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہوگا) کے لئے اس گاؤں کے حوالے سے کچھ حالات قلم بند کئے جائیں تاکہ اس گاؤں کی اہمیت اور حیثیت اجاگر ہو، جس کی یاد ہمیشہ والد علیہ الرحمہ کے دل میں جاگزیں رہی۔

چنانچہ ان کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ذیل میں اس گاؤں کی دینی، علمی، ثقافتی، معاشرتی اور مجلسی زندگی کا خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کن وجوہات کی بدولت اس گاؤں کی یاد ہمیشہ مولانا مرحوم کے دل میں تازہ رہی۔

اپنے گھر، وطن اور جائے پیدائش کی یاد انسان کے دل میں ہمیشہ رہتی ہے اور اس سے محبت بھی ہوتی ہے۔ وہ مقام وہ میدان وہ راستے جہاں انسان کے شب و روز گذرے ہوں، جہاں بچپن کے ساتھی ہوں۔ والدین اور بہن بھائی ہوں۔ کبھی نہیں بھولتے اور ان کی یاد کبھی دل سے محو نہیں ہوتی۔

خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرتے وقت جب گھر سے باہر تشریف لائے تو خانہ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا "اے مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے۔"

اسی طرح صحابہ کرام، ائمہ عظام، سلاطینِ وقت اور شعراء وغیرہ کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ اپنے وطن سے دور ہر قسم کی آسائشوں کی فراوانی کے باوجود اپنے وطن کی یاد دل سے نہ بھلا سکے۔

مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جب انگریزوں نے دلی سے گرفتار کر کے رنگون میں قید کر دیا تو وہ کسی وقت بھی "دلی" کی یاد دل سے بھلا نہ سکے۔ چنانچہ اپنے آخری وقت میں بڑی حسرت سے کہتے ہیں ؎

کتنا ہے بدنصیب ظفرؔ دفن کے لئے ۔ دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ حبّ الوطن من الایمان۔

یہی باعث تھا کہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ بھوجیانی بھی اپنے وطن موضع " بھوجیاں " کو ہمیشہ یاد کرتے رہے۔ اگرچہ پاکستان سے قبل بھی آپ کا زیادہ وقت تعلیم دافادہ کے حصول کے لئے زیادہ تر گھر سے باہر فیروز پور، گوجرانوالہ اور دہلی کے مدارس وغیرہ میں بسر ہوا لیکن " بھوجیاں " کی یاد ہمیشہ دل میں تازہ رہی۔

پاکستان بن جانے کے بعد بھی آپ کو " موضع بھوجیاں " کی یاد تڑپاتی رہی اور آپ اکثر اپنی نجی محفلوں میں اس کا ذکر کرتے اور اپنے اساتذہ کرام حضرت مولانا فیض محمد خانؒ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰنؒ کو بڑے والہانہ انداز میں یاد کرتے۔

آپ ہی کے اصرار پر میں نے کتاب " تذکرہ علمائے بھوجیاں " مرتّب کی۔ مسوّدہ کو جگہ جگہ سے دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اس بارے میں میری رہنمائی فرمائی اور حوصلہ افزائی بھی اور مختصر دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔ کتاب چھپ جانے کے بعد جب میں نے ان کی خدمت میں پیش کی تو نہایت فرحت وانبساط کے ساتھ اس کی تحسین فرمائی، یہ بھی فرمایا کہ :۔

" یہ فریضہ تو مجھ پر عائد ہوتا تھا کہ " بھوجیاں " کا تذکرہ میں خود لکھوں اور میرا ارادہ بھی تھا لیکن دیگر علمی مصروفیات سے فرصت نہ ملی۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ میری زندگی میں میرے وطن کے بزرگوں کے حالات اور ان کا تذکرہ شائع ہو گیا ہے اور موضع بھوجیاں کی اہمیت بھی واضح ہو گئی ہے "

اپنے گاؤں موضع بھوجیاں اور اہلِ بھوجیاں سے آپ کو والہانہ محبّت تھی۔ اپنے وطن سے محبت تو ہر شخص کو ہوتی ہے لیکن مولانا مرحوم کو بھوجیاں سے محض اس لئے محبّت نہیں تھی کہ ان کی یہاں پیدائش ہوئی اور ان کا بچپن یہاں گزرا، بلکہ یہ لگاؤ یا تعلق ایک اور وجہ سے تھا جس کی بنا پر آپ موضع بھوجیاں کو بھول نہ سکے اور اس کی یاد ہمیشہ دل میں جاگزیں رہی۔ اور آپ بھوجیانی ہونے پر فخر کرتے رہے۔ یہ وجہ تھی یہاں کے لوگوں کی مثالی دینداری، اسلام سے محبّت اور احکام شریعت کی پابندی کی۔ نیز یہاں کی ایک نہایت برگزیدہ اور خدا رسیدہ شخصیّت حضرت مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کی وجہ سے بھی آپ کے دل میں موضع بھوجیاں کی وقعت اور یاد برقرار رہی۔

آپ کے فرزند گرامی جناب حافظ احمد شاکر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ اباجی! آپ اپنی زندگی میں کس شخصیّت سے زیادہ متأثر ہوئے ہیں۔ والدِ مکرّم نے فرمایا کہ میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ متأثر مولانا فیض محمد خاں بھوجیانی سے ہوا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کی کس بات سے ؟ فرمایا کہ ان کی دینی غیرت سے۔

اس سلسلے میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف " تذکرہ علمائے بھوجیاں " پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

" مولانا فیض محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ ہمارے علاقے میں جماعت اہلحدیث کی مرکزی شخصیّت تھی۔ دیہاتی ماحول کی ستم رسیدہ مسلمان اقلیّت کے سعید فطرت بعض مزدور پیشہ حضرات مولانا مرحوم سے متأثر ہوئے۔ مسلک اہلحدیث قبول کیا تو اپنے گاؤں چھوڑ کر " بھوجیاں " میں مولانا موصوف کی قیادت میں ایک مختصر سی جماعت کی صورت اختیار کر لی اور سبحان اللہ کیا جماعت تھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو پیشتر ازیں جہالت و رسومات کی دلدادہ تھی۔ اب اس علاقے میں ایک مشعل تھی جو توحید و سنت کی روشنی پھیلا رہی تھی۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آگے فرماتے ہیں۔ (کسرِ نفسی ملاحظہ فرمائیں)

"اس سلسلے میں خواہ مخواہ خاکسار کا نام شامل کر لیا گیا ہے جس کا یہ عاجز اہل نہیں۔ گو بنیادی طور پر خدمتِ دین کا جو تھوڑا ذوق ہے وہ برکت اسی چشمۂ "فیضِ محمدی" کی ہے مگر زمرۂ علماء میں شمار ہونے کے لائق نہیں لیکن اس اُمید سے خاموش رہا کہ شاید ان اہل اللہ کی محبت و عقیدت اور دوستوں کا حسنِ ظن ذریعۂ نجات بن سکے۔ کما قال الشاعر۔

ے احب الصالحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

(خاکسار ننگ اسلاف ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور۔ یکم محرم الحرام ۱۴۰۴ھ)

موضع بھوجیاں اگرچہ چھوٹا سا گاؤں تھا اور اس کے درودیوار، گلیاں، کچے راستے اور پگڈنڈیاں بھی دوسرے دیہات کی ہی طرح تھیں اور وہی دیہاتی سادگی تھی لیکن چند خصوصیتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے "بھوجیاں" دوسرے گاؤں اور دیہات سے منفرد اور ممتاز تھا اور اسے استثنائی حیثیت حاصل تھی کہ یہاں کے رہنے والے یعنی اہل بھوجیاں دیگر دیہات کے لوگوں سے کئی لحاظ سے برتر اور ممتاز تھے۔

ان میں سب سے بڑی خوبی ان کی دینداری، شعائرِ اسلام کی پابندی اور اسلام سے گہری محبت تھی۔ میں نے "تذکرہ علمائے بھوجیاں" میں ذکر کیا ہے کہ "موضع بھوجیاں" اصحابِ علم و فضل، تقویٰ و طہارت، اہل زہد و ورع اور اربابِ شجاعت و لبسالت کا مسکن اور مرکز تھا۔ یہاں کے لوگوں میں دینی غیرت، شرم و حیا، باہمی محبت و موانست اور باہم یکدگر اخوت و محبت بے انتہا تھی اور وہ لوگ اسلامی سیرت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ مولانا فیض محمد اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد الرحمٰن، مولانا محمد عبد اللہ اور مولانا عبد الرحیم رحمہم اللہ جیسی شخصیات علم و فضل، تدین، فہم و فراست، قوتِ فیصلہ، عدل و انصاف، دیانت و امانت، تحمل و بردباری، تواضع و انکساری، شجاعت و دلیری، سلفیت اور ذکر و عبادت کے لحاظ سے مثالی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ موضع بھوجیاں کے قرب و جوار اور دور و نزدیک کے اکثر دیہات سے جہاں سکھوں کی آبادی زیادہ تھی، مسلمان ترکِ سکونت کر کے بھوجیاں کے اسلامی ماحول میں آ بسے تھے اور یہاں صالحین و قانتین اور مومنین و صادقین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی تھی۔

جب موضع بھوجیاں میں مولانا فیض محمد خاں کا چشمۂ فیض جاری ہوا اور کتاب و سنت کی روشنی سے تاریکیاں دور ہونے لگیں۔ آپ کے دل پذیر اور اثر انگیز وعظ و خطاب سے برسوں کی جہالت اور بدعات و رسومات کا پردہ چاک ہونے لگا تو خلق کثیر آپ کی پاکیزہ مجالس میں شریک ہو کر اپنی روحانی پیاس بجھانے لگی۔ جو شخص ایک بار آپ کی اس بابرکت مجلس میں کچھ وقت آ کر بیٹھتا وہ آپ کے جادو اثر اور سحر انگیز خطاب اور دلکش شخصیت سے ایسا متاثر، گرویدہ اور مسحور ہوتا کہ اپنا گھر بار اور مسکن چھوڑ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی کے پاس رہنے کو سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا۔

ان کے زہد و اتقاء، عفاف وصفوت اور حکمت و بصیرت کے باعث دُور دُور سے لوگ آکر یہاں رہائش پذیر ہوگئے غرضیکہ جو بھی ان کی مجلس وعظ و ذکر میں آکر بیٹھا حلقہ بگوش ہوگیا۔ جس نے دیکھا غلام بے دام ہوا۔ جس پر نظر پڑ گئی، خاک سے کیمیا اور مسِ خام سے کندن بن گیا۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

موضع بھوجیاں کی یہ خصوصیت تھی کہ مولانا فیض محمدؒ کی بدولت جماعت کے افراد میں ایسی یک جہتی اور اخوت و مودّت پیدا ہوئی کہ سب حقیقی بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے دُکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ بڑوں کا بے حد احترام کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ دشمنی، عداوت، منافرت اور مناقشت کا نام و نشان نہ رہا۔ اگر بتقاضائے بشریت آپس میں کوئی اختلاف پیدا ہوا یا کوئی جھگڑا رونما ہوا تو مولانا فیض محمدؒ فوراً مصالحت کرا دیتے۔ بعض دفعہ متنازعہ کی نوعیت کے پیشِ نظر ہر دو فریق کو بلا کر دونوں طرف سے بیان لیتے اور اپنے علم و بصیرت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ جب کسی کے حق میں فیصلہ کر دیتے تو فریق ثانی بھی اسے بلاچون و چرا تسلیم کرتا۔ یہ صورت صرف جماعت کے لئے ہی مختص نہ تھی بلکہ سارے گاؤں والے اس قسم کے معاملات میں آپ کو حَکم تسلیم کرتے۔

ایسے موقع پر گاؤں کے وسط میں ایک مسجد کے سامنے کھلے میدان میں چارپائیاں بچھا دی جاتیں اور ایک نمایاں جگہ پر مولانا مرحوم تشریف فرما ہوتے اور فریقین کے بیانات سُن کر مناسب فیصلہ صادر فرماتے جسے ہر دو فریق تسلیم کرتے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزندانِ گرامی مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا محمد عبداللہؒ کا بھی یہی طریق عمل رہا۔ غرضیکہ حضرت مولانا فیض محمدؒ کے حُسنِ عمل اور بہتر تربیت کی وجہ سے موضع بھوجیاں کی کایا پلٹ گئی۔ ذات برادری اور رنگ و نسل کا امتیاز ختم ہو گیا۔ انصار و مہاجر یک جان و دو قالب ہوگئے۔ چونکہ بہت سے لوگ دوسرے دیہات سے آکر یہاں بس گئے تھے اس لئے آپ نے مقامی اور مہاجر کا فرق ختم کرنے کے لئے کونوا عباد اللہ اخوانا کے مطابق سب کے دلوں میں بھائیوں جیسی محبت پیدا کرنیکی سعی فرمائی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ پیش آمدہ مسائل اور معاملات کے لئے مشترکہ طور پر مجلس مشاورت ہوتی اور جو باہمی فیصلہ ہوتا تمام لوگ اس کے مطابق عمل کرتے یہاں تک کہ رشتوں اور ناطوں کے سلسلے میں بھی بلاتفریق ذات برادری جماعت کے صائب الرائے حضرات ایک جگہ جمع ہوتے۔ مولانا فیض محمدؒ بھی تشریف لاتے، معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور ہوتا، اگر فیصلہ ہوتا کہ یہاں رشتہ کرنا مناسب ہے تو ہو جاتا بصورتِ دیگر رُک جاتا۔ اس بارے میں برادری اور ذات وغیرہ کی بھی پروا نہ کی جاتی۔ صرف دینداری، شرافت اور خدا و رسول کی اطاعت کو معیار قرار دیا جاتا۔

خود مولانا فیض محمد خاں نے افغان برادری سے ہونے کے باوجود (جو عموماً غیر برادریوں میں رشتے نہیں کرتے) اپنی بیٹیوں کے رشتے غیر افغان برادریوں میں کئے اور صرف اسلام اور تدیّن کو پیش نظر رکھا۔ باہمی انس و محبت اور یگانگت کو مزید بڑھانے کے لئے یہ بھی طریقہ تھا کہ تمام رُفقاء اکثر اپنے اپنے گھروں سے اپنا کھانا ایک جگہ منگوا لیتے اور سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے باہمی الفت، محبت اور ارتباط میں اضافہ ہوتا اور آپس میں اجتماعیت پیدا ہوتی۔

رمضان المبارک میں تو عجیب سماں ہوتا۔ تمام لوگ اپنے گھروں سے افطاری کے لئے مختلف اشیاء کھانا پھل، شربت اور کھجوریں وغیرہ لے کر مسجد میں آجاتے۔ اجتماعی طور پر دعاء کرتے اور افطاری کے وقت سب اکٹھے روزہ افطار کرتے۔

کسی گھر میں کوئی تقریب (ولیمہ یا عقیقہ کی) ہوتی تو مقامی احباب کے علاوہ بھوجیاں کے باہر والے جماعت کے رفقاء کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی جاتی جس میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا۔ مہمان نوازی میں بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز نہ تھی۔

موضع بھوجیاں میں علمائے کرام اور بزرگان دین کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا۔ چونکہ مولانا فیض محمدؒ غزنوی خاندان کے بزرگوں مولانا سید عبداللہ غزنویؒ، حضرت الامام عبدالجبار غزنویؒ اور مولانا عبدالرحیم غزنویؒ کے فیض یافتہ اور ان سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے جو نہایت خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اس لئے یہ حضرات اکثر موضع بھوجیاں تشریف لاتے اور عقیدت مندوں کو شرفِ زیارت سے مستفیض فرماتے۔ مولانا فیض محمدؒ کی ایک صاحبزادی بھی مولانا عبدالرحیم غزنوی کے صاحبزادہ مولانا محمد زکریا غزنوی مرحوم سے بیاہی گئیں۔ اس طرح یہ تعلق مزید استوار ہوا۔ علمائے لکھوکی، مولانا خدا بخش محمد مندراں والے (جو حافظ عبداللہ شیخوپوری کے دادا اور بہت بڑے واعظ تھے) کے علاوہ صوفی ولی محمدؒ فتوحی والے جیسی پاکباز ہستیاں تشریف لاتی رہیں۔ اس موقع پر سارا گاؤں اور قریبی دیہات سے بھی لوگ ان کی زیارت کے لئے کھنچے چلے آتے۔ اور وہ منظر دیدنی ہوتا۔ میرے والدِ گرامی جن کی عمر اس وقت سو سال سے متجاوز ہے۔ اس کے عینی شاہد ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک موقع پر ایک شخص نے امساکِ باراں اور قحط سالی کا ذکر کیا اور بارش کے لئے دعاء کرنے کے لئے عرض کی۔ تمام بزرگ، غزنوی علماء اور مولانا فیض محمدؒ نے اسی وقت اس مجلس میں ہاتھ اٹھائے اور خدا سے بارش کی دعاء کی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھتے دیکھتے بادل امنڈ آئے اور موسلا دھار بارش ہوگئی۔ اور چاروں طرف ایک ہوگیا۔

موضع بھوجیاں کی مساجد نمازیوں سے بھری ہوتیں۔ لوگ نماز باجماعت ادا کرنے کی سختی سے پابندی کرتے۔ مولانا فیض محمدؒ عشاء کی نماز دیر سے پڑھنے کے قائل تھے۔ جب تک آپ تشریف نہ لاتے۔ نمازی بیٹھے انتظار کرتے رہتے۔ حالانکہ ان میں اکثریت کسانوں اور زمینداروں کی ہوتی جو سارا دن زمینوں پر کام کر کے تھکے ماندے گھر آتے۔ اس کے باوجود نمازِ عشاء کی جماعت کے لئے دیر تک انتظار کرتے۔

"مسجد فیض محمدیؒ" جو مولانا فیض محمدؒ نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی۔ اس میں پرانی مغلیہ تعمیرات کی جھلک نظر آتی تھی۔

یہ مسجد کیا تھی رشد و ہدایت کا منبع، دائرۃ الاصلاح اور ذکرِ الٰہی کا "زاویہ" تھی۔ آپ کے عقیدت مند بیشتر وقت یہیں گذارتے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر ہے جب وہ فرشتہ خصلت بزرگ یعنی میاں رکن الدین میاں ولی محمدؒ (برادرِ خورد مولانا فیض محمدؒ) حاجی کریم بخش۔ حاجی شمس الدینؒ۔ خلیفہ امام الدینؒ۔ میاں نور الدینؒ، (مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے خسر) اور میاں عبداللہ کوٹیا مسجد میں بیٹھے ذکر و افکار اور تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوتے۔ ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاروں طرف سکون وطمانیت اور رحمتِ خداوندی کا ہالہ قائم ہوتا۔ یہ لوگ موضع بھوجیاں کی آبادی میں لعل وگہر اور انمول متاع کا درجہ رکھتے تھے۔ ؎

یارب وہ ہستیاں کس دیس بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

بھوجیاں میں مولانا فیض محمدؒ کا قائم کردہ مدرسہ فیض الاسلام علوم وفنون کا مرکز تھا۔ اس چشمۂ فیض سے فارغ ہونیوالے علمائے دین کی بدولت دُور دراز کے علاقوں میں دین کی تبلیغ، مسلکِ حقہ اہلحدیث کی اشاعت اور شرک وبدعت کی بیخ کنی ہوئی۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھی اسی چشمۂ صافی کے فیض یافتہ تھے۔ گویا یہ گاؤں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا ایک مرکز تھا جس کے علمی، روحانی اور دینی فیوض سے ہزاروں لوگ بہرہ ور اور متمتع ہوئے۔ اور تمام علاقہ کتاب وسُنّت کی روشنی کی کرنوں سے منوّر ہوا۔

گاؤں کی مستورات بھی اسلامی جذبہ سے سرشار اور اسلامی اقدار کی پابندی میں پیش پیش تھیں "فیض محمدی مسجد" کے بائیں جانب مسجد سے ملحق ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ اکثر خواتین وہاں آکر پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتیں اور جمعہ کے روز تو وہاں عورتوں کا کافی ہجوم ہوتا جو خطبہ جمعہ سنتیں اور نماز ادا کرتیں۔ لوگ دُور دراز سے مولانا فیض محمدؒ کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کرنے آتے۔ پردے کی اتنی پابندی کسی اور جگہ نہیں دیکھنے میں آئی جتنی موضع بھوجیاں کی خواتین میں تھی۔ بلاضرورت کوئی عورت گھر سے باہر نہ نکلتی۔ جو زمیندار عورتیں کھیتوں میں اپنے کام کاج کے لئے جاتیں وہ سر سے پاؤں تک لمبی چادروں میں لپٹی ہوتیں۔ سامنے سے مرد آتے ہوں تو راستے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو جاتیں جب وہ گزر جاتے پھر چلتیں۔

بغیر اجازت کوئی کسی کے گھر میں نہ جاتا۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی جاتی۔ اگر کوئی گھر میں ہوتا اور اجازت ہوتی تو اندر جاتا۔ اس کی پابندی یہاں تک دیکھنے میں آئی کہ میں نے اپنے اُستاذِ محترم مولانا عبدالرحمٰن کو کئی بار دیکھا کہ اپنی والدہ کے گھر جاتے تو جا کر دروازہ کھٹکھٹاتے اگر اندر سے کوئی آنے کو کہتا تو اندر جاتے ورنہ دروازہ سے ہی واپس آجاتے۔

غرضیکہ موضع بھوجیاں کی تہذیب وثقافت، رہن وسہن، معاشرت وسیاست سب میں اسلام کی جھلک نمایاں تھی۔

یہاں شادی بیاہ وغیرہ اور دیگر تقریبات میں کوئی غیر شرعی رسم نظر نہ آتی۔ مولانا فیض محمدؒ کا اتنا رُعب تھا کہ کسی شخص کو جرأت نہ تھی کہ ان مواقع پر ڈھول ڈھمکے یا باجے گاجے وغیرہ کا اہتمام کرے۔ بھنڈ۔ ڈوم، نقال، ہیجڑے، مراثی اور بندروں وغیرہ کا تماشہ کرنے والے گاؤں میں قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ نوجوانوں میں آوارہ مزاجی، یاوہ گوئی، بدمعاشی، بدچلنی اور غنڈہ گردی جیسی مذموم عادات موجود نہیں تھیں۔ نہایت شریفانہ ماحول تھا۔ لوگ اچھے کردار اور اعلیٰ اطوار سے متصف تھے۔

اہلِ بھوجیاں ملک کی آزادی کے لئے بھی دیگر محبانِ وطن کی طرح ایسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے جو اس مقصد کے لئے ملک میں جاری تھیں۔ انگریزوں کے خلاف گاؤں کے لوگوں میں زبردست نفرت موجود تھی۔ مولانا فیض محمدؒ کی انگریز دشمنی تو مشہور تھی۔ آپ کا سیّد احمد شہیدؒ کی جماعتِ مجاہدین کے ساتھ بھی خفیہ رابطہ قائم تھا۔ اس سلسلے میں صوفی عبداللہ اوڈانوالہ اور صوفی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولی محمد فتوحی والہ سے تعلق استوار تھا۔

چمرقند اور اسمست میں مقیم مجاہدین کے لئے ہندوستان سے فراہمی زر کا خفیہ طور پر منظم انتظام تھا۔ مجاہدین کے لیے امدادی رقوم جمع کرنے والے اصحاب، سر ہتھیلی پر رکھ کر یہ کام کرتے تھے۔ مختلف بھیس بدل کر شہروں قصبات اور دیہات میں پہنچتے اور امدادی رقوم وصول کر کے مختلف ذرائع اور وسائل سے پوشیدہ طور پر مجاہدین کو روانہ کرتے۔

اس فنڈ کی فراہمی کے سلسلے میں موضع بھوجیاں بھی ایک گڑھ تھا جس کا تمام نظام مولانا فیض محمد خاں[1] کے سپرد تھا جب کوئی مجاہد یہاں پہنچتا تو آپ جمع شدہ رقم خفیہ طریق پر اس کے حوالے کر دیتے۔ جس کی کانوں کان کسی کو خبر تک نہ ہوتی۔ اگرچہ انتہائی احتیاط سے یہ کام سرانجام دیا جاتا تھا لیکن انگریزوں کی جاسوسی کا جال بھی تمام ملک میں بچھا ہوا تھا۔ اسے شک تھا کہ آپ کا رابطہ مجاہدین سے ہے۔ اس لئے ایک بار پولیس کی بھاری جمعیت نے پوری ناکہ بندی کر کے آپ کے مکان پر چھاپہ مارا۔ مکان سے تو کوئی چیز برآمد نہ ہوئی جس سے ان کے خلاف کوئی شہادت پیش کی جاتی مگر شک کی بنا پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور آپ کے ساتھ سیالکوٹ سے مولانا محمد ابراہیم میر کو بھی گرفتار کیا گیا۔ یہ دونوں بزرگ ایک ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ جب کوئی واضح ثبوت وہ فراہم نہ کر سکے تو انہیں رہا کر دیا گیا۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف پر بھی اپنے استاذ گرامی کا بڑا اثر تھا۔ آپ شروع ہی سے ملک کی آزادی کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ انگریز دشمنی آپ کے رگ و پے میں رچی بسی ہوئی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل آزادیٔ وطن کی بعض تحریکوں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قائدانہ راہنمائی بھی فرمائی۔

موضع بھوجیاں کے "مدرسہ فیض الاسلام" میں ایک وسیع لائبریری تھی، جس میں ہر علم و فن کی نایاب اور وقیع کتابیں موجود تھیں۔ درسی کتب کے علاوہ تفاسیر و احادیث، تاریخ و رجال، شروح و اصول، ادب و معانی، لغت و بلاغت، عروض و ریاضی، علم کلام، علم طب و علم وراثت وغیرہ پر مشتمل کتابوں کا وسیع ذخیرہ تھا۔ ملک کے دوسرے حصوں سے باخبر رہنے کے لئے روزنامہ "زمیندار" لاہور سہ روزہ "مدینہ" بجنور اور ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر باقاعدہ جاری تھے۔

عہد قریب میں جن اہم مقامات اور شخصیتوں نے عوام کے دل و دماغ پر اثر چھوڑا ہے۔ اور ان کے علمی، فکری، دینی، ذہنی اور سیاسی حلقوں پر حاوی رہیں۔ ان میں موضع بھوجیاں، اس کے مکین و سکان اور وہاں کی عہد آفریں شخصیت مولانا فیض محمد بھی تھے جن کی اثر آفرینی، علمی پایہ اور تدبر و فراست کے سب معترف تھے۔ ان کی ذہانت و حذاقت، باریک بینی، دقیقہ رسی، اور حقیقت شناسی کا ایک عالم گواہ ہے۔ ان کے اکثر تلامذہ بھی ان اوصاف سے آراستہ تھے۔ اور اپنی جنم بھومی کی یہی خوبیاں

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم کو مولانا فیض محمدؒ کے احوال معلوم نہ ہو سکے۔ ورنہ وہ اپنی تصنیف سید احمد شہیدؒ کے آخری حصہ میں ضرور ذکر کرتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صفات ہمارے ممدوح مولانا علیہ الرحمہ کو گھٹی میں ملی تھیں۔ چنانچہ ان کا نام اور کام عرصہ تک زندہ رہے گا۔ ان کی تصانیف اور مطبوعات علمی حلقوں میں وقیع اور مقبول ہیں۔ ان کی اکیلی ذات ایک جماعت کی مانند تھی جو کام انہوں نے بحیثیت فردِ واحد کر دکھایا بڑی بڑی انجمنوں اور جمعیتوں سے بھی نہ ہو سکا۔ ان کے متعدد جاری کردہ ادارے اس کے گواہ ہیں۔ ان کی یہ سب صلاحیتیں اور قابلیتیں بقول انہی کے موضع بھوجیاں کے اسی "چشمۂ فیض محمدی" کی رہینِ منت ہیں اور یہ سب اسی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ اس چھوٹے سے گاؤں کے حالات و واقعات اور اس کی خوبیاں کہاں تک لکھوں۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

یہ تھا گاؤں بھوجیاں جس کی وجہ سے مولانا مرحوم ہمیشہ "بھوجیانی" کہلانے میں فخر محسوس کرتے رہے۔ اور اس کی یاد ہمیشہ دل میں تازہ رہی اور وہاں کی علمی، دینی اور دیگر اہم شخصیتوں کا تذکرہ لکھنے کا مجھے حکم دیا جو "تذکرۂ علمائے بھوجیاں" کے نام سے مطبوع ہو کر منصۂ شہود پر آیا۔

قارئین کرام شاید میری متذکرۃ الصدر تصریحات کو مبالغہ آمیزی پر محمول کریں کہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں یہ سب کچھ کیسے ممکن تھا لیکن جن حضرات نے قیام پاکستان سے قبل موضع بھوجیاں کو بچشم خود دیکھا ہے وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ یہ گاؤں علم و فضل کا گہوارہ، اسلامی اقدار کا علمبردار، تبلیغ و دعوت اور وعظ و ارشاد کا مرکز تھا اور یہاں کے رہنے والے سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

آپ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی زندگی پر نظر ڈالیں۔ بلند علمی پایہ کے ساتھ آپ کی بُردباری، انکسار و تواضع، خلق و مروّت، اخلاص و وضعداری، کتاب و سُنّت سے شیفتگی، سادہ اور درویشانہ طرزِ زندگی، محدود معاشی وسائل کے باوجود اپنے علمی ذوق کی تسکین کی خاطر ہر علم و فن پر ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کرنا، نایاب اور کمیاب کتابوں کی اشاعت یہ اتنا عظیم کارنامہ ہے جو انہوں نے بحیثیتِ فردِ واحد انجام دیا۔ اسی بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے اساتذہ کرام اور بھوجیاں کے دیگر بزرگ کس پائے کے ہوں گے جن کی یاد مولانا مرحوم کے قلب و ذہن پر آخر تک مستولی رہی۔ اور انہیں کبھی بھی فراموش نہ کر سکے۔ یہ گلشن رنگا رنگ جس کی رعنائی اور زیبائی کی داستان آپ سن چکے ہیں۔ اب ذرا دل تھام کر اس گل و گلزار کی تباہی و بربادی اور ہلاکت و فلاکت کی کہانی بھی سن لیں جس کے لئے آج بھی ہزاروں آنکھیں اشکبار اور سینکڑوں قلوب دلفگار ہیں۔

ع میرا رونا نہیں رونا یہ رونا ہے گلستاں کا

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ رستخیز میں جو اس گاؤں پر گذری قلم و قرطاس میں یارا نہیں کہ اسے بیان کر سکے۔ اس کی تفصیل میری کتاب "تذکرہ علمائے بھوجیاں" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ موضع بھوجیاں کے بارے میں یہاں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے بعض اہم شخصیتوں نے تحریر کئے ہیں۔

ان تبصرہ نگاروں میں نامور علمائے کرام، معروف مدیرانِ جرائد، مصنفین اور سیاسی قائدین حضرات شامل ہیں۔ لیکن ہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طوالت کے خوف کے پیشِ نظر چند ایک آراء کے اندراج پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے ہماری تصنیف " تذکرہ علمائے بھوجیاں" کا مطالعہ فرمائیں۔

اب تأثرات ملاحظہ ہوں۔

مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میرمحمدی

میرے نانا جی (حضرت مولانا فیض محمد رحمہ اللہ) کے فیضِ صحبت سے "بھوجیاں" اور قریبی علاقہ کے لوگ دین کے ایسے شیدائی بن گئے کہ جمعہ سُننے کے لئے دس بارہ میل پیدل سفر کرکے پہنچتے اور بعض بزرگ تو ہجرت کرکے "بھوجیاں" آباد ہوگئے تھے۔ ان میں نماز باجماعت اور تہجّد گذاری کے بے پناہ شوق کے علاوہ باہمی ایثار و محبّت اس انداز کی تھی کہ صحابہ کرامؓ کی یاد تازہ ہوگئی (تذکرہ علمائے بھوجیاں صفحہ ۳۰)

جناب علاّمہ عزیز انصاری صاحب

" بھوجیاں" صرف ایک گاؤں نہیں۔ علم و دین کے ٹھوس خدمت گذاروں کا ایک پُرشکوہ مرکز تھا۔ مولانا فیض محمد مرحوم جنہیں علمی اور رُوحانی لحاظ سے بلند مرتبہ اور مقام حاصل تھا اور حضرت مولانا سیّد عبد الجبار غزنویؒ کے فیض یافتہ اور ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

موضع "بھوجیاں" اور مضافات بلکہ ضلع امرتسر میں انہیں مرکزی حیثیّت حاصل تھی۔ اس گاؤں کی دینی، علمی، تبلیغی اور ملّی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی اسی قافلۂ دین و حُرّیت کے ایک فرد ہیں اور اپنی روایات کے حامل۔ یہی وجہ ہے کہ بطورِ عالمِ دین ملک گیر ہی نہیں عالمی شہرت رکھنے کے باوجود اپنے نام کے ساتھ "بھوجیانی" کا لاحقہ ضرور لکھتے ہیں۔ ایضاً ص۳۸۔

جناب محمّد بشیر انصاری ایم اے۔ مُدیر ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور

" بھوجیاں" مشرقی پنجاب ضلع امرتسر کا ایک گاؤں ہی نہیں بلکہ اہل اللہ اور اہلِ دل کا مرکز تھا۔ جہاں حضرت مولانا فیض محمد بھوجیانی رحمہ اللہ کے تینوں نامور صاحبزادے ۱۹۴۷ء کی تحریکِ پاکستان میں غیر مسلموں سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرگئے۔ (ص ۴۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد یوسف صاحب راجووال

علمائے بھوجیاں سے میرے ایک اُستاذِ محترم بقیدِ حیات ہیں (حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی وفات سے قبل کے لکھے ہوئے تأثرات) اُستاذی مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بھوجیانی جو بہترین خطیب، اعلیٰ مدرس علماء کرام کا ملجا و ماوٰی اور پوری جماعت کا خلاصہ ہیں۔ ص ۳۶

خواجہ افتخار احمد مصنّف "جب امرتسر جل رہا تھا"

امرتسر سے چند میل کے فاصلے پر واقع گاؤں "بھوجیاں" کی مردم خیزی اور اس علاقے میں بسنے والے مسلمان جیالوں کی اُولوالعزمی اور حریّتِ فکر کا تذکرہ سب سے پہلے جن بزرگوں کی زبانی سننے کا اتفاق ہوا۔ ان میں تحریکِ آزادی کے سرفروش اور کفن بردوش علمائے کرام مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل غزنوی (مرحومین) کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں جن کے قدموں میں بیٹھنے کی مجھ ناچیز کو سعادت حاصل تھی . . . . بعد ازاں بھوجیاں کی جس عظیم ہستی نے میرے دل و دماغ پر خلوص اور اپنی عظمت، سادگی اور تبحرِ علمی کا گہرا نقش ثبت کیا وہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کی ذاتِ گرامی تھی۔ الخ (ص ۳۹)

جناب مجیب الرّحمٰن شامی مُدیر ماہنامہ "قومی ڈائجسٹ"

موضع بھوجیاں مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر کا ایک معروف گاؤں تھا جو اپنے محلِ وقوع اور دینی مرکز ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیّت کا حامل تھا۔ اس میں اتنے آسمان محوِ آرام ہیں کہ اس کی سعادتوں پر رشک آتا ہے۔ چند مربّع میل کے اس علاقے میں ایسے نامور علمائے کرام اور صُلحائے عظام پیدا ہُوئے اور اسلام پر فدا ہونے والی ایسی نابغۂ روزگار شخصیتوں نے پرورش پائی جن کے ذکر سے دل کو راحت ملتی ہے اور آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں موضع بھوجیاں پر قیامت ٹوٹ گئی۔ یہ گاؤں اسلام کا مرکز ہونے کی وجہ سے اعداء کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ اس لئے بھارتی فوج کے سائے میں غنڈوں اور درندوں نے نہتے فرزندانِ توحید پر حملہ کر دیا اور اسلام دشمنی کے تحت بھوجیاں کو تہس نہس کرنے کی کوشش کی۔ سکھوں کے حملے کے دوران بھوجیاں کے معروف علماء اور بزرگ ان کے ظلم وستم کا نشانہ بن کر خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے ساتھ اٹھارہ سو کے قریب دوسرے مسلمان شہید ہوئے۔ ہزاروں دینی کتب پر مشتمل کتب خانہ جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ اور ایک ہزار کے قریب مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو اغوا کر لیا گیا۔ بچے کھچے اہلِ ایمان کو ہجرت کی سُنّت کو سینوں سے لگا کر پاکستان آنا پڑا۔ (ص ۴۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف علیہ الرحمہ کے تأثرات قلم بند کئے جاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

"تذکرہ علمائے بھوجیاں" بہت پہلے مرتب ہو جانا چاہئے تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ فسادات میں اُستاذنا حضرت مولانا عبدالرحمٰن خاں، حضرت مولانا عبداللہ خاں اور مولانا عبدالرحیم رحمہم اللہ چونکہ سکھوں کے ہاتھوں مردانہ وار مقابلہ کے بعد شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مذکورۃ الصدر علی الترتیب تین بھائی تھے۔ علم و حیا اور عفت و پاکبازی کے پیکر، قابل ترین مدرس، علم و فضل کے گنجینہ، شجاعت و بسالت سے مزین زہد و ورع سے متصف، اعمال صالحہ کے مجسمہ اوصاف عالیہ کے حامل تھے۔ رحمہم اللہ فی جنت النعیم الخ مسّ

غرضیکہ "موضع بھوجیاں" ایک عظیم دینی اور علمی مرکز تھا جس سے ہزاروں انسانوں نے دینی اور روحانی فیوض حاصل کئے۔ یہی وجہ ہے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے آخر عمر تک "بھوجیانی" کی نسبت اپنے نام کے ساتھ قائم رکھی۔ رحمہ اللہ غفر لہ وادخلہ جنۃ الفردوس۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم علیم ناصری
لاہور

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح حیات

شخصیت

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے بانیوں میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ علم و فضل اور زہد و تقوٰی میں اپنے دَور کے سربرآوردہ علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ اپنی سادگی اور منکسر المزاجی کے مطابق خود نمائی اور جاہ پسندی سے اگرچہ کوسوں دور تھے مگر اس کے باوصف ملکی اور ملی سطح پر مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے بعد انہی کو مسلکِ اہلحدیث کا نمائندہ اور ترجمان تصوّر کیا جاتا رہا ہے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے بھی علماء کی مجالس میں اہلحدیث کی نمائندگی ہمیشہ آپ ہی فرماتے رہے ہیں۔

مولد و منشا

مولانا موصوف ایک محتاط اندازے کے مطابق ۹/۱۹۰۸ء میں موضع بھوجیاں ضلع امرتسر (ہند) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی میاں صدر الدین حسین مرحوم ایک شریف النفس، متّقی اور پارسا شخص تھے۔ وہ مسلک اہلحدیث کے ناطے بھوجیاں کے مولانا فیض اللہ خاں مرحوم و مغفور کے عقیدتمند اور رفیق تھے۔ مولانا فیض اللہ خاںؒ قصور کے حکمران افغان خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس کو رنجیت سنگھ کے عہدِ حکومت میں سکھوں کی غارت گری کے باعث پنجاب کے مختلف علاقوں میں تتر بتر ہونا پڑا۔ جماعت اہلحدیث کے ولی صفت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی اسی عظیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور مولانا فیض اللہ خاں مرحوم و مغفور کے نواسے ہیں۔

ابتدائی تعلیم

میاں صدر الدین حسین مرحوم خود بھی دینی تعلیم سے کماحقہٗ بہرہ ور تھے۔ قرآن مجید (باترجمہ) پر مکمّل عبور رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے بیٹے محمد عطاء اللہ حنیفؒ کو پہلے قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کے لئے مولانا عبد الکریم بھوجیانی کے پاس بٹھایا اور ناظرہ کے بعد ترجمہ قرآن خود پڑھانے لگے۔ ترجمے کی تکمیل مولانا نے مولانا فیض اللہ خاںؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد الرحمن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھوجیانی سے فرمائی ۔ نیز مولانا عبدالرحمنؒ ہی سے ابتدائی دینی کتب بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی ۔ انہی دنوں مولانا حاجی امان اللہ مرحوم (حاجی ابراہیم انصاری کے بڑے بھائی) سے فارسی بھی پڑھتے رہے اور کریما، گلستان، بوستان اور دیگر متداول کتب نہایت ذوق و شوق سے پڑھیں بچپن ہی سے مولانا کو تحصیل علم کا فطری ذوق تھا، اس لیے متذکرہ کتب پڑھنے کے بعد مزید تعلیم کا شوقِ فراواں آپ کو کشاں کشاں دہلی لے گیا ۔ یہ ۱۹۲۴ء کا سال تھا جب دہلی میں حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ چند سال پیشتر انتقال فرما گئے تھے ۔ آپ نے مسجد کلاں میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی (رحمہ اللہ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور وہاں دو سال تک صحاح ستہ اور تفسیر جلالین کی تعلیم پائی ۔ اسی دوران دوسرے سال میں مولانا شرف الدین دہلویؒ سے شرح نخبۃ الفکر اور موطا امام مالک کا درس بھی لیا ۔ دہلی سے واپسی پر آپ گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ چلے گئے ۔ اور حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے ۔ یہاں آپ نے حضرت حافظ صاحب سے تفسیر بیضاوی، عربی ادب، فلسفہ، فقہ اور علم ہیئت وغیرہ پر دسترس حاصل کی ۔ یہاں سے تکمیلِ علم کے بعد آپ لکھوکے ضلع فیروزپور میں "خوب سے خوب تر" کی تلاش میں چلے گئے ۔ وہاں مولانا عطاء اللہ مرحوم سے متوسطات درسِ نظامی پر عبور حاصل کیا ۔ اسی مدرسہ میں مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالویؒ بھی آپ کے ہم مکتب تھے ۔ جہاں ان کے ساتھ قلبی تعلقات استوار ہوئے اور تاحینِ حیات قائم رہے ۔

لکھوکے سے آپ پھر گوندلانوالہ تشریف لے گئے اور حضرت حافظ محمد محدثؒ سے کچھ مزید کتب کی تعلیم حاصل کی اور تمام متداول دینی علوم پر عبور حاصل کر لیا ۔ یہ ۱۹۳۲ء تک کے واقعات ہیں جب آپ کی عمر تیئیس چوبیس سال کو پہنچ چکی تھی ۔

قبلِ تقسیم تدریس و خطابت

اسی سال (۱۹۳۲ء) میں آپ اپنے گاؤں بھوجیاں چلے گئے ۔ جہاں مدرسہ فیض الاسلام جاری تھا ۔ آپ کے والدین تو آپ کے دہلی جانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے ۔ ان کے بعد مولانا فیض اللہ خاںؒ بھی انتقال فرما گئے تھے ۔ ان کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمنؒ نے آپ کو اپنے مدرسہ میں بطور معلّم مقرر کیا اور آپ وہاں تدریسی فرائض انجام دینے لگے ۔ اُدھر مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی مرحوم کی قیادت میں صوبہ پنجاب کی جماعت اہلحدیث کی تنظیم قائم ہوئی ۔ اور اس کے تحت گوجرانوالہ میں ایک دارالعلوم کھولا گیا اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کو وہاں بطور صدر مدرس متعین کیا گیا مگر یہ مدرسہ بوجوہ امرتسر منتقل ہو گیا اور آپ کو کوٹ کپورہ ضلع فیروزپور سے مرکزی مسجد کی خطابت کی دعوت آ گئی ۔ ۱۹۳۳ء میں آپ کوٹ کپورہ (ریاست فریدکوٹ، ضلع فیروزپور) تشریف لے گئے جہاں تقریباً ۴ سال خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ۔

۱۹۳۷ء میں مولانا محمد علی لکھوی نے آپ کو مرکز الاسلام طلب کر لیا جو انہوں نے لکھوکے سے تقریباً دو میل شمال میں دو مربعے زمین خرید کر قائم کیا تھا ۔ وہاں ایک سال قیام کے بعد ۱۹۳۸ء میں آپ فیروزپور شہر مسجد گنبداں والی میں خطیب مقرر ہوئے ۔ جہاں آپ نے مدرسہ نذیریہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی جس میں تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام دیتے رہے۔

قیامِ فیروزپور

کوٹ کپورہ میں قیام کے دوران آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ اور وہیں آپ کے اکلوتے صاحبزادے حافظ احمد شاکر کی ولادت ہوئی۔ اس زمانے میں ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ آپ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چونکہ آپ اہلحدیث فکر و نظر کے حامل تھے اور شہدائے بالاکوٹ کی تحریک جہاد کے حرّیت آموز نظریات آپ کی رگ و پے میں سمائے ہوئے تھے۔ اس لئے جہاد کی تڑپ آپ کے ایمان کا ایک حصّہ بن گئی تھی۔ اُدھر علم و خبر کے میدان میں ہندوستان بھر میں مولانا ابُوالکلام آزادؒ کا طوطی بول رہا تھا۔ اس لئے نوجوان علماء ان سے متاثر ہی نہیں۔ ان کے قافلۂ حرّیت کے فعال کارکن تھے۔ مدرسہ دیوبند اور اہلحدیث مدارس کے پُرجوش علماء انگریز کے خلاف ہراول دستے کا کام کر رہے تھے۔ مولانا عطاء اللہؒ بھی اُنہی آتش نوا غازیوں میں شامل ہو گئے اور وعظ و خطابت میں آزادی کے جیالے مجاہدین میں شمار ہونے لگے۔ اُدھر ۱۹۳۹ء میں جنگِ عالمگیر دوم شروع ہو چکی تھی جس کے دوران انگریز نے حرّیت پسندوں کو دبانے اور آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کے لئے تمام جابرانہ حربے استعمال کرنے شروع کر دیے۔ ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا کانگرس نے باقاعدہ بغاوت کا آغاز کر دیا اور جمعیت علمائے ہند، مجلسِ احرار اور دیگر بعض جماعتوں نے انگریز کے خلاف جہادِ آزادی کا باقاعدہ اور عملی مظاہرہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے سرکردہ لیڈروں کو قید و بند کی سزائیں دی جانے لگیں۔ یہ ایک طویل داستان ہے اور یہاں اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ مولانا محمد عطاء اللہؒ نے بھی اس جہادِ حرّیت میں نمایاں طور پر حصّہ لیا۔ اور جمعیت العلمائے ہند کے ضلعی صدر رہے۔

قیامِ فیروزپور میں آپ نے علمی اور تبلیغی مساعی کے ساتھ ساتھ نادر کتب جمع کرنے کا بھی سلسلہ قائم کر رکھا تھا حتی الامکان ہر پرانی کتاب تلاش کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کی اور ہر نئی طبع شدہ کتاب کو اپنے اس علمی ذخیرے کی زینت بنایا۔ کتابیں خریدنے، پڑھنے اور حفاظت سے رکھنے کا ذوق و شوق اتنا فراواں تھا کہ اپنی معاشی ضروریات کو پس پشت ڈال کر بھی کتابیں حاصل کر لیا کرتے تھے۔ گویا کتابوں کو اپنی اولاد کی طرح بلکہ اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو اس سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور ان کی حفاظت اور ترتیب کا ایسا عمدہ سلیقہ رکھتے تھے کہ لائبریری سائنس کے ماہرین بھی کیا رکھتے ہوں گے۔

ہجرت

اگست ۱۹۴۵ء میں جنگِ عالمگیر اختتام کو پہنچی تو انگریزی حکومت نے اپنی حاکمانہ بساط کا جائزہ لیا۔ جنگ نے ان کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی حالت کو ناگفتہ بہ کر دیا تھا۔ انہوں نے ہندوستان اور دیگر مقبوضات پر زیادہ دیر تک تسلّط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم رکھنے کی ہمت نہ پائی۔ اور یہاں کی آزادی کی تحریکوں سے مذاکرات کے ذریعے انتقالِ اقتدار کا فیصلہ کرلیا۔ کانگرس اور مسلم لیگ کے مطالبات کو تسلیم کرلیا گیا اور پاکستان کے قیام کے پروگرام پر عملی اقدامات کا آغاز کر دیا۔ یہ ۱۹۴۶ء کا دور تھا جب ہندوستان کی سیاسی فضا نہایت مکدر ہو گئی تھی اور تقسیم ملک کے فیصلے نے ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑکا دی تھی۔ انہی ایام میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رحمہ اللہ) کو اوڈانوالہ ضلع فیصل آباد سے امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) کی دعوت ملی کہ ان کے مدرسے میں شیخ الحدیث کی مسند سنبھالیں۔ آپ اوڈانوالہ تشریف لے گئے مگر گھر بار فیروزپور ہی میں رکھا۔ ۱۹۴۷ء میں رمضان المبارک کی تعطیلات پر فیروزپور آئے تو ملک گیر فسادات کی آگ بُری طرح بھڑک رہی تھی۔ ۱۴ اگست ۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آگیا تھا مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں پاکستان کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ آپ نے بھی اہل وعیال کو ساتھ لیا اور گھر کا تمام اندوختہ مع کتب جرائد دینیں چھوڑ کر بے بسی کے عالم میں گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) پہنچ گئے۔

پاکستان میں قیام لاہور

اسی زمانے میں مولانا محمد داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ نے امرتسر سے لاہور ہجرت کی اور مدرسہ غزنویہ کو شیش محل روڈ پر دوبارہ قائم کیا جسے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے جاری فرمایا اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کو گوندلانوالہ سے بلا کر اس دارالعلوم کے شیخ الحدیث کی مسند تفویض کی۔ دارالعلوم کے سامنے احاطے میں مولانا کو ایک مکان میسر آیا جس میں آپ نے تمام عمر بسر کر دی۔

مرکزی جمعیت اور الاعتصام

۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو لاہور میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی جس کے صدر مولانا محمد داؤد غزنوی مرحوم، اور ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم صاحب مقرر ہوئے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اس جماعت کے بانیوں میں ایک نمایاں مقام کے حامل تھے اور مرکزی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ نے اسی زمانے میں ایک ہفت روزہ مجلے کی منظوری حاصل کی اور اگست ۱۹۴۹ء میں گوجرانوالہ سے ہفت روزہ "الاعتصام" جاری کیا۔ آغازِ کار میں اس مجلے کے جملہ اخراجات گوجرانوالہ کی جمعیت اہل حدیث برداشت کرتی رہی۔ اور پھر مرکزی جمعیت نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اور لاہور سے اس کی اشاعت شروع ہوگئی۔ الاعتصام کے طابع وناشر تو خود مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ تھے مگر اس کے پہلے مدیر مولانا محمد حنیف ندویؒ مقرر ہوئے جنہوں نے کئی سال یہ فریضہ باحسن وجوہ انجام دیا۔

مکتبہ سلفیہ

اسی زمانے میں آپ نے دارالعلوم بلڈنگ کی ایک دکان میں مکتبہ سلفیہ قائم کیا جس میں کتب کی خرید وفروخت کے علاوہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعتی ادارے کا بھی کام شروع کر دیا۔ جو بحمد اللہ اب تک قائم ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر صاحب اور ان کے فرزند انہی بنیادوں پر کام کر رہے جو حضرت مولانا نے قائم فرمائی تھیں۔ مکتبہ سلفیہ میں آپ نے جو طباعتِ کتب کا اہتمام کیا وہ بھی مثالی ہے۔ آپ نے بغیر کسی اہم سرمائے کے نہایت چھوٹے پیمانے پر اشاعتِ کتب کا آغاز کیا اور بتدریج ایسی وقیع کتب معرضِ طباعت میں لائے کہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ تمام کام آپ بغیر کسی دنیوی سہارے اور بغیر کسی عملے کے کرتے رہے۔ جو کمپنیوں اور انجمنوں کے کرنے کا تھا۔ یہ آپ کا اشاعتی ادارہ بھی تھا اور دیوان خانہ بھی، جہاں بڑی بڑی علمی شخصیتیں آکر آپ کی صحبت سے استفادہ کرتی تھیں۔

تالیفی اور اشاعتی خدمات

آپ نے اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ سلفیہ کے زیر اہتمام مندرجہ ذیل اہم کتب شائع فرمائیں جن پر آپ کے حواشی اور تعلیقات نے ان کی اہمیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔

۱۔ حیاتِ امام احمد بن حنبلؒ از شیخ ابوزہرہ مصری ترجمہ اُردو رئیس احمد جعفری : مع حواشی مولانا

۲۔ حیاتِ امام ابن تیمیہؒ از شیخ ابوزہرہ مصری ترجمہ اُردو رئیس احمد جعفری : مع حواشی مولانا

۳۔ حیاتِ امام ابوحنیفہؒ از شیخ ابوزہرہ مصری ترجمہ اُردو مولانا غلام احمد حریری : مع حواشی مولانا

۴۔ سُنن نسائی محشی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بنام "التعلیقات السلفیہ"

۵۔ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ کا حصہ سوم ہے۔ یہ غیر مطبوعہ مخطوطہ تھا۔ جسے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے بڑی کاوش سے ایڈٹ کیا اور اپنے حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔

۶۔ سیرت امام شوکانیؒ تالیف مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (یہ کتاب تقسیم ملک سے قبل شائع کی گئی تھی)

۷۔ پیارے رسولؐ کی پیاری دُعائیں۔

۸۔ کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر کی زبانی۔

۹۔ دیوان حماسہ عربی مع حاشیہ از مولانا اعزاز علی دیوبندی ترجمہ اُردو مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب۔

۱۰۔ حیاتِ ولی (شاہ ولی اللہؒ کے حالاتِ زندگی) از مولانا رحیم بخش دہلوی۔

۱۱۔ اصولِ تفسیر از امام ابن تیمیہ ترجمہ: مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی)

۱۲۔ تفسیر احسن التفاسیر از مولانا احمد حسنؒ (تفسیر میں احادیث درج تھیں حوالے نہ تھے جو مولانا نے شامل کئے۔

۱۳۔ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ محمدیہ پاکٹ بک۔ از مولانا عبداللہ معمار امرتسری (چوتھا ایڈیشن)

۱۵۔ اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان از: مولانا عزیز الدین مراد آبادی۔

۱۶۔ ردع الانام (عربی) بسلسلہ ردِّ شیعہ

۱۷۔ افادات امام ابن تیمیہؒ: از مولانا محمد زکریا مرحوم جھوک دادو۔

پاکستان میں تدریس و خطابت

جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں مولانا محمد داؤد غزنویؒ نے آپ کو تقویۃ الاسلام غزنویہ میں شیخ الحدیث کی مسند پر متمکن کیا۔ وہاں آپ نے کئی سال تک خدماتِ تدریس انجام دیں۔ ۱۹۵۴ء میں مرکزی جمعیت نے جامعہ سلفیہ کی بنیاد لائل پور (حال فیصل آباد) میں رکھی، مگر عمارت کی تعمیر تک درس و تدریس کا سلسلہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں جاری کیا۔ اس میں پہلے مدرسین میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھی شامل تھے جب کہ جامعہ کے دیگر معلمین خود مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا محمد اسمٰعیل السلفی، مولانا محمد حنیف ندویؒ اور مولانا محی الدین احمد قصوری تھے۔

اسی دوران آپ کو مسجد مبارک اہلحدیث ریلوے روڈ لاہور کی جماعت نے جمعۃ المبارک کے خطبات کے لئے دعوت دی۔ جو آپ نے قبول فرمائی اور تقریباً پندرہ سال تک وہاں خطابت کی خدمات انجام دیتے رہے۔

جماعتی اور تنظیمی خدمات

مرکزی جمعیت کی عاملہ اور شوریٰ کے رکن ہونے کی حیثیت سے آپ نے ملک گیر جماعتی پالیسیوں اور کارکردگیوں میں نمایاں حصہ لیا اور مرکزی اکابرین کی صف میں شمار ہوتے رہے۔ آپ کے دلائل، افکار اور مشوروں میں اتنی پختگی اور راست فکری اور حق گوئی ہوتی تھی کہ اکثر ارکان آپ کے ہمنوا ہوتے تھے۔

تنظیمی لحاظ سے آپ کو ایک باعتبار رہنما کی حیثیت حاصل تھی۔ اس لئے شہری جمعیت لاہور شہر کی تنظیم نے آپ کو ہمیشہ امیرِ جمعیت منتخب کیا اور آپ دمِ آخر تک اس کے امیر تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اس دوران جماعت میں کئی نشیب و فراز آئے مگر آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

صحافتی خدمات

آپ ایک عالمِ دین ہونے کے علاوہ ایک بلند فکر صحافی بھی تھے۔ ۱۹۴۹ء میں "الاعتصام" جاری کیا تو اس کی نگرانی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدیران کی مشاورت بلکہ رہنمائی بھی فرماتے رہے۔ جب رسالہ مرکزی جمعیت کی تحویل میں شائع ہوتا تھا تو بھی اس کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی کہ اس کے مندرجات صحافتی تقاضوں کے مطابق شائع ہوں۔ جب ۱۹۷۱ء میں جماعتی نزاع پیدا ہوا تو آپ نے الاعتصام کو مرکزی جمعیت سے واپس لے لیا اور اس کی ادارت کے فرائض بھی خود انجام دیتے رہے۔ جب آپ کے تلمیذ رشید حافظ صلاح الدین یوسف دینی تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان کو ادارتی ذمہ داریاں سونپ دیں اور خود نگرانی اور مدیر مسئول کی حیثیت سے رہنمائی فرماتے رہے۔ ۱۹۸۲ء میں راقم الحروف (علیم ناصری) مرکزی جمعیت کے ترجمان "ہفت روزہ اہلحدیث" کا مُدیر معاون تھا۔ مولانا سے میرے پرانے قلبی معتقدانہ مراسم چلے آرہے تھے۔ میں "اہلحدیث" سے الگ ہو رہا تھا کہ مولانا کا بلاوا آیا اور میں بصد شوق آپ کے زیر سایہ کام کرنے کو چلا آیا۔ آپ نے مجھے الاعتصام کے مدیر معاون کی حیثیت سے تعیّنات کر دیا۔ اور میں اس حیثیت سے مارچ ۱۹۸۶ء تک کام کرتا رہا جب کہ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے دارالدعوۃ السلفیہ کے ادارے مجلس العلمی السلفی کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور الاعتصام کی ادارت مجھے سونپ دی گئی جو میرے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔

مولانا نے الاعتصام کے علاوہ ایک ماہنامہ رحیق بھی جاری فرمایا تھا جس کا پہلا شمارہ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ اس مجلے میں بلند پایہ دینی، علمی، عمرانی اور معاشرتی مضامین شائع ہوتے تھے اور برصغیر پاک و ہند کے بلند پایہ اہل قلم کی نگارشات اس کی زینت بنتی تھیں۔ اس کے اداریے خود مولانا کے مرصّع نگار قلم سے شائع ہوتے تھے جو نہایت خیال افروز، دلنواز اور فکر انگیز ہوتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ وقیع علمی اور دینی جریدہ صرف تین سال جاری رہ سکا اور بوجوہ بند کرنا پڑا۔

دارالدعوۃ السلفیہ

۸۱-۱۹۸۰ء میں مولانا نے ایک علمی ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کے نام سے قائم کیا۔ شیش محل روڈ کی ایک گلی میں جہاں اس وقت ادارہ کی عمارت ہے۔ ایک پلاٹ خرید کر تعمیر شروع کروا دی۔ اس تین منزلہ عمارت میں مندرجہ ذیل شعبے کام کر رہے ہیں۔

۱۔ **المجلس العلمی**:۔ اس مجلس کا کام اعلےٰ پائے کی دینی اور علمی کتب کی اشاعت ہے۔ ان کتب کو ایڈٹ کرنے کے لئے کم از کم دو علماء ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ آغاز میں خود مولانا اس کی نگرانی فرماتے تھے۔ مگر آپ کی علالت کے باعث ۱۹۸۴ء سے مولانا حافظ صلاح الدین یوسف یہ ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں حافظ صاحب موصوف اگرچہ روز اوّل سے ہی اس کام میں مولانا کے معاون اور رفیقِ اوّل کی حیثیت سے موجود رہے اور ساتھ الاعتصام کی ادارتی ذمہ داریاں بھی ادا کرتے رہے ــــ مگر مارچ ۱۹۸۶ء سے آپ کو مجلس علمی کے نگران کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ اس وقت ان کے رفیقِ ثانی مولانا حافظ نعیم الحق نعیم (سابق متعلم مدینہ یونیورسٹی) ہیں مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دیگر کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مولانا عزیز زبیدی صاحب کو ایک خطیر مشاہرے پر بخاری شریف کے عربی حاشیہ لکھنے پر مقرر فرمایا تھا جو مولانا کی بیماری کے دوران تکمیل پذیر ہوا مگر اس کی اشاعت کی نوبت ابھی نہیں آئی۔

اس مجلس نے مولانا کی نگرانی میں بہت سی اہم دینی کتب شائع کی ہیں جن میں المحلیٰ، تنقیح الرواۃ کی تین جلدیں (چوتھی جلد پر کام ہو رہا ہے) منتقی الاخبار (اردو ترجمہ) (امام عبدالسلام ابن تیمیہؒ) کتاب التوحید (شیخ محمد بن عبدالوہابؒ) حدِ رجم کی شرعی حیثیت (حافظ صلاح الدین یوسف) حج مسنون (مولانا مختار احمد ندوی) اور دیگر متعدد کتب شامل ہیں جن کی مجموعی تعداد تادم تحریر بیس سے زیادہ ہے۔

۲۔ **الاعتصام**:۔ یہ ہفت روزہ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے مولانا نے اگست ۱۹۴۹ء میں جاری کیا تھا۔ اور اب الحمدللہ میدانِ صحافت میں اپنی چھپن نمبر جلد پوری کر رہا ہے۔

۳۔ **سلفیہ لائبریری**:۔ دارالدعوۃ السلفیہ منزل کی تیسری منزل پر ایک عظیم الشان لائبریری ہے جو مجلسِ علمی کے رُفقاء کی نگرانی میں موجود ہے۔ جیسا پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مولانا کو کتب کی فراہمی کا بے پناہ شوق تھا اور اسی لگن میں آپ نے فیروز پور میں بھی ایک زبردست لائبریری بنائی تھی مگر ہجرتِ پاکستان کے باعث وہ تمام ذخیرہ وہیں چھوڑ کر آنا پڑا جس کا آپ کو زبردست قلق تھا۔ قیامِ لاہور میں آپ نے روزِ اول ہی سے اپنا شوق فراہمیِ کتب بروئے عمل لانا شروع کر دیا تھا اور عام کتب خانوں سے خریداری تو آسانی سے ہو جاتی تھی مگر نادر و نایاب کتب کی تلاش میں آپ نے شہر کے کونے کھدرے چھان کر ایسے رسائل و جرائد اور ایسی پرانی کتابیں جمع کر لیں جو کھلی دکانوں میں دستیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ تمام اندوختہ آپ نے سلفیہ لائبریری کو وقف کر دیا جس کی قیمت ۱۹۸۰ء میں لاکھوں روپے تھی۔ مولانا کے عطیات کے علاوہ بھی خریداری جاری رہی اور ہندوستان اور عرب ممالک سے بھی بہت سی قیمتی کتب کے تحائف موصول ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

مولانا کے معتقدین جہاں جہاں موجود ہیں اور مالی استطاعت بھی رکھتے ہیں وہ نقد اور کتب کی صورت اپنی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔

شہر لاہور خصوصاً اور بیرونجات سے عموماً اہلِ علم، طلباء اور علماء اس لائبریری سے استفادے کی غرض سے آتے رہتے ہیں، مصنفین، محققین اور مقابلے کے امتحانوں میں شریک ہونے والے اہلِ علم اکثر اسی لائبریری کا رُخ کرتے ہیں اور اکثر اپنا گوہرِ مقصود پاکر جاتے ہیں۔

۴۔ **مدرسہ مصباح القرآن**:۔ یہ مدرسہ ادارے کی نچلی منزل میں واقع ہے جس میں بچوں کو ناظرہ اور حفظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک قاری صاحب ہمہ وقت تعلیم کے لئے ملازم رکھے ہوئے ہیں جو تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ مولانا مرحوم کی ایسی شاندار علمی اور دینی یادگار ہے جو ان کے باقیات الصالحات میں شمار ہوتی رہے گی اور مولانا کا علمی فیضان جاری وساری رہے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکی اور ملّی خدمات

آپ کے علمی مقام کا اعتراف حکومتِ پاکستان کو بھی ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا گیا اور آپ نے کئی سال یہ خدمات انجام دیں۔ اسی طرح آپ کو مرکزی رؤیتِ ہلال کا رکن مقرر کیا گیا اور بیمار ہونے تک اس کے ممبر رہے۔ ۱۹۸۹ء میں صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے مرکزی مجلس شوریٰ قائم کی تو آپ کو اس کا رکن نامزد کیا گیا۔

طویل علالت

۱۹۸۲ء میں آپ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ مولانا جسمانی طور پر یوں بھی نہایت دبلے پتلے تھے۔ فالج نے آپ کو نڈھال کر دیا۔ آپ کی عمر بھی اس وقت ستر سال سے متجاوز ہو چکی تھی اس لئے قویٰ ہیں مدافعت کا بھی خاصا نقدان پیدا ہو چکا تھا۔ وہ بظاہر چلتے پھرتے اور کام کرتے دکھائی دیتے تھے مگر ضعفِ پیری بہر حال لاحق تھا۔ فالج سے آپ صاحبِ فراش ہو گئے۔ اور ایک طویل بیماری کا آغاز ہو گیا۔ آپ کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر ان کے علاج معالجے اور تیمارداری میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مولانا کے لئے طبِ یونانی، ہومیوپیتھی اور ایلوپیتھی کے رائج الوقت طریقِ علاج یکے بعد دیگرے آزمائے گئے۔ اور حیاتین اور ضروری غذاؤں کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ چونکہ مشیّتِ الٰہی کے تحت آپ کی زندگی کے چند سال ابھی باقی تھے۔ اس لئے بیماری میں کبھی افاقہ ہو جاتا اور کبھی اضمحلال لاحق ہو جاتا۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۷ء تک سردی اور گرمی کے موسم اپنے اثرات چھوڑتے رہے اور آپ ہر قسم کے حالات کا صبر و سکون اور شکر و رضا کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ بیماری کے ایام میں بھی جب ذرا سکت محسوس ہوتی تو کبھی اپنے پوتے (حماد یا عباد) کے سہارے پیدل اور کبھی سکوٹر یا رکشے پر دفتر الاعتصام اور سلفیہ لائبریری میں تشریف لے آتے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں سٹاف کے ساتھ ادا فرماتے اور ارکانِ ادارہ کے لئے تسکین و دلجمعی کا سامان مہیا فرما جاتے۔ فالج کے ساتھ ساتھ نقاہت و پیرانہ سالی کے باعث بعض دیگر عوارض بھی آپ پر حملہ آور ہوتے گئے۔ اور آپ آہستہ آہستہ سراپا علالت بن کر رہ گئے۔ ۱۹۸۶ء کے آغاز سے آپ کا باہر آنا تقریباً ختم ہی ہو گیا تھا۔ اور گفتگو میں بھی خاصی لکنت اور تھرتھراہٹ شامل ہو گئی تھی۔ گزشتہ سالوں میں جس طرح آپ بات چیت فرما لیتے تھے اور تیمارداروں سے ہنس بول لیتے تھے اس میں بہت کمی آ گئی بلکہ بات چیت تقریباً رک ہی گئی تھی۔ بایں ہمہ آپ کے حواس بجا تھے جو دمِ واپسیں تک بحال رہے مگر گفتگو کے لئے زبان اور آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ یہ صورتِ حال اہلِ خانہ اور بیمار پرسی کرنے والوں کے لئے بھی بڑی محرومی اور دلدوزی کا باعث رہی۔

بیماری کے دوران آپ کا حوصلہ اور عالی ہمتی دیدنی تھی۔ ان کے منہ سے کبھی آہ و زاری یا ہائے وائے نہیں سُنی گئی بلکہ خاموشی سے ذکرِ الٰہی کرتے ہی پائے گئے۔ راقم سطور نے اکثر انہیں ایسا ہی پایا اور حافظ احمد شاکر یا ان کے صاحبزادوں حماد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عیادکی زبانی بھی کبھی مولانا کو اضطراب کے عالم میں واویلا کرتے نہیں سُنا ۔ وہ صبر و رضا کے کوہ گراں تھے جو ہر سرد و گرم کو ایک ہی طرح برداشت کرتے رہے ۔ گزشتہ دو تین مہینے سے بیماری کی شدت نے انہیں بے بس کر دیا تھا اور کوئی دوا کارگر نہیں ہو رہی تھی ۔ یکم اکتوبر کو حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب کے مشورے سے انہیں عمر ہسپتال میں داخل کرنا پڑا ۔ ڈاکٹروں کی چارہ گری اُس وقت محض انسانی کوشش جو ان کی جان بچانے کے لئے کی جا رہی تھی مگر حقیقت یہ تھی کہ سہ

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جاں لے کے ٹلوں

اور مسیحا کا تقاضا ہے مری بات رہے

۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء جمعتہ المبارک کا دن موت وحیات کی کش مکش میں گزرا اور آخر جمعہ کی رات نصف تک پہنچ رہی تھی اور یہ تاریخ اپنی بساط لپیٹ رہی تھی جب آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اخلاق و اطوار

مولانا مرحوم جس طرح علم و فضل میں بلند مقام کے حامل تھے ۔ اسی طرح اخلاق و اطوار اور سیرت و کردار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے زبردست پیروکار تھے ۔ بردباری ، منکسر المزاجی ، فراخ دلی ، خوش گفتاری ، دوسروں کے لئے خیراندیشی ، ہر خورد و کلاں کے ساتھ حسن سلوک اور خلق و تواضع ، آپ کی سیرت کے جوہر تھے ۔ آپ کا حلقۂ احباب نہایت وسیع تھا ۔ ہم عصر علماء کے ساتھ تعلقات میں محبت اور عقیدت کا عنصر نمایاں تھا ۔ نہ کسی سے معاصرانہ چشمک تھی نہ عالمانہ خشونت و یبوست ۔ وضع و اطوار میں سادگی کا یہ عالم کہ ناواقف آدمی آپ کو " عالم " کم ہی سمجھ سکتا تھا ۔ سیدھا سادا لباس ، ڈھیلا ڈھالا کرتا اور تہبند ، سر پر سادہ سی پگڑی اور پاؤں میں سیدھا سادا جوتا ، کلاہ نہ طُرّہ ، نہ جُبّہ نہ قُبّہ ، نہ عبا ، نہ قبا ، نہ خرقہ نہ مُرقّع ، نہ خدم و حشم نہ حاشیہ برداروں کا لاؤ لشکر ۔ بس ایک پیکرِ شرافت اور مجسمۂ رحمت و رافت تھا کہ نہ نمود و نمائش کا خواہاں نہ عظمت و اجلال کا طلب گار ــــ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا ــــ ان کی چال میں " لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا " کی پوری احتیاط اور وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ پر پورا عمل دکھائی دیتا تھا ۔ وعظ و خطابت میں نہ گرج تڑپ نہ چیخم دھاڑ ، نہ قوال کا زیر و بم نہ موسیقار کی بھیرویں ــــ بس ایک مصلح تھا کہ قرآن و حدیث کے لولوئے لالہ بکھیرتا چلا جاتا تھا ۔ ایک جوئے رواں تھی کہ جس کی موجوں میں دھیما دھیما بہاؤ تھا ، نہ کہیں تلاطم نہ کف انگیزی ــــ مسائل کو براہِ راست دلوں تک پہنچانے کا کام کوئی ان سے سیکھے ــــ نہ وعظ میں لاحاصل اور طویل داستانیں نہ درس میں بے مقصد کہانیاں اور تمثیلیں ــــ ابلاغ کا یہ عالم کہ ــــ از دل خیزد بر دل ریزد ــــ نہ محفل احباب میں نمایاں ہونے کا شوق نہ محفل اغیار میں برتری کی نمائش کی آرزو ــــ نہ علم و فضل کی برتری کا غرّہ نہ شرف و مجد کا دعویٰ ــــ بس ایک حلیم و بردبار اور سیر چشم شخصیت تھی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یگانوں اور بیگانوں کی نظر میں یکساں محبوب و مرغوب تھی —— سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ —— !!

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

تلامذہ

مولانا کے اساتذہ کا ذکر تعلیمی دور میں گزر چکا یہاں ان سے فیض یاب ہونے والے شاگردوں کی مختصر فہرست ہے۔ جو مولانا محمد اسحاق بھٹی کی زبانی اور مولانا عبدالعظیم انصاری کی کتاب "تذکرہ علمائے بھوجیاں" سے ماخوذ ہے۔ ان میں سے بیشتر ایسے شاگرد ہیں جو اگر تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں تو خود شیخ الحدیث کی مسند پر ہیں اور اگر دوسرے طبقہ ہائے حیات سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی حیثیت بہت نمایاں ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ مولانا حافظ محمد اسحاقؒ۔ شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ۔ لاہور
۲۔ مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی۔ معلم دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ۔ لاہور
۳۔ مولانا عبدالرشید نومسلم۔ شیخ الحدیث مدرسہ ریاض القرآن و خطیب جامع مسجد اہلحدیث مجاہد آباد۔ لاہور
۴۔ مولانا عزیز الرحمٰن لکھوی مہتمم مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ۔
۵۔ مولانا حافظ محمد یحیٰی عزیز میر محمدی رئیس التبلیغ جماعت اہلحدیث (بنگلہ بلوچاں) مقام بدر ضلع قصور۔
۶۔ مولانا محمد یحیٰی شرقپوریؒ۔ خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث شرقپور
۷۔ مولانا پیر محمد یعقوبؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن۔
۸۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیفؒ فیروزپوریؒ۔ ناظم اعلیٰ تعلیم الاسلام ماموں کانجن۔
۹۔ مولانا پروفیسر سید ابوبکر غزنویؒ سابق وائس چانسلر بہاولپور۔ یونیورسٹی۔
۱۰۔ مولانا پروفیسر محمد بن مولانا محمد اسمٰعیلؒ سلفی۔ گوجرانوالہ۔
۱۱۔ مولانا محمد یونس اثریؒ مہتمم دارالعلوم محمدیہ اہلحدیث و خطیب جامع مسجد مظفر آباد آزاد کشمیر۔
۱۲۔ مولانا معین الدین لکھوی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان۔ اوکاڑہ
۱۳۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی سابق ایڈیٹر الاعتصام حال مدیر المعارف (ادارہ ثقافت اسلامیہ) و مدیر ہفت روزہ اہلحدیث لاہور۔
۱۴۔ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف سابق ایڈیٹر الاعتصام، رفیق دارالدعوۃ السلفیہ (المجلس العلمی السلفی) مشیر وفاقی شرعی عدالت لاہور۔
۱۵۔ مولانا محمد سلیمان انصاریؒ۔ مدیر معاون الاعتصام۔ لاہور۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶ ۔ مولانا محی الدین سلفی گوہڑوی مرحوم سابق ایڈیٹر الاعتصام۔
۱۷ ۔ حافظ عبدالرحمٰن گوہڑویؒ مالک دارالتجلید رحمانیہ۔ لاہور۔
۱۸ ۔ مولانا عبیداللہ شاہ بن سید عبدالرحیم شاہ لکھویؒ۔
۱۹ ۔ مولانا ابوبکر صدیق السلفی خطیب نجم مسجد مصری شاہ۔ لاہور۔
۲۰ ۔ مولانا محمد یحییٰؒ مدرس مدرسہ دارالسلام ڈھولن ہٹھاڑ۔ ضلع قصور۔
۲۱ ۔ مولانا محمد صادق خلیلؒ۔ فیصل آباد۔
۲۲ ۔ مولانا سیف الرحمٰن الفلاحؒ۔ اوکاڑہ۔
۲۳ ۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل مرحوم ——— گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ۔
۲۴ ۔ مولانا عبدالغفور صاحب خطیب جامع اہلحدیث شادباغ ۔ لاہور۔
۲۵ ۔ حافظ محمد سلیمان مرحوم بھوجیانی بھوئے آصل ضلع قصور۔
۲۶ ۔ مولانا خدابخش حداد مرحوم بھوجیانی ۔
۲۷ ۔ حافظ بشیر احمد بھوجیانیؒ۔ میاں چنوں ضلع خانیوال۔
۲۸ ۔ حافظ علی محمد صاحب چک ۵۳ گ ب منصور پور ضلع فیصل آباد۔
۲۹ ۔ مولانا محمد سلیمان کیلانیؒ۔ کھیالی۔ ضلع گوجرانوالہ۔
۳۰ ۔ مولانا محمد ادریس ثاقب کیلانی ۔ کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ۔
۳۱ ۔ مولانا محمد علی برادر اکبر مولانا محمد اسحاق چیمہؒ۔ فیصل آباد۔
۳۲ ۔ مولانا شرف الحقؒ۔ اُچ شریف ضلع بہاولپور۔
۳۳ ۔ حافظ شفیق الرحمن لکھوی۔ مدرسہ محمدیہ۔ رینالہ خورد۔ ضلع اوکاڑہ۔
۳۴ ۔ مولانا محی الدین لکھویؒ۔ دیپالپور مرکز الاسلام ضلع اوکاڑہ۔
۳۵ ۔ حبیب الرحمٰن لکھوی مرحوم۔ رینالہ خورد۔ ضلع اوکاڑہ۔
۳۶ ۔ مولانا عبدالحلیم شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ۔ اوکاڑہ۔
۳۷ ۔ حافظ عبدالسلام ظفر۔ خطیب جامع مسجد غربائے اہل حدیث۔ راوی روڈ۔ لاہور۔
۳۸ ۔ مولانا محمد اسداللہ۔ مہتمم مدرسہ شمس الحدیث۔ بوریوالہ۔ ضلع وہاڑی۔
۳۹ ۔ ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک وائس چانسلر بہاولپور۔ یونیورسٹی۔
۴۰ ۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۱ ۔ عبدالقادر حسن ۔ کالم نگار روزنامہ جنگ، لاہور۔

۴۲ ۔ مولانا عصمت اللہ صاحب ۔ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔

۴۳ ۔ مولانا فضل الرحمٰن ایم اے ۔ خطیب جامع مسجد مبارک اہل حدیث ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور۔

۴۴ ۔ مولانا حاجی محمد رفیق صاحب (کوٹ کپورہ والے) چک ع۵۳ گ ب منصور پور ضلع فیصل آباد۔

۴۵ ۔ مولانا ابراہیم ۔ ریٹائرڈ ۔ او۔ ٹی ۔ قصور۔

۴۶ ۔ مولانا عطاء اللہ صاحب ۔ خطیب جامع مسجد اہلحدیث چک بمبو ضلع فیصل آباد۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د/ عاصم عبداللہ القریوتی
مدینہ منورہ

ترجمة! الشيخ ابوطيّب الفوجيانى رحمه الله

هو : ناصر السنة ، المحدث ، الفقيه ، الزاهد ، الورع ، القدوة ، الإمام ، العلامة أبو الطيب محمد عطاء الله حنيف بن ميان صدر الدين حسين .

ولد في قرية « بهوجيان » الواقعة في منطقة « أمْرَتْ سَرْ » بالهند عام ١٩٠٩م أو ١٩١٠م وتلقى العلم في قريته على عدد من المشايخ والعلماء ، وهم :

١ ـ الشيخ عبد الكريم البهوجياني ، قرأ عليه القرآن و « بلوغ المرام » وغير ذلك .

٢ ـ الشيخ فيض الله خان درس عليه معاني القرآن الكريم .

٣ ـ الشيخ عبد الرحمن بن الشيخ فيض الله السابق ذكره ـ قرأ عليه « مشكاة المصابيح » ، والنحو ، والصرف ، وغيرها .

٤ ـ الشيخ أمان الله ـ وهو من علماء القرية ـ قرأ عليه الفارسية . وفي عام ١٩٢٤م ـ وهو ابن ثلاث عشرة سنة أو أربع عشرة سنة ـ سافر إلى دهلي ، وتلقى العلم على عدد من الشيوخ وأهل العلم وهم :

٥ ـ الشيخ عبد الجبار الجيفوري الكانديلوي (المتوفى عام ١٣٨٤هـ) فقرأ عليه الكتب الستة ، و « تفسير الجلالين » في المدرسة المحمدية . وكما أجازه الشيخ عبد الجبار في رواية الكتب الستة ، و « موطأ الإمام مالك » .

- انظر ترجمته في : مقدمة شيخنا لكتاب « إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث الفقيه » للشاه ولي الله الدهلوي . وإجازة شيخنا للعبد الفقير كاتب هذه السطور .
واستفدت بعض المعلومات من أخينا الشيخ عبد الرشيد أظهر ـ جزاه الله خيراً .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسند الشيخ عبد الجبار يتصل بالشيخ ولي الله الدهلوي (المتوفى عام ١١٧٦هـ) . وإسناده إلى الكتب المذكورة ، موجود في ثبته « إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث والفقيه » وقد طبع بعناية صاحب الترجمة .

٦ ـ كما درس على الشيخ المحدث أبي سعيد شرف الدين الدهلوي « موطأ الإمام مالك » و « شرح النخبة » .

ثم رجع الشيخ إلى منطقة البنجاب ، فقرأ بقية الكتب من النحو والصرف على :

٧ ـ الشيخ عطاء الله اللكوي .

ثم سافر شيخنا إلى ججرانواله ، ودرس هناك على :

٨ ـ الشيخ العلامة الحافظ محمد الجوندلوي علوم الحديث ، وتفسير البيضاوي وعلوم الآلة، وأجازه ـ أيضاً ـ بالكتب الستة، و « موطأ الإمام مالك ».

وسند الشيخ الجوندلوي يتصل بالإمام الشوكاني وولي الله الدهلوي .

وإسناد الشوكاني إلى كتب السنة موجود في ثبته « إتحاف الأكابر » .

٩ ـ الشيخ المحدث أبي تراب محمد عبد التواب الملتاني ، وأجازه بجميع كتب الحديث وعلومه .

وفي عام ١٩٢٤م سافر إلى دهلي بالهند . ثم سافر إلى ججرانواله ، ثم بعد تخرجه وتمكنه من التدريس رجع إلى قريته .

* أسانيده إلى كتب الفهارس والأثبات :

إن أسانيد شيخنا الفوجياني تتصل بنبينا خير الأنام عليه الصلاة والسلام ، وبالصحاح والسنن والمسانيد ، والمعاجم والمشيخات ، ودواوين أهل الإسلام ، عن طريق مؤلفيها الأئمة الأعلام والحفاظ الكرام ، كما هو مسطور في كتب الفهارس والأثبات والمسلسلات وغيرها وهذه مختارات منها :

١ ـ « الإرشاد إلى مهمات الإسناد » و « إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والفقيه » كلاهما للعلامة المحدث الشاه ولي الله الدهلوي .

يرويه شيخنا بالإجازة عن العلامة أبي تراب محمد بن عبد التواب الملتاني ابن العلامة قمر الدين ، عن السيد المحدث محمد نذير حسين ، عن المحدث الشاه محمد إسحاق الدهلوي ، عن جده من جهة الأم الشيخ عبد العزيز الدهلوي ، عن أبيه الشاه ولي الله الدهلوي - رحمهم الله .

٢-«صلة الخلف بموصول السلف » للمحدث العلامة محمد بن سليمان الروداني .

يرويه شيخنا بالإسناد السابق إلى الشاه ولي الله الدهلوي ، عن محمد وفد الله بن الشيخ محمد بن سليمان وأبي طاهر الكوراني ، كلاهما عن والد الأول مؤلف الصلة .

٣- « المعجم المفهرس » : للحافظ ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢هـ) .

يرويه شيخنا بالإسناد السابق إلى الروداني في «صلة الخلف» ، عن أبي مهدي عيسى السكتاني ، عن المنجور ، عن الغيطي ، عن زكريا الأنصاري ، عن الحافظ ابن حجر .

ح ويرويه بالسند الآتي إلى الشوكاني في « إتحاف الأكابر» ، عن شيخه السيد عبد القادر بن أحمد ، عن محمد حياة السندي ، عن الشيخ سالم بن الشيخ عبد الله بن سالم البصري الشافعي المكي ، عن أبيه عن الشيخ محمد بن علاء الدين البابلي المصري ، عن سالم بن محمد ، عن الزين زكريا ، عن الحافظ ابن حجر .

٤ - « إتحاف الأكابر بإسناد الدفاتر » للعلامة القاضي محمد بن علي الشوكاني .

أجازه بما فيه الحافظ محمد الجوندلوي ، عن شيخ البنجاب الحافظ عبد المنان الوزير آبادي ، عن الشيخ العلامة عبد الحق بن فضل الله البنارسي ، عن الإمام الشوكاني .

* الأعمال التي أسندت له :

لما قامت جمعية أهل الحديث بتأسيس مدرسة مركزية في « ججرانوالا » عين رئيساً للمدرسين فيها .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثـم انتقلت المدرسـة إلى مدينـة « أمرَتْ سَرْ » فعين الشيخ بعد ذلك خطيباً في « كوت كمورة » في منطقة « فريد كوت » .

ثم درّس في مدرسة « مركز الإسلام » في منطقة « فيروز فور » .

ثم أسس في عام (١٩٣٧م) « دار الحديث النذيرية » في « فيروز فور » .

ثم انتدبه الشيخ عبد الله مدير مدرسة « أودانوالا » ماموكانجن بباكستان فعين شيخَ الحديث فيها .

ثم لما انقسمت الهند ، استقر الشيخ في « لاهور » - البقية من حياته - إلى أن جاءه الأجل المحتوم غفر الله له .

ولقد كان للشيخ بعض المشاركات السياسية ، قبل استقلال باكستان عن الهند ، لكنه اعتزل السياسة بعد ذلك الانقسام ، واهتم بالعلم ونشره ، والمشاركة في الدعوة .

ومما قام به :

اشترك مع الشيخين داود الغزنوي (المتوفى في ١٩٦٣م) وإسماعيل السلفي (المتوفى ١٩٦٨م) ، في تأسيس « جمعية أهل الحديث » بباكستان ، فلذا يعد من كبار زعماء الجمعية .

كما عين الشيخ مدرساً في الجامعة السلفية بلاهور - حيث كانت هناك آنذاك .

وتولى الشيخ الخطابة في مسجد المبارك في الكلية الإسلامية بلاهور ، خمسة عشر عاماً .

المناصب الحكومية التي أسندت إليه :

- كما عينته الحكومة الباكستانية عضواً في المجلس الحكومي الأعلى المسمى « إسلامي نظرياتي كونسل » .

كما عين في « هيئة رؤية الهلال » في باكستان .

كما عينه رئيس باكستان السابق ضياء الحق مستشاراً في المجلس الاستشاري الأعلى .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المجلات التي أصدرها :

لقد أصدر الشيخ مجلة « رحيق » واستمرت سنة تقريباً .

وفي عام (١٩٤٩م) أصدر الشيخ مجلة علمية أسبوعية باسم « الاعتصام » باللغة الأردية ولا تزال إلى الآن .

إنشاؤه للمكتبة السلفية ودار الدعوة السلفية :

أسس الشيخ مكتبة باسم « المكتبة السلفية » لنشر وتحقيق وطباعة التراث السلفي ، في العقيدة ، والحديث ، والتفسير ، وغير ذلك من العلوم .

وفي عام ١٩٨٠م ، أسس مركزاً إسلامياً باسم « دار الدعوة السلفية » أوقف عليه مكتبته الخاصة كلها .

علاقته بالجامعات :

كما كانت الهيئات العلمية والمراكز الثقافية والجامعات تحترمه وتجلّه وتقدره، وتأخذ برأيه، ولقد شارك في مناقشة رسائل الدكتوره من جامعة البنجاب لعدد من الطلبة .

جوانب من سيرته :

كان الشيخ ـ رحمه الله ـ ورعاً زاهداً بحق ، محباً لأهل السنة ، مجلاً لعلمائها ، منصفاً ذا أفق واسع فيما يراه ويقوله .

ولقد كان الشيخ سلفياً حقاً في الاعتقاد والفروع ، والدعوة والمنهج ، لا تشوبه شائبة تقليد ولا تصوف ، وكما كان شديد المطالعة والبحث ، في بطون الكتب ، حتى إنك لا تكاد تجد كتاباً إلا وعليه تعليقات أو إشارات لفوائد في الكتاب ، وكأنه لا يُدْخِل الكتاب إلى المكتبة في الأماكن الخاصة إلا بعد المرور عليه ، كما رأيت ذلك عندما كنت أتيت له بـ « إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل » لشيخنا العلامة المحدث الألباني رحمه الله وكتاب « السنة » لابن أبي عاصم ، وكان ذلك أثناء مرضه الشديد ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ووصية الأطباء له بترك المطالعة ، ولكنه كان يصر على القراءة وعلى الاستفادة وكان لا يبالي بقيمة الكتاب مهما كانت ، بل المهم وجوده عنده ، وأذكر أنه اشترى « التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد » (عشرة أجزاء غير مجلده آنذاك) بعشرة آلاف روبيه باكستانية أي حوالي ثلاثة آلاف ريال سعودي آنذاك بل أزيد .

زهده وورعه :

وكان الشيخ ـ رحمه الله ـ زاهداً في الدنيا ، مقبلاً على الآخرة ، يعيش في بيت متواضع جداً بالأجرة ، ومن يراه يعجب أشد العجب من حالته ، وما فيه من أثاث ، ومع هذا فقد وفقه الله إلى إنشاء « دار الدعوة السلفية » السابقة الذكر ، وجعل الدور الأول منها مكتباً للجريدة الأسبوعية « الاعتصام » ومدرسة لتحفيظ القرآن الكريم ، والدور الثاني منها مسجداً ، والدور الثالث مكتبته الخاصة ، وجعل كل ذلك وقفاً لله تعالى ، وبقي عليه بيته المتواضع بالأجرة إلى أن توفاه الله ـ جزاه الله خيراً ورحمه .

مكتبته :

حوت مكتبته عدداً كبيراً من الكتب ، والمصادر الحديثة والفقهية والتفسيرية وغيرها . وندر أن تجد كتاباً طبع في الحديث خاصة أو الرجال إلا وتراه عنده ، كما امتازت المكتبة باحتوائها على كثير من الطبعات الأولى لعدد كبير من الكتب . وكما جعل في المكتبة جناحاً خاصاً لكتب شيخ الإسلام ابن تيمية ، ولتلميذه ابن القيم الجوزية ، وكتب العلامة صديق حسن خان ، ـ رحمهم الله جميعاً ـ ، إذ جعل كتب كل واحد منهم في جهة خاصة . ولا يزال الطلبة والباحثون ومدرسو الجامعات يغترفون من مكتبته ويرجعون إليها في بحوثهم ودراساتهم .

ولقد جعل الشيخ ـ رحمه الله ـ مكتبته وقفاً على « دار الدعوة السلفية » التي أسسها .

مجمل دعوة الشيخ وجهوده :

إن الحديث عن شيخنا محمد عطاء الله حنيف ـ رحمه الله ـ كثير ، وأجمله في أمور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أرى أنها من أبرز ما امتاز به الشيخ واتصف به .

- دعوته إلى العقيدة السلفية ونشر ما يخدمها، والرد على من يخالف ذلك .
- دعوته إلى الالتزام بالسنة وحجيتها ، والرد على من أخل بذلك .
- إسهامه في الحركة ضد القاديانية .
- تحذيره من المنكرات والبدع .
- تأسيسه لجمعية أهل الحديث مع الشيخين داود الغزنوي وإسماعيل السلفي - رحمهم الله جميعاً .
- تدريسه في مدارس ومعاهد عديدة .
- إصدار ه لبعض المجلات ومنها ما لا يزال مستمراً إلى الآن .
- تحقيقه لعدد كبير من كتب التراث السلفي في علوم متعددة ، وإشارته على علماء آخرين بالتحقيق والتأليف .
- وقفه لمبنى « دار الدعوة السلفية » مع مكتبته فيها .
- اعتناؤه بالأسانيد والإثبات .
- عنايته الفائقة بمؤلفات شيخ الإسلام ابن تيمية وتلميذه ابن القيم .
- حرصه الشديد على كتب الحديث مهما بلغ ثمنها .
- اهتمامه بتراجم علماء أهل الحديث في تعليقاته على الأسانيد والكتب .

وغير ذلك مما أكرمه الله به فجزاه الله خيراً ورحمه .

دوره في إخماد القاديانية :

لعلماء أهل الحديث في الهند وباكستان فضل كبير جداً بعد الله عز وجل في فضح القاديانية وبيان زيف شبههم والوقوف أمام دعوتهم بقوة كبيرة ، وكان من أولئك الأفذاذ المحدث العلامة السيد محمد نذير حسين ، والشيخ محمد حسين البتالوي ، والعلامة شيخ الإسلام ثناء الله الأمرتسري وهو المناظر الكبير لهؤلاء الضالين وغيرهم .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولقد كان لشيخنا محمد عطاء الله حنيف دور ريادي في زعامته للحركة ضد القاديانية . فرحم الله الجميع وجزاهم خيراً .

علاقته بالعلماء الآخرين :

كانت تربط الشيخ عطاء الله حنيف علاقات وطيدة مع علماء باكستان والهند وخصوصاً مع أهل الحديث وكانت صلة العلماء به وثيقة إذ كان يعد مرجعاً كبيراً لهم .

كما كانت صلته بعلماء المملكة العربية السعودية جيدة وكان يحبهم ويجلهم وخصوصاً سماحة الشيخ عبد العزيز بن باز ـ رحمه الله ـ والشيخ حماد الأنصاري ـ رحمه الله ـ والشيخ عمر فلاته ـ رحمه الله .

كما كان محباً لفضيلة الشيخ العلامة محدث العصر الألباني حباً كبيراً ويُقْبل على كتبه بشغف ويستفيد ويُدَوِّن ما يظهر له أولاً فأول . وكتبه لا تخلو من الاستفادة من ذلك وخاصة في تحقيقه واستدراكه على « تنقيح الرواة في تخريج أحاديث المشكاة » .

تلاميذه :

للشيخ تلاميذ كثيرون ومنهم :

ـ الحافظ إسحاق (شيخ الحديث بالمدرسة الغزنوية) مترجم « تذكرة الحفاظ » إلى اللغة الأردية .

ـ الحافظ محمد أبو القاسم (شيخ الحديث بججرانوالا) كاموكي .

ـ الشيخ محمد إسحاق الباحث بإدارة الثقافة الإسلامية بلاهور .

ـ الشيخ أبوبكر صديق محاضر في المدرسة الحكومية بلاهور .

ـ الشيخ معين الدين لكوي أمير جمعية أهل الحديث بباكستان .

ـ الشيخ محي الدين لكوي (شقيق الشيخ معين الدين) .

ـ الشيخ محمد بن إسماعيل بججرانوالا قرأ عليه شيئاً من الموطأ .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- وكما قرأ عليه الشيخ أبوبكر الغزنوي .
- الشيخ محمد صادق فيصل آبادي (مدرس) .
- الشيخ محمد يعقوب المدرس بالجامعة الأثرية بجهلم .
- الشيخ عبد الصمد من ماموكانجن .
- الشيخ سليمان علي .
- الشيخ فضل الرحمن خطيب المسجد المبارك بلاهور .
- الشيخ المحدث محمد علي جانباز مؤلف « إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجه » .
- الحافظ عبدالرحمن الجوهروي رحمه الله تعالى الذي ساهم في انجاز هذا الكتاب .
- ابنه الشيخ حافظ أحمد شاكر .

وغير ذلك من أهل العلم ومدرسي المعاهد والجامعات .

كما أجاز الشيخ عدداً من العرب والعجم إضافة لمن درس عليه مع تحفظ بالإجازة منه - رحمه الله - وحيث يرى أنه ليس أهلاً لذلك ، وهذا من تواضعه - جزاه الله خيراً وغفر له .

وممن شرف بالإجازة من الشيخ ، الشيخ علي حسن عبد الحميد الحلبي ، والدكتور مساعد الراشد ، وكاتب هذه السطور .

مؤلفاته وتحقيقاته :

لقد نشر الشيخ عدداً كبيراً من الكتب الهامة في الحديث، والعقيدة، ورد المنكرات والبدع، وعلق على أمور هامة في كتب مختلفة، وهذا يدل على همة الشيخ العالية وعلى مدى تضلعه في العلوم المختلفة وقوته باللغة العربية ومن ذلك :

١ - « التعليقات السلفية على سنن النسائي » .

٢ - تحقيق « إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث والفقيه » لشاه ولي الله الدهلوي مع كتابه مقدمة نفيسه فيها مباحث هامة وتعريفات لمن أراد النظر في كتب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفهارس والأثبات، وكتاب « إتحاف النبيه » يعد ثبتاً نفيساً فيه فوائد كثيرة .

٣ ـ ترجمة للإمام الشوكاني باللغة الأردية ، كتبها قبل انقسام الهند .

٤ ـ أدعية الرسول ﷺ ، تصنيف بالأردية ، لقي رواجًا وقبولاً منقطع النظير في باكستان .

٥ ـ مقال طويل في الدفاع عن « مسند الإمام أحمد » ـ رحمه الله ، نشره في مجلة « الاعتصام » بالأردية .

٦ ـ التعليق على « بلوغ المرام » ، لم يتم وهو مخطوط .

٧ ـ رسالة في اتخاذ القبور مساجد بالأردية ، تصنيف .

٨ ـ ردع الأنام عن محدثات عاشر المحرم الحرام ، تصنيف .

٩ ـ التعليق على ما كتبه الشيخ أبو زهرة في حياة شيخ الإسلام ابن تيمية – رحمه الله – .

١٠ ـ التعليق على ما كتبه الشيخ أبو زهرة في حياة الإمام أحمد بن حنبل ـ رحمه الله ـ .

١١ ـ التعليق على ما كتبه الشيخ أبو زهرة في حياة شيخ الإمام أبي حنيفة ـ رحمه الله ـ .

١٢ ـ تحقيق « تنقيح الرواة في تخريج أحاديث المشكاة » للشيخ أبي الوزير أحمد حسن الدهلوي وأبي سعيد محمد شرف الدين الدهلوي ، مع الإضافات والاستدراكات .

١٣ ـ أشرف على وضع حاشية لصحيح البخاري للشيخ عزيز زبيدي .

١٤ ـ الاكتفاء بتفسير الاستواء لا بتأويل الاستواء . مصنف مخطوط .

١٥ ـ علق على « أكمل البيان في رد أطيب البيان وتأييد تقوية الإيمان » . للشيخ عزيز الدين مراد آبادي ، وقدم له الشيخ مقدمة جيدة ويقع الكتاب في ألف صفحة تقريباً .

١٦ ـ نشر «الإيقاف في أسباب الاختلاف» لمحمد حياة سندي مع ترجمته الأردية .

١٧ ـ نشر كتاب « الاتباع » للقاضي ابن أبي العز الحنفي لأول مرة مع التحقيق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والتعليق ، ثم تشرفت بالمشاركة معه في حياته في الطبعة الثانية .

١٨ ـ نشر رسالة « نجاتيه » لمحمد فاخر إله آبادي في العقيدة .

١٩ ـ نشر نور السنة وقرة العينين في تفضيل الشيخين .

٢٠ ـ قدم لكتاب « جماعت إسلامي كا نظرية حديث » للشيخ محمد إسماعيل السلفي ـ رحمة الله عليه .

٢١ ـ علق على « أصول التفسير » لابن تيمية ترجمة عبد الرزاق مليح آبادي بالأردية .

٢٢ ـ طبع «أحوال الآخرة» باللغة البنجابية لحافظ محمد (جد الشيخ معين الدين)

٢٣ ـ طبع « زينة الإسلام » في البنجابية ، وهي قصائد في رد الشرك وأخرى في رد البدع .

٢٤ ـ « التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ » (بالاردية) تصنيف وهو من إفادات شيخه الجوندلوي .

٢٥ ـ طبع « تبويب القرآن » للشيخ وحيد الزمان .

٢٦ ـ طبع « تحفة الموحدين في رد الشرك » لشاه ولي الله الدهلوي باللغة الفارسية مع ترجمتها بالأردية .

٢٧ ـ نشر « تحفة الأنام في العمل بحديث النبي عليه السلام » لمحمد حياة سندي .

٢٨ ـ واقعة كربلاء .

٢٩ ـ الأضحية في نظر الشرع .

٣٠ ـ مقالات عديدة نشرت في « دائرة المعارف الإسلامية » بالأردية ، بجامعة البنجاب لاهور .

٣١ ـ التعليق على « الفوز الكبير في أصول التفسير » للشاه ولي الله الدهلوي

٣٢ ـ التعليقات على مكتوبات الشاه ولي الله الدهلوي .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٣٣ـ التعليقات على البلاغ المبين للشاه ولي الله الدهلوي .

٣٤ـ « فيض الودود في التعليق على سنن أبي داود » (جزآن) .

٣٥ـ التعليق على جزء القراءة خلف الإمام للبخاري .

٣٦ـ تعليقات على طبقات المدلسين لابن حجر .

وغير ذلك مما أشار في طبعة من كتب الحديث والعقيدة كثير . إذ هو يعد بلا منازع : « ناشر التراث السلفي بالهند وباكستان » وهو الذي أشار على الشيخ المحدث عبيد الله المباركفوري مؤلف « مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح » ـ رحمه الله ـ أن يشرح مشكاة المصابيح .

وفاته :

لقد توفى الشيخ عام ١٩٨٧م في مدينة لاهور بباكستان ودفن فيها .

فرحم الله الفقيد وتولاه بالمغفرة والرضوان ، وجزاه خيراً على ما قدم للعلم وأهله، وألهم ابنه الشيخ حافظ أحمد شاكر وابنته السير على خط أبيهم في الدعوة والهمة العالية .

لقيت شيخنا العلامة أبا الطيب محمد عطاء الله حنيف ـ رحمه الله ـ أول مرة في منى فيما بين عام ١٣٩٤هـ ـ ١٣٩٦هـ ، وكان قد حضر آنذاك مجلساً من مجالس شيخنا العلامة المحدث محمد ناصر الدين الألباني ـ رحمه الله .

ثم تجدد لي اللقاء تلو اللقاء مع شيخنا أبي الطيب في منزله في مدينة لاهور بباكستان ، وفي مكتبته العامرة ، وفي لقاءات كثيرة ومجالس عديدة ، خلال خمس سنوات كان فيها نعم الشيخ ونعم الموجه ، ونعم المربي ، ونعم الناصح ، جزاه الله خيراً .

ولقد كانت مكتبته الوقفية مفتوحة لطلبة العلم عموماً ، بل وخصني في ذلك بإعطائي مفتاحها ، لأبحث فيها متى شئت وذلك من محبته لي وحبي له .

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولما أكرمني الله بالعودة إلى المدينة النبوية للتدريس بالجامعة الإسلامية ، استمرت المكاتبات بيننا وزرته بعد ذلك ، إلى أن اشتد عليه مرضه ، ثم وافاه الأجل .

فاللهم اغفر له وارحمه ، واحشره مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ، وحسن أولئك رفيقا .

من ثناء العلماء عليه :

كان الشيخ مرجعاً كبيراً لأهل الحديث في باكستان بل ولغيرهم أيضاً ، وما ذكر من سيرته يدل على ذلك بوضوح ، كما كان يثني عليه عدد من العلماء في المملكة العربية السعودية كالشيخ حماد الأنصاري ـ رحمه الله ـ والشيخ الدكتور محمد أمان ـ رحمه الله ـ وغيرهما .

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم .

بقلم الدكتور :

عاصم بن عبد الله القريوتي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسحٰق بھٹی
لاہور

اُستادِ گرامی

کہا جاتا ہے کہ پرانے لوگ پرانی باتوں سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ ممکن ہے یہ صحیح ہو اور ہمیں پرانی باتوں سے اس لیے زیادہ تعلق ہو کہ ہم "پرانے لوگ" ہو گئے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب ہم بالکل "نئے لوگ" تھے اور کبھی دل میں یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ کسی زمانے میں پرانے بھی ہو جائیں گے، اس وقت بھی ہمیں پرانی باتوں اور پرانے واقعات سے دلچسپی تھی بلکہ بہت دلچسپی تھی۔ بڑے غور سے اپنے بزرگوں سے پرانی باتیں سُنتے اور بڑے شوق سے کتابوں میں پُرانے واقعات پڑھتے تھے۔ اب آہستہ آہستہ صورتِ حال یہ ہو گئی ہے اور یادداشتوں کے خزانے میں بفضلِ خدا اتنی تعداد میں پُرانے واقعات اور قدیم دَور میں گزرے ہوئے کوائف جمع ہو گئے ہیں کہ ذہن ایک مستقل محکمۂ آثارِ قدیمہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اگر آپ اسے یہ حیثیت دینے کو تیار نہ ہوں تو پھر اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ واقعات کے سلسلے میں ہمارا ذہن ایک اچھے خاصے کباڑخانے کا منظر پیش کر رہا ہے، جس میں ہر قسم کے لوگوں کی (جن سے تھوڑا بہت تعلق رہا ہے) ہر قسم کی باتیں موجود ہیں۔ بس ذہن کو تھوڑا سا حرکت دینے اور اس کا رُخ ذرا ادھر کو موڑ دینے کی ضرورت ہے ؎

پھر دیکھیے اندازِ گُل افشانیٔ گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا ہے کہ طویل مدّت سے میں اپنی جماعت سے روپوش ہوں۔ نوبت باینجا رسید کہ ان میں سے کتنے ہی لوگ میرے لیے اجنبی ہیں اور میں ان کے نزدیک بیگانہ ــــــ ستائیس برس پہلے اپنا آشیانہ ان سے بالکل الگ بنا لیا تھا اور اللہ کا شکر ہے کہ اس میں نہایت سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔

گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

آج آپ کی خدمت میں اپنے مشفق و محترم اُستاد حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے متعلق اپنی یادداشتوں کے چند اوراق پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قارئینِ کرام انہیں بے شک "اوراقِ پارینہ" قرار دیں گے لیکن میرے لیے ان کی حیثیت "اوراقِ تازہ" کی ہے۔ ان کی یاد نے بہت سی باتیں سطحِ ذہن پر ابھار دی ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ باتیں ہوں گی، جنہیں اس بندۂ عاجز کے سوا کوئی دوسرا شخص بیان نہیں کر سکتا۔ ان کا صرف ایک ہی راوی ہے اور وہ ہے یہ خاکسار۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فخر و مباہات کے طور پر نہیں، تحدیثِ نعمت کے طور پر یہاں یہ عرض کردوں کہ بات صرف مولانا عطاء اللہ صاحب کی نہیں، گزشتہ چالیس بیالیس برس میں پاکستان کے جو علمائے کرام بالخصوص علمائے اہلحدیث سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے ہیں، ان کے ان حالات کی جو چھوٹے چھوٹے واقعات پر مشتمل ہیں اور جن سے ان کی ذاتی، معاشرتی اور جماعتی زندگی کے نشیب و فراز کا صحیح علم ہوسکتا ہے، اس عاجز کے سوا کوئی ان کی نقاب کشائی نہیں کرسکتا۔ بہ الفاظِ دیگر ان کی تعزیت کا حق میرے سوا کوئی نہیں جو ادا کرسکے۔ غالب کی زبان میں کہنا چاہیے ؎

غم میں مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد
آئے ہے بیکسیٔ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

تھوڑی دیر کے لیے اگر آپ میرا ساتھ دیں اور میرے رُفقائے سفر بننے کی زحمت گوارا فرمائیں تو میں آپ کو آج سے اٹھاون برس پیچھے ۱۹۳۳ء کے دَور میں لے چلوں۔ لیکن آغازِ سفر سے پہلے یہ عرض کردوں کہ اپنے اپنے ماحول و حالات کے مطابق ہر شخص کا "دَور" الگ الگ ہوتا ہے۔ اگر کسی کو ماضی سے دلچسپی ہو اور اس کا حافظہ گزشتہ واقعات کو محفوظ رکھنے کا ڈھنگ جانتا اور زبانِ قلم ان کو بیان کرنے کے سلیقے سے آشنا ہو تو وہ دَور اس کے نزدیک انتہائی حسین قرار پاتا ہے، اور جن راہوں سے اس کا کاروانِ حیات گزرا ہوتا ہے، ان راہوں کو وہ بے حد عزیز گردانتا ہے۔ دوسرا شخص اسے کوئی اہمیت دے یا نہ دے لیکن وہ اپنی یادوں کے کسی گوشے سے دست بردار ہونا گوارا نہیں کرتا۔ اسے جب موقع ملتا ہے ماضی کو آواز دیتا اور دَورِ گزشتہ کی یاد سے دل بہلانے کی سعی کرتا ہے ــــــ تو آئیے حافظے کے کواڑ کھولتے ہیں اور آپ کو اٹھاون برس پیچھے لے جا کر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس موقعے پر عزیز لکھنوی کا یہ شعر ذہن میں گھومنے لگا ہے ؎

غزل اُس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عُمرِ رفتہ کو آواز دینا

۱۹۳۳ء میں میری عُمر آٹھ سال کی تھی اور میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ گھر میں دادا مرحوم میاں محمد سے ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا تھا اور مولوی رحیم بخش کی "اسلام کی کتاب" کے (جو کئی حصّوں پر مشتمل ہے) چند ابتدائی حصّے پڑھ لیے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت حافظ محمد لکھوی کی بعض کتابیں جو پنجابی نظم میں ہیں، اس وقت کے پنجاب میں عام طور سے پڑھائی جاتی تھیں وہ بھی دادا مرحوم نے پڑھا دی تھیں۔

اس زمانے میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی (وفات ۷ مئی ۱۹۷۰ء) کا سلسلۂ تدریس ہمارے شہر (کوٹ کپورہ) کی ایک مسجد میں جاری تھا۔ مقامی طلبا کے علاوہ بیرونی علاقوں کے بھی کئی طالب علم ان سے مروجہ درسِ نظامیہ کی مختلف کتابیں پڑھتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مجھے بھی میرے دادا ایک دن ان کے پاس لے گئے کہ میں ان سے استفادہ کروں۔ میں صبح کو سکول جانے سے پہلے اور پھر سکول سے آنے کے بعد دن کے پچھلے پہر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور انہوں نے فارسی کی ایک ابتدائی کتاب پڑھانا شروع کردی تھی۔ اسی زمانے میں مجھے پتہ چلا کہ سالوں کی گنتی کے لیے "سن" کا لفظ بولا اور لکھا جاتا ہے یعنی ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر کے سامنے چوک میں (جسے ہم "ستھ" کہا کرتے تھے) اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ ہمارے ایک بزرگ حاجی محمد کریم نے (جنہیں ہم باباجی کہا کرتے تھے) مجھے آواز دی۔

میں دوڑتا ہوا گیا اور عرض کیا: فرمائیے۔

پوچھا: تم صبح اور دوپہر کے بعد کہاں پڑھنے جاتے ہو؟

جواب دیا: حافظ عبداللہ کے پاس۔

ایک صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو ان کی بیٹھک میں ان کے پاس چارپائی پر بیٹھے تھے، انہوں نے کہا:

آئندہ تم ان مولوی صاحب سے پڑھا کرو، یہ جامع مسجد میں پڑھایا کریں گے۔

ہم جامع مسجد کو "جمعہ مسیت" کہا کرتے تھے یعنی وہ مسجد جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ اسی دن میرے دادا کو بھی حاجی صاحب نے کہہ دیا تھا، چنانچہ دوسرے دن وہ مجھے جامع مسجد میں ان کے پاس چھوڑ آئے۔

یہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی تھے۔ اس وقت ان کی عمر چوبیس پچیس برس کی ہوگی۔ دُبلے پتلے، پکا سارنگ، اونچا اُبھرا ہوا ناک، ٹھوڑی پر مختصر سی چھوٹی چھوٹی داڑھی، ٹخنوں سے اونچا سفید کھدر کا تہبند، کھدر کی قمیص اور کھدر ہی کا عمامہ، آنکھیں کچھ موٹی، سر بڑا اور قد نکلتا ہُوا۔

جامع مسجد کے خطیب اور مدرس کے تقرر و تعین کا تعلق انجمن اصلاح المسلمین سے تھا اور انجمن کے صدر حاجی محمد کریم تھے۔ حاجی صاحب کو مسلمانوں میں بھی قدر و منزلت حاصل تھی اور غیر مسلم بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ خود والئ ریاست مہاراجہ ہرا ندر سنگھ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور ان کا نام اس کے ارکانِ دربار میں شامل تھا۔ سال یا چھ مہینے کے بعد جب مہاراجہ کا خاص دربار لگتا تھا، اس میں حاجی صاحب کو دعوتِ شرکت دی جاتی تھی۔ ریاست کے درباری قاعدے کی رُو سے شرکائے دربار کے لیے تنگ موری کا سفید لٹھے کا پاجامہ پہننا ضروری تھا۔ حاجی صاحب پاجامہ گھر سے بغل میں دبا کر لے جاتے تھے، دربار ہال میں داخل ہوتے وقت اسے پہن لیتے اور باہر نکلتے ہی اُتار کر پھر بغل میں دبا لیتے تھے۔

مہاراجہ فرید کوٹ کا انتقال ۱۹۸۸ء میں ہُوا۔ آزادی کے بعد ہندوستان کی کانگرسی حکومت نے ریاستوں کو ختم کر دیا تھا۔ ہرا ندر سنگھ ریاست فرید کوٹ کا آخری حکمران تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو باپ سے کافی عرصہ پہلے فوت ہو گیا تھا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے ذمے وہاں دو کام تھے۔

ایک جامع مسجد کی خطابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے درس و تدریس۔

کوٹ کپورہ مذہبی قسم کا شہر تھا۔ آبادی کے اعتبار سے مسلمان اکثریت میں تھے اور چند افراد کے سوا سب اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اٹھارہ انیس مسجدیں تھیں، جن میں صرف ایک مسجد بریلوی حضرات کی تھی جو ریلوے سٹیشن کے قریب تھی۔ کہا جاتا تھا کسی زمانے میں بریلوی مسلک کا ایک سٹیشن ماسٹر کچھ عرصہ وہاں فرائض ملازمت سرانجام دیتا رہا تھا۔ اس کی کوشش سے یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی لیکن اس مسجد کے امام اہلحدیث تھے، جن کا نام حاجی کریم بخش تھا۔

شہر کے زیادہ تر مسلمان نمازِ جمعہ جامع مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ مسجد ہمارے محلّے میں تھی۔ یُوں تو ہر نماز میں کافی تعداد میں نمازی اس مسجد میں آتے تھے مگر جمعے کے دن تو بے شمار لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔

متّحدہ ہندوستان میں چھوٹی بڑی ساڑھے پانچ سو ریاستیں تھیں۔ ریاستوں کے نواب اور راجے مہاراجے ان کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ ان کی مرضی کے خلاف حدودِ ریاست میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ ملکی سیاسیات میں حصّہ لینا اور کسی سیاسی موضوع پر تقریر کرنا یا والئ ریاست کے کسی حکم کو نشانۂ تنقید بنانا بہت بڑا جرم تھا۔ ریاست فریدکوٹ کا حکمران براڑ نسبی خاندان سے تعلّق رکھتا تھا۔ وہ اگرچہ ذاتی طور پر نرم طبیعت اور دھیمے مزاج کا حکمران تھا تاہم سیاسی مسائل کو موضوعِ بحث بنانا اس کے نزدیک بھی جائز نہ تھا۔ اِدھر مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا یہ حال تھا کہ وہ دیگر مسائل و معاملات کے علاوہ ملکی سیاسیات سے بھی اس زمانے میں گہری دلچسپی رکھتے تھے اور ان کا سیاسی نقطۂ نظر وہی تھا جو اس عہد میں مشہور و ممتاز علمائے اہلحدیث (مولانا داؤد غزنوی، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا عبداللہ الکافی، مولانا عبداللہ الباقی، مولانا محمد علی لکھوی علیہم الرحمہ وغیرہ حضرات) کا تھا۔ یہ تمام بزرگ سیاسی معاملات میں مولانا ابوالکلام آزادؒ سے متاثّر تھے۔

ریاستوں کے لوگ دوہری غلامی میں گرفتار تھے۔ ایک انگریزی حکومت کی غلامی، دوسری والیانِ ریاست کی ــ یہ غلامی ان کی زبان و بیان پر تو بلاشُبہ اثرانداز ہو سکتی تھی مگر ان کے افکار و خیالات کو ہرگز اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی تھی۔ اُس وقت بیسویں صدی کی ہوائے حرّیت زوروں پر تھی جس کا ہر جھونکا غلامی کی زنجیروں کو ڈھیلا کر رہا تھا۔ ریاستوں میں بھی اس کے اثرات روز بروز پھیلتے جاتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے اثر و رسُوخ کے دائرے اس نواح میں تھوڑے ہی عرصے میں کافی پھیل گئے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ سکّھ اور ہندو بھی ان سے متاثر ہوئے۔ کئی سکھ جو ۱۹۱۹ء کی اکالی لہر میں انگریزی حکومت کی اذیتوں کا نشانہ بن چکے تھے، مولانا کے پاس آتے اور اُن سے سیاسی موضوع سے متعلّق گفتگو کرتے تھے۔ قرب و جوار کے دیہات کے لوگ بھی ان سے متاثر ہو گئے تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ انہیں وعظ و نصیحت کے لیے عام طور پر اپنے ہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے جاتے تھے۔ مولانا کے اثر و رسوخ کی کئی وجوہ تھیں۔ ان کی سادہ معاشرت، سیدھی سادی عام فہم باتیں، ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق گفتگو، کھدر کا لباس، جہاں کسی نے بلایا چلے گئے اور جس قسم کا ماحول دیکھا، اس سے صلح کر لی۔ اس عہد کے دیہاتی معاشرے میں اس قسم کے اہل علم کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اس دور میں جو رسائل و جرائد بذریعہ ڈاک وہ منگواتے تھے، ان میں ایک سہ روزہ اخبار "مدینہ" تھا جو بجنور (یوپی) سے شائع ہوتا تھا اور اس کے ایڈیٹر مشہور صحافی ملک نصر اللہ خان عزیز تھے۔ ایک رسالہ "ترجمان القرآن" تھا جو حیدرآباد دکن سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ادارت میں اشاعت پذیر ہوتا تھا۔ اخبار "مدینہ" اور رسالہ "ترجمان القرآن" سے میری آشنائی پہلی دفعہ وہیں ہوئی تھی۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ بہت بڑے مقرر نہ تھے، نہ انہیں تقریر و خطابت کا دعویٰ تھا۔ وہ سیدھی اور صاف باتیں کرتے تھے جو لوگوں کو متاثر کرتی تھیں اور غور سے سنی جاتی تھیں۔ تقریر میں سیاسی افکار کا اظہار وہ اشارے کنائے میں کرتے تھے، جس سے اُن کے دل کی بات لبسا اوقات تفصیل سے بھی زیادہ نکھر جاتی تھی۔

خطابت کے علاوہ جو دوسرا کام اُنہوں نے ہمارے ہاں شروع فرمایا، وہ درس و تدریس کا تھا۔ اس میں کچھ تو مقامی لوگ تھے جو ان سے قرآن مجید کا ترجمہ یا بعض دینی و تاریخی قسم کی کتابیں پڑھتے تھے اور کچھ وہ طلباء تھے جو دیگر مقامات کے رہنے والے تھے اور حصولِ علم کی غرض سے ان کی خدمت میں آئے تھے۔

ترجمۂ قرآن فجر کی نماز سے تھوڑی دیر بعد پنجابی زبان میں پڑھایا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے اس سے فارغ ہو کر اپنے دنیوی کام کاج کرنا ہوتے تھے اس لیے زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹے میں یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تھا۔ اس زمانے میں مندرجہ ذیل مقامی لوگوں نے مولانا سے ترجمۂ قرآن پڑھا۔

۱۔ **صوفی محمدؒ**:۔ یہ ایک متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان کے والد حاجی نورالدین تھے جو مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے مرید تھے۔ صوفی صاحب نے آزادیٔ وطن کے بعد اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ چک ۳۶ گ ب (تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد) میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں فوت ہوئے۔

۲۔ **حاجی محمد علی**:۔ یہ ٹرانسپورٹر تھے۔ بڑے عاقل و فہیم شخص تھے اور مطالعہ کافی وسیع تھا۔ ہمارے قریبی رشتے دار تھے اور میرے مہربان تھے۔ انہوں نے ۱۲ اگست ۱۹۸۵ء کو جھنگ میں وفات پائی۔

۳۔ **حاجی محمد علی**:۔ یہ ایک اور حاجی محمد علی تھے جو میرے پیارے دوست تھے۔ حالتِ غربت میں زندگی کا آغاز کیا تھا، پھر اللہ نے بڑا کرم فرمایا۔ کئی سال سے کراچی میں مقیم تھے اور وہاں آزاد چوہدری گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی کے نام سے کاروبار کرتے تھے۔ اپریل ۱۹۸۸ء کو وہیں انتقال ہوا۔ ان کے چار بیٹے ہیں جو بڑے سعادت مند اور خوش اخلاق ہیں۔

۴۔ **میاں محمد شریف**:۔ اُس وقت یہ اچھی خاصی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ آزادی کے بعد اپنے بعض عزیزوں کے ساتھ راجہ جنگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ضلع قصور) میں آ بسے تھے، وہیں فوت ہوئے۔

۵۔ عبدالعزیز: کوٹ کپورہ کے بازار میں ان کی دکان تھی۔ آزادیٔ وطن کے بعد بوریوالہ (ضلع وہاڑی) چلے گئے تھے۔ بہت اچھا کاروبار تھا، وہیں انتقال ہوا۔

۶۔ عبدالرشید: یہ عبدالعزیز کے بڑے بھائی تھے اور بائیس تیئس برس کے خوب صورت اور صحت مند جوان تھے۔ بازار میں ان کا کاروبار تھا۔ ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ شام سے تھوڑی دیر بعد مولانا کی خدمت میں آجاتے اور پھر ان کے ساتھ موگا روڈ پر سیر کے لیے جاتے۔ چھ سات اور آدمی بھی ہوتے۔ ایک دن اپنے کام سے فارغ ہو کر آئے اور اکیلے سیر کے لیے چل پڑے۔ دو چار دوستوں نے کہا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب آنے والے ہیں، معمول کے مطابق ان کے ساتھ چلیں گے۔ جواب دیا میں چلتا ہوں، آپ لوگ مولانا کے ساتھ آجائیں۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ اُدھر سے ایک قصائی جس کے عبدالرشید کے ساتھ اچھے مراسم تھے، ایک گاؤں (پنجگرائیں) سے گوشت بیچ کر آرہا تھا۔ اس کے سر پر گوشت والی خالی ٹوکری تھی اور ہاتھ میں چھُرا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ قصائی (غالباً) ذہنی طور پر کچھ خوف زدہ سا تھا۔ اس جگہ کے متعلق بھی مشہور تھا کہ یہاں کسی "شے" کا ٹھکانہ ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ رات یا دوپہر کے وقت آبادی سے باہر کچا یا پکا گوشت لایا جائے تو بھوت پریت (یائے مجہول کے ساتھ پڑھیے) کا خطرہ ہوتا ہے۔

قصائی کے بقول اس نے تاریکی میں کوئی "شے" اس شکل میں اپنی طرف آتی ہوئی دیکھی، جیسے اُس پر حملہ کر رہی ہو۔ اب اس نے اُس پر چھُرے کا ایسا وار کیا کہ اس کا وہیں خاتمہ ہو گیا اور خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ اُسی وقت لوگ جمع ہو گئے اور قاتل کو پکڑ کر رسّیوں سے باندھ لیا گیا۔ چند لمحوں بعد پولیس آگئی۔

یہ ستاون اٹھاون سال کی بات ہے، اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کی تھی لیکن اس حادثے کا پورا نقشہ آج بھی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ رسّیوں میں جکڑا ہوا قصائی ہاتھ جوڑ کر اور رو رو کر کہہ رہا تھا۔ لوگو! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے چھوڑ دو۔ رشید میرا یار تھا، میں اُسے پہچان نہیں سکا۔ میں سمجھا یہ کوئی جن بھوت ہے جو مارنے کے لیے میری طرف آرہا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا تھا۔ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے اس کو مارا ہے۔

عبدالرشید کا بوڑھا والد میاں محمد جو نہایت نیک بزرگ تھا، کچھ عرصے سے بیمار تھا، جوان بیٹے کی موت اس پر بجلی بن کر گری اور تیسرے دن وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

عبدالرشید کے قاتل کو بیس سال کی سزا ہوئی تھی۔ عبدالرشید کا اپنا مکان تھا لیکن سرکار نے اس کی بوڑھی ماں اور کم سن بھائی کو ایک کنال زمین دے دی تھی تاکہ وہ اس میں اپنا مکان تعمیر کر لیں۔ مکان کی تعمیر کے لیے کچھ نقد روپے بھی دے دیئے گئے تھے۔ یہ اچھی خاصی امداد تھی جو فرید کوٹ سرکار نے اس خاندان کے مصیبت زدہ افراد کی اس زمانے میں کی۔

۷۔ صوفی عبدالجلیل: یہ بیکر زہد ورع تھا۔ آزادی کے بعد سے چک ۳۶ گ ب (ضلع فیصل آباد) میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامت گزین ہیں ۔

۸۔ **قاضی غلام محی الدین** :۔ فریدکوٹ کے معزز اور تعلیم یافتہ گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ان کے بڑے بھائی قاضی عبدالحکیم مرحوم ہمارے شہر میں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے ۔ احناف کے بریلوی مکتب فکر سے ان کا تعلق تھا ۔ قاضی غلام محی الدین تقسیم ملک کے بعد لاہور آ گئے تھے ۔ بہت عرصہ یہاں اسلامیہ ہائی سکول (بھاٹی گیٹ) کے ہیڈ ماسٹر رہے ۔ لاہور میں چوبان روڈ پر سکونت پذیر ہیں اور میرے نہایت مخلص دوستوں میں سے ہیں ۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کا ذکر انتہائی احترام سے کرتے ہیں ۔

۹۔ **حاجی محمد رفیق** :۔ ان کے والد حاجی خیرالدین اہل و عیال سمیت جاوا سماٹرا (انڈونیشیا) چلے گئے تھے، رفیق اُس وقت کم سن تھے ۔ اسی دوران میں والدین کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ۔ طویل عرصے کے بعد وطن واپس آئے تھے ۔ آتے ہی مولانا عطاء اللہ صاحب کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے تھے ۔ پھر دہلی جا کر درس نظامیہ کی تکمیل کی ۔ کھنڈیلے بھی مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے مختلف درسی کتابیں پڑھیں ۔ بعض سرکاری محکموں میں ملازمت کرتے رہے ۔ میرے بے تکلف دوست ہیں اور آج کل میرے گاؤں (چک ۵۳۳ گ ب ضلع فیصل آباد) میں سکونت پذیر ہیں ۔

۱۰۔ **چراغ الدین کاہلوں** :۔ یہ جامع مسجد سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ریلوے سٹیشن سے آگے "سرکلوری" محلہ میں رہتے تھے اور کاہلوں برادری کے زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ خوب صورت اور نیک طینت شخص تھے ۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث کی کتاب **مشکوٰۃ** شریف پڑھتے تھے ۔ اس سے قبل انہوں نے مولوی بدرالدینؒ اور مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ سے بعض درسی کتابیں پڑھی تھیں ۔

مولوی چراغ الدین تقسیم ملک کے بعد تحصیل جڑانوالہ کے ایک گاؤں چک ۲۳۳ گ ب میں آباد ہو گئے تھے ۔ ان کی برادری کے بہت سے لوگ اس گاؤں میں آباد ہیں ۔ ہمارے گاؤں میں ان حضرات کی آمد و رفت رہتی ہے ۔ مولوی چراغ الدین سے میرے دوستانہ مراسم تھے ۔ کئی سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا ہے ۔ ان کے بیٹے بڑے احترام سے پیش آتے ہیں ۔

۱۱۔ **حافظ علی محمد** :۔ آزادیٔ وطن سے پہلے ان کے بڑے بھائی عبداللطیف ریلوے میں ملازم تھے اور ملازم کی حیثیت سے بہاول نگر میں مقیم تھے ۔ علی محمد چھوٹی عمر میں بھائی کے ساتھ بہاول نگر چلے گئے تھے ۔ وہیں ریلوے سٹیشن کی مسجد میں قرآن مجید حفظ کیا ۔ پھر اپنے آبائی شہر (کوٹ کپورے) آ کر مولانا عطاء اللہ صاحب کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے تھے ۔ آج کل ہمارے گاؤں میں مقیم ہیں اور وہاں فرائض امامت سرانجام دیتے ہیں ۔

۱۲۔ میں نے بھی مذکورہ بالا حضرات کی معیت و رفاقت میں اسی زمانے میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے قرآن مجید کا ترجمہ اور بعض کتابیں پڑھیں ۔

۱۳۔ **میاں شیر محمد** :۔ یہ کشمیریوں کے محلّے کی مسجد کے امام جماعت تھے ۔ چھوٹے قد کے نہایت نیک آدمی تھے جو مولانا کی خدمت میں کچھ پڑھنے آیا کرتے تھے ۔ یہ معلوم نہیں وہ کیا پڑھتے تھے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ لوگ تھے جو اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے مولانا سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، ان میں سے بعض نے ترجمے کے علاوہ بھی ان سے استفادہ کیا۔ میں بھی استفادہ کرنے والوں میں شامل تھا اور ان سب سے کم عمر تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عہد کی باتیں ضبطِ تحریر میں لانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس کم عمر ہی کو عطا فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اس عاجز پر بہت بڑا احسان ہے جس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ چوبیس پچیس برس ہوگی۔ نہ وہ بہت بڑے مقرر تھے۔ نہ زوردار خطیب تھے اور نہ شیریں بیان واعظ تھے۔ وہ تعویذ دھاگے میں بھی شہرت نہ رکھتے تھے، وہ کوئی سیاسی لیڈر بھی نہ تھے، وہ کسی خاص موضوع کی کتابوں کے مصنّف و مولّف یا مرتّب بھی نہ تھے، درس و تدریس میں بھی اس وقت ان کا کوئی زیادہ تجربہ نہ تھا۔ ان کا کوئی قابلِ ذکر خاندانی پس منظر بھی نہ تھا جو ان کی شہرت و ناموری کا باعث بنتا، وہ اپنے خاندان کے واحد شخص تھے جن کو اللہ نے غربت کی حالت میں علم و فضل سے نوازا تھا۔ پھر ہمارا وہ علاقہ جہاں وہ اس عہد میں تشریف فرما تھے علم و کمال میں کسی شمار قطار میں نہ آتا تھا، ان دنوں آج کل کی طرح زیادہ اخبار بھی نہ تھے جو اشتہار بازی کے ذریعے کسی شخصیت یا کسی جگہ کے مدرسے کو عوام میں متعارف کرانے کا سبب بنتے۔ اب تو ما شاء اللہ جماعتی رسائل و جرائد کی برکت سے غلط بیانیوں سے ملوث "صداقت" نے ارتقا و تقدم کی اتنی منزلیں طے کرلی ہیں کہ جہاں قاعدے، سیپارے پڑھنے والے پانچ بچے جمع ہوگئے وہ "جامعہ" قرار پاگیا، جس مسجد میں چار لڑکے چند روز کے لیے آگئے، وہ "کلیہ" کہلایا۔ جس گھر میں چھ سات لڑکے بٹھالیے گئے۔ اس کا نام "دارالعلوم" رکھ دیا گیا۔ جھوٹ کا اس قدر دَور دورہ ہے کہ اب پُورے پاکستان میں کوئی مدرسہ نہیں رہا، سب جامعات، کلّیات اور دارالعلوم بن گئے ہیں۔

ایک اور ترقی اللہ کے فضل سے ہم نے یہ کی ہے کہ پورے ملک میں کوئی مولوی یا مدرس نہیں رہا، مولوی سب کے سب "علّامے" ہوگئے ہیں یا کم سے کم حضرت مولانا قرار پاگئے ہیں۔ اگاڑی پچھاڑی کے خطابات و القابات اس پر مستزاد۔ مدرس ختم ہوگئے ہیں، سب شیخ القرآن یا شیخ الحدیث کہلانے لگے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے جس دَور کا میں ذکر کر رہا ہوں، اُس دَور میں شاید اس قسم کے الفاظ ایجاد نہیں ہوئے تھے۔

اس زمانے میں آمد و رفت کے یہ تیز ترین ذرائع بھی نہیں تھے جو اب ہیں بشست رفتار ریلیں تھیں اور سڑکوں پر بہت کم بسیں دکھائی دیتی تھیں۔ سڑکیں بھی بڑے بڑے شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھیں، موجودہ دور کی طرح ہر قصبے، ہر قریے اور ہر بستی کے باہم رابطے کا ذریعہ نہیں بنتی تھیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جو اُوپر بیان کی گئی ہیں، کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں دُور دراز کے علاقوں سے کتنے ہی طلبا حصولِ علم کے لیے حاضر ہوئے اور ان میں سے بعض نے اپنی خدمات کی بنا پر بعض حلقوں میں شہرت بھی پائی۔ ان طلبا کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا نیاز اللہ خاں:۔ ضلع ہوشیار پُور کے راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، میٹرک پاس کرنے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آزادی کے بعد ضلع لائل پور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ جماعت اسلامی سے منسلک ہیں۔ کسی جلسے یا میٹنگ میں ان سے ملاقات کا موقع مل جائے تو پرانی یادیں سطح ذہن پر نمودار ہونے لگتی ہیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ نیاز اللہ خان کا علاقہ (ضلع ہوشیار پور) کوٹ کپورے سے کم و بیش ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں تھا۔

۲۔ **مولانا محمّد یعقوب:** ۔ کوٹ کپورے کے قرب و جوار کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، جس کا نام "واندراں" تھا۔ ان کے والد مولوی نور محمد ہمارے ہاں جامع مسجد کے امام تھے، ساتھ ہی چھوٹے بچوں کو قرآن مجید اور ابتدائی اسلامی کتابیں پڑھاتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا محمد یعقوب نے گوجرہ (ضلع فیصل آباد) میں سکونت اختیار کر لی تھی اور درس و خطابت کا سلسلہ جاری کر لیا تھا۔ ۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء کو وہیں وفات پا گئے۔

۳۔ **محمّد یعقوب:** ۔ یہ خوش اخلاق اور خوب صورت نوجوان ضلع فیروز پور کی تحصیل موگا کے ایک گاؤں "صافو والا" کے رہنے والے تھے۔ گوجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ افسوس ہے آزادی سے قبل عالم جوانی میں وفات پا گئے تھے۔

۴۔ **فتح محمّد:** ۔ ضلع حصار موجودہ صوبہ ہریانہ کی تحصیل سرسہ کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ بڑے ذہین اور پڑھنے میں تیز تھے، جوان عمر میں فوت ہوئے۔

۵۔ **غلام محمّد:** ۔ ان کا تعلق بھی ضلع حصار کے کسی گاؤں سے تھا۔ کافی عرصہ مولانا سے حصول علم کرتے رہے۔ آزادی کے بعد ان کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا۔

۶۔ **محمّد ادریس:** ۔ ان کا مسکن بھی ضلع حصار کا ایک گاؤں تھا۔ خاصی مدت مولانا کی خدمت میں رہے۔ آزادی وطن کے بعد ان کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ کن حالات سے دوچار ہوئے۔

۷۔ **محمّد جمیل:** ۔ مشرقی پنجاب میں ریلوے جنکشن "بٹھنڈہ" ہندوستان کا مشہور شہر ہے۔ وہاں حاجی رتن کے مدفن کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ جمیل، حاجی رتن کے متولیوں میں سے تھے اور اس حیثیت سے ان کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے تھا۔ کوٹ کپورے ان کے عزیز رہتے تھے جو مسلکاً اہل حدیث تھے، جمیل کا قیام انہی کے ہاں تھا۔ آزادی کے زمانے میں پاکستان کی طرف آتے ہوئے دوران سفر میں ریاست فریدکوٹ کے ایک گاؤں "گولے والا" میں بھری جوانی میں ان کا انتقال ہوا۔

جمیل خوب صورت اور پیارا نوجوان تھا اور میرا دوست تھا۔ آزادی کے بعد ان کے خاندان کے بہت سے افراد ہمارے موجودہ گاؤں (چک ۵۳ گ ب) میں آباد ہو گئے تھے۔ جمیل کے والد میاں عبدالعلیم نے ہمارے گاؤں میں وفات پائی۔

جمیل کے سب سے چھوٹے بھائی کا نام محمد سعید ہے جو ہمارے گاؤں میں رہتا ہے اور میں جب گاؤں جاتا ہوں سعید سے ضرور ملتا ہوں۔ سعید کا بڑا بھائی محمد یعقوب ہے جو ضلع بہاول نگر کے ایک گاؤں میں مقیم ہے۔ یعقوب سے بھی اس وقت ملاقات ہو جاتی ہے، جب میں اپنے گاؤں میں ہوتا ہوں اور وہ بھی اپنے عزیزوں سے ملنے وہاں آیا ہو۔

۸۔ **عبدالعزیز:** ۔ یہ جمیل کا تایا زاد بھائی ہے جس نے اپنے خاندان کے بعض افراد کے ساتھ ضلع رحیم یار خاں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس سے بھی میرے مراسم تھے۔ آزادی کے بعد ہمارے گاؤں میں بھی (جہاں اس کی آمد و رفت رہی ہے) کئی دفعہ اس سے ملاقات ہوئی۔ ایک دو دفعہ لاہور آیا اور مجھ سے ملا۔ اس کے والد میاں عبدالحی تھے جو تقسیم کے بعد ہمارے گاؤں میں آبسے تھے۔ پھر ضلع رحیم یار خان چلے گئے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کا یہ لوگ انتہائی احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں جمیل کے ساتھ حاجی رتن گیا تھا اور ایک دن اور رات وہاں رہا تھا۔ بٹھنڈہ ہمارے شہر سے بجانب مشرق پچیس میل کے فاصلے پر تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے مولانا عطاء اللہ صاحب بھی ایک مرتبہ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

حاجی رتن ہماری تاریخ رجال کا ایک مستقل موضوع ہے اور اس شخصیت کے متعلق عربی کی قدیم کتب رجال میں بہت سی باتیں مرقوم ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی حاجی رتن ہندی کا تذکرہ فرمایا ہے، لیکن اس سلسلے کی تفصیل میں جانا اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ حاجی رتن کے سالانہ عرس کی تقریبات میں دور و نزدیک سے بے شمار مسلمان، ہندو اور سکھ شامل ہوتے اور نذر و نیاز ادا کرتے تھے۔ عرس کے علاوہ بھی روزانہ کثیر تعداد میں لوگ وہاں حاضری دیتے تھے۔ مشرقی پنجاب سے آنے والے لوگوں کے بیان کے مطابق یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور سکھ اور ہندو کثیر تعداد میں وہاں آتے ہیں۔

بہت سی زمین حاجی رتن کی قبر کے نام وقف تھی، اب بھی مشرقی پنجاب کے مسلم اوقاف میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے اور وہاں کی صوبائی حکومت نے اس کے انتظام کے لیے سرکاری طور پر جو مسلم اوقاف بورڈ بنایا ہے، اس میں میرے ایک دوست ماسٹر کفایت اللہ صاحب بھی شامل ہیں جو مشرقی پنجاب کے شہر مالیر کوٹلہ میں اقامت گزین ہیں۔

۹۔ **نور محمد**:۔ ضلع حصار کی تحصیل سرسہ کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔ سانولے رنگ کا یہ دبلا پتلا نوجوان اکثر بیمار رہتا تھا، پڑھنے لکھنے میں بڑا حریص تھا۔ اٹھتی جوانی میں جب کہ سترہ اٹھارہ برس کی عمر کو پہنچا ہو گا، وفات پا گیا تھا۔ تحصیل سرسہ کے ایک مشہور عالم دین اور مدرس مولوی جلال الدین تھے، نور محمد کی بہن سے ان کی شادی ہوئی تھی۔

۱۰۔ **حافظ عبداللہ**:۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ مولانا کی تشریف آوری کے بعد یہ بھی وہیں آ گئے تھے۔ بعض درسی کتابیں انہوں نے اپنے برادر صغیر سے پڑھیں۔ بڑے صحت مند جوان تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ قرآن پڑھتے تو سماں بندھ جاتا اور جی چاہتا کہ وہ پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

۱۱۔ **محمد اسحاق**:۔ ضلع قصور کے ایک گاؤں "چھبر" کا رہنے والا تھا جو دریائے ستلج کے کنارے گنڈا سنگھ والا کے قریب اس نواح کا مشہور گاؤں ہے۔ یہ گاؤں اس وقت ضلع لاہور میں واقع تھا اور قصور کو اس علاقے کی تحصیل کا درجہ حاصل تھا۔ اسحاق ماجھے کا لمبا تڑنگا، صحت مند اور خوبصورت و خوش مزاج نوجوان تھا۔ اعوان برادری سے تعلق رکھتا تھا بھری جوانی میں فوت ہو گیا تھا۔

۱۲۔ **رحمت اللہ**:۔ یہ بھی موضع چھبر کا رہنے والا تھا۔ درمیانے قد کا یہ عمدہ خصال نوجوان تھا۔ تقسیم ملک سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ بھی اعوان برادری سے تعلق رکھتا تھا۔ کبھی کبھی لطیفے بھی سنایا کرتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ **حبیب اللہ:۔** یہ بھی چھبر کا رہنے والا تھا۔ اللہ نے اس کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ تقسیم کے بعد دو تین دفعہ لاہور آیا اور مجھ سے ملا۔ ذرا سا تیز بولتا تھا۔ ۱۹۵۱ء کو حج بیت اللہ کے مبارک سفر پر گیا اور وہیں سفرِ آخرت پر روانہ ہو گیا۔ یہ بھی اعوان برادری کا فرد تھا۔ آزادی کے بعد میں لاہور آیا تو چھبر کے بہت سے لوگوں سے مراسم قائم ہوئے جو ان سے تعلق قرابت رکھتے ہیں۔

۱۴۔ **محمد شفیق۔** ضلع فیروز پور میں ایک مشہور ریلوے سٹیشن "گرو ہرسائے" تھا جو فیروز پور سے بہاولنگر اور سمہ سٹہ جانے والی ریلوے لائن پر تیسرا اسٹیشن تھا۔ شفیق کا گاؤں اس ریلوے سٹیشن کے قریب تھا۔ اس گاؤں کا نام اب ذہن میں نہیں رہا۔

شفیق بڑا دلچسپ اور شرارتی لڑکا تھا۔ جامع مسجد کے خادم کا نام طالب دین تھا۔ وہ دُبلا پتلا سا بوڑھا آدمی تھا اور نابینا تھا۔ لیکن اس کی بصیرت بڑی تیز تھی۔ کوئی لڑکا شرارت کرتا تو فوراً اس کا احساس جاگ اُٹھتا اور وہ اپنی بے نور آنکھیں پوری طرح کھول کر اور سر اد نچا کر کے اُدھر متوجہ ہو جاتا۔ شفیق پر اُسے بہت اعتماد تھا، شفیق بھی اسے ہر وقت "باباجی، باباجی" کہتا رہتا۔ کھانے پینے کی کوئی چیز کہیں سے آتی تو وہ شفیق کو آواز دیتا اور چیز اس کے حوالے کر دیتا۔

مسجد کی اندرونی دیوار پر جو گھڑیال لٹکتا رہتا تھا، اس پر وقت طالب دین عام طور پر شفیق سے پوچھتا تھا۔

ایک دن اُس نے شفیق کو آواز دی اور پوچھا۔

شفیق! گھڑی پر کیا بجا ہے؟

شفیق نے فوراً جواب دیا: اینٹ

یہ سُنتے ہی طالب دین (جسے عام طور پر لوگ "تالو" کہتے تھے) طیش میں آ گیا اور جدھر سے آواز آئی تھی، اس طرف ڈنڈا لے کر دوڑا، اور ڈنڈا زور سے شفیق کی طرف چلایا، لیکن شفیق بچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد شفیق نے منت سماجت کر کے طالب دین سے صلح کر لی، اب طالب دین پھر شفیق پر مہربان تھا۔

۱۵۔ **مشتاق:۔** یہ شفیق کا بڑا بھائی تھا جو کچھ عرصہ کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس کا یارانہ زیادہ تر ہندو لڑکوں سے تھا۔

شفیق اور مشتاق کے والد کئی دفعہ مولانا کی خدمت میں آئے تھے۔ وہ سنجیدہ مزاج کے بزرگ تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے، ان کا نام میاں جان محمد تھا اور وہ اپنے گاؤں کی مسجد کے امام تھے۔

۱۶۔ **محمد شفیع:۔** یہ ریاست فریدکوٹ کے ایک گاؤں نون قلعہ کا رہنے والا تھا، بڑا تیز طرار نوجوان تھا۔ پڑھنے کا بھی شوق تھا لیکن لکھنے کا شوق زیادہ تھا۔ کئی کئی تختیاں روزانہ لکھتا تھا اس لیے اس کا خط (ہینڈ رائٹنگ) بہت اچھا تھا۔ ۱۹۳۶ء کے بعد ۱۹۴۷ء تک دو یا تین دفعہ ہی اس سے ملاقات ہو سکی، اس کے بعد اس سے ملنے کا موقع نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا۔ معلوم نہیں کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

۱۷۔ **محمد صدیق** :۔ ان کا تعلق بھی "نواں قلعہ" سے تھا۔ ان کی بڑی بہن کی شادی کوٹ کپورے میں ہوئی تھی۔ یہ بہن کے گھر رہتے تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب سے بعض کتابیں پڑھتے تھے۔ آزادی کے بعد تحصیل جڑانوالہ کے ایک گاؤں چک نمبر ۹۰ گ ب میں آبسے تھے۔ ہمارے گاؤں میں ان کی عزیزداری ہے۔ ان کا ایک لڑکا ہمارے گاؤں میں مقیم ہے جہاں ان کا آنا جانا ہے اس لیے ان سے کبھی کبھی ملاقات ہوجاتی ہے اور پرانی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔

۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۶ء کے آخر تک چار سال مولانا عطاء اللہ حنیفؒ ہمارے ہاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس اثنا میں مندرجہ بالا حضرات نے تھوڑا یا زیادہ عرصہ وہاں ان سے استفادہ کیا اور ان کی تدریسی زندگی کے عہدِ آغاز میں ان کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہوئے۔ یہ تمام طلبا دُور یا قریب کے علاقوں سے مولانا کی خدمت میں حصولِ علم کے لیے بغیر کسی پراپیگنڈے اور اشتہار بازی کے آئے تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی پیدائش کے زمانے میں عام طور پر بچوں کی تاریخ ہائے ولادت کو ضبطِ تحریر میں لانے اور محفوظ رکھنے کا دیہات میں اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اس لیے صحت وتیقن کے ساتھ تو یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ کس تاریخ کو پیدا ہوئے، البتہ اپنے والدین اور خاندان کے بعض بزرگوں کے حوالے سے جو روایت وہ کبھی کبھی بیان کیا کرتے تھے، اس کی رُو سے ان کی ولادت ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں ہوئی تھی۔

ان کا مولد ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن کا ایک گاؤں "بھوجیاں" تھا۔ یہ گاؤں در و دیوار کی گنتی اور افراد کی تعداد کے اعتبار سے تو بے شک محدود اور سمٹا ہوا تھا لیکن علم و عرفان اور معرفت و ادراک کے لحاظ سے بڑی وسعت اور پھیلاؤ کا مالک تھا۔ اس نواح میں اُسے علما کے مسکن اور اصحابِ فضائل و کمالات کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں کے ایک بزرگ مولانا فیض محمد خاں تھے جو پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنویؒ، مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا عبدالرحیم غزنویؒ اور بعض ان دیگر علمائے غزنویہ کے شاگرد اور عقیدت مند تھے، جن کا سلسلۂ درس وتدریس امرتسر میں جاری تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولانا فیض محمد نے (جو اپنا نام شروع میں فیض محمد خاں اور آخر میں فیض اللہ خاں تحریر فرماتے تھے) اپنے گاؤں بھوجیاں میں مدرسہ **فیض الاسلام** کے نام سے خود اپنی درس گاہ قائم کرلی تھی، جس میں متعدد علماء وطلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ مولانا فیض محمد کا انتقال ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادگانِ گرامی قدر مولانا عبدالرحمن مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالرحیم تھے جو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں سکھ بلوائیوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کرگئے تھے۔ یہ تینوں بھائی بڑے نیک اور عالم و فاضل تھے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے والدِ محترم کا اسم گرامی میاں صدرالدین حسن تھا۔ یہ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں "مالووال" سے نقل مکانی کرکے بھوجیاں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ بسے تھے۔ یہاں آ کر ان کا تعلق مولانا فیض محمد خاں سے ہوا میاں صدرالدین پہلی مرتبہ انہی کی رفاقت میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پھر اس طرح ان کے حلقۂ ارادت میں شمولیت اختیار کی کہ جب تک وہاں نہ جاتے، دل کو سکون اور رُوح کو اطمینان حاصل نہ ہوتا۔ انہوں نے امام صاحب سے بے حد فیض حاصل کیا۔

میاں صدرالدین حسین کی اہلیہ محترمہ شادی سے تھوڑا عرصہ بعد وفات پا گئی تھیں۔ ان سے جو لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام حافظ عبداللہ تھا۔ (حافظ صاحب کا انتقال تقریباً ۳۲-۳۴ برس پہلے لاہور میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے مکان پر ہوا تھا) حضرت الامام مولانا عبدالجبّار غزنوی کے مریدین و معتقدین کا دائرہ بہت وسیع تھا، جن میں خواتین بھی شامل تھیں۔ ان میں سے ایک بیوہ خاتون تھیں، جن کے بطن سے پہلے شوہر کی ایک بیٹی بھی تھی۔ امام صاحب نے اس خاتون کا نکاح میاں صدرالدین سے کر دیا تھا۔ اور لڑکی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ مولانا محمد سلیمان انصاری (رکن ادارہ الاعتصام) کے والدِ محترم میاں علی محمد کے عقد میں دے دی تھی۔ میاں علی محمد موضع جگیاڑی (ضلع شیخوپورہ) کے رہنے والے تھے اور امام صاحب کے مرید تھے، نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ حسنِ سیرت کے ساتھ ساتھ حسنِ صورت کی نعمت سے بھی اللہ نے ان کو خوب نوازا تھا۔ میں نے ان کو کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے مکان پر دیکھا تھا۔ مولوی سلیمان کی والدہ کو بھی مجھے کئی دفعہ سلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لانبے قد کی باپردہ خاتون تھیں۔ دونوں میاں بیوی انتہائی پرہیزگار تھے اور ہمارے ہاں مولانا عطاء اللہ صاحب کی وجہ سے ان کی آمدو رفت تھی۔ سب مرد و زن ان کا احترام کرتے اور ان سے طالب دعا ہوتے تھے۔ ایسے مخلص و پارسا لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔

میاں صدرالدین حسین کی اُس اہلیہ محترمہ کے بطن سے (جن کا نکاح ان سے حضرت امام صاحب نے کیا تھا) مولانا عطاء اللہ صاحب پیدا ہوئے۔ یہ بڑی خوش نصیب اور بلند بخت خاتون تھیں، جس نے اتنے بڑے عالم کو جنم دیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ نہایت بابرکت ماحول میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا۔ ناظرہ قرآن مجید انہوں نے مولوی عبدالکریم (یا فضل کریم) بھوجیانی سے پڑھا جو مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے شاگرد اور مرید تھے۔ ترجمہ قرآن تین بزرگوں سے پڑھا۔ اپنے والدِ محترم میاں صدرالدین حسین سے، مولانا فیض محمد خاں سے اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے۔! اس دَور کے مروّجہ نصاب کی بعض ابتدائی کتابیں بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور صرف و نحو کی چند کتابیں مولانا عبدالرحمٰن سے پڑھیں۔ اس زمانے میں فارسی لازماً پڑھائی جاتی تھی، مولانا عطاء اللہ نے فارسی کے چند چھوٹے چھوٹے ابتدائی رسالے جو اخلاقیات سے متعلق نظم و نثر میں تھے۔ اپنے گاؤں کے ایک بزرگ حاجی امان اللہ جو علامہ عزیز انصاری کے والد اور حاجی ابراہیم انصاری (گوجرانوالہ) کے اور عثمان ابراہیم کے تایا تھے، سے پڑھے۔

زندگی میں انسان کو بسا اوقات کئی قسم کے حالات سے گزرنا پڑتا ہے اور وہ حالات آگے چل کر اس کی تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کو بھی اس قسم کے حالات سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے ایک مرتبہ بتایا کہ مولانا فیض محمد خاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے ان کے والد سے بڑے اچھے تعلقات تھے کسی بنا پر والد صاحب ناراض ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مولانا نے میاں صدرالدین کے لڑکے یعنی نو عمر عطاء اللہ کو پڑھانے سے انکار کر دیا۔ وہ مولانا کی خدمت میں پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور مولانا ان کو حلقۂ درس سے نکال دیتے تھے۔ ادھر والد اصرار کرتے تھے کہ وہ بہر صورت ان کی خدمت میں جائیں اور ادھر یہ حالت تھی کہ اُستاد انہیں دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ جونہی وہ مسجد میں جاتے، فوراً بھگا دیے جاتے۔

یہ نہایت عجیب وغریب صورتِ حال تھی جس سے وہ دوچار تھے۔ گھر گئے تو والد نے بھگا دیا کہ مسجد میں جا کر اُستاد سے پڑھو۔ مسجد میں گئے تو اُستاد نے شاگردوں کی صف میں بیٹھنے سے روک دیا اور کہا نکلو یہاں سے۔!

مولانا فیض محمد خاں مزاج کے سخت تھے۔ اس کے برعکس ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن نرم طبیعت تھے۔ وہ باپ سے کہتے تھے اس بچے کو پریشان نہ کیا جائے، یہ پڑھنا چاہتا ہے اسے پڑھانا چاہیے۔

اس اثنا میں میاں صدرالدین وفات پا گئے اور ماں بیٹے کی آمدنی کا بظاہر کوئی ذریعہ نہ رہا۔ ان کو پڑھنے لکھنے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن غربت نے اس قدر زور باندھ رکھا تھا کہ نہ کتاب خریدنے کے لیے کوئی پیسہ تھا اور نہ لکھنے کے لیے تختی یا کاپی خریدنے کی سکت! ان کا بیان ہے کہ وہ سفید چاک سے دیواروں پہ لکھتے رہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اُستاد کی مدد و اصلاح کے بغیر لکھنا سیکھا۔

مولانا عطاء اللہ نے بہت سال پہلے ان سطور کے راقم کو اپنے گھریلو حالات اور مقامی معاملات سے متعلق بہت سی باتیں تفصیل سے بتائی تھیں اور جن حالات میں انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں، اس کے متعدد گوشوں کی وضاحت کی تھی۔ جو لوگ ان سے ہمدردی کا برتاؤ کرتے تھے ان کا بھی انہوں نے ذکر کیا اور جن لوگوں کی طرف سے کسی وجہ سے کچھ دوسری قسم کا سلوک روا رکھا گیا، اس کا بھی انہوں نے خوشگوار انداز میں تذکرہ فرمایا تھا۔ لیکن میں وہ سب تفصیلات حذف کر رہا ہوں، صرف اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی طالب علمی کی زندگی کا آغاز انہوں نے انتہائی تنگ دستی اور غربت کی حالت میں کیا تھا۔ اور اسی حالت میں یہ دور اختتام کو پہنچا تھا۔ مگر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی میدان میں بڑی شہرت و ناموری سے سرفراز کیا اور اپنی کرم فرمائیوں سے خوب نوازا۔ قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے۔

واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم

جب گاؤں میں حصولِ علم کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو ۱۹۲۰ء میں وہ کسی نہ کسی طرح دہلی پہنچ گئے، جس کو اس دور میں علم و علما کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں کے بعض سرمایہ داروں نے جنہیں "سیٹھ" کہا جاتا تھا۔ اپنے طور پہ دینی تعلیم کے مدارس قائم کر رکھے تھے، جن میں اونچے درجے کے اصحابِ علم فرائض تدریس انجام دینے پہ مامور تھے۔ مدرسین کو معقول ماہانہ تنخواہیں پیش کی جاتی تھیں اور طلبا کو ماہانہ وظائف دیے جاتے تھے۔ اسی قسم کا ایک مدرسہ دہلی کے ایک مشہور سیٹھ حافظ حمید اللہ نے جاری کیا تھا۔ حافظ صاحب بڑے مخیر اور اہلِ علم کے قدر دان تھے ان کے مدرسے کا نام "مدرسہ حمیدیہ" تھا جو وہاں کی مسجد کلاں میں قائم کیا گیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکتوبر ۱۹۴۵ء کو میں ایک سلسلے میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے ساتھ دہلی گیا تو انہوں نے مجھے یہ مدرسہ دکھایا تھا۔

مدرسہ حمیدیہ میں ان دنوں حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کا سلسلۂ تدریس جاری تھا، مولانا عطاء اللہ اس میں شامل ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ پندرہ برس تھی۔ صحاح ستّہ کی تکمیل انہوں نے مولانا کھنڈیلوی سے کی۔ تفسیر جلالین بھی انہی سے پڑھی۔

اس زمانے میں دہلی کے پھاٹک حبش خاں میں مولانا ابوسعید شرف الدین خدمتِ تدریس سرانجام دے رہے تھے، ان کے مدرسے کا نام "مدرسہ سعیدیہ" تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ان کے حضور بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے شرح نخبۃ الفکر، مؤطا امام مالکؒ اور بعض دیگر کتابیں پڑھیں۔

دہلی وہ (۱۹۲۸ء تک) چار سال رہے اور اس اثنا میں تفسیر، حدیث اور مروّجہ علوم کی کتابیں پڑھیں۔ مدرسہ حمیدیہ کی طرف سے ہر طالب علم کو تین روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ اس انتہائی سستے اور سادہ زمانے میں کھانے پینے کی تمام ضرورتیں بہ آسانی اس وظیفے سے پوری ہو جاتی تھیں بلکہ کچھ پیسے بچ جاتے تھے۔ بچے ہوئے پیسوں سے مولانا عطاء اللہ کتابیں خرید لیتے تھے۔

ابتدائی دورِ طالب علمی ہی سے ان کا اصل موضوع حدیث اور علومِ حدیث تھا۔ علومِ حدیث کی حدود بہت وسیع ہیں، جس میں شروحِ حدیث، اصولِ حدیث، رجالِ حدیث، درجاتِ حدیث، اقسامِ حدیث، طبقاتِ محدثین، تاریخِ حدیث، حجیّتِ حدیث، ائمہ حدیث اور اسنادِ حدیث وغیرہ امور شامل ہیں۔ حدیث کی کون سی کتاب کب چھپی؟ کس نے چھاپی اور اس پر کس نے حواشی و تعلیقات سپردِ قلم کیے اور کس انداز سے کیے، اس سلسلے کی تفصیلات سے وہ خوب آگاہ تھے۔

دہلی کے کتب فروشوں اور ناشروں سے دورِ طالب علمی ہی میں ان کے مراسم قائم ہو گئے تھے اور اسی عہد میں انہوں نے کتابیں خریدنے اور جمع کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ کتابیں خریدتے اور جمع ہی نہیں کرتے تھے، باقاعدہ ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے اور اپنی دلچسپی کے مواد پر نشان لگاتے تھے اور جلد بنواتے وقت جلد ساز کو ابتدائے کتاب میں تین چار سفید ورق زیادہ لگانے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ ان پر لکھا جا سکے کہ کتاب کے فلاں صفحے میں فلاں مسئلے پر اس اسلوب سے بحث کی گئی ہے۔

میں ۱۹۴۵ء میں ان کے ساتھ دہلی گیا تو وہ ان تمام ناشروں اور تاجرانِ کتب کے ہاں مجھے لے کر گئے، جن سے قیامِ دہلی کے زمانے میں ان کے تھوڑے بہت مراسم رہے تھے۔ یہ دکانیں زیادہ تر جامع مسجد کے اردگرد اُردو بازار میں تھیں۔ ان میں سے جو لوگ اُس وقت زندہ تھے وہ مولانا سے بڑے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہاں کے مختلف مدارس کے علما و مدرسین حضرات سے بھی ان کے بہت اچھے تعلّقات تھے اور وہ ان کی بڑی توقیر کرتے تھے۔ مدرسہ رحمانیہ بھی میں نے اسی زمانے میں دیکھا اور مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوریؒ اور مولانا نذیر احمد رحمانی املوی کی زیارت کا پہلی اور آخری مرتبہ دہیں شرف حاصل ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلی سے فراغت کے بعد وہ اپنے گاؤں بھوجیاں واپس آئے تو کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ ان کے ساتھ تھا۔

بھوجیاں میں وہ زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرے۔ جلد ہی مختلف فنون کی تحصیل کے لیے لکھوکے (ضلع فیروزپور) چلے گئے۔ وہاں حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کا سلسلۂ تدریس جاری تھا اور بالخصوص صرف ونحو اور منطق وفلسفہ وغیرہ کے سلسلے میں ان کی بڑی شہرت تھی۔ مولانا عطاء اللہ بھوجیانی وہاں ان سے انہی علوم کی بعض انتہائی کتابیں پڑھنا چاہتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ لکھوی کو اُستادِ پنجاب کی حیثیت حاصل تھی اور طویل عرصے سے صورتِ حال یہ تھی کہ جس شخص کو لکھوکے میں حصولِ تعلیم کے مواقع حاصل نہیں ہوتے تھے اُس کے علم کو مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ دَور کے تمام اہلحدیث علماء مدرسین بالواسطہ یا بلاواسطہ غزنوی اور لکھوی علمائے کرام سے تعلّق شاگردی رکھتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے اب بھی ان دونوں خاندانوں کے درس وتدریس کے سلسلے نہایت عمدگی سے جاری ہیں۔ غزنویوں کا سلسلۂ تدریس دارالعلوم **تقویۃ الاسلام** کے نام سے لاہور میں اور لکھویوں کا **جامعہ محمّدیہ** کے نام سے اوکاڑہ اور رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جاری ہے۔ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کا اہتمام مولانا معین الدین لکھوی کے سپرد ہے اور رینالہ خورد کا حافظ شفیق الرحمٰن بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے سپرد — !

جس زمانے میں مولانا عطاء اللہ صاحب دہلی سے لکھوکے گئے تھے، اس زمانے میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی بھی وہیں تھے اور مولانا عطاء اللہ لکھوی کے حلقۂ درس میں شامل تھے۔ مولانا عطاء اللہ بھوجیانی سے حافظ صاحب اچھی طرح متعارف تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ایک دو مرتبہ پُرانی باتیں بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب وہ لکھوکے پہنچے تو حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے ان کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ وہ بڑے دلچسپ انداز میں داخلے کے خواہشمند طلبا سے سوال کیا کرتے تھے۔ ان سے بھی انہوں نے بعض باتیں پُوچھیں اور دہلی میں جو کتابیں جن اساتذہ سے پڑھی تھیں، اس کی تفصیلات معلوم کیں۔ پھر فرمایا:۔

اَب مجھ سے کیا پڑھنا چاہتے ہو، تم تو پہلے ہی بہت کچھ پڑھ چکے ہو۔

انہوں نے بعض مضامین کی کتابوں کے بارے میں بتایا تو بولے:

جوان یہ کتابیں نہ میں پڑھا سکوں گا نہ تم پڑھ سکو گے۔ دونوں پریشان ہوں گے، بہتر ہے کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔

اس قسم کی باتیں وہ عام طور سے ہر نئے آنے والے طالب سے کہا کرتے تھے اور اس کا آغاز لفظ جوان سے ہوتا تھا۔

اس کے بعد فرمایا تمہاری باتوں سے میں نے اندازہ کیا ہے کہ تم لائق طالب علم ہو، تمہیں مزید علم حاصل کرنے کا شوق بھی ہے اور تم بہت سی ایسی علمی باتیں بھی جانتے ہو جو عام طالب علم نہیں جانتے، لیکن میں تمہیں اپنے مدرسے میں داخل نہیں کرنا چاہتا (داخل نہ کرنے کی انہوں نے کوئی وجہ بھی بتائی تھی)

مولانا عطاء اللہ بھوجیانی اس سے نہایت پریشان ہوئے۔ بالآخر مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کی سفارش سے انہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل کرلیا گیا۔

انہی دنوں ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں "صافووالا" کے حافظ عبدالرحمٰن صافوی بھی وہاں داخلے کے لیے گئے تھے۔ مولانا عطاء اللہؒ لکھوی نے ان کو بھی داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ انہیں بھی حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کے کہنے سے داخلہ ملا۔

مولانا عطاءؒ اللہ بھوجیانی یہ واقعہ بعض دفعہ دلچسپ انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اس ضمن میں حضرت مولانا عطاءؒ اللہ لکھوی کا جو نقطۂ نظر تھا، ہنستے ہوئے اس کی وضاحت بھی کیا کرتے تھے۔

مولانا عطاءؒ اللہ دو سال لکھوکے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وہاں کے تقریباً تمام سرکردہ حضرات سے راقم الحروف کے مراسم تھے اور وہ راقم پر بڑی شفقت فرماتے رہے۔ اب بھی اس نواح کے اکثر لوگ مجھے جانتے ہیں جو شہر اور ضلع اوکاڑہ میں مقیم ہیں۔ وہ مولانا عطاء اللہ بھوجیانی کی بہت تعریف کرتے تھے اور ان کی اس زمانے کی باتیں خوش ہو کر سنایا کرتے تھے۔ بقول ان کے مولانا پر اس دور میں نیند کا غلبہ رہتا تھا اور وہ نمازِ فجر کی بمشکل آخری رکعت باجماعت پڑھتے تھے، نماز پڑھ کر پھر سو جاتے تھے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک دور وہ تھا کہ جب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی ان کو اپنے حلقۂ درس میں شریک کرنے پر رضامند نہ تھے، پھر وہ دور آیا کہ خود ان کے تین صاحبزادوں نے ان سے استفادہ کیا اور لائق صد احترام والد کے حکم سے کیا۔ جن کو خود اُستادِ پنجاب ہونے کا شرف حاصل تھا، اُن کے ایک صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی مرحوم نے فیروز پور میں ان سے حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں اور دو صاحبزادوں ——— حافظ شفیق الرحمٰن اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی ——— نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں ان کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا۔

تمام لکھوی اکابر مثلاً مولانا محمد حسین لکھوی بن حضرت مولانا حافظ محمد لکھوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا محمد لکھوی رحمہم اللہ اور دیگر حضرات ان کی تکریم کرتے تھے۔ یہ میرے سامنے کی اور دیکھنے کی بات ہے۔

یُوں بھی اللہ تعالےٰ نے لکھوی اہلِ علم کو جہاں تدین و صالحیت کی نعمتِ فراواں سے نوازا ہے، وہاں خوش مزاجی و لطافت اور تحمل و بردباری کی دولت سے بھی مالا مال کیا ہے۔ ان کا یہ وصف بڑا نمایاں ہے کہ خود نقصان اٹھا لیتے اور دھوکے میں آجاتے ہیں، لیکن دوسرے کو ذہنی یا قلبی اذیت پہنچانا ہرگز ان کا شیوہ نہیں۔

مجھے ذاتی طور پر بہت سے ایسے لوگوں کا علم ہے جنہوں نے بعض لکھوی بزرگوں کو پریشانی میں مُبتلا کیا اور ان کے بارے میں نہایت افسوسناک باتیں کیں، لیکن انہوں نے ان کے مقابلے میں خاموشی کو ترجیح دی۔ اس ضمن میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کی، جن کے آبا و اجداد نے یا خود انہوں نے اس خاندان کے بزرگوں سے استفادہ کیا ہے ——— یہ گستاخی اور احسان فراموشی کی انتہا ہے۔

لکھوکے میں حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے استفادے کے بعد مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی نے گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) کا عزم کیا، جہاں حضرت مولانا حافظ محمد صاحب کا سلسلۂ درس جاری تھا۔ یہ غالباً ۱۹۳۰ء کی بات ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور مولانا حافظ محمد اسحاق سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور بھی گوندلانوالہ میں حضرت حافظ صاحب کے حلقۂ درس میں شامل تھے۔ حافظ صاحب سے مولانا عطاء اللہ صاحب نے خوب کسبِ فیض کیا اور ان کے علم وفضل سے مستفید ہونے کے ان کو بڑے مواقع میسر آئے۔ حافظ صاحب بھی حدیث اور متعلقاتِ حدیث کے موضوع پر ان کے قلبی لگاؤ کی قدر کرتے تھے اور اس ضمن میں ان کے مطالعہ اور دلچسپیوں سے بہت خوش ہوتے تھے۔

گوندلانوالہ میں حضرت حافظ صاحب کا ایک غیر مرتّب مسودہ رفع الیدین کے مسئلے سے متعلق تھا، مولانا عطاء اللہ صاحب نے ایک علمی خدمت اُس زمانے میں یہ سرانجام دی کہ ان مباحث کو جدید تصنیفی تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا، اس کی اُردو زبان کو نئے قالب میں ڈھالا، عربی عبارتوں کا اچھے انداز میں ترجمہ کیا، حوالے بہترین اسلوب میں دیئے اور اس کا نام رکھا۔

"التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ"

کتاب اُردو میں ہے اور نام عربی قسم کا ہے۔

یہ کتاب خوب صورت انداز میں چھپی تھی اور اس کی کتابت و طباعت وغیرہ کا اہتمام مولانا عطاء اللہ صاحب نے کیا تھا۔ اس کتاب کے سلسلے میں لائق شاگرد نے جو تگ وتاز کی، حضرت اُستاذِ مکرم اس سے بڑے متاثر ہوئے اور یہ تاثر عمر بھر قائم رہا۔ حضرت حافظ صاحب سے بے شمار حضرات نے استفادہ کیا، لیکن مولانا عطاء اللہ صاحب کو وہ اپنے تمام شاگردوں پر ترجیح دیتے تھے اور اپنے علمی وتحقیقی مقام کی روشنی میں وہ بلاشبہ اس لائق تھے کہ حضرت اُستاذ کے نزدیک اس مرتبے کے مستحق قرار پائیں۔

۱۹۳۰ء کے لگ بھگ حضرت حافظ محمد صاحب کی تدریسی خدمات مدراس کی جماعت اہلِ حدیث نے حاصل کر لی تھیں اور وہ گوندلانوالہ سے مدراس تشریف لے گئے تھے۔ ان کے شاگردوں میں مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور) ان کے ساتھ مدراس گئے تھے۔

گوندلانوالہ سے فارغ ہو کر مولانا عطاء اللہ صاحب اپنے گاؤں بھوجیاں تشریف لے گئے۔ ان دنوں وہاں مولانا فیض محمد خان مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ فیض الاسلام میں ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن خدمات تدریس انجام دے رہے تھے، ان کے کہنے پر مولانا عطاء اللہ صاحب بھی کچھ عرصہ وہاں طلبا کو پڑھاتے رہے۔ یہ وہ مدرسہ تھا، جس میں کسی وقت ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔

قیامِ گوندلانوالہ کے زمانے میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سے مراسم پیدا ہوئے جو ۱۹۲۱ء سے گوجرانوالہ میں سکونت پذیر تھے اور جامع مسجد اہل حدیث میں درسِ قرآن، خطبۂ جمعہ اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس دَور میں جماعت اہلحدیث پنجاب کے سربراہ حضرت سید محمد شریف شاہ صاحب گھڑیالوی کو منتخب کیا گیا تھا، اس جماعت کی طرف سے گوجرانوالہ میں مدرسہ محمدیہ کے نام سے ایک مدرسے کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اور اس کے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرس مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کو مقرر کیا گیا تھا۔ اس مدرسے میں بہت محدود تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس کے دوسرے مدرس مولانا عبداللہ بھوجیانی تھے جو مولانا فیض محمد خاں بھوجیانی کے صاحبزادے تھے۔ یہ مدرسہ تھوڑا عرصہ ہی جاری رہ سکا۔ غالباً اس کی کل مدتِ حیات تین برس تھی۔ اس اثنا میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے جو حضرات تعلیم حاصل کرتے رہے اس کی تفصیل کا تو علم نہیں، البتہ دو حضرات کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اس دَور میں انہوں نے مولانا ممدوح سے بعض درسی کتابیں پڑھی تھیں۔ ان میں سے ایک گوندلانوالہ کے مولانا محمد ابراہیم خلیل تھے اور ایک کا نام محمد علی تھا جو اسی نواح کے رہنے والے تھے۔ محمد علی صاحب مولانا سے ملاقات کے لیے ایک دفعہ ہمارے ہاں کوٹ کپورے بھی گئے تھے۔ خاموش طبع نوجوان تھے۔

۱۹۳۳ء میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی خدمات کوٹ کپورہ (ریاست فریدکوٹ) کی انجمن اصلاح المسلمین نے حاصل کرلی تھیں، جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا، وہاں مولانا موصوف جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرماتے تھے اور مقامی و بیرونی طلبا کو مروّجہ درسِ نظامیہ کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔

مولانا کی وہاں تشریف آوری سے بہت عرصہ پہلے سے انجمن اصلاح المسلمین کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا، جس میں مختلف مقامات کے متعدد مقررین و واعظین کو دعوتِ شرکت دی جاتی تھی۔ ان حضرات میں مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولانا نور حسین گھرجاکھی بھی شامل تھے۔ ان دنوں جامع مسجد کے خطیب مولوی عبدالرحمٰن تھے جو دہیں کے رہنے والے تھے اور اچھے واعظ تھے۔ وہ عالمِ جوانی میں وفات پاگئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہاں خطیب کی ضرورت تھی۔ میرے خیال میں انجمن اصلاح المسلمین کے معزز ارکان نے اس کا ذکر مولانا عبدالمجید سوہدروی یا مولانا نور حسین گھرجاکھی سے کیا ہوگا۔ یہ دونوں بزرگ مولانا عطاء اللہ صاحب سے متعارف تھے اور جس جماعت کے مدرسے کے وہ مدرس تھے، اس سے بھی ان کا تعلق تھا۔ انہی کے مشورے سے ارکانِ انجمن نے گوجرانوالے جاکر مولانا اسماعیل صاحب سے بات کی ہوگی اور پھر ان کی وساطت سے مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔

کوٹ کپورے میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے جو خدمات سرانجام دیں، ان کا ذکر گزشتہ سطور میں قدرے تفصیل سے ہوچکا ہے۔ وہاں کے لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور اس چھوٹے شہر میں ان کو بے حد تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ قرب جوار کے دیہات کے بھی اکثر لوگ ان سے متعارف ہوگئے تھے۔ ان کی سادگی کی بنا پر بعض لوگ انہیں ایک درویش اور دنیوی امور سے بے نیاز صوفی قرار دیتے تھے۔

ہمارے علاقے کو "روپڑ نہر" سیراب کرتی تھی اور اس کا دفتر کوٹ کپورے سے بجانب مشرق تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھا۔ وہیں ریسٹ ہاؤس تھا۔ اس علاقے کے محکمہ نہر کا افسر اعلیٰ اس ریسٹ ہاؤس میں رہتا تھا۔ وہ مسلمان تھا اور اس کا ماتحت عملہ بھی مسلمان تھا۔ ایک دفعہ اس کی بیوی بیمار ہوگئی تو اس نے دو تین آدمی بھیج کر مولانا عطاء اللہ صاحب کو اپنے ہاں بلایا۔ اور بھی متعدد لوگوں کو دعوت دی۔ صبح نو دس بجے سے تقریباً پانچ بجے تک ثابت باداموں پر ایک لاکھ پچیس ہزار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ آیتِ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ پڑھی گئی۔ اس کے بعد مولانا نے دُعا مانگی۔ اور اللہ تعالے نے مریضہ کو صحت عطا فرمائی۔

مدعوین کے کھانے کا وہیں انتظام کیا گیا تھا۔ میں بھی اس مجلس میں شریک تھا اور مجھے پہلی دفعہ آیتِ کریمہ کے اس عمل کا پتہ چلا تھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس قسم کی بابرکت مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ چھوٹی عمر میں گناہوں کی مقدار کم ہوتی ہے اس لیے اس نوع کے وظائف سے قلب و رُوح تسکین محسوس کرتے ہیں۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے معصیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور طبیعت ذکرِ الٰہی اور وظائف و اوراد سے دُور ہوتی جاتی ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب بعض مریضوں کو چینی کی پلیٹوں پر بھی کچھ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس کے پینے سے اللہ تعالے مریض کو شفا عطا فرماتا تھا۔

جس دُور کا میں تذکرہ کر رہا ہُوں، اس دَور میں ہمارا تعلق فریدکوٹ ٹرانسپورٹ کمپنی سے تھا۔ اُس کی بسیں کوٹ کپورہ سے موگا مکتسر اور فیروزپور جاتی تھیں۔ بعد کو لاہور بھی آنے لگی تھیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب ان شہروں میں سے جس شہر کو بس کے ذریعے سے جاتے تھے کوئی بس والا ان سے کرایہ نہیں لیتا تھا۔ دہلی، میرٹھ، کانپور، علی گڑھ، بمبئی اور کلکتہ وغیرہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہمارے ٹرک جاتے تھے۔ کئی مرتبہ مولانا بذریعہ ٹرک وہاں سے دہلی گئے۔ ہمارے شہر سے ٹرک لاہور، گوجرانوالہ سیالکوٹ اور لائل پور وغیرہ مقامات کو بھی جاتے تھے۔ اگر ان شہروں میں سے ان کا کسی شہر کو جانے کا ارادہ ہوتا تو بڑے احترام سے ان کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا لیا جاتا۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں کے تمام بلتے کے لوگوں سے ان کا گھر کے فرد جیسا تعلق ہو گیا تھا اور کسی سے کوئی تکلف نہیں رہا تھا۔

ان کی تکلیف کو سب اپنی تکلیف سمجھتے تھے اور ان کے آرام سے خوش ہوتے تھے۔ ان کے بھائی حافظ عبداللہ بھی وہیں تشریف لے گئے تھے اور ان کی شادی چند سال پیشتر مولانا کی اہلیہ کی بڑی بہن سے ہوئی تھی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ وہ ایک دفعہ سانڈوں کی لڑائی میں گھر گئی تھیں اور کافی زخمی ہو گئی تھیں۔ محلّے کی عورتوں نے اس زمانے میں فاطمہ مرحومہ کی بڑی خدمت کی اور جب تک وہ زخمی حالت میں رہیں ان سے ملنے والی خواتین سخت تشویش کا اظہار کرتی رہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں پندرہ روپے ماہانہ پیش کیے جاتے تھے اور اس انتہائی سستے زمانے میں یہ بڑی معقول رقم تھی۔ جب تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، اُس وقت تک تو وہ کسی کی بیٹھک میں رہے۔ اس کے بعد دو یا تین روپے ماہانہ کرائے کا مکان لے لیا تھا۔ ابتدا میں ایک سکھ کے مکان میں کرائے پر رہے، وہ درزی تھا اور ذات کا چھینبہ تھا۔ دیال سنگھ اس کا نام تھا اور بہت شریف آدمی تھا۔ مکان بڑا اچھا تھا جو دو کمروں اور ایک بیٹھک پر مشتمل تھا۔ بیٹھک کی الماریاں کتابوں سے بھر گئی تھیں۔ مالک مکان خوش تھا کہ اس کے گھر میں علم آیا ہے۔

اس کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحب اسی محلّے میں مستری محمد ابراہیم کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے۔ مستری صاحب موصوف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لدھیانہ میں محکمہ ریلوے میں ملازم تھے اور اپنے اہل وعیال سمیت لدھیانہ ہی میں رہتے تھے۔ یہ بہت عمدہ مکان تھا اور مولانا سے اس کا کرایہ نہیں لیا جاتا تھا۔

مستری ابراہیم آزادی کے بعد لاہور آ گئے تھے اور دھرم پورہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ حکومتِ پاکستان کے اعلان کے مطابق انہوں نے مکان کا کلیم داخل کرایا تو اس کی شہادت کے لیے میرے پاس دفتر "الاعتصام" آئے۔ ان دنوں میں اس اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ میں نے شہادت دی۔ وہ نہایت شریف آدمی تھے، دھرم پورہ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کے پوتے پوتیاں اب بھی وہیں ہیں۔

مستری ابراہیم کے گھر کے بعض افراد لدھیانہ سے کوٹ کپورے آ گئے تو مولانا ان کے ایک عزیز مستری حاجی محمد کریم کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے۔ مستری حاجی محمد کریم اس زمانے میں بسلسلۂ ملازمت پٹھان کوٹ میں مقیم تھے۔ اس مکان کا بھی غالباً کوئی کرایہ نہیں تھا۔ یہ مکان جامع مسجد کے بالکل قریب تھا۔ حاجی صاحب پٹھان کوٹ سے وہاں چلے گئے تو یہ مکان بھی خالی کرنا پڑا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ وہ ایک شخص جلال الدین کے مکان میں رہے۔ جلال الدین اور ان کے اعزّہ واقارب تقسیم ملک کے بعد راجہ جنگ (ضلع قصور) میں آ بسے تھے۔ www.KitaboSunnat.com

کوٹ کپورے میں ایک محلّے کا نام بیتلیاں والا محلّہ تھا۔ اس محلّے میں ایک خاصی بڑی مسجد تھی جو مسجد بیتلیاں کے نام سے مشہور تھی۔ اس مسجد میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے بھائی حافظ عبداللہ صاحب فرائض امامت سرانجام دیتے تھے۔ "بیتلے" ایک برادری کا نام ہے۔ آزادی کے بعد ان میں سے بعض لوگ راجہ جنگ (ضلع قصور) میں آباد ہو گئے تھے، اور بعض کسی اور جگہ چلے گئے تھے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا مولانا عطاء اللہ صاحب بہت بڑے مقرر یا واعظ نہ تھے وہ ایک صاحب تحقیق عالمِ دین تھے۔ جلسوں میں بہت کم شرکت کرتے تھے۔ زیادہ تر مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے اور یہی ان کا اصل مشغلہ تھا۔

مہمان ان کے ہاں بہت آتے تھے اور وہ ان کی اپنی حیثیّت کے مطابق بڑی خدمت کرتے تھے۔ زیادہ تر مہمان مختلف مقامات کے علمائے دین ہوتے تھے۔ ان میں بھی اکثر ان کے پرانے ہم جماعت یا ہم مدرسہ دوست ہوتے تھے۔ ان دوستوں میں سے مولانا حافظ محمد بھٹوی تو مجھے یاد ہے کئی کئی دن وہاں رہتے تھے۔ بعض دفعہ اپنے قیام کے دوران حافظ صاحب طلبا کو پڑھاتے بھی تھے۔ میں نے ان سے علم صرف کی بالکل ابتدائی کتاب "صرف بہائی" کے چند اسباق پڑھے تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب بذریعہ ڈاک مختلف مقامات سے کتابیں منگواتے رہتے تھے مثلاً ملتان کے ممتاز اہلحدیث عالم حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی سے وہ بہت سی کتابیں منگواتے تھے اور ان کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ مولانا عبدالتواب کو جو شخص کتابوں کے بارے میں لکھے وہ فوراً بھیج دیتے ہیں، منگوانے والے سے پیسے کا مطالبہ نہیں کرتے، وہ جب چاہے اور جس صورت میں چاہے پیسے بھیج دے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبد التواب کو میں نے ۱۹۳۸ء میں فتح گڑھ چوڑیاں میں دیکھا تھا۔ چھوٹے قد کے دُبلے پتلے، منکسر مزاج عالم تھے۔

علاوہ ازیں وہ بمبئی کے مشہور ناشر کتب شرف الدین دادلادُہٗ سے بھی مختلف موضوعات کی بہت سی کتابیں منگوایا کرتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مسلک سلف میں بڑے سخت تھے، لیکن اس کے باوجود دوسرے مسالک فقہ کے اہل علم سے بھی ان کے مراسم تھے اور وہ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کوٹ کپورہ اس نواح میں اہل حدیث کا مرکز تھا۔ اس کے برعکس فرید کوٹ میں اکثریت بریلوی حضرات کی تھی۔ وہاں ایک معروف عالم مولانا محمد سعید شبلی تھے، جن کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ وہ مسلکاً بریلوی حنفی تھے، لیکن مولانا عطاء اللہ صاحب سے ان کا بہت تعلق تھا۔ اسی طرح فرید کوٹ میں ایک بریلوی عالم مولانا علم الدین تھے جو اچھے مقرر اور تیز گفتار تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ان کے بھی مراسم تھے۔ یہ دونوں بزرگ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی اختلافی مسئلے میں مولانا علم الدین اور مولانا عطاء اللہ صاحب کی بحث ہوگئی۔ بحث رات کے وقت فرید کوٹ میں مولانا علم الدین کے مکان پر ہوئی تھی۔ فریقین کے کافی لوگ اس وقت موجود تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ بحث کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہ البتہ معلوم ہے کہ دو ڈھائی گھنٹے سلسلۂ بحث جاری رہا۔

مولانا علم الدین تقسیم کے بعد اوکاڑے چلے گئے تھے اور ریلوے اسٹیشن کے قریب اخبارات کی ایجنسی سے ان کا تعلق تھا۔ اوکاڑہ کی غلہ منڈی میں ایک بڑی وسیع مسجد ہے، اس کے وہ خطیب تھے۔ میں کبھی اوکاڑے جاتا تو ان سے ضرور ملتا۔ وہ نہایت شفقت سے پیش آتے، مجھے وہ ازراہِ مزاح وہابی کہا کرتے تھے۔ مرحوم وضعدار اور ملنسار بزرگ تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مناظرہ و مباحثہ کے آدمی نہ تھے۔ ہمارے شہر میں ایک گھر مرزائیوں کا تھا اور اس کا سرکردہ شخص امام الدین تھا جو وہاں کے محلہ "سرگاپوری" میں رہتا تھا اور صاحب جائداد شخص تھا۔ اس کی بیٹی کی شادی کے موقع پر چند مرزائی مقرر و مناظر وہاں گئے تو انہوں نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب فوراً امرتسر پہنچے اور مولانا عبد اللہ معمار کو لے گئے۔ مناظرہ امام الدین کے گھر کے عین سامنے چوک میں ہوا تھا جس میں مولانا عبد اللہ معمار کامیاب رہے تھے۔

مناظرے کی بات شروع ہوئی ہے تو ایک اور مناظرے کا ذکر بھی ہو جانا چاہیئے جو مولانا عطاء اللہ صاحب کی کوشش سے اس زمانے میں ہوا تھا۔ ضلع فیروزپور کی تحصیل فاضلکا کے ایک گاؤں میں (جس کا نام یاد نہیں رہا) ایک عالم مولانا محمد عباس رہتے تھے۔ ان کے علاقے میں احناف کے بریلوی مسلک کے بعض علما نے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی شدید مخالفت شروع کر دی تھی۔ یہ مسئلہ یعنی "جمعہ فی القریٰ" دورِ غلامی میں اہل حدیث اور احناف کے درمیان موضوعِ بحث رہا ہے اور اس سلسلے میں بعض علمائے کرام نے مضامین و رسائل بھی لکھے ہیں۔ اہل حدیث حضرات نے اسے ضروری قرار دیا ہے اور اکثر احناف نے اس کے لیے کچھ شرائط مقرر کی ہیں، جہاں وہ شرائط نہ پائی جائیں ان کے نزدیک وہاں جمعہ واجب نہیں۔ اگر جمعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا جائے تو ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ احتیاطاً نمازِ ظہر بھی پڑھ لینی چاہیئے، اُسے "احتیاطی" کہا جاتا تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ مولانا محمد عباس صاحب جو مسلکاً اہلحدیث تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب کے احباب میں سے تھے، ایک مرتبہ کوٹ کپورے مولانا کے پاس آئے اور بتایا کہ انہوں نے اس مسئلے پر بریلوی حضرات سے مناظرے کی تاریخ طے کر لی ہے اور اس کے لیے کسی اہل حدیث مناظر کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب گکھڑ (ضلع گوجرانوالہ) گئے اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کو لے آئے۔

محکمۂ نہر کے ایک بہت بڑے ریسٹ ہاؤس میں مناظرے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بریلویوں کی طرف سے گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) کے مولانا محمد حسین مناظر تھے اور ان کے صدر مشہور و معروف بریلوی عالم مولانا عبدالعزیز ملتانی تھے جو "ملّا ملتانی" کے عرف سے معروف تھے۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ یہ غالباً ۴۵ء کی بات ہے اور تمام منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ مناظرے کا آغاز ہوا تو مولانا محمد حسین جواب دینے کے لیے دوسری یا تیسری "باری" پر کھڑے ہوئے اور صاف اور واضح الفاظ میں "آپ جیتے اور ہم ہارے" کہہ کر بیٹھ گئے۔ یہ بالکل ڈرامائی اور غیر متوقع اعلان تھا۔ مولانا عبدالعزیز (یعنی ملّا ملتانی) نے بہت کہا کہ کھڑے ہو کر مناظرہ کرو، لیکن مولانا محمد حسین نہیں اُٹھے۔

"اہل حدیث جیت گئے" ـــــ "وہابی جیت گئے" ـــــ "بریلوی ہار گئے" ـــــ کی ہر طرف سے زوردار آوازیں آنے لگیں۔ یہ چند منٹ کا مناظرہ تھا، جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ متعدد دیہات کے لوگوں نے مسلک اہلحدیث اختیار کر لیا اور جگہ جگہ نمازِ جمعہ ادا ہونے لگی۔

مولانا محمد عباس صاحب اصلاً ضلع حصار کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور تقسیم کے بعد پاک پٹن کی مسجد اہل حدیث میں امام و خطیب مقرر کر لیے گئے تھے۔ ان کے چند محققانہ مضامین میرے دورِ ادارت میں "الاعتصام" میں شائع ہوئے تھے۔ بڑے میٹھے اور دھیمے مزاج کے عالم تھے۔ مرحوم نے اپنے مسلک کی بہت خدمت کی۔

پاک پٹن میں مسجد اہل حدیث مولوی عبدالرحمٰن کی کوشش سے بنی تھی جو ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں "قادر والا" کے باشندے تھے اور وہاں کے ممتاز عالم مولانا کرم الٰہی کے فرزند ارجمند تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن پاک پٹن کے ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس خاندان کے اکثر حضرات سے میرے مراسم ہیں۔ مرحوم کے ایک بھائی میاں عبدالعزیز ہیں جو کراچی رہتے ہیں اور سب سے چھوٹے میاں عبدالقادر ہیں، وہ بھی کراچی میں مقیم ہیں۔ دونوں بھائیوں کا وہاں اچھا کاروبار ہے۔ اگرچہ ان سے ملاقات کے مواقع بہت کم میسّر آتے ہیں لیکن بحمد اللہ پُرانے مراسم قائم ہیں۔

انہی دنوں کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کوٹ کپورے کے ایک سالانہ جلسے میں جو انجمن اصلاح المسلمین کے زیرِ اہتمام ہوا تھا، مولانا لال حسین اختر، مولانا حافظ محمد حسین روپڑی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کو بھی دعوت دی گئی تھی اور وہ اس میں شریک ہوئے تھے۔ کوٹ کپورے سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ایک کافی بڑا گاؤں "شیر گھری" تھا، وہاں قادیانیوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ چھ گھر آباد تھے اور وہ تبلیغ کے لیے اپنے مبلغوں کو بلاتے رہتے تھے۔ شیر گھری کے بعض معززین مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی مولانا کے ہاں آمد و رفت تھی۔ انجمن کے جلسے کے دوران دو تین قادیانی مبلغ حسب معمول شیر گھری آئے اور مناظرے کا اعلان کیا۔ وہاں کے لوگوں نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے بات کی، انہوں نے مولانا حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا لال حسین اختر اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کو تیار کیا اور کچھ لوگوں کے ساتھ شیر گھری کو روانہ ہو گئے۔ کچا راستہ تھا، سواری کے لیے اونٹوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ مولانا احمد الدین کو سواری کے لیے اونٹنی ملی، انہوں نے اونٹنی پر سوار ہو کر بآواز بلند کہا۔

وَاِذَا العِشَارُ "عُطِّلَتْ"

اس برمحل جملے پر سب لوگ ہنس پڑے۔

شیر گھری میں مذکورہ بالا تینوں حضرات نے تقریریں کیں، لیکن قادیانی مبلغ مناظرے کے لیے میدان میں نہیں آئے۔

مولانا لال حسین اختر تقریر کے لیے میز پر کھڑے ہو گئے اور نہایت جوشیلے انداز میں تقریر کرنے لگے۔ وہ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی کالی داڑھی تھی، جوش تقریر میں وہ سر کو حرکت دیتے تو ان کی ٹوپی کا پھندنا تیزی سے اچھلتا تھا، کبھی دائیں جانب کو اور کبھی بائیں جانب کو۔

وہ مرزائیت سے تائب ہو کر داخل اسلام ہوئے تھے۔ اور مرزائیوں کے مبلغ رہے تھے۔ اس لیے ان کی کتابوں کے اکثر حصے انہیں زبانی یاد تھے اور لوگ ان کی تقریر سے اس بنا پر زیادہ متاثر ہوتے تھے کہ یہ شخص مرزائیوں کے گھر کا بھیدی ہے اور ان کے متعلق ہر بات کا اسے علم ہے۔

یہ مولانا لال حسین اختر کی جوانی کا زمانہ تھا اور قد و قامت کے اعتبار سے وہ رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ بڑے زندہ دل اور خوش مزاج عالم تھے۔ اس فقیر پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ دین پور میں مولانا عبید اللہ سندھی کے مدفن کے قریب ان کی قبر ہے۔ میں مارچ ۱۹۸۸ء میں وہاں گیا تھا اور اس قبرستان میں مدفون حضرات کے لیے دعائے مغفرت کی تھی۔

یہ تمام حضرات جن کا سطور بالا میں ذکر ہوا، اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ رحمھم اللہ تعالیٰ۔

انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے کے موقع پر ایک مرتبہ مولانا حافظ عبد القادر روپڑی کا بھی مرزائیوں سے مناظرہ ہوا تھا۔ اس وقت حضرت مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی بھی موجود تھے، مولانا عبد المجید سوہدروی صدر مناظرہ تھے، وہ نہایت سلجھے ہوئے مقرر تھے اور مجلسی گفتگو میں مہارت رکھتے تھے۔ مجھے یاد ہے، مناظرے کے دوران ایک موقع پر کھڑے ہو کر انہوں نے فرمایا تھا۔ "ہم نے بھی چوڑیاں نہیں پہنی ہیں"۔

کثیر تعداد میں لوگ جلسے اور مناظرے میں آئے تھے۔ حافظ عبد القادر کی یہ جوانی کا زمانہ تھا اور اللہ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے دوستوں اور تعلق داروں کا حلقہ بڑا وسیع تھا اور انہیں مختلف مقامات سے روزانہ خطوط آتے تھے۔ اس زمانے میں زیادہ تر پوسٹ کارڈ لکھے جاتے تھے، لفافوں کا رواج کچھ کم تھا۔ پوسٹ کارڈ کی قیمت تین پیسے تھی، جو خط آتا مولانا اُسے جیب میں ڈال لیتے۔ اس طرح ان کی جیب اچھا خاصا لیٹر بکس بلکہ ڈاکخانہ بن جاتی تھی۔ ہفتے کا ایک دن غالباً جمعرات اُنہوں نے ہفتہ بھر کے خطوط کا جواب دینے کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔

کوٹ کپورے کے مسلمان جیسا کہ گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا، مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن اس کے باوجود وہاں جمعرات کو غربا و مساکین کو کھانا کھلانے کا عام رواج تھا کہ اس دن شام کے بعد روحیں آتی ہیں، اُنہیں بھوکا نہیں لوٹانا چاہیئے۔ اسی طرح محرم کو چاول وغیرہ پکائے اور تقسیم کیے جاتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے یہ سلسلہ دیکھا تو ایک چھوٹا سا پمفلٹ شائع کر دیا جس میں رسُومِ محرم کی وضاحت کی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ احادیثِ صحیحہ سے یہ باتیں ثابت نہیں ہیں، یہ سب بدعات میں شامل ہیں۔ اس پر ایک ہنگامہ سا ہوا مگر چند روز کے بعد معاملہ دب گیا۔

جو رسُوم طویل مدّت سے جاری ہوں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی ہو، ان کے بارے میں یکایک یہ سُن لینا کہ یہ غیر شرعی کام ہے، اکثر طبائع کو ناگوار گزرتا ہے۔ وہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ لوگوں پر اصل حقیقت واضح ہو گئی۔

وہاں ہمارے بزرگوں میں ایک صاحب حاجی محی الدین تھے جو مولانا عبدالواحد غزنویؒ سے بیعت اور لکھویوں کے عقیدت مند تھے، مختلف دینی مسائل سے متعلق ان کے معلومات خاصے وسیع تھے۔ عام طور پر کوئی نہ کوئی کتاب ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی، بڑے نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے، تہجد گزار، شب زندہ دار اور نہایت پارسا۔ نماز انتہائی آرام سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ بے شمار لوگوں کو انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی اور دینِ اسلام کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ بعض مسائل میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے ان کا سلسلۂ بحث جاری رہتا تھا۔ مثلاً دس محرم کو جو پکانے اور تقسیم کرنے کا معاملہ جاری ہے، حاجی محی الدین اس کو صحیح سمجھتے تھے، لیکن مولانا کا نقطۂ نظر کچھ دوسری قسم کا تھا۔ اس بحث میں بعض دفعہ شدّت بھی آجاتی تھی، لیکن بعد میں حالات بدل گئے تھے۔

مولانا کے ہمارے ہاں جانے کے چند مہینے بعد انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے کا موسم آگیا۔ ارکانِ انجمن نے مولانا سے جلسے کا اشتہار لکھنے اور شائع کرنے کے لیے کہا۔ اُنہوں نے جو اشتہار لکھا اُس پر اقبال کا یہ شعر درج کیا جو "سرمایہ و محنت" کے عنوان کے تحت "بانگِ درا" میں مرقوم ہے۔

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

اس سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ ہم پرانے لوگوں کو مولانا نے آسماں کے ڈوبے ہوئے تارے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے ماتم کی بھی کیا ضرورت ہے، کب تک ان پر رو دیا پیٹا جائے گا۔

بڑی مشکل سے ان کو شعر کا اصل مطلب سمجھایا گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر سید احمد خاں مرحوم کے افکار و خیالات سے مولانا کو شدید اختلاف تھا ———— سر سیّد کے خلاف ایک چھوٹا سا رسالہ "نیچریت" میں نے ۱۹۳۵ء میں انہی کے کہنے سے پڑھا تھا، اس رسالے کا اثر بہت عرصے تک میرے ذہن پر رہا۔

مولانا کے ساتھ میں نے ابتدائی زندگی میں کئی شہروں کے سفر کیے۔ ایک مرتبہ (غالباً ۱۹۳۶ء میں) شہید گنج کانفرنس میں لاہور آیا، اس کانفرنس میں پہلی مرتبہ مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر محمد عالم بار ایٹ لا اور شورش کاشمیری کی تقریریں سُنیں۔ تقریر کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان سَر کو جنبش دیتے تو ان کی ترکی ٹوپی کا پھندنا تیزی سے اِدھر اُدھر حرکت کرنے لگتا۔ وہ بہت بڑے مقرر اور زبردست خطیب تھے۔

اس زمانے کے دُبلے پتلے اور لمبے تڑنگے شورش کاشمیری کی پُرجوش تقریر کا یہ جملہ ابھی تک ذہن میں محفوظ ہے کہ مسجد شہید گنج کے لیے خون کے پہلے قطرے جو زمین پر گریں گے، وہ میرے اور میرے بھائی یورش کاشمیری کے ہوں گے۔

یورش عالم جوانی میں تپ دق کے مرض سے وفات پا گئے تھے، یہ شورش کے چھوٹے بھائی تھے اور خاصے تیز مقرر تھے۔ انہوں نے بھی اس کانفرنس میں تقریر کی تھی۔

ڈاکٹر محمد عالم اپنے دَور کے معروف لیڈر، بہت اچھے مقرر اور قانون دان تھے۔ لاہور کے رہنے والے تھے اور کشمیری برادری سے تعلّق رکھتے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز تحریکِ خلافت سے ہوا تھا اور اس تحریک میں انہوں نے بڑا حصّہ لیا تھا۔ مجلسِ خلافت بعد کو دو حصّوں میں بٹ گئی تھی، ایک حصّے کی زمامِ قیادت مولانا محمّد علی جوہرؔ نے سنبھال لی تھی اور ایک حصّہ پنجاب کے رہنماؤں پر مشتمل تھا، جن میں مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا داؤد غزنوی، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر محمد عالم اور بہت سے رہنما شامل تھے۔ مولانا محمد علی جوہرؔ انہیں "پنجابی ٹولہ" کہا کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ پنجابی حضرات جو مجلسِ خلافت سے منسلک تھے، مولانا محمّد علی کی دعوت پر لکھنؤ گئے۔ ڈاکٹر عالم بھی ان میں شامل تھے۔ مئی کا مہینہ تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ دوپہر کا کھانا آیا تو گوشت میں مرچ اتنی تیز تھی کہ پنجابیوں کو اس سے بڑی تکلیف ہُوئی۔ کھانے کے دوران ڈاکٹر عالم نے پانی مانگا تو لکھنؤ کے ایک خلافتی رضاکار نے شیشے کے چھوٹے سے گلاس میں تھوڑا سا پانی ڈالا اور نہایت ادب کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے گلاس دیکھا تو ایک طرف کو سر جھکا کر کہا:۔

ڈال دو میرے کان میں۔

مولانا محمّد علی نے یہ الفاظ سُنے تو بلند آواز سے بولے:۔

بلاؤ سقے کو، ڈاکٹر صاحب کے لیے پانی کا مشکیزہ بھر کر لائے۔

ڈاکٹر عالم دلچسپ آدمی تھے، وہ کسی ایک سیاسی جماعت میں زیادہ عرصہ نہیں رہے تھے۔ کئی جماعتوں میں شامل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور کئی جماعتوں سے نکلے، اس بنا پر بعض لوگ انہیں "ڈاکٹر لوٹا" کہنے لگے تھے۔

جتنی بات مختصر کرنا چاہتا ہوں، اتنی لمبی ہو رہی ہے اور بات سے بات نکل رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ لاہور کی شہید گنج کانفرنس سے ہم غیر ارادی طور پر لکھنؤ کی مجلس خلافت کی اس میٹنگ میں جا پہنچے جس میں مولانا محمد علی نے "پنجابی ٹولے" کو دعوتِ شرکت دی تھی۔

میں اپنی ابتدائی زندگی کے ان اسفار کا ذکر کر رہا تھا جو میں نے مولانا عطاء اللہ صاحب کے ساتھ کیے تھے۔ یہ دونوں سفر لاہور کے تھے۔ ایک شہید گنج کانفرنس میں شرکت کا، جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔ دوسرا انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسے میں شرکت کا۔

انجمن حمایت اسلام کے جلسے کی جو باتیں مجھے یاد ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ شاہ عالمی دروازے کے باہر سرکلر روڈ اور ہسپتال روڈ پر پرانی کتابیں فروخت کرنے والوں کی دکانیں تھیں۔ مولانا ان دکانوں پر گئے اور کتابیں خریدیں۔ وہیں ایک چھوٹی سی کتاب مجھے بھی لے کر دی۔ کتاب کا نام تو یاد نہیں رہا البتہ اس کے مصنّف کا نام پرنسپل چھبیلداس تھا۔ اس کتاب میں کچھ اس قسم کی باتیں بیان کی گئی تھیں کہ انگریزوں نے ہندوستان کی کن کن مصنوعات کو ختم کیا اور ان کی جگہ اپنی مصنوعات عام کیں۔ کون کون سی چیزیں ولایت بھیجی جاتی ہیں اور پھر کون سی چیزیں ان کے بدلے میں یہاں لائی جاتی ہیں۔

دوسری بات یہ ذہن میں محفوظ ہے کہ انجمن کا ایک اجلاس سردار سکندر حیات خان کی صدارت میں ہوا، ان کے ساتھ بعض اور بڑے لوگ بھی سٹیج پر موجود تھے۔ حفیظ جالندھری نے نظم پڑھی۔ وہ ترنم سے پڑھتے تھے اور مجمع پر چھا جاتے تھے۔ انہوں نے ایک شعر پڑھا جس میں سکندر حیات کا نام آیا تھا، اس کے بعد وہ تھوڑا سا رکے اور کہا دوسرے شعر میں ان کی مدح بھی ہو سکتی ہے اور ... ... ان کا مطلب یہ تھا کہ مدح بھی ہو سکتی ہے اور قدح بھی۔ لیکن اس کا تعلق سر سکندر حیات کے عمل سے ہے۔ اگر وہ انجمن کو پانچ سو روپے چندہ دے دیں گے تو مدح ہو گی۔ ورنہ ... ... ! یہاں وہ پھر رکے۔ دو تین دفعہ انہوں نے وہی پہلا شعر جس میں سر سکندر حیات کا نام آیا تھا ترنم سے پڑھا، دوسرا نہیں پڑھا۔

لوگ ہنس رہے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا، مدح کیجیے اور کوئی قدح کا نعرہ لگا رہا تھا۔ یہ مشغلہ جاری تھا کہ سر سکندر حیات نے اٹھ کر پنجابی میں کہا، "منگتا بڑا اڈا ہڈا اے" ـــــ اس کے ساتھ ہی انجمن کے ایک رکن نے اعلان کیا۔

سردار صاحب نے پانچ سو روپے عنایت کیے ہیں :۔

اس کے بعد حفیظ جالندھری نے دوسرا شعر پڑھا اور پھر بہت سے سرکردہ لوگوں نے چندہ دیا۔ چند منٹ میں کئی ہزار روپے جمع ہو گئے۔

تیسرا واقعہ جو ذہن نے اچھی طرح حفاظت میں لے رکھا ہے یہ ہے کہ ہم لوہاری دروازے سے اسلامیہ کالج کی طرف (جہاں جلسہ ہو رہا تھا) تانگے پر جا رہے تھے۔ شاہ عالمی گیٹ سے تھوڑا سا آگے گئے تو مولانا نے کہا۔

وہ دیکھو، حکیم عبدالمجید عتیقی جا رہے ہیں۔

سر پر ترکی ٹوپی، کھلے پائنچے کا پاجامہ اور شیروانی پہنے ہوئے، گورے چٹے، میانہ سا قد اور چھوٹی چھوٹی کالی داڑھی۔ وہ نابینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور ایک آدمی ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر انہیں لے جا رہا تھا۔ یہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا۔ عمر بھر ان کا یہی لباس رہا۔

حکیم عبدالمجید عتیقی نے کسی دَور میں بڑی شہرت پائی تھی۔ وہ نابینا ہونے کے باوجود کئی کتابوں کے مصنّف تھے۔ ان کی تصنیفات میں "ترکانِ احرار" ایک مشہور کتاب ہے۔ سیاست کے موضوع پر بھی انہوں نے کتابیں لکھیں اور طبّ کے موضوع پر بھی۔!

وہ نہایت ذہین شخص تھے۔ قدیم شعرائے اُردو کے بے شمار اشعار انہیں یاد تھے۔ لاہور اور بیرونِ لاہور کی تمام اہم شخصیتوں کے بارے میں (وہ سیاسی ہوں یا غیر سیاسی) ان کو معلومات حاصل تھیں۔ بہ الفاظِ صحیح وہ چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ تمام سیاسی ملّی اور مذہبی تحریکوں کے نشیب و فراز کا انہیں علم تھا۔ گزشتہ واقعات سنانا شروع کر دیتے تو سناتے چلے جاتے۔ علاوہ ازیں بڑے نیک اور نمازی تھے اور حاجی بھی تھے۔ لاتعداد لوگوں کے متعلق لاتعداد واقعات ان کے ساتھ ہی قبر میں دفن ہو گئے۔

ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جو اپنی زندگی میں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو دے دیا تھا اور "عتیقی کلکشن" کے نام سے وہاں محفوظ ہے۔ اہلِ علم اس مجموعے سے استفادہ کرتے ہیں۔ پنڈی بھٹیاں میں بھی "عتیقی لائبریری" کے نام سے انہوں نے ایک لائبریری قائم کی تھی۔

میرا ان سے ۱۹۵۲ء میں تعارف ہُوا۔ مولانا محمد حنیف ندویؒ، ملک نصراللہ خان عزیزؔ اور مولانا غلام رسول مہرؔ وغیرہ سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ مولانا داؤد غزنوی سے ملاقات کے لیے شیش محل روڈ پر وہ اکثر آیا کرتے تھے۔ میرے نہایت مہربان تھے۔ چند روز ان کے ہاں نہ جاتا تو خود ٹیلی فون کرتے یا اہلیہ محترمہ سے کراتے اور میں حاضر ہو جاتا۔ فلیمنگ روڈ پر چوک برف خانہ کے قریب ان کا مطب تھا۔

ان کا یہ کمال تھا اور اس کمال کو تکمیل کی منزل تک پہنچانے میں ان کی اہلیہ کا بھی پُورا حصّہ تھا کہ انہوں نے زندگی کے انتہائی نازک درجے کے تضادات میں بہ درجۂ غایت خوبصورتی سے بے پناہ توافق پیدا کر رکھا تھا۔ اندازہ کیجیے ان کی اہلیہ بینا تھی اور وہ نابینا، اہلیہ کٹّر مسلم لیگی تھیں اور وہ سخت قسم کے نیشلسٹ۔ اور سُنیے اور دونوں کو داد دیجیے۔ اہلیہ متشدد شیعہ تھیں اور وہ پکّے اہلِ سُنّت بلکہ اہلحدیث کے قریب تر۔ لیکن دونوں میں بے حد محبّت تھی۔ عتیقی صاحب کے تقریباً تمام دوست اہل حدیث یا دیوبندی تھے اور ان کی بیوی ان کا بڑا احترام کرتی تھیں۔

عتیقی صاحب نے ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔ ان پر ان شاء اللہ کسی رسالے میں مستقل مضمون لکھا جائے گا۔ یہاں ان کے بارے میں چند سطور اس لیے لکھ دی گئی ہیں کہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں جب کہ میری عمر دس گیارہ برس کی تھی، مولانا عطاء اللہ حنیف نے اشارہ کر کے بتایا تھا کہ وہ دیکھو حکیم عبدالمجید عتیقی جا رہے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب ان کی تصنیفی حیثیت سے بھی آگاہ تھے اور ان کے سیاسی حالات سے بھی باخبر تھے۔ لاہور کے اس سفر کے زمانے میں مجھے یاد ہے ہم مسجد چینیانوالی میں ٹھہرے تھے اور ان دنوں وہاں مولانا حافظ محمد اسحاق اور قاری فضل کریم مقیم تھے۔ یہ دونوں بزرگ مولانا عطاء اللہ صاحب سے دوستانہ علاقہ رکھتے تھے۔ صبح کا ناشتہ انہوں نے حلوہ پُوری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کرایا تھا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی جہاں ہم شفقتوں کے مستحق قرار پائے، وہاں ان سے مار بھی کھائی۔ لیکن اَلحَمدُ لِلّٰہ مار پڑھنے لکھنے کی بنا پر ایک مرتبہ بھی نہیں کھائی۔ شرارتوں کی وجہ سے کھائی۔ پڑھنے کی تو بفضلِ خدا یہ صورت تھی کہ جو انہوں نے پڑھایا اور جس انداز سے پڑھایا فوراً ذہن نشین ہو گیا، بلکہ ان کے پڑھائے اور بتائے سے زیادہ ہوا ـــــــ کسی کو چھیڑا، کسی کو ستایا، کسی کو لطیفہ سنایا، کسی کی کتاب اِدھر اُدھر کر دی، کوئی رات کو مطالعہ کر رہا ہے تو دیا بجھا دیا، پھر اس کی شکایت اُستاد سے کی گئی اور ہمیں پکڑ لیا گیا۔ یہ اس دَور میں ہمارے اہم مشاغل تھے اور یہی اُستاد سے مار پٹائی کا باعث بنتے تھے۔

ایک مرتبہ (میرے خیال میں ۱۹۳۶ء کے مارچ یا اپریل کی بات ہے کہ) بسیں" پاس" کرانے کی غرض سے میرے والد اور دیگر بہت سے لوگ لدھیانے گئے، میں اور میری عمر کے کئی لڑکے ان کے ساتھ دو تین بسوں میں بیٹھ گئے اور لدھیانے جا پہنچے۔ لدھیانہ ہمارے ہاں سے جنوب مشرق میں تقریباً ستر میل کے فاصلے پر تھا۔ "پاسنگ" کے سلسلے میں پانچ چھ دن وہاں رہنا پڑا۔ اس زمانے میں بولنے والی فلمیں نئی نئی آئی تھیں اور کہا جاتا تھا مورتیں بولتی ہیں۔ میں نے اس سے پہلے نہ فلم کا لفظ سُنا تھا نہ سینما کا۔

لدھیانہ کے ایک سینما ہال میں مجھے یاد ہے "سوتیلی ماں" کے نام سے ایک فلم چل رہی تھی۔ سوتیلی بیٹی کا کردار نورجہاں نے ادا کیا تھا۔ سب لوگ فلم دیکھنے گئے۔ میں بھی گیا اور ہم نے سینما ہال کی دیواروں پر لٹکتی ہوئی مورتوں کو پردہ سکرین پر بولتے ہوئے دیکھا اور سُنا۔ بڑا تعجب ہوا کہ یہ بے جان مورتیں کس طرح مختلف انداز میں بولتی، حرکت کرتی، بھاگتی دوڑتی اور خوبصورت آواز میں گانے گاتی ہیں۔

لدھیانہ سے واپس آئے تو کسی نے میرے دادا مرحوم کو میرے بارے میں بتا دیا کہ اس نے فلم دیکھی ہے اور فلم اس قسم کی ہوتی ہے۔ اُس وقت اسے عام طور پر "منڈوا" کہا جاتا تھا۔ دادا سخت مزاج بھی تھے اور پرہیزگار بھی ـــــ دینی معاملات میں ان کے احساسات بہت نازک تھے۔ میری ابتدائی تعلیم اور تربیت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۳۹ء کی جولائی میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

اُنہوں نے پہلے تو میرے والد کو ڈانٹا، پھر میری باری آگئی۔ مار مار کر بُرا حال کر دیا۔ میں ہاتھ جوڑ کر ان کے حضور کھڑا ہو گیا اور رو رو کر غلطی کی معافی مانگی ـــ لیکن اس سے ان کی تسلی نہیں ہوئی، پکڑ کر مسجد میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے پاس لے گئے اور فرمایا آپ کے شاگرد صاحب ابھی سے "منڈوا" دیکھنے لگے ہیں، اسے ایسی سزا دی جائے کہ تمام عمر یاد رکھے اور پھر کبھی یہ حرکت نہ کرے۔

مولانا نے حکم دیا۔

کان پکڑو۔

میں کھڑا تھا، اُن کے حکم کے مطابق کھڑے کھڑے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ لیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے زور سے تھپڑ رسید کیا۔ فرمایا۔ ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کان پکڑو۔

ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ اسی حالت میں روتے ہوئے معافی مانگی اور آئندہ فلم نہ دیکھنے کا پختہ عہد کیا۔

ٹیلی ویژن پر بھی فلم نہیں دیکھی۔ فلم کیا۔ باقاعدہ کبھی کوئی ڈرامہ بھی نہیں دیکھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ خبریں سننے پر بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، اس لیے کہ معتبر ذرائع کے مطابق خبروں کے نام سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ خبریں نہیں ہوتیں اور ہی کچھ ہوتا ہے اور ہم "اور کچھ" دیکھنے کے عادی نہیں۔

اب تو معاملہ کچھ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ ورنہ تھوڑا عرصہ پیشتر علمائے کرام کے کچھ اس مفہوم کے گرما گرم بیانات ہر روز اخباروں میں شائع ہوتے رہے ہیں کہ ٹیلی ویژن پر فحش پروگرام دکھائے جاتے اور ناچ گانے کی محفلیں سجائی جاتی ہیں لیکن ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں اس لیے کہ ابتدائی عمر ہی میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے ہمیں اس درجہ "بدذوق" بنا دیا تھا کہ نہ کبھی طبیعت ادھر متوجہ ہوئی اور نہ اس قسم کے پروگرام دیکھے۔

ہمیں صرف ایک پروگرام سے دلچسپی ہے جو پورے سال کے بعد دکھایا جاتا ہے۔ وہ ہے ۲۲ فروری کو ہندوستان ٹیلی وژن اور ریڈیو سے مولانا ابوالکلامؒ سے متعلق نشر ہونے والا پروگرام ـــ!

یہ پروگرام دیکھنے کے لیے ہم بہت بے تاب ہوتے ہیں اور نہایت شوق اور مسرت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ جن حضرات کو ہماری اس کمزوری کا علم ہے وہ بھی ازراہِ کرم بتا دیتے ہیں کہ یہ پروگرام اتنے بجے انڈیا ریڈیو سے نشر ہوگا اور اتنے بجے دور درشن پر دکھایا جائے گا۔ ہم ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور سب کام چھوڑ کر انڈیا ریڈیو بھی سنتے ہیں اور ٹیلی ویژن بھی دیکھتے ہیں۔

مولانا کی شادی قیام کوٹ کپورہ کے زمانے میں مجھے یاد پڑتا ہے ۱۹۳۴ء میں ہوئی تھی۔ ان کے سسر میاں نورالدین تھے جو ان کے نہایت قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ میرے خیال میں ان کے پھوپھی زاد تھے۔ حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے مرید تھے۔ بڑے نیک اور متقی بزرگ تھے اور ان کے گاؤں بھوجیاں میں سکونت پذیر تھے۔

مولانا عطاء اللہؒ اسی کھدر کے لباس میں جو وہ ہمیشہ زیب تن کرتے تھے، شادی کے لیے اکیلے ہی کوٹ کپورے سے اپنے گاؤں کو روانہ ہوئے۔ شادی کے بعد سات آٹھ دن وہاں رہے۔ واپس آئے تو اطاعت شعار دلہن کھدر کی لمبی سی چادر میں لپٹی ہوئی شوہر نامدار کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھائے جا رہی تھیں۔ میرے خیال میں سونے یا چاندی کا کوئی زیور شوہر نے ان کو پیش نہیں کیا تھا۔ کوٹ کپورے سے روانہ ہونے لگے تو مجھے یاد ہے ہمارے خاندان کی بعض عورتوں نے ان کو پیشکش کی تھی کہ دلہن کے لیے وہ ان سے زیور لے جائیں، لیکن مولانا نہیں مانے تھے اور بغیر زیور کے دلہن کو بیاہ کر لائے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ان کی بارات میں کون کون حضرات شامل ہوئے تھے اور نکاح کس عالم نے پڑھایا تھا۔ ولیمے میں شریک ہونے والوں کا بھی انہوں نے ذکر کیا تھا۔ لیکن ان حضرات کے نام میرے ذہن میں نہیں رہے۔

ان کی اہلیہ محترمہ کا نام حنیفہ تھا۔ ہم انہیں "بہن جی" کہا کرتے تھے۔ میں چھوٹا تھا۔ مجھ سے اس زمانے میں پردہ نہیں تھا۔ ہمارے خاندان اور محلّے کی خواتین سے ان کا بہت تعلق تھا، سب سے قریبی رشتہ داروں جیسا معاملہ تھا جو قیام پاکستان کے بعد لاہور آکر بھی قائم رہا۔ وہ ہمارے ہاں چھوٹی بچیوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھیں، لیکن کسی سے کوئی چیز (بصورت کپڑا یا روپیہ پیسہ) انہیں لیتی تھیں۔ اپنے شوہر کی طرح بے نیاز اور سادہ مزاج تھیں۔ انہوں نے ۲۰ ر اپریل ۱۹۵۷ء کو لاہور میں وفات پائی۔

ولایتی کپڑے اور سمندر پار کی بنی ہوئی چیزوں کے مولانا عطاء اللہ سخت مخالف تھے۔ ایک مرتبہ عید کے موقعے پر میں نے ولایتی کپڑے کی قمیص سلا لی۔ پہنی تو انہوں نے غصّے میں آکر اُتروا دی اور خود اپنی گرہ سے دیسی کپڑے (غالباً کھدر کریب) کی قمیص سلا کر دی۔

گھڑی وہ ضرور رکھتے تھے لیکن جیبی گھڑی۔ اس کے لیے قمیص سلاتے وقت درزی کو ہدایت کر دیتے تھے کہ جیب کے نیچے اتنا سوراخ بنا دیا جائے جس میں گھڑی ڈالی جا سکے۔

ہمارے ہاں وہ لال رنگ کی کھال کی جوتی پہنتے تھے، بعدازاں چپل پہننے لگے تھے۔ سردیوں میں موٹی گرم جرابیں پہنتے تھے۔ ان کا تہبند ٹخنوں سے اتنا اونچا ہوتا تھا کہ جرابوں سے دو تین انچ اوپر ان کی پتلی پتلی ٹانگیں ننگی رہتی تھیں اور صاف نظر آتی تھیں۔

۱۹۳۶ء میں ریاست فریدکوٹ میں یہ حادثہ پیش آیا کہ مہاراجہ نے فریدکوٹ کی ایک چھوٹی سی مسجد کو جو بازار میں تھی سرکاری تحویل میں لے لیا اور پھر اس میں میونسپل کمیٹی کا دفتر بنا دیا گیا۔ اس پر پوری ریاست میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ریاست کی حدود سے باہر بھی یہ خبر پہنچی اور اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ چھپی۔ اخبار "زمیندار" اور سید حبیب کے اخبار "سیاست" میں تو اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا۔ "زمیندار" میں اس پر مولانا ظفر علی خاں کی ایک چھوٹی سی نظم بھی شائع ہوئی تھی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب نے جو پہلے سے حکومت کے خلاف ذہن رکھتے تھے، اس کو خطباتِ جمعہ کا موضوع بنایا۔ ایک جمعے میں انہوں نے سورہ بقرہ کی یہ آیت تلاوت کی اور اس پر خطبہ دیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا۔۔۔

یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں لوگوں کو اللہ کا نام لینے سے روکے اور ان کو ویران کرنے میں کوشاں ہیں۔

ان کی یہ تقریر بڑی زوردار اور مؤثر تھی۔ آج جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں اس واقعہ پر پچپن برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن مولانا کے وہ الفاظ جو انہوں نے موضوعِ تقریر بنائے تھے اب بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس سے تھوڑا عرصہ بعد انہیں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا گیا، لیکن مسلمانوں کے لیے یہ سخت توہین کی بات تھی کہ ان کے خطیب اور عالم کو جیل میں رکھا جائے۔ چنانچہ تیسرے دن کوشش کر کے ان کی ضمانت کرالی گئی۔ سردار سنت سنگھ دفعہ ۳ کا مجسٹریٹ تھا، وہ بڑا معاملہ فہم اور حالات سے باخبر شخص تھا۔ مولانا کو اس کی عدالت میں پیش کیا گیا تو وہ بڑے احترام سے پیش آیا اور ان کی سادگی سے بہت متأثر ہوا۔ عدالت میں ضمانت نامہ تحریر کرتے وقت ایک لطیفہ بھی ہوا، جس کا تعلق مولانا کی ذاتِ گرامی سے ہے، لیکن اسے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ مولانا کا وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ ریاستوں کے لوگ دوہری غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ ایک ریاست کے حکمران کی غلامی اور ایک انگریز کی غلامی کسی ریاست میں سیاسی مسائل پر بحث کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ریاستوں کے علاوہ برطانوی ہند کے دوسرے علاقوں کو جو براہِ راست انگریزی حکومت کے ماتحت تھے "انگریزی علاقہ" کہا جاتا تھا۔ کسی ریاست کے کسی شخص کو سیاست بازی کا شوق ہوتا تو وہ ریاست کے باہر کسی علاقے میں چلا جاتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب چونکہ اکثر اوقات خطباتِ جمعہ میں کسی نہ کسی انداز سے سیاسی مسائل پر گفتگو شروع کر دیتے تھے، اس لیے ان کا وہاں مزید اقامت اختیار کیے رکھنا آسان نہیں رہا تھا۔

حکومت نے ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس دَور میں ایک مرتبہ وہ موضع "ڈلو" آئے جو مولانا محمد عبدہ صاحب کا گاؤں تھا اور انگریزی علاقے (ضلع فیروز پُور) میں کوٹ کپورے سے گیارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ ریاست کے بہت سے لوگ جو ان سے دوستانہ یا شاگردانہ تعلق رکھتے تھے، سائیکلوں اور تانگوں پر وہیں ان سے ملنے گئے تھے۔ دو ڈھائی مہینے کے بعد یہ ممانعت ختم کر دی گئی تھی اور وہ پھر کوٹ کپورے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اب ان کا وہاں مستقل طور سے قیام پذیر رہنا مشکل ہو گیا تھا۔

انجمن کے سالانہ جلسوں میں وہ بعض مقررین حضرات کو موضوع بھی ایسے دے دیتے تھے، جن میں سیاسی معاملات زیرِ بحث آجاتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا محمد اسماعیل صاحب (گوجرانوالہ) کو تقریر کا موضوع دے دیا گیا "مسلمانوں کا ماضی اور حال" بظاہر یہ معصوم سا موضوع تھا اور اس کا تعلق گزشتہ اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کے اس دَور کے حالات سے تھا، جن سے وہ اس وقت دوچار تھے۔ مولانا اسماعیل صاحب نے تقریر شروع فرمائی تو کہا، بہتر ہوتا کہ مولوی عطاء اللہ تینوں زمانے اکٹھے کر دیتے اور ماضی اور حال کے ساتھ مستقبل بھی ملا دیتے۔

مولانا اسماعیل صاحب کا ایک خاص اسلوبِ بیان اور نہج تقریر تھا جو تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کو یکساں متأثر کرتا تھا۔ وہ اشارے کنائے میں ایسی باتیں کہہ جاتے تھے جو کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا تھا۔ میری عمر اس وقت دس گیارہ برس کی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے مولانا موصوف کی یہ تقریر ریاست کے حکومتی مزاج کے یکسر خلاف تھی اور اس سے جو تأثرات ابھرتے تھے اس کی ذمہ داری مولانا عطاء اللہ صاحب پر عائد ہوتی تھی۔ اس لیے ریاستی حکمرانوں کے لیے ان کی ذات ایک مسئلہ بن گئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان کے تعلقات ان غیر مسلموں سے بھی قائم ہو گئے تھے جو وہاں کی حکومت کے نزدیک معتوب تھے۔ مثلاً ایک شخص سُچّا سنگھ تھا جو اکالی لہر میں بڑی تکلیفیں اٹھا چکا تھا اور ریاستی حکومت کا مخالف تھا، اس کا مولانا عطاء اللہ صاحب کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی طرح ایک شخص رلیا سنگھ تھا جو کوٹ کپورہ سے بجانب مشرق دس گیارہ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "برگاڑی" کا رہنے والا تھا، وہ کمیونسٹ تھا اور مولانا کے ہاں اس کی آمد و رفت تھی۔ ایک ہندو تھا، جس کا نام مہاشہ کبر جنید تھا، یہ شخص آریہ سماج سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی سرگرمیاں حکومت کے خلاف تھیں۔ حکومت کو ان سب معاملات کا علم تھا اور مولانا کی نقل و حرکت سے وہ پوری طرح آگاہ تھی۔

یہ نصف صدی قبل کے دورِ غلامی اور ریاستی ماحول میں بہت بڑی اور انتہائی خطرناک باتیں تھیں جو اس وقت معمولی معلوم ہوتی ہیں

اختلاف رائے انسانی فطرت کا حصہ ہے اس لیے جماعت اہل حدیث کا اختلاف ایک الگ موضوع ہے جس کا یہ محل نہیں۔

کسی زمانے میں ثنائی روپڑی جھگڑا زوروں پر تھا، اس کی نوعیت کیا تھی اور وہ کن مسائل سے متعلق تھا؟ اس کا مجھے علم نہیں ثنائی روپڑی جھگڑے کو ختم کرانے کی مولانا عطاء اللہ صاحب نے بھی کوشش کی تھی۔ یہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے، انہوں نے کوٹ کپورے کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں مولانا ثناء اللہ صاحبؒ، مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ، مولانا عبدالقادر قصوریؒ، سید سلیمان ندویؒ، مولانا حافظ محمد گوندلویؒ اور بعض دیگر اکابر علمائے کرام کو شرکت کی دعوت دی۔ سب نے تشریف لانے کا وعدہ کیا۔ لیکن سوئے اتفاق سے کسی شدید مجبوری کی بناء پر مولانا ثناء اللہ صاحبؒ، حافظ عبداللہ صاحبؒ، مولانا عبدالقادر قصوری اور سید سلیمان ندوی تشریف نہ لا سکے۔ باقی تمام حضرات تاریخ مقررہ پر پہنچ گئے تھے یعنی دولھے غائب تھے، برات آگئی تھی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب پنجابی کے شاعر بھی تھے اور کسی زمانے میں شعر کہتے بھی رہے تھے۔ کبھی کبھی اپنے اشعار سنایا بھی کرتے تھے۔ میرے خیال میں انہوں نے اپنا کلام کہیں محفوظ نہیں کیا۔ اب اس کا دستیاب ہونا ممکن نہیں۔

حنیف ان کا تخلص تھا۔ ابو الطیب کنیت تھی۔ حضرت نواب صدیق حسن خان کی کنیت بھی ابو الطیب تھی اور شارح ابوداؤد مولانا شمس الحق ڈیانوی کی کنیت بھی یہی تھی۔ مولانا ان حضرات کے علم و فضل سے بہت متاثر تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے لیے یہ کنیت اختیار کی تھی۔ والدین نے ان کا نام عطاء اللہ رکھا تھا لیکن وہ حصولِ برکت کے لیے عام طور پر اپنے نام کے ساتھ لفظ محمد کا سابقہ لگاتے تھے۔ مختلف اوقات میں اپنا نام مختلف صورتوں میں تحریر فرماتے تھے۔

مثلاً

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی۔ محمد عطاء اللہ حنیف۔ ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف۔ حنیف بھوجیانی۔

قیام پاکستان کے بعد وہ کچھ عرصہ اپنے آپ کو حنیف پردیسی بھی لکھتے رہے

اپنی کتاب پر وہ زیادہ تر "مملوکہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی" کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص ان سے نام پوچھتا یا انہیں کہیں اپنا نام لکھوانا ہوتا تو فقط عطاء اللہ بتاتے اور لکھواتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹیلی فون کی سہولت سے بھی نواز دیا تھا، کسی کو ٹیلی فون کرتے تو فرماتے عطاء اللہ بول رہا ہے۔

میں نے کوٹ کپورے میں ان سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ علاوہ ازیں اس دور میں مختلف علوم کی جو درسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں۔

حدیث :- بلوغ المرام اور مشکوٰۃ شریف۔

علم صرف :- صرف بہائی، صرف میر، میزان منشعب، کتاب الصرف، دستور المبتدی، زرادی۔

علم الصیغہ ، ابواب الصرف (تمام باب یاد کئے اور آخر کے وہ اشعار بھی یاد کئے جو عوامل سے متعلق ہیں)

نحو :- نحو میر، نظم مائۃ عامل۔ شرح مائۃ عامل

فقہ :- کنز الدقائق اور قدوری

اصول فقہ :- اصول الشاشی

منطق :- ایساغوجی، قال اقول

ادب عربی :- نفحۃ الیمن، عربی کا معلم حصہ اول و دوم۔ لغات جدیدہ (از علامہ سید سلیمان ندوی کی تصنیف) عربی بول چال (از حافظ عبدالرحمٰن امرتسری) ترجمتین جو طالب علم کے فہم کے مطابق عربی سے اُردو میں اور اُردو سے عربی میں کرایا جاتا تھا۔

سیرت (اُردو) : رحمت للعالمین جلد اول، ہمارے رسول، خلفائے راشدین۔

اصول حدیث :- بعض اقسام حدیث، مولانا نے زبانی بتا دیں اور یاد کرا دی تھیں۔

فارسی :- فارسی کی پہلی اور دوسری کتاب (از خلیفہ عماد الدین)

فارسی کی گرائمر : مفتاح الصرف۔

باب : ضرب یضرب سے آخر تک یاد کر لیے تھے۔

شام کے بعد روزانہ ہم سات آٹھ طالب علم مولانا کے ساتھ موگا روڈ پہ سیر کو جاتے تھے۔ اس روڈ پر شہر سے نکلتے ہی دو پل آتے تھے، ایک شہر سے بالکل متصل اسے "چھوٹا پل" کہا جاتا تھا۔ ایک اس سے ڈیڑھ دو فرلانگ آگے، وہ "بڑا پل" کہلاتا تھا، وہاں جا کر مولانا بیٹھ جاتے اور شاگردوں کو سامنے کھڑا کر کے اُن سے باب سنتے۔ پہلے ایک سے، پھر دوسرے سے، پھر تیسرے سے۔ اس طرح اپنی اپنی باری سے ہر طالب علم انہیں باب سناتا تھا۔ اگر سناتے سناتے کوئی غلطی کرتا تو دوسرے سے کہتے کہ اس نے کہاں غلطی کی ہے اور صحیح کیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ چلتے چلتے باب سنتے۔

جس کتاب میں ثلاثی، رباعی وغیرہ اقسام صرف کے تمام ابواب خاص ترتیب کے ساتھ درج ہیں، اس کا نام "ابواب الصرف" ہے اور یہ کتاب حضرت حافظ محمد لکھوی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب سے ہم نے سب باب یاد کر لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تھے۔

اس کتاب کے ساتھ ہی آخر میں چند صفحات کی ایک اور کتاب ہے جس کا نام ہے "قوانین الصرف"۔ یہ کتاب بھی حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور فارسی اشعار میں ہے۔ اس میں قوانین صرف اشعار میں بیان کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ کون کون سے عوامل اپنے بعد آنے والے الفاظ پر کیا اثر ڈالتے ہیں۔ ان عوامل کی وجہ سے کون سے الفاظ مرفوع ہوں گے۔ کون سے منصوب، مجرور یا ساکن و مجزوم ہوں گے۔ یہ اشعار اگر زبانی یاد کر لیے جائیں تو اس موضوع کے بہت سے اہم مسائل ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ میں نے یہ اشعار تین چار روز میں یاد کر کے مولانا کو سنا دیے تھے۔ تقریباً پچپن سال پہلے کے یاد کیے ہوئے وہ اشعار بحمد اللہ اب بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملاقات کے لیے جو حضرات علماء مختلف اوقات میں وہاں تشریف لے گئے، ان میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی مجھے یاد ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ۔

مولانا عبداللہ بھوجیانی:۔ ان کو پہلی اور آخری دفعہ میں نے وہیں دیکھا۔

مولانا عبدالحق:۔ یہ ضلع فیروز پور کے ایک قصبے سنگھاں والے کے رہنے والے تھے اور اُس وقت موضع میسر محمد (ضلع قصور) میں سکونت پذیر تھے۔ (قاری محمد عزیز صاحب کے والد مرحوم)

مولانا حافظ محمد بھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا حکیم بدرالدین بدرؔ: وہ قیام پاکستان سے کئی سال بعد چک ۱۷ (ضلع اوکاڑہ) میں مقیم رہے تھے پھر پتوکی منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔

مولانا محمد علی لکھوی

مولانا حکیم عبداللہ (سلیمانیہ دواخانہ جہانیاں) روڑی والے

مولوی شیر محمد۔ مشہور ریلوے جنکشن بٹھنڈہ کے رہنے والے تھے۔

مولانا عبداللہ موضع کھپیانوالی (ضلع فیروزپور)

مولوی کمال الدین ڈوگر موضع چھنبیانوالہ ضلع فیروزپور

سید محمد شریف گھڑیالوی

حافظ محمد میر محمدی

حاجی عبدالواحد میر محمدی اور

حافظ دوست محمد میر محمدی اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بزرگ میاں الحمد للہ وہاں جایا کرتے تھے جو ضلع گورداس پور کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام تو امام دین تھا لیکن میاں الحمد للہ کے عرف سے معروف تھے۔ تکلیف میں ہوں یا آرام میں، الحمد للہ کے الفاظ ان کی زبان پر جاری رہتے تھے۔ افسوس کی یا خوشی کی کوئی خبر اُنھیں سنائی جاتی، جواب میں قدرے اُونچی آواز سے کہتے، الحمد للہ۔ بکثرت الحمد للہ کہنے کی وجہ سے ان کا نام ہی میاں الحمد للہ پڑ گیا تھا۔ بڑے چھوٹے سب لوگ اسی نام سے پکارتے تھے۔

میاں الحمد للہ اپنا چھوٹا موٹا کاروبار کرتے تھے۔ وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ نہایت نیک اور پاکیزہ روش، اکثر لوگ اپنی ضروریات بیان کر کے ان سے دعا کراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتا تھا۔

کوٹ کپورے سے دس گیارہ میل کے فاصلے پر بجانب مشرق ریاست نابھہ میں ایک قصبہ تھا "جَیتو"۔ وہاں دیسی مہینوں کے حساب سے ہاڑھ کے آخری دنوں میں جب کہ سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے، مویشیوں کی منڈی لگتی تھی جس میں بھینس، بیل، گھوڑے اور اُونٹ وغیرہ خریدنے کے لیے دور و نزدیک سے بے شمار لوگ آتے تھے۔ میاں الحمد للہ بھی بعض دفعہ اس منڈی میں آتے اور بھینیں وغیرہ خریدتے تھے۔

ایک دفعہ وہ جیتو منڈی گئے، دو بھینسے خریدے اور وہاں سے چل پڑے۔ وہ کوٹ کپورے آنا چاہتے تھے۔ ایک اور شخص ان کے ساتھ تھا۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی جس کی وجہ سے ان کا بھی برا حال تھا اور بھینسوں کا بھی۔ ساتھی نے کہا میاں الحمد للہ دعا کرو اللہ بارش برسائے تاکہ ہمیں بھی کچھ آرام پہنچے اور بھینسے بھی سکھ کا سانس لیں۔

مسکراتے ہوئے جواب دیا: بھائی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ دعا کروں لیکن ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر دعا کرتا ہوں تو بارش برسے گی اور کیچڑ میں بھینسوں کا چلنا بھی مشکل ہو جائے گا اور ہمارا بھی۔ اگر دعا نہیں کرتا تو بھنے جا رہے ہیں۔ پھر قدرے اونچی آواز سے کہا: الحمد للہ۔

بالآخر دعا کی۔ اُسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور تھوڑی دیر میں جل تھل ہو گیا۔ وہ بارش کی حالت میں بھیگتے ہوئے کوٹ کپورے پہنچے۔

یہ واقعہ میاں الحمد للہ کے ساتھی نے سنایا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے سسر میاں نُورالدین بھی بہت متدیّن بزرگ تھے اور وہ میاں الحمد للہ کے دوست تھے۔ جب حسنِ اتفاق سے یہ دونوں بزرگ ہمارے ہاں موجود ہوتے تو اکثر لوگ ان کی خدمت میں آتے۔ دونوں کو گھروں میں لے جاتے اور دعائیں کراتے۔

اللہ اکبر! کیسا عجیب زمانہ تھا اور لوگوں میں نیکی اور دینداری کا کس درجے غلبہ تھا۔ اب اس قسم کا دور کبھی نہیں آئے گا۔ وہ لوگ بھی ختم ہو گئے اور وہ زمانہ بھی بیت گیا۔

ایک دن میں نے میاں الحمد للہ سے عرض کیا، کوئی ایسا وظیفہ بتایئے کہ میں تھوڑا بہت پڑھنے لکھنے کے قابل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاؤں۔ دعا کی درخواست بھی کی۔

کہا: ہر نماز کے بعد دس مرتبہ "ربِّ زدنی علما" دس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور دس مرتبہ ربِّ اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی پڑھا کرو۔

گزشتہ سطور میں ریاست فرید کوٹ کے بعض علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے جن میں شہر فرید کوٹ کے بریلوی مسلک کے حضرات میں سے مولانا محمد سعید شبلی اور مولانا علم الدین بھی شامل ہیں۔ مولانا شبلی فیروز پور چھاؤنی کے اسلامیہ حنفیہ ہائی سکول میں عربی اور دینیات کے معلّم تھے اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب سے ان کے بہت اچھے مراسم تھے۔ ان کا ذکر آگے بھی آئے گا جس سے پتہ چلے گا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب ان کا کتنا احترام کرتے تھے اور یہ مولانا سے کس درجے تکریم سے پیش آتے تھے۔

فرید کوٹ کے اس زمانے میں ایک اہل حدیث عالم مولوی عبدالرحمٰن تھے جو وہاں سے چنیوٹ چلے گئے تھے اور غالباً چنیوٹ کی مسجد اہل حدیث میں فرائض خطابت سرانجام دیتے تھے۔ وہ کبھی اپنے وطن فرید کوٹ جاتے تو اس سے سات میل آگے مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملاقات کے لیے کوٹ کپورے ضرور تشریف لے جاتے۔ وہ لاغر اندام اور طویل القامت عالم تھے اور مختلف علمی موضوعات پر مولانا سے گفتگو کیا کرتے تھے۔

کوٹ کپورے کے ایک عالم مولوی بدرالدین تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ جس زمانے میں وہاں تشریف لے گئے تھے، مجھے یاد پڑتا ہے اس زمانے میں وہ بیمار تھے اور پھر تھوڑے عرصے بعد وفات پا گئے تھے۔ مولوی بدرالدین نے دہلی کے مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی، مولانا عطاء اللہؒ بھی ان دنوں دہلی میں طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھے اور ان دونوں کا تعارف وہیں ہوا تھا۔

مولانا کے وہاں جانے سے پہلے ایک عالم دین مولوی عبدالرحمٰن تھے جو جامع مسجد کے خطیب و امام تھے۔ وہ بڑے منجھے ہوئے اور صاف ذہن کے عالم تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے ان کو نہیں دیکھا، ان کی وہاں تشریف آوری سے قبل ان کا انتقال ہو گیا تھا، بلکہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو انہی کی جگہ وہاں لے جایا گیا تھا۔

ایک اور عالم وہاں مولوی عبداللہ تھے۔ وہ مولانا عطاء اللہ صاحب کے وہاں جانے سے بہت عرصہ پہلے سرحد پار کے مجاہدین کے ہاں چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہوئے تھے۔ مولانا عبداللہ کا کتب خانہ جو عربی تفسیروں اور مختلف علوم کی کتابوں پر مشتمل تھا، ان کے آبائی گھر میں موجود تھا۔ اس کتب خانے سے ان کی وسعتِ علم کا اندازہ ہوتا تھا، مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اکثر ان کے گھر جاتے اور ان کے کتب خانے سے استفادہ کرتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے زمانے میں کوٹ کپورے میں ایک عالم دین مولوی فضل دین تھے جو کسی دور میں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے رہے تھے اور علمائے غزنویہ کے شاگرد اور عقیدت مند تھے۔ بہت نیک اور متدیّن و متقی بزرگ تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل پر ان کی بڑی نظر تھی۔ مولانا سید داؤد غزنوی نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں بتایا کہ مدرسہ غزنویہ میں یہ مولوی فضل دین منطقی کے نام سے مشہور تھے اس لیے کہ علم منطق سے ان کو خاص طور سے دلچسپی تھی۔ آزادی کے بعد ہمارے گاؤں چک ۵۳ گ ب (تحصیل جڑانوالہ) میں آباد ہو گئے تھے، وہیں وفات پائی۔

ایک اور عالم مولوی محمد اسحاق سوتری تھے۔ سوتری انہیں اس لیے کہا جاتا تھا کہ علاقہ سوتر (ضلع حصار) کے رہنے والے تھے اور طویل مدت سے کوٹ کپورے میں اقامت گزیں تھے۔ مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے اور جماعت اہل حدیث کے ایک گروہ غرباء اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے گرم مزاج اور تیز کلام واعظ تھے۔ مولوی نور محمد سوتری کی پنجابی نظم کی مشہور کتاب "شہباز شریعت" ترنم سے پڑھتے تو سماں بندھ جاتا۔

ہماری ہوش سے بہت پہلے ان کی خدمات کوٹ کپورے کی جامع مسجد کی خطابت و امامت کے لیے حاصل کی گئی تھیں۔ لیکن بعض مسائل میں ان کے نقطۂ نظر سے اختلاف ہو گیا تو انہیں اس خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اور وہ "تیلیاں والی" مسجد میں چلے گئے تھے۔ وہاں سے علیحدہ ہوئے تو اپنی الگ مسجد بنالی تھی۔ تقسیم کے بعد ضلع میانوالی (یا سرگودھا) کے کسی گاؤں میں چلے گئے تھے، وہیں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا عطاء اللہؒ اپنے طالب علموں سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ درسی کتابیں اور اپنے ذوق کے مطابق عام مطالعہ کی کتابیں اپنی گرہ سے خریدا کریں۔ ———— چنانچہ میں درسی کتابیں بھی خریدا کرتا تھا اور ان کی ہدایت کے مطابق دوسری کتابیں بھی اچھی خاصی تعداد میں جمع کر لی تھیں۔ انہی دنوں ان کے کہنے سے "سیرت امام ابن تیمیہؒ" خریدی جس پر مصنف کا نام چوہدری غلام رسول مہر لکھا تھا۔ جامعہ ملیہ دہلی کی بعض مطبوعات بھی ان کے حکم سے خریدیں۔ پھر قاضی محمد سلیمان منصورپوری کی رحمۃ للعالمین (تین جلدیں) اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی تاریخ اسلام (تین جلدیں) اور دیگر بہت سی کتابیں خریدیں اور پڑھیں۔ اسلامی تاریخ سے متعلق مجھے جو تھوڑی بہت دلچسپی پیدا ہوئی، اس میں مولانا عطاء اللہؒ کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔

۱۸۵۷ء کے غدر (یا جنگ آزادی) سے متعلق جو میں نے سب سے پہلی کتاب پڑھی، وہ خواجہ حسن نظامی کی چھوٹی سی تصنیف تھی۔ یہ کتاب مجھے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے عطا فرمائی تھی۔ اسلوبِ تحریر بڑا دردناک اور الم انگیز تھا۔ اس موضوع پر انہوں نے چند اور کتابیں بھی عنایت کیں، جن میں ایک کتاب کا نام ۱۸۵۷ تھا اور یہ کتاب ایک انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ تھا جو مجلسِ احرار کے رہنما شیخ حسام الدین نے کیا تھا۔

خواجہ حسن نظامی اردو کے بہت بڑے ادیب اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ان کی چھوٹی چھوٹی کئی کتابیں مجھے پڑھنے کے لیے دی تھیں۔ خواجہ صاحب نے اگست ۱۹۵۵ء کو دہلی میں وفات پائی۔

کبھی کبھی سبق کے دوران دلچسپ لطیفے بھی ہو جاتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتے ہوئے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے کسی لڑکے کو لفظ "قَالَ" کی تعلیل کرنے کا حکم دیا۔

اس نے کہا: قال اصل میں "قَوَلَ" تھا۔

اس پر ایک صاحب طیش میں آ گئے اور بولے، یہ کیا علم ہے، جس میں آپ لوگ قرآن کی تحریف کر رہے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ قَالَ تو غلط ہے جو اللہ نے اتارا ہے اور قرآن میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اور قَوَلَ صحیح ہے جو قرآن میں کہیں نہیں ہے اور تمہارا اپنا بنایا ہوا ہے۔ —— دیکھو جی اب یہ نئے عالم پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن کے الفاظ کو نعوذ باللہ غلط قرار دے رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنے بنائے ہوئے الفاظ کو صحیح ثابت کر رہے ہیں۔ یہ علم نہیں —— یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔

ایک دن ہم مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے تھے اور مولانا ایک حدیث کا ترجمہ کر کے اس پر تقریر کر رہے تھے۔ حدیث کے آخر میں لکھا تھا: قال الترمذی ھذا حدیث غریب —— ایک شخص صوفی عبدالغنی نے جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے مولانا عطاء اللہ صاحب سے کہا، آپ اس حدیث کی تشریح میں کیوں اتنا تنگ ہو رہے ہیں، یہ تو بچاری غریب ہے "غریب" میں نے لکھا ہے، انہوں نے "گریب" کہا تھا

صوفی عبدالغنی بڑے متدین اور صالح آدمی تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ضلع قصور کے ایک گاؤں "کوٹھا" میں آ بسے تھے، چند سال پیشتر وہیں وفات پائی۔

ایک دن مولانا نے ایک شاگرد سے پوچھا: حروفِ علّت بتاؤ کون کون سے ہیں؟ اس نے جواب دیا: لفظ علّت کے کئی معنی ہیں۔ جھگڑے، شرارت، اور بری عادت کو بھی علّت کہا جاتا ہے۔ جو زیادہ شرارتیں کرتا ہو وہ ہم اسے پنجابی میں "علتی" کہتے ہیں۔

ایک شخص نے کہا یہ عجیب معاملہ ہے کہ حرفوں میں بھی غلط عادتیں اور شرارتیں پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کے حرف ان معصوم بچوں کو نہیں پڑھانے چاہئیں جن میں "علتیں" پائی جاتی ہوں۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے زمانے میں ایک واقعہ وہاں یہ پیش آیا کہ ریاست پٹیالہ کے حکمران خاندان کا ایک شخص ان کے پاس آیا جو اپنا سکھ مذہب ترک کر کے مسلمان ہوا تھا، وہ بڑا خوب صورت اور وجیہ شخص تھا۔ تیس پینتیس برس کا وہ درشنی جوان نہایت سلجھے ہوئے انداز میں گفتگو کرتا تھا۔ سفید لباس میں ملبوس رائل فیملی کا وہ نومسلم لوگوں کا مرکز توجہ بنا ہوا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے جامع مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ اس کے بعد وہ شخص تقریر کے لیے کھڑا ہوا۔ صاف ستھری پنجابی زبان میں اس نے اسلام کی حقانیت بیان کی اور اپنے قبولِ اسلام کے پس منظر سے لوگوں کو آگاہ کیا اور بتایا کہ اس نے اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑا اور اسلام کی طرف رجوع کیا ہے۔ اس کی تقریر کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحب نے تقریر کی اور حاضرین کو اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

جن بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کا تعلق ملکی، ملی اور اسلامی مفادات و معاملات سے ہوتا، مولانا عطاء اللہؒ ان میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام طور پر شرکت فرماتے تھے۔ وہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا زمانہ تھا اور اس قسم کی کانفرنسیں کسی نہ کسی مسئلے پر ملک کے کسی بڑے شہر میں ہوتی رہتی تھیں۔ عالمِ اسلام کو جس طرح موجودہ دور میں بہت سے مسائل درپیش ہیں، گزشتہ دور میں بھی وہ متعدد پیچیدہ مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ طویل عرصے سے عالمِ اسلام کی حیثیت "عالمِ مسائل" کی سی ہے۔ اس کے مسائل کو ہمیشہ مسلمانانِ برصغیر نے موضوعِ فکر بنایا اور اس خطۂ ارضی کو مشکلات سے نکالنے کے لیے وہ میدانِ عمل و حرکت میں نکلے۔

عالمِ اسلام کے مسائل میں بہت بڑا مسئلہ فلسطین کا ہے جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے اُلجھا ہوا ہے۔ اس مسئلے سے متعلق ۱۹۳۶ء میں دہلی میں فلسطین کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور نے کی تھی مولانا عطاء اللہ صاحب اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ مولانا ظفر علی خان بھی اس کانفرنس میں شامل تھے۔

اس سے کچھ عرصہ پیشتر مسجد شہید گنج کا حادثہ پیش آچکا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے واپسی پر بتایا کہ مولانا ظفر علی خان نے فلسطین کانفرنس پر اپنی تقریر کے آغاز ہی میں مسجد شہید گنج کا قصہ بیان کرنا شروع کر دیا اور اپنے اندازِ خاص میں فرمایا کہ مسجد شہید گنج کعبے کی بیٹی ہے، اس کی حفاظت کرنا صرف لاہور یا پنجاب کے مسلمانوں ہی کا فرض نہیں، فلسطین کانفرنس کے شرکا پر بھی یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسے غیر مسلموں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی اہم قدم اٹھائیں۔

مولانا ظفر علی خان کی اس تقریر سے فلسطین کانفرنس کے صدرِ محترم اور اصحابِ انتظام بڑے حیران ہوئے کہ جس مسئلے پر غور کرنے کے لیے یہ کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے، ان کی تقریر کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مولانا کو اسی مسئلے پر بحث کرنی چاہیئے، موضوع سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔ مولانا ظفر علی خان کو منتظمین کی طرف سے چار پانچ چٹیں بھی بھیجی گئیں جن میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ اس موقع پر وہ صرف فلسطین کے مسئلے پر اپنی تقریر کو محدود رکھیں۔ اگر اس کانفرنس میں ان کے نزدیک مسجد شہید گنج کو موضوعِ بحث بنانا ضروری ہے تو ان کی تجویز کے مطابق اس کے لیے ایک الگ اجلاس بلا لیا جائے گا جس میں پوری تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر غور کیا جائے گا اور مسجد کے حصول کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ لیکن مولانا ظفر علی خان نے ان حضرات کی پروا کیے بغیر تقریر جاری رکھی اور مسجد شہید گنج کو جسے وہ "کعبے کی بیٹی" قرار دیتے تھے، زیرِ بحث مسئلے سے بعض وجوہ کی بنا پر اہم مسئلہ قرار دیا۔

منتظمین کے لیے یہ صورتِ حال نہایت پریشان کن تھی، نہ وہ مولانا ظفر علی خان کو تقریر سے روک سکتے تھے اور نہ یہ بات ان کے نزدیک مناسب تھی کہ جس مسئلے کے لیے کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا گیا ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے مسئلے کو اس نہج اور انداز سے بیان کیا جائے جو مولانا ظفر علی خان نے اختیار کیا تھا۔

مولانا ظفر علی خان بہت بڑے مقرر تھے اور اب مجمع ان کے قابو میں تھا، انہوں نے حاضرین سے سوال کیا۔

حضرات! میں تقریر بند کر دوں یا جاری رکھوں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے بہ یک زبان جواب دیا۔ جاری رکھیے۔!

چنانچہ انہوں نے تقریر جاری رکھی اگرچہ چند الفاظ فلسطین کے بارے میں بھی کہے، تاہم ان کی تقریر کا زیادہ تر حصہ کعبے کی بیٹی مسجد شہید گنج سے متعلق تھا۔

یہ واقعہ مولانا عطاء اللہؒ صاحب نے بڑی تفصیل سے بیان کیا تھا۔

فلسطین کا مسئلہ اس عہد کے مسائل میں بہت بڑا مسئلہ تھا جو مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اس سے بھی کہیں بڑا مسئلہ بن گیا ہے اور اس نے اس درجے نازک شکل اختیار کر لی ہے کہ بظاہر اس کے حل وکشود کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اِلّا یہ کہ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك امرا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب اپنے شاگردوں کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ جو لڑکا دو دن میں سورہ سجدہ اور سورۂ ملک زبانی یاد کرلے گا، اُسے انعام دیا جائے گا۔ ہم نے اسی وقت قرآنِ مجید کھولا اور سورہ سجدہ یاد کرنا شروع کر دی۔ دن کے دو بجے سے پانچ بجے تک تین گھنٹے میں سُورت یاد کرکے استاد کو سُنا دی۔

دوسرے دن سورہ ملک کی باری تھی۔ دو گھنٹے میں وہ بھی یاد کر لی اور حضرت اُستاد کو سنا دی۔ سناتے وقت اللہ کا یہ خاص کرم رہا کہ نہ کہیں متشابہ پڑا اور نہ کوئی غلطی ہوئی۔

مولانا بہت خوش ہوئے۔ آٹھ آنے ہمیں نقد انعام ملا اور ایک عربی کی کتاب عطا ہوئی۔ وہ کتاب تھی "فتاوی نور العین از شیخ حسن بن محسن یمانی۔

آٹھ آنے کی اس زمانے میں بڑی قدر وقیمت تھی۔ یہ وہ دَور تھا جب ایک مزدور صبح سے شام تک چار آنے کماتا تھا اور گھر کے چار پانچ افراد کا چار آنے میں ٹھیک ٹھاک گزارہ ہوتا تھا۔

دو اور لڑکوں نے یہ دونوں سورتیں دو تین دن میں یاد کیں۔ انہیں اس کا کیا انعام ملا ہے اس کا مجھے علم نہیں، اپنا انعام البتہ یاد ہے جس پر ہمیں بہت خوشی ہوئی تھی۔

اپنے اساتذہ کا مولانا انتہائی احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں حضرت مولانا شرف الدین دہلوی تشریف لے گئے اور چھ سات دن قیام فرما رہے۔ یہ غالباً ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ اسی زمانے میں ایک دفعہ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی وہاں گئے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب ان کے تشریف لانے پر بھی بے حد خوش ہوئے۔ اساتذہ کے بستر خود بچھاتے اور صاف کرتے۔ کھانا خود ہی کھلاتے اور خود ہی ہاتھ دھلاتے۔

حضرت حافظ صاحب کے تقوائے وصالحیت اور ان کے قلبی وروحانی کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دفعہ انہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ انہیں گنہگار لوگوں سے بدبُو آنے لگتی ہے۔ اب حافظ صاحب ہمارے ہاں تشریف لے گئے تو میں نے ان کے ساتھ جھجکتے اور شرماتے ہوئے مصافحہ تو کیا لیکن اس کے بعد ان کی مجلس میں حاضر ہونے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گریزاں ہی رہا۔ اس لیے کہ میرے پاس چھوٹی عمر میں بھی سوائے گناہوں کے کچھ نہ تھا اور اندیشہ تھا کہ انہیں مجھ سے بدبُو آئے گی، اس طرح وہ بھی روحانی تکلیف محسوس فرمائیں گے اور میرا بھی بھید کھل جائے گا کہ یہ جو اس عمر میں اس درجے معصیت زدہ ہے بڑا ہو کر معلوم نہیں کہاں تک پہنچے گا اور کیا گُل کھلائے گا۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اپنے اساتذہ کی ہر بات نہایت توجّہ سے سُنتے اور انتہائی ادب کے ساتھ ان کے فرمان کا جواب دیتے تھے، اساتذہ بھی ان پر بہت مہربان تھے۔

اَب ہم ۱۹۳۶ء کے دائرے سے نکل کر ۱۹۳۷ء کی حدود میں داخل ہونے والے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ آگے قدم بڑھائیں ایک خواب سُنتے جائیے۔ ایک دن (غالباً ۱۹۳۵ء میں) مَیں، جمیل اور رفیق بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ جمیل نے ایک خواب بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ اس نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ہم تینوں کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہیں۔ میں (یعنی اسحاق) کنوئیں میں اُتر گیا ہوں، رفیق بھی کچھ اتر گیا ہے، لیکن وہ خود (یعنی جمیل) نہیں اُترا۔

اس کی تعبیر میں یہ سمجھا کہ میں علم سے محروم رہ جاؤں گا، رفیق بھی کچھ پڑھ جائے گا اور جمیل جو کنوئیں میں نہیں اُترا اچھی طرح علم حاصل کرے گا۔ اس پر مجھے بہت افسوس ہوا۔

میں نے سوچا کہ میں کنوئیں میں گر گیا، یعنی علم حاصل کرنا میری قسمت میں نہیں ہے۔

وہاں ایک صاحب میاں عید محمد تھے جنہیں لوگ میاں عیدو کہتے تھے، وہ بہت نیک اور متدین آدمی تھے اور زیادہ تر جامع مسجد میں بیٹھے قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ ہم ان کی خدمت میں گئے اور ان سے خواب بیان کرکے اس کی تعبیر پوچھی۔

اُنہوں نے کہا، معلوم ہوتا ہے اس خواب کی کوئی تعبیر تو ہے لیکن میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ تم اس کی تعبیر حاجی نورالدین سے پُوچھو۔ حاجی نُورالدین بڑے پرہیزگار بزرگ تھے اور مولانا مُحمد علی لکھوی کے والدِ گرامی قدر مولانا محی الدین عبدالرحمٰن کے مرید تھے۔

ہم تینوں ان کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور خواب بیان کیا۔

میں ڈر رہا تھا کہ معلوم نہیں حاجی صاحب کیا تعبیر دیتے ہیں۔

اُنہوں نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا: تم پڑھ جاؤ گے، تمہارے لیے یہ خواب اچھا ہے۔

میں نے عرض کیا، جناب میں تو کنوئیں میں گر گیا ہُوں۔

بولے: خواب میں پانی میں گرنا اچھی بات ہے۔

آئیے اب آگے چلتے ہیں۔

۱۹۳۶ء کے آخری دنوں کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد علی لکھوی کوٹ کپورے تشریف لے گئے اور حاجی محمد علی مرحوم کے مکان پر ٹھہرے (جنہوں نے ۱۲۔ اگست ۱۹۸۵ء کو جھنگ میں وفات پائی) نمازِ عشا کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحب کو بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہیں بلا لیا گیا، انجمن اصلاح المسلمین کے چند ارکان بھی وہاں آ گئے۔ حاجی محمد علی ہمارے قریبی رشتہ دار تھے اس لیے میں بھی وہاں موجود تھا۔

مولانا محی علی لکھوی نے انجمن کے سرکردہ ارکان سے کہا کہ میں آج اس لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ سے کہوں کہ مولانا عطاء اللہ حنیف سے ہمارے پرانے مراسم ہیں، ہمارے ہاں لکھوکے میں یہ طالب علم کی حیثیت سے رہے ہیں اور ہم ان کی علمی صلاحیتوں سے واقف ہیں۔ ریاست فرید کوٹ میں ان سے متعلق جو حالات پیدا ہو گئے ہیں، ان کی روشنی میں اب ان کا یہاں مزید قیام کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ انہیں اجازت دے دیں کہ یہ میرے پاس مرکز الاسلام تشریف لے جائیں اور وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ میری خواہش ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹوں محی الدین اور معین الدین کو بھی پڑھائیں اور ان کے علاوہ دوسرے طلبا کو بھی تعلیم دیں۔

ارکانِ انجمن نے حاجی محمد علی کے مکان پر اسی وقت اس مسئلے پر غور کیا اور مولانا محمد علی لکھوی سے عرض کیا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب ہمارے ہاں جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں اس سے ہم بہت خوش اور مطمئن ہیں اور کئی مقامی اور غیر مقامی طلباء ان سے استفادہ کر رہے ہیں، ہماری گزارش ہے کہ جو طلبا ان سے تعلیم حاصل کرنے کے خواہاں ہیں، ان کو یہ اپنے ساتھ لے جائیں۔

حضرت مولانا محمد علی لکھوی نے نہایت خوشی سے انجمن کے ارکان کا یہ مطالبہ منظور فرمایا اور مولانا عطاء اللہ صاحب اپنے بعض طلبا کے ساتھ کوٹ کپورہ سے مرکز الاسلام تشریف لے گئے۔

۱۹۳۶ء کے آخر تک مولانا عطاء اللہ حنیف کے حالات و کوائف سے متعلق جو کچھ میں جانتا تھا، وہ گزشتہ صفحات میں عرض کر دیا گیا ہے۔ آئیے اب ۱۹۳۷ء میں داخل ہوتے ہیں۔

یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو مولانا عطاء اللہ بھوجیانی کوٹ کپورے سے مرکز الاسلام پہنچے۔ ان کے پہلے طلبا میں سے اس وقت محمد رفیق اور یہ بندۂ عاجز ان کے ہمراہ تھے۔ صبح کی ٹرین سے ہم سوار ہوئے تھے، نو بجے کے قریب فیروز پور شہر کے ریلوے سٹیشن پر اترے، اور وہاں سے گیارہ بجے کے بعد اس گاڑی پر سوار ہوئے جو فاضلکا سے ہوتی ہوئی بہاول نگر اور سمہ سٹہ جاتی تھی۔ کوٹ کپورے سے فیروز پور تیس میل اور فیروز پور سے مرکز الاسلام بجانب مغرب پندرہ میل کے فاصلے پر تھا اور جھوک ٹہل سنگھ اس کا ریلوے سٹیشن تھا۔ ہم بارہ بجے کے لگ بھگ وہاں پہنچے تھے اور اس سے ڈھائی فرلانگ مغرب میں ریلوے سٹیشن کے دوسرے سگنل کے بالکل برابر میں دائیں جانب مرکز الاسلام تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ مرکز الاسلام کیا تھا؟

مرکز الاسلام، مولانا محمد علی لکھوی کے آبائی گاؤں "لکھوکے" سے جنوب میں کم و بیش دو میل کے فاصلے پر ایک مقام تھا جو مولانا محمد علی نے دو مربعے زمین میں ۱۹۲۶ء کے لگ بھگ آباد کیا تھا اور وہاں ایک مدرسہ بنایا تھا۔ اصل مدرسہ تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھوکے میں تھا جو تقریباً ایک سو سال سے حافظ بارک اللہؒ اور ان کے بیٹے حافظ محمد لکھویؒ کے زمانے سے جاری تھا اور جس سے بے شمار طلبا نے استفادہ کیا تھا اور کر رہے تھے، مرکز الاسلام کا سلسلہ اس سے کچھ مختلف تھا۔ لکھوکے میں جو مدرسہ قائم تھا، اس کے مہتمم ان دنوں حضرت حافظ محمد لکھوی (متوفی ۱۳۱۱ھ) کے فرزند گرامی اور مولانا محمد علی لکھوی کے عم محترم مولانا محمد حسین لکھوی تھے۔

مولانا محمد علی لکھوی ہندوستان کی انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے اور ملکی سیاسیات میں ان لوگوں کے حامی تھے جو کسی نہ کسی انداز میں انگریزوں سے برسرِ پیکار تھے۔ ان لوگوں میں چمرقند کے مجاہدین کو بڑی اہمیت حاصل تھی جو ایک خاص اسلوب میں طویل عرصے سے برطانوی حکومت سے باقاعدہ جنگ کر رہے تھے۔ مولانا محمد علی کی تمام تر ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ مولانا ممدوح کا حلقۂ عقیدت بڑا وسیع تھا اور وہ لوگوں کو مجاہدین کے مرکز میں بھیجتے تھے، خود بھی دو تین دفعہ وہاں گئے تھے۔ مرکز الاسلام کو جہاں ایک مدرسے کی حیثیت حاصل تھی وہاں وہ مجاہدین کا اچھا خاصا مرکز بھی تھا اور ان کی تربیت گاہ بھی۔!

مرکز الاسلام کی کچی چار دیواری کے اندر پختہ اینٹوں کی ایک مسجد تھی، ایک مدرسہ تھا جو گھنے درختوں کے سائے میں تھا۔ ایک مولانا کا کچا گھر، ایک گھر مزارعوں کا، ایک عیسائی ترکھان کا اور ایک فتح محمد لوہار کا تھا، جسے لوگ "پھتا" کہتے تھے۔ مسجد کے سوا تمام مکانات کچے تھے اور بڑی بڑی کچی اینٹیں تیار کر کے خود ہی تعمیر کیے تھے۔ کوئی کمرہ تعمیر کرنا ہوتا تو چھت اور دروازوں کے لیے درخت کاٹ لیے جاتے اور تعمیر کے لیے گارا تیار کر کے دو دو فٹ کی لمبی چوڑی اینٹیں بنالی جاتیں اور مولانا محمد علی اور ان کے بڑے صاحبزادے محی الدین اور چھوٹے معین الدین دیواریں تعمیر کرنا شروع کر دیتے۔ دوسرے لوگ خود ہی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے اور شام تک اچھا خاصا کوٹھا تعمیر ہو جاتا۔ بڑا سا مہمان خانہ بھی اسی طرح بنایا گیا تھا۔ اور طلبا واساتذہ کے لیے کمرے بھی اسی طریقے سے سب نے مل کر تعمیر کیے تھے۔

مولانا محمد علی لکھوی بڑے دلچسپ بزرگ تھے اور بعض مسائل کا لطیفے لطیفے میں نہایت شاندار تجزیہ کر دیتے تھے۔ ایک دن ہمارے مدارس کے موجودہ نصابِ تعلیم کے بارے میں مولانا عطاء اللہؒ صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

ہمارے اہل حدیث مدارس کے طلبا کی عجیب حالت ہے، ایک طرف وہ بخاری پڑھ رہے ہیں، دوسری طرف منطق کی مرقات۔ یعنی ایک ٹانگ آسمان پر ہے اور دوسری زمین پر۔ اس حالت میں ہمیں آکر کہتے ہیں "دونوں کے درمیان تطبیق دے دو۔"

مرکز الاسلام کا محل وقوع ایک جنگل کا تھا جس میں بہترین "منگل" کا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے اردگرد سکھوں کے گاؤں بھی تھے اور مسلمانوں کے بھی۔ جھوک ٹہل سنگھ، سکھوں کا گاؤں تھا اور وہاں کے اکالیوں میں سے بعض لوگ مولانا محمد علی سے عداوت رکھتے تھے لیکن کسی میں ان کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہ تھی۔ تقسیم ملک کے نازک ترین زمانے میں بھی وہ مولانا محمد علیؒ کے جنگل میں بیٹھے ہوئے خاندان کے کسی فرد کو کچھ نہیں کہہ سکے۔ خود مولانا محمد علی اس وقت مدینہ منورہ میں تھے اور دسمبر ۱۹۴۷ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مدینہ منورہ سے اوکاڑے آکر اپنے خاندان کے لوگوں سے ملے تھے جو تقسیم کے بعد وہاں آ بسے تھے۔

مرکز الاسلام اور مولانا محمد علیؒ کے بارے میں یہ چند باتیں محض اس لیے لکھی گئی ہیں تاکہ قابلِ احترام قارئین کو ان کے بارے میں کچھ ابتدائی معلومات حاصل ہو جائیں ورنہ اس کا تفصیلی تذکرہ اِنْ شَاءَ اللہ میری اس زیرِ تصنیف کتاب میں آئے گا جو ان علمائے کرام سے متعلق ہے جن سے مَیں ذاتی طور پر متعارف ہُوں اور ان کی خدمت میں مجھے حاضر ہونے اور ان سے ہم کلام ہونے کے مواقع میسّر آئے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا محمد علی لکھوی کا اسمِ گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ ــــــ یہاں صرف مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے سلسلے میں کچھ گزارشات کرنا مقصود ہے۔

جیساکہ پہلے عرض کیا گیا، یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اپنے دو شاگردوں (مجھے اور رفیق) کو ساتھ لے کر مرکز الاسلام پہنچے، وہاں مولانا محمد علی لکھوی اور ان کے دونوں صاحبزادے مُحی الدین اور معینُ الدین موجود تھے۔ دوسرے دن تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ چند روز بعد ان طالب علموں میں سے جو کوٹ کپورے میں ان سے پڑھتے رہے تھے، جمیل، عبدالعزیز اور نور محمد بھی وہاں چلے گئے۔ نور محمد ضلع حصار کا رہنے والا تھا اور اس علاقے کو "سوتر" کا علاقہ کہا جاتا تھا اس لیے ہم اُسے نور محمد سوتری کہا کرتے تھے۔ جمیل کا تعلق بھٹنڈہ سے تھا۔ عبدالعزیز بھی بھٹنڈے کا رہنے والا تھا اور جمیل کا رشتے دار تھا۔

ان کے علاوہ مرکز الاسلام کے گرد و نواح کے بعض طالب علم بھی وہاں آکر مولانا عطاء اللہؒ سے تحصیلِ علم کرنے لگے تھے۔ وہ صبح آتے اور شام سے پہلے اپنے گھر کو چلے جاتے تھے۔ اُس وقت مندرجہ ذیل طلبا مولانا کے حلقۂ درس میں شریک تھے۔

۱۔ مولانا محی الدّین لکھوی:۔ یہ مرکز الاسلام ہی کے رہنے والے تھے اور مقامی تھے۔

۲۔ مولانا معینُ الدّین لکھوی:۔ ان کا تعلق بھی مرکز الاسلام سے تھا اور دراصل ان دونوں بھائیوں کی تعلیم کے لیے مولانا عطاءُاللہ کو مولانا محمد علی صاحب وہاں لے گئے تھے۔

۳۔ محمّد رفیق:۔ ان کا تعلق کوٹ کپورے سے تھا اور پہلے سے مولانا عطاءُ اللہ کے دائرہ شاگردی میں شامل تھے۔

۴۔ نور محمّد سوتری:۔ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۵۔ محمّد جمیل:۔ یہ بھی مولانا کے پرانے طالب علم تھے۔

۶۔ عبدالعزیز:۔ یہ بھی مولانا کے پُرانے شاگرد تھے۔

۷۔ محمّد افضل:۔ یہ چک مولوی والا (ریاست ممدوٹ) سے روزانہ آتے تھے۔ ان کا گاؤں مرکز الاسلام سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا۔ آج کل مولانا محمد افضل بوریوالہ میں رہتے ہیں اور تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، میرے پرانے دوستوں میں سے ہیں۔

مرکز الاسلام سے فریدکوٹ بذریعہ ریل ۳۸ میل تھا، لیکن وہاں سے پیدل کچے راستے سے جاتے تو صرف بارہ میل تھا۔ عیدالاضحیٰ کی چھٹیاں ہُوئیں تو مَیں، رفیق، جمیل، عبدالعزیز اور نور محمد سوتری فریدکوٹ پیدل گئے، وہاں سے کوٹ کپورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سات میل تھا۔ ریل سے جاتے تو دو آنے اور تانگے سے ایک آنہ کرایہ تھا۔ فرید کوٹ سے ہم کوٹ کپورے تانگے پر گئے، میں اور رفیق تو وہیں رہ گئے، لیکن جمیل اور عبدالعزیز بھٹنڈے اور نور محمد اپنے گھر (ضلع حصار) کو روانہ ہو گئے۔ چھٹیوں کے بعد یہ تینوں واپس نہیں گئے۔ جمیل اور عبدالعزیز نے تو تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیا اور نور محمد جو تپ دق کا مریض تھا، وفات پا گیا۔ وہ بڑا محنتی اور ذہین لڑکا تھا، حصولِ علم کا اُسے بہت شوق تھا۔ اس کی موت کا سب کو افسوس ہوا۔

میں اور رفیق عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں کے بعد واپس مرکز الاسلام آنے لگے تو میرے ایک عزیز محمد زکریا ہمارے ساتھ آ گئے۔ وہ تین چار مہینے وہاں رہے۔ پڑھنے میں وہ اچھے تھے، لیکن اس جنگل میں ان کا جی نہیں لگا، لہٰذا واپس چلے گئے۔

میاں محمد زکریا میرے نہایت قریبی رشتے دار ہیں اور قیامِ پاکستان کے بعد سے جڑانوالہ (ضلع فیصل آباد) میں اقامت گزین ہیں۔

مرکز الاسلام میں ہم ایک سال رہے۔ اور اس اثنا میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے میں نے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں۔

اصول تفسیر :۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

حدیث :۔ نسائی، ابوداؤد۔

نحو :۔ ہدایت النحو، ابن عقیل، مراح الارواح۔

صرف :۔ زراوی، فصول اکبری، پنج گنج۔

فارسی :۔ گلستان، بوستان۔

عربی ادب :۔ سبعہ معلقات، مقاماتِ حریری۔

منطق :۔ تہذیب المنطق، شرح تہذیب۔

فقہ :۔ شرح وقایہ۔

اصول حدیث :۔ شرح نخبۃ الفکر۔

مناظرہ :۔ رشیدیہ۔

اصول فقہ :۔ نور الانوار۔

معانی و بیان :۔ مختصر المعانی۔

بعض اور کتابیں بھی پڑھیں جو اُس وقت مدارسِ عربیہ میں پڑھائی جاتی تھیں۔

اس زمانے میں مرکز الاسلام میں مجھے عبدالحلیم شرر کے چار پانچ ناول مل گئے تھے جو بڑے شوق سے پڑھے۔ ان ناولوں میں سے سب سے پہلے حسن انجلینا پھر ملک العزیز ورجنا، اس کے بعد فلورا فلورنڈا، پھر حسن بن صباح اور جویائے حق پڑھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کو پتہ چلا تو انھوں نے اس سلسلے میں میری حوصلہ افزائی کی اور فرمایا اُردو سیکھنے کے لیے یہ بڑے مفید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناول ہیں۔ ان میں معلومات بھی بہت ہیں۔

انہی دنوں ان کے کہنے سے اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی تاریخ اسلام کی تینوں جلدیں خریدیں جو صوفی سنز منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات کی چھپی ہوئی تھیں اور باریک خط میں تھیں۔ تاریخ کی اس کتاب سے مجھے بہت فائدہ پہنچا اور بہت سی باتیں علم میں آئیں جو اب بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔ اکبر شاہ خان کی بعض اور کتابیں بھی میں نے خریدیں اور پڑھیں۔

وہیں مولانا محمد علی لکھوی نے مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور تصنیف "تذکرہ" دکھایا۔ نہایت شاندار ٹائپ میں چھپا ہوا میں نے یہ پہلی دفعہ دیکھا اور پڑھا تھا۔

اسی زمانے کی بات ہے ایک دن مولانا عطاء اللہ فیروز پور گئے مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ وہ مولانا محمد سعید شبلی سے ملنا چاہتے تھے جو فیروز پور چھاؤنی میں اسلامیہ حنفیہ ہائی سکول میں دینیات کے استاد تھے اور چھاؤنی کی جامع مسجد میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا مولانا شبلی احناف کے بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ چھاؤنی کی جس مسجد کے وہ امام و خطیب تھے، وہ بھی بریلوی حضرات کی تھی۔ شبلی صاحب کے مولانا عطاء اللہ صاحب سے اچھے مراسم تھے اور صاحب مطالعہ شخص تھے۔ دونوں کے درمیان اصل رشتہ یہی تھا کہ دونوں کتابوں کے رسیا تھے اور مختلف مضامین کی کتابیں خریدتے اور پڑھتے رہتے تھے۔

ہم مولانا شبلیؒ صاحب کی مسجد میں مغرب کی نماز کے وقت پہنچے تھے۔ اس وقت جماعت ہو رہی تھی اور وہ نماز پڑھا رہے تھے۔ ہم دوسری رکعت میں شامل جماعت ہوئے تھے، انہوں نے "وَلَا الضَّآلِّیْن" پڑھا تو ہم نے قدرے بلند آواز سے کہا "آمین"۔!

یہ اس مسجد میں بالکل نئی بات بلکہ نئی حرکت تھی جو ہم نے کی۔ جماعت ختم ہوئی تو لوگ غصّے سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے اور بولے یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے آمین پکاری ہے۔

سردیوں کے دن تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ مصلّے پر بیٹھے ہوئے مولانا شبلیؒ نے ان کو پہچان لیا اور کھڑے ہو کر نہایت احترام سے سلام کیا اور اپنے پاس مصلّے پر بٹھایا۔ لوگ اس صورتِ حال سے بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے مولانا عطاء اللہ صاحب کے بارے میں لوگوں کو بتایا کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں اور میرے دوست ہیں، انہوں نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے اور حدیثِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے مطابق کیا ہے۔

اس کے بعد لوگ خاموش ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مولانا شبلیؒ ہمیں اپنے مکان پہ لے گئے اور کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے ہمیں کھانا بھی کھلایا اور چائے بھی پلائی۔

دوسرے دن ہم واپس مرکز الاسلام جانے کے لیے فیروز پور شہر کے ریلوے اسٹیشن پر گئے تو معلوم ہوا کہ ٹرین نکل گئی ہے۔ فیروز پور سے "کھائی پھیمکی" کا ریلوے اسٹیشن سات میل تھا اور وہاں تک پختہ سڑک تھی، جس پر تانگے چلتے تھے اور اتنا ہی کرایہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتے تھے جتنا ریل کا تھا یعنی دو آنے۔ کھائی پھیمکی سے مرکز الاسلام سات میل تھا۔ ہم وہاں سے پیدل چل پڑے اور ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دو گھنٹے میں مرکز الاسلام پہنچ گئے۔

ایک مرتبہ اس علاقے میں مولانا عبدالستار دہلوی مرحوم تشریف لے گئے جو جماعت غرباء اہل حدیث کے امام تھے۔ اس جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنے سربراہ کے لیے "امام" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مرکز الاسلام کے قریب ایک گاؤں چک مولوی والا تھا۔ وہاں ایک متدین بزرگ میاں عبدالقادر رہتے تھے جو مولوی محمد افضل (لوریوالہ) کے والد محترم تھے۔ مولانا عبدالستار صاحب کا قیام ان کے دولت خانے پر تھا۔ یہ ۱۹۳۷ء کی گرمیوں کا واقعہ ہے۔

مولانا عبدالستار صاحب قرآن مجید کے حافظ اور بہت اچھے واعظ تھے۔ توحید پر عمدہ اور مؤثر وعظ کہتے تھے۔ بعض مسائل میں (جن کے تذکرے کی یہاں ضرورت نہیں) یہ حضرات اس دور میں بڑے متشدد تھے اور اپنے نقطۂ نظر سے اختلاف کرنے والوں پر سخت الفاظ میں تنقید کرتے تھے۔ وہ ایک خاص قسم کا دور تھا جو گزر گیا اور اس میں بیتے ہوئے واقعات اب محض یادوں کا ایک حصہ ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا عبدالستار صاحب نے اس نواح کے بعض دیہات میں تقریریں کیں اور اپنے اسلوب خاص سے اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو ہدفِ تنقید ٹھہرایا اور مناظرے کا چیلنج دیا۔ مولانا محمد علی لکھوی کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ آئیں اور میرے ساتھ مناظرہ کریں۔ فاضلکا کے مشہور عالم مولانا عبداللہ اوڈ بھی مولانا عبدالستار کے ساتھ تھے اور وہاں کی اوڈ برادری کی اکثریت کا تعلق جماعت غرباء اہل حدیث سے تھا اور مولانا عبداللہ اوڈ ان کے سربراہ تھے۔

مولانا محمد علی اپنے علاقے کے صاحبِ اثر و رسوخ عالمِ دین تھے اور ان کا خاندانی پس منظر بھی تھا جو کم و بیش سو سال پر محیط تھا۔ اردگرد کے بہت سے لوگ ان کے پاس آئے اور مولانا عبدالستار صاحب کے چیلنج کا جواب دینے کے لیے کہا لیکن مولانا محمد علی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ فرمایا میرے نزدیک جماعت اہل حدیث کے لوگوں کا آپس میں جھگڑنا مناسب نہیں لیکن سات آٹھ روز میں حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ مناظرے تک نوبت پہنچ گئی۔ وہ مناظروں اور مباحثوں کا دور تھا اور لوگ اس میں بے حد دلچسپی لیتے تھے۔ مولانا محمد علی صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحب سے اس سلسلے میں مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کو ان سے مناظرے کے لیے لانا چاہیے۔ چنانچہ خود مولانا عطاء اللہ صاحب گکھڑ گئے اور مولانا احمد الدین کو مرکز الاسلام لائے۔

بہت بڑا مجمع تھا اور نہر کے قریب ایک گاؤں میں مناظرہ ہوا تھا۔ اوڈ بڑی تعداد میں آئے تھے۔ مولانا عبداللہ اوڈ بھی موجود تھے جو ان کے سربراہ تھے۔ اوڈوں نے ہاتھوں میں بڑی بڑی لاٹھیاں پکڑ رکھی تھیں۔ یہ لوگ مولانا عبدالستار کے حامی اور عقیدت مند تھے۔ مولانا احمد الدین سے مناظرہ خود مولانا عبدالستار صاحب کر رہے تھے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بالکل قریب مولانا عطاء اللہ بیٹھے تھے اور مختلف کتابوں سے ان کو حوالے نکال کر دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے۔ مولانا احمدالدین بڑے تیز ذہین اور حاضر جواب مناظر تھے۔ ان کی نظر کمزور تھی۔ پڑھتے وقت کتاب آنکھوں کے بالکل قریب لے جاتے تھے۔ مناظرے کے دوران اُنہوں نے کئی دفعہ پنجابی میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے کہا کہ مولوی عطاء اللہ جلدی سے فلاں کتاب سے فلاں حدیث نکالو۔ میں ان کو بتاؤں کہ اس کا صحیح مطلب کیا ہے۔

اوڈ حضرات نے جب دیکھا کہ دلائل اور گفتگو کے اعتبار سے مولانا احمدالدین کا پلّہ بھاری ہو رہا ہے تو انہوں نے شور مچا دیا اور فضا میں لاٹھیاں لہرانے لگے۔ اِدھر جلدی سے مولانا عطاء اللہ صاحب نے کچھ لڑکوں کی مدد سے کتابیں اکٹھی کیں اور مولانا احمدالدین کو کھینچ کر قریب کی مسجد میں لے گئے اور پھر اُنہیں گھوڑی پر بٹھا کر مرکز الاسلام کو روانہ ہو گئے جو وہاں سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔

مرکز الاسلام کا نام بظاہر بڑا بارعب تھا، لیکن وہاں گئے تو پتہ چلا کہ یہ تو بالکل جنگل ہے۔ نہ کوئی دکان، نہ گلی نہ محلّہ۔ ہم اچھّے خاصے بارونق شہر سے گئے تھے، اب اجاڑ میں آ گئے تھے پہلی دفعہ گھر سے نکلے تھے اور بیابان میں جا بیٹھے تھے۔ ابتدا میں تو بڑی وحشت اور گھبراہٹ سی ہُوئی لیکن آہستہ آہستہ دل کو سمجھا لیا کہ اس ماحول سے اب صُلح کرنا پڑے گی، چنانچہ اپنے آپ کو اس سے مانوس کر لیا۔

مولانا محی الدین اور معین الدین سے ہماری پکّی دوستی ہو گئی تھی جو بحمداللہ اب تک قائم ہے۔ یہ دونوں بھائی بڑے زندہ دل، خوش مزاج، ہنس مکھ اور ذوقِ لطیف رکھتے ہیں۔ اب بھی اسی طرح ملتے ہیں۔ جس طرح آج سے پچپن برس پہلے ۱۹۳۷ء میں ملتے تھے۔ مولانا معینُ الدّین سے تو ملاقات کے مواقع میسّر آتے رہتے ہیں، لیکن مولانا محُی الدین سے کبھی کبھی ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔

مرکز الاسلام روزانہ دو ٹرینیں فیروز پُور سے آتی اور فاضلکا کی طرف جاتی تھیں پہلی دوپہر کو تقریباً بارہ بجے اور دوسری شام کو چھ بجے ۔۔ دو ہی فاضلکا کی طرف سے آتی اور فیروز پُور کو جاتی تھیں۔ ایک صبح نو بجے کے لگ بھگ اور دوسری بعد از دوپہر تین بجے کے قریب ۔۔ ! ان چار وقت کی گاڑیوں میں سے ہر گاڑی سے مہمان آتے تھے، کسی سے کم، کسی سے زیادہ ۔۔ بعض اوقات دس دس پندرہ مہمان جمع ہو جاتے تھے۔ جمعے کے دن تو مختلف مقامات سے چالیس چالیس آدمی آ جاتے تھے۔ سب کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مولانا محمد علی صاحب کے گھر کھانا پکانے اور گھر کا کام کرنے کے لیے کوئی ملازمہ نہ تھی۔ سب کام گھر کی خواتین کرتی تھیں۔ طلباء کے لئے، مہمانوں کے لیے، گھر کے افراد کے لئے اور مزارع کے لیے جس کا نام چراغ تھا۔ وہی کھانا تیار کرتی تھیں۔ اُس وقت تو خیال نہیں آتا تھا، اب سوچتا ہُوں تو حیرانی ہوتی ہے کہ مولانا محمّد علی لکھوی کتنے کُھلے دل کے عالم تھے جو روزانہ بیس تیس افراد کو کھانا کھلاتے تھے اور ان کی خواتین کس درجہ بلند حوصلہ تھیں کہ گرمی اور سردی کے موسم میں اتنے لوگوں کے لیے صبح شام کھانا تیار کرتی تھیں اور ان کا دن رات کا زیادہ وقت چولہے پر گزرتا تھا۔

۱۹۳۷ء میں ایک سال میں طالب علم کی حیثیت سے مرکز الاسلام رہا، اس کے بعد ۱۹۴۳ء سے جون ۱۹۴۷ء تک وہاں معلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، کھانا ہمیشہ ان کے گھر سے آتا رہا۔ میرے دورِ معلمی میں مولانا محمد علی تو مدینہ منورہ میں قیام فرما تھے۔ البتہ ان کے صاحبزادے مولانا محی الدین اور معین الدین مرکز الاسلام میں تھے۔ جو وہاں رہنے اور آنے جانے والوں کی خدمت کرتے تھے۔ اس قسم کا وسیع القلب، عالی ہمت اور صاحب جود و سخا گھرانہ میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ علمائے کرام کی جماعت میں تو اس سلسلے میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی اس بہت بڑی نیکی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی ماہانہ تنخواہ کوٹ کپورے میں بھی پندرہ روپے تھی اور مرکز الاسلام میں بھی پندرہ روپے تھی لیکن دونوں مقامات کے اخراجات میں بہت فرق تھا۔ کوٹ کپورے کرائے کا مکان تھا اور سبزی وغیرہ بھی وہ اسی تنخواہ سے لیتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک روپیہ مہینے کا سقے کو بھی دیتے تھے جو روزانہ پانی کی ایک مشک (جس سے درمیانے درجے کے تین گھڑے بھر جاتے تھے) ان کے گھر لے کر جاتا تھا۔ ایندھن بھی مہینے میں ایک روپے کا خرچ ہوتا ہوگا۔ لیکن مرکز الاسلام میں مکان کا کرایہ نہیں تھا۔ مولانا محمد علی صاحب نے اپنے مکان سے بالکل متصل ان کے لیے مکان کا انتظام کردیا تھا اور سبزی وغیرہ مولانا کا مزارع گھر پہنچادیتا تھا۔ سقے کو بھی ایک روپیہ نہیں دینا پڑتا تھا۔ ایندھن بھی بغیر کچھ خرچ کیے مل جاتا تھا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے مہمان بھی وہاں آتے تھے۔ کوٹ کپورے سے بھی بعض لوگ ان سے ملاقات کے لیے آجاتے تھے۔ ان کے دوستوں اور رشتے داروں کی آمد و رفت بھی رہتی تھی۔

مولانا کا پندرہ روپے مشاہرہ اس زمانے میں کوئی معمولی مشاہرہ نہ تھا، ان کے علم و فضل کے مطابق بڑا معقول اور مناسب تھا۔ یہ وہ دور تھا جب گندم زیادہ سے زیادہ دو روپے من تھی چینی ایک روپے کی پانچ سیر۔ گھی ایک روپے کا سیر دودھ چھ پیسے کا سیر، بکرے کا گوشت چار آنے کا سیر، شکر ایک روپے کی بارہ سیر، گڑ روپے کا پندرہ سیر اور نمک روپے کا بیس سیر تھا۔ جو بارہ آنے کے ایک من اور چنے ایک روپے کے ایک من عام ملتے تھے۔ اس طرح کپڑا بھی بہت سستا تھا۔ البتہ روپیہ بہت مہنگا تھا۔ پندرہ بیس روپے اچھے خاصے سرکاری افسر کی تنخواہ تھی۔

ایک مرتبہ ایک عجیب لطیفہ ہوا۔ قاضی عبید اللہ جو کوٹ کپورے سے تعلق رکھتے تھے مرکز الاسلام گئے اور دو ڈھائی مہینے وہاں رہے۔ مرکز الاسلام میں ایک سہ روزہ اخبار بذریعہ ڈاک آتا تھا۔ اب یاد نہیں رہا کہ وہ اخبار "زمزم" تھا جو لاہور سے شائع ہوتا تھا یا "مدینہ" تھا جو بجنور (یوپی) سے نکلتا تھا۔ "زمزم" کے ایڈیٹر ممتاز صحافی محمد عثمان فارقلیط تھے اور "مدینہ" کے ملک نصر اللہ عزیز تھے۔

قاضی عبید اللہ اخبار تو پڑھتے ہی تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں مختلف امراض کی دواؤں کے وہ اشتہار پڑھنے کی بھی عادت تھی جو اخبار میں شائع ہوتے تھے۔ ایک دن وہ صبح لسی پی کر مرکز الاسلام سے نکلے اور شام کے بعد واپس آئے ـــــ مولانا محی الدین نے پوچھا کہ دن بھر کہاں رہے؟

جواب دیا، بس یوں ہی ادھر اُدھر گھومتا رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے دن پھر صبح سے شام تک غائب ــــ!

چار پانچ دن یہی سلسلہ رہا۔ صبح گئے اور شام کے بعد آئے۔ پوچھا تو جواب دیا، کہیں نہیں گیا، بس اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے دن غروب ہوگیا۔

بالآخر ایک دن بتایا کہ میں نے اخبار میں ایک اشتہار پڑھا تھا، جس میں لکھا تھا کہ فلاں مرض کے لیے یہ یہ دوائیں لو اور اس طریقے سے استعمال کرو۔ ان دواؤں میں ایک دوا کا نام "کشنیز" ہے۔ سب دوائیں مل گئی ہیں لیکن کشنیز نہیں ملا۔ پچھلے چار پانچ روز میں کئی دیہات کا چکر لگا چکا ہوں، "کشنیز" خدا جانے کیا دوا ہے اس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

قاضی عبیداللہ کی یہ بات سن کر سب ہنس پڑے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے مولانا محی الدین سے کہا آپ تکلیف کیجیے اور قاضی صاحب کی یہ مشکل حل کر دیجیے ــــ وہ مسکراتے ہوئے اُٹھے، گھر گئے اور دو تین منٹ کے بعد دھنیا کا بھرا ہوا کٹورا قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

قاضی عبیداللہ آج کل فیصل آباد میں اقامت گزیں ہیں۔

قیام مرکز الاسلام کے زمانے میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کا یہ معمول رہا کہ پچیس دن یا ایک مہینے کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھویؒ کی خدمت میں لکھو کے جاتے تھے جو اس وقت وہاں خدمتِ تدریس انجام دیتے تھے۔

مولانا محمد علی لکھویؒ اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی میں بعض معاملات میں بڑی ذہنی ہم آہنگی تھی۔ مثلاً سیاسیات میں دونوں کا نقطۂ نظر ایک تھا ـ اور دونوں کی اس موضوع پر اکثر گفتگو رہتی تھی۔

مولانا محمد علی نہایت دلچسپ بزرگ تھے۔ بہت بڑے عالم اور انتہائی خوش مزاج! ذہن رسا پایا تھا اور لطیفے لطیفے میں بعض اوقات بڑی پتے کی بات کہہ دیتے تھے۔ ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے کسی سلسلے میں ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا "آپ کے بہت مُرید ہیں"

فوراً جواب دیا: "اَب وہ مَرید ہوگئے ہیں"۔

۱۹۳۷ء کے آخر تک مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مرکز الاسلام میں رہے۔ اس سال کے اکتوبر یا نومبر کی بات ہے کہ فیروز پور شہر سے مولانا عبیداللہ احرار اور خان عبدالعظیم خاں مرکز الاسلام مولانا محمد علی صاحب کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے مولانا لکھویؒ سے کہا کہ فیروز پور کی مسجد گنبداں والی کے لیے خطیب کی ضرورت ہے اور وہاں ہم ایک مدرسہ بھی قائم کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ آپ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو اجازت دیں کہ وہ فیروز پور تشریف لے جائیں اور وہاں خطابت و تدریس کی خدمات سر انجام دیں۔

فیروز پور میں جماعت اہلحدیث کی ایک ہی مسجد تھی اور وہ تھی مسجد گنبداں والی۔ اس مسجد میں طویل مدت سے مولانا عبدالکریم صاحب فرائض خطابت و امامت سر انجام دینے پر مامور تھے۔ انہیں "گرنتھی" اور "امین خاندانِ غزنویہ" کہا جاتا تھا۔ گرنتھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ انہیں سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کے اکثر مقامات زبانی یاد تھے' وہ اس موضوع پر بہت اچھی تقریر کرتے تھے اور اس کی تعلیمات بیان کرنے پر انہیں قدرت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ سکھ حضرات ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

"امین خاندانِ غزنویہ" وہ اس لیے کہلاتے تھے کہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے شاگرد و مرید تھے اور عرصے تک امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کے سفیر رہے تھے۔ پنجابی زبان کے وہ بہت اچھے شاعر تھے، مختلف موضوعات پر انہوں نے پنجابی نظم میں کئی بہترین کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے امام صاحب کی وفات پر پنجابی نظم میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی تھی جو اس زمانے میں نہایت مقبول ہوئی تھی۔ اس کا نام تھا۔

"جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی" اس کتاب کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

دَور داؤدی کجھ قابل تسلّی اے
سارے گھرانے دی ایہ پونی تے چھلّی اے
ایہہ دی بدولت نہر علم دی چلی اے
عمر دراز قومی خدمت گذار دی
جھوک ہادی میرے عبدالجبار دی

اب مولانا عبدالکریم گرنتھی بوڑھے ہو گئے تھے اور خدمت خطابت و امامت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے ۲۴ اپریل ۱۹۶۱ء کو بہادل نگر میں وفات پائی۔

وہاں کے رام سکھ داس (آر ایس ڈی) کالج میں دینیات اور عربی کے پروفیسر قاضی احمد اللہ صاحب تھے جو اصلاً سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور کالج کی ملازمت کی بنا پر فیروز پور میں مقیم تھے۔ وہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالکریم کی سبکدوشی کے بعد گنبد انوالی مسجد میں وہی خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ عارضی انتظام تھا۔ وہاں ایک ایسے مستقل خطیب کی ضرورت تھی جو مدرسہ جاری کر کے تدریس کا فریضہ بھی ادا کرے۔ اس کے لیے مسجد کی مجلس انتظامیہ کی نظر مولانا عطاء اللہ حنیف پر پڑی اور انتظامیہ میں زیادہ فعال اور سرگرم رکن مولانا عبیداللہ احرار اور خاں عبدالعظیم خاں تھے۔ چنانچہ یہ دونوں مولانا محمد علی لکھوی کی خدمت میں مرکز الاسلام گئے اور مولانا عطاء اللہ صاحب کو فیروز پور لے آئے۔ تو آئیے اب ہم ۱۹۳۸ء کے دور میں داخل ہوتے اور فیروز پور شہر کا رخ کرتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے فیروز پور جاتے ہی خطابت کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں اور "دارالحدیث نذیریہ" کے نام سے ایک درس گاہ قائم کر کے تدریسی سرگرمیاں بھی شروع کر دیں۔ اس مدرسے کو دو اور فاضل اساتذہ کی خدمات حاصل ہو گئی تھیں۔ ایک مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری کی اور دوسرے ان کے قریبی عزیز مولانا ثناء اللہ صاحب کی۔

مولانا محمد شفیع قیام پاکستان کے بعد صوبہ سندھ کے ایک علاقے میں مقیم ہو گئے تھے، اب بھی وہیں ہیں، دو یا تین دفعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لاہور تشریف لائے تو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے دولت کدے پر اس فقیر کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کئی سال سے جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کا شمار میرے فاضل اساتذہ میں ہوتا ہے۔ مجھے ان سے فیروزپور میں منطق، ادب اور صرف و نحو کی بعض کتابیں (یا ان کتابوں کے بعض حصّے) پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس کی ضروری تفصیل اس مضمون میں لکھ چکا ہوں جو میں نے ماہنامہ "ترجمان السنہ" (لاہور) ۱۹۹۱ء کے ایک شمارے میں ان کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

مرکز الاسلام میں اگرچہ حضرت مولانا محمد علی لکھوی سیاسیات میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے ذہنی طور پر مطابقت رکھتے تھے اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار و تصوّرات کے حامل تھے، لیکن وہاں کا حلقہ بہرحال محدود تھا اور ذہنی و فکری وُسعت کے باوجود ماحول و مقام اور آبادی کے اعتبار سے سمٹا ہوا تھا۔ فیروزپور پہنچتے ہی ان کا دائرۂ تعلقات پھیل گیا تھا اور ان سے میل جول رکھنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔

مجلسِ احرار کا فیروزپور میں خاصا اثر تھا جو لوگ اس میں عملاً حصّہ لیتے تھے، ان میں مولانا عبید اللہ احرار، خان عبد العظیم خان، مہر محمد علی، شیخ غلام حیدر ایڈووکیٹ، حکیم احمد علی اور چوہدری علی محمد کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ حضرات ذاتی اور معاشرتی طور پر وہاں کے بااثر اور کھاتے پیتے لوگوں میں سے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب اگرچہ مجلسِ احرار سے تعلّق رکنیت نہیں رکھتے تھے اور اس کے نقطۂ نظر کے بعض پہلوؤں سے انہیں اختلاف بھی تھا تاہم آزادیٔ وطن کے باب میں وہ اس کی سرگرمیوں کے مؤید تھے اور اس کا کھل کر اظہار کرتے تھے۔ ان کا تصوّراتی اور عملی تعلّق کانگرس سے تھا، چنانچہ انہیں فیروزپور شہر کی کانگرس کمیٹی کا نائب صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ جمعیت علمائے ہند کی ضلع فیروزپور کی شاخ کے وہ صدر تھے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی بہت بڑی خوبی جو ہمیشہ ان کی زندگی کا لازمی جز رہی، یہ تھی کہ سیاسی مسائل کے اظہار و بیان میں اُنہوں نے کبھی اپنے دل کی بات کو چھپایا نہیں۔ جس بات کو اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں صحیح سمجھا اس کا کھل کر اظہار کیا۔ اس ضمن میں کسی کے دباؤ میں آنا یا کسی مصلحت کا شکار ہونا ہرگز ان کا شیوہ نہ تھا۔

گنبدانوالی مسجد کی مجلسِ منتظمہ میں اور فیروزپور کی جماعت اہل حدیث کے معزّز ارکان میں احراری بھی تھے اور مسلم لیگی بھی، اور سیاسی اعتبار سے وہ انتہائی ہنگامہ خیز دَور تھا۔ لیکن خطبۂ جمعہ اور جماعت کے عام جلسوں میں مولانا عطاء اللہؒ اپنے خیالات و افکار کی وضاحت و تبیین پوری جرأت اور آزادی سے کرتے تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد اگر کوئی شخص ان کی کسی بات سے اختلاف کا اظہار کرتا تو اس کا جواب دینے میں ان کو کبھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔

فیروزپور میں ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ مخالف و موافق ان کا احترام کرتے تھے۔ بریلوی اور دیوبندی حضرات بھی ان کی خدمت میں آتے اور نہایت اکرام و تکریم کے ساتھ ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ ان کے خلاف کبھی کسی نے سیاسی یا مسلکی معاملے میں ہنگامہ آرائی نہیں کی اور کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے ان کا وقار مجروح ہوا ہو۔ وہاں کے گوکھلے ہال میں بھی مسلمانوں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کے مشترکہ اجتماعات میں انہوں نے تقریریں کیں اور لوگوں نے سکون و اطمینان کے ساتھ سنیں۔

سیاسیات کے میدان میں مقامی طور پر ان کی بڑی حیثیت تھی۔ فیروز پور کی شہری اور ضلعی سیاست میں ان کا مقام بڑا اونچا تھا اور اس دور میں یہ بہت بڑی بات تھی۔

حق گوئی اور صاف بیانی کی بنا پر ہر حلقے میں ان کو لائق تکریم گردانا جاتا تھا۔ اپنی رفتارِ طبع کے مطابق بسا اوقات جلسوں اور میٹنگوں میں جانے سے احتراز کرتے تھے۔ ان کی سادگی اور مسلک کی پختگی ہر لمحہ ان کے ساتھ رہی۔ اس باب میں کسی نوع کی لچک ان میں کبھی نہیں آئی۔

ان کے متعلق تمام ضروری باتیں میں بغیر کسی ذہنی تحفّظ کے صاف لفظوں میں بیان کر رہا ہوں اور کرنی چاہییں۔ ملکی سیاسیات سے متعلق اپنے یا اپنے اکابر کے قبل از آزادی کے نقطۂ نظر کو چھپانا یا اس کی غلط اور خلافِ واقعہ توجیہات کرنا ذہنی کمزوری کی دلیل اور بزدلی کی علامت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے اکابر کے اس زمانے کے سیاسی افکار و تصوّرات کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو سراسر جھوٹ اور کذب بیانی پر مبنی ہیں معلوم نہیں مرحومین پر یہ لوگ کیوں افترا باندھنے پر مصر ہیں۔

ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آزادی کسی ایک ہی تحریک کے نتیجے میں حاصل نہیں ہو جاتی اور کسی ایک ہی جماعت کی جدّوجُہد سے گلستانِ حُرّیت میں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ آزادی کی نعمتِ عظمیٰ مختلف تحریکوں، مختلف رہنماؤں اور مختلف جماعتوں کی سعیِ مسلسل سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ جماعتیں اور وہ رہنما بظاہر کتنے ہی مختلف الخیال ہوں، آزادی کے لیے ان کی کوششیں قدرِ مشترک کا درجہ رکھتی ہیں۔

برِصغیر پاک و ہند کی آزادی و حُرّیت کا بھی ایک پس منظر تھا جو بڑا طویل تھا۔ بہت سی جماعتوں اور بے شمار افراد کی مساعی اور بے پناہ قربانیاں اس میں شامل تھیں۔ جو لوگ آزادی کے پس منظر کو سامنے نہیں رکھتے اور کسی ایک ہی جماعت کی جدّوجُہد کو آخری اور قطعی قرار دینے پر مصر ہیں، وہ وادیٔ سیاست کے نشیب و فراز اور اُس کے صحیح اصولوں کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ آج ہم جس آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں، اُس کے حصول میں بہت سے گروہوں، بہت سے رہنماؤں اور بہت سی جماعتوں کا حصّہ ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی سیاست ہمہ وقتی نہیں تھی اور اسی کو انہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا نہیں بنا لیا تھا۔ ان کی سرگرمیوں کا اصل اور بنیادی محور کتاب و سُنّت کی خدمت، حدیثِ رسُول کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس تھا۔ اس اہم اور اساسی کام کو انہوں نے تمام اُمور پر ہمیشہ مقدم قرار دیا اور اسی کو اپنی حیاتِ مستعار کا اصل مقصد سمجھا۔

فیروز پور میں انہوں نے تدریسی خدمت سرانجام دینے کے لیے جو درس گاہ قائم کی اس کا نام "دارالحدیث نذیریہ" رکھا۔ یہ مدرسہ مسجد گنبد انوالی میں قائم کیا گیا تھا اور جو بیرونی طلبا وہاں تعلیم حاصل کرتے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ **محمد اسمٰعیل** :۔ تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے ۔۔۔ بڑے ذہین اور نیک نوجوان تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد عالمِ جوانی میں وفات پا گئے تھے۔

۲۔ **سیّد عبید اللہ شاہ** :۔ ضلع فیروزپور کی تحصیل زیرہ کے ایک مشہور قصبے "مکھو" کے رہنے والے تھے اور اس نواح کے ممتاز عالم سیّد عبدالرحیم شاہ کے فرزند گرامی قدر تھے۔ بڑے لائق اور متدین نوجوان تھے۔ عین عالم شباب میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

۳۔ **علی محمّد** :۔ ان کا تعلق بھی ضلع فیروزپور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں سے تھا۔

۴۔ **محمّد جابر** :۔ یہ بھی اسی علاقے کے رہنے والے تھے۔

۵۔ **محمّد ابراھیم** :۔ ضلع قصور کے ایک گاؤں فتوحی والا کے رہنے والے تھے۔ اب بھی وہیں ہیں اور ایک سکول میں معلّم ہیں۔ ان سے کبھی ملاقات ہوتی ہے تو بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ میرے پرانے دوستوں میں سے ہیں۔

۶۔ **محمّد افضل** :۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ مرکز الاسلام میں بھی مولانا سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے، فیروزپور میں اپنے عزیزوں کے ہاں ان کا قیام تھا، آج کل بوریوالہ میں اقامت گزیں ہیں۔

۷۔ **حافظ علی محمّد** :۔ مولانا کے پرانے شاگرد تھے۔ ہمارے گاؤں چک ۵۳ گ ب (تحصیل جڑانوالہ) میں سکونت پذیر ہیں۔

۸۔ **محمّد شریف** :۔ ان کا تعلق کوٹ کپورہ سے تھا۔ اس وقت گگو منڈی (ضلع وہاڑی) میں کاروبار کرتے ہیں، طویل مدّت سے ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔

۹۔ **عبدالکریم** :۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے عزیز تھے جو بعد میں ان کے ہم زلف ہوئے۔ ان کا اصل وطن ویرووال (ضلع گورداسپور) تھا۔ ان کی شادی میاں نورالدین کی چھوٹی صاحبزادی شریفہ بی بی سے ہوئی تھی۔ ماشاءاللہ اس جوڑی کو اللہ تعالےٰ نے بہت سی اولاد و احفاد سے نوازا ہے۔ اب یہ گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں رہ رہے ہیں۔

۱۰۔ **محمّد سلیمان انصاری** :۔ ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ یہ مولانا عطاء اللہ صاحب کے حقیقی بھانجے ہیں اور ہفت روزہ "الاعتصام" میں کام کرتے ہیں۔

۱۱۔ **حبیب الرحمٰن لکھوی** :۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی کے لائق فرزند تھے۔ کئی سال ہوئے وفات پا چکے ہیں۔

۱۲۔ **عبدالرحمٰن** :۔ ان کا تعلق مولانا عطاء اللہ صاحب کے گاؤں بھوجیاں سے تھا۔

۱۳۔ **ابوبکر صدیق** :۔ ضلع فیروزپور میں لکھو کے کے قریب ان کا گاؤں تھا، جس کا نام کریاں والا تھا۔ فیروزپور میں کچھ عرصہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے استفادہ کرتے رہے، اس کے بعد دہلی چلے گئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں بھی انہوں نے مولانا سے اخذ علم کیا۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں اور ایک ہائی سکول میں خدمتِ تدریس انجام دے رہے ہیں۔

۱۴۔ محمد ابراہیم خلیل :۔ گوندلانوالہ کے رہنے والے تھے، مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ان کے اس وقت سے مراسم تھے، جب وہ طالب علم کی حیثیت سے گوندلانوالہ میں مقیم تھے اور حضرت حافظ محمد صاحبؒ سے اکتساب فیض کر رہے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ فیروزپور گئے تو خلیل صاحب وہاں پہنچے اس وقت خلیل صاحب شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے۔ کئی مہینے فیروزپور رہے اور علوم مروجہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔ مجھے یاد ہے انہوں نے صحیح مسلم مولانا سے اسی زمانے میں پڑھی تھی۔ مولانا سے ان کے گھریلو قسم کے تعلقات تھے۔ اللہ مغفرت کرے خوب آدمی تھے۔

۱۵۔ مشتاق احمد :۔ انہوں نے فیروزپور میں مولانا سے چند کتابیں پڑھیں۔ آج کل اوکاڑہ میں ہیں۔

۱۶۔ محمد الدین :۔ انہوں نے بھی مروجہ نصاب کی بعض کتابیں پڑھی تھیں۔ ان کا اصل تعلق کوٹ کپورہ سے تھا۔ آزادی کے بعد اوکاڑہ آ گئے تھے۔

۱۷۔ محمد یحییٰ عثمان والا :۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تقسیم ملک تک یہ ہمارے ہاں کوٹ کپورہ (ریاست فریدکوٹ) میں پڑھاتے رہے۔ بعدازاں عثمان والا (ضلع قصور) میں خدمتِ تدریس و خطابت سرانجام دینے لگے تھے، اب بھی وہیں ہیں۔

۱۸۔ ان سطور کا راقم فیروزپور میں تین سال (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۰ء) مولانا کے حلقۂ تلامذہ میں شامل رہا۔

فیروزپور کے تین حضرات نے ان سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا تھا، اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

۱:۔ چوہدری بدرالدین :۔ ضلع فیروزپور کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے اور غالباً محکمہ تعلیم میں کسی بڑے عہدے پر فائز تھے۔ تقسیم کے بعد ساہیوال میں وفات پائی۔

۲۔ میاں محمد یعقوب :۔ ضلع فیروزپور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے اور اس نواح کے تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بسلسلۂ ملازمت فیروزپور میں مقیم تھے اور گنبدانوالی مسجد کے بالکل قریب رہائش پذیر تھے۔ تقسیم کے بعد فیصل آباد آ گئے تھے اور وہاں وکالت شروع کر دی تھی۔ کبھی ان سے ملاقات کا موقع ملتا تو نہایت خوشی کا اظہار کرتے۔ بڑے ملنسار، خوش مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ ۸ مئی ۱۹۹۲ء کو (جمعے کے روز) فیصل آباد میں فوت ہوئے۔

۳۔ سید حسن زمان نقوی :۔ میرے خیال میں یہ اصلاً جالندھر کے رہنے والے تھے اور فیروزپور میں محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ زندہ دل بزرگ تھے۔ سب لوگ انہیں شاہ صاحب کہا کرتے تھے۔ زبان کے میٹھے اور مزاج کے دھیمے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے تقسیم کے بعد ملتان چلے گئے تھے۔ وہیں فوت ہوئے۔

مولانا کے کوٹ کپورے اور مرکز الاسلام کے جن شاگردوں کا قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے، اُن میں محمد رفیق بھی شامل ہیں۔ یہ ۱۹۳۸ء میں مزید تعلیم کے لیے دہلی چلے گئے تھے ـــ وہاں سے حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی انہیں کھنڈیلہ (ریاست جودھپور) لے گئے تھے۔ اس کے بعد یہ دہلی آکر حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے تھے۔ انہی سے سندِ فراغت حاصل کی۔

میں نے فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں۔

۱۔ علمِ تفسیر :۔ بیضاوی، جامع البیان۔
۲۔ علمِ حدیث :۔ ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالکؒ، صحیح مسلم۔
۳۔ اصولِ حدیث :۔ مقدمہ ابن الصلاح، معارف الحدیث۔
۴۔ فقہ :۔ ہدایہ اوّلین۔
۵۔ اصولِ فقہ :۔ توضیح و تلویح، مُسلّم الثبوت۔
۶۔ علم نحو :۔ کافیہ، الفیہ، شرح جامی۔
۷۔ علم صرف :۔ تحریر سنبط، زنجانی، شافیہ۔
۸۔ عربی ادب :۔ حماسہ، متنبّی، مقامات حریری۔
۹۔ منطق :۔ قطبی، میر قطبی۔
۱۰۔ معانی و بیان :۔ مطوّل۔
۱۱۔ کلام :۔ شرح عقائد نسفی، شرح مواقف۔
۱۲۔ حکمت و فلسفہ :۔ میبذی، صدرا۔
۱۳۔ عروض :۔ عروض المفتاح۔

شرح عقیدہ طحاوی بھی اُنہوں نے مجھے پڑھائی تھی۔

یہ کتابیں میں نے فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ صاحب سے اور ان میں سے بعض مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری سے پڑھی تھیں۔ ۱۹۴۱ء میں یہ عاجز گوجرانوالے حضرت مولانا حافظ محمد گوندلویؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ کے حلقۂ درس میں چلا گیا تھا۔ ۱۹۴۲ء کے آخر تک دو سال وہاں رہا اور مروّجہ علوم معقول و منقول کی دیگر انتہائی کتابیں ان دونوں حضرات سے پڑھیں۔ اس کا تذکرہ اِن شاءَ اللہ ان مضامین میں آئے گا جو حضرت حافظ صاحبؒ اور مولانا اسماعیل صاحبؒ پر لکھنا چاہتا ہوں۔

فیروز پور گئے تو بعض نئی چیزوں کا پتہ چلا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاں بجلی نہیں تھی، ہم لوگ سرسوں کے تیل سے دیا جلاتے یا لالٹین میں مٹی کا تیل ڈال لیتے اور اس کی روشنی میں پڑھتے تھے۔ فیروز پور میں دیکھا کہ دیواروں پر بٹن لگے ہوئے ہیں اور چھتوں پر سفید شیشے کے انڈے سے لٹک رہے ہیں، ادھر انگشتِ شہادت سے بٹن دبایا اور ادھر انڈے میں چنگاری سی نمودار ہوئی اور کمرے میں روشنی پھیل گئی۔

وہ "ڈی، سی" کی بجلی کہلاتی تھی جو کرنٹ لگنے کی صورت میں ایک جھٹکے کے ساتھ انسان کو پیچھے دھکیل دیتی تھی:
ایک دن میں دیوار پر نصب شدہ لکڑی کی اس پلیٹ کو غور سے دیکھنے لگا جس میں کالے کالے کئی بٹن سے لگے ہوئے تھے، پلیٹ میں چند سوراخ بھی تھے۔ میں نے ایک سوراخ میں انگلی ڈال دی۔ فوراً ایک زور کا جھٹکا لگا اور میں پیچھے کو ہٹ گیا۔ اس کے بعد ہم نے کبھی یہ حرکت نہیں کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردیوں کا موسم تھا اور صبح کا وقت۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ آواز آئی۔ "بکری اُو"۔ یہ آواز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مسلسل آ رہی تھی جو میرے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ آواز لگانے والا حلق کے نیچے سے کھینچ کر یہ الفاظ بول رہا ہے — "بکری اُو"۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

دوسرے دن بھی اُسی وقت یہ آواز آئی اور اسی انداز سے آئی، جس انداز سے پہلے دن آئی تھی — تیسرے دن بھی وہی وقت اور وہی انداز — !

اب میں اُٹھا کہ دیکھوں تو یہ کیا ہے؟ دیکھا کہ ایک شخص نے دائیں ہاتھ میں بڑی سی لاٹھی پکڑ رکھی ہے اور بائیں ہاتھ میں سلور کا ایک برتن ہے۔ اس کے آگے سات آٹھ بکریاں ہیں۔ وہ ان کا دودھ بیچ رہا ہے۔ اس کے اصل الفاظ ہیں، "بکری دودھ" جو آواز کی بلندی کے ساتھ "بکری اُو" سنائی دیتے ہیں۔

اسی طرح رات کو آٹھ بجے کے قریب ایک دن آواز آئی، "ہیکی بوُ"۔ دوسرے دن پھر اسی وقت آواز آئی، "ہیکی بوُ"۔ باہر نکل کر دیکھا تو ایک شخص مٹی کے تیل کا کنستر سر پر اٹھائے ہوئے تھا اور ہاتھ میں بوتل تھی۔ وہ ایک آنے میں تیل کی بوتل دے رہا تھا۔ اس کے اصل الفاظ تھے: "تیل کی بوتل" — جو کثرتِ استعمال سے اختصار کے سانچے میں ڈھل کر "ہیکی بوُ" میں بدل گئے تھے۔

فیروز پور میں جلد ہی مولانا عطاء اللہ صاحب کے بہت سے لوگوں سے بہت اچھے تعلقات قائم ہو گئے تھے بعض حضرات سے ان کی بڑی بے تکلفی ہو گئی تھی، جن میں مولانا عبیداللہ احرار اور میاں محمد یعقوب خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ عبیداللہ احرار کو نام بدلنے اور ان کا ہندی میں ترجمہ کرنے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ خود اپنے نام عبیداللہ کا انہوں نے "چھوٹو رام" ترجمہ کیا تھا، اور عطاء اللہ کو "رام دتہ" کہتے تھے۔ مولانا محمد شفیع کو وہ ایک دلچسپ نام سے پکارتے تھے جو اب ذہن میں نہیں رہا۔ عبدالعظیم خاں اور بعض دوسرے حضرات بڑے متین اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے، وہ اس قسم کی بے تکلفی نہیں کرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، البتہ مولانا عبیداللہ کے اس نوع کے اسلوب پر خوش ضرور ہوتے تھے۔

فیروزپور میں مولانا عطاءاللہ کی تنخواہ بائیس روپے مقرر ہوئی تھی جو اس سستے زمانے میں نہایت معقول تنخواہ تھی۔ ابتدا میں کچھ عرصہ وہ مسجد کے بالکل متصل کرائے کے مکان میں رہے۔ یہ مکان ایک کمرے اور ایک بیٹھک پر مشتمل تھا، صحن چھا خاصہ تھا۔ پرانے زمانے کے تعمیر شدہ اس مکان کا کرایہ تین روپے ماہانہ تھا۔

بعد ازاں قصوری دروازے کے اندر باولی رام دیال میں نیا مکان مل گیا تھا، یہ بھی ایک کمرے اور بیٹھک پر مشتمل تھا، چھوٹا سا صحن بھی تھا۔ گرمیوں میں سونے کے لیے چھت پر باپردہ انتظام تھا۔ یہ مکان پہلے مکان سے چھوٹا تھا لیکن صاف ستھرا اور بالکل نیا تھا۔ اس کا کرایہ پانچ روپے ماہانہ تھا۔

"باولی رام دیال" کے لفظ سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ہندوؤں کا محلہ ہوگا، ایسا نہیں تھا، مسلمانوں کا محلہ تھا۔ ممکن ہے ہندوؤں یا سکھوں کے بھی دو تین مکان ہوں، لیکن مجھے یاد پڑتا ہے اس محلے کے مالک مکان بھی مسلمان تھے اور کرائے دار بھی۔ غالباً یہ جگہ جو کافی پھیلی ہوئی تھی اور کئی گلیوں پر مشتمل تھی، مسلمانوں نے کسی ہندو (رام دیال) سے خریدی تھی۔ پھر اسی نام سے موسوم رہی، جس سے پہلے موسوم تھی۔

مولانا نے فیروزپور میں مختلف موضوعات کی بہت سی کتابیں خریدیں۔ ان کے گھر کو اچھے خاصے کتب خانے کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ لکھتے بہت کم تھے اور پڑھتے بہت زیادہ تھے۔ کسی کتاب میں دورانِ مطالعہ کوئی ایسی بات آجاتی جو ان کے نزدیک اہم ہوتی تو اس پر نشان لگا لیتے اور جلد میں خالی چھوڑے ہوئے کاغذ پر تحریر کر دیتے کہ فلاں بات فلاں صفحے پر مرقوم ہے۔

ان کے ہاں فیروزپور میں بھی بہ کثرت مہمانوں کی آمد و رفت رہتی تھی، جن میں زیادہ تر علمائے کرام ہوتے تھے۔ مولانا مسعود عالم ندوی کو میں نے پہلی مرتبہ انھی کے ہاں دیکھا تھا۔

مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی ایک مرتبہ فیروزپور چھاؤنی آئے۔ وہ اس زمانے میں کپور تھلہ کی شاہی مسجد کے خطیب تھے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے متاثر تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کو ان کی آمد کا علم ہوا تو ان کی قیام گاہ پر پہنچے اور انہیں اپنے یہاں لے آئے۔ دوسرے دن نمازِ عشا کے بعد قصوری دروازے کے اندر ایک مسجد کے سامنے ان کی تقریر ہوئی جس میں بہت کم تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے۔ اس جلسے یا جلسی کا اہتمام ایک شخص مستری محمد علی نے کیا تھا جو مولانا مودودی کی تحریریں پڑھا کرتے تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب کے دوست تھے۔ تقریر کے بعد شاہ صاحب کو مولانا پھر اپنے یہاں لے گئے تھے۔ مولانا کو مودودی صاحب سے متعلق شاہ صاحب کے افکار و خیالات سے کوئی تعلق نہ تھا۔

مستری محمد علی، جنہوں نے شاہ صاحب کی تقریر کا اہتمام کیا تھا، آزادی کے بعد لاہور آگئے تھے اور مغل پورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا، وہ مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملاقات کے لیے شیش محل روڈ پر آیا کرتے تھے۔ میرے بھی وہ مہربان تھے اور مجھ سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، بہت نیک آدمی تھے۔

ایک نہایت متقی اور پرہیزگار عالم دین مولانا کرم الٰہی صاحب تھے جو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے پاس وہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں قادر والا کے رہنے والے تھے۔ مولانا ممدوح بہت سے اوصاف کے مالک اور صاحب علم و مطالعہ بزرگ تھے۔ ان کا انداز گفتگو نہایت میٹھا، منکسرانہ اور دل نشین تھا۔ ناصحانہ اسلوب میں بات کرتے جو سامعین کے ذہن میں اُترتی جاتی۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اور تمام ارکان جماعت انتہائی احترام کے ساتھ ان سے پیش آتے اور بڑی توجہ اور غور سے ان کے ارشادات سُنتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ ان سطور کے راقم عاجز پر وہ بے حد شفقت فرماتے تھے، ان کے چہرے پر مسکراہٹ طاری رہتی تھی۔

درسی کتابوں کے علاوہ میری عادت دوسری کتابیں پڑھنے اور خریدنے کی بھی تھی۔ ایک دن وہ تشریف لائے تو میں عزیز ہندی کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو تاریخ افغانستان سے متعلق تھی۔ انہوں نے کتاب دیکھی اور ادھر ادھر سے اس کی چند سطریں پڑھیں تو از راہِ کرم فرمایا بڑی خوشی کی بات ہے تم اس قسم کی عام معلومات کی کتابیں بھی پڑھتے ہو۔ پھر ارشاد ہوا، اگر تم یہ کتاب عاریتاً مجھے دے دو تو میں اسے اپنے بیٹے کو مطالعہ کے لیے دینا چاہتا ہوں۔ (انہوں نے اپنے جس فرزند گرامی کا نام لیا وہ مجھے یاد نہیں رہا) چند روز کے بعد واپس کر دوں گا۔

میں نے عرض کیا میرے لیے یہ بے حد مسرت کی بات ہے کہ آپ کو اس فقیر کی کوئی کتاب پسند آئی، آپ یہ کتاب لے جائیے، اسے واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کا مطالعہ کر چکا ہوں۔

وہ بڑے خوش ہوئے اور اس عاجز کے لیے دعاء کی۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بھی اُس وقت تشریف فرما تھے۔ ان سے فرمایا کہ آپ کے اس شاگرد کا میں شکرگزار ہوں ـــــــ یہ ان کے مشفقانہ الفاظ تھے جن میں اس خاکسار کی حوصلہ افزائی کا پہلو پایا جاتا تھا۔

مولانا کرم الٰہی اسم بامسمّٰی تھے اور اللہ نے ان پر بڑا کرم فرمایا تھا۔ وہ خود بھی صاحب کرم اور صاحب جود و سخا تھے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں وہ ایک قافلے کے ساتھ قصور تشریف لائے، میں بھی وہیں تھا۔ انہیں ہیضہ ہو گیا تھا اور یہ مرض اس وقت عام تھا۔ ان کے فرزندِ گرامی عبدالرحمٰن صاحب پاک پٹن کے ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے، وہ ان کو وہاں لے گئے تھے۔ مولانا ممدوح بیٹے کے پاس پاک پٹن پہنچتے ہی وفات پا گئے تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن نے اپنے مسلک کی بڑی خدمت کی اور ان کی کوشش سے پاک پٹن میں مسجد اہل حدیث تعمیر کی گئی۔ یہ مولانا کرم الٰہی کے بڑے صاحبزادے تھے جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کے ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا، آزادی کے بعد وہ خانیوال چلے گئے تھے، ان کا وہیں انتقال ہوا۔
ان دونوں بھائیوں کے دل میں مولانا عطاء اللہ صاحب کا بے حد احترام تھا اور وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن صاحب تو اکثر لاہور تشریف لاتے اور مولانا سے ملتے تھے، اس عاجز کے بھی وہ مہربان تھے۔

مولانا کرم الٰہی صاحب کے دو صاحبزادے میاں عبدالعزیز صاحب اور میاں عبدالقادر صاحب کراچی میں اقامت گزین ہیں اور وہاں کاروبار کرتے ہیں۔ دونوں اپنے مرحوم و مغفور والد گرامی کی روایات کے پاسبان ہیں، اللہ ان کو خوش رکھے۔ ہمارے ساتھ ان کے بہت اچھے مراسم ہیں اس مادی دَور میں اس قسم کے عمدہ اوصاف کے حامل لوگوں کا وجود بڑا غنیمت ہے۔

اہل حدیث علما وصوفیا میں سے مولوی کمال الدین صاحب ڈوگر (سکنہ چھینبیانوالہ) جناب سیّد محمد شریف صاحب گھڑیالوی، مولانا عبداللہ (موضع کھیپانوالی) اور دیگر بہت سے بزرگانِ کرام مولانا عطاء اللہ صاحب کے ہاں بطور مہمان آتے اور قیام فرماتے تھے۔

انہی دنوں ایک صاحب تشریف لائے طویل قامت، متوسط جسم، بھرا ہوا چہرہ، روشن آنکھیں، خشخشی سی داڑھی، پاجامہ اور شیروانی زیب تن، زبان میں لکنت، یہ تھے مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی۔ وہ خالص دلّی کے لہجے میں شستہ اُردو بولتے تھے۔ اس زمانے میں اپنی مشہور کتاب "تراجم علمائے حدیث" لکھ رہے تھے۔ اپنے وطن سوہدرہ سے دلّی جاتے ہوئے، اس کتاب سے متعلق مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے گفت گو کے لیے وہ فیروز پور رُکے تھے جو اُن کے راستے میں پڑتا تھا۔ کئی دن ان کا قیام فیروز پور میں رہا۔ میں نے بعض علمائے کرام کے بارے میں ان سے کچھ استفسارات کیے تھے، جس پر خوش ہوئے تھے اور ازراہِ کرم مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے بھی میرے استفسارات کا ذکر کیا تھا۔

قیامِ فیروز پور کے زمانے میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے ایک کتاب "امام شوکانی" لکھی۔ اس کتاب کے سرورق پر بطور مصنّف "حنیف بھوجیانی" لکھا ہے اور دوسرے صفحے پر یہ الفاظ تحریر ہیں۔ "از فقیر ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی حال فیروز پور شہر" یہ کتاب $\frac{20\times30}{16}$ سائز کے ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے اور دو صفحات کا "تقدمہ" مولانا اسماعیل صاحب کے قلم سے ہے۔ تقدمہ نویس کا نام اس طرح مرقوم ہے۔

تقدمہ کے بعد "عرض حال" مولانا عطاء اللہ صاحب نے سات صفحوں میں تحریر کیا ہے۔ اس کے نیچے لکھا ہے۔

"بندۂ فانی حنیف بھوجیانی - خادم طلباء دارالحدیث النذیریہ فیروزپور"

اس چھوٹی سی کتاب کا ناشر مینیجر مکتبہ عتیقیہ، جھوک دادو، تاندلیانوالہ، لائل پور ہے۔

اصل میں یہ کتاب میاں محمد باقر مرحوم کے بڑے صاحبزادے حافظ محمد زکریا مرحوم نے شائع کی تھی۔ غالباً کتابت بھی حافظ صاحب مرحوم نے کی تھی اور اُنہوں نے جو اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا اُس کا نام مکتبہ عتیقیہ رکھا تھا، جس کی طرف سے چھوٹی چھوٹی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی کتابیں شائع کی گئی تھیں۔ مولوی عتیق اللہ ان کے چھوٹے بھائی کا نام تھا، جن کے نام سے یہ مکتبہ قائم کیا گیا تھا۔ اب یہ سب حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، رحمھم اللہ تعالیٰ۔

مسجد گنبد والی کی مجلسِ انتظامیہ میں دو رکن ذہنی طور سے پکے مسلم لیگی تھے، ایک میاں محمد یعقوب جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ قیامِ پاکستان کے بعد فیصل آباد میں مقیم ہو گئے تھے۔ دوسرے میاں محمد سعید

میاں محمد سعید کے والدِ گرامی مولوی محمد حسین تھے جن کا شمار فیروز پور کی معروف شخصیتوں میں ہوتا تھا، لیکن ہم نے ان کو نہیں دیکھا، ان کے بیٹے میاں محمد سعید بڑے شریف آدمی تھے۔ مولوی محمد افضل (بورے والہ) کے تایا زاد تھے اور ان کی شادی افضل صاحب کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی، آزادیٔ وطن کے بعد وہ ملتان چلے گئے تھے اور وہیں عین عالمِ جوانی میں فوت ہوئے۔

بعض دفعہ سیاسی معاملات میں عجیب عجیب لطیفے بھی ہو جاتے تھے۔ ایک دن نمازِ جمعہ کے بعد انتظامیہ کی میٹنگ ہو رہی تھی کہ میاں سعید صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحب سے پوچھا، آپ کی شادی ہو گئی ہے؟

میاں محمد یعقوب نے کہا: ہو گئی ہے، بی بی سیاست سے۔!

سعید صاحب کی مولانا سے بے تکلفی نہیں تھی، وہ مولانا کا بہت احترام کرتے تھے۔ میاں یعقوب صاحب مولانا کا احترام بھی کرتے تھے اور ان سے گفتگو میں عام طور پر بے تکلفی کا اظہار بھی ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ اخبار "**زمزم**" (لاہور) میں جس کے ایڈیٹر مشہور صحافی مولانا محمد عثمان فارقلیط تھے، کسی اہم مسئلے پر بحث شروع ہو گئی۔ یہ ۱۹۳۸ء کی بات ہے۔ اس کی تفصیلات تو یاد نہیں رہیں، البتہ اتنی بات یاد ہے کہ اس بحث میں اس دور کے متعدد اہلِ علم اور اصحابِ قلم نے حصہ لیا تھا اور اسے بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے بھی اس میں حصہ لیا اور مضمون لکھا۔ ایڈیٹر نے مولانا کا پورا مضمون شائع نہیں کیا تھا، اس کے بعض حصے کاٹ دیئے تھے۔ اس پر جو نوٹ لکھا، اس میں مولانا کے کسی حصۂ مضمون سے متعلق "جسارتِ ناروا" کا لفظ تحریر کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، میاں یعقوب صاحب ان کے شاگرد بھی تھے اور بے تکلف دوست بھی۔ انہوں نے مضمون پڑھا تو مولانا کے پاس آئے اور مسکراتے ہوئے کہا: "آپ نے جسارتِ ناروا کی۔" کئی روز مولانا کے حلقۂ تعلقات میں اس مضمون پر گفتگو ہوتی رہی اور ان کی "جسارتِ ناروا" کا بطور لطیفے کے چرچا رہا۔

مولانا عطاء اللہ ولایتی چیزوں کے استعمال کے سخت مخالف تھے۔ نہ وہ خود انگریزوں کے ملک کی بنی ہوئی کوئی چیز خریدتے تھے اور نہ یہ پسند کرتے تھے کہ کوئی دوسرا خریدے۔ وہ دیسی چیزیں استعمال کرتے تھے اور لوگوں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ ولایتی مال خریدنا ان کے نزدیک ممنوع تھا۔

وہ ہندوستان کی انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے اور اس کے خلاف چلنے والی ہر تحریک کے حامی تھے۔ لیکن جس تحریک سے عوام کو تکلیف پہنچتی ہو اس کو برا سمجھتے تھے، مثلاً ریل کی پٹڑی اکھاڑنا اور ٹیلی فون وغیرہ کے تار کاٹنا ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک غلط کام تھا، اس لیے کہ اس سے عوام کو تکلیف پہنچتی ہے اور احتجاج کا یہ طریقہ قطعی غیر پسندیدہ اور ناروا ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب ہر اس شخص سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے جو اس ملک سے انگریز کو نکالنے کا خواہاں تھا، اگرچہ وہ کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوتا مولانا ممدوح کے نزدیک وہ بہرحال قابل احترام تھا۔ ایک مرتبہ وہاں اس دور کا مشہور کمیونسٹ کارکن ٹیکا رام سخن آیا اور اس نے گھوکھلے ہال میں تقریر کی۔ مولانا بھی تقریر سننے گئے اور اس سے ملے، وہ تیز طرار مقرر تھا۔ شاندار اردو میں شاندار تقریر کرتا تھا۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو ہندوستان کی انگریزی حکومت نے بہت سے سیاسی لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا، ریاست فرید کوٹ کے کمیونسٹ ورکر رلیا سنگھ برگاڑی کو گرفتار کر کے لاہور سنٹرل جیل میں بند کر دیا گیا تھا، وہ مولانا کا بہت احترام کرتے تھے، ان کو اور ٹیکا رام سخن کو (جو لاہور سنٹرل جیل میں بند تھے) حکومت نے فیروز پور جیل میں لے جانے کا فیصلہ کیا اور ریل کے ذریعے ان کو فیروز پور شہر کے ریلوے سٹیشن پہ لایا گیا۔ پولیس کے جو اہلکار ان کو لاہور سے فیروز پور لے کر گئے تھے، ان سے انہوں نے کہا کہ وہ مولانا عطاء اللہ صاحب اور ان سطور کے راقم سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک پولیس والا ہمارے پاس گیا اور ہمیں ریلوے سٹیشن پر لے آیا۔ رلیا سنگھ اور ٹیکا رام سخن دونوں کو ہتھکڑیاں لگائی گئی تھیں اور وہ پولیس کے چار پانچ اہلکاروں کی تحویل میں ریلوے سٹیشن پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ان کو چائے پلائی اور بسکٹ وغیرہ پیش کیے۔ کافی دیر ان سے سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔

غالباً ۱۹۳۹ء کی بات ہے کہ ریاست فرید کوٹ کے حکام نے وہاں کی پرجا منڈل کے ارکان کے خلاف بڑا سخت رویہ اختیار کر لیا تھا، جس کے نتیجے میں انہوں نے فیروز پور جا کر گھوکھلے ہال میں اپنا کیمپ لگا لیا تھا۔ تقریباً ایک مہینہ پرجا منڈل کے ارکان نے اس کیمپ میں گزارا اور اس اثنا میں وہ ریاستی حکام کے متشددانہ رویے کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے احتجاج کرتے رہے۔ ان دنوں مولانا عطاء اللہ صاحب کا یہ معمول رہا کہ ہر روز ایک یا دو مرتبہ ان کے پاس جاتے اور ان سے ہمدردی کا اظہار فرماتے۔

برّصغیر میں چھوٹی بڑی ساڑھے پانچ سو ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں میں تحریر و تقریر کی آزادی نہ تھی اور ان میں بسنے والے لوگ سخت قسم کی سیاسی گھٹن کا شکار تھے۔ اس گھٹن کو دور کرنے کے لیے دوسری جنگ عظیم سے پہلے ایک سیاسی جماعت بنائی گئی تھی جس کا نام آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس رکھا گیا تھا۔ اس کے پہلے صدر کشمیر کے شیخ عبداللہ مرحوم منتخب ہوئے تھے۔ اس کانفرنس کا پہلا اور آخری جلسۂ عام ۱۹۳۹ء کے آغاز میں شیخ عبداللہ کے زیر صدارت لدھیانہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ کسی ریاست میں سیاسی جلسے کا انعقاد نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن شیخ عبداللہ کو حکومت کشمیر نے گرفتار کر لیا تھا، لہٰذا اس کی صدارت پنڈت جواہر لال نہرو نے کی تھی۔ اسی جلسے میں کانفرنس کا مستقل صدر مدراس کے پٹابی ستیہ رامیہ کو بنایا گیا تھا، اور یہ وہی پٹابی ستیہ رامیہ ہیں جو آزادیٔ وطن کے بعد مدراس کے گورنر مقرر کیے گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس جلسے میں شریک ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔ ہم لدھیانہ جانے والی ٹرین پر فیروزپور چھاؤنی کے سٹیشن سے صبح کے وقت سوار ہوئے تھے۔ اس وقت پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت تھی اور پنجاب کے وزیراعظم سرسکندر حیات تھے۔ (۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے مطابق اس زمانے میں صوبائی وزیراعلیٰ کو وزیراعظم کہا جاتا تھا) اس حکومت کے وزیر تعلیم میاں عبدالحیؒ تھے جو لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور فقہی مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث تھے۔ لدھیانہ میں مسجد اہل حدیث میاں عبدالحیؒ مرحوم نے بنوائی تھی اور وہی اس کے منتظم و متولی تھے، یہ مسجد ان کے مکان سے متصل تھی۔ تین دن آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کا جلسہ جاری رہا اور تین دن ہم اسی مسجد میں رہے۔

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس بعض وجوہ کی بنا پر ریاستوں میں مقبول نہ ہوسکی اور مقبول ہو بھی نہیں سکتی تھی، اس لیے کہ سب ریاستوں کے الگ الگ مسائل تھے اور کسی ایک مقصد پر سب لوگوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ پھر شیخ عبداللہ کی گرفتاری اور قید کی وجہ سے یہ کانفرنس زیادہ دیر قائم بھی نہ رہ سکی، صرف مشرقی پنجاب کی چند ریاستوں تک محدود ہو کر رہ گئی، ان ریاستوں کی آسان زبان میں اس جماعت کا نام "ریاستی پرجا منڈل" تھا۔

فیروزپور کے رام سکھ داس (آر۔ ایس۔ ڈی) کالج کا پرنسپل پی ڈی کنل تھا جو ہندوؤں کے دیو سماج فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ بڑی بڑی سفید داڑھی والا گورا چِٹّا یہ پرنسپل "نیتی کی گھنٹی" میں ملک کے سیاسی رہنماؤں کے خلاف نہایت زہریلے خیالات کا اظہار کرتا تھا۔ اور اخلاق کے متعلق ۴۵ منٹ کے اس پریڈ کو اس نے ہندوستان کے ان قائدین کی مخالفت کے لیے خاص کر رکھا تھا جو ملک کی آزادی کے لیے قربانیاں دے رہے تھے۔ اس سے طلباء کے جذبات مشتعل ہوئے جو ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئے۔ شیخ غلام حیدر ایڈووکیٹ نے اس تحریک کو ہاتھ میں لیا اور کالج کے تمام دروازوں پر پکٹنگ شروع ہو گئی۔ شیخ صاحب کو مقامی حکومت نے گرفتار کر لیا تو مولانا عبیداللہ احرار میدان میں اترے جن کی بیوی اور بہن کالج میں پڑھتی تھیں، تیسرے دن مولانا عبیداللہ احرار کو بھی پکڑ لیا گیا۔

اس سلسلے کے جلسے کھوکھلے ہال میں ہوتے تھے۔ یہ بہت بڑا ہال تھا، جسے ایک وسیع میدان کی حیثیت حاصل تھی۔ ان حضرات کی گرفتاری کے بعد تحریک جاری رہی، روزانہ رات کو جلسہ ہوتا تھا۔ جلسے کے مقرروں میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی شخصیت نمایاں تھی۔

پکٹنگ (ستیہ گرہ) کرنے اور گرفتار ہونے والوں میں، میں بھی شامل تھا۔ ایک ایک مہینہ ہم لوگ فیروزپور جیل میں رہے۔ ان دنوں وہاں کے سیشن جج ایس اے رحمان مرحوم تھے، جنہوں نے بعد میں اتنی ترقی کی کہ پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بنائے گئے، ہماری ضمانت انہی نے لی تھی۔

آزادیٔ وطن کے بعد میں لاہور آیا تو ایس اے رحمان صاحب سے اچھے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ بعض مسائل سے متعلق گھنٹوں ان سے گفتگو رہتی تھی، کئی دفعہ خیال آیا کہ انہیں بتاؤں کہ آپ نے ہماری ضمانت لی تھی اور جیل سے باہر نکالا تھا، لیکن نہیں بتایا، بہرحال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی ہماری یادداشتوں کا ایک حصہ ہے جو مولانا عطاء اللہ صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے نوکِ قلم پر آ گیا۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے قیام فیروزپور کے زمانے میں ان کی بعض کتابیں کوٹ کپورے میں ایک صاحب کے مکان میں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک دن مولانا نے مجھے وہاں سے یہ کتابیں لانے کے لیے کوٹ کپورے بھیجا۔ میں نے کتابیں ایک کپڑے میں باندھ کر بس کی چھت پر رکھ دیں۔ وہ بس ہمارے ایک عزیز کی تھی، میں خود ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا، پندرہ بیس میل کا سفر کیا ہوگا کہ بس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا:۔

موٹر کی چھت پر سے کاغذ اُڑ رہے ہیں۔

فوراً بس روکی گئی۔ دیکھا تو کپڑے کی گانٹھ کھل گئی تھی اور کئی کتابیں اڑ گئی تھیں۔ دو تین کتابیں جو وہیں سے اڑی تھیں، سڑک کے ارد گرد سے مل گئیں، لیکن چھ سات کتابوں کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ بس واپس کی گئی، آنے جانے والوں سے پوچھا گیا مگر کتابوں کا پتہ نہ چلا۔ نہایت افسوس ہوا۔ فیروزپور پہنچ کر مولانا کو بتایا تو انہیں افسوس تو ہوا لیکن مجھے کچھ نہیں کہا۔ کہنے سے کچھ حاصل بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

جو کتابیں بس کی چھت پر سے اُڑیں، ان میں دو کتابیں نہایت اہم اور نایاب تھیں، ایک سیّد غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف **سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان** اور دوسری تھی سید نواب صدیق حسن خان کی "**اتحاف النبلاء**" یہ دونوں کتابیں مولانا نے بعد میں کہیں سے خریدیں جو ان کی اس لائبریری میں موجود ہیں جو انہوں نے تمام قارئین کے لیے وقف کر دی ہے اور شیش محل روڈ پر ایک شاندار بلڈنگ میں قائم ہے۔

فیروزپور میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے مولانا مسعود عالم ندوی سے ایک چھوٹی سی کتاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار و نظریات کے متعلق لکھوائی تھی، وہ کتاب اسی زمانے میں چھپ گئی تھی۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے یہ کتاب اپنے ذرائع سے چھپوائی تھی۔

مولانا مسعود عالم ندوی سے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے بہت اچھے مراسم تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے تقسیم سے کچھ عرصہ قبل مولانا مسعود عالم مالیر کوٹلے میں قیام پذیر رہے تھے اور اس زمانے میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ ان سے ملاقات کے لیے وہاں گئے تھے۔

ذہن میں کچھ ایسے نقوش بھی اُبھر رہے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ مولانا عبدالغفار حسن بھی مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ملاقات کے لیے فیروزپور تشریف لے گئے تھے۔ مولانا عطاء اللہ جب مالیر کوٹلے گئے تھے، اس وقت مولانا عبدالغفار حسن بھی غالباً وہیں تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے کئی دفعہ ان کا ذکر فرمایا تھا۔

مالیر کوٹلہ پنجاب میں واحد ریاست تھی جس کا حکمران مسلمان تھا۔ ریاست تو آزادی کے بعد ختم ہوگئی تھی اور ضلع لدھیانہ میں شامل کر لی گئی تھی لیکن مسلمان وہاں اب بھی آباد ہیں اور بہت آرام میں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیروزپور سے کوٹ کپورہ اور مکتسر کو فریدکوٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں چلتی تھیں، جن سے ہمارا تعلق تھا اور یہ ٹرانسپورٹ مسلمانوں کی تھی۔ صرف ایک بس مکتسر کے ایک ہندو کی تھی جس پر دونوں بھائی چلتے تھے، ایک ڈرائیور تھا اور ایک کنڈیکٹر۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو اس طرف جانا ہوتا تو کوئی بس والا ان سے کرایہ نہیں لیتا تھا اور نہایت احترام سے انہیں فرنٹ سیٹ پیش کی جاتی تھی۔ مگر وہ ہندو بہت سخت اور بول چال میں کڑوے تھے، اسی بنا پر ہم انہیں "بھونڈ کھانے" کہا کرتے تھے۔ پنجابی میں بھِڑ کو بھونڈ کہا جاتا ہے۔ ایک دن مولانا ان کے ساتھ کوٹ کپورے گئے تو انہوں نے مولانا سے فیروزپور سے کوٹ کپورے تک کا آٹھ آنے کرایہ وصول کرلیا۔ ہمارے ایک عزیز میاں محمد صدیق کو جو آج کل جڑانوالہ میں مقیم ہیں، اس کا پتہ چلا تو انہوں نے ان دونوں بھائیوں سے کہا کہ "بھونڈ کھانو" تم نے ہمارے مولوی صاحب سے کرایہ وصول کیا ہے، یاد رکھو تمہاری گاڑی کے تمام ٹائر پھٹ جائیں گے"

بھونڈ کھانوں نے یہ بات سُنی اور ہنس پڑے۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ ہنسی مذاق کی بات ہے، ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور واقعی یہ بات ہنسی مذاق ہی کی تھی، لیکن یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اُسی دن ان کے دو ٹائر پھٹ گئے اور دو دوسرے دن اڑ گئے۔ اب بھونڈ کھانے حیران اور سخت پریشان کہ یہ کیا ہوگیا۔ میاں محمد صدیق کے پاس آئے اور کہا خدا کے لیے ہم سے دوگنا اور چار گنا کرایہ لے لو اور اپنے مولوی صاحب سے کہو کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے، آیندہ ان سے کبھی کرایہ نہیں لیا جائے گا، بے شک وہ ہر روز ہماری گاڑی سے جائیں اور آئیں۔ مگر مولوی صاحب کو کسی بات کا علم نہیں تھا اور اُن کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ان سے کرایہ لیا گیا ہے یا نہیں لیا گیا ہے یا کیوں لیا گیا ہے۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات کے بعد ملک کے مختلف صوبوں میں وزارتیں قائم ہوئیں تو مولانا عبیداللہ سندھی جو پچیس برس سے ہندوستان سے باہر تھے اور کئی سال سے مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر تھے، ہندوستان واپس آئے۔ دریائے ستلج کے کنارے ایک گاؤں "فتوحی والا" ہے، وہاں ایک نہایت نیک عالمِ دین مولانا صوفی ولی محمد فروکش تھے، جن کا تعلق چمرکنڈ کے مجاہدین سے تھا۔ وہ مولانا عبیداللہ سندھی کے دوستوں میں سے تھے، اور اُن کے ورُودِ ہند سے کچھ عرصہ پہلے وفات پاچکے تھے، مولانا سندھی کے وہ سمدھی بھی تھے، ان کی ایک بیٹی کی شادی مولانا سندھی کے ایک بھتیجے سے ہوئی تھی۔ مولانا سندھی اُن کی تعزیت کے لیے ۱۹۳۹ء میں اُن کے گاؤں فتوحی والا تشریف لائے۔

فیروزپور کے بعض حضرات کو پتہ چلا تو وہ مولانا سندھی کی زیارت و مُلاقات کے لیے فتوحی والا پہنچے۔ ان میں مولانا عطاء اللہ صاحب، مولانا عبیداللہ احرار، عبدالعظیم خاں صاحب اور دو چار اور لوگ تھے۔ ان سطور کا راقم بھی ان کے ساتھ تھا جو سب سے کم سن تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہم لوگوں کو مولانا سندھی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ لمبی سفید داڑھی، گورا رنگ، ننگا سر، لمبا کھدر کا کرتہ اور پاجامہ نما شلوار۔۔۔ وہ جمعیّت علمائے ہند کے سخت مخالف تھے اور اس جماعت سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام سے شدید بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے ارشادات سُننے کے بعد ان سے ملنے والے سب لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام انقلاب کا لب ولہجہ اور اسلوب اظہار ان کی ذات سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ اگر وہ اس قسم کی باتیں نہ کرتے تو حاضرین ان سے بہت متاثر ہوتے۔

ایک دن مولانا عطاء اللہؒ نے ہنستے ہوئے یہ لطیفہ سنایا کہ انہوں نے ایک طالب علم کو جو ایک مشہور عالم کے صاحبزادے تھے خط لکھ کر دیا کہ اسے لیٹر بکس میں ڈال آئیں۔ کچھ دیر بعد انہیں شبہ ہوا کہ یہ خط کہیں مدرسے کے لیٹر بکس میں ہی نہ ڈال دیا ہو، کھول کر دیکھا تو واقعی خط مدرسے کے لیٹر بکس میں پڑا تھا۔

یہ چھوٹے بڑے وہ واقعات ہیں جو میرے فیروزپور کے زمانۂ طالب علمی (۱۹۳۸ء سے وسط ۱۹۴۰ء تک تین سال) میں پیش آئے۔ اس کے بعد میں گوجرانوالہ چلا گیا تھا۔ مولانا اگست ۱۹۴۷ء تک فیروزپور رہے۔ اس اثنا میں ایک سال (۱۹۴۶ء میں) وہ حضرت صوفی عبداللہ مرحوم کی درخواست پر اوڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں بحیثیت مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔ لیکن اس دور میں ان کا اصل تعلق فیروزپور ہی سے رہا، اُن کے اہل وعیال فیروزپور میں اسی مکان میں رہے، جو باولی رام دیال میں اُنہوں نے پانچ روپے ماہانہ کرائے پر لیا تھا۔ اُن کا کتب خانہ جو مختلف موضوع کی کتابوں پر مشتمل تھا اور آہستہ آہستہ بہت بڑھ گیا تھا، اسی مکان میں تھا۔ اسی مکان سے وہ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کو روانہ ہوئے۔

۱۹۴۰ء میں میرے فیروزپور سے جانے کے بعد کون کون حضرات ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ان سے کون کون سی کتابیں پڑھیں، اس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ اوڈانوالہ میں البتہ اُن سے جن حضرات نے تھوڑا بہت استفادہ کیا، ان میں مولانا محمد یعقوب پیر جھلی، مولانا محمد صادق خلیل، مولانا محمد یعقوب ملہوی اور بعض دیگر حضرات شامل ہیں جنہوں نے آگے چل کر درس و تدریس اور ترجمہ وتصنیف میں بڑی شہرت پائی۔

چھ سات سال کے ان واقعات کا تذکرہ جو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے متعلق ہیں، انہی حضرات میں سے کسی صاحب کو کرنا چاہیے جو ان واقعات کے چشم دید یا کم از کم گوش شنید شاہد ہوں، آئندہ سطور میں، میں وہ واقعات بیان کروں گا، جن کا مجھ سے تعلق ہے یا میرے سامنے وقوع میں آئے۔

گوجرانوالہ میں میرے زمانۂ طالب علمی میں مولانا ممدوح کئی دفعہ گئے، وہاں اُن کا اچھا خاصا حلقۂ تعارف تھا، گوجرانوالہ شہر میں مولانا اسماعیل صاحب اور بعض دیگر حضرات سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ پھر وہاں سے چار میل کے فاصلے پر گوندلانوالہ میں ان کے متعدد احباب سکونت پذیر تھے، جن سے وہ باقاعدہ میل جول رکھتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا وہاں گئے تو واپسی پر مجھے بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ گوجرانوالہ سے چلے تو ہمارا پہلا پڑاؤ لاہور میں ہوا چینیانوالی مسجد میں قاری فضل کریم صاحب کے ہاں سامان رکھا۔ اور پھر کشمیری بازار چلے گئے۔ مختلف کتب فروشوں کی دکانوں سے کچھ کتابیں دیکھیں اور کچھ خریدیں، پھر پرانی کتابیں بیچنے والے کباڑیوں کی دکانوں پر گئے، ان سے بھی کچھ لیا، کچھ دیکھا اور کچھ پوچھا۔ کباڑیوں کی چند دکانیں مجھے یاد پڑتا ہے، شاہ عالمی دروازے کے باہر اور دو چار ہسپتال روڈ پر تھیں۔ اسی اثنا میں چلتے پھرتے ہسپتال روڈ پر انہوں نے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی کی طرف اشارہ کر کے مجھے کہا، یہ دیکھو دیوندر ستیارتھی جا رہا ہے۔ اس سے قبل ماہنامہ "بیسویں صدی" میں جو خوشتر گرامی کا بڑا صاف ستھرا ادبی رسالہ تھا، میں دیوندر ستیارتھی کے چند افسانے پڑھ چکا تھا۔ اس لیے میں نے اسے غور سے دیکھا۔ درمیانہ قد، بھرا ہوا جسم، لمبی سیاہ گھنی ڈاڑھی، بڑی بڑی مونچھیں اور سر کے بال پیچھے سے گردن کے نیچے تک لٹکتے ہوئے، کھلے پائنچے کا لٹھے کا پاجامہ اور لمبا کرتہ۔

ایک مرتبہ جب اخبار "الاعتصام" نیا نیا گوجرانوالہ سے جاری ہوا تھا اور مولانا حنیف ندوی اس کے ایڈیٹر تھے، انہوں نے بھی سر اور ڈاڑھی کے بال بڑھا لیے تھے۔ ہم لاہور آئے تو ملک نصر اللہ خاں عزیز (مرحوم) نے انہیں دیکھ کر کہا تھا کہ آپ تو دیوندر ستیارتھی بنے ہوئے ہیں، پھر اسی قسم کے الفاظ انہوں نے اپنے اخبار "کوثر" کے سیر و سفر کے مزاحیہ کالم میں لکھ بھی دیے تھے۔

دیوندر ستیارتھی کو میں نے ۱۹۴۱ء میں دیکھا تھا، جب اُن کا جوانی کا زمانہ تھا۔ گزشتہ سال پچاس برس کے بعد (۱۹۹۱ء میں) ان کو دلی کے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں دیکھا تو وہ بالکل اسی ہیئت و لباس میں تھے، فرق صرف یہ پڑا تھا کہ اب وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور سیاہ بالوں نے سفیدی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

بات میرے اور مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے سفر لاہور کی ہو رہی تھی۔ ہم کتابیں دیکھتے، خریدتے اور پوچھتے ہوئے مغرب کے بعد مسجد چینیانوالی گئے اور رات وہاں قاری فضل کریم صاحب کے پاس بسر کی۔ دوسرے دن مولانا نے امرتسر جانے کا پروگرام بنایا اور مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ لاہور سے امرتسر کا کرایہ اُس زمانے میں بذریعہ ٹرین چار آنے تھا۔ ہم وہاں گئے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ رات کہاں رہے۔ جو مقامات ہم نے وہاں دیکھے ان میں سے مجھے ایک مقام بہت اچھی طرح یاد ہے اور وہ مقام اپنے بچپن کے ماحول کی بنا پر مجھے یاد رکھنا ہی چاہیے تھا، وہ ہے دربار صاحب۔ ہم دربار صاحب کے درشن کے لیے نہایت خوشی کے ساتھ گئے اور درشن کر کے انتہائی خوش ہوئے۔

دربار صاحب کے دروازے پر بیٹھے ہوئے سکھ "سیوادار" نے نرم لہجے میں "بینتی" کرتے ہوئے کہا:۔

میاں جی! مہربانی کر کے "جوڑے" یہاں اُتار دیں۔

سکھ صاحبان "جوڑا" جوتے کو کہتے ہیں۔ ہم نے جوڑے اُتار دیے اور سیوادار نے اپنے قبضے میں کر لیے۔ نہایت تعجب ہوا، نہ ٹوکن، نہ رسید، نہ پرچی۔ کوئی آدھ گھنٹے کے قریب ہم دربار صاحب میں گھومتے اور اس کے مختلف مقامات کے درشن کرتے رہے، واپس آئے تو جوڑے وہیں پڑے تھے، جہاں رکھے تھے۔ جن لوگوں کے سر ننگے تھے ان کو وہ سفید کھدّر کے دھوبی کے دھوئے ہوئے "پرنے" (رومال) دے رہے تھے تاکہ وہ اس سے سر ڈھانپ لیں۔

دربار صاحب میں "کڑاہ پرشاد" بھی تھا جو برگد کے بڑے بڑے پتوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا۔ ہمیں بھی پیش کیا گیا، میں اکیلا ہوتا تو شاید لے ہی لیتا مگر مولانا نے شکریے کے ساتھ انکار کر دیا۔ صفائی ستھرائی میں ہمارے ہاں کے مزاروں کے "تبرک" سے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کئی گنا فرق تھا۔

یہاں بھی مزاروں کے باہر دروازے پر "زائرین" کے جوتے رکھے جاتے ہیں، جن کا باقاعدہ ٹھیکہ لیا جاتا ہے۔ اور ٹھیکے دار جوتے والے سے جو چاہے وصول کرتے ہیں۔ پھر ٹوکن کے باوجود یہ ضروری نہیں ہوتا کہ واپسی پر ہر شخص کو جوتا مل جائے یا مل جائے تو اس کی وہی حالت ہو جس حالت میں رکھا گیا تھا۔

بہرحال امرتسر سے ہم بس پر سوار ہوئے اور ترنتارن گئے۔ ترنتارن کے ایک بازار میں مولانا ایک طبیب کی دکان پر لے گئے۔ طبیب صاحب نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ انہوں نے پہلے شربت پلایا، پھر چائے پلائی۔ وہ طبیب تھے حافظ ثناء اللہ صاحب جو تقسیم کے بعد لاہور آ گئے تھے اور آسٹریلیا بلڈنگ میں اپنا مطب قائم کر لیا تھا۔

مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح سے پہلی دفعہ اسی دکان پر ترنتارن میں ملاقات ہوئی تھی، وہ حافظ ثناء اللہ صاحب کے اطلاع دینے پر مولانا سے ملاقات کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے جماعت اہلحدیث کے مشہور واعظ و مقرر کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی اور کئی سال پیشتر راولپنڈی میں ان کا انتقال ہوا۔ مرحوم نہایت ملنسار اور بلند اخلاق عالم تھے۔

یہاں جی چاہتا ہے کہ چند لفظوں میں ترنتارن کا تعارف کرا دیا جائے جو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے گاؤں کی تحصیل تھا۔

اُس دور میں ضلع امرتسر کی تین تحصیلیں تھیں۔ ایک امرتسر، دوسری اجنالہ اور تیسری ترنتارن ۔۔ ترنتارن سکھوں کا بہت بڑا تیرتھ اور مذہبی مقام ہے۔ یہاں ان کے پانچویں گورو (بقول ان کے پانچویں بادشاہی) گورو ارجن دیوجی کا دربار ہے جو رقبے کے لحاظ سے امرتسر کے دربار سے بھی بڑا ہے۔ ہر مہینے یہاں "مسیا کا میلہ" لگتا ہے، جس میں دور و نزدیک کے بے شمار سکھ شامل ہوتے اور تالاب میں اشنان کرتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق اس تالاب کا پانی اس درجے "پوتر" ہے کہ اس میں اشنان کرنے سے جسم کے پاپ جھڑ جاتے ہیں اور پاپی انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے ۔۔۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس جگہ یہ تالاب اور گوردوارہ واقع ہے وہ جگہ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں "پلاسور" کے ایک مسلمان چوہدری مستے خاں نے مغل شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر کے زمانے میں سکھوں کو عطا کی تھی۔

مسیا کا میلہ قمری مہینے کی ۲۶ویں اور ۲۷ویں تاریخ کو ہوتا ہے جب اندھیری راتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

یہ تو معلوم نہیں کہ ترنتارن سے بھوجیاں کتنے فاصلے پر ہے، یہ البتہ یاد ہے کہ وہاں سے ہم پیدل بھوجیاں گئے تھے اور راستے میں ایک یا دو گاؤں بھی آئے تھے۔ شام تک ہم بھوجیاں پہنچ گئے تھے۔

بھوجیاں جاتے ہوئے راستے میں مولانا نے ایک بات سنائی جو نصف صدی سے میرے ذہن میں محفوظ ہے، جی چاہتا ہے وہ آپ کو بھی سنا دوں ۔۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا فیض محمد خاں بھوجیانی جو اپنے عہد کے بہت بڑے عالم اور علمائے غزنویہ کے شاگرد تھے، شادی بیاہ کے موقعے پر دف بجانے اور چھوٹی بچیوں کے ہلکے پھلکے سے گانا گانے کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی کی شادی پر اپنے استاد محترم مولانا عبدالرحیم غزنوی کو دعوت شرکت دی۔ وہ تشریف لائے تو مولانا فیض محمد خاں نے ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں بٹھایا اور خود ان کے لیے پانی لانے کی غرض سے گھر گئے۔ مولانا عبدالرحیم غزنوی کے کان میں دف کی اور بچیوں کے گانے کی آواز پڑی تو وہ چپکے سے مسجد سے باہر نکلے اور امرتسر کو روانہ ہو گئے۔ مولانا فیض محمد پانی لے کر آئے تو مولانا غزنوی وہاں موجود نہیں تھے۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ مولانا فیض محمد خاں ان کے پیچھے دوڑے اور گاؤں سے باہر ان کو جا پکڑا۔ مولانا نے ان سے واپس تشریف لے جانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں اس غیر شرعی ماحول میں کیونکر رہ سکتا ہوں جہاں ڈھولکی بج رہی ہو اور گانے گائے جا رہے ہوں۔

مولانا فیض محمد خاں نے چھوٹی بچیوں کے لیے جواز کی دلیل دی تو فرمایا، چھوٹی بچیوں کے ساتھ جوان عورتیں بھی یہ سلسلہ شروع کر دیں گی تو انہیں کس طرح روکا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد واقعی جوان عورتوں نے بھی دف بجانے اور گانا گانے کا سلسلہ شروع کر دیا کہ مولوی صاحب نے اجازت دے دی ہے۔

اب مولانا فیض محمد خاں سخت پریشان ہوئے اور بڑی مشکل سے انہیں اس کام سے روکا گیا

دو دن ہم بھوجیاں رہے، مولانا نے اپنا آبائی گھر دکھایا۔ وہاں کی مسجدیں دکھائیں اور بچپن کے دور کے بعض حضرات کے بارے میں بتایا اور اپنے والد گرامی سے تعلق رکھنے والے ان بزرگوں سے ملایا جو اُس وقت زندہ تھے۔

بھوجیاں سے مولانا عطاء اللہ صاحب مجھے ویروال لے گئے، جہاں ان کے بعض عزیز سکونت پذیر تھے۔ ضلع امرتسر میں "ویروال" نام کے دو گاؤں تھے۔ "ایک" ویروال افغاناں" اور دوسرا" ویروال راجپوتاں"۔ دونوں قریب قریب تھے اور دریائے بیاس کے کنارے واقع تھے۔ مولانا کے رشتے دار" ویروال افغاناں" میں رہتے تھے اور ان کا وہاں ایک ہی گھر تھا اور وہ تھا میاں عبداللہ کا گھر۔!

میاں عبداللہ نہایت نیک اور متدین بزرگ تھے جو مولانا عطاء اللہ صاحب کے ہم زلف مولوی عبدالکریم کے والد گرامی تھے۔ عبدالکریم صاحب کی شادی میاں نورالدین کی سب سے چھوٹی بیٹی شریفہ بی بی سے ہوئی تھی۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں بتایا گیا یہ خاندان اب گوندلانوالہ میں مقیم ہے۔

ویروال افغاناں کو "کیکڑی" بھی کہا جاتا تھا۔ یہ گاؤں سطح زمین سے کچھ اونچائی میں واقع تھا اور اس کے ارد گرد خاصے گڑھے سے تھے یعنی زمین ناہموار تھی۔ اب آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ گھومنے لگا ہے تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ دریائے بیاس میں سیلاب کے موقعے پر کبھی پانی کا ریلا ادھر سے تیزی کے ساتھ گزرتا ہو گا تو زمین میں ہل چل کی سی کیفیت رونما ہو جانے کی بنا پر سطح زمین میں اونچ نیچ کا عمل پیدا ہو جاتا ہو گا۔ اور پھر یہ عمل اس نواح میں مستقل طور پر اپنے آثار چھوڑ گیا۔

ویروال افغاناں میں مجھے یاد پڑتا ہے، ایک دن اور ایک رات ہمارا قیام رہا۔ وہاں مولانا عطاء اللہ صاحب ایک اور صاحب سے ملاقات کے لیے گئے، میں بھی ساتھ تھا۔ وہ قدرے چھوٹے قد کے دبلے پتلے نوجوان تھے۔ لباس اور رہن سہن کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے نہایت صاف ستھرے، گندمی سا رنگ اور لمبی سیاہ داڑھی۔ ٹھہر ٹھہر کر پُر اعتماد لہجے میں صفائی سے بات کرتے تھے ہیں ان کی گفتگو اور لباس وغیرہ سے بڑا متاثر ہوا۔ ان کا اسلوب کلام عام علمائے کرام سے بہت حد تک مختلف تھا۔ پتہ چلا کہ ان کا اسم گرامی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ہے اور یہ اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں جہاں ہم بیٹھے تھے وہ ان کا مطب تھا۔

ممکن ہے کسی صاحب کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ جو میں گوجرانوالہ سے لاہور اور لاہور سے امرتسر گیا اور پھر اس ضلع کے مختلف مقامات میں مولانا عطاء اللہ صاحب کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا، یا وہ مجھے گھماتے پھراتے رہے، اس کا خرچ کس نے ادا کیا تھا؟

بات یہ ہے کہ یہ سوال ذہن میں لانے اور اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ سیدھی سادی جنگی سی بات ہے کہ یہ خرچ انہی کو ادا کرنا چاہیے تھا جو مجھے ساتھ ساتھ لیے پھرتے تھے اور انہی نے کیا۔ اپنا کام صرف چلنا پھرنا، مختلف مقامات کے درشن کرنا اور لوگوں سے مصافحے کرنا تھا یا پھر اثنائے سفر میں پیش آنے والے واقعات کو ذہن میں محفوظ رکھنا تھا جو اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیے جا رہے ہیں۔ لیکن اس وقت یہ بات ہرگز ذہن میں نہ تھی کہ ان واقعات کی تفصیل یا ان اسفار کی روداد میں کسی اور کو بھی کسی وقت شریک کرنا پڑے گا، یہ تو ایسا ہوا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو دورِ گزشتہ اور ماضی بعید کے بے شمار واقعات قطار باندھ کر سامنے آکھڑے ہوئے اور میں نے مناسب سمجھا کہ انہیں قلم و قرطاس کی گرفت میں لے آؤں تاکہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ نیز یہ بات بھی ذہن میں نہ لائیں کہ پرانے اور بوسیدہ سمجھ کر انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے، یعنی ان واقعات کو بیان کرنے میں خود ان واقعات کی دلجوئی بھی مقصود ہے، انہوں نے میرا اتنا ساتھ دیا کہ طویل عرصے سے ذرہ بھر ادھر اُدھر نہیں ہوئے۔ ان کی قدیم رفاقت کی بنا پر مجھ پر فرض عائد ہوتا تھا کہ ان کی مستقل حفاظت کا کوئی معقول بندوبست کر دوں، چنانچہ بحمداللہ میں نے یہ فرض پورا کر دیا۔

اس سفر سے جو اُوپر بیان کیا گیا، فارغ ہونے کے بعد مولانا عطاء اللہ فیروزپور تشریف لے گئے اور میں گوجرانوالے جا کر حسب سابق اپنی تعلیم میں مصروف ہو گیا۔

اس سے کچھ عرصے بعد (۲۵۔ اگست ۱۹۴۱ء کو) چند کتابیں خریدنے کے لیے لاہور آیا اور دلّی دروازے کی جانب سے کشمیری بازار میں داخل ہوا۔ بازار میں دائیں بائیں کتابوں کی بہت سی دکانیں تھیں۔ اور لوگ کتابیں خرید رہے تھے، لیکن میں کسی دکان پر نہیں رُکا، اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے چلتا گیا۔ سنہری مسجد کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دائیں جانب چھوٹی سی دکان پر بڑی بڑی کالی داڑھی والے صحت مند جوان سر پر ترکی ٹوپی رکھے تنہا بیٹھے ہیں اور کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں نے نہایت ادب سے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے نظر اُوپر اٹھائی اور بے دلی سے سلام کا جواب دیا اور پھر نگاہیں کتاب کے حروف پر جما لیں۔

عرض کیا: چند کتابیں خریدنا چاہتا ہوں۔

بولے: جو کتابیں لینا چاہتے ہو دیکھ لو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے مطلب کی چھ سات کتابیں دیکھیں اور ان کی قیمت پوچھی۔ انہوں نے قیمت بتائی تو عرض کیا۔
کچھ رعایت ہو جائے گی؟
فرمایا: کوئی رعایت نہیں۔
عرض کیا: طالب علم ہوں، گوجرانوالہ سے آیا ہوں اور سیدھا آپ کی دکان پر آیا ہوں، کچھ تو رعایت کیجیے۔
ترش لہجے میں جواب دیا، بازار میں بہت دکانیں ہیں، جہاں سے رعایت ملتی ہیں جا کر لے لو۔
یوں تو ہر گاہک رعایت چاہتا ہے لیکن طالب علم خاص طور پر رعایت کا طالب ہوتا ہے، جو پیسے گھر سے ملتے ہیں، اُس نے کئی جگہ پر خرچ کرنے ہوتے ہیں۔ ڈھیٹ بن کر مسکینوں کی سی شکل بنائے کھڑا رہا کہ شاید ترس کریں اور کچھ رعایت ہو جائے لیکن اُنہوں نے کتاب کے صفحات سے نظر اٹھا کر نہ میری طرف دیکھا اور نہ کسی قسم کی رعایت کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اس زمانے میں لاہور سے گوجرانوالہ کا کرایہ چار آنے تھا۔ عرض کیا آٹھ آنے تو میرا آنے جانے کا کرایہ ہی خرچ ہو گیا۔ اس کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اتنے میں میرے دائیں اور بائیں جانب سے آواز بلند ہوئی۔ "السلام علیکم"
دکاندار نے آواز سنتے ہی کتاب بند کر دی۔ کھڑے ہو کر انتہائی ادب سے سلام کا جواب دیا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔
میں نے دیکھا تو وہ میرے اُستادِ محترم مولانا عطاء اللہ حنیف اور کرم فرما مولانا حکیم عبداللہ روڑی والے تھے۔
انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: "تم کہاں"؟
دکاندار سے مصافحہ کرنے سے پہلے نہایت شفقت سے ان میں سے ایک نے میرے دائیں کندھے پر اور دوسرے نے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے ان کو جھک کر سلام کیا۔ دکاندار انہیں اندر لے گئے اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کو شربت پیش کیا گیا اور ساتھ مجھے بھی پلایا گیا۔ اب دکاندار مجھ پر مہربان تھے۔
یہ دکاندار تھے معروف اہلحدیث عالم حافظ محمد یوسف گکھڑوی اور دکان تھی مشہور پبلشر شیخ محمد اشرف کی۔ شیخ صاحب کا دفتر تو سنہری مسجد کے سامنے ایک بلڈنگ کی دوسری منزل میں تھا اور وہیں ملک اور بیرونِ ملک سے آرڈر آتے تھے، جن کی تعمیل کی جاتی تھی۔ لیکن یہ دکان کشمیری بازار میں تھی، جس میں بازار میں آنے جانے والے گاہکوں کے لیے چھوٹی بڑی کتابیں رکھی گئی تھیں اور ان کی فروخت کا انتظام حافظ محمد یوسف صاحب کے سپرد تھا۔
حافظ صاحب نہایت نیک اور پرہیزگار بزرگ تھے، صاف دل اور پاکیزہ خصال ـــ ان کا لب و لہجہ ہی کچھ ایسا تھا کہ سننے والے کو سختیٔ کلام کا گمان گزرتا تھا ورنہ طبیعت کے بہت اچھے تھے۔ میں لاہور آیا اور پہلے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی نظامت دفتر سے اور پھر اخبار "الاعتصام" کے اجراء کے بعد اس سے وابستہ ہوا تو مجھ سے وہ بے حد مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ گرمیوں کے دن تھے کہ مجھ سے ملاقات کے لیے گوجرانوالہ سے لاہور تشریف لائے۔ میں اس دن چھٹی پر تھا اور اپنے گاؤں چلا گیا تھا، گرم موسم میں میرے گاؤں پہنچے اور رات وہیں رہے۔

مجھے وہ "چوہدری صاحب" کہا کرتے تھے اور انتہائی خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے۔ انہوں نے ۷ مئی ۱۹۸۰ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی۔ مجھے پتہ چلا تو ریڈیو پاکستان لاہور سے ان کی خبرِ وفات نشر کرائی اور نمازِ جنازہ کے وقت کا اعلان کرایا۔ اس کے بعد گوجرانوالہ گیا اور نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔ بہت بڑا جنازہ تھا۔ نمازِ جنازہ مولانا عبدالرشید (رام گڑھ لاہور) نے پڑھائی تھی۔

حافظ محمد یوسف کی دکان سے اُٹھے تو حکیم عبداللہ صاحب اور مولانا عطاء اللہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ آج تم ہمارے پاس رہو، کل گوجرانوالہ چلے جانا۔ میں نے تعمیلِ ارشاد کی اور ہم تنگ سی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے چینیانوالی مسجد پہنچے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ حکیم عبداللہ صاحب اپنے مسکن (روڑی ضلع حصار) سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی دعوت پر لاہور تشریف لائے ہیں اور کل (۲۶۔ اگست ۱۹۴۱ء کو) اس اجلاس میں شریک ہو رہے ہیں جو مولانا مودودی نے اپنے مکان پر بلایا ہے۔ وہ روڑی سے فیروزپور پہنچے اور مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملے جو ان دنوں وہاں اقامت گزیں تھے، وہاں سے یہ دونوں حضرات اجلاس میں شرکت کے لیے لاہور آئے۔

رات ہم مسجد چینیانوالی میں رہے اور دوسرے دن اسلامیہ پارک میں مولانا مودودی کے مکان پر پہنچے۔ یہ جماعتِ اسلامی کا تاسیسی اجلاس تھا، اس سے قبل مولانا مودودی کی تحریریں تو ہم نے پڑھی تھیں، لیکن ان کی زیارت کا پہلی دفعہ موقع ملا تھا، میں اجلاس میں مولانا عطاء اللہ صاحب اور حکیم عبداللہ صاحب کے درمیان میں بیٹھا تھا۔ مولانا مودودی کا حلیہ اور وہ لباس جو اُس وقت پہنے ہوئے تھے، اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

گورا اور سُرخ رنگ، موٹی موٹی چمک دار آنکھوں پر نظر کی عینک، بھرے ہوئے چہرے پر پھیلی ہوئی اتنی سی چھوٹی چھوٹی داڑھی جیسے یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک حصولِ ثواب کی غرض سے شیو بڑھالی گئی ہو۔ ننگا سر اور اس پر انگریزی کٹ کے سیاہ گھنے اور قدرے بڑے بال، گھٹا ہوا جسم اور میانہ قد ــ علی گڑھی طرز کا کھلے پائینچے کا سفید لٹھے کا پاجامہ، باریک ململ کا تازہ استری کیا ہوا کرتہ اور کرتے کے نیچے بغیر بازو کے بنیان جو کرتے کے اندر سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

اس سے پہلے کبھی کسی ایسے عالمِ دین اور مبلّغِ اسلام کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، جس کی داڑھی اور سر کے بال مولانا مودودی کے سے ہوں اور جو اپنے سوا ہر شخص کے اسلام کو محلِ نقد و اعتراض ٹھہراتا ہو۔

اجلاس میں جماعتِ اسلامی سے منسلک ہونے والوں کی "درجہ بندی" ہوئی تو حکیم عبداللہ صاحب دائرہ رکنیت میں --- اور مولانا عطاء اللہ صاحب زمرۂ متفقین میں شامل ہوئے اور اس بندۂ عاجز نے ہمدردوں کی فہرست میں نام لکھوایا ــ بعد ازاں حکیم صاحب تو زندگی کے آخری دَم تک رکن رہے، لیکن مولانا عطاء اللہ صاحب کو ہمیشہ اسی اسلام سے اتفاق رہا اور وہ عمر بھر اسی پر عامل رہے جو اللہ اور اس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسلام تھا اور یہ نعیر جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والوں کا اس وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہمدرد تھا، اب بھی ہمدرد ہے۔ اس موضوع کی ضروری تفصیلات ایک طویل مضمون میں لکھ چکا ہوں جو اکتوبر ۱۹۹۱ء کے "قومی ڈائجسٹ" (لاہور) میں شائع ہوا۔ اس مضمون کی اکثر قارئین نے ازراہِ کرم بہت تحسین کی اور جماعت اسلامی کے بعض حضرات نے اپنے خاص الخاص اسلام کی روشنی میں حسبِ عادت اس پر برہمی کا اظہار فرمایا۔ ان کے اظہارِ برہمی کے بعد میرا ان سے جذبۂ ہمدردی اور بڑھ گیا۔ اللّٰھم زد فزد۔ یعنی اللہ ان کی برہمی (یا بے رحمی) میں اضافہ فرمائے اور ہماری ہمدردی میں۔۔!

۱۹۳۸ء کے آغاز سے اگست ۱۹۴۷ء تک کم و بیش دس سال مولانا عطاء اللہ صاحب فیروزپور رہے۔ اس اثنا (۱۹۴۶ء) میں وہ حضرت صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور کے کہنے پر اوڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) تشریف لے گئے تھے، وہاں ایک سال دارالعلوم تعلیم الاسلام میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمتِ درسِ حدیث سرانجام دی۔ لیکن اس ایک سال کے عرصے میں ان کے اہل و عیال بدستور فیروزپور ہی میں اقامت گزیں رہے۔

یہاں چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کی اپنے شاگردوں کے بارے میں ایک خواہش یہ ہوتی تھی کہ ان کا اُردو اور عربی خط اچھا ہو، جس کا خط اچھا ہوتا اس کی وہ تعریف کرتے۔ اپنے اساتذہ کرام اور علمائے عظام کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی وہ عام طور پر فرمایا کرتے تھے کہ فلاں بزرگ کا خط بہت اچھا ہے۔

فیروزپور کے محلہ "باولی رام دیال" میں مولانا کے بالکل ساتھ والے مکان میں، جو انہی کے مکان جیسا تھا اور اسی مالک کا تھا، ایک خوش نویس رہتے تھے، جن کا نام ثناء اللہ تھا۔ وہ لمبے تڑنگے خوش پوش اور خوبرو جوان تھے اور ضلع فیروزپور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں الہ آباد کے رہنے والے تھے، مسلکاً اہل حدیث تھے۔ فیروزپور سے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایک ہفت روزہ اخبار "زمیندار" نکلتا تھا، ثناء اللہ صاحب اس کی سرخیاں لکھا کرتے تھے۔ اس اخبار کا دفتر دہلی دروازے سے باہر تھا اور وہیں اس کا پرنٹنگ پریس تھا، جس میں وہ چھپتا تھا۔

ثناء اللہ صاحب بڑے ٹھاٹھ سے رہتے تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا کے کہنے پر انہوں نے مجھے اور سلیمان انصاری کو اپنا شاگرد بنا لیا اور حکم دیا کہ عصر کے بعد آیا کرو اور مجھ سے اصلاح لیا کرو۔ ہم نے ایک ایک آنے کی دو تختیاں خریدیں اور ایک ایک پیسے کی "گاچی" لی جو خدا جھوٹ نہ بلوائے ہم اگر باقاعدگی سے روزانہ ایک ایک دفعہ تختیاں پوچتے "تو دو مہینے کے لیے کافی ہوتی۔ ایک ایک پیسے کی کالی سیاہی اور دو دو پیسے کی شیشے کی دو دواتیں خریدیں۔ اس تمام سامانِ اصلاحِ خط پر ہمارے دو دو آنے خرچ ہوئے۔

اب ہم دونوں ثناء اللہ صاحب کی شاگردی میں داخل ہوئے۔ مولوی سلیمان انصاری کا خط پہلے بھی اچھا تھا، انہوں نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور صوفیا کی اصطلاح میں کہنا چاہیے اچھی خاصی ریاضت کی، جس کے نتیجے میں ان کا خط اور نکھر گیا۔ لیکن میں جس طرح دیگر معاملات میں غیر مستقل مزاج ہوں، اس معاملے میں بھی اپنی وضعداری پر قائم رہا۔ تاہم اس چند روزہ غیر ارادی بلکہ جبری حاضری سے اپنا خط بھی ماشاءاللہ اتنا اچھا ہو گیا کہ اللہ کی مہربانی سے مجھے اپنا لکھا ہوا پڑھنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد سلیمان انصاری کا ذکر پہلے بھی تین چار دفعہ آچکا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے بفضلِ خدا یہ "سکّہ بند" مولانا ہیں اور ہفت روزہ **الاعتصام** کے مدارالمہام ہیں یا یوں کہیے کہ **الاعتصام** کی "مہارالانتظام" ان کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب سے متعلق چھوٹی بڑی بے شمار باتیں تیزی کے ساتھ ذہن میں گردش کرنے لگی ہیں اور ایک بات بیان کی جاتی ہے تو اس کی تہہ سے دوسری بات نکل آتی ہے۔ معذرت خواہ ہوں کہ اس طرح گزارشات کا سلسلہ طویل ہوتا جارہا ہے۔

انہوں نے ریاست فریدکوٹ کی سکونت ترک کردی تھی، لیکن وہاں کے لوگوں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں بدستور قائم رہیں اور وہ ان کے دکھ سکھ میں باقاعدہ شریک رہے۔ بالخصوص کوٹ کپورے کے باشندوں سے انہوں نے ہمیشہ سلسلۂ علائق استوار رکھا۔ ان کے گھریلو معاملات سے لے کر سیاسیات تک میں وہ دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔

دوسری جنگِ عظیم جو ستمبر ۱۹۳۹ء سے ستمبر ۱۹۴۵ء تک چھ سال جاری رہی تھی، ختم ہوئی تو ہندوستان کی ریاستوں میں تحریکِ آزادی کی بڑی سخت لہر شروع ہوگئی تھی۔ ہماری ریاست فریدکوٹ میں بھی اس لہر کے آثار نمودار ہوئے۔ چنانچہ وہاں کی پرجامنڈل کے ارکان نے میدانِ عمل میں نکلنے کا فیصلہ کیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب اس وقت فیروزپور میں تھے اور میں مرکز الاسلام میں خدمتِ تدریس انجام دیتا تھا۔ میرا تعلق اپنی ریاست کی پرجامنڈل سے تھا، جس میں سکھ، مسلمان، ہندو سب شامل تھے۔ ایک میٹنگ میں ہم نے تحریک چلانے کے لیے تاریخ اور دن کا تعیّن کیا۔ ریاستی حکومت کو پتہ چلا تو دفعہ ۱۴۴ لگادی گئی اور جلسے جلوس کا انعقاد ممنوع قرار دے دیا گیا۔ فریدکوٹ کا ریلوے سٹیشن اور اس کے ارد گرد کا کچھ علاقہ ریاستی حکومت کے دائرۂ حدود سے باہر انگریزی علاقے میں تھا۔ سخت گرمی اور حبس کا موسم تھا، ہم نے اسٹیشن کے قریب درختوں کے نیچے ڈیرہ لگا لیا۔ اچانک مولانا عطاء اللہ صاحب بھی فیروزپور سے وہاں آگئے (فیروزپور وہاں سے اکیس میل کے فاصلے پر تھا) ان کو دیکھ کر ہمیں تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی۔

پانچ آدمیوں کا پہلا جتھا جو ریاست کی حد میں داخل ہوکر ۱۴۴ توڑنے کے لیے روانہ ہوا، اس میں مَیں بھی شامل تھا۔ ہمیں گرفتار کرکے جیل بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد تحریک شروع ہوگئی جو کافی عرصہ جاری رہی۔ ہم لوگ تو جیل میں تھے لیکن مولانا تیسرے چوتھے دن فیروزپور سے تشریف لاتے رہے۔

اس تحریک کے آغاز سے چند روز پہلے دہلی میں جمعیّت علمائے ہند کے مرکزی دفتر میں ملکی انتخابات کے سلسلے میں ایک میٹنگ ہوئی تھی، جس میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ بھی شامل ہوتے تھے اور یہ بندۂ عاجز بھی اس میں شریک تھا۔ ہم اکٹھے دہلی گئے۔ اور اکٹھے ہی وہاں سے آئے تھے۔ دہلی میں چار پانچ دن ہمارا قیام رہا۔ اس اثنا میں مولانا نے ہمیں دہلی کے بہت سے مقامات کی سیر کرائی اور بہت سے اہلِ علم سے ملایا۔

جماعت غرباء اہلِ حدیث کی مسجد اور مدرسے میں جانے کا اتفاق بھی انہی دنوں ہوا۔ یہ مسجد دہلی کے صدر بازار میں تھی اور ہم نے وہاں مغرب کی نماز پڑھی تھی۔ اس موقعے پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جماعت شروع ہوئی تو میرے اور مولانا عطاء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحبؒ کے درمیان ایک صاحب کھڑے تھے۔ میں ان کے دائیں جانب تھا، اُنہوں نے اس انداز میں میرے پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانے کی کوشش کی کہ میں پریشان ہو گیا۔ ہم اتنے ولی اللہ تو کبھی نہیں ہوئے کہ نماز میں دنیا کا کوئی خیال دل میں نہ آئے اور متوجہ الی اللہ رہیں، لیکن اس دن تو یہ ہوا کہ فقط وہی صاحب توجہ کا مرکز قرار پا گئے۔ نماز ختم ہوئی تو میں نے ان کی طرف گھور کر دیکھا اور پنجابی میں کہا: کیا پاؤں سے پاؤں ملانے کا یہی شرعی طریقہ ہے جو آپ نے اختیار فرمایا ہے؟

انہوں نے اس کے جواب میں مجھ سے پنجابی میں سوال کیا:

"تسیں کتھوں دے رہن والے ہو؟"

اس کے فوراً بعد اُن سے مولانا عطاء اللہ صاحب مخاطب ہوئے۔

یہ صاحب مولانا عبدالرحمٰن تھے جو دراصل ضلع فیروز پور کے شہر "موگا" کے رہنے والے تھے، مگر طویل عرصے سے دہلی میں اس مسجد میں مقیم تھے اور ان کا تعلق جماعت غرباء اہل حدیث سے تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے وہ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ نماز کے بعد وہ ہمیں اپنے کمرے میں لے گئے۔ پہلے پانی پلایا پھر کھانا کھلایا، اس کے بعد چائے پلائی۔ خالص دیہاتی انداز کی میری گستاخانہ حرکت سے وہ بہت محظوظ ہوئے۔ حالانکہ یہ حضرات اس قسم کے معاملات میں بڑے نازک مزاج بلکہ سخت مزاج واقع ہوئے ہیں۔ یہ ان کی مہربانی تھی کہ اس فقیر کے ناروا الفاظ پر خوش گوار ردِّ عمل کا اظہار کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ۱۹۴۶ء میں صوفی عبداللہ مرحوم کی درخواست پر مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اوڈانوالے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں وہ آزادیٔ ملک (یعنی ۱۹۴۷ء) تک ایک سال قیام پذیر رہے۔ ہمارے دینی مدارس کا تعلیمی سال دس پندرہ شوال سے لے کر دس پندرہ شعبان تک چلتا ہے۔ ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء کا تعلیمی سال شمسی حساب سے جولائی (۱۹۴۷ء) کے آغاز میں ختم ہو گیا تھا۔ اس اثنا میں وہاں ان سے کن کن حضرات نے کون کون سی کتابیں پڑھیں، اس کا مجھے علم نہیں۔ البتہ مولانا محمد صادق خلیل کا شمار ان کے اس دَور کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انہی دنوں ایک مرتبہ وہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے ساتھ ہمارے ہاں کوٹ کپورے گئے تھے۔ یہ ان کے آغازِ شباب کا زمانہ تھا۔ میرا ان سے تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ ان کا تعلق اوڈانوالہ سے ہے اور یہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہیں۔ اس وقت سے اب تک صادق صاحب سے میرے پُرخلوص دوستانہ مراسم ہیں۔

اوڈانوالہ اور ماموں کانجن وغیرہ مقامات سے تعلق رکھنے والے مولانا عطاء اللہ صاحب کے اہلِ علم معتقدین میں سے جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے مہتمم و منتظم مولانا عبدالقادر ندوی کا اسم گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ وہ ہمیشہ ادب و احترام سے ان کا نام لیتے اور انتہائی تکریم کے لہجے میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں داخل ہوئے تھے اور اوڈانوالہ سے فیروز پور آکر مولانا سے سیّد سلیمان ندویؒ کے نام داخلے کے لیے سفارشی خط لیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالقادر صاحب جب سفارشی خط کے لیے مولانا عطاء اللہ صاحب کے ہاں فیروز پُور کی مسجد گنبد والی میں گئے، اس وقت ان کے پاس جھوک دادو (متصل تاندلیانوالہ) کے حافظ محمد زکریا مرحوم بیٹھے تھے، جنہوں نے علمِ صرف کی مشہور کتاب "زرادی" کا اُردو ترجمہ کیا تھا اور وہ مولانا سے "زرادی" کے مصنّف کے بارے میں دریافت فرما رہے تھے۔

عبدالقادر صاحب کو مولانا نے سیّد سلیمان ندوی مرحوم و مغفور کے نام خط لکھ کر دیا، وہ لکھنؤ پہنچے تو سیّد صاحب نے خط پڑھ کر فوراً ان کو ندوے میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد جب بھی سیّد صاحب دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) جاتے، عبدالقادر صاحب سے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے بارے میں ضرور پُوچھتے کہ ان کا کیا حال ہے۔

فیروز پُور میں مولانا عبدالقادر صاحب کی بحیثیّت طالب علم کے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے یہ پہلی ملاقات تھی جس سے وہ نہایت مُتاثّر ہوئے اور یہ تأثّر ان کے ذہن پر ہمیشہ قائم رہا۔

مولانا عبدالقادر ندوی نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ایک دفعہ بتایا کہ وہ ان کی سفارش پر دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں داخل ہوئے تھے۔

یہاں مجھے چند لفظوں میں علمائے احناف اور علمائے اہلِ حدیث کے شاگردوں میں فرق بیان کرنے کی اجازت دیجیے۔ کم و بیش بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک دن مَیں فیصل آباد میں مولانا محمد اسحاق چیمہ کی دکان پر بیٹھا تھا۔ ان کی دکان اس زمانے میں منٹگمری بازار کے باہر سرکلر روڈ پر تھی۔ وہاں ایک صاحب کی موجودگی میں (جن کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اوڈانوالہ میں وہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے پڑھتے رہے ہیں) مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے قیامِ اوڈانوالہ کا تذکرہ ہوا، گفتگو میں وہ صاحب ہمارے مخاطب نہیں تھے، لیکن اُنہوں نے جس انداز میں دخل انداز ہو کر مولانا کے متعلق اظہارِ رائے فرمانا شروع کیا، اُس سے مجھے تو جو تکلیف ہوئی سو ہوئی خود چیمہ صاحب نے اس سے ذہنی کوفت محسوس کی۔ مَیں نے ان صاحب سے کہا، ہم آپ سے مخاطب نہیں ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائے رکھیں؟

ایک اور صاحب کے بارے میں سُنیے، جنہیں مَیں ۱۹۴۱ء سے جانتا ہوں، اُس وقت مَیں گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شامل تھا، وہ صاحب بھی وہیں تھے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ اَب وہ جماعت اہلِ حدیث کے ایک خاص گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا ممدوح کے یہ "شاگردِ رشید" کبھی اُستادِ محترم سے ہم کلام نہیں ہوئے تھے، یہاں تک کہ اُنہوں نے کبھی اُستاد کو سلام بھی نہیں کیا تھا اور اُستاد بھی ہمیشہ ان سے شاکی رہتے تھے۔

اسی طرح قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں ایک صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے استفادہ کیا لیکن بعد میں اُنہوں نے مولانا سے متعلق جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دِہ تھا۔ مَیں ہرگز اس بات کا حامی نہیں کہ اس قسم کے لوگوں کی نسبتِ تلمّذ ان عالی مقام حضرات کی طرف کی جائے۔

اِن کے مقابلے میں علمائے احناف کے تلامذہ کو دیکھیے، وہ بے شک کسی عمر کو پہنچ جائیں اور کتنے بھی بڑے دینی یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیوی مناصب پر ان کی رسائی ہو جائے ، وہ اپنے اساتذہ سے بہ درجہ غایت احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اور "حضرت حضرت" پکارتے ہوئے ان کی زبانیں خشک ہو ہو جاتی ہیں ۔ لیکن اکثر اہل حدیث علما اپنے اساتذہ کے ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھتے ۔

بے شک بعض معاملات و مسائل میں بعض اوقات شاگرد کو اُستاد کے نقطۂ نظر سے اختلاف ہوتا ہے اور کسی وقت اس کے اظہار و بیان کی نوبت بھی آجاتی ہے لیکن اُس کا ایک خاص ڈھنگ ہوتا ہے اور ایسے مواقع پر ایسا نہج کلام اختیار کیا جاتا ہے کہ بات بھی کہہ دی جائے اور اُستاد کا احترام بھی برقرار رہے ۔

آیئے اب آزادی کے دور میں داخل ہوتے ہیں ۔

یوں تو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ہی برّ صغیر کے سیاسی حالات تشویش ناک صورت اختیار کر گئے تھے اور فضا پر خونی گھٹائیں چھا گئی تھیں لیکن ۱۴ اگست کے بعد تو معاملہ بالکل بدل گیا تھا ۔ ہماری ریاست فرید کوٹ میں بھی ملک کے دوسرے شہروں اور علاقوں کی طرح شدید نازک حالات پیدا ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا ۔

ملک کی ریاستوں سے متعلق امور پر غور کرنے کے لیے آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ کا اجلاس اس کے صدر منظر عالم صاحب نے ۱۱ اگست کو دہلی کے عریبک کالج میں منعقد کیا ۔ اس میں شرکت کے لیے ریاست فرید کوٹ کے تین آدمیوں کو دعوت دی گئی تھی ۔ عبدالرشید کو ، قاضی عبیداللہ کو ، (جو آج کل فیصل آباد میں مقیم ہیں) اور ان سطور کے راقم کو ۔

ہم میں سے عبدالرشید صاحب واقعی مسلم لیگی تھے ، لیکن میرا اور قاضی عبیداللہ کا تعلق مسلم لیگ سے نہیں تھا ۔ ہم وہاں پہنچے تو ریاست نابھہ کی پرجا منڈل کے صدر خواجہ عبدالرشید اور ریاست پٹیالہ کے عبدالرب صاحب بھی وہاں موجود تھے ۔ انہیں بھی اجلاس میں بلایا گیا تھا اور یہ بھی مسلم لیگی نہیں تھے ۔ ان کا تعلق ہماری طرح پرجا منڈل سے تھا ۔ اجلاس میں بعض حضرات نے جن میں ریاست حیدر آباد (دکن) کی اتحاد المسلمین کے ارکان پیش پیش تھے ، تجویز پیش کی کہ اپنی جانیں بچانے کے لیے ہندوستان میں شامل ہونے والی ریاستوں کے مسلمانوں کو کانگرس سے وابستہ ہو کر اپنے گھروں پر اس کا جھنڈا لہرا دینا چاہیے ۔ اس پر کافی بحث و تمحیص ہوئی جس کا یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ یہ اجلاس دو دن جاری رہا ۔

اسی اثنا میں ہم سردار عبدالرب نشتر سے ملے ، وہ ہندوستان کی عارضی حکومت میں شامل تھے اور ان ریاستوں کے معاملات سے بھی ان کا تعلق تھا جو پاکستان کی حدود میں واقع تھیں ۔ سردار صاحب پاکستان کی وزارت کا حلف اٹھانے کے لیے دہلی سے کراچی آنے کی تیاری کر رہے تھے ۔ ان سے اپنی ریاست کے مسلمانوں کے تحفّظ کے سلسلے میں ہم نے بات کرنا چاہی تو فرمایا ، میں کچھ نہیں کر سکتا ، میں کراچی جانے کی جلدی میں ہوں ۔

اس کے بعد سردار پٹیل سے ملے ۔ ملک کے امورِ داخلہ کے وزیر کی حیثیت سے ان کا تعلق ریاستوں سے بھی تھا ، اور وہ ریاستیں ان کے محکمے میں آتی تھیں ، جو ہندوستان کی حدود میں شامل تھیں ۔ انہوں نے ہماری بات سنی اور جواب دیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئندہ ہم راجوں، مہاراجوں اور نوابوں کو ختم کر دیں گے۔ میں آج رات ۸ بجے رام لیلا گراؤنڈ میں تقریر کروں گا، جس میں ریاستوں کے بارے میں کانگرس کی پالیسی کی وضاحت کی جائے گی۔

۱۳۔ اگست کو ہم مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اُس وقت خود بھی سخت پریشان تھے، اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس دن مہاراجہ فریدکوٹ بھی دہلی میں تھا۔ مولانا نے اس سے ٹیلی فون پر بات کی اور فرمایا فریدکوٹ سے آئے ہوئے کچھ مسلمان میرے پاس بیٹھے ہیں اور وہاں کے حالات سے متعلق پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہاں آپ ایسا انتظام کیجیے کہ مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ مہاراجہ نے مولانا سے اپنی ریاست کے مسلمانوں کی حفاظت کا وعدہ کیا اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے یہ وعدہ نباہا

مولانا آزادؒ اُس زمانے میں وزیرِ تعلیم تھے اور وزیر کی حیثیت سے ۲۲ پرتھوی راج روڈ نئی دہلی میں مقیم تھے۔

ان دنوں پورے پنجاب میں آتش و آہن کا کھیل جاری تھا، صرف ریاست فریدکوٹ تھی، جس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ ریاست میں ارائیانوالہ ایک مشہور گاؤں تھا، جس کی تمام آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی اور یہ سب لوگ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے اور خوشحال تھے۔ سکھوں کے ہاتھوں وہاں کے تین مسلمان مارے گئے تھے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ بعد بعض مسلمان فریدکوٹ گئے اور مہاراجہ سے ملے تو مہاراجہ نے خود اُن سے ارائیانوالے کے ان مقتولین کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھے ان کی موت سے بہت افسوس ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ ہماری ریاست کی حدود میں کوئی جانی نقصان نہ ہو، لیکن جو مسلمان مارے گئے تھے، میں نے ذاتی طور پر ان کی موت کے بارے میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ حادثہ خود ارائیانوالہ کے باشندوں کی غلطی سے پیش آیا تھا۔

یہ بات بہت حد تک صحیح تھی۔

۱۴؍ اگست کی صبح کو ہم دہلی سے وطن واپس پہنچے تو دو بجے دوپہر کے قریب مجھے ایک نوجوان ملا، میں اسے نہیں جانتا تھا، اُس نے مجھے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا ایک رقعہ دیا جو چند سطور پر مشتمل تھا اور مولانا نے یہ رقعہ قصور سے بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ حاملِ رقعہ قابلِ اعتماد آدمی ہے۔ اسے میں صرف آپ لوگوں کے لیے قصور سے بھیج رہا ہوں، فیروزپور شہر اور چھاؤنی سے مسلمان تیزی کے ساتھ نکل رہے ہیں، میں بھی وہاں سے آ گیا ہوں اور بچوں کو گوندلانوالہ چھوڑ کر آج یہاں آیا ہوں۔ حالات نہایت خطرناک ہیں، آپ لوگ جس طرح بھی ہو سکے فوراً قصور آ جائیں۔ میں آپ لوگوں کی وجہ سے بہت فکرمند ہوں۔

اس نوجوان نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا اور یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور وہ روزے سے تھا، اس لیے اس نے مجھ سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔

وہ نوجوان خط دے کر اُسی وقت واپس چلا گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ فوجی تھا لیکن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے اُس کی ملاقات کیسے ہوئی اور کیوں ان کے کہنے سے وہ ہمارے ہاں پہنچا؟ اس کا مجھے علم نہیں۔

یہ ۱۴؍ اگست کی بات ہے، لیکن ہم لوگ ۲۱۔ اگست کو صبح چھ بجے بذریعہ ٹرک کوٹ کپورے سے روانہ ہوئے۔ ٹرک میں چھوٹے بڑے کل ایک سو تیس افراد سوار تھے، لیکن میرے والد اور بہت سے عزیز اور رشتے دار ہمارے ساتھ نہیں آئے تھے۔ کوٹ کپورے سے قصور ۴۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ اِدھر اُدھر سے ہوتے ہوئے ہم نے یہ فاصلہ چودہ گھنٹے میں طے کیا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غروبِ آفتاب سے کافی دیر بعد ٹھیک آٹھ بجے قصور پہنچے۔ رات ایک سرائے میں بسر کی۔

یہاں یہ عرض کر دوں کہ ہم میں سے کسی کے پاس چھوٹا موٹا کوئی سامان نہیں تھا بلکہ ہم نے چلتے وقت عام اعلان کر دیا تھا، کہ ہمارے ساتھ وہی شخص جا سکتا ہے جس کے پاس سامان نہ ہو۔ یہ ٹرک سامان لادنے کے لئے نہیں ہے، انسانوں کو لے جانے کے لیے ہے، وہ بچے ہوں، بوڑھے ہوں، مرد ہوں یا عورتیں، جس کو جہاں جگہ ملتی ہے، بیٹھ جائے، اس کے لیے کسی سے اجازت لینے یا پوچھنے کی ضرورت نہیں ـــ ایک سو تیس افراد کے اس پورے قافلے کے پاس جو مختلف خاندانوں اور برادریوں پر مشتمل تھا، چار پانچ گلاس تھے اور ایک دیگچہ ـــ یہ تھا ہمارا کل سامان جو ہم ہندوستان سے پاکستان لے کر آئے تھے۔

بہر حال پاکستان پہنچنے کے دوسرے دن (یعنی ۲۲ - اگست کو) صبح آٹھ بجے ہم مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب سے ان کی کوٹھی پر ملے، وہ ہمیں ایک بہت بڑے مکان میں لے گئے، جس کا نام "کوتہی والی حویلی" تھا۔ یہ حویلی دو منزلہ تھی اور شہباز روڈ پر تھی۔ یہی روڈ کھیم کرن کو جاتی تھی۔

ہمارے اس حویلی میں جانے کے ڈھائی تین گھنٹے بعد مولانا محمد علی قصوری دوبارہ آئے تو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے مولانا عطاء اللہ صاحب سے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

یہ ہیں کوٹ کپورے کے لوگ، جن کو آپ کئی دنوں سے تلاش کر رہے تھے۔

مولانا عبد القادر قصوری اور ان کے صاحبزادوں (مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب) سے مولانا عطاء اللہ صاحب کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ کوٹ کپورے کے زمانۂ قیام میں وہ کئی دفعہ ان حضرات سے ملاقات کے لیے قصور تشریف لائے تھے۔ ایک مرتبہ میں بھی ان کے ساتھ قصور آیا تھا۔ انجمن اصلاح المسلمین کے جلسے میں بھی مولانا کی دعوت پر وہ حضرات کوٹ کپورے تشریف لے گئے تھے۔

اگست ۱۹۴۷ء کا دور انتہائی ہولناک تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون کہاں ہے، دوست دوستوں سے بچھڑ گئے تھے، عزیز عزیزوں سے جدا ہو گئے تھے اور تعلق و رفاقت کے سلسلے اس طرح ٹوٹ گئے تھے کہ بظاہر ان کے جڑنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ہر شخص اپنے ساتھیوں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ مختلف مقامات سے پناہ گزینوں کے لٹے پٹے قافلے آ رہے تھے اور لوگ ان قافلوں میں اپنے دوستوں اور تعلق داروں کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ بھی چند روز قصور میں رہ کر اپنے پرانے ملنے والوں کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہے، کسی کا پتہ چلا، کسی کا پتہ نہ چلا۔ بالآخر وہ گوندلانوالے چلے گئے۔ ان کے زیادہ تر عزیز اور رشتے دار وہیں چلے گئے تھے اور اگست کی ابتدائی تاریخوں میں وہ وہیں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ آئے تھے۔

فیروزپور میں مولانا کا اچھا خاصا کتب خانہ تھا جو تفسیر و حدیث، فقہ و تاریخ، سیرت و سوانح، عقائد و اخلاق اور ادبیات و درسیات وغیرہ بہت سے علوم و فنون پر مشتمل تھا۔ یہ تمام کتب خانہ وہیں رہ گیا تھا۔ اس میں سے صرف تین چار کتابیں وہ اپنے ساتھ لاسکے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہم ٹرک پر قصور پہنچے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ دوسرے دن ہی ہمارا ٹرک وہاں کی پولیس نے اپنے قبضے میں لے لیا، اور بھی دس پندرہ بسیں اور ٹرک اس کے قبضے میں تھے۔ اس کا مقصد ٹرکوں اور بسوں کے ذریعے دور دراز بیٹھے ہوئے لوگوں کو محفوظ مقامات میں پہنچانا اور ان کو کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرنا تھا۔

ہمارے قصور کی مقامی پولیس سے اچھے تعلقات ہو گئے تھے۔ قصور کے ڈی ایس پی کا نام خضر حیات تھا۔ وہ ایک مخلص اور ہمدرد پولیس افیسر تھا، دلیر اور جرأت مند بھی تھا۔ لانبے قد اور متوسط جسم کا وہ ڈی ایس پی بڑا متحرک اور چاق و چوبند تھا۔ اس نے مہاجروں کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا ضرور اجر دے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا سفرِ آخرت اختیار کر گیا ہے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس شخص کا اس سے واسطہ پڑتا تھا، وہ مطمئن ہو کر واپس جاتا تھا۔ قصور اس وقت ضلع لاہور کی تحصیل تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ تقسیم کے بعد ابھی تک قصور سے فیروز پور آنے جانے کے لیے پولیس افسروں اور فوجیوں پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہمارا ٹرک ڈی ایس پی کے قبضے میں تھا اور وہ ہماری بڑی مدد کرتا تھا۔

ایک دن میں نے اس سے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کا کتب خانہ فیروز پور میں رہ گیا ہے، اگر ہو سکے تو وہاں جانا چاہیے، ممکن ہے پورا کتب خانہ یا اس کا کچھ حصہ محفوظ ہو اور وہ ہمیں مل جائے۔ یہ اگست کے آخری دنوں کی بات ہے اور جب میں نے اس سے یہ تذکرہ کیا، اس وقت شام کے پانچ بجے ہوں گے۔

میں سرکاری اہل کاروں بالخصوص پولیس والوں کی تعریف کرنے میں بہت محتاط بلکہ کنجوس ہوں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ شخص قابلِ تعریف تھا اور بڑے دل گردے کا مالک تھا۔ اس نے میری بات غور سے سنی اور کہا:۔

آپ اس مکان پر ہمیں لے جا سکتے ہیں؟

میں نے کہا: یقیناً لے جا سکتا ہوں۔

بولا: بھول تو نہیں جائیں گے؟

میں نے جواب دیا: بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس نے چند لمحوں کے بعد کہا: آج نمازِ مغرب کے بعد سات بجے یہاں سے فیروز پور کے لیے روانہ ہوں گے۔

چنانچہ اس نے ملٹری والوں سے بات کی۔ چار پانچ آدمی ملٹری کے اور چار پانچ پولیس والے تیار کیے۔

ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق سورج غروب ہونے کے کافی دیر بعد ٹھیک سات بجے قصور سے روانہ ہوئے۔ ٹرک ہمارا اپنا تھا، جسے محمد علی صاحب چلا رہے تھے، جنہوں نے اپریل ۱۹۸۸ء کو کراچی میں وفات پائی، ڈرائیور کے ساتھ بائیں جانب میں بیٹھا، میرے ساتھ محمد زکریا بیٹھے، جو میرے عزیز ہیں اور جڑانوالہ میں مقیم ہیں۔ ان کے ساتھ ڈی ایس پی بیٹھا تھا جو وردی میں تھا اور اس کے ہاتھ میں چھ گولی کا بھرا ہوا ریوالور تھا۔ یعنی ڈرائیور سمیت ہم چار آدمی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے۔ ملٹری اور پولیس کے دس مسلح جوان پیچھے چاروں طرف کھڑے تھے۔ قصور کے پولیس تھانے سے کتابیں ڈالنے کے لیے پندرہ سولہ بوریاں ہم نے ٹرک میں رکھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی تھیں۔

مشرقی پنجاب سے براستہ فیروز پور پاکستان آنے والے قافلوں کا زور اب ٹوٹ چکا تھا اور سڑک پر آمدورفت کم تھی۔ قصور سے فیروز پور پندرہ میل اور دریائے ستلج کا ہیڈ حسینی والا گیارہ میل کے فاصلے پر ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں پاکستان کی سرحد ختم ہوتی ہے۔ وہاں تک سڑک کے دونوں جانب مشرقی پنجاب سے آنے والے پناہ گزینوں کے قافلے دُور تک بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔

تقریباً آدھ گھنٹے میں ہم ہیڈ حسینی والا پہنچے تو پاکستان اور ہندوستان کی مشترکہ ملٹری کے جوان وہاں کھڑے تھے۔ انہوں نے ہمیں روکا، ہم نے فیروز پور جانے کی وجہ بیان کی تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور ہمیں آگے جانے کے لیے راستہ دے دیا۔ دریا کا پُل عبور کر کے پانچ چھ منٹ میں ہم فیروز پُور شہر میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے ریل کے پھاٹک سے واسطہ پڑا، وہ کھُلا تھا، شہر میں بالکل سناٹا۔ بائیں طرف ریلوے سٹیشن تھا، لیکن ہمیں وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ چند قدم آگے دائیں جانب سبزی منڈی کا بڑا دروازہ تھا۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ آٹھ بجے ہوں گے۔ لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شہر میں دیو پھر گیا ہے۔ ہُو کا عالم۔ کوئی متنفس نظر نہیں آ رہا تھا۔ سبزی منڈی کے قریب ایک انسانی لاش پڑی تھی۔ سڑک پر اور اس کے اردگرد کاغذ بکھرے ہوئے تھے اور غلاظت کے ڈھیر نظر آ رہے تھے۔

تھوڑا سا آگے بڑھے تو سامنے ملتانی دروازہ اداس اور پژمردہ شان کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا اور وہاں دونوں ملکوں کی مشترکہ فوج کے سپاہی ہاتھوں میں بندوقیں لیے کھڑے تھے۔ ہم چند لمحے وہاں رُکے۔ ڈی ایس پی نے آنے کا سبب بتایا تو فوجیوں نے آگے جانے کا اشارہ کیا۔

وہاں سے ہم قصوری دروازے کی طرف گھُومے اور پھر گنبدانوالی مسجد سے تھوڑا سا آگے بائیں جانب ٹرک کھڑا کر دیا۔ گلیوں میں جگہ جگہ چیتھڑے سے بکھرے پڑے تھے اور صاف پتہ چلتا تھا کہ وسیع پیمانے پر لُوٹ کھسوٹ ہوئی ہے۔

تین مسلح آدمی ٹرک میں کھڑے کر دیے گئے۔ ڈی ایس پی آگے، میں، محمد علی اور زکریا اس کے پیچھے۔ فوجی اور پولیس والے ہمارے اردگرد جو تھری ناٹ تھری کی بھری ہوئی رائفلوں کا رُخ اُوپر مکانوں کی طرف کیے ہوئے تھے۔ کسی کسی مکان کی دوسری یا تیسری منزل میں کوئی روشنی دکھائی دیتی تھی، زیادہ تر گلیاں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پورے شہر میں نہ کوئی دکان نظر آئی، نہ کوئی آدمی دیکھا اور نہ کسی کی آواز کان میں پڑی۔

میری نشان دہی پر فوج اور پولیس والے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے مکان پر پہنچے۔ تین چار ٹارچیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور وہ نہایت چوکس تھے۔ ڈی ایس پی نے آہستہ سے دروازے کو ہاتھ لگایا تو ایسے معلوم ہوا کہ اندر سے بند ہے۔ پھر تھوڑا سا کھٹکھٹایا لیکن کوئی آواز نہیں آئی۔ بعد ازاں زور سے دھکّا دیا تو دروازہ کھُل گیا۔ غالباً اندر کی طرف دروازوں پر کسی نے تین تین چار چار اینٹیں رکھ دی تھیں۔ دو آدمیوں کو باہر کھڑا کر کے باقی لوگ مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ مکان بالکل خالی تھا۔ نہ کوئی کتاب، نہ سامان، نہ برتن۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ پھٹے ہوئے کاغذ جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ کتابوں کی جلدوں کے چار پانچ گتّے بھی پڑے تھے۔ مکان کی چھت پر گئے تو وہاں کوئی کتاب نہ تھی، کچھ کاغذ اور چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔

مایوس ہو کر اسی طرح گلیوں میں سے گزرتے ہوئے وہاں آئے، جہاں ٹرک کھڑا کیا تھا۔ چند قدم پر گنبد والی مسجد تھی۔ اب اس کی طرف رُخ کیا کہ شاید یہاں قرآن مجید مل جائیں۔ لیکن وہاں بھی کوئی شئے نہ تھی۔ کتابیں ڈالنے کے لیے بوریاں ہمارے ہاتھوں میں تھیں۔

تقریباً گیارہ بجے ہم واپس قصور پہنچ گئے۔

میرے پاس کوٹ کپورے میں چار پانچ سو کتابیں تھیں۔ میرے والد ہمارے آنے سے کئی دن بعد ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تھے اور کتابیں اور گھر کا تمام سامان ایک سکھ کے حوالے کر آئے تھے، جس کا نام "ہرنام سنگھ" تھا اور ہمارے نزدیک وہ قابلِ اعتماد آدمی تھا اور واقعی "گورو کا سکھ" تھا۔ ایک دن میں نے اس کا ذکر خضر حیات ڈی ایس پی سے کیا تو اُس نے کہا، کسی دن وہاں جانے کا پروگرام بنا لیں گے اور کتابیں لے آئیں گے، لیکن میں نے خود ہی وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔ دل میں خیال یہ آیا کہ ہرنام سنگھ کتابیں نہیں دے گا۔ وہ کہے گا کہ حکومت کے لوگ آئے اور تمام کتابیں میرے گھر سے اُٹھا کر لے گئے، وہ سمجھے گا کہ اگر کتابیں دی گئیں تو دوسرا سامان بھی دینا پڑے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آزادی کے بعد میں تو آج تک ہندوستان نہیں گیا۔ کچھ عرصے بعد جب حالات اعتدال پر آ گئے تو میرے بعض عزیز وہاں گئے، اُنہوں نے ہرنام سنگھ سے کتابوں کی بات کی تو اُس نے یہی جواب دیا کہ آپ لوگوں کے جانے کے بعد حکومت کے لوگ آئے، ہمارے گھروں کی تلاشیاں لیں اور تمام سامان اور کتابیں وغیرہ جو آپ ہمارے گھروں میں رکھ گئے تھے اٹھا کر لے گئے۔

ہرنام سنگھ سے کہا گیا کہ ہمیں سامان کی ضرورت نہیں، صرف کتابوں کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء کے پہلے ہفتے میں ہم لوگ جڑانوالہ (ضلع فیصل آباد) کے قریب ایک گاؤں (چک ۵۳ گ ب منصور پور) میں جا کر آباد ہو گئے۔ اُس زمانے میں "آبادکاری" کو "عارضی مستقل آبادکاری" کہا جاتا تھا اور الاٹ منٹ کا نام "عارضی مستقل الاٹ منٹ" تھا۔

ان دنوں ہمارے گھر میں صرف ایک چارپائی تھی جو کہیں سے مل گئی تھی۔ ایک لحاف تھا جو گاؤں کے بیت المال سے ہمارے گھر پہنچا دیا گیا تھا اور غالباً سوت کے بنے ہوئے دو پرانے "کھیس" تھے۔ دو یا تین گلاس تھے اور ایک چھوٹا سا دیگچہ۔ گلاس اور دیگچہ کوٹ کپورے سے ہمارے ساتھ آئے تھے۔ نیچے ہم "پرالی" بچھا کر سوتے تھے۔

مکان کچا تھا، لیکن نیا تھا۔ اس کے باہر کے دروازے پر لال رنگ کا بڑا سا "گانا" لٹک رہا تھا جو اس بات کی علامت تھا کہ یہ مکان نیا بنا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن شام کے بعد پُوری شان سے ہم اپنے گھر میں پرالی پر بیٹھے تھے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان تھے، تعارف کرانے پر پتہ چلا کہ ان کا نام محمد یحیٰی حصاری ہے اور یہ اصلاً ضلع حصار (موجودہ صوبہ ہریانہ) کے کسی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ یہ وہی محمد یحیٰی حصاری تھے جو بعد میں مولانا محمد یحیٰی شرق پوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ مولانا عطاء اللہ صاحب کے شاگرد ہیں، لیکن اُنہوں نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے کون سی کتابیں پڑھیں اور کہاں پڑھیں، اس کا مجھے علم نہیں۔ میں نے ان کو اُسی دن دیکھا تھا۔ اس کے بعد تو ان سے بڑے مراسم پیدا ہو گئے تھے۔ ملک حسن علی جامعی سے کہہ کر مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے ہی شرق پور میں ان کے قیام کا انتظام کیا تھا۔

ہمارے گاؤں میں ہمارے علاقے اور شہر کے لوگ ہی آباد ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا پہلے سے اُن سے تعلق تھا، وہ ان سب سے ملے اور پرالی کے اسی بستر پر ہمارے گھر میں سوئے، جس پر ہم سوتے تھے۔ دو دن وہ ہمارے ہاں رہے۔

اس سے چند روز بعد ان سے ملاقات کے لیے میں نے گوندلانوالے کا پروگرام بنایا۔ پہلے گوجرانوالے گیا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سے ملا۔ کوٹ کپورے کے کچھ لوگ آزادی کے بعد گوجرانوالے چلے گئے تھے۔ وہ ہمارے گاؤں گئے تو مجھے بتایا کہ وہ مولانا اسماعیل صاحب ملے تھے۔ اپنا قدیم مسکن بتانے پر ان سے مولانا نے اس عاجز کے متعلق پُوچھا تھا کہ اس کا کیا حال ہے اور کہاں ہے؟ ان کو میری خیر و عافیت کا پتہ چلا تو خوش ہوئے تھے۔ یہ اس فقیر پر ان کی شفقت کا اظہار تھا۔ اب میں گوجرانوالے جا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو بے حد خوش ہوئے۔

گوجرانوالے سے گوندلانوالے گیا۔ وہاں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے اور ان کے ان تمام عزیزوں سے ملا جو تقسیم کے بعد وہاں چلے گئے تھے اور اب بھی وہیں ہیں۔

گوندلانوالہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے لئے نئی اور اجنبی جگہ نہ تھی۔ وہ طالب علمی کے زمانے میں وہاں حضرت حافظ محمد صاحبؒ کے حلقہ تلامذہ میں شامل رہے تھے۔ پھر ان کے پرانے دوست اور شاگرد مولانا محمد ابراہیم خلیل بھی وہیں تھے۔ مولوی محمد الیاس صاحب بھی وہیں تھے۔ اور بھی ان کے بہت سے احباب و متعلقین وہاں موجود تھے۔ ان حضرات میں سے متعدد اصحاب کو میں بھی جانتا تھا۔

مولانا کا اصل کام درس و تدریس اور مطالعۂ کتب تھا۔ گوندلانوالے میں بھی انہوں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان کے دو نئے طالب علموں سے وہاں تعارف ہوا، وہ تھے محی الدین اور عبدالرحمٰن۔ یہ دونوں نوجوان تھے اور مولانا سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھتے تھے، ان کا تعلق تتوکی سے قریب کے ایک گاؤں "گوہڑ" سے تھا۔

محی الدین اور عبدالرحمٰن کو مولانا عطاء اللہ صاحب کا کیسے پتہ چلا اور وہ کس کے کہنے سے گوندلانوالے ان کی خدمت میں پہنچے؟ اس کا صحیح طور سے تو علم نہیں البتہ محی الدین تقسیم سے قبل مالیر کوٹلہ میں مولانا عبدالغفار حسن اور مولانا مسعود عالم ندوی کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ ممکن ہے مولانا مسعود عالم ندویؒ نے محی الدین کو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے حصولِ علم کا مشورہ دیا ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ تقسیم کے بعد اپنے عزیز حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کو بھی گوندلانوالے لے گئے۔

ان دونوں سے میری وہیں جان پہچان ہوئی جس میں مرورِ ایام سے پختگی پیدا ہوتی گئی۔

محی الدین سلفی بڑے پیارے آدمی تھے، وہ ۱۹۷۵ء میں (یا اس سے پس وپیش) حکومتِ پاکستان کے سفارت خانے میں جدہ (سعودی عرب) چلے گئے تھے، اہل وعیال کو بھی وہیں لے گئے تھے، لیکن کچھ عرصے بعد حرکتِ قلب بند ہو جانے سے جدہ میں انتقال کر گئے۔

حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد دونوں نے شیش محل روڈ پر مکتبہ سلفیہ کے نام سے اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد عبدالرحمٰن نے ان سے علیحدہ ہو کر اپنا کاروبار شروع کر لیا تھا۔ اللہ انہیں خوش رکھے، میرے وہ مخلص دوستوں میں سے ہیں۔

میں تین چار دن مولانا کے پاس گوندلانوالے رہا، اس کے بعد اپنے گاؤں چلا گیا۔ ان سے رخصت ہونے لگا تو ان کی اہلیہ محترمہ (بہن حنیفہ) نے مجھے چاول دیے جو چھ سات سیر ہوں گے۔ یہ ان مرحومہ کی طرف سے ایک تحفہ تھا جو میں اپنے گھر لے گیا۔

اس کے بعد میں اپنے پرانے دوست مولانا معین الدین لکھوی کے پاس اوکاڑے چلا گیا، کچھ مدت وہاں رہا۔ پھر گاؤں واپس آ گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ کہیں جی نہیں لگتا تھا، اس لیے چل پھر کر مسئلہ دیکھ رہا تھا۔

بالآخر ہم نے یہ کیا کہ ۱۹۴۸ء کے مارچ میں اپنی زمین میں جو ہمارے نام الاٹ ہوئی تھی، سرکنڈے کی ایک کٹیا بنا لی، جسے "جھگی" کہا جاتا ہے اور اس میں ڈیرہ لگا لیا۔ اس زمانے میں جو بہترین چارپائی اور بستر ہمیں میسر آ سکتا تھا، اُسے جھگی کی زینت بنا دیا گیا۔

گاؤں میں جس مکان پر ہم نے قبضہ کیا، اس میں تین چیزیں پڑی تھیں۔

ایک گڑ بنانے والا بیلنا۔

دوسرا لوہے کا بڑا سا کڑاہا۔ یہ بھی گڑ بنانے کے لئے استعمال میں لایا جاتا تھا۔

تیسری چیز لکڑی کی دو بڑی بڑی کھرلیاں تھیں جن کے نیچے پہیے لگے ہوئے تھے۔

لوہے کے کڑاہے میں دو کتابیں پڑی تھیں۔

ایک جپ جی اور سکھ منی صاحب ۔ یہ کتاب ہندی نظم میں تھی اور اس کے ساتھ خواجہ دل محمد کا اردو نظم میں ترجمہ تھا۔

دوسری کتاب تھی ہیر وارث شاہ۔

ان کتابوں سے اندازہ ہوا کہ اس مکان کا مالک کوئی پڑھا لکھا باذوق شخص تھا۔ یہ دونوں کتابیں اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔

میں یہ کتابیں اپنی "جھگی" میں لے گیا تھا اور ایک قرآن مجید جنڈانوالہ سے خرید لایا تھا، وہ بھی جھگی میں رکھ لیا تھا — میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے اور مطالعے کی یہی تین چیزیں تھیں اور میرے خیال میں اُس دَور میں یہ بہت تھیں۔

میرے گاؤں سے جڑانوالہ شہر تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اخبار میں روزانہ شہر سے منگواتا تھا، خود بھی اخبار پڑھتا تھا اور میرے پاس آنے والے لوگ بھی پڑھتے یا مجھ سے سُنتے تھے۔ میری جھگی جڑانوالہ کو جانے والے راستے پر تھی اس لیے اس میں دن رات لوگوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا۔ لوگ مجھ سے ہر قسم کی باتیں کرتے تھے۔

جولائی ۱۹۴۸ء کی پندرہ سولہ تاریخ تھی اور میں تین چار آدمیوں کے ساتھ اپنی جھگی میں بیٹھا تھا کہ چٹھی رسان آیا اور اس نے مجھے ایک پوسٹ کارڈ دیا، جس میں اس قسم کے الفاظ مرقوم تھے کہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو علماء اور زعمائے اہل حدیث کا ایک اجلاس دارالعلوم تقویۃ الاسلام (شیش محل روڈ۔ لاہور) میں منعقد ہو رہا ہے، جس میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے مسئلے پر غور کیا جائے گا اس اجلاس میں آپ کی شرکت نہایت ضروری ہے۔

میں تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچا تو بہت سے حضرات کی زیارت کا موقع ملا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی خدمات مولانا داؤد غزنویؒ نے حاصل کر لی ہیں اور وہ دارالعلوم میں ان کو شیخ الحدیث کی حیثیت سے لے آئے ہیں۔ اس موقع پر مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے نام سے جماعت کی ایک تنظیم قائم کی گئی تھی۔ اس سے قبل مشرقی پاکستان میں جماعت کی تنظیم قائم ہو چکی تھی جس کے صدر مولانا عبداللہ الکافی تھے۔

مغربی پاکستان میں جماعت کے نظم و نسق کی تجویز مولانا داؤد غزنوی کو پروفیسر عبدالقیوم مرحوم نے دی تھی اور انھی کو اس کا پہلا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا لیکن علما اور زعمائے اہل حدیث سے زیادہ متعارف مولانا عطاء اللہ صاحبؒ یا مولانا اسمٰعیل صاحب تھے۔ اس لیے خط و کتابت اور بعد میں پیش آنے والے تنظیمی معاملات میں بنیادی حصہ انھی دو حضرات کا تھا بلکہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا حصہ مولانا اسماعیل صاحبؒ سے بھی زیادہ تھا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

میں اگرچہ اہل حدیث کا نہ "علما" تھا، نہ "زعما"۔ تاہم اس اجلاس میں شامل ہوا اور متعدد علما و زعما کو سلام کرنے کا شرف حاصل کیا۔

اس سے ڈھائی مہینے بعد شروع اکتوبر کا واقعہ ہے کہ میں ایک دن اپنے کماد کو پانی دے کر شیشم کے درخت کے سائے میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ ناگہاں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کی آواز میرے کان میں پڑی۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے اُستاذ محترم حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سامنے کھڑے تھے۔ میں جلدی سے اُٹھا، ان کو سلام کیا اور زمین پر چادر بچھا کر عرض گزار ہوا۔ تشریف رکھیے۔

دو چار منٹ میں ہم نے ایک دوسرے سے خیر و عافیت پُوچھی، اور پھر مَیں انھیں گھر لے گیا۔ اب ہم نے پانچ چھ چارپائیاں بھی خرید لی تھیں اور بستر بھی بنوا لیے تھے۔ ضرورت کے مطابق دس گیارہ برتن بھی خرید لیے گئے تھے۔

مولانا نے مجھے بتایا کہ صرف تمہارے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظم دفتر مقرر کردیا جائے۔ تم میرے ساتھ لاہور چلو اور دفتر کا کام سنبھال لو۔

میں نے والد سے مشورے اور تمام معاملات پر غور کرنے کے بعد عرض کیا کہ پرسوں لاہور آؤں گا اور اندازہ کروں گا کہ کام کس نوعیت کا ہے اور کس انداز و رفتار سے اس کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

میں وعدے کے مطابق لاہور پہنچا اور مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملا وہ مجھے مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی خدمت میں لے گئے، آدھ پون گھنٹہ ان سے باتیں کیں اور عرض کیا کہ میں دسمبر کے پہلے ہفتے تک مصروف ہوں، اس کے بعد حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو میں نے لاہور آکر باقاعدہ نظامتِ دفتر کا کام شروع کر دیا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں مولانا عطاء اللہ صاحب کی کوشش سے لاہور آیا۔ وہ اس وقت دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز تھے اور مولانا داؤد غزنوی اس کے مہتمم تھے۔ انہی کے کہنے پر انہوں نے گوندلانوالہ سے لاہور آکر یہ مسند سنبھالی تھی۔ مولانا داؤد غزنوی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صدر تھے اور جمعیت کے ضروری معاملات سے متعلق مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ان کی گفتگو رہتی تھی۔ اس لیے کہ ان علمائے کرام سے جو تقسیم کے بعد مشرقی پنجاب کے مختلف علاقوں سے مغربی پاکستان کے بلاد و قصبات میں آکر آباد ہو گئے تھے، زیادہ تعلق مولانا عطاء اللہ صاحب ہی کا تھا، یا پھر مولانا اسماعیل صاحب کا تھا۔ لیکن مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ میں مقیم تھے اس لیے مولانا غزنوی کا ان سے زیادہ رابطہ نہیں تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب سے ہر وقت رابطہ اور میل جول رہتا تھا۔ انہی نے مولانا غزنوی کو دفتر کی نظامت کے لئے میرا نام پیش کیا اور مجھے یہ خدمت سرانجام دینے کا اہل سمجھا۔ مجھ فقیر پر اسے ان کی شفقت سمجھیے یا حسن ظن قرار دیجیے۔

ایک دفعہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ مولانا اسماعیل صاحب نے مولانا داؤد غزنویؒ اور مرکزی جمعیت کے اس وقت کے ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی موجودگی میں ان سے کہا تھا کہ اسحاق کہاں ہے اور کیا کرتا ہے؟ میری رائے ہے کہ اسے مرکزی جمعیت کے دفتر کا ناظم مقرر کر دیا جائے۔

مولانا اسماعیل صاحبؒ بھی میرے اُستادِ مکرّم تھے اور میں ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں دو سال ان سے استفادہ کرتا رہا ہوں، اس حیثیت سے میرے افکار و رجحانات سے متعلق بہت سی باتوں کا انہیں علم تھا۔

بہرحال میں لاہور آیا تو مولانا داؤد غزنویؒ نے میرا انٹرویو لیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بھی اس وقت موجود تھے۔ جو باتیں انہوں نے دریافت فرمائیں، میں نے ان کا جواب دیا۔ انٹرویو کے بعد میں ان کے کمرے سے باہر نکلا تو مولانا غزنویؒ کے یہ الفاظ جو انہوں نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے کہے، میرے کانوں میں پڑے۔

یہ معقول نوجوان ہے، محنت سے کام کرے گا اور جماعتی معاملات میں مفید ثابت ہوگا۔ اسے ناظم دفتر مقرر کر لینا چاہیے۔

یہ ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کی بات ہے۔ میرے لئے یہ الفاظ نہایت مسرّت انگیز تھے۔

اس کے بعد مولانا غزنویؒ کے کہنے سے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مجھے پروفیسر عبدالقیوم کے مکان پر لے گئے اس لیے کہ پروفیسر صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعیت کے ناظم اعلیٰ تھے اور میرا اصل تعلق انہی سے تھا۔ وہ برانڈرتھ روڈ کی عظیم سٹریٹ میں مسجد مبارک سے ملحقہ مکان میں سکونت پذیر تھے۔

اس کی تفصیل میں اپنی کتاب "کاروانِ علم" میں پروفیسر عبدالقیوم سے متعلق مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں برصغیر کے ان چند حضرات کے سوانحی خاکے بیان کیے گئے ہیں جن سے میرا تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی کے بارے میں ضروری تفصیلات بھی اسی کتاب میں ملیں گی۔ "کاروانِ علم" کی کتابت ہو چکی ہے اور یہ کتاب ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔

میں نے ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے دفتر میں باقاعدہ کام شروع کر دیا تھا۔ نظامتِ دفتر کا کام میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اور اگر نیت صاف ہو اور اللہ نے سوچ سمجھ کی توفیق عطا فرمائی ہو تو کسی کام میں بھی دقت پیش نہیں آتی۔ مشکل سے مشکل مراحل بھی نہایت آسانی سے طے ہو جاتے ہیں۔

اکثر علمائے اہل حدیث سے میں پہلے سے متعارف تھا، اس لیے ان سے خط و کتابت کرنے اور کام کی نوعیت سے متعلق رابطہ قائم کرنے میں کوئی حجاب نہ تھا۔ اگر کوئی اہم مسئلہ سامنے آجاتا تو مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اور پروفیسر عبدالقیوم سے ہر وقت اور ہر معاملے میں بات ہو سکتی تھی اور ہوتی رہتی تھی۔

مولانا عطاء اللہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں فرائض تدریس بھی سرانجام دیتے تھے اور ساتھ ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نظام کو مضبوط و وسیع کرنے میں بھی پوری دلچسپی لیتے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان دنوں مندرجہ ذیل حضرات ان سے اکتسابِ علم کرتے تھے۔

۱۔ محی الدین سلفی:۔ گوندلانوالہ میں بھی ان کے حلقۂ درس میں شامل تھے۔
۲۔ حافظ عبدالرحمن گوہڑوی:۔ یہ بھی گوندلانوالہ میں ان سے حصولِ علم کرتے رہے تھے۔
۳۔ حافظ بشیر احمد بھوجیانی:۔ مولانا عبدالرحمن بھوجیانی مرحوم کے صاحبزادے تھے۔
۴۔ شبیر احمد بھوجیانی:۔ حافظ بشیر احمد بھوجیانی کے چھوٹے بھائی تھے۔
۵۔ خلیل الرحمن اثری:۔ تحصیل سمندری کے چک ۴۷۹ گ ب کے رہنے والے تھے، اب بھی وہیں ہیں۔
۶۔ عبدالعلیم خاں:۔ چونیاں (ضلع قصور) میں کاروبار کرتے ہیں۔
۷۔ مولانا عبدالرشید نومسلم:۔ رام گڑھ (لاہور) کی جامع مسجد اہلحدیث میں خدمت درس وخطابت انجام دیتے ہیں۔
۸۔ ابوبکر صدیق:۔ لاہور کے ایک ہائی سکول میں معلم ہیں۔
۹۔ خواجہ محمد قاسم:۔ گوجرانوالہ کے ایک متدین کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔
۱۰۔ مولانا محمد یونس اثری:۔ آج کل مظفر آباد (آزاد کشمیر) میں مقیم ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ مولانا عبدالغفور :۔ شاد باغ لاہور کی جامع اہل حدیث کے خطیب ہیں۔

۱۲۔ صاحبزادہ محمد ابراھیم :۔ بہت سالوں سے جماعت اسلامی کے دفتر منصورے سے متعلق ہیں۔

۱۳۔ عزیز حیدری :۔ موضع حضرو کے رہنے والے تھے جو صوبہ سرحد میں واقع ہے۔ پھر سندھ کے کسی مدرسے سے تعلق ہو گیا تھا۔ اب معلوم نہیں کہاں ہیں۔

۱۴۔ یوسف شاہ :۔ ہزارہ (صوبہ سرحد) کے کسی ہائی سکول میں مدرس ہو گئے تھے۔

۱۵۔ قاسم شاہ :۔ یوسف شاہ کے بھائی تھے (غالباً ان کا نام قاسم شاہ تھا) یہ بھی صوبہ سرحد کے کسی سکول میں عربی ٹیچر مقرر ہو گئے تھے۔

۱۶۔ حفیظ اللہ :۔ رائے ونڈ کے ہائی سکول میں عربی ٹیچر ہیں۔

۱۷۔ عبدالحمید :۔ تحصیل چونیاں (ضلع قصور) کے کسی گاؤں میں مدرس ہیں۔

۱۸۔ سیف الرحمٰن الفلاح :۔ آج کل ضلع اوکاڑہ کے ایک ہائی سکول میں معلم ہیں۔ "الاعتصام" اور جماعت کے بعض رسائل وجرائد میں ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد علما وطلباء نے ان سے اس زمانے میں استفادہ کیا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے تذکرے کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تقسیم ملک سے تھوڑا عرصہ بعد حسینی والا اور واہگہ باڈر کی طرف سے مختلف علوم وفنون کی وہ کتابیں لاہور میں آنا شروع ہو گئی تھیں جو پاکستان آتے وقت مسلمان علماء و محققین اپنے ساتھ نہیں لا سکے تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی تاہم یہ سلسلہ بھی کسی پیمانے پر شروع ہو گیا تھا۔ مشرقی پنجاب کے ہنگامۂ قیامت خیز میں بہت سی کتابیں بلوائیوں اور حملہ آوروں نے جلا دی تھیں۔ بعض پھاڑ دیں اور ضائع کر دی تھیں، جو تھوڑی بہت بچ گئیں اور معقول قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں آگئیں، وہ سرحدی علاقوں سے پاکستان آنے لگی تھیں۔ بعض کتابوں پر مالکوں کے نام بھی مرقوم تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے ان لوگوں کی ٹوہ لگائی جن کی وساطت سے یہ کتابیں لاہور آتی تھیں۔ جن دکانوں پر آتی تھیں، ان کا بھی انہوں نے پتہ کیا۔ اس طرح بعض کتابیں انہوں نے اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے خریدیں اور اصل مالکوں کو پہنچائیں۔ جن کا علم نہیں ہو سکا وہ اپنے پاس رکھ لیں۔

انہی دنوں امرتسر سے کچھ کتابیں آئیں جن میں سے ایک کتاب نواب صدیق حسن خان کی مشہور تصنیف "اتحاف النبلاء" تھی۔ اس پر کتاب کے مالک کی مہر ثبت تھی۔ "ابو اسحاق نیک محمد" مہر میں ہجری سن بھی تھا، جس کا صرف "۱۳" ہندسہ پڑھا جاتا تھا، دوسرا ہندسہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ چمڑے کی مضبوط جلد تھی۔

یہ کتاب جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم دین حضرت مولانا نیک محمد صاحب کی ملکیت تھی جو طویل عرصے تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ غزنویہ امرتسر میں پڑھاتے رہے تھے اور بے شمار علما و طلبا نے ان سے کسبِ علم کیا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ایک شخص کے پاس یہ کتاب دیکھی تو اُس کی قیمت پوچھی۔ اُس نے تین روپے طلب کیے۔ مولانا نے فوراً ادا کر دیے اور کتاب لے آئے۔

مَیں اُس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کا آفس سیکرٹری تھا۔ مجھے اُنھوں نے یہ کتاب دکھائی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ فرمایا تم یہ کتاب خرید لو۔ مولانا نیک محمدؒ پاکستان تشریف لے آئے ہیں۔ وہ مولانا داؤد غزنوی سے ملاقات کے لیے لاہور تشریف لائیں گے۔ یہ کتاب ان کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔ اگر اُنھوں نے لے لی تو ٹھیک، ورنہ تم اپنے پاس رکھ لینا۔

چند روز کے بعد حضرت مولانا نیک محمد لاہور تشریف لائے، مولانا عطاء اللہ صاحب نے ان کو کتاب دکھائی، لیکن اُنھوں نے انھی کو واپس کر دی اور اس طرح یہ کتاب میرے قبضے میں آگئی۔ اس وقت یہ تو معلوم نہیں تھا کہ آگے چل کر زندگی نے ایسا رُخ اختیار کرنا ہے جو مجھے تحریر و نگارش کی منزل میں لے جائے گا اور یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔

۱۹۶۵ء کو میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے وابستہ ہوا اور اس سے کچھ عرصہ بعد "فقہائے ہند" کی تصنیف کا سلسلہ شروع کیا تو اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ـــ یہ حوالے کی کتاب ہے۔ پہلی صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک میں نے "فقہائے ہند" کی دس جلدیں لکھیں، ہر مقام پر اس کتاب سے مستفید ہوا۔

جس زمانے کی بات کر رہا ہوں، اُس زمانے میں تین روپے کی بڑی اہمیت تھی، لیکن کتاب کے مقابلے میں تین روپے کو ہرگز کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ پھر جس شخصیت کے ہاتھ سے آئی تھی اور جس کی یہ اوّلین ملکیت تھی اس کا بڑا نام اور بڑا کام تھا۔ یہ کتاب اب بھی میرے پاس موجود ہے اور میں اسے تبرک سمجھتا ہوں۔

تقریباً انھی دنوں کی بات ہے کہ ہندوستان کے جلیل القدر عالم جو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے اُستادِ گرامی قدر تھے، حضرت مولانا شرف الدین دہلویؒ لاہور تشریف لائے۔ اُنھوں نے اپنی جو کتابیں فروخت کرنا چاہیں، ان میں مولانا محمد منظور نعمانی کے ماہنامہ "الفرقان" کا شاہ ولی اللہ نمبر بھی تھا۔ اب تو بہت مدت سے "الفرقان" لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے، لیکن اس کا شاہ ولی اللہ نمبر ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۱ء) میں اُس وقت شائع ہوا تھا، جب یہ رسالہ بانس بریلی سے نکلتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا تم یہ نمبر خرید لو، چنانچہ میں نے پانچ روپے کا یہ نمبر خریدا جو کم و بیش ساڑھے چار سو صفحات پر محیط ہے اور ہندوستان کے بہت سے نامور اصحابِ علم کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اپنی تصنیفات کے سلسلے میں اس نمبر کے بعض مضامین سے مجھے بڑا مواد حاصل ہوا۔

جس طرح مشرقی پنجاب میں مسلمان علما و زعما کے کتب خانوں کو تباہ و برباد کیا گیا تھا اسی طرح مغربی پاکستان میں غیر مسلموں کے کتب خانوں کو شدید نقصان پہنچایا گیا تھا۔ گرنتھ صاحب سکھوں کی مشہور مذہبی کتاب ہے اور وہ اس کا انتہائی احترام کرتے اور اُسے مقدس کتاب قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو کسی نے بتایا کہ فلاں مسلمان کے پاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرنتھ صاحب پڑا ہے اور وہ اسے کسی گوردوارے سے ملا ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس مسلمان کے پاس پہنچے اور اس سے دس روپے میں گرنتھ صاحب خریدا۔ کچھ عرصہ وہ ان کے پاس پڑا رہا۔ پھر کچھ سکھ لاہور آئے تو ان کو دے دیا۔ انہوں نے مولانا کا نہایت شکریہ ادا کیا اور اس کے بدلے میں کچھ روپے دینا چاہے لیکن مولانا نے نہیں لیے ــــ اس طرح کچھ لینا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ جماعتی تنظیم کے سلسلے میں، مَیں اور مولانا عطاء اللہ صاحبؒ لائل پور گئے۔ ظہر کی نماز ہم نے امین پور بازار کی جامع مسجد اہل حدیث میں پڑھی۔ وہاں مولانا محمد اسحاق چیمہ سے ملاقات ہوئی جو ان دنوں ٹمبر مارکیٹ میں لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ مولانا نے ان سے تعارف کرایا۔ ہم ایک دوسرے سے غائبانہ طور پر تو پہلے سے متعارف تھے، لیکن بالمشافہ ملاقات کا اتفاق آج پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ ملاقات بہت مختصر رہی اور خیر و عافیت کے رسمی سے مبادلے کے سوا اس میں ہماری کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ میں بھی چپ چپ سا رہا، اُنہوں نے بھی خاموشی اختیار کیے رکھی، لیکن آگے چل کر یہ اختصار بہت تفصیل میں بدل گیا اور اس خاموشی اور چپ کی تہہ سے اتنی باتیں نکلیں کہ ان کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا یہاں یہ عرض کردوں کہ مولانا محمد اسحاق چیمہ کا رویّہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے بارے میں ہمیشہ "محتاط" سا ہی رہا۔ جس دور میں مولانا عطاء اللہ صاحب اوڈانوالہ میں پڑھاتے تھے، اس دور میں چیمہ صاحب بھی وہاں خدمتِ تدریس انجام دیتے تھے۔ وہیں کسی وجہ سے ان کے دل میں کوئی ایسی بات گھسی جس نے ان کے دل میں مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔ وہ کیا بات تھی؟ اس کا مجھے علم نہیں۔ اس کے متعلق نہ کبھی مولانا عطاء اللہ صاحب سے پوچھا، نہ چیمہ صاحب سے ـــ! نہ ان میں سے کسی نے از خود کبھی کچھ بتایا۔

ہم لائل پور سے (جسے اب فیصل آباد کہا جاتا ہے) واپس آرہے تھے کہ راستے میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ تم ایک کام کرو اور جلدی سے یہ کام کر ڈالو ـــ کام اُنہوں نے یہ بتایا کہ میں مختلف کتابوں سے خلفائے راشدین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے خطوط جمع کردوں۔

یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، چنانچہ لاہور آتے ہی میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ عشا کے بعد دو کتابیں لے کر بیٹھ گیا۔ ایک امام ابویوسفؒ کی کتاب الخراج اور دوسری ابوعبید کی کتاب الاموال ــــ پہلے کتاب الخراج کھولی۔ اس میں سے حضرت عمر فاروق کے خطوط جو اُنہوں نے مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے نام تحریر فرمائے ہیں، مع سند اور حوالے کے ایک کاپی پر لکھنا شروع کر دیے۔ تلاش کے دوران میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے جن خطوط پر نظر پڑی، ان پہ نشان لگاتا گیا اور یادداشت کے لیے ایک الگ کاغذ پر یہ لکھتا گیا کہ ان حضرات میں سے کس کا خط کتاب کے کس صفحے پر مرقوم ہے۔ خیال یہ تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے خطوط نقل کرنے کے بعد ان حضرات کے خطوط نقل کرنے میں آسانی رہے گی ۔ کاغذ دیکھوں گا اور اس کی مدد سے نقل کرتا جاؤں گا۔ کاغذ پر لکھنے کا کام بھی احتیاطاً کیا تھا، ورنہ اس زمانے میں یہ صورتِ حال تھی کہ جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کہیں دیکھ لی یا پڑھ لی، اللہ کے فضل سے دل میں پیوست ہو گئی۔

کتاب الخراج، کتاب الاموال، فتح الباری، کنز العمال اور بعض دیگر کتابوں سے کم و بیش ڈیڑھ سو خطوط میں نے نقل کر لیے۔ زیادہ سے زیادہ اس کام پر میرا ایک ہفتہ صرف ہوا ہوگا۔ اکثر کام رات کو ہوا۔ دو تین راتیں تو بالکل نہیں سویا۔ عشا کے بعد بیٹھا اور فجر کی اذان کے ساتھ اٹھا۔

ارادہ یہ تھا کہ عربی کے ساتھ ہی اُردو ترجمہ کر دیا جائے گا اور اس طرح چاروں خلفائے راشدین کے خطوط الگ الگ چار جلدوں میں شائع کر دیے جائیں گے۔ یہ خطوط مولانا عطاء اللہ صاحب خود شائع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ ڈیڑھ سو یا اس سے کچھ زیادہ خطوط جمع کرنے کے بعد کام رُک گیا۔

ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے فرمایا یہ بڑا اہم کام ہے، اسے جاری رکھو۔ ساتھ ہی فرمایا کہ جو کام ایک شخص کے ذہن میں آتا ہے وہ بعض دوسرے لوگوں کے ذہن میں بھی گردش کرنے لگتا ہے اور اُس کی اہمیت و افادیت کا سلسلہ فضا میں پھیل جاتا ہے۔ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو کوئی اور کرلے گا۔

یہ سُن کر میں نے پھر کام شروع کر دیا اور پچیس تیس خطوط مزید جمع کرلیے۔ ساتھ ہی ترجمے کا آغاز بھی کر دیا گیا۔

کام جاری تھا کہ ایک دن مولانا ہدایت اللہ ندوی تشریف لائے۔ وہ غالباً اس وقت جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں خدمت تدریس انجام دیتے تھے۔ میں نے وہ تمام بڑی بڑی کاپیاں جن میں خطوط درج کیے گئے تھے، ان کے حوالے کر دیں اور ان سے درخواست کی کہ وہ حوالوں پر نظر ثانی کر دیں اور کوئی لفظ نقل کرنے سے رہ گیا ہو تو لکھ دیں۔

لیکن اس سے کچھ مدّت بعد مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے ایک کتاب دکھائی جو ندوۃ المصنّفین دہلی کی چھپی ہوئی تھی اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے مکتوبات پر مشتمل تھی۔ بعد ازاں دیگر خلفائے راشدین کے مکتوبات بھی شائع ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد بھی گنجائش تھی اور گنجائش ہے۔

وہ کتابیں مکتوبات کے فقط اُردو تراجم پر مشتمل ہیں۔ میں نے یہ کیا ہے کہ عربی عبارت بھی درج کر دی ہے اور ہر مکتوب کا پس منظر بھی بیان کر دیا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا وہ تمام مسوّدہ مولانا ہدایت اللہ ندوی کو دے دیا تھا اور مولانا ہدایت اللہ ندوی اپنے وطن میاں چنوں میں قیام پذیر ہیں۔ پھر یہ واقعہ تقریباً چالیس سال پہلے کا ہے۔ اس طویل عرصے کا مسودہ معلوم نہیں، اب ان کے پاس محفوظ بھی ہے یا نہیں ہے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کا ذوقِ علمی اور اسلوب فکر عام علما سے بہت مختلف تھا اور یہی ذوق و اسلوب وہ اپنے تلامذہ میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

۲۷، ۲۸، ۲۹ مئی ۱۹۴۹ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کا انعقاد لاہور میں شیش محل روڈ پر ہوا تھا۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اس کے صدر اور مولانا محمد حنیف ندوی صدر مجلس استقبالیہ تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے اس کانفرنس کے انتظامات میں بہت حصّہ لیا۔

انہی دنوں حکومتِ پاکستان کی طرف سے مختلف سرکاری محکموں کے ملازمین کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کیا گیا تھا کہ وہ کسی سیاسی یا نیم سیاسی جماعت کے عہدے دار نہیں ہو سکتے۔ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث اگرچہ معروف معنوں میں سیاسی یا نیم سیاسی جماعت نہ تھی، لیکن اس کے صدر مولانا داؤد غزنویؒ تھے جو پنجاب اسمبلی میں حزبِ اختلاف سے تعلق رکھتے تھے۔ نیز جمعیت کی بعض قراردادیں سیاسی نوعیت کی بھی جو اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ پروفیسر عبدالقیوم گورنمنٹ کالج میں پڑھاتے تھے اور سرکاری ملازم تھے۔ اس مجبوری کی بنا پر انہوں نے مرکزی جمعیت کی نظامتِ علیا سے استعفا دے دیا تھا۔ یہ اسی زمانے کی بات ہے جس زمانے میں کانفرنس ہو رہی تھی۔

پروفیسر صاحب کے استعفا کے بعد مرکزی جمعیت کی مجلسِ شوریٰ کے فیصلے کے مطابق مولانا محمد اسماعیل صاحب کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا لیکن ان کو حکومتِ پنجاب نے اس زمانے میں گوجرانوالہ میں نظر بند کر رکھا تھا اور انہیں شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ کچھ عرصہ تو حکومت کے حکم سے ان کا خطبہ جمعہ بھی موقوف رہا۔ اسی وجہ سے وہ لاہور کانفرنس میں بھی شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ یہ سلسلہ تین مہینے جاری رہا تھا۔ اس اثناء میں مجلس شوریٰ کی درخواست پر مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے ناظمِ اعلیٰ کے طور پر کام کرتے رہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ مجلسِ شوریٰ کے جس اجلاس میں مولانا اسماعیل صاحب کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا، اس میں وہ (اپنے شہر میں نظر بند ہونے کی وجہ سے) موجود نہیں تھے، ان کا انتخاب ان کی غیر حاضری میں ہوا تھا۔

۱۹ اگست ۱۹۴۹ء کو ہفت روزہ "الاعتصام" جاری ہوا۔ اصل میں ہفت روزہ اخبار یا ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا مولانا عطاء اللہ صاحب کو بہت عرصے سے خیال (بلکہ شوق) تھا۔ اس شوق کی تکمیل کے لیے انہوں نے قیامِ پاکستان کے بعد گوندلانوالہ کے زمانۂ قیام میں گوجرانوالہ کے ڈی سی کو درخواست دی کئی مہینے کے بعد درخواست کی منظوری کی اطلاع انہیں پہنچی تو ڈی، سی صاحب کی عدالت میں گئے۔ متعلقہ اہل کار نے پوچھا، اخبار کس پریس میں چھپے گا۔؟

ان کے ذہن میں کسی پریس کا نام نہیں تھا۔ تھوڑا سا غور کیا تو لاہور کے حجازی پریس کا نام ذہن میں آیا جو (موجودہ اُردو بازار اور اس زمانے کے موہن لال روڈ کے باہر) سرکلر روڈ پر تھا۔ بہت مدت سے یہ پریس ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ کتب فروشوں کی دکانوں نے لے لی ہے۔

اخبار کے آخری صفحے پر پرنٹ لائن کے الفاظ یہ تھے۔

"مولوی عطاء اللہ پرنٹر پبلشر نے حجازی پریس لاہور سے چھپوا کر گوجرانوالہ سے شائع کیا۔"

اخبار کے ڈیکلریشن کے حصول کا مرحلہ تو آسانی سے طے ہو گیا، اب اس کے اجرا کا مسئلہ درپیش تھا جو بہت مشکل تھا۔ اس کے لیے اچھے خاصے سرمائے کی ضرورت تھی جو افراتفری کے اس زمانے میں مولانا کے لیے حاصل کرنا آسان نہ تھا مولانا اسماعیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے گوجرانوالہ کی انجمن اہل حدیث کی طرف سے اخبار جاری کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی کو مقرر کیا گیا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ اخبار کے پرنٹر پبلشر مولانا عطاء اللہ صاحب سے تھے۔ سرمایہ گوجرانوالہ کی انجمن اہل حدیث کا تھا اور اخبار ترجمانی مرکزی جمعیت اہل حدیث کی کرتا تھا۔

اخبار کے اجرا سے تھوڑا عرصہ بعد مجھے بھی معاون ایڈیٹر کی حیثیت سے گوجرانوالے بھیج دیا گیا۔ مولانا اسماعیل صاحب مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ تھے اور میں ناظم دفتر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا تھا، اس لیے مرکزی جمعیت کا دفتر بھی گوجرانوالے چلا گیا، لیکن دو تین مہینے کے بعد مرکزی جمعیت کا دفتر پھر لاہور آ گیا۔ ڈھائی تین سال کے بعد اخبار "الاعتصام" بھی گوجرانوالے سے لاہور آ گیا تھا۔

اخبار الاعتصام نے مرکزی جمعیت اور مسلک اہل حدیث کی جس انداز سے ترجمانی کی، وہ سب کو معلوم ہے۔ میں سولہ سال "الاعتصام" سے وابستہ رہا، تین سال معاون ایڈیٹر کی حیثیت سے اور تیرہ سال ایڈیٹر کی حیثیت سے۔!

۱۹۵۳ء تک مولانا عطاء اللہ صاحبؒ دار العلوم تقویۃ الاسلام کی مسند شیخ الحدیث پر متمکن رہے۔ حدیث، رجال حدیث، اقسام حدیث، شروح حدیث غرض تمام علوم حدیث پر ان کی گہری نظر تھی، اس لیے مولانا داؤد غزنوی نے ۱۹۵۳ء میں ان کو ابوداؤد کا حاشیہ لکھنے کی ذمہ داری سپرد کر دی اور فرمایا کہ اس کام کے لیے وہ جس کو جی چاہے اپنا معاون مقرر فرمالیں، چنانچہ مولوی ابوبکر صدیق کو انہوں نے اپنا معاون بنا لیا۔ یہ سلسلہ میرے خیال میں سال ڈیڑھ سال ہی چل سکا تھا، پھر بند ہو گیا تھا۔ کیوں بند ہو گیا تھا؟ اس کا پتہ نہیں۔

اسی اثنا میں انہوں نے شیش محل روڈ پر اپنا ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا، جس کا نام "المکتبۃ السلفیۃ" رکھا گیا۔ اخبار کے اجرا کی طرح اشاعتی ادارہ قائم کرنے کی بھی انہیں ایک مدت سے تمنا تھی۔ کتابوں کی اشاعت کے بارے میں ان کا خاص ذوق تھا، اور جو کتابیں اور جس اسلوب کی کتابیں وہ شائع کرنے کے متمنی تھے، وہ بھی خاص نوعیت اور نہج کی تھیں جو انہوں نے مکتبہ سلفیہ کی طرف سے شائع کیں اور اہل علم کے مطالعہ میں آئیں۔

عربی اور فارسی کتابوں کے تراجم کے سلسلے میں بھی ان کا ایک معیار اور انداز تھا۔ ۱۹۵۴ء میں مصر کے ممتاز محقق ابوزہرہ کی ایک تصنیف "حیات امام احمد بن حنبلؒ" ان کو دستیاب ہوئی، وہ اس کا اردو ترجمہ کرانا اور چھاپنا چاہتے تھے۔ سید رئیس احمد جعفری اس عہد میں نئے نئے کراچی سے لاہور آئے تھے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک تھے۔ میں اس وقت "الاعتصام" کا ایڈیٹر تھا اور رئیس صاحب سے میرے مراسم تھے۔ ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے رئیس صاحب سے ملا دو۔ میں ان سے حیات احمد بن حنبلؒ کا ترجمہ کرانا چاہتا ہوں ____ میں نے کہا میں آپ کو ان کے گھر لے چلوں گا، آپ ان سے بات کر لیجیے گا ____ لیکن ایک دن میں نے خود ہی رئیس صاحب سے بات کر لی، ان سے مولانا عطاء اللہ صاحب کا غائبانہ تعارف کرایا اور کہا کہ وہ آپ کے گھر آ کر آپ سے حیات احمد بن حنبلؒ کے ترجمے کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ حق خدمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی مرضی کے مطابق ادا کیا جائے گا۔

رئیس صاحب بڑے پیارے آدمی تھے اور اہلِ علم کے قدردان تھے۔ مجھے وہ عام طور پر "میری جان" کہا کرتے تھے۔ بولے میری جان! مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں، میں خود حاضر ہوں گا اور جو کام وہ فرمائیں گے، اسے انجام دے کر مجھے خوشی ہوگی۔ رہا پیسوں کا معاملہ، تو لوگوں سے بہت لیتے ہیں، ان سے نہ لیں گے تو کیا فرق پڑتا ہے۔

ایک دن رات کو آٹھ بجے کے بعد میں، مولانا حنیف ندوی اور رئیس صاحب انارکلی میں لوہاری دروازے کی طرف سے دہلی مسلم ہوٹل کی طرف جا رہے تھے کہ گنپت روڈ کے نکڑ پر مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ملاقات ہوگئی جو لوہاری دروازے کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا، مولانا نے لمبا کوٹ اور اس کے اوپر کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ مولانا حنیف ندوی نے رئیس صاحب سے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا "اس کمبل میں علم لپٹا ہوا ہے"۔

رئیس صاحب ان کی سادگی سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے حیات احمد بن حنبل کا ترجمہ کیا۔ حقِ خدمت لیا یا نہیں لیا، یا کیا لیا، اس کا مجھے علم نہیں۔ مجھے مولانا نے صرف یہ بتایا کہ اصل عربی کتاب سے انہوں نے ترجمے کا مقابلہ کیا ہے بہت اچھا اور صحیح ترجمہ ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کسی کتب فروش سے کتاب خریدتے تو قیمت میں رعایت کے طالب نہیں ہوتے تھے، جو اس نے مانگا دے دیا۔ اگر کوئی شخص ان کی موجودگی میں کسی کتب فروش سے کتاب خریدنا چاہتا اور اس کے پاس کتاب کی قیمت سے کم پیسے ہوتے تو وہ اس کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، اسے پیسے دے دیتے۔

ایک دن میں مکتبہ سلفیہ میں بیٹھا تھا، مولانا بھی تشریف فرما تھے۔ ان کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر بھی موجود تھے اور خریداروں کو کتابیں دے رہے تھے۔ ایک صاحب نے ایک کتاب خریدی، لیکن اس کے پاس پانچ روپے کم تھے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب پانچ روپے کو اچھی خاصی رقم کی حیثیت حاصل تھی۔ حافظ احمد شاکر نے ان صاحب سے دکاندار کے لہجے میں بات کی۔ مولانا عطاء اللہ صاحب فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور جیب سے پانچ روپے نکال کر بیٹے سے کہا:۔

احمد! یہ لو پانچ روپے، ان کو کتاب دے دو۔

جس طرح وہ کتاب خریدنے میں دلیر تھے، اسی طرح دوسرے کو مطالعے کے لیے کتاب دینے میں بھی دلیر تھے، جس نے جو کتاب مانگی نہایت فراخ حوصلگی سے اپنے کتب خانے سے نکال کر دے دی۔ مولانا داؤد غزنوی نے ایک رجسٹر بنا رکھا تھا، جو شخص جو کتاب ان سے لیتا تھا، اس کا نام، کتاب کا نام اور تاریخ وغیرہ اس رجسٹر میں لکھ لیتے تھے۔ اس طرح کتاب کی وصولی میں آسانی رہتی تھی۔ لیکن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے کوئی رجسٹر وغیرہ نہیں بنایا تھا، ان کا معاملہ حساب دوستاں در دل والا تھا۔ اس فراخ حوصلگی میں ان کی کئی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ بعض کتابیں جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، ناقص ہوگئیں۔ ایک جلد کسی نے لی، بعد میں واپس نہیں کی، مولانا بھی بھول گئے اور سیٹ ناقص ہوگیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود ان کی یہ عادت تھی اور شاید طبقہ علما میں بھی وہ واحد شخص تھے جن کی یہ عادت تھی کہ جس سے جو کتاب لیتے تھے، نہایت احتیاط سے واپس کر دیتے تھے۔

ان کا کتب خانہ ہزاروں کتابوں پر مشتمل تھا اور جس ترتیب سے اُنہوں نے کتابیں رکھی تھیں، وہ ان کی اپنی ترتیب تھی، اس کا انداز باقاعدہ لائبریری سائنس کے مطابق نہ تھا، لیکن اُنہیں خوب معلوم تھا کہ کون سی کتاب کہاں ہے۔ جس نے جو کتاب مانگی فوراً الماری سے نکال دی۔ اگر بیمار ہوتے یا کسی وجہ سے نہ اُٹھتے تو کتاب مانگنے والے سے کہتے، وہ دیکھو اس الماری کے فلاں خانے سے دائیں یا بائیں جانب سے اتنے نمبر پر پڑی ہے، نکال لو۔

اگر کوئی صاحب ان سے کوئی بات پوچھنا یا سمجھنا چاہتے تو اگرچہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کرتے۔

سیّد سبط الحسن ضیغم پنجاب کے رجال کے بارے میں خاص طور پر دلچسپی رکھتے ہیں ایک دن وہ کسی بزرگ کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے میرے پاس ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں تشریف لائے۔ میں نے کچھ باتیں ان کو بتائیں، پھر عرض کیا کہ وہ مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں جائیں اور اُن سے پوچھیں۔ وہ مولانا سے متعارف نہیں تھے، مولانا بھی انہیں نہیں جانتے تھے، اور پھر وہ بیمار بھی تھے۔ اس کے باوجود مولانا نے ان کے سوالات کے جواب دیے۔

وہ مولانا کے معلومات، ان کے مشفقانہ انداز اور اُن کی سادگی سے بہت متاثر ہوئے اور ان کے کتب خانے کا تو ان پر بڑا "رعب" پڑا۔

کچھ دنوں کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: سبط الحسن ضیغم صاحب جن کو تم نے بھیجا تھا، آئے تھے، میں بیمار تھا لیکن جو کچھ اُنہوں نے پوچھا میں نے اپنے علم کے مطابق بتا دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: "اُنہوں نے میرا بڑا سر کھایا۔"

یہاں یہ یاد رہے کہ سیّد سبط الحسن ضیغم، عمل، عقیدہ، مسلک اور ظواہر کے اعتبار سے مولانا سے بالکل مختلف ہیں، لیکن مولانا نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کے سوالات کے جواب دیے، جس کی وجہ سے وہ مولانا سے بہت اثر پذیر ہوئے۔

چلتے چلتے ضیغم صاحب کے عمل و عقیدہ اور مسلک کی طرف اشارہ کرتا جاؤں، وہ میرے بے تکلف دوست ہیں اور میرے دفتر یا گھر ان کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ آٹھ محرم کو دفتر تشریف لائے۔ نو محرم کو مجھے کہیں جانا تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا:

پرسوں چھٹی کا دن ہے۔ گھر پر تشریف لائیے، دونوں بھائی بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے۔

بولے: پرسوں میں نہیں آسکتا۔

پوچھا: کیوں نہیں آسکتے؟

کہا: پرسوں دس محرم ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے بے تکلفی سے ہنستے ہوئے کہا: آپ تو خدا کو بھی نہیں مانتے، دس چھوڑ، سو محرم ہو آپ کو کیا۔

نہایت نرم لہجے میں جواب دیا: آخر مذہب تو ہے نا۔

سچی بات ہے، مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں نے یہ بات کئی دوستوں کو بتائی، آج آپ حضرات کو بھی بتا دی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کے اوصافِ گوناگوں میں سے ایک وصف یہ تھا کہ ان کا دروازہ ہر شخص کے لیے ہر وقت کھلا تھا۔ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھنا ہو، کسی کتاب کے بارے میں بات کرنی ہو، قرآن مجید کے کسی مقام کو سمجھنا ہو یا حدیث کا درس لینا ہو، اس کے لیے کسی وقت کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جب جی چاہے آئے اور جو پوچھنا چاہتا ہو بلا تکلف پوچھے۔

۱۹۵۵ء کے اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں جمعیت اہل حدیث کی تیسری کانفرنس مولانا اسماعیل غزنوی کی صدارت میں لائل پور (فیصل آباد) میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں جماعت کے مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، جس کا نام مولانا محمد حنیف ندوی کی تجویز کے مطابق **"جامعہ سلفیہ"** رکھا گیا تھا اور فیصلہ کیا گیا تھا کہ جامعہ سلفیہ کی نگران براہِ راست جمعیت اہل حدیث ہوگی اور اس میں منتہی طلبا یا مختلف مدارس کے فارغ التحصیل علما کو داخل کیا جائے گا۔ لائل پور میں جامعہ سلفیہ کی عمارت چونکہ مکمل نہیں ہو سکی تھی، اس لیے ابتدا میں تعلیم کا انتظام دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں لاہور میں کیا گیا تھا اور تدریس کے فرائض مندرجہ ذیل حضرات کے سپرد کیے گئے تھے۔

۱:۔ مولانا سید داؤد غزنوی۔

۲:۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب۔

۳:۔ مولانا محمد حنیف ندوی۔

۴:۔ مولانا محی الدین احمد قصوری ——— اور

۵:۔ مولانا عطاء اللہ حنیف۔ رحمہم اللہ

یہ سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے ذمہ صحیح بخاری شریف کی تدریس تھی اور اُس وقت جو حضرات اُن سے تعلیم حاصل کرتے تھے، اُن میں سے جن حضرات کے اسمائے گرامی فوری طور پر ذہن میں آرہے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- قاضی محمد اسلم سیفؔ ناظم دارالعلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن و ایڈیٹر ماہنامہ "تعلیم الاسلام" • پروفیسر غلام نبی عارفؔ
- مولانا شرف الحقؒ احمد پور شرقیہ • مولانا عبداللہ سعید مرحوم چک نمبر ۳۶ جی ڈی غلام رسول والا۔
- حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی مرحوم • ڈاکٹر مجیب الرحمٰن (راجشاہی یونیورسٹی) حال امریکہ • مولانا قدرت اللہ فوقؔ مرحوم
- مولانا عبدالرشید نومسلم: خطیب و مدرس جامع مسجد اہلحدیث رام گڑھ۔ لاہور
- مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی سابق مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام۔ لاہور۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حضرات کے علاوہ بھی متعدد حضرات اس دور میں ان سے کسب علم کرتے رہے۔ اس وقت ان کی تفصیل ذہن میں نہیں ہے اس سے کچھ عرصے بعد جس شخصیت نے ان سے ابتدائی کتابوں سے انتہائی کتابوں تک باقاعدہ حصول علم کیا، وہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں جو فضل الرحمٰن بن محمد کہلاتے ہیں۔ یہ کاروباری آدمی ہیں اللہ نے ان کو توفیق دی۔ سنن ابوداؤد، صحیح مسلم اور صحیح بخاری مولانا سے سبقاً سبقاً ان کے گھر آکر پڑھیں، پھر ان کی موجودگی میں ان کی جگہ مسجد مبارک میں خطبات جمعہ کا سلسلہ شروع کیا جو سالہا سال سے باقاعدگی سے جاری ہے۔ چند کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مسجد مبارک کا نام آیا تو اس کے متعلق بھی مختصر الفاظ میں کچھ عرض کرتے چلیں۔

ترتیب کے لحاظ سے لاہور میں مسلک اہلحدیث کے حاملین کی پہلی مسجد چینیانوالی ہے، جس میں مولانا عبدالواحد غزنوی اور پھر مولانا داؤد غزنوی فرائض خطابت انجام دیتے رہے۔ دوسری مسجد لسوڑیاں والی ہے جس کی خطابت و امامت کی ذمہ داریاں حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے سپرد رہیں۔ تیسری مسجد مبارک ہے جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر ہوئی۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۸ء تک اس کے خطیب مولانا محمد حنیف ندوی تھے، جس کی تفصیل میں اپنی کتاب "ارمغان حنیف" میں بیان کرچکا ہوں جو ادارہ ثقافت اسلامیہ (لاہور) نے شائع کی ہے۔ ان کے بعد اپنی وفات (جنوری ۱۹۵۶ء) تک مولانا محمد علی قصوری (ایم۔ اے کینٹب) اس منصب پر فائز رہے۔ بعدازاں یہ اعزاز علامہ حسین میر کاشمیری کے حصے میں آیا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد رمضان بھی خطبہ دیتے رہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے بھی کئی سال مسجد مبارک میں خطبات جمعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر انہوں نے خود ہی یہ منصب اپنے شاگرد مولانا فضل الرحمٰن کے سپرد کر دیا تھا اور وہی یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ انہیں جماعت اہل حدیث کے کسی گروپ یا دھڑے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) کی تدریس کے ابتدائی دور میں جن حضرات نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے استفادہ کیا، ان میں سے اکثر کے نام گزشتہ صفحات میں لکھ چکا ہوں۔ بعض دوستوں کے حلیے اور سراپے تو ذہن میں محفوظ ہیں مگر ان کے نام یاد نہیں رہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ میرا ان میں سے کسی صاحب سے پڑھنے پڑھانے یا ہم جماعتی کا تعلق نہیں تھا۔ میں جمعیت اہل حدیث کے دفتر یا "الاعتصام" سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا کام **دارالعلوم** میں حصول علم تھا لیکن چونکہ ہم ایک ہی بلڈنگ میں رہتے تھے، اس لیے ہمارے باہم اچھے مراسم تھے، اور ان مراسم کی بنا پر ان میں سے بعض کے نام ذہن میں محفوظ ہوگئے۔ تاہم بعض نام امتداد زمانہ سے سطح ذہن سے اتر گئے۔ ان میں سے کسی صاحب سے کہیں ملاقات کا موقع میسر آجائے تو بہت اچھی طرح پیش آتے ہیں اور پھر چالیس بیالیس سال قبل کی یادیں تازہ کی جاتی ہیں، لیکن بعض کے نام ذہن میں نہیں ہوتے، ایسی صورت میں بڑی ندامت کا احساس ہوتا ہے۔ ان سے نام پوچھنا اور یہ کہنا بھی مشکل ہوتا ہے کہ مجھے آپ کا نام یاد نہیں رہا، البتہ بعض حضرات خود ہی اپنا نام پتہ بتا کر یہ مشکل حل کر دیتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ قرآن مجید کے حافظ نہیں تھے، لیکن قرآن سے انہیں بہت شغف تھا اور اس پر استحضار کا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم تھا کہ کسی آیت کے بارے میں پوچھا جاتا کہ کہاں ہے تو فوراً بتا دیتے کہ فلاں سورت میں ہے۔ اس سلسلے میں انہیں قرآن مجید کا انڈکس دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اور پرانے بزرگ عام طور سے انڈکسوں سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھتے تھے، وہ خود ہی انڈکس تھے۔

مولانا موصوف نے کسی زمانے میں قرآن مجید کے آخری سات سپارے زبانی یاد کیے تھے، وہ انہیں نمازوں میں یا کسی دوسری شکل میں پڑھتے رہتے تھے۔ سفر میں وہ اصح المطابع دہلی کی چھپی ہوئی حمائل شریف اپنے پاس رکھتے تھے۔

اسی طرح کسی حدیث کے متعلق ان سے سوال کیا جاتا تو بلا تامّل فرما دیتے کہ فلاں کتاب کے فلاں باب میں ہے اور اس قسم کی ہے۔ یعنی صحیح، حسن، غریب وغیرہ۔

خود ستائی پر محمول نہ کیا جائے تو عرض کروں کہ اس فقیر کو بھی چھوٹی عمر ہی سے قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ ہے، اس کی بنیادی وجہ میرے دادا مرحوم تھے جنہوں نے مجھے قرآن مجید پڑھایا، وہ تاکید کیا کرتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کی روزانہ بالالتزام تلاوت کی جائے۔ اس باب میں وہ بڑے سخت تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن ہی میں مجھے روزانہ قرآن مجید پڑھنے کی عادت پڑ گئی۔ اگر کسی دن کوئی ایسی مجبوری پیش آجائے کہ نہ پڑھ سکوں تو دل میں یہ خیال رہتا ہے کہ معلوم نہیں آج دن کس طرح گزرے گا پھر صبح کی بجائے کسی دوسرے وقت میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی وجہ سے اس عادت میں مزید پختگی پیدا ہوگئی۔ میں دورانِ درس طالب علمی کے زمانے میں ان کے حضور حدیث کی کسی کتاب کی عبارت پڑھتا تو خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ جس کا جس قدر قرآن مجید پختہ ہوگا، اُسی قدر وہ صحت اور روانی سے حدیث کی عبارت پڑھے گا۔

بلاشبہ میں بے عمل ہوں اور زندگی لاابالیانہ انداز میں گزری ہے، اب بھی جب کہ قافلۂ حیات "عمرِ نبوت" کی منزل سے آگے نکل گیا ہے، وہی طرزِ لاابالیانہ رکھتا ہوں۔ مولانا کو اس کا خوب علم تھا۔ وہ کبھی کبھی مسکراتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے بزرگوں کی دعائیں تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہیں، جن کی برکت سے تم کچھ کام کر رہے ہو، پھر تمہارے اپنے بعض معمولات کو بھی بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبول حاصل ہوگیا ہے ورنہ تمہارا معاملہ عجیب قسم کا ہے۔

یہ اس گنہگار کی ایک ذاتی سی بات تھی جو مولانا سے متعلق گفت گو کرتے ہوئے معرضِ بیان میں آگئی اور وہ بھی اس لیے کہ اس میں میرے عصیان و تمرد کا ثبوت مضمر ہے۔

بات مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی ہو رہی تھی، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا، وہ سفر میں حمائل شریف اپنے پاس رکھتے تھے، علاوہ ازیں کسی موضوع کی ایک دو کتابیں بھی سفر میں ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ ریل کا لمبا سفر ہوتا تو اوپر کے برتھ پر چلے جاتے اور عام طور سے لیٹ جاتے تھے۔ زیادہ دیر بیٹھنا ان کے لیے مشکل ہوتا تھا۔ قرآن مجید بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کتاب کا مطالعہ کرتے وقت کسی وقت لیٹ جاتے اور کسی وقت بیٹھ جاتے تھے۔

میں ۱۹۶۷ء کو لاہور کی ایک آبادی سانده میں آیا۔ اس سے قبل کچھ عرصہ اندرون بھاٹی دروازے کے ایک محلے میں اور کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ لوہاری دروازے کی ایک آبادی میں رہا۔ بھاٹی اور لوہاری دروازے میں سکونت کے زمانے میں ہمارا یہ معمول رہا کہ تمام افرادِ خانہ رمضان شریف میں نمازِ تراویح شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے تھے۔ لیکن سانڈے میں بڑی دقت پیش آئی۔ اس علاقے میں مسجد اہل حدیث اس وقت بھی نہیں تھی، اب بھی نہیں ہے۔ دیوبندی حضرات کی بھی اس نواح میں کوئی مسجد نہیں ہے۔ اہل حدیث کے چند گھر اس علاقے میں ضرور ہیں، لیکن وہ ایک جگہ نہیں ہیں، ایک دوسرے سے کافی دور ہیں۔ رمضان میں نمازِ تراویح میں قرآن شریف کسی حافظ یا قاری سے نہ سُنا جائے تو بات نہیں بنتی۔ ہم نے اس کا یہ علاج کیا کہ گھر ہی میں تراویح کا انتظام کر لیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ایک حافظِ قرآن کی ڈیوٹی لگا دی، وہ تشریف لاتے اور ڈیڑھ دو گھنٹے تک قرآن مجید سُننے سنانے کا بابرکت سلسلہ جاری رہتا۔ مولانا خود بھی رمضان میں تین چار دفعہ تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ تراویح پڑھتے۔ گھر میں تراویح پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی اہل حدیث اور دیوبندی حضرات اس میں شرکت کرنے لگے۔

بیس اکیس رمضان کو مولانا پُوچھ لیتے کہ قرآن مجید رمضان کی کس تاریخ کو ختم ہو گا۔ ختمِ قرآن کے موقعے پر وہ ضرور تشریف لاتے۔ افطاری غریب خانے پر ہوتی، چند اور دوستوں کو بھی بلا لیا جاتا، تراویح پڑھنے والے حضرات بھی موجود ہوتے، خود مولانا بھی اپنے بعض رُفقا کو لے آتے۔ پھر عشا کے بعد قرآن مجید ختم کر کے گھر جاتے۔

چند مصلّے مولانا کے بڑے پوتے اور حافظ احمد شاکر کے فرزندِ ارجمند عزیزی حافظ حمّاد نے بھی سنائے، میں انہیں "امام صاحب" کہا کرتا ہوں۔

مولانا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی قدر حافظ احمد شاکر یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رمضان سے چند روز پیشتر ازراہِ کرم وہ اطلاع دے دیتے ہیں کہ حافظ یا قاری کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انتظام ہو جائے گا۔ حافظ صاحب ہمارے برخوردار مرشد اور برخوردار پیر ہیں۔

مولانا سردی بہت محسوس کرتے تھے۔ بسا اوقات شدید گرم موسم میں بھی انہیں سردی کا احساس ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ اگست کے مہینے میں تقریباً دو بجے دوپہر کو وہ مولوی محی الدین سلفی مرحوم کے ساتھ غریب خانے پر تشریف لائے۔ کھانے کے لیے پُوچھا گیا تو فرمایا، چائے اور ڈبل روٹی لے آؤ۔ آدھ پون گھنٹے تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں، لطائف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ پھر میں نے عرض کیا لیموں کی سکنجبین پیش کی جائے؟ فرمایا، ضرور پئیں گے۔ مولوی محی الدین سلفی مرحوم بہت دلچسپ دوست تھے اور کھانے پینے میں کھلے دل کے مالک تھے۔ بولے: پُوچھتے کیا ہو، جو جی چاہے لاؤ، ہم کھانے پینے کے لیے تو میہاں آئے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد عرض کیا: ایک دوست چین گئے تھے، وہ چینی چائے کے دو ڈبے تحفۃً دے گئے ہیں، کیا آپ وہ چائے پینا پسند فرمائیں گے؟

بولے: ایک ایک پیالی پی لیں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چینی چائے پی کر بڑے خوش ہوئے، فرمایا: یہی وہ چائے ہے جس کا ذکر مولانا ابوالکلام نے غبارِ خاطر میں کیا ہے؟

عرض کیا: وہی چائے ہے۔

فرمایا: میرے لیے ایک پیالی اور لاؤ۔

تھوڑی دیر بعد کہا: سردی لگ رہی ہے، کمبل لاؤ۔ کمبل لایا گیا تو بولے، سردی زیادہ محسوس ہو رہی ہے رضائی لاؤ۔ کمبل اور رضائی کا مطالبہ اگست کے مہینے میں ہو رہا تھا۔ اس نے گھر میں کچھ ہنسی مذاق کی سی شکل اختیار کر لی۔ لیکن ان کی طبیعت کی نزاکت کا سب کو علم تھا، اس لیے وہی کیا گیا جو انہوں نے فرمایا۔

سردی کا احساس کم ہوا تو میں نے پوچھا: پشاوری قہوہ پینے کو جی چاہتا ہے؟

مسکراتے ہوئے فرمایا: لے آؤ۔ وہ بھی پی لیں گے۔

جانے لگے تو کمبل اوڑھ کر باہر نکلے اور اسی حالت میں اپنے گھر گئے۔

طبّی اصطلاح میں ان کا مزاج بلغمی صفراوی تھا۔

قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا خوب ڈھنڈورا پیٹا گیا اور مسلسل پیٹا جا رہا ہے گزشتہ چودہ پندرہ سال سے تو یہ سلسلہ انتہا کو پہنچا ہوا ہے، لیکن نہ کہیں صحیح اسلام نظر آ رہا ہے اور نہ اس کا نظام اور نفاذ کہیں دکھائی دیتا ہے ــــ اسلام کے نظام اور نفاذ کے بارے میں چند سال پیشتر ملک کے اربابِ اختیار نے کمال حکمتِ عملی سے علمائے کرام کو جو فریضہ سرانجام دینے کی طرف متوجہ فرمایا، وہ یہ تھا کہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دو۔ چنانچہ مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات پورے زور شور سے اس قسم کے مضامین لکھنے اور تقریریں کرنے لگے کہ اس ملک میں کتاب و سنّت کا نظام لایا جائے۔ احناف بالخصوص بریلوی حضرات کی طرف سے فقہ کے نفاذ پر زور دیا گیا اور فتاوی عالمگیری کے مطابق آئین تیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ــــ پھر یہ ہوا کہ بہت سے اہل حدیث مضمون نویسوں اور مقرروں نے یہ مشغلہ اختیار فرما لیا کہ فقہ پر سخت الفاظ میں تنقید کرنے لگے اور خاص طور سے فتاویٰ عالم گیری کے بعض مقامات کی وہ عبارتیں نقل کرنا شروع کر دیں جو ان کے نزدیک قابل اعتراض تھیں۔

مجھے یقین ہے فتاویٰ عالمگیری کے ان موافقین اور مخالفین میں سے اکثر کو معلوم نہیں کہ یہ کس زبان میں ہے اور کتنی جلدوں میں ہے اور ایک شخص کی تصنیف ہے یا ایک سے زائد علمائے کرام کی بلکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا اصل نام کیا ہے۔ ایک اہل حدیث عالم سے، جو خیر سے ایک مدرسے کے مہتمم بھی ہیں، میں نے پوچھا: فتاویٰ عالمگیر کس زبان میں ہے؟ میں نے ایسے لہجے میں ان سے یہ سوال کیا تھا، جس سے وہ سمجھیں کہ میں واقعی یہ نہیں جانتا کہ یہ کتاب کس زبان میں ہے اور ان سے اس سلسلے میں استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا: فارسی زبان میں۔
اس کے بعد میں خاموش ہوگیا اور ان سے کوئی بات نہیں کی۔ اس جواب باصواب کے بعد بات کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔
مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کو ایک دن یہ واقعہ سنایا تو ہنسے اور فرمایا۔ اہل حدیث کے مدارس میں پہلے فقہ حنفی کی بعض کتابیں باقاعدہ پڑھائی جاتی تھیں، اب وہ بات نہیں رہی۔ فقہ کی جس انداز سے ہمارے ہاں مخالفت ہو رہی ہے اس سے مجھے خطرہ ہے کہ ہمارے طلبا آئندہ اس علم سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ نہ یہ فقہ حنفی سے واقف ہوں گے، نہ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کا انہیں کوئی علم ہوگا۔
اہل حدیث علما و طلبا کو کون بتائے کہ فتاویٰ عالمگیری کا اُردو ترجمہ مشہور اہل حدیث عالم و مصنف مولانا سید امیر علی ملیح آبادی نے کیا تھا جو حضرت میاں نذیر حسین کے شاگرد تھے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔ یہ ترجمہ ان سے منشی نول کشور نے کرایا تھا اور انہی نے پہلی مرتبہ شائع کیا تھا، اس پر فاضل مترجم نے طویل مقدمہ سپردِ قلم فرمایا ہے جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔
ناقدینِ علمِ فقہ سے ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ فقہ کی مشہور کتاب "ھدایہ" کا (جو ہمارے زمانہ طالب علمی میں اہل حدیث مدارس میں پڑھائی جاتی تھی اور ہم نے پڑھی ہے) اُردو ترجمہ بھی پہلی مرتبہ مولانا سید امیر علی ملیح آبادی نے کیا تھا۔ اگرچہ چند سال پہلے ھدایہ کا ایک اور ترجمہ بھی ہوگیا ہے، مگر فتاویٰ عالمگیری کے ترجمے کی طرح متداول ترجمہ وہی ہے جو مولانا ملیح آبادی نے کیا ہے۔ کیا مولانا امیر علی ملیح آبادی آج کل کے برخوردار ناقدینِ فقہ سے بھی کتاب و سُنّت اور علومِ حدیث کا کم علم رکھتے تھے۔؟
گردشِ لیل و نہار سے الاعتصام جب دوبارہ ان کے پاس آگیا تو اس کے لیے ایک مشاورتی کمیٹی بنائی جس میں مولانا حنیف ندویؒ کو اور اس فقیر کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ مولوی محی الدین سلفی مرحوم اس کے سیکرٹری تھے۔ اس وقت یہ ادارہ کرائے کے مکان میں تھا اور یہ مکان شیش محل روڈ پر مکتبہ سلفیہ کے سامنے تھا، بعد کو اس کے لیے الگ بلڈنگ تعمیر کی گئی۔ اس بلڈنگ میں مولانا نے اپنا کتب خانہ (وقف کر کے) منتقل کر دیا تھا۔ ایک دن میں ان کو سلام عرض کرنے گیا تو دارالدعوۃ السلفیہ میں لے گئے اور فرمایا، تم یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں کتب خانے میں کس موضوع کی کتابیں کم ہیں۔ میں نے سرسری طور پر اِدھر اُدھر سے کتابیں دیکھیں اور عرض کیا میرے نزدیک فقہ حنفیہ اور فقہ شیعہ سے متعلق کتابیں کم ہیں۔ فرمایا، میں بھی یہ کمی محسوس کر رہا ہوں اِن شاءاللہ اس موضوع کی کتابیں خریدی جائیں گی۔ چند روز کے بعد بتایا کہ شیعہ فقہ کی کچھ کتابیں تو خرید لی گئی ہیں اور فقہ حنفیہ سے متعلق کمی پوری کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا، اس کا مجھے علم نہیں۔
ایک دن دفتر مجھے ٹیلیفون کیا کہ آج کسی وقت ضرور آؤ، چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا، دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔
ایک یہ کہ لائبریری کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ دوسری یہ کہ "الاعتصام" کی ادارت سنبھال لو۔ تمہیں دونوں سہولتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوں گی جو ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں حاصل ہیں۔ مزید فرمایا کہ "الاعتصام" کو بے شک ماہانہ رسالہ بنا دو اور اس میں خالص تحقیقی مقالات شائع کرو۔ اس سلسلے میں میرا مطالبہ صرف یہ ہوگا کہ عقائد سلف کے خلاف کوئی بات نہ چھپے۔

میں نے عرض کیا ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۵ء سولہ سال تک "الاعتصام" کی ادارتی ذمے داریاں میرے سپرد رہیں اور اس اثنا میں اپنی محدود علمی استطاعت کے مطابق میں نے دیانت داری سے جماعت اہل حدیث اور مسلک اہلحدیث کی خدمت کی۔ ۱۹۶۵ء سے میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے منسلک ہوں اور وہاں تصنیفی خدمات سر انجام دے رہا ہوں، ادارے کے ترجمان ماہنامہ "المعارف" کے ادارتی فرائض بھی میرے ذمہ ہیں، میں بحمد اللہ وہاں مطمئن ہوں، مجھے وہیں رہنے دیجیے۔

میں نے یہ بھی عرض کیا کہ بعض دیگر تصنیفات کے علاوہ پہلی صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک "فقہائے ہند" کے نام سے میری دس جلدیں چھپ چکی ہیں۔ یہ کام ان شاء اللہ ایک خاص اسلوب سے آگے بھی بڑھے گا۔

فرمایا: چودھویں صدی ہجری کے علما و فقہا کے حالات ہمارے لئے تحریر کر دو، لیکن اس میں فقط اہل حدیث علما و فقہا کے حالات بیان ہونے چاہییں۔

"المعارف" کے مضامین و مشمولات کا ذکر ہوا تو مسکراتے ہوئے فرمایا: اب یہ رسالہ تم نے مسلمان بنا دیا ہے۔

دار الدعوۃ السلفیہ سے وابستگی کے لیے انہوں نے اس فقیر سے کئی مرتبہ کہا، میرے بعض دوستوں سے بھی کہا کہ وہ مجھے اس کے لیے آمادہ کریں۔ میری بیوی سے بھی کہا کہ میں وہ ذمے داریاں قبول کر لوں، جو وہ میرے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے، میں بعض وجوہ کی بنا پر تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔

ایک دن بعض بزرگوں کے خطوط کا تذکرہ ہوا تو فرمایا میرے پاس حضرت مولانا شمس الحق ڈیانوی کا ایک مکتوبِ گرامی محفوظ ہے جو انہوں نے اپنے ہم عصر ایک عالمِ دین کے نام ارسال فرمایا تھا (اس عالمِ دین کا اسمِ گرامی بھی انہوں نے بتایا تھا، لیکن افسوس ہے اب میرے ذہن میں نہیں رہا) یہ مکتوب دکھانے کے لیے انہوں نے اپنے پرانے کاغذات دیکھے جو ٹین کی ایک چھوٹی سی پرانی صندوقچی میں رکھے تھے۔ لیکن وہ مکتوب انہیں نہیں ملا، سخت افسوس ہوا کہ وہ مکتوب جو انہوں نے اپنی دانست میں بڑی حفاظت سے رکھا تھا معلوم نہیں کس طرح اس میں سے غائب ہو گیا۔

ان کو کتابیں خریدنے کا جو بے پناہ شوق تھا، اس کا تذکرہ گزشتہ سطور میں ایک سے زائد دفعہ ہو چکا ہے۔ اس ضمن کا ایک واقعہ اور سنتے جائیے۔ جس سال وہ حج بیت اللہ کے لیے گئے ہیں، اس سال میری ایک عزیزہ بھی حج پر گئی تھیں، انہوں نے بتایا کہ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی انہیں دس پانچ کتابیں اٹھائے ہوئے دیکھا، اس طرح ان کے کمرے میں کتنی ہی کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔

وہ کہتی ہیں، جس دن مولانا کو مکہ مکرمہ سے واپس آنا تھا، اس سے ایک دن پہلے ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا، آپ نے اتنی کتابیں تو لے لی ہیں، گھر کی خواتین اور بچوں کے لیے کچھ کپڑے بھی خرید لیجیے وہ خوش ہو جائیں گے۔ ان کے جذبات کا بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔

میری بات سن کر کہا تم دوپٹوں کے لیے ململ خرید لاؤ۔ اس کے لیے انہوں نے سو ریال دیے ——— وہ ململ لینے کے لیے بازار گئیں تو کہیں سے نہ ملی۔ سو ریال ان کو واپس کر دیے۔ وہ بازار گئے اور سو ریال کی مزید کتابیں خرید لائے —— دوسرے دن وطن روانہ ہوگئے تو دکانوں پر ململ کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

اس سلسلے کا ایک واقعہ اور ——— جو انہوں نے خود ہی سنایا اور بڑے دلچسپ انداز میں سنایا۔

۱۹۵۶ء یا ۱۹۵۷ء میں وہ ہندوستان گئے، سردیوں کا موسم تھا۔ سات آٹھ دن کے بعد رات کو تقریباً نو بجے مجھے کسی نے بتایا کہ مولانا ہندوستان سے واپس آگئے ہیں اور گھر پر ہیں میں اسی وقت گیا اور خیر و عافیت پوچھی۔ کتابوں کی دو بوریاں بھری پڑی تھیں۔ عرض کیا کون کون سی کتابیں لائے، فرمایا، یہ پڑی ہیں دیکھ لو۔ پھر ایک بوری سے تین چار کتابیں نکالیں اور کہا یہ تمہارے لیے لایا ہوں۔

میں نے پوچھا: راستے میں کتابوں کے متعلق کہیں کوئی رکاوٹ تو نہیں پیش آئی۔

فرمایا: رکاوٹ کی سن لو، اٹاری پہنچے تو ہندوستان کے اہل کاروں نے لوگوں کا سامان چیک کیا، میرا سامان صرف یہ کتابیں تھیں جو دو بوریوں میں تھیں۔ سامان چیک کرنے والے افسر سکھ تھے۔

ایک افسر نے پنجابی میں پوچھا، یہ بوریوں میں کیا ہے؟

جواب دیا: کتابیں۔

کہا: ایک بوری کھولو۔

بوری کھولی اور اس نے دیکھی تو کہا دوسری کھولو۔

اب اس نے میری طرف دیکھا۔ پھر کتابیں دیکھیں — پھر سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا۔ پھر کتابوں پر نگاہ ڈالی۔ میں اس کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ میرا لباس اور ظاہری حالت چونکہ کتابوں سے ہم آہنگ نہیں ہے، اس لیے یہ تعجب میں مبتلا ہے کہ اس قسم کے آدمی کو کتابوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

پھر اس نے پوچھا: ان کتابوں کا کیا کرو گے؟

بتایا: پڑھوں گا۔

کہا: پڑھنا جانتے ہو؟

جواب دیا: تھوڑا بہت جانتا ہوں۔

وہ سکھ افسر اردو جانتا تھا، اس نے بوری سے ایک کتاب نکالی اور کہا اس کی چند سطریں کہیں سے پڑھ کر سناؤ۔

دو چار سطریں سنائی گئیں تو اس کے ساتھی سکھ افسر نے کہا پڑھ لیتا ہے جانے دو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھے لکھے اور با ذوق لوگوں کو مطالعے کے لیے کتابیں دینے کے بارے میں ان کی فراخ حوصلگی اور وسعتِ قلب کا ذکر پہلے بھی بعض مقامات پر آچکا ہے، اس ضمن کا ایک واقعہ اور سنیے۔

میرے ایک بہت اچھے دوست جعفر قاسمی صاحب تھے جنہوں نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو دل کی حرکت بند ہو جانے سے فیصل آباد میں اچانک وفات پائی۔ وہ چنیوٹ ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ اُردو، عربی، فارسی اور انگریزی میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ سالہا سال انگلستان میں رہے، طویل عرصے تک بی بی سی لندن میں کام کیا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور مختلف معاملات سے متعلق بڑی معلومات کے حامل تھے، اہلِ علم سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ مسلک کے اعتبار سے اہلِ حدیث نہیں تھے، خوش عقیدہ قسم کے حنفی تھے۔

میرے پاس وہ اکثر تشریف لاتے تھے، دفتر بھی اور گھر پر بھی۔ ایک دن اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ لاہور میں کسی ایسے عالمِ دین سے مجھے ملاؤ جن کے کتب خانے میں مختلف موضوعات کی کتابیں ہوں اور وہ کتابیں مطالعے کے لیے دے بھی سکیں۔ اگر کوئی بات ان سے سمجھنے کی ضرورت پڑے تو گھبرائیں نہیں کھلے دل سے سمجھائیں۔

میں نے کہا آپ مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملیں، وہ "وہابی" ہیں اور میرے اُستادِ مکرّم ہیں، وہ آپ کو مطالعے کے لیے کتابیں بھی دیں گے، چائے بھی پلائیں گے، کھانے کا وقت ہوا تو کھانا بھی کھلائیں گے۔ اگر آپ ان کے پاس رات رہنا چاہیں گے تو چارپائی اور بستر بھی ملے گا اور اگر کرائے کی ضرورت پڑی تو کرایہ بھی دیا جائے گا۔

وہ مُسکرائے اور کہا اتنے کھلے دل کا مولوی کوئی نہیں ہو سکتا۔

میں نے کہا آپ ملیں گے تو پتہ چلے گا۔

کہا اُن کے نام مجھے تعارفی خط دے دو تاکہ میں اُن سے مل سکوں۔

میں نے کہا خط کی ضرورت نہیں، عالم کا تعارف اس کا علم ہے۔ آپ انہیں اپنا نام بتایئے اور اُن سے مطلب کی بات کیجیے۔ اِنْ شَآءَ اللہ آپ مطمئن واپس لوٹیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا، وہ گئے، مولانا سے ملے، اپنے مطلب کی کتابیں اُن سے لائے اور پھر یہ سلسلہ مستقل طور پر شروع ہو گیا۔ مولانا کی وہ بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔

میں ایک دن مولانا کی خدمت میں گیا تو اُنہوں نے جعفر قاسمی صاحب کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اُنہوں نے تمہارا نام لیا تھا اور کافی دیر ان کے یہاں بیٹھے، مختلف موضوعات سے متعلق باتیں کرتے رہے۔

حدیث کی کتابوں میں بہت سی دعائیں بیان کی گئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات و مواقع پر پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً فجر، مغرب اور دوسری نمازوں کے بعد کی دعائیں، بازار میں داخل ہونے، سواری پر سوار ہونے، بیت الخلا میں جانے، آئینہ دیکھنے، کسی معذور اور بیمار کو دیکھنے کے وقت کی دعائیں۔ سفر پر روانہ ہونے، سفر سے واپس آنے، مسجد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہونے، مسجد سے باہر نکلنے اور نئے کپڑے پہننے وقت کی دعائیں ۔ دنیوی باتیں کرنے اور کھانے پینے کے بعد کی دعائیں اس قسم کی بہت سی دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و مروی ہیں اور جنہیں **ادعیہ ماثورہ** کہا جاتا ہے، مولانا عطاء اللہ صاحب کو سب یاد تھیں اور انہیں وہ بالالتزام پڑھا کرتے تھے ۔

نماز با جماعت اگر کسی وجہ سے رہ جاتی تو وہ کسی دوسرے نمازی کو (جسے نماز پڑھنا ہوتی) ساتھ ملا کر جماعت کرا لیتے اور اس طرح دوسری جماعت کرا کے نماز با جماعت کا ثواب حاصل کرتے ۔

ایک مرتبہ اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ ایک مسافر بس ملتان سے لاہور آرہی تھی ۔ بس پتوکی سے تین چار میل آگے آئی تو ڈاکوؤں نے روک لی اور مسافروں کو لوٹ لیا ۔ اس وقت رات کے نو یا دس بجے تھے ۔ اس واقعہ سے تین چار دن بعد میں مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ **مکتبہ سلفیہ** میں بیٹھے تھے جو ان کے مکان کے بالکل قریب ہے کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود تھے ۔ حاضرین میں سے کسی نے ملک میں پھیلی ہوئی بدامنی اور رہزنی کا ذکر چھیڑ دیا ۔ اور دوران گفتگو میں اس بس کا ذکر بھی کیا جو تین چار روز پہلے لوٹی گئی تھی ۔

مولانا عطاء اللہ صاحب نے فرمایا وہ بھی اس بس میں سوار تھے ۔ ڈاکوؤں نے بس روکی اور ایک ایک آدمی کو نیچے اتار کر اس کی تلاشی لینا اور لوٹنا شروع کیا ۔ مولانا بس کے درمیان میں بیٹھے تھے ۔ انہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو پڑھنا شروع کر دیا ۔ **اللّٰھم اکفنا شرھم بما شئت**

آٹھ دس آدمیوں کو ڈاکوؤں نے نیچے اتارا اور لوٹا ، پھر کہا اب جاؤ ۔ مولانا بالکل محفوظ رہے ، ان کو نہیں اتارا ۔

میں نے مولانا عطاء اللہ صاحب کے چار اساتذہ کرام کو دیکھا ہے ، ان کا وہ انتہائی احترام کرتے تھے اور ان کے حضور نہایت ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے ۔ ان کے اسمائے گرامی بہ ترتیب وفات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۔

۱ ۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی ۔ ۲۶ نومبر ۱۹۵۲ء (۶ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ) کو اوکاڑہ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ مولانا شرف الدین دہلوی : ۲۱ جولائی ۱۹۶۱ء (۷ صفر ۱۳۸۱ھ) کو کراچی میں وفات پائی ۔

۳ ۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی : ۴ اگست ۱۹۶۲ء (۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ) کو اوکاڑہ میں انتقال ہوا ۔

۴ ۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی : ۴ مئی ۱۹۸۵ء (۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ) کو گوجرانوالہ میں رحلت فرمائی ۔

یہ وہ عالی مرتبت حضرات تھے جن میں سے حضرت حافظ محمد گوندلوی سے اس عاجز کو بھی شرف شاگردی حاصل ہے ۔ باقی تینوں اس فقیر کے انتہائی مشفق تھے ۔ رحمھم اللہ تعالیٰ ۔

۱۹۸۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ ریڈیو پاکستان (لاہور) نے ایک نئے پروگرام کا آغاز کیا ، جس کا عنوان تھا "زندہ تابندہ" یہ پانچ منٹ کا پروگرام تھا جو روزانہ شام کو ساڑھے پانچ بجے نشر ہوتا تھا ۔ اس میں فوت شدہ معروف علمی شخصیتوں کے ضروری حالات بیان کیے جاتے تھے ۔ ریڈیو کے اصحاب اختیار نے مجھے کہا کہ میں ہر مہینے پندرہ شخصیتوں کے حالات بیان کیا کروں ۔ پہلے تو میں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی تصنیفی مصروفیتوں کی بنا پر معذرت کردی لیکن ان کا اصرار بڑھا تو میں نے کہا کہ ریڈیو پر احناف کے دیوبندی اور بریلوی حضرات کے حالات عام طور سے نشر ہوتے رہتے ہیں اہل حدیث اکابر علما کے متعلق یہاں بالکل خاموشی چھائی ہوئی ہے، میں اس پروگرام میں اہل حدیث اہلِ علم اور اصحابِ فکر کا تعارف بھی کراؤں گا۔ انہوں نے کہا ہمیں کسی مسلکِ فقہی کے علماء سے ہرگز کوئی کد نہیں ہے۔ اگر کوئی اہلحدیث بزرگ اس پروگرام کے معیار پر پورے اترتے ہیں تو ان کا تذکرہ ضرور ہونا چاہیے۔

مختلف اوقات میں، مَیں نے پینتالیس حضرات کے مختصر حالات بیان کیے۔ سامعین کرام میں سے دو حضرات نے مجھے بتایا کہ انہوں نے یہ پروگرام سُنا تھا، ایک میاں محمود علی قصوری (بار ایٹ لا) نے اور ایک مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے۔ ان دونوں کے متعلق میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ یہ پروگرام سُن سکیں گے اس لیے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب قطعاً ریڈیو نہیں سنتے تھے۔ ریڈیو سُننا شاید ان کے نزدیک جائز بھی نہیں ہوگا۔ میاں محمود علی قصوری اس قدر مصروف رہتے تھے کہ ریڈیو سننے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

میاں صاحب نے ٹیلی فون پر مجھے بتایا کہ پروگرام "زندہ تابندہ" میں انہوں نے اپنے والدِ محترم مولانا عبدالقادر قصوری اور اپنے دو محترم بھائیوں مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب کے مختصر حالات سُنے تھے۔ انہوں نے ازراہِ کرم میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں ان کے حالات تفصیل سے لکھ دوں، وہ اسے کتابی شکل میں شائع کریں گے۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے بتایا کہ وہ اتفاقاً شیش محل روڈ کے ایک چائے خانے میں چائے پی رہے تھے کہ ریڈیو سے آواز آئی مولانا شرف الدین دہلوی کے حالات سُنیے ـــ ان کے حالات بیان ہوئے تو آخر میں بتایا گیا، کل مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کا تذکرہ کیا جائے گا۔ اس طرح انہوں نے اپنے دونوں محترم اساتذہ کے حالات بھی سُنے اور بعض دیگر حضرات کا تذکرہ بھی سماعت فرمایا۔

اس پر انہوں نے مسرّت کا اظہار فرمایا اور اس بندۂ عاجز کے متعلق جو الفاظ استعمال کیے وہ میرے لئے خوشی کا باعث تھے۔

علاج معالجے کے سلسلے میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ یونانی علاج کو ترجیح دیتے تھے۔ دوسرے نمبر پر ہومیوپیتھی طریقِ علاج آتا تھا۔ ایلوپیتھی کو وہ زیادہ پسند نہیں فرماتے تھے۔

شروع ہی سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کی جیب میں ایک چھوٹی سی ڈائری ہوتی تھی، جس میں وہ ضروری باتیں نوٹ کر لیتے تھے بعض طبی نسخے بھی اس میں درج ہوتے تھے۔

تصویر کشی کو وہ ناجائز بلکہ حرام سمجھتے تھے۔ کرنسی نوٹوں پر بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کی تصویر چھپنے لگی تو انہیں سخت ذہنی کوفت ہوئی اور اُسے خلافِ شرع قرار دیا۔ اسی طرح شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی تصویر ان کے نزدیک صحیح نہ تھی۔ حج بیت اللہ کے کاغذات پر تصویر کو جو ضروری ٹھہرایا گیا ہے، اس کے وہ شدید مخالف تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکاری قسم کی میٹنگوں اور مجلسوں میں حاضری سے وہ بہت گھبراتے تھے۔ بعض ایسی سرکاری کمیٹیوں کی رکنیت، جس میں شرعی معاملات زیر بحث آتے ہوں، وہ قبول تو کر لیتے تھے لیکن دل میں کچھ تکدر سا برحال رہتا تھا۔
محکمہ اوقاف کی کمیٹیوں میں شرکت کرنے سے قطعی انکار کر دیتے تھے۔ اوقاف کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اس کی آمدنی میں مزاروں کی آمدنی شامل ہوتی ہے اور اس کی کمیٹیوں میں شریک ہونے والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام بھی اسی سے کیا جاتا ہے اور آمد و رفت کا کرایہ بھی اسی سے دیا جاتا ہے، یہ نذر و نیاز اور غیر اللہ کے نام کی آمدنی ہے جس کا استعمال وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔
ایک مرتبہ انہیں محکمہ اوقاف کے زیر انتظام چلنے والے مدارس کی نصاب کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا، مگر انہوں نے محض اس بنا پر اس کی رکنیت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ کمیٹی کے ارکان کو آمد و رفت وغیرہ کا جو کرایہ دیا جائے گا اس کے ذرائع حصول میں "شرک کی آمیزش" پائی جاتی ہے۔
بعض دیوبندی حضرات کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ آپ اس کی رکنیت قبول نہیں کریں گے تو آپ کی جگہ دوسرے فقہی مسلک کے لوگ آ جائیں گے، مگر وہ نہیں مانے — چند دیوبندی علمائے کرام نے مجھے بھی کہا کہ میں ان کو نصاب کمیٹی کی رکنیت قبول کرنے پر آمادہ کروں۔ میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ آپ نہ وہاں سے کھانا کھائیں اور نہ کرایہ وغیرہ وصول کریں، بلکہ کچھ نہ لینے کی نئی روایت قائم کریں، مگر اس علمی مجلس میں شرکت ضرور فرمائیں۔ وہ نہیں مانے، فرمایا لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں بھی وہ تمام سہولتیں حاصل کرتا ہوں جو دوسرے ارکان حاصل کرتے ہیں، میں اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں میں مشکوک نہیں ٹھہرانا چاہتا۔
ایک مرتبہ ضیاء الحق نے مجلس شوریٰ قائم کی جس کے تمام ارکان ان کے اپنے نامزد کردہ تھے۔ ان ارکان میں مولانا عطاء اللہ بھی شامل تھے۔ معلوم نہیں وہ اس کھکھیڑ میں کیوں پڑے تھے جب کہ یہ سارا سلسلہ ان کے مزاج کے منافی تھا۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ اخبار "مشرق" میں ان کی تصویر شائع ہوئی جو نہایت واضح تھی۔ اجلاس میں شامل ہونے کے لیے وہ اندر جا رہے تھے کہ کیمرے کی گرفت میں آ گئے، اس وقت وہ تہبند باندھے اور جرابیں پہنے ہوئے تھے۔ جرابوں اور تہبند کے درمیان پنڈلیوں کا جتنا حصہ برہنہ تھا وہ تصویر میں نمایاں نظر آ رہا تھا۔
یہ ان کی بے خبری کی تصویر تھی، جس کا انہیں بالکل پتہ نہیں چل سکا تھا۔ اخبار میں چھپی ہوئی یہ تصویر ان کو کسی نے دکھائی تو بڑے افسردہ ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجلس شوریٰ کی دو ایک میٹنگوں میں ہی شرکت فرمائی ہو گی کہ یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

ہر شخص کسی نہ کسی پر کبھی خفگی کا اظہار کرتا ہے اور کبھی پیار کا، کبھی اس کا رویہ نرمی کا ہوتا ہے اور کبھی سختی کا، اس صفت کو ہم جلال اور جمال سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور علمائے کرام کی اس روش کو بالعموم انہی دو لفظوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ اگر وہ غصے میں ہوں تو کہا جاتا ہے "جلال میں ہیں"۔ محبت اور پیار کا اظہار فرمائیں تو کہا جاتا ہے "جمال میں ہیں"۔
خفگی اور پیار یا نرمی اور سختی یا جلال اور جمال کے اوصاف ہر انسان کی طرح مولانا عطاء اللہ صاحب میں بھی پائے جاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور اس کا اظہار بھی ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ اس کے اظہار کے لیے کوئی اور شخص نہ ملتا تو نگاہِ انتخاب اس فقیر پر پڑجاتی۔

۱۹۸۲ء کے ماہِ جون کی بات ہے کہ میرے ایک بزرگ دوست قاضی عبیداللہ فیصل آباد سے لاہور آئے اور رات غریب خانے پر رہے۔ اس دن میں دفتر نہیں گیا، انہی سے باتیں کرتا رہا۔ دس بجے کے قریب اُنھوں نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ ہم شیش محل روڈ پر پہنچے۔ مولانا مکتبہ سلفیہ میں تشریف فرما تھے، ہمیں دیکھ کر نہایت خوش ہوئے، پہلے پانی پلایا، پھر اصرار کرکے چائے پلائی اور اِدھر اُدھر کی بہت سی باتیں کی۔ مجھ سے فرمایا تم نے بہت اچھا کام کیا کہ قاضی عبیداللہ کو یہاں لے آئے اور اُن سے ملاقات ہوگئی۔ ان کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر بھی وہیں تھے اور تین چار اور لوگ بھی تھے، جنہیں مَیں نہیں جانتا تھا۔ وہ مکتبے میں اپنے مطلب کی کتابیں دیکھ رہے تھے، لباس اور وضع قطع سے دیوبندی اصحاب علم معلوم ہوتے تھے۔

ان دنوں "المعارف" میں ایک مرحوم عالمِ دین کے متعلق میں نے ایک مضمون لکھا تھا، جن کی وفات پر ایک مہینہ گزرا تھا۔ مضمون کی یہ پہلی قسط تھی، دوسری قسط "المعارف" کی آئندہ اشاعت میں چھپ رہی تھی۔ اس مرحوم عالمِ دین سے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے بھی قیامِ فیروزپور کے زمانے سے مراسم تھے۔ فیروزپور میں وہ مولانا کے اصرار پر ان کے مہمان بھی رہ چکے تھے۔

دورانِ گفتگو میں اس مضمون کا ذکر ہوا تو فرمایا میں نے مضمون پڑھا ہے، بہت دلچسپ مضمون ہے۔ تم نے ان کی شخصیت اور عادات واطوار کی اچھی طرح وضاحت کردی ہے۔ دوسری قسط دیکھیں گے کیسی ہے۔

وہ بہت اچھے موڈ میں تھے اور خوش گوار اسلوب میں باتیں ہورہی تھیں۔ میں نے عرض کیا، جن علمائے کرام سے میرا بہت تھوڑا تعلق رہا ہے، اِنْ شَآءَ اللہ ان سب کے بارے میں اسی انداز واسلوب میں لکھوں گا۔ فرمایا لکھنا چاہیئے۔ حافظ احمد شاکر نے کہا، ضرور لکھیے، اور اپنی یادداشتوں کی روشنی میں تفصیل سے لکھیے۔

اس کے بعد دو منٹ تو مولانا خاموش رہے۔ پھر ایک دم جلال میں آگئے اور غصّے سے باآوازِ بلند فرمایا۔

سوائے میرے —— جس پر جو جی چاہے لکھو، لیکن میرے متعلق بالکل نہ لکھنا، نہ میری زندگی میں نہ میرے بعد —— ایک لفظ بھی نہ لکھنا، —— مَیں جانتا ہوں تمہیں، حنفیوں کی خدمت کررہے ہو —— کیا اس لیے تمہاری تربیت کی تھی۔ اور اس لیے تمہیں پڑھایا تھا کہ حنفیوں کی خدمت کرنا —— ؟ ملحد ادارے میں کام کررہے ہو اور ملحدوں کے ساتھ ملے ہوئے ہو ——

اُنھوں نے طیش اور غصّے میں یہ باتیں کہیں —— جو لوگ وہاں موجود تھے، وہ حیران تھے اور تعجب سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ پیار کی باتیں کرتے کرتے یکایک ان کو کیا ہوگیا ہے —— مَیں بھی پریشان اور قاضی عبیداللہ بھی متعجب —— حافظ احمد شاکر جنہوں نے ابھی یہ کہا تھا کہ "ضرور لکھیے اور اپنی یادداشتوں کی روشنی میں تفصیل سے لکھیے" —— وہ بھی خاموش تھے، ——

میں نے جرأت کرکے اُن سے پوچھا: "ملحد ادارے" سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

بولے: بعض مسائل کی جو تاویلیں کی جارہی ہیں، وہ الحاد سے ملتی ہیں۔

عرض کیا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے کس رکن یا مصنف نے کہاں کوئی ایسی بات لکھی ہے جو آپ کے نزدیک الحاد سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلتی ہے۔

اس کی نشاندہی کرنے کے بجائے فرمایا: میں سب جانتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں بعض مسائل کے سلسلے میں بعض معروف ترین اہل حدیث علمائے کرام کا نقطۂ نظر بیان کروں؟

فرمایا: مجھے معلوم ہے، کس مسئلے میں کس کا کیا نقطۂ نظر ہے، تم کچھ بتانے کی تکلیف نہ کرو۔

اب صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ وہاں بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا تھا اور اٹھنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔ یعنی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ تھا۔

میں نے تو زبان بند ہی کرلی تھی۔

چھ سات منٹ بالکل خاموشی رہی۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ نہ مولانا نے کوئی بات کی، نہ ہم نے کوئی بات کرنے کی ضرورت محسوس کی ۔ دو دن طبیعت پر بڑا بوجھ رہا۔ دل سے بات نکالنے کی کوشش کرتا تھا لیکن نکلتی نہیں تھی۔ تیسرے دن اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ دس بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، رسیور اٹھایا تو السلام علیکم کی آواز آئی۔ یہ مولانا عطاء اللہ صاحب کی آواز تھی، بولے کیا حال ہے؟

عرض کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ٹھیک ہوں۔

پوچھا: فقہائے ہند کی کون سی جلد زیر تصنیف ہے۔

جواب دیا: تیرھویں صدی ہجری کی پہلی جلد آج چھپ کر آگئی ہے۔ کئی روز سے دوسری جلد کا کام شروع ہے۔

اب ان کی آواز بہت نرم تھی، جمال میں ڈوبی ہوئی ـــــ جیسے پرسوں والی سختی کی تلافی کر رہے ہوں۔

سوال ہوا: میری کون کون سی کتابیں تمہارے پاس ہیں؟

عرض کیا: صرف ایک ـــ اور وہ ہے مآثر الکرام، لاہور کی چھپی ہوئی۔

پوچھا: اور کوئی کتاب نہیں؟

عرض کیا: نہیں

فرمایا: کسی کتاب کی ضرورت ہے تو منگوالو یا خود آکر لے جاؤ۔

ان کی گفتگو کا ایک انداز یہ تھا جو اس وقت اختیار کیا گیا تھا۔ معلوم نہیں خود ہی سوچ لیا کہ پرسوں والی گفتگو کا اسلوب کیسا تھا یا ممکن ہے حافظ احمد شاکر نے کسی طرح توجہ دلائی ہو کہ خواہ مخواہ غریب پر برس پڑے۔

میں اپنے کام کے سلسلے میں عام طور پر ان سے کتابیں لیتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف "مآثر الکرام" کی ضرورت پڑی تو انہوں نے اس کے دو نسخے میرے سامنے رکھ دیے۔ ایک بہت پرانی طبع کا جو نہایت عمدہ اور صحیح چھپا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا نسخہ لاہور میں ۱۹۷۱ء میں چھپا ہے۔ اس پر مولانا کا نام اس طرح لکھا ہوا ہے۔

احقر ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور بکم محرم ۱۳۹۲ھ
فروری ۱۹۷۲ء

میں نے یہ نسخہ لے لیا اور اپنے قبضے میں کر کے عرض کیا: یہ کتاب آپ نے مجھے بخش دی؟

ذرہ سا تأمل کر کے فرمایا: چلو بخش دی۔!

انہوں نے ٹیلی فون پر کتابوں کے بارے میں پوچھا: تو میں نے جواب میں عرض کیا کہ میرے پاس صرف مآثر الکرام (مطبوعہ لاہور) ہے اور وہ آپ نے مجھے "بخش دی" تھی۔

فرمایا: اچھا بخش دی تھی، تو رکھو اپنے پاس۔

اپنی ضرورت کی کتابیں مولانا محمد حنیف ندوی ان سے لے جاتے تھے جو بعض اوقات کافی عرصہ اُن کے پاس رہتی تھیں۔ وہ کتابیں میں ہی مولانا ندوی سے وصول کر کے ان کو پہنچاتا تھا۔ بعض دفعہ مولانا ندویؒ ان سے کتابیں منگواتے بھی میری معرفت تھے۔

اُوپر جو واقعہ میں نے اپنے متعلق بیان کیا ہے، وہ محض اس لیے کیا ہے کہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ وہ اس فقیر کو ہمیشہ اپنا ادنیٰ شاگرد اور برخوردار سمجھتے رہے۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ اُن کی شفقتیں مختلف انداز میں میرے شاملِ حال رہیں، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کی صورت میں، کبھی خفگی اور غصے کی شکل میں اور کبھی پیار محبت کے رنگ میں۔!

اَب جب کہ ہم گزارشات کی آخری منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں، یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کا کن سیاسی اور دینی جماعتوں سے تعلق تھا۔

مولانا ممدوح جیسا کہ پہلے بتایا گیا، ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ بعض علوم کی ابتدائی کتابیں اپنے گاؤں میں پڑھنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے ۱۹۲۴ء میں دہلی گئے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ پندرہ سال کی تھی۔ اس سے پانچ سال پہلے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تجویز و تحریک سے ۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند قائم ہو چکی تھی۔ اسی اثنا میں آل انڈیا مجلسِ خلافت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہ ہندو مسلم اتحاد کا زمانہ تھا۔ مجلسِ خلافت کے جلسوں میں اس اتحاد کا جو مظاہرہ ہوتا تھا اُس کی مثال برصغیر میں نہیں ملتی۔ یہ سلسلہ تین چار سال خوب زوروں پر رہا۔ ایک نیشلسٹ ہندو لیڈر جو کانگرس سے تعلق رکھتا تھا اور خلافت کی تحریک میں گرفتار ہوا تھا۔ سوامی شردھانند تھا۔ ہندوستان کی انگریزی حکومت نے اس کے ساتھ جیل میں کوئی خفیہ بات چیت کی اور ۱۹۲۲ء میں اسے رہا کر دیا گیا۔ رہا ہوتے ہی اس نے شدھی کا سلسلہ شروع کر دیا، یعنی مسلمانوں کو جبراً ہندو بنانے کا آغاز ہو گیا۔ اسی دوران میں ڈاکٹر مونجے نے ہندو سنگٹھن قائم کی جو خالص فرقہ پرست جماعت تھی۔ شدھی کے مقابلے میں مسلمانوں نے ملک کے مختلف مقامات میں تبلیغی مراکز قائم کر کے تبلیغی مہم کا آغاز کر دیا۔ ان تحریکوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک فسادات کی زد میں آگیا اور جگہ جگہ بلوے ہونے لگے۔ بہت سے مسلمان اور غیر مسلم ان فسادات اور بلووں میں مارے گئے۔

اس کا اثر مجلسِ خلافت پر بھی پڑا۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک حصے پر مولانا محمد علی جوہر کا قبضہ تھا اور ایک پر مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالقادر قصوری، مولانا ظفر علی خان اور مولانا داؤد غزنوی وغیرہ کا۔ مولانا محمد علی جوہر نے ان حضرات کا نام "پنجابی ٹولہ" رکھا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف اس وقت کم عمر تھے، اس لیے ان کا تعلق کسی بھی جماعت سے نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد ۱۹۲۷ء میں سلطان عبدالعزیز نے (جنہیں سلطان ابن سعود کہا جاتا ہے) حجاز فتح کر لیا اور وہاں کنٹرول حاصل کرنے کے بعد انہوں نے مکے، مدینے اور حجاز کے دوسرے شہروں میں جہاں دورِ اسلام کی مشہور ہستیوں کے بڑے بڑے مزار تعمیر کیے گئے تھے، ڈھانے شروع کر دیے۔ یہ معاملہ "انہدامِ قبوں" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس میں ہندوستان کے مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور ان کے ہم نوا اس سلسلے میں حکومتِ حجاز کے شدید مخالف تھے، اس کے برعکس مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا داؤد غزنوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا ظفر علی خان اور تمام دیوبندی اور اہلِ حدیث علما و عوام حکومتِ حجاز کے حامی تھے اور سلطان ابن سعود کے انہدامِ قبہ اور انہدامِ قبور و مزارات کی مساعی کو صحیح اور مطابقِ شریعت قرار دیتے تھے۔ اس زمانے کی یہ بحثیں لائقِ مطالعہ ہیں، مگر ان کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس وقت دہلی میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی۔ دہلی ہندوستان کا دارالحکومت بھی تھا اور ملک کی تمام تحریکوں کا مرکز بھی تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے دہلی کے مختلف دینی مدارس کے طلبا میں سلطان ابن سعود کی حمایت کے لیے فضا ہموار کی اور ان کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں سلطان کے انہدامِ قبور کے اقدام کو صحیح اور مطابقِ شرع قرار دیا گیا تھا۔

یہ ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے اور یہ پہلا اشتہار ہے جو مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی طرف سے شائع ہوا۔ یعنی انہوں نے اپنی پبلک زندگی کا آغاز سلطان ابن سعود کے اس اقدام کی علمی حمایت سے کیا جس کا تعلق خالص عقیدۂ توحید سے تھا۔

یہاں دو باتیں ذہن میں رکھیے۔

ایک یہ کہ اس وقت ہندوستان میں سلطان ابن سعودؒ کے اس اقدام کی حمایت کرنا نہایت مشکل تھا، اس لیے کہ یہ مسئلہ انتہائی نازک تھا اور سلطان کے مخالفوں نے جو بے حد تیز طرار تھے، مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کر دی تھی کہ ابن سعودؒ کی حکومت نجدی وہابیوں کی حکومت ہے اور وہ صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت اور بزرگانِ دین کی دشمن ہے اور اسی دشمنی کی بنا پر ان کی قبریں مسمار کر رہی ہے۔ ہندوستان کے جو لوگ ان کی حمایت کر رہے ہیں، وہ بھی دشمنِ دین اور دشمنِ صحابہؓ و اہلِ بیت اور مخالفِ بزرگانِ اسلام ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے حکومتِ آلِ سعود کی فکری حمایت کی، سب سے پہلے اس جماعت سے منسلک ہوئے اور ان لوگوں سے روابط پیدا کیے جنہوں نے سعودی حکومت کے انہدامِ قبہ کے اقدام کو شرعی اعتبار سے مبنی بر صحت قرار دیا تھا اور خالصتاً لوجہ اللہ اس کی حمایت کے لیے میدانِ عمل میں نکلے تھے۔ کوئی دنیوی مفاد ہرگز ان کے پیشِ نگاہ نہ تھا۔

پھر وہ جماعت اہلِ حدیث کی اس تنظیم میں شامل ہوئے جس کے سربراہ جناب سید محمد شریف گھڑیالوی کو منتخب کیا گیا تھا۔ اس جماعت کی طرف سے گوجرانوالہ میں جو مدرسہ قائم کیا گیا تھا، اس کے ایک مدرس مولانا ممدوح تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولائی ۱۹۴۸ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان قائم ہوئی تو وہ اس کے بانی ارکان میں سے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے بہت کام کیا اور مختلف مقامات کے تنظیمی دورے کیے۔ بہت سے مقامات میں ان سطور کا راقم بھی ان کے ہم رکاب تھا۔

سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل دہلوی آج سے ایک سو ستتر سال پہلے ۱۸۲۴ء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کی جماعت مجاہدین کے ساتھ سرحد پار کے آزاد علاقے میں گئے تھے۔ وہاں سے وہ برصغیر کی انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنا اور ملک کو اس کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت کے پنجاب کی سکھ حکومت نے مجاہدین کا راستہ روک لیا اور ان کو سکھوں کے خلاف معرکہ آرا ہونا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد جنگوں کے بعد ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سید احمدؒ اور مولانا اسماعیلؒ اپنے بہت سے مجاہد رُفقا سمیت جامِ شہادت نوش کر گئے۔ بعدازاں مجاہدین کا مرکز اجڑ گیا اور جو لوگ بچ گئے تھے وہ پریشانیوں میں گھر گئے۔ کچھ عرصہ یہی صورتِ حال رہی، بعدازاں مجاہدین پھر اپنے ٹھکانے پر آ گئے اور سلسلۂ جہاد شروع ہو گیا۔

اَب یہ جہاد براہِ راست انگریزی حکومت کے خلاف تھا جو سو سال سے زیادہ عرصے (اگست ۱۹۴۷ء) تک جاری رہا۔ اس میں زیادہ تر جماعت اہل حدیث نے حصہ لیا اور اس نے مختلف اوقات میں بے شمار مجاہدین ان کے مرکز میں بھیجے۔

ہندوستان کے جو لوگ ان کے حامی تھے اور مختلف ذرائع سے ان کی مالی امداد کرتے تھے، ان میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ ۱۹۴۷ء تک یہ سلسلہ چلا، اس کے بعد (جب انگریز یہاں سے چلے گئے) نہ ان کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی، نہ مجاہدین کا مرکز قائم رکھنے کا کوئی سیاسی جواز تھا اور نہ ان کی حمایت و مدد کے لیے کوشاں ہونا شرعی مسئلہ تھا۔

آزادیٔ برصغیر سے بہت پہلے "ثنائی روپڑی نزاع" کا جماعت اہل حدیث میں بڑا چرچا رہا۔ اس نزاع کا کیا پس منظر تھا اور ان بزرگانِ دین کے نزدیک کون کون سے مسائل متنازعہ فیہ تھے، اس کا مجھے علم نہیں۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ اس "نزاع" میں مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے نزدیک مولانا حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی کا نقطۂ نظر صحیح اور مسلکِ اسلاف سے ہم آہنگ تھا۔

جب مرکزی جمعیت اہلحدیث قائم ہوئی تو اس سے کچھ عرصے بعد جماعت کی رکن سازی کی گئی تھی جو گزشتہ "رکن سازی" سے بالکل مختلف تھی اور صحیح معنوں میں اس پر رکن سازی کا اطلاق ہوتا تھا۔ اس کے بعد جمعیت کے آئین کی روشنی میں ضلعی اور شہری جمعیتیں قائم کی گئی تھیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کو شہر لاہور کی جمعیت کا سربراہ (پہلے صدر اور پھر امیر) منتخب کیا گیا تھا۔ طویل عرصے تک وہ اس منصب پر فائز رہے۔ درمیان میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مسجد مبارک میں لاہور کی جماعت کا انتخابی اجلاس ہوا، اس میں جمعیت اہل حدیث کے موجودہ گروپ کے ایک منصب دار نے مولانا کے مقابلے میں اپنے ایک شخص کو امارت کے لیے میدان میں لا کھڑا کیا۔ مولانا نے صورتِ حال کا جائزہ لیا تو مقابلہ کرنے سے معذرت کر دی، لیکن حکیم ہدایت اللہ، مولانا محمد رمضان اور بعض دوسرے حضرات نے مولانا کو مجبور کیا تو وہ امیر منتخب ہو گئے۔

www.KitaboSunnat.com

۱۹۵۳ء میں مرزائیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے اپنے انداز میں اس میں حصہ لیا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس مجلسِ عمل کے رکن تو نہ تھے جو مختلف مسالکِ فقہ کے اکابر علماء پر مشتمل تھی، لیکن اس کے بعض فیصلوں کے متعلق مولانا داؤد غزنوی (جو مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ تھے) اور دیگر حضرات ان سے مشورے لیتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی آئین کی تنفیذ کے بارے میں مختلف علمائے کرام کی جو کمیٹیاں بنتی اور ان کی میٹنگیں ہوتی رہیں، ان میں باقاعدہ شامل نہ ہونے کے باوجود خالص علمی مسائل میں ان سے مشوروں کا سلسلہ جاری رہا۔

فروری ۱۹۶۰ء میں صدر ایوب نے ملک کا آئین تیار کرنے کے لیے ایک آئین کمیشن بنایا تھا جس نے چالیس سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ تیار کیا تھا جس کا جواب دینے کے لیے مولانا داؤد غزنوی کی کوشش سے ۵، ۶ مئی ۱۹۶۰ء کو جامعہ اشرفیہ (لاہور) میں انیس۱۹ علماء کی ایک میٹنگ ہوئی تھی۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس میں شامل تھے۔

آزادی سے بہت پہلے ۱۹۱۹ء میں جمعیت ہند قائم ہوئی تھی۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ فیروز پور کے زمانۂ قیام میں ضلع فیروز پور کی جمعیت علمائے ہند کے صدر تھے۔ اس کی مرکزی نوعیت کی بعض میٹنگوں میں بھی خاص دعوت پر وہ شریک ہوئے تھے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں جمعیت نے ملک کے مختلف سرکردہ حضرات کی ایک میٹنگ بلائی تھی، اس میں بھی انہیں دعوت دی گئی تھی اور انہوں نے اس میں شرکت فرمائی تھی۔ میں بھی اس میٹنگ میں شریک تھا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ جمعیت علمائے ہند ملک کی پہلی سیاسی اور دینی جماعت ہے جس نے انگریزوں سے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔

مولانا عطاء اللہ صاحب ہندوستان کی انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے، وہ ہر اُس جماعت اور گروہ سے ہمدردی رکھتے تھے جس کا مطمح نظر انگریز کو یہاں سے نکالنا اور ملک کو اس کے پنجۂ استبداد سے نجات دلانا تھا۔ اسی وجہ سے وہ کانگرس سے منسلک تھے اور شہر فیروزپور کی کانگرس کمیٹی کے نائب صدر تھے۔

یہاں ایک لطیفہ بھی سنتے جائیے۔ مولانا خطبہ جمعہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللّٰهم اهلك الكفرة والفجرة والبرطانية واليهود .....

یعنی اے اللہ! کافروں، فاجروں اور برطانیہ اور یہود کو ہلاک کر دے۔

ایک دن ایک شخص نے مجھ سے پوچھا، مولانا عطاء اللہ صاحب خطبے میں جو برطانیہ اور یہود وغیرہ پڑھا کرتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟

میں نے ان کو مطلب بتایا تو کہا۔

یہ تو گالیاں اور بد دعائیں ہیں۔

پنجاب کی ریاستوں میں ایک سیاسی جماعت "ریاستی پرجا منڈل" کے نام سے موسوم تھی جو پہلی جنگ عظیم سے کچھ عرصہ بعد ریاستوں کے آزادی خواہ طبقے نے قائم کی تھی، وہ جماعت ہماری ریاست فرید کوٹ میں بھی قائم تھی، میں اس کا جنرل سیکرٹری تھا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے سابق صدر گیانی ذیل سنگھ اس کے صدر تھے۔ اس کی تفصیل میں اپنے ایک طویل مضمون میں لکھ چکا ہوں۔ جو ستمبر ۱۹۸۷ء کے "قومی ڈائجسٹ" میں میرا جانی ذیل سنگھ گیانی" کے عنوان سے چھپا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس جماعت کے حامی تھے اور ریاستوں میں اس کی سیاسی سرگرمیوں کو صحیح قرار دیتے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں اس جماعت کا ایک جلسۂ عام لدھیانے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، مولانا ممدوح اس میں شریک ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔

آزادیٔ وطن سے قبل ریاست کشمیر میں شیخ عبداللہ کی نیشنل کانفرنس ان کے نزدیک صحیح معنوں میں سیاسی جماعت تھی۔

۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی طرف سے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو مہم چلائی گئی تھی، کچھ لوگوں نے اسے شرعی حیثیت دے دی تھی اور مسجدیں اس کے لیے وقف کردی گئی تھیں مسجدوں میں لوگ جمع ہوجاتے تھے اور حکومت کے خلاف جلوس نکالتے تھے۔ اہلِ حدیث کی مساجد میں یا رسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے گونجتے تھے۔ اس لئے کہ وہ شریعت بہت کھلے دل کی تھی اور ہر شخص کے لیے اس نے اپنا دامن پھیلا دیا تھا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ میں گوجرانوالہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب کی مسجد کے صحن میں کھڑا اس کے محراب اور منبر کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ وہاں فقیر اور ملنگ قسم کے لوگ بیٹھے ہیں جن کے سروں پر لمبے لمبے بال ہیں، بازوؤں میں لوہے کے کڑے پہن رکھے ہیں، ہاتھوں میں ڈنڈے پکڑے ہوئے ہیں اور گلے میں مختلف رنگوں کے منکوں کی تسبیحیں اور مالائیں لٹک رہی ہیں۔ اتنے میں مولانا اسماعیل صاحب بھی آجاتے ہیں اور میرے برابر دائیں جانب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ انتہائی غصّے کی حالت میں ہیں اور نہایت خفگی کے عالم میں ان فقیر اور ملنگ قسم کے لوگوں کی طرف دیکھ رہے ہیں —— اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے اور خواب ختم ہوجاتا ہے۔

مَیں نے یہ خواب مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے بیان کیا تو فرمایا مولانا اسماعیل صاحبؒ کی مسجد میں بھی وہی کچھ ہو رہا ہوگا، جو دوسری مساجد میں ہو رہا ہے اور یہ مولانا کے افکار و خیالات کے بالکل منافی ہے۔

بعد ازاں اس دَور کی سیاست پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا، یہ لوگ بھٹو کی مخالفت کر رہے ہیں، کرتے رہیں، ہمارا اس سے کوئی تعلّق نہیں۔ لیکن بھٹو بہت بڑا سیاست دان ہے، ان میں کون ہے جو سیاست میں اس کا مقابلہ کرسکے —— پھر کہا ایک ولی خان ہے جو واقعی سیاست دان ہے، لیکن اس کی سوچ ملک گیر نہیں ہے۔ اس نے اپنی سرگرمیوں کو صوبہ سرحد تک محدود کر رکھا ہے۔

یہ تھیں وہ دینی اور سیاسی جماعتیں، جن میں سے بعض کے ساتھ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کا آزادی سے پہلے تعلّق تھا۔ آزادی کے بعد وہ سیاسیات سے بالکل کنارہ کش ہوگئے تھے، جماعت اہلِ حدیث کے علاوہ کسی جماعت سے ان کا علاقہ نہیں رہا تھا۔ اس سلسلے کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اختصار کے ساتھ چند اشارے کردیے گئے ہیں۔

یہاں یہ یاد رہے کہ انگریزی حکومت کے زمانے میں کسی آزادی خواہ جماعت سے منسلک ہونا بڑے دل گردے کا کام تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے آپ کو مصائب میں مبتلا کر دینے کے مترادف تھا، تنقید کرنی بہت آسان ہے عملی دنیا سے وابستہ ہونا انتہائی مشکل ہے۔ ہمارے بزرگوں نے ملک کی آزادی کے لیے بے پناہ تکلیفیں اٹھائی ہیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ آج ہم جس آزاد فضا میں زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ انہی حضرات کی گوناگوں قربانیوں کی بدولت میسر آئی ہے۔ ہمیں ان لوگوں کے سیاسی کارناموں پہ فخر ہے جنہوں نے انگریز سے ٹکر لی اور اپنے ملک کو غیروں کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لیے جدوجہد کی۔

یہاں یہ گزارش کرنا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ علمائے اُمت کا ایک طبقہ حکومتِ وقت (بالخصوص مسلمان حکومت) کے ارکان سے ربط و تعلق کے حق میں ہے اور ایک طبقہ اس بارے میں احتیاط برتنے کا قائل ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بے شک اُنہوں نے ضیاء الحق کی قائم کردہ "مجلس شوریٰ" کی رکنیت قبول کی۔ لیکن میرا خیال ہے، یہ ان کے فرزند گرامی حافظ احمد شاکر کے "مشورے" کا نتیجہ تھا۔

حافظ صاحب اس سلسلے میں "وسیع القلب" واقع ہوئے ہیں۔ اس کے لیے دو مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

"الرحیق المختوم" کا انہوں نے "جہیز ایڈیشن" شائع کیا تو اس کا افتتاح لاہور کے ایک بہت بڑے ہوٹل میں حکومتِ پنجاب کی ایک بڑی شخصیت سے کرایا گیا۔ میں اس میں شامل تھا اور میں نے اسی وقت بعض دوستوں سے کہا تھا کہ یہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مرحوم کے مزاج کے قطعاً منافی ہے۔

اسی طرح حکومتِ پنجاب کے وزیرِ تعلیم جناب عثمان ابراہیم (بھوجیانی) مدرسہ تقویۃ الاسلام کی ایک دعوت میں آئے جہاں انہوں نے (مولانا کی لائبریری سمجھتے ہوئے) لائبریری کے لئے ایک لاکھ روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔ یہ بات بھی مولانا کے مزاج سے ہم آہنگ نہ تھی۔ اس پر "الدعوۃ السلفیہ" کی میٹنگ میں گفتگو بھی ہوئی، جس میں مولانا فضل الرحمٰن نے اسی نقطۂ نظر کا اظہار کیا جو اس کے بانی حضرت مولانا عطاء اللہ مرحوم کا تھا۔

اب ہم ان کی اولاد اور گھریلو معاملات کے متعلق چند باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی شادی جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا، میاں نور الدینؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ میاں نور الدینؒ نہایت نیک اور پارسا تھے۔ حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے مرید و عقیدت مند تھے۔ تقسیم کے بعد گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ کبھی لاہور تشریف لاتے تو مولانا داؤد غزنوی نماز کی امامت کے لیے انہی سے کہتے۔ ۱۹۶۸ء میں گوندلانوالہ میں فوت ہوئے۔

لہ جس دن ارکین شوریٰ کے ناموں کا اخبار میں اعلان ہوا وہ دارالدعوہ سے گھر آ رہے تھے کہ میں نے ان کو "مبارک باد" دیتے ہوئے اطلاع دی تو فوراً فرمانے لگے کہ "استغفر اللہ" یہ کیا ہو گیا؟ پھر میری رائے پوچھی تو میں نے عرض کیا کہ یہ رکنیت قبول کرنا نہ کرنا آپ کی مرضی ہے میں اس ناطے سے کبھی آپ سے کوئی کام یا ضرورت عرض نہیں کروں گا۔ بتوفیقہٖ تعالیٰ ریکارڈ شاہد ہے کہ یہ وعدہ پورا کیا۔ (احمد شاکر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں نورالدین مرحوم کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے کا نام محمد اسماعیل ہے جو گوندلانوالہ میں مقیم ہیں اور ماشاء اللہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیوں والے ہیں۔

ان سے چھوٹے عبدالرحمٰن تھے جو ایک عرصے سے سندھ میں مقیم تھے لیکن ان کا انتقال اپنے چھوٹے بھائی حافظ سلیمان کے ہاں ہوا۔

سب سے چھوٹے حافظ محمد سلیمان تھے جو تقسیم ملک کے بعد چک نمبر ۱۰ گ ب (تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد) میں آ بسے تھے، وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بچے اسی گاؤں میں مقیم ہیں۔

تینوں بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی کا نام فاطمہ بی بی تھا جو مولانا عطاء اللہ صاحب کے بڑے بھائی حافظ عبداللہ کی اہلیہ تھیں یہ دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام رقیہ بی بی تھا، وہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے پاس رہتی تھیں۔ ۲۶ جون ۱۹۷۶ء میں مولانا ہی کے ہاں ان کا انتقال ہوا۔

حافظ عبداللہ مرحوم نے حدیث کی بعض کتابیں دہلی جا کر حضرت مولانا شرف الدین دہلوی سے پڑھی تھیں اور قرارت و تجوید کا علم پانی پت میں بعض قرائے کرام سے حاصل کیا تھا۔ حافظ صاحب کی آواز بہت عمدہ اور رسیلی تھی۔

فاطمہ بی بی سے چھوٹی حنیفہ بی بی تھیں جو مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ ان کے پانچ اولادیں ہوئیں، تین بیٹیاں اور دو بیٹے۔ سب سے بڑی بیٹی کا نام عائشہ تھا، وہ تیرہ مہینے زندہ رہیں۔ اس کے بعد حافظ احمد شاکر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ (۱۹۴۴ء) میں پیدا ہوئے۔ تیسرے بچے کا نام محمد تھا جو ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوا، اور ۱۹۴۷ء کے آخر میں گوندلانوالہ میں فوت ہو گیا۔ پھر چوتھی بیٹی کی ولادت ۱۹۵۲ء میں ہوئی جس کا نام رابعہ رکھا۔ پانچویں نمبر پر بھی بیٹی تھی، جس کا نام بریرہ تھا، وہ چند مہینے کے بعد انتقال کر گئی تھی۔ اب ایک بیٹا حافظ احمد شاکر اور ایک بیٹی حافظہ رابعہ اللہ کے فضل سے موجود ہیں اور ماشاء اللہ پوتے، پوتیوں اور نواسے نواسیوں والے ہیں۔

سب سے چھوٹی شریفہ بی بی ہیں جو مولوی عبدالکریم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ یہ خاندان ماشاءاللہ بہت سے افراد پر مشتمل ہے اور قیام پاکستان کے بعد سے یہ خاندان پہلے کھڈو (سندھ) میں اور پھر مولوی عبدالکریم اپنے اہل و عیال سمیت گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں آباد ہو گئے۔

میاں نورالدین کے تین بیٹوں اور تین بیٹیوں میں سے اب سب سے بڑے بیٹے اسماعیل اور سب سے چھوٹی بیٹی شریفہ زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی آل اولاد کو ہر اعتبار سے خوش و خرم رکھے۔ آمین

مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کم و بیش ساڑھے پانچ سال بیمار رہے۔ کچھ افاقہ محسوس کرتے تو اپنے پوتوں میں سے کسی کے ساتھ دارالدعوۃ السلفیہ تشریف لے جاتے اور وہاں کسی کتاب کا مطالعہ شروع کر دیتے۔ گھر میں ان کی چارپائی پر مختلف موضوع کی کتابیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ یوں سمجھیے کہ ان کی چارپائی اور بستر کو اچھے خاصے کتب خانے کی حیثیت حاصل تھی۔ کتابیں ہی ان کی اصل جائداد تھی اور مصروف مطالعہ رہنا ان کا بنیادی کام تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے وہ تہمند باندھا کرتے تھے۔ لیکن بیماری کی حالت میں اس کو سنبھالنا مشکل تھا، اس لیے مجبوراً پاجامہ پہننے لگے تھے۔ ایامِ مرض میں اُن کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر نے والدِ مکرم کی بہت خدمت کی، حافظ صاحب کی اہلیہ نے بھی لائق احترام سُسر کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کے پوتوں نے تو اپنے آپ کو جدِ امجد کی خدمت کے لیے یُوں سمجھیے کہ وقف کر دیا تھا۔ حافظ حماد سب سے بڑے اور عباد ان سے چھوٹے ہیں۔ میں جب بھی مولانا کی عیادت کے لیے حاضر ہوا، ان میں سے کسی نہ کسی کو دادائے محترم کے پاس حاضر پایا۔

جمعے کی نماز مولانا بیماری کی حالت میں بھی پڑھتے رہے۔ کوئی خدمت گزار پوتا انہیں دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں لے آتا تھا اور وہ نماز کے بعد گھر چلے جاتے تھے۔ اللہ ہی ان کو اپنے اس عالم فاضل بزرگ کی خدمت کا اجرِ عطا فرمانے والا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کوئی علمی گفت گو شروع کر دیتے۔ بعض دفعہ بات لطائف تک پہنچ جاتی۔ بہت خوش ہوتے اور خوب ہنستے۔ ایسا بھی ہوتا کہ میں اجازت لے کر اُٹھنے کی کوشش کرتا لیکن وہ اُٹھنے نہ دیتے۔ فرماتے، بیٹھو، چلے جانا، بٹھانے کے لیے چائے یا قہوہ منگوا لیتے۔

ان کی حیاتِ دنیوی کے چھوٹے بڑے تمام واقعات علم و فضل کے گراں قدر قالب میں ڈھلے ہوئے تھے جو یادوں کا پُرنور سرمایہ بن گئے ہیں۔ ان کے دُبلے پتلے اور کمزور و نحیف جسم میں معرفت و ادراک کا ایک سمندر پنہاں تھا جو ہر آن موجزن رہتا تھا اور اس کی صاف ستھری لہروں اور پاکیزہ اچھالوں سے ایک عالم اپنی تشنگی کے سامان فراہم کرتا تھا۔ اب بھی جب کہ وہ اس دنیائے فانی سے رُخصت ہو گئے ہیں، ان کا سلسلۂ فیض جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

یُوں تو اس عالمِ اجل کی علمی سرگرمیوں کے ساز کے تار کئی سال سے اپنا کام چھوڑ چکے تھے اور آہستہ آہستہ ٹوٹ رہے تھے، لیکن ۲ اور ۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب کو بارہ بجے کے قریب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

عزیزی حافظ احمد شاکر نے اسی وقت مجھے ٹیلی فون پر اطلاع دی۔ اخلاقاً یہ المناک خبر سُنتے ہی مجھے ان کے مکان پر پہنچنا چاہیے تھا، لیکن میں نہیں گیا۔ اس لیے کہ رات ڈھل چکی تھی اور تھوڑی دیر بعد اخبارات کی آخری کاپی چھپنے والی تھی۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ مجھے اخبارات سے رابطہ قائم کر کے مولانا کی وفات کی اطلاع دینی چاہیے اور مناسب تفصیل کے ساتھ اخباروں کو ان کے حالات سے مطلع کرنا چاہیے۔ میرے سوا کسی دوسرے کے لیے یہ فریضہ سرانجام دینا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے لاہور کے تمام انگریزی اُردو اخباروں اور خبر رساں ایجنسیوں سے رابطہ قائم کیا اور ان کی خبرِ وفات نمایاں طور سے شائع کرائی۔

۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء (۹ صفر ۱۴۰۸ھ) کو ہفتے کے روز دوپہر کے بعد میانی صاحب کے قبرستان میں ان کو دفن کر دیا گیا۔

اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ نعیم الحق نعیم رح
ایڈیٹر ہفت روزہ "الاعتصام"

۳۰ر جنوری ۱۹۹۹ء
م
۱۲ر شوال ۱۴۱۹ھ

مولانا عطاء اللہ حنیف رح کے اساتذہ کرام

عام طور پر جس طرح انسان کی شخصیت سازی میں اس کے والدین کی تربیت و توجہ اور ان کی حسین خواہشوں اور نیک امنگوں کا زبردست حصہ ہوتا ہے اسی طرح اس کے اساتذہ و معلمین کی عمدہ تعلیم و تربیت اور درست راہنمائی کا بھی اس میں انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔ اس لئے جب بھی کسی عظیم شخصیت کی عظمت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس میں اس کے معلمین و اساتذہ کی شخصیات اور ان کے حالات و سوانح کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔

بنا بریں یہ خیال پیدا ہوا کہ مولانا کے اساتذہ و شیوخ کا مختصراً تذکرہ و تعارف قلم بند کر دیا جائے۔ تاکہ ایک تو وہ ہمارے لئے اپنے اسلاف سے رابطے اور تعلق کا ذریعہ ثابت ہو سکے۔ دوسرے ہم اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ "اپنے فوت شدگان کے محاسن بیان کیا کرو" کے فریضے سے کسی حد تک سبکدوش ہو سکیں اور تیسرے بمصداق عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ "نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے"۔ ہم بھی اللہ کی رحمت کے مستحق ہو سکیں۔

مولانا عبدالعظیم انصاری لکھتے ہیں:

" مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رح نے قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم بھوجیانی تلمیذ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رح اور ترجمۂ قرآن اپنے والد گرامی و مولانا فیض اللہ رح اور مولانا عبدالرحمٰن رح سے پڑھا۔ ابتدائی کتب، بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف، اور صرف و نحو کی تعلیم مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی رح سے حاصل کی۔ فارسی کے ابتدائی رسالے حاجی امان اللہ برادر اکبر حاجی محمد ابراہیم بھوجیانی رح سے پڑھے، پھر ۱۹۲۴ء میں دہلی چلے گئے اور وہاں مدرسہ حمیدیہ میں صحاح ستہ اور جلالین محدث کبیر حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رح سے پڑھیں۔

شرح نخبۃ الفکر اور موطأ امام مالک رح مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلوی رح اور متوسطاتِ درس نظامی کی تدریس مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

پھر آپ فاضل اجل استاذ العلماء حضرت مولانا محمد گوندلوی مدظلہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور تفسیر بیضاوی، عربی ادب، فلسفہ، ملا حسن، حمداللہ، شرح عقائد، فقہ، اصولِ فقہ اور ہیئت وغیرہ حضرت موصوف سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔" (تذکرہ علمائے بھوجیاں، ص ۲۲۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اقتباس سے حضرت مولاناؒ کے اساتذہ کی ایک فہرست ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم مختصراً ان اساتذہ کی سوانح وخدمات کا تذکرہ کریں گے۔ وبید اللہ التوفیق۔

۱۔ مولانا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ بڑی جامع شخصیت کے مالک تھے۔ قدرت کی طرف سے بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازے گئے تھے۔ علم وعمل حسنِ اخلاق وکردار، احسان وتصوّف، قیادت وسیادت، تدبیر وسیاست اور صبر واستقامت کا حسین مرقع تھے۔

"تذکرۂ علمائے بھوجیاں" میں آپ کے حالات کسی حد تک مفصّل بیان کئے گئے ہیں۔ انہی کی تلخیص یہاں پیش کی جارہی ہے۔"

ولادت

مولانا فیض اللہ خانؒ ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن کے گاؤں موضع پنجوڑ میں انیسویں صدی عیسوی کے آخری ربع میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام جمال الدین خان اور جدّ امجد کا نام خلیل احمد خان تھا۔ آپ کا خاندانی تعلق افغانستان کے "ترین" پٹھانوں سے تھا۔ جن کے کچھ افراد قصور میں آکر آباد ہوگئے تھے۔

مولانا فیض اللہؒ کے والدِ گرامی جمال الدین خان مرحوم پنجوڑ میں ایک مسجد کے خطیب اور امام تھے۔ تعلیم واجبی سی تھی۔ لیکن نیکی وشرافت کے مجسمہ اور مرنجاں مرنج بزرگ تھے۔ گاؤں میں سب لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت

مولانا فیض اللہ خانؒ نے قرآن مجید اور ابتدائی کتب مروّجہ کی تعلیم گھر ہی میں اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ سنِ شعور کو پہنچنے پر تحصیل علم کا مزید شوق پیدا ہوا۔ اور کسی قابل استاذ کی تلاش میں رہنے لگے۔

امرتسر میں غزنوی خاندان کی آمد کا علم ہوا تو میاں صدرالدین یعنی میاں حسین (مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانیؒ کے والدِ گرامی) کی معیت میں وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ وفات پاچکے تھے۔ اور ان کی تعلیم وتدریس اور ارشاد وہدایت کی مسند پر ان کے بڑے بیٹے عبداللہؒ بن عبداللہ غزنویؒ جلوہ افروز تھے۔

مولانا فیض اللہؒ نے مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنویؒ اور پھر ان کے بعد ان کے جانشین بھائی حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے تعلیم کی تکمیل کی۔ مولانا عبدالرحیمؒ بن عبداللہ غزنویؒ سے بھی تلمذ کا تعلق رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ سے حضرت الامام عبدالجبار غزنویؒ کی سفارش پر روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ اسی طرح شیخ حسین بن محسن انصاری ایک دفعہ امرتسر تشریف لائے تو ان سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔

بھوجیاں میں آمد اور مدرسہ فیض الاسلام کا اجراء

موضع بھوجیاں میں امرتسر کے بابا رسل (حنفی) اور محمد مندراں والہ کے مولانا خدا بخش (اہلحدیث) کے مابین منعقد ہونے والے ایک مناظرے کے نتیجے میں دو بھائی وارث اور پارس اہل حدیث ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زمین پر ایک مسجد تعمیر کی اور مولانا فیض اللہؒ کو موضع پنجوڑ سے بھوجیاں لے آئے۔ رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کر دیا۔ اور کچھ زرعی زمین بھی آپ کے نام ہبہ کر دی اور یوں مولانا فیض اللہؒ بھوجیاں میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

بھوجیاں کے قرب وجوار میں کوئی دینی درس گاہ موجود نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے شائقین علوم دین کو دُور دراز کے علاقوں میں جانا پڑتا تھا۔ اس لئے مولانا فیض اللہؒ نے یہاں آکر "مدرسہ فیض الاسلام" کے نام سے ایک دینی درس گاہ کا اجراء کیا۔ جس میں مقامی اور بیرونی طلبہ کی معقول تعداد نے تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں تو مولانا فیض اللہؒ تنہا ہی تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد میں دیگر اساتذہ کا بھی بندوبست اور تقرر کرنا پڑا۔

اوصاف ومحاسن

مولانا فیض اللہؒ اپنی علمیت، خاندانی وجاہت اور غزنوی خاندان سے تعلقات کی بناء پر عوام میں بہت مقبولیت رکھتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت بھی تھی اور ہیبت بھی۔ آپ انتہائی غیور اور جسور شخصیت کے مالک تھے۔ خلافِ اسلام کاموں سے سختی سے روکتے تھے۔ جب آپ راستے سے گزرتے تو کوئی عورت ان کے رعب اور اپنی شرم وحیا کی وجہ سے اپنے مکان سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کرتی تھی۔

مولانا فیض اللہؒ چونکہ غزنوی خاندان کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے اور علمائے غزنویہ کا احسان وتصوف اور تزکیۂ باطن کی طرف بہت زیادہ رجحان تھا، اس لئے آپ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اپنے شاگردوں اور ارادتمندوں کو ذکرِ الٰہی، فکرِ آخرت اور زہد وتقویٰ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

خود بھی زاہد وعابد، شب زندہ دار، متواضع، مہمان نواز، سراپا اخلاص، جری، حق گو اور فراستِ مومنانہ سے متصف عالم باعمل تھے۔

جسمانی طور پر بھی بڑے وجیہ، خوبصورت، توانا، مضبوط اور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ جلال وجمال کا حسین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتزاج اور بڑی جاذبیت رکھتے تھے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت سید اسماعیل شہیدؒ کے باقی ماندہ مجاہدین کے ساتھ خفیہ طور پر مالی تعاون کیا کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ گرفتار بھی ہو گئے تھے، چنانچہ ایک ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ انگریز حکومت ان کے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہ کر سکی، اس لئے اسے بالآخر آپ کو رہا کرنا پڑا۔

وفات

مولانا فیض اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کئی روز بیمار اور صاحب فراش رہ کر ۱۹۲۵ء میں انتقال فرما گئے۔

۲۔ مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانیؒ مولانا فیض اللہ خانؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ ۹۹-۱۸۹۸ء میں موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے گھر ہی میں حاصل کی۔ پھر منڈی صادق گنج ضلع بہاولنگر چلے گئے۔ وہاں مولانا عبداللہ غزنویؒ کے بیٹے مولانا عبدالرحیم غزنویؒ سے تحصیل علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

دل بیدار اور ذہن رسا رکھتے تھے۔ اس پر غزنوی علماء کی تعلیم و تربیت اور خصوصی توجہ نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اور وہ ظاہری علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی اور تزکیۂ نفس سے بھی آراستہ ہو گئے۔

تدریس

مولانا عبدالرحمٰنؒ فارغ التحصیل ہو کر اپنے گاؤں بھوجیاں ہی میں تشریف لے آئے۔ اور اپنے والد ماجد مولانا فیض اللہ خانؒ کے جاری کردہ "مدرسہ فیض الاسلام" میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگ گئے۔

قرآن مجید کا ترجمہ، تفسیر، حدیث اور ابتدائی کتابوں کے اسباق خود ہی پڑھاتے تھے۔ مسند تدریس پر پورے وقار کے ساتھ بیٹھ کر بڑے ادب کے ساتھ قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ طلبہ آپ کے انداز تدریس اور حسن سلوک سے بہت خوش اور مطمئن رہتے تھے اور آپ کا بہت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔

عادات و اخلاق

مولانا عبدالرحمٰن رح کا طلبہ کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ ہوتا تھا۔ ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے، اکثر اپنا کھانا گھر سے منگوا لیتے اور شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ موسم کے مطابق جو نئی چیز گھر میں پکتی اس میں طلبہ کا بھی حق سمجھتے اور لا کر بڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت سے انہیں کھلاتے۔

عید کے موقع پر نمازِ عید کے بعد اکثر لوگ آپ کی خدمت میں کچھ رقم پیش کرتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ وہ تمام کی تمام رقم اسی جگہ مدرسے کے طلبہ میں تقسیم کر دیتے اور خود خالی ہاتھ گھر جاتے۔

قرآن مجید کی تلاوت سے بڑا شغف تھا، ہر وقت قرآنِ پاک، درود شریف یا دیگر مسنون دعائیں وردِ زبان رہتیں۔ ظہر کی نماز کے بعد عصر تک اکثر تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے تھے۔

نماز انتہائی خشوع و خضوع سے ادا کرتے تھے۔ شب بیداری اور نمازِ تہجد ان کا معمول تھا۔ اکثر نفلی روزے رکھتے۔ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی اور شیریں کلامی سے پیش آتے تھے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مہمان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کی خدمت کرتے تھے۔

شرم و حیاء اور تواضع و انکساری کا پیکر تھے، چلتے ہوئے نظریں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ کھانے، پینے، چلنے پھرنے اور لباس وغیرہ میں بہت سادگی پسند تھے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

مولانا عبدالرحمٰنؒ نے متعدد حج کئے۔ حج کے مبارک سفر میں وہ کئی لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر جاتے۔ اگر کوئی شخص کہتا کہ میرے پاس تو اتنی رقم نہیں ہے کہ فریضۂ حج ادا کر سکوں تو آپ فرماتے: "اللہ مسبّب الاسباب ہے"۔ چنانچہ اللہ کی رحمت اور مولانا عبدالرحمٰن کی مخلصانہ دعاؤں سے اس کے لئے حج کا سفر آسان ہو جاتا۔

شہادت

قیامِ پاکستان کے وقت رُونما ہونے والے فسادات کے سلسلہ میں جب سکھ درندے کثیر تعداد میں ہندو ملٹری کی مدد سے موضع بھوجیاں پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے نہتے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تو مولانا عبدالرحمٰنؒ اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کی نیت سے موضع نیوڑ کے راستے پاکستان کو روانہ ہو گئے۔ ابھی گاؤں سے تھوڑی دور عیدگاہ کے قریب پہنچے تھے کہ وحشی سکھوں نے ان سب کو گھیر لیا۔ اور وہ سب ایک ہجوم کی شکل میں ان پر حملہ آور ہو گئے۔ خالی ہاتھ ہونے کے باوجود مقدور بھر مزاحمت کی اور خاندانی شجاعت و حوصلہ مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ لیکن بالآخر ایک سکھ کی کرپان اپنا کام کر گئی۔ چنانچہ ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانیؒ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- مولانا عبدالکریم بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالکریم بھوجیانیؒ جن سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی، ان کے حالات و سوانح کی تلاش میں "تذکرہ علمائے بھوجیاں" کی ورق گردانی کی تو سوائے دو چار سطروں کے ان کے بارے میں کچھ نہ مل سکا، چنانچہ کتاب مذکور کے مصنف مولانا عبدالعظیم انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا تو انہوں نے اپنی علالت اور کمزوری کے باوجود راقم کی استدعاء کو شرفِ قبولیت بخشا اور مولانا عبدالکریم کے حالات پر اپنی معلومات کے مطابق حسب توفیق ایک مفصل مضمون قلم بند کر کے ارسال فرمایا، جس کا خلاصہ یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

تعلیم

مولانا عبدالکریمؒ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ تمام علوم و فنون کی تعلیم "مدرسہ غزنویہ امرتسر" میں حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ غزنوی تربیت سے بھی حظِّ وافر حاصل کیا۔

اخلاق و عادات

مولانا عبدالکریم نہایت منکسر المزاج اور درویش صفت انسان تھے۔ لباس نہایت سادہ پہنتے۔ کھدر کا تہ بند اور کھدر کا کرتہ زیب تن ہوتا۔ سر پر سادہ سی پگڑی بغیر کلاہ کے ہوتی۔ نام و نمود اور آرائش و نمائش سے گریزاں، لانبے قد کے دُبلے پتلے بزرگ تھے۔

یُوں لگتا ہے جیسے لباس اور بود و باش کی سادگی و بے تکلفی مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے اپنے انہی استاذ کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اختیار کی تھی۔

مولانا عبدالکریمؒ "مدرسہ غزنویہ امرتسر" میں زیرِ تعلیم و تربیت رہنے کی وجہ سے علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ اکلِ حلال، صدقِ مقال، نماز باجماعت کی پابندی، قرآن مجید کی تلاوت، شب بیداری، ذکر و فکر، کم گوئی، حق گوئی، حق کی حمایت، مقامی جماعت کے نظم کی پابندی ان کے خاص اوصاف تھے۔

نمازِ فجر کے بعد بچوں کو ناظرہ اور باترجمہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی اور کتاب کی تدریس بھی ان کے سپرد کی جاتی تو اس سے بھی باحسن طریق عہدہ برآ ہوتے تھے۔

اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر کھیتوں میں ہل چلانے، فصلوں کو پانی دینے اور چارہ وغیرہ کاٹ کر لانے میں کوئی عار یا شرم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس نہیں کرتے تھے۔

سندھ منتقلی اور وفات

مولانا عبدالکریم جٹ برادری اور زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جھار آپ کی گوت تھی۔ قیام پاکستان سے چند سال قبل آپ کنڑی سندھ کے علاقے میں منتقل ہو کر مستقل آباد ہو گئے تھے۔

سندھ کے اس علاقہ میں حاجی نظام الدینؒ ایک بہت بڑے چوہدری اور زمیندار اہل حدیث تھے جن کے ذریعے مولانا عبدالکریمؒ نے کچھ زمین خرید کر حسب سابق اپنا خاندانی کام زمیندارہ جاری رکھا۔

کنڑی میں قیام پذیر ہونے کے چند سال بعد مولانا عبدالکریم وفات پا گئے تھے۔ چنانچہ ان کا جسدِ خاکی وہیں مدفون ہے۔

۴۔ میاں حسین رحمۃ اللہ علیہ

میاں حسینؒ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کے والدِ محترم بھی ہیں اور اُستاذِ مکرم بھی۔ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ کے مرید اور عقیدت مند تھے۔ پہلی مرتبہ حضرت الامام کی خدمت میں مولانا فیض اللہ خان بھوجیانیؒ کی معیت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں حاضر ہونا آپ کا معمول بن گیا۔

آپ کا خدا رسیدہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ کتاب و سُنّت پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا تھے۔ آپ موضع بالو وال ضلع امرتسر سے بھوجیاں آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے آپ سے ترجمۂ قرآن کی تعلیم حاصل کی۔

میاں حسینؒ کا اصل نام "ستیا" (سات بہنوں والا) تھا۔ کیوں کہ وہ سات بہنوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ پھر جب دینی شعور حاصل ہوا تو انہوں نے اپنا نام "صدرالدین" رکھ لیا۔ چنانچہ "تذکرہ علمائے بھوجیاں" میں انہیں اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

پھر جب ان کے دینی شعور میں مزید اضافہ ہوا اور پختگی پیدا ہوئی تو انہیں اپنے نام میں بڑائی کی بُو محسوس ہونے لگی چنانچہ اُنہوں نے اپنے نام "صدرالدین" کو "حسین" سے بدل دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے "التعلیقات السلفیہ" کے ٹائیٹل اور اپنے شناختی کارڈ وغیرہ پر اپنا نام "محمد عطاء اللہ بن حسین الفوجیانی" لکھا ہے۔

وفات

میاں حسینؒ اپنی ہمشیر سے ملنے کے لئے "کاہنے" آئے ہوئے تھے کہ بیمار پڑ گئے۔ چنانچہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ فیروزپور سے آکر انہیں اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ چند دن بستر علالت پر رہے اور پھر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بیان کیا کرتے تھے کہ والد صاحب نے اپنے آخری وقت میں قرآن کریم کی دو آیتیں پڑھیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ گویا انہوں نے مجھے ان پر کاربند رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔

اُن آیتوں میں سے ایک ہے :

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

"اور بچو اس فتنے سے جس کی لپیٹ میں صرف ظالم ہی خاص طور پر نہیں آئیں گے (بلکہ سب ہی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا والا ہے" (الانفال - ۲۵)

اور دوسری آیت ہے :

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۤءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ

"اور نہ میلان رکھو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا، ورنہ آگ کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور اللہ کے سوا کوئی بھی تمہارے مددگار نہیں ہوں گے پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی" (ہود - ۱۱۳)

۵ - مولانا عبدالجبّار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ جماعت کے مشہور و مایۂ ناز خطیب مولانا قاری عبدالخالق رحمانی کے والدِ گرامی قدر ہیں۔ آپ اپنے وقت میں بڑے محقق، بہترین مدرس اور کامیاب مصنف تھے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے آپ سے حدیث میں کتب ستہ (صحاح ستہ) اور تفسیر میں جلالین پڑھی۔ مولانا آپ کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قاری عبدالخالق رحمانی مدظلہ کے سامنے بھی اُستادزادہ ہونے کی وجہ سے بڑے متأدب ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔

مولانا بھوجیانیؒ نے اپنے اُستاذ حضرت کھنڈیلویؒ کی کتاب "خاتمۂ اختلاف" شائع کی تو اس کے شروع میں ان کے مختصر حالات بھی قلم بند فرمائے۔ ذیل میں ہم انہی کو نقل کر رہے ہیں۔

نام اور مولد

عبدالجبار نام، ابو محمد کنیت، والد کا اسم گرامی داد ارنجش (حکیم) اور جدِ مکرم جمال الدین خان مرحوم تھے۔ آبائی کاروبار تجارت تھا۔

راجپوتانہ (ہند) کے ایک شہر کھنڈیلی ضلع جے پور میں تقریباً ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ء) میں پیدا ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم و تربیت

مقامی طور پر، ناظرہ قرآن مجید، حافظ اللہ بخش سے پڑھا۔ پرائمری تک سکول میں تعلیم پائی۔ اس کے ساتھ گھر ہی میں دینی مسائل اور ابتدائی فارسی وصرف ونحو اپنے والد صاحب سے حاصل کئے۔ شرافت ونجابت ورثے میں ملی تھی۔ ذہن رسا پایا تھا۔ خوب توجّہ سے پڑھتے۔ کھیل وغیرہ کی طرف میلان نہ تھا۔

تعلیمی سفر

والد صاحب کو آپ کی دینی تعلیم سے بہت شغف تھا۔ چنانچہ ہونہار فرزند کو دہلی بھیج دیا گیا۔ جہاں کئی سال رہ کر وہاں کے مشاہیر علماء اہل حدیث سے آپ نے عربی اور دینی علوم حاصل کئے۔ مزید تکمیل وتحصیل کے لئے آپ نے پنجاب میں لکھو کے ضلع فیروزپور (پنجاب) اور روپڑ ضلع انبالہ کے سفر کئے اور وہاں کئی سال گزارے۔

اساتذہ

آپ کے سب اساتذہ علوم وفنون میں اپنے دور کے اساطین تھے۔ اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا عبدالوہاب صاحب جھنگوی ثم الدہلوی۔ مولانا عبدالوہاب (نابینا) دہلوی۔ مولانا احمد اللہ دہلوی۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن پنجابی شاہ پوری (برادر مولانا فقیر اللہ مدراسی) مولانا عبدالرحمٰن ولایتی۔ مولانا محمد شرف الدین (پنجابی) دہلوی۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی رحمہم اللہ اجمعین۔ اوّل الذکر سے صحاح ستّہ وغیرہ پڑھیں اور انہیں سے حدیث میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علاوہ ازیں مشہور محدّث مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (شارح جامع ترمذی) کے ممتاز تلامذہ میں آپ کا بھی شمار ہے۔ ملاحظہ ہو (مقدمہ تحفۃ الاحوذی۔ ص ۶ طبع دہلی)

درس نظامی کی تکمیل کے یہ سب مراحل ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) میں طے کر لئے۔

مسندِ تدریس وتعلیم پر

اب آپ نے تدریس وتعلیم کے لئے زندگی وقف کرنے کی ٹھان لی۔

چنانچہ گھنڈیالہ (مدرسہ اشاعۃ القرآن والسنّۃ اور مصباح العلوم) دہلی (مدرسہ حمیدیہ، مدرسہ دارالسلام اور مسجد کلاں) جامع اہل حدیث رنگون (برما) دربھنگہ (بہار، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ) لاہور (دارالحدیث مسجد چینیانوالی اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام) اوکاڑہ ضلع ساہیوال (مدرسہ دارالحدیث) وغیرہ مدارس (ہندوپاک) میں کم وبیش ۵۴ سال تک برابر پورے انہماک سے خوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھایا۔ چنانچہ اس مدت میں سینکڑوں طلبہ اور شائقین آپ کے فیوضِ علمیہ سے مستفیض ہوئے۔

طریقِ تدریس بہت دل آویز تھا۔ پوری کوشش فرماتے کہ طالب علم کے ذہن میں بات اُتر جائے تحقیق سے پڑھاتے اور یہی ذوق طلباء میں پیدا کرنے کا داعیہ رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے شائق طلبہ کشاں کشاں آپ کے درس میں آتے تھے۔ دہلی، میوات، یو۔پی، بہار، آسام، بنگال اور پنجاب وغیرہ دُور دراز علاقوں کے طلباء آپ کے ہاں ہوتے تھے۔ مطالعہ آپ کی غذا تھی، یہی بات اپنے تلامذہ میں دیکھنا چاہتے تھے۔

تلامذہ

جس شخصیت نے تقریباً نصف صدی تک پاک و ہند کے بہت سے مدارس میں متواتر پڑھایا ہو۔ ظاہر ہے اُس کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہی ہوگی اور پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوں گے لیکن افسوس ہے ان کی تفصیل مہیا ہونی مشکل ہے۔ تاہم اپنے علم کی حد تک چند سربرآوردہ پاکستانی تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ قاری عبدالخالق رحمانی مدظلہ (کراچی) مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم امرتسری (راولپنڈی) مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام (حال شیخ الحدیث جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں) مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بھٹوی (اب رحمہ اللہ) مدرس مدرسہ اہل حدیث کامونکی منڈی (گوجرانوالہ) (حال مقیم مرکز طیبہ مریدکے) حافظ عبدالرحمٰن صاحب صافوی فیروزپوری مدظلہ (اب رحمہ اللہ) (ضلع ملتان) مولانا محمد اسحاق صاحب خائف (رحمہ اللہ) کراچی، نیز اس خاکسار ہیچمداں[1] راقم کو بھی حضرت سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ وللہ الحمد۔

علاوہ ازیں آپ کے تلامذہ بنگال (مغربی و مشرقی) میں بکثرت ہوں گے۔ ہندوستان کے اس قصبہ میں جس کی طرف آپ منسوب ہیں ـــــ کھنڈیلہ ـــــ وہاں آپ کے بھانجے مولانا عبدالحی صاحب اور ایک بیٹے مولوی محمد صاحب کے علاوہ بھی کافی آپ کے شاگرد ہیں۔

پاکستان میں آپ کے دو بیٹوں مولوی حکیم عبدالمالک صاحب اور مولوی عبدالقہار صاحب (اوکاڑہ) نے بھی دینیات کی کتابیں آپ سے پڑھی ہیں۔

ذوقِ تحریر اور تالیفات

ہمارے مولانا گو شب و روز تدریس میں منہمک رہتے تھے لیکن شغف تحریر و تالیف سے بھی تھا۔ مطالعہ بھی وسیع تھا۔

---

[1] یعنی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبار" اہل حدیث " امرتسر اور "تنظیم اہل حدیث" روپڑ (پھر امرتسر) کے علاوہ اخبار "محمدی" دہلی (ہند) اور "الاعتصام" لاہور میں مختلف عنوانوں پر آپ کے بہت سے مضامین شائع ہوتے رہے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک جلد تیار ہو سکتی ہے۔ درج ذیل کتابیں اور رسائل الگ سے بھی طبع ہوئے۔

(۱) ازالۃ الحیرۃ عن فقاہۃ ابی ہریرۃ (عربی) (۲) التبیان فی مسئلۃ الایمان (عربی) (۳) اظہار حجۃ اللہ علی ملاعظمت اللہ معروف بہ نسبت محمدی (اردو) (۴) مقاصد الامامۃ (۵) اتمام الحجۃ (یہ دونوں اردو رسالے جماعت "غرباء اہلحدیث" دہلی کے مسئلہ امامت سے متعلق ہیں) (۶) الانصاف فی رفع الاختلاف (اردو۔ یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے) (۷) مقدمہ صحیح بخاری (عربی) صحیح بخاری سے متعلقہ مباحث پر تفصیلی اور علمی کتاب (۸) حاشیہ صحیح بخاری۔ (عربی۔ آخری ایام میں شروع کیا تھا چند ابواب تک پہنچ کر رہ گیا) آخر الذکر دونوں غیر مطبوع ہیں۔

مُذکّرات

مولانا مطالعہ کے بہت عادی تھے پھر آخری ایام حیات تک یہ طریقہ رہا کہ مطالعہ کے دوران جو فوائد نادرہ سامنے آتے ان کو اپنی بیاض میں محفوظ کر لیتے تھے اور یہ علمی فوائد ہر قسم کے ہیں۔ تفسیری، حدیثی، لغوی، نحوی وصرفی، ادبی، کلامی، تاریخی اور شعر و شاعری (عربی، فارسی، اردو) وغیرہا پر مشتمل۔ اس قسم کے بیاض آٹھ دس کے قریب ہیں۔ درس تفسیر و حدیث میں مناسب مقامات پر طلباء کو بھی ان سے مستفید فرماتے تھے۔

اگر ان بیاضوں کو یک جا مرتب کر دیا جائے تو بیک نظر اندازہ ہو جائے گا کہ کس ذوق و انہماک کے ساتھ کم و بیش چالیس برس تک کہاں کہاں سے یہ تنکے مولانا نے فراہم کر کے تحقیق و تدقیق اور معلومات کا حامل یہ مرقع طلباء اور اہل علم کے لئے تیار کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت کے ذخیرہ کاغذات میں مشاہیر علماء، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا محمد شرف الدین دہلویؒ، مولانا احمد اللہ دہلویؒ، مولانا محمد زکریا حنفی سہارنپوری مدظلہ (رحمہ اللہ) مولانا عبدالجلیل سامرودی، مولانا عبیداللہ رحمانی مدظلہ، مولانا محمد اسماعیلؒ (گوجرانوالہ)، مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی (رحمہ اللہ) کے مکاتیب کا ایک ذخیرہ بھی ہے جو صحاح ستہ کے مشکل تدریسی مقامات وغیرہ کے حل پر مشتمل ہے۔

اخلاق

شخصیت بارعب اور وجیہ تھی، بود و باش سادہ، لیکن نفیس، قناعت پسند، فقر و درویشی کا مرقع، خاموش طبع خلوت گزیں، متدین عوام سے رابطہ کو ترجیح دیتے تھے۔ دینی معاملات میں غیور اور ارباب دولت سے نفور تھے۔ طلباء پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کی علمی اور اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔ مزاج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرنجاں مرنج اور معتدل پایا تھا۔ دہلی اور پنجاب میں علماء کے درمیان متعدد علمی ہنگامے ہوئے مگر ان سے مولانا دامن کشاں رہے۔ ہمہ تن تدریس و تعلیم میں انہماک رکھا۔ ذوق خالص علمی اور تحقیقی تھا۔ حدیث اور اس سے متعلقہ علوم پر نظر وسیع تھی تاہم تواضع و انکسار حد درجہ کا تھا۔ تحقیق و تدقیق کے سلسلے میں کسی بھی صاحب علم و نظر سے بلا جھجک اور بلا تعصب استفادہ سے عار نہ تھا۔ گو عمر میں کم اور دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ نقد الحدیث میں خاص درک حاصل تھا۔ مختلف فیہ اور فقہی مسائل پر بہت عبور تھا جیسا کہ ان کے مقالات اور تالیفات سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ ہمارے مولانا اخلاق و عادات اور شب و روز کے معمولات اور تعلقات میں ہمارے اسلاف کرام کا نمونہ تھے۔

وفات

وفات سے تین سال قبل ایک سخت چوٹ لگنے سے آپ اوکاڑہ میں صاحب فراش رہے تاہم اس حالت میں بھی تدریس حدیث شریف کا سلسلہ جاری رہا۔ تا آنکہ اوائل ۱۹۶۲ء میں فالج کا شدید حملہ ہوا۔ چند ماہ بیمار رہ کر ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ (۴ اگست ۱۹۶۲ء) ہفتہ کے دن انتقال فرما گئے۔

۵ اگست کو جنازہ ہوا جو خاصہ بڑا تھا۔ عوام کی کثرت کے علاوہ آپ کے تلامذہ اور علمائے کرام بھی بہت سے موجود تھے۔ اُستاذنا مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی متعنا اللہ بطول حیاتہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور اوکاڑہ میں مدفون ہوئے [1]

وهذا آخر ما اردت جمعه من ترجمته رحمه الله رحمة واسعة۔ وانا تلميذه العاجز محمد عطاء الله حنيف الفوجياني كان الله له۔

۶۔ مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شرف المحدثین، عمدۃ المحققین، قدوۃ المدرسین مولانا ابو سعید محمد شرف الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اُن سلفی علماء دین سے ہیں جنہوں نے ساری زندگی اپنے آپ کو علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس کے لئے وقف کئے رکھا۔ تحقیق کا بہت عمدہ ذوق اور تدریس کا انتہائی دلنشین انداز رکھتے تھے۔ تصنیف و تالیف، مضمون نگاری اور فتویٰ نویسی کی صلاحیت بھی قابل تعریف تھی۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کو آپ سے شرح نخبۃ الفکر اور موطأ امام مالک پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

---

[1] "الاعتصام" مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء، ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء اور حضرت کی ذاتی یادداشتوں سے ماخوذ۔ اپنے والد مرحوم کی مختصر سرگزشت خود مولانا نے اخبار اہلحدیث امرتسر ۹ جنوری ۱۹۲۳ء میں لکھ دی تھی اگرچہ ان کی وفات ۱۹۰۶ء کے قریب کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا نام جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے ، شرف الدین اور والد کا نام چوہدری امام الدین تھا۔ راجپوت ، اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت و پرورش

مولانا شرف الدین رحمہ اللہ چودھویں صدی ہجری کے آخری اور انیسویں صدی عیسوی کے آٹھویں عشرے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مولد مغربی پنجاب کا "گجرات" ہے۔ بچپن ہی میں والدہ ماجدہ کے وفات پا جانے کی وجہ سے آپ کی خالہ محترمہ آپ کو اپنے پاس "شاہ پور" لے گئی تھیں۔ چنانچہ آپ کی ابتدائی تربیت و پرورش وہیں ان کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔

تعلیم

بدوِ شعور ہی سے پڑھنے کا آغاز کر دیا تھا۔ مختلف اساتذہ سے مبادیات پڑھنے کے بعد جن اساطین علم سے استفادہ کیا اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ (۲) اُن کے والد مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ (۳) مولانا خلیل الرحمٰن مظفر گڑھی رحمہ اللہ۔

اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور درج ذیل اہل علم و فضل سے استفادہ کیا۔

(۱) حافظ عبداللہ بیگ رحمہ اللہ (۲) مولانا حکیم ابراہیم سنبھلی رحمہ اللہ (۳) ڈپٹی نذیر احمد خان رحمہ اللہ (۴) حکیم عبدالرشید خان (۵) حافظ عبدالوہاب نابینا رحمہ اللہ (۶) مولانا منفعت علی رحمہ اللہ (۷) مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ (۸) حضرت شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (۹) مولانا شمس الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰) حضرت شیخ حسین بن محسن انصاری رحمہ اللہ۔ ان سے حدیث کی سند اور اجازت حاصل کی۔

تدریس

تحصیل و تکمیل علوم کے بعد دہلی ہی میں قیام فرما ہو گئے۔ وہیں شادی کی اور وہاں کے ایک مدرسہ "ریاض العلوم" میں تدریس کا کام شروع کر دیا۔ حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی مسند تدریس پر بھی کچھ عرصہ جلوہ افروز رہے۔

"مدرسہ سعیدیہ عربیہ" کا اجراء

ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں مولانا شرف الدین رحمہ اللہ نے پل بنگش دہلی کے قریب خود اپنا مدرسہ جاری کیا جو "مدرسہ سعیدیہ عربیہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ اس میں تقریباً تمام علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا اہتمام و انصرام آپ ہی کے پاس تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ تدریس کے فرائض بھی ادا فرماتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد تک یہ مدرسہ بہت اچھے انداز سے چلتا رہا۔

پاکستان تشریف آوری

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ بعد مولانا پاکستان تشریف لے آئے اور مختلف مدارس اسلامیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ چنانچہ پیر جھنڈا، حیدر آباد، سندھ، مدرسہ محمدیہ ملتان، تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد، مدرسہ تقویۃ الاسلام، لاہور میں تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کرنے کے بعد بالآخر کراچی میں جا مقیم ہوئے۔ اور آخر عمر تک وہاں طالبانِ دین کی خدمت و تدریس میں مشغول رہے۔

اخلاق و عادات

مولانا شرف الدینؒ کم گو، منکسر المزاج، متواضع، اہل علم کے قدردان اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ اُمراء کی مجلسوں سے دُور رہتے تھے۔ اسلاف کا صحیح ترین نمونہ تھے۔ لباس نہایت سادہ پہنتے تھے۔ ان کی ان عادات نے ان کی شخصیت کو بہت چمکا دیا تھا۔ اور ان کی رفعت و عظمت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

وہ گوشہ نشین تھے، مگر ان کی نظر آفاقی تھی۔ خاموش طبع تھے، مگر خاموشی میں بڑی گویائی پنہاں تھی۔ انتہائی عمر رسیدگی میں بھی ان کا علم جوان تھا اور ان کی تحقیق و جستجو کی قوتیں متحرک اور جاندار تھیں۔ تنہائی پسند تھے، مگر اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ہمیشہ تنگ دست رہے، لیکن اپنی تکلیف کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی۔ استغناء اور شانِ بے نیازی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ (دیکھئے الاعتصام ۴ اگست ۱۹۶۱ء ج ۱۳ شمارہ ۱)

تصنیفی خدمات

مولانا شرف الدینؒ نے تدریسی مشغولیتوں کے باوجود درج ذیل تصنیفی اور تحریری یادگاریں چھوڑی ہیں۔

۱۔ تنقیح الرُّواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ

یہ مولانا کی سب سے عظیم الشان تصنیف ہے۔ یہ دراصل مشکوٰۃ المصابیح کی حدیثوں کی مختصر تخریج اور شرح ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ مولانا سید احمد حسنؒ نے لکھا۔ پھر باقی حصوں کی تکمیل کے سلسلے میں انہوں نے اپنے شاگرد مولانا شرف الدین کو حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے استاذ کی نگرانی میں "تنقیح الرواۃ" کے باقی تینوں حصے لکھے اور اپنے استاذ کے شروع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے ہوئے اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اس کتاب کے پہلے دو حصے (ربع اوّل وثانی) پاکستان بننے سے قبل ہی طبع ہو چکے تھے اور آخری دو حصے (ربع ثالث وربع اخیر) ابھی طباعت کے لئے مطبع مجتبائی دہلی کے سپرد کر دیے گئے تھے لیکن افسوس کہ وہ قیام پاکستان کی ہنگامہ خیزیوں کی نذر ہو گئے اور فوری طور پر زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکے۔

مطبع مجتبائی کے مالکان پاکستان بن جانے کے بعد دہلی سے کراچی منتقل ہو گئے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے ان کے ہاں "تنقیح الرواۃ" کے آخری دو حصوں کا سراغ لگانے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ اُن کا مسودہ اُن کے پاس موجود ہے اور کرم خوردہ ہے۔ بہرحال مولاناؒ نے مسودہ حاصل کر لیا اور اس پر تحقیق اور اضافوں کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ "تنقیح الرُّواۃ" کا تیسرا حصہ (رُبع ثالث) مولاناؒ کے قائم کردہ ادارہ "دارُالدَّعوَۃ السّلفِیّۃ" کی طرف سے مولاناؒ کی تحقیق اور اضافوں کے ساتھ اور چوتھا حصہ (رُبع اخیر) حافظ صلاحُ الدین یوسف اور راقم الحروف کی تحقیق اور اضافوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ **تخریج آیات**:۔ صحیح بخاری میں ذکر کردہ آیاتِ قرآنیہ کی باحوالہ جمع وتدوین۔ اس کا قلمی نسخہ مکتبہ سعیدیہ خانیوال میں موجود ہے۔

۳۔ شرح سُنن ابنِ ماجہ (نامکمل) مولانا شمس الحق ڈیانویؒ نے اسے پسند فرمایا تھا۔

۴۔ حاشیہ نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔

۵ **کشف الحجاب عما فی البرھان العجاب**۔ مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے نماز میں قراءتِ سورہ فاتحہ کی فرضیت پر "البرھان العجاب علی فرضیۃ ام الکتاب" کے نام سے اُردو میں کتاب لکھی جس میں عربی عبارات بہت زیادہ نقل فرمائی تھیں۔ ان عربی عبارات کو اُردو میں منتقل فرما کر مولانا شرف الدینؒ نے اس کتاب کو "کشف الحجاب عما فی البرھان العجاب" کے نام سے موسوم فرمایا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ دہلی اور دوسری مرتبہ خانیوال (مکتبہ سعیدیہ) سے شائع ہو چکی ہے۔

۶۔ **کتاب الاکراہ**:۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجبوری کے تحت شرکیہ دَم جھاڑ جائز ہے۔ اس کتاب میں اسی خیال کی تردید کی گئی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی مکتبہ سعیدیہ خانیوال میں موجود ہے۔

۷۔ **دفع الوسواس عن حجیّۃ القیاس**:۔ اس میں حجیتِ قیاس کے متعلق امام داؤد ظاہری کے موقف کی تردید کی گئی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی مکتبہ سعیدیہ میں موجود ہے۔

۸۔ **کتاب الطلاق**:۔ اس میں ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی مکتبہ سعیدیہ میں موجود ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ شرح مسند احمد بن حنبل (نامکمل) یہ مسند احمد کے اس نسخہ کی شرح ہے جسے حضرت مولانا حافظ عبدالحکیم نصیر آبادی نے صحیح بخاری کے انداز پر فقہی ابواب پر مرتب کیا تھا۔ چھ یا سات مجلدات میں تکمیل کے بعد مولانا نصیر آبادی نے اپنا کام آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی کو پیش کر دیا تھا۔ کانفرنس نے مولانا شرف الدین کا تقرر کیا کہ وہ اس پر نظر ثانی کر کے اس کی محتاط انداز پر عربی میں شرح لکھیں۔ مولانا نے بڑی تیزی سے یہ کام شروع کر دیا۔ بلکہ ۲۰ صفحات تک یہ شرح چھپ بھی گئی تھی کہ نہ جانے یہ انتہائی اہم اور مفید سلسلہ کیوں ختم ہو کر رہ گیا۔

۱۰۔ برق اسلام بجواب طلوع اسلام:۔ یہ کتاب مولانا نے منکر حدیث اسلم جے راجپوری کی کتاب "علم حدیث" کے جواب میں قیام پاکستان سے قبل لکھی تھی۔ اس کا کچھ حصہ قیام پاکستان کے بعد ہفت روزہ "الاعتصام" میں بھی شائع ہوا تھا۔ بعد میں یہ کتاب مکتبہ سعیدیہ خانیوال کی طرف سے مکمل طور پر شائع ہو چکی ہے۔

۱۱۔ خدا پرستی بجواب شخصیت پرستی:۔ غلام احمد پرویز کے خیالات کے رد میں لکھی گئی یہ کتاب طبع ہو کر نایاب ہو چکی ہے۔

۱۲۔ "فتاویٰ نذیریہ" کی تصحیح بھی فرمائی اور جا بجا مفید نوٹ بھی لکھے۔

۱۳۔ "فتاویٰ ثنائیہ" پر بھی "شرفیہ" کے نام سے تشریحی نوٹ تحریر فرمائے۔

۱۴۔ "جماعت اسلامی اور اہل حدیث:۔ یہ ایک طویل اور بہت سے علمی مباحث پر مشتمل مقالہ ہے جو اہلحدیث سوہدرہ ج ۳ شمارہ ۲۴ سے شمارہ ۳۲ تک میں شائع ہوا۔

تلامذہ

مولانا شرف الدین کی طویل تدریسی خدمات کی وجہ سے ان کا حلقۂ تلمذ اگرچہ بہت وسیع تھا۔ تاہم ان کے مولانا بھوجیانی کے علاوہ بعض نمایاں قسم کے تلامذہ درج ذیل ہیں۔

مولانا عبدالوہاب آروی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبدالعزیز میمن، مولانا علی محمد سعیدی، مولانا محمد داؤد راز دہلوی، مولانا ملک عبدالعزیز ملتانی، سید تقریظ احمد دہلوی، حافظ فتح محمد جہلمی مکی، مولانا عبدالعزیز سعیدی منکیروی، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، مولانا محمد داؤد مسعود فیصل آبادی، مولانا عبدالقدوس گوڑگانوی وغیرہم۔

وفات

مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۵ صفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۶۱ء کم و بیش ۸۵ سال کی عمر میں کراچی میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجتہ فی المھدیین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷ - حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

مولانا عطاء اللہ بن مولانا عبدالقادر بن حکیم حافظ مُحمد شریف بن حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ

ولادت

۱۸۸۲ء مطابق ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہُوئے۔

تعلیم وتربیت

قرآن پاک قاری عبدالعزیز چیلو کا سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا عبدالقادر سے حاصل کی۔ صرف و نحو اور دیگر علوم آلیہ میں اور علوم الحدیث وغیرہ میں مہارت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام احمد سے استفادہ کرنے کے لئے چلے گئے۔ رام پور، بانس بریلی اور سہارن پور کے سفر بھی کئے اور وہاں متعدد اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔

علم حدیث میں مزید مہارت کے لئے امرت سر میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ۱۹۰۵ء میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔

شادی خانہ آبادی

تعلیم کی تکمیل کے بعد حافظ مُحمد بن بارک اللہ لکھویؒ کی بیٹی رُقیّہ سے شادی ہوگئی جن سے مولانا عبدالرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا شفیق الرحمٰن اور مولانا عزیز الرحمٰنؒ پیدا ہوئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا عزیز الرحمٰن فوت ہو چکے ہیں جب کہ مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا شفیق الرحمٰن بقیدِ حیات اور مصروفِ خدمات ہیں۔

اخلاق وعادات

مولانا عطاء اللہ لکھویؒ انتہائی متواضع، سادہ طبیعت، سادہ لباس، عزم وارادہ کے پختہ اور مستقل مزاج انسان تھے۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ بہت شفقت اور محبت کرتے تھے۔ افرادِ خانہ کی طرح ان کی ضروریات کا خیال رکھا کرتے تھے۔ بہت نیک نفس، مخلص اور دیانت وامانت میں مشہور تھے۔ عام طور پر ہاتھ میں عصا (لاٹھی) رکھتے تھے جو ان کے وقار اور تمکنت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامت سمجھی جاتی تھی۔

پتے شاگردوں کی مجلس میں بے تکلفانہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات عجیب وغریب خوش طبعی کی باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ مولانا عطاء اللہ لکھویؒ کے پاس کوئی طالب علم یا کوئی اجنبی کبھی اداس نہیں ہوتا۔ زبان میں غضب کا لوچ اور مٹھاس تھی۔ حجازی لحن میں قرآنِ کریم پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے تھے۔

تدریس

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریسی صلاحیتوں سے خوب نوازا تھا۔ آپ کے تمام تلامذہ آپ کے بہترین اور کامیاب مدرس ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو سادہ مثالوں سے حل کر دیا کرتے تھے۔ دورانِ تدریس ایسے ایسے علمی نکات بیان کرتے تھے کہ آپ کی وسعتِ علمی، قوتِ استحضار اور حافظے کی مضبوطی پر تعجب ہوتا تھا۔

درسی کتابیں آپ نے اس کثرت اور تسلسل سے پڑھائیں کہ پڑھاتے وقت کتاب دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اکثر کتب گویا ازبر ہو چکی تھیں۔ تمام علوم وفنون پڑھانے پر قدرت بدرجۂ اتم حاصل تھی۔ خصوصاً صرف ونحو، فقہ، معانی، منطق اور فلسفہ میں مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے آپ سے درسِ نظامی کی متوسط کتب پڑھیں۔

تلامذہ

عرصہ دراز تک تدریسی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ تاہم بعض مشہور علماء کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ (۲) مولانا عبدالجبار بھوجیانیؒ (۳) مولانا محمد بھوجیانیؒ (۴) مولانا عطاء اللہ بڈھیمالویؒ (۵) مولانا عبدالرحیم بھوجیانیؒ (۶) مولانا سید مولا بخش کوموی (۷) مولانا عبداللہ بھوجیانیؒ (۸) مولانا عبداللہ اوڈ (۹) مولانا محی الدین لکھوی (۱۰) مولانا معین الدین لکھوی (۱۱) مولانا عبدالرحمٰن لکھوی (۱۲) مولانا عبدالقادر حصاری (۱۳) میاں محمد باقر جھوک دادو (۱۴) مولانا محمد اسحاق گوہڑویؒ (۱۵) حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ وغیرہم۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفیوض المحمدیہ بتذکار سلالۃ لکویۃ۔ ص ۲۰۱)

وفات

مولانا عطاء اللہ لکھویؒ ۷ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵۲ء کو جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں فوت ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد بعض لوگوں نے خواب میں آپ کو اچھی حالت میں دیکھا۔ غفراللہ لہ ورفع درجتہ فی جنۃ الفردوس۔

۸۔ استاذ الکل فی الکل حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ اپنے اساتذہ میں سے حضرت گوندلوی رہ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سیاست کے بکھیڑوں سے نکل کر میرا خالص علمی اور کتابی دنیا میں آجانا سراسر حضرت گوندلویؒ کی توجہات اور راہنمائی کا مرہونِ منت ہے۔ اور اسی وجہ سے مولانا بھوجیانیؒ آپ کو اپنا "شیخ" قرار دیا کرتے تھے۔

حضرت گوندلویؒ سے مولانا بھوجیانیؒ نے روحانی فیض کے علاوہ درسِ نظامی کی اعلیٰ درجے کی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ تفسیر بیضاوی، عربی ادب، فقہ، اصولِ فقہ، ہیئت اور منطق و فلسفہ کی بعض کتب، ملاحسن، حمد اللہ وغیرہ اور بعض دیگر کتابیں آپ ہی سے پڑھیں اور فراغت حاصل کی۔

ولادت اور نام ونسب

آپ غالباً ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ مطابق ۸ فروری ۱۸۹۷ء کو گوجرانوالہ کے قصبہ مرالیوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام والد نے اعظم اور والدہ نے محمد رکھا۔ والدہ کے رکھے ہوئے نام ہی سے معروف ہوئے۔ اپنے بڑے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی۔

آپ کے والد ماجد کا نام میاں فضل الدین تھا جو مولانا علاؤالدینؒ (گوجرانوالہ) اور حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے شاگرد اور اچھے خاصے عالم تھے۔ آپ خاندانی طور پر راجپوت منہاس تھے۔

تعلیم و تربیت

پانچ سال کی عمر میں آپ کو حفظِ قرآن کے لئے ایک حافظ صاحب کے پاس بٹھا دیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں حفظ کی صلاحیت خاصی بڑھ گئی۔ ایک دن والدِ محترم کہنے لگے کہ ایک رُبع پارہ روزانہ یاد کر کے سنایا کرو! ورنہ تمہیں کھانا نہیں ملے گا۔ اس دن سے آپ نے روزانہ رُبع پارہ یاد کر کے سنانا شروع کر دیا۔

حفظِ قرآن کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ والدِ محترم کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اب آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آپڑا۔

چنانچہ دس سال کی عمر میں حفظِ قرآن کا کام مکمل ہوا تو والدہ ماجدہ نے مزید تعلیم کے لئے پہلے تو آپ کو جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں (چوک اہلحدیث) شہر گوجرانوالہ میں مولانا علاؤالدین کے پاس بھیجا۔ جہاں آپ نے عربی ادب اور صرف ونحو کی چند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ کو گوندلانوالہ کے ایک نیک سرشت بزرگ عبداللہ ٹھیکیدار کشمیری کی معیت میں مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر میں داخلے کے لئے بھیج دیا۔ ٹھیکیدار موصوف بہت صالح انسان اور علمائے غزنویہ کے پرانے عقیدت مند تھے۔

یہ مدرسہ اس وقت حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ نگرانی و سرپرستی چل رہا تھا۔ یہاں آپ نے چار سال کی قلیل مدت میں حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم و فنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام

(۱) مولانا علاؤالدینؒ (گوجرانوالہ) (۲) حضرت الامام سید عبدالجبار غزنویؒ (۳) مولانا سید عبدالاول غزنوی رح، (۴) مولانا سید عبدالغفور غزنوی رح (۵) جامع المعقول والمنقول مولانا محمد حسین ہزاروی رح (داماد حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رح) (۶) مولانا عبدالرزاق رح (۷) مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ۔

حضرت الامام کی مجلس کا اثر

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنویؒ کی روحانی شخصیت نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بھی حضرت الامام کی مجلس میں بیٹھ گیا، اس پر روحانیت اور توجہ الی اللہ کا خاص رنگ چڑھ گیا۔ دنیا کی محبت سرد ہوگئی، دل کی دنیا بدل گئی اور عملی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔

بعض اوقات دورانِ درس حضرت الامام کی مجلس کے متعلق اپنا ابتدائی ذاتی تأثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند ہی دنوں میں ان کی روحانیت مجھ پر اس شدت سے اثر انداز ہوئی کہ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ جو لوگ مُدت دراز سے یہاں موجود ہیں وہ اب تک زندہ کس طرح ہیں؟ وہ شدتِ تأثر سے تڑپ تڑپ کر ختم کیوں نہیں ہو گئے؟

الغرض دوران درس جب بھی حضرت الامام کا ذکر کرتے تو بڑے والہانہ انداز میں کرتے۔ یوں لگتا کہ کوئی شاگرد اپنے استاذ کا ذکر نہیں کر رہا بلکہ کوئی محبِ صادق اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت الامام کی ہر ہر ادا کو اپنا لیا تھا، اخلاقِ حسنہ، خموشی و سنجیدگی، ذوقِ عبادت، ذکر اللہ کی کثرت، نماز سے خصوصی تعلق، خشوع و خضوع، اول وقت اور باجماعت اس کی ادائیگی کا اہتمام، یہ سب چیزیں آپ نے حضرت الامام سے سیکھیں۔

علومِ طبیّہ کی تحصیل

آپ کا شروع سے ہی خیال تھا کہ علومِ دینیہ کو ذریعۂ معاش نہ بنایا جائے۔ چنانچہ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اسی نیّت سے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا۔ یہاں طب کا چار سالہ کورس مکمل کر کے آپ نے "فاضل الطب والجراحت" درجہ اوّل کی سند اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

طبیہ کالج کے اساتذہ میں سب سے زیادہ قابل مشہور بلکہ بین الاقوامی شخصیت حکیم اجمل خان مرحوم تھے۔ وہ حضرت گوندلوی مرحوم کی ذہانت و فطانت اور قابلیت سے اتنے متاثر تھے کہ فرمایا کرتے تھے جب مجھے اس شخص (حضرت گوندلوی) کے سامنے لیکچر دینا ہوتا ہے تو مجھے بہت تیاری کرنی پڑتی ہے۔

حضرتؒ نے طبّ کی تعلیم محض اس غرض سے حاصل کی کہ علوم دینیہ کی بجائے طبّ کو ذریعۂ معاش بنائیں گے اور کچھ عرصے تک آپ نے اس کا تجربہ بھی کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء میں جب مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی مرحوم آپ سے صحیح بخاری وغیرہ پڑھنے کے لئے گوجرانوالہ آئے تو اُس وقت آپ جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے قبرستان روڈ پر واقع ٹاہلی والی مسجد میں "درس اعظم" کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کر رکھا تھا، جس میں دوسرے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ صحیح بخاری اور دیگر علوم کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

کچھ عرصے تک یہ سلسلہ یُوں ہی چلتا رہا۔ لیکن جلد ہی آپ کو احساس ہو گیا کہ یہ دونوں کام خاصا وقت مانگتے ہیں اور بیک وقت احسن طریق سے نہیں چل سکتے۔ چنانچہ طبِ یونانی کا کاروبار آپ نے یکسر موقوف کر دیا اور حکمتِ ایمانی (علومِ دینیہ) کی خدمت کے لئے کلیتہً وقف ہو گئے۔

شادی خانہ آبادی

دینی اور طبّی تعلیم کی تکمیل کے بعد جلد ہی آپ کی شادی مولانا فقیر اللہ مدراسی کی بیٹی سے ہو گئی جن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹے کا نام عبداللہ ہے جو حافظِ قرآن ہے۔

۱۹۳۲ء میں آپ کو بعض وجوہ سے دوسری شادی کرنی پڑی۔ اس دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے (ڈاکٹر محمود اعظم اور مسعود اعظم) اور چار بیٹیاں عطا کیں۔

تدریسی خدمات

حصولِ تعلیم کے دوران ہی آپ کی ذہانت و قابلیت اور علوم و فنون کی صلاحیت کی بہت شہرت ہو گئی تھی، اس لئے تکمیل و فراغت کے بعد گھر آتے ہی مختلف درس گاہوں کی طرف سے آپ کو تدریس کے لئے دعوت نامے آنے لگ گئے۔

کچھ عرصہ تو آپ اپنے گاؤں گوندلانوالہ ہی میں قیام فرما اور پڑھتے پڑھاتے رہے۔ اسی دوران ۱۹۲۴ء میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو ادائیگیٔ حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

لیکن ۱۹۲۷ء میں مدرسہ رحمانیہ دہلی کے مہتمم شیخ عطاء الرحمنؒ کے پُر زور اصرار پر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۸ء تک وہیں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ پھر واپس گوندلانوالہ آ گئے۔

گوندلانوالہ واپس آ کر آپ نے پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بہت سے طلبہ نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔ غالباً اسی دور (۱۹۳۰ء کے لگ بھگ) میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اور حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ جیسے آپ کے کبار تلامذہ آپ سے علوم و فنون کی مختلف کتابیں پڑھتے رہے ہیں۔ شائد اسی وجہ سے دونوں بزرگوں کو ۱۹۳۲ء میں اپنے اُستاذِ محترم کی دوسری شادی میں شرکت کا موقع بھی مل گیا تھا۔

۱۹۳۳ء میں اہلِ مدراس کی دعوت پر "جامعہ عربیہ دارالسلام" عمر آباد تشریف لے گئے۔ آپ کے وہاں تشریف لے جانے سے اس درس گاہ کی خوب شہرت اور ترقی ہوئی۔ یہاں چند سال تدریس کرنے کے بعد پھر گوندلانوالہ واپس آ گئے ان دنوں جامع مسجد اہلِ حدیث، چوک اہلحدیث (چوک نیائیں) میں ایک دینی درس گاہ قائم تھی، جس کی انتظامیہ نے آپ کو تدریس کی دعوت دی۔ جو آپ نے قبول کر لی۔ چنانچہ ان کی طرف سے آپ کو ایک بائیسکل مہیا کی گئی، جس پر آپ روزانہ گوندلانوالہ سے آتے اور پڑھا کر واپس چلے جاتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ وہاں خطیب تھے۔ انہوں نے بھی حضرت گوندلویؒ سے بعض کتب، شرح عقائد نسفی اور مسلم الثبوت وغیرہ پڑھیں۔

۱۹۴۳ء میں گوندلانوالہ میں ایک قتل ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کو وہاں سے نقلِ مکانی کرنی پڑی۔ چنانچہ آپ شہر گوجرانوالہ، آبادی حاکم رائے (محلہ گلشن آباد) میں منتقل ہو گئے پھر تادمِ واپسیں آپ یہیں سکونت پذیر رہے۔

۱۹۴۶-۴۷ء کے لگ بھگ کا عرصہ آپ نے "مدرسہ تعلیم الاسلام" اوڈانوالہ میں گزارا۔ مدرسہ ہذا کے بانی امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہؒ کی پُر خلوص دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

صوفی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت گوندلویؒ کی وجہ سے ہمارا مدرسہ بھی جامعہ بن گیا تھا اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے بڑی رونق ہو گئی تھی۔ یہاں آپ نے دو سال تک شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۹۴۷-۴۸ء کے لگ بھگ آپ نے "ٹاہلی والی مسجد" قبرستان روڈ گوجرانوالہ میں درسِ اعظم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس میں فارغ التحصیل طلبہ کو آپ صحیح بخاری، موطأ امام مالکؒ، الاتقان للسیوطیؒ، حجۃ اللہ البالغہ، اور مسلم الثبوت وغیرہ پڑھاتے تھے۔

ان دنوں طبّ کو آپ نے ذریعۂ معاش بنایا ہوا تھا۔ جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کرتے تھے۔ مولانا ابوالبرکاتؒ اور دیگر کئی علماء اسی دور میں آپ سے دینی علوم کے ساتھ ساتھ طبّی علوم بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ مل کر دوا سازی کا کام بھی کیا کرتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ درسِ اعظم ۱۹۴۹ء تک بخیر وخوبی چلتا رہا۔ حضرت گوندلوی خود ہی اس کے بانی اور اکیلے ہی اس کے مدرس تھے اور بلا تنخواہ و معاوضہ پڑھاتے تھے۔

۱۹۵۰ء میں حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم اور ان کے رفقاء نے آبادی حاکم رائے (گلشن آباد) گوجرانوالہ میں "جامعہ اسلامیہ" کے قیام کا پروگرام بنایا تو حضرت گوندلوی سے اس کی علمی سرپرستی کی درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمالی اور یوں "درسِ اعظم" کا گویا "جامعہ اسلامیہ" میں ادغام خوش انجام ہو گیا۔

اب "جامعہ اسلامیہ" میں دیگر مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو حضرت حافظ صاحب وہی "درسِ اعظم" والا نصاب پڑھاتے تھے۔ اور مولانا ابوالبرکات احمد ان کو فاضل عربی کی تیاری کراتے تھے۔ تقریباً پانچ سال تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ پھر "جامعہ اسلامیہ" میں آٹھ سال کا مکمل نصاب درسِ نظامی جاری کر دیا گیا۔

۱۹۵۶ء میں "جامعہ سلفیہ" فیصل آباد کا قیام عمل میں آیا تو اس کی مسندِ شیخ الحدیث کے لئے حضرت حافظ صاحب ہی کو سب سے زیادہ موزوں سمجھا گیا۔ چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم سے حضرت حافظ صاحب کو باقاعدہ مانگ کر لے گئے۔ ۱۹۶۳ء تک آپ "جامعہ سلفیہ" میں "شیخ الحدیث" کے طور پر کام کرتے رہے پھر جامعہ کی انتظامیہ میں کچھ ناخوشگوار تبدیلی کی وجہ سے آپ واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔

گوجرانوالہ واپس آتے ہی "جامعہ اسلامیہ" کی انتظامیہ نے آپ سے پھر جامعہ کی علمی سرپرستی کی درخواست کی جسے آپ نے صرف اسباق پڑھانے کی حد تک قبول کر لیا۔ چنانچہ آپ صحیح بخاری اور خلاصۃ التفاسیر پڑھانے لگے۔ یعنی مختلف کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا خلاصہ طلبہ کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ یہ سبق انتہائی معلوماتی اور تحقیقی ہوتا تھا۔

۱۹۶۴-۶۵ء کے لگ بھگ میں آپ کو مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے تدریس کے لئے مدعو کیا گیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے۔ ایک سال تک آپ نے وہاں پڑھایا۔ یونیورسٹی کے طلبہ کی نسبت آپ سے وہاں کے اساتذہ و شیوخ زیادہ متأثر اور مستفید ہوئے۔

مدینہ یونیورسٹی سے واپس آکر پھر جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ کی درخواست پر جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر تادمِ واپسیں اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔

اخلاق و اوصاف

آپ انتہائی نرم مزاج، خاموش طبع، خوش لباس، خوش گفتار، فضولیات سے محترز، عابد و زاہد اور ہمہ وقت ذاکر و شاغل انسان تھے۔ نمازِ تہجد، تحیۃ المسجد اور نماز باجماعت اور تکبیرِ اولیٰ کے پانے کا آپ کے ہاں بے مثل اہتمام ہوتا تھا۔ انتہائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے اور معمولی کاموں میں بھی اتباعِ سُنت کا خیال پیش نظر رہتا تھا۔ غیبت، حسد، لغض، کینہ اور دیگر اخلاقی رذائل سے کوسوں دُور تھے۔ چہرہ ہمیشہ علم وعبادت کے نور سے منور اور متبسم نظر آتا تھا۔ اُونچی آواز میں کھِل کھلا کر ہنسنے کی عادت نہیں تھی۔ ایامِ بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ قمری تاریخ) کے روزوں کی ہمیشہ سے عادت تھی۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے میں نے یہ روزے چھوڑ دیئے تو بواسیر کی شکایت ہوگئی۔ پھر فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی وجہ سے بیماری رُکی ہوئی تھی۔ اس کے چھوڑنے سے وہ عود کر آئی۔

قوّتِ حفظ اور وُسعتِ علم

خداداد قوتِ حفظ اور وسعتِ علم سے اپنی نظیر آپ تھے۔ مطالعۂ کتب کے بہت شائق تھے جو کچھ پڑھتے تھے ہمیشہ کے لئے اَزبر ہوجاتا تھا۔

آپ کی تصنیف "اثبات التوحید بابطال التثلیث" کا مسودہ کاتب گم کر بیٹھا تو آپ نے محض حافظے کی مدد سے اُسے پھر لکھ دیا۔ چند دنوں کے بعد گم شدہ مسودہ بھی مل گیا۔ ان کا آپس میں مقابلہ کیا گیا تو دونوں میں کوئی فرق نہ نکلا۔

مدینہ یونیورسٹی کی تدریس کے زمانے میں شیخ محمد امین شنقیطیؒ صاحب "اضواء البیان" نے کسی مجلس میں آپ سے چند روایات دریافت کیں تو آپ نے فرمایا: جامع ترمذی میں یہ سب روایات موجود ہیں۔ سب اہلِ مجلس کا خیال تھا کہ وہ اس میں نہیں ہیں۔ آپ نے سب روایات ایک ایک کرکے ترمذی شریف میں دکھادیں۔ شیخ شنقیطیؒ فرمانے لگے: مَا رَأَیْتُ اَعْلَمَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ هٰذَا الشَّیْخِ۔ "میں نے رُوئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔"

تصانیف

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف کا کام بھی کیا۔ چنانچہ درج ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں۔

(۱) صلوٰۃ مسنونہ (۲) اثبات التوحید بابطال التثلیث (۳) ردِّ مولود (۴) الاصلاح ۳ حصے۔ (۵) اِهداء ثواب (۶) تنقید المسائل (۷) خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام (۸) ختمِ نبوت (۹) معیارِ نبوت (۱۰) ایک اسلام بجواب دو اسلام (۱۱) دوامِ حدیث بجواب مقامِ حدیث (۱۲) اسلام کی پہلی کتاب (۱۳) اسلام کی دوسری کتاب (۱۴) کتاب الایمان (۱۵) زبدۃ البیان فی تنقیح حقیقۃ الایمان وتحقیق زیادتہ والنقصان (۱۶) تحفۃ الاخوان (۱۷) بغیۃ الفحول (۱۸) سنتِ خیر الانام درسہ وترہ بیک سلام (۱۹) شرح مشکوٰۃ (کتاب العلم تک (۲۰) البدور البازغۃ (۲۱) حدیث کی دینی حیثیت ("الاعتصام" میں شائع شدہ مقالہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ ومستفیدین

عرصۂ دراز تک تدریس کی وجہ سے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد کہاں تک پہنچ گئی ہوگی۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب ممالک وغیرہ کے ہزاروں طلبہ نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا جو اپنے اپنے ملک میں مختلف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کچھ ان سے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

مولانا بھوجیانیؒ کے علاوہ آپ کے چند دیگر نمایاں قسم کے تلامذہ ومستفیدین کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا ابوالبرکات احمدؒ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ (۲) مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالویؒ (۳) مولانا محمد عبداللہ سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان (۴) مولانا حافظ محمد اسحاق حسین خانوالہ (۵) مولانا حافظ محمد بھٹویؒ (۶) مولانا عبیداللہ خان عفیفؒ (۷) مولانا حافظ فتح محمد فتحیؒ مکہ معظمہ (۸) مولانا محمد صادق خلیلؒ فیصل آباد (۹) مولانا نذیر احمد رحمانیؒ (۱۰) مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب المرعاۃ (۱۱) مولانا عبدالغفار حسن (۱۲) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان (۱۳) مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ (۱۴) مولانا حافظ عبدالمنان مدرس جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ (۱۵) مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی۔ (۱۶) مولانا ارشاد الحق اثری (۱۷) مولانا محمد اسحاق چیمہؒ (۱۸) مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (۱۹) مولانا محمد صدیق اعظمی بدصوآنہ جھنگ (۲۰) مولانا محمد علی جانباز، سیالکوٹ (۲۱) مولانا حافظ سیف الرحمٰن الفلاح (۲۲) مولانا پروفیسر غلام احمد حریریؒ (۲۳) مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی (۲۴) مولانا محمد عبدہٗ الفلاحؒ، فیصل آباد (۲۵) پروفیسر مولانا قاضی مقبول احمد (۲۶) شیخ ڈاکٹر عاصم عبداللہ قریوتی استاذ مدینہ یونیورسٹی (۲۷) شیخ محمد مجذوب اُستاذ مدینہ یونیورسٹی (۲۸) شیخ محمد ابراہیم شکری الاردنی اُستاذ مدینہ یونیورسٹی (۲۹) شیخ عطیہ سالم وغیرہم۔

وفات حسرت آیات

۲ فروری ۱۹۸۵ء کو حسبِ معمول نمازِ تہجد کے لئے اُٹھے۔ وضو کے لئے غسل خانہ میں گئے ضعف وپیری کا عالم تھا۔ پاؤں پھسل گیا۔ گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ۵ فروری کو ٹانگ کا آپریشن کر دیا گیا۔ مگر ضعف ونقاہت بڑھتی گئی۔ تقریباً چار ماہ تک شدید بیمار رہے۔

پھر ۱۴ رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۴ جون ۱۹۸۵ء کو تقریباً پون صدی تک منبر ومحراب اور مساجد ومدارس کو رونق بخشنے والا علوم وفنون، علم وعمل، ایمان ویقین اور احسان وتصوف کا یہ مہرِ درخشاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے اہلِ خانہ کے علاوہ بے شمار علماء وطلباء کو سوگوار چھوڑ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللّٰھم اغفرلہ وارفع درجتہ فی المھدیین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ مولانا عبدالتوابؒ محدث ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا بھوجیانی رحہ نے مولانا ابوتراب عبدالتواب محدث ملتانی رحہ سے باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی۔ البتہ ان سے تمام کتب الحدیث اور علوم الحدیث کی اجازتِ روایت ضرور حاصل تھی۔ جیساکہ "اتحاف النبیہ" وغیرہ کے شروع میں اس کی صراحت موجود ہے۔

علاوہ ازیں آپ ان کی سادہ روشِ زندگی، مسلکِ محدثین سے محبت اور کتبِ دینیہ کی نشر و اشاعت کے جذبے سے بھی بہت متاثر تھے۔ مولانا ملتانیؒ نے کتبِ دینیہ کی اشاعت کے لئے قدیر آباد، ملتان میں "مکتبہ سلفیہ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جب کہ مولانا بھوجیانیؒ نے بھی اسی غرض کے لئے اسی نام سے لاہور میں ایک ادارہ قائم کیا تھا، جو اب تک ان کی اولاد کے زیرِ نگرانی بحسن وخوبی اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

ولادت اور تعلیم

مولانا ابوتراب عبدالتوابؒ بن مولانا قمرالدین رحہ ۴ جمادی الثانیہ ۱۲۸۸ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۸۷۱ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا قمرالدین سے حاصل کی۔ علومِ دینیہ کی اعلیٰ تعلیم اور دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے دہلی چلے گئے۔ وہاں شیخ الکل فی الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) سے ۱۳۱۲ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔ مولانا قمرالدین بھی سلفی المسلک علمائے دین میں سے تھے اور تقلیدِ شخصی کے قائل نہیں تھے۔

مولانا عبدالتوابؒ کو حضرت میاں صاحب کے علاوہ دو اور بزرگوں سے بھی روایتِ حدیث کی اجازت حاصل تھی یعنی شیخ احمد بن عبدالرحمٰن البناء الساعاتی رحہ، جو مسند احمد بن حنبلؒ کے مرتب اور شارح ہیں، اور دوسرے شیخ محمد راغب طباخ حلبی شامی رحہ (م ۱۳۷۰ھ)

"مکتبہ سلفیہ" کا قیام

مولانا عبدالتوابؒ تدریس و تعلیم اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کا جذبہ اور شوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے انہوں نے "قدیر آباد" ملتان میں "مکتبہ سلفیہ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی طرف سے کئی اہم کتابیں شائع ہوئیں۔ یہ مکتبہ نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بھی تھا۔ چنانچہ بہت سے طلبہ یہاں آکر حدیث اور دیگر علومِ دینیہ کا درس بھی لیا کرتے تھے، اور آنے جانے والے حضرات کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی وعلمی مسائل پر تبادلۂ خیال اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ بڑے بڑے اہلِ علم کتابوں کی خریداری اور ان کی معلومات کے لئے بھی "مکتبہ سلفیہ" پر آتے رہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں مولانا بھوجیانی رح کی آمد و رفت بھی وہاں رہتی تھی۔ مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اور مولانا بھوجیانی رح کی آپس میں پہلی ملاقات اور باہمی تعارف اسی مکتبہ میں ہوا۔

"مکتبہ سلفیہ" کے قیام سے مولانا عبدالتوابؒ کا مقصد یہ تھا کہ دین، علومِ دین اور کتبِ دین کو عام کیا جائے۔ اس لئے اپنی استطاعت کے مطابق ہر قسم کی مفید کتابیں طبع کرنے کی کوشش کرتے تھے اور یا پھر دیگر علاقوں اور ملکوں سے منگوا لیتے تھے۔ تاکہ شائقینِ علم بآسانی اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ خصوصاً امام ابنِ تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح کی تصانیف سے تو ان کو بہت ہی شغف تھا۔ اور بعض مستحقین کو ایسی کتابیں مفت بھی دے دیا کرتے تھے۔

اوصاف وعادات

مولانا عبدالتوابؒ کم گو، خلوت پسند، پست آواز اور بہت ہی سادہ مزاج انسان تھے۔ ریلوے اسٹیشن سے کتابوں کے پارسل خود اپنے سر پر اٹھا لایا کرتے تھے۔ غنائے قلبی اور قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ بعض اوقات گوبھی کے پتّوں کو ابال کر ساگ کے طور پر پکا لیتے اور سالن کی جگہ استعمال میں لایا کرتے تھے۔

طلباء اور علماء کے ساتھ بہت ہی شفقت سے پیش آتے، واجبی سی قیمت پر ان کو کتابیں مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی راہنمائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ بعض اہم اور مفید کتابیں بالاصرار دے کر ان کی قیمت انتہائی آسان اور چھوٹی قسطوں میں وصول کرنے کی سہولت بھی دے دیا کرتے تھے۔

بہت مہمان نواز تھے۔ علماء وطلباء کو عموماً گھر سے کھانا خود لا کر کھلاتے اور اُن کی خوب خاطر تواضع کیا کرتے۔ محنت اور ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ مسجد اور مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ کو بارہا معمار کے ساتھ مزدور کے طور پر کام کرتے دیکھا گیا۔

نمازِ تہجد ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ نماز بہت خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ ثناء و دعاء میں الحاح و زاری کا انداز بڑا دلگداز اور پُرسوز ہوتا تھا۔

ان کا دل حدیث وسُنّت کی محبّت واہمیّت اور ادب واحترام سے معمور و مملو تھا۔ اگر کوئی شخص کسی صحیح السند حدیث کو محض اپنی عقل و درایت کی بناء پر مسترد کرتا تو اس پر سخت خفا ہوتے تھے۔

مولانا عبدالتوابؒ کا رنگ گندمی، چہرہ قدرے لمبا، جسم دُبلا پتلا، قد درمیانہ، لباس مختصر اور بہت سادہ تھا۔ سر پر تنکوں کی ٹوپی، تہبند عموماً نصف پنڈلی تک ہوتا تھا اور سادہ سی واسکٹ زیبِ تن ہوتی تھی۔ سادگی کے باوجود پُروقار نظر آتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیفی واشاعتی کام

عربی بولنے اور لکھنے کی خاصی قدرت اور مہارت رکھتے تھے۔ بعض عربی کتب شائع کیں تو ان پر عربی میں مختصر نوٹ اور تعلیقات بھی لکھیں۔ بعض کتابوں کو ان کا اُردو ترجمہ کر کے اور اُردو حواشی لکھ کر شائع کیا۔ ان سب کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) "مصنف ابن ابی شیبہ" کے چند اجزاء پر تعلیقات و حواشی (۲) "مسند عمر بن عبدالعزیز" پر تعلیقات (۳) ابن رجب حنبلی کی "شرح حدیث ما ذئبان جائعان" پر تعلیقات (۴) "اشارات الی بیان اسماء المبہمات" پر تعلیقات (۵) امام سیوطیؒ کی "المسارعۃ الی المصارعۃ" پر حواشی (۶) "صحیح مسلم" کی شرح سندھی پر حواشی (۷) امام مروزی کی "مختصر قیام اللیل" پر حواشی (۸) ابن الاعرابی کی "کتاب القبل والمعانقۃ والمصافحۃ" پر تعلیقات (۹) حاشیہ "صرف بہائی" (۱۰) حاشیہ "شرح مأیۃ عامل گھوٹوی" (۱۱) "تفسیر عزیزی" سورہ مؤمنون پر حواشی (۱۲) اُردو ترجمہ "صحیح بخاری" ۸ پارے تک (۱۳) "بلوغ المرام" کا اُردو ترجمہ اور اس پر حواشی (۱۴) "الحزب الاعظم" کا اُردو ترجمہ و حواشی (۱۵) قرآن کریم کے پارہ عم ۳۰ کا سرائیکی زبان میں ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ۔

ان کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی مفید کتابیں اپنے مکتبے کی طرف سے شائع کیں اور اہلِ علم تک پہنچائیں۔

وفات

مولانا عبدالتواب ملتانی ساری زندگی دین کی تدریس و تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ تا آنکہ ۹ رجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۴۷ء کو داعیٔ اجل نے اگلی زندگی کی طرف بلایا تو اس کے ساتھ ہو لئے اور عزیز و اقارب اور اہلِ علم کو سوگوار چھوڑ گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وغفرلہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیت

نقش رہ جاتے ہیں اِنسان گزر جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند الاجازہ از محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان

علی خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وعلی من تبعھم من الفقہاء المحدثین

امابعد فان المولوی الفطن اللوذعی الحیی السمیّ الماہر فی الحدیث والتفسیر

عطاء اللہ البھوجیانی الساکن الآن فی بلدۃ فیروزفور من فنجاب من الھند

الخطیب فی جامع اہل الحدیث فی ہذہ البلدۃ قد قرأ کتب السنۃ وغیرہا علی

غیری من العلماء وقرأ علیّ بعض کتب بعض الفنون وسمع مواضع من کتب الحدیث

فتصدی للتعلیم والمطالعۃ حتی بلغ المقام الممتاز من بین الاقران

ثم طلب منی الاجازۃ اتباعا لمن مضی من الشیوخ فاجزتہ وان لم اکن اھلا لاجازۃ

امثالہ اقتداء للسلف واتباعا لسنۃ الخلف وقرأت المشکوۃ الی کتاب الجھاد

والنصف الاول من جامع الترمذی علی الشیخ المولوی عبد الاول رحمہ اللہ ثم قرأت

بعضا من الجامع علی الشیخ المشہور فی الاقطار المولوی عبد الجبار الغزنوی وقرأت باقی الجامع

والمشکوۃ وصحیح البخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داود والنسائی واکثر من النصف

من سنن ابن ماجۃ علی اخی الشیخ عبد الاول مولانا الشیخ عبد الغفور فاجازنی ولھؤلاء

الاشیاخ اجازۃ من السید نذیر حسین رحمہ اللہ وبسندہ عند العلماء معروف

ولی اجازۃ عن حافظ الوحیدین الحدیث والقرآن الحافظ عبد المنان الوزیرابادی

ولہ عن الشیخ المشتہر فی الخافقین اعنی السید نذیر حسین

وللحافظ الوزیرابادی اجازۃ عن الشیخ البنارسی عبد الحق المتوفی بمنی ولہ عن ولد الشیخ [illegible]

عن الشیخ الامام الشوکانی محمد گوندلوی [illegible]

١٣٦٥

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر
اسلام آباد

محدث ابو الطیب کی اسانید حدیث

۱۔ تمہید و تقدیم

"برصغیر پاک و ہند میں علمِ حدیث" ایک مہتم بالشّان علمی و تحقیقی موضوع ہے۔ جس کے اکثر گوشے دورِ حاضر میں تصنیفی مسابقت کے باوجود تشنۂ تصنیف اور محتاج وضاحت ہیں، تاحال کسی اثری مزاج، عصری اسلوب کے حامل جفاکش، وسیع الفکر، دقیق النظر، صاحب قلم کا انتظار ہے۔ جو اس موضوع سے انصاف کر سکے اور تعصّب و تنگ نظری سے بالا ہو کر اسلامی تاریخ میں موجود اس خلا کو پُر کر سکے۔

مرکزِ اسلام حجاز مقدس سے جغرافیائی اور لسانی بُعد کے باوجود حدیثِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اس کے متعلّقہ علوم و فنون کی یہاں جس طرح خدمت ہوئی۔ اور ان سے وابستہ اسلافِ کرام کی علمی، تدریسی اور تصنیفی روایات کی جس درجہ پاسداری بلکہ آبیاری کی گئی اس کی مثال پُورے عالمِ اسلام میں کہیں نہیں ملتی، جس کا اعتراف سربرآوردہ عرب علماء نے بھی کھلے دل کے ساتھ کیا ہے۔ تحریکِ اہلِ حدیث کے اسی علمی استحکام کا ہی نتیجہ ہے کہ یہاں کے اہلِ الرّأی بھی (علی رغم انفهم) خدمتِ حدیث کو باعثِ فخر جاننے پر مجبور ہیں۔ والحمد لله على ذلك۔

اللہ کا بے پایاں فضل و احسان ہے کہ اصحابِ صفہ کے مدرسۂ نبویہ سے لے کر جمع و تدوین حدیث کے آخری عہد تک معرضِ وجود میں آنے والا حدیث اور اصُولِ حدیث کا ایسا کوئی فن نہیں جس سے اس خطّے کے علماءِ حدیث نے صرفِ نظر کی ہو، خواہ بادیٔ النظر میں اس کی ضرورت نہ ہی محسوس ہوتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ دین منکرینِ حدیث و سنّت ہزار بھیس بدل کر لاکھ کوششوں کے باوجود مسلم رائے عامہ کو حدیث و سُنّت سے بدظن کرنے میں ایک فی صد بھی کامیابی حاصل نہیں کر پائے اور سنّتِ نبویّہ کی حجیت و قطعیّت کا اقرار اور اس کی ضرورت و اہمیّت کا اعتراف ایوانِ اقتدار اور مسندِ قضاء و انصاف سے برملا ہو رہا ہے اور سبھی کے نزدیک قرآن و حدیث لازم و ملزوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں احکام و اعمالِ نبویہ اور فرمودات و ارشادات مصطفویہ کو واجب القبول والعمل ٹھہرایا اور اطاعتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب (الحشر ۷)

"اور جو چیز تمہیں رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔"

نیز فرمایا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ الآیۃ (آل عمران ۳۱)

"اے رسول لوگوں سے کہدو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔"

دوسرے مقام پر قرآن کریم کی توضیح و بیان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

فرمایا: وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم۔ الآیۃ (النحل: ۴۴)

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اتارا تاکہ آپ لوگوں پر خوب واضح کردیں جو ان کی طرف اتارا گیا۔"

ایک مقام پر اطاعتِ رسول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

صراحۃً فرمایا: مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۸۰)

"جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے سو یقیناً اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔"

سورۃ الاحزاب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو باعث فوز و فلاح ٹھہرایا۔

فرمایا: ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما (الاحزاب۔ ۷۱)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک وہ بڑی کامیابی پائے گا۔"

انکار و مخالفتِ حدیث اور اوامرِ نبویہ سے روگردانی کو فتنہ اور عذاب الیم کا باعث قرار دیا۔

فرمایا: فليحذر الذين يخالفون عن أمره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم (النور: ۶۳)

"سو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ وہ فتنہ کا شکار ہو جائیں یا ان پر عذاب الیم نازل ہو۔"

نیز فرمایا:۔ وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا

"کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کردیں تو اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھیں، اور جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا۔

یہ ہے حدیث و سنّت کا حقیقی مقام و مرتبہ جو قرآن سے ماخوذ ہے۔ مذکورہ بالا صریح آیات اس کی شاہد ہیں۔ حدیث کا کسی نوعیت کا انکار ان آیات کے انکار کے مترادف ہے۔

حدیث و سنّت کی اس حجیت و قطعیت کو ظنیت میں بدلنے اور اس کے مقام و مرتبہ میں تشکیک پیدا کرنے کی کوششوں کا جب آغاز ہوا اور "فقہ و قیاس" کے علمبرداروں نے افتاء و قضاء میں جب حدیث کو اہمیت دینا کم کیا، اسی وقت طائفہ منصورہ اس مکتبۂ فکر کے ہوا و ہوس پر مبنی افکار سیئہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو گیا۔ نتیجۃً مسلمانوں کے علمی طبقے میں دو گروہ وجود میں آگئے۔ ایک گروہ اہل الرأی اور دوسرا اہل الحدیث کے نام سے معروف ہوا۔ گویا کہ اہل الحدیث نام ہے اُس تحریک کا جو دین کو لفظی و معنوی ہر لحاظ سے قبول کرنے، اس پر کاربند رہنے اور جوں کا توں اُسے آگے منتقل کرنے کی علمبردار تھی۔ اہل الحدیث یا محدثین کرام اپنی سادگی اور حدیث سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سیاسی چالوں اور بے کار پراپیگنڈے سے نفور اور ریاء و نمود سے دُور رہے، ہر دَور میں بظاہر اہل الرأی کا شور و غوغا زیادہ رہا لیکن گرد و غبار چھٹنے کے بعد جب تاریخ نکھر کر سامنے آئی تو اہل الحدیث ہمیشہ اور ہر دَور میں مسندِ علم و فضل اور مقام دعوت و عزیمت اور حفاظتِ دین کے بلند و بالا منصب پر فائز نظر آتے رہے اور ہر معرکے سے سرخ رُو ہو کر نکلے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت و صیانت کا جو اہتمام فرمایا اور اس کے لئے جو اسباب پیدا کئے ان میں سرفہرست سلف صالحین کی یہی مذکورہ بالا جماعت ہے جو اہل الحدیث یا محدثین کے نام سے معروف ہے۔ ان حضرات نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے وقف کیں اور دین سے متعلقہ تمام امور کی چھان پھٹک کی اور اس سلسلہ میں مذکور تمام شخصیات کا علمی و اخلاقی جائزہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں انسانی تاریخ کا کوئی حصہ اس قدر محفوظ اور قابلِ اعتماد نہیں ہے جس قدر اوائلِ قرونِ اسلامی کی تاریخ محفوظ ہے۔ خصوصاً "خیر القرون" یعنی نبی علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے ادوار مقدسہ کی تاریخ علی الاطلاق مستند ترین تاریخ ہے۔ ایک ایک حدیث اور قول کی تحقیق ہو چکی ہے، بحث و تحقیق کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اس کے نتیجہ میں سینکڑوں کتب رجال معرضِ وجود میں آچکی ہیں۔ جو مسلمانوں کا قابلِ فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ سلف صالحین نے حدیث و سنّت کی صحت کا اہتمام کرنے کے لئے رواۃ کی جرح و تعدیل کے لئے جو اصول و ضوابط وضع کئے۔ ان کی تطبیق میں پھر کسی کا لحاظ نہیں رکھا، یہی وجہ ہے وادیٔ علم و فضل کے بڑے بڑے کوہ گراں اور آسمانِ فقہ و دانش کے روشن ستارے جب محدثین کرام کی جرح و تعدیل کی سان پر چڑھے تو ٹوٹ پھوٹ کر ضعفاء و متروکین کی فہرستوں میں جا گرے۔ ان کے چاہنے والوں نے ان کی تائید و حمایت اور تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے اور ان کے پیروکاروں نے ان کے مخالفین پر غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے لئے تصانیف کے انبار لگا دیے جن میں بغض و عناد کے تند و تیز تیر چلائے مگر اس سب کچھ کے باوجود اپنے ممدوحین کو رجال کی کتابوں میں محدثین اور حفاظِ حدیث کے برابر کھڑا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ اہلِ حق پر "گستاخانِ ائمہ" کی پھبتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس کر جی ٹھنڈا کر لیا۔

علم الاسناد

سُنی سنائی بات کی اسلام میں کوئی قیمت و وقعت نہیں ہے۔ بالخصوص جب اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جائے تو ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ پتہ چلایا جائے کہ کس کے واسطے سے یہ خبر ملی اور اس کا راوی دین و اخلاق اور علم و فضل کے اعتبار سے کس مقام و مرتبہ کا آدمی ہے۔ اور حفظ و اتقان میں کس حد تک قابلِ اعتماد ہے۔

ارشادِ نبویؐ ہے۔

كفى بالمرأ كذبا أن يحدث بكل ما سمع۔

یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات بیان کر دے۔

حضرات اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو چونکہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کا اعزاز حاصل تھا، یا اپنے ساتھی دیگر صحابہ کرام سے حاصل کرتے تھے اور وہ سب کے سب اس قابلِ احترام جماعت کے معزز و مکرم افراد تھے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا۔ اور ان سے اپنے مکمل دین کی نشر و اشاعت کا کام لیا۔ اور ان کی عدالت و ثقاہت کی شہادت خود باری تعالیٰ نے اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اس لئے پوری اُمت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل و ثقہ ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱ ص ۹/۱۲، ابن حجر عسقلانی اور شرح العقیدۃ الطحاویہ لابن ابی العز حنفی، ص ۵۲۸ وما بعدھا)

قرآن و حدیث میں بالاجمال صحابہ کرام کی صریح توثیق و تعدیل مذکور ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه (التوبة ۱۰۰)

"(ایمان لانے میں) سبقت لے جانے والے اوّلین گروہ جو مہاجرین میں سے بھی ہیں اور انصار میں سے بھی اور ان میں سے بھی جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔"

صحیحین میں ارشادِ نبوی منقول ہے۔

"خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم"

"سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر جو ان کے بعد آئیں گے۔"

اس عظیم الشان تعدیل و توثیق کے باوجود حضرات صحابۂ کرام بھی احادیثِ نبویہ بلا تحقیق قبول کرنے سے گریز کرتے تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ذاتی تعلقات، باہم اکرام و توقیر اور محبّت و اُلفت دین میں حزم و احتیاط اور رُواۃِ حدیث کی صحت و ثقاہت کی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ صحبتِ نبویؐ سے حظِّ وافر پانے، اس پر مستزاد عربی الاصل ہونے کے باوجود اپنی عقل یا مزاج شناسی نبوت کو صحت و سقم حدیث کا معیار قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ اللہ اور اس کے فرامین ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہتے تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئك کان عنه مسئولا (الاسرآء ۳۶)

" جس چیز کا تجھے علم نہیں اُس کے پیچھے مت پڑ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی "

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

من کذب علی متعمّداً فلیتبوأ مقعده من النّار (اخرجہ الشیخان)

" جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا تلاش کرے "

نیز فرمایا۔

من حدث عنی بحدیث یریٰ انه کذب فهو أحد الکاذبین (مقدمہ صحیح مسلم)

" جس شخص نے میری طرف سے حدیث بیان کی یہ جانتے ہوئے کہ وہ موضوع ہے سو بیان کرنے والا بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے "

قبولِ حدیث میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ محتاط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب دادی کے لئے چھٹے حصے کی روایت بیان کی تو حضرت ابوبکر صدّیق نے بیان کردہ حدیث کی تائید کے لئے ان سے دوسری شہادت طلب کی جس پر محمد بن مسلمہؓ نے مغیرہؓ کی تائید کی۔ حضرت ابوبکر صدّیق کا وہ خطبہ بھی بہت معروف ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا۔

" ایاکم والکذب فان الکذب یهدی إلی الفجور والفجور یهدی الی النّار "

" خبردار! جھوٹ سے بچو، جھوٹ بُرائی کا راستہ دکھاتا ہے اور بُرائی جہنّم کی راہ پر ڈالتی ہے "

اسی قسم کا محتاط طریقہ حضرت عمرؓ کا بھی تھا۔

روایتِ حدیث میں اسی احتیاط کے نتیجے میں عصرِ صحابہؓ کے بعد رواۃ کے بارے میں جرح و تعدیل نے وُسعت اختیار کی اور ایک عظیم الشان علم و فن کی صورت میں مسلمانوں کا طرّۂ امتیاز بنا جس کی دوسرے کسی مذہب میں نظیر نہیں ملتی۔ تراجم رجال کی بڑی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں۔ جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط مرتّب ہوئے اور محدّثین کرام نے اس باب میں ایسے عدیم المثال کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جنہیں دیکھ کر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ دین و شریعت کی حفاظت کا یہ وہی الٰہی اہتمام ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجر ۹)

"بے شک یہ ذکر ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی حفاظت وصیانت کا اہتمام اس کی شایانِ شان کیا ہے۔ اس کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔ اور ایسے افراد اور اَخیارَ العباد سے یہ خدمت لی جنہوں نے اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں۔ کتاب اللہ کی آیاتِ مبارکہ کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ فرمائیں۔ حدیثِ نبویؐ بھی "الذکر" کا حصّہ ہے اس کی حفاظت کے بغیر کتاب اللہ کی حفاظت کی تکمیل ناممکن ہے کیونکہ اس کے معانی ومفاہیم کی تعیین حدیث کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے حدیث کی حفاظت بھی عین قرآن کریم کی حفاظت ہے اور یہ سارا اہتمام "الذکر" کی حفاظت کا حصّہ ہے۔

امام محمد بن حزم الاندلسی م ۴۵٦ھ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی (النّجم۔ ۴)

"اور وہ (نبیؐ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے ان کی بات تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اتاری جاتی ہے"

نیز اپنے رسولؐ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے یُوں کہو۔

ان اتّبع الّا ما یوحیٰ الیّ (الاحقاف ۹)

"میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے"

ایک مقام پر فرمایا۔

"لتبیّن للنّاس ما نزل الیھم (النحل ۴۴)

"تاکہ آپ لوگوں پر خوب واضح کر دیں جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہے"

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرمودات اللہ کی طرف سے وحی ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں علمائے شریعت اور اہل لغت میں سے کوئی اس کا انکار نہیں کرتا کہ تمام وحی جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی بشمول حدیث رسول "الذکر" ہے۔ اور "الذکر" کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمّے لی ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا یقیناً محفوظ ہے۔ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور نہ اس میں کبھی کسی تحریف کا امکان ہے۔ اگر کتاب وسُنّت کے کسی حصّے میں انسانی تحریف یا ضیاع کی کوئی کوشش کامیاب ہو جائے تو اس سے اللہ کے کلام اور اس کے دعوے پر حرف آتا ہے جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں، سو دینِ اسلام بحالہ محفوظ ہے اور رہتی دنیا تک محفوظ رہے گا۔

فرمایا:

لأنذرکم بہ ومن بلغ (الانعام ۱۹)

"تاکہ اس کے ذریعے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کر دوں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیثِ مُبارکہ کا کوئی حصّہ ضائع ہو سکتا ہے اور نہ صحیح احادیث میں موضوع اور جھوٹی روایات خلط ملط ہو سکتی ہیں کہ اللہ کریم کا وعدہ مبنی بر حق وصداقت ہے۔

انّا نحن نزلنا الذکر.... (الاحکام فی اصول الاحکام۔ ج ا ص ۱۲۱-۱۲۲)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م ۱۸۱ھ) سے جب کسی نے موضوع احادیث کے اثرات بد کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:۔

" تعیش لھذا الجھابذہ " انا نحن نزلنا الذکر... توضیح الافکار، ج ۲ ص ۷۹)

یعنی اس کے تدارک کے لئے بڑے بڑے علماء اپنی زندگیاں وقف کرتے رہیں گے کہ اللہ کا وعدہ ہے۔ انا نحن.....

تشریح وتوضیح

علوم وفنونِ حدیث جو درجنوں سے متجاوز ہیں ان کا ایک نہایت اہم حصّہ علم الاسناد یا اسناد الحدیث ہے۔ عہد نبویؐ سے لے کر آج تک اہلِ علم نے اس کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ تدوین وترتیب کُتبِ حدیث کے بعد بھی اس سے صرفِ نظر نہیں کیا گیا۔ بلکہ روایات کی انفرادی اسانید کے ساتھ کُتبِ حدیث کی روایت بالاجازۃ علمِ حدیث کو باقی علوم سے ممتاز کئے ہوئے ہے۔ تاریخ کے کسی حصّے کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔ کتبِ فقہ میں درج اقوالِ ائمہ صدیوں بعد بلا سند ان کی طرف منسوب کر دیے گئے اور پھر ان کتب کی اسنادی حیثیت بھی ثقاہت سے عاری ہے۔

سند کیا ہے؟

احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا السلام پر مشتمل تمام اُمّہات الکتب میں مذکور ہر حدیث کے دو حصّے ہوتے ہیں۔ ایک حصّے کو سند اور دوسرے کو متن کہتے ہیں۔ فرمانِ رسولؐ کو متن اور جن رجال ورواۃ کے واسطے سے مصنّفِ کتاب تک وہ فرمانِ نبویؐ پہنچا ہوتا ہے۔ اسے سند کہتے ہیں۔

مثلاً امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ کی "الجامع الصحیح" کی ایک روایت ہے۔

ا۔ حدّثنا محمّد بن بشار قال! حدّثنا یحیٰی بن سعید قال! حدّثنا شعبہ قال! حدّثنی ابوالتیاح عن انس، عن النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال۔

ب۔ یسّروا ولا تعسّروا، وبشّروا ولا تنفروا۔

اس میں حصّہ (الف) سند ہے جس میں ان شخصیات کے اسماءِ گرامی بالترتیب درج ہیں جن کے واسطے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حصّہ (ب) میں مذکور الفاظِ حدیثِ نبویؐ روایت کئے۔ اور حصّہ (ب) کو متن کہتے ہیں اور محدّثین کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں سند کے بغیر کوئی حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی اور اہل الحدیث کے نزدیک یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ انسان کا نام اس فہرست میں درج ہو جس کے شروع میں سید الاوّلین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی و اسمِ گرامی مذکور ہے۔

ولنعم ما قیل ع

اهل الحديث هم اهل النبي وان لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

اسی اہمیت، ضرورت اور عظیم الشان اعزاز کی وجہ سے محدثین کی جماعت اور ان کے خوشہ چین آج تک اسانید و اجازاتِ روایت کی سُنّتِ حسنہ اور طریقۂ مبارکہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔

مسندِ احادیث پر مشتمل کتبِ حدیث مرتّب و مدون ہو جانے کے بعد یہ اہتمام کیا گیا کہ جو شخص بھی کسی مُحدّث سے اس کی کتاب کا درس لے وہ اس سے روایت کرنے اور پڑھانے کی باقاعدہ اجازت بھی لے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ حدیث کا ہر طالب علم اپنے شیخ اور اُستاذ سے روایت کرنے کی اجازت لیتا ہے اور شیخ اس اجازت میں اپنا سلسلۂ سندِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ذکر کرتا ہے۔ کتبِ حدیث کے لئے اسانید کی وہی حیثیت ہے جو خاندانوں کے لئے سلسلۂ نسب کی ہوتی ہے جس کے بغیر حسب و نسب کا پتہ نہیں چل سکتا۔ حسب و نسب کے اس اعلیٰ اہتمام کی بدولت ہی امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث قرار پائے اور ان کے سلسلۂ اسانید میں منسلک اہل الحدیث کا بھی اُمت میں وہی مقام ہے جو امام موصوف کا ائمہ فقہاء و محدثین میں۔ وَالحَمدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

امام عبداللہ بن مبارک کا معروف مقولہ ہے:

الاسناد من الدين لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

سندیں دین کا حصہ ہیں اگر سندوں کا اہتمام نہ ہوتا تو دین کے بارے میں جو کسی کے جی میں آتا کہہ دیتا۔

عالی اسانید کی تلاش محدثین کا محبوب ترین مشغلہ ہے کہ اس سے حدیث کی صحت کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور نبی علیہ السلام کے ساتھ تعلق میں قرب پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ہر طالبِ حدیث کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسے محدّث اور شیخ سے اجازت اور سند حاصل کی جائے یا حدیث پڑھی جائے جس کے سلسلۂ روایت میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تک کم از کم واسطے ہوں۔

اوائل القرنِ الرابع عشر ہجری تک برصغیر میں نشر و اشاعتِ حدیث و سُنّت اور ترویج مسلک محدثین کے لئے طائفہ منصُورہ اور فرقہ ناجیہ اہل الحدیث کے دو سرخیل آسمانِ علم و فضل پہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے تھے اور محدثین کرام کی جملہ تدریسی و تصنیفی روایات کی پاسداری کئے ہوئے تھے۔

شیخ الکل فی الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) ساٹھ برس تک درس و تدریس کے ذریعے حدیث و سنّت کی اس قدر خدمت کی جس کی مثال متاخرین میں کہیں نہیں ملتی اور بڑے بڑے ادارے بھی اس سے عاجز ہیں۔ ہندوستان کے تمام علمی مراکز پر ان کی خدمات بھاری ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف نواب سید صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کی تصنیفی واشاعتی خدمات کا دائرہ بیسیوں اشاعتی اداروں سے زیادہ ہے۔ تجدید و احیاء حدیث و سنّت کے یہ دونوں سلسلے اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بارآور ثابت ہوئے۔ ان کے تلامذہ و فیض یافتگان نے حدیث اور کتب حدیث کی درس و تدریس اور شرح و تصنیف اور نشر و اشاعت کے ذریعے عصرِ محدثین کی یادیں تازہ کردیں۔

پورا عالمِ اسلام ان کی خدماتِ جلیلہ کے اعتراف سے رطب اللسان ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے وسط میں برصغیر دینی علوم و فنون کے اعتبار سے بے حد غنی تھا۔ بالخصوص میاں صاحب کے تلامذہ اور تلامذۃ التلامذہ آسمانِ علم پر ستاروں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

اسی پس منظر و پیش منظر میں ہمارے زیب عنوان، جمالِ بیان، ممدوحِ محترم شیخنا و شیخ شیوخنا الاستاذ الاکبر، محدّثِ العصر، ناشر السنۃ النبویۃ، دائرۃ المعارف الحدیثیۃ مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف الفوجیانی رحمہ اللہ کی شخصیت جلوہ گر ہوئی۔ موصوف بساطِ علمی پر وارد ہوئے تو مفتیٔ ہندو پاک مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدّث دہلوی، مجتہد العصر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی محدث اور حضرت الامام حافظ محمد محدث گوندلوی اور مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی اور امیر اہل حدیث مولانا محمد اسماعیل مرحوم گوجرانوالہ کی مجالس درس حدیث کا شہرہ تھا۔ اسی علمی فضا میں ہمارے ممدوحِ محترم نے بھی نام پیدا کیا اور محدّثین کرام کی سلک مروارید کے گوہر تابدار بن کر علمی و جماعتی حلقوں میں متعارف ہوئے اور تادمِ واپسیں سلسلۂ نشر و احیاء سنّت کی سیادت و قیادت سے سرفراز رہے۔

حضرت ممدوح کو حدیث اور اس سے متعلقہ جملہ علوم و فنون سے گہرا شغف اور دلی محبت تھی، یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، ان کی پوری زندگی اس پر صرف ہوئی اور تمام علمی و تحقیقی صلاحیتیں اس کی نذر ہوئیں۔ حدیث اور مسلکِ محدثین کی خدمت کا کوئی میدان نہیں جس میں ان کی مساعیٔ جمیلہ کے انمٹ نقوش اور لازوال آثارِ حسنہ ثبت نہ ہوں۔

اُستاذ گرامی قدر و منزلت نے

۱۔ مسند درس و تدریس کو رونق بخشی تو اپنے عنفوانِ شباب میں ہی اعلیٰ پائے کے مدرس کی حیثیت سے بلند پایہ شہرت پائی۔ جمعیت اہل الحدیث کی مرکزی درسگاہ عالمِ اسلام کی عظیم جامعہ الجامعۃ السلفیۃ جس کے بانیوں میں سے بھی تھے اس کے پہلے شیخ الحدیث بھی رہے۔

۲۔ پہلے کوٹ کپورہ ریاست فریدکوٹ فیروزپور (ہند) اور تقسیم کے بعد لاہور کی ایک معروف، اہم اور پُرہجوم مسجد مبارک اہل حدیث اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں برس ہا برس محدثانہ و داعیانہ خطابت فرمائی، لاہور کا سنجیدہ فکر، علم دوست طبقہ مرحوم کے خطبات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اُمّہاتِ کتبِ حدیث میں السنن الصغریٰ" المجتبیٰ" للامام محمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ کی مکمل پہلی شرح اور سنن الامام ابی داؤد کی جزوی شرح موصوف کے باقیاتِ صالحات میں سے ہے۔ اوّل الذکر، تصحیح، تحقیق، شرح وتعلیق اوران کی ترتیب وتدوین، ہمہ گیری اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ سُنن نسائی کا بالاتفاق سب سے عمدہ، صحیح اور مستند وہی نسخہ ہے۔ علماءِ تحقیق سب اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

۴۔ الجامع الصحیح کی غیر مطبوعہ عربی شرح، مشکوٰۃ المصابیح کی مطبوعہ شرح "مرعاۃ المفاتیح" اور منتقی الاخبار نیز المحلی لابن حزم کے اُردو ترجمہ کی اشاعت مرحوم کی تحریک وتدبیر اور منصوبہ کا حصہ ہے۔ اور ان کے زیر اشراف ہی ہوا۔ اوّل الذکر مولانا عزیز زبیدی حفظہ اللہ کی علمی کاوش ہے۔ ثانی الذکر محدث العصر مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ (م ۱۴۱۴ھ) کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ مگر افسوس کہ مکمل نہیں ہوسکی ورنہ جماعت اہل الحدیث کی اولیات میں سے ہوتی۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک دوسری نہایت قابلِ قدر عربی شرح "تنقیح الرواۃ" جو دستبرد زمانہ کا شکار رہتی۔ مرحوم کی زیر ادارت ورعایت وارشاد وتوجیہ مکمل ہوکر طبع ہوچکی ہے جو موصوف کے تلامذہ ورُفقاء خاص قاری نعیم الحق نعیم اور حافظ صلاح الدین یوسف حفظہما اللہ کی علمی تگ وتاز کا نتیجہ ہے۔

۵۔ محدثانہ افکار کا حامل، سلفی اقدار کا علمبردار ایک معیاری ماہنامہ مجلّہ "رحیق" تقریباً ۳۰ ماہ تک جاری رکھا، تن تنہا اس کا انتظام وانصرام سنبھالے رکھا جو جودت وثقاہت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اور برصغیر کے اعلیٰ پایہ کے علمی مجلّوں میں صفِ اوّل میں شمار ہوتا تھا۔ جب تک زندہ رہا مسلک محدثین کا بلاشرکت غیرے وکیل رہا۔ مقلدین، ملحدین، متجددین اور منکرینِ حدیث کے خلاف چومکھی لڑائی لڑتا رہا۔

۶۔ ہفت روزہ "الاعتصام" بھی مرحوم کی یادگار ہے جو تقریباً نصف صدی سے اپنے نام اور کام سے اہلحدیث صحافت کی شناختی علامت بنا ہوا ہے۔ لاکھوں میں کھیلنے والے بڑے بڑے رنگین مجلے ہزار دعووں کے باوجود اس کی گرد کو بھی تاحال نہیں پاسکے کہ حسنِ عمل کے لئے کثرتِ اسباب نہیں حسنِ نیت کارگر ہوتی ہے جس سے موصوف کو اللہ کریم نے حظِ وافر عطا فرمایا تھا، الاعتصام نہایت شوق سے پڑھا جاتا اور شدت سے علمی حلقوں میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے۔

۷۔ افادہ عام کے لئے محدثانہ معیار کی مختصر، جامع کتاب الدعوات "پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں" تصنیف کرکے شائع کی۔ جو ادعیہ کی وقیع کتاب شمار کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبولِ عام سے نوازا۔ وہ بلاشبہ پاکستان میں بہت زیادہ شائع ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔

۸۔ علومِ حدیث سے شغف رکھنے والے طلبہ علم کے لئے عمر بھر کا اندوختہ "سلفیہ لائبریری" کے نام سے وقف کرکے مثالی روایت قائم کی۔ مرحوم کی لائبریری میں علومِ حدیث، مصنفاتِ شیخین ابن تیمیہؒ وابن القیمؒ، تصانیف خاندان ولی اللّٰہی اور مؤلفات نواب سید صدیق حسن خان کا ایسا ذخیرہ ہے جو کسی دوسری جگہ ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ جس علمی مزاج کی پرورش کرتے رہے اور فنی ذوق کو پروان چڑھاتے رہے جماعتی حلقوں میں اسے برقرار رکھنے اور خدمتِ حدیث وسنّت کے اپنے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے "دارالدعوة السلفیة" تک کے نام سے ایک خالص علمی وتحقیقی ادارہ قائم کیا، جس کے اِنتاجات داِنجازات طلبۂ حدیث کے ہاں قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور علم وتحقیق کے میدان میں مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔

۱۰۔ قوتِ لایموت کے حصول کے لئے کتاب وسنّت کی نشرواشاعت کا ایک ادارہ "المکتبة السلفیة" کے نام سے قائم کیا۔ جسے ہمیشہ سود وزیاں سے قطع نظر تجارتی کم دعوتی زیادہ رکھا۔ جو اشاعتی اداروں میں اپنا تاریخی مقام بنا چکا ہے جس کا نام علمی معیار کی ضمانت ہے۔ جو کتابیں موصوف کی تحریک وتحریض اور مشورہ سے دیگر اہلِ علم نے شائع کیں۔ یقیناً ان کی تعداد درجنوں سے متجاوز ہے۔ ان کی ایک الگ کہانی اور قصہ طولانی ہے۔

ہمارے اس بوریہ نشین، کھدّر پوش، نحیف ونزار اور تپلے دبلے ستواں جسم کے کوہِ علم وفضل شیخ الحدیث کی زندگی کے کئی پہلو ہیں جو ایک مستقل تصنیف کا تقاضا کرتے ہیں۔ لعلّ اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

ہمارا موضوع اس محدث العصر نابغۂ حدیث کی اسانیدِ حدیث اور ان کے متعلقات ہیں۔

شیخنا المحدث نے اپنی اسنادِ حدیث تین مقامات پر ذکر کی ہیں۔

۱۔ سُنن الامام النسائیؒ پر التعلیقات السلفیة کے شروع میں۔

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "اتحاف النبیه فیما یحتاج الیه المحدث والفقیه" کے شروع میں ثبت ہے۔ یہ شاہ صاحب کی اسانید واجازت پر مشتمل کتاب ہے جسے مرحوم نے پہلی مرتبہ تحقیق وتعلیق اور نہایت مفصل اور جامع مقدمہ کے ساتھ شائع کیا تھا۔ یہ مقدمہ انہی افادیت کی وجہ سے مستقل تصنیف کی صورت میں بھی شائع ہونے کو ہے۔ انشاء اللہ

۳۔ اپنی مطبوعہ سندِ حدیث جو موصوف نے اپنے تلامذہ حدیث کو بطور اجازۃ الروایت عنایت فرمائی۔ یہی سند مقالہ کے آغاز میں درج ہے اور مرحوم کی جملہ اسانید کی جامع ہے۔

اِن تینوں مقامات پر مذکورہ اسانید کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ سندِ اوّل۔ بالترتیب مولانا ابوالطیب عطاء اللہ حنیفؒ شاگرد ہیں الشیخ عبدالجبار جے پوری کھنڈیلوی کے وہ مولانا عبدالوہاب محدث ملتانی ثم دہلوی کے اور وہ میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے۔

۲۔ سندِ دوم۔ الشیخ ابو محمد عبدالجبار جے پوری کھنڈیلوی راوی ہیں حضرت الشیخ ابوالعلی عبدالرحمن محدث مبارکپوری شارح سنن ترمذی سے اور وہ روایت کرتے ہیں میاں صاحب رحمہ اللہ سے۔

۳۔ سندِ سوم۔ الشیخ ابو محمد عبدالجبار رحمہ اللہ تلمیذ ہیں امام عبدالوہاب دہلوی کے وہ راوی الشیخ ابو عبداللہ منصورالرحمن پنجابی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلوی سے اور انہیں شرفِ تلمّذ و روایت حاصل ہے۔ حضرت الامام محمد بن علی الشوکانی الیمانی مؤلف نیل الاوطار سے۔

۴۔ **سندِ چہارم۔** الشیخ عبدالجبار راوی ہیں مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری سے، ان کو اجازت حاصل ہے الشیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی سے، وہ روایت کرتے ہیں الشیخ محمد بن ناصر الحازمی سے اور وہ امام محمد بن علی الشوکانی کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

۵۔ **سندِ پنجم۔** مولانا ابوالطیب کو اجازتِ روایت حاصل ہے حضرت الامام حافظ ابوعبداللہ محمد محدّث گوندلوی سے عمومًا جملہ کتبِ حدیث کی اور خصوصًا صحیح بخاری کی۔ حضرت گوندلوی روایت کرتے ہیں استاذِ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ سے اور وہ میاں سیّد نذیر حسین محدّث دہلویؒ سے۔

۶۔ **سندِ ششم۔** حضرت الامام گوندلویؒ راوی ہیں حافظ عبدالمنانؒ محدّث سے، اور وہ روایت کرتے ہیں محدّث ابوالفضل عبدالحق المحمدی البنارسیؒ سے اور انہیں سند و اجازت حاصل ہے۔ امام محمد بن علی الشوکانیؒ سے۔

۷۔ **سندِ ہفتم۔** حضرت الامام محدث گوندلویؒ، مولانا السید عبدالجبار غزنویؒ سے وہ میاں نذیر حسینؒ سے۔

۸۔ **سندِ ہشتم۔** حضرت الحافظ محدّث گوندلویؒ راوی ہیں سیّد عبدالغفور الغزنویؒ سے اور وہ میاں نذیر حسینؒ محدث دہلوی سے۔

۹۔ **سندِ نہم۔** حضرت حافظ محمد محدّث گوندلویؒ روایت کرتے ہیں السید عبدالاول غزنویؒ سے اور وہ میاں سیّد نذیر حسین محدّث دہلویؒ سے۔

۱۰۔ **سندِ دہم۔** مولانا الاُستاذ ابوالطیب تلمیذ ہیں حدیث میں مولانا عبدالتوابؒ محدث ملتانی کے اور وہ میاں صاحب سید نذیر حسین محدّث دہلویؒ کے۔

۱۱۔ **سندِ یازدہم۔** مولانا عبدالتواب محدث ملتانیؒ کو اجازت و سندِ حدیث حاصل ہے۔ الشیخ محمد راغب الطباخ الحلبی الشامیؒ سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محدث ابوالطیبؒ کو تین اساتذۂ محدثین سے بلاواسطہ شرفِ تلمّذ اور اجازتِ روایتِ حدیث حاصل ہے۔

۱۔ حضرت الشیخ ابومحمد عبدالجبار محدّث جے پوری کھنڈیلوی رحمہ اللہ۔

۲۔ حضرت الامام المحدث الحافظ محمد گوندی رحمہ اللہ۔

۳۔ حضرت الشیخ المحدث عبدالتواب ملتانی شارح و مترجم بلوغ المرام رحمہ اللہ۔

مذکورہ بالا اسانید پر دوبارہ توجہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ان تین میں سے اوّل الذکر کے دو اساتذہ کرام، ثانی الذکر کے چار اساتذۂ حدیث اور تیسرے خود یہ ساتوں شیخ الکل فی الکل السیّد نذیر حسین محدث دہلویؒ المعروف میاں صاحب کے تلامذہ حدیث ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عجالۂ نافعہ" فارسی میں، جو راقم کی تحقیق، تعلیق اور عربی ترجمہ کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۵۔ امام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ کی اجازات و اسانید بالتفصیل مذکور ہیں ان کے ثبت "اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر" میں جو ۱۳۲۸ھ میں دائرۃ المعارف انتظامیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکا ہے اور اب نایاب ہے۔

۶۔ حسین بن محسن انصاری یمانی کی اسانید تفصیل سے مذکور ہیں۔ نواب سید صدیق حسن قنوجی رحمہ اللہ کی کتاب "سلسلۃ العسجد و مشائخ السند" میں، جو معروف متداول ہے۔

۷۔ میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کی کچھ اسانید اور بالخصوص اجازتِ عامہ جمع کردی ہیں۔ مولانا ابو الطیب شمس الحق محدث ڈیانوی مؤلف عون المعبود نے اپنی تالیف "المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف" میں یہ بھی مطبوع ہے۔ مطبع انصاری دہلی میں ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی۔

۸۔ الشیخ محمد راغب الطباخ کی اجازات و اسانید بالتفصیل مذکور ہیں۔ ان کی کتاب "الانوار الجلیۃ فی مختصر الاثبات الحلبیۃ" کے آخر ہیں۔ جو انہوں نے خود ہی حلب سے ۱۹۳۲ء میں شائع کی تھی۔ مولانا عزیز زبیدی کی نوازش سے راقم کی نظر سے گذری اور استفادہ کا موقع ملا۔

آیئے اب بطور تبرک و مثال ایک حدیث مسلسل بالسماع کی سند اور متن سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۱۔ ہمارے شیخ ابو الطیب محمد عطاء اللہ محدث نے روایت کیا اپنے شیخ

۲۔ حافظ محمد محدث گوندلوی سے انہوں نے بیان کیا اپنے شیخ

۳۔ حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی سے وہ راوی ہیں اپنے استاذ

۴۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے استاذ

۵۔ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی سے اُنہوں نے بیان کیا اپنے شیخ

۶۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے انہوں نے اپنے شیخ و والد

۷۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے شیخ

۸۔ ابو الطاہر عبد السمیع المدنی سے اور وہ اپنے اُستاذ

۹۔ ابراہیم الکردی سے انہوں نے بیان کیا اپنے استاذ

۱۰۔ احمد القشاشی سے، انہوں نے اپنے شیخ

۱۱۔ ابو المواہب احمد بن عبد القدوس الشناوی سے، انہوں نے اپنے اُستاذ

۱۲۔ محمد بن احمد المحدث الرملی سے وہ بیان کرتے ہیں اپنے شیخ

۱۳۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری سے جو راوی ہیں اپنے شیخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت میاں نذیر حسین شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکیؒ کی مسندِ حدیث کے غیر متنازعہ صدر نشین تھے۔ اور شاہ محمد اسحاق اپنے نانا محترم سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے تلمیذِ خاص تھے اور وہ اپنے والدِ گرامی مجدد الملت والدین شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم المحدث الدہلوی الفاروقیؒ کے مقام و مسندِ حدیث کے وارث تھے۔

اور شاہ ولی اللہ اس خاندانِ علم و فضل کے سرخیل ہیں جن کے متعلق نواب السید صدیق حسن قنوجی فرماتے ہیں۔

كلهم كانوا علماء نجباء فقهاء كاسلافهم واعمالهم كيف وهم من بيت العلم الشريف والنسب الفاروقي المنيف ۔

اس خاندان کا ہر فرد اپنے آباء و اجداد کی طرح عالمِ دین، صاحبِ مرتبہ، حکیم و فقیہ تھا، ایسا کیوں کر نہ ہوتا کہ یہ حضرات علم و عمل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ نسبِ عالی فاروقی کے بھی تو حامل تھے۔

نیز فرمایا۔

لم يعلم علم الحديث والتفسير والفقه والأصول وما يليها إلا في هذا البيت ....

کہ علومِ حدیث و فقہ اور تفسیر و اصول وغیرہ کا اس گھر کے علاوہ کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

(ملاحظہ ہو ابجد العلوم للنواب صدیق حسن خان، ص ۹۱۴ طبع قدیم)

سند میں مذکور مولانا ابوالفضل عبدالحق محمدی بنارسی رحمہ اللہ کو عالی اسانید کے حصول کا شوق جنون کی حد تک تھا، موصوف کو مذکور اساتذہ کے علاوہ متعدد مشائخ سے سند و اجازت حاصل ہے۔ جسے ہم نے اختصار کے پیشِ نظر ترک کر دیا ہے۔ صرف مولانا ابوالطیب محدث کے اساتذہ کرام کے مختلف مشائخ کے ذکر اور تحویلات پر اقتصار کیا ہے۔

ان مشائخ و اساتذہ کی تفصیلی اسانید کے لئے ملاحظہ ہوں۔ درج ذیل کتب فہارس و اثبات۔

۱۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ کی اجازت و اسانید بالتفصیل مذکور ہیں۔ ان کی کتاب "اتحاف النبيه فيما يحتاج اليه المحدث والفقيه" میں، اور یہ ان کی تالیف "الانتباه في سلاسل اولياء الله واسانيد وارثي رسول الله" کی قسمِ ثالث ہے۔ جسے شاہ صاحب نے مستقل کتاب کی حیثیت دی ہے۔ اس میں حدیث اور کتبِ حدیث اسانید و اجازات اور ان سے متعلقہ فوائد و نکات ہیں۔ یہ مولانا ابوالطیب عطاء اللہ حنیف کی تحقیق، تعلیق اور مقدمہ کے ساتھ مکتبہ سلفیہ سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کی زبان عموماً فارسی ہے۔

۲۔ یہی اسانید بالاختصار شاہ صاحب نے اپنی دوسری کتاب "الارشاد الى مهمات علم الاسناد" میں بھی ذکر کی ہیں جو مولانا محمد عبدہ الفلاح کی غیر مکمل تعلیقات کے ساتھ لاہور سے طبع ہوئی۔

۳۔ اسی موضوع پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ایک تیسری کتاب "المسلسلات" بھی ہے۔

۴۔ ان تینوں کتابوں کا خلاصہ اور اختصار کیا ہے۔ شاہ صاحب کے بیٹے اور شاگرد شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے اپنے رسالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی سے وہ روایت کرتے ہیں۔

۱۵۔ ابراہیم بن محمد التنوخی سے انہوں نے بیان کیا اپنے شیخ

۱۶۔ احمد بن ابی طالب الحجار سے وہ راوی ہیں اپنے شیخ

۱۷۔ حسین بن مبارک الزبیدی سے وہ بیان کرتے ہیں اپنے اُستاد

۱۸۔ عبدالاول بن عیسیٰ الہدٰی سے اور وہ اپنے شیخ

۱۹۔ عبدالرحمان بن مظفر الداؤدی سے اور وہ اپنے شیخ

۲۰۔ عبداللہ بن احمد السرخسی سے بیان کرتے ہیں

۲۱۔ محمد بن یوسف بن مطر الفربری تلمیذ بخاری نے بیان کیا کہ ہمیں

۲۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بیان کیا کہ ہم سے

۲۳۔ مکی بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے

۲۴۔ یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہ وہ راوی ہیں

۲۵۔ حضرت سلمہ بن الاکوع صحابی رسولؐ سے انہوں نے کہا کہ میں نے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا

" من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار ۔

کہ جس شخص نے میرے متعلق ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا آگ میں ڈھونڈھ لے "

ہمارے ہاں موجودہ تمام احادیث نبویّہ اسی طرح باسند بیان کی جا سکتی ہیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین

اس سند میں مولانا ابوالطیب محدّث اور نبی اکرم فداہ ابی و امی کے درمیان چوبیس واسطے ہیں۔ یہ سند مسلسل بالسماع ہے۔ ورنہ اجازات کی بنیاد پر کم واسطوں والی عالی اسانید بھی موجود ہیں۔

پاک و ہند کے اکثر اساتذہ حدیث کی یہی اسانید ہیں معمولی فرق کے ساتھ کسی بھی بڑے استاذ کی سند ان اسانید میں مل سکتی ہے۔ بالخصوص جو علماء حدیث میاں صاحب محدث دہلوی کے سلسلۂ تلمذ سے تعلق رکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
اسلام آباد

توثیق و تراجم

(سند میں مذکور رواۃ کے حالاتِ زندگی)

(۱) حضرت الامام حافظ محمد محدّث گوندلویؒ

۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷م ——— ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م

ابو عبد اللہ حافظ محمد اعظم بن فضل الدین : گوجرانوالہ کے قریب موضع گوندلانوالہ میں رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی سکول کی ابتدائی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ نو برس کے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا جو طاعون کی بیماری سے شہید ہو گئے تھے۔ تیرہ برس کی عمر میں حصولِ علم کے لیے امرتسر گئے اور حضرت الامام عبدالجبار غزنوی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں تین برس تک فیض حاصل کیا۔ امام عبدالجبار سے تفسیر القرآن کے علاوہ جامع ترمذی کا کچھ حصّہ بھی پڑھا اور ان کی تربیت سے خصوصی حظ اٹھایا۔ مولانا عبدالاول غزنویؒ سے بلوغ المرام اور اکثر حصّہ مشکوٰۃ کا پڑھا جو انہوں نے حفظ بھی کر لیا تھا۔ صحاح ستہ کی باقی کتب پانچ ماہ کی مختصر مدّت میں مولانا عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی سے پڑھیں۔

قواعد اور فنون کی کتابیں مولانا محمد حسین ہزاروی سے پڑھیں۔

امرتسر میں مشائخ غزنویہ سے کسبِ فیض و تحصیلِ علوم کے بعد وزیر آباد میں اُستاذِ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۳۴ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درسِ حدیث لیا اور سندِ حدیث حاصل کی جو اپنے دور کی سب سے عالی سند تھی جس کے ذریعے موصوف دو واسطوں سے امام شوکانیؒ کے تلمیذ ہیں۔ اس پر بھی علمی تشنگی باقی رہی تو دہلی کا سفر اختیار کیا۔ وہاں مولانا احمد اللہ محدّث دہلوی، مولانا عبدالرحمان پنجابی اور مولانا عبدالرزاق پشاوری سے مختلف علوم و فنون کی کتب پڑھیں اور طبیہ کالج دہلی سے طبّ و حکمت میں فراغت حاصل کی اور وہیں مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔

صرف ۲۲ برس کی عمر میں جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد واپس گوندلانوالہ تشریف لائے اور تدریس کے ساتھ ساتھ ائمۂ اسلام ابن تیمیہؒ و ابن القیمؒ، شاطبیؒ، احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل جیسے نابغۂ عصر لوگوں کی کتب کے مطالعہ میں مشغول رہے جس کی بدولت وہ اپنے تمام معاصرین میں عدیم النظیر مقام کے حامل ٹھہرے۔ ۳۰ برس کی عمر میں ان کے علم و فضل کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہرہ پورے عالمِ اسلام میں پھیل چکا تھا کہ ان کے تلامذہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ حضرت حافظ ابوالحسن عبداللہ بڈھیمالویؒ حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاقوی، حضرت حافظ محمد اسحاق لاہوری جیسے اہلِ علم وفضل اور اصحاب زہد وتقویٰ ان سے کسبِ فیض کر چکے تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی ہندی، مولانا ابوالبرکات مدراسی اور حافظ عبدالمنان نورپوری اور حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی اور مولانا محمد یحییٰ شرقپوری جیسے مؤلفین، مدرسین اور دعاۃ بھی ان کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے۔

عالمِ اسلام کی سب سے بڑی دانش گاہ مرکزِ اسلام مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ کے استاذِ حدیث رہے۔

اس کے ساتھ ساتھ متعدد وقیع علمی اور بلند پایہ کتابوں کے مؤلف بھی ہیں۔ جن میں درج ذیل بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) الاصلاح - ۳ اجزاء ردِ بدعات

(۲) تحفۃ الاخوان - علم الکلام

(۳) تنقید المسائل : مولانا مودودی کے بعض افکار کا ناقدانہ جائزہ۔

(۴) خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام۔

(۵) التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ۔

(۶) اثبات التوحید۔ ردِ عیسائیت۔

(۷) بغیۃ الفحول فی شرح مختصر الاصول۔

موصوف کی مؤلفات مطبوعہ ومخطوطہ کی تعداد ۱۸ کے قریب ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۴ جون ۱۹۸۵ء کو ۹۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

بروایت مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ حضرت حافظ مرحوم سے پچاس برس تک کبھی تکبیرِ تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔ مرحوم نمازِ باجماعت کا ایسا اہتمام فرماتے کہ اس کی مثال ملنا دشوار ہے۔ اللهم اغفرله وارحمه۔

(ملاحظہ: مقدمہ تحفۃ الاخوان۔ مقدمہ ارشاد القاری۔ الاعتصام حافظ صاحب نمبر)

(۲) اُستادِ پنجابؒ حافظ عبدالمنّانؒ محدّث وزیرآبادی ۱۲۶۷ھ ——— ۱۳۳۴ء

حافظ عبدالمنان بن شرف الدین موضع کردلی ضلع جہلم میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ اعوان برادری سے تعلق تھا۔ آٹھ برس کی برس کی عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے اور حصولِ بصیرت کے لئے سفر شروع کر دیا۔

متعدد مقامی اور قرب وجوار کے علماء افاضل سے کسبِ فیض کیا۔ باوجود نابینا ہونے کے تحصیلِ علم کا شوق فراواں تھا۔ اسی شوق نے کشاں کشاں سندھ پہنچا دیا، پیر محفوظ اللہ سرہندی کے ہاں شرفِ باریابی حاصل ہوا۔ ان کے ذریعہ نواب مراد علی خاں والئ خیرپور سے متعارف ہوئے۔ ان کے اصرار پر ایک سال وہاں قیام کیا۔ مولانا محمد محدث سہارنپوری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسبِ فیض کیا۔ مولانا ابو محمد عبدالحق محمدی بنارسی (م ۱۲۸۶) سے ملے۔ ان سے سندِ حدیث حاصل کی جو اس دور کی سب سے عالی سند تھی۔ مولانا عبدالحق بنارسی کو امام شوکانی یمانی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، مولانا بنارسی کے مشورے سے حافظ صاحب موصوف بھوپال چلے گئے، وہاں کے اہلِ علم سے استفادہ کیا۔ وہاں سے واپسی پر ایک سال چند ماہ دہلی میں رہ کر شیخ الکل میاں نذیر حسین سے حدیث پڑھی اور سند و اجازت حاصل کی۔ یہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء کی بات ہے۔ پھر موصوف نے وطن مالوف جہلم واپس آکر دعوت و تبلیغ اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ تقلید کے خلاف اس علاقے میں انہوں نے پہلی بار آواز بلند کی تو مقامی حنفی علماء نے شدید مزاحمت کی۔ طرفین کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ مخالفین میں مولانا گل احمد للّٰہی اور مولانا غلام حسین چکوالی پیش پیش تھے، حافظ صاحب جہلم چھوڑ کر لاہور چلے گئے۔ کچھ وقت لدھیانہ بھی رہے۔ ازاں بعد مزید علمی استفادہ کے لئے سید عبداللہ غزنوی کے پاس امرتسر چلے گئے۔ اور دو برس تک ان کی صحبت میں رہے۔ واپسی پر ہمباں والہ ضلع سیالکوٹ میں رکے اور بالآخر وزیر آباد تشریف لائے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ محلہ شیشیاں کی مسجد میں درسِ حدیث کا آغاز کیا۔ اور بعد میں سیالکوٹی دروازہ کے قریب ایک مسجد اور مدرسہ دارالحدیث کی بنیاد رکھی اور عمر بھر اس کی آبیاری کی۔ وہیں چالیس برس تک درسِ قرآن و حدیث دیا۔ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ مطابق جولائی ۱۹۱۶ء کو وفات پائی۔ مولانا غلام حسن سیالکوٹی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور وزیر آباد میں ہی دفن کیا گیا۔

تلامذہ

مرحوم کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل اور بہت خوب ہے۔ جس میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبدالقادر لکھوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ جیسے عباقرہ کے نام ملتے ہیں۔

ان کی سوانح پر ایک مستقل تصنیف پنجابی نظم میں ان کے تلمیذِ خاص مولانا سلطان احمد کی ملتی ہے جو عجیب و غریب واقعات پر مشتمل ہے۔ (مذکورہ کتاب۔ نیز تذکرہ علمائے پنجاب۔ (سفیر اختر راہی)

(۳) شیخ الکل میاں صاحبؒ سید نذیر حسین محدث دہلویؒ ۱۲۲۰ھ — ۱۳۲۰ھ

مجدد العصر الفقیہ المحدث السید نذیر حسین بن السید جواد علی الحسینی الدہلوی۔

سوارج گڑھ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مختلف علماء و مشائخ سے حاصل کی طبعی رجحان حدیث و تفسیر کی طرف بڑھا تو اپنے دور کی برصغیر میں سب سے بڑی علمی شخصیت اور مسندِ حدیث کے صدر نشین خانوادہ ولی اللہی کے چشم و چراغ اور علمی وارث شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی ثم مکی کی مجلسِ درس میں شریک ہو گئے۔ سلف صالحین کی طرح پھر انہی کے ہو کر رہ گئے اور مسلسل تیرہ برس تک ان سے کسبِ فیض کیا۔ حدیث، تفسیر اور فقہ کے جملہ علوم حاصل کر کے شوال ۱۲۵۸ھ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کے ہاں سے فراغت حاصل کی اور درس و تدریس حدیثِ نبوی میں مشغول ہو گئے۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے علاوہ میاں صاحب کو اپنے دور کے چار بڑے محدثین کی اجازتِ عامہ کا شرف بھی حاصل ہے۔ یعنی (۱) امام عبدالرحمٰن بن سلیمان الاھدل (۲) الشیخ المحدث عبدالرحمٰن بن محمد الکزبری (م ۱۲۶۲ھ) (۳) الشیخ عبداللطیف البیروتی (۴) الشیخ محمد عابد السندھی۔ (م ۱۲۵۷ھ)

شاہ محمد اسحاق محدث ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو حضرت میاں صاحب کو جاتے ہوئے اپنی مسند حدیث کا وارث قرار دے گئے۔ اس طرح برصغیر کے سب سے بڑے مرکزِ درسِ حدیث کے شیخ کا اعزاز حاصل ہوا۔ جسے انہوں نے خوب سلیقے سے نبھایا۔ انہی کی بدولت برِصغیر کا کونہ کونہ علمِ حدیث کے نور سے منور ہوا۔ ہزاروں طالبانِ حدیث کو ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ سید عبدالحی الحسنی نے "معارف العوارف" میں لکھا ہے۔

"انتهت اليه رياسة الحديث فى الهند" اس اعزاز میں ان کا کوئی شریک سہیم نہیں ہے۔

تصنیف و تالیف

درس و تدریس کی اس مصروفیت کے باوجود چند ایک تصانیف بھی ان کی یادگار ہیں جو ان کے علمی تبحر، دقتِ نظر اور فقاہت و ثقاہت کا واضح ثبوت ہیں، جن میں سے معیار الحق اور دو جلدوں میں مجموعہ فتاویٰ "فتاوی نذیریہ" نے خاص شہرت پکڑی اور متداول ہیں۔

نیز "ثبوت الحق الحقیق"، "فلاح الولی"، "الدلیل المحکم" ان کی مطبوعہ کتب ہیں۔

ایک ہزار کبار علماء میاں صاحب کے سندِ یافتہ ہیں۔ ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہوں:۔

(نزہۃ الخواطر: ص ۵۰۰، ج ۸، مقدمہ غایۃ المقصود: ص ۱۰۔ التعلیقات النظراف: ص ۲۴۔ تراجم علماء حدیث ہند ص ۱۳۶

ان کے تلمیذِ خاص فضل حسین بہاری نے ان کی سیرت پر مستقل کتاب "الحیاۃ بعد المماۃ" بھی لکھی ہے)

(۴) شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ ۱۱۹۷ھ — ۱۲۶۲ھ

المسند المحدث الشاہ محمد اسحٰق بن محمد افضل العمری الدہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نواسہ ولی اللہی خاندان کے چشم و چراغ اور ان کی علمی مسند کے جانشین تھے۔ ۱۱۹۷ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے، اپنے جدِ امجد شاہ عبدالعزیز کے علاوہ شاہ عبدالحی بڈھانوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ مؤلف "موضح القرآن" سے کسبِ فیض کیا۔ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث کی مسندِ حدیث و فقہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور برس ہا برس عروس البلاد دہلی میں درسِ حدیث دیا۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی اور سید عبدالغنی مجددی حنفی دہلوی ثم المدنی ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں نذیر حسین محدث دہلوی فرماتے تھے۔ " ماصحبت عالما افضل منہ "
ہجرت کرکے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔
مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔
" الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی" صنا۔ " ابجد العلوم" للنواب صدیق حسن خان ص۹۱۶، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" ج ۸ ص ۵۱)

(۵) سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث الدہلوی ۱۱۵۹ھ —— ۱۲۳۹ھ

سراج الہند، حجۃ اللہ المفسر المحدث الشاہ عبدالعزیز بن شاہ احمد ولی اللہ الدہلوی۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۱۵۹ھ کو رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "غلام حلیم" تھا۔ بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد گرامی سے ابتدائی علوم کا درس لیا۔ والدہ کی وفات ۱۱۷۶ھ کے بعد ان کے ہم عصر کبار علماء سے استفادہ کیا۔ اور کم عمری میں ہی مجلس درس کو زینت بخشی اور تدریس میں مشغول ہوگئے۔
علم وفضل، آداب واخلاق اور تعلیم وتربیت کے اعتبار سے ہندوستان کے مشاہیر اعلام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ زندگی بھر ولی اللہی طریقہ کے مطابق تدریس قرآن وحدیث میں مصروف رہے۔ ان کے تینوں بھائی ان کے شاگرد ہیں۔ شاہ محمد اسحٰق ان کے تلمیذ خاص، تربیت یافتہ اور جانشین تھے۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس اور تزکیہ وتربیت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پایہ کا ذوق تصنیف بھی پایا جاتا تھا۔ چنانچہ متعدد معروف ومتداول علمی کتب ان کی یادگار اور صدقہ جاریہ ہیں، جن میں سے درج ذیل کتب نے خاصی قبولیت حاصل کی۔
۱۔ "فتح العزیز" تفسیر القرآن، جس کی دو جلدیں طبع ہوئیں اور باقی ضائع ہوگئی۔ (۲) تحفہ اثنا عشریہ (۳) الفتاویٰ (۴) بستان المحدثین (۵) عجالہ نافعہ۔ (۶) میزان البلاغہ (۷) میزان الکلام (۸) سر الشہادتین۔
(۹) السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل:
تقریباً پچیس برس کی عمر میں ہی متعدد موذی امراض میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اس کے باوجود خدمت دین میں کمی نہیں آئی۔ بالآخر شوال ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے۔
تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔
(نزہۃ الخواطر: ج ۸ ص ۲۶۸ - ابجد العلوم: ص ۹۱۵ - الیانع الجنی للشیخ محمد یحیٰی ص ۱۰۵ - اتحاف النبلاء: ص ۲۹۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرھا من الکتب)

(۶) شاہ ولی اللہؒ (۱۱۱۴ھ ——— ۱۱۷۶ھ)

احمد بن عبد الرحیم العمری الفاروقی نام ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے لقب سے شہرت پائی۔ سلسلۂ نسب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اسی نسبت سے عمری اور فاروقی کہلاتے ہیں۔ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

سات برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا تھا اور پھر نہایت شوق سے حصولِ علم میں منہمک ہوئے۔ پندرہ برس کے تھے کہ جملہ معروف علوم وفنون پڑھ کر فارغ ہوئے اور درس و تدریس میں مصروف ہوئے، پھر علوم حدیث اور اسانید عالیہ کی طلب وجستجو نیز حج بیت اللہ کے لئے حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ یہ ۱۱۴۳ھ کی بات ہے۔ دو سال وہاں رہ کر خصوصاً مدینہ منورہ کے علمائے حدیث سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ یہیں آپ نے جناب ابو الطاہر المدنی سے سندِ حدیث حاصل کی۔ ۱۱۴۵ھ میں واپس وطن ہندوستان لوٹے اور تدریسِ حدیث وتفسیر کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

دعوت وارشاد، تصنیف وتالیف اور درس و تدریس کے ذریعے احیاءِ دین کے لئے عدیم النظیر خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کے کام میں من کل الوجوہ برکت دی۔

ان کا خاندان پورے کا پورا احیائے دین کے لئے مصروف ہو گیا۔ علومِ حدیث میں یہ خاندان پورے ہندوستان کا استاذ باور کیا جاتا ہے۔ تمام بڑے علمائے حدیث کا سلسلہ اسانید شاہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔ صدیوں سے زنگ آلود ذہنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریک تجدید علوم کی بدولت جلا بخشی۔

توحید وسنّت کا رواج ہوا۔ جامد فقہی فضاء قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سامعہ نواز صداؤں سے گونج اٹھی شاہ صاحب کی عظیم الشان تصانیف نے احیائے اسلام کی بڑی بڑی تحریکوں کو بنیاد فراہم کی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پوری جرأت کے ساتھ قرآن کریم کا فارسی ترجمہ مع مختصر حواشی تالیف کیا جو ان کا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے۔ ان کی حکیمانہ، مجتہدانہ اور مجددانہ تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ"، تو یقیناً ان کے حکیم الامّت ہونے کی ناقابلِ تردید سند ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

ہمارے شیخ مولانا ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی علمی مساعی بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تجدیدی و تحریکی کوششوں کا تسلسل تھا جس کی صراحت انہوں نے مرعاۃ المفاتیح کے مقدمہ میں کی ہے۔

شاہ صاحب مرحوم علمی، دعوتی، تجدیدی اور تحریکی میدانوں میں بہت سارے جانشین چھوڑ کر ۱۱۷۶ھ میں راہی ملکِ بقا ہو گئے۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ۔

(شاہ کے حالات اور ان کے علمی وتجدیدی کارناموں پر متعدد مفصّل تصانیف ملتی ہیں)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) ابوطاہر الکروی از: ۱۰۸۱ ——— ۱۱۴۵ھ

عبدالسمیع بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکروی المدنی الشافعی۔

رجب ۱۰۸۱ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں رمضان المبارک ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

اپنے والدگرامی کے تلمیذِ خاص تھے۔ انہی سے سندِ فراغ حاصل کی۔ نیز شیخ حسن العجیمی سے بھی حدیث نبوی پڑھی۔ اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے نامور استاذِ حدیث تھے۔ عرب و عجم سے طالبانِ علوم ان کی مجلس درس میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اپنے والدگرامی کی مسندِ درس کو رونق بخشی اور "مسند حرمین الشریفین" کے لقب سے شہرت پائی (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔ فہرس الفہارس، ج ۲ ص ۳۷۳۔ الیانع الجنی، ص ۲۔ سلک الدرر، ج ۲ ص ۲۷۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین ص۱۳)

(۸) شیخ ابراہیم الکردی از: ۱۰۲۵ھ تا ۱۱۰۱ھ

برہان الدین ابوالعرفان ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الشہرزوری الکردی الکورانی الشافعی۔ ۱۰۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ بچپن میں ہی عفت مآب تھے۔ متداول و مروج علوم و فنون مقامی علماء و مشائخ سے حاصل کئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے شام، حجاز مقدس اور مصر وغیرہ ممالک کا سفر اختیار کیا اور کبار مشائخ و اساتذۂ حدیث سے کسب فیض حاصل کیا۔ امام محمد بن علی شوکانی کا بیان ہے کہ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے، مکہ مکرمہ رہائش رکھی اور مسندِ تدریس پر فائز ہوئے تو لوگ دور دراز سے ان کے حلقہ میں شمولیت کے لئے سفر کرتے تھے۔ بے شمار تلامذہ نے ان سے استفادہ کیا۔

موصوف سلفی العقیدہ ثقہ عالم تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے اور پورے زور سے ان کا دفاع بھی کیا کرتے تھے۔ شیخ نے متعدد معروف اور قابل قدر تصانیف اپنے علمی ترکہ میں چھوڑی ہیں جن میں سے "الامم لایقاظ الھمم" کو خصوصی پذیرائی حاصل ہوئی۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ البدر الطالع للشوکانی، ج ۲ ص ۱۱۔ فہرس الفہارس والاثبات، ج ۶ ص ۲۲۹ المجددون فی الاسلام: ص ۳۰۷۔ سلک الدرر، ج ۱ ص ۱)

(۹) الشیخ احمد القشاشی: ۹۹۱ھ تا ۱۰۷۱ھ

صفی الدین احمد بن یونس بن احمد البدری القشاشی المدنی۔ المالکی۔

۹۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں دفن ہوئے۔

قشاشی۔ قشاشہ کی طرف نسبت ہے۔ پُرانے سازوسامان کو کہتے ہیں۔ کباڑ خانے کا کاروبار کرتے تھے۔ اسی نام سے شہرت پائی۔ شمس الدین الرملی سے انہیں حدیث کی اجازتِ عامہ کا شرف حاصل ہے۔ ان کے تلامذہ شیخ عیسیٰ مغربی اور شیخ ابراہیم بن حسن الکردی جیسے کبار محدثین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

موصوف کئی کتابوں کے مصنّف ہیں جن میں "السمط المجید" معروف ہے۔

(ہدیۃ العارفین: ج ۱ص ۱۶۱۔ خلاصۃ الأثر: ج ۱ص ۳۴۳)

(۱۰) احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی : ۹۷۵ تا ۱۰۲۸ھ

ابو المواہب احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی۔

مصر کے ایک شہر "شنو" کی طرف نسبت ہے۔ وہیں ۹۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مصر میں محدّث شمس الدین رملی سے کسبِ فیض کیا۔ مدینہ منورہ سیّد صبغۃ اللہ السندھی سے تعلیم حاصل کی۔

اپنے معاصرین میں خصوصی مقام کے حامل تھے۔ "محبی" نے خلاصۃ الأثر میں درج ذیل الفاظ سے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

"الاستاذ الکامل المکمل الباہر الطریقۃ ترجمان لسان القدم کان آیۃ اللہ الباہرۃ فی جمیع المعارف" خلاصۃ الاثر، ج ۱ص ۲۴۴۔

موصوف کی تصانیف میں "الارشاد الی سبیل الرشاد" کافی معروف ہے۔

(ہدیۃ العارفین: ج ۱۔ص ۱۵۴، تاج العروس مادہ ش۔ن۔و)

(۱۱) الشیخ محمدّ بن احمد الرملی : ۹۱۹ھ تا ۱۰۰۴ھ

شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ الشافعی الرملی۔

۹۱۹ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ وہیں ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی۔

اپنی ذہانت وفقاہت کی بدولت لوگ انہیں "شافعی صغیر" کہتے تھے۔ "رملہ" مصر میں ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس کی طرف نسبت سے رملی معروف ہیں۔ بعض لوگوں نے انہیں شامی سمجھا ہے چونکہ وہاں بھی "رملہ" ہے، لیکن شیخ موصوف کا شام کے "رملہ" سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اپنے والدگرامی شیخ احمد رملی کے تلمیذِ خاص ہیں، انہی سے اخذ واستفادہ کیا اور سند واجازت بھی حاصل کی۔ نیز شیخ الاسلام زکریا الانصاری سے بھی انہیں اجازت روایت حاصل ہے۔ اپنے زمانہ میں اساطین علم میں شمار ہوتے تھے۔ مصر کے بڑے بڑے فضلاء وعلماء ان سے اپنے علمی مشاکل کے حل کے لئے رجوع کرتے تھے۔ مسند درس وافتاء کو بھی رونق بخشی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے پیچھے متعدد وقیع مؤلفات بھی یادگار چھوڑیں۔ ان کی تصنیف "نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج للنووی" اور فتاوٰی کافی معروف ہیں۔

(خلاصۃ الأثر، ج ۳ ص ۳۴۲، المجددون فی الاسلام ص ۳۷۴۔ تاج العروس مادہ ر۔م۔ل)

(۱۲) شیخ الاسلام زکریا بن محمد الانصاری : ۸۲۳ھ ــــ ۹۲۵ھ

شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابویحیٰی زین الدین زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا انصاری خزرجی السنیکی، مصر کے ایک قصبے "سنیکہ" میں ۸۲۳ھ کو پیدا ہوئے۔ وہیں قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیئے قاہرہ چلے گئے۔ ان کے اساتذہ کرام میں حافظ ابن حجر العسقلانی جیسے محدث اور ابن الہمام حنفی جیسے فقیہ کے نام ملتے ہیں مگر ان کا اصل تعلق حدیث ہی سے رہا۔ اور اسی حوالے سے انہیں شہرت نصیب ہوئی۔ عالی اسانید کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر ان کے ہمعصروں میں کوئی نہ تھا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ ہر طرف ان کے بلاواسطہ شاگرد تھے یا بالواسطہ ان کے شاگردوں میں سے۔ ابن حجر ہیتمیؒ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ بے شمار شاگردوں کے علاوہ انہوں نے اپنے پیچھے حدیث، تفسیر، فقہ، کلام، نحو اور عروض وغیرہ متعدد موضوعات پر اپنی شاندار علمی تصانیف چھوڑیں۔ ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے سب سے زیادہ معروف یہی شاگرد ہیں۔ (المجددون فی الاسلام ص ۱۴۲۔ البدر الطالع ج ۲ ص ۲۵۲، الضوء اللامع، ج ۳ ص ۲۳۴۔ شذرات الذہب، ج ۸ ص ۱۳۴۔ ہدیۃ العارفین، ج ۱ ص ۳۷۴۔ الکواکب السائرہ، ج ۱ ص ۱۹۶۔ النور السافر، ص ۱۲۰۔ فہرس الفہارس، ج ۱ ص ۳۴۲۔ التعلیقات الظراف للمحدث البھوجیانی ص ۲۶)

(۱۳) حافظ احمد بن حجر العسقلانیؒ : ۷۷۲ھ ــــ ۸۵۲ھ

ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن علی بن محمود العسقلانی الکنانی المصری القاہری الشافعی المعروف بابن حجر اصلاً عسقلان فلسطین کے باشندے ہیں۔ پھر مصر منتقل ہوگئے۔ حافظ ابن حجر قاہرہ میں ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۸۵۲ھ کو وفات پائی۔ قاہرہ میں ہی پرورش پائی اور قرآن کریم حفظ کیا اور فقہ و قواعد کے بعض متون یاد کر لئے تھے۔ مزید تحصیل علم کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ پھر حافظ موصوف کو حدیث نبویؐ سے خصوصی شغف ہوگیا۔ اور حجاز، شام اور مصر کے کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اللہ تعالٰے نے کمال حافظہ اور شوق علم سے نوازا تھا۔ بڑی ضخیم کتب حدیث چند مجلسوں میں ختم کر لیتے تھے۔ صحیح بخاری چار چار گھنٹوں کی دس نشستوں میں مکمل کی۔ اس صلاحیت اور بے پناہ شوق پر مستزاد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے نابغۂ روزگار اساتذہ و علماء سے شرف تلمذ بخشا جن میں سے ہر ایک اپنے فن کا امام تھا۔ سراج الدین بلقینی اور ابن الملقن جیسے فقہاء سے پڑھی۔ مجدالدین فیروزآبادی جیسے امام لغت سے عربی لغت حاصل کی۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث حافظ عبدالرحیم بن الحسین العراقی سے دس برس تک حدیث اور علوم حدیث کا درس لیا۔ حافظ عراقی نے بقول سیوطی ابن حجرؒ کو اپنا جانشین بھی قرار دیا۔ تحصیل علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث، تفسیر اور فقہ کے مسلّم اُستاذ تھے۔ دُور دراز سے لوگ استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ وعظ وارشاد کا فرض بھی ادا کیا۔ جامع الازہر میں خطیب رہے۔ قاضی القضاۃ کے عظیم منصب پر بھی فائز ہوئے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود ان کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔ حدیث سے متعلقہ تو کوئی فن ایسا نہ ہوگا جس میں ان کی کوئی قابلِ قدر اور وقیع تالیف نہ ہو۔ اور مؤلفات بھی اس پایہ کی کہ ان سے استغناء ممکن ہی نہیں ہے۔

الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، تعجیل المنفعۃ، تلخیص الجبیر، نخبۃ الفکر اور الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ ایسی کتب ہیں کہ کوئی اسلامی مکتبہ ان سے خالی نہ ہوگا۔ اور بلوغ المرام کو تو اللہ تعالےٰ نے وہ قبولیت بخشی ہے کہ پورے عالمِ اسلام کے معاہد و مدارس اور جامعات میں زیرِ درس ہے۔ اور کوئی چھوٹا یا بڑا عالم اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا گویا صحاح ستہ کے تکملہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ان کی صرف ایک ہی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری ہوتی تو ان کی جلالتِ قدر اور مقامِ علم وفضل کی شناخت کے لئے کافی تھی۔ بلاشبہ یہ احادیث نبویہ کا موسوعہ اور فہمِ سنّت کے لئے عظیم الشان قاموس ہے، جسے انہوں نے کم وبیش مع مقدمہ ۲۹ برس میں تالیف کیا۔ اس کی تکمیل پر ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا جس پر ۵۰۰ دینار خرچ کئے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اسے اس قدر قبولیت بخشی تھی کہ تین تین سو دینار میں اس کی خرید و فروخت ہونے لگی تھی۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود انتہائی متواضع، حلیم الطبع، صابر و شاکر نیز عبادت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نُور سے بھر۔

اپنے زمانہ کے عدیم النظیر محدث و فقیہ تھے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کے باب میں اہلِ علم ان سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں فالعصمۃ للہ ولرسولہ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ البدر الطالع۔ ج ۱۔ص ۸۷۔ الضوء اللامع، ج ۲۔ص ۳۶۔ شذرات الذہب ج ۲۔ص ۲۷۰۔ فہرس الفہارس۔ج ۱۔ص ۲۳۶۔ اتحاف النبلاء، ص ۱۹۳ وغیرہا)

(۱۴) زین الدین ابراہیم بن احمد التنوخی : ۷۰۹ھ ——— ۸۰۰ھ

شیخ برہان الدین زین الدین ابواسحٰق ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد بن عبدالمومن التنوخی البعلی الشافعی الشامی۔

۷۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ ابوالعباس الحجار کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ بیماری کی وجہ سے پہلے زبان کچھ بوجھل ہوگئی تھی اور پھر بصارت سے بھی محروم ہوگئے۔ اسی لئے "البرہان العزیز" معروف ہیں۔ علوم قراءت اور اسانید کے ماہر تھے۔ ان کے تلامذہ میں ذہبی اور ابن حجرؒ جیسے اساطینِ علم بھی ہیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ " میں مدّتِ مدید تک ان کی صحبت میں رہا۔ ان کی دعاء کی برکت عیاں تھی۔ انہیں پانچ سو سے زائد اساتذہ سے سند و اجازت حاصل تھی۔ دیارِ مصر میں وہ قراءت اور اسانید کے استاد مانے جاتے تھے۔ ان کی مؤلفات میں سے " کتاب الاربعین" معروف ہے۔

(ملاحظہ ہوں۔ فہرس الفہارس : ج ۱۔ص ۱۵۷۔ الدرر الکامنہ : ج ۱۔ص ۱۱۔ شذرات الذہب : ج ۶ ص ۳۶۴ وغیرہا۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجار : متوفی ۷۳۰ھ

شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابی طالب بن نعمت بن الحسن الحجار المعروف بابن الشحنہ۔
محدث الزبیدی سے صحیح بخاری کا درس لیا اور خود بلادِ اسلامیہ میں ستر سے زائد مرتبہ صحیح بخاری شریف کا مکمل درس دیا۔ سو برس سے زائد طویل عمر پائی اور ساری عمر خدمتِ حدیث میں مشغول رہے۔ دمشق، حمص، بعلبک اور قاہرہ وغیرہ میں اتنے لوگوں نے ان سے پڑھا جن کا شمار مشکل ہے۔ گویا کہ اپنے وقت میں "مسند الدنیا" تھے۔
(ملاحظہ ہوں: شذرات الذہب: ج ۶ ص ۹۳۔ الدرر الکامنہ: ج ۱ ص ۱۴۳۔ البدایہ والنہایہ: ج ۱۴ ص ۱۵۰، فہرس الفہارس: ج ۱ ص ۲۵۲)

(۱۶) محدث حسین بن مبارک الزبیدی : ۵۴۶ھ ——— ۶۳۱ھ

حسین نام اور ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ سراج الدین لقب اور ابن الزبیدی معروف ہیں۔ سلسلۂ نسب یوں ہے۔
حسین بن المبارک بن محمد بن یحیٰی بن علی بن مسلم الربعی الزبیدی البغدادی الحنبلی۔
سن ولادت ۵۴۵ھ یا ۵۴۶ھ ہے۔ اور وفات ۶۳۱ھ میں ہوئی۔ مختلف قراءتوں سے قرآن کریم پڑھا اور دیگر علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ حدیث کا درس ابو الوقت، ابو زرعہ اور ابو زید حموی سے لیا۔ اپنے وقت کے محدث اور فقیہ تھے۔ روایتِ حدیث میں مستند شیخ تھے۔ بغداد، حلب اور دمشق وغیرہ متعدد مقامات میں درس دیا۔ ابو العباس الحجار ان کے آخری تلامذہ سے ہیں جنہوں نے اُن سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ لُغت اور قراءت میں متعدد مفید کتابوں کے مؤلف ہیں۔ "البلغۃ فی الفقہ" ان کی مشہور تالیف ہے۔ جامع منصور بغداد میں مدفون ہیں۔ (شذرات الذہب: ج ۵۔ ص ۱۴۴۔ تاج العروس۔ مادہ زبد۔ ذیل طبقات الحنابلہ۔ ج ۲۔ ص ۱۴۴)

۱۷ عبد الاول بن عیسیٰ الہروی : ۴۵۸ھ ——— ۵۵۳ھ

عبد الاول بن عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم بن اسحاق السنجزی الہروی۔ ابو الوقت کنیت ہے۔
۴۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ہرات میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ان کے والد گرامی ابو عبد اللہ عیسیٰ معروف محدث تھے وہ اپنے اس بیٹے کو خود کبار محدثین کی خدمت میں تحصیلِ علم کے لئے لے گئے۔ محدث داؤدی سے انہوں نے صحیح بخاری اور دیگر کتبِ حدیث کا درس لیا۔ موصوف کے اساتذہ میں محدث عبد اللہ انصاری شیخ الاسلام کا نام سرِ فہرست ہے۔ علمِ حدیث کے لئے بصرہ، عراق اور حجاز کا سفر کیا۔ ان کے درسِ حدیث کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ لمبی عمر پائی اور ملحق الاصاغر بالاکابر ٹھہرے۔ بغداد میں ان کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقۂ درسِ حدیث مثالی تھا۔ روایتِ حدیث سے خصوصی محبت تھی۔ جب وفات ہوئی، حج کی تیاری میں مشغول تھے۔ بوقتِ وفات زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین (شذرات الذہب ج ۴ - ص ۱۶۶ - وفیات الاعیان: ج ۱ ص ۳۳۱ - اتحاف النبلاء: ص ۳۰۲)

(۱۸) عبدالرحمٰن بن محمد الداودی : ۳۷۴ھ ——— ۴۶۷ھ

عبدالرحمٰن بن محمد بن المظفر بن محمد بن داؤد الداؤدی البوسنجی۔ کنیت ابوالحسن اور لقب جمال الاسلام ہے۔ ۳۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوبکر القفال مروزی سے فقہ پڑھی۔ بغداد میں محدّث ابوالحسن ابن الصلت سے نیشاپور میں ابوعبداللہ الحاکم سے حدیث کا سماع کیا۔ پھر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ کبار محدثین نے استفادہ کیا۔ فتویٰ و تالیف میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ نظم و نثر دونوں پر قادر تھے۔ زہد و تقویٰ کی صفات سے متّصف تھے۔ ہر وقت ذکر و فکر میں رہتے۔ رزقِ حلال کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ ذرہ بھر بھی شک گزرتا تو محتاط ہو جاتے۔ ۹۴ برس کی طویل عمر پائی۔

(کتاب العبر ج ۳ - ص ۲۶۵ - البدایہ والنہایہ بذیلِ وفیات - ص ۴۶۷ - شذرات الذہب: ج ۳ - ص ۳۲۶ -
طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ج ۳ - ص ۲۲۸ - کتاب المنتظم: ج ۸ - ص ۲۹۶)

(۱۹) عبداللہ بن احمد السرخسی : ۲۹۳ھ ——— ۳۸۱ھ

ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمّویہ بن یوسف بن اعین السرخسی۔

۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی۔ اپنے دور کے اکابر محدثین سے حدیث پڑھی۔ اپنے ہم عصروں میں "راوی صحیح بخاری" معروف تھے۔ تلمیذِ بخاری فربری کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ فربری سے صحیح بخاری عیسیٰ بن عمر السمرقندی سے سنن الدارمی ابراہیم بن خریم سے مسند عبد بن حمید کا سماع کیا۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انہیں بذیل تذکرۂ حافظ ابن المقری "مسندِ خراسان" اور "راوی صحیح البخاری" کے القاب سے ذکر کیا ہے۔ اور کتاب "العبر فی خبر من غبر" میں "المحدث الثقہ" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔

(حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: کتاب العبر: ج ۳ ص ۱۷ - النجوم الزاہرہ: ج ۴ - ص ۱۶۱ - شذرات الذہب: ج ۳ ص ۱۰۰)

(۲۰) ابوعبداللہ محمد بن یوسف الفربری : ۲۳۱ھ ——— ۳۲۰ھ

ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری الشافعی: راویۃ صحیح بخاری۔

۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ علومِ متداولہ کی تحصیل کے بعد سماعِ حدیث میں مشغول ہوئے اور اربابِ کمال اور بلند پایہ محدثین کرام سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماع کا شرف حاصل کیا۔ اپنے وطن مالوف "فربر" میں علی بن خشرم سے احادیث سنیں امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے ان کی کتاب الجامع الصحیح کا سماع دو مرتبہ کیا پہلی مرتبہ اپنے وطن فربر میں ۲۴۸ھ میں اور دوسری دفعہ امام صاحب کے وطن بخارا میں ۲۵۲ھ میں امام بخاری رحمۃ اللہ کا سن وفات ۲۵۶ھ ہے۔ گویا فربری امام موصوف کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔ محمد بن طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے کہ امام بخاری سے بلاواسطہ نوے ہزار علماء نے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ ان میں ذکر صرف محمد بن یوسف فربری کا ہی باقی رہا۔ انہوں نے اپنے شیخ سے تین بار صحیح کا سماع کیا۔

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے۔ " هو آخر من روى الصحيح عن البخارى " وہ امام بخاری سے صحیح کے آخری راوی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے کتاب العبر میں انہیں " كان ورعا ثقة " کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

فربری سے صحیح بخاری کا سماع کبار محدثین نے کیا جن میں سے ابو اسحٰق ابراہیم احمد المستملی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی، ابوالہیثم محمد بن مکی، الشیخ المعمر ابو لقمان یحیی بن عمار الختلانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ الجامع الصحیح کی اکثر سندیں انہیں پر منتہی ہوتی ہیں اور یہ سب فربری کے تلامذہ ہیں۔

" فربر" بخارا کے قریب دریائے جیحون کے کنارے ایک چھوٹا شہر ہے۔ " فربر" کی ناکو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔

موصوف کا انتقال ۸۹ برس کی عمر میں ۳ شوال ۳۲۰ھ میں ہوا۔

(مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: کتاب العبر: ج ۲ ص ۱۸۲۔ شذرات الذهب: ج ۲۔ ص ۲۸۶۔ وفیات الاعیان ج ۳۔ ص ۱۸۸۔ مجمع بحار الانوار: ج ۳۔ ص ۵۲۳۔ تاج العروس مادہ ف ر ب ر۔ و اتحاف النبلاء المتقین۔ ص ب ۳۸۵)

(۲۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری مؤلف "الجامع الصحیح" : ۱۹۴ھ ——— ۲۵۶ھ

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری جعفی۔

آپ کے دادا ابراہیم والئ بخارا کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ابوالحسن اسماعیل بخاری کے مشہور علماء میں سے تھے۔ بقول ابن حجر و ابن حبان ان کا شمار ثقات اہل علم میں ہوتا ہے۔ انہوں نے امام مالک اور حماد بن زید جیسے کبار محدثین سے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے بھی فیض یافتہ تھے۔ امام بخاری شوال ۱۹۴ھ کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے تربیت کی جو نہایت صالحہ خاتون تھیں۔ کم سنی میں ہی آپ کی نظر جاتی رہی اور نابینا ہو گئے۔ والدہ محترمہ نے آپ کی بینائی کے لئے بہت رو رو کر دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے انہیں قبولیت دعا کی بشارت ملی۔ صبح اٹھے تو امام صاحب کی آنکھیں روشن تھیں۔

دس برس کی عمر میں امام موصوف نے حدیث یاد کرنا شروع کر دی تھی۔ گیارہ برس کے تھے کہ استاد کی غلطی پکڑ لی۔ سولہ برس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عمر میں متعدد کتب حدیث و فقہ کے حافظ ہو چکے تھے۔ سترہ برس کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل کی معیت میں حج کے لئے حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آ گئے مگر امام صاحب نے تحصیل علم کے لئے وہیں قیام کیا۔ آپ نے بلادِ اسلامیہ کے کبار محدثین سے روایت لی جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور سب کے سب اصحاب الحدیث تھے۔ آپ کے عدیم النظیر حافظہ کے متعدد واقعات کتب رجال میں مذکور ہیں۔

آپ نے تبع تابعین، ان کے اتباع، اپنے اقران اور بعض اصحاب و تلامذہ سے حدیث روایت کی ہے۔

امام بخاری نے ۱۸ برس کی عمر میں بخاری شریف کی تالیف کا آغاز کیا اور ۱۸ برس کے عرصہ میں ہی اسے مکمل کیا۔ اپنی چھ لاکھ محفوظات میں سے ۷۲۷۵ مع مکررات اور بلا تکرار ... ۴ احادیث کا صحیح ترین مجموعہ تیار کیا جسے اللہ تعالیٰ نے وہ شرفِ قبول بخشا، جس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ اُمتِ اسلامیہ نے بالاتفاق اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

الجامع الصحیح کے علاوہ بھی امام صاحب کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے الادب المفرد۔ التاریخ الکبیر۔ خلق افعال العباد، جزء رفع الیدین، جزء القرأۃ خلف الامام خاصی معروف ہیں۔

شب عید الفطر ۲۵۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے باسٹھ سال عمر پائی۔

مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہوں درج ذیل کتب تاریخ و رجال۔

(۱) تاریخ بغداد، ج ۲۔ ص ۴۔ ۳۴ (۲) تہذیب الاسماء واللغات: ج ۱ ص ۶۷۔ ۷۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۲۲
(۴) البدایہ والنہایہ: ج ۱۱ ص ۲۴ (۵) تہذیب التہذیب: ج ۹، ص ۴۷ (۶) مقدمہ فتح الباری الھدی الساری۔ ص ۵۶۳۔
(۷) طبقات الحنابلہ: ج ۴ ص ۲۰۱۔ (۸) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ج ۲۔ ص ۲۔ ۱۹ (۹) وفیات الاعیان: ج ۱۔ ص ۶۷۶۔
(۱۰) ہدیۃ العارفین: ج ۲۔ ص ۱۶ (۱۱) الوافی بالوفیات: ج ۲۔ ص ۲۶ (۱۲) کتاب الفہرست لابن ندیم۔ ص ۲۳۰۔
(۱۳) اتحاف النبلاء: ص ۳۴۹ (۱۴) بستان المحدثین۔ (۱۵) الحطہ بذکر صحاح الستہ: ص ۱۸ (۱۶) حیاۃ البخاری جمال الدین قاسمی
(۱۷) سیرۃ البخاری عبد السلام مبارکپوری (۱۸) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۵۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعظیم انصاری رح
قصور

۲۲ر دسمبر ۲۰۰۲ء
م
۱۸ر شوال ۱۴۲۳ھ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رح

مولانا عبدالعظیم انصاری (قصور) نے تذکرہ علمائے بھوجیاں نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں بھوجیاں ضلع امرتسر کے علماء کا تذکرہ ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم اُس وقت زندہ تھے۔ اور اسی حیثیت سے ان کا تعارف بھی اس کتاب میں کرایا گیا ہے۔ ذیل میں مولانا انصاری کا یہی مضمون تذکرۂ مذکور سے نقل کیا جا رہا ہے۔ (ص۔ی)

ولادت و تعلیم

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بن میاں صدر الدین حسینی مرحوم ۱۰-۱۹۰۹ء کے لگ بھگ موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم بھوجیانی تلمیذ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی اور ترجمہ قرآن اپنے والد گرامی و تلمیذ مولانا فیض اللہ رح اور مولانا عبدالرحمن رح سے پڑھا۔ ابتدائی کتابیں بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور صرف و نحو کی تعلیم مولانا عبدالرحمن بھوجیانی سے حاصل کی۔ فارسی کے ابتدائی رسالے حاجی امان اللہ رح برادرِ اکبر حاجی محمد ابراہیم بھوجیانی سے پڑھے پھر سنہ ۱۹۲۳ء میں دہلی چلے گئے اور وہاں مدرسہ حمیدیہ میں صحاح ستہ اور جلالین محدث کبیر حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رح سے پڑھیں۔

مولانا عبدالجبار رح علم و فضل خصوصاً حدیث کی تدریس میں یکتائے زمانہ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد تا دمِ آخر آپ مدرسہ دار الحدیث اوکاڑہ میں زینت آرائے مسند تدریس اور شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ شرح نخبۃ الفکر اور مؤطا امام مالک رح، مولانا ابو سعید محمد شرف الدین محدث دہلوی رح اور متوسطات درس نظامی کی تدریس مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

پھر آپ فاضل اجل استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی قدس اللہ روحہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور تفسیر بیضاوی، عربی ادب، فلسفہ، ملاحسن احمد اللہ، شرح عقائد، فقہ، اصولِ فقہ اور ہیئت وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موصوف سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ پھر چند ماہ اپنے گاؤں کی درس گاہ مدرسہ فیض الاسلام میں پڑھاتے رہے۔
انہی دنوں پنجاب میں جماعت اہلحدیث کی ایک تنظیم حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی کی قیادت میں معرضِ وجود میں آئی۔ اور اس تنظیم کی طرف سے گوجرانوالہ میں ایک مرکزی درس گاہ کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کی طلب اور سید محمد شریف مرحوم کی خواہش اور ایماء پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا بعہدہ شیخ الحدیث اس درس گاہ میں تقرر عمل میں آیا۔ کچھ عرصہ بیمار رہنے کی وجہ سے گوجرانوالہ کا قیام ترک کرنا پڑا۔ پھر آپ ریاست فرید کوٹ کے مشہور قصبہ کوٹ کپورا میں بطورِ خطیب مقرر ہوئے۔ دو تین سال بعد وہاں سے مدرسہ مرکز الاسلام لکھوکی میں سلسلہ درس و تدریس تشریف لے گئے۔
لکھوکی سے آپ ۱۹۳۷ء میں جامع اہل حدیث گنبد انوالی فیروز پور شہر میں آگئے اور وہاں "دارالحدیث نذیریہ" کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی اور قیامِ پاکستان تک وہاں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیتے رہے۔
۱۹۴۶ء میں ایک سال حضرت صوفی عبداللہ مرحوم کے "مدرسہ تعلیم الاسلام" اوڈانوالہ ضلع فیصل آباد میں شیخ الحدیث کے اہم عہدہ پر فائز رہے۔
قیامِ پاکستان کے وقت آپ فیروز پور شہر میں مقیم تھے۔ فسادات میں مولانا موصوف کا عظیم اور قیمتی کتب خانہ جو ہزاروں نادر و نایاب کتب پر مشتمل تھا۔ نیز دارالحدیث نذیریہ کا کتب خانہ بھی ملک کے دوسرے مدارس کے کتب خانوں کی طرح فسادات کی نذر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
کتب خانے کے ضیاع اور دینی درس گاہوں کی تباہی اور بربادی سے آپ کو زبردست صدمہ لاحق ہوا لیکن آہستہ آہستہ مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ یہ کاری زخم مندمل ہوتا گیا اور آپ نے پھر تعلیم و تدریس، فراہمیٔ کتب اور دینی و علمی خدمات کی انجام دہی کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی۔
آپ کی علمی، دینی اور تصنیفی خدمات کا حصر ممکن نہیں۔ علوم و فنون کی تدریس میں ملکہ تامہ حاصل ہے اور تمام اصنافِ علم پر آپ کو عبور حاصل ہے۔ قرآن و حدیث اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں آپ کی مساعی قابلِ قدر ہیں۔ بلند پایہ عالمِ دین محقق اہلِ قلم ہیں تصنیف و تالیف کے میدان میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔
قیامِ پاکستان کے بعد آپ کچھ عرصہ گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر رہے۔ پھر مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی خواہش پر لاہور تشریف لے آئے اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ میں بطور شیخ الحدیث کئی سال تک خدمات انجام دیں۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث اور جماعت کی مرکزی درس گاہ جامعہ سلفیہ کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ جماعت کی تنظیم کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل السلفیؒ کی معیت میں بڑی سرگرمی اور تندہی سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ سلفیہ کے ابتدائی سال میں جب جامعہ کا درجہ تخصص لاہور میں قائم تھا۔ آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ مسجد مبارک اہلحدیث لاہور میں تقریباً چودہ سال تک خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے اور جمعیت کی تنظیم سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر اب تک جمعیّت اہلحدیث شہر لاہور کے امیر چلے آ رہے ہیں۔

تالیفات

آپ نے المکتبۃ السلفیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کی طرف سے مختلف علوم و فنون میں متعدد معیاری اور وقیع کتب اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔ جن میں "التعلیقات السّلفیہ" حاشیہ بر سنن نسائی، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، تفسیر احسن التفاسیر (جس میں تفسیری روایات کی تخریج فرمائی ہے) الشیخ ابوزہرہ مصری پروفیسر فواد یونیورسٹی مصر کی تصنیفات "حیات امام احمد بن حنبلؒ اور حیات امام ابن تیمیہؒ" ترجمہ جناب رئیس احمد جعفری اور "حیات امام ابوحنیفہؒ" ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری اپنے بیش قیمت حواشی اور گراں قدر تعلیقات کے ساتھ شائع کیں، جن کی اہل علم کے نزدیک بے حد قدر و قیمت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" و اسانید وارثی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حصہ بعنوان "اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ" جو اب تک غیر مطبوعہ تھی۔ بڑی محنت اور تحقیق و تدقیق سے ایڈٹ کیا۔ اور اسے اپنے بیش قیمت حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔ اس میں آپ نے مناسب مقام پر اکابر اہلحدیث کا مختصر تعارف بھی عربی زبان میں قلم بند کیا ہے۔ اور حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کا مختصر ترجمہ بھی اس میں شامل ہے۔

"سیرت امام شوکانی" اردو میں واحد کتاب ہے جو امام شوکانیؒ کے حالات پر لکھی اور شائع کی گئی ہے مکتبہ سلفیہ کے زیر اہتمام آپ نے اور بھی بہت سی علمی اور نادر کتابیں شائع کی ہیں جن میں دیوان حماسہ محشی عربی مع اردو ترجمہ[1]۔ حیات ولی۔ اصول تفسیر از امام ابن تیمیہؒ۔ محمدیہ پاکٹ بک، اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، ردع الانام، مولانا سندھی کے نظریات اور افکار پر ایک نظر از مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم، افادات ابن تیمیہؒ از مولانا حافظ محمد زکریا مرحوم جھوک دادو اور دیگر متعدد کتب شامل ہیں۔ جن کتب پر آپ نے حواشی اور تعلیقات کا اضافہ کیا ہے ان کے مطالعہ سے آپ کے بلند علمی مقام، وسعت مطالعہ اور عمیق معلومات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

"رحیق" کے نام سے آپ نے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا تھا جو نہایت علمی اور معیاری رسالہ تھا۔ افسوس کہ تین سال کے بعد وہ بند کر دیا گیا۔

آپ کے پاس متعدد کتابوں کا ایک نادر و نایاب ذخیرہ موجود ہے جن میں بعض وقیع قلمی مسوّدات بھی شامل ہیں۔ ہر علم و فن کی کتب اس کتب خانہ میں مل سکتی ہیں۔

---

[1] یہ ترجمہ مولانا نے حافظ محمد اسحاق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ سے کرایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والاجاہ نواب صدیق حسنؒ والئ بھوپال کی تمام تصنیفات جن کی تعداد دو صد سے زائد ہے۔ آپ کے کتب خانہ کی زینت ہیں۔

اس طرح اور بھی اہم اور نادر کتابیں موجود ہیں۔ اس طرح تمام ذخیرۂ کتب کو "سلفیہ لائبریری" کے نام سے عوام کے افادہ کی خاطر وقف فرما چکے ہیں۔ یہ لائبریری فن وار بڑی خوب صورت اور قیمتی الماریوں میں محفوظ ہے۔ اور مطالعہ کے شائقین کے لئے بہت اچھا انتظام ہے۔

ہفت روزہ "الاعتصام" جو ایک معیاری، دینی اور علمی باوقار مجلہ ہے۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں آپ نے جاری کیا جو پہلے مرکزی جمعیت اہلحدیث کے زیر اہتمام رہا۔ اب دس بارہ سال سے آپ کی ادارت اور نگرانی میں شائع ہو رہا ہے۔

حال ہی میں آپ نے "دار الدعوة السلفية" کے نام سے ایک عظیم ادارہ قائم کیا ہے۔ ہفت روزہ الاعتصام، مدرسہ مصباح القرآن، سلفیہ لائبریری، مجلس العلمی السلفی، اور ایک مسجد اس کے ذیلی شعبے ہیں۔ جو ایک عالی شان بلڈنگ واقع شیش محل روڈ لاہور میں جاری ہیں۔

چند سال سے حکومت پاکستان کی طرف سے آپ "رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان" اسلامی مشاورتی کونسل اور وفاقی مجلس شوریٰ جیسے اہم حکومتی اداروں کے رکن ہیں۔

آپ کی تجاویز اور رائے کو ان میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

آپ نہایت بردبار، منکسر المزاج، خلیق اور متواضع ہیں۔ ہر مکتب فکر کے اہل علم و فضل اصحاب سے آپ کے مخلصانہ تعلقات ہیں اور سب کے نزدیک آپ کی ذات گرامی واجب التکریم سمجھی جاتی ہے۔ رہن سہن اور بود و باش میں آپ کی سادگی ضرب المثل ہے۔ شروع سے ہی کھدر پوش رہے۔ اور ابھی تک اسی وضعداری پر قائم ہیں۔ مولانا کی زندگی مسلسل جد و جہد سے عبارت ہے پچیس سال آپ نے قرآن و حدیث اور دیگر علوم کی تدریس میں گذارے۔

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ وسیع ہے جن میں ان کے دونوں بیٹے حافظ احمد شاکر اور حافظہ رابعہ (زوجہ قاری سیف اللہ) کے علاوہ بڑے نامور اور جید علمائے کرام شامل ہیں۔ چند ایک کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب حسین خاں
(۲) پیر محمد یعقوب سابق شیخ الحدیث، جامعہ ماموں کانجن
(۳) مولانا محی الدین صاحب لکھوی
(۴) مولانا معین الدین صاحب لکھوی۔ سابق ایم این اے
(۵) حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی
(۶) حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی
(۷) قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری
(۸) مولانا شرف الحق احمد پور شرقیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) معروف صحافی و ادیب مولانا محمد اسحاق بھٹی، لاہور
(۱۰) حافظ محمد سلیمان مرحوم بھوجیانی۔
(۱۱) مولانا خدا بخش حداد مرحوم بھوجیانی
(۱۲) حافظ بشیر احمد بھوجیانی۔
(۱۳) حافظ علی محمد چک ۵ منصور پور کوٹ کپورہ دی
(۱۴) حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی۔
(۱۵) مولانا محمد یحییٰ شرقپوری
(۱۶) سید ابوبکر غزنویؒ
(۱۷) پروفیسر ڈاکٹر محمد بن مولانا محمد اسمٰعیل سلفی
(۱۸) مولانا محمد سلیمان کیلانیؒ۔
(۱۹) مولانا محمد ادریس کیلانیؒ
(۲۰) مولوی محمد علی برادر اکبر مولانا محمد اسحاق چیمہ
(۲۱) شیخ الحدیث مولانا محمد یونس اثریؒ
(۲۲) مولانا محمد یحییٰ عثمانوالہ ضلع قصور
(۲۳) مولانا سیف الرحمٰن الفلاح فیروزپوری اوکاڑہ
(۲۴) مولانا محمد ابراہیم خلیل گوندلانوالہ۔
(۲۵) مولانا ابوبکر صدیق السلفی خطیب نجم مسجد اہلحدیث مصری شاہ لاہور
(۲۶) شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالرشید صاحب گوہڑوی مدرس تقویۃ الاسلام غزنویہ۔ لاہور
(۲۷) مولانا عبدالرشید نومسلم خطیب جامع اہلحدیث مجاہد آباد۔ لاہور
(۲۸) مولانا عبدالغفور صاحب خطیب جامع اہلحدیث شاد باغ۔ لاہور
(۲۹) مولانا عبیداللہ مرحوم شاہ بن سید عبدالرحیم شاہ لکھوی مرحوم۔
(۳۰) حافظ صلاح الدین یوسف سابق ایڈیٹر الاعتصام۔ لاہور
(۳۱) مولانا محمد سلیمان انصاری رکن ادارہ الاعتصام ناظم نشر و اشاعت دارالدعوۃ السلفیہ۔
(۳۲) حافظ عبدالرحمٰن۔ گوہڑوی
(۳۳) مولانا محی الدین سلفی مرحوم۔ گوہڑوی۔
(۳۴) شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل فیصل آباد

ان کے علاوہ دیگر متعدد علمائے کرام کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ سب سے آخری کامیاب شاگرد جواب تک مولانا سے کسبِ فیض کر رہے ہیں اور اس میں فخر محسوس کرتے ہیں اور آج کل مولانا موصوف کی جگہ مسجد مبارک میں خطیب ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن ایم اے ہیں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے علمی تفوق اور وسیع تجربہ کی بنا پر اکثر دینی مدارس اپنے سالانہ امتحانات میں ہر سال آپ کو ممتحن کی حیثیت سے بلاتے ہیں۔

کالجوں، یونیورسٹیوں اور اسلامی علوم کی جامعات کے طلبہ اور دیگر احباب اپنے مقالات کی تیاری کے سلسلے میں آپ سے استفادہ کرتے ہیں۔

غرضیکہ قدرت نے آپ کو ہمہ نوع خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ کی ذات گرامی بسا غنیمت ہے متعنا اللہ بطول حیاتہ آج کل حضرت مولانا علیل اور صاحب فراش ہیں لیکن مطالعہ کتب کا شوق اب بھی فزوں تر ہے۔ بستر کے چاروں طرف کتابیں بکھری رہتی ہیں اور آپ ان کے مطالعہ میں منہمک رہتے ہیں۔ خدا آپ کو صحت کاملہ اور شفائے عاجل عطا فرمائے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ نعیم الحق نعیم
گوجرانوالہ

۳۰ جنوری ۱۹۹۹ء
م ـــــــ
۱۲ شوال ۱۴۱۹ھ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کا ذوق مطالعہ

علم ایک سمندر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ تاہم اس کی سیر کرنے کے لیے جو کشتی کارآمد ہو سکتی ہے وہ کتاب کی کشتی ہی ہے۔ چنانچہ اس سمندر کی وسعتوں اور گہرائیوں کا تلاش کرنے والا انسان کاغذی سفینوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اُن لوگوں میں سے تھے جو زندگی بھر بحرِ علم کی گہرائیوں اور گیرائیوں کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ علم اور کتاب کے ساتھ ان کا تعلق کچھ اسی قسم کا تھا جس قسم کا تعلق عام آدمی کا کھانے پینے کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضر ہوتا یا سفر کتاب ان کے پاس ہمیشہ ہوتی۔ علم اور کتب بینی کا شوق اتنا شدید تھا کہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے بھی مطالعہ کرتے رہتے بلکہ بعض اوقات پیدل چلتے ہوئے بھی کتاب کھول کر پڑھتے جاتے تھے۔ مسجد مبارک (اسلامیہ کالج لاہور) میں نمازِ جمعہ پڑھ کر یا پڑھا کر اکثر و بیشتر انارکلی جاتے، جہاں پرانی کتب فروخت ہوتی ہیں۔ اگر کوئی کتاب پسند آجاتی تو خرید لیتے۔ وہاں سے گھر تک پیدل چلتے۔ گھر پہنچنے تک کتاب کا خاصا حصّہ نظر سے گزر چکا ہوتا تھا۔

گھر میں کھانا کھانے کے دوران بھی عموماً کوئی نہ کوئی کتاب مولانا کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی۔ حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو کر جب دانتوں کا خلال کرنے لگتے تب جا کر مطالعہ کا سلسلہ رُکتا۔

رات کو سوتے وقت بھی کتب بینی کا شغل جاری رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بستر پر عام طور پر کوئی نہ کوئی کتاب پڑی رہتی تھی۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ پڑھتے پڑھتے نیند غالب آجاتی، سو جاتے اور کتاب اسی طرح کھلی کی کھلی رہ جاتی۔

"المکتبۃ السلفیہ" میں آمد و رفت رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ مولاناؒ وہاں بیٹھ کر بھی کتب بینی میں مشغول رہتے تھے۔

بیماری میں شغل مطالعہ

مولانا بھوجیانیؒ پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا جس کی وجہ سے تقریباً پانچ سال تک صاحبِ فراش رہ کر اللہ کو پیارے ہوئے۔ انہی ایام کی بات ہے کہ راقم ایک دن بعد از نمازِ عصر عیادت کے لیے گھر گیا۔ اجازت ملنے پر حاضرِ خدمت ہوا تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت کو مطالعہ فرماتے پایا۔ راقم کو اس شدید مرض میں اپنے مطالعہ پر متعجب دیکھ کر فرمانے لگے۔

"یہ (عصر کے بعد کا وقت) میری تفریح کا وقت ہے۔"

اس وقت غالباً "سیر اعلام النبلاء" کی کوئی جلد ان کے زیر مطالعہ تھی۔ امام ذہبیؒ کی یہ ۲۳ جلدوں پر مشتمل کتاب ابھی نئی نئی طبع ہو کر آئی تھی۔ مولاناؒ کو اس کا بہت اشتیاق تھا۔ چنانچہ بیماری کے عالم میں ہی انہوں نے اس عظیم و ضخیم کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کر ڈالا۔

عام دستور تو یہی ہے کہ بیماری کی حالت میں مطالعۂ کتب اور علمی مشغولیت انسان کے لیے طبی طور پر مضر سمجھی جاتی ہے مگر جن لوگوں کو علم کے ساتھ عشق ہو جاتا ہے، ان کا دستور بھی کچھ نرالا سا ہو جاتا ہے۔ عام لوگوں کے لیے جو چیز نقصان دِہ ہوتی ہے، دیوانگانِ عشق کے لیے وہی چیز مفید ثابت ہوتی ہے۔ امام ابن قیمؒ نے "روضۃ المحبین" میں عاشقانِ علم کے چند عجیب و غریب واقعات نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک واقعہ جو خود ان کے شیخ امام ابن تیمیہؒ کے ذوقِ مطالعہ سے متعلق ہے اور جو مولانا بھوجیانی کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے۔ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: کہ میں ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ طبیب نے کہا کہ "اگر تمہارا مطالعۂ کتب اور علمی مسائل پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا تو تمہاری بیماری مزید بڑھ سکتی ہے۔"

میں نے کہا: یہ پرہیز تو میرے لیے بہت مشکل اور صبر آزما ہے۔ چلو اس کا فیصلہ آپ کے علم پر ہی چھوڑتا ہوں۔ فرمائیے: کیا دل کی مسرت و بشاشت سے بدن میں مرض کے خلاف قوتِ مدافعت پیدا نہیں ہوتی۔" طبیب نے کہا، کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا "تو بس مجھے علم سے قلبی فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ طبیعت میں قوت آجاتی ہے اور مجھے آرام محسوس ہونے لگتا ہے۔" وہ کہنے لگا: تو پھر ایسا شخص ہمارے علاج سے خارج ہے۔" (روضۃ المحبین۔ ص ۸۰)

مطالعہ میں وسعت و تنوّع

مولانا کا مطالعہ بہت وسیع اور متنوّع تھا۔ تقریباً تمام علوم اسلامیہ سے متعلّقہ کتب ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ اگرچہ علم اسماء الرجال سے خصوصی شغف رکھتے تھے، تاہم تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول، عقیدہ، ادب، تصوّف، تاریخ، سیرت وغیرہ کوئی ایسا علم نہیں جس کی اُمّہاتِ کتب اور مراجع و مآخذ انہوں نے اپنی لائبریری میں جمع نہ کر رکھے ہوں اور ان کی نظر سے نہ گزرے ہوں اور پھر اس سلسلہ میں جدید و قدیم کی تفریق کے بھی قائل نہیں تھے۔ چنانچہ جس طرح امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، تلامذہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن حزمؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام ابن حجر عسقلانیؒ، امام ذہبیؒ اور دیگر ائمہ متقدمین کی تصانیف اور تحقیقات کو بڑی محبت اور شوق سے پڑھا کرتے تھے، اسی طرح امام شوکانی، امیر یمانی، نواب صدیق حسن خانؒ، شیخ جمال الدین القاسمیؒ، شیخ ابو زہرہؒ، شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ، علمائے نجد و حجاز اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر متاخرین کی تصنیفی و تحقیقی کاوشوں کو بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اردو لٹریچر میں بھی ان کی دلچسپی کا یہی حال تھا اور اس کے بھی بلند پایہ لٹریچر پر ان کی نظر تھی۔

مطالعہ کی اسی وسعت اور تنوع کا نتیجہ تھا کہ علمی مشوروں کے لیے مختلف مکاتبِ فکر کے لوگ دُور و نزدیک سے ان کے درِ دولت پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ جامعہ پنجاب کے شعبہ عربی و علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام، ایم اے اور ڈاکٹریٹ کے لیے مقالہ لکھنے والوں کو اکثر مولانا کے ہاں بھیجا کرتے تھے، تاکہ وہ اپنے مقالوں کے لیے علمی و کتابی راہنمائی حاصل کرسکیں۔ ان کو وہاں نہ صرف یہ کہ اپنے موضوع سے متعلقہ انتہائی قیمتی معلومات حاصل ہوتیں بلکہ بسا اوقات ایسی ایسی نایاب یا کمیاب کتب بھی برائے مطالعہ مل جایا کرتی تھیں، جن کا حصول ان کے لیے بآسانی ممکن نہیں ہوتا تھا۔ یاد رہے کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ عام اہلِ علم کے برعکس عاریۃً کتاب دینے میں بڑے فراخ دل واقع ہوئے تھے۔

مطالعہ کروانے کا ذوق

عام اہلِ علم کو صرف مطالعہ کرنے کا ذوق ہوتا ہے لیکن مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اس کے ساتھ ساتھ مطالعہ کروانے کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ ان سے تعلّقِ خاطر اور میل ملاقات رکھنے والے طلباء، علماء اور فضلاء بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کس طرح ہر ایک کے ذوق کا خیال رکھا کرتے تھے۔

راقم ایک مرتبہ بغرض زیارت المکتبۃ السلفیہ میں حاضر ہوا۔ کراچی سے رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اجلاس میں شرکت فرما کر ابھی ابھی تشریف لائے تھے۔ کچھ دیر خیریت اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد راقم واپسی کی اجازت چاہنے لگا تو فرمایا: ٹھہر جاؤ! تمہارے ذوق کی ایک کتاب لے کر آیا ہوں، وہ لے جاؤ! اور پڑھ کے واپس لے آنا! چنانچہ کتابوں کا ایک بنڈل جو ابھی ابھی کراچی سے لے کر آئے تھے، کھلوایا۔ اس میں سے علامہ جمال الدین القاسمیؒ کی کتاب "جوامع الآداب" نکالی اور مجھے عنایت فرما دی۔

اسی طرح راقم ایک دفعہ کسی اور موقع پر حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا:

"تمہارے لیے ایک چیز رکھی ہوئی ہے۔ پڑھ کر اس کے متعلق اپنی رائے بتانا!"

یہ فرما کر کویت کی "جمعیّت احیاء التراث الاسلامی" کی طرف سے شائع شدہ کتاب "تراثنا الاسلامی وکیف نخبیہ" مجھے عنایت فرما دی۔

اس کتاب میں عقیدہ، قرآن، اسلامی تربیت اور حدیث کے موضوعات پر چار بہترین محاضرات (لیکچرز) شائع کئے گئے تھے۔ مولانا کا خیال یا حکم یہ تھا کہ اسلامی تربیت کے موضوع پر جو لیکچر ہے، اس کا مطالعہ کروں اور اپنی رائے اور تأثر کا اظہار کروں۔ یہ لیکچر کویت کے ایک معروف مصنّف اور سلفی عالمِ دین شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق حفظہ اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس میں اُنہوں نے اسلامی تربیت اَور صوفیانہ تربیت کے طریقۂ کار کو تقابلی انداز میں پیش فرمایا تھا۔

اسلام اور تصوّف کو علی الاطلاق ایک دوسرے کے مدِّمقابل ٹھہرانے اور پھر اس بنیاد پر تصوّف کو کلیّۃً مسترد کر دینے کا رجحان بعض سلفی اور غیر سلفی حضرات میں آج کل بہت تقویت پکڑتا جا رہا ہے۔ راقم کے خیال میں یہ رجحان درست نہیں بلکہ خطرے سے خالی نہیں۔ اس سلسلہ میں افراط و تفریط سے اجتناب بہرحال ضروری ہے۔ یعنی نہ تو تصوّف کو کلیّۃً مسترد کیا جائے اور نہ اسے کتاب و سنّت کی طرح منزل من اللہ سمجھ کر اس کے ہر ہر مسئلہ کو تسلیم کرلیا جائے۔ بلکہ اس کے متعلق بالکل وہی سلفیانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے جو شروع سے فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری وغیرہ کے متعلق علمائے محققین اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ یہی سلامتی اور اعتدال کی راہ ہے۔

راقم نے شیخ عبد الرحمٰن عبد الخالق کا مضمون پڑھنے کے بعد مولاناؒ کے سامنے اپنی اسی رائے کا اظہار کیا تو مولانا نے اسے پسند فرمایا اور تائید فرمائی۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا بھوجیانیؒ طالبانِ علم کی ذہنی تربیت کی غرض سے ان کے ذوق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف کتب اور رسائل کی نشان دہی فرمایا کرتے تھے۔

مولانا کے پسندیدہ مصنّفین

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ یُوں تو ہر اس شخص کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس نے تصنیف و تالیف کے میدان میں کتاب و سُنّت کی کسی طرح کی بھی خدمت انجام دی ہو۔ لیکن جو محبت، جو عقیدت، جو احترام ان کے دل میں امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ کے لیے تھا۔ وہ شاید کسی اور کے لیے نہیں تھا۔ اسی طرح اخیر دَور کے مصنّفین میں سے نواب سیّد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے ساتھ بھی مولانا کو والہانہ لگاؤ تھا۔

چنانچہ ان تینوں بزرگوں کی تصانیف کے حصُول اور مطالعہ کا مولانا کے ہاں خصوصی اہتمام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ اور نواب صدیق حسن خاںؒ کی تقریباً تمام مطبوعہ تصانیف مولانا کی لائبریری میں موجود ہیں اور ان کی کثرت و اہمیّت کے پیشِ نظر لائبریری میں ان کے لیے الگ خانے مخصوص کر رکھے ہیں۔

اسی طرح میاں سیّد نذیر حسین محدّث دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سیّد سلیمان ندویؒ بھی مولانا کے ممدوح علماء اور پسندیدہ شخصیات میں شامل تھے۔ مولانا ندویؒ اپنی صاف ستھری شخصیت، پاکیزہ سیرت اور جدید و قدیم علوم سے واقفیت کے باوجود دینِ حق پر استقامت کی وجہ سے، مولانا آزادؒ اپنی ہمہ پہلو عبقری شخصیّت اور اپنے مخصوص اسلوبِ نگارش و طرزِ انشاء کی وجہ سے اور حضرت میاں صاحبؒ اپنی بے مثال تدریسی خدمات، سلفیانہ سادہ زندگی اور وسعت و تنوعِ مطالعہ کی وجہ سے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے ذوقِ مطالعہ و کتب بینی کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس میں مذکورۃ الصدر شخصیات کے اس پہلو کی کسی نہ کسی انداز میں نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ مطالعہ

مولانا محمد یوسف کوکن عمری امام ابن تیمیہؒ کے متعلق رقمطراز ہیں :-

" ان کی عمر جیسے جیسے بڑھتی جاتی تھی۔ ان کے مطالعۂ کتب کی پیاس بھی بڑھتی جاتی تھی، نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ آخر زمانے میں کتابوں کے مطالعہ کے سوا انہیں کسی اور چیز سے رغبت نہیں ہوتی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے متقدمین کی کتابوں کو جو عُلماءِ وقت کے ہاتھوں متروک اور مہجور ہو چکی تھیں ، نئے سرے سے زندہ کیا اور اپنے زمانے کے علماء کو ان کے مطالعہ کی طرف توجّہ دلائی " (امام ابن تیمیہؒ ص ۶۸)

امام ابن تیمیہؒ کے ذوقِ مطالعہ کے سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں۔

" امام موصوف کو بچپن ہی سے کتابوں کے مطالعہ کا ذوق تھا۔ وہ صرف درسی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ہر علم و فن کی کتابوں کو پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ بلا کے ذہین تھے اس لیے مشکل سے مشکل کتابوں کو بھی آسانی سے حل کر لیا کرتے تھے۔ سیبویہ کی کتاب کو خود ہی حل کیا تھا "

" ان کا سب سے نمایاں وصف ان کا تبحرِ علمی تھا۔ ان کا مطالعہ بہت ہی وسیع تھا۔ متقدمین اور متاخرین کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو ان کو ملی ہو اور اس کو نہ پڑھا ہو۔ رات دن لکھنے پڑھنے اور پڑھانے اور بولنے کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہیں تھا " (امام ابن تیمیہؒ ص ۹۱-۵۹۰)

امام ابنِ قیمؒ کا ذوقِ مطالعہ

شیخ عبد العظیم بن عبد السّلام امام ابنِ قیمؒ کے ذوقِ مطالعہ و شوقِ کتب بینی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" یہ شخص ابنِ قیم الجوزیہ تھے جن کے لیے اسلامی تحقیقات کی راہیں ہموار ہو گئی تھیں۔ لہٰذا آپ کو شریعت اسلامیہ، علومِ عربیہ، علمِ کلام اور تصوّف کی جو کتابیں ملیں ان کا آپ نے گہرا مطالعہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو مفید اور عمدہ کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ سچ پوچھیے تو یہ حقیقت ہے کہ علم کی محبت آپ کے دل میں اچھی طرح راسخ ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ نے مطالعہ کتب کے ساتھ کتابوں کو جمع کرنے اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ آپ نے وہ کتابیں فراہم کر لی تھیں جو دوسروں کو میسّر نہیں آسکیں " ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

" آپ کتابوں کو جمع کرنے کے بے حد دلدادہ تھے۔ اس لیے آپ نے اس قدر کتابیں جمع کر لی تھیں کہ ان کا شمار نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ان کتابوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی اولاد بہت عرصے تک ان کی کتابوں کو فروخت کرتی رہی۔ اگر ہم آپ کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی معلومات ہر علم میں بہت وسیع تھیں۔" (حیاتِ امام ابن قیمؒ ص ۸۴-۸۵)

امام ابنِ قیمؒ کی اولاد تو اپنے والد کے کتب خانے کو بیچ کر بادی فائدہ اٹھاتی رہی مگر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد سے مشورہ کے بعد اپنے کتب خانہ کو "دار الدعوۃ السلفیۃ" میں منتقل اور وقف فرما کر اس قسم کی صورتِ حال کا سدِّباب فرما دیا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع اھل العلم خیر الجزاء۔

نواب سید صدیق حسنؒ خان کا ذوقِ مطالعہ

حضرت سید نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی اردو فارسی اور عربی تصانیف کے مطالعہ ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس قدر وسیع المطالعہ انسان تھے۔ جمعِ کتب اور مطالعۂ کتب کا زبردست شوق رکھتے تھے۔ اشاعتِ کتب کے لیے بھی بہت بے چین رہتے تھے۔ علم اور مطالعہ میں اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ بعض اوقات کھانا کھاتے ہوئے انہیں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کیا چیز کھا رہے ہیں۔ مآثرِ صدیقی کا مصنف لکھتا ہے۔

" انہماکِ علم اس قدر رہا کرتا تھا کہ بعض اوقات مختلف الانواع طعام میں امتیاز ان کو نہیں ہوتا تھا۔ ماش کی دال سے ان کو بے حد رغبت تھی۔ بعض وقت والدہ مرحومہ قبل نکاح ثانی رئیسہ عالیہ تفنناً ان کے سامنے ارہر کی دال رکھ دیتی تھیں اور وہ ماش کی دال سمجھ کر برغبت تمام کھا لیتے تھے۔ اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور والدہ مرحومہ ہنسا کرتی تھیں" (مآثرِ صدیقی، ج ۴ ص ۷۰)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا بھی اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کھانا کھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ حسبِ معمول مطالعہ کا سلسلہ بھی جاری تھا کہ ان کے گھر والوں نے سالن کے برتن کی جگہ پر ایک پانی والا برتن رکھ دیا۔ مولانا کو اپنے انہماکِ علمی کی وجہ سے پتہ نہ چل سکا اور انہوں نے ایک دو لقمے پانی میں لگا لیے۔

شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کا ذوقِ مطالعہ

حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی نواب صدیق حسن خان رح کی طرح ایک کثیر المطالعہ اور انتہائی وسیع الاطلاع شخصیت کے مالک تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ نواب صاحبؒ نے اپنے لیے تصنیف و تالیف کا میدان منتخب کر رکھا تھا جب کہ میاں صاحبؒ تعلیم و تدریس کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔

میاں صاحبؒ کے حالاتِ زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطالعہ کی شدید پیاس رکھتے تھے اور ہر ممکن طریقے سے اس پیاس کو بجھانے میں کوشاں رہتے تھے۔ قریب کے کتب خانوں سے تو خیر استفادہ فرماتے ہی تھے، بعض اوقات دُور دراز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کتب خانوں سے بھی کتابیں منگوا لیا کرتے تھے۔

دہلی میں دو بہت بڑے کتب خانے تھے۔ ایک شاہی قلعہ کا کتب خانہ اور دوسرا کتب خانۂ شاہ عبدالعزیزؒ۔ حضرت میاں صاحبؒ دونوں کتب خانوں سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک تیسرا کتب خانہ ان کی اپنی جمع کی ہوئی کتابوں پر مشتمل تھا، جو ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گیا تھا۔ جس کا میاں صاحبؒ کو آخیر عمر تک افسوس رہا۔

اسی طرح جب کبھی لکھنؤ تشریف لے جانے کا اتفاق ہوتا تھا وہاں بھی دو عظیم کتب خانے موجود تھے۔ ایک بحر العلوم کا کتب خانہ اور دوسرا مشہور شیعہ عالم حامد حسین لکھنوی کا کتب خانہ۔ مولانا فضل حسین بہاریؒ ان کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا صاحب جتنے دن لکھنؤ تشریف رکھتے، انہی کتب خانوں کی سیر کرتے اور جو نادر کتابیں ملتیں ان کو مستعار لے جاتے اور بعد مطالعہ یا نقل کے واپس کرتے۔ میاں صاحبؒ کو کتب بینی اور کتابیں جمع کرنے کا چسکا ایسا پڑ گیا تھا کہ ہر فن کی کتابوں کو دیکھتے۔" (الحیاۃ بعد المماۃ، ص ٦٦)

اخیر عمر تک مطالعہ کی قوت اور ملکہ بہت راسخ تھا۔ ان کی کتاب "معیار الحق" کے جواب میں "انتصار الحق" طبع ہو کر آئی تو ایک رات میں مطالعہ کر ڈالا، حالانکہ وہ بڑی تقطیع کے تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل تھی اور فرمایا کہ یہ ہماری کتاب کا جواب نہیں ہے۔

مطالعہ کے سلسلہ میں میاں صاحبؒ کا ایک اصول یہ تھا کہ ہمیشہ ہر فن کی مرجع و ماخذ قسم کی کتب اور متقدمین کی تصانیف کی جستجو رکھتے۔ ان کے مطالعہ سے انہیں پتہ چل جایا کرتا تھا کہ متاخرین کی کونسی کتاب متقدمین کی کس کتاب سے ماخوذ ہے۔

ان کا دوسرا اصول اس سلسلہ میں یہ تھا کہ ہر کتاب کو بالاستیعاب من اولہ الی آخرہ پڑھتے تھے اور اپنے پاس ایک بیاض رکھتے تھے جس میں علمی نکات اور عمدہ مضامین درج فرماتے تھے۔ میاں صاحبؒ نے اپنی اس بیاض کا نام کشکول رکھا ہوا تھا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ بچپن ہی سے مطالعہ کی عادت تھی جو فطرت ثانیہ بن کر اخیر عمر تک قائم رہی تھی، اس لیے علوم و فنون پر جو وسعت نظر آپ کو حاصل تھی وہ شاید آپ کے ہم عصروں میں سے کسی کے حصہ میں نہ آسکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بڑے بڑے فاضل شاگرد آخر عمر تک اپنی علمی مشکلات کے حل کے لیے آپ سے راہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھی کثرت مطالعہ اور اپنی وسعت نظر کی وجہ سے مرجع اہل علم تھے۔ آپ بھی اپنے مطالعہ کی عادت کو اخیر عمر تک ترک نہ کر سکے۔ آپ کا بھی یہ اصول تھا کہ ہر کتاب کو بالاستیعاب پڑھا جائے۔ نیز ہمیشہ ہر فن کی بنیادی اور مرجع و ماخذ قسم کی کتابوں کے مطالعہ کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی قائم کردہ لائبریری اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ہمیشہ کام کی کتابیں خریدتے تھے اور بھرتی کی کتابوں سے اجتناب فرماتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی شخصیت کے ایک اور پہلو سے بھی متاثر تھے اور وہ ہے ان کے لباس کی سادگی اور وضع قطع کی بے تکلفی۔

چنانچہ مولانا بھوجیانی کو پہلی مرتبہ دیکھنے والا شخص قطعاً محسوس نہیں کرپاتا تھا کہ اس کی آنکھیں کسی بہت بڑی علمی شخصیت کو دیکھ رہی ہیں اور حضرت میاں صاحب کا بھی تقریباً یہی عالم تھا۔ مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

"ناواقف آدمی ممالک دُور دراز سے نام سُن کر آتے اور پُوچھتے ہیں۔ مولانا نذیر حسین کہاں ہیں؟ تو باوجود نشان دینے کے ان کا شک مبدل بہ یقین نہیں ہوتا۔" (الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۱۹۹)

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا ذوقِ مطالعہ

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نہ کسی مدرسہ ومکتب کے باقاعدہ سند یافتہ تھے اور نہ اسکول وکالج کے تعلیم یافتہ۔ مگر یہ محض شوقِ مطالعہ وکتب بینی کا فیض تھا کہ ان کے متعلق اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے عہد کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے انسان تھے تو شاید اس میں مبالغہ نہ ہو۔ بچپن ہی میں ان کے اندر ایک عبقری شخصیت اٹھتی نظر آتی تھی۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں مولانا شبلی جیسی ہمہ پہلو علمی شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کو اپنے رسالہ "الندوہ" کی ادارت کی پیش کش کردی۔ مولانا شبلی کو سب سے زیادہ جس چیز نے متاثر کیا وہ مولانا آزاد کا مطالعہ اور کتب بینی کا شوق ہی تھا۔ چنانچہ مولانا آزاد خود بیان کرتے ہیں۔

"سب سے زیادہ مولانا شبلی پر میرے شوقِ مطالعہ اور وُسعتِ مطالعہ کا اثر پڑا۔ اُس وقت تک میرا مطالعہ اتنا وسیع ہوچکا تھا کہ عربی کی تمام نئی مطبوعات اور نئی تصنیفات تقریباً میری نظر سے گزر چکی تھیں اور بہتیری کتابیں ایسی بھی تھیں کہ مولانا ان کے شائق تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ چھپ گئی ہیں۔ مثلاً محصل امام رازی جس کا ذکر آچکا ہے (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص ۳۱۲)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا ذوقِ مطالعہ

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ طالب علمی ہی سے مطالعہ کے عادی تھے۔ ان کے ساتھی کھیل اور تفریح میں مشغول ہوتے تو یہ اس وقت بھی مطالعۂ کتب میں منہمک ہوتے تھے۔ مولانا ابوظفر بیان کرتے ہیں:۔

"علامہ موصوف نے کبھی بھی کھیلوں میں دلچسپی نہیں لی۔ ورزشی کھیلوں کا وقت عصر سے لے کر مغرب تک تھا۔ علامہ موصوف یہ وقت رسالہ، اخبار یا کتب بینی میں صرف کرتے۔" (سلیمان نمبر ص ۵۱)

مولانا عبدالباری ندوی رقمطراز ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سید صاحب کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے پڑھتے، کتب بینی کرتے، اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ پایا۔ ہر طرح کی چیزیں پڑھتے۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ خوب چبا چبا کر ہضم کرتے ہیں۔ علمی ذوق وشوق کی عام فضا ندوہ میں اُستاذِ محترم علامہ شبلیؒ کے دور میں پیدا ہوئی۔ لیکن سید صاحب جہاں تک دیکھا سُنا، اس سے پہلے بھی کتاب کے کیڑے تھے۔ کھیل کود میں کوئی نمایاں شرکت تو قطعًا یاد نہیں آتی۔ نہ میل جول اور سیر و تفریح کی زیادہ عادت تھی۔ یہی رنگِ طبیعت آخر تک قائم رہا۔"

(سلیمان نمبر، ص ۸۱، ۸۲، ۸۳)

کتب بینی اور مطالعہ کا جو سفر سید صاحب نے اپنے بچپن میں شروع کیا تھا وہ آخر تک جاری رہا۔ درمیان میں حضر اور قیام کا کوئی مرحلہ نہیں آیا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں۔

"کتب بینی سے یہ شغف آخر تک قائم رہا۔ فارغ اوقات میں بھی کبھی بے کار نہ بیٹھتے تھے۔ کچھ نہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔ لکھے ہوئے کاغذ کا کوئی ٹکڑا بھی مل جاتا تو اس کو پڑھے بغیر نہ چھوڑتے" ——— "دار المصنفین کے کتب خانہ کی ساری کتابیں جن کی تعداد ہزاروں تک ہے، ان کے مطالعہ سے گزر چکی تھیں، جس پر ان کے نوٹ شاہد ہیں۔ جس کتاب میں جو کام کی بات مل جاتی، اس کو شروع کتاب کے سادہ صفحہ پر نوٹ کر دیتے۔ بمشکل ہی سے کوئی کتاب ان کے نوٹوں سے خالی نکل سکتی ہے۔"

(حیاتِ سلیمان، ص ۶۲۲)

"نادر کتابوں کے مطالعہ کی ہمیشہ تلاش وجستجو رہتی۔ جہاں جاتے وہاں کے کتب خانوں کو ضرور دیکھتے۔ ان میں جو نادر کتابیں نظر آتیں ان کو نوٹ کر لیتے۔" ——— مطالعہ کی کثرت اور نادر کتابوں کی تلاش وجستجو نے ان کے دماغ کو مستقل کتب خانہ اور متنوع علمی مطبوعات کا خزانہ بنا دیا تھا۔ ان کی کوئی گفتگو علمی معلومات سے خالی نہ ہوتی۔ ان کی صحبت سے جو قیمتی معلومات حاصل ہو جاتے تھے وہ بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے۔" (حیاتِ سلیمان، ص ۶۲۳-۲۴-۲۵)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کو بھی طالب علمی ہی سے مطالعۂ کتب و رسائل کی عادت تھی جو رفتہ رفتہ فطرتِ ثانیہ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ عمدہ اور نادر کتب کے شوق میں اِدھر اُدھر کے کتب خانوں کی سیر بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح زیرِ مطالعہ کتاب میں کوئی کام کی چیز مل جاتی تو اسے اس کے شروع میں صفحہ کا نمبر لکھ کر درج بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی ذاتی لائبریری جو ہزاروں کتابوں پر مشتمل تھی اور جسے بعد میں "دار الدعوة السلفیة" میں منتقل کر کے وقف کر دیا تھا۔ اس میں شائد ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جس کے شروع میں ان کے نوٹ نہ لگے ہوں۔

علم اور دین، دونوں سے محبت

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ علم، مطالعہ اور کتاب کے اتنے شائق ہوتے ہیں کہ اگر کسی سے کوئی کتاب عاریۃً لے لیں تو بطیب خاطر اُسے واپس کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ گویا دین کی بہ نسبت اُنہیں علم سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ان اہلِ علم میں سے تھے جو علم اور دین دونوں سے بیک وقت ایک حبی محبت رکھتے ہیں علم کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اگر کوئی کتاب عاریۃً لے لیتے تھے تو دین کی محبت انہیں اُس وقت تک چین نہیں لینے دیتی تھی جب تک وہ امانت صاحبِ امانت تک پہنچ نہیں جاتی تھی۔

قیامِ پاکستان سے قبل مولانا بھوجیانی فیروز پور میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کا اعلان ہوا تو دیگر مسلمانوں کی طرح مولانا بھی بغیر کسی رختِ سفر کے عازمِ سفر ہوئے۔ اہلیہ محترمہ اور دو بچے بھی ساتھ تھے۔ فیروز پور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو اہلِ خانہ کو وہاں چھوڑ کر اور تھوڑی دیر کے بعد واپسی کا کہہ کر گھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک مولانا واپس تشریف نہ لائے تو اہلِ خانہ کو تشویش ہوئی۔ کیونکہ اُس وقت ہر طرف فتنہ و فساد کا دَور دَورہ اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ لوگ محض اپنی جانوں کو بچانے کی فکر میں تھے اور اسی غرض سے ساز و سامان سے بھرے مکانوں کو چھوڑ کر نقلِ مکانی کر رہے تھے۔

اِس صورتِ حال کے پیشِ نظر مولاناؒ کی اہلیہ محترمہ بہت پریشان ہوئیں اور اسی پریشانی کے عالم میں اسٹیشن سے باہر آکر ان کا انتظار کرنے لگیں۔ اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ مولانا پیدل تشریف لا رہے ہیں۔ سر پر ایک صندوقچہ ہے۔ اور ہاتھ میں ایک کتاب، جس کا چلتے چلتے مطالعہ کر رہے ہیں۔

سر پر اٹھائے ہوئے اس صندوقچے میں دراصل وہ کتابیں تھیں جو مولانا نے مطالعہ کے لیے عاریۃً لے رکھی تھیں۔ اپنا تمام کتب خانہ فیروز پور چھوڑ کر صرف ان کتابوں کو صندوقچے میں ڈال کر پاکستان ساتھ لے آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کی امانتیں واپس کر سکیں۔ انہی کتابوں میں ایک کتاب نواب سید صدیق حسن خانؒ کی "اتحاف النبلاء" بھی تھی جس کے مالک چک چیپل کے رہنے والے کوئی بزرگ تھے۔ چنانچہ فیروز پور سے لاہور آکر مولانا نے ان کے بیٹے کو بلایا اور اُس سے فرمایا کہ تمہارے والد کی ایک کتاب امانت کے طور پر میرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ وہ چونکہ قدیم طبع کی ہے، اس لیے تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو وہی لے لو، اور اگر چاہو تو اس کے عوض اس کی جدید طبع کا ایک نسخہ لے لو۔"

اِس واقعہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ مولانا بھوجیانیؒ کتنا زبردست شوقِ مطالعہ رکھتے تھے، وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُن کے دل میں ادائیگی امانت کا احساس کتنا گہرا تھا۔

گلستانِ مطالعہ کے گلہائے رنگا رنگ

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنی کتاب مطالعہ کے لیے دینے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں تمام کام کی باتیں الگ نوٹ ہو جاتی ہیں۔ سلفیہ لائبریری کی کتابیں دیکھنے سے اس بات کا عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے کہ حضرت غزنویؒ کا یہ ارشاد واقعی درست اور بجا ہے۔ کیوں کہ اس میں شاید ہی کوئی کتاب ہوگی جو مولانا بھوجیانیؒ کے زیرِ مطالعہ رہی ہو اور اس میں اہم باتوں پر نشان نہ لگے ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولاناؒ کے زیرِ مطالعہ رہنے والی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ اہم علمی فوائد کو نوٹ کرنے کے سلسلہ میں عام طور پہ درج ذیل اصول ان کے پیشِ نظر رہتے تھے۔

۱۔ اگر کسی کتاب کے شروع میں اس کے مصنّف کے حالات درج نہیں ہیں تو مولانا اس کمی کے ازالے کی کوشش کرتے ہیں۔ کتبِ تراجم سے مصنّف کے مختصر حالات یا صرف تاریخ ولادت و وفات نقل کر دیتے ہیں۔

۲۔ زیرِ مطالعہ کتاب کے بارے میں اگر کچھ معلومات رکھتے ہوں تو وہ بھی کتاب کے ابتدائی سادہ صفحہ پہ درج کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ پہلی یا دوسری دفعہ کہاں اور کس کی توجہ اور نگرانی میں چھپی؟ یا یہ کہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف یا اس کی طباعت و اشاعت کا اصل محرک اور سبب کیا تھا؟

۳۔ کتاب کی اہم عبارتوں پر خط کھینچ دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کتاب میں ضمناً کسی اہم شخصیّت یا اس کی کسی اہم غیر معروف تصنیف کا ذکر آجاتا ہے تو اُسے بھی زیرِ خط کر دیتے ہیں۔

۴۔ کتاب میں اگر کوئی مفید، اہم اور کام کی بات آجاتی ہے تو مولانا اسے شروع کتاب کے سادہ اوراق پر نقل یا اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

۵۔ بعض مقامات پر مصنّف کی موافقت یا مخالفت میں اپنی طرف سے کوئی نوٹ لکھ دیتے ہیں یا کسی کی عبارت نقل کر دیتے ہیں اور بعض اوقات ایک مسئلہ سے دوسرے مسئلہ کا استنباط کر لیتے ہیں۔

۶۔ شیعہ سُنّی، بریلوی دیوبندی اور مقلد غیر مقلد اختلاف کے سلسلہ میں کارآمد عبارتیں اور حوالہ جات بھی کتاب کے شروع میں درج کر دیتے ہیں۔

بہرحال مولانا کی نظر سے گزرنے والی ہر کتاب خود زبانِ حال سے بتاتی ہے کہ اسے واقعی کسی صاحبِ علم و بصیرت نے پڑھا ہے اور یوں سیکنڈ ہینڈ کتاب بعض اوقات نئی کتاب سے زیادہ اہم اور قیمتی ہو جاتی ہے ؎

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی ٭ کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

اب ہم چاہتے ہیں کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ دورانِ مطالعہ علم و حکمت کے جو جو موتی چُنتے رہے اور جو جو علمی فوائد اور کام کی باتیں نوٹ کرتے رہے ان میں سے کچھ قارئین کرام کے سامنے بھی پیش کریں تاکہ وہ بھی مولاناؒ کے مطالعہ یا حاصلِ مطالعہ کے گلہائے رنگارنگ سے محظوظ و مستفید ہو کر اپنے مشامِ جاں کو مُعطّر کر سکیں ——— اور یاد رہے کہ اس سلسلہ میں کسی معین ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

"فِرْقَةٌ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْث"

تفسیر قرطبی، ج ۳-۴ کے ابتدائی سادہ صفحہ پر "فرقة من أهل الحديث ص۵۴" لکھا ہوا ہے ص۵۴ نکال کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا تو پتہ چلا کہ امام قرطبیؒ عورت کے حیض کے سلسلہ میں فقہی احکام بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ خیال ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہ مسلک ہے۔ اسی ضمن میں اہل الحدیث کے ایک گروہ کے بارے میں یہ بتاتے ہیں کہ ان کی یہ رائے ہے۔

مولانا کا مقصود ان الفاظ کے نقل کرنے سے دراصل یہ بتانا ہے کہ "اھل الحدیث" کا لفظ کوئی نیا لفظ نہیں کہ اسے آج کل ایجاد کیا گیا ہو۔ جیسا کہ بعض متعصب حنفی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی پرانی کتابوں میں تقلیدی مذاہب کے مقابلہ میں اس کا بھی تقلیدِ شخصی سے مبرّا اور ایک مستقل مذہب کے طور پر ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ اس لیے "اھل الحدیث" کے لفظ سے کسی کو الرجک نہیں ہونا چاہیئے۔

ذکر الکوثری

شیخ عبداللہ محمد الصدیق الغماری کی کتاب "بدع التفاسیر" کے شروع کے صفحات پر دو چار اشاراتی نوٹ ہیں، جن میں سے پہلا نوٹ "ذکر الکوثری (مع تعلیق) ص۱۷۹" ہے۔

کتاب کا صفحہ ۱۷۹ نکال کر دیکھا تو وہاں مصنّف نے مشہور غالی حنفی عالم اور مصنّف شیخ محمد زاہد الکوثری سے اپنے تعارف اور دوستی کا ذکر کیا ہے اور پھر حاشیے میں شیخ کوثری کی شخصیت کے متعلّق اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ شیخ غماری نے لکھا ہے۔

"شیخ کوثری کی وُسعتِ علمی اور تواضع سے ہم بہت متعجب ہوتے تھے لیکن ان کی یہ بات ہمیں ناپسند تھی کہ وہ حنفیت کے لیے اتنا تعصّب رکھتے تھے کہ اتنا تعصّب علامہ زمخشری اپنے مذہب اعتزال کے لیے بھی نہیں رکھتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے بھائی ابوالفیض ان کو "دیوانۂ ابوحنیفہ" کہتے تھے۔

"احقاق الحق" میں انہوں نے امام شافعیؒ کے نسب پر طعن کیا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کسی کی تردید کا علمی انداز نہیں ہے۔ تو کہنے لگے "متعصِبٌ ردّ علی متعصِب" یعنی "ایک متعصّب نے دوسرے متعصّب کا ردّ لکھا ہے"۔ تو گویا اپنے متعصّب ہونے کا انہوں نے خود ہی اعتراف کر لیا"

اسی طرح شیخ غماری نے بتایا کہ "شیخ کوثری اپنے شدید تعصّب کی بنا پر حافظ ابن حجرؒ کی "فتح الباری" کی علمی حیثیت کا اعتراف بھی نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی قدر و قیمت گرانے کی کوشش کرتے تھے اور اسی تعصّب کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے ایک مقام پر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کو "فاسد العقل" ہونے کا طعنہ دے دیا۔ کیونکہ انہوں نے ایک حدیث روایت کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے خلاف جاتی ہے"

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد شیخ غماری بیان کرتے ہیں کہ اس علمی اختلاف کے باوجود میرے اور شیخ کوثری کے درمیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوستی اور علمی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

علامہ احمد شاکر کے متعلق مؤلف کا بغض

اسی کتاب میں مولانا بھوجیانیؒ کا دوسرا نوٹ یہ بتاتا ہے کہ مؤلف "بدع التفاسیر" شیخ غماری، علامہ احمد شاکر کے متعلق بدظنی یا بغض وحسد کا شکار ہیں۔ چنانچہ ص ۱۷۸ کے حاشیے پر ان کے متعلق لکھا ہے۔

" لم یکن من علماء الحدیث وترتیبه لمسند احمد لیس فیه شئ من الصناعة الحدیثیة

کہ" شیخ احمد شاکر علمائے حدیث میں سے نہیں تھے اور مسند احمد کی ترتیب وتحقیق کا جو کام انہوں نے کیا ہے۔ اس میں فنی قسم کی کوئی خاص چیز نہیں ہے" —— شیخ غماری کا یہ تبصرہ ہمارے خیال میں علمی لطیفے سے کم نہیں۔ نیز —— وعین السخط تبدی المساویا —— کا نمایاں مظہر ہے۔

مؤلف کا تقلید چھوڑ دینا

تیسری بات جو مولانا بھوجیانیؒ نے "بدع التفاسیر" میں سے نوٹ کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ شیخ غماری پہلے مقلد تھے، پھر غیر مقلد ہو گئے۔ چنانچہ ص ۱۸۶ پر رقمطراز ہیں۔

" کنت مالکیا ثم صرت شافعیا ثم ترکت التقلید"۔ " پہلے میں مالکی تھا، پھر شافعی ہو گیا۔ پھر میں نے تقلید چھوڑ دی"۔ —— پھر اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ" میں نے تقلید اس لیے نہیں ترک کی کہ ائمہ کرام کو میں (نعوذ باللہ) حقیر جانتا ہوں بلکہ اس کے ترک کی اصل وجہ یہ ہے کہ تقلید دراصل عوام الناس کے لیے ہوتی ہے جو استنباط واستدلال کے قواعد واصول نہیں جانتے ہوتے"۔

تاریخ وفات شیخ طاہر بن صالح الجزائری

شیخ طاہر الجزائری کی کتاب" التبیان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن علی طریق الاتقان" کے ٹائٹل والے صفحہ پر مولاناؒ نے لکھا ہے۔

توفی رحمه الله سنة ۱۳۳۸ھ وذکر ترجمته العلامة محمد کرد علی فی مجلة المجمع العلمی العربی دمشق الجزء الاول فی المجلد الاول۔

کہ" شیخ الجزائریؒ ۱۳۳۸ھ میں فوت ہوئے اور ان کا ترجمہ (مختصر حالات زندگی) علامہ محمد کرد علی نے مجلہ" المجمع العلمی العربی" دمشق شمارہ ۱ ج ۱ میں ذکر کیا ہے"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلب (دل) کے دو معنی

علامہ ابن قیم رح کی کتاب "التبیان فی اقسام القرآن" کے شروع کے صفحات پر بہت سے مختصر نوٹس ہیں، جن میں سے ایک انسان کے دل کے بارے میں ہے۔ ابن قیم رح نے دل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یطلق القلب علی معنیین "لفظ قلب کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک معنی ہیں: گوشت کا بنا ہوا صنوبری شکل کا جوفدار عضو، جو سینے میں بائیں جانب معلق ہوتا ہے۔ یہ (قلب) رُوح کا منبع ہے۔

قلب کے دوسرے معنی ہیں: ایک لطیف قسم کی ربانی رحمانی اور روحانی چیز جس کا اس عضو کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے۔ اور دراصل یہی انسانیت کی حقیقت ہے۔"

عقل دماغ میں ہوتی ہے یا دل میں؟

قدیم علماء و ائمہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے یا دل میں؟

بعض کا خیال ہے کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے، کیوں کہ بعض اوقات دماغ پر چوٹ لگ جانے سے انسان کی عقل ماؤف ہوجاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عقل دل میں ہوتی ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر سوچنے سمجھنے کا کام قلب (دل) سے متعلق بتایا گیا ہے۔ مثلاً افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا ۔ الخ۔

اس سلسلہ میں امام ابن قیم رح کی رائے جس کی طرف مولانا رح نے اشارہ کیا ہے، یہ ہے کہ عقل کی اصل اور بنیاد دل میں ہے اور اس کی انتہاء دماغ میں ہے۔ علامہ ابن قیم رح کی اس تحقیق سے اگرچہ گزشتہ دونوں آراء میں مطابقت اور موافقت پیدا ہوجاتی ہے، تاہم اس پر آج کل کی جدید تحقیق کی روشنی میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر عقل دل میں بھی ہوتی ہے تو پھر جس مریض کا دل نکال کر اس کی جگہ عارضی طور پر پلاسٹک کا دل لگا دیا جاتا ہے اس کی عقل کیوں اس سے متأثر نہیں ہوجاتی؟

ہاں اگر دل سے سینے میں بائیں جانب لٹکے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کے بجائے لطیفۂ ربانی مراد لیا جائے (جیسا کہ دل کے دو معنی پیچھے بیان کئے جاچکے ہیں) تو پھر اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسے کسی صورت بھی جسم انسانی سے باہر نہیں نکالا جاسکتا کہ اس پر یہ اعتراض وارد ہو کہ مریض کی عقل متأثر کیوں نہیں ہوئی؟

چوبیس ہزار سانس

ابن قیم رح نے کتاب "التبیان" میں ایک مقام پر انسان کے نظامِ تنفّس پر روشنی ڈالتے ہوئے ہوا، ناک، پھیپھڑوں اور دیگر اعضاء کی اہمیّت واضح کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کا ایک سانس لینے کا عمل کتنی چیزوں کا محتاج اور اللہ کی کتنی نعمتوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ ہر انسان دن رات (چوبیس گھنٹوں) میں چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اور یوں یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا صحیح معنوں میں شکر ادا کرنا انسانی بس سے باہر ہے۔

شرعی تکلیف سے آزادی؟

امام تقی الدین ابو اسحاق ابراہیم المقدسیؒ کی کتاب "الاستعاذة بالله من الشیطان الرجیم" کے شروع کے اوراق پر صفحہ ۶۸-۷۰ کے حوالے سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ نوٹ کیا ہے، جس میں شیطان ایک بدلی کی صورت میں ظاہر ہو کر اُن سے کہتا ہے کہ "اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں" تو شیخ پوچھتے ہیں: کیا تو وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں؟" تو وہ اس کا جواب دیئے بغیر پھر کہتا ہے: "اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں، میں نے تیرے لئے اپنی تمام حرام کردہ چیزیں حلال کر دی ہیں۔" تو شیخ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں: "تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو تو شیطان ہے۔" اس پر وہ بدلی بکھر کر فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے اور پھر شیخؒ کو اپنے پیچھے سے یہ آواز سنائی دیتی ہے: اے عبدالقادر: تو اپنی دینی سمجھ بوجھ کی وجہ سے مجھ سے بچ گیا ہے۔ ورنہ میں تجھ سے پہلے ستر انسانوں کو اس طریقے سے فتنے میں ڈال چکا ہوں۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ شیطان ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جوں ہی اُس نے کہا میں نے (حرام چیزیں تیرے لیے) حلال کر دی ہیں۔ میں فوراً اسے پہچان گیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحلیل و تحریم کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

مصنّف کتاب "الاستعاذة بالله" الخ نے اس واقعہ کے بعد ابنِ عربی کی کتاب "مواقع النجوم" سے درج ذیل قول نقل کیا ہے۔

"سلوک و ولایت کی بعض منزلوں میں ولی سے واقعی اس قسم کا خطاب کیا جاتا ہے اور اُسے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ میں نے تم پر حرام کیا تھا۔ اب تم وہ سب کچھ کر سکتے ہو۔ اور یہ خطاب بھی وہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ ہی کی طرف سے سُنتا ہے مگر اس سے مقصود ــــ (اس کی تعمیل نہیں بلکہ) محض اس کا امتحان ہوتا ہے۔

اس کے بعد امام مقدسیؒ ابن عربی کی اس رائے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہرگز نہیں۔ اس قسم کا خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے تاکہ انسان فتنے میں پڑ جائے اور اس زعم میں پڑ جائے کہ وہ خدا رسیدہ ہو چکا ہے۔ اور خود اللہ اس سے ہم کلام ہوا ہے۔ کیوں کہ جہاں جہالت ہوتی ہے وہاں شیطان کا داؤ بہت لگتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام جصّاص حنفی تھے یا معتزلی؟

رؤیتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ ان معرکۃ آراء مسائل میں سے ہے جو اہل سُنّت اور معتزلہ کے مابین مختلف فیہ رہے ہیں۔ دنیا میں اس کے شرعی عدم امکان پر دونوں متّفق ہیں۔ جب کہ آخرت میں اس کے وقوع کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل سُنّت قرآن وحدیث کے صریح دلائل کی بناء پر اس کے وقوع کے قائل ہیں۔ جب کہ معتزلہ کو اس سے انکار ہے۔

مشہور حنفی امام الجصاص نے اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں اس مسئلہ میں معتزلہ کا موقف اختیار کیا ہے اور اپنے موقف کے خلاف جانے والی نصوص کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر مولانا بھوجیانی لکھتے ہیں۔

"لا یبعد ان یکون الجصاص حنفیا فی الفروع ومعتزلیا فی العقائد"

یعنی "بعید نہیں کہ امام الجصاص فروع (فقہی مسائل) میں حنفی ہوں اور عقائد میں معتزلی ہوں"

(احکام القرآن للجصاص۔ ج ا ص ۲ اور ج ۳ ص ۵)

اجماعِ اُمّت کی حجیّت پر امام شافعیؒ کا استدلال

امام شافعیؒ کے تفسیری فوائد پر مشتمل امام بیہقی کی مرتّب کردہ کتاب "احکام القرآن" کے صفحہ ۳۹ پر درج ذیل واقعہ با سند مرقوم ہے۔

امام مزنیؒ اور امام ربیعؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن (امام) شافعیؒ کے پاس تھے کہ ایک شیخ آکر کہنے لگے کیا میں کوئی مسئلہ پوچھ سکتا ہوں؟ امام شافعیؒ نے فرمایا، پوچھیے! انہوں نے پوچھا: دین میں حجت کیا ہے؟ امام شافعیؒ نے فرمایا: کتاب اللہ! شیخ نے کہا: اور؟ امام شافعیؒ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت! شیخ نے کہا: اور؟ امام شافعیؒ نے فرمایا: اُمّت کا اتفاق واجماع! شیخ کہنے لگے: یہ اُمّت کے اجماع واتفاق کی بات آپ نے کہاں سے کہی ہے؟ کتاب اللہ سے؟ تو امام شافعیؒ کچھ دیر سوچ میں پڑ گئے۔ شیخ نے کہا: میں آپ کو (سوچ بچار کے لیے) تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ امام شافعیؒ کا رنگ متغیّر ہو گیا۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ دو دن تک گھر سے نہیں نکلے۔ تیسرے دن گھر سے نکل کر آئے ہی تھے کہ وہ شیخ پھر آگئے۔ آکر سلام کہا اور بیٹھ گئے اور اپنا سوال پیش کر دیا۔ امام شافعیؒ نے اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ پڑھ کر یہ آیت پڑھی۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ (النساء۔ ۱۱۵)

اور "جو شخص رسُول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اُس کے لیے ہدایت واضح ہو چکی ہے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی دوسرے راستے کی اتباع کرے تو جس طرف وہ پھرتا ہے ہم اُسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے" امام شافعیؒ نے فرمایا: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومنوں کے راستے کی اتباع فرض ہے۔ ورنہ اس کی مخالفت کرنے والے کو جہنم میں داخلے کی وعید نہ سنائی جاتی۔

شیخ نے یہ بات سن کر کہا: "سچ فرمایا آپ نے" اور اُٹھ کر چلے گئے۔

امام شافعیؒ فرمانے لگے: گزشتہ تین دن رات میں مَیں نے تین مرتبہ مکمل قرآن پڑھا، تب جا کر میں اس دلیل سے واقف ہو سکا۔

علامہ سیوطیؒ کا لقب "ابن الکتب"

علامہ سیوطیؒ کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" کا جو نسخہ مولاناؒ کے زیرِ مطالعہ رہا ہے، اُس کے ٹائیٹل پر جہاں علامہ سیوطیؒ کا نام لکھا ہے، مولاناؒ نے عبدالقادر العیدروس متوفی ۱۰۳۸ھ کی کتاب "النور السافر" ص ۵۴ سے درج ذیل فائدہ نقل کیا ہے۔

"علامہ سیوطیؒ ۸۴۹ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ کو وفات پا گئے۔ ان کو "ابن الکتب" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد ماجد بھی اہلِ علم میں سے تھے۔ کسی دن ان کو ایک کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے علامہ سیوطیؒ کی والدہ کو وہ کتاب لانے کے لیے کہا۔ وہ ان کے کتب خانے سے کتاب لینے کے لیے گئیں تو ان کو دردِ زہ شروع ہو گیا، چنانچہ علامہ سیوطی کو انہوں نے وہیں جنم دیا۔"

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ولادت کو دیکھا جائے تو واقعی "ابن الکتب" ہیں، لیکن ان کی کثرتِ تصانیف کو پیش نظر رکھا جائے تو وہ "ابوالکتب" کہلانے کے مستحق ہیں۔

علامہ خطیب تبریزیؒ صاحبِ مشکوٰۃ المصابیح کی تاریخ وفات

صاحبِ مشکوٰۃ المصابیح کے مفصل حالات کتبِ اسماء الرجال میں نہیں ملتے۔ یہی وجہ ہے کہ شارحینِ مشکوٰۃ (علامہ طیبی، ملّا علی قاری وغیرہ) میں سے کسی نے بھی صاحبِ مشکوٰۃ کی نہ تاریخِ ولادت لکھی ہے اور نہ تاریخِ وفات حتیٰ کہ شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کے فاضل ناشر شیخ زہیر الشاویش نے جب شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح شائع کی تو انہیں بھی اس کے مقدمہ میں یہ اعتراف کرنا پڑا۔

ولا نعرف تاریخ وفاته على الضبط كما لا نعرف تاريخ ولادته غير انا نستطيع الجزم بانه توفي بعد سنة (۷۳۷) وهي السنة التي اكمل فيها كتابه المشكوٰة.

"صاحبِ مشکوٰۃ کی تاریخِ ولادت کی طرح ہمیں ان کی وفات بھی بالضبط معلوم نہیں تاہم اتنا ہم یقین سے کہہ سکتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ان کی وفات ۷۳۰ھ کے بعد ہوئی تھی۔ کیوں کہ اس سال انہوں نے مشکوٰۃ کی ترتیب و تالیف مکمل کی تھی۔"

اس پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے اپنے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہے۔ وقد رأیت فی بعض فهارس مخطوطات مصر لم احفظه ان تاریخ وفاته کان سنة ۷۴۳ھ۔ "مخطوطات مصر کی کسی فہرست میں میں نے پڑھا تھا، جس کا نام اس وقت میرے حافظہ میں نہیں ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی تھی۔"

تقلید جامد اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تفسیر مظہری، ج ۲ ص ۶۴ پر " وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ " (سورہ آل عمران ۔ ۶۴) کی تفسیر و توضیح میں مرقوم ہے۔ اذا صح عند احد حديث مرفوع عن النبى صلى الله عليه وسلم سالما عن المعارضة ولم يظهر له ناسخ وكان فتوى ابى حنيفة رحمه الله مثلا خلافه وقد ذهب على وفق الحديث احد من الائمة الاربعة يجب عليه اتباع الحديث الثابت ولا يمنعه الجمود على مذهبه من ذلك كيلا يلزم اتخاذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله۔

"کسی کے نزدیک جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی صحیح حدیث مرفوعاً ثابت ہو جائے جو معارضہ سے محفوظ ہو اور اس کے لیے کوئی ناسخ حدیث بھی ظاہر نہ ہوئی ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتوے مثلاً اس کے خلاف ہو اور ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کا مذہب اس حدیث کے موافق بھی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس ثابت شدہ حدیث کی اتباع کرے اور اس کا مذہبی جمود اس سلسلہ میں اس کے لیے رکاوٹ نہ بنے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ہم میں سے بعض نے بعض کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے۔"

قبروں پر عُرس وغیرہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جاہل لوگ اولیاء اور شہداء کی قبروں پر جو کچھ کرتے ہیں، مثلاً ان کو سجدہ کرنا، ان کا طواف کرنا، ان پر چراغاں کرنا، اُن پر مسجدیں بنانا، اُن پر عیدوں اور میلوں کی طرح سالانہ اجتماع کرنا، جسے عُرس کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سب کام ناجائز ہیں۔"

(تفسیر مظہری، ج ۲۔ ص ۶۵۔ سورہ آل عمران)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیارِ مجلس اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی

حنفیہ اور شافعیہ کے مابین اختلافی مسائل میں سے ایک مشہور مسئلہ خیارِ مجلس کا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا سودا کرنے والے فریقین (بائع اور مشتری) میں سے ہر ایک کو سودا مکمل ہو جانے کے بعد بھی اس کے فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ جب تک کہ وہ اسی مجلس میں بیٹھے رہیں۔

شافعیہ اس کے قائل ہیں اور دلائل کے اعتبار سے یقیناً ان کا پلّہ بھاری ہے۔ چنانچہ بہت سے حنفی علماء نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ مگر "تقلیدِ جامد" پر یقین رکھنے والے علمائے حنفیہ نے خیارِ مجلس کو تسلیم نہیں کیا۔ جب کہ "تقلیدِ غیر جامد" کے قائل، حق پسند اور غیر متعصب حنفی علماء اس مسئلہ میں ہمیشہ امام شافعیؒ کی تائید کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس مسئلہ میں ان کا ساتھ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فالاولی ان یقال بثبوت خیار المجلس للمتعاقدین .... کیلا یلزم ترک العمل بالحدیث الصحیح (تفسیر مظہری، ج ۲، ص ۸۰ تفسیر سورۃ النساء)

"پس اولیٰ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے لیے خیارِ مجلس کا ثبوت تسلیم کر لیا جائے تاکہ صحیح حدیث پر عمل کا ترک لازم نہ آئے۔"

اِس کے برعکس تقلیدِ جامد کی جھلک دیکھنی ہو تو اسی مسئلہ پر مولانا محمود الحسن دیوبندی کی درج ذیل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

فالحاصل ان مسئلة الخیار من مهمات المسائل وخالف ابوحنیفة فیه الجمهور وکثیر من الناس من المتقدمین والمتاخرین صنفوا رسائل فی تردید مذهبه فی هذه المسئلة ورجح مولانا الشاه ولی الله المحدث الدهلوی قدس سره فی رسائل مذهب الشافعی من جهة الاحادیث والنصوص وکذلک قال شیخنا مدظلّه بترجیح مذهبه وقال: الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة ونحن مقلّدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة والله اعلم۔ (التقریر للترمذی ملحق جامع الترمذی)

"حاصل کلام یہ ہے کہ خیارِ مجلس کا مسئلہ اہم ترین مسائل میں سے ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف ہیں۔ اور متقدمین و متاخرین میں سے بہت سے لوگوں نے اس مسئلہ میں امام صاحب کے موقف کی تردید میں متعدد رسائل لکھے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بعض رسائل میں احادیث اور نصوص کے لحاظ سے امام شافعیؒ کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح ہمارے شیخ مدظلّہ بھی امام شافعیؒ کے مذہب کے راجح ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ امام شافعیؒ (کے مذہب) کو اس مسئلہ میں ترجیح حاصل ہے۔ اور ہم چونکہ مقلّد ہیں اس لیے ہم پر اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

نمازِ ظہر کا آخری وقت اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی

نمازِ ظہر کے اوّل وقت کے بارے میں سب متفق ہیں کہ زوالِ شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے آخری وقت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے جمہور ائمہ کے نزدیک وہ مثلِ اوّل (ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جانے) تک باقی رہتا ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ وہ مثلِ ثانی (ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے) تک باقی رہتا ہے۔ اس مسئلہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:۔

واما آخر وقت الظہر فلم یوجد فی حدیث صحیح ولا ضعیف انہ یبقی بعد مصیر ظل کل شئ مثلہ ولذا خالف اباحنیفۃ فی ھذہ المسئلۃ صاحباہ ووافقا الجمہور (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۲ تفسیر سورۃ النساء)

"اور باقی رہا ظہر کا آخری وقت تو کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں یہ بات نہیں ملی کہ وہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے دونوں شاگردوں (امام ابویوسف اور امام محمد بن الحسن الشیبانی) نے اس مسئلہ میں اپنے اُستاذ امام ابوحنیفہ کی مخالفت اور جمہور کی موافقت کی ہے"

ترکِ اسباب اور توکّل علَی اللہ

اس سلسلہ میں مولانا بھوجیانی نے تفسیر مظہری، ج ۲ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی انتہائی جامع اور جچی تلی رائے نوٹ کی ہے کہ توکّل علَی اللہ کا مفہوم ترکِ اسباب نہیں بلکہ ترکِ اعتماد علی الاسباب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسولِ اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ جب تم کسی کام کا عزم کر چکو تو اللہ پر توکل کرو۔ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکّل علی اللہ (آلِ عمران - ۱۵۹) قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر توکّل علَی اللہ کا مفہوم ترکِ اسباب ہوتا تو اللہ تعالےٰ اپنے رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو صحابہؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔ کیونکہ مشورہ بھی تو جملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے بلکہ اسباب کا اختیار کرنا اس مادی زندگی کے لوازم میں سے ہے۔ اس لیے کہ بغیر کھائے پیئے کون زندہ رہ سکتا ہے! جبکہ کھانا پینا بھی اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

جنّات کے لیے جنّت کی نعمتیں

علماء و ائمہ کا اس پر اتّفاق ہے کہ بُرے انسانوں کی طرح بُرے جنّات کو بھی جہنّم کی سزا دی جائے گی۔ البتہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات میں اختلاف ہے کہ نیک جنّات جنّت کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے یا نہیں۔ جمہور کا خیال ہے کہ نیک انسانوں کی طرح نیک جنّات بھی جنّت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔ جب کہ امام ابوحنیفہؒ جنّات کے جنّت میں داخلے اور وہاں کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اس پر مولانا بھوجیانیؒ نے تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۹۰ کے حوالے سے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی رائے بایں الفاظ نوٹ کی ہے۔

الجن منعمون فی الجنّة کالانس عند الجمهور خلافاً لابی حنیفة لکن صاحباه وافقا الجمهور وصوبه المفسر خلاف امامه ابی حنیفة۔

"جمہور ائمہ کے نزدیک انسانوں کی طرح جنّات بھی جنّت کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے اس کے برعکس ہے۔ لیکن ان کے شاگردان (امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) جمہور ائمہ کے ساتھ متفق ہیں۔ اور مفسر (قاضی ثناء اللہ) نے اپنے امام (ابوحنیفہؒ) کے برخلاف جمہور کی رائے کو درست قرار دیا ہے۔"

سایۂ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فضائل ومناقب بیان کرنا انسان کی سعادت مندی کی دلیل ہے لیکن بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ فضائل ومناقب کی فہرست میں جب تک اپنی طرف سے کچھ بے بنیاد باتوں کا اضافہ نہ کرلیں ان کی تسلّی نہیں ہوتی۔ بشریّتِ رسولؐ کی نفی اور سایۂ رسولؐ کا انکار اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بشر نہ ہونے کی وجہ سے واقعی سایہ نہیں تھا تو پھر جو لباس آپؐ زیب تن فرمایا کرتے تھے کیا وہ بھی بے سایہ ہوتا تھا؟ کیا اسے مادی دھاگوں کے بجائے نُور کی لہروں سے بُنا گیا ہوتا تھا؟ مگر عشق وجنوں کو یہ بات سوچنے کی فرصت کہاں!

مسند احمد بن حنبلؒ ج ۶ ص ۱۳۲ اور ۱۳۸ کے حوالے سے مولانا بھوجیانیؒ نے اثبات سایۂ رسولؐ کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث نوٹ کی ہے، جس میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ اُمّ المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے کسی وجہ سے ناراض ہوگئے تھے۔ دو ماہ تک ان کے ہاں آنا جانا متروک رکھا۔ وہ بالکل مایوس ہوگئیں۔ ایک دن اچانک دوپہر کے وقت انہیں اُن کی طرف آتے ہوئے کسی شخص کا سایہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ سوچنے لگ جاتی ہیں کہ آپؐ تو ناراضگی کی وجہ سے میرے ہاں مدت سے تشریف ہی نہیں لاتے پھر یہ آنے والا شخص کون ہوسکتا ہے؟ اتنے میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں تشریف لے آتے ہیں۔

اِس حدیث میں قابلِ توجّہ الفاظ ہیں۔ "فرأت ظلّه" کہ حضرت زینبؓ نے آپؐ کا سایہ دیکھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری کی تین شرحیں لکھیں

صحیح بخاری کی بہت سی شروح لکھی گئیں لیکن ان میں حافظ ابن حجرؒ کی "فتح الباری" کو جو امتیازی مقام حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ تاہم مولانا بھوجیانیؒ کا درج ذیل انکشاف اہل علم کے لیے خوش گوار حیرت اور حافظ ابن حجرؒ کی عقیدت میں مزید اضافے کا سبب ہے۔ مولاناؒ نے "مقدمہ فتح الباری" کے ٹائیٹل والے صفحہ پر یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

وكتب الحافظ شرحين اخرين لم يتما۔ احدهما اكبر من فتح الباری واخر ملخص منه قال السيوطیؒ وقد رأيت من هذا الملخص ثلاث مجلدات من اوله (نظم العقيان للسيوطی ص ۴۶ طبع نيويارك ۔ امريكه)

حنیف پردیسی

"حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری کی "فتح الباری" کے علاوہ دو اور شرحیں لکھی تھیں جو مکمل نہیں ہو سکی تھیں۔ ایک "فتح الباری" سے بڑی تھی اور ایک "فتح الباری" کی تلخیص تھی۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس تلخیص کی ابتدائی تین جلدیں دیکھی ہیں"۔

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے" کا ایک مفہوم

"فیض القدیر شرح الجامع الصغیر" ج ۳ ص ۵۴۶ سے مولانا نے ایک ایمان افروز اور دلچسپ واقعہ نوٹ کیا ہے جو ہدیۂ قارئین ہے:۔

"حافظ ابن حجرؒ جب قاضی القضاۃ تھے تو ایک دن اونٹ سواروں کی عظیم الشان جماعت کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک تیل فروش یہودی نے، جس کے کپڑے تیل میں لتھڑے ہوئے تھے اور جس کی ہیئت کذائی بڑی گھٹیا اور قبیح نظر آرہی تھی، آگے بڑھ کر ان کی سواری کی لگام تھام لی اور کہنے لگا: شیخ الاسلام! تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تمہارے نبی نے کہا ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ اور کافر کے لیے جنت ہے، تو (اپنی اور میری حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بتاؤ کہ) تم کونسے قید خانہ میں ہو اور میں کونسی جنت میں ہوں"؟

ابن حجرؒ نے فوراً جواب دیا کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کی نسبت سے میں اس وقت گویا کہ قید خانہ میں ہوں۔ اور تیرے لیے اس نے آخرت میں جو دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اس کی نسبت سے تو اس وقت گویا کہ جنت میں ہے، تو یہودی یہ جواب سن کر فوراً مسلمان ہو گیا"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنہا سفر کرنے کے شرعی حکم کی اصل نوعیّت

بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے والے شخص کو ایک شیطان (نافرمان) اور دو شخص مل کر سفر کریں تو ان کو دو شیطان (نافرمان) کہا ہے اور اگر تین شخص مل کر سفر کریں تو اس کی تحسین کرتے ہوئے انہیں جماعت اور قافلہ قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اکیلے سفر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے کم از کم دو ساتھیوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ جب کہ موجودہ حالات میں انسان کو اکثر و بیشتر اپنی کار اور موٹر سائیکل وغیرہ پر اکیلے سفر کرنا پڑتا رہتا ہے۔ ہر سفر کے لیے کم از کم دو ساتھی مزید تلاش کرنے کی پابندی اس کے لیے بہت مشکلات پیدا کر دے گی۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مولانا بھوجیانیؒ نے شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل رائے نوٹ کی ہے۔

" ممکن ہے اس حدیث میں جنگل اور صحرا کا سفر مراد لیا گیا ہو جہاں مسافر کو کم ہی کوئی دوسرا انسان نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں آج کل کا سفر داخل نہیں ہوگا، جو بہت زیادہ ٹریفک والی سڑکوں پر کیا جاتا ہے۔" (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ج ۱ ص ۹۳)

"ریاض الصّالحین" کا اُردو ترجمہ

ریاض الصالحین مطبوعہ مصر کے ٹائیٹل کے اندرونی صفحہ پر مولانا نے "ملحوظہ" کے زیرِ عنوان درج ذیل معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

"کتاب ریاض الصالحین کا ترجمۂ اُردو "ریاحین العابدین" کے نام سے مولوی احمد الدین بن شرف الدین ساکن کرم ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) نے ماہ صفر ۱۳۰۴ھ میں کیا جس کو مولانا عبدالغفور صاحب غزنویؒ نے مطبع فاروقی دہلی میں دو جلدوں میں طبع کیا۔ جلد اوّل صفحات ۵۲۴ تقطیع کلاں وجلد ثانی صفحات ۳۸۸ تقطیع ایضاً یعنی $\frac{۲۲+۲۹}{۴}$ اس طبع پر جناب قاضی طلا محمد پشاوری مرحوم کا یہ قطعۂ تاریخ طبع درج تھا:"

مُبارک بر اُولوالالباب کایں "تالیفِ جاں پرور
مترجم گشتہ بر عالم رسیدہ فیضِ عامِ آں
خوشا اہلِ کرامت آنکہ باحسنِ ادب دائم
کنند بر طاقِ دل از فرخی عالی مقامِ آں
برائے شاہدِ سُنّت وشاحِ گوہریں باشد
الٰہی نگسلاں تا حشر سلکِ انتظامِ آں
شود سیراب ویابد لذتِ کوثر بلا کُلفت
اگر یک جرعہ نوشد صاحبِ فکرت ز جامِ آں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوشتہ خامۂ مشکیں رقم بر صفحۂ ندرت
ریاضِ الصالحین دائم زہے سالِ تمامِ آں

۱۳۰۸ھ

خاتمۃ الطبع میں مولانا عبدالغفور نے لکھا کہ :۔

"اس سے پہلے میرے جدّ امجد مولوی عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے لاہور میں متن عربی چھپوا دیا تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی کتاب مثل اس کے تالیف نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے سب دوستوں کو وصیت کی ہے کہ اس کے پڑھنے پڑھانے کو لازم پکڑیں۔ روزمرہ ایک ورق یا ایک صفحہ بقدر فرصت پڑھ لیا کریں۔"

"اور عاجز نے اس کتاب میں محنت و عرق ریزی کی ہے۔ اس کے متن کو تین نسخوں سے مقابلہ کر کے صحیح و مکمل کیا اور اکثر حدیثوں کے ترجمہ و فوائد از سرِ نو لکھے۔" (ص ۳۸۸ جلد دوم)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ان اقتباسات سے غالباً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف علم حدیث اور عمل بالحدیث کی نشر و اشاعت میں کس قدر سنجیدہ اور متحرک تھے اور ہم اخلاف اس سلسلہ میں کس قدر لاپروا اور جمود کا شکار ہو گئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ہڈیاں مصر سے منتقل کرنے کا مسئلہ

مسند ابو یعلیٰ اور مستدرک حاکم وغیرہ کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بنی اسرائیل کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر وہ ملک مصر کو چھوڑ کر کہیں اور جانے لگیں تو ان کی ہڈیاں بھی ساتھ لیتے جائیں! اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے جسم بھی قبروں میں محفوظ نہیں رہتے جب کہ ایک دوسری صحیح حدیث میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے (مبارک) جسموں کو کھائے۔

اب یہ ایک اشکال ہے جسے حل کرنے کی غرض سے مولانا نے شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ افادۂ علمیہ نوٹ کیا ہے کہ "یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ہڈیوں" سے مراد ان کا پورا جسم ہے کیونکہ بعض اوقات جزو بول کر کُل مراد لیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں "قرآن الفجر" سے مراد "صلوٰۃ الفجر" ہے۔ چنانچہ درج ذیل حدیث میں صراحتہً ہڈیوں (عظام) کا لفظ بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے تو تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دوں جو آپ کی ہڈیوں کو اٹھا لے؟ (یعنی آپ کے جسم اطہر کو اٹھا لے) تو آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: کیوں نہیں۔ تو اس نے آپؐ کے لیے دو سیڑھیوں والا منبر بنا دیا۔" (ابوداؤد مع عون المعبود، ج ۱ ص ۴۲۱)

غیر مسلموں کے شعار اور لباس سے شدید نفرت

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ جیسا کہ اکثر احباب جماعت کو معلوم ہے، سر پر عمامہ یا ٹوپی وغیرہ رکھا کرتے، اور انتہائی سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے اور انگریزی لباس سے اُن کو شدید نفرت تھی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نیل الاوطار للشوکانیؒ، ج ۲ ص ۱۰۵ کے حاشیہ سے ایک اقتباس نوٹ کیا ہے جس کا مفہوم حسب ذیل ہے۔

"اور جن لوگوں کو اللہ نے گمراہ اور ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ ان کی بصیرت مٹ چکی ہے اور وہ جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عرب کے تاج اور مسلمانوں کے شعار یعنی عمامہ (پگڑی) سے منہ موڑ کر کافروں کے لباس، دشمنوں کی عادات اور انگریزوں کے شعار کو اپنا لیا ہے اور پھر انہوں نے اس پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ لوگوں کو دھمکیوں اور قتل کے ذریعے اس پر مجبور کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے! اُن کی جڑیں کاٹ دے! ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دے! اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ان کے شر سے محفوظ رکھے!"

اِسلامی حکومت کی نظر میں نماز کی اہمیت

قرآن و حدیث کی تعلیمات میں نماز کی جس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے، آج کے مسلمان حکمران اور عوام اسی قدر اس کے بارے میں غفلت اور لاپروائی کا شکار نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولاناؒ نے موطأ امام مالکؒ سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مشہور قول نوٹ کیا ہے، جو انہوں نے اپنے سرکاری عمال کو سرکلر کے طور پر جاری فرمایا۔ اور وہ حسب ذیل ہے:

"تمہارے تمام کاموں میں میرے نزدیک اہم ترین کام نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت اور محافظت کی وہ اس کے علاوہ دوسرے کاموں کی زیادہ حفاظت و محافظت کرنے والا ہوگا۔"

اسی طرح مولاناؒ نے نماز کی اہمیت کے سلسلہ میں موطأ امام مالکؒ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ وہ شہادت سے قبل جس رات زخمی ہوئے تھے اُسی رات کی صبح کو نمازِ فجر کے لیے انہیں بیدار کیا گیا تو انہوں نے ہاں! کہہ کر فرمایا:۔

ولاحظّ فی الاسلام لمن ترك الصّلوٰة۔

"اور اس شخص کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں جس نے نماز ترک کر دی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ ائمہ ثلاثہؒ کے اُستاذ ہیں؟

یہ بات تو اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے اور امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ گویا امام احمد بن حنبلؒ بھی اس طرح امام مالکؒ کے بالواسطہ شاگرد بنتے ہیں۔ البتہ یہ بات کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالکؒ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا نے علامہ محمد حبیب اللہ شنقیطیؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ موافق ۱۹۴۴ء) کی منظوم کتاب " دلیل السالك الی موطا الامام مالكؒ" اور اس پر انہی کے حاشیہ " اضاءة الحالك من الفاظ دلیل السالك" سے درج ذیل فوائد نوٹ کئے ہیں:

۱۔ " ابن کیران نے " شرح المرشد المعین" میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ تینوں ائمہ کے اُستاذ اور امام ہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ سے ملاقات کی ہے اور ان سے اخذ علم بھی کیا ہے بلکہ امام دارقطنیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے اور امام شافعیؒ نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ " امام مالکؒ میرے استاذ ہیں اور میں نے انہی سے علم حاصل کیا ہے" اور باقی رہے امام احمدؒ تو وہ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ لہٰذا وہ امام مالکؒ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے" (ص ۱۰۶)

۲۔ " بعض حنفی حضرات امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالکؒ سے اخذ علم کیا ہے، مگر ان کا یہ انکار واقعات کے خلاف ہے۔ چنانچہ کتبِ طبقات میں بعض حنفی حضرات کا اپنا قول ہے کہ " امام مالکؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر راوی ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں"۔ اور امام سیوطیؒ نے " تزیین الممالک" میں دو حدیثوں کی نشاندہی کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہیں۔ اور وہ دونوں حدیثیں " جامع المسانید" للخوارزمی (جسے حنفی حضرات عام طور پر مسند امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں) میں بھی موجود ہیں" (ص ۹-۸-۱۰۷)

۳۔ امام سیوطیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت کردہ جن دو حدیثوں کا تذکرہ کیا ہے اور جو " جامع المسانید" للخوارزمی میں موجود ہیں، مولانا بھوجیانیؒ نے بھی اپنے زیرِ مطالعہ رہنے والے اس کے نسخے (مطبوعہ حیدر آباد دکن) میں ان کی نشان دہی کی ہے، جو حسب ذیل ہے:

جامع المسانید، ج ا ص ۳۴۴ پر ایک حدیث یوں درج ہے:

" ابوحنیفة عن مالك بن انس عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال اذا صلّیت الفجر والمغرب ثم ادرکتهما فلا تعدهما۔ اخرجه الامام محمّد بن الحسن فی الآثار"

اسی طرح دوسری حدیث اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ پر یوں درج ہے۔

" ابوحنیفة عن مالك بن انس عن عبد اللہ بن الفضل عن نافع بن جبیر بن مطعم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انہ قال الایّم احقّ بنفسہا من ولیہا والبکر تستأذن فی نفسہا وصماتہا اقرارہا۔ اخرجہ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی فی مسندہ۔"

قبر نبوی پر "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہنا؟

"امام ابوحنیفہؒ نے نافع سے روایت بیان کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سُنّت یہ ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر پر قبلے کی طرف سے آؤ اور اپنی پشت قبلے کی طرف اور اپنا رُخ قبر کی طرف کر لو۔ پھر کہو السّلام علیک ایّھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (جامع المسانید، ج ۱ ص ۵۲۳)

اس روایت پر مولانا نے لکھا ہے کہ یہ منقطع ہے (یعنی سنداً ضعیف ہے)

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام مالکؒ کی رائے

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق امام مالکؒ کی رائے کے سلسلہ میں موطأ امام مالکؒ کی شرح "المنتقیٰ" للباجیؒ، ج ۷، ص ۳۰۰ سے مولاناؒ نے درج ذیل معلومات نوٹ کی ہیں۔

بلاغات امام مالکؒ میں سے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کعب الاحبار نے کہا: امیر المؤمنین! آپ وہاں نہ جائیں! کیونکہ ایک تو جادو کے دس حصّے کئے جائیں تو، نو حصّے وہاں ہیں (یعنی وہاں جادو سب سے زیادہ ہے) دوسرے وہاں فاسق جنّات ہیں۔ تیسرے وہاں مشکل العلاج (یا لاعلاج) بیماری ہے۔

"مشکل العلاج بیماری" کی وضاحت کرتے ہوئے امام الباجیؒ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بدعات یا وہ امور ہیں جو انسان کے دین کے لیے مہلک ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ابن حبیب کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے امام مالکؒ سے اس "مشکل العلاج بیماری" کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔ کیونکہ اس نے دو طرح سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ ایک ارجاء (عمل کو ایمان کی حقیقت سے خارج قرار دینے) کے ساتھ اور دوسرے احادیث و سُنن کو رائے کے ذریعے ٹھکرانے کے ساتھ۔"

پھر ابوجعفر دلودی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر یہ روایت غلطی سے محفوظ ہے اور صحیح ثابت ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مالکؒ کی زبان سے غصّے یا پریشانی میں اس قسم کے الفاظ نکل گئے ہوں گے۔ کیونکہ علماء بھی انسان ہی ہوتے ہیں بعض اوقات بشری کمزوری کی وجہ سے ان کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے بعد میں جب غصّہ اُتر جاتا ہے تو انہیں استغفار کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتا ہے۔

لیکن خود امام الباجیؒ کا خیال ہے کہ امام مالکؒ کی نسبت یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کے معروف علم و دانش دین و فضل اور گفتگو میں احتیاط پسندی کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی بھی مسلمان کے متعلق علی الاطلاق اس قسم کی بات بغیر تحقیق و ثبوت کے کہہ دیں۔ جب کہ عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق ان کا اکرام و احترام مشہور ہے حالانکہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق امام مالکؒ کی یہ رائے ہے کہ "وہ مسائل کا علم رکھتے ہیں"۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے کچھ احادیث بھی روایت کی ہیں اور ان کے شاگرد امام محمد بن الحسن نے امام مالکؒ سے موطأ کا سماع بھی کیا ہے۔ نیز ان کا انتہائی درجہ کا زہد و عبادت بھی مشہور ہے اور پھر یہ بھی کہ ان کی آزمائش ہوئی اور انہیں محض اس لیے کوڑے مارے گئے کہ وہ منصب قضاء قبول کر لیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا تو اس قسم کی شخصیت کے بارے میں امام مالکؒ ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو ان کے علم و فضل کے شایانِ شان نہ ہو۔

ملحدانہ تشکیکات کا اصل علاج

آج کل مستشرقین اور مسلم ممالک میں ان کے شاگردان آزادیِ اظہار اور تحقیق کے نام پر جو بھی جی میں آتا ہے کہہ دیتے اور لکھ دیتے ہیں۔ اور یوں مسلمانوں میں الحاد و تشکیک پھیلاتے رہتے ہیں اور بعض اوقات مسلّمات و ضروریاتِ دین کا بھی کھلا انکار کر جاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کے سدِّباب کے لیے کوئی حکمران غیرت میں اور کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا۔ اس سلسلہ میں مولاناؒ نے زرقانی شرح موطأ امام مالکؒ، ج ۳ سے قصۂ صَبیغ نوٹ کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

موطأ امام مالکؒ میں "ماجاء فی السلب فی النفل" کے عنوان کے تحت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے "انفال" کے متعلق بار بار سوال کر کے انہیں تنگ کیا تو انہوں نے فرمایا یہ شخص تو صَبیغ جیسا معلوم ہوتا ہے جس کی حضرت عمرؓ نے پٹائی کی تھی۔

زرقانیؒ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صَبیغ کے متعلق چند روایات بیان کی ہیں جن کا خلاصہ اور مفہوم حسبِ ذیل ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ملکِ شام کا ایک باشندہ آیا تو انہوں نے اس سے اہلِ شام کے حال احوال پوچھے، اس نے بتایا کہ وہاں صَبیغ نامی ایک شخص ہے جو قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں سوالات کرتا رہتا ہے اور اب وہ مدینہ آنا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب وہ یہاں آئے تو اسے میرے پاس ضرور لے کے آنا! ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ صَبیغ جب مدینے آیا اور یہاں بھی اس نے وہی کام شروع کر دیا تو وہ (شامی) اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا۔ وہاں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صَبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے اس کے لیے کھجور کی ٹہنیاں پہلے ہی تیار کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ اُس کی خوب پٹائی کی۔ حتیٰ کہ اس کا سر لہولہان ہوگیا اور وہ کہنے لگا: بس بس! امیر المؤمنین! میں اپنے سر میں جو چیز محسوس کرتا تھا وہ رفع ہوگئی ہے (یعنی میرے شکوک و شبہات دُور ہوگئے ہیں)

پھر حضرت عمرؓ نے اُسے جلاوطن کرکے بصرہ بھیج دیا اور حضرت ابُوموسیٰ الاشعریؓ کو لکھا کہ اس کے ساتھ کوئی شخص مجلس نہ کرے۔ چنانچہ جب بھی وہ کسی مجلس میں پہنچتا تو لوگ مجلس برخاست کرکے منتشر ہوجایا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ تک وہ اسی طرح رہا۔ پھر ایک دن وہ حضرت ابُوموسیٰ الاشعریؓ کے پاس آیا اور وہاں آکر اُس نے حلفیہ بیان دیا کہ اب میرے ذہنی شکوک و شبہات ختم ہوچکے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ صَبِیغ کی حالت درست ہوگئی ہے، تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ اب اس کا مجلسی بائیکاٹ ختم کردو۔ چنانچہ اُسے ختم کردیا گیا۔

حضرت عمرؓ کی اس ساری کارروائی سے معاشرتی طور پر اس کی شخصیت بُری طرح متاثّر ہوکر رہ گئی۔ چنانچہ پہلے تو وہ اپنی قوم میں سردار شمار ہوتا تھا مگر اب اُسے اپنی قوم کا ایک گھٹیا فرد سمجھا جانے لگا تھا۔

"فائدہ فقہیہ"

الزرقانیؒ کی شرح موطأ امام مالکؒ، ج ۲ کے ابتدائی صفحہ پر "فائدہ فقهیہ" کے زیرِ عنوان مولاناؒ نے درجِ ذیل عبارت لکھی ہے۔

یفهم من الزرقانی (ص۲۷۳) ان نکاح المُحرِم لا یصح فان عقد یفسخ عند مالك بطلقة للاختلاف فیه فیزال الاختلاف بالطلاق احتیاطا للفرج وقال الشافعی بلا طلاق الخ اقول ویمکن ان یتفرع من هذا ان نکاح الشغار وان کان بتعیین المهر لا یصح علی الصحیح لکن ان عقد لم یفسخ الا بطلقة للاختلاف فیه احتیاطا للفرج۔ واللہ اعلم" زرقانی (ص۲۷۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا احرام کی حالت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ لیکن اگر عقدِ نکاح ہوجائے تو امام مالکؒ کے خیال میں طلاق کے ذریعے ہی اسے فسخ کیا جائے گا تاکہ کسی قسم کا اختلاف باقی نہ رہے کیونکہ یہ فرج کا معاملہ ہے، اس میں احتیاط کا پہلو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حالتِ احرام کا نکاح بلا طلاق ہی فسخ کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ اس اصُول سے یہ فرع بھی نکالی جاسکتی ہے کہ وٹہ سٹہ کا نکاح، اگرچہ متعیّن حق مہر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، صحیح مذہب کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔ لیکن اگر عقدِ نکاح ہوجائے تو بغیر طلاق کے فسخ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے اور معاملۂ فرج ہونے کی بناء پر اس میں بھی احتیاط کا پہلو پیشِ نظر رکھا جانا چاہیئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیلمہ کذّاب کے مُؤذّن کی اذان

مسیلمہ کذاب جو رسُولِ اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عہد میں نبوّت کا جھوٹا مدعی بن کر اُٹھا تھا اور خلافت صدیقیؓ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ عجیب بات ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کا اقرار بھی کرتا تھا۔ اور اپنے متبعین سے بھی اس کا اقرار لیتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولاناؒ نے امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ "الحجج العقلیۃ والنقلیۃ" ص ۱۲۵ سے یہ عبارت نوٹ کی ہے۔

کان یقول مؤذنہ اشھد ان محمدًا(ص) ومسیلمۃ رسولا اللہ۔

"اس (مُسیلمہ کذّاب) کا مؤذّن کہا کرتا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد(ص) اور مسیلمہ دونوں اللہ کے رسول ہیں"

اہل حدیث و سُنّت اور دیگر فرقوں کے مابین فرق

اس سلسلہ میں مولاناؒ نے امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ "مذھب السّلف القویم فی تحقیق مسئلۃ کلام اللہ الکریم" ص ۵ اور ۶ سے بڑی معنی خیز اور بصیرت افروز عبارت نوٹ کی ہے، جس کا مفہوم حسب ذیل ہے۔

"حدیث و سُنّت سے نسبت رکھنے والے مسلمان دُوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح اور درست ہیں۔ اور ان میں وہ بھلائی پائی جاتی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی کیونکہ سُنّت کی اسلام میں وہی حیثیت ہے جو اسلام کی دوسرے مذاہب میں ہے جس طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں اور غیر مُسلموں دونوں میں خیر اور شر موجود ہے۔ لیکن مسلمانوں میں غیر مسلموں کے مقابلہ میں خیر زیادہ اور غیر مسلموں میں مسلمانوں کے مقابلہ میں شر زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اہلِ سُنّت اور غیر اہلِ سنّت کا معاملہ ہے کہ اہلِ سُنّت میں نسبتۃً خیر زیادہ، اور غیر اہلِ سُنّت میں نسبتۃً شر زیادہ پایا جاتا ہے"

رُوحانی فیض بذریعہ سماع و وجد؟

بعض لوگ موسیقی کو رُوح کی غذا کہتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ سماع اور قوّالی کی محفلوں میں حاصل ہونے والے کیف و سرور اور لذّت و فرحت کو "فیضِ رُوحانی" سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اُسے "فیضِ نفسانی" اور اسی طرح موسیقی کو "نفس کی غذا" کہنا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں مولاناؒ نے شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دلچسپ واقعہ نوٹ کیا ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:-

"میں ابتدائے عمر میں زاہدوں اور عابدوں کی ایک جماعت کے ہاں حاضر ہُوا۔ وہ لوگ اس طبقہ (صوفیاء) کے بہترین لوگوں میں سے تھے تو ہم نے ایک جگہ رات گزاری۔ ان کا ارادہ تھا کہ محفلِ سماع منعقد کریں اور ہمیں بھی اس میں شرکت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں۔ لیکن میں نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا تو انہوں نے میرے لیے بیٹھنے کی الگ جگہ مقرر کر دی۔ پھر جب سماع شروع ہوا اور اُن پر وجد و حال طاری ہو گیا تو بڑا شیخ میرا نام لے لے کر چیخنے چلانے لگا کہ اے فلاں! تمہارے لیے (فیض روحانی کا) عظیم حصّہ آیا ہے۔ آؤ! اپنا حصّہ لے لو! میں نے اپنے دل میں کہا، پھر بعد میں جب ہم اکٹھے ہوئے تو ان کے سامنے بھی اس کا اظہار کر دیا کہ "یہ حصّہ" تمہارے لیے تو حلال ہو سکتا ہے لیکن میرے لیے نہیں۔ کیوں کہ ہر وہ حصّہ (فیضِ روحانی) جو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریق سے حاصل نہیں ہوتا میں تو اس میں سے کوئی شے لینے کے لیے تیار نہیں اور ان لوگوں میں جو اصحاب علم و معرفت تھے، اُنہیں اچھی طرح پتہ چل گیا تھا کہ ان (وجد و حال کرنے والے) لوگوں کے ساتھ شیاطین تھے اور کچھ لوگ ان میں ایسے بھی تھے جو شراب کے نشے میں دُھت تھے۔"

امام ابنِ تیمیہؒ نے فیضِ روحانی کے بارے میں اُوپر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اور جو بات میں نے کہی ہے، اُس کا مطلب یہ ہے کہ اس فیضِ روحانی، عطا و بخشش اور وجد و حال کا سبب (گانا بجانا) چونکہ غیر شرعی ہے اس لیے نہ تو یہ اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت ہے۔ اور نہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشروع قرار دیا ہے، تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کسی کو کہے: آؤ ہمارے ساتھ مل کر شراب پیو! ہم تمہیں یہ مال دیں گے۔" یا یہ کہے اس بُت کی تعظیم بجا لاؤ! ہم تمہیں فلاں علاقے کی حکومت دے دیں گے۔" (رسالۃ العبادات الشرعیۃ لابن تیمیہؒ ص ۱۰۳)

انکارِ حدیث کی بُنیاد خوارج سے پڑی

" قاعدۃ فی المعجزات والکرامات" میں امام ابنِ تیمیہؒ نے ضمناً اَدلّہِ شرعیہ پر بھی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کون کونسی چیز دلیلِ شرعی یا حجّتِ شرعی ہے اور کون کونسی چیز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں کتاب اللہ اور ظاہرِ کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والی سُنّتِ متواترہ کو بالاتفاق "حجّتِ شرعیہ" قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں:۔

" رہی وہ سُنّتِ متواترہ جو ظاہرِ کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والی نہیں ہے' یا یُوں کہہ لیں کہ وہ ظاہرِ کتاب اللہ کی مخالف ہے' تو تمام سلف کے نزدیک وہ بھی قابلِ عمل (یعنی حجّتِ شرعیہ) ہے۔ البتہ خوارج یا بعض خوارج اس کو نہیں مانتے۔ اس لیے کہ ان کے اوّلین شخص نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رُوبرو، جب کہ آپ لوگوں میں مال تقسیم کر رہے تھے، یہ کہہ دیا تھا: کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی نہیں چاہی گئی (یعنی یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا تھا: افسوس ہے تجھ پر! میں تو یقیناً ناکام اور خسارے میں رہا۔ اگر میں نے عدل و انصاف نہ کیا۔"

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث موجود ہے جس میں یہ پُورا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اس شخص کی نسل میں ایسے لوگ (خوارج) پیدا ہوں گے جو دین اسلام سے ایسے صاف خارج ہو جائیں گے جیسے کسی شکار کو لگنے والا تیر اس کے اندر سے گزر کر بغیر خون لگے خارج ہو جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالاحدیث سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا یہ استدلال ــــ کہ خارجی منکرینِ سُنّت ہیں کیوں کہ ان کے پہلے شخص نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رُوبرو آپؐ کے تقسیمِ مال کے طریقہ (سُنّت) کو مسترد کردیا تھا ــــ نوٹ کرتے ہوئے مولاناؒ نے امام صاحب کو خوب دادِ تحسین پیش کی ہے اور اس پر لکھا ہے "تحقیقٌ بدیع" کہ یہ عجیب وغریب اور بے مثال تحقیق ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی شخصیت، ان کے افکار ونظریات کی تائید اور ان کے دفاع میں لکھے گئے نو۹ رسالوں کا مجموعہ جو مصر کے "مطبعہ کردستان" سے طبع ہوا تھا اور جس میں سب سے پہلا رسالہ "الرد الوافر علی من زعم ان من سمّی ابنَ تیمیة شیخَ الاسلام کافر" کے نام سے موسُوم ہے۔ اس کے ابتدائی سادہ اوراق میں مولانا بھوجیانیؒ نے بہت سی چیزیں نوٹ کی ہیں، جن میں چند ایک کا ذکر یہاں خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے متعلق علّامہ ابن الوادیؒ کے تأثّرات

اُوپر بیان کردہ مجموعۂ رسائل میں دو ایک رسالے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے حالات اور مناقب پر مشتمل ہیں۔ اس مناسبت سے مولاناؒ نے اس کے ابتدائی صفحہ پر "فصول مختارۃ من کتب التاریخ" (ص ۵۹ ج ۳) سے علّامہ عمر بن المظفر ابن الوادی کی کتاب "تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" کے حوالہ سے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں جن میں علّامہ ابن الوادیؒ نے امام ابن تیمیہؒ سے اپنی ملاقات کا واقعہ بیان کیا ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

"اور ان (امام ابن تیمیہؒ) سے میری ملاقات ۷۱۵ھ میں دمشق میں ان کی مسجد میں ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے فقہ، تفسیر اور نحو کے مسائل پر گفت گو کی تو اُنہوں نے میری گفت گو کو بہت پسند کیا اور میرے چہرے پر بوسہ دیا اور میں اُمید رکھتا ہُوں کہ میرے لیے یہ باعثِ برکت ہوگا اور پھر انہوں نے مجھے اپنا کوہِ کسروان کی لڑائی والا مشہور واقعہ بھی سُنایا اور ایک رات ان کے ہاں بیدار رہ کر میں نے دیکھا کہ وہ جواں مرد، صاحبِ مروّت اور اہلِ علم سے خصوصًا غریب الدیار اور مسافر اہلِ علم سے زبردست محبّت رکھنے والے انسان ہیں اور میں نے رمضان میں ان کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھی تو مجھے ان کی قراءت پر خشوع کے آثار اور ان کی نماز میں دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینے والی زبردست رقّت نظر آئی۔"

علّامہ ابن الوادیؒ مزید رقمطراز ہیں:۔

"اور جب امام ابن تیمیہؒ نے ۷۰۰ھ میں ڈاک کی سواری پر بیٹھ کر قاہرہ کا سفر کیا اور وہاں جا کر اُنہوں نے لوگوں کو جہاد پر اُبھارا، تو سرکاری طور پر ان کا جو یومیہ وظیفہ (دینار وغیرہ) مقرر تھا اور اسی طرح ایک دن ان کے پاس (سُلطان کی طرف سے) کپڑوں کی ایک گٹھڑی آئی تھی تو اُنہوں نے ان میں سے کوئی شئی بھی قبول نہ کی۔"

"اور اُنہوں نے عجیب طرح سے اپنی تربیت کر رکھی تھی۔ چنانچہ بارہا مصر، دمشق اور اسکندریہ کی جیلوں میں قید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، اور ان کی زندگی میں کئی نشیب و فراز آئے، اور کتنی ہی مرتبہ اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر مشکلات سے دوچار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔"

"شرح صحیح مسلم" فروخت کر کے کتاب "الرّد علی النّصاریٰ" خرید لی

اس سلسلہ میں الردّ الوافر ص ۱۰۱۔۱۰۴ سے مولاناؒ نے یہ دلچسپ واقعہ نوٹ کیا ہے۔

قاضی القضاۃ ابوحفص عمر بن موسیٰ المخزومی بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ شہاب الدین احمد بن راشد الملکاوی کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ شہاب الدین الحلبی ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "بعض لوگوں سے میں نے ایک بات سُنی ہے جو مجھ پر شاق گزری ہے کہ شیخ شہاب الدین الملکاوی نے شرح صحیح مسلم للنوویؒ کا نسخہ فروخت کر کے شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ کی کتاب الردّ علی النّصاریٰ خرید لی ہے۔" تو شیخ الملکاوی نے جواب دیا کہ "میرے پاس شرح صحیح مسلم کے دو نسخے تھے۔ ایک نسخہ فروخت کر کے "کتابُ الردّ علی النّصاریٰ" خرید لی ہے۔ اور اگر میرے پاس اس کا ایک ہی نسخہ ہوتا تو میں اُسے بھی فروخت کر دیتا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں جو کچھ ہے وہ مجھے معلوم ہے کیونکہ میں اُسے پڑھ چکا ہوں اور "کتاب الرد علی النّصاریٰ" میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے (وہ میں ابھی تک پڑھ نہیں سکا اس لیے) اس کی مجھے ضرورت ہے۔

شہرتِ شعرم بگیتی بعدِ من خواہد شدن

دنیا میں بڑے بڑے اصحابِ کمال ہو گزرے ہیں، لیکن تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت کم ایسے اصحابِ کمال ہوئے ہیں جنہیں ان کی زندگی ہی میں تسلیم کیا گیا اور ان کی قدر افزائی کی گئی بلکہ عام طور پر اصحابِ کمال ناقدریِ زمانہ کا شکار اور معاصرین کے حسد کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ اسی احساس کے پیشِ نظر مرزا غالب کو کہنا پڑا ع

شہرتِ شعرم بگیتی بعدِ من خواہد شدن

"دنیا میں میری شاعری کی حقیقی شہرت میرے مرنے کے بعد ہوگی" (جب کہ میرے معاصر، میرے حاسد بھی مر چکے ہوں گے)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں بھی علامہ الملکاویؒ نے اسی قسم کی پیش گوئی کی تھی، جسے مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ نے "الردّ الوافر" ص ۱۰۸ سے نوٹ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں :۔

"وھذا الشیخ تقی الدین بن تیمیۃ کلما تقدمت ایامہ تظھر کرامتہ و تکثر محبتہ واحبابہ"

"جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا، ان کی عزت و کرامت نمایاں ہوتی چلی جائے گی، ان کی محبت اور ان کے احباب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا :

چنانچہ علامہ الملکاویؒ کی اس پیشگوئی کی صداقت مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مزید نکھرتی چلی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے مصلحینِ اُمت امام ابنِ تیمیہؒ سے مستفید ہوتے اور مستفید ہونے کا مشورہ دیتے رہے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے بعض خطوط و مضامین میں اہلِ علم کو اور اُمتِ مسلمہ کے بہی خواہوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔

ابنِ عربی کے بارے میں مباہلہ

ابنِ عربی تاریخِ اسلام کی ایک ممتاز اور متنازعہ شخصیت ہے۔ اس کے فلسفۂ وحدت الوجود کی بناء پر شروع ہی سے کچھ لوگ اس کے شدید مخالف اور کچھ لوگ اس کے سخت حامی چلے آرہے ہیں۔ اس کے مخالف اسے ملحد اور زندیق تک قرار دیتے ہیں، جب کہ اس کے حامی اسے اولیاء اللہ اور تنقید سے بالاتر لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔ مخالفین میں بھی بڑے بڑے محدثین اور اہلِ علم شامل ہیں اور موافقین میں بھی۔ مخالفین میں نمایاں ترین شخصیت امام ابنِ تیمیہ کی ہے جنہوں نے فلسفۂ ابنِ عربی پر تند و تیز تنقید کی ہے مگر اس کے باوجود شخصیت ابنِ عربی کے بارے میں ان کی روش اور ان کی گفتگو انتہائی محتاط ہوتی تھی۔ چنانچہ "مذہب الاتحادیین" ص ۶۰ میں فرماتے ہیں۔

وهي مع كونها كفراً فهو اقربهم الى الاسلام لما يوجد فى كلامه من الكلام الجيد كثيراً ولانه لا يثبت على الاتحاد ثبات غيره بل هو كثير الاضطراب فيه...... والله اعلم بما مات عليه۔

"ابنِ عربی کا نظریہ اگرچہ کفر ہے تاہم وہ خود دوسرے متصوفین کی نسبت اسلام سے سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس کے کلام میں اچھی باتیں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ نیز وہ اپنے نظریۂ وحدت الوجود پر مضبوطی سے قائم بھی نہیں رہتا..... اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی موت کس حالت پر واقع ہوئی۔"

اسی طرح مجموعۃ الرسائل والمسائل، ج ۱ ص ۱۷۶ میں رقمطراز ہیں :۔

لكن ابن العربى اقربهم الى الاسلام واحسن كلاما فى مواضع كثيرة فانه يفرق بين الظاهر والمظاهر فيقر الامر والنهى والشرائع على ما هى عليه۔ الخ

"لیکن ابنِ عربی اتحادی وجودیوں میں سے اسلام کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس کا کلام بہت سے مقامات پر سب سے زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ وہ ظاہر اور مظاہر (خالق اور مخلوق) میں فرق کرتا ہے، اس لیے امر و نہی اور شریعت کو جوں کا توں تسلیم کرتا (اور واجب العمل گردانتا) ہے۔"

امام شوکانیؒ شروع شروع میں ابنِ عربی وغیرہ پر سخت تنقید بلکہ اس کی تکفیر بھی کرتے رہے ہیں، لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ دیکھئے "البدر الطالع" (ج ۲ ص ۳۲ تا ۳۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا موقف تقریباً ایک ہی ہے کہ ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود ان کے کشف میں غلطی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے اسے تو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ان کی ولایت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اس صورتِ حال میں مولانا بھوجیانیؒ نے صفی الدین محمد بن احمد کی کتاب "القول الجلی فی ترجمة ابن تیمیة الحنبلیؒ" (ص ۱۲۵) سے ایک مباہلہ نوٹ کیا ہے جو حافظ ابن حجرؒ کے اور ابنِ عربی کے ایک معتقد "المرین" کے درمیان منعقد ہوا تھا۔ اور جس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

"حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابنِ عربی کے بارے میں اس کے ایک عقیدت مند "المرین" کے ساتھ میری گفتگو ہوئی جو نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی، تو بات مباہلے تک جا پہنچی۔ میری طرف سے دعوتِ مباہلہ پیش ہوئی جو اُس نے قبول کر لی۔ چنانچہ لوگوں کے ایک اجتماع میں مباہلے کا آغاز ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ تم یُوں کہو:

"اے اللہ! اگر ابنِ عربی گمراہی پر تھا تو مجھ پر اپنی لعنت بھیج!"

اُس نے یہ الفاظ دُہرا دیئے، پھر میں نے کہا:

"اے اللہ! اگر ابنِ عربی ہدایت پر تھا تو مجھ پر اپنی لعنت بھیج!"

اس کے بعد ہم دونوں جُدا ہو گئے۔ کچھ دن یُوں ہی گزر گئے۔ ایک دن وہ کسی کے ہاں مہمان تھا۔ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر واپس گھر آ رہا تھا کہ راستے میں اُسے اپنے پاؤں پر سے کوئی نرم سی چیز گزرتی ہُوئی محسوس ہُوئی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا۔ اُنہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی، مگر گھر پہنچتے پہنچتے اس کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور صبح تک اُس کی موت واقع ہو چکی تھی۔

یہ ذوالقعدہ ۷۹۷ھ کا واقعہ ہے، جب کہ مباہلہ ماہِ رمضان میں ہوا تھا۔"

صاحب "القول الجلی فی ترجمة ابن تیمیّة الحنبلیؒ" کہتے ہیں کہ اس واقعۂ مباہلہ کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ حافظ ابنِ حجرؒ کے شاگرد حافظ بُرہان الدین البقاعی نے بھی اپنی کتاب "عنوان الزمان" میں اُسے مختصراً بیان کیا ہے اور اسے اپنے اُستاذ کی کرامت قرار دیا ہے۔ لیکن راقم کے خیال کے مطابق اس میں ایک اُلجھن ہے اور وہ یہ کہ اُوپر بیان کردہ ۷۹۷ھ سے مُراد اگر ۷۷۷ھ ہے تو اُس وقت حافظ ابن حجرؒ کی عمر صرف چار سال بنتی ہے کیوں کہ ان کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی تھی اور اگر اس سے مُراد ۸۷۷ھ ہے تو اس وقت تک حافظ ابن حجرؒ کی وفات ہو چکی تھی۔ کیونکہ ان کی تاریخِ وفات کتبِ تراجم میں ۸۵۲ھ درج ہے۔ البتہ فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵) میں حافظ ابن حجرؒ نے بعض ملاحدہ کے ایک متعصب حامی کے ساتھ اپنے ایک مباہلے کا ذکر کیا ہے۔ اگر اس سے مراد وہی مباہلہ ہے جس کا صاحب القول الجلی نے ذکر کیا ہے تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ صاحب القول الجلی سے تاریخ کی تعیین میں کوئی سہو ہوا ہے یا پھر کاتب و ناسخ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مایبغض ابن تیمیۃ الا جاھل او صاحب ھویٰ

"ابن تیمیہؒ سے جاہل بغض رکھتا ہے یا بدعتی"

الرد الوافر، ص ۲۶ سے مولانا نے یہ واقعہ نوٹ کیا ہے کہ قاضی ابوالبقاء محمد بن عبد البر السبکی (متوفی ۷۷۷ھ) نے دمشق کے "مدرسہ رواحیہ" میں درس دیا۔ پھر ان کے پاس "فرقہ قلندریہ" کا ایک گروہ آیا اور اُس نے کچھ مانگا۔ اُنہوں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو کچھ دے دیا جائے۔ پھر وہ وضو کر رہے تھے کہ "فرقہ حیدریہ" کا ایک گروہ آگیا اور اُنہوں نے بھی کچھ مانگا۔ قاضی ابُوالبقاء نے ان کے بارے میں بھی یہی حکم دیا کہ ان کو بھی کچھ دے دیا جائے۔ پھر جب قاضی ابُوالبقاء دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو کہنے لگے:۔

رحم اللہ ابن تیمیۃ کان یکرہ ھؤلاء الطوائف علی بدعھم۔

"اللہ تعالیٰ ابن تیمیہؒ پر رحمت نازل فرمائے! وہ ان گروہوں کو ان کی بدعات کی وجہ سے ناپسند کیا کرتے تھے۔"

راوی کہتا ہے کہ جب اُنہوں نے یہ بات کہی تو میں نے ابن تیمیہؒ پر لوگوں کی تنقید کا ذکر کیا تو فرمایا:۔

مایبغض ابن تیمیۃ الا جاھل او صاحبُ ھوی۔ الخ "کہ ابن تیمیہؒ سے یا تو جاہل انسان بغض رکھتا ہے یا بدعتی۔

جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے اس کی بات سمجھنے سے قاصر رہتا ہے جب کہ بدعتی اس کی بات کو سمجھ تو جاتا ہے لیکن اپنی بدعت اور ہوائے نفس کی وجہ سے حق بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔"

شیطان کی وسوسہ اندازی کا وقت

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الایمان (ص ۱۱۳) سے یہ فائدہ نوٹ کیا گیا ہے:

"شیطان زیادہ چھیڑ چھاڑ بندے کے ساتھ اس وقت کرتا ہے جب وہ اپنے رب کی طرف رجُوع وانابت کرنے اور اس کا قرب واتصال حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں کو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جو بے نمازوں کو نہیں آتے اور اسی طرح خواص اصحاب علم ودین کے دلوں میں عوام کی نسبت زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے علم وعبادت کے طلب گاروں کے ہاں ایسے ایسے وسوسے اور شُبہات پائے جاتے ہیں جو دوسروں کے ہاں نہیں پائے جاتے۔ اس لیے کہ دوسرے لوگ اللہ کی شریعت اور اس کے راستے پر چلتے ہی نہیں بلکہ وہ تو اللہ کی یاد سے غافل ہو کر اپنی خواہش پر متوجّہ ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی شیطان کی مطلوبہ چیز ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف علم و عبادت کے ساتھ متوجہ ہیں تو شیطان ان کا دشمن ہے۔ اور وہ انہیں اللہ سے دُور رکھنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پہلے "أعوذ باللہ من الشیطان الرّجیم" پڑھ کر شیطان مردُود سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آجائے۔"

فضیلت کا دار و مدار اجتہاد کی صحت پر ہے

بعض لوگ محض عقل و رائے کے زور پر اور قیاس و اجتہاد کے نام پر فقہ و عقائد میں نئے نئے مسائل تراشتے اور فرضی باتیں گھڑتے رہتے ہیں اور گھڑ رہے ہیں۔ عامۃ النّاس ایسے لوگوں کو بہت بڑے اصحابِ علم و فضل خیال کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ مولاناؒ نے اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ (ج ۵ ص ۲۵۲) سے یہ عبارت نوٹ کی ہے:

لیس الفضل بکثرۃ الاجتھاد ولکن بالھدی والسداد کما جاء فی الاثر ما ازداد مبتدع اجتھادا الا ازداد من اللہ بُعدًا۔

"فضیلت کا سبب کثرتِ اجتہاد نہیں بلکہ ہدایت اور اس پر استقامت ہے جیسا کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ بدعتی جتنا اجتہاد کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔"

دوسرے لفظوں میں امام ابن تیمیہؒ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ کسی عالم کے لیے یہ بات تعریف و فضیلت کا سبب نہیں کہ وہ زیادہ اجتہاد کرے بلکہ اس کے لیے قابلِ تعریف اور باعثِ فضیلت بات یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق اور صحیح اجتہاد کرے۔

"فرقۃ محمرۃ (کمیونسٹ؟) وتفصیل عقائدہم"

فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ج ۴ کے ابتدائی سادہ اوراق میں مولانا بھوجیانیؒ نے یہ مختصر سا نوٹ لکھا ہے۔

ص۲۱۲ فرقۃ محمرۃ (کمیونسٹ؟) وتفصیل عقائدہم"

صفحہ ۲۱۲ نکال کر دیکھا تو پتہ چلا کہ امام ابن تیمیہؒ نے وہاں شیعہ کے "فرقہ نُصَیْرِیّہ" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ان کے عقائد اور ان کے مختلف ناموں پر روشنی ڈالی ہے اور ان کا ایک نام "فرقہ محمرۃ" بھی بتایا ہے۔ "محمرۃ" کے معنی چونکہ سُرخ کے ہیں۔ اور عام طور پر کمیونسٹوں کو "سرخے" کہا جاتا ہے۔ نیز کمیونسٹ اپنے انقلاب کو "سُرخ انقلاب" سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لیے مولاناؒ نے "فرقہ محمرۃ" کا ترجمہ "کمیونسٹ" کیا ہے مگر سوالیہ نشان لگا کر اور وہ غالباً اس لیے کہ کمیونسٹ اور ان کا انقلاب متاخر دور کی چیزیں ہیں جب کہ "فرقہ محمرۃ" امام ابن تیمیہؒ سے بھی بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے کا ہے اور امام ابن تیمیہؒ آٹھویں صدی ہجری کے آدمی ہیں ۔

البتہ " فرقہ نُصَیریہ " یا " فرقہ محمرۃ " کے جو عقائد وہاں بیان کئے گئے ہیں وہ کمیونسٹوں کے خیالات و نظریات سے کچھ مختلف معلوم نہیں ہوتے ۔ الحاد و زندقہ اور بے دینی دونوں میں قدرِ مشترک کے طور پر نظر آتی ہے ۔ بلکہ یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے کیمونزم اور اس قسم کے دوسرے لادین فتنوں کا اصل ماخذ شیعہ اور ان کے " نصیریہ " اور " محمرۃ " قسم کے فرقے اور ان کے عقائد و نظریات ہی ہیں ۔

چنانچہ امام ابن تیمیہؒ سے فتویٰ پُوچھنے والے سائل نے اپنے استفتاء میں ان کے عقائد پر تھوڑی سی روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے ۔

" فرقہ نُصَیریّہ " کے لوگ شراب کی حلت ، تناسخ ارواح اور کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہیں ۔ بعث و نشور اور جنت و دوزخ کے بھی منکر ہیں ، پانچ نمازوں سے مُراد ان کے نزدیک پانچ نام ہیں ۔ یعنی علی ، حسن ، حسین ، محسن اور فاطمہ ، چنانچہ ان پانچ ناموں کا ذکر انہیں غسل جنابت ، وضو اور پنج وقتہ نمازوں کی دیگر شروط و واجبات سے کفایت کرتا ہے ۔ آسمانوں اور زمین کو ان کے معبود نے پیدا کیا ہے جو ان کے خیال کے مطابق علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہے چنانچہ ان کے نزدیک وہی آسمان میں معبود اور زمین میں امام ہے ۔ " وغیر ذٰلک من الخرافات " ۔

امام ابن تیمیہؒ نے استفتاء کے جواب میں لکھا ہے کہ " ان لوگوں کے کئی ایک نام ہیں ۔ مثلاً ملاحدہ ، قرامطہ ، باطنیہ ، اسماعیلیہ ، نصیریہ ، خرمیہ ، اور محمرہ ۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ بلکہ بہت سے بُت پرست مشرکوں سے بھی زیادہ کافر ہیں اور اہلِ اسلام کے حق میں حربی کافروں سے بھی زیادہ ضرررساں ہیں کیونکہ یہ لوگ جاہل مسلمانوں کے سامنے شیعیت اور موالات اہلِ بیت کا اظہار کرتے ہیں ، حالانکہ فی الحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ اُس کے رسولؐ پر نہ اُس کی کتاب پر یقین رکھتے ہیں نہ اس کے امر و نہی پر اور نہ ثواب و عذاب کو مانتے ہیں نہ جنت و دوزخ کو ۔

حضرت حسنؓ قتال کے معاملہ میں اپنے باپ سے متفق نہ تھے

امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ ، ج ۴ ص ۲۳۰ پر خود ساختہ " ائمہ معصومین " کی عصمت کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ حضرات معصوم ہوتے تو ایک تو ان سے کبھی غلطی سرزد نہیں ہونی چاہیئے تھی ۔ حالانکہ تاریخی طور پر کئی واقعات میں ان کا اپنے اقوال و فتاویٰ سے رجُوع ثابت ہے جو ظاہر بات ہے ان کے سابقہ اقوال و فتاویٰ کے نادرست ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔

دوسرے ، ان میں سے کسی ایک کی رائے ایک ہی معاملہ میں دوسرے سے متصادم اور مختلف نہیں ہونی چاہیئے تھی حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض معاملات میں ان کی آراء باہم مختلف ہوتی رہی ہیں ۔

اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں : ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقد کان الحسن فی امر القتال یخالف اباہ ویکرہ کثیراً ممّا یفعلہ ویرجع علی رضی اللہ عنہ فی آخر الامر الی رأیہ۔ الخ

"حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) قتال کے معاملہ میں اپنے باپ (علیؓ) کے مخالف تھے اور ان کے بہت سے کاموں کو ناپسند کرتے تھے اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی رائے کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔"

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کر لی تھی جس کے نتیجہ میں اُمتِ مسلمہ کی بکھری ہوئی طاقت پھر یکجا ہو گئی تھی اور اسلام دشمن قوتوں کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا تھا۔

شیطان کے چھ مطالبے اور پھر جنگ کی دھمکی

امام ابن قیمؒ نے مدارج السالکین (ج ۱ ص ۱۲۲) پر سات گھاٹیوں (سبع عقبات) کا ذکر کیا ہے جن میں شیطان انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مولاناؒ نے اس پر لکھا ہے۔ "من المباحث المهمّة" "یہ اہم ترین مباحث میں سے ہے۔" چنانچہ اس اہم ترین مبحث کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

شیطان انسان کا دشمن ہے وہ اسے گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دُور اور اس کی جنّت سے محروم ہو جائے۔ چنانچہ وہ انسان سے چند مطالبات کرتا ہے۔ اگر وہ ان میں سے کوئی بھی پُورا نہ کرے تو وہ بالآخر اپنا تمام لاؤ لشکر اکٹھا کر کے اس کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ پر اُتر آتا ہے۔

۱۔ شیطان کا انسان سے سب سے پہلا اور سب سے بڑا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کفر و شرک کا راستہ اختیار کر لے۔ اگر وہ اس کا یہ مطالبہ مان لے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور اس کی دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ بصورتِ دیگر وہ اپنی دشمنی کو زندہ و تابندہ رکھتے ہوئے

۲۔ دوسرا مطالبہ اس سے یہ کرتا ہے کہ اگر اُس نے دین کے راستے پر ہی چلنا ہے تو پھر کم از کم ایسے راستے پر چلے جو اعتقادی اور عملی بدعات پر مبنی ہو۔ اگر اس مطالبے کو بھی وہ مسترد کر دے تو پھر

۳۔ تیسرا مطالبہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔ اس کام کو اس پر آسان کرنے کے لیے اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے کہ "اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، اللہ غفورٌ رحیم ہے۔" توبہ کا دروازہ قیامت تک کے لیے کُھلا ہوا ہے، اس لیے گناہوں سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔" "جس طرح شرک کے ساتھ کوئی نیکی نافع نہیں ہوتی اسی طرح توحید کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں ہوتا۔" اس قسم کے خیالات سے وہ کبیرہ گناہوں کو اس کے لیے آسان اور مزیّن بنا دیتا ہے۔

کبیرہ گناہوں کے مقابلہ میں بدعات کا راستہ شیطان کو زیادہ پسند ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل بدعت کو توبہ کی توفیق کم ہی نصیب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔اس لیے کہ وہ بدعت کا ارتکاب نیکی سمجھ کر کر رہے ہوتے ہیں جب کہ عام گنہگار کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

پھر اگر انسان اللہ کی توفیق سے کبیرہ گناہوں سے بھی بچ نکلتا ہے تو پھر شیطان کا

۴۔ چوتھا مطالبہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ وہ کم از کم صغیرہ گناہوں کا تو مرتکب ہو۔اس کے لیے وہ اسے سمجھاتا ہے کہ چھوٹے موٹے گناہ انسان کا کچھ نہیں بگاڑتے۔کیوں کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی وجہ سے از خود مٹ جاتے ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے صغیرہ گناہوں کی اہمیت اس کے دل سے ختم ہو جاتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ ان پر اصرار کرنے لگ جاتا ہے اور یوں شیطان اپنی چال میں کسی حد تک کامیاب ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر انسان صغیرہ گناہوں کے بارے میں بھی شیطان کا مطالبہ مسترد کر دے اور ان پر اصرار اور تسلسل کرنے کے بجائے ان سے توبہ و استغفار کرتا رہے تو پھر

۵۔ پانچواں مطالبہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ انسان مباحات (جائز کاموں) میں اس قدر انہماک اور دلچسپی سے مشغول ہو جائے کہ سُنن و مستحبات ترک ہونے لگ جائیں۔پھر وہ ترکِ سُنن سے انسان کو ترکِ واجبات کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اسے نقصان پہنچا سکے۔

اگر کوئی خوش قسمت انسان یہاں سے بھی بچ نکلے اور اس کے مطالبے کو مسترد کر دے تو پھر اس سے شیطان کا

۶۔ چھٹا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ افضل اعمال کو چھوڑ کر مفضول، اور راجح کو چھوڑ کر مرجوح اعمال اختیار کرلے تاکہ علوِ مرتبت اور جنت میں بلندیٔ درجات سے محروم ہو جائے۔

اگرچہ دنیا میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے شیطان اس قسم کا کمزور مطالبہ کرتا ہوگا۔ تاہم وہ لوگ جب اس قسم کا مطالبہ پورا کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں تو پھر شیطان اپنا آخری حربہ ان پر آزماتا ہے اور وہ یہ کہ

۷۔ اپنے تمام انسانی دوستوں اور شیطانی ساتھیوں کو اس کے خلاف بھڑکا دیتا ہے اور وہ اسے ہر طرح سے پریشان کرنے کی کوششیں تیز کر دیتے ہیں۔گویا ایسے انسان کے خلاف شیطان کی طرف سے کھلا اعلانِ جنگ ہو جاتا ہے تاکہ صراطِ مستقیم سے اسے ہٹایا جاسکے۔

چنانچہ شیطان کے تمام کارندے اس کے خلاف متحرک ہو جاتے ہیں۔اسے ذہنی و جسمانی اور نفسیاتی و روحانی ہر قسم کی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں۔اس پر طعنہ زنی بلکہ سنگ زنی سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔اس کی عزت کو مجروح کرنے کے لئے افتراء پردازی سے بھی کام لے لیا جاتا ہے۔

یہ وہ گھاٹی ہے جس میں سے اللہ کے تمام نیک بندوں کو گزرنا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ اولیاء اللہؒ اور انبیاء اللہؑ کو بھی۔بلکہ یہی پاکباز ہستیاں ہیں جو اس منزل پر مردِ میدان ثابت ہوتی ہیں ورنہ بڑے بڑوں کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتِ کافرہ اور بدعتِ فاجرہ کے مابین ازدواجی تعلّق

مدارج السالکین (ج ا ص ۱۲۲) میں امام ابن القیمؒ نے بدعت کی دو قسمیں (اعتقادی اور عملی) بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دونوں قسمیں عام طور پر باہم لازم و ملزوم ہوتی ہیں یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص اعتقادی بدعتی ہو اور عملی بدعتی نہ ہو یا اس کے برعکس عملاً بدعتی ہو اور اعتقاداً بدعتی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں امام ابن القیمؒ نے دو ملفوظات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک امام ابن تیمیہؒ کا ہے، جسے مولانا بھوجیانیؒ نے نوٹ کیا ہے اور دوسرا کسی اور بزرگ کا ہے دونوں ملفوظات انتہائی دلچسپ ہیں۔

۱۔ تزوّجت الحقيقة الكافرة، بالبدعة الفاجرة، فتولد بينهما خسران الدنيا والاخرة

امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: حقیقتِ کافرہ کا بدعتِ فاجرہ سے ازدواجی تعلق قائم ہو گیا تو دونوں کے باہمی ملاپ سے دنیا اور آخرت نقصان تولد ہوا۔"

۲۔ تزوّجت بدعة الاقوال ببدعة الاعمال فاشتغل الزوجان بالعرس فلم يفجأهم الا واولاد الزنا يعيثون فى بلاد الاسلام تضج منهم العباد والبلاد الى الله تعالى۔

" قولی (اعتقادی) بدعت کی عملی بدعت کے ساتھ شادی ہو گئی تو زوجین شادی کے تقاضوں میں مشغول و مصروف ہو گئے۔ پھر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ناجائز اولاد (اعمالِ بدعت) نے اسلام کے ملک میں فساد مچا رکھا ہے، تمام بندے اور تمام ملک ان سے اللہ کی پناہ مانگ رہے ہیں۔"

مخلوق سے مانگنا ظلم ہے

امام ابن القیمؒ نے مدارج السّالکین میں توکّل کی بحث کے ضمن میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جسے مولاناؒ نے بھی نوٹ کیا ہے:

هو ظلم فى حق الربوبية وظلم فى حق الخلق وظلم فى حق النفس۔

"مخلوق سے مانگنا اللہ کی ربوبیت کے حق میں بھی ظلم ہے، مخلوق کے حق میں بھی ظلم ہے اور خود مانگنے والے کی ذات کے حق میں بھی ظلم ہے۔"

اللہ تعالےٰ چونکہ ربّ العالمین ہے، اس لیے اسی کا حق ہے کہ اس سے سوال کیا جائے لیکن جب کوئی شخص مخلوق میں سے کسی سے سوال کرتا ہے تو اس سے ایک طرف اللہ کا حق چھن جاتا، دوسری طرف مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا مقام دے دینا اور تیسری طرف سائل کا اپنے رب کی بجائے اپنے ہی جیسی محتاج مخلوق کے سامنے تذلل اور مسکنت کا اظہار کرنا لازم آتا ہے۔ اور یہ کام ہر اعتبار سے ظلم ہے۔ کیوں کہ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دینا۔ وضع الشئ فى غير محله۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ بدعت کی اقتداء میں نماز

دینی غیرت وحمیت ایک بہترین وصف ہے جو ہر مسلمان میں ہونا چاہیئے لیکن اس کے نام پر تنگ نظری اور تنگ ظرفی کی اشاعت کو کسی طرح بھی مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر افسوس! کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ان دونوں میں فرق و امتیاز کرنے سے قاصر ہیں جس کی وجہ سے ہمارے ہاں ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ کہنے، "نکاح توڑنے" اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی روش عام ہو چکی ہے۔

بلکہ ہمارے ہاں بعض جہالت مآب حضرات، لیکن اپنے اُوپر علم کی تہمت رکھنے والے ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کی دعوت وتبلیغ کی بنیاد ہی دوسروں کی تکفیر وتضلیل ہے۔ چنانچہ یہ لوگ بعض کتابیں ساتھ اٹھائے پھرتے ہیں اور علماء اور عوام الناس کو مخصوص عبارتیں دکھا دکھا کر ان سے پُوچھتے ہیں کہ ان کتابوں کے مصنفین کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا یہ مشرک یا کافر نہیں تھے؟

اگر وہ ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں فبہا، ورنہ وہ انہیں بھی کافر ومشرک قرار دے کر ان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیتے ہیں۔

ایسی صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ کا درج ذیل فتویٰ پڑھئے جو مولانا بھوجیانی رحمہ نے "مختصر الفتاویٰ المصریہ" لابن تیمیہؒ کے صفحہ ۶۲ سے نوٹ کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:-

فان اهل الحديث والسنة كالشافعي واحمد واسحاق وغيرهم متفقون على ان صلاة الجمعة تصلّى خلف البر والفاجر حتى ان اكثر اهل البدع كالجهمية الذين يقولون بخلق القرآن وان الله لا يرىٰ فى الاٰخرة ومع ان احمد ابتلى بهم وهو اشهر الائمة بالامامة فى السنة ومع هذا فلم تختلف نصوصه انه تصلى الجمعة خلف الجهمى والقدرى والرافضى وليس لاحد ان يدع الجمعة لبدعة فى الامام

لكن تنازعوا هل تعاد؟ على قولين هما روايتان عن احمد قيل تعاد خلف الفاسق ومذهب الشافعى وابى حنيفة لا تعاد۔

"اہلِ حدیث وسنت امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام نیک ہو یا فاسق و فاجر اس کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی جائے۔ حتیٰ کہ اکثر اہلِ بدعت مثلاً جہمی جو خلق قرآن کے قائل ہیں اور اس کے بھی کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ امام احمد بن حنبلؒ پر ان کی وجہ سے سخت ابتلاء بھی آئی اور ائمہ میں سنت کی امامت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ سب سے مشہور امام ہیں پھر بھی امام احمدؒ کی نصوص میں اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں کہ نماز جمعہ جہمی، قدری، رافضی کے پیچھے ادا کی جانی چاہیئے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ امام میں پائی جانے والی کسی بدعت کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز جمعہ ترک کر دے۔ البتہ اس قسم کی نماز کے اعادہ اور عدم اعادہ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے دونوں روایتیں مروی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز کا اعادہ کیا جائے۔ اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اعادہ نہ کیا جائے۔"

آزادیٔ افکار.....

کچھ لوگوں نے تقلیدِ شخصی یعنی ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو واجب کہا اور یوں فکرِ اسلامی پر پہرے بٹھانے کا شوق پورا کیا اور کچھ لوگ آزادیٔ فکر اور عدمِ تقلید کے نام پر صحابہ کرام کی اقتداء واتباع سے بھی بے نیاز ہو گئے اور یوں انہوں نے الحاد و بے دینی اور کتاب و سنت میں تحریف کا راستہ ہموار کیا۔

اس سلسلہ میں امام ابنِ تیمیہؒ کا یہ قول انتہائی توجہ کے قابل ہے، جو مختصر الفتاویٰ کے صفحہ ۵۵۶ سے نوٹ کیا گیا ہے۔

فمن ظن انه ياخذ من الكتاب والسنة بدون ان يقتدى بالصحابة ويتبع غير سبيلهم فهو من اهل البدع والضلال ومن خالف ما اجمع المؤمنون فهو ضال وفى تكفيره نزاع وتفصيل۔

"جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ کتاب و سنت سے براہِ راست، صحابہ کی اقتداء کئے بغیر احکام اخذ کر سکتا ہے اور صحابہؓ کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ اہلِ بدعت وضلالت میں سے ہے اور جس نے بھی اہلِ ایمان کے اجماع کی مخالفت کی وہ گمراہ ہے۔ اور اس کو کافر قرار دینے میں اختلاف و تفصیل ہے۔"

اس سے تھوڑا پیشتر امام صاحبؒ تقلیدِ شخصی کے بارے میں اپنے اس خیال کا اظہار کر چکے ہیں کہ کسی امتی کے اقوال و آراء کو تحلیل و تحریم کا معیار قرار دینا اسے منصب رسالت پر فائز کرنے کے مترادف ہے۔

جہیز کا مالک کون ہے؟

لڑکیوں کو ان کی شادی بیاہ کے موقع پر والدین کی طرف سے جو ساز و سامان دیا جاتا ہے اسے عربی میں "جِہاز" اور اُردو میں (غالباً اسی کا امالہ کرنے کے بعد) جہیز کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس جہیز کا شرعی طور پر مالک کون ہوتا ہے، لڑکی؟ اس کے والدین؟ یا اس کا خاوند؟

اس سلسلہ میں مولاناؒ نے امام ابن تیمیہؒ کی رائے نوٹ کی ہے کہ جہیز کی مالک خود لڑکی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اذا حملوا الجهاز مع البنت الى بيتها على الوجه المعروف فهو تمليك لها فلا تقبل دعوى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أمها أن الجهاز ملكها (مختصر الفتاوى ص ٦٠٩)

" جب جہیز معروف طریقے پر لڑکی کے گھر منتقل کر دیا جائے تو یہی اس کو اس کا مالک بنا دینا ہے۔ لہٰذا اس کی ماں اگر اس کے بعد اس کی ملکیت کا دعویٰ کرتی ہے تو قبول نہیں کیا جائے گا "

دین کی نعمت ہی حقیقی نعمت ہے

عام طور پر دنیوی آسائشوں اور دولت کی فراوانی کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کی دلیل سمجھا جاتا ہے، لیکن دین اس کے علم اور اس پر عمل کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت یا اس کی رضامندی کی دلیل قرار دینا تو درکنار اسے بالکل وقعت ہی نہیں دی جاتی، اسے قابل توجہ ہی نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہؒ کی عارفانہ رائے اس سلسلہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے جو ان کے رسالہ " الواسطۃ بین الخلق والحق " کے صفحہ ۷۷ سے نوٹ کی گئی ہے۔

نعم الدنيا بدون الدين هل هي من نعمة ام لا؟ فيه قولان مشهوران للعلماء، من اصحابنا وغيرهم والتحقيق انها نعمة من وجه وان لم تكن نعمة تامة من وجه واما الانعام بالدين الذي ينبغي طلبه فهو ما امر الله به من واجب ومستحب فهو الخير الذي ينبغي طلبه باتفاق المسلمين وهو النعمة الحقيقية عند اهل السنة۔

" دین کے بغیر دنیوی نعمتیں، نعمتیں ہیں بھی کہ نہیں؟ اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں۔ (ایک نفی میں اور ایک اثبات میں) اور تحقیقی بات یہ ہے کہ دنیوی نعمت مِن وَجہٍ (ایک اعتبار سے) نعمت ہوتی ہے، مِن کلِّ الوُجوہ (ہر اعتبار سے) نہیں ہوتی۔ دوسرے الفاظ میں دنیوی نعمت ناقص نعمت ہوتی ہے، کامل نعمت نہیں ہوتی۔

باقی رہی دین کی نعمت تو یہ وہ بھلائی ہے جس پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اسے طلب کرنا چاہیئے اور اہل سُنّت کے نزدیک یہی حقیقی نعمت ہے اور دین ـــــ جسے طلب کرنا چاہیئے ـــــ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کردہ واجبات و مستحبات ہیں "

تارکِ نماز یا رافضی کو رشتہ دینا؟

عام طور پر لڑکیوں کے لیے رشتہ تلاش کرتے وقت مطلوبہ شخص کی مالی حیثیت، خاندانی حیثیت اور اس کی شکل و صورت کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کے دین واخلاق کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی بلکہ غور کیا جائے تو ایسے مواقع پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بڑے دینداروں کی دینداری کی قلعی کھل جاتی ہے، جب اپنی بیٹی کے رشتہ کے سلسلہ میں وہ بھی دینی ترجیحات کے بجائے دنیوی ترجیحات کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں، حالانکہ رشتے ناتے کے سلسلہ میں خاص طور پر حکم ہے کہ دین و اخلاق کو ترجیح دی جائے۔

اور دین و اخلاق میں نماز کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لیے مولاناؒ کا نوٹ کردہ امام ابن تیمیہؒ کا درج ذیل فتویٰ ہماری خصوصی توجہ کا طالب ہے، اگرچہ آج کل کے "سیکولر" حالات میں یہ فتویٰ عجیب سا لگے گا، تاہم حقیقت حقیقت ہی ہوتی ہے، حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

ولا یصح لاحد ان ینکح مولیتہ رافضیًا ولا من یترك الصلوٰة (مختصر الفتاویٰ لابن تیمیہؒ ص ۴۳۳)

" اور کسی کے لیے صحیح نہیں کہ وہ اپنے زیرِ ولایت کسی عورت کا نکاح کسی رافضی یا کسی تارکِ نماز (سُنّی) کے ساتھ کرے۔"

غیر اللہ سے استمداد کی حقیقت

شیطان نے روزِ اوّل جو قسم اٹھائی تھی کہ میں انسان کو ہر ممکن طریقے سے گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا، اس کو پورا کرنے کے لیے وہ ہمیشہ سرگرم رہتا ہے۔ انسان کی تباہی و گمراہی کا کوئی موقع بھی ضائع نہیں جانے دیتا۔ اگرچہ اسے اس کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر وہ کئی رنگ اور کئی شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں مولاناؒ نے امام ابن تیمیہؒ کا بیان کردہ ایک دلچسپ واقعہ نوٹ کیا ہے۔ جو غیر اللہ سے استمداد و استغاثہ کی حیثیت اور اس پر مبنی بعض جہلاء کے بیان کردہ واقعات کی حقیقت کو طشت از بام کر دیتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

وکثیر ممن یستغیث بالمشائخ فیقول یا سیدی فلان! او یا شیخ فلان! اقض حاجتی فیریٰ صورة ذلك الشیخ یخاطبه ویقول انا اقضی حاجتك او طیب قلبك فیقضی حاجته او یدفع عنه عدوّہ ویکون ذلك شیطانا قد تمثّل فی صورته لما اشرك بالله فدعا غیرہ۔

وانا اعرف من هذا وقائع متعددة حتیٰ ان طائفة من اصحابی ذکر وا انهم استغاثوا بی فی شدائد اصابتهم احدهم کان خائفا من الارمن والاخر کان خائفا من التتر فذکر کل منهم انه لما استغاث بی رأنی فی الهواء وقد دفعت عنه عدوّہ فاخبرتهم انی لم اشعر بهذا ولا دفعت عنکم شیئا وانما هذا شیطان تمثّل لاحدهم فاغواہ لما اشرك بالله تعالیٰ۔

" اور بزرگوں سے استغاثہ و استمداد کرنے والوں میں سے بہت سے لوگ جب کسی بزرگ کا نام لے کر کہتے ہیں، کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے فلاں بزرگ! میری حاجت پوری کر دو! تو اسے فوراً اس بزرگ کی شکل نظر آتی ہے۔ جو اسے مخاطب کر کے کہہ رہا ہوتا ہے کہ "میں ابھی تیری حاجت پوری کرتا ہوں" یا "خاطر جمع رکھو!" پھر وہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے یا اس کے دشمن کو دور کر دیتا ہے۔ اور یہ دراصل شیطان ہوتا ہے جو (اس کے شرکیہ عقیدے کو پختہ کرنے کے لیے) اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس انسان نے غیر اللہ کو مافوق الاسباب مشکل کشائی کے لیے پکار کر اللہ کے ساتھ شرک کیا تھا۔

اور مجھے اس قسم کے متعدد واقعات معلوم ہیں حتیٰ کہ میرے پاس ساتھیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بعض سنگین حالات میں مجھ سے (غائبانہ) استغاثہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص ارمنوں سے اور دوسرا تاتاریوں سے خائف تھا۔

ان میں سے ہر ایک نے بیان کیا کہ جب اس نے مجھ سے استغاثہ کیا تو میں اسے ہوا میں (اڑتا ہوا) نظر آیا اور میں نے اس کے دشمن کو دور کر دیا تو میں نے انہیں بتایا کہ مجھے تو اس کا پتہ نہیں چل سکا اور نہ میں نے کسی چیز کو تم سے دور ہی کیا تھا"

اور یہ بھی دراصل شیطان تھا جو ان کے شرک باللہ کی وجہ سے انہیں گمراہی اور غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے — متشکل ہو کر ان کے سامنے آگیا تھا۔"

علامہ ابن حزمؒ کی ظاہریت اور باطنیت

علامہ ابن حزمؒ کے عبقری اور نابغۂ روزگار ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم وہ نبی اور معصوم نہیں تھے کہ ان کی ہر بات صحیح اور ہر موقف درست ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں ان کا موقف اس قابل نہیں کہ اسے بلاچون وچرا تسلیم کر لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے توحید الاسماء والصفات کے سلسلہ میں جہاں اشعری و ماتریدی اور جہمی ومعتزلی آراء ونظریات پر شدید تنقید کی ہے وہاں علامہ ابن حزمؒ کے خیالات پر بھی سخت گرفت کی ہے۔ چنانچہ جہمیہ وغیرہ کی تردید کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد يقرب من هؤلاء ابن حزم حيث رد الكلام والسمع والبصر وغير ذلك الى العلم مع انه لا يثبت صفة لله هي العلم ويجعل اسماء الحسنىٰ انما هي اعلام محضة فالحي والعالم والقادر والسميع والبصير ونحوه كلها اسماء اعلام لا تدل على الحياة والعلم والقدرة ۔

" اور ابن حزم بھی ان (جہمیہ، معتزلہ وغیرہ فلسفہ زدہ فرقوں) کے قریب قریب ہے۔ اس لئے کہ اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام، سمع، بصر وغیرہ کی تاویل کر کے ان سے اللہ تعالیٰ کا علم مراد لیا ہے، حالانکہ وہ علم کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر ثابت نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کو اس کے اسمائے اعلام قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حیّ (زندہ) عالم (علم والا) قادر (قدرت والا) سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) ایسے اسماء اس کے نزدیک اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ حیات، علم، قدرت وغیرہ اللہ کی صفات ہیں" (بلکہ ان میں سے ہر اسم لفظ "اللہ" کی طرح اسم عَلَم ہے جو کسی بھی صفت کے بجائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ذات پر دلالت کرتا ہے)

اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :۔

و ھذا یؤول الی قول القرامطۃ الباطنیّۃ و نحوھم نفاۃ اسماء اللہ تعالیٰ ۔

"اور یہ قول اپنے نتیجے کے اعتبار سے فرقہ قرامطیہ باطنیہ وغیرہ کے قول سے مختلف نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام اسمائے حُسنیٰ کے منکر ہیں"

گویا ابنِ حزم فقہی مسائل میں ظاہریؒ المذہب اور مسئلہ اسماء وصفات میں باطنیؒ المسلک ہیں ۔

امام غزالیؒ کی آخری پناہ گاہ ۔ کتاب و سُنّت

امام غزالیؒ اپنے فکر و فلسفہ اور زہد و تصوّف کی بناء پر تاریخِ اسلام کی ایک ممتاز ترین شخصیت ہیں ۔ ان کی زندگی کا ایک حصّہ فلسفۂ یونان کی تعلیم و تدریس اور اس کی خدمت میں گزرا اور دُوسرا حصّہ اس کی تردید و تغلیط میں صرف ہوا ۔ چنانچہ " تہافت الفلاسفہ" ان کے دوسرے دَور کی یادگار ہے جس نے فلسفہ کی دنیا میں غلغلہ برپا کر دیا تھا ۔

یہ کتاب لکھ کر امام غزالیؒ نے اگرچہ فلسفۂ یونان کی وہ تلوار جو مُدّت سے ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھی ، خود ہی توڑ دی تھی تاہم اس کا بقیۃ السیف پھر بھی تھامے رکھّا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بعد کی تصانیف میں بھی فلسفۂ یونان کے کچھ نہ کچھ اثرات باقی نظر آتے ہیں جنہیں امام ابنِ تیمیہؒ وغیرہ نے ہدفِ تنقید بنایا ہے ۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ "کتاب النبوات" کے صفحہ ۷۹ پر رقمطراز ہیں ۔

فان کلامہ برزخ بین المسلمین وبین الفلاسفۃ ففیہ فلسفۃ مشوبۃ باسلام واسلام مشوبۃ بفلسفۃ

www.KitaboSunnat.com

" امام غزالیؒ کا کلام مسلمانوں اور فلسفیوں کے درمیان برزخ کی حیثیّت رکھتا ہے ۔ کیونکہ ان کے فلسفہ میں اسلام کی آمیزش ہے اور ان کے اسلام میں فلسفہ کی آمیزش ہے "

اسی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر فرماتے ہیں ۔

وابوحامد بین علماءِ المسلمین وبین علماء الفلاسفۃ علماء المسلمین یذمّونہ علی ماشارک فیہ الفلاسفۃ ممّا یخالف دین الاسلام والفلاسفۃ یعیبونہ علی مابقی معہ من الاسلام وعلی کونہ لم ینسلخ منہ بالکلّیّۃ الی قول الفلاسفۃ ۔

" اور ابوحامد (امام الغزالیؒ) علمائے مسلین اور علمائے فلاسفہ کے بین بین ہیں ۔ علمائے مسلین ان کی اس لیے مذمت کرتے ہیں کہ وہ فلاسفہ کی خلافِ اسلام باتوں میں ان کے شریک ہیں ۔ اور علمائے فلاسفہ ان پر عیب لگاتے ہیں کہ ان کے ساتھ اسلام کا کچھ حصّہ باقی رہ گیا ہے اور انہوں نے کلّی طور پر ان کے فلسفہ کو قبول نہیں کیا "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصانیفِ غزالیؒ کا مطالعہ کیا جائے تو تقریباً سب ہی میں فلسفۂ یونان کی کسی نہ کسی حد تک آمیزش نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی "احیاء علوم الدین" جس کی بناء پر انہیں "حجۃ الاسلام" قرار دیا گیا، وہ بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفۂ یونانی اور حکمتِ ایمانی کی باہمی کش مکش ان کے دل و دماغ میں زندگی بھر جاری رہی ہے۔

تاہم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی نوٹ کردہ ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ امام رازیؒ وغیرہ کی طرح امام غزالیؒ بھی زندگی کے بالکل آخری ایّام میں کتاب وسُنّت کی خالص تعلیمات کی پناہ میں آ گئے تھے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وذکر عبد الغافر الفارسی فی "تاریخ نیسابور" انه استقر امره علی مطالعة البخاری ومسلم فکان آخر امره الرجوع الی الحدیث والسنّة۔

"اور امام غزالیؒ کے ہم عصر علامہ عبد الغافر الفارسی (ولادت ۴۵۱ھ وفات ۵۲۹ھ) نے اپنی کتاب "تاریخ نیسابور" میں ذکر کیا ہے کہ امام غزالیؒ (کی اندرونی کش مکش) کا معاملہ بالآخر بخاری ومسلم کے مطالعہ پر آکر ٹھہر گیا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آخر کار انہوں نے حدیث وسُنّت کی طرف رجُوع کر لیا تھا۔" (جامع الرسائل لابن تیمیہؒ۔ ص ۱۶۹)

بلکہ بعض مؤرخین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب امام غزالیؒ کی وفات ہوئی تو صحیح بخاری ان کے سینہ پر تھی۔

"الاشعریة مخانیث المعتزلة"

فلسفۂ یونان کی کتابوں کا جب عربی میں ترجمہ ہوا تو اس کے زیرِ اثر اپنے اپنے تأثر کی شدّت کے اعتبار سے لوگ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔ بہت زیادہ متأثر ہونے والے "جہمیہ" اس سے ذرا کم متأثر ہونے والے "معتزلہ" اور اس سے بھی کم متأثر ہونے والے "اشعریہ" اور "ماتریدیہ" کہلائے۔ الغرض فلسفۂ یونان سے تأثر پذیری ان سب کلامی فرقوں میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔

مگر وہ لوگ جو صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین کے علم وعمل پر مکمّل اعتماد کرتے تھے اور انہی کی زندگیوں کو اپنے لیے اُسوۂ حسنہ گردانتے تھے، وہ فلسفۂ یونان سے متأثر ہونے کے بجائے اس کی فتنہ سامانیوں کے مقابلہ کے لیے میدانِ عمل میں اُتر آئے اور یوں انہوں نے مسلکِ سلف کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ دورِ اوّلین میں امام احمد بن حنبلؒ اور بعد کے ادوار میں امام ابنِ تیمیہؒ کی زندگیاں اس سلسلہ کی بہترین مثالیں ہیں۔

"اشعریہ" اور "ماتریدیہ" اگرچہ اہلِ سُنّت ہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ اپنے اندازِ استدلال اور بہت سے کلامی مسائل میں "معتزلہ" وغیرہ سے متأثر ہیں۔ چنانچہ فلسفۂ یونان کے کئی ایک اصول "اشعریہ" اور "معتزلہ" دونوں کے ہاں مسلّمات کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے قدیم اور کائنات ومخلوق کے حادث ہونے پر استدلال کا انداز دونوں کے ہاں ایک جیسا ہے یعنی فلسفۂ یونان کے اصول واصطلاحات پر مبنی ہے اور قرآنی اسلوب سے ہٹا ہوا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے سلسلہ میں بھی دونوں کا موقف باہم ملتا جلتا ہے۔ دونوں ہی ان کی تاویل کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ معتزلہ وغیرہ جس اصُول کی بنیاد پہ تاویل کو ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اس پر "مردانہ وار" قائم رہتے ہیں اور کسی مقام پر بھی اس کی مخالفت نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ سب صفات کی تاویل کرتے ہیں۔ جب کہ اشعریہ وغیرہ چند صفات کو بلا تاویل مانتے ہیں۔ اور باقی سب کی تاویل کرتے ہیں۔ گویا وہ اپنے اصولِ تاویل پر "مردانہ وار" قائم نہیں رہتے۔ اشعریہ وغیرہ کے اسی متزلزل اور غیر مستحکم رویے کی وجہ سے بعض سلف نے ان پر یہ پھبتی کسی ہے جو مولانا بھوجیانیؒ نے "کتاب النبوات" لابن تیمیہؒ کے صفحہ ۵۴ سے نوٹ کی ہے کہ

"الاشعریۃ مخانیث المعتزلۃ" یعنی "اشعری مخنث قسم کے معتزلی ہیں"

"رسُول" اور "نبی" کے مابین فرق

"نبی" اور "رسول" کے مابین فرق کے سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ان میں صرف لفظی فرق ہے، معنوی اور حقیقی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کے نزدیک نبی اور رسُول اُس انسان کو کہا جاتا ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہو اور اسے اس وحی کی تبلیغ کے لیے (لوگوں کی طرف) مبعوث کیا گیا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ صاحبِ شریعت یا صاحبِ کتاب ہو تو وہ رسُول ہے ورنہ وہ نبی ہے۔

مولانا بھوجیانیؒ نے اس سلسلہ میں کتاب النبوات ص ۱۷۲ اور ۱۷۳ سے امام ابن تیمیہؒ کا موقف نوٹ کیا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ خبر بتائے اور وہ اللہ کی بتائی ہوئی خبر لوگوں کو بتائے۔ پھر اگر وہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے امر کی مخالفت کرنے والی کسی قوم کی طرف اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہو تو وہ رسول ہے۔ اگر وہ صرف کسی سابقہ شریعت پر عمل کرتا ہو اور اُسے کسی کی طرف اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا نہ گیا ہو تو وہ نبی ہے اور رسول نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سب سے پہلے رسول ہیں۔ کیونکہ انہیں اوّلیں مخالفینِ دین یعنی مشرکین کی طرف بھیجا گیا تھا جب کہ آپ سے قبل حضرت آدمؑ، حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہم الصّلوٰۃ والسّلام صرف نبی تھے کیونکہ انہیں مخالفین کی بجائے موافقین کی طرف مبعوث کیا گیا تھا تاکہ اللہ کی شریعت پر عمل کریں اور کرائیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے لے کر حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تک کا زمانہ دس صدیوں پر مشتمل تھا اور اس دور میں سب انسان دینِ توحید پر قائم تھے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک نبی اور ایک عالمِ دین کا کام آپس میں ملتا جلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔ کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" ولیس من شرط الرسول ان یأتی بشریعۃ جدیدۃ فان یوسفؑ کان رسولاً وکان علی ملۃ ابراھیمؑ وداؤدؑ وسلیمانؑ کانا رسولین وکانا علی شریعۃ التوراۃ ۔

" اور رسول کی شرطوں میں یہ بات شامل نہیں کہ وہ جدید شریعت والا ہو۔ کیونکہ حضرت یُوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول تھے حالانکہ وہ ملتِ ابراہیمی پر چلتے تھے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی رسول تھے، حالانکہ وہ دونوں توراۃ کی شریعت پر چلتے تھے۔"

امام ابن تیمیہؒ سے محبّت رکھنے والا ایک جنّ

جنّات اللہ تعالےٰ کی ایک غیر مرئی مخلوق ہیں اور انسانوں کی طرح شریعت کے مکلّف اور انہی کی طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے ہوتے ہیں، چنانچہ ان میں نیک، بد، مشرک، موحّد، غیر مسلم، ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، ملحد، بے دین ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اپنے ہم خیال اور اپنے ہم مذہب و مشرب انسانوں کے ساتھ تعلقِ خاطر اور دوستی بھی رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ نے خود اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو مولانا بھوجیانیؒ نے ان کی کتاب " الفرقان بین الحق والباطل " کے صفحہ ۱ سے نوٹ کیا ہے، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

تاتاریوں میں سے کچھ لوگ اگر مصر آتے تو میں ان کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کرتا۔ پھر جب ان میں سے کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا اور شہادتین کا اقرار کر لیتا تو میں حسبِ توفیق اسے کھانا کھلاتا۔

جن دنوں میں قلعہ مصر میں قید تھا تو ماردین (ترکی) کا ایک شہر) کے بادشاہ نے مصر کے بادشاہ کو کسی قاصد کے ذریعے یہ بتایا کہ " آج کل ابن تیمیہؒ ہمارے علاقہ میں ہے اور وہ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتا ہے اور جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے۔ اسے کھانا کھلاتا ہے۔ فلاں شہر کے امیر نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اور وہ خود اس سے ملاقات بھی کر چکا ہے۔"

میں چونکہ ابھی تک قید ہی میں تھا، اس لیے لوگوں نے اسے بہت بڑا واقعہ سمجھا۔ حالانکہ اس کی حقیقت صرف اتنی ہی تھی کہ ترکی کے علاقہ میں میرے رُوپ میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والا وہ شخص دراصل ایک جنّ تھا جسے مجھ سے عقیدت و محبّت تھی۔ اسی وجہ سے اس نے شکل و صورت بھی وہ اختیار کر رکھی تھی جو میری تھی اور کام بھی وہی کر رہا تھا جو میں کیا کرتا تھا۔ اس کا مقصود اس سے میرا اکرام و احترام تھا۔

کچھ لوگ میری یہ بات سن کر کہنے لگے کہ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی فرشتہ ہو؟ میں نے جواب دیا اس لئے کہ فرشتہ جھوٹ نہیں بولتا اور وہ شخص یہ کہہ چکا ہے کہ میں ابن تیمیہ ہوں حالانکہ اسے معلوم بھی ہے کہ وہ اس میں جھوٹا ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحٰق حسینویؒ
مانگا منڈی۔ لاہور

۴ر جولائی ۲۰۰۲ء
م
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

عُمر بھر کے راہنما

تعلیم کا آغاز

میرے خاندان کے سب لوگ ناخواندہ تھے۔ ویسے اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لکھوی خاندان اور غزنوی خاندان کا اثر تھا۔ ان دونوں خاندانوں سے تعلیم پانے والے عُلماء وقتاً فوقتاً ہمارے دیہات میں آتے رہتے تھے۔ ان کے وعظ و تلقین کی وجہ سے لوگ اہل حدیث مسلک سے منسلک تھے۔ مگر یہ زبانی کلامی ہی اہلحدیث تھے۔ قرآن و حدیث کی براہ راست تعلیم سے ناآشنا تھے۔ بعض لوگ حافظ محمد صاحب لکھوی کی کتاب احوال الآخرت اور مولوی عبدالستار صاحب کی کتاب قصص المحسنین وغیرہ پڑھ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر بدعات سے متنفّر اور سُنّت پر عامل تھے۔ دیہات میں علم پڑھانے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے نو دس سال تک لڑکے کھیل کُود میں عمر گزارتے تھے۔ آگے آہستہ آہستہ اپنے آبائی پیشہ کھیتی باڑی یا کسی اور پیشہ میں لگ جانے کی وجہ سے محروم رہتے تھے۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ اتنی ہی عمر میں ایک دن میں نے اپنے ہم عمر لڑکوں سے سُنا کہ مسجد میں پڑھائی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اس لئے اب چھوٹے چھوٹے سب لڑکے پڑھنے کے لئے مسجد میں جایا کریں گے۔

پڑھائی کا انتظام اس طرح ہوا کہ نو عمر بچوں کو اس طرح کھیل کود میں عمر گزارتے دیکھ کر گاؤں کے بعض لوگوں کو خیال آتا تھا کہ پڑھائی کا انتظام ہو جائے تو بچوں کی عمر اس طرح ضائع ہونے سے بچ جائے۔ حکومت کی طرف سے بھی ابھی تک دیہات میں سکول کھولنے کا رواج نہیں ہوا تھا۔ مسجدوں کے امام کچھ پڑھے لکھّے ہوتے تھے وہ جان بوجھ کر بچوں کو نہیں پڑھاتے تھے کہ یہ پڑھ کر ہمارے شریک بن جائیں گے۔ اگر کچھ پڑھاتے بھی تھے تو وہ زیادہ تر بچوں کو گھریلو کام میں مصروف رکھتے تھے۔ تعلیم کا کچھ نتیجہ نہ نکلتا تھا۔ یہ بچوں کی یا ان کے والدین کی خوش قسمتی سمجھئے کہ ملتان کے رہنے والے محترم جناب حافظ بشیر احمد صاحب پھرتے پھراتے ایک رات ہمارے گاؤں میں آگئے وہ بھی دراصل کسی جگہ کی تلاش میں تھے کہ اگر اچھی جگہ مل جائے تو بچوں کو پڑھانے کے لئے وہاں جم کر بیٹھ جائیں اور ساری عمر بچوں کی تعلیم میں گذار دیں۔ گاؤں کے معززین بھی اسی تلاش میں تھے کہ اگر کوئی اچھا آدمی مل جائے تو نو عمر بچوں کو پڑھنے کے لئے اس کے حوالے کر دیں۔ رات کو باتوں باتوں میں فریقین کو ایک دوسرے کا عندیہ معلوم ہوا۔ حضرت حافظ صاحب کہنے لگے مجھے کوئی بہتر گاؤں مل جائے تو میں بچوں کو پڑھانے کے لئے ساری عمر یہاں رہ سکتا ہوں۔ گاؤں کے معززین نے کہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں بھی کوئی ایسا آدمی چاہیئے جو جم کر بیٹھ جائے اور ہمارے بچوں کو تعلیم دے۔ فریقین کی رضامندی سے بچوں کی تعلیم کا انتظام ہو گیا۔ اور حضرت حافظ صاحب یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور وفات بھی اسی گاؤں میں پائی۔ دوسرے دن صبح کے وقت گھر گھر کے بچے پڑھنے کے لئے جناب حافظ صاحب کے سپرد کر دیئے گئے۔ ہفتہ عشرہ تک جس جس نے سنا اپنے اپنے بچے حافظ صاحب کے پاس داخل کروا دیئے۔ تقریباً دو ہفتہ تک پڑھنے والے بچوں سے مسجد بھر گئی۔ حافظ صاحب بچوں کو جم کر پڑھانے لگے۔ گاؤں کے لوگ جب دن کے وقت بھری ہوئی مسجد میں بچوں کو پڑھتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ دوسرے لوگوں کو بھی اپنے بچوں کو مسجد میں پڑھانے کے لئے داخل کرنے کی ترغیب دیتے۔ دو تین مہینے تک تو حافظ صاحب بچوں کو قاعدے سیپارے اور سادہ قرآن مجید ہی پڑھاتے رہے۔ چونکہ بچے سارا دن ہی پڑھتے تھے وقت کافی بچ جاتا تھا۔ پھر اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھانا اور ساتھ ہی تختیوں پر لکھانا شروع کر دیا۔ جو لڑکے کچھ زیادہ پڑھ سکتے تھے۔ ان کو فارسی کی پہلی اور دوسری کتابیں پڑھانا شروع کر دیں اور ساتھ ہی پہاڑے اور حساب کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھانے اور حساب سکھانے لگے۔ پھر دو تین سال کے بعد ابواب الصرف، صرف بہائی، صرف میر اور نحو میر بھی پڑھانے لگے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ قرآن مجید کا ترجمہ اور بلوغ المرام کے اسباق بھی شروع کرا دیئے۔

حافظ صاحب کے پاس مسجد میں طالب علموں کی بڑی رونق ہو گئی۔ ان کی تعداد ۸۰ تک پہنچ گئی۔ دوسرے دیہات سے بھی لڑکے پڑھنے کے لئے آنے لگے۔ انہی دنوں ہمارے گاؤں میں ایک سرکاری پرائمری سکول بھی کھل گیا۔ کچھ لوگوں نے اپنے بچے سرکاری سکول میں داخل کرا دیئے مگر اس وقت زیادہ دھیان بچوں کو مسجد میں داخل کرانے کا تھا۔ کیونکہ وہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اور سرکاری سکول میں صرف دنیاوی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا۔ اس لئے ابتداء میں سرکاری مدرسہ میں طلبہ کی تعداد کم تھی۔ سرکاری سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے گاؤں کے معززین اور حضرت حافظ صاحب کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ مسجد میں پڑھنے والے لڑکے بھی سکول میں داخل ہو جائیں۔ وہ صبح کے وقت دو گھنٹے حافظ صاحب کے پاس پڑھیں اور پھر کھانا کھانے کے بعد تقریباً نو بجے سرکاری سکول میں آجایا کریں تاکہ ان کی تعلیم مستحکم بنیادوں پر قائم ہو۔ تقریباً دو بجے کے بعد حافظ صاحب کے پاس پڑھنے کے لئے پھر پہنچ جایا کریں۔ یہ تجویز دونوں فریق نے منظور کر لی اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔ مسجد میں پڑھنے والے لڑکے چونکہ اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھ چکے تھے۔ لکھنا پڑھنا اور کچھ حساب بھی جانتے تھے۔ اس لئے ان کی استعداد کے مطابق جس جماعت کے وہ لائق تھے اس جماعت میں انہیں بٹھا دیا گیا۔

مجھے چوتھی جماعت کے قابل سمجھا گیا۔ مجھے چوتھی جماعت میں داخل کر لیا گیا۔ تقریباً آٹھ ماہ تک سکول میں پڑھنے کا موقع ملا۔ اس میں خوب محنت کی اور لکھنے پڑھنے میں جو کمی رہ گئی تھی اس کو دور کیا۔ اس وقت میں مسجد میں حضرت حافظ صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کیا کرتا تھا۔ جو دوران سال ختم ہو گیا۔ رمضان المبارک میں اس کو تراویح میں سنانا بھی ضروری تھا، ادھر سکول کا سالانہ امتحان رمضان المبارک کے ابتدائی دنوں میں مقرر ہوا۔ میرے گھر والے چونکہ مجھے دنیاوی تعلیم کی بجائے مذہبی تعلیم دلوانا چاہتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اس لئے میں نے چوتھی جماعت کا امتحان نہ دیا۔ اور کسی جگہ قرآن مجید سنانے کے لئے سوچنے لگا۔ ہمارے گاؤں میں اس وقت تک تراویح میں قرآن مجید سننے کا رواج نہیں تھا۔ اس لئے وہاں تو قرآن مجید سنانے کا امکان ہی نہ تھا۔ اس لئے منصوبہ بنا کہ حضرت حافظ صاحب کے بھائی جناب حافظ عبدالرشید صاحب جو اپنے آبائی گاؤں صدرپور ضلع ملتان میں بچوں کو قرآن مجید حفظ کرایا کرتے تھے۔ اور وہاں رمضان المبارک میں قرآن مجید سننے کا رواج تھا اور جو لوگ اپنے کھیتوں میں رہائش رکھتے تھے۔ خواہ دو ہی گھر ہوتے وہ بھی کسی حافظ کا انتظام کرتے اور پورا رمضان اس کا قرآن مجید سنتے تھے۔ اس لئے مجھے اور میرے ساتھی حافظ عبدالعزیز کو رمضان المبارک میں قرآن مجید سنانے کے لئے وہاں بھیج دیا گیا۔ اور رمضان المبارک کے بعد صدرپور سے تقریباً دو میل دور ایک گاؤں بوسن میں مذہبی تعلیم دینے کا ایک مدرسہ تھا، اس میں داخلہ لینا مقصود تھا اور پوری تعلیم حاصل کرنے تک وہاں ہی رہنا تھا۔ رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے ہم صدرپور ضلع ملتان میں پہنچ گئے۔ قرآن مجید سنانے کا کوئی معقول انتظام تو نہ ہو سکا۔ ایک حافظ صاحب کا ایک چھوٹے سے گاؤں میں قرآن مجید سنانے کا انتظام تھا۔ ہمیں بھی ان کے ساتھ لگا دیا۔ قرآن مجید تو وہی سنائیں گے۔ ہم صرف سامع ہوں گے اور کبھی موقع ملا تو دو چار تراویح ہم بھی پڑھا دیں گے۔ خدا کے فضل و کرم سے رمضان المبارک ختم ہوا تو ہفتہ عشرہ کے بعد جناب حضرت حافظ صاحب کے بھائی جناب حافظ عبدالرشید صاحب ہمیں موضع بوسن کے مدرسہ میں داخل کرانے کے لئے لے گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے پڑھانے والے استاد چلے گئے ہیں۔ اور دوسرے استاد کا اگلے ہفتے تک انتظام ہو جائے گا۔ ناظم نے کہا ایک ہفتہ تک یہ لڑکے جہاں رہتے ہیں وہاں رہیں۔ پھر پتہ کر لیں۔ اگر استاد کا انتظام ہو گیا۔ تو یہ آکر داخل ہو جائیں اور اگر کوئی انتظام نہ ہو تو پھر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب انتظام ہو۔ ہم ایک ہفتہ تک انتظار کرنے کے لئے موضع صدرپور آگئے۔ ایک ہفتہ انتظار کرنے کے بعد پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک کسی استاد کا انتظام نہیں ہو سکا۔ اور آئندہ معلوم نہیں کہ انتظام کب ہو ہم وہاں سے مایوس ہو کر تقریباً دو مہینے کے بعد واپس آگئے۔ اب گاؤں کے درس سے ہم فارغ ہو چکے تھے حضرت حافظ صاحب کے پاس سبق زیادہ شروع ہو چکے تھے۔ زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ اپنے گاؤں میں میں نے حافظ صاحب سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھی تھیں۔ پہلے دو سال میں قاعدہ سیپارہ، سادہ قرآن مجید اور اردو فارسی کی پہلی کتابیں اگلے تین سال میں قرآن مجید حفظ، فارسی عربی کی دوسری کتابیں صرف نحو کی کتابیں زرادی اور فصول اکبری نصف اول تک، نحو کی کتابیں شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو تک۔ ان کے علاوہ حساب اور تختیاں لکھنا، اس سے اگلے سال گلستان بوستان، بلوغ المرام نصف اول تک وغیرہ۔ اس سے اگلے سال لکھوکی کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ جو اسباق وہاں شروع ہوئے ان کا آگے ذکر آتا ہے۔

مدرسہ موضع لکھوکی ضلع فیروزپور میں داخلہ

میں اور میرا ساتھی حافظ عبدالعزیز بربلوی رمضان کے بعد صدرپور میں جہاں قرآن مجید سنانے کے لئے گئے ہوئے تھے، ایک قریبی گاؤں موضع بوسن میں دینی مدرسہ میں داخلہ کے انتظار میں رہے۔ وہاں پہلے مدرس جا چکے تھے، دوسرے استاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ابھی انتظام نہیں ہوا تھا۔ مدرسہ والوں نے چند دن انتظار کرنے کے لئے کہا۔ مگر وہ بھی گزر گئے۔ مدرس کا انتظام نہ ہوسکا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کوئی امید تھی۔ ہم تقریباً ایک مہینہ ضائع کرنے کے بعد مایوس گھر واپس آئے۔ گھر میں ہم حضرت حافظ صاحب سے پہلے ہی فارغ ہوچکے تھے اس لئے جہاں پڑھائی کا کوئی موقعہ نہ تھا کم وبیش ایک مہینہ پھر گذر گیا۔ میرے گھر والے تو علم سے محروم ہونے کی وجہ سے کوئی رہنمائی نہیں کرسکتے تھے وہ تو مجھے کسی مدرسہ میں بھیجنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن کیا پڑھنا ہے؟ کونسی تعلیم مفید ہے۔؟ کس تعلیم کے بچوں کو نزدیک بھی نہیں جانے دینا چاہیئے۔ یہ بچارے کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ ایک دن حافظ عبدالعزیز کے والد کے منہ سے میرے بھائیوں کو مشورہ دینے کے لئے یہ بات نکل گئی کہ بچوں کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ جب تک کوئی اور بہتر انتظام نہیں ہوتا ان کو لکھوکی بھیج دیں۔ میرے بھائی لکھوکی کے نام سے مانوس تھے اور ہر سال مدرسہ میں چندہ بھی دیا کرتے تھے۔ نیز یہ مدرسہ بھی ان کا ہم مسلک تھا۔ یہ نام سن کر فوراً تیار ہوگئے۔ ایک دو دن میں تیاری کرکے حافظ کے والد عبدالعزیز مجھے اور اپنے لڑکے حافظ عبدالعزیز کو داخل کرا گئے۔ میں اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان سمجھتا ہوں کہ اُس نے غلط کار مدارس سے بچاکر ہمیں ایک اہلحدیث مدرسہ میں داخلہ کی توفیق بخشی، جہاں مجھے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین پڑھنا نصیب ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان نہ ہوتا تو پتہ نہیں آج میرا کیا حال ہوتا۔ مدرسہ میں اکیلے مولانا محمد عطاء اللہ صاحب لکھوی مدرس تھے۔ صرف گنجائش کے مطابق زیادہ سے زیادہ دس بارہ طالب علم رکھتے تھے۔ اتنے ہمارے جانے سے پہلے ہی موجود تھے۔ ہمیں بھی رہنے کی اجازت دے دی گئی لیکن سبق مرضی کے مطابق نہ مل سکے۔ حصہ کے حساب سے یہ سبق ملے۔ فصول اکبری۔ کافیہ۔ قدوری اور ترجمۂ قرآن میں شرکت۔

اللہ تعالیٰ کا ایک دُوسرا عظیم احسان

ہم نے بلوغ المرام نصف حصہ تک پڑھی ہوئی تھی۔ اسباق میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے وہ یا اس سے اگلی کتاب مشکوٰۃ شریف تو نہ شروع ہوسکی جو ہم پڑھنا چاہتے تھے۔ دو چار دن کے بعد معلوم ہوا کہ ایک طالب علم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بھوجیانی جو ابتدائی علوم کے ساتھ دہلی میں صحاح ستہ پڑھ کر فنون کی باقی کتابیں پڑھنے کے لئے یہاں مدرسہ میں داخل ہیں۔ چند لڑکوں کو مشکوٰۃ شریف پڑھاتے ہیں۔ مولانا محی الدین لکھوی، مولانا معین الدین لکھوی اور چند دوسرے لڑکے کسی وقت مشکوٰۃ شریف پڑھتے ہیں کسی نے کہا تم بھی ان کے ساتھ شامل ہوجاؤ۔ ان صاحب کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے ہم ان کے سبق میں شریک ہوگئے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے پڑھانے کا طریقہ عجیب وغریب تھا، طالب علم سے بڑے آرام سے واضح طور پر حدیث پڑھواتے۔ کتر کتر کرکے، جلدی جلدی نہ پڑھنے دیتے۔ کوئی غلطی ہوجاتی تو اُس لڑکے کو خود ٹھیک کرنے کے لئے کہتے اگر ٹھیک کرلیتا تو اُس کی تحسین کرتے اور حوصلہ بڑھاتے ورنہ خود اصلاح کرتے، جب تک وہ غلطی طالب علم کے اچھی طرح ذہن نشین نہ ہوتی آگے نہ چلنے دیتے۔ جب عبارت صحیح ہوجاتی تو بڑے دل نشین طریقہ سے اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے، اس طرح سبق پورا ہونے کے بعد سبق میں آنے والا ایک ایک صیغہ پوچھتے، اس میں اگر کوئی تعلیل ہوتی اسے اگر پڑھنے والا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکا بتا دیتا تو بہتر ورنہ خود وضاحت کرتے۔ مختلف جملوں کی نحوی ترکیب بھی کراتے۔ اس طرح اطمینان سے سبق پڑھانے کے بعد لڑکوں کو دوبارہ سہ بارہ کہنے پر مجبور کرتے۔ اس طرح پڑھی ہوئی کتاب طلباء کو یاد ہو جاتی۔ اور انہیں پڑھنے کا فائدہ ہوتا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے سبق مشکوٰۃ میں ایک ہفتہ تو اجنبیت اور شرم وحیاء میں گذر گیا۔ پھر آہستہ آہستہ تعلقات بڑھنے لگے۔ مولانا نے باری پر مجھے پڑھنے کے لئے کہا۔ جیسا کہ سبق میں شریک ہر لڑکا اپنی باری پر عبارت پڑھتا۔ مولانا کے پڑھانے سے لڑکے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ اور اپنی باری میں ہر لڑکا پوری طرح تیار ہو کر کے جاتا تھا۔ ہر لڑکا یہی کوشش کرتا کہ اُس کی عبارت میں کم از کم غلطیاں ہوں مگر کچھ عرصہ کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میرے اور مولوی محی الدین لکھوی کے درمیان مقابلہ ٹھن گیا ہے۔ ہم دونوں ہی یہ کوشش کرتے تھے کہ عبارت پڑھنے میں دُوسرے سے غلطیاں کم ہوں۔ ہم سبق پڑھتے وقت ایک دوسرے کی غلطیاں گنتے۔ جس کی غلطیاں کم ہوتیں وہ خوش ہوتا۔ اور جس کی زیادہ ہوتیں وہ ندامت محسوس کرتا اور آیندہ پہلے سے زیادہ کوشش کرتا۔ اس طرح مقابلہ کرتے کرتے رمضان تک ہماری مشکوٰۃ کتاب الصیام تک یا کتاب الحج تک پہنچی۔ کتاب تو آدھی بھی ختم نہ ہوئی۔ مگر حدیث کی عبارت صاف ہوگئی جس کا آیندہ چل کر بڑا فائدہ ہوا۔ ایک دو مہینے کے بعد محسوس ہوا کہ مولانا ہر معاملے میں میری رہنمائی کرتے ہیں۔ اور مجھے وہی مشورہ دیتے جس سے میرا بھلا ہو۔ میں بھی ان کی ہر بات مانتا تھا۔ جو وہ فرماتے تھے۔ اور مولانا کی یہ فطرت تھی کہ طالب علمی میں بھی وہ جس لڑکے کو مستعد جانتے اور سمجھتے تھے کہ کچھ محنت کرنے سے وہ جوہر قابل بن جائے گا تو خصوصًا وہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ بہت سے طلباء ان کی توجہ اور رہنمائی سے کامیاب ہوئے اور فراغت کے بعد ملّت اور قوم کے بڑے بڑے اہم مناصب کامیابی کے ساتھ نبھائے۔

ان دنوں میں نے قرآن مجید تازہ تازہ یاد کیا ہوا تھا۔ منزل بھی بڑی کمزور تھی۔ مجھ سے پُوچھنے لگے۔ تم نے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد کسی حافظ کے سامنے تراویح میں بھی سُنایا ہے میں نے نفی میں جواب دیا۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ حفظ کی طرف میرا اتنا دھیان نہ تھا جتنا کہ اس کے حفظ کے لئے چاہیئے تھا، مولانا کو یہ بات معلوم تھی۔ خطرہ تھا کہ اسی طرح غفلت رہی تو پہلی محنت ضائع ہو جائے گی۔ ایک دن کہنے لگے کہ تمہاری منزل بہت کچی ہے اور تم محنت نہیں کرتے۔ اس طرح تو تم قرآن پاک بھول جاؤ گے۔ محنت کرو آیندہ رمضان میں تمہیں تراویح میں سنانا ہے۔ میں حیران ہوا کہ میری تو کسی کے ساتھ واقفیت نہیں اور منزل بھی کمزور ہے میں کیسے تراویح میں پڑھ سکوں گا۔ بڑے زور دار لہجے میں فرمانے لگے، ہمّت کرنے سے سب مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ آج سے غفلت چھوڑ دو، ہر روز ایک سپارہ یاد کر کے مجھے عصر کے بعد سنایا کرو۔ ابھی رمضان آنے میں تین چار ماہ باقی ہیں۔ ہمّت کرو گے تو اتنے عرصے میں قرآن مجید سنانے کے قابل ہو جاؤ گے، جگہ بھی میں تمہیں تلاش کر کے دے دُوں گا۔ کچھ پس و پیش کے بعد مولانا کے فرمانے کے مطابق میں نے ایک پارہ روزانہ عصر کی نماز کے بعد ان کو سنانا شروع کر دیا۔ میں بھی دل لگا کر محنت کرتا اور اس کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام سمجھتا۔ چنانچہ تین چار ماہ میں تین چار دفعہ قرآن مجید سُنانے سے منزل قابلِ اعتماد طور پر صاف ہوگئی۔

رمضان کی چھٹیاں ہونے میں تھوڑے دن باقی رہ گئے تھے کہ مولانا صاحب چند روز کے لئے گھر گئے واپس آئے تو مجھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلایا اور کہا خوش ہو جاؤ۔ میں تمہارا قرآن مجید سنانے کا انتظام کر آیا ہوں۔ جہاں میں کہوں رمضان سے ایک یا دو دن پہلے وہاں پہنچ جانا چند دن جو باقی رہ گئے ہیں ان میں خوب محنت کرو۔ مجھے شرمندہ نہ کرنا، جہاں تمہارے قرآن سنانے کا انتظام کیا ہے اس گاؤں کا نام میر محمد ہے۔ اور راجہ جنگ اسٹیشن سے دو میل دُور ہے اور جس حافظ صاحب کے آگے کھڑے ہو کر سنانا ہے ان کا نام حافظ محمد صاحب میر محمدی ہے۔ یعنی حافظ محمد یحییٰ صاحب میر محمدی کے والد صاحب جو بنگلہ بلوچاں میں تبلیغی مرکز کے ناظم ہیں اور وہاں سے ملک کے اطراف میں تبلیغی جماعتیں بھیجتے ہیں۔ اسی وقت مولانا عطاء اللہ صاحب نے میرے اور چند دوسرے طلباء کے لئے آیندہ سال کے لئے تعلیمی جگہ بھی متعین کر دی کہ اب تم حدیث کی عبارت اکثر صحیح پڑھ سکتے ہو۔ اس لیے پہلے صحاح ستہ پڑھ لو۔ اور اس کے بعد دوسرے فنون کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں جگہ دار السلام مسجد کلاں دہلی ہے جہاں حضرت مولانا عبد الجبار صاحب کھنڈیلوی پڑھاتے ہیں جو مسلک اہلحدیث کے سچے خادم ہیں۔ اور دورانِ تعلیم طلباء کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس مسلک کے علاوہ کوئی مسلک اچھا نہیں لگتا۔ یہاں سے مولانا صاحب نے میری تعلیمی رہنمائی شروع کی اور میں نے بھی اس سلسلہ میں اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ اور جو کچھ میں نے حاصل کیا اور جہاں تک پہنچا ان کی رہنمائی میں پہنچا۔ اگر ان کی رہنمائی نہ ہوتی تو شاید میں بھی دوسرے اکثر لڑکوں کی طرح چند مدرسے گھوم پھر کر واپس آجاتا۔ اور تعلیم کی گرانمایہ دولت سے محروم رہ جاتا اس لئے اس کو میں پہلے اللہ تعالیٰ کا ایک دوسرا عظیم احسان لکھ آیا ہوں۔

رمضان کی آمد اور میرا میر محمد میں وُرود

رمضان کے دس بارہ دن پہلے لکھوکی مدرسہ میں سالانہ چھٹیاں ہو گئیں۔ اس وقت امتحان کا کوئی رواج نہیں تھا۔ لڑکے رمضان کے دس بارہ دن بعد آتے۔ اور داخل ہو کر سبق شروع کر دیتے اور رمضان سے دس بارہ دن پہلے چھٹیاں کر کے گھر چلے جاتے امتحان نہ شروع میں ہوتا اور نہ آخر میں، چنانچہ اس دفعہ بھی اس طرح ہوا۔ چھٹی ہونے کے بعد سب طلباء اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ میں نے چونکہ رمضان میں قرآن مجید سنانا تھا اس لئے گھر جا کر بھی قرآن مجید کی منزل یاد کرنے میں لگا رہا۔ رمضان سے ایک دن پہلے میں راجہ جنگ کے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے چونکہ وہ رمضان اپنے بڑے بھائی حافظ عبد اللہ صاحب کے ساتھ میر محمد میں گذارنا تھا اس لئے وہ پہلے ہی وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی اس دن اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اس لئے راستہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہ پڑی، اسٹیشن سے تقریباً دو میل کا راستہ ہے۔ میر محمد دوسری سواریوں کے ساتھ لے کر مجھے چلے۔ اور گاؤں کے باہر شمال مشرقی کنارے میں پہنچے وہاں ایک کچی مسجد تھی۔ جس میں میں نے قرآن سُنانا تھا۔ اس وقت عصر کی نماز ہو چکی تھی۔ اُس دن اُستاذِ پنجاب حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی وہاں آئے ہوئے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد ان کی تقریر ہو رہی تھی۔ ہمارے عصر کی نماز پڑھنے تک ان کی تقریر ختم ہو گئی۔ مولانا عطاء اللہ صاحب مجھے لے کر انہیں ملے۔ مصافحہ کیا وہ تو ان کے واقف تھے۔ ایک دوسرے کی خیریت پوچھی۔ میں نے صرف مصافحہ کیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب پھر مجھے لے کر حافظ محمد صاحب سے ملے۔ جن کے آگے کھڑے ہو کر میں نے قرآن مجید سنانا تھا بڑا نورانی چہرہ، ہنس مکھ اور طلباء اور علماء سے بڑی محبت کرنے والے سادہ مزاج تھے۔ پوچھنے لگے یہ لڑکا ہے جس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنانے کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ مولانا صاحب نے جواب دیا، جی ہاں، بولے رمضان شریف تو کل شروع ہو جائے گا۔ یہ پڑھ بھی سکے گا۔ مولانا نے یقین دلایا کہ یہ پڑھ سکے گا اور میں نے اس کی منزل سُنی ہے۔ انشاءاللہ کامیاب رہے گا۔ فرمانے لگے پہلے تو اس اکیلے کا پروگرام تھا کہ یہ ایک ایک پارہ روز یاد کرکے سنا دیا کرے گا مگر اب ایک مشکل پڑ گئی۔ ہمارے عزیزوں میں سے ایک لڑکے حافظ سلیمان نے (جو علوم سے فارغ ہونے کے بعد موضع بھوئے آصل کے مدت العمر امام اور خطیب رہے ہیں اور آخر میں وفات بھی وہاں پائی) تازہ تازہ قرآن مجید یاد کیا ہے اس کے والدین کا بھی اس کا قرآن سُننے کا شدید تقاضا ہے۔ میں نے ان سے کہا، رمضان المبارک ایک مہینہ ہے اور سُنانے والے دو حافظ ہیں۔ اگر یہ پندرہ دن میں سُنا سکے تو میں حاضر ہوں، وہ مان گئے ہیں اور حافظ سلیمان بھی مان گیا ہے۔ اب اس کا کیا حال ہے، یہ پندرہ دن میں سنا لے گا یا نہیں، مولانا عطاء اللہ صاحب نے یقین دلایا کہ یہ بھی پندرہ دن میں سُنا لے گا اور اُمید ہے کہ حافظ سلیمان سے اِن شاءَ اللہ بہتر سنائے گا۔ حافظ صاحب خوش ہوگئے اور کہا کہ پھر کل پہلے تمہاری باری ہے خوب تیاری کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رات کو شروع کر دو

شعبان کی آخری تاریخ اور رات کو رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے بھئی برخوردار تیار ہو جاؤ۔ پہلے تمہاری باری ہے اور پارے ہر روز دو سنانے ہیں اور پندرہ رمضان کو قرآن مجید ختم کرنا ہے۔ میں نے بڑی خوشی سے اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی گزارش کی کہ میری آرزو اور شوق ہے کہ آپ روزانہ میرے ساتھ ایک دفعہ دَور کرنے کا موقعہ دیں۔ آپ بے تکلف اور بڑی خُوشی سے دَور کے لئے تیار ہو گئے۔ اور آٹھ نو بجے کا وقت مقرر کیا۔ پہلے تو میں اکیلا ہی دَور کرنے والا تھا۔ پھر حافظ سلیمان اور کوٹلی رائے ابوبکر کے حافظ عیسٰی صاحب بھی شریک ہو گئے۔ انہوں نے کسی مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا بلکہ اپنے شوق اور محبّت سے خود ہی حفظ کیا تھا۔ لُطف یہ ہے کہ زمینداری بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ قرآن مجید کی چند آیات بھی یاد کر لیتے تھے اور اس سال حضرت حافظ صاحب کو صرف منزل سنانے کے لئے آئے تھے۔ تراویح میں سنانے کے تو قابل نہیں تھے کیونکہ منزل بہت کمزور تھی۔ اور تلفّظ بھی صحیح نہیں تھا مگر ان کا شوق قابلِ داد تھا۔ حافظ سلیمان کی منزل بھی کمزور تھی۔ اور حافظ عیسٰی صاحب کی تو بہت ہی کمزور تھی۔ دورانِ دَور اگر ان سے کوئی غلطی ہوتی تو اس کو درست کرنے کے لئے اپنے ہونٹوں کو عجیب طرح سے حرکت دیتے اور عجیب آواز نکالتے مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آجاتی، چونکہ یہ اکثر ہوتا تھا اس لئے یہ دونوں مجھ سے خفا ہو جاتے اور غصّے میں آکر بد دعا بھی دیتے کہ تو ہنستا ہے، اللہ کرے تجھے بھی قرآن پاک بھول جائے۔ حضرت حافظ صاحب مُسکرا کر فرماتے، یُوں نہ بولا کرو۔ بد دُعا نہ دو۔ مجھے بھی ہنسنے سے منع کرتے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ میرا ہنسنا استہزاء یا تحقیر کے لئے نہیں تھا۔ محض ان کی عجیب طرح کی آواز اور ہونٹوں کی عجیب حرکت دیکھنے کی وجہ سے تھا۔ رات کو چاند نظر آگیا اور تراویح پڑھانے کے لئے میں پہلی دفعہ ایک بارعب، خدا خوف اور ماہر حافظ صاحب کے آگے مصلّے پر آیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں اچھّے طریقے سے منزل سنانے میں کامیاب ہوا۔ حضرت حافظ صاحب نے بھی شاباش دی۔ اور نمازی بھی خوش ہوئے۔ وتر پڑھانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت میں صف میں واپس آگیا۔ اور حضرت حافظ صاحب سے وتر پڑھانے کے لئے کہا۔ مگر حضرت حافظ صاحب نے یہ کہہ کر مصلے پر واپس بھیج دیا کہ تراویح میں کامیابی کے ساتھ پڑھ سکے ہو وتر بھی تم ہی پڑھایا کرو۔ چنانچہ ان کے فرمان کے مطابق پندرہ رمضان تک وتر بھی میں ہی پڑھاتا رہا۔ میں ہر روز حضرت حافظ صاحب کے ساتھ دَور شروع کرنے سے پہلے ایک دو دفعہ منزل دُہرا لیتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بھی مجھ پر بہت کنٹرول رکھتے تھے۔ مجھے محنت کرنے اور منزل کے بار بار کہنے پر زور دیتے رہتے تھے۔ دَور سے پہلے یا بعد میری منزل ایک دفعہ خود بھی ضرور سُنتے تھے۔ اگر کوئی وقت بچا تو اگلے سال کی تعلیمی تیاری کے لئے نسائی شریف کے کچھ اسباق بھی پڑھا دیتے تھے۔

جس طرح رمضان کا پہلا دن نہایت آسانی اور حضرت حافظ کی شاباش کے ساتھ شروع ہوا اسی طرح نہایت آسانی اور حضرت صاحب کی تحسین اور شاباش کے ساتھ پندرہ دن بھی گذر گئے۔ قرآن مجید ختم ہوگیا۔ حضرت حافظ صاحب بھی خوش تھے اور نمازی بھی خوش تھے۔ اب اگلے پندرہ روز کے لئے حافظ سلیمان کی باری آگئی۔ وہ بھی روزانہ دو سپارے پڑھتے تھے مگر کچھ دقّت کے ساتھ۔ بیس رمضان تک حضرت حافظ صاحب نے حافظ سلیمان صاحب کے دس سپارے سُن لئے۔ بیسویں تاریخ کو ظہر کے دقت سُنا کہ حضرت حافظ صاحب لکھو کے ضلع فیروز پور میں سیّد محبوب شاہ مشہور اہلحدیث عالم اور مولانا عبدالرحیم کے والد صاحب کی معیّت میں رمضان کا آخری عشرہ گزارنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ اب رمضان کے بعد ہی آئیں گے۔ اب حافظ سلیمان صاحب کا قرآن مجید سُننے کے لئے میں ہی رہ گیا۔ معمول کے مطابق روز ان کے ساتھ دَور ہوتا اور رات کو تراویح میں سُنتا تھا۔ رمضان ختم ہونے کے بعد میری اور ان کی ایسی جدائی ہوئی کہ پھر کسی مدرسہ میں اکٹھا پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ایک آدھ دفعہ اتفاقاً راستہ میں ملاقات ضرور ہوئی کہ ان کا پیمانہ زندگی لبریز ہوگیا اور اللہ تعالےٰ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانّا الیہ راجعون اللہ تعالےٰ رحمت فرمائے اور کرم کرے اور مرحوم کو جنّت الفردوس میں اونچا مقام عطا فرمائے۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مدرسہ دارالسّلام دہلی میں داخلہ

مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی نے طلباء میں سے حافظ محمد صاحب بھٹوی، مولوی محمد اسماعیل صاحب برکھائی والے، حافظ عبدالرحمان صاحب صافوی، مولوی قدرت اللہ صاحب بڈھیماوی، مولانا عبدالجبار صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب جیسنوی کا ایک گروپ چھٹیوں سے پہلے ہی رمضان کے بعد متصل دورہ حدیث پڑھنے کے لئے دہلی میں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی کے مدرسہ میں داخلہ کے لئے تیار کر دیا تھا اور ہر ایک سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ وہ رمضان کے بعد ضرور دہلی جائیں گے۔ مجھے بھی خصوصًا اسی جماعت میں جانے کا حکم تھا۔ میں تو رمضان میں بھی ان کے ساتھ اکٹھا رہتا تھا۔ بلکہ میرا قرآن مجید بھی ان ہی کی خصوصی شفقت سے ضبط ہوا اور انہی کی تنگ ددو سے حضرت حافظ محمد صاحب میر محمدی نے تراویح میں سُنا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ان ہی احسانات کی وجہ سے میں نے ان کو اپنی تعلیم میں راہنما بنایا، آیندہ جو کچھ بھی میں نے کیا وہ سب مولانا عطاء اللہ صاحب کی بے لوث اور مخلصانہ راہنمائی کا مرہونِ منّت ہے۔ مولانا صاحب نے مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر رہنمائی کی اور میں نے ہمیشہ اُنہیں اپنا بڑا بھائی سمجھ کر ان کی راہنمائی کے مطابق عمل کیا۔ اور جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا زندگی کے ہر موڑ پر اُنہوں نے میری راہنمائی فرمائی اور میں نے ان کی ہی ہدایت پر عمل کرکے بڑا کسب فیض کیا۔ رمضان ختم ہوتے ہی اُنہوں نے مجھے حکم دیا کہ پندرہ شوال تک لازماً حافظ محمد صاحب بھٹوی کے ساتھ دہلی پہنچ جانا ہوگا اور حضرت مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی کے مدرسہ میں داخل ہونا ہوگا۔ دوسرے تمہارے ساتھی بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور تمہارے داخلے کے لئے میں نے حضرت مولانا صاحب کو لکھ دیا ہے۔ تمہیں داخل ہونے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حافظ محمد صاحب بھٹوی نے چونکہ ہمارے گاؤں میں ہی دو تین سال رہ کر قرآن مجید حفظ کیا تھا اور ان کا گاؤں بھی ہمارے گاؤں کے نزدیک تھا۔ اس لئے ان کی معیّت میں پندرہ شوال تک دہلی پہنچ گیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے ہمارے آنے کی اطلاع پہلے ہی حضرت مولانا عبدالجبّار صاحب کھنڈیلوی کو پہنچا دی تھی۔ اس لئے انہوں نے بڑی خوشی سے ہمیں قبول کیا اور اپنے مدرسہ میں ہمیں داخل کرلیا۔ ہمارے دوسرے ساتھی بھی جن کا نام میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ ایک دو دن آگے پیچھے وہاں پہنچ گئے۔ سب کا داخلہ ہوگیا اور تعلیم شروع ہوگئی۔ اُس وقت مدرسہ سے طالب علموں کی روٹی ملنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ صرف ہر ماہ ہر طالب علم کو تین روپے وظیفہ ملتا تھا۔ جس سے مہینہ بھر کا کھانے کا انتظام بخوبی ہوجاتا تھا۔ بیس شوال تک جتنے طالب علم داخل کرنے تھے، اُن کا داخلہ ہوگیا۔ اور باقاعدہ تعلیم شروع ہوگئی۔ مدرسہ میں چونکہ اُستاذ مولانا عبدالجبار صاحب اکیلے تھے۔ اسباق میں ہر لڑکے کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اس لئے پنجابی طلباء کے گروپ کے درج ذیل باقاعدہ اسباق شروع ہوئے سُنن ابُوداؤد، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ۔ دوسرے طلبہ کے لئے صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف اور کوئی ایک آدھ سبق اور جلالین وغیرہ میں لکھوکی میں مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی سے مشکوٰۃ شریف پڑھتا تھا۔ وہ بڑی محنت سے طالب علموں سے مطالعہ کرواتے، صرفی نحوی قواعد کا اجراء کرلتے تھے۔ اس لئے کافی حد تک میری عبارت صاف تھی۔ دہلی میں بھی میں نے اسی عادت کو جاری رکھا۔ خوب محنت سے مطالعہ کرتا، اپنی طاقت کے مطابق صرفی نحوی قواعد کا لحاظ رکھتا۔ اس لئے دوسرے طلباء کی نسبت میری عبارت صاف تھی۔ جب کوئی طالب علم کسی عذر کی وجہ سے عبارت نہ پڑھتا تو اس کی باری پر بھی اور اپنی باری پر بھی میں ہی عبارت پڑھتا۔ حالانکہ حضرت مولانا صاحب ہر طالب علم کو اس کی باری پر عبارت پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مگر پھر بھی مجھے کسی دوسرے طالب علم کی باری پر پڑھنے کا موقع مل ہی جاتا تھا۔ اس طرح حدیث پڑھنے میں میری عبارت صاف ہوگئی۔ اور کتابیں بھی اچھّی طرح یاد ہوگئیں۔ سال ختم ہونے پر امتحان ہوا۔ ہر لڑکا اپنی اپنی محنت کے مطابق کامیاب ہوا۔ مدرسہ رحمانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب اور حضرت میاں صاحب کے مدرسہ کے مدرس مولانا محمد یونس صاحب نے ہمارا امتحان لیا۔ اور چھٹیاں ہونے کے بعد ہم واپس پنجاب آگئے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کو ہمارے گھر پہنچنے کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم ہوا تو امتحان میں کامیاب ہوتے اور بصحت و عافیت گھر پہنچنے پر مبارکباد کا خط لکھا اور ساتھ ہی اگلے سال پندرہ شوال تک اسی پہلے مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے سخت تاکید بھی کر دی۔ میں نے جواب میں لکھا۔ چونکہ میں نے آپ کی راہنمائی قبول کر لی ہے اس لئے ایسا ہی ہوگا۔ جو راستہ آپ میرے لئے تجویز کریں گے میں اُسی پر چلوں گا۔ ان شاءَ اللہ۔

رمضان المبارک ختم ہونے کے بعد گزشتہ سال کی طرح میں پندرہ شوال کو گھر سے نکلا اور اگلے دن دہلی پہنچ کر حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کے مدرسہ میں داخل ہوگیا۔ اس سال میں نے صحیحین پڑھنی تھی۔ اس لئے یہ دونوں اور ایک آدھ سبق اور شروع ہوگئے۔ غالباً تیسرا سبق نحو کی کتاب الفیہ ابن مالک تھی۔ اس سال میں مدرسے کے اسباق کے ساتھ ساتھ خارجی کتابوں کا بھی مطالعہ کرنے لگا۔ سب سے پہلے میں نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی کتاب" ابکار المنن فی تنقید آثار السنن کا مطالعہ شروع کیا۔ چند دن کے بعد مجھے اس کتاب سے محبت ہوگئی اور اس کی جو بحث بھی شروع کرتا۔ پوری سمجھ لیتا۔ یہ کتاب ایک حنفی عالم مولانا شوق نیموی کی کتاب آثار السنن کے جواب میں تھی جو اُنہوں نے حنفی مدارس میں بلوغ المرام کی جگہ پڑھانے کے لئے لکھی تھی۔ اس میں اُنہوں نے حنفی مذہب کی بالادستی ثابت کی تھی اور مسلک اہلحدیث کی تردید کی تھی۔ صحیح احادیث جو مسلک اہلحدیث کی مؤید تھیں ان کی دُور از کار تاویلیں کر کے حنفی مذہب کی تائید میں آنے والے کمزور اقوال اور ضعیف احادیث کو بہت بڑھا یا چڑھایا تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اس کی اسی کتاب کا پوسٹ مارٹم کیا ہے مسلک کی مؤید ہونے کی وجہ سے بھی مجھے اس کتاب سے بہت اُنس تھا۔ میں اس کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا اور موقعہ ملنے پر ضرور اس کے کچھ فصل اور کچھ باب پڑھتا رہتا۔ ان دنوں مولانا عطاء اللہ صاحب، حضرت اُستاذ محمد صاحب گوندلوی کی راہنمائی میں مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی کی ایک کتاب کا جواب لکھ رہے تھے۔ جو اُنہوں نے رفع الیدین کو منسوخ ثابت کرنے کے لئے لکھی تھی۔ اور مسلکِ اہلحدیث پر بہت طعن و تشنیع کی تھی۔ ان دنوں کتاب "السنن الکبریٰ للامام البیھقی" حیدرآباد سے نئی نئی چھپ کر آئی تھی۔ لاہور اور پنجاب میں ابھی نہیں آئی تھی۔ کاندھلوی کے جواب کے لئے اس کی بعض فصلوں اور بابوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس لئے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مجھے لکھتے تھے کہ کسی عالم سے یا کسی کتب خانے سے لے کر اس کتاب کا فلاں باب یا فلاں فصل لکھ کر بھیجو مجھے تلاش اور جستجو کرنے سے پتہ چل گیا کہ ایک اہلحدیث عالم کے پاس یہ کتاب ہے۔ چنانچہ میں اس عالم کے پاس جا کر مطلوبہ فصل یا مطلوبہ باب لکھ کر بھیجتا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا۔ جس سے مجھے غیر درسی کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اور یہ چیز بھی میرے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے حضرت الاُستاذ مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی کے تعاون اور رہنمائی میں جو کتاب لکھی اس کا نام التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ رکھا۔ یہ کتاب مولوی اشفاق الرحمان کاندھلوی کی کتاب کا جواب تھا۔ جو سالہا سال جواب کے شائع ہونے کے بعد مدرسہ فتح پور دہلی میں مدرس رہے۔ اور پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہوگئے اور یہاں بھی سالہا سال رہے۔ مگر ان کو اس کے جواب دینے کے لئے قلم اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی اور آخر عمر تک اس کا جواب نہیں دیا۔ یہ سال بھی حضرت مولانا عبدالجبار صاحب مرحوم کھنڈیلوی کی شاگردی میں پُورا ہوگیا۔ رمضان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دس پندرہ روز پہلے سالانہ امتحان ہوا اور سب طلباء چھٹیاں گذارنے کے لئے اپنے اپنے ملک اور اپنے گھروں میں چلے گئے۔ یہ امتحان بھی مدرسہ رحمانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا احمداللہ صاحب نے لیا اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس بھی انہوں نے دیا۔ اس سال ان کے ساتھ امتحان لینے کے لئے غالباً مولانا عبیداللہ صاحب زبیدیہ مدرسہ کے مدرس تھے ماشاءاللہ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی سب لڑکے کامیاب ہوئے۔ اور خوشی خوشی گھروں کو روانہ ہوئے۔

مدرسہ گوندلانوالہ میں داخلہ

اس سال میں نے قرآن پاک اپنے گاؤں میں سنایا آیندہ سال فنون کی کتابیں پڑھنے کے لئے مولانا عطاءاللہ صاحب نے مجھے اور دہلی میں پڑھنے والے سب طالب علموں کو گوندلانوالہ آنے کا مشورہ دیا۔ میری طرح کچھ طالب علم وہاں گئے اور کچھ کسی دوسرے مدرسہ میں چلے گئے اور کچھ تعلیم چھوڑ ہی بیٹھے۔ مولانا عطاءاللہ صاحب حافظ عبداللہ صاحب بڈھیمالوی کے ساتھ دو سال سے وہاں رہ رہے تھے۔ گوندلانوالے پہنچنے کے بعد انہوں نے میرے اسباق، کھانا دانہ، اور رہائش کا انتظام کیا۔ طالب علم زیادہ ہوتے تھے۔ ایک مسجد میں رہنا سب کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے چار چار پانچ پانچ طالب علموں کا ایک ایک مسجد میں رہائش کا انتظام کیا۔ جو طالب علم جس مسجد میں رہتے تھے ان کے کھانے کا انتظام بھی اس مسجد کے آس پاس رہنے والے لوگوں کے گھروں میں کیا۔ اس گاؤں میں اہلحدیث کی مساجد کافی تھیں۔ اس لئے طلباء کے رہنے اور کھانے کے انتظام میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی تھی۔ میری رہائش بھی کسی دوسری مسجد میں تھی لیکن مولانا عطاءاللہ صاحب کی ہمدردی اور راہنمائی میرے ساتھ رہی۔ لکھوکی کے مدرسہ کی طرح میرا ہر طرح خیال رکھتے۔ میری قرآن مجید کی منزل بھی سنتے۔ اور دوسرے اسباق کے یاد رکھنے کی مجھے تاکید کرتے رہتے۔ یہ سال بھی بڑی آسانی سے گزر گیا۔ رمضان میں سب لڑکے اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ جانے سے پہلے مولانا عطاءاللہ صاحب نے مجھے اور حافظ محمد بھٹوی صاحب کو خصوصاً تاکید کی رمضان کے بعد اگلے سال بھی تعلیم کے لئے یہاں آنا ہے۔ ہم سے پختہ وعدہ لیا اور ہم پختہ وعدہ کر کے اپنے اپنے گھر آگئے، مہینہ کے گنے ہوئے دن ہوتے ہیں۔ جلد ہی گزر گئے۔ میں نے تو اپنے آپ کو مولانا صاحب کی تعلیمی راہنمائی میں دے دیا تھا کہ جس طرح آپ کہیں گے میں کروں گا۔ میں نے تو کہاں جانا تھا۔ اس لئے میں اور حافظ محمد صاحب بھٹوی نئے سال کے لئے گوندلانوالہ آگئے۔

مدراس کی طرف روانگی

گوندلانوالہ پہنچے تو عجب حال نظر آیا۔ سب طالب علم اداس اور سہمے ہوئے، لڑکوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گوندلانوالہ کا مدرسہ بند ہونے والا ہے۔ حضرت حافظ صاحب اس سال کسی اور مدرسہ میں جانے والے ہیں۔ اسی واسطے سبق شروع نہیں ہوئے۔ اور طالب علم اداس اور فکرمند ہیں کہ اب کہاں جائیں۔ دہلی سے ایک آدمی کئی مرتبہ آیا ہے اور وہ حضرت حافظ صاحب کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دوسری جگہ لے جا رہا ہے۔ اور وہ آج کل آنے والا ہے۔ اس کے آنے پر صحیح پتہ چلے گا کہ حافظ صاحب رہتے ہیں یا جاتے ہیں۔ شام ہوئی تو ایک اجنبی سا آدمی آیا۔ اس کے لباس اور اطوار سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی شہر کا رہنے والا ہے۔ قریب ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دہلی کے رہنے والے حافظ ابراہیم ہیں۔ ان کا گھر مسجد کلاں کے پاس تھا جہاں ہم دو سال پڑھتے رہے ہیں۔ وہ مدرسہ رحمانیہ سے فارغ ہو چکے تھے اور اب زیادہ تر تبلیغی دوروں کے سلسلہ میں باہر ہی رہتے تھے وہ اتفاقاً صوبہ مدراس کے ایک اہلحدیث مدرسہ میں گئے جو مشہور سٹیشن آمبور ضلع نارتھ ارکاٹ صوبہ مدراس سے تین چار میل کے فاصلہ پر عمر آباد گاؤں میں واقع تھا۔ آدمی سمجھدار اور تعلیم یافتہ تھے۔ مدرسہ کے ناظم مولانا فضل اللہ اور مدرسہ کے مہتمم جناب کاکا اسماعیل ہیں۔ دورانِ گفتگو انہیں معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی اہلحدیث ہے اور اہلحدیث مدارس اور اہلحدیث علماء سے خوب متعارف ہے۔ انہوں نے حافظ ابراہیم سے کہا کہ ہم نے ایک اہلحدیث مدرسہ اعلیٰ پیمانہ پر جاری کیا ہے مگر ہمیں اب تک ایک ایسا اہلحدیث عالم جو منقولات اور معقولات میں کامل ہو، نہیں ملا۔ جو اس مدرسہ میں شیخ الحدیث کا عہدہ سنبھال سکے۔ اور اس درسگاہ کے تمام تقاضے اچھی طرح پورے کر سکے حافظ ابراہیم صاحب حضرت حافظ گوندلوئیؒ صاحب کی علمی قابلیت اور اعلیٰ استعداد سے اچھی طرح واقف تھے۔ کیونکہ حضرت حافظ صاحب بھی رحمانیہ مدرسہ دہلی میں کئی سال پڑھا چکے تھے۔ جہاں حافظ ابراہیم صاحب پڑھتے تھے۔ حافظ ابراہیم صاحب کہنے لگے کہ پنجاب میں ایک چوٹی کے عالم ہیں جو اس دارالعلوم کے شیخ الحدیث بننے کے اہل اور اس کے تمام علمی تقاضے پورا کرنے کے قابل ہیں وہ گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتے ہیں اور وہاں انہوں نے ذاتی طور پر اپنا ایک مدرسہ کھولا ہوا ہے۔ ان کی استعداد کا حامل کوئی دوسرا اہلحدیث عالم میری نگاہ میں نہیں ہے۔ یہ سن کر ناظم اور مہتمم صاحب دونوں ہی بہت خوش ہوئے اور کہا۔ مگر اُن کو یہاں آنے کے لئے آپ ہی آمادہ کریں۔ ہم ان کا شایانِ شان استقبال کریں گے اور پوری طرح ان کی خدمات کی قدر کریں گے۔ حافظ ابراہیم صاحب اس کام کے لئے آمادہ ہو گئے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے گوجرانوالہ کے کئی چکر لگائے آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اور حضرت حافظ صاحب کو عمر آباد صوبہ مدراس میں بطور شیخ الحدیث دارالعلوم عمر آباد جانے پر رضامند کر لیا۔ اور یہ اُن کا آخری پھیرا تھا۔ اور وہ حضرت حافظ صاحب کو عمر آباد پہنچانے کے لئے آئے تھے اور آتے ہی حضرت حافظ صاحب سے عرض کیا کہ تیاری کر لیں۔ کل شام کو یہاں سے چلیں گے۔ حضرت حافظ صاحب نے ان سے کہا تھا کہ مدراس یہاں سے تقریباً دو ہزار سے زیادہ میل دور ہے۔ ایک لحاظ سے وہ غیر ملک ہے۔ میں یہاں سے اپنے ساتھ چار پنجابی طالب علم لاؤں گا تاکہ ملکی آدمیوں کو دیکھ کر زیادہ اداسی نہ ہو۔ اور ان کا کرایہ دارالعلوم کے ذمّہ ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی مان لیا۔ کچھ لڑکے حافظ صاحب کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے اور اکثر دُور دراز ملک میں جانے سے گھبرا گئے کچھ سیر و تفریح پر جانے کے لئے تیار تھے۔ لیکن پڑھنے کے لئے نہ وہ موزوں تھے اور نہ اس غرض سے جانا چاہتے تھے۔ میرے ساتھ ہمدردی اور حقیقی راہنمائی کی بناء پر مولانا عطاء اللہؒ صاحب نے مجھے کہا تم چلے جاؤ۔ میں نے پہلے تو دُور دراز ملک جانے اور اس سلسلہ میں گھر والوں سے مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے تردّد کا اظہار کیا، مگر مولانا صاحبؒ نے کہا کہ میں تمہاری خیر خواہی اور بہتری کے لئے مشورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے رہا ہوں ۔ اور تمہارا اس میں بہت فائدہ ہے ۔ گھر والوں کو یہاں سے خط لکھ دینا ؟ کہ میں اپنے اُستاد صاحب کے ساتھ پڑھنے کے لئے فلاں جگہ چلا گیا ہوں ۔ میں سمجھتا تھا کہ مولانا صاحب کا یہ مشورہ مخلصانہ ، پُر اخلاص اور میری خیر خواہی ہے اس لئے میں حضرت حافظ صاحب کے ساتھ مدراس جانے کے لئے رضامند ہو گیا ۔ مولانا صاحب نے حضرت حافظ کے پاس جا کر اُن کے ساتھ مدراس جانے والے طالب علموں میں میرا نام پیش کر دیا ۔ جسے حضرت حافظ صاحب نے بخوشی منظور کر لیا ۔ چنانچہ میں بھی تیاری کرنے لگا ۔ تاریخ مقررہ پر ہمارا قافلہ عصر کے وقت گوجرانوالہ سے چلا ۔ شام سے پہلے لاہور پہنچ گیا ۔ رات کو تقریباً نو بجے دہلی جانے والی گاڑی پر سوار ہوئے ۔ اور دن کو صبح نو بجے دہلی پہنچے ۔ وہ سارا دن حضرت حافظ صاحب نے دہلی میں گزارا ۔ اپنے دوست واحباب اور وہاں کے علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں اور رات کو دس بجے کے قریب مدراس جانے والی گاڑی پر سوار ہوئے ۔ اور تقریباً دو دن اور دو راتیں مسلسل گاڑی میں رہنے کے بعد ظہر کے وقت مدراس شہر میں پہنچے ۔ باقی دن اور اگلی رات وہیں ٹھہرے ۔

کاکا اسماعیل صاحب مہتمم مدرسہ عمر آباد چمڑا رنگنے کا کاروبار کرتے تھے ۔ ان کا کام بہت وسیع تھا ۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ان کی تجارتی کوٹھیاں تھیں ۔ چنانچہ پنجاب میں امرتسر میں ان کی ایک کوٹھی تھی ۔ ہم مدراس میں ان کی مدراس والی کوٹھی میں ٹھہرے ۔ جہاں ہم رات کو ٹھہرے ہوتے تھے وہاں سے سمندر تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھا ۔ صبح کی نماز پڑھ کر ہم اس کی سیر کے لئے چلے گئے ۔ احادیث میں مَیں نے پڑھا ہوا تھا کہ صبح کے وقت سورج نکلنے کے قریب نماز پڑھنی منع ہے ۔ کیونکہ اس وقت سورج پرست لوگ سورج کو سجدہ کرتے ہیں ۔ مسلمانوں کو اس وقت نماز پڑھ کر ان کے ساتھ مشابہت نہیں کرنا چاہیئے ۔ مدراس میں مَیں نے پہلی دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو آدمی جو آگے آگے جا رہا تھا ۔ یکایک سجدہ میں گر گیا ۔ اور دیر تک سجدہ میں پڑا رہا ۔ میں نے دیکھا تو اُس وقت سورج نکل رہا تھا اور وہ اس کی طرف منہ کر کے سجدہ میں گرا ہوا تھا ۔ اُس وقت میں سمجھا کہ حدیث میں سُورج نکلتے وقت نماز نہ پڑھنے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ سو فی صد درست ہے ۔ سورج پرست لوگ اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں ۔ مسلمانوں کو اس وقت نماز نہیں پڑھنا چاہیئے ۔ تقریباً دو گھنٹہ تک سمندر کے کنارے سیر و تفریح کرنے کے بعد ہم واپس آئے ۔ ناشتہ کیا اور منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے اسٹیشن پر آئے ۔ ٹکٹیں خریدیں اور تقریباً دس بجے کے قریب عمر آباد جانے کے لئے گاڑی پر سوار ہوئے ۔ اڑھائی بجے کے قریب آمبور کے اسٹیشن پر اُترے اور بیل گاڑی پر بیٹھ کر منزلِ مقصود عمر آباد کے لئے چلے ۔ اس زمانے میں گھوڑوں والے تانگے نہیں چلتے تھے ۔ دو چار میل اور دس میل کا سفر تانگے جیسی بڑی بیل گاڑی پر کیا جاتا ہے جو وہاں عام استعمال ہوتی ہیں ۔ عصر کے بعد ہم منزل مقصود عمر آباد پہنچے جو ایک چھوٹا سا ، بڑا حسین و جمیل گاؤں ہے وہاں ایک بڑی خوب صورت مسجد ہے اور ساتھ ہی ایک خوشنما اور نہایت ہی حسین دار العلوم کی وسیع اور کشادہ دو منزلہ عمارت ہے ۔ اور اس سے ملحق ہی ایک وسیع اور کشادہ لائبریری کی عمارت ہے ۔ حافظ ابراہیم صاحب حضرت حافظ صاحب کو لے کر مسجد میں آئے تو طلباء اساتذہ کرام اور مہتمم صاحب اور دیگر حضرات نے جو وہاں موجود تھے حضرت حافظ صاحب کا نہایت گرم جوشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے استقبال کیا۔ اور وہاں کھانا کھانے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت حافظ صاحب کو، ان کے لئے مخصوص نہایت ہی دیدہ زیب کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں آپ کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ حافظ صاحب کے پہنچنے کے بعد جمعہ، جماعت اور صبح کے وقت مختصر درس کے فرائض احتراماً آپ ہی کے سپرد کئے گئے۔

دارالعلوم عمر آباد کا تعلیمی نصاب

دارالعلوم عمر آباد کا تعلیمی نصاب آٹھ سال کا تھا۔ ایک ناخواندہ طالب علم دارالعلوم میں آٹھ سال پڑھنے کے بعد ایک پورا تعلیم یافتہ عالم بن کر نکلتا تھا۔ ساتھ ہی ہر جماعت میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ آٹھ سال کے بعد جہاں ایک طالب علم پوری دینی تعلیم حاصل کر لیتا تھا وہاں آٹھ سال کے بعد میٹرک کا امتحان دینے کے قابل ہو جاتا تھا جو اُسے ضرور دینا پڑتا تھا۔ آٹھویں جماعت کی صحیح بخاری شریف، حجۃ اللہ اور ایک آدھ اور سبق حضرت حافظ صاحب کو دیے گئے باقی اسباق دوسرے آٹھ دس اساتذہ نے آپس میں تقسیم کر لئے۔ ہمارے لئے (حضرت حافظ صاحب کے ساتھ جانے والے پنجابی طلباء کے لئے) ہماری پڑھی ہوئی کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد ساتویں جماعت میں داخلہ تجویز کیا گیا۔ جو ہم نے پسند کر لیا اور پڑھائی شروع ہو گئی۔ اس جماعت میں تفسیر بیضاوی، دیوان حماسہ اور مقامات حریری جیسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور سب سے ضروری بات یہ تھی کہ عربی سے اُردو اور اُردو سے عربی میں ترجمتین کا ہر جماعت میں ایک گھنٹہ ہوتا تھا۔ میں نے اس میں بڑی دلچسپی لی اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس میں نمایاں استعداد پیدا کر لی۔ آگے چل کر مولوی فاضل میں مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ دوسری چیز جس کا مجھے بہت فائدہ ہوا وہ انگریزی کا مضمون تھا۔ میرے دوسرے ساتھیوں نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی مگر میں نے انگریزی کی کتابیں دلچسپی کے ساتھ پڑھیں اور اپنے میں نویں جماعت جیسی انگریزی کی استعداد پیدا کر لی۔ اس سے زیادہ تو نہ پڑھ سکا۔ مگر اتنی انگریزی کا مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اپنی اولاد کو دسویں جماعت تک پڑھنے میں کافی مدد دیتا رہا۔ میرے دو ساتھی مولوی قادر بخش اور مولوی علم الدین صاحب تو درمیان سال میں ہی واپس آ گئے مگر میں نے اتنے دُور دراز ملک میں ایک سال پورا کیا اور تعلیم کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ سال کے بعد سالانہ امتحان ہوا تو میں اپنی جماعت میں نمایاں پوزیشن لے کر کامیاب ہوا۔ میرا یہ سال بھی مولانا عطاء اللہ صاحب کی بے لوث اور مخلصانہ راہنمائی کا رہینِ منت ہے۔ اگر وہ کوشش نہ کرتے اور حضرت حافظ صاحب سے اپنے ساتھ جانے پر زور نہ دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ میری تعلیم میں بہت کمی رہ جاتی جس کا مجھے ساری عمر افسوس رہتا۔

سال ختم ہونے کے بعد دارالعلوم عمر آباد کے سالانہ امتحان بھی ہو گئے۔ طالب علم تعطیل منانے اور رمضان شریف گذارنے کے لئے اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ مجھے بھی اپنے وطن پنجاب آنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ جاتے وقت تو مدرسہ کے کرایہ پر حضرت حافظ صاحب کے ساتھ چلے گئے۔ اب واپسی پر ایسا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کچھ لڑکے دہلی تک آنے والے تھے۔ چار لڑکے یا زیادہ ہوتے تو ریلوے میں درخواست دینے سے انہیں نصف کرایہ کی رعایت مل جاتی تھی تو میں نے ان کے ساتھ نصف کرایہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رعایت کا فائدہ اٹھایا۔ دہلی سے آگے مجھے گھر پہنچنے تک سات روپیہ کی ضرورت تھی وہ میں نے حضرت حافظ صاحب سے لئے جو انہوں نے کمال شفقت کرتے ہوئے مجھے دے دیئے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ گھر جانے کے بعد پہلے دن ہی آپ کو یہ پیسے منی آرڈر کے ذریعہ بھیج دوں گا گو حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ نہیں یہ پیسے اب نہ بھیجنا مگر میں نے حضرت حافظ صاحب پر بوجھ بننا مناسب نہ سمجھا اور گھر آتے ہی وہ پیسے حضرت حافظ صاحب کو بذریعہ منی آرڈر بھیج دیئے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب سے بوقت ملاقات حضرت حافظ صاحب نے فرمایا، حافظ اسحاق بڑا بے وقوف ہے۔ اس نے مجھ سے وطن واپس آتے وقت سات روپے اُدھار لئے تھے اور گھر جا کر بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے اسے کہا تھا کہ یہ پیسے مجھے نہ بھیجنا مگر اس نے میرے منع کرنے کے باوجود بھیج دیئے ہیں۔

لاہور میں آمد اور مولوی فاضل کے لیے اورنٹیل کالج میں داخلہ

رمضان المبارک ختم ہوگیا۔ حضرت حافظ صاحب تو اپنے عہدے پر دوبارہ مدراس پہنچ گئے۔ اور کئی سال متواتر جاتے رہے مگر میں اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے دوبارہ نہ جا سکا۔ ادھر مولانا عطاء اللہ صاحب بھی شاید اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے کوئی رابطہ نہ رکھ سکے اور میں اپنی غفلت کی بناء پر ان سے کوئی راہنمائی نہ لے سکا۔ مدارس کے داخلہ کا وقت گذر رہا تھا میں بڑا پریشان تھا کہ کیا کروں۔ اتفاقاً مولانا محمد اسحاق صاحب رحمانی سے میری ملاقات ہوئی۔ میرے گاؤں حسین خانوالہ سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع گوہڑ کے رہنے والے تھے۔ یہ کئی سال رحمانیہ دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارغ ہو کر آئے تھے اور دو سال اورنٹیل کالج لاہور میں رہ کر مولوی فاضل کے امتحان سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ میں نے ان سے مدارس کے داخلہ کا وقت گزرنے کا ذکر کیا۔ اور کسی مدرسہ میں داخلہ کا فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ فرمانے لگے پریشان نہ ہوں کتابیں تم تقریباً پڑھ ہی چکے ہو۔ میرا مشورہ مانو تو اورنٹیل کالج میں داخل ہو جاؤ اور مولوی فاضل کر لو۔ یہ گورنمنٹ کا امتحان ہے اس کے پاس کرنے کے بعد سکولوں میں جگہ مل سکتی ہے۔ میں اورنٹیل کالج سے ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔ سب اُستاد اور پروفیسر میرے واقف ہیں۔ میں تمہیں داخل کرا دیتا ہوں۔ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں نے کہا میرے پاس تو مولوی فاضل کورس کی کتابیں نہیں ہیں۔ شہر میں رہائش اور کھانے کا انتظام بھی نہیں ہے اور میں اتنا امیر بھی نہیں ہوں کہ یہ سارے اخراجات اپنی جیب سے ادا کر سکوں۔ مولوی صاحب بولے، مولوی فاضل کی کتابیں مجھ سے لے لو۔ مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی مسجد چینیانوالی میں خطیب ہیں۔ ان سے کہہ کر رہائش کا انتظام وہاں کرا دیتا ہوں۔ آہستہ آہستہ کھانے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ مولوی فاضل کا داخلہ شروع ہونے والا ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر سال کے بعد باری آئے گی۔ میں سوچ بچار کرنے کے بعد رضامند ہوگیا۔ مولوی صاحب اس وقت گوالمنڈی میں گندے انجن کے پاس ایک مسجد میں رہتے تھے۔ کہنے لگے مولوی فاضل میں داخلہ لینا ہے تو ایک دو دن میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔ انہوں نے مجھے اپنا اڈریس دیا اور میں دو دن تک ان کے پاس پہنچ گیا۔ داخلہ شروع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے میں ابھی ایک دو دن باقی تھے۔ میں یہ دو دن مولوی اسحاق صاحب کے پاس ٹھہرا۔ داخلہ کے روز مجھے اورنٹیل کالج لے گئے، اور داخل کروا دیا۔ پھر میں نے باقاعدہ اورنٹیل کالج میں آنا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

مسجد چینیانوالی میں آمد اور حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی سے ملاقات

دو دن کے بعد جمعہ تھا۔ جمعہ کے دن مولوی صاحب مجھے لے کر مسجد چینیانوالی گئے۔ جمعہ شروع ہو چکا تھا۔ ایک نہایت حسین نورانی چہرہ اور گرج دار آواز والا شخص خطبہ دے رہا تھا۔ یہی حضرت مولانا داؤد غزنویؒ تھے۔ ہم بھی سنتیں پڑھ کر خطبہ سننے لگے۔ خطبہ میں وہ سرور آیا کہ آج تک ایسا خطبہ کبھی نہیں سُنا تھا۔ نماز کے بعد مولوی محمد اسحاق صاحب مجھے لے کر مولانا سے ملے اور میری طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہ لڑکا اہلحدیث اور گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اورنٹیل کالج میں مولوی فاضل کا امتحان دینے کے لئے داخل ہوا ہے۔ مسجد چینیانوالی میں اس کا رہنے کا خیال ہے۔ آپ سے منظوری لینے کے لئے حاضر ہوا ہے۔ مولانا نے کمال مہربانی اور شفقت سے فرمایا۔ یہاں دوسرے بھی کئی لڑکے رہتے ہیں یہ بھی رہے۔ مگر شرافت سے رہے۔ شرارت اور فساد نہ کرے۔ مولوی صاحب نے میری صفائی پیش کی کہ یہ نیک طبع اور اپنے کام سے غرض رکھنے والا ہے۔ مولانا صاحب نے بخوشی اجازت دے دی۔ میں وہاں رہنے لگا۔ دن کو اورنٹیل کالج حاضر ہوتا اور بڑی توجّہ سے سبق پڑھتا۔ دو تین دن کے بعد مسجد کے خادم مولوی محمد اسماعیل سے تعارف ہُوا، تو انہوں نے ایک لڑکے کی جگہ جو چلا گیا تھا، میرا کھانا لگوا دیا۔ اب میری سب پریشانی ختم ہو گئی تھی اور دل لگا کر پڑھنے لگا۔ کالج میں مولوی فاضل پڑھانے کے تین پروفیسر تھے۔ ہیڈ پروفیسر مولانا نجم الدین جہلمی تھے۔ دوسرے حضرت مولانا سیّد طلحہ صاحب ٹونکی اور تیسرے مولانا نُور الحق صاحب۔ مولانا نجم الدین صاحب فلسفہ کی کتاب اشارات پڑھاتے تھے۔ مولانا سیّد طلحہ صاحب تفسیر بیضاوی اور مولانا نُور الحق صاحب کامل مبرد۔ کتاب جتنی ہو جائے ہو جائے کسی پروفیسر پر کسی کتاب کا ختم کرانا لازم نہیں تھا۔ چنانچہ سال بھر میں ہماری یہ کتابیں بھی ختم نہ ہوئیں، زیادہ طور پر اپنی ہی محنت سے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا پڑتی ہے۔

بزمِ ادب

کالج میں ہفتہ میں ایک بار بزم ادب ہوا کرتی تھی۔ اس کے انچارج مولانا نُور الحق صاحب تھے۔ وہ ہفتہ میں ہمیں کبھی عربی میں مضمون لکھنے کا، کبھی کسی اُردو عبارت کا عربی میں ترجمہ کرنے اور کبھی عربی عبارت کا اُردو کرنے کا کام دیتے تھے۔ میں پچھلے سال عمر آباد مدراس میں یہ مشق کرتا رہا تھا۔ اُس نے کالج میں مجھے بڑا فائدہ دیا۔ اپنی کلاس میں مَیں سب لڑکوں سے یہ کام اچھا کرتا تھا، مولانا نور الحق صاحب میرا یہ کام دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ دوسرے لڑکوں کو کہا کرتے تھے کہ جس طرح یہ محنت کرتا ہے اس طرح تم بھی محنت کر کے تیار ہو کر آیا کرو۔ تقریباً دو مہینے کے بعد کالج میں امتحان ہوا۔ میرے نمبر اچھے آئے تھے اس لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کالج کی طرف سے مجھے آٹھ روپے ماہوار وظیفہ مل گیا۔ جو تعلیم حاصل کرنے میں میرے لئے معاون ثابت ہوا۔ ادھر میں مسجد چینیا نوالی میں رہتا تھا۔ وہاں بھی میری قدر اور عزت اچھی تھی اور حافظ قرآن بھی تھا۔ وہاں کی مسجد کی انتظامیہ کے ایک رکن جناب میاں عبدالمجید صاحب سابق ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے یکی دروازہ کے باہر ایک موریہ پل کے پیچھے ایک مسجد بنوائی تھی۔ نماز پڑھانے وہ مجھے وہاں لے گئے۔ دس روپے ماہوار وہ مجھے دیتے تھے۔ اب میری مالی حالت اچھی ہوگئی تھی۔ اور میں دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے لگا۔ ان دنوں مولانا عطاء اللہ صاحب جب لاہور آتے مجھ سے ملاقات کرتے۔ مفید نصیحتیں کرتے لیکن کسی خاص قسم کی رہنمائی پر زور نہیں دیتے تھے۔ اور جو طریقہ میں نے اپنے لئے پسند کیا تھا اسی کو کافی سمجھ کر خاموش ہو رہتے۔

واڑہ عالم شاہ ضلع گجرات کی طرف سفر

سال ختم ہونے پر سالانہ امتحان کا وقت آیا، مولوی فاضل کا کورس دو سالہ تھا لیکن کوئی ایک سال میں کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ میں نے یہ دو سالہ کورس ایک سال میں کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محنت اچھی کی تھی میں کالج میں اپنی جماعت میں اوّل آیا۔ امتحان کے بعد کالج کے ساتھ تعلق ختم تھا۔ اس لئے وہاں آنا جانا بھی بند تھا۔ کچھ دن بعد کالج کے میرے ہیڈ پروفیسر جناب مولانا نجم الدین صاحب پوچھتے پاچھتے مسجد میں میرے پاس آئے، پاس ہونے پر مبارکباد دی اور کہا ہمارے گاؤں کے پاس ضلع گجرات میں ایک گاؤں واڑہ عالم شاہ ہے۔ وہاں میرے ایک دوست رہتے ہیں۔ اُنہوں نے وہاں کے ناخواندہ لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے ایک پرائیویٹ مڈل سکول کھولا ہے۔ وہاں دینی مضمون پڑھانے کے لئے ایک مولوی فاضل کی ضرورت ہے میرے خیال میں وہ جگہ اچھی ہے وہاں چلے جاؤ۔ میں چٹھی لکھ دیتا ہوں۔ وہ دیکھ کر فوراً رکھ لیں گے۔ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں مولوی فاضل کا کورس پڑھنے کے دوران دل میں سوچتا تھا کہ فراغت کے بعد کسی سکول میں ملازمت کرلوں گا۔ یہ تو اب میری کوشش کے بغیر کام بن رہا ہے۔ میں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور مولانا نے مجھے چٹھی لکھ دی۔ میں نے رات کو نمازیوں سے بات چیت کی کہ میں ایک دو روز تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ان کے ساتھ بڑے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے۔ وہ بڑے حیران ہوئے اور مجھے روکنے کے لئے انتہائی کوشش کرنے لگے۔ بانی مسجد میاں عبدالمجید صاحب کو پتہ چلا تو وہ بھی آئے اور کہنے لگے تمہیں یہاں کیا تکلیف ہے اور کہاں جاتے ہو۔ کسی نے انہیں بتادیا کہ اس نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا ہے اور اب کسی سکول میں ملازمت کرنا چاہتا ہے۔ میاں صاحب فرمانے لگے اگر یہ بات ہے تو پھر کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں لاہور کارپوریشن کے میرے والد چیئرمین ہیں جب ٹیچروں کی جگہیں نکلیں گی تو ان سے کہہ کر کسی اچھی جگہ لگوا دیں گے۔ لاہور میں رہنا تمہارے لئے دیہات میں رہنے سے بہتر ہے۔ جہاں ترقی کے اور بھی کئی موقعے مل جاتے ہیں۔ انہوں نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی اور کاروبار میں مدد کرنے کا بھی وعدہ کیا مگر مجھ پر سکول میں ملازمت کرنے کا جنون سوار تھا۔ میں نے کسی کی بات نہ مانی اور چلا گیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے۔ میرے لئے وہاں ہی رہنا اچھا تھا۔ مگر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب پچھتانے سے کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ، میں مولانا مولوی نجم الدین صاحب کی چٹھی لے کر واڑہ عالم شاہ ضلع گجرات پہنچا۔ مدرسہ کے ناظم میاں شاہ محمد کو ملا مولانا نجم الدین
صاحب کی چٹھی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور مجھے سکول ٹیچر کے طور پر قبول کر لیا۔ دن کو مجھے کلاسیں دکھا دیں۔ اور وہ مضمون بھی بتا دیے
جو میں نے پڑھانے تھے۔ میں نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ اور چھ سات ماہ تک خوب محنت سے کام کیا۔ لڑکے بھی خوش
اور اساتذہ بھی خوش اور ناظم صاحب بھی خوش تھے۔ سب کے ساتھ شریفانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ کسی کو مجھ سے شکایت نہیں
تھی۔ اتنے عرصہ کے بعد ایک دن ناظم مدرسہ نے مجھے بلایا۔ اور کہا آپ کی پڑھائی پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ پڑھنے والے لڑکے
بھی خوش ہیں۔ اور آپ کے ساتھ رہنے والے دوسرے اساتذہ بھی خوش ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم چاہتے تھے کہ آپ کا ساتھ ہمارے ساتھ
ہمیشہ رہے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ یہ مدرسہ لوگوں کے چندوں پر چلتا ہے جو ہمیشہ مدرسہ کی ضرورت سے کم ہوتا ہے۔ ایک ایک پیسہ کی
ہمیں ضرورت ہوتی ہے جہاں سے کچھ مدد ملے ہمیں لینا پڑتی ہے۔ اب آپ چونکہ ان ٹرینڈ ہیں آپ کی ساری تنخواہ ہمیں اپنی جیب سے
دینی پڑتی ہے محکمہ والوں نے کہا ہے کہ اگر تمہیں کوئی ٹرینڈ او ٹی اُستاذ مل جائے تو اس کی آدھی تنخواہ تم دو اور آدھی تنخواہ ہم دیں گے۔ اتفاقاً
ہمیں اس وقت او ٹی ٹرینڈ اُستاذ ملتا ہے اور اس کے رکھنے سے ہمیں آدھی تنخواہ کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے ہم آئندہ
آپ کو رکھنے سے معذور ہیں۔ ناراض نہ ہونا کل سے آپ مدرسہ سے فارغ ہیں۔ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد پہلے میں گھر گیا۔ اور
پھر مسجد چینیانوالی آ کر لاہور رہنے لگا۔ دوستوں اور ملنے والوں سے مشورہ طلب کیا۔ اب کیا کیا جائے۔ میرے ساتھ تو یہ ہوا ہے۔ دوستوں
کے مشورے مختلف تھے۔ کسی نے کہا، مولوی فاضل تم نے کر لیا ہے۔ اب صرف ایک مضمون انگلش کا امتحان دے کر میٹرک کر لو پھر
اسی طرح صرف انگلش کا امتحان دے کر ایف اے کرو۔ اسی طرح انگلش کا امتحان دے کر بی اے کر لو۔ مولوی فاضل تم پہلے ہی ہو۔
اس طرح بی اے کی سند ملنے کے بعد تمہیں کالجوں میں پروفیسر کی ملازمت مل سکتی ہے جو تمہاری گذران کے لئے کافی ہے۔ مجھے
ان دوستوں کا یہ مشورہ پسند آیا اور میں نے اسی دن میٹرک کی انگلش کی کتاب خرید لی اور میٹرک کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ کچھ دن کے
بعد دوسرے دوستوں نے مشورہ دیا کہ تم ڈاکٹر تو بن نہیں سکتے۔ اس میں انگریزی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ تم یونانی حکیموں سے
مل کر حکمت سیکھ لو۔ ایک سال میں تم کسی شہر یا گاؤں میں باعزّت کام چلا لوگے۔ ان دوستوں کا مشورہ بھی پسند آیا۔ اور میں نے
دوڑ دھوپ کر کے دو حکیم ایسے تلاش بھی کئے جو پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ میں نے ان سے حکمت پڑھنی بھی شروع کر دی۔
میزان الطب نفیسی اور شرح اسباب وغیرہ آدھی آدھی پڑھ لیں۔ ان ہی دنوں چینیانوالی مسجد کی کمیٹی انتظامیہ کے ایک ممبر میاں نور محمد
بچوہٹہ مفتی باقر نے مسجد میں رہنے والے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں کوئی عربی پڑھانے والا آدمی ہے جو میری لڑکی کو مولوی فاضل
کی تیاری کرا سکے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ اس لڑکے نے مولوی فاضل کیا ہوا ہے یہ پڑھا سکتا ہے۔ وہ میرے پاس آیا۔ میں
نے کہا ہاں۔ میں پڑھا سکتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ ایک وقت صبح کا کھانا اور دس روپے ماہوار تمہیں مل جائیں گے۔ میں نے منظور کر لیا اور
اس لڑکی کو قرآن مجید کا ترجمہ اور مولوی فاضل کورس کی کچھ کتابیں شروع کروا دیں۔ لڑکی ذہین تھی اور محنتی بھی تھی۔ اُس نے تین چار مہینوں میں
مولوی فاضل کا کورس تقریباً ختم کر لیا۔ اُدھر امتحان بھی قریب آ رہے تھے۔ ایک دن معمول کے مطابق پڑھا رہا تھا کہ آواز آئی، کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازے پر دو آدمی تمہیں ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو میرے پرانے مربی اور بے لوث تعلیمی راہنما حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی اور ان کے ساتھ ایک بزرگ صورت آدمی کھڑے تھے۔ میں فوراً نیچے آیا۔ علیک سلیک کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اب چھٹی کر لو۔ اور ہمارے ساتھ مسجد چلو۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ راستہ میں، میں نے پوچھا کیا کام ہے۔ آپ نے مجھے وقت سے پہلے چھٹی کرا دی ہے۔ اور مسجد میں انتظار کرنے کی بجائے کسی کو ساتھ لے کر گھر ہی پہنچ گئے ہیں۔ مولانا نے کہا ذرا صبر کرو۔ مسجد میں بیٹھ کر سب باتیں کرتے ہیں۔ پریشان کیوں ہوتے ہو۔ اتنے میں مسجد بھی آ گئی اور ایک کونے میں بیٹھ کر کہنے لگے۔

اوڈانوالہ میں تقرری

یہ جو آدمی میرے ساتھ ہیں۔ یہ صوفی عبداللہ صاحب ہیں۔ انہوں نے چند سال سے اوڈانوالہ ضلع لائل پور میں ایک دینی مدرسہ کھولا ہے۔ مگر کامیابی نظر نہیں آئی۔ یہ کئی مدرس لا چکے ہیں۔ مگر جس طرح یہ چاہتے ہیں وہ کام نہیں کر سکے۔ سبق پڑھنے کے بعد لڑکے بھی آزاد اور استاد بھی آزاد۔ امتحان میں لڑکے ناکام ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسی نے میرا نام بتایا ہے کہ اگر مدرسہ چلانا ہے تو اُس کو لاؤ اور میں چونکہ بڑا پھنسا ہوا ہوں اور جہاں میں رہتا ہوں وہ لوگ بھی مجھے نہیں چھوڑتے۔ میں ان کو آپ کے پاس لایا ہوں کہ تم اُن کے پاس جاؤ اور مدرسہ کا کام شروع کرو۔ یہ تو میرے بغیر کسی پر راضی نہیں ہوتے۔ اور کہتے ہیں کہ مولوی لا لا کر تھک گیا ہوں مگر کامیابی نہیں ہوئی میں نے ایک دفعہ آپ کو لے جا کر آزمانا ہے۔ اگر مدرسہ چل گیا تو ٹھیک ہے۔ بصورتِ دیگر میں مدرسہ بند کر کے کوئی اور دوسرا کام کروں گا۔ میں نے ان کو بڑی مشکل سے راضی کیا ہے اور کہا ہے کہ میں ایک ایسا آدمی بھیجتا ہوں جو میری طرح کام کرے گا۔ اور مدرسہ کو چلا لے گا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا پڑے گا۔ یہ پیغام میرے لئے اچانک پیغام تھا۔ میں بڑا حیران ہوا۔ اور کہا آپ مجھے پڑھانے کے لئے بھیج رہے ہیں۔ میں نے اپنے لئے دو منصوبے سوچ لئے ہیں اور ان کے لئے کام بھی شروع کر دیا ہے۔ پہلا منصوبہ تو یہ ہے کہ میں نے مولوی فاضل کر لیا ہے۔ اب بی اے تک انگریزی میں امتحان دے کر بی اے کروں گا۔ پھر کسی کالج میں لیکچرار کی ملازمت مل سکتی ہے۔ میں نے اس کی تیاری کے لئے میٹرک کی ایک کتاب بھی خرید لی ہے اور تیاری شروع کر دی ہے۔ دوسرا منصوبہ یہ ہے کہ طبّ یونانی کا کوئی امتحان دے کر گاؤں یا شہر میں بیٹھ کر طبابت کروں۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے کوئی معاش کا بہانہ بنا دے گا۔ مجھے تو آپ معذور ہی سمجھئے کسی اور آدمی کا انتظام کیجئے۔ مولانا میری یہ گذارش سُن کر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے تمہیں اس لئے دین پڑھایا ہے۔ اور تم پر محنت کی ہے کہ انگریزی کی خدمت کرو گے یا طبّ پڑھ کر طبابت کرو گے۔ یہ کام سب دنیا کرتی ہے۔ علمِ دین کی خدمت کرنے والے لوگ نہیں ملتے۔ بس اب ایک ہی بات ہے۔ اب اپنے یہ منصوبے چھوڑو اور اوڈانوالہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں نے کہا، مَیں ایک لڑکی کو پڑھاتا ہوں اُس کا امتحان ہونے ہی والا ہے۔ فرمانے لگے اس کو چھوڑو وہ بھی دنیا کے لئے مولوی فاضل کر رہی ہے۔ اس کا بھی خدا حافظ ہے۔ بس زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ میں زیادہ باتیں سُننے کے لئے تیار نہیں ہوں چونکہ میں نے تجربہ کیا ہوا تھا کہ مولانا کے مشورہ پر عمل کرنا میرے لئے بہت مفید رہتا تھا۔ اس لئے میں نے اُن کے سامنے ہتھیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈال دیئے اور کہہ دیا کہ جس طرح آپ کہتے ہیں۔ میں تیار ہوں۔ مولانا خوش ہو کر بولے۔ بس اوڈانوالہ جانا ہے۔ اور محنت اور دیانت داری سے کام کرو اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا۔

مولانا نے اسی وقت تاریخ مقرر کر دی کہ پرسوں عصر کے وقت ماموں کانجن اسٹیشن پہنچنا ہے۔ اور صوفی صاحب کو کہا کہ ان کو کرایہ دے دو اور پرسوں عصر کے وقت اسٹیشن پر ان کو لے جانے کے لئے لڑکے کو بھیج دینا۔ یہ انشاء اللہ اب آجائیں گے میرا ایک تیسرا منصوبہ بھی تھا۔ کشمیری بازار میں ایک شیخ اللہ بخش رہتے تھے۔ وہ سرکاری امتحان دینے کے لئے مشرقی علوم کی کتابیں فروخت کرتے تھے۔ مولوی۔ مولوی عالم۔ مولوی فاضل۔ منشی۔ منشی عالم۔ منشی فاضل۔ ادیب۔ ادیب عالم۔ ادیب فاضل اور پنجابی زبان کے امتحانوں کی کتابیں بھی فروخت کرتے تھے۔ میرا ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں اورنٹیل کالج میں مولوی فاضل میں پڑھتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں عربی کتابوں کا اچھا ترجمہ کر لیتا ہوں۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ ایف اے کے کورس میں قطف الازہار ایک عربی کتاب ہے اس کا حصہ نثر کا اردو میں ترجمہ کر دو تو میں تمہیں اس کے معاوضہ میں منشی فاضل کا سارا کورس دے دوں گا مولوی فاضل تم پہلے ہی ہو تیاری کر و منشی فاضل بھی کر لو۔ تمہارے پاس دونوں ڈگریاں ہو جائیں گی اور روزگار کے پسند کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ میں اس کام کے لئے بھی تیار ہو گیا اور ترجمہ کے لئے قطف الازھار ان سے لے گیا۔ تین چار ہفتوں میں میں نے ان کو ترجمہ کر کے دے دیا۔ انہوں نے چھاپ دیا۔ پتہ نہیں انہوں نے کتنا فائدہ اٹھایا۔ مگر اس کے معاوضہ میں منشی فاضل کا پورا کورس لینے سے پہلے میں خود ہی سارے منصوبے چھوڑ کر دینی علوم پڑھانے کے لئے اوڈانوالہ چلا گیا۔ وہ کورس انہوں نے مجھے اوڈانوالہ میں بھیجا۔ وہ کتابیں کئی سال تک اوڈانوالہ میں مختلف الماریوں میں خراب ہوتی رہیں اور میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ میں سب منصوبے ترک کر چکا تھا۔

اوڈانوالہ میں ورود

میں تاریخ مقرر پر لاہور سے تقریباً صبح ساڑھے سات بجے شورکوٹ جانے والی گاڑی پر بیٹھا اور چار بجے شام ماموں کانجن اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جہاں میں نے جانا تھا۔ صوفی صاحب کے بھیجے ہوئے لڑکے مجھے لے جانے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ مگر میری سج دھج مولویوں والی نہیں تھی۔ میں نے آنکھوں پر عینک کبھی نہیں لگائی تھی۔ سوٹ بوٹ بھی کبھی نہیں پہنے تھے۔ سر پہ رومی ٹوپی اور کلاہ دار پگڑی بھی نہیں تھی۔ سادہ قمیص اور سادہ تہبند اور سر پر رومال لپیٹا ہوا تھا۔ اور دیہاتی طرز کا جوتا پہنا ہوا تھا۔ لڑکے سواریوں کا جائزہ لیتے ہوئے میری طرف بڑھے۔ میں نے بھی اندازہ کر لیا کہ شاید یہی مجھے لینے آئے ہیں۔ سہمے سہمے میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ ہی مولوی صاحب ہیں جو اوڈانوالہ جانے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے جواب دیا، ہاں آیا تو میں ہی ہوں اوڈانوالہ جانے کے لئے، کیا تمہیں صوفی صاحب نے بھیجا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ہمیں صوفی صاحب نے بھیجا ہے صوفی صاحب نے ہمیں کہا تھا کہ مولوی صاحب عام مولویوں والی سج دھج والے نہیں ہیں، سادہ طبیعت کے آدمی ہیں۔ اس وقت میری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی پوری داڑھی بھی نہیں اُتری تھی۔ لڑکے بھی میری سادگی دیکھ کر کچھ متعجّب سے ہوئے۔ خیر ہم علیک سلیک کے بعد چلے۔ تین چار میل پیدل سفر کرنے کے بعد ہم مغرب سے پہلے اوڈانوالہ پہنچے، صوفی صاحب کو ملے اور تو کوئی واقف نہیں تھا۔ مغرب کی اذان ہوئی، تو نمازی اس کثرت سے آئے کہ مسجد بھر گئی۔ مشہور ہو گیا کہ صوفی صاحب جس مولوی صاحب کو لائے ہیں وہ آ گیا ہے۔ پھر میری طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ مولوی صاحب یہ ہیں۔ کچھ تو آگے بڑھتے اور مجھ سے مصافحہ کر لیتے اور کچھ مجھے دیکھ کر پیچھے ہی ہٹ جاتے۔ شاید انہوں نے میرے متعلق کیا سوچا ہوگا۔ اس کا آگے چل کر پتہ چلے گا۔

مدرسہ کا افتتاح

دوسرے دن صوفی صاحب نے پانچ چھ لڑکے اکٹھے کئے اور مجھے کہا مولوی صاحب یہ لڑکے ہیں جن کو آپ نے پڑھانا ہے۔ یہ مبتدی ہیں جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے وہ ان کو کچھ نہیں آتا۔ نئے سرے سے ان کو شروع کراؤ۔ ان کو خوب محنت کراؤ یہ کام نہ کریں تو ان پر سختی کرو۔ ان کے والدین نے ان کو پڑھنے کے لئے بھیجا ہے۔ مگر آج تک انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ جو کچھ انہوں نے تھوڑا بہت پڑھا ہے وہ امتحان کے وقت انہیں کچھ نہیں آیا۔ میں کئی مولوی بڑھ چڑھ کر لایا ہوں مگر اب تک کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کیا بنتا ہے۔ میں نے کہا مایوس نہ ہوں۔ ان شاء اللہ، اللہ بہتر کرے گا، لڑکے واقعی مبتدی تھے۔ لڑکوں کو میں نے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا بھئی بچو! تم پڑھنے کے لئے آئے ہو اور میں پڑھانے کے لئے آیا ہوں۔ اب صوفی صاحب بھی اور دُوسرے لوگ بھی دیکھتے ہیں کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے کچھ کرتے ہیں یا پہلے مولویوں اور لڑکوں کی طرح ناکام ہی ہوتے ہیں۔ اب پختہ ارادہ کر لو کہ ہم نے کچھ کر کے دکھانا ہے۔ پہلے لوگوں کی طرح ندامت نہیں اٹھانا ہے۔ میرے کہنے پر چلتے رہو۔ ان شاء اللہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اور ہمیں ندامت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ پہلا وعدہ مجھ سے یہ کرو کہ جب تک میں پڑھانے کے لئے بیٹھوں تم بھی میرے سامنے بیٹھو گے۔ اگر کسی کو باہر جانے کی ضرورت ہو تو پوچھ کر جاؤ اور جتنے منٹ کے لئے جاؤ اتنے منٹ کے بعد فوراً واپس آ جاؤ۔ جب چھٹی کا وقت ہو۔ میں بھی جاؤں گا۔ اور تم بھی جاؤ۔ اور دوسرے وقت جس وقت میں آؤں تم بھی اسی وقت آ جاؤ۔ اور جو کچھ میں پڑھاؤں اُسے سمجھ کر پڑھو اور خوب یاد کرو۔ تمہیں بار بار کہنا پڑے تو کہو، لڑکوں نے یہ وعدہ کیا اور بعد میں مَیں نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔ میں نے مسجد کے ساتھ ملحقہ حجرہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پڑھانا شروع کیا۔ مسجد سے حجرہ میں ایک کھڑکی کھلتی تھی۔ مسجد میں بیٹھنے والا ہر آدمی اس کھڑکی سے حجرہ میں ہونے والی ہر کارروائی دیکھ سکتا تھا۔ میری سادگی کو دیکھ کر لوگوں کا خیال تھا کہ اس سے کام نہیں چلے گا۔ پہلے بڑے دھڑتے والے مولوی آئے کوئی چھ مہینے اور کوئی سال رہ کر چلا جاتا مگر مدرسہ نہ چلا بلکہ کام وہیں کا وہیں ہے۔ جہاں سے شروع کیا تھا۔ یہ دیہاتی سا آدمی پتہ نہیں صوفی صاحب کہاں سے لے آئے ہیں۔ یہ تو مشکل دو تین ہفتے نکالے گا۔ اور چلتا بنے گا ان کو مدرسہ چلنے کا یقین نہیں آتا تھا وہ مسجد کی کھڑکی اور حجرہ کے دروازے سے دُور سے کھڑے ہو کر مجھے دیکھتے تھے۔ اور پتہ نہیں اپنے دل میں کیا کیا رائے قائم کرتے تھے۔ میں مدرسہ کا پورا وقت چھ گھنٹے اپنی مسند پر گذارتا اور لڑکوں کو بھی غیر حاضر نہیں ہونے دیتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے لڑکوں کو پہلی جماعت کے اسباق صرف بہائی ۔ ابواب الصرف ۔ فارسی کی پہلی کتاب اور قرآن پاک کا ترجمہ وغیرہ شروع کروائے۔ خود بھی محنت کرتا اور لڑکوں سے بھی محنت کرواتا جو لڑکے سبق پڑھنے کے بعد کھیلنے اور لہو و لعب میں مصروف ہونے کے عادی تھے اب وہ ہر وقت بیٹھے پڑھتے رہتے ہیں۔ اور سبق یاد کرتے ۔ پچھلی پڑھی کتابیں دُہراتے ، اب وہ کھیل کود اور اِدھر اُدھر پھرنے میں وقت نہیں گزارتے ۔ وہ پڑھنے میں دلچسپی لیتے اور ان کو اب پڑھنے میں لذّت آنے لگی تھی ۔ ان کو جم کر بیٹھنا ناگوار نہیں گزرتا ۔ چند ہی دنوں میں ان میں نمایاں تبدیلی نظر آنے لگی ۔ باہر سے بھی لڑکے آنے لگے جو پہلے کی طرح چند دن رہنے کے بعد بھاگنے کے لئے نہیں آتے تھے۔ بلکہ گوہرِ مقصود حاصل کرنے تک یہاں رہنے کے لئے آتے تھے ۔ کیونکہ اسباق میں ان کی تسلی ہو جاتی تھی اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا ۔ اس طرح تین چار مہینے لگاتار محنت کرنے کے بعد ابتدائی کتابیں ختم ہو گئیں ، اگلی کتابیں شروع ہوئیں تو صوفی صاحب کو امتحان لینے کا خیال آیا ۔ اپنی پسند کا ممتحن لائے ۔ چونکہ لڑکوں نے جو کتابیں پڑھی ہوئی تھیں ۔ وہ سب یاد تھیں ۔ امتحان لینے کے وقت ممتحن ابھی سوال پورا نہیں کرتا تھا کہ اکثر لڑکے اس کا پہلے ہی جواب دے دیتے تھے ۔ ممتحن بہت خوش ہوا اس نے بڑی تعریف کی اور جمعہ کے خطبہ میں کہا کہ اب کام ٹھیک ہو رہا ہے ۔ اس طرح کام جاری رہا تو ان شاءاللہ مدرسہ علوم دین کا ایک عظیم مرکز بن جائے گا ۔ جہاں اس مسلک کے ہی نہیں دیگر مسلکوں کے لوگ بھی اپنی علمی تشنگی دُور کیا کریں گے ۔ مسلسل لگاتار کام ہوتے دیکھ کر اور ممتحن کے حوصلہ افزا تاثّرات سن کر اب لوگ سمجھنے لگے کہ یہ مولوی ویسا نہیں جیسا ہم خیال کرتے تھے ۔ اس نے تو وہ کام کر دکھایا ہے جو پہلے مولویوں میں سے کوئی بھی نہ کر سکا ۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔ ع

بھولی بھالی صورت والے ہوتے ہیں صیاد بھی

رفتہ رفتہ مدرسہ کی شہرت کے ساتھ ساتھ میری بھی شہرت ہونے لگی ۔ آس پاس کے دیہات میں مشہور ہو گیا کہ اوڈانوالہ میں دینی علوم کا ایک مدرسہ کھلا ہے اور فلاں مولوی صاحب اس میں پڑھاتے ہیں ۔ بڑے طالب علم پڑھتے ہیں ۔ اور تعلیم بھی اچھی ہوتی ہے پڑھائی کا اتنا خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی طالب علم چھٹی لئے بغیر باہر نہیں جا سکتا اور جتنے منٹ کی چھٹی لی ہے اُس سے زیادہ ایک منٹ بھی باہر نہیں رہ سکتا ورنہ سزا پاتا ہے ۔ ہر وقت ' دن رات طالب علم پڑھتے ہی رہتے ہیں ۔ اس لئے پہلے پہل آس پاس کے دیہات کے بہت لڑکے پڑھنے کے لئے آئے اور ہر پہلے سال سے اگلے سال لڑکوں کی تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ دوسرے سال کے آخر تک لڑکے اتنے زیادہ ہو گئے اور اسی نسبت سے ان کے اسباق بھی بڑھ گئے کہ مجھ اکیلے کے لئے ان کا سنبھالنا مشکل ہو گیا ۔ ایک نئے استاد کی ضرورت شدّت سے محسوس ہونے لگی ۔ صوفی صاحب کہنے لگے فی الحال بیت المال ایک نئے اُستاد رکھنے کا متحمل نہیں ، آپ قربانی کریں اور عصر کی نماز کے بعد چھٹی ہوتی ہے ایک گھنٹہ اور دے دیں تاکہ جن لڑکوں کے اسباق نہیں ہوتے ۔ ان کے بھی کچھ سبق ہو جائیں مالی حالت ذرا اچھی ہوتی ہے تو ہم نئے اُستاد کا انتظام کر دیں گے ۔ چنانچہ میں مان گیا اور اگلے چھ ماہ یا سال اسی طرح ہوتا رہا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گاؤں کے لوگوں سے تعارف

ابتدائی ڈیڑھ دو سال میں تو میرا کام پڑھانا تھا۔ گاؤں کے رہنے والے عام لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے تو مجھے طالب علموں میں گھرا ہوا انہیں پڑھاتے دیکھتے یا اُن کی پڑھی ہوئی کتابیں سُنتے دیکھتے۔ اگر کوئی طالب علم سُستی کرتا، سبق یا پچھلا پڑھا ہوا یاد نہ کرتا تو اُس کو سزا دیتا بھی دیکھتے۔ اس کے علاوہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون کون ہیں اور کیا کام کرتے ہیں اور نہ وہ جانتے تھے کہ میں کون ہُوں۔ اور کچھ اور بھی کر سکتا ہُوں یا نہیں؟ ایک دفعہ غالباً صوفی صاحب نے یا کسی اور نے بتایا کہ یہ مولوی صاحب کچھ حکمت بھی جانتے ہیں۔ بیماروں کے لئے اس سے کوئی نسخہ بھی پوچھ لیا کرو۔ اوڈانوالہ میں کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں تھا۔ نزلہ، زکام اور کھانسی جیسی معمولی بیماریوں کے لئے بھی ان کو دوائی لینے کے لئے تین چار میل ماموں کانجن اسٹیشن جانا پڑتا تھا۔ وہ یہ سُن کر میری طرف رجوع کرنے لگے۔ میرے پاس حکیم اجمل خان کی لکھی ہوئی اُردو کی ایک کتاب موجود تھی۔ اس میں اُنہوں نے اپنے مجرّبات لکھے ہُوئے تھے۔ ایک پنجابی میں لکھی ہوئی غالباً دارالشّفا کتاب بھی تھی۔ میں بیمار کی بیماری سُن کر ان کتابوں سے کوئی نسخہ لکھ دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ اکثر بیماروں کو شفا مل جاتی۔ دوسری دفعہ آتے تو بیمار کی حالت پُوچھنے سے اکثر جواب ملتا کہ اب آرام ہے۔ اس طرح میرا بھی حوصلہ بڑھتا اور بیماروں کی آمد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد تقریباً گاؤں کے سب لوگوں کو مجھ سے رابطہ ہو گیا۔ جس نے رفتہ رفتہ دوستی کی صورت اختیار کر لی کیونکہ گاؤں کے بوڑھے، جوانوں، مَردوں، عورتوں، بچوں اور بچیوں کے ساتھ میرا سلوک نہایت ہمدردانہ ہوتا تھا۔ میں نے کسی کے ساتھ نفرت اور درشتی یا ناپسندیدگی کا کبھی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ سبھی مجھے اپنا ہمدرد اور خیرخواہ اور دوست سمجھتے تھے۔ آخر میں ایک وقت ایسا آیا کہ گاؤں کا ہر مرد یہ سمجھتا تھا کہ جتنا یہ میرا دوست اور خیرخواہ ہے۔ گاؤں کے کسی شخص کا اتنا خیرخواہ اور دوست نہیں ہے۔ میں پہلے دو تین سالوں میں مریضوں کو اپنے پاس سے کوئی دوائی نہیں دیتا تھا اور نہ اُن سے کچھ لیتا تھا۔ مریض کو دیکھ کر صرف نسخہ لکھ دیتا اور وہ بازار سے دوائی لے کر استعمال کر لیتے۔ دو تین سال میں میرا تجربہ بھی بڑھ گیا۔ اور مریضوں کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی پھر لکھوی خاندان سے مدرسہ کی شہرت سُن کر ایک لڑکا پڑھنے کے لئے آیا۔ اس کا نام احمد علی تھا۔ یہ لکھوی خاندان کے ایک ممتاز شخص محمد عمر (مولوی) کا لڑکا تھا۔ جو کہ ایک سکول ٹیچر تھے۔ اور کچھ طب کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ اس لڑکے کو بھی اپنے والد کی وجہ سے علمِ طب سے کچھ اُنس تھا۔ اور کچھ نسخے بھی جانتا تھا۔ جو دوسرے مدارس سے پڑھ کر آیا تھا۔ یہاں درمیانے درجہ کے اسباق میں شریک ہوا، شریف اور محنتی تھا۔ اُس نے دیکھا کہ صبح و شام میرے پاس بیمار آتے ہیں۔ اور کوئی کمزور ہے، آنے کے قابل نہیں تو مجھے گھر بلا لیتے ہیں۔ ایک دن وہ مجھ سے پُوچھنے لگا۔ بیمار تو صبح و شام آپ کے پاس بہت آتے ہیں اور اکثر ان کو آرام بھی آجاتا ہے۔ کیا آپ اپنے پاس سے بھی ان کو کوئی دوائی دیتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں! میں صرف نسخہ لکھ دیتا ہوں۔ دوائی وہ دکان سے لے کر استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔ اس طرح نہ کریں، آپ کو اس کا کیا فائدہ! اپنے اس فن سے خود آپ کو بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کچھ نسخے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مریض اس کو بوجھ نہیں سمجھیں گے۔ میں نے کہا دوائی بنانے میں وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ اور میں سارا دن پڑھانے اور طلباء پر محنت کرنے میں مصروف رہتا ہوں۔ صرف صبح و شام فالتو وقت میں بیماروں کو دیکھتا ہوں۔ مدرسہ کے اوقات میں، میں نے ان کو منع کر دیا ہے۔ نہ وہ آتے ہیں اور نہ میں کسی کو دوائی بتاتا ہوں۔ کہنے لگا۔ کچھ نسخے آپ تیار کرکے رکھ لیں۔ ان کے تیار کرنے میں میں آپ کی مدد کیا کروں گا۔ آیندہ مریضوں کو اپنے پاس سے دوائی دیا کریں۔ اور ان سے پیسے لیا کریں۔ اور اس سے فائدہ اٹھایا کریں۔ اس دن سے میں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ میں بازار سے چند مکمل نسخوں کی دوائیں خرید کر لا دیتا۔ اور وہ کوٹ پیس کر ان کو تیار کر دیتا۔ اب میں نے مریضوں کو زیادہ تر اپنے پاس سے دوائی دینا شروع کر دی۔ اور پیسے بہت کم لیتا۔ سارے دن کے استعمال کے لئے دوائی دیتا۔ اور قیمت تین چار آنے وصول کرتا۔ اس سے مجھے عموماً چار پانچ روپے روزانہ مل جاتے۔ مریض بھی خوش ہوتے کہ تین چار میل سفر سے بھی بچے اور پیسے بھی زیادہ نہ دینا پڑے۔

آپ بنا کر اپنے پاس رکھیں۔ اور مریضوں کو ان سے دوائی دیا کریں۔ اور ان سے کچھ پیسے بھی لیا کریں۔ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا اور

مدرسہ ترقی کر گیا

آخر وہ طریقہ بھی ناکام ہو گیا کہ نئے آنے والے لڑکوں کو سنبھالنے اور ان کے کچھ اسباق شروع کرانے کے لئے مدرسہ کا وقت ختم ہونے کے بعد میں ایک اور گھنٹہ دوں تاکہ آنے والے طلباء نہ تو مایوس ہو کر واپس جائیں۔ اور نہ اسباق کے بغیر آوارہ پھریں۔ لڑکے زیادہ آنے لگے اور ایک مستقل نیا اُستاد لانا ضروری ہو گیا۔ اب بیت المال کی حالت بھی اچھی تھی۔ مدرسہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی ترقی کر رہا تھا۔ لہٰذا نیا مستقل اُستاد مقرر کر لیا گیا۔ اب میرے اکیلے کی جگہ اور اُستاد پڑھانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کام اور آگے بڑھا اگلے سال تیسرے اُستاد کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد چوتھے اور پانچوں کی بھی ضرورت پڑی جو پوری کر لی گئی۔ صوفی صاحب مہتمم مدرسہ بہت خوش تھے۔ پہلے کبھی پانچ چھ لڑکوں سے زیادہ طالب علم نہیں ہوتے تھے اور کوئی استاد ایک سال یا چھ ماہ سے زیادہ نہیں رہتا تھا۔ وہ بھی جاتا ہوا بدنامی لے کر جاتا کہ لڑکے امتحان میں فیل ہو گئے ہیں۔ ان کو کچھ نہیں آتا مجھے بھی وہاں کام کرتے ہوئے چار پانچ سال ہو گئے ہیں۔ ہر سال امتحان ہوتا لڑکے کامیاب ہوتے۔ اگلے سال نئے لڑکے اور آ جاتے۔ صوفی صاحب اور گاؤں کے دوسرے لوگ بھی خوش ہوتے کہ جہاں پہلے پانچ چھ سال میں ایک اُستاد اور پانچ چھ لڑکوں سے زیادہ نہیں پڑھے۔ اب تین چار سال میں اُستاد چار اور لڑکے چالیس پنتالیس ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ اوڈانوالہ کو دینی تعلیم کا مرکز بنا دے گا جہاں مختلف ملکوں سے آکر لوگ اپنی علمی پیاس بجھایا کریں گے اور اپنے ملک میں جا کر قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند کیا کریں گے پھر دعاء کرتے کہ یا اللہ اس مدرسہ میں سینکڑوں طالب علم بھیج اور اس بیت المال میں لاکھوں روپیہ بھجوا دے۔ پھر میرا نام لے کر کہتے کہ یہ سب اس کی کوشش اور صحیح تعلیم دینے کا نتیجہ ہے میں کوشش کروں گا کہ یہ تا زندگی یہاں رہیں اور اس کی نگرانی میں مدرسہ دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہؒ صاحب سے صوفی عبداللہ صاحبؒ کی ملاقات

دو تین سال کے بعد کسی جگہ مولانا عطاء اللہؒ صاحب سے میری مُلاقات ہوئی۔ بڑی خوشی اور تپاک سے ملے اور کہنے لگے۔ اتفاقاً صوفی عبداللہ صاحب سے میری ملاقات ہوئی تھی، بڑے خوش تھے میں نے پُوچھا باؤ مدرسہ میں پڑھانے کیلئے جو آدمی مَیں نے تمہیں دیا تھا، اس کا کیا حال ہے ؟ اُس نے تمہاری مرضی کے مطابق کام کیا ہے یا نہیں ؟ بڑے خوش ہوکر بولے اُس نے بہت اچّھا کام کیا ہے، لڑکے بھی ہر امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اگلے سال زیادہ سے زیادہ لڑکے داخل ہوتے ہیں۔ اب ہم نے ان سب کو دولتِ علم سے مالا مال کرنے کے لئے چار اُستاد رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارا بیت المال بھی اب بھرپُور ہے۔ میں تو اُس کی سادگی دیکھ کر لے جانے کے لئے تیار نہیں تھا کہ اس سے کیا بنے گا۔ اس سے پہلے بڑے بڑے وضعدار اور بجے سجائے آدمی کچھ نہیں کر سکے۔ یہ کیا کرے گا، مگر یہ تو بڑا کامیاب نکلا۔ اور وہ کام کر دکھایا جس کی ہمیں اُمید نہیں تھی۔ اب سب لوگ مدرسہ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ مالی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہؒ نے کہا۔ میں نے تمہیں یقین نہیں دلایا تھا کہ یہ کام ٹھیک کرے گا اور مدرسہ کو کامیاب بنائے گا۔ بولے تمہارا اندازہ ٹھیک تھا۔ واقعی اس نے معجزہ کر دکھایا ہے۔ میں اس کو تا زندگی مدرسہ میں رکھوں گا۔ اور جانے نہیں دُوں گا۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے صوفی صاحبؒ سے یہ ——— بات سُنا کر مجھے شاباش دی اور کہا تم تو دنیاوی کاروبار میں پھنسنے لگے تھے میں نے تمہیں وہاں سے بچا کر دینی علوم پڑھانے کے لئے بھیجا تھا۔ اب تم نے اس کا نتیجہ آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور جس طرح زمانہ گزرے گا اُس سے اچّھا نتیجہ دیکھیں گے۔ میں نے جواب میں کہا، جناب یہ سب آپ کی صحیح راہنمائی کا نتیجہ ہے۔ میں نے تو پہلے بھی دیکھا ہے کہ میرے حق میں آپ کے سب منصوبے مفید اور کامیاب رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا عطاء اللہؒ صاحب بڑے خوش ہوکر الوداع ہوئے۔ اور ساری عمر دینِ اسلام کا خادم بنے رہنے کی تاکید کی۔

مدرسہ اسلامیہ کا اہلِ دیہہ پر اثر

مدرسہ تو پانچ چھ سال کا کھلا تھا مگر کام نہ ہونے کی وجہ سے اور ہر سال نیا اُستاد بدلنے سے لوگ بدظن تھے۔ ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مدرسہ کبھی کامیاب ہوگا اور اس سے بھی کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو دینی یا دنیاوی لحاظ سے ملک و ملّت کے لئے بہتر ثابت ہوں گے۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں پڑھنے والے لوگ کامیاب زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہوسکیں گے۔ اس لئے گاؤں کے لوگوں نے اتنے سالوں میں کوئی لڑکا اس مدرسہ میں داخل نہیں کرایا۔ کوئی لڑکا ذرا ہوش سنبھالتا تو اُسے پرائمری یا مڈل سکول میں داخل کرا دیا جاتا تھا۔ اور ماں باپ کو اُمید ہوتی کہ کچھ سالوں کی محنت کے بعد یہ جوہر قابل بن کر نکلے گا اور ماں باپ اور قوم و ملک کے لئے مفید اور سُودمند ثابت ہوگا۔ بعض مذہبی اور دینی ذہن کے لوگ اپنے بچّوں کو دینی تعلیم دلانا بھی چاہتے تو مدرسہ کی حالت اور ناکامی دیکھ کر خاموش ہو جاتے۔ میرے جانے کے بعد جب مدرسہ کی حالت بہتر ہُوئی تو انہوں نے دیکھا کہ لڑکے کھیل کود اور لڑائی جھگڑے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے دن رات پڑھنے اور محنت کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ امتحان میں تقریباً سب ہی لڑکے پاس ہو جاتے ہیں۔ یہ ترقی پذیر حالت دیکھ کر لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ مدرسہ بھی صحیح لائن پر چلانے سے چل سکتا ہے۔ اور اس مدرسہ سے بھی بہتر اور مفید آدمی پیدا ہو سکتے ہیں جو نہ صرف اپنے لئے بلکہ ملک وملت کے لئے راہنما اور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ دو سال میں مدرسہ کی ترقی اور کامیاب حالت دیکھ کر بہت سے لوگوں نے پانچ پانچ۔ چھ چھ جماعتیں پاس بچے سرکاری سکولوں سے اٹھا کر اوڈانوالہ کے دینی مدرسہ میں داخل کرا دیے۔ اور پھر جب تک مدرسہ کا آٹھ سالہ کورس پورا نہیں کیا۔ مدرسہ سے نہیں اٹھایا۔ چنانچہ اُس دَور کے چند لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالقادر ندوی، موجودہ ناظم دارالعلوم ماموں کانجن

۲۔ مولانا محمد صادق خلیل، جو سالہا سال مدرسہ اوڈانوالہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، کراچی اور کوٹ رادھاکشن وغیرہ میں پڑھاتے رہے ہیں اور کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۳۔ مولانا عبدالقیوم بن میاں حاجی عبدالغفور جو آج کل تجارتی کاروبار میں مصروف کار ہیں۔

۴۔ مولانا عبدالصمد جو اسی مدرسہ سے فراغت کے بعد آج تک اسی مدرسہ میں مدرس ہیں۔

۵۔ مولوی عبدالصمد کے بھائی عبدالستار جو غالباً آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد مدرسہ میں داخل ہوئے اور قضائے الٰہی سے دو سال کے بعد فوت ہو گئے۔

۶۔ مولوی رستم علی ولد حاجی نظام الدین، یہ اب زمیندارہ کا کام کرتے ہیں۔

۷۔ مولوی محمد صادق ولد میاں رجب علی یہ بھی باعزت وقت گذار رہے ہیں۔

۸۔ مولوی عبدالمجید ولد فقیر محمد۔

۹۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی آدمی ہیں جن کے امتداد زمانہ کی وجہ سے نام یاد نہیں رہے۔ یہ سب لڑکے مدرسہ کی ترقی سے متاثر ہو کر مدرسہ میں داخل ہوئے اور مدرسہ کا نصاب پورا کرنے کے بعد مدرسہ سے نکلے اور قوم پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں اور کامیاب اور کامران وقت پاس کر رہے ہیں۔

میری مدرسہ سے علیحدگی

غالباً چھٹے سال کی بات ہے میں نے سوچا کہ اوڈانوالہ مدرسہ چل نکلا ہے۔ تقریباً پینتیس چالیس طالب علم اور چار پانچ اُستاد ہیں جو دن رات پڑھنے پڑھانے اور محنت کرنے میں مصروف ہیں۔ صوفی صاحب اور گاؤں والے خوش ہیں کہ ہماری محنت ضائع نہیں ہو رہی۔ مدرسہ کے معاونین بھی خوش ہیں کہ ہمارا تعاون بے کار نہیں جا رہا۔ گاؤں سے داخل ہونے والے لڑکے بھی غالباً آدھا نصاب پڑھ چکے تھے اور باقی کے لئے سر توڑ محنت کرنے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ غرض مدرسہ کے متعلق کسی کو کوئی شکایت نہیں رمضان کی چھٹیاں ہو چکی ہیں باہر کے لڑکے اور استاد گھر جا چکے ہیں۔ سب کا خیال ہے کہ رمضان کے بعد حسب معمول سب جانے والے واپس آئیں گے۔ اور مدرسہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام پہلے کی طرح پھر شان وشوکت کے ساتھ شروع ہو گا مگر چھٹی پر گھر جانے کے بعد میرا ارادہ بدل گیا۔ شاید کسی نے کہا بھی ہو کہ تم نے ساری عمر باہر ہی گزار دی ہے۔ پہلے دس پندرہ سال پڑھنے کے لئے مختلف شہروں اور مختلف مدرسوں میں رہے۔ اب تم نے باہر پڑھانے کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ اب تو تمہاری شادی بھی ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی دے دی ہے۔ اب تو گھر بیٹھو تمہاری اولاد گاؤں کی واقف ہو گی۔ اور گاؤں والے ان کے واقف ہوں گے۔ آئندہ زندگی کے کاروبار میں آسانی ہو گی ورنہ مشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں۔ بچپن میں تمہارے ساتھ پڑھنے والے کئی لڑکے کامیابی کے ساتھ دکان چلا رہے ہیں اور بڑے عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب کپاس کا سیزن شروع ہو چکا ہے۔ کوئی دوکان کھول لو اور آرام سے گھر رہو۔ ساری عمر باہر گزارنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ میں نے اسی سوچ کے ماتحت مصمم ارادہ کر لیا کہ بس پڑھانے کے لئے اب باہر نہیں جانا ہے۔ نیا کام شروع کرنے سے بھی دل ڈرتا تھا کہ شاید اس میں کامیابی نہ ہو۔ پہلا چلا ہوا کام بھی بگاڑ بیٹھوں، پھر سوچا کہ ابھی دو مہینے چھٹی ہے۔ کپاس کا سیزن بھی شروع ہو چکا ہے۔ دوکان کھول لوں پتہ چل جائے گا۔ دوکان چل نکلی تو پڑھائی چھوڑ دوں گا۔ ورنہ پھر پہلے کام پر چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے دوکان کھول ہی لی کپاس کے سیزن کی وجہ سے خوب چلی اور میں نے رمضان کے بعد اوڈانوالہ خط لکھ دیا کہ میں نے اب پڑھانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اور کاروبار کے لئے دوکان کھول لی ہے۔ خط لکھنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور دل جمعی کے ساتھ دکان پر کام کرنے لگا۔ کپاس کا سیزن تھا۔ بکری اچھی تھی۔ منڈی سے جو سودے لاتا، دو تین دن میں ختم ہو جاتے۔ پھر لاتا۔ اسی چکر میں دن رات گزر جاتے اور میں اپنی جگہ خوش ہو جاتا کہ اب کام چل گیا ہے۔ کوئی پریشانی نہیں اٹھانا پڑے گی اور بقیہ عمر اسی گاؤں میں گزر جائے گی مگر ۱۵ یا ۱۶ شوال کو دکان میں اطلاع ملی کہ گھر مہمان آئے ہیں۔ میں گھر آیا تو دیکھا کہ اوڈانوالہ کے دو نہایت معزز شخص جن کے میرے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ میاں حاجی عبدالغفور صاحب اور صوفی ابراہیم صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں ان سے بڑے تپاک سے ملا۔ اور مہمانوں کی جو خدمت کی جاتی ہے وہ کی۔ پہلی بات ہی اُنہوں نے یہ کی کہ تم نے یہ کیا کیا ہے کہ دوکان کھول کر بیٹھ گئے اور ہمیں درمیان میں چھوڑ دیا ہے۔ تمہارا ارسال کردہ مکتوب دیکھ کر مدرسہ والے اور تمام گاؤں والے بڑے پریشان ہوئے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کیا ظلم کیا ہے کہ مدرسہ کا کام چلا کر ہمیں درمیان میں چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو محنت کر کے مدرسہ کو ہی نہ چلاتے۔ پہلے کی طرح ہی رہنے دیتا تھا۔ خود بخود دو مہینے کے بعد بند ہو جاتا۔ ہم نے یہ تسلی کرنے کے بعد کہ اب کام صحیح طور پر ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ اسی طرح پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ اپنے لڑکے سکولوں سے اٹھا کر ادھر داخل کرائے۔ وہ ابھی درمیان میں پہنچے ہیں کہ جنہوں نے مدرسہ چلایا تھا۔ اور اسے مکمل بھی کرنا تھا وہ چھوڑ کر گھر بیٹھ گئے۔ ہمیں سب گاؤں والوں نے بھیجا ہے کہ مولوی صاحب تمہاری بات سے انکار نہیں کریں گے۔ انہیں جا کر لاؤ۔ اب سیدھی اور ایک ہی بات ہے کہ دوکان بند کرو اور ہمارے ساتھ چلو اور جو کام آپ نے شروع کیا ہے اُسے مکمل کرو۔ میں نے کہا کہ آپ کا تشریف لانا اور مجھ پر اعتماد کرنا صحیح ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں مگر پانچ چھ سال انتہائی محنت کر کے میں نے تمہارا مدرسہ چلایا ہے۔ لڑکے تقریباً چالیس پینتالیس ہیں اور ان کو تعلیم دینے کے لئے چار پانچ اُستاد بھی موجود ہیں۔ اب تمہیں کیا چاہیئے۔ مدرسہ خوب چل گیا ہے۔ اور سارے پنجاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس کی مشہوری ہوگئی ہے۔ لڑکوں اور اُستادوں کی کمی نہیں رہی۔ اب مجھے خوشی سے چھٹی دے دو۔ اور جو کام میں نے شروع کرلیا ہے۔ اُسے پورا کرنے دو۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ لیکن وہ کہنے لگے اگر نہیں مانو گے تو ہم آپ کی برادری اور گاؤں کے معززین کو کہیں گے۔ اگر آپ کو ہمارے گاؤں والوں کی طرف سے کوئی شکایت ہے تو ہمیں بتاؤ ہم اس کا ازالہ کردیتے ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے مدرسہ اور گاؤں والے آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ میں ان کا اصرار دیکھ کر خاموش رہا تو اُنہوں نے میرے بھائیوں اور گاؤں کے معززین کو کہا کہ مولوی صاحب ہمارے گاؤں میں پانچ چھ سال رہے ہیں ہم نے گاؤں میں ایک دینی مدرسہ کھول رکھا ہے۔ ہماری کوشش کے باوجود مدرسہ نہیں چلا تھا۔ مدرس آتے اور چلے جاتے تھے اور لڑکے جو تھوڑے بہت ہوتے تھے وہ بھی امتحان میں ناکام ہونے کی وجہ سے بھاگ جاتے تھے۔ اَب یہ آئے ہیں انہوں نے لڑکوں کو بڑا اچھا کنٹرول کیا ہے۔ ان کی اتنی تعداد بڑھ گئی ہے کہ اب تین چار اُستاد اور رکھے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح مدرسہ انہوں نے چلایا ہے وہ ان کا ہی کام ہے۔ اور یہی اس کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں۔ اب اس کو چھوڑ کر دکان کر بیٹھے ہیں۔ ہم ان کو لینے آئے ہیں۔ مہربانی کرکے ان کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ یا ان سے وجہ پوچھ کر بتائیں کہ ان کو مدرسہ والوں یا گاؤں والوں سے کیا شکایت ہے۔ ہم جہاں تک جانتے ہیں سب گاؤں والے اور مدرسہ سے متعلقین سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اب گاؤں کے معززین اور میرے بھائی میرے پیچھے پڑ گئے کہ بتاؤ ہم بھی سنتے تھے کہ تمہارا کام وہاں بہت اچھا ہے۔ عزت کی زندگی بسر ہو رہی ہے اور گاؤں والے بھی بہت خوش ہیں۔ تمہیں ان کے متعلق کیا شکایت ہے کہ تم بنا بنایا کام چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے۔ مدرسہ والوں کو بھی پریشان کیا۔ میں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ کوئی شکایت نہیں۔ سب گاؤں والے اور مدرسہ والے بھی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بس میرا خیال تھا کہ اب گھر رہنا چاہیئے۔ باہر کی زندگی چھوڑنا چاہیئے۔ وہ سُن کر بولے کہ یہ تو معقول وجہ نہیں ہے۔ اس کی بنا پر کام ختم کیا جائے۔ ہم بھی ان معزز مہمانوں کے ساتھ ہیں اور تمہیں زور دے کر کہتے ہیں کہ دکان بند کرو۔ اور ان کے ساتھ جاؤ زیادہ دیر نہ کرو۔ بالآخر میں مجبور ہوگیا کہ دوکان چھوڑ کر ان کے ساتھ جاؤں۔ میں نے کہہ دیا کہ یہ اب جائیں میں ایک دو دن میں دوکان کا سودا اور کپاس بیچ کر آجاؤں گا۔ مہمان بولے کہ اس میں کیا دیر ہے۔ آج ہی کسی بیوپاری کو بلا کر کپاس کا سودا کرو۔ اور دوکانداروں کو بلا کر دوکان والے سودے ان کو دو۔ آج ہی سارا کام ختم ہوسکتا ہے۔ زیادہ دیر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔ جب کپاس بکی اور دوکان کے سودے فروخت کئے تو معلوم ہوا کہ دوکان بھی کامیاب تھی۔ مجھے ڈیڑھ پون دو سو روپے نفع ہوا۔ مگر اب تو بات ختم ہوگئی۔ چنانچہ میں نے اگلے دن مہمانوں کو بھیج دیا۔ اور ایک دو دن بعد میں بھی پہنچ گیا۔ مدرسہ والے اور گاؤں والے میرے دوکان چھوڑ کر وہاں جانے پر بہت خوش ہوئے۔ میں نے پہلے کی طرح مدرسہ کا انتظام جا سنبھالا۔ نئے سال میں لڑکے بھی زیادہ آئے۔ ان کا سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ ان کی روٹی کا انتظام نہیں تھا۔ گاؤں کے لوگ روٹی اپنے گھروں سے دیتے تھے۔ اب سارے گھر پورے ہوچکے تھے۔ باورچی خانہ پہلے ہی نہیں تھا۔ روٹی کا انتظام کرنا صوفی صاحب اور گاؤں والوں کا کام تھا۔ انہوں نے ایک میل کے فاصلہ پر اہلحدیث کا ایک دوسرا گاؤں جنڈانوالہ تھا۔ ان کی برادری اور اوڈانوالہ کے لوگوں کی برادری ایک تھی۔ ان کی باہمی رشتہ داریاں تھیں۔ وہ بھی اس مدرسہ کو اپنا مدرسہ سمجھتے تھے۔ صوفی صاحب اور اوڈانوالہ کے لوگوں نے کہا کہ اب تک ہم طالب علموں کو گھروں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روٹی دیتے آئے ہیں۔ اب لڑکوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے اور ہمارے گاؤں میں روٹی دینے والا کوئی گھر نہیں رہا۔ اس لئے اب روٹیاں تم بھی دو۔ ایک آدمی ملازم ہم رکھتے ہیں جو صبح و شام روٹیاں اکٹھی کر لے جایا کرے گا تاکہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے یہ لوگ بڑی خوشی سے مان گئے اور ہر گھر نے روٹیاں دینے کا وعدہ کیا۔ اب زیادہ آنے والے لڑکوں کا انتظام اس طرح ہوا اور کسی کو جواب دینے کی نوبت نہ آئی اور مدرسہ پہلے سے بھی زیادہ عروج پر پہنچ گیا۔

دوسرے مدارس چھوڑ کر اب لڑکے اوڈانوالہ میں آنے لگے

اب مدرسہ کی اعلیٰ تعلیم، حالت اور قابلِ تقلید نظم و ضبط کی وجہ سے تمام اضلاع میں مشہوری ہوگئی اور ہر ضلع سے طالب علم آنے لگے، نہ صرف صوبہ پنجاب کے اضلاع سے بلکہ بنگال اور بلتستان تک سے بھی اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے طالب علم اس اوڈانوالہ کے مدرسہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ پہلے سالوں میں تو صرف مُبتدی طالب علم آتے تھے۔ کوئی دوسرے مدرسہ میں علم حاصل کرنے والا۔ منتہی طالب علم نہیں آتا تھا۔ مگر اب حالت یہ ہے کہ ملک کے دُوسرے مشہور اہلحدیث اور حنفی مدارس سے طالب علموں کے آنے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اہلحدیث کے اس وقت دو ہی پرانے مشہور مدرسے تھے۔ تقویۃ الاسلام المعروف مدرسہ غزنویہ امرتسر اور جامعہ محمدیہ لکھو کے ضلع فیروزپور ــــ اور بھی مختلف اضلاع میں اہلحدیث مدارس تھے۔ مگر ان کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ثانوی تھی۔ اور تعلیمی پختگی میں وہ ان دونوں سے کم تھے۔ ان مدرسوں سے درمیانہ اور انتہائی جماعتوں سے نکل کر اپنی علمی تکمیل کے لئے اوڈانوالہ کو ترجیح دینے لگے۔ چنانچہ صد سالہ قائم شدہ مدرسہ غزنویہ امرتسر سے میاں باقر صاحب جھوک دادو کے لڑکے حافظ زکریا، مولوی حمزہ اور مولوی عتیق اللہ اور مولوی اسحاق چیمہ آخری تکمیل کا مرحلہ طے کرنے کے لئے مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں داخل ہوئے اور یہیں سے فراغت حاصل کی۔ مدرسہ محمدیہ لکھوکی سے بھی تعلیم چھوڑ کر کئی طالب علم آئے۔ ان میں سے زیادہ مشہور طالب علم مولوی احمد علی تھے جو لکھوی خاندان کے ایک مشہور عالم مولوی عمر کے لڑکے تھے خود تو وہ سکول ٹیچر تھے مگر اپنے اس لڑکے کو انہوں نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ لکھوکے اور اس کے علاوہ بھی کہیں پڑھتے رہے تھے یہاں انہوں نے درمیانی جماعتوں میں داخلہ لیا۔ نہایت نیک اور محنتی طالب علم تھے۔ اور اپنے اساتذہ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہاں کی تعلیم اور نظم و ضبط سے بڑے متأثر ہوئے۔ ایک پنجابی نظم میں انہوں نے مدرسہ کی تعلیمی پختگی، نظم و ضبط، اساتذہ کے باہمی اتفاق و احترام اور طلباء کی محنت اور کوشش اور مہتمم صاحب اور گاؤں والوں کے طالب علموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا آنکھوں دیکھا حال تفصیل سے بیان کیا۔ جس کے سُننے پڑھنے سے یہ تأثر پیدا ہوتا تھا کہ تعلیم ہے تو یہیں کی۔ طالب علموں کے دلوں میں شوق پیدا ہوتا تھا کہ علم اسی مدرسہ میں حاصل کرنا چاہیئے۔ اور معاونین کے دلوں میں خیال آتا کہ ہمارا تعاون برمحل خرچ ہو رہا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ تعاون کرنا چاہیئے۔ اس نظم کو پورا کرنے کے بعد انہوں نے اس کو طلباء کے ہفتہ وار اجلاس میں سُنایا۔ جس میں سب طلباء مہتمم صاحب اور گاؤں کے لوگ بھی اکثر شریک ہوتے تھے۔ اس نظم کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھل گئے نظارے جہان والے اوڈانوالہ دی جدوں بہار ڈٹھی

یہی نظم تھی جب وہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو سن کر سب لوگ بڑے خوش ہوئے۔ اور پڑھنے والے کو شاباش دی۔ اس وقت تو نظم اُس نے سنا دی۔ سننے والوں نے بڑی پسند کی اور اس پر اس کو شاباش دی۔ مگر اس کو محفوظ رکھنے کا کسی کو خیال نہ آیا۔ مگر معلوم نہیں سالہا سال کے بعد غالباً صوفی صاحب مہتمم مدرسہ کی وفات کے بعد مدرسہ والوں کو کیسے خیال آیا کہ وہ نظم اب ہونی چاہیئے۔ مدرسہ کے عروج اور کمال کا اس میں آنکھوں دیکھا حال بیان ہوا اور وہ تھی بھی مبنی برصداقت۔ چنانچہ مجھ سے پوچھا یا خط کے ذریعے دریافت کیا کہ مولوی احمد علی لکھوی طالب علم نے جو نظم پڑھی تھی اور اس نے آپ کے ادب و احترام کا بھی اس میں بڑے عمدہ طریقہ سے ذکر کیا تھا۔

یہ نظم پوری یا اس کا کچھ حصہ آپ کے پاس موجود ہے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہم نے مولوی احمد علی سے رابطہ کیا ہے۔ مگر اس نے جواب دیا ہے کہ یہ نظم کہے ہوئے بیسیوں سال گذر گئے ہیں۔ اس وقت وہ کیسے یاد رہ سکتی ہے جس وقت وہ میں نے پڑھ کر سنائی تھی کسی طالب علم نے مجھ سے وہ کاغذ لے لیا۔ پھر نہ اُس نے دی اور نہ مجھے یاد ہی رہا۔ میں نے بھی جواب نفی میں دیا۔

غرض یہ کہ اب اوڈانوالہ مدرسہ بڑا ترقی کر گیا اور جماعت کے چوٹی کے مدرسوں میں شمار ہونے لگا۔ مالی حالت بھی اس کی مضبوط ہوگئی اور طلباء بھی کثیر تعداد میں آنے لگے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھ کر ہر سال ایک یا دو اساتذہ کا انتظام کرنا پڑتا۔ اب مہتمم جناب صوفی عبداللہ صاحب کے دل میں خیال آیا کہ آئندہ کوئی کہنہ مشق اور چوٹی کا استاد لانا چاہیئے جو آخری جماعتوں کو تعلیم دے۔ اس سے جہاں طالب علموں کو فائدہ پہنچے گا وہاں مدرسہ کی مالی حالت بھی بہتر ہوگی۔ مجھ سے مشورہ کرنے لگے کہ میرا ارادہ ہے کہ حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی کو لایا جائے وہ اہلحدیث علماء میں چوٹی کے عالم ہیں۔ اور اساتذہ میں اول نمبر کے استاذ ہیں۔ وہ دہلی کے رحمانیہ مدرسہ میں پڑھا چکے ہیں۔ اور مدراس میں عمر آباد کے مدرسہ میں کئی سال تک بطور شیخ الحدیث فرائض انجام دے چکے ہیں۔ ان کے آنے سے مدرسہ کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچے گا۔ مجھ سے کسی آدمی نے کہا ہے کہ ان کی رہائش اور تنخواہ کا انتظام کر لو۔ یہاں میں ان کو لے آؤں گا۔ اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے کہا کہ اگر حضرت حافظ صاحب یہاں تعلیم کے لئے آنا پسند کریں تو میں دل کی گہرائیوں سے خوش ہوں۔ وہ میرے استاد ہیں۔ میں ان سے گوندلانوالہ میں پڑھتا رہا ہوں۔ اور ایک سال عمر آباد مدراس میں بھی ان کے ساتھ رہا ہوں۔ اور ان سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کی زیر نگرانی مجھے تعلیمی امور میں اور زیادہ تجربہ ہوگا۔

شیخ الشیوخ حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اوڈانوالہ میں تشریف آوری

نگران کو بلانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ اب تعلیمی سال ختم ہونے والا ہے۔ رمضان المبارک قریب ہے۔ پہلے ان کو مدرسہ کا امتحان لینے کے لئے دعوت دی جائے۔ وہ امتحان بھی لیں گے اس جگہ کو بھی دیکھ لیں گے اور یہاں کے لوگوں سے مل کر جائزہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے لیں گے کہ ان کے لئے یہاں آنا کیسا ہے ؟ صوفی صاحب نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب کو پہلے مدرسہ کا امتحان لینے کی دعوت دی گئی ، آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لائے ۔ لڑکوں کی تعلیمی حالت پر اطمینان کا اظہار کیا ۔ گاؤں کے معززین سے مل کر جائزہ لیا ۔ اور یہاں آنے کو انہوں نے پسند فرمایا ۔ رمضان میں صوفی صاحب اور گاؤں والوں نے ان کی رہائش اور تنخواہ کا فیصلہ کر لیا اور جس آدمی نے اُن کو لانے کا ذمّہ لیا تھا ۔ اُس کو کہا کہ ہم تیار ہیں ۔ حضرت حافظ صاحب کو رمضان کے بعد مدرسہ میں بطور شیخ الحدیث کے فرائض انجام دینے کے لئے لے آؤ ۔ رمضان کے بعد مدرسہ کُھلا تو دس بارہ تاریخ کو حضرت حافظ صاحب مرحوم تشریف لے آئے ۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد مدرسہ کی شہرت و ترقّی کو چار چاند لگ گئے ۔ مدرسہ کے اساتذہ طلباء اور اہلِ دیہہ کو بڑی خوشی ہوئی ۔ میری خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہ تھا ۔ مجھے اس بات سے خوشی تھی کہ حضرت حافظ صاحب اپنے ایک ادنیٰ شاگرد کے چلائے ہوئے مدرسہ میں بطور شیخ الحدیث تشریف لائے ہیں ، مجھے ان کی سرپرستی میں بہترین راہنمائی ملے گی ۔ اور میں آئندہ پہلے سے زیادہ بہتر طریق پر کام کر سکوں گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ مجھے ان کی زیرِ نگرانی بے شمار فوائد حاصل ہوئے ۔ جو ان کے تشریف نہ لانے کی صورت میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتے تھے ۔ آپ کے آنے کے ساتھ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ اور دوسری جگہ کے کئی طالب علم آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آئے ۔ ان کا آنا مبارک ہوا ۔ طلباء میں زیادتی اور مدرسہ کی رونق میں اضافہ کا سبب بنا ۔ حضرت حافظ صاحب نے بخاری شریف اور آخری جماعت کے کچھ اسباق اپنے ذمّہ لئے ۔ جو آخری سال تک نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ جاری رہے اعزازی طور پر صبح کا درس اور جمعہ کا خطبہ بھی آپ ہی کے سپرد تھا ۔ یہ بھی سال کے اختتام تک بحُسن و خوبی جاری رہا ۔ امتحانات کے ختم ہونے کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کا ایک سال بھی ختم ہوا ۔ آپ چھٹیاں گذارنے کے لئے واپس اپنے گھر گوندلانوالہ تشریف لے گئے ۔ پہلے پہل آپ بال بچے کے بغیر اکیلے تشریف لائے تھے ۔ دو مہینے کے بعد آپ کی پسند کے مطابق ایک بہترین مکان کا انتظام ہو گیا ۔ عید الاضحیٰ کی چھٹیوں کے بعد آپ اہل و عیال کو بھی ساتھ لائے ۔ اور تجویز کردہ مکان میں نزولِ اجلال فرمایا ۔ تنہا ہونے کی صورت میں آپ کی رہائش کا انتظام ایک صاف ستھری آرام دہ بیٹھک میں کیا گیا ۔ جہاں فراغت کے وقت گاؤں کے معزّز لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے دینی اور طبّی فوائد بھی حاصل کرتے ۔ ایک دفعہ گاؤں کی ایک معزّز شخصیت میاں جی عبد الغفور صاحب نے ، جن کے میرے ساتھ بھی گہرے مراسم تھے اور جب میں نے مدرسہ چھوڑ کر گھر میں دوکان کا کام شروع کر دیا تھا ۔ ہمارے گاؤں مجھے لینے کے لئے بھی آئے تھے ۔ کہنے لگے رات عشاء کی نماز کے بعد معمول کے مطابق ہم چند آدمی آپ سے مجلس کرنے کے لئے آپ کے ساتھ آپ کی بیٹھک میں چلے گئے ۔ دیر تک بیٹھے رہے ۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے ۔ جہاں جہاں آپ نے ملازمت کی تھی وہاں کے حالات بڑے پُرلطف انداز میں بیان کرتے رہے ۔ اوڈانوالہ کی رہائش کا بھی آپ نے بڑے دلپذیر طریقہ پر ذکر کیا اور کہا کہ یہاں کے لوگ بھی بڑے اچھے ہیں ۔ اہلِ علم کی عزّت اور خدمت کرتے ہیں ۔ میں یہاں آکر بہت خُوش ہوا ۔ یہاں کے رہنے والے شرع کے پابند اور ادب و احترام سے پیش آنیوالے ہیں ۔ میں یہاں آکر محسوس کرتا ہُوں جیسا کہ میں اپنے گھر میں ہوں ۔ اجنبیت اور بیگانگی کا قطعاً احساس نہیں ہوتا ۔ یہاں کے مدرسہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ میں مدرسہ کا نظم وضبط اور کامیاب تعلیم دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں ۔ دُور دراز جنگل میں میرے شاگرد نے وہ کام کر دکھایا ہے جو ایک جماعت بھی کئی سالوں میں نہیں کر سکتی ۔ میں اس کامیابی پر اسے شاباش اور مبارکباد کہتا ہوں ۔ نئے سال میں بھی آپ نے پچھلے سال والے مکان میں رہائش اختیار کی ۔ نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ وقت گزرنے لگا ۔ اب گاؤں کے آٹھ سات لڑکے جو دینی مدرسہ کی ترقی اور کامیابی دیکھ کر پانچ پانچ چھ چھ جماعتیں پڑھنے کے باوجود سکول چھوڑ کر اس مذہبی مدرسہ میں داخل ہو گئے تھے ۔ اس کا نصاب ختم کرنے کے بعد آخری جماعت میں تھے ، اُن کے اور باہر سے آنے والے لڑکوں کے ، آخری جماعت بخاری شریف وغیرہ کے اسباق حضرت حافظ صاحب کے پاس تھے ۔ نہایت اطمینان اور سکون سے کے ساتھ وقت گزرا ۔ سال کے آخر میں امتحان ہُوئے اور رمضان المبارک کی چھٹیاں ہو گئیں ۔ رمضان المبارک کے ختم ہونے پر معمول کے مطابق اساتذہ اور طلباء کی آمد کا انتظار ہونے لگا جب مدرسہ کھلنے میں چند دن باقی رہ گئے تو حضرت حافظ صاحب کا مکتوب گرامی آیا جس میں اُنہوں نے آئندہ مدرسہ آنے سے معذوری ظاہر کی ۔ صوفی صاحب اور اہل دیہہ بہت پریشان ہوئے کہ حضرت حافظ صاحب نے آئندہ مدرسہ میں آنے سے کیوں معذرت کی ہے ۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا ۔ ادھر کسی نے میرے متعلق بھی شوشہ چھوڑ دیا کہ وہ بھی نہیں آرہا ۔ اس نے بھی حافظ صاحب کی طرح جواب دے دیا ہے ۔ اب تو صوفی صاحب اور اہل دیہہ کی پریشانی دوچند ہو گئی ۔ بڑے متفکر ہُوئے کہ اب مدرسہ کا کام کس طرح چلے گا ۔ دونوں بڑے استاذ چلے گئے ۔ اُوپر کے اسباق کون پڑھائے گا ۔ مگر میرے متعلق تو افواہ غلط تھی ، نہ میں نے مدرسہ چھوڑا تھا اور نہ اس کا کسی سے تذکرہ کیا تھا ۔ میں اپنے وقت پر اُسی یا دوسرے دن پہنچ گیا صوفی صاحب بڑے پریشان بیٹھے تھے ۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑے اور کہنے لگے اب میرا مدرسہ چل پڑے گا خواہ دوسرا کوئی بھی استاد نہ آئے ۔ ملنے کے بعد اُنہوں نے حافظ صاحب کی معذرت کا ذکر کیا کہ وہ تو اب نہیں آئیں گے ۔ تمہارے متعلق بھی کسی نے افواہ اُڑا دی تھی کہ اس سال اس نے بھی نہیں آنا ہے ۔ میں بڑا پریشان تھا کہ طالب علم دھڑا دھڑ آرہے ہیں اور اُستاد غائب ہیں ۔ میں اساتذہ کا کیسے انتظام کروں گا ؟

صوفی علیہ الرحمہ کا اطمینان اور نئے سال کے اسباق کا آغاز

میرے آنے سے صوفی صاحب کافی حد تک مطمئن ہو گئے اور نئے سال کے اسباق شروع ہو گئے ۔ سکول چھوڑ کر دینی مدرسہ میں داخل ہونے والے گاؤں کے لڑکے مدرسہ کا آٹھ سالہ نصاب ختم کرنے کے بعد پچھلے سال حضرت حافظ صاحب سے صحیح بخاری شریف اور آٹھویں جماعت کے کچھ اسباق پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے ان میں سے کچھ لڑکے ملک کے اونچے معیار کے مدارس میں مزید تعلیم اور ان کی سند لینے کے لئے داخل ہو گئے ۔ چنانچہ مولوی عبدالقادر اور اُن کے ساتھ کچھ اور لڑکے بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں چلے گئے ۔ دوسرے لڑکے تو غالباً دل نہ لگنے کی وجہ سے دوران سال ہی واپس آگئے ۔ مگر مولوی عبدالقادر اور ان کے ساتھ کچھ اور لڑکے بھی دارالعلوم کا سالانہ امتحان پاس کرنے کے بعد ندوی بن کر نکلے ۔ مولوی یعقوب صاحب مزید ایک سال کے لئے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں گوجرانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہے۔ حضرت حافظ صاحب کے چلے جانے کے بعد باقی رہنے والے لڑکوں کے کچھ اُونچے سبق میں نے لے لئے۔ اور کچھ دوسرے اساتذہ میں تقسیم کر دیئے۔ حسبِ معمول تعلیم شروع ہوئی۔ اور نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ سال بھر جاری رہی۔ کوئی گڑبڑ اور پریشانی نہیں ہوئی، مُروّجہ طریقہ پر امتحان ہوئے۔ اور رمضان المبارک کی تعطیلات کے لئے **دار العلوم** بند ہوگیا۔ میں رمضان المبارک کی چھٹیوں میں گھر آیا۔ تو کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ ان کی موجودگی میں میرا گھر سے باہر رہنا محال ہوگیا۔ ان سب سے بڑا واقعہ یہ تھا کہ میری بیوی ایک لاعلاج بیماری کینسر میں مبتلا ہوگئی۔ یہ وہ بیماری ہے جو جان لیوا ہے۔ ایک طرف وہ بیمار ہے کسی وقت چین نہیں دوسری طرف چھوٹے چھوٹے چار بچے ہیں۔ بیماری کے ساتھ ان کی دیکھ بھال وبالِ جان ہے۔ میں ان حالات میں بال بچوں کو اپنے ساتھ بھی نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ گھر میں مریضہ کے والدین بھائی بہن اور دوسرے رشتہ دار ہیں۔ دوسری طرف سُسرال کے رشتہ دار ہیں جو ہر وقت اس کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر سختی اور مصیبت کے وقت اس کے سر پر کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے صبر ولاسے سے مریضہ کو کچھ سکون ملتا ہے۔ سفر میں یہ چیز کہاں؟ دوسری طرف میں اس کو اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لہٰذا میں نے حتمی طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ اب میں گھر ہی رہوں گا۔ پڑھانے کے لئے نہیں جاؤں گا۔ میں نے اوڈانوالہ میں خط لکھ دیا کہ اب میں پڑھانے کے لئے نہیں آؤں گا۔ اپنا کوئی انتظام کرلو۔ یہ خط دیکھ کر گاؤں والے اور صوفی صاحب بڑے پریشان ہوئے کہ چار سال کے بعد اب کیا ہُوا کہ مولوی صاحب نے جواب دے دیا ہے۔ صوفی صاحب کو پڑھائی کی وجہ سے اور گاؤں والوں کو علاج معالجہ کے لئے میری ضرورت تھی۔ وہ میرے لانے کے لئے کسی کو بھیجنے کے لئے سوچنے لگے۔ صوفی صاحب بولے۔ اب میں خود جاتا ہُوں۔ اور ان کو لے کر آتا ہُوں۔ لوگوں کو اطمینان ہوگیا کہ اب صُوفی صاحب مولوی صاحب کو لے کر ہی آئیں گے۔ دوسرے، تیسرے دن صوفی صاحب بھی میرے گاؤں حسین خانوالہ میں آ دھمکے، علیک سلیک کے بعد بولے۔ اَب آپ کو ہمارے ساتھ مذاق کی کیا سوجھی کہ جواب لکھ کر بھیج دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ پھر بار بار جواب دینے کا کیا جواز ہے؟ میزبانی کا حق ادا کرنے کے بعد میں نے ان کو آرام سے معاملہ کی نزاکت اور اپنی مجبوری سمجھائی، پہلے تو وہ بولے نہیں۔ یہ کوئی وجہ چھوڑنے کی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ فضل کرے گا۔ بیماریاں آتی بھی رہتی ہیں اور جاتی بھی رہتی ہیں۔ آپ تیار ہوجائیں۔ آپ کو جانا پڑے گا۔ آپ نہ گئے تو لوگ کیا کہیں گے کہ پہلی دفعہ میرے بھیجے ہُوئے دو آدمیوں کے ساتھ چلے گئے۔ اور میرے ساتھ نہیں چلتے مگر میرے آرام کے ساتھ سمجھانے سے وہ نرم پڑ گئے۔ میرے خیال میں اس کی دو وجہیں تھیں۔ ایک تو میرا عذر معقول تھا۔ دوسرا گاؤں کے لڑکے مدرسہ کا آٹھ سالہ نصاب پڑھنے کے بعد پُورے عالم بن چکے تھے۔ بلکہ کچھ لڑکے دوسرے مشہور ملکی مدارس سے آخری امتحان پاس کرکے سند بھی حاصل کر چکے تھے۔ صوفی صاحب کا خیال تھا کہ اب کوئی بھی باہر کا مدرس نہ آئے تو ان کے ذریعہ کام چل سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُنہوں نے پیر یعقوب صاحب، مولوی یعقوب ملہوی صاحب، مولوی محمد صادق خلیل، مولوی عبدالقادر ندوی صاحب اور مولوی محمد اسحاق چیمہ صاحب کو مدرس رکھ کر کام چلالیا۔ ان کو صرف ایک بڑے اُستاد کی ضرورت تھی جو آخری جماعت کو پڑھا سکے۔ اُنہوں نے مجھے رُخصت دے دی لیکن کہا اگر تم نہیں جانا چاہتے تو میری ایک بات مانو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح تمہیں مولوی عطاء اللہ صاحب نے سخت مجبور کر کے بھیجا تھا تم نے کئی منصوبے سوچے ہوئے تھے۔ بلکہ ان پر کام بھی شروع کر دیا تھا لیکن انہوں نے تمہاری کوئی بات نہیں مانی اور اوڈانوالہ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں تو تمہاری سادگی دیکھ کر متردّد تھا۔ لیکن اُنہوں نے مجھے بھی مجبور کر دیا تھا کہ میں نہیں جا سکتا۔ ان کو لے جاؤ۔ ان شاء اللہ کام ٹھیک ہو گا اور تمہیں کوئی شکایت کا موقعہ نہیں ملے گا۔ آپ میرے ساتھ چلے گئے۔ اور جس طرح اُنہوں نے کہا تھا جتنا کہا تھا اس سے بھی بڑھ کر کام ہوا۔ اور مجھے شکایت کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ مدرسہ نے اتنی ترقی کی کہ اب جماعت کے چوٹی کے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ جزاك الله احسن الجزاء۔

اس طرح اب آپ ان کو مجبور کر کے میرے ساتھ بھیجو۔ ہمیں آخری جماعت کے لئے ایک تجربہ کار استاد کی ضرورت ہے۔ مبتدی لڑکے ابتدائی اور درمیانی جماعتوں کا کام تو کرا سکتے ہیں۔ مگر آخری جماعت کا نہیں کرا سکتے۔ اور نہ ہی آخری جماعت میں پڑھنے والے ان سے خُوش ہو سکتے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ وہ بڑے مصروف ہیں اور جہاں ہیں وہاں کے لوگوں نے بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے۔ شاید وہ نہ آئیں یا لوگ ان کو نہ آنے دیں۔ صوفی صاحب بولے ایک دفعہ کوشش تو کرو۔ شاید تمہارے مجبور کرنے کی وجہ سے مان جائیں۔ ان کے اصرار کرنے پر میں ان کو لے کر فیروز پُور شہر پہنچا۔ مولوی صاحب اس وقت گنبد انوالی مسجد شہر فیروز پور میں خطیب تھے۔ شاید کوئی مدرسہ بھی کھول رکھا تھا، مولانا نے علیک سلیک کے بعد صوفی صاحب کو پُوچھا، بتاؤ جس آدمی کو میں نے آپ کے ساتھ بھیجا تھا کیسا رہا۔ آپ کا مدرسہ چلا ہے کہ نہیں۔ اس کے متعلق کوئی شکایت تو نہیں ہوئی۔ صوفی صاحب نے خوش ہو کر فرمایا آپ نے جس طرح فرمایا تھا، اُس سے کہیں زیادہ اچھا ثابت ہُوا۔ مجھے اور گاؤں والوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ مدرسہ کو اتنی ترقی دی ہے کہ لڑکوں کی تعداد اس وقت ستّر، اسّی کے درمیان ہے۔ اور سات آٹھ اُستاد پڑھانے پر مقرر ہیں۔ ہمارا مدرسہ اب جماعت کے چوٹی کے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی اوڈانوالہ میں تشریف آوری

اتنی باتیں ہونے کے بعد میں نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور کہا کہ مدرسہ کی حالت تو جس طرح آپ پہلے بھی جانتے ہیں۔ اب صوفی صاحب کے بیان کرنے سے معلوم ہُوئی ٹھیک ہے۔ جہاں کوئی مدرس چھ مہینے یا سال سے زیادہ نہیں ٹھہرتا تھا اور طالب علم بھی چھ سات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ وہ بھی مبتدی، وہاں میں نے آپ کے بھیجنے کے بعد نو سال جم کر کام کیا ہے۔ اور اب مدرسہ کی وہ حالت ہے جو صوفی صاحب نے بیان کی ہے۔ ستّر، اسّی کے درمیان طالب علم پڑھتے ہیں۔ اور سات آٹھ اُستاد پڑھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اُستاد محترم جناب شیخ الشیُوخ حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی بھی دو سال تک شیخ الحدیث اور مدرس اعلیٰ کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ پچھلے سال سے وہ نہیں آ رہے اور اَب میں نے بھی اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے معذرت کر دی ہے کہ اپنا انتظام کر لو میں آیندہ نہیں آ سکتا۔ صوفی صاحب اور اہل گاؤں بڑے پریشان ہوئے۔ چنانچہ صوفی صاحب اپنی اور اہلِ دیہہ کی طرف سے مجھے لینے کے لئے آئے ہیں۔ میری مجبوریاں درست تھیں۔ اس لئے اُنہوں نے مجھے معذور سمجھا اور آیندہ مدرسہ کے بہترین انتظام اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کے لئے مجھے اپنے ساتھ آپ کے پاس لائے ہیں جس طرح آپ نے مجھے اپنے سارے منصوبے بند کرا کے اوڈانوالہ بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ صوفی صاحب کے ساتھ جا کر دینی مدرسہ میں کام کرو، اللہ تعالیٰ برکت کرے گا۔ تمہیں ناکامی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے برکت کی۔ اور اس کی رحمت سے اب مدرسہ جامعت کے چوٹی کے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح اب آپ سے گذارش کی جاتی ہے کہ آپ بھی اپنے سارے کام چھوڑ کر صوفی صاحب کے ساتھ جائیں۔ مدرسہ کے انتظام کو سنبھالیں۔ وہ آپ کے بغیر کسی آدمی کو لے جانے پر مطمئن نہیں ہیں۔ مولانا صاحب یہ بات سُن کر بڑے متعجّب اور حیرت زدہ ہوئے کہ آپ نے مدرسہ کیوں چھوڑا میں سنتا رہا ہُوں کہ کام بڑا تسلی بخش ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی مجبوریاں بیان کیں تو خاموش ہو گئے۔ اور اپنے نہ جانے کے عذر بیان کرنے لگے کہ میں بہت جگہ پھر پھرا کر یہاں آیا ہُوں۔ یہ لوگ خوش ہیں مجھے چھوڑ کر کہیں جانے نہیں دیں گے۔ میں نے کہا میں آپ کو اسی طرح مجبور کرنے کے لئے آیا ہوں جس طرح آپ نے مجھے مجبور کیا تھا۔ اور میں اپنے سارے شروع کئے ہوئے منصوبے چھوڑ کر صوفی صاحب کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے بڑی شرم رکھی اور کام صوفی صاحب اور اہلِ علاقہ کی تسلی کے مطابق کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ اب آپ کو بھی انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اُور چلے ہوئے کام کو سنبھالئے۔ مولانا یہ سُن کر سوچ میں پڑ گئے۔ اور کہنے لگے اچھا میں انتظامیہ سے بات کرتا ہُوں۔ اگر اُنہوں نے اجازت دے دی تو مجھے وہاں جانے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ وہ گئے اور بڑی دیر کے بعد آئے اور کہنے لگے انتظامیہ اس بات کو منظور کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھی مگر میرے بہت سمجھانے کے بعد انہوں نے مجھے ایک سال کے لئے جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اگر یہ منظور ہو تو میں تیار ہُوں۔ میں نے اور صوفی صاحب نے کہا ہمیں منظور ہے۔ ایک سال کے لئے تو چلیں۔ آگے پھر دیکھا جائے گا۔ مختصر یہ کہ حضرت مولانا سے پختہ وعدہ لے کر میں نے صوفی صاحب کو اوڈانوالہ بھیج دیا اور خود اپنے گاؤں حسین خانوالہ میں آگیا۔ اب سے اوڈانوالہ سے میرا تعلیمی تعلّق ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ بعض لوگ کوشش کرتے رہتے کہ کسی طرح یہ تعلّق دوبارہ قائم ہو جائے لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔

پھر وہی دوکان

اب مجھے کئی قسم کی پریشانیوں نے گھیر لیا۔ اہلیہ کے علاج کی پریشانی، بچّوں کی نگرانی کی پریشانی، پھر بے روزگاری کی پریشانی، یہ سب سے بڑی پریشانی تھی۔ کیونکہ اہلیہ کے علاج کے لئے پیسہ چاہیئے تھا۔ بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کے اخراجات کے لئے پیسہ چاہیئے تھا اور میں بے روزگار تھا۔ ملازمت کی حالت میں کچھ تنخواہ آجاتی تھی جس سے کسی قدر اخراجات پورے ہو جاتے۔ کچھ سکون مل جاتا تھا۔ مگر اب وہ صورت بھی نہیں رہی۔ ہمارے ملک میں پرائیویٹ اداروں کی ملازمت میں خواہ وہ مذہبی مدارس میں تدریس کی ملازمت ہو یا مساجد میں خطابت و امامت کی ملازمت ہو، اس میں تکلیف دہ نقص یہ ہے کہ جب تک آدمی ملازمت کرتا ہے اس کو طے شدہ تنخواہ ملتی رہتی ہے اور اس کا گذارا چلتا رہتا ہے۔ جب ملازمت سے جواب ہو جائے تو اس کو ہر قسم کے تعاون سے بھی جواب مل جاتا ہے۔ ایک ٹیڈی پیسہ کے ساتھ بھی اس سے تعاون نہیں کیا جاتا۔ خواہ اس نے ملازمت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران جان مارکر کوشش کی ہو اور اس ادارے کو بام عروج پر پہنچایا ہو۔ ملازمت کی صورت میں تو سب کہتے ہیں کہ اس شخص نے بڑا کام کیا ہے۔ اس نے وہ کام کر دکھایا ہے جو ایک جماعت بھی نہیں کر سکتی تھی مگر ملازمت ختم ہو جاتی ہے تو عدیم توجہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں کہتا کہ اس نے بڑا کام کیا ہے۔ اب بے روزگار ہے اس سے کچھ تعاون کیا جائے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ملازمت کے دوران جان مارکر کام کرتے دیکھ کر سب کہتے تھے کہ اس نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ مگر ملازمت ختم ہونے کے ساتھ کسی کے نزدیک تعاون کا مستحق نہیں سمجھا گیا اور تو کوئی کام کر نہیں سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً یہی سوچا کہ دوکان کر لی جائے۔ شاید اس سے قُوت لایموت حاصل ہوتی رہے۔ اور زندگی کی ضروریات میں کچھ مدد مل سکے۔ چنانچہ پرچون کی دوکان کھول لی، لیکن بڑی بددلی سے دل بالکل نہیں چاہتا تھا۔ بار بار خیال آتا تھا کہ اگر یہی کام کرنا تھا تو پہلے دن سے کر لیتے۔ علم دین حاصل کرنے میں اتنے سال کیوں ضائع کئے۔ پھر عملی زندگی میں ایک پرائیویٹ ادارہ کی ملازمت کیوں کی۔ کسی سرکاری ادارہ میں ملازمت کیوں نہ کی جہاں تنخواہ بھی معقول ملتی اور ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن بھی ملتی۔ حتیٰ کہ پنشن لینے والے کی وفات کے بعد اس کے بچوں کے جوان ہونے تک اور اس کی بیوی کو تازندگی یا دوسری شادی کرنے تک ملتی رہتی ہے۔ ساتھ ہی خیال آیا کام تو یہاں بھی اچھا تھا۔ عزت کے ساتھ بے فکری کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ قدرتی حوادثات میں تو انسان بے بس ہوتا ہے۔ خدا کی قضا پر راضی ہوئے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ الحاصل اسی قسم کے پریشان حالات اور پریشان خیالات میں میں نے دوکان شروع کی۔ جس کام کو بے دلی سے شروع کیا جائے اور اس میں دلچسپی نہ ہو تو اس میں کوئی برکت بھی نہیں ہوتی، مجھے دوکان کئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک دن مدرسہ اسلامیہ ڈھلیانہ کے مہتمم حاجی قطب الدین اور مولوی عبدالرحمان صاحب جھنگوی مدرس ہمارے گاؤں حسین خانوالہ تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے میرے پاس پہنچے، علیک سلیک کے بعد اطمینان سے کہنے لگے کہ ہم آپ کو ڈھلیانہ والے مدرسہ میں پڑھانے کے لئے لینے آئے ہیں۔ وہ مدرسہ بھی پانچ چھ سال پہلے مولوی محمد دین اور حافظ عبدالرزاق موجودہ مہتمم مدرسہ ڈھلیانہ اور مولوی عبداللہ سعید مدرس مدرسہ ڈھلیانہ کے والد نے شروع کیا تھا لیکن وہ دو سال کے بعد قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔ پھر حاجی قطب الدین مہتمم رہ گئے۔ مگر وہ مدرسہ بھی ابھی ابتدائی سٹیج پر تھا۔ درمیانہ اور اعلیٰ درجہ میں تعلیم پانے والا کوئی طالب علم بھی نہیں تھا۔ غالباً اوپر والی کتابیں پڑھانے والا ابھی تک کوئی استاد میسر نہیں آیا تھا۔ میں نے کہا بھائی صاحب مجھے اوڈانوالہ مدرسہ سے کسی نے جواب تو نہیں دیا۔ میں تو اپنی ایک مجبوری کی وجہ سے آیا ہوں۔ اگر میں پڑھانے کا موقعہ پاتا تو وہیں پڑھاتا رہتا۔ جس مدرسہ کو میں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ میری بیوی ایک سخت بیماری میں مبتلا ہے جس کا آج تک علاج ہی دریافت نہیں ہوا۔ چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جنہیں وہ سنبھال نہیں سکتی۔ میں ان کو اپنے ساتھ بھی نہیں لے جا سکتا اور چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ لہٰذا میں نے مدرسہ ہی چھوڑ دیا ہے۔ اس واسطے میں جانے سے معذور ہوں مگر وہ بولے اوڈانوالہ کا اور یہاں کا بہت فرق ہے۔ وہ بہت دُور ہے۔ وہاں سے آپ آئیں تو تقریباً دو تین مہینہ کے بعد آ سکتے ہیں۔ ڈھلیانہ بہت نزدیک ہے۔ اس میں تو آپ ہر ہفتہ تقریباً دو دن گھر رہ سکتے ہیں جمعرات کو پچھلے پہر آ جائیں۔ جمعرات اور جمعہ کا دن گھر رہیں۔ ہفتہ کو مدرسہ میں پہنچ جائیں۔ بالکل کسی ناگہانی صورت میں روز بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسکتے ہو۔ دس پندرہ میل کا سفر ہے۔ عصر کے بعد بھی چل کر شام تک گھر پہنچ سکتے ہیں۔ اور صبح کو دو گھنٹہ تک مدرسہ میں جاسکتے ہیں۔ آپ کی مجبوری بھی صحیح ہے مگر اس کا علاج پڑھانے کے ساتھ ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ ہم بڑے مجبور ہیں کوئی آدمی قابل اعتماد نہیں ملتا۔ اس لئے ہماری درخواست کو مسترد نہ کریں۔ اس طرح علاج کے سلسلہ میں مالی مشکلات میں بھی آپ کو کافی سہولت ہو سکتی ہے۔ گھر والوں اور اپنی برادری سے مشورہ کرلیں۔ میں اس وقت واقعی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اور دوکان کرنے پر بھی طبیعت مطمئن نہیں تھی۔ قریب ہونے کی وجہ سے بیمار اور بچوں کی بھی کچھ نہ کچھ نگرانی ہو سکتی تھی اور مالی پریشانیوں سے بھی کافی حد تک نجات مل سکتی تھی۔ میں نے گھر والوں اور بہن بھائیوں سے مشورہ کیا۔ اُس وقت میری والدہ زندہ تھیں۔ ان سے بھی پُوچھا اور سارے حالات اُن کے سامنے رکھے۔ سسرال والوں سے بھی پُوچھا۔ سب نے کہا موجُودہ حالت میں تم اس مدرسہ میں ملازمت کرلو۔ قریب ہونے کی وجہ سے تم بیمار اور بچوں کی بھی جلد جلد خبر لے سکتے ہو۔ اور مالی پریشانی سے بھی نجات پا سکتے ہو۔

مدرسہ ڈھلیانہ میں تقرری

خلاصہ یہ ہے کہ سب حالات کا جائزہ لینے اور اپنی برادری سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے مہمانوں کے ساتھ ڈھلیانہ میں مدرس بن کر جانے پر آمادگی ظاہر کردی۔ اور دو تین دن کے بعد وعدہ پر میں ان کے ہاں مدرسہ میں پہنچ گیا۔ مدرسہ کو دیکھا اور مدرسہ میں پڑھنے والے طالب علموں کو دیکھا۔ بالکل اوڈانوالہ جیسی حالت تھی۔ پہلی، دوسری جماعت میں پڑھنے والے لڑکے بڑے نااہل تھے۔ جس وقت میں وہاں گیا۔ اس وقت وہاں ایک مدرس مولوی عبدالرحمٰن صاحب جھنگوی تھے۔ اس سے پہلے اُنہوں نے ایک مدرس اور بھی رکھا تھا مگر وہ بھی برائے نام۔ اوڈانوالہ کی طرح یہاں بھی بڑی محنت کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے محنت کا میں عادی تھا۔ کام چور نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ کا نام لے کر کام شروع کیا۔ پہلے لڑکوں کو وقت کا پابند بنایا کہ کوئی لڑکا مدرسہ کے اوقات میں مدرسہ سے باہر نہیں رہ سکتا نہ کوئی اُستاذ ہی مدرسہ کے وقت میں کوتاہی کرسکتا ہے۔ ایک ہی وقت میں مدرسہ شروع ہو اور ایک وقت میں بند ہو۔ طالب علم رات کو بھی اپنے اسباق یاد کریں۔ اور اگلے دن پڑھنے والے اسباق کا خوب مطالعہ، مغرب کی نماز کے بعد عشاء کی نماز کا آدھا گھنٹہ نکال کر کم ازکم تین گھنٹے طالب علم دن کا پڑھا ہوا سبق یاد کریں، اور اگلے دن کے اسباق کا مطالعہ کریں۔ اس میں کسی طالب علم کی سُستی اور غیر حاضری برداشت نہیں کی جائے گی۔ میں خود مدرسہ میں رہتا تھا۔ اور طالب علموں کی نگرانی کرتا تھا۔ کوئی طالب علم وقت کی پابندی میں کوتاہی کرتا یا سبق یاد کرنے اور مطالعہ کرنے میں غفلت سے کام لیتا تو اگلے دن سبق میں اس کو سزا ملتی۔ چند دن لڑکے اپنی پہلی سُستی اور غفلت کی عادتیں چھوڑ کر چُست اور چالاک ہوگئے، دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ اب پڑھائی ہونے لگی ہے۔ اور اب یہ لڑکے یہاں سے کچھ بن کر نکلیں گے۔ چند ہی ہفتوں کے بعد مدرسہ کی حالت کافی بدل گئی جو لڑکے پہلے بدمحنت تھے اور کھیل کود کے عادی تھے۔ سبق پڑھنے کے بعد حجروں میں چلے جاتے اور وہاں لیٹ جاتے اور اکثر ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے لگ جاتے تھے وہ اب پابند ہیں۔ مدرسہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹائم ختم ہونے تک اُستاد کے سامنے بیٹھے ہیں۔ ایک منٹ بھی پہلے نہیں جا سکتے۔ ان کی حالت اب سدھرنے لگی، کمزوری دُور ہوگئی اور پڑھی ہوئی کتابیں یاد ہونے لگیں۔ مشہوری دیکھ کر کچھ نئے لڑکے دوسرے مدرسوں سے نکل کر آنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو مہینوں کے بعد لڑکے اتنے زیادہ ہوگئے کہ ہم دو اُستادوں سے ان کا سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ اور ایک تیسرے اُستاد کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی۔ لڑکوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی مالی حالت بھی بڑھ گئی۔ لہٰذا تیسرے اُستاد مولوی حبیب الرحمٰن لکھوی، حافظ عزیز الرحمٰن صاحب لکھوی مدرسہ دینیہ رینالہ خورد اور مدرسۃ البنات رینالہ خورد کے مہتمم کے بڑے بھائی مقرر کر لئے گئے۔ اگلے سال لڑکوں کی تعداد اور بڑھی تو چوتھے اُستاد حافظ محمد صاحب بھٹوی کو رکھ لیا گیا۔ اس سے اگلے سال اور ضرورت محسوس ہوئی۔ تو مولانا عبداللہ صاحب زیروی کو پانچویں اُستاد کے طور پر بلا لیا گیا۔ جہاں ایک اُستاد ہوتا تھا وہاں لڑکوں کی تعداد چالیس پچاس ہونے کے بعد اب پانچ اُستاد پڑھاتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ چھٹے اُستاد مولوی عبدالرحمٰن نو مسلم بھی تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لڑکوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی حالت بھی ترقی پذیر تھی۔ اب ضرورت کے پیش نظر کسی نئے اُستاد کا تقرر مدرسہ کے لئے مشکل نہیں تھا اور ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونے کی وجہ سے پاکستان اور بھارت دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ انگریز ہندو سکھ ملک تقسیم کرنے کے سخت خلاف تھے۔ مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دینے کے بعد ملک تقسیم کرایا۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ وہ حصہ پاکستان کے نام سے مسلمانوں کے حصہ میں آیا اور جن صوبہ جات میں ہندوؤں اور سکھوں کی اکثریت تھی وہ بھارت کے نام سے ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں رہا۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد انگریز تو بوریا بستر باندھ کر اپنے ملک انگلینڈ واپس چلے گئے۔ پنجاب کے کچھ حصوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور کچھ حصوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی زیادہ تھی۔ لہٰذا پنجاب کو تقسیم کر کے مسلم اکثریت والے حصہ کو پاکستان میں شامل کر دیا گیا۔ اور ہندوؤں کی اکثریت والے حصہ کو بھارت میں ملا دیا گیا۔ اور ان حصوں کی آبادی منتقل کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ بھارتی پنجاب میں رہنے والے مسلمان پاکستان منتقل ہوگئے اور پاکستانی پنجاب کے ہندو اور سکھ بھارت میں چلے گئے۔ پہلے بھی اور انتقال آبادی کے وقت ہندوؤں اور سکھوں اور بھارتی حکومت نے پاکستان آنے والے لوگوں پر بڑے ظلم و ستم کئے۔ پہلے کچھ علاقہ کے لوگوں کو کیمپوں میں جمع کرتے اور پھر قافلوں کی صورت میں پاکستان بھیجتے۔ ان کیمپوں اور قافلوں پر مسلح ہندو اور سکھ غنڈے حکومت کی مدد سے حملے کرتے۔ ان کو لوٹتے، قتل کرتے اور خصوصاً نوجوان عورتوں کو اغوا کرتے۔ اس طرح لاکھوں مسلمان مرد، عورتیں اور بچے قتل ہوئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں عورتیں اغوا کر لی گئیں۔ یہ مہینے بڑی ہی افراتفری اور بدامنی کے تھے۔ ہندوستان سے آنے والے کئی سال تک انتہائی پریشانی میں مبتلا رہے۔ اس طرح لوکل لوگوں کو پریشان ہونا پڑا۔ اہلحدیث کے اکثر مدارس بھارت میں جانے والے پنجاب میں تھے۔ جیسے مدرسہ غزنویہ امرتسر اور جامعہ محمدیہ لکھوکے ضلع فیروز پور وغیرہ۔ انتقال آبادی کے ساتھ ان کو بھی منتقل ہونا پڑا۔ بعض مدارس میں لاکھوں کی کتابیں اور دوسرا سامان تھا جو غنڈوں نے لوٹ لیا یا جلا دیا۔ یہ مدارس افراتفری کی وجہ سے پاکستان منتقل ہونے کے بعد کئی مہینوں تک بلکہ کئی سالوں تک نئی جگہ میں منتقل نہ ہو سکے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اکثر طالب علم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھر قائم ہونے والے مدارس کی طرف رجوع کرتے تھے۔

خوراک کا مسئلہ

اب مدرسہ ڈھلیانہ میں ابتدائی درمیانی اور اعلیٰ تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ لڑکے بھی ابتدائی اور درمیانہ اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور مطلب حاصل کرتے ہوئے دیکھ کر یہیں رہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ جہاں پہلے چار پانچ سال دس پندرہ لڑکے پہلی دوسری جماعت سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مدرسہ کی مالی حالت بھی اطمینان بخش نہیں تھی۔ اب ہر لحاظ سے اطمینان بخش حالات ہوگئے۔ پڑھانے والے اُستاذ تقریباً پانچ چھ ہیں۔ ہر قسم کی ابتدائی متوسط اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے لڑکے بھی پچاس سے زیادہ ہیں۔ مدرسہ کی مالی حالت بھی ہمت افزا ہے۔ اتنا خرچ آسانی کے ساتھ پورا ہو سکتا ہے۔ اب اوڈانوالہ کی طرح پریشانی ہے تو یہ کہ آنے والے لڑکوں کے لئے خوراک کا انتظام نہیں، پہلے مقامی طلباء تو اپنے گھروں سے کھانا کھا آتے تھے اور بیرونی طلباء کا کھانا موضع ڈھلیانہ اور رستم کے گھروں سے آتا تھا۔ اب کھانا دینے والے گھران دونوں دیہات میں باقی نہیں رہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اوڈانوالہ کا طریقہ ہی اختیار کرنا پڑا۔ یعنی قریب ہی ایک اہلحدیث گاؤں چار چک جی ڈی غلام رسول والہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس کے باشندوں کو نئے آنے والے طلباء کو کھانا دینے کے لئے کہا گیا۔ وہ بھی دیکھتے تھے کہ اب مدرسہ میں دینی تعلیم کا کام عروج پر ہے۔ ہمارا تعاون رائیگاں نہیں جائے گا۔ وہ بڑی خوشی سے کھانا دینے کے لئے راضی ہوگئے۔ چنانچہ اب نئے آنے والے طلباء کے کھانے کا انتظام موضع چار چک جی ڈی غلام رسول والہ میں ہونا شروع ہوگیا اور تعلیم کا کام بے فکری سے ہونے لگا۔

بیوی کا انتقال

میں نے پیچھے بیان کیا ہے کہ میری بیوی ایک لاعلاج بیماری کینسر میں مبتلا ہوگئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے تھے، مریضہ کی تیمارداری اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے مجھے اوڈانوالہ کے مدرسہ کو جس کو میں نے بڑی محنت کرکے ترقی اور عروج پر پہنچایا تھا، خیرباد کہنا پڑا۔ کیونکہ مریضہ اور معصوم بچوں کو نہیں رکھ سکتا تھا۔ مدرسہ ڈھلیانہ چونکہ ہمارے گاؤں سے قریب تھا۔ میں وہاں سے مریضہ کی تیمارداری اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے جلدی پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد بوقتِ ضرورت روز بھی پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے مالی اخراجات سے نپٹنے کے لئے ڈھلیانہ میں پڑھانا قبول کر لیا تھا۔ دونوں کام اپنی طاقت کے مطابق انجام دیتا تھا۔ پڑھاتا بھی تھا اور خوب دل لگا کر پڑھاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو تین سالوں میں مدرسہ کی کایا پلٹ دی۔

ادھر میری بیوی کی بیماری لمبی ہوگئی۔ اطباء اور ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق یہ بیماری قابل علاج نہیں تھی۔ جوں جوں علاج کرتے گئے اُس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ عین اُس موقعہ پر پاکستان بھی بن گیا اور انتقال آبادی کی وجہ سے ملک میں بے حد بدامنی اور فتنہ و فساد شروع ہوگیا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے راستے بہت محدود ہوگئے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے والے پناہ گیروں کو مال گاڑیوں کے ڈبوں کے ڈبوں میں منتقل کیا جانے لگا۔ اس قسم کی افراتفری میں علاج کے لئے دوسرے شہروں میں جانا ناممکن ہوگیا۔ مجبوراً علاقہ کے جراحوں اور حجاموں سے علاج کرانا پڑتا تھا۔ جو دعوے تو بڑے کرتے تھے کہ ہمارے علاج سے جلد آرام ہو جائے گا مگر طویل عرصہ تک مختلف جراحوں اور حجاموں کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا، بیماری بڑھتی ہی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مریضہ کی چھاتی جہاں کینسر کا پھوڑا تھا، اکڑ کر پتھر بن گئی جو انگلی کے دبانے سے بھی نہیں دبتی تھی۔ کچھ دن کے بعد اس طرف کا جسم کا دوسرا حصہ اور اس طرف کا بازو بھی پتھر بن گیا۔ سواری نہ ملنے کی وجہ سے کسی ہسپتال میں لے جانا بھی مشکل تھا۔ آخر مریضہ کی ناقابل برداشت تکلیف کو دیکھ کر ایک دن اسے منٹگمری شہر کے ہسپتال میں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ اڈے پر سارا دن انتظار کرنے کے بعد شام کے وقت ایک ٹرک میں جگہ ملی جو سواریوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آرام کے ساتھ کھڑا ہونے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ مریضہ کو بڑی مشکل سے ایک جگہ بٹھایا اور باقی ہم تین چار مرد عورتوں نے کھڑے ہو کر سفر کاٹا۔ دن کے وقت مریضہ کو بڑی مشکل کے ساتھ ہسپتال لے گئے۔ اور جس ڈاکٹر کی شہرت سن کر ہم نے یہ ساری تکلیف اٹھائی تھی مریضہ کو دیکھتے ہی اس نے کہا اس کا یہاں علاج نہیں ہوسکتا اس کو لاہور لے جاؤ۔ وہاں سے جواب ملنے کے بعد ہم مریضہ کو اسی طرح ٹرک میں لاہور لے گئے۔ وہاں بھی ڈاکٹروں نے دیکھتے ہی کہا کہ اس بیماری کا علاج ساری دنیا میں نہیں یہ جان لے کر جان چھوڑتی ہے۔ یہ اب آخری مرحلہ میں پہنچ چکی ہے اس کو گھر لے جاؤ۔ اس کی میت کو کیوں خراب کرتے ہو۔ کچھ انہوں نے مریضہ کی تسلی کے لئے نسخہ لکھ دیا۔ اور اس کی تسلی بھی دی کہ یہ دوا استعمال کرو۔ گھبراؤ نہیں جلدی آرام آجائے گا۔ مگر ہمیں الگ ہو کر کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے، اسے گھر لے جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ یہ چند دنوں کی مہمان ہے۔ چنانچہ ہم نے وہ نسخہ خرید کر مریضہ کو اس کی خوراک پلا کر گھر کی طرف آنے کی فکر کرنے لگے۔ مگر واپس آنے کے لئے ٹرک کے بغیر کسی اور سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ بڑی مشکل کے ساتھ ٹرک میں بیٹھ کر گھر آئے۔ گھر آنے کے بعد ڈاکٹروں کی تسلی کی وجہ سے ایک دن تو مریضہ نے آرام سے گزارا۔ مگر دوسرے دن پہلے سے بھی زیادہ تکلیف ہوئی۔ اور جسم کا جو حصہ پتھر بن گیا تھا۔ وہ جسم سے کٹنا شروع ہوگیا۔ اور چند منٹ کے بعد مریضہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ اپنے معصوم بچوں اور دوسرے عزیزوں کو روتا چھوڑ کر عالم بالا کی طرف روانہ ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے اللہ حدیث پاک میں ہے کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیماری بھی ایماندار کے لئے گناہوں کا کفارہ ہے اس کے پیش نظر میں دست بدعاء ہوں کہ تیری اس بندی نے کئی سال تک اس بیماری میں تکلیفیں اٹھائیں۔ کئی دن اور کئی راتیں رو رو کر کاٹے مگر باوجود بسیار کوشش و علاج کے صحت نہ ہوئی اور اسی تکلیف میں بالآخر جان تیرے سپرد کر دی۔ یا اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق اس بیماری کو اس اپنی بندی کے صغیرہ کبیرہ گناہوں کا کفارہ بنادے۔ انسانی کمزوری کی بنا پر ہونے والی تمام خطاؤں کو معاف فرما۔ اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرما۔ یا اللہ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

ڈھلیانہ کے مدرسہ سے استعفیٰ

بیوی کے انتقال کے بعد گھر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے سنبھالنے کا انتظام درہم برہم ہوگیا۔ میرے گھر رہے بغیر معاملات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست نہ ہوتے دیکھ کر میں نے ڈھلیانہ میں پڑھانا ہی چھوڑنا مناسب سمجھا۔ میں نے پیش آمدہ حالات بیان کرنے کے ساتھ مدرسہ والوں کو اپنی ناگہانی مجبوری کی بناء پر استعفیٰ بھی پیش کر دیا۔ مکتوب ملنے کے بعد مہتمم حاجی قطب الدین، مولوی عبدالرحمن صاحب جھنگوی اور غالباً کچھ لڑکے بھی مرحومہ کی تعزیت کے لئے آئے۔ اس دن تو وہ تعزیت کر کے چلے گئے۔ مگر آٹھ دس دن کے بعد پھر آگئے اور مجھے دوبارہ مدرسہ میں جانے کے لئے مجبور کرنے لگے۔ میں نے ہر چند اپنے عذر بیان کئے مگر وہ اپنے اصرار پر بدستور قائم رہے اور کہنے لگے آپ کی مرحومہ بیوی کا جس طرح اللہ کو منظور تھا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ واقعی بڑا صدمہ ہے۔ اب حوصلہ سے ہی پیش آمدہ حالات سے نپٹا جا سکتا ہے جس طرح پہلے آپ کے رشتہ داروں نے آپ کی بیوی کی بیماری میں تعاون کیا ہے۔ اس طرح اب بھی تعاون کریں تو اس مسئلہ کا حل ہو سکتا ہے۔ ایک آدھ بچہ آپ اپنے ساتھ رکھیں، دوسرے بچوں کا انتظام آپ کے بھائی بہن اور دوسرے عزیز کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتری کرے گا۔ ہمارا کام بڑا خراب ہے۔ اب ہمارا مدرسہ چلا ہے۔ آپ کے نہ جانے کی وجہ سے سب کام درہم برہم ہو جائے گا۔ ہم بھی آپ کے بہن بھائیوں کی منت و سماجت کرتے ہیں وہ آپ کے ساتھ تعاون کریں اور آپ کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔ بہن بھائیوں کو تعاون کے لئے کہا گیا تو بعض نے تو انکار کر دیا کہ ہم سے بچوں کی نگرانی میں کوئی تعاون نہیں ہو سکتا۔ جس کا کام ہے وہ سنبھالے۔ دوسروں کا یہ کام نہیں۔ مگر میری والدہ صاحبہ اور میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے تعاون کا یقین دلایا کہ تم ان مہمانوں کے اصرار پر ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ ایک لڑکے کو جو ہم سے مشکل قابو آئے گا۔ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ باقی لڑکوں کا انتظام کرنے کے لئے میں تمہارے گھر رہوں گی۔ میں اپنے گھر کا کام کر کے بچوں کے کھانے پکانے اور کپڑے وغیرہ دھونے کے لئے تمہارے گھر رہا کروں گی۔ ہفتہ کے بعد یا بوقت ضرورت پہلے بھی تم آ ہی جایا کرو گے یہ جو مصیبت آپڑی ہے۔ ہمارے ایک دوسرے کے تعاون کرنے سے انشاءاللہ دور ہو جائے گی۔ تم ان مہمانوں کو ناراض نہ کرو۔ ان کا کام اگر آپ کی وجہ سے پورا ہوتا ہے تو اسے ضرور پورا کرو۔ میں اپنی ہمشیرہ کے تعاون سے اور جس جس طرح وعدہ کیا تھا۔ اسی طرح اس کو پورا کرنے سے دوبارہ مدرسہ ڈھلیانہ میں جانے کے قابل ہو سکا اور پہلے کی سی محنت کے ساتھ اس کو سرانجام دیا۔ میری ہمشیرہ کا اب انتقال ہو چکا ہے۔ میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تعاون کرنے کی وجہ سے اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دوبارہ مدرسہ ڈھلیانہ میں جانے کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال یا دو سال میں وہاں رہا۔ دو تین سال پہلے حافظ عبدالرشید صاحب موجودہ شیخ الحدیث دار العلوم تقویۃ الاسلام مدرسہ غزنویہ لکھوکی کا مدرسہ چھوڑ کر، مولوی عبدالرشید اسلام پوری موجودہ مہتمم و صدر مدرس مدرسہ ریاض العلوم رام گڑھ لاہور جھوک دادو کا مدرسہ چھوڑ کر کئی اور ساتھیوں کے ساتھ مدرسہ ڈھلیانہ میں آ داخل ہوئے تھے اور ان کے دوسرے مقامی اور دوسرے مدرسوں سے آنے والے طالب علم آخری کلاس میں پہنچ چکے تھے آخری سال میں نے ان کو صحیح بخاری شریف اور آٹھویں جماعت کے کچھ دوسرے اسباق بڑی محنت سے پڑھائے۔ مدرسہ اب اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ بامہ بالا سے رینالہ خورد جانے والی پختہ سڑک پر واقع ہونے کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں کی نظر میں تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ آتے جاتے مدرسہ کے نظم و ضبط اور طالب علموں کو دن رات پڑھنے میں مصروف دیکھ کر بہت خوش اور مدرسہ کے مداح تھے۔ اس سے مدرسہ کے مالی تعاون میں بھی بے حد ترقی ہوئی۔ اب مدرسہ دینی تعلیم حاصل کرنے کا قابلِ فخر مرکز بن گیا تھا۔ جہاں طلباء کو پوری دینی تعلیم حاصل کرنے کے پورے مواقع حاصل تھے۔ کسی کو کسی دوسرے مدرسہ میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔

مدرسہ ڈھلیانہ سے دوسری بار استعفیٰ

میں نے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کا جو انتظام کیا تھا۔ وہ ایک وقتی اور عارضی کوشش تھی۔ دائمی اور مستقل ذریعہ نہیں تھا۔ بہن بھائی بھی سمجھتے تھے کہ اس کے مستقل اور دائمی حل اور دوسروں کے تعاون سے بے نیاز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی دوسری شادی کا انتظام کیا جائے پھر بچوں کی تربیت کا بہترین انتظام ہو سکتا ہے۔ اپنے گھر اور اپنی نگرانی میں بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا مرحلہ بھی آسانی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ بالآخر مجھے بھی ان کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ اور ایک سال کی کوشش کے بعد شادی کا انتظام ہو گیا۔ اور تین چار ماہ ضروری امور طے کرنے کے بعد دوسری شادی ہو گئی۔ اس کے بعد تین چار ماہ تک بیوی اور بہن بھائیوں کے ملے جلے تعاون سے کام چلتا رہا۔ آخر بہن بھائیوں نے آئندہ تعاون سے معذوری ظاہر کر دی کہ اب تمہارا گھر آباد ہو گیا ہے۔ ہمارے تعاون کے بغیر ہی خود اپنا کام چلاؤ۔ اب میرے گھر میں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے بڑا انتشار پھیلنے لگا۔ پہلی اولاد اور دوسری بیوی کا باہمی تعاون مشکل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ بیوی کو پہلے بچوں کے خلاف شکایات پیدا ہو جاتی ہیں اور بچوں کو بیوی کے خلاف دھاندلیوں کے الزامات عائد کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ ان کو نمٹانے کے لئے سربراہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مجھے دوبارہ مدرسہ ڈھلیانہ سے علیحدہ ہونا پڑا۔

اپنے گاؤں حسین خانوالہ میں مدرسہ کا اجراء

گاؤں کے بزرگوں کو میرے ڈھلیانہ کا مدرسہ چھوڑ کر آنے کا علم ہوا۔ اور انہوں نے مجھے گھر میں بے کار پھرتے دیکھا، تو ایک دن عصر کی نماز کے بعد مجھے کہنے لگے ہمارا مدت سے خیال تھا کہ ہم گاؤں میں دینی تعلیم دینے کے لئے دینی مدرسہ کا اجراء کریں۔ مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کو عملی جامہ پہنا سکے۔ ایک تو باہر کا ہمارے لئے قابلِ اعتماد مدرسہ چلانے والا عالم ملنا مشکل تھا۔ دوسرا اس کی شان کے لائق مکان ملنا بھی دشوار تھا پھر کھانا پکانے کے لئے ایندھن پانی وغیرہ کے انتظام کے بھی ہم متحمل نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے یہ خیال دل ہی میں رہا۔ اب آپ گاؤں کے اپنے ہی آدمی ہیں۔ پوری دینی تعلیم دے سکتے ہیں۔ آپ کو اوڈانوالہ مدرسہ اور اس کے بعد ڈھلیانہ والا مدرسہ کامیاب بنانے کا تجربہ ہے۔ اسی واسطے تو وہ لوگ آپ کو دوبارہ سہ بارہ مجبور کر کے لے گئے۔ اب آپ فارغ ہیں کئی مجبوریوں کی وجہ سے باہر نہیں رہ سکتے اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اور ہم آپ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں تاکہ پرانے اور قدیم خیال کو عملی جامہ پہنائیں۔ ہم آپ کی تنخواہ کا انتظام کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ہر ماہ باقاعدہ آپ کو ملے گی۔ اور آپ مسندِ درس پر بیٹھ کر تعلیم کا فریضہ انجام دیں۔ ہم ایک دوسرے سے پختہ وعدہ کریں کہ آیندہ کوئی فریق دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر اس عمل کو ترک نہیں کرے گا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر آپ لوگ اس کام کو جاری رکھنے کے لیے اسی طرح عہد کرتے ہیں تو میں بھی اس عہد کے ساتھ اس کام کو جاری کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اب میری تنخواہ کے متعلق بات شروع ہوئی تو بعض دوست کہنے لگے کہ مثل مشہور ہے کہ باہر کی پوری روٹی کی بجائے گھر کی آدھی روٹی بہتر ہے ہم ان کے لیے پچاس روپے ماہوار تنخواہ لینے کا انتظام کریں گے کیونکہ یہ باہر سے ایک سو دس روپے ماہوار تنخواہ لیتے ہیں۔ یہ چالیس سال پہلے کی بات ہے اس وقت اتنی تنخواہ معقول بھی جاتی تھی۔ ایک دوسرے بزرگ حاجی سردار علی بولے کہ نہیں ایسے قابل اور محنتی آدمی کے لیے اتنی تنخواہ تھوڑی ہے، کم از کم اسی روپے ماہوار تنخواہ دو۔ سب اس پر راضی ہوگئے۔ میں نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس ایک ہی مجلس میں یہ مذہبی مدرسہ جاری کرنے کی تجویز پیش ہوئی اور اسی مجلس میں مختلف امور زیرِ بحث آنے کے بعد اس کے اجراء کا آخری اور حتمی فیصلہ بھی صادر ہوگیا۔ دوسرے ہی روز میں اپنے قدیمی راہنما مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت لاہور شیش محل روڈ میں مولانا محمد داؤد غزنوی کے پاس رہتے تھے۔ میں نے ان کو اپنی مجبوریاں بیان کرنے کے بعد بتایا کہ میں نے مدرسہ ڈھلیانہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اچھا بھلا اور ترقی پذیر مدرسہ کیوں چھوڑا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اب میں نے گاؤں کے باشندوں کے تعاون سے اپنے گاؤں میں مدرسہ کھول لیا ہے۔ یہ سن کر خوش ہوئے اور بولے کہ مدرسہ کا نام کیا رکھا ہے۔ میں نے کہا جامعہ اسلامیہ نام رکھا ہے۔ بولے یہ نام موزوں نہیں ہے۔ اس نام کا مدرسہ گوجرانوالہ میں ہمارے اُستاد حافظ محمد گوندلوی صاحب کا قائم ہے۔ اس کا نام مدرسہ سلفیہ حسین خانوالہ رکھو۔ میں نے یہی منظور کر لیا۔ اور کہا اب ایک تو اس کے متعلق اخبار **الاعتصام** میں اشتہار دینا ہے۔ دوسرا اس کے چندہ کے لیے رسید بکیں چھاپنی ہیں۔ فرمانے لگے یہ دونوں کام کل ہو جائیں گے۔ اڈانوالہ اور ڈھلیانہ کی طرح دل لگا کر کام کرو۔ ان شاء اللہ حسین خانوالہ بھی دینی تعلیم کا ایک مرکز بن جائے گا۔ میں دوسرے دن گھر واپس آیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گاؤں میں پڑھانا شروع کر دیا۔ کچھ طلباء جو میرے ساتھ ہی رہنا چاہتے تھے، مدرسہ ڈھلیانہ سے میرے پاس آ گئے۔ ۵۔۶ طلباء گاؤں سے مل گئے۔ اخبار میں اشتہار چھپنے کے بعد دوسرے مدارس سے بھی طلباء آنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اچھی خاصی رونق ہوگئی۔ گاؤں کے معززین خوش تھے کہ سالہا سال سے دل میں دبا ہوا ہمارا منصوبہ اب پورا ہوا ہے اور دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس کو دینی تعلیم کا ایک مرکز بنائے۔ کام ڈھنگ سے شروع کیا گیا تھا۔ لہٰذا کچھ ماہ کے بعد اس کی کامیابی اور روز بروز ترقی کے آثار نظر آنے لگے۔ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ فیصل آباد اور گوجرانوالہ وغیرہ کے قدیم مدارس سے بھی اُوپر والی جماعتوں کے طالب علم آنا شروع ہوگئے اور اسباق اس قدر زیادہ ہوگئے کہ ان سے عہدہ برآ ہونا میرے اکیلے کے بس میں نہ رہا۔ ایک دوسرے اُستاد کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی جب تک دوسرے اُستاد کا انتظام نہ ہوا۔ آنے والے طلباء کے داخلہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکا اور ان کو مجبوراً جواب دینا پڑا۔ آخر میں نے یہ مسئلہ گاؤں کے معززین کے سامنے رکھا۔ انہوں نے کہا نیا اُستاذ رکھ لو اور کسی کو جواب نہ دو۔ چنانچہ حافظ عبدالرشید گوہڑوی صاحب کو ابتدائی جماعتوں کے لیے رکھ لیا۔ پانچ چھ مہینے وہ میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کام کرتے رہے۔ انہوں نے مولوی فاضل کا امتحان دیا ہوا تھا وہ کسی پرچے میں ناکام ہوگئے۔ چنانچہ وہ دوسری مرتبہ امتحان دینے کے لئے دوبارہ دارالعلوم مدرسہ غزنویہ میں داخل ہوگئے۔ اور یہاں پڑھانا چھوڑ دیا۔ وہ مدرسہ ڈھلیانہ میں مجھ سے ہی پڑھتے تھے۔ اور میرے آنے کے بعد دارالعلوم غزنویہ میں داخل ہوئے۔ اور مولوی فاضل کا امتحان وہاں ہی سے دیا تھا۔ اب میں پھر اکیلا رہ گیا اور جوں توں کر کے کام چلاتا رہا۔

مدرسہ غزنویہ لاہور میں آنے کی دعوت

مدرسہ سلفیہ حسین خانوالہ میں مجھے کام کرتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہی گذرا ہوگا کہ میرا ایک دفعہ لاہور آنا ہوا۔ مولانا محمد داؤدؒ صاحب غزنوی سے ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے اپنے دفتر میں لے گئے۔ اوڈانوالہ میں میری نو، دس سالہ کارکردگی کا ذکر تو غالباً سُن ہی چکے ہوں گے۔ پھر مدرسہ ڈھلیانہ ضلع منٹگمری میں چار پانچ سال تک میری تعلیمی خدمات سے بھی ناواقف نہیں ہوں گے۔ اب تو یہاں ان کے مدرسہ میں ڈھلیانہ میں پڑھنے والے میرے دو شاگرد حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولوی عبدالرشید اسلامپوری فاضل عربی کے امتحان کی تیاری کرنے کے لئے داخل تھے۔ فاضل کی کلاس کا ایک سبق مؤطا امام مالکؒ مولانا خود پڑھاتے تھے۔ بقول مولانا مرحوم کے پوری جماعت میں سب سے اچھی صاف اور صحیح عبارت پڑھنے والے یہی دونوں تھے۔ صرف ونحو اور دیگر فنون کے اکثر مسائل بھی ان کو ہی مستحضر ہوتے تھے۔ مختلف مقامات پر دقیق مسائل کے حل میں ان دونوں اور دوسرے لڑکوں کا موازنہ بھی کرتے تھے۔ اکثر ان ہی دونوں کے حل کو ترجیح دیتے اور فرماتے ان کے حل ہی صحیح ہیں۔ دوسرے ملنے والوں سے بھی واقعات سُنتے ہوں گے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد مجھ سے فرمانے لگے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ یہاں مدرسہ غزنویہ لاہور میں آ جائیں۔ دیہات کی نسبت شہر میں کام کرنا زیادہ سُود مند ہے۔ ترقی اور اچھی کارکردگی کے جو مواقع شہر میں حاصل ہوتے ہیں وہ دیہات میں نہیں ہوتے۔ آپ نے اب تک ساری عمر تدریسی خدمات کے سلسلے میں دیہات میں بسر کر دی ہے جو بڑی کامیاب رہی ہے۔ اب شہر میں بھی دیکھ لیں کہ شہر میں کس قدر مفاد حاصل ہوتے ہیں لیکن کئی وجوہ کے پیش نظر میں نے مولانا کی دعوت قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دی۔ جن سے سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ اپنے گاؤں میں مدرسہ کھولتے وقت بزرگوں سے یہ عہد ہوا تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر مدرسہ چھوڑ کر کہیں نہیں جانا ہے اس کے مقابلہ میں وہ بھی مدرسہ کے ساتھ تعاون سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے۔ اب تک دونوں فریق اپنے عہد پر بہت صحیح طریقہ پر عمل کر رہے تھے۔ اور مدرسہ بھی روز افزوں ترقی پر تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے کسی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا عطاء اللہ بھوجیانیؒ کو جو اس وقت دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ میں شیخ الحدیث تھے، ہٹا کر مجھے ان کی جگہ شیخ الحدیث مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ بالکل ناپسند کرتا تھا کہ میری وجہ سے مولانا عطاء اللہ صاحب کو جن کی صحیح راہنمائی اور بے لوث کوششوں کی وجہ سے میں اس مرتبہ پر پہنچا تھا، جواب مل جائے اور میں اُن کی جگہ مسند شیخ الحدیث پر براجمان ہو جاؤں۔ چنانچہ مولانا کے اس ارادے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بقول مولانا محمد عطاء اللہ صاحب دو تین مہینے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد داؤد صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحب کو شیخ الحدیث کے عہدے سے ہٹا کر غالباً سُنن ابی داؤد کا حاشیہ لکھنے پر لگا دیا اور کہا کہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب پر اہلحدیث کا حاشیہ نہیں۔ دیوبندیوں ہی کے حاشیے ہیں۔ جن کے مطالعے سے اہلحدیث علماء اور طلباء پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ آپ یہ حاشیہ لکھیں، ہم آپ سے تعاون کریں گے مگر صرف ایک دو مہینے تعاون کیا۔ پھر یہ سب بوجھ مجھ پر ڈال کر الگ ہوگئے۔ پھر مولانا عطاء اللہ صاحب نے ابوداؤد کا حاشیہ چھوڑ کر تنہا اپنی ذمہ داری پر نسائی شریف کا حاشیہ لکھا اور تعلیقاتِ سلفیہ کے نام سے شائع کیا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت بخشی۔ تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ میں شہر کے ماحول سے گھبراتا تھا اور خصوصاً مولانا محمد داؤد صاحب سے دو وجہ سے میں دُور رہنا چاہتا تھا۔ ایک تو وہ جلدی جلدی اساتذہ کو بدل دیتے تھے۔ جم کر کام کرنے کا موقعہ نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا محمد عبدہٗ صاحب فیصل آباد، مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بھوجیانی مرحوم، مولانا محمد حسین روپڑی اور ایک حنفی عالم مولانا محمد موسیٰ خان وغیرہ جو فنون پڑھانے کے لئے رکھے تھے، بدل دیئے۔ دوسرے جب میں دینی تعلیم سے فارغ ہوا۔ اور اورنٹیل کالج میں داخل ہوکر مولوی فاضل بھی کرلیا اور اس وقت مسجد چینیانوالی کی انتظامیہ نے مولانا محمد داؤد صاحب سے جو اس وقت مسجد میں خطیب تھے کہا کہ مسجد میں مذہبی تعلیم دینے کے لئے ایک مدرسہ کھولنا چاہیئے۔ مولانا نے اس سے اتفاق کیا اور مدرسہ میں کام کرنے کے لئے کسی مدرس کی تلاش کرنے لگے۔ اس موقعہ پر حافظ محمد شریف مرحوم تاجر کتب کشمیری بازار نے جن کے تعلقات میرے ساتھ بڑے خوشگوار تھے اُن کو میرے ساتھ حُسنِ ظن بھی تھا کہ میری تعلیم پختہ اور قابلِ اعتماد ہے۔ اُنہوں نے ایک رمضان شریف میں مجھ سے قرآن شریف کا دور بھی کیا تھا۔ کسی وقت وہ مجھ سے عربی جملے بھی بول لیتے تھے۔ اگر اُن میں کوئی غلطی ہوتی تو میں ان کی اصلاح کر دیتا۔ اُنہوں نے مجھے ایک دن کہا کہ مدرسہ کھولنے کے لئے مسجد میں بات چیت ہو رہی ہے اور مدرس کی تلاش جاری ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں مولانا سے کہوں کہ وہ آپ کو مدرس رکھ لیں۔ میں نے کہا یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ مولانا جیسے خود خوش پوشش اور وضعدار ہیں ویسا ہی کوئی مدرس رکھیں گے۔ میں ایک سیدھا سادا دیہاتی لڑکا ہوں معمولی سادا لباس پہنتا ہوں۔ اس لئے مجھے مولانا بطور مدرس کبھی نہیں رکھیں گے۔ وہ بولے مجھے مولانا سے بات تو کرنے دو۔ میں اُن کو اِنْ شَآءَ اللّٰہ مطمئن کروں گا۔ میں نے کہا اچھا آپ بات کر کے دیکھ لیں مگر میرا جہاں تک تأثر ہے یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔ چنانچہ یہی ہوا، دوسرے دن مجھ سے حافظ محمد شریف صاحب ملے اور کہنے لگے تمہارا تأثر ٹھیک نکلا۔ میں نے مولانا سے تمہارے متعلق عرض کیا تو اُنہوں نے صاف انکار کر دیا۔ میں نے ذرا زور دے کر کہا تو بولے اس سے پڑھنے کے لئے کون آئے گا۔ اس کی وضع قطع اور چال ڈھال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود کچھ نہیں پڑھا، اس سے پڑھنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ بہرحال مولانا نے مجھے بطور مدرس منظور نہ کیا اور قصور کے ایک مولانا عبدالحکیم صاحب کو مدرس رکھ لیا۔ جو بظاہر ٹھاٹھ باٹھ والے تھے۔ شلوار اور اچکن پہنتے تھے۔ پڑھانے یا جمعہ کا خطبہ دیتے وقت خوبصورت عینک بھی لگاتے تھے مگر تین چار برس تک تو میں نے بھی دیکھا ہے کوئی طالب علم ان سے پورا پڑھ کر نہیں نکلا۔ کوئی سال کے بعد کوئی چھ مہینے کے بعد چلا گیا۔ اور ان کا دینی تعلیم کا مدرسہ کامیاب نہ ہوا۔ اور کچھ سال کے بعد وہ بھی بند ہوگیا۔ مختصر یہ کہ ان وجوہات کی وجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے میں نے پہلے پہل مولانا صاحب کی پیش کش کو قبول نہ کیا۔ وہ بہت کچھ کہتے رہے مگر میں نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ میں نے اپنے گاؤں کے بزرگوں سے معاہدہ کیا ہے کہ میں ان کی رضامندی کے بغیر کسی جگہ نہیں جاؤں گا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ ان کو سمجھاؤ کہ دیہات میں رہنے کی بجائے شہر میں رہنا آپ کے لئے زیادہ سودمند ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کو سمجھاؤں گا مگر کامیابی کی اُمید نہیں ہے میں تو مولانا کو جواب دے کر چلا آیا اور سمجھتا تھا کہ مولانا بھی اس کو بھول گئے ہوں گے اور کسی دوسرے مدرس کے تقرر کی کوشش کریں گے۔ مگر ایک مہینہ گزرا ہوگا کہ میرے نام مولانا کا ایک مکتوب آیا کہ آپ کے گاؤں والوں نے کیا جواب دیا ہے۔ آپ کے کسی دوسرے مدرسہ میں جانے پر راضی ہیں یا نہیں۔ اس مکتوب میں بھی مولانا نے مجھے بہت سمجھایا کہ گاؤں میں بیٹھے کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ شہر میں اس سے کئی گنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ میں نے جواب میں لکھا اور ملاقات کے وقت بھی کہا کہ گاؤں کے معززین نے بالکل جواب دے دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مدرسہ شروع کرتے وقت آپ سے جو وعدہ کیا تھا کہ اب مدرسہ چھوڑ کر کسی جگہ نہیں جائیں گے اب اس وعدہ کے خلاف ہم آپ کو کس طرح اجازت دے دیں۔ دیرینہ آرزوؤں کے مطابق چلتے ہوئے مدرسہ کو برباد کرلیں۔ یہ اجازت کی بات اپنے دل سے نکال دو۔ ہم اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔ اور مدرسہ کے ساتھ ہمیشہ تعاون جاری رکھیں گے۔ آپ بھی اپنے وعدے پر قائم رہیں۔ میں نے مولانا صاحب کو جواب دے دیا اور گاؤں کے معززین کی طرف سے بھی سن لیا کہ وہ کسی طرح بھی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ مولانا کو مجھے اپنے ہاں بلانے پر کیوں اصرار ہے۔ پہلے ہر مہینہ یا دوسرے مہینہ خط لکھتے کہ یہاں آجاؤ۔ میں آپ کے بھلے کے لئے کہتا ہوں۔ یہاں آنے میں آپ کا بہت فائدہ ہے۔ پھر اپنے ملنے والے میرے دوستوں کو بھیجنا شروع کر دیا۔ حافظ عبدالرشید گوہڑوی تو میرے شاگرد ہی تھے۔ اب ان کے پاس ان کے مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ ان کا گاؤں بھی میرے گاؤں سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا وہ جب بھی گھر آتے مولانا کا پیغام یا کوئی مکتوب لاتے اور اپنی طرف سے بہت کچھ کہتے۔ اسی طرح مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی کو بھی کئی دفعہ بھیجا۔ اور بھی کئی دوستوں سے کہلایا جن کے نام اب مجھے یاد نہیں رہے۔ بالآخر مولانا کو معلوم ہوا کہ مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی کے جو ان کے مدرسہ میں شیخ الحدیث رہ چکے تھے اور اب وہاں لاہور میں اپنا کوئی پرائیویٹ کام کرتے تھے، میرے ساتھ بڑے گہرے تعلقات ہیں۔ میں ان کی بات مانتا ہوں اور ان کی کسی بات سے انکار نہیں کرتا۔ مولانا نے ان سے میری طرف ایک خط لکھوایا جو انہوں نے لکھ کر پہلے مولانا کو دکھایا۔ پھر میرے نام پوسٹ کر دیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی ہی فرماتے تھے کہ مولانا محمد داؤد صاحب اس خط کو پڑھ کر بڑے متعجب ہوئے اور کہنے لگے آپ کے اس کے ساتھ اتنے بے تکلف مراسم ہیں کہ آپ نے اس کو دھمکیاں دی ہیں اور اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے کہا کہ ہاں میرے اس کے ساتھ بڑے بے تکلف مراسم ہیں وہ میری کسی بات پر ناراض نہیں ہوتے اور نہ کسی بات سے انکار ہی کرتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی یہ باتیں سن کر مولانا داؤد غزنویؒ صاحب کا شوق اور زیادہ تیز ہو گیا اور کہا کہ ان کو ضرور یہاں لاؤ۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ بولے میں نے کوشش تو کی ہے اور آئندہ بھی کروں گا۔ امید ہے کہ یہ کوشش کامیاب ہوگی۔ میں نے مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے اس خط کا ابھی جواب نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا تھا اور سوچ ہی رہا تھا مگر کچھ دنوں کے بعد مولانا صاحب نے مولانا عطاء اللہ صاحب کو اس کام کے لئے ہمارے گاؤں بھیج دیا۔ وہ شام کے قریب پہنچے اور رُعب دار لہجے میں کہا تم عجیب آدمی ہو۔ مولانا صاحب دو تین سال سے آپ کو بلا رہے ہیں۔ انہوں نے متعدّد خط لکھے۔ مختلف دوستوں سے بھی کہلوایا۔ اور وہاں لاہور میں ملاقات کے وقت بھی کئی دفعہ دعوت دی۔ پھر میں نے بھی ایک دو دفعہ کہا، مگر آپ مانتے ہی نہیں ہیں۔ اب تو میں لینے کے لئے آیا ہوں۔ آپ کو جانا ہی پڑے گا یا ہمیشہ کے لئے تعلّقات منقطع ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا، آپ ذرا صبر سے کام لیں۔ شام ہونے کو ہے۔ آپ نے رات تو یہاں رہنا ہی ہے کھانا وغیرہ اور نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان کے ساتھ اس معاملہ پر تبادلۂ خیالات کریں گے۔ اگر جانے کی صورت بنی تو مجھے اس سے انکار نہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کیا اور اب بھی شاید ایسا ہی ہو۔ مولانا صاحبؒ میری اس عرض پر کچھ مطمئن ہو گئے اور اس سلسلہ میں مزید بات کرنے کو عشاء کی نماز کے بعد تک ملتوی کر دیا اور دوسری اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد میں نے حضرت مولانا صاحب کا گاؤں کے معزّزین سے تعارف کروایا اور ان کی آمد کی وجہ بھی بیان کر دی۔ جیسا کہ پہلے بھی میں مولانا صاحبؒ کا کوئی خط آنے یا کسی دوست کے ہاتھ پیغام بھیجنے پر ان کو کہہ دیا کرتا تھا۔ وہ سب بولے مولانا صاحب کو ہمارا مدرسہ منظور نہیں وہ بار بار ان کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں۔ ملک میں ان کو کوئی آدمی نہیں ملتا۔ ہمارا ان کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتے۔ اور ہم کبھی ان کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ مولانا صاحب کسی اور آدمی کا انتظام کر لیں۔ کھانے سے فارغ ہوئے۔ عشاء کی نماز بھی پڑھ لی۔ اور سونے کے لئے بستر پر لیٹے تو میں نے عرض کیا اب بات کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اب جو کچھ فرمانا ہے فرمائیں۔ بولے فرمانا کیا ہے اسی بات کے لئے آیا ہوں جو میں نے پہلے بھی کہی ہے۔ اور آتے وقت بھی کہی تھی، چلو انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ میں انکار کی کوئی بات سُنوں گا۔ میں نے عرض کیا آپ میری بات کا کچھ لحاظ کریں۔ واقعی میرا ان کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اور معاہدہ بھی پختہ۔ ہمارے معزّزین کی بات تو آپ نے سُن لی۔ میں نے جب بھی ان سے اجازت مانگی ہے۔ بس وہی جواب دیتے ہیں کہ اپنے معاہدہ کو یاد کرو اور اس پر قائم رہو۔ اب اس طرح بات بن سکتی ہے کہ آپ مولانا صاحب کو ایک دفعہ یہاں ہمارے گاؤں آنے پر متفق کریں۔ وہ آکر ان لوگوں کو سمجھائیں مجھے اُمید ہے کہ ان کے آنے پر یہ لوگ ان کی بات مان لیں گے اور مجھے بخوشی اجازت دے دیں گے۔ بس ان کا ایک دفعہ اجازت دے کہہ دینا کافی ہے۔ اور میں مولانا صاحب کے ساتھ لاہور چل پڑوں گا۔ اس طرح میری عزّت بچ جائے گی اور مولانا کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ مولانا اس بات پر راضی ہو گئے اور کہا کہ میں واپس جا کر آن کو یہاں آنے کے لئے تیار کروں گا یہ بات معقول بھی ہے اس طرح آپ ہمیشہ بدعہدی کے الزام سے بچ جائیں گے۔ دوسرے دن مولانا عطاء اللہ صاحبؒ تو لاہور واپس ہو گئے اور مجھے کہہ گئے کہ میں مولانا صاحبؒ کو آپ کے گاؤں حسین خانوالہ آنے پر آمادہ کروں گا اور ان شاء اللہ آ بھی ضرور جائیں گے مگر آپ بھی آنے کی ضرور کوشش کرنا شاید کوئی مل جل کر کام کر جائیں جس سے آئندہ نسلوں کو فائدہ ہو اور وہ اس سے رہنمائی حاصل کر لیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون نویسی کی طرف توجہ

حسین خانوالہ کے قیام کے دوران میں مصر کی جماعت المسلمون کی طرف سے قاہرہ سے چھپنے والا ایک ماہوار رسالہ المسلمون منگواتا تھا جس میں اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے بہترین مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس میں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدل گستری اور ظالم حکمرانوں سے لوگوں کے ظلماً دبائے ہوئے مالوں کی واپسی کے متعلق ایک بہترین مضمون چھپا۔ جس نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کا اُردو میں ترجمہ کر کے کسی اُردو اخبار میں شائع کیا جائے مگر پہلے میں نے کبھی مضمون نویسی کی نہیں تھی۔ لہذا ڈرتا تھا کہ شاید ترجمہ قارئین کی پسند کا نہ ہو۔ مگر مضمون کی عمدگی اور اس میں حقیقی اسلامی راہنمائی دیکھ کر خیال آتا تھا کہ مضمون کا ترجمہ کر دینا چاہیئے مگر اشاعت کے لئے بھیجنے سے پہلے کسی اخبار نویس یا تجربہ کار مضمون نگار سے اصلاح کرالی جائے۔ یہ دل میں خیال آتے ہی میں نے ایک دو دن میں مضمون کا ترجمہ کر دیا۔ کئی دن مضمون گھر پڑا رہا۔ ایک دن میں نے اپنے گاؤں کے مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد رفیق صاحب کو وہ مضمون دکھایا۔ اُنہوں نے مضمون دیکھ کر ایک جگہ نشان لگایا اور کہا کہ اگر موجودہ لفظ کی بجائے یہ لفظ لکھا جائے تو زیادہ مناسب ہے باقی سب مضمون درست ہے کسی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ ان کے کہنے سے میرا حوصلہ بڑھا۔ اور میں نے مضمون مذکور کو اشاعت کے لئے ہفت روزہ الاعتصام کو بھیج دیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ الاعتصام کے ایڈیٹر نے اسے پہلی اشاعت میں شائع کر دیا۔ اور اس پر سرخی لگائی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ حکومت میں عدل کی ایک جھلک ایڈیٹر صاحب نے میرے اس مضمون کو اسی طرح چھاپ دیا جس طرح میں نے بھیجا۔ کسی جگہ اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھی۔ زندگی میں میرا یہ پہلا مضمون تھا جو اخبار میں چھپا۔ جسے لوگوں نے بڑا پسند کیا۔ چند دن بعد میرے شاگرد مولوی محمد صادق خلیل مدرس تعلیم الاسلام اوڈانوالہ کا ہدیہ تبریک ملا۔ انہوں نے مجھے اس مضمون کی اشاعت پر مبارک باد دی اور لکھا کہ آپ کی تعلیمی کارکردگی تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ بے مثال ہے مگر آپ کا مضمون ہفت روزہ الاعتصام میں پہلی دفعہ پڑھا، دل بہت خوش ہوا۔ یہ مضمون اتنا پسند کیا گیا ہے کہ ملک کے چھ سات ہفت روزہ اخبارات اور بعض روزناموں میں الاعتصام کے حوالہ سے چھپا ہے۔ میں التماس کرتا ہوں کہ اس سلسلہ کو آئندہ جاری رکھیں تاکہ تعلیم کی طرح لوگ آپ کی تحریر سے بھی فیض یاب ہوں۔ یہ میری پہلی تحریری کوشش ہے جس سے میری ہمت بندھی کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور موانع اور روکاوٹوں سے محفوظ رکھے تو میں اس ذریعہ سے بھی اسلام اور مسلمانوں کی کافی خدمت کر سکتا ہوں۔ چند دن بعد میرے مربی اور محسن حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی ملنے کے لئے ہمارے گاؤں حسین خانوالہ تشریف لائے اور ساتھ ہی ان کے بیگ میں علامہ فاخر زائرؔ الہ آبادی کا علمِ عقائد میں ایک ساٹھ ستر صفحے کا فارسی رسالہ نجاتیہ تھا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد فرمایا۔ میں آپ کے ذمہ ایک کام لگانے آیا ہوں۔ وہ آپ کو کرنا پڑے گا اور کوئی حیل وحجت سنی نہیں جائیگی۔ پھر بیگ سے رسالہ نکال کر میری طرف بڑھایا اور فرمایا یہ اہلحدیث کے نقطۂ نظر کے مطابق علامہ فاخر زائرؔ الہ آبادی کا علمِ عقائد میں ایک بہترین رسالہ ہے اس کا اُردو میں ترجمہ کر دو چھپوا میں دُوں گا۔ چونکہ اس سے پہلے میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا تھا اس لیے مولانا صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی یہ فرمائش پتھر بن کر میرے سر پر گری۔ میں نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا ایسا کام میں نے ساری عمر نہیں کیا۔ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ ترجمہ کرنے کا فن تو مجھے آتا نہیں، اس لئے میں اس قابل نہیں مگر مولانا اس کے برعکس مصر تھے کہ یہ کام تمہیں کرنا پڑے گا۔ اگر پہلے نہیں کیا تو اب کرو تم میں اہلیت موجود ہے۔ تمہارا **الاعتصام** میں شائع شدہ مضمون میں نے پڑھا ہے اور میرے دل نے شہادت دی ہے کہ تم تراجم اور تصنیف و تالیف کا کام احسن طریق پر کر سکتے ہو۔ صرف اس لئے ہچکچاہٹ ہے کہ ابھی تک آپ نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا۔ آپ کام شروع کریں میں اس کی نگرانی کروں گا۔ جو کمی ہوگی میں آپ کو بتاؤں گا اور اس کی اصلاح کر دوں گا ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ مولانا کے ہمت بڑھانے سے میں نے رسالہ ترجمہ کرنے کے لئے رکھ لیا۔ اور یہ اس کام کا آغاز ہے جو مولانا نے کسی وقت فرمایا تھا کہ لاہور آجاؤ کہ وہاں مل جل کر شاید تصنیف و تالیف کا کوئی کام کر سکیں جو قوم و ملت کے لئے نفع مند ثابت ہو، آگے چل کر معلوم ہو گا کہ حضرت مولانا کی ترغیب و تحریص اور سُود مند راہنمائی سے اس عاجز نے کون کون سے کام پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ مولانا کے اصرار پر میں نے علاّمہ فاخر زائرالہ آبادی کا عقائد میں فارسی رسالہ **نجاتیہ** رکھ لیا اور چند روز میں ترجمہ کر کے مولانا کو بھیج دیا۔ ترجمہ رواں دواں صحیح صحیح اور صاف تھا اس لئے مولانا کو نظر ثانی کرتے وقت کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، انہوں نے حسبِ وعدہ متن مع ترجمہ شائع کر دیا۔ غالباً جماعت اہلحدیث کے ادارہ **اشاعۃ السنۃ** نے بھی اس کو چھاپ کر مفت تقسیم کیا۔ اسی طرح ادارہ **اشاعۃ السنۃ** سے میرے دو رسالے تعلیم الحج اور تعلیم الزکوٰۃ بھی چھاپ کر مفت تقسیم کئے۔ **فللہ الحمد**۔

لاہور میں میری آمد

پہلے گذر چکا ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کو مولانا محمد داؤد نے مجھے لینے کے لئے ہمارے گاؤں حسین خانوالہ بھیجا تھا جس پر میں نے کہا تھا کہ آپ مولانا غزنوی کو گاؤں آنے پر آمادہ کریں تو شاید بات بن جائے۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ نے بذریعہ مکتوب اطلاع دی کہ مولانا اس مقصد کے لئے آپ کے گاؤں آنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ چند روز میں کسی دن آجائیں گے۔ رات وہیں ٹھہریں گے کہیں جانا نہیں۔ مولانا صاحب تو ابھی نہیں آئے تھے۔ لیکن مجھے کسی ناگہانی ضرورت کے سلئے لاہور جانا پڑ گیا مولانا سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ حسبِ عادت مجھے اپنے دفتر میں لے گئے اور فرمانے لگے مولانا عطاءؒ اللہ کو میں نے بھیجا تھا۔ انہوں نے واپس آکر کہا ہے کہ آپ کے گاؤں کے معززین سے اجازت لینے کے لئے ایک دفعہ مجھے جانا پڑے گا۔ کسی استاد کی تقرری کے لئے میں عموماً اس کے گھر کبھی نہیں گیا۔ جس کو ضرورت ہوتی ہے وہ خود آجاتا ہے۔ معاملہ طے ہونے کے بعد میں اس کو رکھ لیتا ہوں، آپ کے لئے میں آپ کے گاؤں جانے کے لئے بھی تیار ہو گیا ہوں۔ مگر ایک فکر مجھے دامن گیر ہے کہ معززین کی اجازت دینے کے بعد آپ پھر انکار کر گئے تو پھر میرا یہ سفر اور آپ کے گاؤں کے معززین کی منت و خوشامد تو بے کار ہی جائے گی۔ میں نے مولانا صاحب کو یقین دلایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ان کے صرف ایک دفعہ اجازت کہنے پر میں آپ کے ساتھ ہی لاہور آجاؤں گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیاری کے لئے بھی ایک آدھ دن نہیں ٹھہروں گا۔ مولانا صاحب کے آنے کی کوئی تاریخ مقرر نہیں تھی۔ ایک دن مجھے عصر کی نماز کے بعد اطلاع ملی کہ مسجد کے دروازے پر ایک تانگہ آکر رکا ہے جس سے چند خوش پوش اتر کر مسجد میں چلے گئے ہیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ حضرت مولانا صاحب اور ان کے ساتھی ہوں گے۔ یہ سنتے ہی میں مسجد میں آیا، دیکھا تو وہ مولانا محمد داؤد صاحب ہی تھے۔ ان کے ہمراہ مولانا عطاء اللہ، حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور غالباً ایک دو اور آدمی تھے۔ میں ان کو نہیں جانتا تھا۔ طرفین میں بڑی خوشی اور دلچسپی سے علیک سلیک ہوئی۔ باہمی معانقہ بھی ہوا۔ اس کے بعد مہمانوں کی موسم کے مطابق مشروبات اور پھلوں وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سورج ڈوب گیا۔ اذان ہوئی اور حضرت مولانا صاحب نے نماز پڑھائی۔ گاؤں کے رہنے والوں کو پتہ چل گیا کہ یہ نماز پڑھانے والے مولانا داؤد صاحب غزنوی ہیں۔ مولانا پہلے بھی الیکشن کے سلسلے میں ہمارے گاؤں میں آئے تھے۔ عموماً سب لوگ آپ کو جانتے تھے۔ اس لئے سب لوگوں نے سلام پھیرنے کے بعد بڑی عقیدت مندی سے آپ سے مصافحہ کیا۔ مولانا بھی بڑے احترام سے ملنے والوں کے سلام کا جواب دیتے اور مصافحہ کرتے رہے۔ نماز پڑھ کر لوگ گھروں میں چلے گئے۔ اور یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مہمانوں کی مہمان نوازی اور کھانا کھلانے میں صرف ہو گیا۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد مہمان آرام کرنے کے لئے سو گئے اور جس کام کے لئے مولانا صاحب تشریف لائے تھے اس کو دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد تک مؤخر کر دیا گیا، دوسرے دن مولانا صاحب نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر درس دینا تھا اور اسی میں اپنی آمد کا تذکرہ کرنا تھا۔ مگر درس دینے سے پہلے میں کھڑا ہو گیا اور چند تمہیدی کلمات کہے۔ جس میں میں نے مولانا عطاء اللہ حنیف کی رہنمائی میں تعلیم حاصل کرنے، بعد میں ان کے مشورے سے مدرسہ اوڈانوالہ جانے اور اس کی ترقی وغیرہ کی وہ تفصیل بیان کر کے (جو پہلے گذر چکی ہے) گاؤں میں مدرسے کے قیام اور آپس میں باہمی معاہدہ کا ذکر کیا۔ جس کی بناء پر میں کسی دوسری جگہ جانے سے معذور تھا اور پھر مولانا داؤد غزنوی کا اصرار وہ مقصد بیان کیا جس کے لئے وہ گاؤں تشریف لے گئے تھے۔ اور آخر میں کہا کہ اب وہ آپ حضرات سے اجازت لینے کے لئے آئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں جا سکتا ہوں۔ یہ اب آپ فیصلہ کریں یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔

مولانا صاحب نے درس دیا اور اپنی آمد کے سلسلہ میں گفتگو کی۔ مولانا صاحب نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی اور مختصر درس دیا۔ مولانا چونکہ بین الاقوامی شہرت کے حامل خطیب اور لیڈر تھے۔ تھوڑے سے وقت میں ایسی دلپذیر باتیں کہہ جاتے تھے۔ جو سامعین کے دلوں میں بیٹھ جاتی تھیں۔ ان کے لئے آفرین اور مرحبا کے بغیر چارہ نہیں رہتا تھا۔ اس وقت بھی سامعین مولانا کی مختصر تقریر سن کر عش عش کر اٹھے اور بڑے محظوظ ہوئے۔ پھر مولانا نے اپنی آمد کے سلسلہ میں کہا۔ آپ سب دوست حافظ محمد اسحاق کی تقریر سے سن چکے ہیں کہ میں کس غرض کے لئے آیا ہوں۔ ہمیں ان کی بڑی ضرورت ہے۔ میں نے ان کو پہلے بھی کئی مرتبہ کہا ہے خط بھی کئی دفعہ لکھے ہیں۔ اپنے واقف کاروں اور ان کے دوستوں سے بھی متعدد بار کہلایا ہے کہ یہاں لاہور آجاؤ مگر ہر بار ان کا یہی جواب ہے کہ اپنے گاؤں کے بزرگوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا۔ یہ تو انہوں نے ٹھیک کیا ہے کہ یہ اپنے وعدہ کے پابند رہے ہیں اور وعدہ خلافی کر کے آپ کو ناراض نہیں کیا۔ مگر مجبوری بن گئی ہے۔ جس کی بناء پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے آنا پڑا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان کو دل کی خوشی سے اجازت دے دیں تاکہ یہ ہمارے مدرسہ کو سنبھال سکیں۔ ہمارے گاؤں کے معززین نے جواب میں یہ کہا کہ ہمارا قدیم سے مذہبی تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کھولنے کا ارادہ تھا مگر ہمیں باہر کے کسی مدرس کو رکھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ آپ مہربانی کرکے ان کو یہاں رہنے دیں۔ آپ کسی دوسرے آدمی کا انتظام کرلیں۔ ان کے جانے سے ہمارا مدرسہ بند ہوجائے گا۔ ان کے متعلق آج تک ہمیں کوئی شکایت نہیں۔ مولانا نے اس کے جواب میں کہا۔ آپ کا مدرسہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔ فی الحال اس کو کوئی درمیانہ عالم بھی چلا سکتا ہے۔ ہمارا مدرسہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے چل رہا ہے۔ اس کا کسی قابل عالم کے بغیر بند ہوجانا بڑا ہی افسوسناک ہوگا۔ آپ کا مدرسہ چلانے کے لئے میں ایک آدمی کا انتظام کردیتا ہوں۔ یہ بھی اِنْ شَاءَ اللہ چلتا رہے گا۔ مگر ان کو ضرور اجازت دے دیں۔ اگر کوئی مناسب آدمی ملتا تو میں پہلے ہی اس کو رکھ لیتا۔ ان کو لینے کے لئے یہاں نہ آتا۔ معززین نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد بالآخر مولانا کی بات مان لی اور مجھے ان کے ساتھ لاہور جانے کی بخوشی اجازت دے دی۔ اب میں اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مولانا کے ساتھ ہی لاہور چلا آیا۔

مدرسہ سلفیہ حسین خانوالہ کا کیا ہوا

میں تو اجازت ملنے کے بعد ہی مولانا کے ساتھ لاہور چلا آیا۔ ابتداء میں سبق پڑھا کر ہر جمعرات گھر آجاتا اور جمعہ کا دن گھر گزار کر ہفتہ کو لاہور پہنچ جاتا تھا۔ پہلی جمعرات میں گھر آیا تو مجھے گھر پہنچنے سے پہلے ہی پیغام مل گیا کہ تمہارے چلے جانے کے بعد گاؤں کا مدرسہ بند ہوگیا ہے۔ یہ سُن کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا تو گاؤں کے معززین کہنے لگے کہ بہت بُرا ہوا تمہارے چلے جانے کے بعد سب طالب علم چلے گئے ہیں۔ وہ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کو لاؤ تو ہم رہتے ہیں ورنہ ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ ہم کسی دوسرے مدرسہ میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ لڑکے تو پہلے دن سبق پڑھنے کے بعد کچھ کہے سُنے بغیر ہی چلے گئے۔ اور کچھ ابھی بیٹھے ہیں اور آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کو لاؤ تو ہم رہتے ہیں ورنہ ہم بھی جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا، ان کے چلے جانے کا سبب کیا ہے وہ تو بڑے شوق سے پڑھنے کے لئے آئے تھے اور مولانا نے ایک مدرس دینے کا وعدہ بھی کیا تھا وہ کہنے لگے آپ کے رخصت لے کر چلے جانے کے بعد اپنے گاؤں کے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب نے جماعت کو کہا کہ آپ لوگوں نے کوئی مدرس بھیجنے کے لئے مولانا سے کیوں کہا میں جو موجود ہوں، میں مدرسہ کو سنبھال لونگا اور اِنْ شَاءَ اللہ پہلے کی طرح کام چلتا رہے گا۔ ان کے یقین دلانے کے بعد بعض لوگوں نے مولانا صاحب سے جاتے ہوئے کہہ دیا کہ آپ مدرس نہ بھیجیں۔ مدرس کا انتظام گاؤں میں ہی ہوگیا ہے۔ ہمارے خطیب مولانا عبدالعزیز نے ہی ذمہ اٹھالیا ہے کہ مدرسہ کا انتظام میں ہی سنبھال لونگا مگر ان سے کام نہیں چلا۔ پہلے دن ہی سبق پڑھنے کے بعد آدھے سے زیادہ طالب علم اطلاع دیئے بغیر ہی چلے گئے ہیں اور جو باقی ہیں، وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں اگر آپ واپس آجائیں تو یہ بھی یہاں رہیں گے اور جو چلے گئے ہیں وہ بھی واپس آجائیں گے۔

نماز کے بعد معززین نے مجھے گھیر لیا اور کہا کہ بہت اچھا کام ہو رہا تھا۔ آپ کے چلے جانے کے بعد خراب ہوگیا ہے۔ مہربانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے واپس آجائیے۔ اور مدرسہ کا انتظام سنبھالئے۔ آپ کے بغیر کام چلتا نظر نہیں آتا۔ ہم آپ سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ واپس آکر پہلے کی طرح مدرسہ کا کام چلائیں۔ میں نے گذارش کی کہ میں تو اپنے عہد کا پابند تھا اور آپ کی اجازت سے ہی لاہور گیا ہوں۔ اگر اب پھر آپ حضرات مجھے یہاں لانا چاہتے ہیں تو مولانا داؤد غزنویؒ کی طرح آپ بھی ان کے پاس جائیں اور انہیں مجھے چھوڑ دینے پر آمادہ کرلیں وہ اجازت دے دیں گے تو میں پھر یہاں آجاؤں گا۔

مجھے واپس بلانے کے لئے ایک وفد کی روانگی

معززین نے میٹنگ کی جس میں یہ طے پایا کہ ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے لاہور جاکر مولانا سے اجازت لے آنا چاہیئے۔ زیادہ دیر نہیں کرنا چاہیئے۔ جو وفد جائے وہ مولانا سے کہے کہ ہمارا خیال تھا کہ ان کے بعد مدرسہ چلتا رہے گا اور ہمارے خطیب مولانا عبدالعزیز مدرسہ کا کام سنبھال لیں گے مگر پہلے دن ہی معلوم ہوگیا کہ وہ یہ کام نہیں سنبھال سکتے۔ اُمید ہے کہ مولانا وفد کی اس درخواست کو منظور کرلیں گے اور حافظ صاحب کو یہاں آنے کی اجازت دے دیں گے۔ چنانچہ وفد کے لئے دو نام تجویز ہوئے۔ حاجی خدابخش اور حاجی اللہ بخش نگا۔

یہ دونوں بزرگ دوسرے دن صبح سویرے ہی لاہور روانہ ہوگئے اور اُنہوں نے جمعہ کے بعد مولانا کا جواب لے کر شام سے پہلے واپس پہنچنا تھا مغرب کی نماز کے وقت میں بھی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا اور یہ دونوں بزرگ بھی واپس پہنچ گئے۔ حاجی اللہ بخش سے میری ملاقات پہلے ہوئی۔ یہ مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر بولے "جدھر گیا چراغ نورانی چانن لے گیا نالے"۔ میں نے پُوچھا حاجی صاحب کیا ہوا۔ وہ جواب میں بولے صاف نفی میں جواب ملا ہے، بھلا جو شخص کئی سال کوشش کرنے کے بعد آپ کو لے جانے میں کامیاب ہوا ہے وہ کس طرح آپ کو واپس آنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ نماز کے بعد حاجی خدا بخش سے ملاقات ہُوئی۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا۔ اب میں نے ان دونوں اور دوسرے معززین سے کہا اب آپ لوگ تو مجھ سے خوش ہیں۔ میں اگر کل اپنے کام پر لاہور چلا جاؤں تو مجھ سے ناراض تو نہیں سب نے کہا نہیں۔ اب آپ صبح لاہور جا سکتے ہیں۔ اس طرح میرے لاہور جانے کا کام ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی مدرسہ سلفیہ حسین خانوالہ تقریباً چار سال اپنی تابناک جھلک دکھا کر ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔

لاہور میں میرے فرائض

مولانا صاحب مجھے بطور شیخ الحدیث لائے تھے اور دارالعلوم میں یہی سب سے اُونچا عہدہ تھا۔ اسی لئے اونچے سبق مجھے دیئے گئے۔ صحیح البخاری، تفسیر بیضاوی اور فقہ میں ھدایہ اور ادب عربی میں الکامل المبرد، دیوان متنبی اور دیوان حماسہ وغیرہ میرے حوالے کئے۔ یہ کتابیں میں اوڈانوالہ اور مدرسہ ڈھلیانہ ضلع منٹگمری میں کئی دفعہ پڑھا چکا تھا۔ اس لئے مجھے ان کے پڑھانے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اُلجھن پیش نہیں آئی۔ اور نہ میں نے اُن کو اپنے لئے نیا سمجھا۔ مولانا صاحب دوسرے مدارس میں میرے کردار کو سن چکے تھے۔ ان کے مدرسہ میں اوڈانوالہ اور ڈھلیانہ کے مدارس میں مجھ سے پڑھے ہوئے طالب علم بھی موجود تھے۔ میرے متعلق ان سے بھی حالات معلوم کئے۔ اپنی سرپرستی میں چلنے والا دارالعلوم غزنویہ میں مجھ سے اسباق پڑھنے والے طلباء سے پُوچھا چھپ کر مجھے پڑھاتے ہوئے سنا۔ ایک دفعہ اپنے دفتر میں کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ غالبًا وہ تفسیر ابن کثیر تھی۔ اس کا ایک مقام میرے آگے کر دیا۔ اور کہا اس کو ذرا پڑھو۔ پھر ترجمہ کرو۔ اور اس کا مطلب سمجھاؤ۔ میں نے اس کی عبارت پڑھی۔ آپ خاموش رہے۔ ترجمہ کیا۔ پھر بھی خاموش رہے۔ پھر مطلب بیان کیا۔ اس میں مجھے کچھ تردّد پیدا ہوا کہ شاید غلط نہ ہو مگر مولانا بولے کہو کہو یہی مطلب ہے۔ میں نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے۔ غرض مولانا نے اس طرح پھر اپنی تسلی کی کہ جس مقام کے لئے مولانا نے مجھے مقرر کیا ہے۔ میں اس کے لئے فٹ ہوں اور اس کو اچھی طرح سنبھال سکتا ہوں۔ مولانا نے اپنی تسلی کرنے کے بعد اپنی بقایا نو دس سالہ زندگی میں کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ کبھی اس مقام کے لئے کسی دوسرے مدرس کو مقرر کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اپنے دفتر کی اسی مجلس میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہُوں کہ اس مدرسہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نہ جانا۔ میں نے مولانا سے وعدہ کر لیا۔ اگر آپ مجھے جواب نہیں دیں گے تو میں بھی اس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ مولانا قضائے الٰہی سے ۱۹۶۳ء میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد میں ان کے صاحبزادے ابوبکر وائس چانسلر بہاول پُور اسلامی یونیورسٹی مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ وہ بُہی مجھ سے بڑے خوش رہے۔ پانچ چھ سال کے بعد لنڈن میں ان کا حادثے سے انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے بڑے بھائی عمر فاروق مہتمم ہوئے۔ وہ بھی اپنے زمانہ اہتمام میں مجھ سے بہت خوش رہے۔ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد مولانا کا کوئی بڑا لڑکا نہیں تھا جو مدرسہ کے انتظام کو سنبھال سکتا۔ ان کی دوسری بیوی سے مولانا کے دو لڑکے یحییٰ اور غزالی موجود تھے مگر وہ نابالغ تھے۔ اہتمام کا کام نہیں سنبھال سکتے تھے۔ اس طرح خاندان کے رواج کے مطابق مولانا داؤد صاحب کے بھتیجے جناب عثمان بن حافظ سلیمان غزنوی کو مدرسہ کا مہتمم بنایا گیا۔ ان کے اہتمام میں بھی میں سالہا سال تک کام کرتا رہا۔ غالبًا ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم سے علیحدہ ہوا۔ تقریبًا میں نے ۴۰ سال مدرسہ کی خدمت کی اور اس دوران کسی مہتمم صاحب کو مجھ سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور نہ کسی نے میری جگہ کسی دوسری شخصیت کو لانے کا ارادہ کیا۔ فللّٰہ الحمد۔

لاہور میں تعلیم کے ساتھ ساتھ میری اور مصروفیت

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہُوں کہ میری دنیا دی زندگی کو قابلِ عمل اور کامیاب بنانے میں محسنِ عظیم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بھوجیانیؒ کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے کہ جب میں پہلی دفعہ گھر سے پڑھنے کے لئے نکلا اور پنجاب کے مشہور مدرسہ جامعہ محمدیہ لکھوکے میں داخلہ لیا۔ اُس وقت مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانیؒ کتبِ حدیث پڑھ کر فراغت کے بعد فنون کی کتابیں پڑھنے کے لئے اسی مدرسہ میں داخل تھے۔ مدرسہ میں مولانا محمد عطاء اللہ لکھوی ایک ہی اُستاد تھے۔ جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے والے طالب علم زیادہ آگئے اور آگے اسباق کی گنجائش نہ رہی تو باقی کچھ اسباق مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی ہی پڑھاتے تھے۔ مجھے گھر والوں نے پڑھنے کے لئے لکھو کی بھیج دیا۔ مگر نہ ان کو پتہ تھا اور نہ مجھ کو پتہ کہ آگے کیا پڑھنا ہے۔ وہاں پہنچ کر مولانا عطاء اللہ بھوجیانی نے میری رہنمائی کی۔ چونکہ میں نے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں، اس لئے مولانا عطاء اللہ نے مجھے کافیہ، فصول اکبری، ابواب الصرف اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ مولانا لکھوی صاحب کے پاس یہ اسباق شروع تھے۔ اور مزید اسباق کی جگہ نہیں تھی۔ میں نے یہی اسباق شروع کر لئے۔ میں مشکوٰۃ شریف بھی پڑھنا چاہتا تھا۔ بلوغ المرام میں نے آدھی گھر میں پڑھی ہوئی تھی۔ وہ سبق مولانا عطاء اللہ بھوجیانی نے اپنے پاس رکھ لیا۔ کیونکہ میرے لکھو کی پہنچنے سے پہلے کئی لڑکوں کو یہ کتاب ہی پڑھاتے تھے۔ میرے یہ سبق شروع ہو گئے اور میں اطمینان سے پڑھنے لگا۔ چند دن پڑھنے کے بعد مولانا بھوجیانی نے محسوس کیا کہ میں محنتی ہوں، اور محنت سے پڑھتا ہوں تو انہوں نے سوچا کہ اگر اس پر محنت کی جائے تو یہ مستقبل میں کام کا آدمی بن جائے گا۔ اس لئے انہوں نے میری طرف خاص دھیان کرنا شروع کیا۔ مجھے غفلت میں وقت کھونے سے روکنے لگے اور ہر وقت پڑھنے میں رکھتے۔ مولانا بھوجیانی کی یہ عادت تھی کہ وہ جس بچے میں جوہر قابل دیکھتے اس کی خاص دھیان سے تربیت کرتے چنانچہ ان کی تربیت سے کئی لڑکے کمال کو پہنچے۔ ان میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی فرید کوٹی، مولانا محمد عبدہ صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ سلفیہ لائل پور، مولانا محی الدین صاحب گوہڑوی سابق ایڈیٹر الاعتصام لاہور۔ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب سابق ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور کاتب سطور یہ عاجز وغیرہ، مولانا عطاء اللہ بھوجیانی میرے اوڈانوالہ اور ڈھلیانہ سے فارغ ہونے کے بعد خصوصاً مولانا محمد داؤد صاحب کے میرے لاہور آنے پر زور دینے کے بعد اکثر کہا کرتے تھے کہ کسی طرح لاہور آجاؤ تاکہ ہم مل جل کر کوئی کام کریں جو ملک اور ملت کے لئے فائدہ مند ہو۔ اب میرے لاہور آنے کے چند دن بعد میرے پاس آئے اور کہا اب تو تم لاہور آہی گئے ہو۔ میں بھی اتفاقاً پہلے ہی لاہور رہتا ہوں۔ آؤ مل کر کوئی کام کریں۔ میں نے مولانا کی بات سنی اور ٹال دی۔ مولانا اس وقت لاہور سے ایک پرچہ رحیق نکالنے والے تھے، دو تین دن بعد پھر آئے اور ہاتھ میں ایک دو کتابیں پکڑی ہوئی تھیں اور کہنے لگے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے اور تم ہمیشہ ٹال جاتے ہو۔ اب میں دو کتابیں لایا ہوں۔ اس میں امام مالکؒ کے حالات ہیں۔ انہیں دیکھ کر امام مالکؒ کے حالات پر مضمون لکھو جو چند دن کے بعد "رحیق" میں پہلی اشاعت میں چھاپنا ہے۔ ضرورت پڑے تو امام مالکؒ کے حالات پر اور کتابیں بھی ہیں۔ ان سے بھی مدد لے لینا۔ میں نے معذرت کرنا چاہی کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا کیونکہ میں نے آج تک یہ کام نہیں کیا ہے۔ مگر مولانا نے میری ایک نہ سنی۔ اور کہا یہ کام کرنا پڑے گا۔ یہی نہیں بلکہ ہر مہینے رحیق میں چھپنے کے لئے ایک مضمون آپ کے ذمہ ہو گیا ہے۔ یہ کتابیں پڑی ہیں آج ہی تیاری شروع کر دو۔ کسی کتاب کی ضرورت ہو تو میں مہیا کر دوں گا۔ مولانا نے میری کوئی عرض نہ سنی اور میرے ذمے یہ کام لگا کر چلے گئے۔ ناچار میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ اور چند دن میں ان کتابوں اور دوسری کتابوں سے ایک مضمون تیار کر دیا۔ اور مولانا کے حوالے کر دیا۔ اور انہوں نے "رحیق" کی پہلی اشاعت میں شائع کر دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس میں کوئی ترمیم یا اصلاح نہیں کی۔ میں نے کہا آپ نے اس مضمون کی اصلاح اور ترمیم تو کی ہی نہیں۔ بولے اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم یہ کام اچھے طریقے سے کر سکتے ہو۔ یونہی نہ کرنے کے بہانے بناتے ہو۔ اب اگلے پرچہ کے لئے فلاں امام پر مضمون لکھو اور آئندہ ہر پرچہ کے لئے ایک مضمون لکھنا ہوگا۔ اس کے بعد "رحیق" اڑھائی یا تین سال جاری رہا۔ اور میں تقریباً ہر پرچہ کے لئے ایک مضمون دیتا رہا۔

مضمون کیسے ہوتے تھے، اسے تو قارئین ہی جانتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے اچھے ہی ہوتے ہوں گے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب جو بلا اصلاح اور بلا ترمیم چھاپ دیتے تھے۔ تو ان کے معیار کے مطابق ہی ہوتے ہوں گے۔ مجھے تین شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کافی معیاری ہوتے تھے۔ اور لوگ ان کے پڑھنے کے منتظر رہتے تھے۔ ان میں سے پہلی شہادت مولوی ابوبکر صدیق صاحب ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول احاطہ تھانیدار کی ہے۔ یہ مولانا عطاء اللہ صاحب کے خاص الخاص شاگرد ہیں اور ان ہی کی وجہ سے میرے بھی ان کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے ہر مہینے کے شروع میں ہمارے سکول کے تمام اُستاد، رحیق میں چھپنے والے آپ کے مضمون کے انتظار میں رہتے ہیں۔ اگر آپ کا مضمون ہوتا ہے تو باری باری تمام اُستاد اس کو پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون بہت معیاری ہوتے تھے جس کے پڑھنے کے لئے ایک ہائی سکول کے تقریباً سب اساتذہ منتظر رہتے تھے۔ دوسری شہادت حضرت مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کی ہے۔ کسی نے مجھے بتایا کہ ایک دن مولانا صاحب ماہوار رسالوں پر تبصرہ کر رہے تھے۔ جب "رحیق" کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ "رحیق" میں حافظ اسحاق کے مضمون کے سوا ہوتا ہی کیا ہے۔ یہ مولانا صاحب کی طرف سے بڑی حوصلہ بڑھانے والی بات ہے تیسری شہادت یہ ہے کہ جب "رحیق" میں میرے بارہ مضمون چھپے تو کسی پبلشر نے یوپی سے میرے نام ایک خط لکھا کہ ہم ماہنامہ "رحیق" منگواتے ہیں۔ اس میں چھپنے والے آپ کے مضمون ہمیں بہت پسند ہیں۔ ہم آپ سے اجازت چاہتے ہیں کہ ان کو کتابی شکل میں چھاپ دیں۔ میں نے حضرت مولانا عطاء اللہ ؒ کو یہ خط دکھایا۔ اور ان سے مشورہ لیا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں چھاپنے کی اجازت دی جائے یا نہ دی جائے۔ مولانا نے جواب دیا کہ ابھی کسی کو چھاپنے کی اجازت دینے کی ضرورت نہیں۔ جب چالیس پچاس محدثین کے حالات چھپ جائیں گے تو ہم ان کو مختلف جلدوں میں خود چھاپیں گے۔ یہ بات سُن کر میں بھی خاموش ہو رہا۔ پتہ نہیں انہوں نے وہ مضامین چھاپے کہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک وہ بہت معیاری تھے۔ اس کے بعد "رحیق" کچھ ماہ جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا اور میرے میں کے قریب محدثین کے حالات اس میں چھپے۔

دیوانِ حماسہ کا ترجمہ اور حلِّ لغات

ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحب دیوانِ حماسہ اور مصر میں اس کی بہت عمدہ تازہ چھپی ہوئی شرح مرزوقی لائے ساتھ ہی مولانا اعزاز علی دیوبندی اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کے مختلف وقتوں میں چھپے ہوئے دو ترجمے بھی لائے۔ اور کہنے لگے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حماسہ کے یہ دونوں ترجمے پرانے وقتوں کے ہیں اور تحت اللفظ ہیں۔ جس طرح کسی جملے کے الفاظ آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ تحت اللفظ ترجمہ کرنے میں ترجمہ میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ بعض اوقات بعض آدمیوں کے لئے اس کا مطلب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب یہ دونوں ترجمے بھی بازار میں نایاب ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا رواں دواں بامحاورہ ترجمہ کیا جائے کہ پڑھنے والے آدمی کو آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ اور دوسری جگہ چھپنے سے پہلے چھپ بھی جائے اور یہ کام میں آپ سے کروانا چاہتا ہوں۔ میں مولانا کی یہ بات سن کر ان کے منہ کی طرف دیکھنے لگا اور کہا مولانا! آپ کیا فرما رہے ہیں۔ اتنی بڑی ادب کی پرانی کتاب اور سینکڑوں سال سے مدارس میں پڑھائی جانے والی اور اس کا ترجمہ میں کروں؟ میں تو اس کا خیال بھی نہیں کرسکتا۔ کسی پرانے تجربہ کار آدمی سے اس کا ترجمہ کروائیے جو اس کا حق بھی ادا کرسکے۔ مولانا نے فرمایا تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔ پھر جب تمہارے سپرد کردیا جائے تو کر بھی لیتے ہو۔ اور بڑا اچھا تجربہ کار آدمیوں کی طرح کرتے ہو۔ میں نے کچھ سمجھ کر ہی تمہیں یہ کام دیا ہے۔ اور میرے خیال میں تم بڑے اچھے طریقہ سے کر سکتے ہو۔ بسم اللہ کرو اور کام شروع کردو۔ اور بہت جلد ختم بھی کرنا ہے تاکہ دوسری جگہ چھپنے سے پہلے ہمارا ترجمہ چھپ جائے اور یہ سن لو اب حیل وحجت کام نہیں آئے گی۔ میں بڑی رقم خرچ کرکے مصر میں تازہ چھپی ہوئی اس کی شرح مرزوقی لایا ہوں اگر پرانے تراجم میں کچھ فرق معلوم ہو تو وہی ترجمہ کرنا جو اس کی اس شرح میں ذکر ہوا ہے۔ اور ہر صفحہ میں اس شرح سے صفحہ وار حل لغات بھی لکھتے جانا تاکہ حل لغات بھی ساتھ ہی شائع کردیا جائے۔ مولانا صاحب تو بڑے زوردار الفاظ میں مجھے تنبیہ کرنے کے بعد کتابیں میرے گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے سوچا کہ یہ کام تو کرنا پڑے گا۔ مگر پہلے چند صفحات کا ترجمہ کرنے کے بعد مولانا کو دکھا لینا چاہیئے۔ ان کو پسند آئے تو پوری کتاب کا ترجمہ بھی کردیا جائے گا۔ ورنہ پہلے دن ہی چھٹی ہو جائے گی چنانچہ میں نے پہلے چار پانچ صفحات کا ترجمہ کرکے انہیں دکھایا وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور بولے میں نہیں کہتا تھا کہ آپ یہ ترجمہ کرسکتے ہیں اور بہت اچھا کرسکتے ہیں۔ اب اس کام کو شروع کرو۔ اور جلدی ختم کرنے کی کوشش کرو۔ مولانا کی آخری منظوری ہونے کے بعد میں نے حماسہ کے ترجمہ کرنے پر زور دیا۔ اور دن رات ایک کرکے چار پانچ سو صفحات کی کتاب کا بامحاورہ ترجمہ اور اس کا حل لغات بھی چار پانچ مہینے میں تیار کردیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس عرصہ میں ملک کے کسی مطبع نے مترجم اور غیر مترجم دیوانِ حماسہ نہیں چھاپا تھا۔ جس طرح حماسہ کا ترجمہ جلدی ہوا اُس طرح اس کی طباعت بھی جلدی ہوئی۔ اور اس کو تشحیذ الکیاسہ بترجمۃ الحماسہ اور سلک النکات فی حل اللغات کے نام سے چھاپ دیا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کا خود اپنا بیان تھا کہ کئی سال بعد تک ملک میں کوئی حماسہ مترجم یا غیر مترجم نہیں چھپا۔ سب لوگ بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث وغیرہ ہمارا طبع کردہ حماسہ ہی خریدتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی شکر ہے کہ ملک کی کسی طرف سے اس کی طباعت، ترجمہ اور حل لغات پر کوئی تنقید نہیں ہوئی اور تھوڑے عرصے میں اس کے کئی ایڈیشن چھپ کر ملک میں تقسیم ہوئے ہیں۔ مولانا کو ایک یہ بھی خوشی تھی کہ اہلحدیث مدارس میں پہلے حنفیہ کی مترجم یا غیر مترجم اور محشی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اب اہلحدیث کی طبع کردہ اور اہلحدیث کی ترجمہ کردہ کتاب، دیوبندی اور بریلوی وغیرہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور سب شوق سے پڑھاتے ہیں اور کسی کو اعتراض نہیں۔ فللہ الحمد۔ میں اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا کی کوششوں سے ہی یہ ترجمہ مجھ سے مکمل ہوا اور اس کو قبولِ عام حاصل ہوا۔

اسماء الرجال کی ایک گراں قدر کتاب تذکرۃ الحفاظ کا ترجمہ

دیوانِ حماسہ کو طبع ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک دن مولانا صاحب میرے گھر آئے۔ ہاتھ میں ایک نئی کتاب پکڑی ہوئی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی نیا کام میرے حوالے کرنے آئے ہیں۔ السلام علیکم کہتے ہوئے بولے پتہ ہے میں کیوں آیا ہوں میں نے کہا آپ کچھ فرمائیں گے تو پتہ چلے گا۔ ویسے میں عرض کر سکتا ہوں کہ آپ ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ فرمانے لگے آپ کو یاد ہے جب "رحیق" چھپتا تھا میں نے ہر مہینے آپ کے ذمہ ایک محدّث کے حالات لکھنے کا کام لگایا تھا جب تک رحیق چھپتا رہا آپ وہ کام کرتے رہے۔ اور بڑے اچھے طریقہ سے وہ مضامین چھپتے رہے۔ خیال تھا کہ اسی طرح جب دو اڑھائی سو محدّثین کے حالات تیار ہو جائیں گے ان کو ترتیب وار متعدد جلدوں میں چھاپ دیں گے مگر یہ اللہ کو منظور نہیں تھا۔ "رحیق" بند ہو گیا اور یہ خیال بھی تکمیل کے مرحلے طے نہ کر سکا۔ اب آپ کے لئے بیسیوں کتابوں سے تلاش کر کے محدّثین کے حالات لکھنا مشکل ہیں۔ میرا خیال ہے کہ متقدمین میں سے کسی نے محدّثین کے حالات میں کتاب لکھی ہے تو اس کا ترجمہ کر دو۔ مجھے امام ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ پسند آئی ہے۔ ان کی یہ کتاب تقریباً ۱۷ سو محدّثین کے حالات پر مشتمل ہے اور حال ہی میں چار جلدوں میں بیروت سے چھپ کر آئی ہے اور میں آپ سے ترجمہ کرانے کے لئے خرید کر لایا ہوں۔ اس کا ترجمہ کر دو۔ اس طرح اردو دان طبقہ کے لئے محدثین کے حالات معلوم کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ تجویز سن کر میں نے انکار تو نہیں کیا، صرف اتنا کہا کام لمبا ہے۔ دیر لگے گی۔ بولے کوئی حرج نہیں۔ شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ اس کے مکمل ہونے پر ان شاءَ اللہ ہم خود اس کو شائع کریں گے۔ میں نے ترجمہ کرنے کا وعدہ کر کے کتاب رکھ لی اور بسم اللہ کر کے ترجمہ شروع کر دیا۔ وقفے وقفے کے ناغہ سے بارہ چودہ سو صفحات کی اس کتاب کا تین چار سال میں ترجمہ مکمل ہوا۔ مولانا کو میں نے ان کی عربی کتاب تذکرۃ الحفاظ اور اس کا ترجمہ واپس کیا اور ساتھ ہی خوشخبری سنائی کہ آپ کی دی ہوئی کتاب کا اوّل سے آخر تک پورا ترجمہ ہو گیا ہے۔ نیز کہا

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اب آپ کا کام رہ گیا ہے اس کی کتابت اور طباعت کا اہتمام کریں لیکن اس وقت مولانا کی مالی حالت کچھ پتلی تھی کہنے لگے فی الحال میں تو اتنی بڑی کتاب نہیں چھاپ سکتا البتہ کسی تاجر کو چھاپنے کے لئے کہوں گا۔ فکر نہ کریں ترجمہ ہو گیا تو چھپ بھی جائے گی۔ مگر ان کی کوشش کرتے کرتے ڈیڑھ سال گزر گیا، چھپنے کا انتظام نہ ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ الحفاظ مولانا حنیف ندوی مرحوم کی خدمت میں

مولانا محمد حنیف ندوی صاحب جماعت اہلحدیث کے جید عالم بین الاقوامی شہرت کے حامل مصنف تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں جو اکناف عالم میں قدر کی نگاہ سے پڑھی گئیں۔ میں نے سوچا کہ تذکرۃ الحفاظ مترجم کے چھپنے کا تو ابھی کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ بارہ چودہ سو صفحات کی کتاب ہے۔ اتنی بڑی کتاب کا میں نے پہلی دفعہ ترجمہ کیا ہے۔ مولانا محمد حنیف صاحب ندوی کو دکھا کر کچھ اصلاح کرا لی جائے۔ وہ جس حصہ کی اصلاح کریں اُس کو سامنے رکھ کر میں ساری کتاب پر نظر ثانی کر لوں۔ اور اس کے غیر مناسب حصے تبدیل کر دیے جائیں۔ ایک دن میں عصر کی نماز کے بعد کتاب لے کر مولانا حنیف صاحب ندوی کے گھر پہنچا۔ اس وقت مولانا بھونڈپور میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ گھر ہی میں مل گئے۔ میں نے السلام علیکم کے بعد کتاب ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ یہ حافظ ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ ہے۔ اُردو دان طبقہ کے لئے میں نے اس کا اُردو ترجمہ کر دیا ہے۔ اب آپ کے پاس لایا ہوں کہ آپ اس کا کچھ حصہ پڑھ کر اس میں کوئی خامی نظر آئے تو اصلاح کر دیں۔ اس کو سامنے رکھ کر میں ساری کتاب پر نظر ثانی کروں گا تاکہ کوئی غیر مناسب بات نہ چھپ جائے۔ مولانا صاحب یہ سُنتے ہی بولے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہ ترجمہ صحیح ہے۔ میں نے آپ کے مضامین جو الاعتصام میں چھپتے ہیں خصوصاً مصری رسالہ المسلمون کے مضامین جو منکرین حدیث کے رد میں ہوتے ہیں اور آپ اُن کا اُردو میں ترجمہ ہفت روزہ الاعتصام میں چھپواتے ہیں میں پڑھتا ہوں وہ بڑے صاف ہوتے ہیں ان میں کوئی الجھاؤ نہیں ہوتا مجھے یقین ہے کہ تذکرۃ الحفاظ کا ترجمہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس لئے میرے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ بتاؤ کہ اس کی طباعت کا کوئی انتظام ہوا ہے۔ میں نے کہا ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہُوا۔ فرمانے لگے۔ میں کسی تاجر کتب سے بات کروں گا۔ إن شاء الله جلد انتظام ہو جائے گا۔ اور میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ میں نے سمجھا کہ مولانا ٹال رہے ہیں۔ مولانا کسی کام کے لئے اندر گئے۔ میں نے اپنا مطلب تو مولانا کو بتا ہی دیا تھا، اس لئے میں کتاب وہاں چھوڑ کر گھر جانے کے لئے نیچے اُتر آیا۔ مولانا باہر آئے تو دیکھا کہ کتاب پڑی ہے اور میں غائب ہوں تو فوراً مجھے سیڑھیوں سے اُترتے دیکھا۔ آواز دی اور مجھے بلایا۔ میں اُوپر آیا تو بولے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کو ٹال دیا ہے۔ واللہ یہ حقیقت ہے مذاق نہیں میں آپ کے ترجمہ میں کسی اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس لئے آپ اس کو لے جائیے۔ اور جو میں نے اس کی اشاعت کے لئے کہا ہے۔ میں اس سلسلہ میں پُوری کوشش کروں گا۔ اور جلد ہی آپ کو اطلاع دوں گا۔ چنانچہ میں یہ سُن کر جیسا گیا تھا ویسا ہی کتاب پکڑ کر واپس گھر آ گیا۔ کچھ عرصہ خاموشی رہی۔ نہ مولانا عطاء اللہ کی طرف سے کوئی جواب آیا اور نہ مولانا محمد حنیف ندوی کی طرف سے ہی کوئی اطلاع ملی۔ کچھ دن بعد مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی مسکراتے ہوئے ملے اور بولے آپ کے تذکرۃ الحفاظ کے ترجمہ کے چھپنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ بلکہ ہو ہی گیا ہے۔

مولانا منیر احمد صاحب اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ والوں سے میں نے بات کی ہے وہ اس کو چھاپنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی تسلّی کے لئے آج کل ترجمہ لینے کے لئے آئیں گے۔ ان کو وہ ترجمہ دے دینا۔ چنانچہ وہ اُسی دن شام کے وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور دیکھنے کے لئے ترجمہ لے گئے جو انہیں پسند آگیا اور اس کی طباعت کا کام شروع کر دیا۔ تین چار مہینے میں کتاب چھپ کر بازار میں آگئی۔ انہوں نے اس میں یہ ترمیم کی کہ کتاب کو چار جلدوں میں چھاپنے کی بجائے دو جلدوں میں چھاپا۔ عربی کتاب چار جلدوں میں تھی۔ اب اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ دوسرے ایڈیشن کی فکر میں تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے یا نہیں۔

امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ قبرصیہ کا ترجمہ

جب رحیق چھپتا تھا۔ ان دنوں کی بات ہے کہ ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحب ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کتاب لئے ہوئے میرے گھر آئے۔ بیٹھنے کے بعد کہنے لگے میں ایک کام کے لئے آیا ہوں۔ یہ امام ابن تیمیہؒ کا ایک مختصر رسالہ ہے جو عرب ممالک مصر وغیرہ میں کئی دفعہ چھپا ہے لیکن پاکستان اور ہندوستان میں جہاں تک مجھے معلوم ہے ایک دفعہ بھی اس کا ترجمہ نہیں چھپا۔ یہ امام صاحب نے جزیرہ قبرص کے عیسائی حاکم کے نام اس وقت لکھا جب قبرص کی اکثریت اور اس کی حکومت کی طرف سے مسلمان اقلیت پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ امام صاحبؒ نے وہ واقعات تفصیل کے ساتھ اور اس کو بڑی دلیری کے ساتھ قبرص کے بادشاہ کو لکھا کہ یہ تیرے ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کہا کہ مسلمان حکومتوں میں تمہارے مذہب کے عیسائی لوگ امن سے رہتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ بند نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہاں کے لوگ قبرص کے مسلمانوں کا انتقام ان سے لیں، ہوش سے کام لو۔ اور مسلمانوں کو بھی اپنے ملک میں امن کے ساتھ جینے کا حق دو ورنہ یاد رکھو اس کا انجام بُرا ہوگا۔

میں نے دو تین ہفتہ میں اس رسالہ کا ترجمہ کر کے مولانا کو دیا اور کہا اب اپنے وعدے کے مطابق اس کو کتابی شکل میں چھاپیں۔ مولانا لے کر بہت خوش ہوئے۔ اور کتابی شکل میں چھاپنے کا وعدہ کیا مگر پتہ نہیں کہ وہ رسالہ کتابی شکل میں طبع کیوں نہ ہوا۔ جواب دیا کہ ترجمہ ہو گیا ہے تو کسی وقت طبع بھی ہو جائے گا۔ فکر نہ کریں لیکن میں نے بعد میں دیکھا کہ مولانا نے کتابی شکل میں چھاپنے کی بجائے "رحیق" میں قسط وار تین قسطوں میں چھاپ دیا۔

لاہور میں آنے کے بعد مولانا محمد عطاء اللہ صاحب کی ترغیب و تحریض سے میں نے کیا کام کیے

میں ذکر کر آیا ہوں کہ لاہور آنے کے بعد جب میں نے اوڈانوالہ اور اس کے بعد مدرسہ ڈھلیانہ ضلع ساہیوال میں پڑھاتا تھا، مولانا عطاء اللہ صاحب نے کئی دفعہ کہا اگر ہم دونوں کسی جگہ اکٹھے ہو جائیں تو مل جل کر کوئی کام کر جائیں۔ جب لاہور میں مجھے اطمینان سے کام کرتے کچھ عرصہ گزرا تو ایک دن میرے گھر آئے اور کہنے لگے کہ اب پرانی آرزو پورا کرنے کا وقت آگیا ہے جو میں کہا کرتا تھا کہ مل جل کر کوئی کام کر جائیں۔ میں نے عرض کیا جو آپ فرمائیں گے میں اس کو کرنے کی کوشش کروں گا مگر فی الحال اس کے کرنے کی مجھ میں اہلیت نہیں ہے۔ مولانا نے کہا اہلیت بچہ کے ساتھ ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوتی۔ کام کرنے سے اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ کام کرو پھر دیکھو کس طرح اہلیت پیدا ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحبؒ نے جو کام مجھ سے کرائے

(۱) میں ابھی لاہور نہیں آیا تھا، بات چیت ہی ہو رہی تھی، مولانا نے پہلا کام مجھ سے علامہ فاخر زائرؒ الہ آبادی کے رسالہ **نجاتیہ** کا ترجمہ کرایا۔ یہ رسالہ اہلحدیث کے مسلک کے مطابق ۷۰۰، ۶ صفحہ کا فارسی میں تھا۔ اس کا میں نے ترجمہ کر دیا۔ مولانا نے اسے فارسی متن کے ساتھ طبع کیا۔ بعد میں مَیں نے اسے حرف بہ حرف پڑھا۔ تاکہ دیکھوں کہ مولانا نے میری کس غلطی کی اصلاح کی ہے۔ تاکہ میں آئندہ اس سے بچوں۔ ترجمہ شفاف اور رواں دواں تھا۔ اس میں خاص کوئی غلطی نہیں تھی۔

(۲) لاہور آنے کے بعد مجھ سے امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ **قبرصیہ** کا ترجمہ کرایا جو کتابی شکل میں طبع نہیں ہوا۔ ماہوار رسالہ "رحیق" میں قسط وار طبع ہوا۔

(۳) لاہور آنے کے بعد حج کے موقعہ پر مجھ سے ایک طویل مضمون لکھوایا جو ہفت روزہ **الاعتصام** میں چھپا اور بعد میں اس کو ادارہ اشاعۃ السنّۃ کی طرف سے کتابی شکل میں تعلیم الحجؒ کے نام سے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

(۴) چونکہ ماہِ رمضان میں اکثر اہلحدیث زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر اس موضوع پر ایک طویل مضمون لکھوا کر ہفت روزہ الاعتصام میں چھپوایا اور بعد میں جماعتی ادارہ اشاعۃ السنّۃ کی طرف سے کتابی شکل میں چھپوا کر مُفت تقسیم کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ دونوں رسالے بڑے پسند کئے گئے۔ لوگوں نے ان جیسے چھوٹے چھوٹے تحقیقی رسالے لکھنے کی سفارش کی چنانچہ مولانا محمدؒ علی جانباز سیالکوٹی نے ایسے رسالے لکھنے کی نہ صرف سفارش کی بلکہ ہر رسالہ کو اپنی طرف سے چھپوانے کا وعدہ بھی کیا مگر میری سُستی کی وجہ سے ایسے رسالے مزید ترتیب نہیں دیئے جا سکے۔

(۵) لاہور سے اس وقت مولانا عطاء اللہ صاحبؒ ذاتی طور پر ماہوار رسالہ "رحیق" نکالتے تھے جس کے مدیر بھی خود ہی تھے۔ اس کے ہر پرچہ کے لئے مولانا نے مجھ پر ایک مضمون لکھنا لازم کر دیا۔ جب تک "رحیق" چھپتا رہا۔ اس کے ہر پرچہ کے لئے میں ہر ماہ ایک مضمون لکھتا رہا۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ مضامین بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔

(۶) مولانا ایک موقعہ پر دیوانِ حماسہ کی مصر میں تازہ چھپی ہوئی شرح مرزوقی اور مولانا اعزاز علی دیوبندی اور ذوالفقار علی دیوبندی کے حماسہ دونوں ترجمے میرے گھر لے آئے اور کہنے لگے کہ یہ دونوں ترجمے پرانے زمانہ کے تقریباً تحت اللفظ ہیں جو آجکل کے زمانہ میں پسند نہیں کئے جاتے۔ دیوانِ حماسہ کا رواں دواں بامحاورہ ترجمہ آج کل کے مزاج کے مطابق کر دو۔ اس کی سخت ضرورت ہے۔ میں نے بہت معذرت کی کہ یہ کام مشکل ہے۔ مجھ سے نہیں ہو سکے گا مگر مولانا نہ مانے۔ مولانا کے مجبور کرنے پر میں نے یہ مشکل کام بھی شروع کر دیا۔ ابتدائی چند صفحات کا ترجمہ کر کے میں نے مولانا کو دکھایا۔ انہوں نے اس کو بہت پسند کیا اور کہنے لگے بس ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی ترجمہ پسند کرتا ہوں۔ یہ کر دو اور جلدی ختم کرنے کی کوشش کرو۔

(۷) ترجمہ شروع کئے ابھی چندہی روز ہوئے تھے کہ مولانا آئے اور کہا کہ ہر قطعے یا ہر صفحے کے پہلے اس قطعہ یا صفحہ کا حل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغات بھی لکھتے جاؤ تاکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اس کا پُورا حل لغات بھی لکھا جائے ۔ یہ بھی مولانا کی منشاء کے مطابق لکھا اور پورا ہونے کے بعد دونوں حل لغات اور اُردو ترجمہ تشحید الکیاستہ بترجمہ الحماستہ اور سلک النکات فی حل اللغات کے نام سے دونوں اکٹھے چھاپ دیے ۔

(۸) حماسہ کے ترجمہ اور اس کے حل لغات کے بعد ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک دن مولانا ایک نئی کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے ہمارے گھر میں تشریف لائے اور فرمانے لگے ، یہ نئی کتاب **تذکرۃ الحفاظ** امام ذہبیؒ کی تصنیف ہے ۔ بیروت سے ابھی ابھی چار جلدوں میں چھپ کر آئی ہے ، میں اس کو دو صد روپے میں خرید کر لایا ہوں ۔ جب ماہنامہ " رحیق " چھپتا تھا ، میں نے آپ کے ذمے ہر ماہ کسی محدث پر مضمون لکھنا لگایا تھا جو آپ لکھتے رہے اور " رحیق " میں ایک یا دو یا تین قسطوں میں چھپتے رہے ۔ خیال تھا کہ جب تین چار سو محدثین کے حالات تیار ہو جائیں گے تو ان کو متعدد جلدوں میں چھاپ دیں گے مگر وہ خدا کو منظور نہ ہوا " رحیق " بند ہو گیا اور ساتھ ہی محدثین کے حالات بھی بند ہو گئے ۔ امام ذہبیؒ نے اس کتاب میں تقریباً ، اسو محدثین کے حالات جمع کئے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر نئے حالات جمع نہیں ہوتے یا جمع کرنے مشکل ہیں تو کسی متقدم امام کی کتاب کا ہی ترجمہ کر دیا جائے ۔ اس لئے اس کتاب کا مکمل ترجمہ کر دیں ۔ میں نے کہا ، کتاب لمبی ہے ، تقریباً ۱۴۰۰ سو صفحات ، اس کا پورا ترجمہ ہونے میں دیر لگے گی ۔ کہنے لگے کوئی حرج نہیں ۔ آپ ترجمہ کریں ۔ اِنْ شَاءَ اللہ جلد ہی پورا ہو جائے گا ۔ چنانچہ یہ پورا ہوا اور مولانا کی ترغیب سے ہی مولانا منیر احمد صاحب نے اس کو خوبصورت جلی حروف میں چھاپ بھی دیا ۔ اور اب اس کا ایک ایڈیشن ختم بھی ہو گیا ہے ۔

جناب مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بھوجیانی نے میری تعلیم بھی صحیح طریقہ پر کرائی اور فراغت کے بعد مجھے صحیح طریقہ پر پڑھانے پر لگایا ، اس میں اللہ تعالےٰ نے میری مدد کی اور کسی جگہ مجھ سے مدرسہ والوں یا پڑھنے والوں کو شکایت پیدا نہیں ہوئی سب اپنی اپنی جگہ خوش تھے کسی مدرسہ سے مجھ کو واپس آنا پڑا تو سب نے اس کو اپنا نقصان سمجھا اور ہر طرح سے چاہا کہ میں وہیں رہوں ۔ اور کسی دوسری جگہ نہ جاؤں ۔ یہ سب مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کی بے ریا اور صحیح رہنمائی کا نتیجہ ہے ۔ مجھے اعتراف ہے کہ اگر مولانا کی بروقت اور صحیح راہنمائی مجھے نہ ملتی تو میں اس مقام پر نہ پہنچ سکتا جس میں مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنچایا ہے ۔ **فللہ الحمد** ۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو بھی اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

تحریری کام میں رکاوٹ

۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ میں جس کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ، اس کے مالکوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا ۔ کبھی کرایہ کی زیادتی کا مطالبہ کرتے اگر کچھ زیادتی کر دیتے تو دو چار مہینے ہی گزرتے تو پھر مکان خالی کرنے کو کہتے ، میں نے ایسے مکان کی تلاش شروع کر دی ، جس میں ساری مطلوبہ سہولتیں ہوں ۔ اور الگ تھلگ بھی ہو ۔ اور اس کا کسی کے ساتھ تعلق نہ ہو ۔ مگر ایسا مکان بڑی تلاش کے بعد بھی نہ ملا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مانگا منڈی ضلع لاہور میں میں نے ایک عزیز کے ساتھ مل کر کچھ زرعی اراضی خریدی۔ وہاں اسی عزیز کے ساتھ مل کر مکان کے لئے بھی کچھ زمین خریدی اور مکان کی تعمیر شروع کر دی اور آہستہ آہستہ ایک سال کے عرصہ میں مکان کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اس وقت مالک مکان کی طرف سے شدید مطالبہ ہوا کہ چند روز کے اندر اندر مکان خالی کر دو۔ ہم نے اپنے ایک لڑکے کی شادی کی ہے اور ہم اسے اس مکان میں آباد کرنا چاہتے ہیں۔ جب ان کی طرف سے شدید مطالبہ ہوا اور لاہور میں اپنی پسند کا مکان نہ ملا تو یہی مناسب سمجھا کہ جب تک مناسب مکان نہیں ملتا اپنے مانگا والے مکان میں گزارہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء میں، میں نے اپنی سکونت مانگا منڈی میں منتقل کر لی۔ اب پڑھانے کے لئے مجھے مانگا منڈی سے لاہور آنا پڑتا اور عصر کے بعد لاہور سے گھر جانا پڑتا اور روزانہ پڑھائی کے لئے مسلسل چھ گھنٹے دینے پڑتے۔ اس طرح دونوں طرف کی آمد و رفت اور پڑھائی میں میرے دس گھنٹے صرف ہوتے۔ اس طرح رات کو تھک کر چُور ہو جاتا۔ اتنی مصروفیت میں پھر دوسرا کوئی کام کس طرح ہو سکتا تھا۔ اب مولانا اگر کوئی کام کہتے تو میں کہتا، میں بہت تھک جاتا ہوں، لاہور میں آباد ہوا تو پھر آپ جو کہیں گے اس کے کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہو گا۔ مولانا یہ دیکھ کر مجھے معذور سمجھتے۔ اور پہلے کی طرح مجبور نہ کرتے۔ بعد میں مولانا بھی کچھ بیمار رہنے لگے اور مجھے بھی لاہور آنے کا موقعہ نہ ملا، اس طرح تحریر کا کام ختم ہو گیا۔

مختصر سیرت الرسول ؐ کا ترجمہ اور آنکھ کی بیماری کا حملہ

ہاں پہلے کام کی وجہ سے اتنی شہرت ہو گئی تھی کہ بعض دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی کام کرانے کی پیش کش ہونے لگی۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ ایک دن حافظ عبدالغفور صاحب خطیب جامع مسجد اہلحدیث جہلم بغل میں ایک کتاب دبائے ہوئے میرے پاس آئے، میں اس وقت دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھا رہا تھا۔ اور فرمانے لگے ایک کام ہمارا بھی کر دیں۔ سُنا ہے آپ نے بہت سی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں۔ جو بڑے مقبول ہوئے ہیں۔ یہ ہماری ایک کتاب ہے اس کا بھی ترجمہ کر دیں۔ اس کا نام مختصر سیرۃ الرسول ؐ ہے جو امام محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم کے صاحبزادے شیخ عبداللہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ کرا کر مُفت تقسیم کرنا ہے میں نے اُن کے ہاتھ سے کتاب لی اور اِدھر اُدھر نظر ڈالنے کے بعد کہا۔ بہت اچھا میں اس کا ترجمہ کر دیتا ہوں۔ انہوں نے جلدی ترجمہ کرنے کی تاکید کر کے کتاب میرے حوالے کر دی۔ میں نے گھر جا کر اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ کتاب نظم اور نثر دو حصوں پر مشتمل تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ نثر آسان ہے اور نظم ذرا مشکل ہے۔ پہلے نثر کا ترجمہ کرنے کے بعد نظم کا ترجمہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے پہلے ہفتہ میں جتنا ترجمہ ہوا وہ حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ پہلے پوری نثر کا ترجمہ ہو گا اور اس کے بعد پوری نظم کا ترجمہ کیا جائے گا۔ حافظ صاحب نے پسند کیا اور کہا ہمیں ساری کتاب کا ترجمہ چاہیئے۔ آپ جس طرح مناسب سمجھیں، کریں۔ کتاب پانچ ساڑھے پانچ سو بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ دارالعلوم کے کام سے فارغ ہونے کے بعد ہی ترجمہ کے لئے وقت مل سکتا تھا، میں نے رات دن جب بھی وقت ملتا، حتیٰ کہ جمعہ کی چھٹیوں میں بھی محنت کر کے تقریباً تین چار مہینوں میں کتاب کی پوری نثر کا ترجمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔ نظم کا ترجمہ تقریباً نصف یا اس کے کچھ کم وبیش ہوگیا۔ اس دوران حافظ عبدالغفور صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ اور مجھ کو بھی مختلف بیماریوں نے گھیر لیا۔ گھٹنوں کا درد تو مستقل تھا۔ جو کئی سال سے چلا آرہا تھا۔ اور اب تک بدستور ہے۔ اب میرے مثانے میں پتھری پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے پیشاب بند ہوگیا۔ اس کی وجہ سے دن رات پریشانی تھی۔ دارالعلوم کا کام بھی نہیں ہوتا تھا۔ جہاں جہاں کسی نے کہا دیسی اور ہومیو پیتھ علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تیرہ، پندرہ سال پہلے بھی مجھے یہ عارضہ پیدا ہوا تھا۔ اس وقت ایک ڈاکٹر صاحب سے علاج کرایا تھا۔ اس نے اپریشن نہیں کیا تھا۔ بلکہ پیشاب کی نالی میں کسی آلے کو داخل کرکے پتھری کو توڑ کر نکالا تھا۔ ساتھ ہی کچھ غدود بھی بڑھے ہوئے تھے ان کو بھی کاٹ کر نکالا۔ اس علاج سے مجھے چودہ پندرہ سال بڑا آرام رہا جیسے کبھی وہ تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ پندرہ سال بعد پھر پتھری پیدا ہوگئی اس ڈاکٹر صاحب کی طرف پھر رجوع کیا اس نے سارے ٹیسٹوں کے بعد پہلے کی طرح علاج کیا۔ پانچ چھ دن اپنے پاس رکھنے کے بعد چھٹی دیدی میں نے چند دن اور گزار کر دارالعلوم میں پڑھانا شروع کیا۔ ایک دن جب میں سبق پڑھا رہا تھا اچانک بغیر کسی قسم کی سابقہ تکلیف کے میری دائیں آنکھ کی نظر بند ہوگئی نہ کوئی درد نہ کوئی چوٹ نہ کسی قسم کا ورم تھا۔ میری نظر بند ہوگئی میں نے سمجھا شاید درخت کا کوئی پتہ یا اڑتی ہوئی روئی پڑ گئی ہوگی میں نے آنکھ کو صاف کرکے پھر پڑھانے لگا تو وہ پہلے ہی کی طرح تھی پھر میں نے دوسری آنکھ بند کرکے دیکھا تو یقین ہوگیا کہ نظر بند ہوگئی ہے اور یہ تکلیف سب تکلیفوں سے بڑی تھی، گھریلو ٹوٹکے وغیرہ استعمال کرنے کے بعد جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا کسی نے کہا کہ دربار کے ہسپتال میں بہت قابل ڈاکٹر ہے آنکھوں کا بڑا ماہر ہے اچھا اپریشن کرتا ہے اور آنکھیں بھی بہت اچھی بن جاتی ہیں اس کو دکھانا چاہیئے وہاں جاکر دکھایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ موتیا بند ہے اور یہ مرض بغیر اپریشن کے اچھا نہیں ہوتا۔ آپ مشورہ کرلیں۔

دوتین دن شش وپنج میں گزر گئے ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا میں معمول کے مطابق ایک دن سبق پڑھا کر بیٹھا تھا اور بڑا پریشان اور متفکر تھا ایک دوست نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے آج متفکر کیوں ہو میں نے بیان کیا کہ بغیر کسی پیشگی تکلیف کے میری نظر بند ہوگئی ہے میں اس وجہ سے متفکر ہوں کہ اب کیا بنے گا اس نے کہا ابھی اٹھو میو ہسپتال چلیں وہاں حکومت نے اب نیا آنکھ وارڈ کھولا ہے اور اب تقریباً وہاں ایک سو بیڈ کا انتظام ہے ہمارے گاؤں کے تقریباً بیس مردوں اور عورتوں نے علاج کروایا ہے جو پہلے نابینا تھے اب سب کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں ہیں اور پہلے کی طرح دیکھتے ہیں وہ اتنی بات کہہ کر رکشا لے آیا اور کہنے لگا اٹھو رکشے میں بیٹھیں اور ہسپتال چلیں وہاں گئے تو ڈاکٹر صاحب مریضوں کو دیکھ رہے تھے میرے ساتھی نے ڈاکٹر صاحب سے کہا میرے دوست کی بغیر کسی تکلیف کے نظر بند ہوگئی اس کو دیکھیں کہ کیا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا اس مریض کی آنکھوں میں دوائی ڈال کر پندرہ منٹ بٹھاؤ پندرہ منٹ کے بعد میں دیکھتا ہوں میرے ساتھی نے ڈاکٹر صاحب سے کہا دربار ہسپتال کے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ موتیا بند ہے اس کا علاج اپریشن کے بغیر اور کوئی نہیں ہے ہم سے اپریشن کرالو یا کسی دوسری جگہ سے کرالو۔
میو ہسپتال کے ڈاکٹر نے دوائی ڈالنے کے بعد دیکھا تو کہا کہ جس ڈاکٹر نے کہا کہ یہ موتیا بند ہے یہ صحیح نہیں اسے غلطی لگی ہے جبکہ آنکھوں کا کوئی پردہ اپنی جگہ سے ہل کر روشنی آنے والی نالی کے آگے آگیا ہے جس سے نظر بند ہوگئی ہے اس کا جلد علاج کرالو ورنہ اس کے اور خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے کہیں تو میں اسے داخل کردوں میرا ساتھی مجھ سے پوچھنے لگا کیا خیال ہے میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ مجھے داخل کرلیں ڈاکٹر صاحب نے ان ڈاکٹروں سے کہا جو ان کے ساتھ تھے کہ اس مریض کو داخل کرلو وہ کہنے لگے جناب ہسپتال میں کوئی جگہ خالی نہیں ڈاکٹر صاحب نے کہا ان کو ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرلو اگر کسی مریض کو چھٹی دینی ہے تو دیدو چنانچہ مجھے داخل کرلیا گیا رات کو انہوں نے جو دوائی اپریشن کے وقت کھلانے اور آنکھ میں لگانے کے لیے ضروری ہوتی ہے کھلائی اور آنکھ میں لگائی صبح کے وقت سارے وارڈ سے تقریباً پندرہ سولہ آدمیوں کو نچلی منزل میں اپریشن کے کمروں میں لے گئے مجھے بھی ایک پھٹے پر لٹا دیا کئی آدمیوں کو میں نے دیکھا کچھ ہتھیار لیے پھر رہے ہیں غالباً یہی اپریشن کرنے والے ہوں گے پھر ایک آدمی آیا اس نے میری آنکھوں کے بال کاٹ دیئے پھر ایک اور آدمی آیا اس نے میرے کولھے پر ٹیکہ لگا دیا دو تین منٹ کے بعد میں بیہوش ہو گیا۔

جب ڈاکٹروں نے اپریشن کے لیے میری آنکھ کھولی تو اب ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ میں جس طرح ذبح کے وقت بکرا تڑپتا ہے اس طرح تڑپنے لگا ڈاکٹروں کو معلوم ہوا کہ اپریشن غلط کرنے لگے ہیں یہ مریض تو بلڈ پریشر کا بھی مریض ہے اس کا اپریشن صحیح نہیں ہے تو فوراً احتیاط کے ساتھ زخم کو ٹانکے لگا کر بند کیا اور مجھ کو تڑپتا ہوا بیڈ پر چھوڑ گئے اور بارہ بجے سے لیکر تقریباً چار بجے تک میری یہی کیفیت رہی۔ مجھے آرام آیا پھر مجھے ہوش آیا میں نے اپنی آنکھ پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میرا اپریشن ہوگیا ہے اپریشن کے بعد آٹھ دن تک مریضوں کو ہسپتال میں رکھتے ہیں اور ڈاکٹر اپنی نگرانی میں مریضوں کو دوائی وغیرہ کھلاتے پلاتے ہیں ہر روز ڈاکٹر گشت کرتے ہیں اگر مریضوں کو کوئی تکلیف ہو تو اس کا مناسب علاج کرتے ہیں مجھے بھی اسی طرح آٹھ روز تک دوائی کھلاتے پلاتے رہے آٹھویں روز گشت پر آئے تو میرے سوا سب مریضوں کو چھٹی دے گئے کہ تمہارا اپریشن کامیاب ہوگیا ہے تم ڈاکٹر سے گھر جاکر دوائی استعمال کرنے کے لیے لے جاؤ اور آٹھویں دن کے بعد پھر آکر آنکھیں دکھا جانا۔ مگر مجھے کسی نے نہ کہا کہ تمہارا اپریشن بھی ٹھیک ہوگیا ہے تم بھی گھر چلے جاؤ ڈاکٹر چلے گئے، میں دوسرے ملازموں سے پوچھتا کہ مجھے چھٹی کیوں نہیں ہوئی وہ کہتے ہمیں خبر نہیں دوسرے وقت ڈاکٹر صاحب گشت پر آئیں گے تو پوچھنا، یہ سن کر میں چپ ہوگیا لیکن سارا دن میں نے بڑی پریشانی میں گزارا شام کے قریب ڈاکٹر صاحب پھر گشت پر آئے تو میں نے ان سے پوچھا ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ جن لوگوں کا آٹھ دن پہلے اپریشن ہوا تھا ان سب کو چھٹی ہوگئی ہے مجھے چھٹی کیوں نہیں ہوئی ڈاکٹر صاحب بڑے اطمینان سے بولے ان کا اپریشن ہوگیا تھا تمہارا ابھی اپریشن نہیں ہوا تمہاری آنکھ جب اپریشن کے لیے کھولی تو تم بڑے زور سے تڑپنے لگے جیسے جانور ذبح کے وقت تڑپتا ہے اس وقت تمہاری زندگی کا بڑا خطرہ تھا یہ تو خدا کا بڑا فضل ہے کہ اس نے آپ کو صحت بخشی آپ کو بلڈ پریشر ہے اس بیماری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپریشن نہیں کرتے آپ کی اس بیماری کا پتہ ہی نہیں تھا ورنہ کبھی اپریشن نہ کرتے اس طرح تقریباً دو ماہ ہسپتال میں رہنے کے بعد ڈاکٹروں نے جواب دے دیا کہ ہم نے تو اپنا سارا زور لگایا ہے کہ بلڈ پریشر کنٹرول میں آجائے تو اپریشن کیا جائے مگر یہ بیماری ہمارے کنٹرول میں نہیں آئی آپ کسی پرائیویٹ ڈاکٹر یا ماہر حکیم سے علاج کرائیں بلڈ پریشر ٹھیک ہوگیا تو پھر ہسپتال میں آکر اپریشن کرالیں تقریباً چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے میں ابھی اس طرح ہوں جس طرح پہلے دن بیمار ہوا تھا۔

کتاب مختصر سیرۃ الرسولؐ کے ترجمہ کی تکمیل کا مطالبہ

حافظ عبدالغفور صاحب جنہوں نے مختصر سیرۃ الرسول کا ترجمہ شروع کروایا تھا ان کا انتقال ہوگیا ادھر میں بھی ان مختلف بیماریوں میں گھر گیا جن کا میں نے ذکر کیا ہے کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد حافظ صاحب کے ایک لڑکے تشریف لائے کہ آپ کتاب مختصر سیرۃ الرسول کا ترجمہ کر رہے تھے اس کے حصہ نثر اور کچھ حصہ نظم کا ترجمہ ہمارے پاس پہنچ گیا ہے مگر نظم کا کچھ ترجمہ رہ گیا ہے اس کو جلد مکمل کرکے دیں تاکہ کتاب کو چھپوائیں پہلے ہی بہت دیر ہوگئی ہے والد صاحب کے انتقال کی وجہ سے ہم پریشان رہے اور آپ بھی بھول گئے اب کافی انتظار کرنے کے بعد ہی آیا ہوں میں نے گذارش کی کہ میں بھولا نہیں بلکہ میں مختلف بیماریوں میں گھر گیا تھا جس کی وجہ سے دیر ہوگئی ورنہ میں کب کا ترجمہ مکمل کرکے بھیج چکا ہوتا اب بھی میری نظر چونکہ بہت خراب ہو چکی ہے اب تو مجھ سے بقایا ترجمہ پورا نہیں ہو سکے گا اس کے لیے کسی دوسرے صاحب کی خدمات حاصل کریں مگر وہ مصر رہے کہ باقی ترجمہ بھی آپ ہی مکمل کریں دوسرے کسی سے ہم ترجمہ نہیں کرواتے کیونکہ دو آدمیوں کا ترجمہ ٹھیک نہیں رہتا میں اب کتاب چھوڑ جاتا ہوں آپ ابھی ابھی ہسپتال سے آئے ہیں طبیعت خراب ہے کچھ دیر کے بعد طبیعت سدھر جانے کی پھر ترجمہ پورا کر دیں میرے کہتے کہتے کتاب میرے پاس چھوڑ کر چلے گئے دو تین مہینے کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے اب تو ترجمہ پورا ہوگیا ہوگا میں نے کہا میری طبیعت بدستور خراب ہے نظر میری بند ہے میں ترجمہ کس طرح پورا کر سکتا ہوں بہرحال وہ ناراض تو ہوئے مگر کتاب لے گئے اس عرصے کو دو تین سال گذر گئے ہیں پھر انہوں نے مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا میرے سننے میں آیا ہے کہ انہوں نے کتاب چھاپ دی ہے اور تقسیم کر رہے ہیں معلوم نہیں انہوں نے بقایا نظم کا ترجمہ کرایا ہے یا نہیں اگر کرایا ہے تو کس سے کرایا ہے یہ میری آخری کتاب ہے جس کا میں نے تین حصہ کا ترجمہ کیا ہے باقی بیماریوں کی وجہ سے نہیں کر سکا اللہ تعالیٰ میری معذرت منظور فرمائے۔

مدرسہ غزنویہ سے باعزت رخصتی اور مہتمم صاحب کی بدعہدی

میں نے تقریباً چالیس سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ کی خدمت کی ہے اس عرصہ میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے چار مہتمم برسر اقتدار رہے ہیں پہلے مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی، جو مجھے یہاں لائے نو سال کے بعد ۱۹۶۳ء میں انکا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر ان کے صاحبزادے سید ابو بکر غزنوی وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور، ان کے بعد ان کے بڑے بھائی سید عمر فاروق غزنوی اور آخر میں سید عثمان غزنوی، جو آج کل دارالعلوم کے مہتمم ہیں، ان سب کے ساتھ میرے تعلقات بڑے خوشگوار رہے ہیں اور کسی کی طرف سے کوئی حرفِ شکایت سننے میں نہیں آیا۔

ہاں غالباً ۱۹۸۸ء کی بات ہے کہ مجھے مختلف بیماریوں نے گھیر لیا، گھٹنوں کا درد مستقل تھا جن میں اضافہ ہوگیا، پھر مثانے میں پتھری پیدا ہونے کی وجہ سے پیشاب کی بیماری کا عارضہ لاحق ہوا جس کا دو دفعہ اپریشن کرانا پڑا، پھر ان ہی دنوں میں پڑھاتے وقت بغیر کسی سابقہ بیماری کے میری دائیں آنکھ کی نظر بند ہوگئی جس کی وجہ سے کئی ہسپتالوں میں جانا پڑا مگر آنکھ اب تک درست نہیں ہوئی۔ اس لیے مجھے پڑھانے کے لیے روز مانگا منڈی سے لاہور آنا جانا بڑا مشکل تھا اس لیے گھر والے اور دوسرے عزیز اکثر مجھے کہتے تھے آپ پڑھانا چھوڑ دیں بہت پڑھا چکے۔ مگر میرا خیال تھا کہ جب تک کام چلتا ہے چلتا رہے۔

مگر دارالعلوم سے علیحدگی کے وقت آخری رمضان میں چھٹیوں کے بعد جب میں پڑھانے کے لیے حاضر ہوا تو مہتمم جناب عثمان غزنوی نے مجھ سے کہا کہ مختلف بیماریوں اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کا مانگے سے لاہور آنا جانا بڑا مشکل ہے آپ کو اس میں بہت مشکل پیش آتی ہے اس لیے ہماری مجلس عاملہ نے آپ کے آرام کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ پڑھانے کے لیے تشریف نہ لایا کریں اور گزر اوقات کے لیے ہم آپ کو دارالعلوم کی طرف سے پنشن دے دیں گے۔

اس دن تو میں آخری فیصلہ کرنے کے بغیر ہی چلا گیا رات کو گھر والوں اور دوسرے عزیزوں نے زور دیا کہ اب پڑھائی چھوڑ دو چنانچہ میں نے ترک ملازمت کا فیصلہ کرلیا دوسرے دن صبح کو میں نے مہتمم صاحب اور دوسرے کارکنوں کو کہہ دیا کہ میں نے آج سے ملازمت چھوڑ دی ہے اور مہتمم سے پوچھا کہ آپ مجھے پنشن کتنی دیں گے اور کب شروع کریں گے۔ انہوں نے کہا یہ کام میں اکیلا نہیں کرسکتا عاملہ کا اجلاس عنقریب ہوگا اور اس میں یہ فیصلہ ہوگا کہ پنشن کتنی دیں گے اور کب شروع ہوگی مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ پورا کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔

کیونکہ کئی دنوں کے وقفے کے بعد میں نے ان سے کئی دفعہ پوچھا کہ عاملہ کی میٹنگ ہوئی ہے یا نہیں انہوں نے ہر دفعہ یہی کہا کہ ابھی نہیں ہوئی اس طرح ایک سال پورا ہوگیا اور وہ وعدہ پورا نہیں ہوا سال بھر کے مطالبہ کے بعد میں نے سمجھا کہ یہ میٹنگ کبھی نہیں ہوگی اور نہ یہ وعدہ پورا کرنے کے لیے کیا گیا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

وہ سال میرا بیماریوں کا علاج کرانے میں ہی گذر گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار العلوم جامع مسجد قدس اہلِ حدیث میں آمد

واجب الاحترام جناب حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم نے اپنی زندگی میں علوم دین پڑھانے کے لیے مسجد قدس چوک داگراں میں مدرسہ کھولا تھا، جس میں اپنی زندگی تک خود بھی پڑھاتے رہے اور اسباق کے زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ دوسرے علماء بھی رکھے تھے جو باقاعدہ طور پڑھاتے رہے ان کی وفات کے بعد یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا لیکن پھر بند ہوگیا اور اس پر کئی سال گزر گئے پھر بعد میں

حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی کے دو بھتیجے دینی علوم کے درسِ نظامی تک پڑھ کر فارغ ہوئے تو حافظ صاحب نے دوبارہ درس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے ان دو بھتیجوں حافظ عبدالغفار صاحب روپڑی اور حافظ عبدالوہاب صاحب روپڑی کو اس سلسلہ میں اپنا شریک کار بنایا غالباً ۱۹۸۸ء کی بات ہے حافظ عبدالغفار صاحب جن کی میری لڑکی سے شادی ہوئی ہے اس لیے میرے عزیز ہیں انہوں نے اپنے بھائی حافظ عبدالوہاب سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد مجھے دعوت دی کہ ہم نے حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی کے ساتھ مل کر مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی بند شدہ درس گاہ کو دوبارہ شروع کیا ہے اس میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور حدیث کے ایک دو سبق پڑھانے کے لیے جامعہ اہلحدیث مسجد قدس میں تشریف لائیں ظاہر ہے کہ میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔

میں ۱۹۹۱ء کی ابتداء میں ان کی دعوت پر لبیک کہتا ہوا جامعہ مسجد قدس میں آگیا ان دونوں عزیزوں نے مجھ پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا میں آخر عمر میں دار العلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ میں جو دو سبق پڑھاتا تھا وہی دو سبق صحیح البخاری اور جامع ترمذی یا صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد ہی یہاں پڑھاتا ہوں میں اوپر کی چھت میں رہتا ہوں اور اپنی بیماری کی وجہ سے سیڑھیوں سے چڑھ اور اتر نہیں سکتا طلباء چھت پر ہی آتے ہیں اور سبق پڑھ لیتے ہیں۔

جامعہ اہلحدیث قدس میں آنے کے بعد جامعہ کے سرپرست محترم جناب حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی سے ملاقات ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا آپ کے آنے کی ہمیں بے حد مسرت ہے انشاء اللہ جو کام ہم نے شروع کیا ہے وہ ضرور چلے گا ورنہ آپ کا آنا ہی ہمارے لیے باعث برکت ہے جناب حافظ صاحب کے یہ محبت بھرے الفاظ میرے لیے موجب صد افتخار ہیں اللہ تعالیٰ دین کا یہ کام سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

یہاں آنے کے بعد میں نے حسب طاقت اپنا مفوضہ کام شروع کر دیا ہے۔ اپنی گذشتہ عمر میں نہ کبھی کوتاہی کی ہے اور نہ اب کرتا ہوں لیکن جن بیماریوں نے مجھے گھیر رکھا ہے وہ اب بھی بدستور گھیرے ہوئے ہیں بلکہ جنوری ۱۹۹۲ء میں مجھ پر ایک مزید سخت بیماری نے حملہ کیا ہے میں عمر رسیدہ ہونے اور گھٹنوں کی درد اور نظر سے کمزور تو پہلے ہی تھا اب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جب دو تین سیڑھیاں چڑھ چکا تو چکر کھا کر نیچے پختہ فرش پر آگرا اور بائیں کولھے پر سخت چوٹ آئی دو جگہ ایکسرے لینے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اب ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا اس کے علاج کے لیے اپریشن ضروری ہے اس کے علاوہ علاج کی کوئی صورت نہیں چنانچہ علاج کے لیے میو ہسپتال میں داخلہ لیا اور غالباً ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو اپریشن ہوا ڈاکٹروں نے ہڈیوں کے جوڑنے کے لیے لوہے کی کچھ پتریاں استعمال کی ہیں اب الحمد للہ بظاہر یہ اپریشن تو کامیاب ہو گیا ہے درد ختم ہو گیا ہے اور ٹانگ جو پہلے حرکت نہیں کرتی تھی وہ اب پوری طرح حرکت کرتی ہے مگر چلنے کے لیے ابھی جسم کا پورا بوجھ نہیں اٹھاتی اس لیے ابھی چلا نہیں جاتا سبق پڑھاتے وقت چارپائی سے اتر کر گدے پر بیٹھ کر سبق پڑھاتا ہوں۔

میں جناب حافظ عبدالقادر صاحب، حافظ عبدالغفار صاحب، حافظ عبدالوہاب صاحب اور ان کے خاندان کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں میری بہت خدمت کی ہے اور جہاں جانے کی ضرورت پڑی ہے یہ لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دینی اور دنیاوی تمام پریشانیاں دور کرے اور مجھے بھی صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین

میں نے اپنے سوانح حیات میں جو کچھ بیان کرنا تھا اسے بالاختصار صحیح صحیح بیان کر دیا ہے اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ جتنا کیا ہے اس سے کم ہی بیان ہوا ہے جہاں جہاں میں نے کام کیا ہے وہاں سے اس کی تصدیق کرائی جا سکتی ہے۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد علی جانباز
سیالکوٹ

نابغۂ عصر

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

اس عالمِ رنگ و بو میں جو آیا جانے کے لئے آیا۔ "لِدوا للموت وَابْنُوا لِلخراب" خلاقِ عالم نے ہر متنفس کے لئے وقت پر دنیا سے جانا مقرر فرما دیا اور سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے ہر چیز کو فنا ہے یہاں تک کہ ملک الموت کو بھی موت کا مزا چکھنا ہے۔ کلّ من علیھا فان ویبقٰی وجہُ ربّک ذو الجلالِ والاکرام۔ کُلّ نفسٍ ذَآئِقَۃُ المَوت۔ قرآنِ پاک نے اور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع پہلے ہی دے دی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جن کے انتقال کے بعد ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوتا اور کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے مرنے کا غم عزیز و رشتہ دار ہی نہیں بلکہ پورا عالم کرتا ہے جن کی جدائی سے پورا عالم یتیم ہو جاتا ہے۔ اور جن کی مفارقت سے دینی و علمی مجالس بے رونق ہو جاتی ہیں اور جن کا وجود دنیا والوں کے لئے باعثِ نور اور ان کی رحلت موجبِ ظلمت ہوتی ہے۔

انہی مقدس ہستیوں میں سے نادرۂ روزگار، محدث جلیل، محقق العصر، بقیۃ السلف، حضرت مولانا حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرحوم میں ایسے علمی و عملی کمالات اور ایسی متنوع صفات ودیعت فرمائی تھیں جن کی نظیر اگر معدوم نہیں تو نادر ضرور ہے۔ ایسی جامع کمالات شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ولیس علی اللہ بمستنکر ... ان یجمع العالم فی واحد۔ بعض شخصیتیں ایسی جامع ہوتی ہیں کہ ایک فرد ہوتے ہوئے بھی پوری قوم کی جامعیت اور مرکزیت کی حامل ہوتی ہیں۔ حضرت مرحوم ایسی ہی خوبیوں کا مرقع تھے اور اس قحط الرجال کے دور میں ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ تھا۔

حضرت مرحوم سے راقم الحروف کا ابتدائی غائبانہ تعارف

تقسیم ملک سے قبل ۱۹۴۵ء میں راقم الحروف کی عمر کوئی گیارہ بارہ برس ہوگی جب ہمارے گاؤں میں (جو نواب ممدوٹ کی ریاست جلال آباد ضلع فیروزپور میں واقع تھا) مدرسہ رحمانیہ دہلی سے فارغ ہو کر ایک عالمِ دین تشریف لائے جن کا اسمِ گرامی مولانا محمد تھا، مولانا سے سادہ قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اس دوران مولانا اپنے تعلیمی دور کے واقعات بھی سنایا کرتے اور اپنے لائق ترین اساتذہ کا بڑے عزت و احترام اور عقیدت سے تذکرہ کیا کرتے تھے جن میں خصوصی طور پر حضرت مولانا بھوجیانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحوم کا ذکر اکثر ہوتا تھا۔ مولانا محمد کی زبانی حضرت بھوجیانی کی جلالتِ علمی اور ان کے اکثر و بیشتر تذکرے سے راقم الحروف غائبانہ طور پر حضرت مرحوم کا عقیدت مند بن گیا۔

حضرت مرحوم سے پہلی بالمشافہ ملاقات

راقم الحروف کی حضرت مرحوم سے پہلی ملاقات ۱۹۵۳ء میں اس وقت ہوئی جب راقم الحروف جامع اہل حدیث (حافظ عبدالمنان مرحوم والی) وزیر آباد میں درسِ نظامی کی ابتدائی کلاسوں کا طالب علم تھا۔ حضرت مرحوم کسی ذاتی کام کے لئے وزیر آباد آئے تو مسجد میں بھی تشریف لائے، مجھے کسی صاحب نے بتایا یہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ہیں۔ چونکہ غائبانہ تعارف تو پہلے ہی تھا اس لئے نام سنتے ہی عقیدت سے آگے بڑھا، مصافحہ کیا اور خیریت دریافت کی۔ مولانا مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ ہم تمام طلبہ بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ یہ کوئی آدھ پون گھنٹہ کی روحانی مجلس تھی۔ حضرت مرحوم سے دینی مسائل کے بارے میں کئی سوالات کئے گئے۔ حضرت نے تمام سوالات کے بڑے تسلی بخش جوابات دیے۔ پھر مجلس برخاست ہوئی۔ تو حضرت واپس لاہور تشریف لے گئے۔ اس پہلی مجلس سے ہی حضرت کی راقم الحروف کے دل میں اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ اس کے بعد انتقال تک لاہور آپ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتا رہا۔ آپ کی عنایات اور علمی و روحانی فیوض سے بہرہ ور ہونے کے بہت سے مواقع میسر آئے حضرت مرحوم بھی راقم الحروف کے ساتھ نہایت کریمانہ و مشفقانہ سلوک کرتے تھے۔ حضرت مرحوم میں یہ بھی بہت بڑی خوبی تھی کہ جو شخص خدا بھی کوئی دینی، مثلاً تبلیغ دین یا تصنیف و تالیف وغیرہ کا شغف رکھتا ہوتا آپ اس کی بڑی قدر اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

راقم الحروف کو دار الدعوۃ السلفیہ میں کام کرنے کی دعوت

حضرت مرحوم تحقیقی کام کرنے والوں کی بہت رہنمائی فرماتے تھے۔ اور جن جن موضوعات پر جس جس انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہوتی آپ اس کی نشاندہی فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے خط لکھ کر راقم الحروف کو لاہور بلایا تعمیل ارشاد کرتے ہوئے حاضرِ خدمت ہوا تو فرمانے لگے کیا ہی اچھا ہو اگر یہاں لاہور میں آپ میرے ساتھ رہیں اور میری زیر نگرانی کوئی تحقیقی کام کریں۔ راقم نے اپنی بعض مجبوریوں کی بناء پر لاہور قیام پذیر ہونے سے معذرت کر لی۔ البتہ یہ گذارش کی کہ سیالکوٹ رہتے ہوئے آپ کی طرف سے سپرد کردہ کوئی تحقیقی کام کرنے کی سعادت میسر آجائے اور آپ کی راہنمائی بھی حاصل رہے تو مجھے بہت سہولت رہے گی۔ چنانچہ اس روز کئی تحقیقی موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا۔ جن میں یہ تین کام خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔

۱۔ فتح الباری میں موجود ذخیرۂ احادیث کو علیحدہ مرتب کیا جائے۔

۲۔ امام بخاری کی کتاب الادب المفرد پر کام کیا جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ابن ماجہ کی مختصر شرح کی جائے۔

راقم الحروف نے ابن ماجہ پر کام کرنے کا خیال ظاہر کیا تو حضرت مولانا نے کام کرنے کا انداز اور طریقہ سمجھایا۔ چنانچہ آپ کے حسب ارشاد اور زیر ہدایت کام کرنا شروع کر دیا۔ مختلف اوقات میں حاضر ہو کر ہدایت لیتا رہا۔ یہ کام اب کتاب الصلوٰۃ کے آخر تک ہو چکا ہے۔ زیادہ وقت اسی کام پر صرف ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اب یہ کام مکمل ہو چکا ہے جو ان شاء اللہ جہاں راقم الحروف کے لئے یہ ذخیرۂ آخرت بنے گا۔ وہاں حضرت مرحوم کے لئے بھی توشۂ آخرت کا کام دے گا کیونکہ وہی اس کام کے محرک اول تھے

حضرت مولانا مرحوم کی سیالکوٹ آمد

غالباً ۱۹۷۳ء میں حضرت مرحوم راقم الحروف کی دعوت پر بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمانے کے لئے جناب مولانا محمد سلیمان صاحب انصاری کی معیت میں جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ تشریف لائے۔ آپ کے درس بخاری کو سننے کے لئے سیالکوٹ کے علماء کرام کی کثیر تعداد اور دینی ذوق رکھنے والے بہت سے احباب موجود تھے حضرت نے آخری حدیث پر جو درس ارشاد فرمایا وہ انتہائی عالمانہ و فاضلانہ ہونے کے باوجود آسان، عام فہم اور دل نشین تھا حاضرین آپ کے طرزِ تدریس اور اندازِ تفہیم سے اس قدر مسحور و مطمئن ہوئے کہ آج تک وہ احباب جب آپس میں بیٹھتے ہیں یا ان سے ملاقات ہوتی ہے اور علمی گفتگو ہوتی ہے تو وہ مولانا مرحوم کے اس درس کا ضرور ذکر کرتے ہیں۔ اور بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں اور ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعاء کرتے ہیں۔

آثار و باقیات

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے جو اس کے لئے بعد میں بھی صدقہ جاریہ رہتی ہیں۔

۱۔ صالح اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کے دینی کاموں کو جاری رکھے۔ بحمد اللہ حضرت مرحوم کے بعد ان کے صاحبزادے جناب حافظ احمد شاکر ہیں جو اچھے، لائق اور صالح آدمی ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے دینی کاموں کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔

۲۔ علم نافع ہے جو انسان کے لئے صدقہ جاریہ بنتا ہے۔ حضرت مرحوم کا یہ صدقہ جاریہ بھی موجود ہے کیوں کہ آپ کے تلامذہ در تلامذہ اطرافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ علمِ دین کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تدریس کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

۳۔ آپ کی اعلیٰ پایہ کی لائبریری جو نایاب اور نادر کتب کے لئے ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ہفت روزہ الاعتصام: یہ مسلک اہلحدیث کا وہ پرچہ ہے جو ۱۹۴۹ء سے آج تک یعنی پورے ۵۲[1] سال سے مسلک اہلحدیث کی خدمت کر رہا ہے اور اس پرچہ نے مسلک کی وہ خدمت کی ہے جو پوری جماعت مل کر سو سال میں بھی نہیں کر سکتی۔ مولانا مرحوم ومغفور نے اس ہفت روزہ کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے تمام وسائل صرف اس لئے اس کی نذر کر دیے تھے کہ ملک میں شرک وبدعت اور تمام گمراہیوں کے خلاف محاذ قائم کیا جائے اور مسلک سلف کے گلستان کی آبیاری کے لئے کبھی کوہ کنی اور چشم براری میں کوتاہی نہ کی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے تادم واپسیں اپنا خون جگر بھی اس کے لئے وقف کئے رکھا اور اپنے رفقائے کار کو بھی اس پر آمادہ کار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی مساعیٔ جمیلہ کو بار آور کیا اور آج الحمد للہ ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ اپنے تمام شعبوں کے ساتھ اپنی پُرشکوہ عمارت میں استوار ہے۔ حضرت مرحوم اور آپ کے رُفقاء کار کی کارکردگی ادارہ کی مطبوعہ اہم عربی اور اُردو کتب کی اشاعت کے علاوہ الاعتصام کی صورت میں ہر ہفتے قارئین کے سامنے کُھلی کتاب کی طرح پیش ہوتی ہے۔ انشاءاللہ جب تک یہ ادارہ اور اس کا یہ ہفت روزہ جاری وساری رہے گا اس کے بانی مرحوم ومغفور کے نامۂ اعمال میں حسنات کا اضافہ ہوتا ہی رہے گا۔

تصنیف وتالیف

اس شعبہ میں بھی آپ نے گراں بہا خدمات انجام دی ہیں بخصوصًا نسائی شریف کی شرح التّعلیقات السّلفیہ جو آپ کے علم وفضل کا سب سے بڑا شاہکار ہے جن لوگوں نے اس شرح کا مطالعہ کیا ہے اور جن کو فنِ حدیث سے کچھ مناسبت ہے انہیں اندازہ ہوگا کہ مولانا مرحوم کا علم حدیث میں پایہ کتنا بلند تھا۔ اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع اور ان کا علم کتنا عمیق تھا۔ ان کی نظر کتنی گہری تھی اور ان کا حافظہ کتنا قوی تھا۔ اس شرح میں نقول ونصوص کا ایک دریائے بیکراں ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہاں کہاں سے مولانا ڈھونڈ ڈھونڈ کر محدّثین کی تحقیقات پیش کرتے ہیں جس سے آپ کے استحضار علمی کا پتہ چلتا ہے جو بحث اٹھاتے ہیں فنی مہارت اور پوری بصیرت کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں اور پھر اس موضوع میں کلام کی گنجائش بہت ہی کم باقی رہ جاتی ہے۔

یُوں تو جملہ علوم عربیہ میں انہیں درک حاصل تھا مگر حدیث، تفسیر اور تدریس ان کا حقیقی میدان تھا وہ ایک جیّد عالم دین ہی نہیں ایک بے مثل مُحدّث اور عدیم النظیر فقیہ بھی تھے۔ وہ مصنّف بھی تھے اور شارح بھی۔

اثاثہ واہم ترین سرمایہ

مولانا مرحوم کا حقیقی اور زندگی کا اہم ترین سرمایہ اہم ونایاب کتب تھیں جنہیں آپ نے اپنی زندگی ہی میں وقف کر دیا تھا۔ جزاھم اللہ خیراً ورفع اللہ درجاتھم۔

[1] اور اب پچپن سال۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لحاظ سے وہ منفرد ذہن کے مالک تھے کہ کسی کتاب کی اشاعت اس لئے مقصود ہوتی کہ اس سے کتاب و سنت کی اشاعت ہوگی یہ ہرگز خیال نہ کرتے کہ کتاب سے مالی فوائد حاصل ہوں گے یا نہیں، اس کی مارکیٹ میں مانگ ہے یا نہیں۔

جماعتی خدمات

حضرت بھوجیانیؒ کا وجود جماعت کے لئے بہت غنیمت تھا کیونکہ آپ محدثین کرام، سلف صالحین بلکہ قرونِ اولی کے مسلمانوں کی یادگار تھے۔ مادی اسباب کے فقدان کے باوجود حضرت مرحوم نے انفرادی طور پر اور گوشہ نشینی کی حالت میں جماعت کی اتنی خدمت کی ہے کہ کئی جماعتیں مل کر بھی ایسا نہیں کر سکتیں۔ تقسیم ملک کے بعد جن عظیم لوگوں اور علمائے کرام نے جماعتی شیرازہ بندی کی اور جماعت کی یک جہتی کے لئے کام کیا اور اُسے ایک تنظیم اور نظم کی صورت میں جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نام سے پیش کیا۔ ان میں حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور دیگر اکابرین مرحومین کے ساتھ حضرت کا اسمِ گرامی بھی خاص طور پر آتا ہے۔

تذکرہ مولانا محمد شریف خاں سواتیؒ

علومِ آلیہ اور معقولات کے مشہور زمانہ استاذ حضرت مولانا محمد شریف اللہ خاں سواتی تقسیم ملک کے بعد حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر پہلے تقویۃ الاسلام لاہور میں پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں جب جامعہ سلفیہ معرض وجود میں آیا تو اکابر جماعت کی دعوت پر حضرت مولانا سواتیؒ جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لے گئے اور تادمِ واپسیں اسی ادارہ سے منسلک رہے۔ راقم الحروف نے بھی حضرت مرحوم سے جامعہ سلفیہ ہی میں کسبِ فیض کیا ہے۔ جس طرح حضرت گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی پر مجھے فخر ہے اسی طرح حضرت سواتیؒ سے کسبِ فیض پر بھی مجھے فخر ہے۔ جب حضرت سواتیؒ اللہ کو پیارے ہوگئے تو راقم الحروف نے اپنے اس عظیم استاد کے حالاتِ زندگی قلم بند کئے اور الاعتصام میں اشاعت کے لئے حضرت بھوجیانیؒ کو بھیج دیئے اور لکھا کہ اس مضمون کو من وعن شائع کیا جائے اور کوئی قطع و برید نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے میری خواہش پر بلا کم و کاست اس مضمون کو تین اقساط میں شائع کیا اور اس مضمون پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ فرمانے لگے کہ حضرت مولانا سواتیؒ تقسیم ملک کے بعد ہمارے ہی مدارس کی زینت بنے رہے۔ اس لئے ان کی زندگی کے حالات لکھ کر شائع کرنا ہمارے اوپر ایک قرض تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ ہماری جماعت پر جو قرض تھا وہ چکا دیا۔

اپنے اساتذہ کی نظر میں حضرت کا مقام

شاگرد اساتذہ کی تعریف کریں تو بسا اوقات حقیقت کی بجائے عقیدت بولتی ہے لیکن جوہر جب جلا پاتا ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر آنکھ اُس کے سامنے جھک جاتی ہے۔ حضرت مولانا بھوجیانیؒ ان عظیم شخصیتوں میں سے تھے جن کے علم کی تلامذہ نہیں اساتذہ شہادت دیتے تھے۔ حضرت کے اُستاذ شیخ الاسلام حضرت مُحدّث گوندلوی رحمہ اللہ سے راقم الحروف نے کئی مرتبہ حضرت بھوجیانی کے بارے میں تعریفی کلمات سُنے ہیں اور اُنہوں نے اپنے عظیم شاگرد کے علمی تبحر اور علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اس سے مرحوم کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔

مکارمِ اخلاق

اخلاقِ ظاہری آپ کی سیرتِ باطنی کا ترجمان تھا۔ وُسعتِ اخلاق نے آپ کو عندالناس اور آپ کے دائرہ مقبولیت کو وسیع بنا دیا تھا پاکیزگیٔ کردار کی بناء پر آپ عنداللہ وجیہ تھے۔ بارہا دیکھنے میں آیا کہ علالتِ طبع اور شدید مصروفیات کے باوجود ہر ملاقاتی سے خلوص اور خندہ پیشانی سے ملتے کہ ملاقاتی خود اطمینان و مودت، فرحت و سرور محسوس کرتا اور وہ یہ سمجھتا کہ آپ کا مخلصانہ تعلق میرے اور صرف میرے ہی ساتھ ہے۔

حضرت کی رحلت

آہ! حضرت مولانا ایسے وقت دنیا سے رُخصت ہُوئے جب کہ ہر شخص ان کے علم و اخلاص اور ان کی دینی بصیرت کا محتاج تھا۔ تابعی جلیل حضرت سعید بن جبیرؒ کو جب حجاج بن یوسف ثقفی نے شہید کیا تو اس زمانہ کے ایک شیخ نے کہا۔ لقد

مَاتَ سعید بن جبیر وما علی ظهرِ الارضِ احدٌ اِلّا وهو محتاجٌ الی علمه۔

آج حضرت مولانا مرحوم کی غیر متوقع رُخصت سے بے ساختہ یہی جملہ زبان پر آرہا ہے لیکن مقدراتِ ازلیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیّین میں مقامِ رفیع نصیب فرما کر ان کو ابدی سکون عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

؎ خیالك فی عینی و ذكرك فی فمی
ومثواك فی قلبی فاین تغیب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی
لاھور

مولانا مرحوم سے میرا ابتدائی تعارف

۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء کے درمیانی عرصہ میں بندۂ ناچیز حضرۃ الشیخ محدّث روپڑی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس مسجد قدس لاہور میں زیرِ تعلیم رہ کر شرفِ تلمذ کی منازل طے کر رہا تھا۔ اس دوران ہم نے بارہا دیکھا کہ ایک شخص سادہ لباس میں ملبوس، وقتاً فوقتاً محدّث روپڑیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ بالخصوص جمعہ کے روز بعد از نمازِ جمعہ وہ عام طور پر بغل میں کتاب لئے ہوئے نظر آتا۔ بڑی عقیدت و احترام سے مصافحہ کرتا، بغل گیر ہوتا، پھر وہ ہزاروں کے مجمع عظیم میں کسی کی تلاش میں سرگرداں پھرتا۔ غالباً وہ مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی مرحوم جیسے علم دوست احباب کی جستجو میں لگا رہتا جو اہتمام سے جمعہ مسجد قدس میں ادا کرتے تھے۔

ایک روز میں نے اپنے ہم سبق مصاحبوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف ہیں۔ غائبانہ طور پر تو حضرت جی سے پہلے ہی متعارف تھا لیکن بالمشافہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہی پتلے، دُبلے کھدر پوش مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ہیں۔ جن کا علمی مقام اہلِ علم کے مابین ایک مُسلّمہ امر ہے اور ایک ایک فرد ان کی علمی وُسعت کا معترف ہے۔ احباب سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا صاحب ہمارے قریب ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ریلوے روڈ اسلامیہ کالج میں شائع مسجد مُبارک میں خطبہ جمعۃ المبارک باقاعدگی سے ارشاد فرماتے ہیں۔

لاہور میں مسجد چینیانوالی کے بعد یہ اہلحدیث کی دوسری مسجد ہے۔ اس کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے رکھی تھی۔ آج سلفی حضرات کا لاہور شہر میں جمعہ کا سب سے بڑا اجتماع اس مسجد کا مرہُونِ منّت ہے۔ جہاں مولانا مرحوم کے شاگرد خاص مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللّٰھُمّ زد فزد۔ آمین۔

الغرض مولانا محترم جملہ احباب کی ملاقات سے فراغت کے بعد واپس اپنے گھر واقع شیش محل روڈ تشریف لے جاتے۔ آہ! کتنی سعادت مند اور خوش بخت وہ رُوحیں تھیں جن کے راہ و رسم محض لوجہ اللہ ہوتے، اس پر وہ فخر محسوس کرتے۔ اور ﴿یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ کا صحیح مصداق تھے۔

سن اکسٹھ میں حضرۃ الشیخ محدّث روپڑی رحمہ اللہ کی طبیعت میں نقاہت ہونے لگی۔ ابھی تکمیل نصاب میں ہماری فنون کی بعض کتابیں باقی تھیں۔ شیخ کی اجازتِ خاص سے نیلا گنبد کے دو دیوبندی مکتبِ فکر کے مدرسوں مدرسہ رحیمیہ اور جامعہ مدنیہ میں جُز وقتی ہم بعض ساتھیوں نے داخلہ لیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر روزانہ ہم شیخ محترم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہو کر اشکالات کا حل طلب کرتے۔

ثانی الذکر جامعہ کی ایک شاخ انار کلی کے آغاز میں واقع مکّی مسجد میں تھی۔ بعض اسباق کے سلسلہ میں ہمیں وہاں بھی جانا پڑتا۔ یہاں ایک ہم جماعت سے تعارف ہوا۔ جن کا اسمِ گرامی حافظ احمد شاکر تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ اس سے دینی تعلق اور محبّت میں اضافہ ہوا۔ جو بعد میں حضرت سے مزید قُرب و ملاقات کا باعث بنا۔ اور سالہا سال تک آپ کی مختلف علمی مجالس سے مستفید ہونے کا موقعہ میسّر آیا۔

آہ! آج ان عظیم رُوحانی مجالس کے تصوّر سے دل و دماغ میں امام ذہبیؒ کا قول گھومنے لگتا ہے۔

أين العلمُ وأين اهلُه؟ ما كِدْتُّ أنْ أرى العِلْمَ إلاّ فِي كتابٍ أوتحت تُراب۔

"علم اور اہلِ علم کہاں ہیں؟ مجھے تو علم صرف کتابوں یا مٹی میں دفن نظر آ رہا ہے۔"

خصائص وامتیازات

مولانا مرحوم برصغیر پاک و ہند کی بالعموم اور سلفی عُلماء کی بالخصوص مستحضر تاریخ تھے۔ سلفی عقیدہ میں چٹان کی طرح مضبوط اور سخت، اسم بامسمّٰی حنیف تھے۔ انشاءاللہ۔ اور مؤولینِ صفاتِ باری تعالیٰ سے گاہے بگاہے سخت نفرت کا اظہار کرتے اور صحیح العقیدہ لوگوں سے والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے تھے۔

مسائل میں حوالوں کا عظیم مرجع تھے۔ ان کی متاعِ عزیز (کتب خانہ) میں اکثر کتابوں پر اُن کے قلم سے مرقوم حوالے اور نوٹ نظر آئیں گے۔

مولانا مرحوم ارادہ کے مصمّم، کبر و غرور سے متنفّر، خوش خلقی کے پیکر اور منکسر المزاج، کم گو، جامع اور مختصر گفتگو کے عادی، متعدّد کتابوں کے مُصنّف اور معلّق، ہفت روزہ "الاعتصام" اور ماہنامہ "رحیق" کی خدمت کے علاوہ ان کا عظیم شاہکار "التعلیقات السّلفیہ" کی صورت میں موجود ہے جو تا قیامت ان کی زندگی و بقاء کا ضامن ہے انشاءاللہ

ربّ العزّت ان کی جملہ حسنات کو قبول فرما کر اعلیٰ علیّین میں مقام عنایت فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

احبّ الصّالحین ولست منهم
لعلّ الله یرزقنی صلاحًا

یادگاری شذرات

۱۔ عالمِ اسلام میں بالعموم اور عالمِ عرب میں بالخصوص جو علمی شخصیات ہیں وہ تقریباً سب ہی آپ سے متعارف تھیں، بالخصوص عالمِ عرب میں سے جو بھی علمی شخصیت پاکستان میں تشریف لاتی آپ سے اُن کی ضرور ملاقات اور رابطہ ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ایک دفعہ ایک عرب شیخ آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ دورانِ گفتگو مولانا مرحوم نے شیخ موصوف سے عقیدہ کا ایک سوال کیا، جس کا اُن سے جواب نہ بن پایا۔ اختتامِ مجلس پر مہمان شیخ نے میرے سامنے اظہار کیا کہ آج تو شیخ عطاء اللہ نے مجھے عاجز (لاجواب) کر دیا ہے۔

۳۔ ایک ملاقات میں مولانا مرحُوم نے مجھ سے فرمایا۔ مجھے کتابیں خریدنے کا خبط ہے۔ جُوں ہی پیسے ہاتھ لگتے ہیں، بازار کے چکّر لگانا شروع کر دیتا ہُوں۔ یہاں تک کہ کباڑیوں سے چھان بین کر کے مفید کتابیں خرید لاتا ہُوں۔ میں نے عرض کی: مولانا! آپ سبھی کتابیں پڑھ کر ہی چھوڑتے ہوں گے۔ جواباً فرمایا: پڑھنا کیا ہے؟ صرف ایک ذوق کی تکمیل مقصُود ہے۔

۴۔ ایک بار فرمایا: نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی دستیاب کُتب سبھی میرے پاس موجود ہیں۔

میں نے کہا: مولانا! یہ تو فرمایئے نواب صاحب کی ذاتی لائبریری کہاں ہے؟

فرمایا: وہ ندوۃ العُلماء (لکھنؤ) منتقل ہو گئی تھی۔

پھر میں نے مولانا کی ذاتی لائبریری کے بارے میں دریافت کیا، تو فرمایا: وہ انقلاب (تقسیمِ وطن) کی نذر ہو گئی تھی۔ موجُودہ ذخیرہ تقسیم کے بعد خریدا ہے۔

۵۔ عرب شیُوخ میں سے فضیلۃ الشیخ ابن باز حفظہ اللہ، شیخ البانی، شیخ حماد، ڈاکٹر تقی الدین الہلالی، قاضی سعد نجدی کے ساتھ جو سیّد نذیر حسین محدّث دہلوی صاحب کے تلامذہ میں سے تھے۔ اور اُن کے علمی خانوادہ سے بے حد عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اور برصغیر پاک و ہند کے سلفی علماء کے ساتھ بالعموم اور شیخ الشیوخ حافظ محمد گوندلوی حافظ محمد عبداللہ محدّث روپڑیؒ، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیلؒ گوجرانوالہ کے ساتھ موقعہ بموقعہ والہانہ عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

۶۔ سیاست میں مولانا کا ایک مخصوص فکر تھا جس پر مولانا آزاد مرحوم کی چھاپ نمایاں تھی۔

۷۔ مولانا کی خواہش تھی کہ مولانا عزیز زبیدی حفظہ اللہ کے تحریر کردہ صحیح بخاری کے حواشی پر، طباعت سے قبل راقم الحروف اور حافظ عبدالرشید صاحب اظہر کی نظرِ ثانی ہو لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ شاید کہ اس وقت یہ کام ہم سے بہتر ہاتھوں میں ہو۔

۸۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ میں جب ہمارا داخلہ ہوا تو اُس وقت ایک تقریب منعقد ہوئی تھی۔ اس رُوح پرور تقریب میں جہاں شیخ المشائخ، حافظ الحدیث حافظ محمد گوندلویؒ، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اور حافظ محمد عبداللہ محدّث روپڑیؒ تشریف فرما تھے۔ وہیں مولانا بھی اس مجلس میں رونق افروز تھے۔

۹۔ حضرت محدّث روپڑیؒ سے بہت زیادہ لگاؤ، اُنس اور اُلفت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ محدّث روپڑیؒ کے صائب فکر کی آبیاری کرنا اور دورِ حاضر کے شایانِ شان ان کی کتابوں کی نشر و اشاعت اب آپ (راقم الحروف) کی ذمّہ داری ہے۔ نیز فرمایا کہ یہی بات میں مولانا محمد صدیق سرگودھویؒ سے بھی متعدّد بار عرض کر چکا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ مولانا مرحوم کو حضرت محدث روپڑیؒ سے لگاؤ کی ایک مثال ملاحظہ ہو کہ جب التعلیقات السلفیہ طبع ہو کر آئی، تو کتاب کا ایک نسخہ خود جا کر حضرت محدثؒ کی خدمت میں پیش فرمایا۔

۱۱۔ چند سال قبل محترم مولانا محمد یوسف صاحب راجووال نے حضرت الشیخ محدث روپڑیؒ کی تصنیف "المحدث کے امتیازی مسائل" طبع کرائی تھی۔ یہ کارنامہ بھی مولانا مرحوم کی تحریض و ترغیب کا ثمر تھا۔

کتاب کا مقدمہ مولانا مرحوم نے خود تحریر فرمایا۔ اس میں حضرت الشیخؒ کے اوصاف و محاسن خوب جمع کئے ہیں، حضرت کی تصنیفات کی فہرست میں نے پیش کی تھی جو اس وقت شاملِ کتاب ہے۔ رحمہم اللہ الجمیع وادخلھم جنات النعیم۔ آمین۔

۱۲۔ ۱۹۷۰ء میں مالکان ماہنامہ محدث لاہور جب اس کا اجراء کرنا چاہتے تھے اس وقت ہفت روزہ الاعتصام سخت مالی بحران کا شکار تھا۔ مولانا مرحوم سے عرض کی گئی کہ حضرت اگر مناسب سمجھیں تو رسالہ ہٰذا ہمارے حوالے کر دیں محدث کے بجائے اسے جاری رکھیں گے۔ جواباً فرمایا رسی جل چکی ہے لیکن ابھی تک اس کے بل نہیں گئے (اللہ یعیننا)

یہ ہیں مولانا مرحوم و مغفور جن سے مجھے شناسائی حاصل ہوئی ہے جن کے بارے میں خواص اور عامۃ الناس یقیناً ـــــ مجھ سے کہیں زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔

دعاء ہے رب العزت ان کے درجات بلند کر کے جنت الفردوس میں مقام عنایت فرمائے۔ (آمین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صلاح الدین یوسف
لاہور

میرے مربّی محسن اور استاد

راقم آثم اپنے ۴۸ سالہ دورِ گذشت پر جب نظر بازگشت ڈالتا ہے تو بعض اتفاقات ایسے عجیب نظر آتے ہیں جنہیں بخت کی فیروزمندی، قدرت کی یاوری اور عنایاتِ الٰہی کا موردِ خصوصی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

راقم کی پیدائش تو ہندوستان —— ریاست جے پور، راجستھان —— کی ہے۔ لیکن نشو و نما پاکستان میں پائی۔ یعنی مولد ہندوستان ہے تو منشا پاکستان۔ جے پور ہندوستان کا ایک ایسا شہر ہے جہاں کی ہندو مسلم آبادی باہم شیر و شکر ہے۔ نہایت امن سے دونوں قومیں رہتی ہیں، آپس میں کوئی بغض و عناد نہیں، جھگڑا فساد نہیں۔ کوئی تو تکار نہیں، تقسیم ملک سے قبل بھی یہی حال تھا اور اب تک وہاں سے کبھی ہندو مسلم فساد کی کوئی خبر نہیں آئی۔ اس امن و سکون کی وجہ سے تقسیم کے وقت وہاں سے لوگ ہجرت پر مجبور نہیں ہوئے۔ اور اپنے معمول کے مطابق وہیں آباد رہے۔ اور کاروبار میں مشغول۔ (سنا ہے کہ اجودھیا کی بابری مسجد کی جگہ مندر بنانے کی مہم کے دوران اس کے اثرات جے پور تک بھی پہنچ گئے اور وہاں بھی ہندو مسلم فساد ہوا ہے)

اسی حالتِ امن کی وجہ سے والد صاحب رحمہ اللہ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی وہیں رہائش پذیر رہے۔ اور ان کا خیال بھی ترکِ وطن کا نہیں تھا۔ لیکن راقم کے بڑے بھائی (جو اگست ۱۹۹۰ء میں انتقال کر گئے۔ رحمہ اللہ) غالباً شوقِ دید یا ذوقِ سیاحت میں پاکستان آ گئے۔ بالی عمریا میں ایسے شوق اور ذوق عام ہوتے ہیں۔ نیز جوانی کی امنگیں اور ترنگیں بھی کسی حد و قید کی پابند نہیں ہوتیں۔ بالخصوص جب کہ ابھی وہ ازدواج کی گرانباریوں اور اہل و عیال کی ذمّے داریوں سے بھی آزاد ہو۔

۱۹۴۹ء میں بھائی صاحب مرحوم کا تار جے پور پہنچا کہ میں سخت بیمار ہوں۔ فوراً پہنچو! بڑا بیٹا پتہ نہیں ہر والدین ہی کو زیادہ عزیز اور محبوب ہوتا ہے؟ راقم کے والدین تو بہرحال بڑے بھائی سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔ جس کا مشاہدہ ہم بہن بھائیوں کو بڑے ہو کر ہوا۔ نتیجۃً والد صاحب محترم رحمہ اللہ نے تار پہنچتے ہی پاکستان منتقل ہونے کا پروگرام بنا لیا۔ اس وقت پاکستان آنے کا رجحان بھی عام تھا۔ ویزے اور پاسپورٹ کی پابندیاں بھی نہیں تھیں۔ چنانچہ والد صاحب نے والدہ، بہن، بہنوئی سمیت ہم سب کو پاکستان روانہ کر دیا۔ اس وقت تک صرف ایک ہی بہن کی شادی ہوئی تھی۔ ان سے بڑے بھائی، جو پاکستان آ گئے تھے وہ بھی ابھی تک غیر شادی شدہ تھے۔ باقی بہن بھائی ویسے ہی سب چھوٹے تھے۔ راقم کی عمر اس وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ سال کی تھی۔ اور ہم بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ ایک اور پانچواں بھائی اللہ تعالےٰ نے پاکستان میں آکر عطا فرمایا۔ گویا پاکستان میں آکر پانچ ہو گئے۔ بہرحال ہم تو پاکستان آ گئے۔ اور والد صاحب فی الحال وہیں رُک گئے تاکہ گھر کا تمام اثاثہ ٹھکانے لگا دیا جائے۔ چنانچہ وہ بھی کچھ عرصہ بعد سب کچھ بیچ باچ کر پاکستان تشریف لے آئے۔

پاکستان میں سب سے پہلے حیدر آباد میں قیام کیا، چند سال کے بعد پھر کراچی چلے گئے۔ گھر میں تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا۔ حیدر آباد کے قیام کے دوران ایک اسکول میں ہم دو بھائیوں کو داخل کروایا گیا تھا اور ابھی صرف پہلی ہی پاس کی تھی کہ کراچی جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ البتہ یہ یاد پڑتا ہے کہ حیدر آباد میں ہی راقم گھر پر والد صاحب سے دستور المتقی کبھی کبھی سبقاً پڑھتا تھا۔ جس کی برکت سے اُردو سے کچھ شُدھ بُدھ ہو گئی تھی۔ اور اُردو کی کہانیوں کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھ لیتا تھا۔ گویا اُردو خوانی بھی اسکولی تعلیم کا نہیں بلکہ دستور المتقی کی برکت کا نتیجہ ہے۔

کراچی میں بھی اسکول کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ البتہ مکتب میں ہمیں بٹھا دیا گیا۔ مسجد رحمانیہ بوہرہ پیر تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ قاری عبید اللہ صاحب بلتستانی (قاری محمد بشیر صاحب تبتی مرحوم کے برادر اصغر) وہاں اُستاد تھے۔ وہاں ہر روز جانا شروع کر دیا۔ قاری صاحب (جو آج کل راولپنڈی میں ہیں) پڑھائی کے معاملے میں بڑے سخت اور نہایت ذمّے دار تھے۔ تھوڑی سی تاخیر بھی ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی تھی۔ بچپن میں اُستاد کی یہ سخت دارو گیر، جو نہایت ضروری اور مفید ہے۔ بڑی ناگوار گزرتی ہے۔ اس پر مستزاد ان کی طرف سے یہ پابندی کہ پانچوں نمازیں مسجد میں آکر باجماعت پڑھنی ہیں اور حاضری لگوانی ہے۔ چنانچہ گھر قدرے دُور ہونے کی وجہ سے یہ پابندی تو بڑی ہی شاق گذرتی لیکن چونکہ اس پابندی میں والد صاحب کا ایماء اور ان کی رضامندی بھی شامل تھی۔ اس لیے سرتابی کی گنجائش نہیں تھی۔ تاہم اکثر کوئی نہ کوئی نماز مسجد میں جاکر پڑھنے سے رہ جاتی اور ہمیں اکثر و بیشتر والد صاحب سے رقعہ لکھوا کر لے جانا پڑتا تاکہ قاری صاحب کے "مولا بخش" سے محفوظ رہیں۔

اب وجہ تو یاد نہیں کہ ایسا کیوں ہوا کہ مسجد رحمانیہ میں قرآنی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اس کی بجائے جامع العلوم سعودیہ آسن مل اوجھا روڈ پر جانا شروع کر دیا۔ یہ مدرسہ بھی گھر سے تقریباً اتنے ہی فاصلے پر تھا۔ جہاں قاری صاحب مذکور کے بڑے بھائی قاری محمد بشیر صاحب تبتی مرحوم اُستاد تھے۔ اور نسبتاً ان سے نرم اور مشفق تھے۔ یہاں ناظرہ قرآن پڑھتا رہا۔ تاآنکہ ناظرہ ختم ہو گیا اور مدرسہ جانا بند کر دیا۔

تھوڑے ہی دن گذرے کہ قاری محمد بشیر صاحب تبتی، جن سے ناظرہ قرآن پڑھا تھا۔ گھر تشریف لائے اور والد صاحب سے بہ اصرار یہ کہا کہ آپ کا یہ بچہ ہشیار ہے اسے قرآن مجید کا حافظ بناؤ۔ والد صاحب محترم نے ان کے کہنے پر حفظ کے لئے پھر اسی مدرسے میں بھیجنا شروع کر دیا۔ گھر چونکہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ اس لیے رات گھر پہ ہی سوتا۔ کھانا بھی گھر پہ کھاتا۔ قاری صاحب مرحوم کے ذمّے ناظرہ قرآن کی تعلیم تھی جب کہ حفظ کے لئے ایک دوسرے قاری صاحب تھے۔ مجھے انہوں نے پہلے تو اپنے پاس ہی حفظ پر لگائے رکھا لیکن کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی۔ بالآخر مجھے شعبۂ حفظ کے قاری محمد اشفاق صاحب کے سپرد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا گیا۔ یہ قاری صاحب ابھی بالکل جوان تھے اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے محنتی اور وقت کے نہایت پابند تھے اور کسی قسم کی رُو رعایت کرنے والے نہ تھے۔ ان کے رُعب اور دبدبے کا یہ حال تھا، جو ان کی جاں گُسل محنت اور فرض شناسی کی وجہ سے قائم تھا، کہ کوئی بچہ قرآن مجید سے نگاہ ہٹا کر کسی اور طرف دیکھنے کی جُراٴت نہیں کر سکتا تھا۔ راقم بھی نہایت پابندی کے ساتھ مدرسہ جاتا رہا۔ اور اللہ کی توفیق سے سوا سال کے عرصے میں قرآن مجید مکمّل حفظ کر لیا۔

گھر میں دینی ماحول کی وجہ سے گھر میں علماء کی آمد کا سلسلہ رہتا تھا۔ والد صاحب علمائے کرام سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے اور حسبِ توفیق دعوت کی صورت میں بھی ان کی خاطر مدارات کا اہتمام کرتے۔ حفظ کی تعلیم کے دوران جو بھی بزرگ گھر میں آتے تو والد صاحب محترم اُن سے میرا ذکر کرتے اور تعارُف کراتے کہ ہمارا یہ بچہ قرآن مجید حفظ کر رہا ہے۔ جس سے وہ خوش ہوتے۔ اور قرآن مجید سُننے کی خواہش ظاہر فرماتے۔ معصوم بچے کی زبان میں جو قدرتی حُسن اور لطافت ہوتی ہے، اس سے ہر شخص ہی متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ راقم کی زبان سے قرآن سُن کر اظہارِ مسرّت کرتے اور والد صاحب سے فرماتے کہ تکمیل حفظ کے بعد اس بچّے کو دین کا عالم بھی بنائیں۔ متعدّد علماء نے میرے بارے میں والد صاحب سے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا کہ بچّہ ذہین اور ہشیار معلوم ہوتا ہے اسے دینی علم ضرور پڑھائیں۔ گویا ان کی نظر میں مَیں بھی شیخ سعدی کے اس شعر کا مصداق تھا ؎

بالائے سرش زہوش مندی ∴ می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ جس طرح ناظرہ قرآن پڑھ لینے کے بعد گھر والوں کے ذہن میں حفظ کرانے کا پروگرام تو نہیں تھا لیکن ناظرہ قرآن کے اُستاذ قاری محمد بشیر تبتی مرحوم کی خواہش پر حفظ پر لگا دیا گیا۔ اسی طرح ابتداءً گو گھر والوں کے ذہن میں دینی علوم پڑھانے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ لیکن علماء کے مشورے کے مطابق حفظ کی تکمیل کے بعد مجھے درسِ نظامی کی تعلیم کے لئے جامع العلوم سعودیہ میں باقاعدہ داخل کرا دیا گیا۔ اور میں نے وہاں ابتدائی تعلیم کا آغاز کر دیا۔ اُردو کی تعلیم تو وہی واجبی سی تھی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حفظ کے بعد اُردو کی تعلیم کی بجائے عربی کی تعلیم کا آغاز کرا دیا گیا اور یوں اسکولی تعلیم سے تقریباً بالکل نابلد ہی رہا اور یہ نابلدی آج تک یُوں ہی قائم چلی آ رہی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی مرحلہ ایسا آیا ہی نہیں کہ میں اس خلا کو پُر کرتا۔ اب اس وقت جتنی کچھ بھی اُردو زبان لکھنی پڑھنی آتی ہے، وہ صرف اپنے مطالعہ و محنت کا نتیجہ ہے، اسکولی تعلیم یا کسی اُستاذ کی مرہونِ منّت نہیں۔

جامع العلوم سعودیہ میں اُس وقت صدر مدرس مولانا حاکم علی مرحوم تھے۔ نہایت قابل فاضل استاذ، ہر فن کی کتاب پڑھانے میں یکتا، تفہیم و تدریس میں طاق اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی ایک نہایت بلند پایہ انسان تھے۔ ایک پٹھان اُستاذ تھے۔ مولانا عبدالمالک، مسلکاً دیوبندی، نسبتہً معمّر۔ معلوم نہیں اَب کہاں ہیں؟ اور زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ ہماری جماعت کے کچھ اسباق تو مولانا حاکم علی صاحب کے پاس تھے اور کچھ مولانا عبدالمالک کے پاس، اور کچھ دیگر اساتذہ کے پاس۔ ہر جماعت کی خواہش ہوتی تھی کہ اس کے زیادہ سے زیادہ اسباق صدر مدرس مولانا حاکم علی صاحب کے پاس ہوں۔ کیونکہ انہیں فی الواقع تفہیم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس طرح کتاب پڑھاتے اور ذہن نشین کراتے کہ مشکل سے مشکل کتاب بھی اور ادق سے ادق سبق بھی پانی ہو جاتا۔ غفراللہ لہ ورحمہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یُوں ان کی ذات "ایک انار و صد بیمار" کی حیثیت کی حامل تھی۔ ہماری ابتدائی جماعت تھی لیکن خواہش ہماری بھی یہی ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ اسباق مولانا مرحوم کے پاس ہوں۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ عملاً یہ ممکن نہ تھا کہ بیشتر اسباق وہ خود ہی پڑھائیں۔ اگرچہ مرحوم بڑی پابندی کے ساتھ آتے۔ تدریس کے لئے پُورا وقت دیتے اَور وقت بالکل ضائع نہ کرتے۔ دوپہر کے کھانے اور نمازِ ظہر کے وقفے کے علاوہ صبح ۸ بجے سے ۴ بجے تک پُوری توجّہ، انہماک اور محنت سے جم کر پڑھاتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سارے اسباق نہیں پڑھا سکتے تھے۔

غالباً تیسرے سال کا واقعہ ہے کہ جہلم کے ایک اہلحدیث عالم تھے۔ نہایت سادہ، متّقی اور پرہیزگار۔ کراچی میں ایک مسجد کے خطیب تھے۔ ان کو بھی تدریس کے لئے مدرسہ میں رکھ لیا گیا۔ لیکن مرحوم کو تدریس کا تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے انہیں صرف و نحو کے قواعد سے بھی زیادہ واقفیت نہیں تھی) اور اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔ جس نے عمر بھر کبھی پڑھایا نہ ہو وہ مسندِ تدریس کے لئے موزوں نہیں ہوسکتا۔ لیکن انتظامیہ نے اپنے مخصوص مصالح کے پیشِ نظر ان کو بطور مدرس مدرسہ میں مقرر کر دیا۔ طلباء کی ان سے تشفّی نہ ہوتی تھی۔ ہماری جماعت نے بھی آواز اٹھائی، لیکن انتظامیہ نے اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھا، حالانکہ ہمیں مرحوم سے قطعاً کوئی عناد نہ تھا۔ بڑے شریف اور متواضع آدمی تھے لیکن جو کام ان کو تفویض کیا گیا تھا، اس کے اہل نہ تھے۔ نتیجۃً اُن طلباء میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی، جن کے بعض اسباق مولانا حاکم علی مرحوم کی بجائے اُن کے سپرد کر دیے گئے۔ ہماری جماعت کے بھی بعض اسباق ان کے حصے میں آئے تھے۔ اور ہم چند طلباء بھی جن میں حصولِ علم کا شوق، فراواں اور جذبہ توانا تھا، بہت پریشان ہُوئے۔ انتظامیہ سے اس بے اطمینانی اور اس کی وجہ بیان کی گئی لیکن اُنہوں نے اسے خندۂ استہزاء میں اُڑا دیا۔ بالآخر راقم سمیت کئی طلباء نے مدرسہ چھوڑ کر پنجاب آنے کا فیصلہ کرلیا۔ مولانا حاکم علی مرحوم کو جب اس فیصلے کی بھنک سن ملی، تو اُنہوں نے سمجھانے کی کوشش کی اور یہ پیش کش بھی کی کہ تمہاری اس شکایت کا ازالہ میں خُود کردوں گا۔

لیکن ساتھی پنجاب آنے کا قطعی فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اس کے مطابق کئی طلباء پنجاب آگئے اور یہاں مختلف مدارس میں داخل ہوگئے۔ راقم نے پنجاب کے کسی دُور دراز علاقے کے مقابلے میں لاہور آنا پسند کیا اور مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ کے مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) میں آگیا۔ یہ زندگی کا پہلا سفر تھا، عمر بھی ابھی زیادہ نہیں تھی۔ ۱۴۔۱۵ سال کی عمر ہوگی لیکن شوقِ علم کشاں کشاں لاہور لے آیا، گھر والوں کو اگرچہ اتنا دُور آنا پسند نہیں تھا تاہم اُنہوں نے مزاحمت بھی نہیں کی۔ اور والدِ محترم نے معاملہ میری مرضی پر منحصر رکھا جس سے فائدہ اٹھا کر میں نے کراچی کو چھوڑ کر طلبِ علم میں باہر نکلنے کو ترجیح دی، لیکن جب سفر کا آغاز ہوا اور لاہور آنے کے لئے ریل میں سوار ہوگیا تو فرطِ غم یا وفورِ جذبات سے زبان بند ہوگئی اور کافی دیر تک باوجود کوشش کے کچھ بولنے پہ قادر نہ ہوسکا۔ جب گاڑی کچھ دُور نکل گئی تو آہستہ آہستہ جذبات کی شدت کم ہوئی اور طبیعت معمول پہ آگئی۔ دوسری طرف راقم کے ایک نہایت مخلص دوست بلکہ فدا کار اور جاں نثار حافظ محمد سعید شمسی کی حالت اسٹیشن پہ بڑی دگرگوں ہوگئی اور کافی دیر تک بے ہوشی اور بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔ ہم دونوں کی دوستی اور محبت دونوں خاندانوں میں ضرب المثل کی حیثیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرگئی تھی ، دونوں کو ایک دوسرے سے اتنی شدید محبت تھی کہ جدائی کا تصور بھی رُوح فرسا تھا لیکن اب فی الواقع جدائی ہو رہی تھی ، بہرحال یہ مرحلہ جاں گداز ، اگرچہ دونوں دوستوں کو تڑپا گیا ، تاہم گذر گیا ۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ صدمہ قابلِ برداشت ہوگیا ۔

لاہور میں مدرسہ غزنویہ میں داخلہ لے لیا ۔ اور پڑھائی شروع کردی ۔ حضرت الاستاذ المرحوم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ سے ایک مرتبہ کراچی میں سلام دعاء ہوچکی تھی ، جیساکہ حضرت مولانا مرحوم سے شناسائی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ مولانا جب بھی کہیں جاتے تو ہوٹل یا کسی کے ذاتی مکان میں ٹھہرنے کی بجائے کسی اہلحدیث مسجد یا مدرسہ میں قیام پسند فرماتے تھے ۔ آخری عمر تک اُن کا معمول اور کوشش یہی رہی ۔ حتیٰ کہ جب آپ مرکزی رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے رکن بنے ، پھر اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی بنے اور آخر میں جنرل ضیاء صاحب کی "مجلسِ شوریٰ" کے بھی رُکن رہے ۔ اور تینوں حیثیتوں میں آپ فائیو سٹار ہوٹل میں ٹھہرنے کا استحقاق رکھتے تھے اور حکومت کی طرف سے بھی اس کی اجازت اور سہولت موجود تھی ، لیکن حضرت مولانا مرحوم کی کوشش پھر بھی یہی ہوتی تھی کہ کسی مسجد یا مدرسہ میں قیام کیا جائے یا پھر کسی سادہ مزاج مخلص دوست کے ہاں ٹھہرا جائے ۔ چنانچہ جب راقم جامع العلوم سعودیہ میں زیرِ تعلیم تھا ، حضرت مولانا مرحوم حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کی معیت میں کراچی تشریف لائے ۔ اس وقت مولانا کی "التعلیقات السلفیۃ" (حواشی سنن نسائی) چھپ چکی تھی اور غالباً اسی کتاب کی فروخت کے سلسلے میں حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی صاحب کراچی آئے تھے اور مولانا مرحوم ان کی معیت و رفاقت میں اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لئے تشریف لے گئے تھے ۔ کیونکہ اس وقت پاکستان میں عربی کتابوں کا سب سے بڑا مرکز کتب خانہ نور محمد آرام باغ تھا ۔ مصر و بیروت کی مطبوعہ کتابیں سب سے زیادہ یہیں دستیاب ہوتی تھیں ۔ یہی عربی کتابوں کا وہ مرکز تھا جو اہلِ علم کے لئے مرکزِ ثقل تھا ۔ حضرت مولانا مرحوم کو جب بھی موقعہ ملتا ، وہ کراچی آکر یہاں اپنے مطلب کی کتابیں تلاش کرکے لے جاتے ۔ حضرت مولانا کی جناب گوہڑوی صاحب سے اگرچہ کاروباری رفاقت بھی تھی لیکن ان کی معیت میں سفر سے ان کا مقصود محض اپنے علمی ذوق کی تسکین ہی ہوتا تھا ۔

بہرحال اس سفر میں حضرت الاستاذ المحترم نے جامع العلوم سعودیہ میں ہی اپنے معمول کے مطابق قیام فرمایا اور طلباء ان سے اخذ و استفادہ کرتے رہے ۔ راقم ابھی عمر میں بھی چھوٹا تھا ۔ اور کتابیں بھی ابتدائی مرحلے کی ہی زیرِ درس تھیں ۔ لیکن مطالعے کے ذوق کی وجہ سے اکابر کی زیارت اور ملاقات اور ان سے اخذ و استفادہ کا کچھ جذبہ موجود تھا ۔ اس لئے حضرت کی صحبت و ہم نشینی کے شرف سے راقم بھی مُشرّف ہوا اور ایک گونہ ربط و تعلق پیدا ہوگیا ۔ ماہنامہ "رحیق" بھی اُن دنوں نکل رہا تھا ، راقم نے اپنا نام بھی خریداروں میں لکھوایا ۔ لیکن چند مہینوں کے بعد یہ علمی مجلّہ ہی بند ہوگیا اور خریداری کا تعلق جلد ہی ختم ہوگیا ۔

جب راقم لاہور آیا تو پھر تجدیدِ تعلق کی ہی صورت پیدا نہ ہوئی ، خصوصی قُرب و ربط کی راہ بھی ہموار ہوگئی ۔ تاہم خصوصی ربط و تعلق قائم ہونے میں ابھی کچھ رکاوٹیں تھیں ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا مرحوم دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی مسندِ تدریس سے الگ ہوچکے تھے ۔ ان کا زیادہ وقت تصنیف و تالیف اور تحقیق پر صرف ہوتا تھا ۔ تدریس سے فراغت کے بعد ہی انہوں نے سُنن نسائی کا عربی حاشیہ لکھا جو "التعلیقات السلفیۃ" کے نام سے مطبوع اور مشہور ہے ۔ "حیات امام احمدؒ بن حنبلؒ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حیاتِ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ" اور "حیاتِ امام ابوحنیفہؒ" وغیرہ کتب بھی نظر ثانی و تعلیقات کے ساتھ انہی چند سالوں میں شائع ہوئیں۔

بہرحال راقم دارالعلوم غزنویہ میں زیرِ تعلیم رہا۔ اور اس دوران میں حضرت مولانا مرحوم سے میل جول قائم رہا۔ ان سے بعض دفعہ کتابیں اور رسائل بھی حاصل کرکے اپنے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کرتا رہا۔ جو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مشیت سے کراچی کی ابتدائی تعلیم کے آغاز میں ہی پیدا ہوگیا تھا۔

جامع العلوم سعودیہ میں ناظم دفتر جماعت اسلامی کے ایک متحرک اور سرگرم رکن تھے، ان کا نام افتخار احمد تھا، علی گڑھ کے باشندے اور غالباً علی گڑھ کالج یا یونیورسٹی ہی کے تعلیم یافتہ تھے۔ جماعت اسلامی سے بڑی گہری وابستگی رکھتے تھے بھٹو دَور میں سندھ کی صوبائی اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ راقم جب جامع العلوم سعودیہ میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا افتخار صاحب ان دنوں کچھ عرصہ مدرسہ کے ناظمِ دفتر رہے۔ ان کے پاس کراچی کے لئے جماعتِ اسلامی کے رسائل وجرائد کی ایجنسی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس ہفت روزہ "ایشیا" لاہور "ترجمان القرآن" لاہور اور ماہنامہ "تجلّی" دیوبند اور دیگر رسائل کافی تعداد میں آیا کرتے تھے۔ ہفت روزہ "شہاب" بھی انہی دنوں نہایت آب و تاب سے نکلنا شروع ہوا تھا۔ آغاز میں کوثر نیازی کے ساتھ نعیم صدیقی بھی اس کی ادارت میں شریک تھے۔ اور یوں یہ پرچہ اُس وقت واقعی "تاریکیوں کے خلاف ایک جہاد" کا عملی مظہر اور افقِ صحافت کا ایک نہایت تابناک ستارہ تھا۔ راقم کی تعلیمی و ادبی استعداد تو اُس وقت صفر کے برابر تھی۔ تاہم افتخار صاحب کے ذریعے سے یہ تمام پرچے مطالعے کے لئے مل جایا کرتے تھے۔ اور استعداد نہ ہونے کے باوجود راقم ان کا نہایت ذوق و شوق کے ساتھ مطالعہ کرتا۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اُردو زبان و اَدب کا ذوق پیدا ہوگیا۔ دوسرے مولانا مودودی مرحوم کی عظمت کا نقش دل میں قائم ہوگیا۔ جو بعض مسائل میں علمی اختلاف کے باوجود الحمدللہ آج تک قائم ہے۔ تیسرے علمی و قلمی محاذ پر کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ اوائل عمر ہی میں پیدا ہوگیا۔

کتابوں کی خرید کا آغاز

مدرسے کے سامنے ہی بندر روڈ کے فٹ پاتھ پر ایک دیوبندی بزرگ کتابوں کا اسٹال لگاتے تھے۔ میری بڑی ہمشیرہ کا گھر بلوچ پارک کے قریب تھا۔ والد صاحب اُن دنوں لانڈھی منتقل ہوچکے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک جو وقفہ ہوتا تھا۔ اُس وقفے میں راقم کا معمول تھا کہ روزانہ ہمشیرہ کے گھر جاتا۔ کیونکہ بچپن سے ہی کچھ ایسا اتفاق ہوتا آرہا تھا کہ میں اپنے والدین کی بجائے ان کے پاس ہی زیادہ رہا۔ ہمشیرہ اور بہنوئی بھی مجھ سے بڑی محبت رکھتے اور نہایت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر لوگ مجھے انہی کا بیٹا سمجھا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ ایسا مستقل ہوا کہ اب تک یہی صورتِ حال ہے۔ اب بھی جب میں کراچی جاتا ہوں تو اگرچہ اب والدین کا اور مذکورہ ہمشیرہ کا گھر قریب قریب ہی ہے۔ ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ لیکن بچپن کے خصوصی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق کی وجہ سے میرا قیام ہمشیرہ کے گھر پر ہی ہوتا ہے۔ والدین کے گھر مہمان کی حیثیت سے ہی جانا ہوتا ہے۔ یہ اُس خصوصی محبّت و شفقت کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ جو اوائل عمر میں اُنہوں نے میرے ساتھ روا رکھی۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے۔ اور اس تعلقِ خصوصی کو ہمیشہ قائم رکھے۔

ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ عصر کے بعد جب میں ہمشیرہ کے گھر جاتا تو راستے میں کتابوں کا یہ اسٹال آتا اور میں کتابوں کی ورق گردانی ضرور کرتا اور حسبِ پسند کتاب خرید بھی لیتا، بعض دفعہ پیسے نہ ہوتے تو روزانہ کی ملاقات اور شناسائی کے نتیجے میں اُدھار بھی کتاب مل جاتی۔ جس کی ادائیگی میں اکثر ہمشیرہ اور بہنوئی ہی میری مدد فرماتے۔ یُوں لائبریری کی داغ بیل بھی پڑ گئی۔ جب میں لاہور بغرضِ تعلیم آیا تو تین چار ٹرنکوں میں کتابیں رکھ کر آنا پڑا، کچھ کتابیں اپنے دوست حافظ محمد سعید شمسی کے پاس رکھ کر آیا۔

مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ کتابوں کی یہ خرید، رسائل و جرائد کا یہ مطالعہ اور ذوقِ کتب بینی جو اَب زندگی کا امتیازی وصف بن گیا ہے۔ اور شب و روز کے بیشتر لمحات انہی کی معیت اور ورق گردانی میں گزرتے ہیں۔ اس کا آغاز بھی تکوینی طور پر مشیتِ الٰہی کے تحت بچپن سے ہو گیا تھا۔ جس میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ تا آنکہ حضرت مولانا مرحوم سے خصوصی قرب و تعلّق، ان کی شفقت و تربیت اور ان کی علمی رہنمائی نے اس ذوق میں اور اضافہ اور اس چنگاری کو شعلہ کر دیا۔

حضرت مولانا مرحوم تو بہت کثیر المطالعہ تھے۔ اور ان کے مطالعے کا انداز بھی بالعموم یہ تھا کہ وہ ہر اہم کتاب بالاستیعاب پڑھتے اور اپنے چند خاص موضوعات سے متعلق مفید معلومات کو نشان زد کرتے جاتے یا کتاب کی ابتداء میں نوٹ فرما دیتے۔ چنانچہ شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس کا حضرت مرحوم نے مطالعہ فرمایا ہو اور اس پر کوئی نوٹ نہ ہو یا جگہ بہ جگہ خط کشیدہ نہ ہوں۔ وہ اپنے احباب کو بھی بالاستیعاب کتاب کے مطالعے کی تلقین فرماتے۔ راقم کو بھی متعدد مرتبہ انہوں نے یہ تلقین کی، لیکن ذوقِ مطالعہ کے باوجود مولانا مرحوم کی اس تلقین پر عمل کرنے سے راقم قاصر رہا۔ اس کی ایک وجہ اگرچہ مصروفیات کا ہجوم اور اس کی گوناگونی بھی ہے تاہم یہ اعتراف کئے بغیر بھی چارہ نہیں کہ اس کی دوسری وجہ انہماک اور خصوصی شغف کی کمی بھی ہے، جس سے حضرت مولانا مرحوم بہرہ ور تھے۔ اس لحاظ سے مولانا مرحوم کمال کی جن بلندیوں پر فائز تھے، اس کا اندازہ بہت کم لوگ کر سکتے ہیں اور اہلِ علم میں ایسے لوگ بھی بہت کم ہیں جو آن جیسی مطالعے کی وسعت اور گہرائی رکھتے ہوں۔

بہر حال راقم عرض یہ کر رہا تھا کہ مطالعہ کا ذوق اگرچہ تعلیم کے ابتدائی مرحلے میں ہی پیدا ہو گیا تھا لیکن مولانا مرحوم کی قربت نے اس نشے کو دو آتشہ بلکہ صد آتشہ بنا دیا۔ علاوہ ازیں اسے ایک خاص نہج اور رُخ عطا کیا۔ نیز اس کی طنابیں کھینچ کر مطالعے کو آوارہ خوانی سے بچایا جو اکثر بے راہ روی یا فکری گمراہی پر منتج ہوتی ہے۔ اس کی ضروری تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

حضرت مولانا مرحوم سے خصوصی ربط و تعلّق کا آغاز

راقم جب لاہور آیا اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تعلیم کا آغاز کیا۔ اُس وقت مولانا مرحوم دارالعلوم میں پڑھانا ترک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرما چکے تھے۔ اس لئے ان سے کوئی کتاب پڑھنے کی سعادت تو حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ دورانِ تعلیم ان سے خصوصی ربط و تعلق رہا۔ اربابِ مدرسہ اگرچہ اس تعلق کو پسند نہیں فرماتے تھے تاہم اس کے باوجود راقم نے اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کی حضرت مولانا مرحوم بھی غایت درجہ شفقت فرماتے اور ایک سرپرست کا کردار ادا کرتے رہے۔ راقم کی شدید خواہش تھی کہ حضرت مولانا سے باقاعدہ شاگردی کا رشتہ بھی اُستوار ہو جائے۔ اتّفاق سے سُنن نسائی مدرسہ میں پڑھنے سے میں محروم رہ گیا تھا تو سوچا کہ چلو سنن نسائی ہی صاحب تعلیقات السنن سے پڑھ لی جائے۔ چنانچہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ راقم نے سُنن نسائی پڑھنے کا آغاز حضرت مرحوم سے اُن کے گھر پر کر دیا۔ ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ اربابِ مدرسہ نے گھر پر جا کر پڑھنے سے ممانعت فرما دی، راقم نے ہرچند کہا کہ میرا یہ سلسلہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ ہے جس میں اصولی طور پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بہ اصرار اور بہ زور مجھے روک دیا گیا۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ زندہ اور مدرسہ کے مہتمم تھے۔ پھر آخری سال، جب کہ مولانا غزنویؒ کے گرامی قدر صاحبزادے پروفیسر سید ابوبکر غزنویؒ مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مرحوم سے سُنن نسائی پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دفعہ بھی، معلوم ہونے پر، مجھے سختی کے ساتھ روک دیا گیا۔ یُوں حضرت مولانا مرحوم سے سُنن نسائی پڑھنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔

میرا معمول تھا کہ شعبان میں سالانہ چھٹیاں ہوتے ہی کراچی چلا جاتا، وہیں کراچی یا حیدر آباد سندھ میں رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن مجید سُناتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا نے مجھے رمضان المبارک یہیں گذارنے کا حکم دیا۔ فرمانے لگے کہ اس دفعہ چھٹیوں میں کچھ کام کرنے کا ارادہ ہے، میرے ساتھ تعاون کرنا، میں نے بھی علمی تربیت کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے یہاں رہنا پسند کر لیا۔ کام وہی تنقیح الرُّواۃ (جلد ثالث) کی تحقیق و تصحیح کا تھا جو کئی سالوں سے حضرت مولانا کے پیشِ نظر تھا۔ اس کا مسوّدہ اُنہوں نے مطبع مجتبائی دہلی والوں کے وُرثاء سے حاصل کر کے رکھا ہوا تھا۔ لیکن پُوری یکسوئی اور فراغت سے اس پر کام کرنے کا موقع نہیں مل پا رہا تھا۔ مولانا کا خیال تھا کہ ان تعطیلات میں اس پر کچھ کام کر لیا جائے، لیکن میرے یہاں رُکنے کے باوجود اس پر کچھ کام نہیں ہو سکا۔ البتہ ان ایام میں مولانا رَحِمَہُ اللّٰہ سے میں نے مؤطا امام محمّد پڑھنی شروع کی، لیکن یہ سلسلہ بھی دو چار دن سے زیادہ قائم نہیں رہ سکا۔ تعطیلات کی وجہ سے اہلِ مدرسہ کی طرف سے تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی، لیکن بوجوہ اُس وقت بھی حضرت سے کوئی کتاب پڑھنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن وکان امر اللّٰہ قدراً مقدوراً۔

مدرسہ کی تعلیم کے دوران ہی حضرت مولاناؒ نے شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کی ایک اہم قلمی کتاب اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ ـــــ ایڈٹ کی۔ اس کی تحقیق بھی انہوں نے تن تنہا کی۔ مجھے یاد ہے کہ صرف دو تین مرتبہ تھوڑے تھوڑے سے وقت کے لئے حوالوں کی مراجعت کے لئے مجھ سے کچھ مدد لی۔ سنن نسائی کی تعلیقات میرے لاہور آنے سے پہلے ہی چھپ چکی تھی۔ یوں زمانۂ طالب علمی میں ان سے باقاعدہ علمی اخذ و استفادہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خاص موقعہ تو نہیں مل سکا تاہم یہ ضرور ہے کہ میرا ان سے خصوصی ربط و تعلق اس دور میں برابر قائم اور میں اُن کی خصوصی عنایت و شفقت کا مورد رہا۔

ان کی خصُوصی عنایات میں شفقت و محبت کے علاوہ بقدر ذوق و استعداد علمی تربیت و رہنمائی سرفہرست ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ مختلف طریقوں سے یہ اہتمام فرماتے رہے۔ رسائل و جرائد مجھے مطالعے کے لئے دیتے۔ کوئی خاص کتاب آتی تو اس کے مطالعے کی یا خریدنے کی ترغیب دیتے۔ سب سے بڑا فائدہ ان سے ربط و تعلق اور علمی تربیت کا یہ ہوا کہ نوعمری میں جب کہ فکر خام ہوتی ہے اور ذہن ناپختہ، جس کی وجہ سے فکری طور پر بہکنے اور پھسلنے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا کی صحبت نے اس سے بچا لیا اور سلف کی فکرِ صحیح اور صراطِ مستقیم سے منحرف نہیں ہونے دیا۔

ورنہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ابتدائے طالب علمی سے ہی اتفاق ایسا ہوا کہ جماعت اسلامی کا لٹریچر پڑھنے کو ملا، مولانا مودودی صاحبؒ کی کئی کتابیں پڑھیں، جن سے لکھنے پڑھنے کے ذوق کو بھی یقیناً جلا ملی، تاہم اس کے ساتھ ساتھ مولانا مودودیؒ کی عقیدت بھی فزوں تر ہوتی رہی اور خطرہ تھا کہ راقم بھی اُس غلوِ عقیدت کا شکار ہو جاتا جس کا شکار بالعموم نوجوان ہو جاتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی عقیدت سے دامنِ دل اب بھی اگرچہ خالی نہیں ہے تاہم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی صحبت نے اس میں ایک گونہ وہ اعتدال و توازن پیدا کر دیا جس سے خود مولانا مرحوم بہرہ ور تھے۔

مخدوم المحترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا مودودی صاحبؒ سے کئی علمی مسائل میں شدید اختلاف رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اُنہوں نے ان کی مخالفت کو شعار نہیں بنایا۔ جس طرح کہ بعض دیگر حنفی علماء نے خاص مخاصمانہ رویّہ اپنائے رکھا، بلکہ وہ مولانا مودودیؒ کی دینی خدمات کے معترف تھے اور انہیں اپنے دور کا متکلّمِ اسلام قرار دیتے تھے۔ مخالفین کی خوبیوں کو تسلیم کرنا اور ان کی بنیاد پر ان کی عزّت و توقیر کا اہتمام کرنا مزاج و طبیعت کے ایک خاص اعتدال و توازُن کا متقاضی ہے جس سے بہت کم لوگ مُتّصف ہوتے ہیں، مخدومی المحترم میں یہ وصف بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔

مولاناؒ کی اسی فکری تربیت کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں "خلافت و ملوکیت" بالاقساط "ترجمان القرآن" لاہور میں شائع ہونی شروع ہوئی اور حضرت عثمانؓ و معاویہؓ وغیرہما کو اس میں ہدفِ تنقید بنایا گیا تو راقم کی حیثیت اگرچہ اس وقت طفلِ مکتب کی سی تھی۔ اور مولانا مودودی صاحبؒ سے بھی خاص عقیدت تھی، اس کے باوجود راقم نے اس پر ایک تنقیدی مضمون لکھا جو "الاعتصام" کی ۲۰ قسطوں میں شائع ہوا۔ یہ راقم کا پہلا علمی و تحقیقی مضمون تھا جو مولانا مرحوم کی اصلاح و نظرِ ثانی کے بعد شائع ہوا۔ اور علمی حلقوں میں پسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا۔ اور ہر طرف سے راقم کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی گئی۔

بعد میں کئی حضرات نے اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ جب راقم نے اس پر اشاعت کے نقطۂ نظر سے نظرِ ثانی شروع کی تو بہت تشنہ محسوس ہوا۔ حضرت مولاناؒ سے اس کا ذکر کیا اور مولانا مودودیؒ کی پوری کتاب پر نقد کرنے کی خواہش ظاہر کی، مولانا نے فرمایا کہ اب اس پر زیادہ وقت کیا صرف کرنا ہے، جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے، وہی کافی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے ہی کتابی شکل میں شائع کردو، لیکن راقم اپنے عدم اطمینان کا اظہار کرتا رہا۔ بالآخر میری طفلانہ خواہش کے پیش نظر انہوں نے اجازت دے دی۔ ان دنوں میرا قیام جامع اہلحدیث مصطفےٰ آباد میں تھا۔ مسجد کی کچھ تدریسی مصروفیات کے بعد کافی فراغت ہوتی تھی، جس سے فائدہ اٹھا کر راقم نے پوری کتاب کا جواب لکھا، بیشتر کتابیں حضرت مولانا ہی سے مستعار لیں، مشورے بھی حسبِ ضرورت لئے اور فکری رہنمائی بھی ان سے حاصل کرتا رہا۔ یوں الحمد للہ وہ کتاب مکمل ہوگئی۔ حضرت مولانا نے پھر ساری کتاب پر نظرثانی فرما کر اس کے درجۂ استناد میں اور اضافہ کردیا۔ اور خامیوں اور زبان و بیان کی کمزوریوں سے حتی الامکان اسے پاک کرنے میں مشفقانہ اور سرپرستانہ کردار بھی ادا فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

بہرحال اس تفصیل سے مقصود اس نکتے کی وضاحت ہے کہ حضرت مولانا کے فیضِ صحبت اور اسلوب تربیت نے مزاج میں ایک ایسا اعتدال پیدا کردیا جس نے افراط و تفریط کی دونوں انتہاؤں سے بچایا۔ نہ مودودی صاحب کی عقیدت نے ان کی ہمالیہ جیسی غلطیوں سے بھی اغماض پر اکسایا۔ اور نہ ان سے علمی اختلاف نے ایسے بغض و عناد کا روپ دھارا کہ جس کے بعد ان کی شخصیت ہی کی نفی کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ فللہ الحمد علی ذلک۔

مخدومی المحترم نے جب پہلے مضمون پر نظرثانی فرمائی، جو راقم کا باقاعدہ پہلا مضمون تھا۔ اس وقت تک مضمون نگاری کی کوئی خاص مشق بھی نہیں تھی اور تجربہ بھی نہیں تھا۔ مشق اور تجربے کے بغیر ہی طبیعت کے ایک خاص داعیے اور جذبے نے وہ مضمون لکھوایا تھا۔ جس میں جگہ جگہ خطیبانہ آہنگ اور جوش تھا جو راقم کی نوآموزی اور ناتجربہ کاری کا غماز تھا۔ حضرت مولانا نے جوشِ خطابت پر مبنی فقروں اور جملوں کو ختم یا تبدیل کردیا۔ جس میں انہوں نے بڑی محنت کی اور اپنا نہایت قیمتی وقت اس پر صرف فرمایا۔ تاہم ان کی اس محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ راقم کی ایک بہت بڑی کمزوری کی نشاندہی ہوگئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ تحریر و انشاء میں کون سا اسلوب اختیار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ پھر راقم نے جب مضمون کو کتابی صورت میں ڈھالا تو حضرت مولانا کی یہ اصلاح ہر وقت پیشِ نظر رہی اور یوں یہ نقشِ ثانی، نقشِ اوّل سے بہت بہتر رہا۔

دینی و علمی خدمت پر استقامت کی مسلسل ترغیب

مخدومی المحترمؒ کا دوسرا بڑا احسان راقم پر یہ ہے کہ انہوں نے مدرسے سے فراغت کے بعد اسے علم و تحقیق ہی کی راہ پر گامزن رہنے کی مسلسل سعی فرمائی۔

راقم اپنے خاندان میں پہلا فرد ہے جس نے مذہبی علوم کی تکمیل کی اور "مولوی" بننے کے شرف سے بہرہ ور ہوا، بدقسمتی سے شہروں میں آباد کاروباری خاندانوں میں اپنی اولاد کو دینی علوم سے آراستہ کرنے کا نہ صرف کوئی جذبہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ہاں "مولوی" بننا سخت عار اور ندامت کا باعث ہے۔ کوئی زیادہ دین دار ہوا تو وہ زیادہ سے زیادہ اپنے بچے کو قرآن مجید کا حافظ بنا دے گا لیکن اس سے زیادہ وہ بھی پڑھانا پسند نہیں کرتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم کا تعلق بھی ایک ایسے ہی شہری اور کاروباری خاندان سے ہے۔ اسی لئے مذہب سے گہری وابستگی کے باوجود والد صاحب وغیرہ کا کوئی پروگرام مجھے حفظ کرانے یا دینی علوم پڑھانے کا نہیں تھا، وہ تو اللہ کو ایسا منظور تھا، اس لیے اسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ بغیر کسی منصوبے کے قرآن مجید کے حفظ کی بھی توفیق بارگاہِ الٰہی سے میسّر آگئی اور اس کے بعد دینی علوم حاصل کرنے کا سروسامان بھی اس نے مہیّا کر دیا۔ تاہم شہری ہونے اور خاندان میں واحد مولوی ہونے کی وجہ سے بحیثیت ذریعۂ معاش دینی و علمی لائن اختیار کرنے میں پھر بھی بڑا تأمّل اور تذبذب رہا۔ خیال یہی تھا کہ فراغت کے بعد کوئی کاروبار اختیار کر کے جُز وقتی طور پر دین کی بھی کچھ خدمت کر دی جایا کرے۔ جیسا کہ عام رُجحان ہے اور لوگ بھی بالعموم اس کی تلقین نوجوان علماء کو کرتے ہیں۔

راقم اپنے اسی خیال کے مطابق فراغت کے بعد کراچی ہی جا کر اپنے مستقبل کا مستقل سلسلہ بنانا چاہتا تھا۔ لیکن میں جب بھی حضرت مولانؒا سے اس کا تذکرہ کرتا تو وہ کاروباری لائن اختیار کرنے سے روکتے اور لاہور ہی میں رہ کر علمی کام کرنے کی تلقین فرماتے، کچھ کچھ وقفوں سے دو تین مرتبہ راقم نے کراچی منتقل ہونے کا پروگرام بنایا لیکن حضرت مولانؒا کے وعظ و نصیحت اور تلقین و ترغیب نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ بالآخر یکسوئی کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا کہ کاروبار کی بجائے علم دین ہی کی خدمت کرنی ہے۔ یہ اگرچہ ایثار و قربانی کا راستہ تھا، آسائشوں کی بجائے تلخ کامیوں کا راستہ تھا۔ پھولوں کی بجائے کانٹوں سے اَٹا ہوا راستہ تھا۔ اور فی الواقع ابتداءً نہایت حوصلہ شکن حالات سے نبرد آزما بھی ہونا پڑا۔ نہایت قلیل تنخواہ، آسائشوں سے محروم انفرادی زندگی، خویش و اقارب سے دُور اور ناقدریٔ عالم سی کیفیت ان سب پر مستزاد۔

تاہم چونکہ زندگی کا ایک ہدف متعیّن اور نصب العین مقرر کر لیا تھا، اس لئے راہ کی یہ کٹھنائیاں آسان ہو گئیں۔ اور ایک بلند تر مقصد کے لئے ان تمام چیزوں کو برداشت کرنے کا عزم و حوصلہ اللہ تعالےٰ نے پیدا فرما دیا۔ اور راقم اُس جادۂ مستقیم پر قائم اور گامزن رہا جو ہمارے اکابر اسلاف کا شیوہ رہا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اس دوران بہت سے احباب اور ناصحین مشفقین نے مخلصانہ مشورے دیئے کہ سرکاری امتحانات دے کر لیکچرر شپ وغیرہ اختیار کر لی جائے جس میں دنیوی ترقی کے مواقع ہیں۔ ایک ذہین آدمی کو محض مُلّائے مکتب بن کر نہیں رہ جانا چاہیئے۔ بلکہ اُسے بہتر سے بہتر مواقع کے حصول کے لئے جہد و کاوش کرنی چاہیئے۔ لیکن راقم جو راستہ متعیّن کر چکا تھا۔ اور جس نصب العین کو اپنا چکا تھا، اس نے دوستوں کے ان مُخلصانہ مشوروں کو، تمام تر اخلاص و محبت کے باوصف درخورِ اعتناء نہ سمجھنے دیا۔ اور راقم کسی بھی سرکاری امتحان کے چکّر میں پڑنے سے گریز ہی کرتا رہا۔

طالب علمی کے زمانے میں بھی، جہاں مُنتہی طلباء عام طور پر مولوی فاضل کا سرکاری امتحان دے کر سرکاری ملازمت کی پناہ گاہ حاصل کر لیتے ہیں، راقم نے مولوی فاضل کا امتحان بھی بالقصد نہیں دیا اور محض لوجہ اللہ خدمتِ دین کے جذبے کو بطورِ مقصدِ زندگی اپنائے رکھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ذہن و مزاج سازی میں کہ نامساعد حالات، مشکلات اور اربابِ مساجد و مدارس کے حوصلہ شکن رویّوں کے باوجود علم و دین کی خدمت سے انحراف نہیں، بلکہ ان تمام چیزوں کو پیغمبرانہ مشن اور وراثتِ انبیاء سمجھ کر برداشت کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق کے ساتھ، حضرت مولاناؒ کی تربیت کا بھی دخل تھا۔

مخدومی المحترمؒ مدارسِ دینیہ میں مولوی فاضل اور دیگر سرکاری امتحانات کی وباء کو مدارس کے بنیادی مقاصد کے خلاف سمجھتے تھے اور اس بناء پر ان کے سخت خلاف تھے اور جہاں بھی ان کا بس چلتا تھا، وہ اس رُجحان کی حوصلہ شکنی کرتے تھے، اپنے طور پر جن طلباء سے ان کا رابطہ و تعلّق ہوتا، ان کو سمجھاتے اور انہیں مساجد و مدارس سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت کرنے کی تلقین فرماتے (جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل حضرت الاُستاذ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ کے سوانحی مضمون میں موجود ہے)

حضرت مولاناؒ کا یہ نظریہ، ہمارے مدارسِ دینیہ سے فراغت حاصل کرنے والے طلباء کے لئے اگرچہ بالعموم ناقابلِ عمل ہے، وہ اسے اپنی معاشی و دُنیوی ترقی کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ منہجِ نبوی کے مطابق ہمارے اکابر کے کردار کا عکّاس اور مدارسِ دینیہ کی اساس و مقصد کا مظہر ہے۔ سرکاری ملازمین پیدا کرنے کے لئے لاکھوں اسکول، ہزاروں کالج اور سینکڑوں یُونیورسٹیاں ہیں، جن پر کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ قوم کا ہر فرد اُس دنیوی تعلیم پر اپنی آمدنی کا ایک مُعتدبہ حصّہ خرچ کرتا ہے اور حکومت بھی خوب دل کھول کر اس پر قومی خزانہ صرف کرتی ہے۔ اس کے برعکس دینی مدارس حکومت کی امداد سے بالکل محروم ہیں۔ حکومت قومی خزانے سے اس مَد پر خرچ کرنے کی رُوادار ہی نہیں، اسی طرح عام افراد دینی مدارس کی اہمیّت و افادیت سے واقف ہی نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اصحابِ ثروت کی اکثریت دین ہی سے بے بہرہ ہے۔ اس لیے دینی مدارس کی کوئی اہمیت ان کے دلوں میں بھی نہیں۔ اَب لے دے کے علماء کا ایک طبقہ اور ان سے وابستہ کچھ اہلِ ثروت اور متوسط افراد رہ جاتے ہیں جن کی توجّہ اور امداد سے یہ مدارس آباد ہیں اور علومِ دینیہ کی تعلیم و تعلّم کا سلسلہ قائم ہے۔

ان مدارس کا بنیادی مقصد یہ قطعاً نہیں ہے کہ یہاں لیکچرار و پروفیسر پیدا ہوں۔ ڈاکٹر و انجنیئر تیار ہوں یا سرکاری مناصب کے اہل افراد یہاں سے فارغ ہوں، بلکہ ان مدارس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہاں سے قرآن و حدیث کے ماہر پیدا ہوں۔ قابل مُدرّس، عمدہ خطیب و داعی پیدا ہوں، مفسّر و فقیہ اور مُفتی و محدّث تیار ہوں تاکہ اہلِ دین کی دینی ضروریات پوری ہوں اور دین کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوا جاسکے۔ اب اگر ان مدارس سے فارغ ہونے والے حضرات بھی لیکچرار و پروفیسر بن جائیں۔ ٹیچر اور کلرک بن جائیں یا کوئی اور سرکاری ملازمتوں میں کھپ جائیں تو ظاہر بات ہے کہ اس طرح ان مدارس کا بنیادی مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

بنا بریں حضرت مولاناؒ مولوی فاضل اور الیف اے، بی اے وغیرہ ڈگریوں کو مدارسِ دینیہ سے فراغت حاصل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کے لئے زہرِ قاتل سمجھتے تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کی اس رائے کی اصابت و افادیت اب اور زیادہ نمایاں ہوکر سامنے آگئی ہے۔ جب کہ نوجوان علماء کے لئے اسکولوں کے دروازے چوپٹ کھل گئے ہیں اور مدارس سے فارغ ہونے والی نئی پود زہر کا یہ پیالہ آبِ حیات سمجھ کر نوشِ جان کئے جا رہی ہے۔ اور وہ اب سکول و کالج کی نوکری کو ہی معراجِ کمال اور مقصدِ زندگی سمجھ بیٹھی ہے۔ رہی سہی کسر سعودی جامعات میں داخلے کی بے پناہ خواہش اور وہاں سے فراغت کے بعد مبعوث بننے کے جذبۂ بے پایاں نے پوری کردی ہے۔ اس تمام صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی و علمی خدمات کے تمام شعبے رجالِ کار کی کمیابی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی شدید متأثر ہوئی ہے۔ دراں حالیکہ ضرورت کارکردگی میں اضافے کی ہے نہ کہ کمی کی۔

فتنے بڑھ رہے ہیں، دین کے خلاف شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ الحادی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں، لادینیت کا سیلاب اسلامی ملکوں میں اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ مغربیت کا طوفان انتہائی خوفناک صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی دسیسہ کاریاں اور ریشہ دوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ لیکن ان تمام محاذوں پر کام کرنے کے لئے جتنے اور جس طرح کے افراد کی ضرورت ہے۔ مذکورہ رجحانات کی وجہ سے ایسے افراد کی تیاری کا سلسلہ ہی قریب قریب بند ہو گیا ہے۔ نتیجۃً ارتداد کا فتنہ موجود ہے لیکن کوئی ابوبکرؓ پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ کفر دندنا رہا ہے لیکن دُرّۂ فاروقی کو حرکت میں لانے والا کوئی نہیں، تاریکی اور اندھیرے بڑھ رہے ہیں لیکن ایمان و ہدایت کی مشعلیں فروزاں کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ بلکہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ مسندیں اُجڑ رہی ہیں، مسجدیں ویران ہو رہی ہیں، علمی و دینی ادارے زبوں حالی کا شکار ہیں۔ اور تحقیق و افتاء کے میدان خالی ہو رہے ہیں۔

کیا ہمارے نوجوان علماء میں ان ضرورتوں کا ادراک نہیں؟ کیا انہیں اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہیں؟ کیا مدارس کے چارہ گردں کو بھی اس کا حل اور اس کا علاج سوچنے کی ضرورت نہیں؟

الیس منکم رجلٌ رشید

افسوس! علماء بھی ایثار و قربانی کا راستہ چھوڑ کر مادّی منفعتوں اور لذّتوں کو ترجیح دے رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی پُرخار وادیوں کے مقابلے میں دُنیوی مناصب اور بھاری بھرکم تنخواہوں کی طرف دوڑ رہے ہیں اور سادگی اور زُہد کی بجائے دنیا کی آسائشوں اور راحتوں کے طالب بن گئے ہیں، جس کی وجہ سے غزالی و رازی، ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ وغیرہ تو کجا کوئی داؤد غزنویؒ و اسمٰعیل سلفیؒ کا جانشین بھی پیدا نہیں ہو رہا۔ ابراہیم میر سیالکوٹیؒ اور ثناء اللہ امرتسریؒ تک کی جگہ لینے والا تیار نہیں ہو رہا۔ اور حنیف ندویؒ و محمد عطاء اللہ حنیفؒ جیسی یگانۂ روزگار شخصیتیں بھی خواب و خیال معلوم ہونے لگی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی مدارس کی زبوں حالی کے اسباب

اس المناک صورتِ حال کے کئی اسباب ہیں، جن میں دو سبب بہت نمایاں ہیں۔

۱۔ نوجوان علماء کو اربابِ مدارس اور منتظمین مساجد سے یہ شکوہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی کماحقّہ قدر نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ خاطر خواہ عزّت و احترام کا سلوک اور ان سے ان کے منصب و وقار کے مطابق معاملہ نہیں کیا جاتا۔ نتیجۃً وہ بددل یا بے توقیری کا شکار ہو کر دوسری راہ اپنا لیتے ہیں، یہ نقطۂ نظر اگرچہ بے بنیاد نہیں ہے، اور اس لحاظ سے اہل مدارس و مساجد کا رویّہ یقیناً نظرِ ثانی و اصلاح کا محتاج ہے۔ لیکن حضرت مولاناؒ فرماتے تھے کہ عزّت و ذلّت، انسانوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے یہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، اس لیے علماء کو اہلِ دنیا کا رویّہ دیکھ کر بدظن نہیں ہونا چاہیئے بلکہ پُورے اخلاص اور بے لوثی سے دین کی خدمت کرتے رہنا چاہیئے، اس کی بدولت وہ بارگاہِ الٰہی میں عزّت و توقیر کے مستحق قرار پا جائیں گے اور عزّت و توقیر وہی ہے، جو عند اللہ ہو، عند الناس عزّت و توقیر کی کیا اہمیت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اس لئے علماء کو دنیوی جاہ و منصب اور عزّت و توقیر کی بجائے اُخروی عزّت و سرفرازی ہی کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ دنیا انہیں جو چاہے کہتی اور سمجھتی رہے لیکن وہ دین کے سچّے خادم بن کر اگر اللہ کو راضی کرلیں گے تو یقیناً وہ فائز المرام ہیں۔ مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔

دوسرا سبب بڑھتا ہوا پُر تکلف معیارِ زندگی ہے، جو مساجد و مدارس سے ملنے والی تنخواہوں میں قائم کرنا اور رکھنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے دنیا کے معیارِ زندگی کو ہی سب کچھ سمجھنے والے نوجوان علماء بقولِ غالب

جس کو ہو جان و دل عزیز
اس کی گلی میں جائے کیوں؟

وہ اس کوچے سے ہی دُور رہتے ہیں اور اس میں داخل ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ اس بیماری کا علاج حضرت مولاناؒ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ علماء کو پُر تکلف اور پُر آسائش زندگی کے مقابلے میں سادہ طرزِ زندگی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ کم سے کم آمدنی میں وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکیں۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ آج کل لوگوں نے آسائشوں اور تکلّفات کو "ضروریاتِ زندگی" میں شمار کر لیا ہے۔ دراں حالیکہ ضروریاتِ زندگی تو مختصر ہیں اور انہیں مہیّا کر لینا آسان ہے۔ البتہ آسائشوں اور سہولتوں کا حصُول ہر شخص کے لئے آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اور علماء دُنیوی آسائشوں کے حصول کے لئے جب "پاپڑ بیلنے" کے چکّر میں پڑ جاتے ہیں تو وہ اپنے منصب سے بھی بے وفائی کرتے ہیں اور اپنے وقار کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

اسی دُنیوی تمتّعات اور مادّی منافع کے زیادہ سے زیادہ حصول کی خواہش نے بہت سے مدارسِ دینیہ کو اس امر پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمادہ کیا کہ وہ درسِ نظامی کی مروّجہ تعلیم کے مخمل میں انگریزی اور کالجی طریقۂ تعلیم کے ٹاٹ کا پیوند لگائیں تاکہ اس میں کچھ جاذبیت پیدا کی جاسکے۔

بدقسمتی سے یہ رَو بھی، مدارسِ دینیہ میں، دیکھا دیکھی بڑی پھیلتی جا رہی ہے۔ لیکن مخدومی المحترم اس کے بھی بڑے خلاف تھے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مضمون میں، جو

"علومِ دینیہ کی ترقی وترفّع کے لئے ایک اہم تجویز
شہیدَینؒ بالاکوٹ کے ارشاد کی روشنی میں"

کے عنوان سے چھپا تھا، فرماتے ہیں۔

"اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے بھی ہمیں اس (یعنی عربی کے ساتھ انگریزی تعلیم) میں تأمّل ہے اس لیئے کہ یہ دو زبانوں کا مسئلہ نہیں کہ تطبیق کے کسی بقراطی نسخے سے مرض کا علاج ہو سکے بلکہ مسئلہ دو مختلف المزاج والاوزم تعلیمی نظاموں کا ہے جن کے درمیان اتنا بُعدِ مسافت ہے کہ اُسے پاٹنا اتنا آسان نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر ایک کا مقصدِ اصلی حکومت کی گاڑی چلانا، دفتری کاموں میں مہارت اور مادّیات سے تعلق پیدا کرنا اور دُنیوی خوش حالی کو مقصودِ زیست بنانا ہے۔ تو دوسرے کا نصب العین حق تعالیٰ کی رضا کے اسباب کا حصول، اُخروی فلاح وبہبود، اعلیٰ اخلاقی اقدار کا نشوونما، قناعت کی زندگی اور اعتماد علیَ اللّٰہ کی نعمت سے سرفرازی ہے۔
ایک "تعلیم" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی تعلیم سے دُوری کا سبب بنتی ہے تو دوسری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اتباعِ سنّت کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ ایک سے اپنے قابلِ فخر اسلاف سے رشتہ جڑتا ہے۔ دوسری سے حال ومستقبل کا فکر ذہن پر ایسا مستولی ہوتا ہے کہ اپنے ماضی، تابناک ماضی سے نفرت شروع ہو جاتی ہے۔"

(ہفت روزہ "الاعتصام" ۔ لاہور)

مدارسِ دینیہ اور رجالِ دین کی کمی کی بحث کے ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولاناؒ کی ایک اہم تجویز کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ جو انہوں نے اپنے اُس مضمون میں بیان فرمائی ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔ یہ تجویز اصلاً تو شہیدَینِ بالاکوٹ (سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا محمّد اسماعیل شہیدؒ) کی ہے لیکن حضرت مولانا نے اس کے حوالے سے اسے مذکورہ مضمون میں خوب نمایاں کیا ہے۔ مولاناؒ فرماتے ہیں۔

"علومِ دین کے سلسلے میں ہمارے ہاں کا دن بدن رُو بہ ترقی علمی انحطاط تشویشناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس کے اسبابِ واقعیہ کی طرف بھی توجّہ کی ضرورت سے کوئی ہوشمند انکار نہیں کر سکتا۔
اس قابلیتی بحران کے بہت سے اسباب تشخیص کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں، جن کی تفصیل اور ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ کی بحث تو اس وقت موجبِ طوالت ہوگی۔ آج کی صحبت میں ہمیں اربابِ فکر و نظر اور اصحابِ حل و عقد —

" اصحابِ حل و عقد سے فی الوقت ہماری مراد علمائے کرام اور حسّاس و متدیّن دولت مند طبقہ ہے "

خدماتِ عالیہ میں ایک ایسے اہم سبب کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف موجودہ تحریکِ احیاء و تجدیدِ توحید و سُنّت کے بانی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) قدس اللہ روحہ نے اشارہ فرمایا تھا۔ مولانا ممدوح اپنے شیخِ طریقت حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات یعنی کتاب " صراطِ مستقیم " میں لکھتے ہیں۔

" واضح رہے کہ شرفاء (غالباً پرانے علمی و منصبی خاندان مراد ہوں گے جو قدیم ایّام سے دینی و دنیوی اعلیٰ مناصب پر فائز چلے آ رہے تھے) میں اللہ تعالےٰ نے فطانت و ذہانت اور شرافت کا ایک جوہر ودیعت کر رکھا ہے جو آباء و اجداد سے ان میں وراثتؔ منتقل ہو کر آتا ہے مگر صرف یہ فطری استعداد ہرگز ہرگز کارآمد نہیں جب تک علُوم دینیہ کی تعلیم و تعلّم اور تشرّع و تدیّن کے ذریعے سے ان قابل جوہروں کی تربیت نہ کی جائے۔ بلاشبہ اس ذہین و فطین طبقے کی علمی و دینی تربیت سے بڑے مُفید نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں "۔

(خلاصہ و ترجمہ از فارسی " صراطِ مستقیم " ص ۶۶ ۔طبع مجتبائی دہلی)

اس ارشاد کی روشنی میں عربی کی پچھلی پَون صدی کی تعلیمی رفتار اور معیارِ قابلیت کی بتدریج پستی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مومنانہ فراست کا مذکورہ بالا تجزیہ کس قدر درست ہے۔

برِصغیر پر عیسائیوں کی حکومت مُسلّط ہونے کے بعد مسلمانوں کے ذہین طبقے نے عربی کے بجائے انگریزی کا رُخ کیا۔ اور اسلامی نظامِ تعلیم کے بجائے ان کا میلان انگریزوں کے درآمد کردہ عیسائی نظامِ تعلیم کی طرف ہوگیا — عیسائی — اس لئے کہ بالعموم اس کا فائدہ بلاواسطہ یا بالواسطہ عیسائیت کو ہی پہنچا، اسلام کو نہیں — جس کے دائرۂ کار سے مذہب اور اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اقدار خارج تھے۔ یہ بات سر کی آنکھوں سے صاف نظر آ رہی تھی، مگر ہوا یہ کہ " کُبَرَاء " کی اکثریت اور قدیمی علمی خاندانوں نے اپنے نونہالوں کو، جنہیں ورثہ میں " اعلیٰ استعداد کا جوہر " ودیعت ہوا تھا۔ دہلی (مرحوم) لکھنؤ، دیوبند، رام پور، امرتسر (مرحوم) حجاز، مصر، شام کے عربی دارالعلوموں اور تفسیر و حدیث کے مدارس کے بجائے علی گڑھ، لندن، کیمبرج اور امریکہ وغیرہ بھیجنا شروع کر دیا جو عیسائی تعلیم کے گڑھ ہیں۔ انتہا یہ کہ یہ وبا بعض علمائے عربیت کے گھروں میں بھی گھس آئی جنہوں نے عربی ہی کی بدولت قوم میں عزّت پائی اور شہرت و حیثیت کے مالک ہوئے۔ ان حضرات نے بھی اپنی اولاد کو اسکول و کالج ہی کی طرف دھکیل دیا تا آنکہ وہ " استعدادی جوہر " سے کام لے کر بہترین " دفتریت " کے مقامِ رفیع پر فائز ہو گئے — اور اس طرح اپنے طرزِ عمل سے عام مسلمانوں کو بھی عربی پر انگریزی کی ترجیح کا تاثر دیا۔ جس سے قومی لیکچر اور وعظ بے اثر ہو کر رہ گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ کالج کی " تعلیم " سے تمتّعاتِ مادّیہ کا حصول اور خوش حال زندگی بسر کرنے کا مستقبل نظر آ رہا تھا، اور اب ؟

اب یہ سیلاب بلا ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا۔ (" الاعتصام " جلد ۱۶ - ۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو مبنی بر حقیقت دلچسپ لطیفے

یہ تلخ موضوع اب زبانِ قلم پر آہی گیا ہے۔ تو دو دلچسپ لطیفے بھی سن لیجئے جو نہایت عبرت انگیز ہیں اور جو ہمارے اصحاب ثروت کے اسی رویے سے متعلق ہیں جس کا ذکر مذکورہ مضمون میں کیا گیا ہے

پہلا لطیفہ کراچی کا ہے۔ راقم اگست ۱۹۹۰ء کو کراچی گیا۔ کورٹ روڈ کی مسجد اہلحدیث میں راقم نے جناب سعید احمد صاحب ریشم والے سے ملاقات کی، موصوف اس مسجد، اس میں قائم مدرسہ میاں نذیر حسین اور دارالافتاء کے ناظم ہیں۔ راقم نے ان سے پوچھا کہ آج کل مدرسہ میاں نذیر حسین قائم ہے؟ موصوف نے فرمایا کہ "ہمارا مدرسہ چلنے ہی کب دیتے ہیں؟" راقم نے پوچھا کون نہیں چلنے دیتا؟ فرمایا "جامعہ ستاریہ اور جامعہ ابی بکر والے" راقم نے عرض کیا، اس کا ایک حل تو ہے لیکن اسے اختیار کرنا آپ لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ حل کیا ہے؟ راقم نے عرض کیا کہ اپنے خاندان اور برادری کے بچوں کو علوم دینیہ و عربیہ سے آراستہ کیا جائے، انہیں دین کا عالم بنایا جائے تاکہ دوسروں کی محتاجی ختم ہو جائے۔ فرمانے لگے، ہاں! یہ تو ناممکن ہے، اب تو علماء بھی اپنی اولاد کو دینی علوم نہیں پڑھاتے تو ہم کس طرح پڑھائیں؟ راقم نے عرض کیا جو علماء بھی ایسا کرتے ہیں، وہ بھی غلط ہے۔ ان کی غلطی آپ کے غلط رویے کے لئے سندِ جواز نہیں بن سکتی۔

دوسرا لطیفہ پنجاب کا ہے جو راقم کو ایک فاضل دوست نے سنایا، انہوں نے بتلایا کہ گوجرانوالہ کے بابا اہلحدیث نے ایک مرتبہ ایک دینی مدرسہ کے مہتمم سے پوچھا، جو ایک نامور اہلحدیث عالم، بزرگ اور اہلِ قلم تھے اور ان کے اپنے بچے دنیوی اسکولوں میں زیرِ تعلیم تھے کہ مدرسے میں دی جانے والی تعلیم اگر اچھی ہے تو پھر آپ اپنے بچوں کو اس کی بجائے اسکولوں میں کیوں بھیجتے ہیں اور دینی و عربی تعلیم کیوں نہیں دلواتے؟ اور اگر یہ تعلیم بری ہے تو پھر مدرسہ بند کر دیجئے، دوسروں کے بچوں کو یہ تعلیم دے کے ان کو کیوں خراب کرتے ہو؟

ظاہر بات ہے کہ اس کا کوئی معقول جواب مہتمم صاحب نہیں دے سکتے تھے، جس طرح آج کل کے مہتممین اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہیں یہ دونوں لطیفے۔ لیکن سوچئے کہ کتنے مبنی بر حقیقت ہیں اور واقعات کی کیسی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ نیز ان کے پیچھے کرب و اضطراب کی کتنی بڑی لہریں پوشیدہ ہیں۔ کاش مساجد و مدارس کا اہتمام کرنے والے ان حقائق و واقعات کا ادراک کر سکیں اور اپنے خاندانوں اور گھرانوں میں بھی علوم دینیہ کی قدر افزائی کا کوئی اہتمام کر سکیں ورنہ اس کے بغیر مساجد و مدارس کا انتظام ایک فریب نفس، ایک استہزاء، اور علوم دینیہ کی بے توقیری و ناقدری کا اعلانِ صریح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک آپ بیتی اور ایک واقعہ

اب یہ موضوع زبانِ قلم پر آہی گیا ہے تو ایک واقعہ بھی سُن لیجئے جو راقم کی آپ بیتی ہی کا ایک حصّہ ہے۔

راقم نے جب حصُولِ علم کے لئے لاہور آنے کا فیصلہ کیا تو راقم کا ایک دوست، جس کا تعلق آگرے کے اُس المحدیث خاندان سے ہے جو پُورا کا پُورا خاندان اپنی دینداری میں ممتاز ہے۔ اور اسی خاندان کے ایک بزرگ جامع العلوم سعودیہ کراچی کے چند سال مہتمم بھی رہ چکے ہیں۔ اس دوست نے قرآن مجید بھی راقم کے ساتھ مدرسۂ مذکور میں حفظ کیا تھا اور اپنے ذاتی شوق کی وجہ سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں بھی وہاں پڑھی تھیں۔ راقم کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور خصوصی تعلق کی وجہ سے اس دوست کے اندر بھی علومِ دینیہ کے حصول کا بڑا شوق پیدا ہوگیا۔ چنانچہ ایک یا دو ابتدائی سال مدرسہ مذکور میں تعلیم بھی حاصل کی۔

جب راقم کا لاہور آنے کا پروگرام بنا تو اس دوست کی بھی خواہش میرے ساتھ لاہور آنے کی تھی۔ گھروالوں سے پوچھا، تو انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ تاہم میرا یہ دوست گھروالوں کی اجازت کے بغیر میرے ساتھ لاہور آگیا۔ لیکن چند دن بعد ہی ان کے گھر والے اس کو لاہور آکر واپس لے گئے اور وجہ یہ بیان کی کہ ہم اسے مولوی بنا کر دوسروں کا "دست نگر" بنانا پسند ہی نہیں کرتے تو پھر ہم اسے کیوں کر یہ دینی علم پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

دینی علوم کے بارے میں یہ ان لوگوں کا حال ہے جو دین دار ہیں، مدارس و مساجد سے تعلق ہی نہیں رکھتے بلکہ ان کے اہتمام و انصرام میں دلچسپی سے حصّہ لیتے ہیں، علماء سے پیار و محبت اور دین سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں، لیکن ان کی دین سے محبت صرف اسی حد تک رہتی ہے کہ اپنے کسی بچے کو قرآن مجید حفظ کروا دیا۔ اس سے آگے ان کی محبت نہیں بڑھتی۔ یہ بچے حفظ کرنے کے بعد حسبِ معمول کاروبار میں یا دنیوی تعلیم میں مصروف ہو جاتے ہیں اور وہ قرآن مجید سنانے تک کے اہل نہیں رہتے نتیجۃً حفظِ قرآن ان کے بچپن کا ایک مشغلہ (ہابی) بنا ہوا ہے جس کا کوئی خاص فائدہ بجز اس کے نہیں ہوتا کہ خاندان میں ایک صاحب "حافظ صاحب" کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ الی اللہ المشتکی۔

راقم پر مولانا مرحوم کا احسانِ عظیم

یہ بحث تو ضمناً آگئی جسے اس کی اہمیت کی وجہ سے یہاں بیان کر دیا گیا ہے۔ گفتگو چل رہی تھی حضرت مولانا سے خصوصی ربط و تعلق اور ان کے احسانات کی۔

گذشتہ تفصیل کی روشنی میں ان کا یہ احسان بھی راقم پر ہوا کہ فراغت کے بعد انہوں نے کسی کاروباری لائن میں لگنے کی بجائے راقم کو علم و دین کی خدمت کا راستہ اپنانے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ اس کے لئے مسلسل کوشش کی، تا آنکہ راقم نے چند سال کی ذہنی کش مکش اور فکرِ ایں و آں میں مبتلا رہنے کے بعد بالآخر علمی لائن ہی اختیار کر لینے کا قطعی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ کر لیا جس پر الحمد للہ استقامت کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔

اس کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) سے فراغت کے بعد راقم نے حضرت مولانا کے مشورے سے جامعہ مدنیہ میں منطق و فلسفہ اور فقہ و اصولِ فقہ کی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ پہلے یہ مدرسہ مکی مسجد (انار کلی) و مسلم مسجد (بیرون لوہاری گیٹ) میں قائم تھا، مولانا حامد میاںؒ اس کے مہتمم تھے۔ بعد میں یہ مدرسہ کریم پارک منتقل ہو گیا۔ راقم کچھ عرصہ وہاں بھی جاتا رہا لیکن رہائش دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ہی تھی۔ کھانا بازار سے کھاتا۔ اسی دوران جامع مسجد اہلحدیث مصطفےٰ آباد میں تدریس و امامت کے لئے پیش کش آئی۔ اُن دنوں اس مسجد کی اس اعتبار سے شہرت تھی کہ چند مہینوں سے زیادہ کوئی عالم وہاں نہیں رہ پاتا۔ راقم نے مسجد کی اس شہرت اور پس منظر کی وجہ سے اس پیش کش کے قبول کرنے میں تأمل کیا لیکن حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ وہاں چلے جاؤ، جتنے مہینے بھی وہاں گذر جائیں، وہی سہی۔ تمہیں بازار سے روٹی کھانی پڑتی ہے، کچھ مادی سہارا ہی مل جائے گا۔ وہاں سے صبح روزانہ جامعہ مدنیہ آ جایا کرو۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ کے مشورے کے مطابق راقم مسجد مذکور میں چلا آیا۔ یہ واقعہ جون ۱۹۶۶ء کا ہے۔

اُن دنوں لاہور میں صرف اومنی بس سروس تھی، نہ کوئی ویگن چلتی تھی۔ جس طرح کہ آج کل ہر روٹ پر ویگنیں عام ہیں اور نہ کوئی پرائیویٹ بسیں تھیں، جس طرح کئی نواحی روٹوں پر آج کل چل رہی ہیں۔ صرف اومنی بس سروس کی اجارہ داری تھی اور یہ بسیں بہت تھوڑی تعداد میں تھیں، اس لیے آمد و رفت کی بڑی تکلیف تھی۔ بالآخر روزانہ جامعہ مدنیہ میں آنا جانا سفری صعوبتوں کی وجہ سے موقوف ہو گیا اور راقم کا زیادہ وقت بلکہ سارا ہی وقت مسجد مذکور میں گذرتا۔

راقم مسجد مذکور میں جانے سے قبل، مولانا مودودی صاحب کی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت و ملوکیت" کے جواب میں وہ مضمون لکھ چکا تھا جو "خلافتِ راشدہ سے ملوکیت تک" کے عنوان سے "الاعتصام" کی ۲۰ قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اور جسے علمی حلقوں میں پسند کیا گیا تھا۔ اس تحسین سے راقم کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ مسجد میں جب فراغت کے لمحات میسر آئے، تو خیال آیا کہ "خلافت و ملوکیت" کا مکمل جواب تحریر کیا جائے۔ کیونکہ اب تک جو دو تین جواب آئے تھے وہ راقم کے خیال میں نامکمل تھے۔ اور ان کا اندازِ بیان بھی غیر علمی تھا جس کی وجہ سے انہیں علمی حلقوں میں خاص پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔ راقم نے اپنے خیال کا اظہار حضرت مولاناؒ سے کیا تو مولاناؒ نے اتفاق نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ بقدرِ ضرورت اس کا جواب ہو گیا ہے جو "الاعتصام" میں چھپ گیا ہے، البتہ اُسے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، جیسا کہ کئی لوگوں کی خواہش بھی ہے۔

جواب کا ایک خاکہ راقم اپنے دماغ میں مرتب کر چکا تھا اور اس کے مطابق اسے ضبطِ تحریر میں لانے کا خواہاں تھا، اس لئے وقفے وقفے سے دو تین مرتبہ راقم اپنے خیال کا اظہار کرتا رہا۔ بالآخر میرا اصرار اور شوق دیکھ کر حضرت مولانا نے اجازت مرحمت فرما دی اور میں نے مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر یہ کام شروع کر دیا۔

جن جن کتابوں کی ضرورت پیش آئی وہ بھی حضرت مولاناؒ نے عنایت فرمائیں۔ تاریخ ابن خلدون اُس وقت مولانا کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس نہیں تھی، البتہ اس کا ایک بہترین نسخہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی شیخ الحدیث گوجرانوالہ نے کچھ عرصہ قبل ہی خریدا تھا اس کی متعلقہ جلدیں حضرت مولانا کی معرفت حضرت مولانا سلفیؒ گوجرانوالہ سے حاصل کیں۔ مشورے اور ہدایات بھی حضرت مولاناؒ سے لیتا رہا۔ بالخصوص تغیر اور بگاڑ کے اسباب وعوامل والا حصہ تو ان ہی کی مخصوص رہنمائی کی روشنی میں لکھا جو مولانا مودودیؒ صاحب کے اس نقطۂ نظر کے جواب میں ہے کہ تغیر اور بگاڑ کا سب سے بڑا سبب بلکہ واحد سبب "ملوکیت" ہے۔ راقم کی کتاب کا یہ نہایت اہم باب ہے جو مولانا مودودی کی کتاب کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ راقم کے خیال میں یہ باب ہی کتاب کا اصل امتیاز ہے جس میں حضرت مولانا کی خصوصی رہنمائی کا بڑا حصہ ہے۔ غفر اللہ لہ۔

کتاب کا مسودہ مکمل ہو جانے کے بعد پھر حضرت مولاناؒ نے پوری کتاب پر نظر ثانی بھی فرمائی اور محل نظر مقامات اور الفاظ کی نشاندہی بھی فرمائی جس سے یقیناً کتاب کی علمی افادیت واستناد میں بہت اضافہ ہوا۔ ورنہ اُس زمانے میں اس ہیچ میرز کو کون جانتا تھا؟ اور اس کی علمی حیثیت بھی صفر کے درجہ میں ہی تھی۔ یہ حضرت مولاناؒ کی غایت درجہ شفقت اور علمی رہنمائی ہی کا کمال تھا کہ جس نے راقم کو اس کتاب کی بدولت نوعمری میں ہی علمی حلقوں میں شہرت عطا فرما دی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

الاعتصام کا بحران اور مرکز سے اس کی علیحدگی

ابھی راقم کی مذکورہ کتاب منصۂ شہود پر نہیں آئی تھی بلکہ زیر کتابت تھی کہ الاعتصام کا وہ سانحہ پیش آگیا جس کے نتیجے میں، "الاعتصام" مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تحویل سے نکل کر مخدومی المحترم حضرت مولانا کے زیر انتظام آگیا۔

اس سانحہ کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ "الاعتصام" کا ڈیکلریشن حضرت مولاناؒ نے ۱۹۴۸ء میں ذاتی طور پر حاصل کیا تھا، پھر ۱۹۴۹ء میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کی خواہش پر مولانا نے جماعت اہلحدیث گوجرانوالہ کو اسے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کے کچھ عرصے بعد مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان" کی تشکیل عمل میں آئی اور اسے ایک ترجمان کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت مولانا بھی چونکہ جمعیت کے بانی ارکان میں سے تھے مولانا نے "الاعتصام" اس شرط کے ساتھ مرکزی جمعیت کی تحویل میں دے دیا کہ بحیثیت ناشر وطابع اس کی نگرانی وہ کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس شرط اور ناشر وطابع ہونے کی وجہ سے مولانا اس کی نگرانی کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

۱۹۶۷ء (ستمبر) میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے حکم پر جو اس وقت مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر تھے، علامہ احسان الٰہی ظہیر "الاعتصام" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ یہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے نئے نئے پڑھ کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ خطیبانہ جوہر بھی تھے جس کے اظہار کے لئے جامع اہلحدیث چینیانوالی کا منبر انہیں مل گیا تھا۔ تحریر وانشاء کا بھی ذوق تھا جس کی تسکین کے لئے "الاعتصام" انہیں میسر آگیا۔ یوں تحریر وخطابت دونوں میدانوں میں ان کے جوہر کھلنے لگے اور ان کی شہرت بڑھنے لگی، شہرت کے ساتھ ساتھ ان کی مصروفیات کا دائرہ بھی پھیلتا چلا گیا۔ نتیجۃً "الاعتصام" میں چھپنے والے مواد کی اصلاح ونگرانی اس طرح نہیں ہو پاتی تھی جس طرح اس کا حق تھا جس کی وجہ سے بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابلِ اعتراض مضامین بھی اس میں شائع ہو گئے۔ حضرت مولاناؒ نے نگران ہونے کی حیثیت سے ایڈیٹر صاحب کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور انہیں ادارتی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی تلقین کی، نیز یہ کہا کہ اشاعت سے پہلے مجھے دکھا لیا کرو تاکہ آیندہ کوئی قابلِ اعتراض چیز اس میں شائع نہ ہو۔

اشاعت سے قبل یہ دیکھنے دکھانے کی شرط مولانا کا قانونی حق تھا کہ وہی اس کے ناشر و طابع بھی تھے اور علم و فضل اور تجربہ کے لحاظ سے بھی مولانا ہر لحاظ سے فائق تر تھے۔ اس لئے ان کا دیکھنا بھی ہر اعتبار سے نہایت مفید تھا لیکن علامہ صاحب مرحوم نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا اور حضرت مولاناؒ کی اس شرط کو اپنی توہین اور سُبکی سمجھا۔ دراں حالیکہ ایسا نہیں تھا مقصود صرف اصلاح احوال اور ادارتی ذمہ داریوں کی صحیح طریقے سے ادائیگی کا اہتمام تھا۔

اس غلط فہمی یا خوش فہمی سے بات بڑھ گئی اور رائی کا پربت بن گیا۔ حضرت مولاناؒ نے بغیر دیکھے "الاعتصام" کی اشاعت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور ایک نوٹس کے ذریعے سے پریس کو اخبار چھاپنے سے منع کر دیا۔ نتیجۃً ایک بحران پیدا ہو گیا، جسے دُور کرنے کے لئے بعض مخلص احباب نے کوششیں کیں۔ لیکن جب ایک فریق مسئلے کو اپنا وقار اور اَنا کا مسئلہ بنا لے تو پھر مخلص احباب کی مُخلصانہ مساعی زیادہ بارآور نہیں ہوتیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ دو مرتبہ مخلص احباب اور بزرگوں نے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کی۔ ایک اجلاس شیخ محمد اشرف مرحوم کی کوٹھی پر ہوا، لیکن وہاں طے شدہ باتوں پر عمل نہیں کیا گیا۔ دوسرا اجلاس میاں عبدالعزیز بارایٹ لا مرحوم کی کوٹھی پہ ہوا۔ وہاں کی بھی طے شدہ باتوں کو اہمیت نہیں دی گئی۔ حتیٰ کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اُس وقت کے نائب امیر حضرت مولانا معین الدین لکھوی صاحب نے بہ نفسِ نفیس اصلاح کی بھرپور کوشش فرمائی، لیکن فریقِ ثانی کے عدمِ تعاون کی وجہ سے بالآخر انہیں بھی اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا، جس کا اظہار موصوف نے اپنے اُس مکتوب میں کیا ہے جو اُنہوں نے حاجی محمد اسحٰق حنیفؒ ناظم نشر و اشاعت مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نام تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوب ۱۸، ۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء کے "الاعتصام" میں چھپا ہوا موجود ہے۔

اس مکتوب میں نائب امیر مرکزیہ نے وضاحت سے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مجھے ناکامی جناب میاں فضل حق صاحب ناظمِ اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے طرزِ عمل اور ان کے عدمِ تعاون کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس کے برعکس حضرت مولاناؒ کا موقف یہ رہا کہ مذکورہ اجلاسوں میں طے شدہ باتیں تسلیم کر لی جائیں تو میں اپنا اقدام واپس لینے کے لئے تیار ہوں یا دوسری صورت یہ ہے کہ معاملہ مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ اور اس سے فیصلہ کروا لیا جائے لیکن افسوس کہ اس پر بھی فریقِ ثانی آمادہ نہ ہوا۔ یہ خیال رہے کہ اُس وقت میاں صاحب موصوف علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ یُوں میاں فضل حق صاحب، شیخ محمد اشرف صاحب اور علامہ صاحب، حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے مدِمقابل اور حریف تھے اور باہم تینوں ایکدوسرے کے حلیف اور مددگار۔ تاہم یہ رفاقت کچھ عرصہ ہی قائم رہی، بعد میں میاں صاحب اور علامہ صاحب دونوں ایک دوسرے کے حلیف کی بجائے حریف بن گئے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہماری جماعت کی تاریخ کا ایک نہایت ہی رُوح فرسا، دل دوز اور سیاہ باب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جسے بعض ستم ظریف اہلِ قلم ایک "تاریخ ساز عہد" سے تعبیر کرتے ہیں۔

حاجی محمد اسحٰق حنیف کا پُراسرار قتل

بہرحال اس عدمِ صلح اور بُحران کا نتیجہ یہ نکلا کہ "الاعتصام" مرکزی جمعیت اہلحدیث کے انتظام سے نکل کر حضرت مولانا کی تحویل میں آگیا۔ طابع و ناشر تو وہ پہلے روز ہی سے تھے، اب اس کے ایڈیٹر، منتظم اور مالک بھی وہی ہو گئے۔ یہ گویا ایک بہت بڑا بوجھ تھا جو ان کے ناتواں کندھوں پر آپڑا۔ حضرت مولاناؒ کے مخلص ساتھی اور ارادت مند حاجی محمد اسحٰق حنیفؒ نے اس آڑے وقت میں حضرت مولانا کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا اور مالی ذمہ داری رضاکارانہ طور پر تبلیغی نقطۂ نظر سے قبول فرمالی اور فرمایا کہ تبلیغی طور پر "الاعتصام" کو جاری رکھا جائے اور اس کے لئے جتنا بھی مالی تعاون درکار ہوگا وہ میں مہیا کرتا رہوں گا، چنانچہ "الاعتصام" کو جذبۂ تبلیغ کے پیشِ نظر زندہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا گیا لیکن ابھی نئے انتظام کے تحت "الاعتصام" کے ۸ شمارے ہی شائع ہوئے تھے کہ حضرت مولاناؒ کے رفیق خاص اور معاونِ خصوصی جناب حاجی محمد اسحاق حنیفؒ (۷ ستمبر ۱۹۶۹ء) کو پُراسرار طریقے پر قتل کردیے گئے اور ان کی لاش ان کی کار سے ملی۔ حاجی صاحب مرحوم کا یہ قتل آج تک ایک معمہ بنا ہوا ہے جس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

اس سانحہ الیمہ کا جو اثر حضرت مولاناؒ پر ہونا تھا، وہ محتاجِ وضاحت نہیں، حاجی صاحب حضرت مولاناؒ کے ہم دم و ہمراز، ہم ذوق و ہم مشرب اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہی نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے جسم و جان کی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر "الاعتصام" کا سارا مالی بوجھ بھی انہوں نے ہی اٹھایا ہوا تھا۔ اب اس ناگہانی حادثے سے مولاناؒ ایک مخلص ساتھی سے ہی محروم نہیں ہوئے بلکہ مادی اسباب کی حد تک مالی سہارے سے بھی محروم ہو گئے۔

اس حادثۂ فاجعہ کے بعد ادارتی و انتظامی معاملات کے ساتھ ساتھ "الاعتصام" کے لئے مالیات کی فراہمی کا بوجھ بھی حضرت مولانا پر آپڑا جو اُن کے لئے ایک اور بڑی آزمائش تھا۔ تاہم مولاناؒ نے ہمت نہیں ہاری اور تمام تر مشکلات کے باوجود "الاعتصام" کو جاری رکھنے کا فیصلہ فرمالیا۔ پہلے فیصلے میں صرف تبلیغی جذبہ پیش نظر تھا اور فیصلہ کرنے والے دو تھے، حضرت مولانا اور حاجی محمد اسحٰق حنیفؒ۔ اب دوسری مرتبہ فیصلے میں تبلیغی جذبے کے ساتھ ساتھ اپنے مخلص دوست اور ساتھی حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم کی یاد کا عنصر بھی شامل ہو گیا۔

خیال رہے کہ حاجی محمد اسحٰق حنیف کے المیے کے بعد چوہدری عبدالقادر مرحوم آف ساہیوال (چوہدری محمد صادق ایڈووکیٹ کے والد محترم) نے حضرت مولاناؒ سے مالی تعاون کرنے میں اور "الاعتصام" کو زندہ رکھنے میں بہت نمایاں حصہ لیا اور حضرت مولانا کی بڑی ڈھارس بندھائی۔ ان کی وفات کے بعد میاں عبدالمعید (مالواڈہ) رحمہ اللہ نے ہر ممکن تعاون کیا۔

رحمھم اللہ وجزاھم اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاعتصام سے ادارتی وابستگی

شروع میں حضرت مولاناؒ کے معاونِ صرف ان کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر صاحب تھے جو باقاعدہ درس نظامی کے فاضل بھی ہیں اور تحریر و انشاء کا ذوق بھی رکھتے ہیں، جس کا زیادہ اظہار ان کی کاروباری مصروفیات کی وجہ سے نہیں ہو سکا تھا۔ اب جب ان پر بوجھ پڑا تو چند مہینے تک اطلاعات و اعلانات کی ترتیب و تہذیب، تبصرۂ کتب اور حساب کتاب کا کام اور دیگر بعض معاملات میں انہوں نے بھرپور توجہ دی اور اپنے والد مرحوم کا خوب ہاتھ بٹایا۔ اداریہ نویسی اور مضامین کی اصلاح وغیرہ حضرت مولانا خود کرتے۔

راقم ان دنوں جامع اہلحدیث مصطفےٰ آباد میں رہائش پذیر تھا اور اپنی کتاب کی کتابت و طباعت کے سلسلے میں کبھی کبھی حضرت مولاناؒ کے پاس آیا کرتا تھا (جیسا کہ اس کی ضروری تفصیل گذر چکی ہے) مولانا کی یہ مصروفیات دیکھ کر راقم نے عرض کیا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو شذرات لکھ دیا کروں۔ اُس وقت تک انشاء و تحریر کا ذوق تو تھا جس کی بنیاد پر ۲۰ قسطوں میں میرا مضمون "الاعتصام" میں چھپ چکا تھا اور اب وہ پھیل کر ایک کتاب کی صورت بھی اختیار کر چکا تھا اور بھی دو تین مضمون زمانۂ طالب علمی میں چھپ چکے تھے، تاہم اداریہ نویسی اور سیاسی نوعیت کے شذرات کا قطعاً کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے ڈرتے ڈرتے حضرت مولاناؒ سے عرض کیا، جسے مولاناؒ نے غایت درجہ شفقت فرماتے ہوئے قبول فرمایا۔ چنانچہ راقم وقتاً فوقتاً (بغیر کسی پابندی کے) شذرات نویسی کرنے لگا، جسے حضرت مولاناؒ حک و اصلاح کے بعد شائع فرما دیتے۔ غالباً ۲۶ ستمبر ۱۹۶۹ء کے "الاعتصام" میں سب سے پہلے راقم کے شذرات شائع ہوئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ چند مہینوں کے بعد راقم نے پھر پابندی کے ساتھ اداریہ و شذرات نویسی کا کام شروع کر دیا۔ ابتداء میں "حافظ محمد یوسف" یا اس کا مخفف۔ ح، م، ی۔ راقم کے اداریوں یا شذرات پر لکھا ہوتا تھا۔ پھر جب ایک امتیازی قلمی نام رکھ لیا تو اس وقت سے "حافظ صلاح الدین یوسف" لکھا جانے لگا۔

ایک سال گزر گیا۔ تقریباً چھ مہینے کے بعد مولانا محمد سلیمان انصاری صاحب بھی مرکزی جمعیت اہلحدیث کے دفتر سے ملازمت چھوڑ کر "الاعتصام" سے وابستہ ہو گئے اور حساب کتاب اور طباعت و کاغذ وغیرہ کا سارا انتظام انہوں نے سنبھال لیا، المکتبۃ السلفیہ کے سامنے ہی ایک بلڈنگ مولانا نے کرائے پر لی ہوئی تھی جہاں پہلے ہی شعبۂ حفظ مدرسہ مصباح القرآن حضرت مولانا نے قائم کیا ہوا تھا، اسی بلڈنگ کے ایک کمرے میں "الاعتصام" کا دفتر بھی قائم ہو گیا۔

مولانا محمد سلیمان انصاری صاحب کے آنے کے بعد حافظ احمد شاکر صاحب تو پھر دوبارہ اپنے اشاعتی کام۔ المکتبۃ السلفیہ۔ میں مصروف ہو گئے، اور ہم اصحابِ ثلاثہ ہی "الاعتصام" کے تمام کاموں کے ذمہ دار بن گئے۔ حضرت الاستاذ مولانا مرحوم، انصاری صاحبؒ اور راقم الحروف۔ مولانا انصاری صاحب بحیثیت ناظم اور منیجر دفتر کے تمام کاموں کے انچارج تھے جو وہ تا دمِ آخریں نبھاتے رہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابتداء میں راقم صرف اداریہ اور شذرات نویسی ہی کرتا رہا۔ مضامین و مقالات پر نظرِ ثانی اور ان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح وترمیم کا کام حضرت مولاناؒ خود کرتے تھے۔ پھر بتدریج راقم نے مستقل وقت دینا شروع کیا۔ تو اصلاح و ترمیم کا کام بھی حسب ہدایت شروع کر دیا۔ ابتداءً اصلاح و ترمیم کا کام اگرچہ حضرت مولاناؒ کی حسب منشاء کم علمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے نہ ہو پاتا تھا۔ جس پر وہ بعض دفعہ برہمی کا اظہار بھی فرماتے، جس کا سبب ان کا وہ علمی معیار تھا جس کی اعلیٰ صلاحیتوں سے اللہ تعالےٰ نے انہیں نوازا تھا جس سے میں بہرحال محروم تھا تاہم وہ سمجھتے تھے کہ شاید اصلاح و ترمیم میں مَیں نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ اور دفع الوقتی سے کام لیا ہے۔ تاہم راقم کے یہ عرض کرنے پر کہ میرے علم و تجربے اور آپ کے علم و تجربے میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو میں اُس طرح اصلاح و ترمیم کس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ اپنے وسیع علم و تجربے کی روشنی میں کر سکتے ہیں؟ تو پھر ان کی برہمی کچھ کم ہوتی۔ اس طرح بعض دفعہ خود راقم کو بھی مولاناؒ کے اس کڑے معیارِ اصلاح پر تکدّر ہوتا، تاہم اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مضامین کی اصلاح کا ڈھنگ اور سلیقہ آگیا اور ایڈیٹنگ کی ایسی تربیت حاصل ہوئی کہ آج وہ تربیت بہت کم ایڈیٹروں کو حاصل ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

بات اصلاح و ترمیم کی نوکِ قلم پر آہی گئی ہے تو اس سلسلے میں بھی حضرت مولانا کی انفرادیت نمایاں کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا جب کسی کے مضمون یا مقالے پر نظرثانی فرماتے تو صرف زبان ہی کی اصلاح نہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی تنقیح و تہذیب اس طرح فرماتے کہ بعض دفعہ مقالے کی ساری صورت ہی تبدیل ہو جاتی۔ علاوہ ازیں اپنی وسیع معلومات اور مطالعہ کی بنیاد پر اس میں جن جن چیزوں کی کمی محسوس فرماتے ان کا اضافہ فرما دیتے۔ اگر کوئی قابلِ نقد بات ہوتی تو اس پر حاشیے میں تنقیدی نوٹ دیتے۔ یوں ان کا بہت سارا قیمتی وقت اس کام پر صرف ہو جاتا لیکن حضرت مولانا اپنے ذوقِ بلند اور معیارِ برتر کے ہاتھوں مجبور ہوتے، انہیں اپنے قیمتی اوقات کا اتنا احساس نہیں ہوتا۔ جتنا کسی کے مقالے کی نوک پلک درست کرنے کا جذبہ ان کے اندر کارفرما ہوتا۔

راقم کے لکھے ہوئے اداریوں، مضامین اور مقالات پر پوری توجہ سے نظرثانی فرماتے اور ان پر بڑی محنت صرف فرماتے حالانکہ راقم اکثر و بیشتر ان کی ہدایات کی روشنی میں ہی اداریے اور مضامین لکھتا تھا، پھر بھی جہاں وہ محسوس کرتے کہ اعتدال سے انحراف ہو گیا ہے یا کچھ الفاظ اور جملے غیر محتاط ہیں یا لہجے میں سختی و تندی آگئی ہے یا استدلال میں کچھ جھول یا غیر سلفیت ہے یا سیاسی قسم کے اداریوں میں قانونی گرفت کا اندیشہ ہے تو اصلاح اور نظرثانی میں ان تمام امور کا وہ خیال رکھتے اور اصلاح فرماتے کہ اس میں جس جس انداز کی بھی کمی یا خامی ہے، وہ پوری اور دُور ہو جائے۔ ان کی اصلاح سے بھی ان کی بالغ نظری نمایاں ہوتی تھی کہ بعض دفعہ ایک لفظ یا ایک جملے کی تبدیلی سے مضمون کی اہمیت دوچند ہو جاتی یا قانونی گرفت کا اندیشہ ختم ہو جاتا یا اس کی غیر معقولیت اور سطحیت زائل ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولاناؒ کی صحت جب تک ٹھیک رہی، راقم کی لکھی ہوئی ہر چھوٹی بڑی تحریر کو وہ خود دیکھتے رہے اور اس میں مناسب اور ضروری اصلاح و ترمیم کرتے رہے جس سے راقم کی تحریر کا حُسن بھی بڑھتا رہا اور نظر و استدلال کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزوریوں کا ازالہ بھی ہوتا رہا۔ پڑھنے والے اسے صرف میرے ہی تحریر و انشاء اور فکر و استدلال کا نمونہ سمجھتے لیکن در اصل اس کے پیچھے حضرت مولانا کے علم و فکر، ان کے تجربہ و بالغ نظری اور ان کے نہایت پختہ اور اعلیٰ ذوق کی کارفرمائی بھی شامل ہوتی تھی۔

ہاں ایک بات اور یاد آئی کہ حضرت مولانا مرحوم بھی راقم سے بڑا حُسنِ ظن رکھتے تھے اور جو کچھ لکھتے، اس پر بہ اصرار راقم سے نظرِ ثانی کرواتے۔ راقم تأمّل اور گریز کرتا تو حکماً اصلاح کی تاکید فرماتے۔ پھر ان کی اس ذرہ نوازی کے پیشِ نظر راقم ان کے بعض الفاظ یا جملوں کو تبدیل کرتا یا تبدیلی کا مشورہ دیتا تو اکثر اسے بخوشی قبول فرما لیتے اور فرماتے کہ اسی لئے تو میں نظرِ ثانی کے لئے اصرار کرتا ہُوں۔ بہر حال یہ ان کی شفقت، ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ ان کی تواضع اور فروتنی ہی کا ایک پہلو تھا کہ وہ اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مضمون پر جو تحریر و انشاء کا اعلیٰ نمونہ اور فکر و استدلال کا شاہکار ہوتا، بہ اصرار راقم کو نظرِ ثانی پر مجبور کرتے۔

اسے راقم اپنی نہایت خوش بختی سمجھتا ہے کہ اسے حضرت مولانا جیسے بالغ نظر، اونچے درجے کے انشاء پرداز، نہایت وسیع المطالعہ سلفی بزرگ اور گہری سیاسی بصیرت اور شعور سے بہرہ ور شخصیّت کے دامنِ تربیت سے وابستہ اور ان سے فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا، جس سے فکر و نظر کو سلفیت ملی، آوارہ خوانی کی بجائے ایک صحیح سمتِ مطالعہ ملی۔ بگٹٹ دوڑنے والے قلم کو عناں گیری اور تول تول کر اور سوچ سوچ کر لکھنے کا سلیقہ اور تحقیق و تدقیق کا ذوق ملا اور تحقیقِ حدیث اور فتویٰ نویسی سے بھی کچھ لگاؤ ہوا۔

ذوقِ تحقیق کی بلندی

مولانا کا ذوقِ تحقیق، ذوقِ تحریر و انشاء کی طرح نہایت بلند تھا، ایک ایک مسئلے اور ایک ایک نکتے کی چھان بین، اور تحقیق کے لئے تمام دستیاب کتابیں اور مقامات دیکھتے، فتویٰ لکھتے وقت بھی تمام مظان دیکھتے اور اس کے بعد لکھتے، لکھتے گو عام طور پر مختصر لیکن بڑی چھان پھٹک کے بعد۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی چھوٹی سے چھوٹی تحریر بھی علم و تحقیق اور ادب و انشاء کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس اَمر کے ثبوت کے لئے آپ نے جو حواشی بعض کتابوں پر تحریر فرمائے ہیں، ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ابو زہرہ مصری کی کتابیں "حیاۃ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ" "حیات امام احمد بن حنبلؒ" "حیات امام ابوحنیفہؒ" کی تعلیقات۔ یہ تعلیقات اگرچہ مختصر ہیں لیکن اہل علم و تحقیق جانتے ہیں کہ وہ کتنے وسیع مطالعے کا نچوڑ ہیں، کتنی بالغ نظری کے غمّاز اور سلفی عقائد و افکار کی توضیح و تشریح میں بے مثال ہیں اور ان میں کس طرح دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان تعلیقات کی وجہ سے یہ اُردُو کتابیں اصل عربی کتابوں سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہوگئی ہیں کیونکہ اصل عربی کتابوں میں تو مسلکِ سلف کے بارے میں زہریلے اثرات موجود ہیں لیکن اُردُو ترجموں میں مولانا مرحوم نے اپنے حواشی میں ان کا تریاق مہیا کر کے دنیائے علم و تحقیق پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے ورنہ ابو زہرہ کا نام ہی اتنا اونچا تھا کہ اہل علم میں یہ زہریلے اثرات پھیل جاتے اور وہ اس سے سخت متأثر ہوتے یُوں مسلکِ سلف کی غلط ترجمانی یا غلط انتساب ایک حقیقت بن جاتا اور اسلاف کی کئی علمی شخصیات کا دامن داغدار ہو جاتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مرحوم کی اس علمی و تحقیقی کاوش نے کم از کم پاک و ہند کے اہلِ علم کو اسلاف اور مسلک سلف کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں اور فکری لغزشوں سے بچا لیا۔ جزاه الله عنّا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔

ان تعلیقات و حواشی کا ایک اور کمال ان کا اختصار اور جامعیت بھی ہے، کم از کم الفاظ میں مطالب و معانی کا سمندر بند ہے اور یہ حضرت مولانا کے اسلوبِ تحریر کا ایک نمایاں وصف تھا۔ حضرت مولاناؒ کے اسلوبِ انشاء پر مولانا ابوالکلامؒ آزاد کے اسلوب کی بڑی چھاپ ہے جو اپنے اختصار و جامعیت، علم و نظر کی پختگی و بلندی اور الفاظ و تراکیب کے شکوہ و جمال کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ ابوالکلامی انشاء و تحریر کا بہت سے لوگوں نے تتبع کیا ہے لیکن وہ شکوہ اور بانکپن، جو مولانا آزادؒ کی تحریر کا اصل جوہر ہے اور جس کے وہ موجد بھی تھے اور خاتم بھی، بہت کم لوگوں کی تحریروں میں پیدا ہو سکا، حضرت مولاناؒ بھی ان چند باکمال ہستیوں میں سے ایک تھے جنہوں نے ابوالکلامی انشاء و اسلوب کو اپنایا اور اس میں ایک گونہ کامیاب بھی رہے۔

راقم کو اعتراف ہے کہ راقم کے اسلوبِ تحریر پر مولانا مرحوم کے اس کمال کا پرتو نہیں پڑ سکا، اس کی ایک وجہ تو علم و نظر کی اُس پختگی و بلندی سے محرومی ہے جس سے مولانا آزاد اور ان کے حلقۂ ارادت کے اہلِ علم بہرہ ور تھے۔ وہ سانچہ ہی شاید اب ٹوٹ گیا ہے جس میں یہ باکمال اہلِ علم ڈھلے تھے۔ وہ سوتے ہی خشک ہو گئے ہیں جن سے یہ حضرات سیراب ہوئے تھے اور وہ سمندر ہی پایاب ہو گئے ہیں جن کی غواصی نے ان شناوروں کو گوہر ہائے آبدار اور لولوُ ہائے لالہ سے مالا مال کیا تھا۔ دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ راقم نے حضرت مولاناؒ کے دامنِ تربیت میں آنے سے قبل ہی انشاء و تحریر کی کچھ نہ کچھ صلاحیت حاصل کر لی تھی جس پر راقم کے ہم عصر اہلِ قلم کا رنگ غالب تھا، جس کی مختصر تفصیل اس سے قبل گذر چکی ہے۔

فتوٰی نویسی اور تحقیق حدیث کے ذوق کی آبیاری

یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ راقم کے اندر فتوے نویسی اور تحقیق حدیث کے ذوق کی آبیاری حضرت الاستاذ مولاناؒ کی خاص توجہ اور تربیت کی مرہون ہے۔ حضرت مولانا مرحوم، جیسا کہ اہلِ علم جانتے ہیں، نہایت بالغ نظر عالم اور دقیقہ رس فقیہ تھے، اس لئے مسائل کی تحقیق اور شرعی مشکلات کے حل کے لئے بھی آپ کی شخصیت مرجع عوام و خواص تھی۔ تاہم یہ چیزیں ضبطِ تحریر میں کم ہی آسکی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر آپ زبانی ہی جواب مرحمت فرما دیتے اور لکھنے کی ضرورت صرف اسی وقت پیش آتی جب کسی اور شہر سے بذریعہ خط کسی کا استفسار آتا، ایسی صورت میں آپ اپنی گوناگوں اور عظیم مصروفیات میں سے وقت نکال کر مختصر جواب لکھ دیتے یا لکھوا دیتے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ استفسار آتا تو راقم کی رہنمائی فرما کر لکھنے کی تاکید کرتے۔ راقم ان کی رہنمائی اور ہدایت کے مطابق جواب لکھ دیتا۔ ابتداء میں ایک ایک مسئلے کے لئے حسبِ ارشاد، ڈھیر ساری کتابوں کی مراجعت گراں گذرتی لیکن حضرت مولانا مرحوم کے حکم کی بناء پر یہ محنت کرنی پڑتی، اس کے باوجود اگر حضرت مولانا جواب میں کچھ تشنگی محسوس فرماتے تو مزید کتابوں کی نشاندہی فرما کر دیگر مظانّ بھی دیکھنے کی تاکید فرماتے اور یوں مزید ورق گردانی اور تلاش و جستجو کرنی پڑتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہستہ آہستہ یہ گرانی ذوق میں تبدیل ہوگئی اور اب خود ہی طبیعت اُس وقت تک مطمئن نہیں ہوتی جب تک دستیاب کتابیں اور مظان نہ دیکھ لئے جائیں۔ یہی وہ ذوقِ تحقیق تھا جس سے حضرت مولانا مرحوم بہرہ ور تھے اور دوسروں میں بھی پیدا کرنے کا جذبہ رکھتے اور اس کے لیے کوشاں رہتے تھے۔

اسی طرح تحقیقِ حدیث کا ذوق بھی، جس میں حضرت الاستاذؒ اپنے ہمعصروں میں نہایت ممتاز تھے۔ راقم کے اندر پیدا کرنے میں ان کا بڑا دخل ہے جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ "تنقیح الرُّواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ" جس کے دو حصے نصف صدی قبل مطبع مجتبائی دہلی سے چھپے تھے، جو مشکوٰۃ کے نصف اول تک تھے، بقیہ دو حصے، جو مشکوٰۃ کے نصف ثانی تک تھے، طبع نہیں ہوئے تھے۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ شاید ضائع ہوگئے ہیں لیکن حضرت مولاناؒ ان کی تلاش و جستجو میں تھے۔ بالآخر کراچی میں مطبع مجتبائی دہلی کے وُرثاء سے اُن دونوں حصّوں کا قلمی مسوّدہ مل گیا جو ان کے پاس پڑا ہوا خراب ہو رہا تھا بلکہ آخر میں سے بہت سا حصّہ کرم خوردہ ہوگیا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے وہ مسودہ بغرضِ اشاعت ان سے خرید لیا۔ سالہا سال تک آپ کے پاس رہا اور اسے ایڈٹ کرنے کا وقت نہیں نکال سکے۔

دارالدعوۃ السلفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا نے اس طرف بھی خصوصی توجّہ فرمائی اور اسے شائع کرنے کا مصمم عزم کرلیا، اس پر تھوڑا بہت کام وہ پہلے بھی کرتے رہتے تھے تاہم جس یکسوئی اور انہماک کا یہ متقاضی تھا، وہ یکسوئی اس کے لئے اب تک میسّر نہیں آئی تھی۔ پختہ عزم کرلینے کے بعد حضرت مولانا نے راقم سے عرض کیا کہ "الاعتصام" کے ساتھ اس کو ایڈٹ کرنے میں بھی میرے ساتھ تعاون کرو۔ راقم کو چونکہ ابھی تک اس نوعیت کا خالص علمی و تحقیقی کام کرنے کا تجربہ نہیں تھا اور "الاعتصام" میں صحافتی انداز کے مضامین اور تجزیے ہی لکھنے کا زیادہ تجربہ تھا یا کبھی کبھار کوئی فتوے حضرت کی رہنمائی کے مطابق لکھ دیا کرتا تھا، اس لئے مولانا کی پیش کش پر سخت تأمّل ہوا۔ لیکن مولانا نے حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ نہیں تمہارے اندر صلاحیت موجود ہے، تھوڑی توجّہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ ہم دونوں مل کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ چنانچہ راقم اس کے لئے اضافی وقت دینے پر آمادہ ہوگیا اور تنقیح الرّواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ جلد سوم کے مسودہ کی تصحیح و تحقیق اور استدراکات میں مولانا کی معاونت کرتا رہا۔

تیسرے حصے کی تحقیق و تنقیح مع الاستدراکات کا کام تو مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اُس وقت کرلیا تھا۔ جب وہ صحت مند تھے، تاہم ابھی یہ حصہ کتابت کے آخری مراحل میں ہی تھا کہ مولانا مرحوم پر فالج کا ایسا شدید حملہ ہوا کہ پھر وہ کام کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ چوتھے حصے میں ان کی رفاقت اور رہنمائی بڑی ضروری تھی کیونکہ یہ حصہ نہ صرف تقریباً سارا کرم خوردہ تھا بلکہ آخر سے کچھ حصہ تو بالکل ہی کھایا ہوا تھا۔ کرم خوردہ حصّوں کو اصل مراجع سے صحیح کرنا اور آخری حصّے کو از سرِ نو دوبارہ لکھنا بڑا دقیق اور نہایت محنت طلب کام تھا۔ بہرحال راقم اس کام میں جُتا رہا اور "الاعتصام" کی ذمّہ داریوں سے فراغت کے بعد جتنا وقت ملتا، وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرم خوردہ حصوں کو پڑھنے میں صرف کرتا رہا۔ مولانا کی بیماری کی وجہ سے ان کی رفاقت و رہنمائی سے محرومی اور اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا احساس اگرچہ ہر وقت دامن گیر رہتا، تاہم کام جاری رکھا۔ اسی اثناء میں فاضل رفیق قاری نعیم الحق نعیم صاحب کی علمی رفاقت حاصل ہو گئی اور چوتھے حصے کی تکمیل و تصحیح میں ان کی رفاقت اور معاونت نے اس ہفت خواں کو سر کرنے میں بڑا سہارا دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تنقیح الرواۃ کی تصحیح و تحقیق سے یہ بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ احادیث کی تخریج اور ان کی تحقیق کا خاص ذوق پیدا ہو گیا جس سے راقم کو اس سے قبل زیادہ لگاؤ نہ تھا۔ پہلے یہ کام جتنا مشکل اور گراں معلوم ہوتا تھا۔ اب الحمد للہ اس میں اتنی ہی لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔

تنقیح الرواۃ کی تصحیح و تحقیق کے لیے حضرت مولانا کی نگاہِ انتخاب اگر راقم پر نہ پڑتی تو ظاہر بات ہے کہ راقم اس محدثانہ ذوق سے محروم ہی رہتا۔ اس لحاظ سے یہ بھی مولانا کا ایک احسانِ عظیم ہے جو اس ذریعے سے راقم پر ہوا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جامع کمالات و حیثیّات شخصیت

اب تک حضرت مولانا کی بابت جو لکھا گیا ہے، وہ دوطرفہ تعلّقات اور مُربّی اور مُربّٰی کی حیثیّت سے لکھا گیا ہے جس سے بلاشُبہ حضرت کی سیرت و کردار اور شخصیّت و خدمات کے کئی گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ تاہم ابھی چند گوشے اور بھی ایسے ہیں جن میں وہ اپنے اقران و اماثل میں نہایت ممتاز تھے، لیکن ان کا تذکرہ اس مضمون میں نہیں ہو سکا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بارے کچھ ذکر ان کا بھی ہو جائے تاکہ حضرت مولانا کے دیگر کمالات و امتیازات بھی نمایاں ہو جائیں۔

ذوقِ مطالعہ اور اُس کی وُسعت

ایک امتیازی خُوبی حضرت کی یہ تھی کہ مطالعے کے بڑے عادی تھے، بلکہ یہ ان کی غذا اور رُوح تھی، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، مطالعہ کے بغیر حضرت مرحوم بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، کتاب یا رسالہ ضرور اپنے ساتھ برائے مطالعہ رکھتے بلکہ ہر سفر میں ایک تھیلہ ضرور آپ کے ساتھ ہوتا تھا جس میں سفری ضروریات کی بجائے صرف وہ کتابیں یا رسالے ہوتے جو تازہ تازہ آپ کے پاس آئے ہوتے تھے اور جب بھی اور جہاں بھی فارغ وقت ملتا، کتاب یا رسالہ کا مطالعہ شروع کر دیتے۔

آپ صرف علمی کتابوں کے مطالعے کا ہی ذوق نہ رکھتے تھے بلکہ پاک و ہند کے جتنے بھی اہم علمی اور جماعتی رسائل و جرائد ہیں، پابندی کے ساتھ ان سب کا نہ صرف مطالعہ فرماتے بلکہ ان کی باقاعدہ فائلیں سنبھال کر اور ان کی جلدیں بنوا کر رکھتے۔ بالخصوص ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ اور ماہنامہ "برھان" دہلی اور ان جیسے بعض اور علمی رسالے تو ان کی رُوح کی خصوصی غذا اور سُرمۂ چشمِ بصیرت کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان رسائل کی بیشتر فائلیں ان کے پاس محفوظ تھیں۔ جو اب ان کی قائم کردہ سلفیہ لائبریری کا بیش قیمت ذخیرہ ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے رسالہ "اشاعۃ السُّنّۃ" کی بھی بیشتر فائلیں آپ کے پاس موجود تھیں، اس رسالے کی امتیازی خصُوصیت یہ تھی کہ از اوّل تا آخر تمام مضامین مولانا بٹالویؒ کے گہربار قلم اور رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا بٹالویؒ کو رسُوخ فی العلم اور وسعتِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ فرقِ باطلہ کی تردید کا بے پناہ جذبہ اور انشاء و تحریر کا عمدہ سلیقہ بھی عطا فرمایا تھا۔ جس موضوع پر لکھتے، سیر حاصل لکھتے۔ ردِّ تقلید، ردِّ نیچریّت، ردِّ مرزائیت اور ردِّ عیسائیت یہ آپ کے خاص موضوعات تھے، ان میں سے ایک ایک موضوع پر بلا مبالغہ آپ نے ہزاروں صفحات لکھے ہیں اور احقاقِ حق اور ابطالِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطل کا فریضہ بڑی تندہی اور نہایت جرأت و ہمت سے ادا کیا ہے۔ ضمناً کئی مقالے اہلحدیث کے مسلک اور جماعت کی اصلاح پر بھی لکھے ہیں۔ ان سب مقالات کو موضوع وار جمع کیا جائے تو یقیناً بیسیوں کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ کاش کوئی اہلِ علم یا کوئی ادارہ اس طرف توجہ مبذول فرمائے۔

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے طور پر ان رسالوں سے ایک ایک موضوع کے مقالے الگ الگ کر کے جلدیں بنوائی ہوئی تھیں، یہ فائلیں انہیں اتنی عزیز تھیں کہ ساری کتابیں لائبریری کو عنایت فرما دیں لیکن "اشاعۃ السنۃ" کی تمام جلدیں آخری وقت تک اپنے ہی پاس رکھیں۔ فرماتے تھے کہ جیتے جی میں "اشاعۃ السنۃ" کو اپنے سے جدا نہیں کروں گا، میرے مرنے کے بعد یہ لائبریری میں لے جا کر رکھ دینا۔ چنانچہ یہ فائلیں ان کی وفات کے بعد ہی لائبریری کی زینت بنی ہیں جب کہ سارا کتب خانہ انہوں نے خود ہی لائبریری میں منتقل کر دیا تھا۔

جماعت کا ایک رسالہ "ضیاء السنۃ" تھا جو کلکتہ سے نکلتا تھا، یہ رسالہ مولانا عبدالغفار حسن حفظہ اللہ کے جدّ محترم کے حقیقی بھائی (اور ڈاکٹر محمد عثمان آنکھ اسپیشلسٹ ریٹائرڈ آرمی۔ لاہور کے والد) مولانا ضیاء الرحمٰن اور ان کے بھائی نکالا کرتے تھے، اس کی بھی دو تین فائلیں حضرت مولانا مرحوم کے پاس محفوظ تھیں لیکن وہ گم ہو گئیں جس کا مولانا کو بڑا قلق تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ اور نواب صدیق حسن خاں کی شخصیات سے والہانہ لگاؤ اور ان کی تصنیفات سے گہرا شغف تھا، ان کی تمام دستیاب کتابیں نہ صرف ان کی نظر سے گزریں بلکہ یہ سب ان کے پاس موجود تھیں جن سے ہر وقت خود بھی استفادہ فرماتے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان سے استفادہ کرنے کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ ان کی جمع کردہ اور پھر وقف کردہ لائبریری میں ان تینوں بزرگوں کی تقریباً تمام مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ یہ ذخیرۂ علمی اتنی بڑی تعداد میں شاید ہی کسی اور کتب خانے میں جمع ہو۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

بالاستیعاب کتاب کے مطالعے کی عادت

ایک اور خوبی، جو حضرت مولاناؒ میں نمایاں پائی جاتی تھی، بالاستیعاب مطالعے کی عادت تھی۔ حضرت کوشش فرماتے تھے کہ ہر وہ کتاب، جو اُن کے خاص ذوق کی ہو، از اوّل تا آخر اس کا مطالعہ کیا جائے۔ دورانِ مطالعہ خاص خاص عبارتوں اور اہم اہم نکات کو، جن کا تعلق مولانا کے خاص موضوعات میں سے کسی ایک سے ہوتا، نشان زد کرتے جاتے یا کتاب کے آغاز میں نوٹ کرتے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مطالعے سے گزری ہوئی اکثر کتابوں کے شروع میں نہایت مفید اور اہم نوٹس ہیں یا عبارتیں نشان زدہ ہیں جن سے ان کے تنوّعِ ذوق کا بھی علم ہوتا ہے اور ان کی دقتِ نظر اور وسعتِ معلومات کا اندازہ بھی۔ یہ اندازِ مطالعہ ظاہر بات ہے کہ نہایت محنت طلب اور بالغ نظری کا متقاضی ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ دیگر اہلِ علم کے ہاتھ میں جب وہ کتاب آتی ہے جو حضرت مولانا کے مطالعہ سے گزر چکی ہے تو ابتداء میں ہی بغیر پڑھے اس کے نوادرات اور اہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلومات سے آگاہی حاصل ہوجاتی ہے۔

اہلِ علم کی رہنمائی اور غلط افکار و نظریات کی تردید کا اہتمام

کتب وعلمی رسائل کے مطالعے سے ان کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ اہلِ علم وتحقیق کی صحیح صحیح رہنمائی اور غلط نظریات وافکار کی تردید کا اہتمام بھی کریں۔ ان کی ذات چونکہ اہلِ علم کا مرجع تھی۔ پورے ملک سے اہلِ علم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے علمی رہنمائی کے طالب ہوتے۔ حضرت مولانا مرحوم اپنے قیمتی اوقات کا خیال کئے بغیر نہایت فرحت وانبساط اور خندہ پیشانی سے ان کی رہنمائی فرماتے اور اپنی وسعتِ معلومات سے انہیں محظوظ اور شادکام فرماتے، کتابوں اور رسالوں سے، متعلقہ مقامات کی نشاندہی فرماتے یا کتابوں کے نام نوٹ کروا دیتے۔ اس لحاظ سے ان کی ذات یقیناً ایک چلتی پھرتی لائبریری تھی۔ اور ان کا دماغ ایک کمپیوٹر تھا، جس میں علومِ اسلامیہ کی لائبریری محفوظ تھی اور جس سے لوگ بلا تفریقِ مسلک ومشرب یکساں فیض اٹھاتے اور اس چشمہ صافی سے سیراب ہوتے۔

علاوہ ازیں کوئی کتاب یا رسالے میں کوئی مضمون ایسا چھپتا، جس میں مسلکِ سلف سے انحراف یا اسلام کے مُسلّمات کا انکار یا شرک وبدعت کا جواز مُہیّا کیا گیا ہوتا تو حضرت مرحوم بے چین ہوجاتے اور ایسے اہلِ علم وتحقیق کی توجّہ اس طرف مبذول کراتے جو اس موضوع پر لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے۔ بعض دفعہ خود بھی اس پر دادِ تحقیق دیتے اور اسلام و مسلّماتِ اسلام کا دفاع فرماتے۔ ان کی اس کوشش اور توجّہ سے بہت سے لوگوں کو یہ توفیق میسّر آئی کہ انہوں نے فتنۂ انکارِ حدیث یا شرک وبدعت کی تردید اور دیگر کئی اہم مسائل وقضایا پر کتابیں یا وقیع مضامین لکھے اور وقت کی ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کیا۔ خود حضرت مرحوم کا قلم بھی، جب تک وہ ماہنامہ "رحیق" نکالتے رہے، منکرینِ حدیث ومتجددین اور دیگر اہلِ باطل کے مغالطات کی پردہ دری کے لئے وقف اور ان کی سرکوبی کے لئے سرگرم رہا۔

بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ناظم اعلیٰ اور پھر امیر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم گوجرانوالہ، جن کو اللہ تعالےٰ نے تدریسی وتنظیمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ انشاء وتحریر کی بھی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کو بھی تدریسی وتنظیمی کاموں کے علاوہ تصنیف وتالیف کی طرف حضرت مولانا مرحوم ہی مُتوجّہ فرماتے رہے اور ان کے ایماء وہدایت ہی سے مولانا سلفیؒ وہ علمی مقالات اور بعض کتابیں ضبطِ تحریر میں لائے جو علم وتحقیق کے لحاظ سے بھی نہایت بلند پایہ ہیں اور انشاء وتحریر کے اعتبار سے بھی اُردو کے ادبِ عالیہ میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔ اسی طرح دیگر بہت سے بلند پایہ اہلِ علم واہلِ قلم ہیں جو حضرت مولانا کی توجّہ خاص سے ہی قلم وقرطاس کی دنیا میں داخل ہوئے اور اس میں نام پایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رُدُود و مناقشات پر تحریر کردہ کتب پر گہری نظر

حضرت مولانا مرحوم کے مطالعے کا ایک خاص میدان وہ کتابیں بھی تھیں جو حنفی اہلحدیث رُدُود و مناقشات سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کتابوں کا آغاز اُس وقت ہوا جب شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسینؒ دہلوی کی عدیم النظیر تدریسی خدمات کے نتیجے میں اہلِ علم واہلِ قلم کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جنہوں نے میاں صاحب کی تحریک عمل بالحدیث کو ہندوستان میں خوب فروغ دیا۔ خود حضرت میاں صاحبؒ نے بھی ردِّ تقلید اور عمل بالحدیث کی اہمیت پر ایک نہایت بلند پایہ کتاب "معیار حق" تحریر فرمائی۔ جس نے ایوانِ تقلید میں زلزلہ سا برپا کردیا اور متعدد حضرات نے اس کتاب کے جواب میں کتابیں لکھّیں۔ بعض علمائے اہلحدیث نے جواب الجواب میں بھی کتابیں لکھّیں۔ اسی طرح حضرت میاں صاحبؒ کے ایک فاضل تلمیذ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے بھی اہلِ تقلید سے متعدّد سوالات بصورتِ تحریر واشتہار کئے اور اس طرح عمل بالحدیث کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے جواب میں بھی علمائے احناف کو خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور یوں یہ سلسلہ جب سے آج تک کم وبیش کے کچھ فرق کے ساتھ قائم چلا آرہا ہے۔

تحریک عمل بالحدیث کے فروغ اور غلغلے سے مُتّحدہ ہند (موجودہ پاک وبھارت) میں جو مسائل بطورِ خاص بحث ونظر کا موضوع بنے، ان میں رفع الیدین، آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، الجمعۃ فی القریٰ (دیہاتوں میں جمعہ) غیر عربی زبان میں خطبۂ جمعہ تسویۃ الصفوف، اصحیتِ بخاری، مسئلہ طلاقِ ثلاثہ در مجلسِ واحد، ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا، تقلید وغیرہ کے مسائل تھے۔ ان پر طرفین کی طرف سے خوب خوب کتابیں لکھی گئیں، مباحثے اور مناظرے ہوئے، حتیٰ کہ عدالتی کارروائیاں تک بھی ہوئیں۔ حضرت مولانا مرحُوم نہ صرف اس سارے لٹریچر پر گہری نظر رکھتے تھے بلکہ اس کی پُوری تاریخ اور اس کا تمام پس منظر ان کے دماغ میں محفوظ تھا۔ کونسی کتاب کب لکھی گئی، اس کے جواب میں فلاں فلاں کتاب اور جواب الجواب میں فلاں فلاں کتابیں لکّھی گئیں۔ ایک ایک کتاب نہ صرف ان کو یاد تھی بلکہ بیشتر کتابیں ان کے پاس محفوظ تھیں یا اُن کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ مناظرات ومناقشات کا یہ ذخیرہ بھی الحمد للہ اب سلفیہ لائبریری میں کافی تعداد میں موجود ہے۔

علمی وتحقیقی اور مسلکی کتابیں شائع کرنے کا بے پایاں جذبہ

ایک بہت نمایاں اور ممتاز خدمت حضرت مولانا مرحوم کی یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے نہ صرف یہ کہ اُس علمی جمود کو توڑا، جو ایک عرصے سے پاک وہند میں چلا آرہا تھا (اس کی ضروری تفصیل دار الدعوۃ السلفیۃ کے اغراض ومقاصد میں ملاحظہ فرمائیں) بلکہ نشر واشاعت کا بھی ایک عام جذبہ پیدا کردیا۔ خالص علمی وتحقیقی اور مسلکی کتابوں کی اشاعت قطعاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر نفع آور کام ہے۔ بالخصوص آج سے ۳۵۔۴۰ سال قبل جب کہ دولت کی یہ ریل پیل نہیں تھی، جو اَب ہے جس کی وجہ سے عوام کی قوتِ خرید بہت ہی کم تھی۔ خالص علمی کتابوں کی اشاعت سراسر گھاٹے کا سودا تھا۔ لیکن حضرت مولانا مرحوم نے سود و زیاں سے قطع نظر ایسی کتابوں کا آغاز کیا جو خالصتہً علم، دین اور مسلک کی خدمت کے لحاظ سے اہمیت کی حامل تھیں۔ حضرت ایسی کتابیں شائع کرکے بڑا قلبی اطمینان و فرحت محسوس کرتے۔ دراں حالیکہ وہ دنیوی وسائل سے محروم تھے اور ایسی کتابوں کی اشاعت کے لئے انہیں اکثر زیرِ بار ہونا پڑتا۔

حضرت مولاناؒ چونکہ دار المصنفین کے معیار کو بہت پسند فرماتے اور اس کی علمی خدمات کے معترف تھے۔ اس لئے انہوں نے کتابوں کی اشاعت میں دار المصنفین اعظم گڈھ۔ بھارت ای طرح ایک بلند پایہ معیار بھی قائم فرمایا۔ پاکستان میں علمی و دینی کتابوں کی معیاری اشاعت میں یقیناً المکتبۃ السلفیۃ کو اوّلیت حاصل ہے جو صرف اور صرف مولانا مرحوم کے اعلیٰ علمی معیار اور عمدہ ذوق کا مظہر ہے۔

مآثرِ سلف کا احیاء

پاکستان میں کتابت وطباعت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اکابرِ سلف کے علمی مآثر بھی زیادہ سے زیادہ شائع کرنے میں آپ نے بے مثال سعیٔ بلیغ کی جس کے نتیجے میں بہت سی نادر و نایاب کتابیں نہ صرف دوبارہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ بلکہ انہیں جدید ذوق کے مطابق بنا کر شائع کیا گیا جس سے ان کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ مثلاً

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (عربی) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی یہ بڑی معروف اور نہایت اہم کتاب ہے۔ اسے پاکستان میں عربی ٹائپ میں تحقیق وتعلیقات کے ساتھ سب سے پہلے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا تھا۔

اس ایڈیشن کا تصحیح وتعلیقات کے علاوہ دوسرا امتیاز یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مختصر سوانح الجزء اللطیف فارسی زبان میں تحریر فرمائے تھے، حضرت مولاناؒ نے اسے عربی میں پہلی دفعہ منتقل کرکے "الفوز الکبیر" کے آخر میں شامل فرما دیا۔ اور اس میں بھی حسبِ ضرورت اپنی سلفی تعلیقات کا اضافہ فرمایا۔ علاوہ ازیں اس خود نوشت میں جو بعض اہم چیزیں رہ گئی تھیں۔ ان کا اضافہ **التعلیق المنیف علی الجزء اللطیف** کے نام سے بطورِ ضمیمہ فرما دیا۔

ان خوبیوں کی وجہ سے یہ ایڈیشن نہایت ممتاز اور بہت مفید ہوگیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ایک مرتبہ ہی چھپ کر نایاب ہوگیا، جب کہ اس بات کی ضرورت تھی اور ہے کہ اسے دوبارہ چھاپا جائے اور اہلِ علم کے لئے ہر وقت دستیاب رہے۔

تفسیر "احسن التفاسیر" مؤلفہ ڈپٹی سید احمد حسن دہلویؒ۔

یہ تفسیر دہلی میں مرحوم مؤلف کے زمانے میں ایک مرتبہ چھپی تھی اور اب بالکل نایاب تھی۔ حضرت مولاناؒ نے ایک تو اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج کا نہایت محنت طلب کام کروایا۔ دوسرے جدید ذوق کے مطابق اس کی ترتیب بدلی۔ اور نئی کتابت کرا کے نہایت اہتمام کے ساتھ اسے شائع فرمایا جس سے اُردو زبان میں ایک سلفی تفسیر کا جو خلا تھا وہ بھی پُر ہو گیا۔ اور اس کا دائرۂ استفادہ بھی بہت وسیع ہو گیا۔

تنقیح الرُّواۃ فی تخریج احادیث (عربی) کے آخری دو حصّے بھی، جن کے متعلق عام گمان تھا کہ وہ ضائع ہو گئے، حضرت مرحوم نے ایک تو ان کا سُراغ لگایا، پھر ناداری کے باوجود انہیں خرید لیا۔ اور ان کی تصحیح و تکمیل اور استدراکات میں جو سعی و کاوش کی، یہ انہی کا حصّہ تھا۔

اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ (عربی و فارسی) شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتاب ہے۔ یہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" کا دوسرا حصّہ ہے۔ الانتباہ یعنی پہلا حصّہ تقسیم ملک سے قبل دہلی سے شائع ہو چکا تھا لیکن دوسرا حصّہ جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ابھی تک غیر مطبوعہ چلا آ رہا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے ایک تو اس کے قلمی نسخوں کا سُراغ لگایا۔ جو خوش قسمتی سے انہیں دو اصحاب علم سے الگ الگ مل گئے۔ پہلا نسخہ تو خاصہ ناقص تھا تاہم دُوسرا کامل تھا لیکن اس کے درمیان میں سے بھی کچھ حصّہ ناقص تھا۔ حضرت مولاناؒ نے اس نسخے کو نواب صدیق حسن خانؒ کی کتابوں سے مکمل کیا جنہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے اقتباسات دیئے تھے۔ نسخے کی تصحیح و تکمیل کے ساتھ حضرت مولاناؒ نے دوسرا وقیع کام یہ کیا ہے کہ عربی اور فارسی میں مفصّل تحریر فرمائے ہیں جن میں اسنادِ حدیث اور متعلقاتِ حدیث کے مباحث پر مفید اور نہایت اہم اضافوں کے علاوہ متحدہ ہند کے اُن اکابر علمائے حدیث کے تراجم بھی دے دیئے ہیں جنہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے سلسلۂ تدریسِ حدیث اور اشاعتِ حدیث کو ہندوستان میں خُوب فروغ دیا اور فقہی جمود کی بندھنیں ڈھیلی کیں۔

اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان: یہ بڑے سائز پر ۸۰۵ صفحات کی ضخیم کتاب ہے۔ اس کی اشاعت کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ مراد آباد (بھارت) کے ایک بریلوی عالم نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی معروف کتاب "تقویۃ الایمان" کے جواب میں ایک کتاب بنام "الحبیب البیان" لکھی تھی۔ اس کے جواب میں مراد آباد ہی کے ایک اہلحدیث عالم مولانا حافظ عزیز الدین مراد آبادیؒ نے ایک مفصّل کتاب "اکمل البیان" نام سے لکھی۔ اس کے کچھ اجزاء ہفت روزہ "اہلحدیث" امرتسر میں مولانا ثناء اللہؒ امرتسری مرحوم کے زیر اہتمام شائع ہوئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یہی "اطیب البیان" پاکستان میں بھی شائع کر کے مذہبی منافرت اور اشتعال انگیزی کا ارتکاب کیا گیا تو قدرتی طور پر حضرت مولانا مرحوم کا ذہن اس کے اُس جواب کی طرف گیا جس کے کچھ اجزاء "اہلحدیث" میں چھپتے رہے تھے۔ لیکن اس کا سلسلہ نامکمل رہا تھا۔

حضرت مولانا کی خواہش تو تھی کہ کاش اس کا مکمل مسودہ دستیاب ہو جائے تو اُسے شائع کر دیا جائے لیکن مراد آباد کسی سے شناسائی اور رابطہ نہیں تھا۔ اتفاق سے ۱۹۵۵ء میں حضرت مولانا کو دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں "ترجمان" دہلی کے دفتر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک مراد آباد کے ایک صاحب دفتر تشریف لے آئے۔ حضرت نے ان صاحب سے "اکمل البیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسودہ کی بابت پُوچھا تو اُنہوں نے بتلایا کہ اس کا مکمّل مسودہ مولانا عزیز الدین مرحوم (مصنّف اکمل البیان) کے لڑکے جناب جمیل الدین احمد کے پاس موجود ہے۔ حضرت مولانا نے اُن سے فرمایا کہ مسودہ مل جائے تو ہم اس کی اشاعت کی کوشش کریں گے۔ حضرت مولانا تو پاکستان واپس تشریف لے آئے لیکن چند ماہ بعد ہی مراد آباد سے کتاب کا مکمّل مسودہ بھی آگیا۔

اتنی ضخیم کتاب پر نظرِ ثانی اور پھر اس کی اشاعت کے لئے مالی وسائل کی فراہمی دونوں ہی باتیں بڑی مشکل تھیں، بہرحال حضرت مرحوم نے کمرِ ہمّت باندھ لی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم سے اس کی بابت عرض کیا تو حضرت مولانا سلفی نے مالی وسائل کی فراہمی میں تعاون کا وعدہ فرمالیا۔ حضرت مولاناؒ نے پُورے دو سال شب و روز مسودہ کی تصحیح و نظرِ ثانی اور ذیلی عنوانات پہ صرف فرمائے۔ اور ایک نہایت پُر مغز اور وقیع پیش لفظ بھی تحریر فرمایا، حضرت مولانا سلفیؒ نے حضرت کی خواہش پر ایک بیش قیمت مقدمہ بھی لکھا جو کتاب میں شامل ہے۔

یُوں حضرت مولانا مرحوم کی مخلصانہ جہد و کاوش اور مولانا سلفی مرحوم کے خصُوصی تعاون سے یہ نہایت اہم علمی کتاب بھی نہ صرف یہ کہ دستبردِ زمانہ کی نذر ہونے سے محفوظ ہوگئی بلکہ حضرت کی نظرِ ثانی، تنقیح و تہذیب اور تبویب و تعلیقات سے اس کی اہمیّت و افادیت بھی دو چند ہوگئی۔ جزاهم الله احسن الجزاء۔

اِسی طرح عمل بالحدیث کی اہمیّت پر ایک عربی مجموعہ شائع کیا۔ جس میں تین مختصر مگر جامع کتابیں ہیں۔ الاتباع (للقاضی صدرالدین علی بن علی بن محمد بن ابی العز الحنفی متوفی ۷۹۲ھ) تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ السّلام الایقاف علی سبب الاختلاف (کلاھما للشیخ محمد حیات السندی المدنی متوفی ۱۱۶۳ھ)

یہ تینوں رسالے ردِّ تقلیدِ جامد اور عمل بالحدیث کے موضوع پر بڑے مفید ہیں۔ الایقاف کا تو اس سے پہلے وہ اُردُو ترجمہ مع عربی متن شائع کیا تھا جو پہلے مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے "اشاعۃ السنّۃ" میں شائع کیا تھا۔ یہ قلمی نسخے تھے، ان کے کوئی اور نسخے بھی دستیاب نہ تھے، اس لئے حضرت کو ان کی تصحیح و تعلیق میں بھی خاصی محنت کرنی پڑی ہے۔

"تائیدِ آسمانی در ردِّ "نشانِ آسمانی" ۱۸۹۲ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے "نشان آسمانی" نامی ایک کتاب لکھی تھی جس میں ایک نامعلوم شخصیّت "شاہ نعمت اللہ ولی" کی طرف منسوب فارسی نظم ہے، جس میں متعدّد پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ مرزا نے ان اشعار میں کی گئی پیش گوئیوں کا مصداق اپنے کو ٹھہرایا تھا اور ان سے اپنے مہدی و مسیح ہونے پر استدلال کیا تھا مولوی جعفر تھانیسریؒ جو جماعت مجاہدین سے وابستہ اور سیّد احمد شہیدؒ و شاہ اسماعیل شہیدؒ کے فیض یافتگان اور مُریدانِ باصفا کے صحبت یافتہ تھے۔ اُنہوں نے "تائیدِ آسمانی" میں مرزا کے تار و پود کا سارا استدلال بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن بہت مفید ہے اور اس میں مرزا کے ایک معاصر نے مرزا کے دجل و فریب اور اس کی شخصیت کے جو اجزائے ترکیبی بیان کئے ہیں، وہ بہت دلچسپ اور پڑھنے سے تعلّق رکھتے ہیں۔

غالبًا اس کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مولاناؒ نے اس کو دوبارہ چھپوانا ضروری اور مناسب خیال فرمایا، ورنہ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹا سا رسالہ کس کی نظرِ التفات کا مستحق ہو سکتا تھا؟

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ "تحفۃ الموحدین" توحید اور ردِّ شرک میں "بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر" کا مصداق، نصف صدی قبل اس کا اُردو ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث کے سوانح نگار — حافظ رحیم بخش — کے قلم سے افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا تھا اور اب نایاب تھا۔ حضرت مولاناؒ نے یہ ترجمہ بھی اصل فارسی متن کے ساتھ شائع فرمایا۔

مولانا محمد فاخر زائر الٰہ آبادی (شاہ ولی اللہؒ کے ہمعصر) کا ایک رسالہ "رسالہ نجاتیہ" (فارسی) ہے جسے حضرت نواب صدیق حسن نے (مع تعلیقات) چھاپ کر تقسیم کیا تھا۔ یہ رسالہ اسلامی عقائد میں بڑا مختصر اور جامع ہے۔ حضرت مولاناؒ نے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ سے اس کا اُردو ترجمہ کرایا اور فارسی متن کے ساتھ یہ ترجمہ بھی شائع فرمایا۔ اس کا نام "عقائد سلفیہ اُردو ترجمہ رسالہ نجاتیہ" تجویز فرمایا۔

مولانا محمد فاخر زائرؒ ہی کا ایک اور رسالہ ہے۔ "نورالسنۃ" نماز کے موضوع پر فارسی نظم میں ہے۔ اسی طرح اس کے آخر میں ایک منظوم رسالہ فارسی میں ہے جس کا نام ہے قرۃ العینین در اثبات سُنّیت رفع الیدین۔ یہ دونوں کتابیں ۱۲۹۶ھ میں لاہور سے ایک ساتھ طبع ہوئی تھیں اور نایاب تھیں، حضرت مولاناؒ نے اسے بھی نئے سرے سے کتابت کروا کے چھاپا تاکہ سلف کی یہ علمی یادگار دست بردِ زمانہ سے محفوظ ہو جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فارسی وصیّت نامہ بڑا مشہور اور نہایت اہم ہے۔ جماعت کے ایک صاحب علم بزرگ حافظ گوہر دین صاحب مانا ٹبہّ نے اس کا ترجمہ پنجابی نظم میں کیا ہے۔ حضرت مولاناؒ نے فارسی متن سمیت یہ پنجابی منظوم ترجمہ بھی بنام "راہِ نجات" چھاپا۔ مولانا ولایت علی صادق پوری کا فارسی رسالہ عمل بالحدیث بھی مع اُردو ترجمہ چھاپا۔ یہ رسالہ بھی ترجمہ سمیت بہت عرصہ قبل مجموعہ رسائل تسعہ میں چھپا تھا اور اب نایاب تھا۔ اس کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر حضرت نے اسے بھی اپنے اہتمام میں دوبارہ شائع فرمایا۔

ان مذکورہ کتابوں میں بعض کتابیں اپنے المکتبۃ السلفیۃ اور بعض کتابیں جمعیت اہلحدیث کے زیرِ اہتمام شائع فرمائیں۔ جمعیت اہلحدیث لاہور شہر کے آپ امیر تھے اس لئے اس کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی کتابیں بھی دراصل آپ ہی کے حسنِ توجہ اور جذبۂ اشاعت کی مرہون ہیں۔ المتواری تراجم ابواب البخاری (عربی) بھی ان کتابوں میں سے ہے۔ جو حضرت کی خصوصی مساعی اور توجہ سے شائع ہوئی۔ پہلے یہ قلمی نسخہ قیمتاً خریدا۔ پھر اس کی تصحیح کروائی اور بالآخر کویت سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

آثارِ سلف کے احیاء کا یہ جذبہ حضرت کے اندر اتنا قوی تھا کہ بیماری کے آخری ایام میں جب کہ آپ فالج کی وجہ سے چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ سلف کی نادر و نایاب کتابوں کی اشاعت کا جذبہ اسی طرح قائم و توانا رہا جس طرح حالتِ صحت میں تھا۔ چنانچہ بیماری کے ان ایام میں بھی بسترِ مرض پر لیٹے لیٹے ہی بعض کتابیں آپ نے شائع فرمائیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی کے وہ فارسی مکتوبات، جو نصف صدی قبل مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئے تھے اور آج کل بالکل نایاب تھے۔ حضرت مرحوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دوبارہ نظر ثانی کر کے شائع کئے۔ ان مکتوبات کی اس لحاظ سے ان کے نزدیک بڑی اہمیت تھی کہ ان میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی عظمت و اہمیت کو بطور خاص اجاگر کیا گیا ہے۔ انہی ایام میں نواب صدیق حسن خان کا رسالہ "فصل الخطاب فی فضل الکتاب" شائع فرمایا، جو آج کل نواب صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح نایاب تھا۔ یہ رسالہ قرآن مجید کے فضائل اور اس سے متعلقہ خواص و فوائد میں جامع ہے۔ جولائی ۱۹۸۴ء میں یہ رسالہ طبع ہوا۔ اور بھی بعض کتابیں بیماری کے ایام میں چھاپیں۔

قدیم کتابوں کی تسہیل اور صحاح ستہ کے از سرِ نو اردو تراجم کی ضرورت کا احساس

حضرت مولاناؒ کے اسی جذبے کی مظہر یہ خواہش بھی تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ حضرت نواب صدیق حسن خانؒ کی ایسی کتابیں جو اردو میں ہیں اور عوامی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی اردو چونکہ بہت قدیم ہے اور اب وہ اسلوب متروک ہے۔ اس لئے ان کو اردو کے جدید قالب میں ڈھال کر شائع کیا جائے تاکہ زبان کی کہنگی یا نامانوسیت ختم ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے خود بھی نواب صاحب کی دو کتابوں — تعلیم الصیام اور تعلیم الزکوٰۃ — کی تسہیل و تہذیب کر کے شائع کیں۔ ان کی خود نوشت سوانح — ابقاء المنن بالقاء المحن — کی تسہیل فاضل رفیق قاری نعیم الحق نعیمؔ صاحب سے کروا کر شائع کی۔ اسی طرح تمیمۃ الصبی فی ترجمۃ الاربعین من احادیث النبیؐ کی تسہیل راقم نے آپ کی ہدایت کے مطابق کی، جو پہلے "الاعتصام" میں بالاقساط شائع ہوئی۔ اور بعد میں اُسے الگ بھی شائع کر دیا گیا۔

نواب صاحب کی کتاب "توفیق الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاریؒ" کی زبان کی بھی تسہیل کر کے آپ شائع کرنا چاہتے تھے۔ ابتدائی چند صفحات کی تسہیل آپ نے کی بھی تھی، پھر راقم آپ کے حکم کے مطابق یہ کام کرتا رہا اور اس کی قسطیں "الاعتصام" میں چھپتی رہیں، تاہم یہ کام تقریباً ایک چوتھائی پر جا کر رک گیا۔ اور یوں تکمیل پذیر نہیں ہو سکا۔ راقم کی خواہش ہے کہ اُسے ضرور مکمل کر کے شائع کیا جائے۔ واللہ ھو الموفق والمعین۔

اسی طرح ان کی شدید خواہش رہی کہ صحاح ستہ کے وہ تراجم جو مولانا وحید الزمان حیدر آبادی نے کئے تھے، اور اب وہی تراجم متداول ہیں، ان کی بھی اصلاح کی جائے تاکہ ایک تو وہ جدید اسلوب اور ذوق کے مطابق ہو جائیں اور دوسرے، ان کے وہ شذوذ و تفردات بھی ختم ہو جائیں جن کا اظہار انہوں نے اپنے حواشی میں کیا ہے اور جو مسلک اہلحدیث کے خلاف ہیں۔ کاش جماعت کے اہل علم و اہلِ قلم اس طرف توجہ مبذول فرما سکیں۔

اہلحدیث اکادمی کی مطبوعات میں آپ کی مساعی

اشاعتی و دعوتی اور خالص علمی نوعیت کے یہ کام آپ نے زیادہ تر اس دور میں کئے جب مالی وسائل نہایت محدود تھے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالخصوص ذاتی طور پر آپ کی حیثیت بہت ہی کمزور تھی۔ لیکن وسائل کے فقدان کے باوجود آپ نے محض اخلاص اور جذبۂ تبلیغ و دعوت کی بنیاد پر یہ کام کئے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یاوری کی اور اس میں برکت عطا فرمائی۔

وسائل کی کمی کی وجہ سے ہی آپ کی ایک اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغی و دعوتی نقطۂ نظر سے اشاعت کی ترغیب دی جائے اور انہیں اس کام پر سرمایہ لگانے پر آمادہ کیا جائے۔ چنانچہ کشمیری بازار کے مشہور تاجر کتب شیخ محمد اشرف صاحب مرحوم، جو مرکزی جمعیت اہلحدیث کے شعبہ طبع و تالیف کے ناظم، مسجد اہلحدیث چینیانوالی کے سیکرٹری اور انگریزی میں اسلامی کتب کے بہت بڑے ناشر تھے، حضرت مولاناؒ کے مشورے سے ہی اُنہوں نے اہلحدیث اکادمی قائم کی۔ اہلحدیث اکادمی کے اغراض و مقاصد پر مبنی جو کتابچہ اکادمی کی طرف سے چھاپا گیا۔ اس کا اصل مسودہ بھی حضرت مولانا ہی کا تحریر کردہ ہے۔ (جو ان کے کاغذات میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ابھی تک محفوظ ہے) جسے معمولی ردّو بدل کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس اکادمی کے ذریعے شیخ صاحب مرحوم نے حضرت مولاناؒ کے مشورے سے کئی اہم کتابیں شائع کیں۔ مثلاً

الارشاد الیٰ سبیل الرشاد فی امر التقلید والاجتہاد (مؤلفہ حکیم ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوری)

مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث کے مبحث پر ایک مفصّل و مدلّل اور بے نظیر کتاب ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۱۹ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اس ایڈیشن میں پوری کتاب ذیلی عنوانات کے بغیر تھی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مسجد مبارک اہلحدیث ریلوے روڈ لاہور کے امام صاحب مولانا محمد حسن صاحب کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا جس میں کہیں کہیں ذیلی عنوانات قائم کئے گئے تھے: تاہم وہ بالکل ناکافی اور بہت ہی قلیل تھے۔ حضرت مولاناؒ نے شیخ محمد اشرف مرحوم کو اس کتاب کی اشاعت کے مشورے کے ساتھ اس کے ذیلی عنوانات قائم کرنے کی طرف بھی توجّہ دلائی۔ جس کے لئے قرعۂ فال راقم کے نام نکلا۔ راقم ان دنوں دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں طالب علم تھا۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ کے حسبِ ارشاد راقم نے پوری کتاب کے ذیلی عنوانات قائم کئے اور اہلحدیث اکادمی کی طرف سے ذیلی عنوانات کے ساتھ حضرت مولاناؒ کے گرانقدر پیش لفظ کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی۔ اس کے بعد الحمدللہ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ذیلی عنوانات سے کتاب جدید ذوق کے مطابق بھی ہوگئی اور اس کی افادیت بھی دوچند۔ یقیناً اس کا اجر بھی شیخ صاحب موصوف کے ساتھ ساتھ، جنہوں نے یہ کتاب شائع کی، حضرت مولاناؒ کو بھی ضرور ملے گا۔

حسن البیان فیما فی سیرت النعمان ۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا شبلی نعمانیؒ نے سیرت النعمان کے نام سے امام ابوحنیفہؒ کی ایک سوانح لکھی تھی، جس میں ایک تو امام صاحب کی شان میں اس طرح غلو کا اظہار کیا کہ جس سے ائمہ حدیث کی تنقیص و تحقیر ہوتی تھی۔ دوسرے حدیث، اصولِ حدیث اور سیرتِ محدّثین کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کیں۔ تیسرے علم حدیث اور ائمہ حدیث پر کئی اعتراضات کئے، چوتھے حدیث و فقہ کو ہم پلّہ قرار دیا۔ پانچویں، امام صاحب کے شوقِ نصرت میں کئی مسائل حدیثیہ و کلامیہ پر ردّو قدح کی۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے اس کے جواب میں "حسن البیان" تحریر فرمائی اور تمام مغالطات کا پردہ چاک کر کے مولانا شبلی نعمانیؒ کے استدلال کی کمزوری اور فکر و نظر کی کجیوں کی نشاندہی کی اور حدیث و ائمہ حدیث کے دفاع کا حق خوب خوب ادا کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب تقسیم ملک سے بہت پہلے دو مرتبہ چھپی تھی۔ حضرت مولاناؒ کے مشورے سے یہ کتاب بھی المحدیث اکادمی کی طرف سے تیسری مرتبہ شائع ہوئی۔ حضرت مولاناؒ نے کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔ ذیلی عنوانات قائم کیے جو پہلے دونوں ایڈیشنوں میں نہیں تھے۔ پیش لفظ تحریر فرمایا جس میں کتاب کی اہمیت و افادیت اور ضرورت کو واضح کیا۔ مؤلف مرحوم کے حالات بھی تحریر کئے۔ اور سب سے بڑھ کر موضوع کتاب کے مطابق مسئلہ درایت و نقد راوی پر ایک نہایت فاضلانہ مقدمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم گوجرانوالہ سے لکھوایا، جس میں انہوں نے مسئلہ مذکور کا تاریخی و تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ ان تمام چیزوں سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے

مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی نے ایک کتاب "الکلام المحکم" لکھی تھی جس میں صحیح بخاری کے ایک سو پچھتر (۱۷۵) ثقہ راویوں پر نقد و جرح کی تھی۔ مولانا محمد ابوالقاسم بنارسی نے اس کے جواب میں "الامر المبرم لابطال" الکلام المحکم" لکھی۔ یہ کتاب بھی نایاب تھی جو المحدیث اکادمی نے حضرت مولانا رحمہ اللہ کے مشورے سے شائع کی۔

فتاویٰ نذیریہ، جو دو جلدوں میں ۱۳۳۳ھ میں دہلی سے شائع ہوا تھا، نہایت اہمیت و افادیت کے باوجود اب نایاب تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کے مشورے سے شیخ محمد اشرف مرحوم نے المحدیث اکادمی کی طرف سے اسے بھی شائع کیا۔ بلکہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے مشورے کے مطابق حاشیے میں عربی اور فارسی عبارتوں کے اردو تراجم بھی دیے گئے جو پہلے ایڈیشن میں نہیں تھے اس طرح یہ ایڈیشن ۳ حصوں میں شائع ہوا۔

الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین : مولانا محمد ابوالحسنؒ :۔ کتاب کا موضوع عنوان سے واضح ہے۔ یہ ضخیم کتاب دو حصوں میں ہے۔ ۷۰۔۸۰ سال قبل دو تین مرتبہ لاہور سے چھپی تھی۔ اور اب عرصہ دراز سے نایاب تھی۔ یہ ضخیم کتاب بھی حضرت مولاناؒ کے مشورے سے المحدیث اکادمی سے شائع ہوئی۔ لیکن اس کتاب پر بھی جس طرح نظر ثانی اور مراجعت حوالہ کی ضرورت تھی، اس کا اہتمام نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے کتاب اس طرح شایانِ شان طریقے سے شائع نہیں ہوئی جس طرح مذکورہ کتب شائع ہوئیں۔ تاہم کتاب کی اشاعت سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ایک نہایت اہم کتاب کم از کم اصلی حالت میں چھپ کر گوشۂ خمول سے نکل کر منظر عام پر آگئی۔

چمنِ اسلام کا سیٹ : یہ کتاب ۶ حصوں میں مرکزی جمعیت المحدیث ہند نے چھوٹے بچے اور بچیوں کے لئے شائع کی تھی۔ حضرت مولاناؒ کے مشورے سے المحدیث اکادمی نے یہ حصے بھی شائع کر دیے تھے۔ تاکہ پاکستان میں بچوں کے لئے یہ مفید نصاب عام ہو جائے۔ چنانچہ الحمد للہ ان حصوں کو قبولِ عام حاصل ہوا اور بچوں، بچیوں کے لئے سمجھدار المحدیث اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں اور بچوں کو پڑھاتے ہیں۔

اشرف الحواشی (محشی و مترجم قرآن مجید) سلفی حواشی اور ترجمہ والے قرآن مجید کی ضرورت بھی محتاج وضاحت نہیں۔ اس کام کا آغاز بھی شیخ صاحب موصوف نے مولاناؒ کے مشورے کے مطابق اس طرح کیا کہ مولانا عاصم الحداد مرحوم، جو مولانا مودودی مرحوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ بوجوہ وہ سیکرٹری شپ سے علیحدہ ہو گئے۔ حداد صاحب مرحوم اگرچہ مولانا مسعود عالم ندویؒ کے خصوصی تربیت یافتہ تھے لیکن مسلکاً خطیطہ اہلحدیث تھے۔ مولانا مودودی صاحب سے علیحدگی کے بعد فکرِ معاش میں پیچاں و غلطاں تھے کہ مولاناؒ نے شیخ صاحب کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ماہانہ اُجرت پر حداد صاحب سے قرآن مجید کے حواشی لکھوالیں جو ایک عرصے سے ان کے طباعتی پروگرام میں شامل اور ان کے پیشِ نظر تھا۔ شیخ صاحب مرحوم راضی ہو گئے اور حداد صاحب نے بھی ایک شرط کے ساتھ اس پر آمادگی کا اظہار فرما دیا اور وہ ایک شرط یہ بھی کہ اس پر نظرِ ثانی کا کام خود حضرت مولاناؒ فرمائیں۔ حضرتؒ نے بھی اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس شرط کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ مولانا عاصم الحداد صاحب نے حواشی تحریر فرمائے۔ اسی دوران انہیں رابطہ عالم اسلامی (مکۃ المکرمہ) میں معقول ملازمت مل گئی اور وہ مستقل طور پر سعودی عرب چلے گئے۔ یہ صحیح پتہ نہیں کہ حواشی کا کام انہوں نے مکمّل کر لیا تھا' یا ادھورا رہ گیا تھا، ادھورا رہ گیا تھا تو کہاں تک انہوں نے کیا تھا؟ (احمد شاکر صاحب کی معلومات کے مطابق مولانا عاصم صاحب نے حواشی کا کام مکمّل کر لیا تھا اور اب صرف نظرِ ثانی کا کام باقی رہ گیا تھا)

بہرحال حضرت مولاناؒ بھی حسب وعدہ نظرِ ثانی کا کام مسلسل کئی مہینے کرتے رہے۔ اس کام کے لئے ان کا معمول تھا کہ شیخ صاحب کی بلڈنگ — حدیث منزل — جس میں ان دنوں مرکزی جمعیت اہلحدیث کا دفتر بھی تھا اور "الاعتصام" بھی وہیں سے بحیثیت ترجمانِ مرکزی جمعیت اہلحدیث شائع ہوتا تھا وہاں تشریف لے جاتے اور صبح ۸، ۹ بجے سے ظہر تک حواشی پر نظرِ ثانی کا کام کرتے۔ غالباً ۱۳، ۱۴ پاروں تک نظرِ ثانی کا کام ہو گیا تھا کہ شیخ صاحب موصوف نے بوجوہ (جس کی تفصیل باخبر حضرات جانتے ہیں) یہ کام بند کروا دیا۔ تاہم چند سالوں کے بعد "اشرف الحواشی" کے نام سے شیخ صاحب نے ایک محشّی قرآن مجید شائع کیا جس پر مولانا عاصم الحداد کا نام تھا نہ حضرت مولاناؒ کی نظرِ ثانی کا ذکر۔ بلکہ مرتّب کی حیثیت سے صرف شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ الفلاح حفظہ اللہ کا نام درج تھا۔

راقم نے ایک موقعہ پر خود مولانا محمد عبدہٗ صاحب سے اس کی بابت پوچھا تھا کہ ان حواشی پر جو آپ کا نام ہے تو یہ حواشی مکمّل طور پر آپ ہی کے تحریر کردہ ہیں یا مولانا عاصم الحداد کے حواشی پر نظرِ ثانی اور اس کی تکمیل آپ نے کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حواشی مکمّل طور پر میرے ہی تحریر کردہ ہیں، عاصم الحداد کے تحریر کردہ حواشی کہاں ہیں؟ اور کس حالت میں ہیں، مجھے ان کا علم نہیں، نہ وہ میرے پیشِ نظر ہی رہے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ ہم جیسے لوگ تو اس کے برعکس یہ سمجھتے رہے ہیں کہ یہ حواشی وہی ہیں جو عاصم الحداد صاحب سے لکھوائے گئے تھے اور جن کی نظرِ ثانی کا کام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ان کی تکمیل کی ہوگی۔ اب متعلقہ تینوں بزرگ (مولانا عطاء اللہ حنیف، شیخ محمد اشرف اور مولانا عاصم الحداد) تو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ جو اس کی بابت وضاحت فرما سکتے تھے، اب یہ صرف آپ ہی کی ذمّہ داری ہے کہ صحیح صحیح صورت حال سے آگاہ فرمائیں۔ راقم نے ان سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس کے لئے "الاعتصام" کے صفحات حاضر ہیں۔ یہ گفتگو اسلام آباد میں نومبر ۱۹۸۹ء میں ہوئی تھی۔ راقم نے تقریباً ۲ سال بعد جنوری ۹۲ء میں پھر ایک مکتوب ان کے نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھ کر انہیں اس طرف توجہ دلائی، یہ مکتوب حسب ذیل ہے۔

"مکرمی و محترمی جناب شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ صاحب! حفظکم اللہ تعالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

گزارش ہے کہ اسلام آباد میں راقم نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اشرف الحواشی کے بارے میں آپ نے جو صورت حال زبانی بتلائی ہے، اُسے قلم بند فرما دیں تاکہ غلط فہمی دُور ہو جائے۔

راقم نے اس سلسلے میں جو کچھ سُنا تھا، اس کی بنیاد پر مولانا عاصم الحداد کی وفات پر جو اداریہ تحریر کیا تھا، اس میں آپ کی بتلائی ہوئی وضاحت کے برعکس اس کام کو حدّاد صاحب کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔

اس اداریے کے متعلقہ حصّے کی فوٹو کاپی پیشِ خدمت ہے۔ اسے ملاحظہ فرما کر اصل صورتِ حال سے مطلع فرمائیں۔

اس وقت آپ کے سوا براہِ راست واقعہ کی نوعیت سے آگاہی رکھنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

والسلام نیاز مند

صلاح الدین یُوسف

افسوس کہ حضرت مولانا محمد عبدہٗ صاحب نے اس مکتوب کا کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ ایک روز مئی ۱۹۹۲ء کے پہلے ہفتے میں فیصل آباد فون پر گفتگو ہوئی تو میں نے انہیں مکتوب کی یاد دہانی کرائی، انہوں نے فرمایا کہ عاصم الحداد مرحوم پر تحریر کردہ پورا اداریہ مجھے بھیجیں، میں نے عرض کیا کہ آپ سے متعلقہ حصہ کی فوٹو کاپی تو بھیج دی تھی، اب اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو ایک صفحہ وہ بھی بھیج دیا جائے گا، اتفاق سے اس کے چند دن بعد ہی لاہور میں ایک میٹنگ میں حضرت مولانا دام ظلّہ سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے اس سلسلے میں کسی قسم کی وضاحت کرنے سے بالکل ہی معذرت فرما دی۔ اور اسے گڑے مردے اکھیڑنے سے تعبیر فرمایا۔ میں نے ہر چند کہا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ تاریخی ریکارڈ کی تصحیح کا مسئلہ ہے۔ لیکن اُنہوں نے دوٹوک الفاظ میں انکار فرما دیا۔

والعلم عند اللہ وھو یتولی السرائر۔

جمعیت اہلحدیث لاہور کی مطبُوعات

جیسا کہ پہلے اشارہ گزر چکا ہے کہ حضرت مولاناؒ جمعیت اہلحدیث لاہور شہر کے امیر اور مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم ناظم تھے۔ آپ نے کئی کتابیں جمعیت اہلحدیث لاہور شہر کی طرف سے بھی شائع فرمائیں جو صرف اور صرف آپ ہی کے مشورے اور حسنِ توجّہ سے شائع ہوئیں۔ چند کتابوں کے نام پہلے گزر چکے ہیں۔ مزید چند نمایاں کتابیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام اور مسیحیت : مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اہلحدیث اور اسلام : مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ۔

۳۔ تقابلِ ثلاثہ : توریت، انجیل، اور قرآن کریم کا تقابل

۴۔ اسلام اور قبروں کے عُرس : مؤلفہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ

۵۔ انوارِ مصابیح بجواب رکعاتِ تراویح، مؤلفہ، مولانا نذیر احمد رحمانی املویؒ (ہند)

۶۔ فرقۂ ناجیہ اور مسائلِ رمضان (مؤلفہ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ)

۷۔ ایک مجلس کی تین طلاق (مجموعۂ مقالاتِ علمیہ) یہ کتاب دراصل احمد آباد (بھارت) میں ایک سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے جس میں دو مقالے اہلحدیث علماء کے ہیں۔ باقی ۵۔۶ مقالے حنفی علماء کے ہیں۔ یہ مجموعہ ہندوستان میں چھپا تھا۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ تھی کہ ان مقالوں میں حنفی علماء نے بھی اس بات کی تائید کی کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی شمار کیا جائے جس طرح کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ وغیرہما اور علمائے اہلحدیث قائل ہیں۔ یہ مجموعہ مقالاتِ علمیہ بھارت سے شائع ہوا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے جمعیت اہلحدیث لاہور کی طرف سے نہ صرف اُسے پاکستان میں شائع فرمایا۔ بلکہ اس میں پیر کرم شاہ ازہری جج شریعت اپیلیٹ بنچ کا وہ رسالہ بھی شامل فرمادیا۔ جو پیر صاحب موصوف نے "دعوتِ فکر و نظر" کے عنوان سے شائع فرمایا تھا۔ اس رسالے میں پیر صاحب نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق رجعی ہونے پر مدلل بحث کی تھی۔ اور احناف کے دلائل کے جوابات بھی دیئے تھے۔ اور آخر میں پاکستانی حنفی علماء سے یہ اپیل کی تھی کہ وہ اپنے نقطۂ نظر پر نظرِ ثانی فرمائیں اور اس بارے میں وہ رائے اختیار کرلیں جو اس رسالے میں پیش کی گئی ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ دلائل کی بنیاد پر فقہ حنفی سے اختلاف کرنے کی وجہ سے علمائے احناف حنفیت سے خارج نہیں ہوں گے بلکہ اس کے بعد بھی بدستور وہ حنفی ہی رہیں گے۔

حضرت مولاناؒ کی ہدایت پر راقم نے پیر کرم شاہ ازہری کے اس رسالے پر نظرِ ثانی کرکے ایک تو احادیث پر اعراب لگائے، دوسرے حوالوں کی مراجعت کی اور تیسرے بعض احادیث اور عربی عبارات کے اُردو ترجمے کئے۔ اور اس کی نئی کتابت کرا کے اس کی تصحیح کی۔ اس کے علاوہ کتاب میں قطعاً کوئی تصرّف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ایسا کرنا علمی دیانت کے منافی ہوتا۔ الحمدللہ علمی دیانت کے تقاضوں کے مطابق یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔

اب اس کتاب کے حقوقِ اشاعت نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور نے لے لئے ہیں اور وہ اسے شائع کر رہے ہیں۔

دیگر اداروں کی مطبُوعات میں حضرتؒ کی رہنمائی اور مساعی

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووالوی حفظہ اللہ بانی الجامعۃ الکمالیہ راجووال ہماری جماعت کے نہایت مخلص علماء میں سے ہیں۔ یہ ہمارے مولانا رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشورے سے بعض مسلکی کتابیں اپنے مدرسے کی طرف سے شائع کیں۔ مثلاً

۱۔ اہلحدیث کے امتیازی مسائل: مؤلفہ، مولانا حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ۔

۲۔ ابراء اهل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواهد من التهمة والبهتان

یہ دوسرا رسالہ مولانا حافظ محمد عبداللہ محدث غازی پوری (متوفیٰ ۱۳۳۷ھ) کا تالیف کردہ ہے۔ جس میں جماعت اہلحدیث اور مسلک اہلحدیث پر اعتراضات کا مدلل جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں ایک تو حضرت مولاناؒ نے محدث غازی پوریؒ کے مختصر سوانح دیئے ہیں۔ اور دوسرے گذارشِ احوالِ واقعی کے عنوان سے کتاب کا مختصر پس منظر بیان کیا ہے۔

۳۔ الانصاف لرفع الاختلاف، ملقب بہ خاتمۂ اختلاف۔

یہ کتاب حضرت مولاناؒ کے استاذ حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ (متوفیٰ ۱۹۶۲ء) کی تالیف ہے۔ اس میں اہلحدیث کے امتیازی مسائل کے بارے میں فقہائے احناف سے تائیدی اقوال نقل کر کے اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ جب احناف کے غیر متعصب علمائے محققین بھی مسلک اہلحدیث کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر علمائے احناف کا اہلحدیث سے اختلاف کئے جانے اور جھگڑا برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے کتاب کا نام بھی اسم بامسمیٰ یعنی "خاتمۂ اختلاف" ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب واقعی بڑی مفید اور نہایت اہم ہے۔ یہ کتاب بہت عرصہ قبل ایک مرتبہ شائع ہوئی تھی۔ اور نایاب تھی۔ ۱۹۷۰ء میں حضرت محدث کھنڈیلویؒ کے نامور فرزند گرامی حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحب رحمانی حفظہ اللہ (کراچی) کی خواہش اور ان کے وسائل پر یہ کتاب حضرت نے نظر ثانی فرما کر نہایت معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ شائع فرمائی۔ آغاز میں کتاب کی اہمیت پر مختصر دیباچہ اور مصنف علامؒ کے مختصر حالات وخدمات بھی تحریر فرمائے۔

۴۔ برزخ اور عذابِ قبر: مؤلفہ، مولانا محمد سورتی مرحوم۔

منکرینِ حدیث نے جہاں اور کئی مسلّماتِ اسلامیہ کا انکار کیا ہے برزخی زندگی اور عذابِ قبر کا بھی انکار کیا ہے۔ چنانچہ مشہور منکرِ حدیث اسلم جیراج پوری استاذ جامعہ ملیہ دہلی نے جنوری ۱۹۳۴ء میں رسالہ جامعہ میں ایک مضمون بعنوان برزخ ازروئے قرآن لکھا تھا جس میں برزخی زندگی اور عذابِ قبر کا انکار کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں جامعہ ملیہ ہی کے ایک اور استاذ مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد سورتی رحمہ اللہ نے ایک مدلل مقالہ سپردِ قلم فرمایا تھا جو جون ۱۹۳۴ء کے "معارف" اعظم گڑھ میں چھپا تھا۔ پاکستان میں بھی جب سرسید واسلم جیراج پوری کے روحانی شاگردوں اور ان کے ظلّ وبروز کا ظہور ہوا۔ تو یہاں بھی انکارِ حدیث کے فتنے نے سر اٹھایا۔ اور وہی مسائل زیرِ بحث لائے گئے۔ جن کی وضاحت علمائے اسلام متعدد مرتبہ کر چکے ہیں۔

چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر ماہنامہ "معارف" سے لے کر یہ مضمون ۱۹۵۵ء میں کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ یہ نہایت مفید علمی کتابچہ اگرچہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی وسن پورہ لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا۔ بحیثیت ناشر کے مکتبۃ السلام کشمیری بازار اور المکتبۃ السلفیۃ دونوں کا نام درج ہے۔ لیکن یہ کتاب بھی دراصل حضرت مولانا مرحوم کی رہنمائی ہی کی وجہ سے چھپی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے دیباچے میں بھی کتاب کا پس منظر اور فاضل مصنف کا مختصر تعارف درج کر دیا گیا ہے۔ دیباچہ نگار کا نام تو آخر میں "عبدالرحمٰن کیلانی" لکھا ہوا ہے۔ لیکن اہلِ علم و باخبر حضرات جانتے ہیں کہ یہ بھی دراصل حضرت مولانا ہی کے گوہر ریزِ قلم اور فکرِ رسا کا نتیجہ ہے۔

برقِ اسلام بجواب رسالہ طلوعِ اسلام:۔ مؤلفہ، مولانا محمد شرف الدین محدث دہلویؒ۔ منکرینِ حدیث کے ترجمان "طلوعِ اسلام" دہلی میں حافظ اسلم جیراج پوری کا ایک مضمون "علمِ حدیث" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلویؒ نے ایک مفصّل فاضلانہ مقالہ لکھا تھا لیکن ابھی تک شائع نہیں ہو سکا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب "طلوعِ اسلام" بھی کراچی سے شائع ہونا شروع ہوا تو جیراج پوری صاحب کا یہ مضمون دوبارہ اس میں شائع کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کے جواب میں محدث دہلویؒ کا مذکورہ مقالہ "الاعتصام" میں شائع کرنا شروع کر دیا گیا۔ لیکن مقالہ چونکہ طویل تھا۔ "الاعتصام" کے صفحات اس کے متحمل نہیں تھے، اس لئے چند قسطوں کے بعد "الاعتصام" میں یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ تاہم اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مقالے کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا احساس و خیال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ مولانا شرف الدین صاحبؒ کے ایک دوسرے شاگرد مولانا علی محمد سعیدی خانیوال نے اس کو شائع فرما دیا۔

اس کے شروع میں بھی حضرت مولاناؒ کا ایک نہایت فاضلانہ مقدمہ ہے۔ جس میں مختصر طور پر فتنۂ انکارِ حدیث کی تاریخ (برصغیر پاک و ہند کی حد تک) کتاب کا پس منظر اور فاضل مصنف کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں۔ بحیثیت ناشر کے اگرچہ مکتبہ سعیدیہ خانیوال کا نام ہی درج ہے اور فی الواقع اس کے ناشر بھی وہی تھے۔ تاہم حضرت مولاناؒ کے مقدمے سے ظاہر ہے کہ حضرت کا ایماء بھی اس میں ضرور شامل رہا ہو گا۔

مولانا علی محمد سعیدی خانیوال کے اندر بھی مسلکی کتابوں کی اشاعت کا جذبہ جنون کی حد تک پایا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وسائل کی کمی کے باوجود اور ایک دُور افتادہ علاقے میں بود و باش رکھنے کے باوصف موصوف مسلکی کتابوں کی اشاعت کا گراں قدر کام کر گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ مثلاً مولانا بشیر الدین قنوجی کی نہایت فاضلانہ کتاب "برہان العجاب" (فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر ایک محققانہ کتاب) وغیرہ۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ "فتاویٰ علمائے اہلحدیث" کی ترتیب و تدوین اور اس کی اشاعت ہے۔ اس کی ۱۳، ۱۴ جلدیں وہ چھاپ چکے تھے۔ چند جلدوں کا مواد انہوں نے جمع کر رکھا تھا۔ جنہیں مناسب ترتیب کے بعد شائع کرنا تھا کہ ان کا وقتِ موعود آ گیا اور وہ اپنی مطبوعہ کتابوں کا زادِ راہ لے کر سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة وجعل سعيه مشكوراً۔

مولانا علی محمد سعیدیؒ کا حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے دو لحاظ سے خصوصی تعلق تھا۔ ایک تو دونوں مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلویؒ کے فیض یافتہ تھے۔ یُوں گویا دونوں آپس میں اُستاذ بھائی تھے، دوسرے، دونوں میں مسلکی کتابوں کی اشاعت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تاہم حضرت مولاناؒ کو اس میں جو شہرت اور تخصّص حاصل تھا۔ وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔ اس لئے مولانا علی محمد سعیدی مرحوم نے بھی جتنا کام کیا، وہ اگرچہ ان کی اپنی ہمّت اور محنت کا نتیجہ تھا۔ لیکن وہ حضرت مولانا کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورے اور راہنمائی کے طالب رہتے تھے۔ اور وہ ہر کتاب کی اشاعت سے پہلے حضرت مولاناؒ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا قطعاً خلافِ واقعہ نہیں ہوگا کہ مولانا سعیدی مرحوم نے جتنا بھی اشاعتی کام کیا ہے۔ اس میں بھی حضرت مولاناؒ کا ایماء اور مشورہ شامل رہا ہے۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء۔

رسُولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز: مؤلفہ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم، گوجرانوالہ۔

یہ کتاب حضرت مولانا سلفیؒ نے اپنی عمر کے آخری دَور میں تحریر کرنی شروع کی تھی اور تکمیل سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے کاغذات میں یہ مسودہ ملا، جو حضرت مولانا کو دکھایا گیا تو یہی مشورہ ہوا کہ کتاب اگرچہ مکمل نہیں ہے تاہم جتنی کچھ بھی ہے۔ وہ مولانا سلفی رحمہ اللہ کی دیگر فاضلانہ تحریرات کی طرح ایک نادر اور گراں قدر ہے۔ اسے شائع کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ نے اس پر نظرثانی فرما کر ممکن حد تک اس کو مرتّب کر دیا۔ اور اس پہ دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔ جس میں ساری صورتِ حال کی وضاحت کر دی۔

یہ کتاب حضرت مولانا سلفیؒ کی قائم کردہ "انجمن اسلامیہ سلفیہ" گوجرانوالہ کی طرف سے شائع ہوئی۔ بعد میں اس کا دوسرا ایڈیشن لاہور سے اسلامی پبلشنگ ہاؤس لاہور کی طرف سے شائع ہوا تو اس میں اس کور ذوقی کا مظاہرہ کیا گیا کہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا تحریر کردہ دیباچہ حذف کر دیا گیا۔ دراں حالیکہ وہ کتاب کی نوعیت و حقیقت کی وضاحت کے لئے بہت ضروری تھا۔ اسی طرح مولانا سلفیؒ کے مجموعہ "حجیّتِ حدیث" سے بھی حضرت مولانا کا قیمتی دیباچہ حذف کر کے علمی دیانت کا خون کیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ الاثریّۃ سانگلہ ہل کی مطبوعات

مولانا عبدالشکور اثری خطیب جامع اہل حدیث سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، جنہوں نے متعدد عربی کتب پاکستان میں شائع کی ہیں۔ ان کو بھی اس راہ پر لگانے اور ان کے اندر اس ذوق کی آبیاری میں مولانا کا بڑا حصّہ ہے۔ چنانچہ مکتبہ اثریہ کے زیر اہتمام جتنی کتابیں شائع ہوئیں، ان میں متعدد مولانا کی معاونت اور مشاورت و رہنمائی ہی سے شائع ہوئی ہیں، مثلاً

مختصر سنن ابی داوٗد للمنذری (عربی)، ثمرات المنجد، خطبات مدراس۔ خطبات قاضی سلیمان منصورپوری اور مکتوبات السراج الوہاج (عربی) نواب صدیق حسن خان، تحقیق الکلام اور دیگر متعدد عربی کتب مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی) "

اسلامک پبلشنگ ہاؤس

المکتبۃ السلفیہ کے بالکل متصل ہی مولانا منیر احمد سلفی صاحب نے بھی ایک اشاعتی ادارہ قائم فرمایا ہوا ہے جو ایک اچھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باصلاحیت نوجوان ہیں۔ مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ کچھ عرصہ جماعت اسلامی میں شامل رہے۔ اس سے خروج کے بعد انہوں نے بھی علمی و دینی کتب کی اشاعت کے لئے مذکورہ ادارہ قائم فرمایا اور متعدد نہایت اہم علمی، تحقیقی اور مسلکی کتابیں شائع فرمائی ہیں۔ ان کا بھی اعتراف ہے کہ نشر و اشاعتِ علم کا یہ جذبہ حضرت مولانا بھوجیانی ہی کی ترغیب اور کوششوں کا ثمرہ ہے۔

حکیم عبدالمجید صاحب مرحوم وزیرآبادی

حکیم صاحب مرحوم، مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ سلفی گوجرانوالہ کے عم زاد اور برادرِ نسبتی تھے۔ اور خود بھی صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے۔ حضرت مولانا سے خصوصی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس کی وجہ بھی ذوق اور جذبے کی یکسانیت تھی۔ حکیم صاحب بھی بڑا اچھا علمی ذوق رکھتے تھے۔ جس کا مظہر مرحوم کا کتب خانہ ہے۔ جو وہ چھوڑ گئے ہیں۔ اسی طرح اشاعتِ علم کا جذبہ بھی ان کے اندر وافر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نسبتاً ایک پسماندہ اور دور افتادہ علاقے (وزیرآباد) میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود پیر بدیع الدین شاہ راشدی حفظہ اللہ کی کتاب "تنقیدِ سدید" بڑے اہتمام سے شائع کی۔ اور اس کا مقدمہ حضرت مولانا مرحوم سے لکھوایا۔ عمر کے آخری دور میں حکیم صاحب کی خواہش تھی کہ نواب صدیق حسن خان کی اردو تفسیر "ترجمان القرآن" کو جدید زبان میں ڈھال کر شائع کیا جائے۔ یہ کام انہوں نے شروع بھی کرا دیا تھا لیکن آغاز میں ہی حکیم صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد یوسف صاحب اور جناب حکیم عتیق الرحمٰن صاحب اس کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔ وفقهم الله ونصرهم الله۔

مکتبہ اسلامیہ سمندری (فیصل آباد)

مولانا محمد داؤد سمندری مرحوم ایک صاحبِ علم اور باذوق بزرگ تھے۔ حضرت مولاناؒ سے عقیدت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے۔ ان کی بعض تصانیف بھی یادگار ہیں۔ مثلاً "تعارف اہل حدیث" "کامیاب طالب علم" "آیئے خوش نویسی سیکھیں" "معلم فارسی" اور "چہل حدیث" وغیرہ۔ علاوہ ازیں حضرت مولاناؒ کی ترغیب و تشویق اور مشورہ سے انہوں نے سمندری (فیصل آباد) سے بعض اہم علمی کتابیں بھی شائع کیں۔ مثلاً

جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد - ۲ جلد

جامع الصغیر

جامع المسانید للخوارزمی ۲ جلد

تقویۃ الایمان - عربی اور اردو الگ الگ دو کتابیں۔

یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ آج سے چند سال قبل جب مولانا وحید الزمانؒ کی تیسیر الباری اردو ترجمہ و شرح صحیح بخاری نایاب تھی۔ تو مولانا محمد داؤد سمندری مرحوم نے ہی اس کی نئے سرے سے کتابت کروائی تھی۔ تاہم وہ بوجوہ اسے شائع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکے۔ اور یہ کتابت "امجد اکیڈمی" اُردو بازار والوں نے خرید کر شائع کی اور اس کے بعد یہی کتابت مولانا بشیر احمد نعمانی صاحب نے امجد اکیڈمی والوں سے خرید لی اور اب وہ اسے مسلسل شائع کر رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ تیسیر الباری کی نشر و اشاعت کے اجر و ثواب میں مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً کے مصداق مولانا محمد داؤد سمندری مرحوم بھی شریک رہیں گے، والعلم عند اللہ۔

مکتبہ ضیاء الحدیث مصطفےٰ آباد، لاہور

راقم نے بھی حضرت الاُستاذ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہونے کے بعد ایک مکتبہ کی داغ بیل ڈالی تھی، جسے مکتبہ ضیاء الحدیث کا نام دیا گیا تھا۔ اس کے زیر اہتمام بھی کئی کتب شائع ہوئیں۔ مثلاً، مولانا وحید الدین خان کی کتاب "علم جدید کا چیلنج"۔ "جلاء الافہام" کا اُردو ترجمہ "الصّلٰوۃ والسّلام" وغیرہ۔ زیادہ کتابیں صرف تبلیغی نقطۂ نظر سے شائع کی گئیں۔ مثلاً پروفیسر حافظ عبداللہ صاحب بہاولپوری کی کتابیں "تعریف اہل سُنّت" اور "مسئلہ سماعِ موتیٰ" مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی کتاب "قرآن نافہمی کے اسباب"۔۔۔ "عید میلاد کی تاریخی و شرعی حیثیت"۔۔۔ قبر پرستی۔۔۔ ایک حقیقت پسندانہ جائزہ" "تاریخ اسلام اور اسلامی خلفاء و ملوک کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ"۔ "ماہِ محرم اور موجودہ مسلمان" وغیرہ۔

اشاعتی خدمات اور اُس کا تنوّع و ہمہ گیری

آپ کی ان مساعی سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ آپ کا ذوق بھی بڑا متنوّع تھا اور جذبہ بھی وسیع و ہمہ گیر۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے جو کتابیں شائع کیں یا آپ کے مشوروں اور رہنمائی سے دوسرے اداروں نے شائع کیں، ان میں عصرِ حاضر کے سرگرم تمام فتنوں اور تحریکوں کی تردید ہے یا ان میں ان باطل تحریکوں سے نمٹنے کے لئے صحیح مواد اور رہنمائی ہے۔ مثلاً

پاکستان میں مسیحیت کے پھیلتے ہوئے اثرات محسوس کئے تو آپ نے "اسلام اور مسیحیت"۔ "تقابُلِ ثلاثہ" اور قاضی سلیمان منصور پوری کا رسالہ "استقامت" وغیرہ کتب شائع فرمائیں۔ بلکہ آپ نے اُس دیباچے میں جو راقم کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کی تاریخی و شرعی حیثیت"۔۔۔ پر تحریر فرمایا تھا، اُس میں مولانا مودودیؒ صاحب پر ایک تنقید یہ بھی کی ہے کہ اُنہوں نے عیسائیت کی تردید کو اپنا موضوع ہی نہیں بنایا۔

فتنۂ انکارِ حدیث کی تردید کے لئے بھی سخت مضطرب رہتے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ نے مولانا ابو سعید محمد شرف الدین محدث دہلویؒ کی کتاب "برقِ اسلام"۔ مولانا محمد سورتیؒ کی کتاب "برزخ اور عذابِ قبر" وغیرہ کتابیں شائع کروائیں۔ بلکہ ایک موقع پر مولانا مودودی مرحوم نے بھی صحیح بخاری کی صحت کو ہدفِ تنقید بنایا تو حضرت مولانا مرحوم نے ہی اس کی تردید میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی مرحوم سے وہ مضمون لکھوایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جسے خود حضرت نے مکتبہ سلفیہ سے "جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث" کے نام سے چھاپا تھا۔ "الاعتصام" کے "حجیت حدیث نمبر" میں ایک نہایت فاضلانہ مقالہ مسند احمد کی اہمیت پر تحریر فرمایا تھا جس میں منکرین حدیث کے پھیلائے ہوئے مغالطوں کا مدلل انداز سے ازالہ فرمایا۔ ماہنامہ "رحیق" کے ادارتی صفحات (خبرعات) میں اس فتنے کا بطور خاص پوسٹ مارٹم کرتے رہے۔ ایک رسالہ "قربانی کی شرعی حیثیت اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ" بھی تحریر فرمایا اور مکتبہ سلفیہ کے زیر اہتمام چھاپا۔ ایک کتاب "حد رجم کی شرعی حیثیت" اور مغالطات وشبہات کا ازالہ" بھی دار الدعوۃ السلفیۃ کے زیر اہتمام چھاپی۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی کتاب "تحقیق عمر عائشہؓ"، "مشکلات الاحادیث" عربی۔ مولانا مسعود احمد بی ایس سی کی کتاب "تفہیم اسلام" بھی سب سے پہلے مولانا کی کوششوں سے لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ اور اس پر حضرت مولاناؒ نے تین صفحہ کا دیباچہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ یہ قصہ تب کا ہے جب مولانا مسعود صاحب اہلحدیث تھے اور حضرت مولاناؒ سے عقیدت رکھتے تھے۔ اب تو وہ اہلحدیث حضرات کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اسی لئے "تفہیم اسلام" کے نئے ایڈیشن سے حضرت مولاناؒ کا دیباچہ بھی حذف کر دیا ہے اور یوں محسن کشی کا ارتکاب کیا ہے۔ فإلی اللہ المشتکی۔

● ردِ مرزائیت میں "محمدیہ پاکٹ بک" مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا مرتب کردہ فتویٰ — مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں — علمائے اسلام کا متفقہ فتویٰ — اور مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ کی کتاب "تائید آسمانی" مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی "تاریخ مرزا"

● ردِ شرک و بدعات میں "اکمل البیان"۔ "زیارتِ قبور"۔ "قرآن خوانی و ایصالِ ثواب"۔ "تحفۃ الموحدین" شاہ ولی اللہ۔ "کتاب التوحید اور مسائل جاہلیت"۔ "قبروں کے عرس"۔ "نصیحۃ المسلمین"۔ "تقویۃ الایمان"۔ ردع الانام عن محدثات عاشر محرم الحرام (بدعات محرم کی تردید میں اپنا تحریر کردہ عربی رسالہ) "البلاغ المبین" عربی اور اردو شاہ ولی اللہ۔ "الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان" از شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ۔ اقتضاء الصراط المستقیم (عربی) — شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا عربی رسالہ رد الاشراک وغیرہ۔

● تقلید اور عمل بالحدیث اور اس سے متعلقہ کئی اہم مباحث پر تو متعدد کتابیں (عربی اور اردو دونوں زبانوں میں) خود بھی چھاپیں اور دوسروں سے بھی چھپوائیں۔ اس سلسلے کی آخری کتاب "صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت" ہے جو مولانا صنیر احمد شاغف بہاری کی تالیف ہے۔ لیکن مولانا کے ایماء و ہدایت پر راقم نے اسے ایڈٹ کیا اور اس میں بہت سے اضافے کئے۔ یہ کتاب اہلحدیث ٹرسٹ کراچی نے شائع کی ہے۔ اور کچھ لاہور اور دہلی (بھارت) سے بھی شائع ہو گئی ہے۔

● علوم قرآن پر سب سے اہم کتاب تفسیر احسن التفاسیر کی اشاعت تو ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کا رسالہ اصولِ تفسیر بھی شائع فرمایا۔ اس کا ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ نے کیا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے اس میں نہایت مفید حواشی کا اضافہ فرمایا۔ نواب صدیق حسن خانؒ کا رسالہ "فصل الخطاب فی فضل الکتاب" (اردو)۔ شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کی "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (عربی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حدیث کی خدمت تو آپ کی زندگی کا مشن تھا۔ اس سلسلے میں **التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی** کی تالیف و اشاعت کے علاوہ **مرعاۃ المفاتیح جلد اوّل**، تنقیح الرواۃ کی تصحیح و تحقیق اور استدراکات کے ساتھ اشاعت، منتقی الاخبار مترجم اُردو مع عربی متن اور تمیمۃ الصبیّ فی ترجمۃ الاربعین من احادیث النبیؐ، (نواب صدیق حسن خانؒ) **جزء القراءۃ**، امام بخاریؒ عربی و اردو مع عربی متن، المحلّی لابن حزم (اُردو ترجمہ) اوّل و دوم۔ مولانا عزیز زبیدی حفظہ اللہ سے صحیح بخاری کا عربی حاشیہ تحریر کروایا جس پر نظر ثانی کا کام ہو رہا ہے۔ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ۔ شاہ ولی اللہ (عربی مخطوطے کی تحقیق) منتکرات للآلی الدرر (عربی)

- سیر و سوانح میں، حیات ولی، تذکرہ علمائے خانپور، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حیات امام احمد بن حنبلؒ۔ حیات امام ابوحنیفہؒ، سوانح امام شوکانی وغیرہ کتب کی اشاعت کے علاوہ بہت سے اکابر مشاہیر کے مختصر سوانح، جو ان کی نایاب کتابوں کی دوبارہ اشاعت کے موقعے پر حضرت مرحوم نے کتاب کے آغاز میں تحریر فرمائے۔ علاوہ ازیں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سے فقہائے سبعہ کے حالات تحریر کروائے۔ نیز تذکرۃ الحفاظ (حافظ ذہبیؒ) کا اُردو ترجمہ بھی حضرت حافظ صاحب سے کروایا۔ طبقات المدلسین (عربی) تحقیق و تعلیق کے ساتھ خود شائع کی۔

- خطبات و مواعظ میں امام ابن القیمؒ کی کتاب **الوابل الصیّب** کا اُردو ترجمہ "ذکر الٰہی" پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں اور اسلامی خطبات (۳ حصے)

- احکام و مسائل میں، نواب صدیق حسن خانؒ کی کئی کتابیں تعلیم الصیام اور تعلیم الزکوٰۃ، مولانا احمد اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب "احکام و مسائل رمضان" حج مسنون از مولانا مختار احمد ندوی (بھارت) بیمہ (انشورنس) کی شرعی حیثیت۔ کتاب الصلوٰۃ، ابن القیمؒ (عربی) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، المصابیح فی رکعات التراویح۔ اُردو، عربی، للسیوطیؒ۔ ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی (عربی) از نواب صدیق حسن خانؒ۔

- عربی ادب میں، حماسہ مترجم مع حواشی و حلّ لغات، سبعہ معلّقہ۔ آخر الذکر کتاب کے قصائد کا اُردو ترجمہ اور حلّ لغات کا کام حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے کیا تھا۔ جس کو حضرت مولاناؒ نے تنقیح و تہذیب کے بعد چھاپا تھا۔ بعد میں اس کا دوسرا ایڈیشن اسلامی پبلشنگ ہاؤس نے شائع کیا۔

- ردِّ رفض و تشیّع میں: منہاج السنّۃ لابن تیمیہؒ (عربی) امام خمینی اور شیعیت (اُردو) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (فارسی) شاہ ولی اللہ۔ افضلیت شیخین، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ، اُردو ترجمہ۔ کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر باقر کی زبانی۔ اُردو ترجمہ مع تعلیقات و حواشی۔ اور راقم کے مضامین کا مجموعہ، "ماہِ محرم اور موجودہ مسلمان" جو دار الدعوۃ السلفیہ کے زیر اہتمام چھپا ہے۔

ناتمام علمی منصوبے

سُنن نسائی کی طرح دیگر صحاح کی کتابوں پر آپ مختصر سلفی حواشی لکھنا یا لکھانا چاہتے تھے، صحیح بخاری پر تو مولانا عزیز زبیدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حاشیہ لکھوا بھی لیا تھا۔ گو بوجوہ وہ ابھی اشاعت پذیر نہیں ہوسکا۔ ابوداؤد پر آپ خود حواشی لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ کام ابتدائی مرحلے سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ بلوغ المرام پر آپ کا نامکمل حاشیہ ادارہ میں محفوظ ہے۔

امام ابن رجب حنبلی کے چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں، آپ چاہتے تھے کہ یہ سب جمع کر کے ایک مجموعے میں شائع کر دیے جائیں، چنانچہ راقم نے کچھ رسائل جمع بھی کیے تھے، جو محفوظ ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرت النبیؐ جلد سوم میں غیر ثابت معجزات نبویؐ کی جو کچھ تفصیل بیان کی ہے، اسے آپ نے ایک پمفلٹ کی صورت میں گوجرانوالہ جماعت کے ذریعے شائع بھی کروایا تھا۔ مولانا بدر عالم میرٹھی نے "ترجمان السنۃ" کی جلد چہارم میں ان تمام غیر ثابت معجزات کو غیر محدثانہ انداز سے صحیح ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے۔ اس سے حضرت مولانا کو اتفاق نہیں تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ کوئی صاحب علم و تحقیق مولانا میرٹھی کے نقطۂ نظر کی تردید کرے۔ کیونکہ یہ فکر محدثین کے خلاف اور اخباری قسم کے مؤلفین و مؤرخین کی حمایت میں ہے، جس کا علمی جواب ضروری ہے۔ راقم کو بھی انہوں نے تاکید کی کہ اس کو اپنے ذہن میں رکھنا اور اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش کرنا۔

تراجم علمائے اہل حدیث کی ترتیب و اشاعت کی بھی آپ شدید خواہش اور تڑپ رکھتے تھے اور اس سلسلے میں کچھ مواد آپ نے بعض اہل علم سے مرتب بھی کروایا تھا، جو محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی منصوبے تھے جن کا ذکر وہ راقم اور دیگر اہل علم سے کرتے رہتے تھے اور کچھ کا علم ان کے کاغذات اور چھوڑے ہوئے مسودات سے ہوتا ہے جس کی ضروری تفصیل آئندہ اوراق میں پیش خدمت ہے۔

کاغذات و مسوّدات سے بعض علمی منصوبوں کا سراغ

قاضی طلا محمد پشاوریؒ، حضرت میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ انہیں عربی شعر و ادب سے خاص لگاؤ تھا، جس کا اندازہ ان کے اُن عربی قصائد سے ہوتا ہے جو مختلف کتابوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں۔ حضرت مولانا ان جواہر منثورہ کو بھی جمع کر کے چھپوانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک طالب علم لیڈر، نوجوان رہنما کو، جو حضرت مولاناؒ سے علمی رہنمائی کے طالب تھے۔ آپ نے اس کام پر لگایا بھی تھا۔ یہ فاضل نوجوان چند دن لائبریری میں آتے رہے۔ اور چند قصائد جمع بھی کیے۔ لیکن وہ مولانا کی حسب خواہش اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ یہ جمع شدہ چند قصائد لائبریری میں محفوظ ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ آزاد کشمیر کے ایک فاضل بزرگ پروفیسر محمد اشرف صاحب گورنمنٹ کالج اٹک قاضی طلا محمد صاحب پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، انہوں نے ان کے سوانح بھی مرتب کیے ہیں اور جتنے قصائد مل سکے ہیں، ان کو بھی جمع کیا ہے۔ یوں حضرت مولاناؒ کی اس خواہش کی تکمیل کا سروسامان شاید اب مہیا ہو گیا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ آج سے ۸۰، ۸۵ سال قبل ایک حنفی عالم مولانا ظہیر احسن شوق نیموی نے "آثار السنن" کے نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے احادیث کا ایک مجموعہ مرتّب کیا تھا۔ جس کے دو حصے شائع ہوئے تھے۔ مقصدِ تالیف یہ تھا کہ احناف کے مسائل کو احادیث سے ثابت کیا جائے اور پھر اس مجموعے کو حنفی مدارس میں بلوغ المرام اور مشکوٰۃ کی جگہ داخلِ نصاب کیا جائے تاکہ طالب علم احادیث پڑھ کر حنفیت سے بدظن نہ ہوں۔

اس مجموعے میں مولانا نیموی صاحب نے جوشِ اثباتِ حنفیت میں صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح بنانے کی مذموم کوشش کی تھی اور محدثین کے مسلّمہ اصول جرح وتعدیل سے بھی انحراف یا تجاہلِ عارفانہ برتا گیا تھا، جیساکہ اس قسم کی کوششوں میں اس قسم کی فن کارانہ مہارت وچابکدستی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ آخر دن کو رات اور رات کو دن باور کرانا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔ جب تک اس کے لئے غیر معمولی مہارت نہ ہو اور تمام مسلّمہ اصول وضوابط سے فن کارانہ انداز سے انحراف نہ کیا جائے، اس میں تھوڑی بہت کامیابی بھی ممکن نہیں۔ چنانچہ "آثار السنن" اسی فن کارانہ مہارت کا ایک نمونہ ہے۔ جس میں حقائق کو بدلنے کی کوشش خوب خوب کی گئی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن محدّث مبارکپوری رحمہ اللہ شارح ترمذی (صاحب تحفۃ الاحوذی) نے "آثار السنن" کے پہلے حصّے کا جواب "ابکار المنن" کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ جس میں حسب اصولِ محدثین محققانہ انداز سے کتاب مذکور کے مغالطات وتلبیسات کا پردہ چاک کر دیا گیا تھا۔ اور مصنّف کے دلائل کے تار وپود بکھیر کر رکھ دیے گئے تھے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ لیکن حضرت محدّث مبارکپوریؒ اس کتاب کی تکمیل نہیں فرماسکے اور دوسرے حصّے کا جواب لکھنے سے پیشتر ہی آپ دنیا سے رحلت فرماگئے۔ حضرت الأستاذ رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ کوئی صاحب علم "ابکار المنن" کی طرز پر "آثار السنن" کے دوسرے حصے پر بھی عالمانہ ومحققانہ نقد کرکے مولانا مبارکپوری کے کام کی تکمیل کردے۔

راقم کو یاد ہے کہ ایک دو مرتبہ حضرت الأستاذ نے بعض فضلائے مدینہ کو اس کام کی نہ صرف تاکید کی بلکہ انہیں "اعلام اھل الزمن" (مؤلفہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی مہیا کی، تاکہ اس کے ملاحظہ کے بعد "آثار السنن" کا جواب لکھنے کی تحریک ــــ اور داعیہ قوی ہوجائے۔ کیوں کہ "اعلام" میں مولانا مبارک پوریؒ نے مولانا شوق نیموی کے اُن مغالطات کی چند مثالیں دی ہیں جن کا ارتکاب اُنہوں نے "آثار السنن" میں کیا ہے۔ کاش فضلائے مدینہ و ریاض میں سے یا کوئی اور صاحبِ علم وتحقیق دوست اس علمی کام کی تکمیل کرکے مولانا مرحوم کی خواہش کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ، حضرت میاں صاحب محدّث دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ یہ ایک ماہوار پرچہ "اشاعۃ السنّۃ" نکالتے تھے۔ بڑے عالم فاضل اور محقق تھے۔ اور اللہ نے لکھنے کا بھی سلیقہ اور ڈھنگ خوب عطا کیا تھا۔ ردّ نیچریت، ردّ عیسائیت ردّ مرزائیت اور ردّ تقلید جامد۔ یہ ان کے رسالے کے خاص موضوعات تھے۔ پورا پرچہ اُن کے اپنے زورِ قلم کا نتیجہ ہوتا تھا۔ مذکورہ تمام موضوعات "اشاعۃ السنّۃ" میں بڑے بڑے مفصّل عالمانہ وفاضلانہ مقالے ہیں۔ حضرت الأستاذ چاہتے تھے کہ ان مقالوں کو بھی موضوع وار کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ ردّ نیچریت (یعنی فتنۂ انکارِ حدیث) پر لکھے ہوئے دو تین مقالے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت الأستاذؒ نے اپنے ماہنامہ "رحیق" میں شائع بھی کئے۔ لیکن وہ جس طرح ان تمام علمی مقالات کو شائع کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔

اسی طرح وہ مولانا بٹالوی صاحب کی سوانح حیات بھی مرتب اور شائع کرنے کے بڑے متمنی تھے۔ کاش اس طرف مولانا بٹالویؒ کے، فاضل نواسے پروفیسر محمد اجمل صاحب (اردو بازار۔ لاہور) توجہ فرماسکیں۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے طباعتی کام کے آغاز (۱۹۵۱ء) میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی الفوز الکبیر (عربی) کا ایڈیشن عربی ٹائپ پر چھاپا تھا۔ اس کے آخر میں شاہ ولی اللہ کے خود نوشت سوانح الجزء اللطیف (فارسی) کا خود عربی ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔ حضرت کے کاغذات میں ایک مسودہ ملا ہے جس میں "الفوز الکبیر" پر عربی میں حواشی ہیں۔ یہ حواشی مولانا محمد اویس ندوی مرحوم اُستاذِ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہند) کے تحریر کردہ ہیں۔ دو خط بھی مولانا محمد اویس مرحوم کے ملے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حواشی انہوں نے حضرت مولاناؒ کو "الفوز الکبیر" کے ساتھ شائع کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ پتہ نہیں پھر کیا وجہ ہوئی کہ حضرت مولاناؒ اسے ان حواشی کے ساتھ شائع نہیں فرما سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حواشی کا اصل مسودہ فاضل حاشیہ نگار مولانا اویس ندوی کو شاید واپس بھیج دیا گیا تھا۔ کیونکہ ہمیں جو مسودہ ملا ہے، وہ مولانا محمد سلیمان انصاری کے ہاتھ سے نقل کیا ہوا ہے۔ اسی طرح "الفوز الکبیر" کا مطبوعہ عربی نسخہ بھی ملا ہے۔ جس پر خود حضرت مولاناؒ کے تحریر کردہ مختصر حواشی ہیں۔ یہ کام تقریباً مکمل ہے۔ مولانا محمد اویس ندوی کے تحریر کردہ حواشی قدرے تفصیلی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک کتاب ہے "تالیف قلب الالیف بذکر فہرس التوالیف" جس میں شیخ موصوف نے اپنی تالیفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ "حیات شیخ عبدالحق" مؤلفہ خلیق احمد نظامی کی تصریح کے مطابق یہ کتاب مطبوعہ ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اب نایاب ہے۔ اس لئے حضرت مولانا نے غالباً اسے بھی اشاعت کے نقطۂ نظر سے نقل کروایا تھا۔ کاپی سائز کے ۲۷ صفحات پر مکمل تحریر ہے۔ بطور محرر اور ناقل مولانا محمد رفیق صاحب آف جلالپور پیر والا ضلع ملتان کا نام لکھا ہوا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی معرکہ آراء کتاب "ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء" میں ایک رسالہ "تصوف و سلوک سیدنا عمرؓ" ہے۔ اس کی ۷ فصلیں ہیں۔ اس کی ۵ فصلوں کا اردو ترجمہ مولانا محمد سلیمان کیلانی مرحوم کے قلم سے کیا ہوا ملا ہے۔ ممکن ہے حضرت مولاناؒ اسے بھی شائع کرنا چاہتے ہوں، ورنہ ان کے پاس اس مسودے کی موجودگی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ایک کاپی میں مولانا محمد سلیمان انصاری کے ہاتھ سے تحریر کردہ دو چیزیں ہیں۔ ایک کے شروع میں عنوان لکھا ہے ——— ملفوظات حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ و مصطلحات صوفیہ تحفۂ صادقیہ" ——— یہ غالباً کسی قلمی نسخے سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس پر حضرت مولاناؒ نے نظر ثانی بھی کی ہوئی ہے۔ کیوں کہ کئی مقامات پر حضرت کے قلم سے الفاظ کی تصحیح ہوئی ہوئی ہے۔

اس کاپی میں ہاتھ سے نقل شدہ دوسری چیز ردِ مرزائیت میں ایک رسالہ ہے — الفتح الربانی فی الردّ علی القادیانی ———

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے پہلے صفحے پر حضرت مولاناؒ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

" از تصانیف :۔ عالم باعمل، محدث اکمل مولانا و شیخنا شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۳۱۱ھ مطبع انصاری دہلی میں طبع ہوا صفحات ۲۰ تقطیع ۲۰ × ۲۶ "

معلوم ہوتا ہے کہ ٹائیٹل سے یہ ساری عبارت نقل کی گئی ہے۔ ایک صفحے پر عربی عبارت ہے۔ اور دوسرے صفحے پر اس کا اُردو ترجمہ۔ پورا رسالہ اس طرح عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں ہے۔ پتہ نہیں یہ رسالہ طبع ہی اس طرح مترجم عربی شائع ہوا ہے یا مطبوعہ صرف عربی میں ہے۔ حضرت مولاناؒ نے کسی سے اُردو ترجمہ کرایا ہے؟ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک کاپی میں تین چیزیں ہیں۔ ایک مولانا شمس الحق ڈیانوی صاحبؒ عون المعبود کا اجازہ ہے جو انہوں نے احمد پور شرقیہ (بہاول پور) کے مولانا محمد عبدالعزیز کو لکھ کر دیا تھا۔ اسے حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی صاحب نے حضرت مولانا کے حکم سے نقل فرمایا ہے۔ ممکن ہے حضرت مولاناؒ کو مولانا محمد عبدالعزیز صاحب کے ورثاء سے یہ قلمی اجازہ ملا ہو اور حضرت نے اُسے نقل کروا لیا ہو۔

دوسرا، مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی کا ایک عربی رسالہ "حلاوۃ الفہم بذکر جوامع الکلم" ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۱۶، ایسی احادیث جمع کی گئی ہیں۔ جو مختصر مگر جامع ہیں۔ یہ بھی حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کا نقل کردہ ہے۔

تیسرا رسالہ متواتر احادیث پر مشتمل ہے "الازہار المتنثرۃ فی الاخبار المتواترۃ"۔ اس میں ۱۱۴ احادیث کی اسنادی تحقیق کی گئی ہے۔ یہ مولانا محمد سلیمان انصاری کے ہاتھ کا نقل کردہ ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی کا مختصر رسالہ ــ فضّ الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء ــ جو تقسیم ہند سے بہت قبل کسی کتاب کے آخر میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا تھا۔ حضرت مولانا کی خواہش تھی کہ اسے تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے یہ رسالہ کاپی میں نقل کروا کے حافظ عبدالحمید ازہر صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی کو دیا۔ چنانچہ حافظ ازہر صاحب نے اس کی تخریج و تحقیق کر کے حضرت مولاناؒ کو واپس دے دیا۔ یہ رسالہ مع تخریج و تحقیق موجود ہے۔ لیکن اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی ہے کیونکہ یہ عالم عرب میں جدید ذوق کے مطابق تحقیق و تنقیح کے ساتھ شائع ہو گیا ہے۔

ایک کاپی میں علامہ احمد تیمور مصری کے ایک مقالے کا اُردو ترجمہ بعنوان

حدوث و شیوع مذاہب اربعہ پر ایک تاریخی نظر (مقالہ)

ہے جو حضرت نے لکھوکے (فیروز پور) کے مدرسے میں جب اُستاذ تھے، اُس وقت کیا تھا۔ کیونکہ اس ترجمہ کے آغاز میں لکھا ہے۔

از : احقر ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدرس مرکز الاسلام ضلع فیروز پور پنجاب

لیکن یہ ترجمہ نامکمل ہے، اس میں حنفی اور مالکی مذہب کے حدوث و شیوع کے اسباب تک ہی گفتگو آسکی ہے۔ پھر آخر میں "باقی" لکھا ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت ترجمہ کے اس کام کو مکمل نہ کر سکے۔

اس کاپی میں ایک دوسری چیز ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملفوظات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

جمع کردہ

فقیر ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف پردیسی۔ عفا اللہ عنہ۔

ایک مسودہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ الحمویۃ الکبریٰ کے اردو ترجمہ کا ہے۔ فل سکیپ سائز کے ۵۰ صفحات ہیں۔ ترجمہ مولانا ابوبکر صدیق سلفی خطیب مسجد نجم کا کیا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت کے لئے حضرت مولاناؒ نے یہ ترجمہ کرایا تھا لیکن اشاعت کی نوبت نہیں آسکی۔

ایک کاپی میں فتح الباری اور امام ابن تیمیہ و ابن قیم کی کتابوں سے مفید علمی اقتباسات اور محدث عصر حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی کے افادات متعلقہ مباحث ایمان اور قطعیت صحت احادیث صحیحین درج ہیں۔ جن پر ۱۳۶۴ھ کی تاریخ اور مدرسہ دارالحدیث النذیریہ فیروز پور شہر درج ہے۔

ایک کاپی میں ابن الجوزی کی "صید الخاطر" کے اقتباسات، نواب صدیق حسن خان کی مختلف کتابوں سے مفید معلومات، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب "السیف المسلول" کا تعارف اور اس کے ضروری مباحث و مندرجات درج ہیں۔ اسی کاپی میں حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کی متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں ایک عربی تحریر ہے۔ جو صاحب بذل المجہود کے تعاقب میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی کاپی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۶۰ھ میں آپ نے مشکوٰۃ کا عربی حاشیہ لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا، کیوں کہ اس کاپی میں اس کا آغاز ملتا ہے۔ چنانچہ حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت الاستاذؒ نے لکھا ہے۔

وبعد فھٰذا تعلیق وجیز وکلام لطیف علی احادیث المشکوٰۃ۔ سمیتہ بافاضۃ البرکات من انوار المشکوٰۃ۔ واللہ تعالیٰ ھو المسئول ان یوفقنی لاتمامہ وان یرزقہ حسن القبول ویجعلہ خالصا لوجھہ الکریم، انہ قریب مجیب۔

اس صفحے پر سن آغاز بھی تحریر ہے۔ ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ فی استواء النھار بعد الزوال۔

ایک کاپی میں ایک مخطوطے سے، جس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چھ رسائل ہیں، حضرت مجددؒ کا ایک رسالہ رسالت و نبوت کے موضوع پر نقل کرایا ہوا ہے۔ اس کے شروع میں حضرت الاستاذؒ نے حسب ذیل ملحوظہ (نوٹ) تحریر فرمایا ہے۔

"حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ایک مجموعۂ مخطوطہ سے منقول ہے۔ جو مجدد صاحبؒ کی چھ تصانیف پر مشتمل ہے۔

۱۔ مکتوبات سہ دفتر تاریخ کتابت ۱۲۲۲ھ

۲۔ رسالہ مبدأ و معاد " "

۳۔ در عربی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ ۔ معارف لدنیہ در فارسی

۵ ۔ شرح رباعیات شیخ محمد باقی غیر مطبوعہ

۶ ۔ رسالہ مشتمل بر مکاشفات و اسناد حدیث وغیرہ

اس مخطوطے میں مکتوبات کی جلد اول کے آخر میں یہ عبارت درج ہے ۔

" تمام یافت بعون اللہ سبحانہ و تعالیٰ جلد اول مکتوبات . . . . حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بخط اضعف عباد اللہ تعالیٰ و تقدس ، محمد غفور بن محمد رحیم غفر اللہ لهما و لوالديه ولاستاذه ولجميع المؤمنين والمؤمنات فی بلدة فاخرة بخارا حفظہ اللہ تعالیٰ عن الآفات یوم الاثنين من شهر الشوال ۱۲۲۱ھ "

واضح رہے کہ رسالہ ۳۱۳ دوسطر کم ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ۔ ہر صفحے کی ۲۳ سطریں ہیں ۔ ۱۱ ¼ × ۷ ½

اور اس رسالہ پر نام کوئی مرقوم نہیں " انتهى ما كتب الاستاذ الشيخ حنيف رحمه الله ۔ کاپی پر نقل کرنے والے کا نام عبد الغفور سیالکوٹی تحریر ہے ۔

اسی کاپی میں ایک دوسرا مختصر رسالہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے ایک شاگرد کا نقل کیا ہوا ہے ۔ جس کا موضوع ہے ۔ نماز کے بعد عراق کی طرف چند قدم چلنا ، ناجائز اور حرام ہے ۔ کیونکہ یہ عبادت لغیر اللہ ہے ۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے ۔ اسے مولانا حافظ عبد السلام بھٹوی صاحب نے حضرت الأستاذ کے حکم سے نقل کیا تھا ۔ چنانچہ مولانا بھٹوی صاحب نے لکھا ہے ۔

هذه رسالة وجيزة فی منع ضرب الاقدام نحو العراق ۔ من تصنيفات زبدة اصحاب الشريعة قدوة ارباب الطريقة مقبول حضرت الله الصمد مولانا عبد الاحد الجامع الطلبنی تلميذ شيخ عبد الحق المحدث الدهلوی عليهما الرحمة ۔

راقم عبد السلام بھٹوی عفی عنہ ۔ ۲۵ شوال ۱۳۸۲ھ

ایک کاپی میں " العقيدة الصحيحة " کے نام سے ایک مختصر عربی رسالہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا تحریر کردہ ہے ۔ اسے کاپی پر مولانا ابوبکر صدیق سلفی نے نقل کیا ہے ۔ اسے کہاں سے نقل کیا ہے ۔ اس کی وضاحت نہیں ہے ۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مطبوعہ ہے یا غیر مطبوعہ ۔ تاہم ابتداء میں حضرت مولاناؒ کی تعلیقات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تصحیح و تعلیقات کے ساتھ اُسے شائع فرمانا چاہتے تھے لیکن وہ تعلیقات کی تکمیل نہیں فرما سکے ۔

اسی کاپی میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا عربی رسالہ " تنوير العينين فی اثبات رفع اليدين " نقل کرایا ہوا ہے اور ابتدائی چند صفحات ' حضرت مولانا کے ہاتھ سے اُردو ترجمہ شدہ ہیں ۔ اس ترجمے کی بھی تکمیل حضرت نہیں فرما سکے ۔ البتہ مولانا محمد سلیمان انصاری سے اُردو ترجمہ کرا کے عربی متن کے ساتھ اُسے شائع فرمایا تھا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کاپی میں حضرت پیر سیّد بدیع الدین شاہ راشدی حفظہ اللہ کی امام بخاریؒ کی کتاب " جزء القراءۃ خلف الامام " پر مختصر تعلیقات ہیں، جن میں روایات کی سند وصحت پر بالعموم گفتگو ہے ۔ حضرت نے چونکہ یہ کتاب مولانا فیض الرحمٰن ثوری کی تعلیقات کے ساتھ پہلے شائع فرمائی تھی ، ممکن ہے اس میں اسناد کا حصّہ کچھ تشنہ رہا ہو ، جسے پیر صاحب حفظہ اللہ نے اپنی تعلیقات کے ذریعے سے مکمل کر دیا ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

شرح نخبۃ الفکر

" شرح نخبۃ الفکر " مطبوعہ ۱۳۰۷ھ بھوپال کا ایک نسخہ ملا ہے ۔ صفحات ۱۶۰ ہیں ۔

اس کے ناشر نے آخر میں لکھا ہے کہ بلادِ ہند میں شرح نخبۃ الفکر کی اگرچہ عام اشاعت ہو رہی ہے ، لیکن وہ اغلاط سے پُر ہیں ۔ مجھے اس کا ایک نسخہ ملا ہے ، جو شیخ علماء العرب والعجم ابوداؤد شیخ حسین الانصاری الیمانی نزیل بھوپال کے پاس ہے ۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس پر مؤلف (یعنی حافظ ابن حجرؒ) کے دستخط ہیں ۔ اس نسخے کو سامنے رکھ کر تصحیح کی گئی ہے ۔ دوسری خوبی اس کی یہ ہے کہ مولانا ابوالحسن سندھی کی قلمی شرح بھجۃ النظر علیٰ شرح نخبۃ الفکر اس کے ناشر کو ملی تھی ۔ وہ اس کے حاشیے پر مطبوع ہے ۔ علاوہ ازیں اس پر متعدّد علمائے بھوپال سے حاصل کردہ ان کی تصدیقات درج ہیں ، جن میں شیخ حسین انصاری سرفہرست ہیں ۔ اس لحاظ سے شرح نخبہ کا یہ نسخہ فی الواقع نہایت نادر اور بغایت مفید معلوم ہوتا ہے ۔

حضرت مولانا کا مطالعہ اصُولِ حدیث پر بھی بڑا وسیع اور گہرا تھا ، علاوہ ازیں تدریسی تجربہ بھی رکھتے تھے ۔ اور فہم کتاب کی راہ میں اُستاد اور شاگردوں کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ، اُن سے براہِ راست آگاہی رکھتے تھے ۔ ان وجُوہات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کے نزدیک یہ نسخہ خاص اہمیّت وافادیّت کا حامل تھا اور وہ اسے شائع کرنا چاہتے تھے ۔

چنانچہ حضرت نے اس نسخے کی تصحیح اور حسبِ ضرورت مزید تعلیقات کا کام بھی شروع کیا تھا جو ۵۰ صفحات تک پہنچا تھا ۔ بلکہ ساتھ ساتھ اس کی کتابت بھی شروع کرا دی تھی ۔ ۴۲ صفحات اس کے کتابت شدہ بھی ملے ہیں ۔ بہرحال یہ بھی ایک اہم کام تھا جس کا آغاز تو آپ نے فرما دیا تھا لیکن تکمیل نہیں فرما سکے ۔

" الاھتداء فی الاکتفاء بتفسیر الاستواء " ایک مخطوطہ

اوائل عمر یعنی عہدِ شباب میں غالباً تحصیلِ علوم کے فوراً بعد حضرت الاُستاذؒ نے مسئلہ صفات پر متذکرۃ الصدر عنوان سے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی تھی ۔ یہ کتاب ابھی تک غیر مطبوعہ ہے ۔ اس کا تعارف ہمارے محترم شیخ حافظ عبدالمنان صاحب حفظہ اللہ اُستاذِ حدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ نے ایک مضمون میں کرایا ہے ۔ جس میں پوری کتاب کی تلخیص آگئی ہے اس لیے ہم یہاں صرف اس کے ذکر پر ہی اکتفاء کرتے ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلّدین، جس کی بابت گذر چکا ہے کہ حضرت الاُستاذ کی مساعی سے یہ کتاب شائع ہوئی تھی۔ اس کی اشاعت کے بعد دیوبندی علماء کی لکھی ہوئی کتاب " فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین" دیوبندی حضرات نے شائع کردی تو حضرت کو خیال آیا کہ اس فتح المبین، کا جو مدلّل جواب اہلحدیث کی طرف سے لکھا ہوا اور طبع شدہ موجود ہے، اسے شائع کیا جائے، تاہم یہ کتاب حضرت الاُستاذؒ کے پاس نہیں تھی لیکن ان کے علم میں تھا کہ اس کا ایک نسخہ حافظ عبد المنان صاحب محدث وزیر آبادی کی لائبریری وزیر آباد میں موجود ہے، چنانچہ راقم حضرت کے حسب ارشاد وزیر آباد سے اس کتاب کا نسخہ لایا اور فوٹو کرا کے اصل کتاب واپس کردی۔

یہ کتاب کافی ضخیم ہے۔ بڑے سائز کے ۸۰۰ صفحے ہیں، زیادہ ضخامت ہی کی وجہ سے شدید خواہش کے باوجود اس کی طباعت عمل میں نہیں آسکی۔ اس کا نام ہے۔

الکلام المتین فی اظہار تلبیسات المقلّدین۔

مصنف مرحوم کا نام ہے۔ مولانا ابوالحسن سیالکوٹیؒ۔

ایک اس کا مختصر جواب بھی ہے جو مصنف مذکور ہی کے قلم سے ہے۔ اس کا نام ہے۔

" خلاصۃ البراھین فی ردّ الفتح المبین"

یہ بڑے سائز کے ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی متوفی ۱۳۱۴ھ (معاصر حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ) کی ایک کتاب ہے "کشف الحجاب" اس میں قاری صاحب موصوف نے ———— جماعت اہلحدیث اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بے سروپا الزامات عائد کئے ہیں اور مسلک اہلحدیث کو بڑا مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ اس کے جواب میں انہی ایّام میں مولانا محمد سعید بنارسی مرحوم نے ایک نہایت مدلّل کتاب شائع فرمائی تھی، کتاب کا نام تھا۔

ھدایۃ المرتاب بردّ ما فی " کشف الحجاب"

یہ بڑے سائز کے ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ چند سال ہوئے کہ کراچی سے بعض حضرات نے " کشف الحجاب" دوبارہ شائع کی تھی، حالانکہ اس کی اشاعت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی اشاعت کے بعد حضرت مولانا کا خیال تھا کہ اب "ہدایۃ المرتاب" بھی شائع ہونی چاہیئے۔ چنانچہ راقم نے حسب ارشاد اس پر نظر ثانی بھی کی۔ لیکن افسوس کہ حضرت کی یہ خواہش بھی مکمّل نہیں ہوئی اور نظر ثانی شدہ نسخہ ابھی تک یوں ہی پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو توفیق دے کہ مذکورہ تمام نا تمام کاموں کی تکمیل کرسکے۔

جماعت میں علمی رُوح کی بیداری

حضرت الاُستاذؒ کی ان تصنیفی مساعی اور اشاعتی خدمات کے نتیجے میں جہاں بہت سی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں، وہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جماعت کے اہلِ علم میں تصنیف و تالیف کا ذوق بھی عام ہوا اور اشاعتِ کتب کا جذبہ بھی بیدار۔ چنانچہ اس ایک چراغ سے کتنے ہی چراغ روشن ہوئے۔ متعدد مکتبے قائم ہوئے۔ اور حضرت مولانا کے مشورے سے انہوں نے بھی متعدد اہم اور نایاب کتابیں شائع کیں۔ (جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے) کئی موضوعات پر مفید کتابیں اور مقالے لکھے گئے۔ اور کئی حضرات نے احادیث کی کتابوں کے حواشی بھی تحریر فرمائے۔ جو حضرت مولانا کے بطورِ خاص ہر وقت پیشِ نظر رہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کے عربی حواشی مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ تحریر فرما رہے ہیں۔ مؤطا امام مالکؒ کے عربی حواشی مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ استاذ دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا (ملتان) نے تحریر فرمائے ہیں جو زیرِ طبع ہیں معلوم ہوا ہے کہ موصوف اب مشکوٰۃ کے عربی حواشی پر کام کر رہے ہیں، وفقہ اللہ للتکمیل۔

اسی طرح مولانا صغیر احمد شاغف بہاری (حال مکۃ المکرمہ) کے خصوصی تعاون اور ایماء سے حضرت مولاناؒ نے حضرت مولانا عزیز زبیدی صاحب حفظہ اللہ سے صحیح بخاری کا عربی حاشیہ لکھوایا۔ جس پر بعض اہلِ علم نظرِ ثانی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ، اس کی اشاعت عمل میں آئے گی۔

یہ تمام اصحابِ مکتبہ، اصحابِ علم اور اہلِ قلم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کوچے کے نشیب و فراز سے ہمیں جتنی بھی آگاہی ہوئی ہے، وہ حضرت مولاناؒ ہی کی بدولت ہوئی ہے اور علم و مسلک کی قلمی و تصنیفی خدمت کی جتنی بھی توفیق ارزانی ہوئی، وہ مولانا ہی کی تحریک اور ان کی علمی رہنمائی ہی کا نتیجہ ہے۔ گویا ؎

بہار جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ۔۔۔ یہ سب پَود انہی کی لگائی ہوئی ہے

اہلِ علم کے لئے ان کے ذوق کی کتابوں کی خرید یا رہنمائی

جماعت کے تمام اہلِ علم سے چونکہ آپ کا رابطہ تھا بلکہ آپ مرجع علماء تھے، اس بناء پر ہر صاحبِ علم کی استعداد و قابلیت سے ذاتی واقفیت ہوتی تھی۔ اس لیے آپ کی نظر سے جو بھی مفید کتاب گزرتی یا آپ کے علم میں آتی کہ فلاں جگہ موجود ہے تو آپ خصوصی مناسبت کے موافق اہلِ علم و تحقیق کو اس سے باخبر کرتے کہ تمہارے مطلب کی کتاب فلاں جگہ موجود ہے۔ بعض دفعہ خود خرید کر بھی رکھ لیتے۔ اور ملاقات کے وقت اس کو آگاہ کرتے کہ تمہارے لئے تمہارے ذوق، یا ضرورت کی کتاب ملی تھی، خرید کر رکھ لی تھی۔ اور اس کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ حتیٰ کہ مالی استطاعت نہ رکھنے والوں کو مفت دے دیتے۔ راقم جب تقویۃ الاسلام میں زیرِ تعلیم تھا تو اس وقت کئی کتابیں حضرت کے مشورے سے خریدیں۔ انہی دنوں "اہلحدیث" امرتسر کی مکمل فائل صرف ۲۰۰ روپے میں مل رہی تھی۔ حضرت مولانا نے راقم کو لینے کے لئے آمادہ کیا لیکن راقم نے خاص توجہ نہیں دی۔ جس پر اب بہت افسوس ہوتا ہے۔ بالآخر وہ فائلیں میاں عبدالمجید صاحب مصری شاہ مرکزی ناظم مالیات کو آپ نے لے کر دے دیں۔ جو ان کے ہاں محفوظ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ علم وتحقیق کی مفید نگارشات کے چھپوانے کا جذبہ

اسی طرح ان کا ایک ذوق یہ تھا کہ کوئی ایسا مفید مضمون جو کسی رسالے میں چھپتا، جو دینی، علمی یا مسلکی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہوتا تو اس کی اشاعت کے لئے بھی بے قرار ہو جاتے اور اُسے کسی نہ کسی طرح چھپوانے کا بندوبست فرماتے۔ چنانچہ تقسیمِ ملک سے قبل ۱۹۴۳ء میں ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ میں جب مولانا عبیداللہ سندھی کے جواب میں مولانا مسعود عالم ندویؒ کا معرکہ آراء مقالہ بالاقساط شائع ہوا، جس میں مولانا سندھیؒ کے اُن مغالطات کا پردہ چاک اور مسخِ حقائق کی اُس مذموم کوشش کو بے نقاب کیا گیا جو تحریکِ جہاد، بالخصوص علمائے اہلحدیث اور مجاہدینِ صادق پور کے سلسلے میں کی گئی تھی۔ تو مولانا مرحوم ان دنوں فیروز پور شہر میں مقیم تھے، وہیں سے اُنہوں نے مولانا مسعود عالم ندویؒ سے پٹنہ رابطہ قائم کیا۔ اور اس کی اشاعت پر زور دیا۔ اور حکیم محمد عبداللہ آف جہانیاں سے اس کے لئے دو صد روپے لے کر انہیں روانہ کئے۔ مولانا ندوی نے یہ کتاب پٹنہ سے شائع کی اور دیباچہ میں حضرت مولانا مرحوم کے تعاون کا ذکر اور اس کا شکریہ ادا کیا ہے۔

آج کل یہ کتاب بھی نایاب تھی، چنانچہ حضرت مرحوم نے راقم کو حکم دیا کہ وہ اسے دوبارہ ایڈٹ کرے اور بعض عنوانات اور بعض ضروری خلاء کو پُر کرے۔ چنانچہ راقم نے حضرت کے حسبِ ارشاد یہ کام کیا اور یوں اس کا دُوسرا ایڈیشن۔ نقشِ اول سے بہتر صورت میں۔ مولاناؒ کے قائم کردہ ادارہ دار الدعوۃ السلفیۃ کے زیرِ اہتمام شائع ہوا ہے۔

"تنقیح الرواۃ" کے آخری دو حصے (غیر مطبوعہ) چھپوانے میں بھی حضرت مرحوم کا یہی جذبہ کارفرما تھا۔ اور اس کے لیے انہیں جتنی محنت اور کاوش کرنی پڑی ہے۔ وہ بے لوثی اور اخلاص کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ان کی مخلصانہ کاوش اور لگن کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ یہ اہم علمی کتاب چھپ کر محفوظ ہو گئی۔ ورنہ شاید چند سالوں کے بعد اس کا سارا مسودہ ہی کیڑوں کی نذر ہو جاتا۔

اس کی کچھ تفصیل صدیق مکرم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بھی اپنے مضمون میں بیان کی ہے، اس سلئے ان تفصیلات سے گریز کیا جا رہا ہے جو اثری صاحب کے مضمون میں آ گئی ہیں۔ اسی طرح حضرت الاستاذ المحترم شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ سے متعدد علمی کام حضرت مولانا مرحوم نے کروائے، جن کی تفصیل خود حضرت حافظ صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں بیان کر دی ہے، یہ بھی حضرت مولانا مرحوم کی خدمات کا ایک نمایاں پہلو ہے۔

"مرکزی جمعیت اہلحدیث" کے قیام وترقی میں حصہ اور اُس سے خصوصی تعلق

قیامِ پاکستان کے بعد جماعتی تنظیم "مرکزی جمعیت اھلحدیث" کے قیام اور اُس کی ترقی میں جو اکابر نمایاں، ممتاز اور زیادہ سرگرم عمل رہے، ان میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے بعد حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا نام ہی سرِفہرست آتا ہے۔ بالخصوص اس کے علمی و تعلیمی منصوبوں میں تو آپ کا حصہ بہت زیادہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ کے ابتدائی اساتذہ میں بھی آپ کا نام شامل ہے اور اس کے نصاب کی ترتیب میں بھی آپ کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں اس کے شعبۂ اشاعت میں ادارہ اشاعۃ السنۃ کا قیام بھی آپ کی مساعی کا مرہونِ منت ہے۔ جس نے بعض کتابیں بھی آپ کے مشورے سے شائع کیں۔ مثلاً مشکلات الاحادیث وبیانہا (عبداللہ القصیم النجدی کی عربی تالیف) کا اُردو ترجمہ "بیّنات" جس میں متعدد احادیث میں وارد اعتراضات و اشکالات کا معقول جواب دیا گیا ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہید کا رسالہ "تنویر العینین" اور "تقویۃ الایمان" وغیرہ۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، جو جمعیت کے ناظم اعلیٰ اور پھر امیر رہے۔ حضرت مولاناؒ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، وہ جماعت کے تنظیمی معاملات اور علمی و تعلیمی منصوبوں میں حضرت مولانا کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اسی بناء پر وہ ہر اہم مسئلے پر ان سے مشاورت کا اہتمام کرتے۔

حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم بھی مرکزی جمعیت اہلحدیث کے بنیادی ارکان میں سے تھے اور اپنی فہم و بصیرت کی وجہ سے نہایت ممتاز مقام کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم بھی حضرت مولاناؒ کے علم و فضل اور تدبّر و دُوراندیشی کے بڑے قائل تھے۔ اس لئے جماعتی معاملات میں وہ بھی حضرت سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

حضرت مولاناؒ نے ابتداء ہی سے "الاعتصام" بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث کی ماتحتی میں دے دیا تھا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت مولانا ؒ کو مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تنظیم و ترقی سے بڑی دلچسپی تھی اور اس کے لئے وہ کسی بھی ممکن تعاون سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

اسی دلچسپی اور تعاون کا مظہر وہ بُحران ہے جو ۱۹۶۹ء میں "الاعتصام" کے سلسلے میں پیدا ہوا، جس کی ضروری تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اگر حضرت کو مرکزی جمعیت کی بہتری مطلوب نہ ہوتی تو وہ الاعتصام کے معیار کے بارے میں اتنی حساسیت یا تفکر کا اظہار نہ فرماتے۔ جو اُس وقت انہوں نے فرمایا اور بالآخر انہیں یہ اقدام کرنا پڑا کہ "الاعتصام" مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تحویل سے واپس لے لیا۔

اس موقعہ پر اس تلخ حقیقت کا اعتراف یا اظہار کئے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت مولاناؒ سے مرکزی جمعیت کے اکابر اکثر و بیشتر کھنچے کھنچے سے رہے۔ اس کی ایک وجہ تو وہ معاصرانہ چشمک بھی ہو سکتی ہے جس سے بڑے بڑے اہلِ علم و فضل اور اصحاب زہد و تقویٰ بھی بالعموم محفوظ نہیں رہتے۔ دوسری وجہ ان کی وہ اکل کھری باتیں اور مصلحت سے بے نیاز وہ مشورے ہو سکتے ہیں جو جماعت اور مسلک کے مفاد کے لئے وہ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ قائدین بسا اوقات جماعتی و مسلکی مفادات کے مقابلے میں مخصوص مصالح اور ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں جس کا مشاہدہ ہم سالہا سال سے مسلسل کرتے آ رہے ہیں۔

"الاعتصام" کے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تحویل سے واپس لے لینے کے بعد ظاہر بات ہے کہ مرکزی قیادت سے اختلاف کی شدّت اور بُعد میں اضافہ، اس کا ایک منطقی اور لازمی نتیجہ تھا۔ لیکن حضرت مولانا کے طرزِ عمل نے اس کا نمایاں اظہار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہونے دیا۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ مرکزی جمعیّت کی ترقی اور نسوونما میں خود حضرت مولانا کی کاوشیں بھی شامل تھیں۔ گویا جس چمن کی آبیاری اور جس گلستان کی تزئین میں ان کا اپنا خون بھی شامل رہا ہو۔ وہ کیونکہ یہ گوارا کر سکتے تھے کہ اختلاف کی نوعیّت و شدّت ایسا رُخ اختیار کرے کہ جس کی زد اس گلستان پر پڑے۔ چنانچہ حضرت نے اس اختلاف کو۔ جو ایک اُصول اور موقف پر قائم تھا۔ زیادہ بڑھنے اور پھیلنے نہیں دیا۔ اور اسے اُس اُصول تک ہی محدود رکھا۔ حالانکہ بہت سے حضرات نے یہ ترغیب و پیش کش بھی کی کہ وہ "الاعتصام" کے صفحات پر بعض مرکزی قائدین سے کھل کر اختلاف کا اظہار کریں۔ تو وہ "الاعتصام" کے مالی خسارے میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن حضرت مولانا نے اس مشروط پیش کش کو ٹھکرا دیا اور "الاعتصام" کے مالی خسارے کو برداشت کرتے رہے۔ لیکن "الاعتصام" کے صفحات کو جماعتی اختلافات کی آلائشوں سے مُلوّث نہیں ہونے دیا۔

پھر جب مرکزی جمعیّت اہلحدیث بھی دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور اس کے بطن سے ایک نئے دھڑے نے جنم لیا۔ تو حضرت نے دونوں سے تعاون کرنے کو ناپسند فرمایا۔ البتہ اصُولی طور پر آپ دوسرے نئے دھڑے کو باغی تصوّر فرماتے تھے۔ اسی لئے دونوں دھڑوں سے الگ تھلگ ہونے کے باوجود آپ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے لئے اپنے دل میں ایک گونہ ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے۔ اس ہمدردی کی وجہ بھی آپ کا مرکزی جمعیت سے وہی خصوصی تعلق تھا جو ایک باغبان کو اپنے باغ سے، ایک باپ کو اپنی اولاد سے اور ایک تخلیق کار کو اپنی تخلیق سے ہوتا ہے۔

کچھ اہم افکار و خیالات

اب چند باتیں حضرت الاُستاذ کی ایسی عرض کی جاتی ہیں جنہیں حضرت کے خصوصی افکار و خیالات قرار دیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگ ان سے اتفاق نہ کریں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ افکار ان کی گہری بصیرت، وسعتِ مطالعہ اور طویل سوچ بچار کا نتیجہ تھے۔ اور انہیں ان کی اصابت پر بھی پورا یقین اور کامل اذعان تھا۔ ان افکار کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی افکار اور دینی و فقہی افکار۔ ان کے چند نمونے حسب ذیل ہیں۔

نمونے ذیل

سیاسی افکار کے چند نمونے۔ تحریک پاکستان

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کا مسئلہ نہایت معرکہ آرا رہا ہے۔ یہ صرف ایک سیاسی اور معاشی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ یہ کروڑوں مسلمانوں کے دین اور ان کی اسلامی تہذیب و معاشرت کا مسئلہ تھا۔ بعض حضرات تقسیم ہند میں مسلمانوں کے معاشی مفادات و سیاسی حقوق کا تحفّظ سمجھتے تھے اور کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ۔

تقسیم سے ایک تو مسلمانوں کی قوّت پارہ پارہ ہو جائے گی اور وہ فی المآل کم از کم دو حصّوں میں بٹ جائے گی۔ اور بعد میں اس میں مزید بٹوارہ ہو جائے گا۔ (چنانچہ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد یہ قوّت تین حصّوں میں منقسم ہو گئی اور ابھی کچھ نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جا سکتا کہ تقسیم کا یہ عمل کہاں جا کر رکے گا؟!

دوسرے ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کا مستقبل بالکل تاریک ہو جائے گا۔ ان کے سیاسی و معاشی مفادات بھی سخت متاثر ہوں گے اور ان کا دین اور تہذیب و تمدّن بھی خطرے سے دوچار ہو جائے گا۔

تیسرے، اس تقسیم کے نتیجے میں تعصب کی ایسی فضا قائم ہو جائے گی کہ ہندوستان میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

چوتھے، پاکستان میں چند کروڑ مسلمانوں کے معاشی و سیاسی حقوق تو شاید محفوظ ہو جائیں گے لیکن اس آزادی کے نتیجے میں ان کے اندر اپنے دین سے بیگانگی اور اسلامی تہذیب و معاشرت سے دُوری کی جو لہر آئے گی، اسے روکنا ممکن نہیں ہوگا۔ یہ اور اس قسم کی دیگر وجوہات کی بنیاد پر علمائے اسلام کی ایک بڑی تعداد تقسیم ہند کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اور اس کی وجہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ حضرت مولانا مرحوم بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو تقسیم ہند کو مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ سمجھتے تھے۔ اپنے اس نقطۂ نظر کا برملا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔

بدقسمتی سے مسلمان عوام کی اکثریت جذباتی ہے اور اس کے اکثر فیصلے حقائق اور بصیرت و دُور اندیشی پر مبنی نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف جذبات پر ہوتے ہیں۔ اس کی دو تین واضح مثالیں قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ مغربی پاکستان میں بھٹو کے ساتھ اور مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کے ساتھ عوام کی جذباتی وابستگی اور اس کے بعد کراچی و حیدر آباد کی حد تک الطاف حسین کی عوامی مقبولیت، انہی جذباتی فیصلوں کی مظہر ہے۔ جس کا اظہار عوامی سطح پر تحریک پاکستان کے موقعے پر ہوا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے سچّے اور حقیقی خیر خواہوں کی کوشش و خواہش کے علی الرغم عوام نے اُس تحریک کا ساتھ دیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان عوام کو مشکلات کے سوا کچھ نہیں ملا اور دینی اقدار و روایات سے وہ الگ بیگانہ ہوئے۔ جس طرح بھٹو اور الطاف حسین کی تحاریک سے بھی عوام کو دہشت گردی اور غنڈہ گردی اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ملا۔

ان تمام تحریکوں میں بلاشبہ نعرے بڑے خوش کُن، مسحور کُن اور حسین و دل فریب تھے لیکن اہل نظر تو پہلے بھی جانتے تھے۔ اور اب سحر زدہ عوام بھی جان گئے ہیں کہ یہ حسین نعرے اور خوش نما وعدے فریب نظر کے سوا کچھ نہ تھے۔ ان سے عوام کو ملا کچھ نہیں بلکہ پہلے جو کچھ ان کے پاس تھا، وہ بھی ان سے چھن گیا ہے۔ پہلے کچھ اور نہیں تو کم از کم امن و سکون تو تھا، اخوت و خوشگواری کی فضا تو تھی اور باہمی اعتماد تو تھا۔ اب امن و سکون کی جگہ قتل و غارت گری اور غضب و نہب نے لے لی ہے۔ اخوت و بھائی چارے کی جگہ بداعتمادی نے لے لی ہے۔

کاش مسلمان عوام کے اندر صحیح شعور اور بالغ نظری پیدا ہوتا کہ وہ لیڈر اور رہزن کے درمیان تمیز کر سکیں اور اپنے خیر خواہ اور بدخواہ کو پہچان سکیں۔ اور ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنا اور ہر مداری اور مجمع باز کو سیاستدان اور لیڈر سمجھنا چھوڑ دیں۔ جب تک ایسا فہم و شعور عوام کے اندر پیدا نہیں ہوگا، وہ اُس مخلص قیادت سے محروم ہی رہیں گے جو ان کے مسائل کا صحیح ادراک اور ان کے حل کے لئے سچا جذبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہو۔

بھارتی مسلمانوں کے لئے حضرت کا اضطراب اور بے چینی

بہرحال اس تقسیم کے نتیجے میں ہندوستانی مسلمانوں کو جن مشکلات و مصائب کا سامنا ہے۔ اس سے حضرت الاُستاذ رحمہ اللہ بڑے مضطرب اور پریشان رہا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آرام و راحت کے لئے کروڑوں مسلمانوں کو ہندوؤں کا یرغمال بنا دیا ہے جو اب صرف ہندوؤں کے رحم و کرم پر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

ہندوستانی فسادات، جو وہاں کا روزمرّہ کا معمول ہے اور جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا شدید نقصان ہوتا رہتا ہے، اس کی خبریں پڑھ کر وہ سخت بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ اور مسلم لیگی لیڈروں کے "تدبّر اور دور اندیشی" کو خراجِ تحسین پیش کیا کرتے تھے۔ اس موقعے پر ان کا قلق و اضطراب، حدیث رسولؐ

تری المؤمنين فی تراحمهم وتعاطفهم وتوادّهم كمثل الجسد اذا اشتكى منه عضوا تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمّى۔

کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ نیز ان حالات میں وہ بحکمِ قرآنی ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ﴾ (النسآء:۷۵) پاکستانی مسلمانوں کے لئے ضروری سمجھتے تھے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو کفّار کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے جہاد کیا جائے۔

بھارتی جبر و استبداد کے خاتمہ کے لئے ایک بلند تر نصب العین کی نشاندہی

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ یہ نقطۂ نظر رکھتے تھے کہ جس وقت ہندوستان پر انگریز نے اپنی عیاری و مکاری کے ذریعے سے قبضہ کیا، اس وقت اس پر حکمران مسلمان بادشاہ تھے۔ گویا انگریزوں نے مسلمانوں سے سلطنت چھینی تھی۔ اس لئے اب یہ صرف اور صرف مسلمانوں کا ہی حق تھا کہ انگریز جاتے وقت پورا ہندوستان مسلمانوں کے سپرد کر کے جاتا اور انگریز نے اگر ایسا نہیں کیا تو یہ مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ مکمل ہندوستان پر اپنی حکمرانی بحال کرنے کے لئے بھرپور جدّوجہد کرتے نہ کہ ہندوستان کا بیشتر حصّہ اپنے ہاتھوں سے ہندوؤں کو دے دیتے اور خود ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر قانع ہو جاتے۔

اُن کا خیال تھا کہ مسلمانوں نے اپنے حقِ حکمرانی سے خود دست برداری اختیار کر کے نہایت بُزدلانہ اور عاقبت نااندیشانہ اقدام کیا ہے جس کی وجہ سے ہندوستان میں مسلمان حکمران کی بجائے غلام بن گئے ہیں۔ اس کا حل وہ یہ تجویز فرماتے تھے کہ پاکستان اگر عزّت و وقار کے ساتھ زندہ رہنا اور ہندوستانی مسلمانوں کو بھی ہندوؤں کی غلامی اور ان کے جبر و استبداد سے بچانا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ ہندوستان کے مکمل طور پر فتح کرنے کو اپنا قومی و اسلامی نصب العین بنائے اور اپنے وجود کو داؤ پر لگا کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل ہندوستان پر اپنا حق حکمرانی حاصل کرے۔

چنانچہ ایک موقعے پر، جب کہ ۱۹۷۴ء میں ہندوؤں کی جنونی اور انتہا پسند پارٹی جن سنگھ کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر سوامی نے پاکستان کو ختم کرکے اکھنڈ بھارت بنانے کے عزم کا اظہار کیا، تو حضرت مولانا مرحوم نے راقم کو ہدایت کی کہ وہ اس کے جواب میں "الاعتصام" میں اداریہ لکھے کہ پاکستان میں ایسی پارٹی کا قیام نہایت ضروری ہے جس کے پیش نظر صرف بقیہ پاکستان کا تحفظ نہ ہو بلکہ پورے ہندوستان کی فتح اس کا نصب العین ہو۔ راقم نے حضرت مرحوم کے نقطۂ نظر کے مطابق "الاعتصام" میں اداریہ لکھا جو ۷ مئی ۱۹۷۴ء (جلد ۲۵، شمارہ ۴۲) میں شائع ہوا۔ اداریہ کا عنوان حسب ذیل تھا۔

بقیہ پاکستان کا تحفظ یا سارے ہندوستان کی فتح؟

پاکستانیوں کا قومی نصب العین اب کیا ہونا چاہیئے؟

مذکورہ نقطۂ نظر کا حامل "الاعتصام" کا ایک اہم اداریہ

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کا یہ نقطۂ نظر نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جو پاک و ہند کے مسلمانوں کے باوقار مستقبل کا آئینہ دار ہے۔ بنا بریں اس نقطۂ نظر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیئے۔ اسی لئے ہم اسے یہاں بھی نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ راقم کا تحریر کردہ ہے لیکن اس میں پیش کردہ نقطۂ نظر تمام کا تمام حضرت مولانا کا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اداریہ

"ہم پاکستانی مسلمان پستی و ذلت کے ساتھ کوتاہ فکری کا بھی شکار ہیں۔ ابھی تک ہم ہندوستان کی نوعیت کو ہی سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ ہندوستان دراصل مسلمانوں کا ملک ہے۔ کم و بیش ایک ہزار سال ہم نے اس پر حکمرانی کی ہے۔ انگریز نے جس وقت ہندوستان پر استعماری پنجے گاڑے اُس وقت بھی پورے ہندوستان پر مسلمان ہی حاکم تھے۔ اس لئے برصغیر پر حکمرانی کا اصل حق مسلمانوں کا ہے نہ کہ ہندوؤں کا۔ انگریز نے جس وقت ہندوستان کو چھوڑا تو اُسے اصولاً یہ مسلمانوں کے سپرد کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ایک تو اُس وقت انگریز نے "جمہوریت" کا ناد پھونکا، جس کے تحت حکمرانی کا حق اکثریت کو حاصل ہوتا۔ اور اکثریت مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تھی۔ مسلمانوں کے ایک طبقے نے بجائے اس کے کہ وہ اس طلسم جمہوریت کے فریب سے بچتا۔ ایک علیحدہ خطۂ ارض کا مطالبہ کر دیا۔ اُس نے اپنا حق بُھلا کر انگریز کے نظام حکومت کو حرفِ آخر سمجھا۔ اور اس کے مطابق ہندو مسلم تضیے کے اس حل پر قانع ہو گیا کہ ملک کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس طرح بھارت اور پاکستان دو ملک معرضِ وجود میں آ گئے۔

دوسرے جب تقسیم ملک کی تحریک چل رہی تھی اُس وقت ہندوؤں نے پُوری کوشش کی کہ کسی طرح "بھارت ماتا"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ٹکڑے نہ ہوں لیکن ان کے علی الرغم جب ملک کی تقسیم عمل میں آگئی اور پاکستان کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ مملکت قائم ہوگئی تو یہ ستم ظریفی سخت افسوسناک ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے مسلم ہندوستان کا بیشتر حصہ ہندوؤں کے تصرف میں دے دیا اور خود ایک چھوٹے سے حصے پر قانع ہوگئے اور انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ مسلم ہندوستان کا ایک بہت بڑا حصہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ لیکن دوسری طرف کوتاہ آستین ہندوؤں کی درازدستی دیکھیں کہ پاکستان کے قیام کو انہوں نے اس نقطۂ نظر سے دیکھا کہ "بھارت ماتا" کے ٹکڑے ہوگئے اور ہمارے ملک کے ایک حصے (پاکستان) پر مسلمان قابض ہوگئے۔

نقطۂ نظر کے اس تفاوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم ہندوستان کی بازیابی سے پاکستانی مسلمان تو یکسر غافل ہوگئے اور اس طرف ان کا کبھی ذہن ہی نہیں گیا۔ لیکن بھارتی ہندو اوّل روز سے ہی اس امر میں کوشاں ہوگیا کہ پاکستان کو ختم کرکے اکھنڈ بھارت کا قیام عمل میں لانا ہے چنانچہ جب پاکستان قائم ہوا تھا، اس وقت بھی کئی بھارتی لیڈروں نے اپنے ان عزائم کا کھلم کھلا اظہار کیا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اس چیز کا اظہار ان کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ ان کی پختگیٔ عزم کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت میں باقاعدہ جن سنگھ جیسی پارٹیاں قائم ہیں جن کا سب سے بڑا مقصد ہی پاکستان کو ختم کرکے اکھنڈ بھارت قائم کرنا ہے اور خود بھارتی حکومت کی پالیسیوں میں بھی اس ذہن کی کارفرمائی ہے۔ گو وہ اس کا علانیہ اظہار نہیں کرتی۔ تاہم عملاً جب بھی پاکستان کو ختم یا کمزور کرنے کی کوئی صورت نکلتی ہے تو وہ ایسی کسی کارروائی سے گریز نہیں کرتی۔

اس لیے ہم ملک کے اصحاب فکر کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ایک ایسی پارٹی کا قیام عمل میں لایا جائے جس کا سب سے بڑا مقصد بھارت سے ہندو اقتدار کا خاتمہ اور مسلم ہندوستان کی بازیابی ہو۔ جب بھارت میں ایسی پارٹی سرگرم کار ہو جس کا محور اکھنڈ بھارت ہے تو یہاں ایسی پارٹی کیوں نہ قائم ہو جو پورے ہندوستان کو مسلم اقتدار کے تحت لانے کی جدوجہد کرے جب کہ یہ ہمارا تاریخی حق بھی ہے۔ ایک اور پہلو سے بھی ضروری ہے کہ بھارت سے ہندوؤں کے تسلط و غلبہ ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور وہ اس طرح کہ وہاں مسلمان اقلیت سخت ظلم و تشدد کا شکار ہے۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو ہر وقت خطرے میں رہتی ہے۔ ہندو غنڈے جب چاہتے ہیں مسلمانوں کے خون سے سرزمین بھارت کو لالہ زار بنا دیتے ہیں۔ ان کی عزت و آبرو سے کھیل جاتے ہیں۔ اور ان کی جائدادوں کو نذر آتش کر دیتے ہیں اور جہاں مسلمان اقلیت اس طرح کفار کے نرغۂ ستم میں پھنسی ہوئی ہو۔ وہاں دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے کافروں کے خلاف جہاد کریں اور مسلمانوں کو ان کے ظلم و ستم سے بچائیں۔ قرآن کریم کی یہ آیت اسی بات کا مسلمانوں کو حکم دیتی ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل
لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (النساء: ۷۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچے فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ظالموں کی بستی سے نکال اور اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار مہیّا فرما۔"

تقسیم ملک کے بعد سے اب تک بھارت میں ہزاروں ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں۔ جن میں نہتے مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو بڑی بے دردی سے لوٹا گیا اور ان پر ہر نوعی ظلم روا رکھا گیا۔ ابھی حال ہی میں دہلی جیسے شہر میں ایسا ہی فساد ہوا ہے۔ جس کے ایک بڑے اہم مقام صدر بازار میں سینکڑوں مسلمان شہید کر دیے گئے۔ اور کروڑوں روپے کی املاک نذرِ آتش کر دی گئیں۔ چنانچہ ہندوستان ہی کے ایک مسلمان لیڈر نے اس فساد سے پہنچنے والے جانی و مالی نقصان کی جو المناک تفصیل بیان کی ہے وہ ۱۱ مئی ۷۴ء کے "نوائے وقت" لاہور میں شائع ہوئی ہے۔

بھارتی مسلمانوں پر اس طرح قیامت ٹوٹ گئی۔ لیکن افسوس! ہماری حکومت نے اس سلسلے میں احتجاج کے دو لفظ بھی نہیں بولے۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ پاکستان میں مذکورۃ الصدر پارٹی کا قیام جلد از جلد عمل میں لایا جائے تاکہ بھارتی ہندوؤں کو احساس ہو کہ پاکستانی مسلمانوں کی غیرت و حمیّت بیدار ہے اور بھارتی مسلمان بھی یہ سمجھیں کہ پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں ان کے دکھ درد کا احساس ہے۔ بنا بریں اب صرف بقیۃ پاکستان کا تحفظ ہی پیشِ نظر نہ رہے بلکہ پورا ہندوستان کو فتح کرنا ہمارا قومی نصب العین ہونا چاہیئے۔ ("الاعتصام" ۷ مئی ۷۴ء۔ جلد ۲۵۔ شمارہ ۴۲)

ہلال و صلیب کی معرکہ آرائی کا تسلسل

مسلم، عیسائی تصادم اور کش مکش، جو صدیوں قائم رہی اور جسے ہلال و صلیب کی معرکہ آرائی کہا جاتا ہے۔ لوگ بالعموم سمجھتے ہیں کہ یہ صدیوں پرانی باتیں ہیں اور اب تہذیب و تمدّن کے اس دور میں یہ مذہبی کشاکش ختم ہو گئی ہے۔ مسلمان ویسے ہی خوابِ غفلت کا شکار ہیں اور عیسائی دنیا اپنے آپ کو انسانیت کی محافظ اور امن کی عَلَم بردار باور کراتی ہے اور دنیا نے ان کی اس حیثیت کو تقریباً تسلیم کر لیا ہوا ہے۔

لیکن حضرت الاُستاذ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ عیسائی دنیا میں صلیبی رُوح اب بھی مسلسل کارفرما ہے اور عالمِ اسلام میں مسلمان جہاں جہاں بھی ذلت و ادبار یا جبر و استبداد کا شکار ہیں، اس کے پیچھے اکثر و بیشتر خفیہ یا علانیہ صلیبی ہاتھ کارفرما ہے۔ فلسطین کا مسئلہ، عیسائیوں ہی کا پیدا کردہ ہے۔ اور وہی صلیبی روح اسے حل نہیں کرنے دیتی۔ اسی صلیبیت نے مشرقِ وُسطیٰ میں اسرائیلی ناسور کو نہ صرف قائم کیا ہے اور اُسے قائم رکھا ہوا ہے بلکہ اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں سرگرم ہے لبنان میں مسلم عیسائی کش مکش بھی دراصل اسی صلیبی ذہن کی کارستانی ہے جو لبنان میں سالہا سال سے چلی آ رہی ہے اور اس کا مقصد بھی مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائیوں کے اقتدار اور غلبے کا استحکام، بصورتِ دیگر لبنان کی تقسیم اور وہاں عیسائی حکومت کا قیام ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی عالمی پالیسیوں میں بالعموم صلیبی رُوح کارفرما ہوتی ہے۔جس کا مقصد اسلام کے اثر و نفوذ کو روکنا اور مسلمانوں کو بدستور ذلت و پستی میں مُبتلا کئے رکھنا ہے جس کا ایک نمونہ خلیجی جنگ میں بھی ہم مشاہدہ کرچکے ہیں، اس میں مذکورہ استعماری طاقتوں نے صدام کو اپنا مُہرہ بنایا اور اس کی آڑ میں مسلمانوں کی قوّت اور وسائل کو تباہ کرکے اسرائیل کے پنجۂ استبداد کو مزید مضبوط کردیا ہے۔اس کی ایک جھلک الجزائر میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔جہاں انتخابات میں اسلامی ذہن بھاری اکثریت سے کامیاب ہوا تو اُسے سبوتاژ کردیا گیا اور مُسلمان قائدین و عمائدین کو پا بجولان اور پابندِ زندان کردیا گیا ہے۔حالانکہ یہی طاقتیں ہر جگہ "جمہوریت، جمہوریت" کا راگ الاپتی ہیں۔لیکن اسی جمہوریت کے ذریعے سے الجزائر میں اسلامی ذہن کامیابی سے ہمکنار ہوا تو وہاں جمہوریت کی بساط ہی لپیٹ دی گئی اور اس جبر و تشدّد پر یہ عالمی طاقتیں مُہر بہ لب ہیں۔

نسل اور زبان کی بُنیاد پر تقسیم

ایک خیال ان کا یہ بھی تھا، جس میں "بنگلہ دیش" کے قیام کے بعد مزید پختگی آگئی تھی کہ عالمی استعمار پاک و ہند کی تقسیم در تقسیم کو پسند کرتا اور اس کے لئے کوشاں ہے۔اس لئے وہ کہا کرتے تھے کہ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد دوسرا مرحلہ اب یہ ہوگا کہ بنگال کا بنگال کے ساتھ، پنجاب کا پنجاب کے ساتھ اور سندھ کا راجستھان کے ساتھ ادغام و انضمام ہو یعنی نسل اور زبان کی بنیاد پر خود مختارانہ حکومتوں کا قیام عمل میں آئے گا اور یہ ہندوستان، جو ایک وسیع ملک تھا، پہلے دو حصّوں میں تقسیم ہوا، اب بتدریج کئی حصّوں میں تقسیم ہوگا۔

پاکستان اور اسلامی نظام

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ اس راہ میں جو لوگ اخلاص کے ساتھ جدّ و جہد کر رہے ہیں، انہیں تو اپنے اخلاص کی وجہ سے یقیناً اجر و ثواب ملے گا، لیکن یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کا کوئی امکان نہیں۔ کیوں کہ ایک تو اس ملک کی بنیاد ہی منافقت پر ہے، دوسرے اس ملک کا نظام امریکہ کے شکنجے میں کسا ہوا ہے جو یہاں کبھی بھی اسلام نافذ نہیں ہونے دے گا۔

مذہبی افکار کے چند نمونے

ایک عالمِ دین کے مذہبی افکار تو وہی ہوتے ہیں جو قرآن و حدیث کے احکام اور ہدایات ہوتی ہیں، لیکن پھر بھی انہی منبعوں سے مستنبط کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں کسی شخصیت کے مخصوص افکار کہہ دیا جاتا ہے۔ایسے ہی چند افکار حسب ذیل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم اسلام کی ذلّت و پستی کا بڑا سبب شرک اور قبر پرستی ہے

اسلامی ملکوں میں قبر پرستی کی صورت میں جس طرح شرک کی گرم بازاری ہے، اس سے حضرت الاُستاذؒ بڑا روحانی قلق محسوس فرماتے اور کہا کرتے تھے کہ جب تک اسلامی ملکوں سے یہ شرک ختم نہیں ہوگا وہ اللہ کی خصوصی مدد اور رحمت سے محروم رہیں گے، اس لیے اگر مسلمان اس ذلت و ادبار سے نکلنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مشرکانہ عقائد و اعمال سے توبہ کر کے صرف ایک خدا کی عبادت کریں، اسی سے استغاثہ و استمداد کریں، اور صرف اسی کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھیں جب تک عالم اسلام اس سے تائب نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت سے محروم ہی رہے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا مجدد الدعوۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کی مشہور کتاب — کتاب التوحید، مترجم — پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پچھلی دو صدیوں میں عالم اسلام میں مسلمانوں کے عقائد، معاشرت، سیاسی اصلاح اور انہیں ترقی کی راہوں پر ڈالنے کے لئے جو تحریکیں اُٹھیں شاید کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کی بنیاد جس شخص کے ہاتھوں پڑی وہ ۱۲۰۶ھ میں وفات پانے والے صحرائے نجد کے ایک عالم تھے — مجدد اسلام شیخ محمد بن عبدالوہاب قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ۔

حضرت شیخ کی ایمانی فراست نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے تنزل کا اصل سبب عقیدۂ توحیدِ خالص میں ان کی کمزوری، اور ایسے رسوم و رواج کی جکڑ بندیاں ہیں جو زیادہ تر اوہام کی تخلیق اور جاہل پیروں کی تلقین کا نتیجہ ہیں۔ اسی افیون کی غنودگی مسلمانوں کی اُخروی و دنیوی ترقی کی راہ میں سنگِ گراں بن کے حائل ہے — شیخ نے اس نظریے کی تبلیغ و اشاعت میں سر توڑ کوشش فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ نجد کے ایک والی کی سمجھ میں بات آگئی۔ نتیجہ وہی نکلا، جو قرونِ اولیٰ میں نکل چکا تھا، یعنی توحیدِ خالص پر عمل پیرا ہونے والوں کو دنیوی ترقی سے بھی بہرہ ور فرمایا گیا اور مادہ پرست یہ دیکھ کر حیران ہیں کہ نجد کے اس درویش کی قائم کردہ جماعت آج بھی عرب کے وسیع خطے پر اسلامی طرز کی ایسی حکومت کر رہی ہے، جو بجا طور پر سب دنیا میں بہتر اور اس کی رعایا کا کردار من حیث المجموع کرۂ عالم کے سب افراد سے برتر ہے۔"

(ماہنامہ "رحیق" لاہور، اگست، ستمبر ۱۹۵۸ء)

سعودی حکومت کے مُوحدانہ کردار کی تعریف

اسی وجہ سے حضرت مرحوم سعودی عرب سے خصوصی محبت اور قلبی لگاؤ رکھتے تھے کہ وہاں یہ اکبر الکبائر — شرک — کا وجود نہیں ہے اور سعودی حکومت نے اسے اپنی ترجیحات میں اوّلین اہمیت دی ہوئی ہے کہ کوئی شخص یہاں مشرکانہ مراسم ادا نہ کر سکے۔ شرک کا اڈہ قائم نہ ہو اور وہاں مسلم عوام کو اس سے بچانے کا خصوصی اہتمام اور فکر ہے۔ آج لوگ شاہی اور حکمران سعودی خاندان کی بابت بعض باتوں پر جو ناگواری کا اظہار کرتے ہیں یا ان کے بعض اقدامات پر انگشت نمائی کرتے ہیں، حضرت فرمایا کرتے تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ دینی لحاظ سے جو کچھ بھی کوتاہیاں ہیں وہ یقیناً قابلِ تنقید ہیں۔ اوران کی اصلاح کی کوششیں جاری رہنی چاہئیں لیکن ان معمولی کوتاہیوں کی بُنیاد پر سعودی حکومت کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈے یا سعودی بادشاہت کی مذمّت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

وہ ملوکیت (بادشاہت) کے ویسے ہی خلاف نہیں تھے، نہ اسے آج کل کے سیاست زدہ مُفکّرین کی طرح جمہوریّت سے کمتر سمجھتے تھے بلکہ مغربی جمہُوریّت کے مقابلے میں وہ بجاطور پر مسلمان بادشاہتوں کو بہت بہتر سمجھتے تھے۔ بالخصوص سعودی حکومت اور بادشاہت تو ان کے نزدیک اس لحاظ سے ایک آئیڈیل تھی کہ اس نے اسلامی تعلیمات کے مطابق توحید و سنّت کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے۔ اور شرک و بدعت کے لئے وہ کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتی۔ خَلَّدَ اللہُ مُلْکَھم وملوکھم۔

"مزارات" کے چڑھاوؤں کی آمدنی سے احتیاط و اجتناب

شرک کے خلاف حضرت جو سخت جذبات رکھتے تھے، اس کی بناء پر وہ اوقاف کی میٹنگوں اور دعوتوں میں جانا بھی پسند نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہاں جانے کی صورت میں اوقاف کی آمدنی سے ہی علماء کی تواضع اور مدارات کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور اوقاف کی آمدنی حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک حرام و حلال کا مجموعہ ہے۔ اس کے کچھ ذرائع آمدن حلال ہیں۔ جیسے متروکہ املاک اور وقف شدہ اراضی اور مسجد کی دکانوں وغیرہ کا کرایہ اور کچھ ذرائع آمدن حرام ہیں جیسے قبروں کے چڑھاوے اور نذر نیاز کی رقم۔ قبروں کے چڑھاوؤں سے حاصل شدہ یہ رقم نذر لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور خود فقہ حنفی میں بھی اس کے حرام اور باطل ہونے کی صراحت موجُود ہے۔ اس لئے وہ اس سے بچنے کا حتی الامکان اہتمام کرتے تھے بلکہ ایک مرتبہ انہوں نے راقم سے "الاعتصام" میں ایک اداریہ لکھوایا جس میں ان کے اس نقطۂ نظر کو نمایاں کر کے حکومت کے حلقوں تک پہنچایا گیا کہ اوقاف کی دو قسم کی آمدنی ہے۔ ایک حلال ہے اور دوسری حرام۔ ان دونوں کا الگ الگ انتظام ہونا چاہیئے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور علماء کی تواضع اور مدارات کا اہتمام صرف حلال آمدنی سے کیا جائے۔ "مزارات" سے حاصل شدہ حرام آمدنی اہل توحید علماء پر خرچ نہ کی جائے۔

یہ اداریہ جو راقم نے حضرت مرحوم کے ایماء و ہدایت پر تحریر کیا تھا، الاعتصام جلد ۲۷ شمارہ ۵۱، ۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا اور اب راقم کی کتاب — قبر پرستی، ایک حقیقت پسندانہ جائزہ — میں شامل ہے۔

مشاجراتِ صحابہؓ میں مسلکِ سلف کی پاسداری

مشاجراتِ صحابہؓ، سانحۂ کربلا اور حضرت حسینؓ و یزیدؒ وغیرہ کے مباحث میں وہ اہل سنّت کے معتدل مسلک سے نکلنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاجرات صحابہؓ پر مولانا مودودیؒ صاحب نے " خلافت و ملوکیت " میں جس انداز سے بحث کی ہے۔ وہ اسے اگرچہ رفض و تشیع کا حصہ سمجھتے تھے۔ تاہم اس کے جواب میں عام ناقدین نے جواب آں غزل کے طور پر جو دوسرا انتہاپسندانہ نقطۂ نظر اختیار کیا۔ اسے بھی انہوں نے پسند نہیں کیا۔ مولانا مودودی صاحب کے قلم سے اگر عثمانؓ و معاویہؓ، عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ اور عائشہ و طلحہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ردائے عظمت تار تار ہوئی تو دوسرے حضرات نے حضرت علیؓ و حسینؓ اور ان کے رُفقاء کی کردارکشی کا راستہ ___ شعوری یا غیر شعوری طور پر ___ اختیار کیا اور یہی وجہ ہے کہ وہ " خلافت و ملوکیت " کا جواب لکھنا پسند نہیں کرتے تھے کہ جوابی کارروائی میں تمام صحابہ کرامؓ کا بلاامتیاز احترام مطلوب کا قائم رکھنا پُل صراط پر چلنے کی طرح نہایت مشکل ہے۔ راقم کو بھی بہت اصرار کے بعد انہوں نے اس کا جواب لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ان کی خواہش تو یہی تھی کہ ۱۷ قسطوں میں جو تنقیدی مضمون ___ خلافتِ راشدہ سے ملوکیت تک ___ چھپ چکا ہے، وہ کافی ہے، اُسے ہی کتابچے کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

پھر راقم نے جب بہ اصرار اجازت لے کر " خلافت و ملوکیت " کا جواب لکھا تو نظرِ ثانی کے وقت ایک مقام پر اہلِ سُنّت کے متفقہ مسلک سے جو کچھ انحراف ہے، اس کی بابت انہوں نے اسے بدلنے کا مشورہ دیا۔ یہ مقام ہے جمل و صفّین کی جنگوں میں برسرِ حق گروہ کا۔ اہلِ سُنّت کے جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ان میں حضرت علیؓ حق پر تھے۔ اور حضرت معاویہؓ غلطی پر۔ اور وہ اسے حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ راقم نے اپنی کتاب " خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت " میں اس سے قدرے برعکس موقف اختیار کیا ہے اور حضرت مرحوم کی خواہش کے باوجود اسے تبدیل نہیں کیا۔ یہ تو ان کی غایت درجہ شفقت ہے کہ انہوں نے بہرحال میری خواہش کو دیکھتے ہوئے اس کے بدلنے پر زیادہ اصرار نہیں کیا۔ اور اسے برقرار رہنے دیا۔ تاہم اس کے علاوہ متعدد مقامات پر زبان و بیان اور لہجہ بدلنے کی ہدایت کی، جو الحمد للہ ان کی ہدایات کے مطابق مناسب تبدیلیاں کر دی گئیں، جن سے یقیناً کتاب کی علمی ثقاہت اور معیار میں بہت اضافہ ہوا۔ جزاہ اللہ عنّی خیر الجزاء۔

ناصبیّت اور خارجیّت سے نفرت

حضرت الاستاذ کے اسی فکری اعتدال اور مسلکِ سُنّت سے غیر متزلزل وابستگی کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ اگرچہ حامیانِ بنوامیہ میں سے تھے اور حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمنوا صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے تھے۔ اسی طرح سانحۂ کربلا کے سلسلے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو بھی خطائے اجتہادی سمجھتے تھے جس سے آخری وقت میں انہوں نے رجوع فرما لیا تھا۔ اور شہادتِ حسینؓ کے اُس فلسفے کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے جو شیعہ ذاکرین اور بریلوی واعظین بیان کرتے ہیں تاہم اس کے باوجود وہ محمود عباسی اور اس سے متاثر دوسرے اہلِ قلم کی ان انتہاپسندانہ تحریروں کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے جن میں حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر کا پہلو ہوتا یا ان کی شان و منقبت میں وارد صحیح احادیث کا ان کی طرف سے انکار ہوتا، یا یزید کی غیر ضروری شان اور فضیلت کا بیان ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاشمی یا قبائلی عصبیت و چپقلش سے کچھ تعلق نہ تھا، وہ درحقیقت چند یہودیوں اور ایرانیوں کی کارستانی تھی جو میدان جنگ میں شکست کھا کر اس کا انتقام صحابہ کرامؓ کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے لینا چاہتے تھے

اس سازش کی ابتدا سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت سے ہوئی۔ بعدہٗ سیدنا حضرت عثمانؓ ان کے بعد سیدنا حضرت علیؓ — اور پھر سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادتیں وقوع میں آئیں[1] اور حادثہ کربلا پر اس سازش کا پہلا دور ختم ہوگیا۔

اب اس سازشی عنصر نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ فاروق اعظمؓ، سیدنا ذوالنورینؓ اور سیدنا مرتضٰیؓ کی شہادتوں کی اہمیت کم کرنے کے لیے سیدنا حضرت حسینؓ کے حادثۂ شہادت کو خوب خوب اچھالا گیا اور پروپاگنڈے کے زور سے سادہ لوحوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ صحابہؓ، اہل بیت و غیر اہل بیت یا اموی و ہاشمی دو دھڑوں میں منقسم تھے۔ اس سلسلے میں عجیب عجیب افسانہ طرازیاں کی گئیں، عام طور پر رائی کو پہاڑ بنا دیا گیا۔ ناگزیر اور طبعی حوادث میں رنگ آمیزیاں کر کے جذباتِ انسانی کے لیے حادثۂ کربلا کو اپیلنگ بنایا گیا — ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ سابق الذکر تینوں خلفائے راشدین میں سے کسی کی دردناک شہادت پر کوئی مستقل کتاب آپ کو نہیں ملے گی لیکن سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتِ فاجعہ پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں جن کا اکثر حصہ پروپاگنڈے، جذبات اور بے سروپا تاریخی روایات پر مشتمل ہے اور بجائے اس کے کہ اس ثابت شدہ تاریخی حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا جاتا کہ اسلام کے دشمنوں کی سازش سے سیدنا حسینؓ کا حادثۂ شہادت وقوع میں آیا اس کو خواہ مخواہ مسلمانوں کے داخلی جھگڑے کا نتیجہ قرار دے دیا گیا۔

اسی قسم کی ایک سطحی سی کتاب پچھلے چند سالوں میں "الحسین" کے نام سے مصر سے شائع ہوئی تھی جس کا صرف تجارتی نقطۂ نظر سے ترجمہ "مکتبہ جدید لاہور"، نے چھاپ دیا۔ اس کتاب پر ماہنامہ "تذکرہ" کراچی نے بے لاگ تبصرہ کیا جو کسی صاحب کو ناگوار گزرا۔ اس سے بات چل نکلی تو جناب محمود احمد صاحب عباسی نے ماہنامہ مذکور میں "الحسین پر تبصرہ" کے عنوان سے ایک طویل لیکن پُرمغز اور مُدلّل مقالہ شائع کرا دیا۔

زیرِ نظر کتاب اسی طویل مقالے کی مزید حک و اضافہ اور نظرِ ثانی کے بعد کتابی صورت ہے۔

صفحہ ۵ تا ۱۴ مؤلف کا پیش لفظ ہے۔ اس کے بعد مولوی علی احمد صاحب عباسی (علیگ) کا تعارف (صفحہ ۱۵ - ۲۴) جو قلّ بجا طور پر خیر الکلام ماقلّ و دلّ کا مصداق ہے۔

باقی علمی باتوں کے علاوہ علیگ صاحب کی یہ بات حقیقتِ واقعیہ کی کیسی سچّی ترجمانی ہے۔

"اُمت پر اللہ کا دوسرا فضل یہ ہے کہ اگر ان کے مابین کوئی اختلافی مسئلہ پیدا ہو جائے اور اس میں شدت رونما ہو حتّٰی کہ تکفیر کے تیر چلنے لگیں یا شمشیریں بے نیام ہو جائیں تب بھی وہ اختلافات قائم نہیں رکھتے۔ وقت گزرنے

---

[1] دیکھئے فتح الباری ص۵۸ ، ج ۶ طبع دہلی وغیرہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر وجہ تطبیق نکال لی جاتی ہے۔ اور قضیہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح اسلاف کرام کی عظمت و حرمت بحال ہو جاتی ہے۔ اور کاروانِ ملت پھر شاہراہ ترقی پر رواں دواں ہو جاتا ہے۔ اُمت کا یہ شعار آج تک قائم ہے اور اسی وجہ سے اس میں شدید فرقہ بازی کے رجحانات سر نہیں اُٹھا سکتے۔ اہلِ فکر و نظر نے ہمیشہ ان لوگوں کو دین و ملت کا بدخواہ سمجھا ہے جو سلف صالحین کے اجتہادی، سیاسی اختلافات کو فرقہ بازی کا ذریعہ بنا کر ان پر زبانِ طعن دراز کریں۔" (صلا)

اس قیمتی تعارف کے بعد جناب تمنا عمادی صاحب کا آٹھ صفحہ کا سطحی سا مقدمہ ہے جس کی پیش لفظ اور تعارف کے بعد کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ کتاب میں تاریخی شواہد کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو اُمیہ میں "عداوت" کا قصۂ پارینہ زیادہ تر داستان سرائی کا مرہونِ منت ہے۔ دونوں خاندانوں کے آپس میں رشتہ داریوں کے تعلق ہمیشہ قائم رہا کئے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ سب مخالفین بنو اُمیہ کی "تاریخ سازی" کا کیا دھرا ہے۔

جناب مؤلف مشاجراتِ صحابہؓ کے تقریباً سب ہی واقعات زیر بحث لائے ہیں۔ بعض مندرجات سے تو اتفاق مشکل ہے۔ تاہم اس اَمر کے ثابت کرنے میں وہ کامیاب ہیں کہ حادثہ شہادت حضرت عثمانؓ اور اس کے بعد کے حوادث ایک سازشی عنصر کے پیدا کردہ تھے۔

حادثہ کربلا کے متعلق مؤلف کی تحقیق یہ ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلا شبہ مظلوم شہید ہوئے۔ لیکن تاریخی شواہد اس شہادت کے لئے "راہِ حق کی شہادت" کا ثبوت مہیا نہیں کرتے۔ مؤلف کے نزدیک حضرت معاویہؓ صرف امیر ہی نہیں بلکہ "خلیفہ" تھے۔ ایسے ہی یزید کی امارت کو جائز تصور کرتے ہیں۔ تاہم سیدنا حسینؓ کو کوفہ کی طرف روانگی میں معذور تصور کرتے ہوئے حضرت سید کے درجۂ شہادت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی صاحب نے اس نازک اور اہم موضوع پر خوب محنت کی ہے۔ سینکڑوں کتابوں کو کھنگالا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہیں۔ واقعاتِ کربلا اور اس کے متعلقات و پس منظر پر جو لٹریچر اُردو میں اب تک شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے اکثر حصے میں ایک ہی رُخ دکھایا گیا ہے۔ جو بنو اُمیہ کے مثالب و معائب اور اہل بیت کی مظلومیت کے افسانوں پر مشتمل ہے۔ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" نے بڑی سنجیدگی اور کافی حد تک علمی طریقے سے دوسرا رُخ پیش کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کا بھی مطالعہ کر کے معتدل طریقے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے تاکہ حادثۂ کربلا کی آڑ میں مسلمانوں میں باہمی مناقشات کی خلیج کو وسیع کرنے کی جو کوششیں بعض حلقوں کی طرف سے کی جا رہی ہیں اس کو پاٹا جا سکے۔ "معتدل" ہم نے اس لئے کہا ہے کہ تحقیق کی سعی محمود کے باوجود یہ کتاب غلو کے مقابلے میں غلو سے خالی نہیں۔ بنو اُمیہ اور یزید کی طرف سے صفائی اور مدافعت کے جوش میں بعض جگہ مصنف تحقیقی سطح سے نیچے اُترتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مگر ــــ متعدد مباحث بہت قیمتی ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت دین کی بڑی خدمت ہے۔ یہ چند گذارشات مؤلف کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مرحوم بلاشبہ یزید کو فاسق و فاجر نہیں مانتے تھے اور حضرت معاویہؓ کے اقدام ولی عہدی کو بھی جائز اور صحیح تسلیم کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ یزید چونکہ صحابی نہیں ہے ۔ اس لئے اس کا دفاع اتنا ضروری نہیں ہے ۔ جتنا دفاع حضرت معاویہؓ وغیرہ کا ، بہ حیثیت صحابی ہونے کے ، ضروری ہے ۔ تاہم حضرت معاویہؓ کے دفاع کی حد تک یزید کی حمایت و مدافعت کے بھی وہ قائل تھے ۔ چنانچہ اپنے ماہنامہ "رحیق" میں حضرت مولانا نے مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے مجموعہ مکتوبات حصہ اوّل سے وہ مکتوب شائع فرمایا جس میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کے اقدام ولی عہدی کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے اسباب عوامل بیان فرمائے ہیں ۔ اس کے آغاز میں حضرت الاستاذ نے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا ۔

" مولانا مرحوم کا یہ مکتوب گرامی ان کے مجموعہ مکتوبات جلد اوّل میں شائع ہو چکا ہے (ص ۲۴۱ - ۲۵۲) اس میں آپ نے اُن اسباب پر مختصر روشنی ڈالی ہے جو یزید کو ولی عہد بنائے جانے کا باعث ہوئے تھے ۔

عام مؤرخین اور حال کے واعظین و مقررین حضرات سیدنا حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کے بیان کرتے وقت یزید کی ولی عہدی کو بھی درمیان میں لے آتے ۔ اور شہادت کی کڑی اس سے ملاتے ہیں ۔ ایسے ہی حضرات کے غور و فکر کے لئے ہم یہ ارشادات " رحیق " میں شائع کر رہے ہیں ۔ " رحیق جون ۱۹۵۸ء)

حضرت مولانا نے یہ مکتوب ہی شائع نہیں فرمایا بلکہ حواشی میں ساتھ ساتھ تاریخی حوالہ جات سے مولانا مدنی کے اس موقف کو مدلل اور مؤکد کرتے گئے کہ یزید بدکردار و بداطوار نہیں تھا اور حضرت معاویہؓ کا اقدام ولی عہدی شرعاً جائز تھا ۔

"خلافت معاویہؓ و یزید" پر نہایت پُرمغز تبصرہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت الاستاذ کا وہ تبصرہ بھی نقل کر دیا جائے جو محمود احمد عباسی کی مشہور کتاب " خلافت معاویہؓ و یزید " پر آپ نے " رحیق " میں فرمایا ، جس میں آپ نے نہایت پُرمغز اور جچے تلے الفاظ میں اس نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا ہے جس کی وضاحت گذشتہ سطور میں کی گئی ہے ، لیجئے یہ جامع مانع تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیے ۔

" ہر قوم ، جماعت اور خاندان میں نظریاتی ، واقعاتی اور کچھ طبائع کے فطری تفاوت کے باعث تھوڑے بہت اختلافات ضرور ہو جاتے ہیں ۔ اس قسم کے اختلافات اسلام سے قبل قریش کی دو شاخوں ہاشمیوں اور امویوں میں بھی تھے ۔ جن کے ہوتے ہوئے بھی وہ باعتبار نسب ، قریشی اور بلحاظ ملت (حسب دعوائے خود) ابراہیمی تھے ۔ اسلام کے بعد سارے مسلمانوں کی جب ایک برادری — صحابہ کرامؓ کی برادری — وجود میں آگئی ۔ اس وقت بھی بعض معاملات میں کبھی اسی نوع کا اختلاف رائے ہو جاتا تھا ۔ ان اختلافات کے باوجود سب کلمہ واحدہ پر متفق تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ، قرآن سے شغف و دشمنان اسلام سے مقابلہ ۔ قرآن و حدیث کی تعلیم و اشاعت ، تبلیغ اور ان کے عملی نفاذ میں سب متحد الخیال والعمل تھے ۔

یہ درست ہے کہ دورِ اوّل کے آخری دنوں میں بعض داخلی نزاع خون ریزی کی حد تک پہنچ گئے تھے — لیکن اس نزاع کا اموی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق پسند طبیعت سے تعلق خاطر کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ اُمید ہے آئندہ اشاعت میں ان کو سامنے رکھیں گے۔ واللہ الموفق وھو الھادی الی سبیل الرشاد (ماہنامہ "رحیق" لاہور۔ جون۔ جولائی ۱۹۵۹ء)

جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ وعمروؓ بن العاص وغیرہما کا دفاع

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد رُونما ہونے والے حالات و واقعات میں اہل سُنت کے بھی بہت سے لوگ حضرت معاویہؓ و عمروؓ بن العاص کو ہدفِ طعن بنانے میں تامّل نہیں کرتے ۔لیکن حضرت مولاناؒ اس نقطۂ نظر سے اختلاف رکھتے تھے۔ اور حضرت معاویہؓ وغیرہ کا دفاع فرماتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ تاثر کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں میں اختلاف وشقاق اور قتل و غارت پیدا کرنے والا ایک سازشی گروہ عبداللہ بن سبا یہودیوں نے پیدا کر دیا تھا۔ اسی گروہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا۔ اسی نے جنگِ جمل برپا کی۔ اسی نے صفین میں صحابہ کو لڑایا۔ اور یہی سازشی عنصر بعد میں خوارج کی شکل میں نمودار ہو کر حضرت علیؓ کے مقابلے پر آگیا۔ اور بالآخر حضرت علیؓ کا جان لیوا ثابت ہوا (دیکھئے فتح الباری ج ۶ ص ۸۴، طبع دہلی)"

اس تاثر کی وضاحت کے لئے کہ "حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی" حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

"واضح رہے کہ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم نہ کرنا اس بناء پر نہیں تھا کہ وہ خود کو ہی خلافت کا مستحق سمجھتے تھے یا ان کو حضرت علیؓ کے فضل واستحقاق سے انکار تھا۔ بلکہ وہ اور دوسرے صحابہؓ بیعت خلافت پر قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لینے کو مقدم کرنا چاہتے تھے۔ ولم ینکر معاویۃ قط فضل علیؓ واستحقاقہ الخلافۃ لکن اجتھادہ ادّاہ الی ان رأی تقدیم اخذ القود من قتلۃ عثمانؓ علی البیعۃ و رأی نفسہ احق بطلب دم عثمان لسنہ ولقوتہ علی الطلب بذلک۔ انتھی (الفصل فی الملل والنحل، ص ۱۶۰، ج ۴۔ نیز دیکھئے منہاج السنۃ، ص ۲۳، ج ۲۔ وفتح الباری، ص ۳۴، ج ۲ طبع ہند)"

حضرت معاویہؓ کے بارے میں لوگوں کے پھیلائے ہوئے اس تاثر کی کہ "وہ حضرت علیؓ سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے" تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جنگ کی تیاری پہلے حضرت علیؓ نے کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے مسندِ خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ حضرت معاویہؓ کو شام کی گورنری سے معزول کر دیں تو ایک مدبّر صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو مشورہ دیا کہ سردست معاویہؓ کو معزول نہ کیا جائے، بعد میں دیکھا جائے گا مگر حضرت علیؓ نے یہ مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا، ان ادبروا بذلت لھم السیف (طبری، ج ۳، ص ۴۶۰) قال علیؓ لا واللہ لا اعطیہ الا السیف (طبری، ج ۳، ص ۴۶۲) یعنی اگر اہل شام (معاویہؓ وغیرہ) میری خلافت تسلیم نہ کریں گے تو ان پر تلوار استعمال کی جائیگی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سہل بن حُنیف کو حضرت معاویہؓ کی جگہ شام کا گورنر بنا کر بھیج دیا، مگر شام کی سرحد سے ہی ان کو واپس آنا پڑا۔ لیکن طبری (ص ۴۶۳ ۔ ج ۳) کے بیان میں اس کا ذکر نہیں کہ حضرت سہل نے واپس آکر حضرت معاویہؓ کی طرف سے لڑائی کی تیاری کی بھی خبر دی۔

پھر شہادتِ عثمانؓ کے تین ماہ بعد حضرت علیؓ کے خطوط کا جب حضرت معاویہؓ نے جواب دیا تو بھی اس میں مطالبۂ قصاص کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے یہ خیال فرما کر کہ مطالبۂ قصاص سے قبل خلیفہ کی اطاعت میں داخل ہونا ضروری ہے۔ حضرت معاویہؓ سے لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ تاہم آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے بھی مشورہ دیا کہ لڑائی نہیں ہونی چاہیئے۔ و عزم علیؓ علی قتال اھل الشام (البدایۃ، ص ۲۳۰، ج ۷۔ طبری ص ۴۶۵، ج ۳) وجاء الیہ ابنہ الحسن بن علی فقال یا ابت دع ھذا فان فیہ سفک دماء المسلمین و وقوع الاختلاف بینھم (البدایۃ ص ۲۳۰، ج ۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ ولم یکن معاویۃ ممن یختار الحرب ابتداءً بل کان من اشد الناس حرصاً علی ان لا یکون قتالٌ (منہاج السنۃ، ص ۲۱۹، ج ۲ طبع قدیم) وعلیؓ بدأ بقتال معاویۃ ولم یکونوا بقاتلونہ (منہاج، ص ۳۲۲، ج ۲) حضرت علیؓ اس وقت برحق تھے، یہ ان کی اجتہادی رائے تھی ۔ والمجتھد قد یخطئ وقد یصیب ۔ کہ اہل شام کا بیعتِ خلافت سے تخلّف ۔ بغاوت کے مترادف ہے۔ اس لئے اس سے مقاتلہ ضروری ہے، مگر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حسنؓ وغیرہ کے مشورے درست تھے ۔ واللہ اعلم (رحیق، ج ۲ ۔ ص ۳۱۸)

تاریخ کی اس روایت کے بارے میں کہ "حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن العاصؓ سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ اہلِ شام کو اس بات کا قائل کیا جائے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا اور اس طرح انہیں حضرت علیؓ کے خلاف بھڑکایا جائے"

حضرت مولانا فرماتے ہیں:۔

"یہ روایت طبری، ص ۵۶۰، ج ۳ کی ہے اور سند کے مخدوش ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ کیوں کہ اس کے تین پے درپے راویوں کا رجال کی کتابوں سے پتہ نہیں چلتا، غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیرؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ تاریخی شہادتوں سے جو امر ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص بھی صرف شہادتِ عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے اور یہ غلط ہے کہ وہ حضرت علیؓ پر حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے کا الزام بھی دھرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اہلِ شام کو صِفّین کی جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے جو تقریر کی تھی، اس میں بھی مطالبۂ قصاص ہی کا ذکر ہے۔ قتلِ عثمانؓ میں حضرت علیؓ کے کسی بھی قسم کے دخل کا اشارہ تک نہیں۔ (دیکھو، البدایۃ، ص ۲۵۴، ج ۷)

تاریخ کی اس مشہور روایت کے بارے میں کہ جنگ صِفّین میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا میں نے پہلے سے یہ تدبیر سوچ رکھی تھی کہ ہم لوگ قرآن کو حَکَم بنانے کی دعوت دیں گے ......

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ۔

" یہ بھی درست نہیں ۔ تاریخ طبری، ص ۴۴۲، ج ۴ سے یہ تو معلوم ہوتا ہے ۔ اگرچہ اس کا بیان کرنے والا ایک کذاب شخص ہے ابو مخنف لوط بن یحیٰی ۔ کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے اشارے سے صلح کے لئے مصاحف اٹھائے گئے تھے ۔ قال ابن کثیر ذکر ابن جریر وغیرہ من اھل التاریخ ان الذی اشار بھذا ھو عمرو بن العاص (البدایہ، ص ۲۷۲، ج ۷) لیکن اس اشارے کی یہ غلط تعبیر ہے کہ انہوں نے اس اسکیم کو پہلے ہی سوچ رکھا تھا ۔ صحابہ کرامؓ سے متعلقہ واقعات کی روایت و درایت دونوں طرح سے چھان پھٹک کر لینی چاہیئے ۔"

تحکیم کی اس مشہور تاریخی روایت کے بارے میں کہ فریقین کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص حَکَم مقرر ہوئے، فیصلہ سناتے وقت حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے اصرار کیا کہ پہلے آپ فیصلہ سنائیں، حضرت ابو موسیٰؓ پر حضرت عمرو بن العاصؓ کا جادو چل گیا ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں ۔

" صحابہ کرامؓ کے حق میں ایسی تعبیرات سے اجتناب مناسب ہے ۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ یا حضرت عمروؓ بن العاص کے متعلق یہ کہنا کہ اوّل الذکر مغفل ۔ سادہ لوح ۔ تھے اور ثانی الذکر ۔ معاذ اللہ ۔ فریب کار تھے " پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا ۔ اس لئے کہ یہ خیال جس افسانوی قسم کی روایت پر مبنی ہے ۔ وہ محدثین کے اصول جرح و تعدیل پر صحیح نہیں ۔ اس کی سند میں ایک ابو مخنف لوط بن یحیٰی راوی ہے ۔ جو سخت مخدوش اور رافضی قسم کا شیعہ ہے (میزان الاعتدال) دوسرا راوی ابو جناب یحیٰی بن ابی دحیۃ الکلبی ہے، وہ بھی سخت ناقابلِ اعتماد ہے (میزان) علامہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں :-

وکان ابو موسیٰ رجلاً تقیاً ثقفاً فقیھاً عالماً ارسله النبیّ صلی اللہ علیه وسلم الی الیمن مع معاذ وقدمه عمرو اثنیٰ علیه بالفھم وزعمت الطائفة التاریخیة الرکیکة انه کان ابله ضعیف الرأی مخدوعاً فی القول وان ابن العاص کان ذا دھاءٍ وارب حتی ضربت الامثال بدھائه تاکیداً لما ارادت من الفساد، اتبع فی ذلك بعض الجھال بعضاً وصنفوا فیه حکایات اھ ۔ (العواصم، ص ۱۷۴) پھر تحکیم کے متعلق ایک عجیب قسم کی کہانی ذکر کر کے کہا ہے ۔ ھذا کله کذب صراح ماجری منه حرف قط وانما ھو شیٔ اخبر عنه المبتدعة ووضعته التاریخیة للملوك فتوارثه اھل المجانة والجھارة بمعاصی اللہ والبدع (العواصم، ص ۱۷۷) خلاصہ یہ ہے کہ دونوں صحابیوں کے متعلق ایسے الفاظ ۔ مُغفّل، فریب کار وغیرہ ۔ اہل بدعت اور اغراض پرست مؤرخوں کا جھوٹ ہے ۔"

مذکورہ تاریخی روایت میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنا فیصلہ سنایا، جس میں انہوں نے کہا کہ میں حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں لیکن امیر معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں ۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلا ئے، یہ غداری اور بے ایمانی ہے.....

حضرت مولاناؒ اس کی بابت لکھتے ہیں :۔

"علامہ ابن العربی المالکی کی مؤرخانہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ امارۃ المسلمین کا معاملہ مقتدر صحابہ کی شوریٰ میں پیش کر دیا جائے۔ یہ روایت انہوں نے امام دارقطنی کی زبانی نقل کی ہے۔ اور اس کے راویوں کو الائمۃ الثقات الاثبات (ص ۱۷۸-۱۷۹) کہا ہے۔ اس روایت کی بناء پر مشہور روایت جسے مقالہ نگار نے طبری وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ کی حیثیت افسانے کی رہ جاتی ہے۔

امام دارقطنی کی روایت کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ تحکیم میں حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ میں سے کسی کے ... خلع ... کا ذکر نہیں آیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بزرگ اپنے اپنے ماتحت علاقے کے خلیفہ و امیر بدستور رہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری ص ۳۵۴، ج ۶ (طبع ہند) میں لکھتے ہیں۔ وافترقا عن غیر شیٔ۔ دراصل اس بارے میں روایتیں اس قدر مختلف ہیں کہ صحیح واقعہ کا سمجھنا مشکل ہو گیا ہے (ماہنامہ "رحیق" ج ۲، ص ۳۲۲)

حضرت مولانا نے یہ تنقیدی حواشی اپنے ماہنامہ "رحیق" میں مولانا غلام احمد حریری کے مضمون "خوارج" کے بعض مندرجات پر تحریر فرمائے تھے، جیسا کہ مذکورہ عبارتوں سے واضح ہے۔

حضرات خلفائے ثلاثہ کے ساتھ حضرت معاویہؓ وغیرہ کا احترام بھی ضروری ہے

حضرت الاستاذ اپنے انہی مذکورہ نظریات کی وجہ سے ایک بات یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ احترام صحابیت پر جب بھی شیعوں سے بات ہو تو حضرت معاویہؓ، عمروؓ بن العاص، مغیرہ بن شعبہؓ اور دیگر ایسے جلیل القدر صحابہ جو مشاجرات میں نمایاں رہے۔ شیعہ حضرات سے ان صحابہ کرام کے احترام مطلوب کا بھی اعتراف کروانا چاہیئے۔ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمانؓ غنی کے احترام تک بات نہیں رہنی چاہیئے کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ کا احترام تو اب کئی شیعوں کا سمجھدار اور سنجیدہ طبقہ کرتا ہے۔ حضرت معاویہؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کے احترام کی ضرورت ہے۔

حضرت مرحوم کا یہ نقطۂ نظر بھی فی الواقع خاص اہمیت کا حامل ہے۔ شیعوں کے ہاں حضرت معاویہؓ مبغوض ترین ہستیوں میں سے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے نادان یا شیعوں سے متأثر اہل سنت بھی حضرت معاویہؓ، عمروؓ بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم پر زبانِ طعن دراز کرنے سے نہیں چوکتے۔ اس لئے بلاتفریق تمام صحابہ کرام کا احترام ضروری ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی خدمات کا اعتراف اور ان کی فکری غلطیوں سے اختلاف

بعض مسائل میں علمائے اہل حدیث کا بھی باہم اختلاف ہے۔ اگر یہ اختلاف اس نوعیت کا ہو تا کہ سلف سے چلا آ رہا ہوتا، تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ اس میں تشدّد اختیار کرنے سے روکتے اور فرماتے کہ جس کو جو موقف زیادہ وزنی نظر آئے، اُسے اپنا لے۔ لیکن دوسرے موقف کو بھی برداشت کرے۔ اور اگر یہ اختلاف سلف کے مسلک ومنہاج سے انحراف پر مبنی ہوتا تو اس میں کسی قسم کی نرمی اختیار کرنے کے روادار نہیں تھے۔ بلکہ اسے سراسر گمراہی سے تعبیر فرماتے۔ اور نہایت سختی سے اس کی تردید فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم سے اگرچہ حضرت الاستاذ کو ان کی ہمہ نوعی عظیم دینی وعلمی خدمات کی بناء پر غایت درجہ عقیدت تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ مولانا امرتسری مرحوم کی اُن غلطیوں کو غلط ہی سمجھتے رہے۔ جن کی نشاندہی اُن کے معاصر اہلحدیث علماء نے کی اور اسے مسلک سلف سے انحراف قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں فیصلہ آرہ، جو مشہور ہے اور جسے تین علمائے محققین نے تحریر کیا تھا۔ مولانا محمد شمس الحق ڈیانوی (مصنف عون المعبود) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ اور مولانا شاہ عین الحق پھلواری۔ اس میں ان ثالث علماء نے مولانا امرتسریؒ کی جن فکری لغزشوں کو غلط قرار دیا تھا، حضرت مولاناؒ بھی ان کے ہم نوا تھے اور مولانا امرتسریؒ کی تاویلات سے متفق نہیں تھے۔ رَحِمَهُمُ اللهُ رَحمَةً واسعةً۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت الاستاذؒ نے "تذکرہ علمائے خانپور" (ضلع ہزارہ) کتاب چھاپی۔ جس میں مولانا قاضی عبدالاحد خانپوریؒ کی اُن کتابوں کا بھی ذکر آیا جن میں قاضی صاحب خانپوریؒ نے مولانا امرتسریؒ سے اختلاف کیا اور ان کی فکری غلطیوں کی نشاندہی کی تو حضرت مرحوم نے اس کتاب میں بطور ضمیمہ واستدراک، فیصلہ آرہ مع نتیجۃ المحاکمہ بھی شامل فرما دیا۔ تاکہ آنے والے حضرات بھی اس اختلاف کی علمی نوعیت اور بنیاد کو سمجھ سکیں۔ اسی طرح حضرت مولاناؒ، مولانا امرتسریؒ کے اس موقف سے بھی شدید اختلاف رکھتے تھے۔ جو انہوں نے تفسیر صحابہ کے بارے میں اختیار کیا تھا کہ صحابی کی تفسیر کے مقابلے میں لُغت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ حضرت اسے بھی مسلک سلف کے خلاف اور صحابہ کی تفسیر کو حدیثِ نبوی کے بعد سب سے زیادہ اہم سمجھتے تھے۔

فقہی رواداری اور وُسعتِ ظرفی

تقلید کا رَدّ اور عمل بالحدیث کی اہمیت، ان کا اگرچہ نہایت پسندیدہ موضوع تھا۔ اور اس پر چھوٹی بڑی متعدّد کتابیں بھی اُنہوں نے شائع کیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ فقہی رواداری اور وُسعتِ ظرفی کے قائل تھے۔ علمائے دیوبند سے ان کے تعلقات خاصے وسیع تھے۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری مرحوم سے یک گونہ عقیدت اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سے احترام کا تعلق تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی کی وفات پر انہوں نے ماہنامہ "رحیق" لاہور میں نہایت پُردرد اداریہ سپردِ قلم فرمایا۔ جس میں ان کی علمی، دینی اور ملّی وسیاسی خدمات پر بھرپور خراجِ تحسین پیش فرمایا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ لاہور تشریف لائے تو بطورِ خاص ان کو دعوت دے کر اپنے ادارہ میں بلایا۔ اور مولانا اکبر آبادی، مولانا معراج الحق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی معیت میں تشریف لائے۔ اور مولانا کی ضیافت سے مسرور و شاد کام ہوئے۔

مولانا عبدالرشید نعمانی (رجب پوری) کراچی سے، ان کے حنفیت میں تصلّب کے باوجود خصوصی تعلق تھا۔ اِتحاف النّبیہہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وہ قلمی نسخہ، جسے حضرت مولاناؒ نے ایڈٹ کیا، انہی مولانا نعمانی صاحب سے ہی حاصل کیا تھا۔ چنانچہ مولانا نعمانی صاحب بھی جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو حضرت مولانا مرحوم سے ضرور ملتے۔ مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب "اوجز المسالک" اور مصنف "تبلیغی نصاب" ایک مرتبہ لاہور آئے تو راقم کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے لاہور کے تبلیغی مرکز بلال پارک باغبان پورہ تشریف لے گئے۔ لاہور میں موجود علمائے دیوبند سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور ان کے ہاں آنا جانا ایک معمول تھا، وہ بھی حضرت مولانا سے خصوصی ربط و تعلق رکھتے تھے۔ غرض اس لحاظ سے ان کے اندر وہ وسعت موجود تھی جو ہمارے اکابر اسلاف کا بھی ایک امتیازی وصف تھا۔

شاہ ولی اللہؒ کے نقطۂ اتحاد پر اہل دیوبند کو دعوتِ اتحاد

دراصل فقہی اختلافات میں شدت و وسعت کے باوجود ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ شرک و بدعت اور الحاد و تجدد کے مقابلے میں اہل حدیث اور اہل دیوبند (اہل توحید) کو زیادہ سے زیادہ اتحاد اور اشتراکِ عمل کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اسی لئے وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اُس فکر کو بڑی اہمیت دیتے تھے، جو شاہ صاحبؒ نے اہل حدیث اور اہل تقلید کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لئے پیش کی ہے اور اس کے حوالے سے اُنہوں نے متعدد مرتبہ اہل دیوبند کو اُن ولی اللّٰہی خطوط اور فکر پر اتحاد و اشتراک کی دعوت دی ہے۔ جسے شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مرحوم، مولانا محمد اشرف سندھو بلوکیؒ کی کتاب "نتائج التقلید" پر تبصرہ کرتے ہوئے پہلے شاہ ولی اللہؒ اور اُن کے خاندان کی اشاعت قرآن و حدیث اور اس فکر ولی اللّٰہی کے جانشین علمائے اہلحدیث کی خدمات کا تذکرہ اور پھر اہل دیوبند کے تقلیدی جمود کا ذکر کرتے ہیں۔

> "حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ نے اپنی بصیرت سے محسوس کر لیا تھا کہ صدیوں کی جمی ہوئی فقہ آنے والے دور میں چلنے والی نہیں۔ اس لئے انہوں نے تدریساً و تصنیفاً قرآن و حدیث کو رواج دینے پر اپنی زندگی صرف کر دی۔ آپ کے بعد شاہ عبد العزیزؒ اور شاہ اسحٰقؒ نے علمی رنگ میں مزید ترقی دی اور مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے عملی طور پر اس کو نافذ کرنے کی راہ میں جان تک قربان کر دی! ان حضرات کے بعد مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحبؒ نے تدریس اور تصنیف کے ذریعے سے ولی اللّٰہی نہج پر قال اللہ و قال الرسولؐ کا صور اس زور سے پھونکا کہ اس سے غیر منقسم ہندوستان کا کونہ کونہ گونج اٹھا۔ اول الذکر کے تلامذہ اور ثانی الذکر کی تصانیف اندرون و بیرونِ ملک میں پھیل گئیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس مرحلے پر خاندانِ ولی اللّٰہی کے ہی بعض تلامذہ آڑے آ گئے اور فقہ حنفی کی غیر ضروری حمایت کی ٹھان لی گئی۔ اور مولانا اسحٰقؒ و مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ جانشینوں کے خلاف دیوبند میں ایک محاذ قائم کر لیا گیا۔ اپنی تحریروں، تقریروں، خانقاہی مجالس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محدث دہلویؒ اور مجدد قنوجیؒ اور ان کے طرز فکر۔ حسب فرمان شاہ ولی اللہ، اہل حدیث ۔ کو مختلف طریقوں سے بدنام کرنا شروع کر دیا تاکہ مسلکِ اہل حدیث کی اہمیت گھٹائی جائے۔ یہ جوشِ مخالفت یہاں تک پہنچا کہ بعض متقدمین اہل حدیث اور خدام الحدیث کو بھی مطعون کرنا ضروری سمجھا گیا۔ علمائے دیوبند کی قابلِ قدر دینی خدمات کے ساتھ افسوس ہے کہ یہ ۔ تیز کانٹا بھی ہمیشہ موجود رہا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم سے لے کر مولانا حسین احمد مدنی مرحوم تک سب ہی کم و بیش اہلحدیث کے خلاف زبان کشائی و قلم افشانی کی "خدمات" سر انجام دیتے رہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا ردِّ عمل ہونا قدرتی تھا اور اسی نے باہمی قلمی معرکہ آرائی کی افسوسناک صورت اختیار کی جس کا نہ ہونا مناسب تھا کیونکہ اس طرح حضرت شاہ صاحب کا نقطۂ نظر بروئے کار نہ آسکا جو ہمارے دَور کے لئے ضروری تھا یعنی یہاں ایسا قانون نافذ ہو جو خلفائے راشدین کے اسوہ اور مذاہب اربعہ کی تشریحات کی روشنی میں قرآن و حدیث پر مبنی ہو۔

ہمارا خیال ہے اگر علمائے دیوبند اہلحدیث کی مخالفت نہ کرتے تو شاید شاہ صاحبؒ کا طریقہ یہاں رواج پذیر ہو جاتا اور وہ مشکلات پیش نہ آتیں جن سے ہم اور وہ دونوں دوچار ہو رہے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے علمائے دیوبند کے ان "ارشادات" کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو زیر تبصرہ کتاب کی تالیف کا سبب بنے اور اس پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ مؤلف کا لب و لہجہ بھی ردِّ عمل میں تیز ہو گیا ہے جو نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ ہمارے قدمائے اہلحدیث کا یہ اندازِ تحریر اور طریقِ اختلاف نہیں ہے۔ غلو کے مقابلے میں غلو سے جماعت اہلحدیث ہمیشہ ہی بلند رہی ہے۔ اور اسے بلند ہی رہنا چاہئیے۔ اس کے بعد آخر میں پھر نہایت پُرسوز اور دردمندانہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم سمجھتے ہیں کہ "تفہیمات" میں اہلحدیث اور علمائے دیوبند کو شاہ ولی اللہ صاحب کے طریقے پر متفق ہو جانے کی اس دَور میں سخت ضرورت ہے۔" اجتہاد کے دروازے کے چوپٹ کھل جانے کا جو فتنہ سر اٹھا رہا ہے اس کا کامیاب مقابلہ اسی صورت ہو سکتا ہے۔ علمائے دیوبند کو ہم یقین دلاتے ہیں کہ اھلحدیث کو آپ سے کوئی بغض نہیں وہ ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ رہے ہیں۔ وہ اہل بدعت کے مقابلے میں بھی آپ کا ساتھ دیتے ہیں، وہ آپ کے سب بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ دکھ درد میں آپ کے شریک رہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں مولانا حسین احمدؒ کے سانحہ ارتحال کو پوری جماعت نے محسوس کیا۔ دراں حالیکہ بریلوی حضرات نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور آپ سے (معاذ اللہ) غیر مسلموں کا سا برتاؤ کیا۔

مگر اھلحدیث کو آپ سے بجا طور پر شکوہ ہے کہ آپ ایسا نہیں کرتے۔ آپ حضرات کی اکثریت حنفیت میں بریلویوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اھلحدیث طلباء تک کو آپ اپنے مدارس میں گوارا تک نہیں کرتے۔ اہل حدیث کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کو احتیاط قرار دیتے ہیں۔

نہایت ادب اور سوز سے گذارش ہے کہ حضرات دیوبند اگر سلف کی طرح اہلحدیث کے اختلاف کو برداشت کر لیں تو سب مناقشات ختم ہو سکتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمید ہے ان گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمایا جائے گا۔ (ماہنامہ "رحیق" جلد دوم۔ ص ۳۳۴)

دینی مدارس، اُن کے طرزِ تعلیم اور طلباء و اساتذہ کے بارے میں حضرت کے نظریات

مدارسِ دینیہ اور اُن میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور پڑھانے والے اساتذہ و علماء کے بارے میں اگرچہ کچھ باتیں اس سے قبل گزر چکی ہیں۔ تاہم یہ موضوع چونکہ بڑا اہم ہے اور اس سلسلے میں بھی حضرت الاُستاذ کے افکار بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہیں قدرے تفصیل سے یہاں پیش کیا جائے۔

اس سلسلے میں ماہنامہ "رحیق" میں ان کے چند اداریے محفوظ ہیں۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہیں یہاں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ بھی اربابِ مدارس اور طلبائے علومِ دینیہ کے سامنے آجائیں اور وہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ کیونکہ حضرت مولانا کے یہ مشورے، جو انہوں نے اربابِ مدارس کو دیئے، یا طلبائے علومِ دینیہ کی رہنمائی فرمائی یا اُن کے نصاب پر کوئی تجویز دی۔ یہ ساری باتیں اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں کہ خود حضرت الاُستاذ کا عمر بھر ان دینی اداروں اور مدرسوں سے خصوصی تعلق رہا ہے۔ سالہا سال تک وہ مدارس میں مسندِ تدریس پر فائز رہے ہیں۔ طلباء و علماء سے براہِ راست ان کا تعلق رہا ہے۔ اور تادمِ واپسیں تحقیق و افتاء سے وہ وابستہ رہے ہیں۔ اس لیے وہ مدارسِ دینیہ کی کمزوریوں اور ضرورتوں سے بھی آگاہ تھے۔ طلباء و علماء کے ذہنی اُفق، اُن کی علمی استعداد و صلاحیت سے آشنا اور اس کو مفید تر بنانے کے جذبے سے بھی سرشار تھے۔ اور اب، جب کہ مدارسِ دینیہ کی افادیت کو مشکوک نظروں سے دیکھا جا رہا ہے، وہ ان کی افادیت، اہمیت اور ضرورت کے بھی بڑے معترف اور قائل تھے۔ اس لئے یہ فطرتی اور قدرتی بات تھی کہ یہ دائرہ بھی ان کے فکر و نظر سے باہر نہ رہتا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ وہ زبانی تو ہر وقت طلباء و علماء کو مخلصانہ مشوروں سے نوازتے رہتے تھے تاہم یہ امر مسرّت و اطمینان کا باعث ہے کہ اُن کے کچھ ناصحانہ مشورے ضبطِ تحریر میں بھی آگئے ہیں جن سے ہر وقت استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ذیل میں حضرت مولاناؒ کے وہ اداریے درج کئے جا رہے ہیں جو اس ضمن میں انہوں نے تحریر فرمائے۔

۱۔ ذہین افراد اور علمی خاندان، دین کا علم بحیثیت دینی علم کے حاصل کریں

دینی مدارس کی کوتاہیوں اور اُن کی اصلاح کا موضوع جب بھی زیرِ بحث آتا ہے تو بالعموم اس کا ذمّہ دار مدارس کے نصابِ تعلیم کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس کے نصاب میں تبدیلی یا اس میں جدید تعلیم کی پیوندکاری کو ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت مولاناؒ اس سے اتفاق نہیں فرماتے تھے۔ وہ نصاب میں جزوی تبدیلی کے مُنکر تو نہیں تھے۔ تاہم بنیادی تبدیلی کو وہ سخت نقصان دِہ اور جدید تعلیم کی پیوندکاری کو مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے سے تعبیر فرماتے تھے۔ چنانچہ درسِ نظامی کے نصاب کے بارے میں حضرت مولاناؒ لکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" بہت سے مفکرین کا خیال ہے کہ موجودہ قابلیتی بحران کا سب سے بڑا سبب مدارسِ عربیہ کا مروّجہ نصابِ تعلیم ہے۔ حالانکہ ماضی قریب کے جیّد اہلِ علم ۔جن پر برّصغیر پاک وہند کو بجا طور پر فخر ہے ۔ ولی اللّٰہی خاندان اور اُن کے مُتوسّلین مولانا سیّد محمد نذیر حسینؒ، مولانا نواب سیّد محمد صدیق حسنؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا محمود الحسنؒ، مولانا محمد شمس الحقؒ، مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا سیّد محمد انور شاہؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ مولانا حافظ محمد صاحبؒ لکھوی، مولانا سیّد سلیمان صاحب ندویؒ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم وغیرہم ۔ سب بزرگ اسی نصاب کے فیض یافتہ تھے۔ ان حضرات کی خدماتِ علمی اور اسلامی سے کون انکار کرسکتا ہے؟ اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ اپنے اپنے درجے میں ان ہی کی مساعی، محنت، ایثار اور قربانیوں کا فیض ہے۔ جو علوم دینیہ کی تھوڑی بہت رونق نظر آرہی ہے۔

اس گذارش کے یہ معنی نہیں کہ نصابِ تعلیم میں حالات کے مناسب جزوی تبدیلیوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ کہنا یہ ہے کہ موجودہ صورتِ حال کی کیا واحد وجہ یہی ہے؟ اس پر مزید ہمہ جہتی غور وفکر کی ضرورت ہے۔ کیا اس کے اسباب دوسرے نہیں ہوسکتے جو مادی بھی ہوں اور روحانی بھی، ظاہری بھی ہوں اور باطنی بھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں کہ "مزعومہ مصالح" سے خالی الذہن ہو کر سوچا جائے تو وہ معلوم نہ ہوسکتے ہوں۔" ("رحیق" ج ۳ ص ۳۶۲۔۳۶۳)

اس کے بعد حضرت الاستاذؒ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نقل فرمودہ اقتباس کی بنیاد پر اصلاح کا ایک طریقہ یہ پیش فرمایا ہے کہ ایسے ذرائع کو بروئے کار لایا جائے کہ ملک کے ذہین افراد اور علمی خاندان، دین کا علم عربی زبان کے ذریعے بحیثیت دینی علم کے حاصل کرنا شروع کردیں۔ پھر دیکھئے گا یہ طریق کیسا مثمر برکات ہوتا ہے جیسا کہ ہمارا شاندار ماضی اس پر شاہدِ عدل ہے۔

اس موضوع پر حضرت کی پُوری تحریر ابتداء میں گزر چکی ہے، اسے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

۲۔ ہر علم وفن کی بنیادی کتاب کے حفظ وضبط کا اہتمام کیا جائے

دینی مدارس کی اصلاح اور اس کی تعلیم کے ثمرات وبرکات کے حصُول کے لئے دوسری تجویز حضرت مولاناؒ نے یہ پیش کی ہے کہ اربابِ مدارس ہر علم وفن کی بنیادی کتابوں کے مُتون طلباء کو یاد کرائیں، اس سے یقیناً طلبائے مدارسِ دینیہ کی علمی صلاحیتوں کو جلا اور رسُوخ حاصل ہوگا۔ چنانچہ "رحیق" کے ایک اداریے میں تحریر فرماتے ہیں۔

اداریۂ "رحیق"

" عالمِ اسلام کے بالعموم اور ہند وپاک کے حالات بالخصوص اس اَمر کے شدید متقاضی ہیں کہ علومِ شرعیہ کی عربی تعلیم وتدریس اور اشاعت کے نظام کو مضبوط کیا جائے اور مروّجہ نظامِ تعلیم میں جہاں جہاں جھول پیدا ہوگئے ہیں ان کے اسباب کی تشخیص وتحقیق کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متحدہ طور پر ان کو دُور کرنے کی کوشش کی جائے ۔ **اوّلاً** اس لئے کہ پاکستان میں آئندہ ایک ایسی صاحبِ علم جماعت کی ضرورت ہے جو علمی و عملی طور پر دینی حمیت و صلابت کے ساتھ ساتھ فکری اعتبار سے اصحاب بصیرت ہوں تاکہ پیش آمدہ جدید مسائل کو قرآن و حدیث کے نصوص سے حل کرنے کی خوب استعداد رکھتے ہوں ۔

ثانیاً اس لئے کہ قرآن و حدیث اور بعض دینی کتب کے تراجم ۔۔ جو کہ اکثر صرف تجارتی ہیں اور غیر محتاط ۔۔ کی اشاعت سے کج فہم طبقہ جو غلط فائدہ اٹھا رہا اور ترجموں کے بل بوتے پر شبہات کے فتنے اُبھار کر اُمّت میں فکری و عملی انتشار پھیلا رہا ہے ۔ اس کے مغالطوں کا پردہ چاک کیا جائے ۔ کیوں کہ بدقسمتی سے یہی خام فہم کے لوگ پروپاگنڈے کے زور سے پیش پیش ہیں ۔

ظاہر ہے کہ یہ مقصد صرف علومِ شرعیہ کی براہِ راست عربی کی تعلیم اور مضبوط تعلیم ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے ۔

یہ بہت ذمّہ داری ہے جس سے صرف علمائے کرام اور علومِ شرعیہ کے طلبائے عظام کو عہدہ برآ ہونا ہے ۔

اس سلسلے میں ایک بات پر ہم نے رحیق کی گذشتہ اشاعت میں گفتگو کی تھی ۔ آج کی صحبت میں ایک دوسرے اَمر کی طرف درد دل رکھنے والے اور حسّاس اصحابِ فکر کو توجّہ دلانا چاہتے ہیں ۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس کے طریقۂ تعلیم میں قوّتِ حافظہ کی تشحیذ اور علومِ شرعیہ کے حفظ و ضبط کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے جس کی طرف تکوینی اشارہ آخری وحی کے نزول کے لئے خطّۂ عرب کا انتخاب ۔۔ جس کی قوّتِ حافظہ ضرب المثل کی حیثیت حاصل کر چکی ہے ۔۔ اور تشریعی اشارہ آیۂ کریمہ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۲۹-۴۹) و احادیثِ مبارکہ مثلاً نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا وَ فِيْ لَفْظٍ فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ (مشکوٰۃ) میں فرما دیا گیا تھا اور جس کے اہتمام بلیغ کی مثال میں حافظ الحدیث علی الاطلاق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ کافی ہے جس میں ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ازدیادِ حافظہ کا اعجازی انتظام فرمایا ، جس کا ظہور حضرت ابوہریرہؓ کے حسبِ منشا ہوا ۔ عَنْ ابی هريرة قال قلت يا رسول الله انی اسمع منك حديثًا كثيرًا انساه قال ابسط رداءك فبسطته فغرف بيديه ثم قال ضم فضممته فما نسيت شيئًا بعد (صحیح بخاری باب حفظ العلم)

غور کیا جائے تو اسلامی علوم کا وسیع ذخیرہ سمٹ سمٹا کر چار جوہری عناصر کے گرد ہی گھومتا نظر آئے گا ۔ قرآنؑ ، حدیثؑ (اور بہ واسطہ) لغتِ عربیہؑ (ان دونوں سے مستنبط مسائل) ، اسلامی فقہؑ ، قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے ہزاروں آیات ، لاکھوں احادیث و الفاظ و محاوراتِ عربیہ اور سینکڑوں صفحات پر مشتمل فقہ اسلامی کے دفاتر جس حیرت انگیز طریقے سے اپنے سینوں میں محفوظ کر لئے ۔ پھر ان کو پڑھا ، پڑھایا اور ضبط رکھا وہ تاریخ کا عدیم النظیر معجزانہ واقعہ ہے ۔

اسلام کے بابرکت قرنوں میں عقائد ، اعمال ، اندازِ حکومت اور طرزِ معاشرت کی طرح طریقۂ تعلیم بھی دیکھنے میں بالکل سادہ تھا ۔ مگر اس سادہ نظامِ تعلیم کی بدولت کمیّت اور کیفیت دونوں لحاظ سے ایسے **باعظمت رجال** پیدا ہوئے جو علم میں عمیق ، کردار کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پختہ، فکر کے صائب اور راہِ حق کے مجاہد تھے۔ وہ اپنوں کے لئے قابلِ فخر ہیں تو غیروں کے لئے قابلِ رشک! اور اس حقیقتِ باہرہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس وقت ساری دنیائے اسلام اسی شجرۂ مبارکہ کے ثمراتِ طیبّہ سے متمتع ہو رہی ہے۔ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربّھا (۱۴-۲۵)

جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں اس کی بڑی بلکہ بنیادی وجہ قوّتِ حافظہ کا وفور اور حفظ کا نظام تھا۔ گو سطح بینوں کی ستم ظریفی، کم ظرفوں کی ناشکری اور خام علموں کی کور ذوقی سے اُمتِ محمدیہؐ کی قوتِ حافظہ کی خصوصیت بھی ایک "عیب" شمار کی جانے لگی۔

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است

درمیانی صدیوں میں اس سادگی سے نظم کی طرف "ارتقاء" ہوا، "بدویت" کی جگہ "حضریت" آگئی۔ علم کے لئے سینوں کی بجائے سفینوں پر اعتماد زیادہ کیا جانے لگا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اسلامی اور لغت وغیرہ علوم میں تصنیف شدہ کتابوں کے انبار لگ گئے۔ تاہم ان ادوار میں بھی علوم میں رسوخ، فنون میں پختگی، فکر میں گہرائی اور اعمال میں حسن پیدا کرنے کے لئے اس نظامِ تعلیم میں یہ امر لازمی سمجھا جاتا تھا کہ ہر علم وفن کی چند بنیادی کتابوں کو حفظ ضرور کیا جائے۔ چنانچہ کبار علماء اور محققین کے تراجم و تذکروں میں آپ دیکھیں گے کہ سب علماء وفقہاء تفسیر، حدیث، فقہ و اصولِ فقہ (حنفی ہو یا مالکی، شافعی ہو یا حنبلی) لغت عربیہ اور اس کی شاخوں معانی و بیان وغیرہ علوم کی ایک ایک، دو دو کتابیں لازماً حفظ کرتے اور کراتے تھے۔ اور ایسی کتابیں تصنیف کی جانے لگیں جن سے فن بآسانی حفظ ہو سکے۔

یہ الگ بات ہے کہ ان صدیوں میں بعض وجوہ سے ــــ جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ــــ ایک قسم کا جمود پیدا ہو گیا اور اجتہادی استعداد بھی دبی رہی۔ فنون وعلوم کی بجائے صرف "کتاب فہمی" کی طرف رجحان بڑھ گیا ــــ مگر نصابِ تعلیم میں حفظ وضبط کو بہت اہمیت حاصل رہی۔

دوسرے اسلامی ممالک کے بارے میں تو نہیں کہا جا سکتا لیکن برصغیر پاک وہند میں ایک عرصے سے حفظِ علوم کا طریقہ تقریباً متروک ہے۔ اصولِ تفسیر، قراءت و تجوید، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، عقائد و کلام، لغت و ادب، معانی و بیان وغیرہ کی کوئی کتاب ہمارے مدارس میں حفظ کی جاتی ہے نہ کرائی جاتی ہے۔ علماء و طلباء کی خدمت میں بصد معذرت و ادب اپنا یہ تاثر پیش کرنا شاید واقعہ کے خلاف نہ ہو کہ ہمارے طلباء کی اکثریت میں جو رسوخ فی العلم پیدا نہیں ہو پاتا اور ہمارے مدارس میں ایک طرح کا عقم سا پایا جانا شروع ہو گیا ہے۔ تو اس میں بہت سا دخل اس سبب کو بھی ہے کہ "حفظ و ضبط" کو مدارس بدر کر دیا گیا ہے۔

ضرورت ہے کہ عربی نظامِ تعلیم کے اس اہم حصّہ کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ محترم اربابِ مدارس اور طلبائے کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس تجویز کو غور وفکر کا موضوع بنائیں۔ کیونکہ ایک دو کتابیں سمجھ کر حفظ کرنے سے فن ذہن میں مرتسم ہو جاتا ہے اس کے بعد نسبتاً تفصیلی کتاب پڑھی جائے تو خوب بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حفظ و ضبط کے لئے ہر فن کی ایسی کتابوں کا انتخاب کیا جائے جن میں جامعیت کے ساتھ ساتھ عبارت کی سلاست، اور سہولت بھی ہو۔

(۲) فقہ و اصولِ فقہ اور عقائد و کلام میں کتابیں ایسی ہوں جن سے پوری فقہ اسلامی اور مکتب فکر سے واقفیت پیدا ہو سکے۔ کسی ایک ہی نقطۂ خیال پر محدود کر دینے سے علم میں وسعت اور فکر میں اجتہادی قوت پیدا نہیں ہوتی، ماضی میں ہمارے جو علمائے عظام تعلیم و تعلّم میں حریمِ تقلید و تقیید سے باہر نکلے تھے، وہی مجتہدانہ انداز سے اُمت کی خدمت کر سکے ہیں۔ ایک حصار میں محصور فقہاء بے چارے بعض خدمات کے باوجود "اجتہاد فی المذہب" سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اور ساری استعداد جزئیات کے گرد چکر کاٹنے میں صرف کر دی ــ لیکن حالات بدل چکے ہیں اب عربی تعلیم کو آفاقی نقطۂ نظر سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ واللہ الموفق۔ (ماہنامہ "رحیق" شمارہ ۱۰، مئی ۱۹۵۹ء)

جماعت کے اکابر علماء اور طلباء کی خدمت میں مفید نصیحتیں اور مشورے

۱۹۵۵ء میں جب جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کا قیام عمل میں آیا تو حضرت الاستاذ نے "رحیق" میں نہ صرف خیر مقدمی اداریہ تحریر فرمایا بلکہ مدارس اہلحدیث کے نصاب کی بھی وضاحت فرمائی کہ اس میں حنفی مدارس کی طرح جمود نہیں ہے، بلکہ ان کا نصاب ولی اللّٰہی فکر پر قائم ہے جن سے اہل سنّت کے مکاتبِ فکر کے تمام طلباء یکساں استفادہ کر سکتے ہیں۔ نیز یہی وجہ ہے کہ اربابِ مدارسِ اہل حدیث حنفی اساتذہ سے بھی استفادہ کرنے میں بخل اور گریز نہیں کرتے۔

اس وضاحت کے ساتھ ساتھ حضرت الاستاذؒ نے اس موقع پر جماعت کے اکابر علماء اور طلباء کی خدمت میں بھی چند مفید نصیحتیں اور مشورے پیش کئے۔ ذیل میں ہم یہ اداریہ بھی پیش کر رہے ہیں۔

اداریہ "رحیق"

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئیے کہ الجامعۃ السّلفیّۃ کا جماعت اہلحدیث کی نگرانی اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے انتظام میں ہونے کے یہ معنی نہیں کہ الجامعۃ السّلفیّۃ یا اس کا نصاب جماعت اہلحدیث کے ساتھ مخصوص ہے۔ حقیقت یہ ہے الجامعۃ السّلفیّۃ کا تعلیمی نقشہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعلیمی نظریات پر ترتیب دیا گیا ہے۔ جس میں قرآن حکیم، حدیث، فقہ کے علاوہ ان کے علوم خادمہ کو بھی ہر ایک کے مناسب برابر اہمیت دی گئی ہے۔

اور یوں بھی عملی طور پر دیکھا جائے تو جماعت کے مدارس میں حنفی مکتبِ فکر کے نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ تک بھی ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ اور اس طرح کہ اہلحدیث ماحول کو انہوں نے کبھی اجنبی محسوس نہیں کیا۔ ولیس الخبر کالعیان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجامعۃ السلفیہ بھی جماعتی روایات کا حامل ہے۔ اور اس وقت بھی مدرسہ فتح پوری دہلی کے ایک سابق صدر مدرس جناب مولانا شریف اللہ صاحب مدظلہ العالی اس کے عملہ شیوخ میں شامل ہیں۔

اس سلسلے میں اپنے اکابر کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(۱) الجامعۃ السلفیۃ کے اساتذہ اور طلباء کو خواص، عبادات و معاملات، وضع، ہیئت، لباس میں طرزِ بود و باش میں سنن نبویؐہ کی پابندی اور سادہ معاشرت میں محدثین کرام کی روش پر چلنا ضروری ہے۔ ہمارے ماضی قریب کے علماء بھی سلف کی روایات کے حامل تھے۔

بلکہ الجامعۃ السلفیۃ کے سارے عملہ کے لئے سُنن کی پابندی ضروری قرار دی جائے۔

(۲) چونکہ اس وقت مدرسین، مبلغین اور خطباء کی سخت قلت ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ جامعہ کی تعلیم میں حضرات اساتذہ اور طلباء عزیز کے یہ مقصد ہر لمحہ پیش نظر رہے۔

(۳) طلباء میں یہ تصوّر پختہ کیا جائے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور پھر اس کے دین کی تدریس و تبلیغ کے لئے علوم عربیہ کو نہایت محنت سے حاصل کریں جس پاکیزہ جذبے کے تحت اجلۂ محدثین اپنی کتابوں کو حدیث انما الاعمال بالنیات سے شروع کرتے ہیں۔ اس پاک جذبے کو بکرات و مرات ان کے ایسا ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جائے کہ موجودہ فاسد ماحول سے پیدا شدہ فاسد نظریۂ معاش — فکرِ روٹی — بالکل پچھلی صف میں چلا جائے۔

(۴) امتحانات یونیورسٹی کے سلسلے کی کسی چیز کو — گو وہ کیسے ہی پُر فریب اور جاذب عنوانوں سے ہو۔ جامعہ کی تعلیم کے قریب تک نہ پھٹکنے دیا جائے۔ بلکہ اس امر کی کڑی نگرانی ہونی چاہیئے کہ اس قسم کے رجحانات جنم ہی نہ لینے پائیں۔

(۵) تربیت کے لئے قرآن حکیم کے روزانہ درس کا التزام بہت ضروری ہے۔ ماضی قریب میں صبح کے درسِ قرآن کو اخلاقی اور علمی تربیت میں خاص دخل رہا ہے یقین ہے کہ یہ شئ اب بھی مؤثر ہوگی بشرطیکہ اسے استقلال اور مسلسل محنت کے ساتھ جاری رکھا جائے۔

(۶) معلوماتی مطالعہ کے لئے دار المطالعہ کا قیام نہایت ضروری ہے۔ جس کے لئے جامعہ کے بجٹ میں خاص گنجائش رکھی جانی چاہیئے — اس طرف توجہ نہ دی گئی تو طلباء عزیز میں علمی ذوق کی کمی رہے گی۔

(۷) معلوماتی مطالعہ میں سلیقہ اور ضبط ہونا چاہیئے۔ یعنی ایسے طریقے سے یہ مطالعہ کرایا جائے کہ اصل مقصد کے لئے معاون ہو ورنہ یہی مطالعہ ذہنی انتشار کا اگر سبب بن جائے تو بجائے مفید ہونے کے مضر ہو سکتا ہے۔

(۸) معلوماتی مطالعے کا ایک خاص حصہ اسلاف کرام کی کتابیں اور ان کے تذکروں کا ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث کے بعد ائمہ سُنّت کی تصانیف اور محدثین و صوفیائے کرام کے تذکروں سے دل درست ہوتے اور دماغ جلا پاتے ہیں۔ بخلاف عصرِ حاضر کی اکثر کتابوں کے کہ ان سے یہ مقصد نہ صرف یہ کہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ لبسا اوقات الجھن ہو جا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ باتیں سرسری طور پر زبانِ قلم پر آگئی ہیں ورنہ راقم جانتا ہے کہ اپنے بزرگوں کے سامنے ایسی باتیں کرنا لقمان کو حکمت سکھانے کی جسارت ہے۔

جامعہ کی تعمیر کا کام سرگرمی سے شروع ہوگیا ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اس کی صوری و معنوی تکمیل میں اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ مدتوں کی تمناؤں کے بعد ایک چیز منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے تو جماعت کے شایانِ شان اس کی تکمیل ہونی چاہیئے۔ جس کے لئے زیادہ سے زیادہ سرمایہ پہلی ضرورت ہے۔ ہماری جماعت میں بحمداللہ ایسے افراد کی کمی نہیں جن کی تھوڑی سی نگہِ التفات سے تعمیر کی بہت سی مشکلات حل ہوسکتی ہیں۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (رحیق جون ۱۹۷۵ء)

معاشرتی بگاڑ اور دینی اقدار و شعائر سے بے اعتنائی جدید تعلیم کا نتیجہ ہے

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل علم قرآن وحدیث کا علم ہے جس سے ایک مسلمان کا وہ کردار بنتا ہے جو مطلوب ہے اور آخرت کی وہ فکر بنتی ہے جو اصلاحِ معاشرہ کی بنیاد ہے۔ وہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ مادیت پر مبنی جدید تعلیم جو انگریز کی وضع کردہ ہے اور جسے انگریزی زدہ حضرات نے متحدہ ہند میں رواج دیا، یہ معاشرے کے بگاڑ کی بھی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اور دینی اقدار و شعائر سے بے اعتنائی بلکہ اس سے نفرت و کراہت کا بھی سبب۔ چنانچہ ذیل کا اداریہ اسی نقطہ نظر کا آئینہ دار ہے۔

اداریۂ "رحیق"

ہمارے اس ملک پاکستان میں معاشرہ کا بگاڑ جس تیزی سے ترقی کر رہا ہے اس سے ہر حساس مسلمان پریشان ہے۔ مگر اس مرض کے علاج کی طرف نہ تو پوری توجہ دی جارہی ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مؤثر عملی اقدام کیا جارہا ہے۔

بلاشبہ اس کا علاج صرف قرآن حکیم اور حدیثِ پاک کی تعلیم کے عام کر دینے میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم و معارف کا گنجینہ یہیں ہے۔ ان ہی کے رائج و نافذ رہنے سے ہم تک صحیح اسلام پہنچا ہے۔ ان ہی کے تعلیم و تعلم پر بنیاد تھی ہمارے اس مبارک دَور کی ــ خلافتِ راشدہ کے دَور ــ جسے بجا طور پر عہدِ زرّیں قرار دیا جاتا ہے اور پھر یہ جو اخلاقی فاصلہ کا تھوڑا بہت حصہ یا ان کا احساس نظر آرہا ہے۔ وہ ماضی قریب میں علمائے کرام کی ایسی ہی مساعی اور ایثار و قربانیوں کی بدولت ہے جو ان بندگانِ حق نے درس و تدریس، علومِ قرآن و حدیث و فقہ اسلامی کو فروغ دینے کے لئے فرمائیں۔ اور ہر طرح کے نامساعدہ کے باوجود ان کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ ورنہ سرسید **احمد خان** علی گڑھی اور اس کے فرقے کے، ذر، جس تعلیمی نظام کو اس برِصغیر میں رائج کیا تھا۔ اس نے "فطرت" "نیچر" "تحفظِ حقوق" "حقوقِ نسواں" "ترقی" عنوانوں سے محمدی اسلام کو یہاں سے رخصت کرنے میں کیا کیا جتن نہیں کئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات اب کھل کر سامنے آگئی ہے کہ "جس چیز کو "تعلیم جدید" کہا جاتا ہے اس کا مطمح نظر پیٹ کی ضرورت کو ہر صورت مقدم رکھنا، معاشی مشکلات کو حل کرنا اور صرف مادی ترقی کا حصول ہے۔ اس کی ساری مشینری اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔ ہائی اسکولوں، کالجوں، دفتروں، عدالتوں میں یہی فضا ہے۔ اس کے طلباء، مدرسین اور اساتذہ میں اسی قسم کے چرچے رہتے ہیں۔ اور مستثنیات سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اس کھیپ کی بہت بڑی اکثریت تنخواہ، ترقی، گریڈ، سروس، امتحانات، ڈگریوں اور عہدوں کے چکر میں پھنسی رہتی ہے۔ اور بس دھن دولت کی ہوس میں

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

غلط فہمی نہ ہو، جہاں تک "تعلیمِ جدید" کے یکے از اسباب معیشت ہونے کا تعلق ہے۔ دوسری صنعتوں کی طرح اس سے انکار نہیں، لیکن کیا اسے "علم" کا مقدس نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہی محلِ نظر ہے۔ ہمارے نزدیک اور جو کچھ بھی ہو، یہ وہ علم ہرگز نہیں جو ایک مسلم کا طرۂ امتیاز اور اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔

آپ تک انبیاء کی تہذیب، صلحاء کے اخلاق، خدا ترس اور رعایا پرور سلاطین کی تاریخ اور دورِ اوّل کی قانونی دستاویزوں کو پہنچانے والے اور اسلامی علوم کے حامل "ملاّ" کو ملاحیاں سنا کر حقائق نہیں بدلے جا سکتے۔ خدارا بتایا جائے کہ گذشتہ پون صدی کی "جدید تعلیم" سے بحیثیتِ مجموعی اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ اخلاق میں کیا رفعت پیدا ہوئی؟ اس برِ صغیر میں مسلمانوں کی تکالیف کم ہوئیں یا زیادہ؟ مسلمانوں کو تفرقہ بازی کے جہنم میں کس نے جھونک رکھا ہے۔ اس نوزائیدہ ملک کو طوائف الملوکی میں مبتلا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو "کلرک" بنانے والی" اس "جدید تعلیم" کے نتائج سب سامنے ہیں۔! ہوسِ اقتدار کی حکمرانی، دولت کی بھوک کی فراوانی، مادی ترقی میں مسابقت۔ امورِ اُخرویہ کی مخالفت۔ ذلك مبلغهم من العلم۔

بخلاف اس کے قرآن و حدیث کے تعلیم و تعلم کی اوّلین غرض حق تعالیٰ کی معرفت کا حصول۔ اس کی عبادات کے طریقوں کا علم، اس کی رضا و عدمِ رضا کے اسباب سے واقفیت، انبیاء و صلحاء کے طرزِ زندگی کی پہچان، ملکاتِ فاضلہ میں رسوخ پیدا کرنا، مسئلہ جزاء و سزا اور اُخروی فلاح و بہبود کو اپنے اعمال میں اوّلین اہمیت دینا۔ اور حقوق العباد کی نگہداشت ہوتا ہے۔ پھر علومِ اسلامیہ کی نگہداشت کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچانا۔ اسلام کے داخلی فتنوں اور خارجی حملوں کی مدافعت اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی مقتضیات سے ہے۔!

ان ہی امور پر مشتمل علم کو قرآن مجید نے " فقاهت فی الدین " قرار دیا ہے اور ہر علاقے، خاندان، شہر اور گاؤں کے مسلمانوں پر بحیثیتِ مجموعی فرض کر دیا ہے کہ ان میں ایک جماعت اس کے لئے وقف رہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ - (۹-۱۲۲)

اس آیتِ کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کے ہر گاؤں، ہر شہر، ہر شہر کے ہر محلّہ، ہر بڑے خاندان، کاروبار کے ہر طبقہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے سیکھنے سکھانے کا اہتمام کریں۔ زیادہ نہیں صرف ۲۵ سال ہی حق تعالیٰ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمودہ اس اصلاحی پروگرام پر یک سوئی سے عمل پیرا ہو کر دیکھیں کہ کس طرح معاشرہ اصلاح پذیر ہوتا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ زمانے سے مطابقت اور دنیا طلبی میں مسابقت کا جذبہ اس قدر غالب ہے کہ ہم نے اس سلسلے میں صحیح طریقے سے سوچنا ہی ترک کر رکھا ہے۔ ملک کا کھاتا پیتا اور ذہین طبقہ جذباتِ نفس کی تسکین کے لئے اسی رَو میں بہہ رہا ہے جس کا مزہ وہ چکھ رہا ہے۔ وہ جدید تعلیم ہی کی طرف لپکتے اور اسی پر اپنی توانائیاں صرف کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور سرمایہ داری و جاگیرداری کے نشے میں اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔ ع

آزمودہ را آزمودن جہل است

دُعا ہے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ صحیح طور پر سوچیں۔ پھر اس کے لئے ایمان، اذعان اور استقلال سے مسلسل کام کریں۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

(ماہنامہ "رحیق"۔ اپریل ۱۹۵۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال قریشی
لاہور

دیہاتی بابا

۱۹۶۴ء کے آخری ایام کا تذکرہ ہے۔ میں والد صاحب مرحوم (مولانا حضر اقبال) کے پاس بیٹھا۔ اپنے ایم اے عربی کے مقالے "حافظ ابن عساکرؒ" کی عبارتیں لکھوا رہا تھا۔ (ان دنوں ابھی فوٹو سٹیٹ مشین نہیں آئی تھی اس لئے والد صاحب کاربن پیپر رکھ کر چار کاپیاں ایک ہی دفعہ تیار کر کے دے رہے تھے) اسی دوران گھنٹی بجی۔ میں اُٹھ کر باہر گیا تو چار بزرگ آدمی کھڑے تھے۔ ان میں دو یعنی حاجی اسحاق حنیف مرحوم اور شیخ محمد اشرف مرحوم، تاجر کتب، کو تو میں پہچانتا تھا لیکن باقی دو سے شکل شناسائی نہیں تھی۔ جب ان کو لے کر اندر آیا، تو ابا جان انہیں بہت تپاک سے ملے اور خوب دلچسپی سے گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ دو نا آشنا بزرگوں میں سے ایک کھدر پوش دیہاتی وضع قطع کے بزرگ حافظ ابن عساکرؒ پر لکھے ہوئے کاغذات کو بہت دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ اس تحقیقی کام کو دلچسپی سے دیکھنے پر مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ یہ دیہاتی سا آدمی بھلا ان کاغذات میں اپنی دلچسپی اور ذوق کی کیا بات پا رہا ہے؟ میری حیرت کو والد صاحب نے بھانپتے ہوئے فرمایا: او پاشنا! انہیں جانتے ہو؟ میں نے آہستگی کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا۔ فرمانے لگے: یہ مولانا عطاء اللہ حنیف ہیں مکتبہ سلفیہ والے ..... اور پھر ان کی تعریف میں بہت سی باتیں کہہ ڈالیں اور میں اپنی بے خبری پر خفیف سا ہو گیا .....

مولانا مرحوم سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک نیاز مندی کا موقع نہ ملا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ کچھ ملاقاتیں ہوئیں۔ اور کچھ تعلقات بن گئے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ میں کالج کا پڑھا ہوا اور کالج ہی میں ملازم تھا اس لئے علوم دینیہ سے شغف رکھنے والوں سے مستقل ربط و ضبط کے مواقع پیدا ہی نہیں ہوتے تھے۔ کالج کی ملازمت اپریل ۱۹۶۵ء میں شروع ہوئی۔ پروفیسر ابوبکر غزنوی مرحوم اسلامیہ کالج سول لائنز چھوڑ کر انجینئرنگ یونیورسٹی گئے تو مجھے ان کی جگہ رکھ لیا گیا۔

ملازمت شروع کرتے ہی پی ایچ ڈی کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ موضوع کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو دل میں خیال گزرا کہ کسی ایسے موضوع پہ کام کیا جائے جس پر حدیث اور محدثین سے کچھ تعارف پیدا ہو جائے۔ اس کے لئے موزوں ترین شخص مولانا مرحوم ہی نظر آئے۔ چنانچہ حصولِ مقصد کے لئے ان کے پاس جا پہنچا۔ حافظ ابن عساکرؒ پر کام کرنے کی وجہ سے مولانا کے دل میں اپنے لئے کافی قدر پائی۔ بہت شفقت سے ملے اور جب ڈاکٹریٹ کرنے کے عزم سے آگاہ ہوئے تو بہت خوشی کا اظہار کیا۔ جب میں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حدیث کے کسی موضوع پر کام کرنا چاہتا ہوں تو مزید خوش ہوئے۔ اور سوچ بچار کے بعد مشورہ دیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوبکر البیہقی کی کتاب "معرفۃ السنن والآثار" کے قلمی نسخے پر تحقیقی کام منظور کرواؤں۔ ساتھ اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ اس کا قلمی نسخہ سندھ میں پیر جھنڈا لائبریری میں پیر محب اللہ شاہ صاحب کے پاس ہے۔ اور وہاں سے حاصل کرنے میں مدد دینے کا بھی وعدہ فرما دیا۔ جب اس موضوع کی ابتدائی منظوری لے کر کتاب حاصل کرنے کے لئے مولانا سے مدد لینے کو حاضر ہوا تو مولانا خود میرے ساتھ پیر صاحب کے ڈیرے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

مولانا کے ساتھ ریل کا سفر بہت خوشگوار رہا۔ راستے میں مولانا بالائی سیٹ پر لیٹ کر مطالعہ فرماتے رہے۔ اور وقتاً فوقتاً دلچسپ علمی باتوں سے نوازتے رہے۔ ان دنوں مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پر تنقید عام جاری تھی۔ خوب لے دے ہو رہی تھی۔ اس تنقید و جرح میں ہمارے ہم مسلک بھی پیش پیش تھے۔ ادھر والد صاحب مرحوم کے مولانا مودودی مرحوم سے بھی اچھے مراسم تھے۔ اس لئے مودودی صاحب کے لئے بھی دل میں نرم گوشہ تھا۔ چنانچہ اسی سفری گفتگو کے دوران میں نے مولانا سے استفسار کیا کہ آیا مودودی صاحب مرحوم نے جو کچھ کتاب میں لکھا ہے وہ تاریخی طور پر غلط ہے؟ اس پر مولانا نے فرمایا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کو اب لکھنے کی ضرورت نہیں تھی جو خواہ مخواہ نزاع کا سبب بنیں۔۔۔۔

سفر ختم ہوا تو ہم پہلے پیر محب اللہ شاہ صاحب کے گھر پہنچے۔ اہل حدیث پیر مجھے عجیب عجیب سا لگا۔ پیر صاحب کے چند مرید خالص مریدانہ انداز میں انتہائی نیاز مندی کے ساتھ سامنے بیٹھے تھے۔ بہرحال مولانا سے وہ بہت محبت اور احترام سے ملے۔ کچھ دیر باہمی دلچسپی کی باتیں ہوتی رہیں۔ کھانا بھی ہمیں وہیں کھلایا گیا۔ اس کے بعد جب مدعا بیان کیا تو معلوم ہوا کہ معرفۃ السنن والآثار پیر بدیع الدین شاہ صاحب کے قبضے میں ہے۔ چنانچہ وہاں سے ہم پیر بدیع الدین صاحب کے در دولت پر جا پہنچے۔ ان کے طور طریقے میں معروف پیروں والا انداز نہ پایا۔ ان کے ساتھ اچھی نشست رہی۔ پیر صاحب خوب محبت اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے رہے۔ ان دنوں پیر صاحب ابھی خوب صحت مند تھے۔ ڈاڑھی بھی ابھی سفید نہیں ہوئی تھی۔ پیر صاحب گفتگو خوب زندہ دلانہ انداز میں فرماتے تھے۔ اور علم کے زور میں جوانی کا زور بھی کافی عیاں تھا جو آج تک یاد ہے۔ ان کے اندر پیروں جیسا انداز اپنانے کا کوئی شائبہ نہ پایا۔ بلکہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ خود مولانا مرحوم نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ لوگوں سے بیعت لیا کریں۔ لیکن پیر صاحب نے اس مشورے کو بڑی خوش اسلوبی سے ٹال دیا اور اس کام کی طرف مکمل بے رغبتی کا تاثر دیا۔

پیر بدیع الدین شاہ صاحب کے گھر سے معرفۃ السنن والآثار کا مکمل قلمی نسخہ مل گیا۔ وہاں ایک رات گزارنے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔

لاہور پہنچ کر پنجاب یونیورسٹی لائبریری والوں کو یہ کتاب دی۔ انہوں نے مکمل کتاب کی مائیکرو فلم بنا لی اور کتاب واپس بھجوا دی گئی۔ میرے ذمے کتاب الطہارۃ کی تحقیق و تدوین لگائی گئی۔ اس بارے میں مولانا نے ہر ممکن مدد فرمائی۔ کئی الجھی ہوئی اور مشکل عبارات حل کرنے میں اور بیاض پُر کرنے میں شاندار رہنمائی فرمائی۔ پھر اپنے کتب خانے سے امام شافعیؒ کی "الام" کی تمام جلدیں "الرسالۃ" اور امام شافعیؒ ہی کی مسند بھی میرے حوالے کر دی تاکہ ان کی مدد سے قلمی عبارات کو درست کر سکوں۔ یہ آخری کتاب عبدالرحمن البناء کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق سے چھپی اور اس کے آغاز میں محقق نے اپنے معروف بیٹے حسن البنا شہید کی پورے صفحے کی تصویر لگا رکھی ہے۔ یہ حسن البنا، الاخوان المسلمین کے بانی تھے۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ بھی مولانا نے ہر وہ کتاب جو اُن کے خیال میں میری تحقیق میں مدد دے سکتی تھی اور ان کی دسترس میں تھی یا میرے خیال میں میرے لئے مددگار ثابت ہو سکتی تھی اور ان کی پہنچ میں تھی، مجھے مہیا کر دیتے تھے۔ اور شفقت کا ایک عجیب پہلو یہ بھی تھا کہ کبھی خود مجھ سے کتاب واپس نہیں مانگتے تھے۔ اُن کی کتابیں کئی کئی مہینے میرے پاس رہتی تھیں۔ اور الامّ، الرسالۃ اور مسند تو کئی برس میرے پاس رہیں۔ مولانا کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ کبھی ضمناً بھی یاد نہیں کرواتے تھے۔

ایک طرف میرے ساتھ یہ مشفقانہ انداز تھا اور دوسری طرف بے غرضی کا یہ عالم تھا کہ میرے سگے چچا ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب سے علاج معالجہ کے لئے آتے تھے تو براہِ راست ان تک پہنچ جاتے تھے اور انہیں بالالتزام فیس ادا کر کے ان سے علاج کرواتے تھے۔ کبھی والد صاحب سے اس بارے میں ایسا تعاون حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی کہ فیس ادا کرنے سے بچ جائیں۔ اس بات کا علم مجھے کافی عرصہ بعد میں ہوا۔ حالانکہ چچا جان ان دنوں لاہور کے بہترین ڈاکٹروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور ان کی فیس بھی اس وقت سب سے زیادہ فیس لینے والے ڈاکٹروں کے برابر تھی۔

مقالے کے تحقیقی کام کے سلسلے میں شب و روز کسی بھی گھڑی میں مولانا کے پاس گیا۔ انہیں اپنی مدد اور رہنمائی کے لئے ہمیشہ مستعد پایا اور اتفاق یہ بھی ہے کہ بہت کم کبھی ایسا ہوا کہ میں گیا ہوں اور مولانا موجود نہ ہوں۔ بعض دفعہ سردی کی راتوں میں نماز عشاء کے بعد بھی گیا اور کافی دیر سے گیا لیکن مولانا کے بیٹے احمد شاکر نے مجھے مولانا تک خندہ پیشانی سے پہنچا دیا۔ اور جب میں بالاخانے میں اُن کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہمارے نحیف و لاغر مولانا رضائی کی بُکل مارے بیٹھے ہیں۔ عینک کے اندر سے آنکھیں چمک رہی ہیں اور سامنے کوئی کتاب پڑی ہے جس کا مطالعہ کر رہے ہیں یا کاغذ ہیں جن پر قلم اپنے مخصوص انداز میں پھسلتا چلا جا رہا ہے۔ میرے داخل ہوتے ہی کام چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جاتے ——— آج اس انداز کا آنکھیں بند کر کے تصوّر کرتا ہوں تو یُوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی مشفق بھائی یا بے تکلف جانثار دوست تھا جس کے لیے میرا ہر کام اس کے ہر کام کے مقابلے میں اہم تر تھا۔ یہ معاملات اسی طرح چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ملک میں ایوب خان کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ معرفۃ السنن والآثار کے دیگر نسخوں کی تلاش کرتے کرتے معلوم ہوا کہ ایک نسخہ قاہرہ میں ہے اور ایک استنبول میں۔ قاہرہ کے نسخے کے حصول کے لئے خود بھی خط لکھے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریرین سے بھی لکھوائے لیکن کسی نے خط کا جواب نہ دیا۔ استنبول کے نسخے کے لئے والد صاحب نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو لکھا جو پیرس سے استنبول ہر سال لیکچر دینے جایا کرتے تھے۔ اس سال ڈاکٹر صاحب لیکچر دے کر واپس آ چکے تھے اور اگلے برس سے پہلے وہاں جانے کا موقع نہیں بنتا تھا۔ جب ڈاک کے ذریعے منگوانے کی کوشش کی تو اس بارے میں صریح ناکامی ہوئی۔ ۱۹۷۰ء میں مجھے حج پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو جس حصہ پر میں مقالہ تیار کر رہا تھا۔ وہ السید احمد صقر کی تحقیق سے چھپ کر بازار میں آ چکا تھا اس لئے یہ کام ادھورا ہی رہ گیا۔

تحقیقی کام بند ہو جانے سے وقتی طور پر مولانا سے علمی روابط میں کمی آ گئی لیکن اس کمی کو مولانا نے خود ہی اس طرح پورا کر دیا کہ مجھے بلوغ المرام سبقاً پڑھانی شروع کر دی۔ اب چونکہ باقاعدہ شاگردی میں لے لیا گیا تھا۔ اس لئے بالالتزام حاضرِ خدمت ہونے لگا۔ یہ تعلیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رکھ سکا لیکن وقتاً فوقتاً حاضری میں اہتمام کرنے لگا۔ اس دوران مولانا اپنے مخصوص انداز میں دوبارہ تحقیقی کام کرنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ لیکن مجھ پر کالج سے حاصل کی ہوئی تعلیم سے طاری ہونے والی روایتی بے حسی نے قبضہ جما رکھا تھا اور معمول کی نوکری کو کافی سمجھتے ہوئے مولوی صاحب کی تلقین کو نیازمندی سے سن کر بے دردی سے بھلا دیتا۔ اس طرح کئی برس گزر گئے۔ لیکن ۱۹۷۰ء میں جب سوڈان میں دو سال کا تربیتی کورس پورا کر کے آیا تو ایک دفعہ پھر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ پھر موضوع منظور کروا کر کام میں لگ گیا۔ ایک ڈیڑھ سال خوب جوش سے کام کرنے کے بعد نامساعد حالات سے اکتا کر پھر کام چھوڑ دیا۔

یہاں پھر مولانا اپنے بھرپور مشفقانہ انداز سے مجھ پہ اثر ڈالنے لگے اور کبھی براہِ راست اور کبھی بالواسطہ ترغیب دیتے رہتے۔ کہ میں کام کو مکمل کروں۔ آخر جب مقالہ پیش کرنے کی مدت چند مہینے رہ گئی تو گویا مولانا کی محنت اور شاندار دعاؤں نے بھی طبیعت پر رنگ جمانا شروع کر دیا اور میں یوں شب و روز کام کی تکمیل میں لگ گیا جیسے کسی جنون نے آگھیرا ہو اور سالوں کا کام مہینوں میں سمٹتے ہوئے بحمد اللہ بروقت مقالہ پیش کر دیا گیا اور ڈاکٹریٹ کی سند مل گئی۔

اس تحقیقی کام میں مولانا نے معمول کے احسانات تو کئے ہی لیکن دو واقعے بہت نمایاں ہیں جن کا تذکرہ ان کے کردار کو بہت اجاگر کر دے گا۔

ایک واقعہ تو یہ ہے کہ مولانا نے ایک سال ہندوستان جانے کا پروگرام بنایا۔ مجھے علم ہوا تو میں حاضرِ خدمت ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہندوستان کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، دیوبند، اعظم گڑھ اور ٹونک وغیرہ شہروں میں میرے مقالے میں مدد دینے والی کتابیں موجود ہیں۔ آپ ان کو حاصل کرنے میں مدد فرمائیں۔ ساتھ میں نے کچھ ڈالر اسی غرض کے لئے دیئے کہ اگر کوئی شخص مل جائے تو اسے وہ رقم دے آئیں اور مکلف کر آئیں کہ جس جس کتاب اور تحریر کی مجھے ضرورت ہو وہ وہاں سے حاصل کر کے مجھے بھجوا دیں۔ مولانا جب اپنے سفر سے واپس تشریف لائے تو یہ سن کر بہت دکھ ہوا کہ ہندوستانی حکومت نے انہیں دہلی سے آگے جانے نہیں دیا لیکن مولانا نے ان مایوس کن حالات میں بھی میری ضرورت کو ملحوظ رکھا اور دہلی میں انہیں ایک ہم مسلک شاگرد عبدالعلیم ماہر مل گئے جنہوں نے مولانا سے وہیں حدیث کی سند حاصل کی۔ مولانا مرحوم نے ڈالر اُن کے حوالے کر دیئے اور میری ضروریات سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے تاکید کر آئے کہ سعید کا یہ کام کرنا ہے۔ چنانچہ اس شریف آدمی پر مولانا کے کہنے کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اس معمولی رقم سے ہندوستان کے ہر اس علاقے کا سفر کیا جہاں سے میری مطلوبہ دستاویزات مل سکتی تھیں۔ انہیں حاصل کر کے فوٹو کروایا۔ اور پھر مکمل حساب کے ہمراہ وہ کتابیں مجھے بھجوائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مولانا کی مخلصانہ کوشش اور ذاتی اثر کا نتیجہ تھا کہ میرا یہ مسئلہ بسہولت تمام حل ہو گیا۔ ورنہ اگر مجھے خود جانا پڑتا تو یقیناً اخراجات بھی کئی گنا زیادہ آتے۔ اور کام بھی اس طرح مکمل طور پر نہ ہو پاتا جیسے مولانا مرحوم کی کاوش سے ہوا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ مجھے ایک دفعہ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اپنے کالج کی لائبریری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس کی چند جلدیں تھیں۔ اس لیے کام نہیں ہو پاتا تھا۔ میں استفسار کے لئے مولانا کے پاس حاضر ہوا۔ مگر مولانا کے پاس یہ موجود نہ تھی۔ میں مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔ چند ہی دنوں بعد میں کسی اور کام سے گیا۔ تو فرمانے لگے: سعید صاحب میں نے کتاب الاغانی خرید لی ہے۔ اس لئے آپ لائبریری سے اُٹھا کر لے جائیے ——— یہ چوبیس جلدوں والا نسخہ ہے۔ جس کی قیمت اس وقت ۲۳ سو روپے تھی۔ میں حیرانی سے اس ایثار اور مہربانی کے پیکر کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ انہوں نے میری ضرورت پُوری کرنے کے لئے ایک ایسی کتاب خرید لی جس کا اُن کے اپنے علمی ذوق سے بہت کم تعلق تھا۔ پھر یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ مولانا کی مالی حیثیت اتنی غیر معمولی نہیں تھی کہ اتنی مہنگی کتاب وہ بآسانی خرید لیتے ..... سُبْحَانَ اللہ۔ اس سے بڑھ کر اُن کی علم دوستی اور طلبہ پروری کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے!

جب ڈاکٹریٹ کی سند لے کر مولانا کے پاس پہنچا تو بے اندازہ خوش ہُوئے۔ بہت والہانہ انداز میں بغلگیر ہُوئے اور شاباش دی۔ پھر فرمانے لگے۔ میں نے احمد شاکر (اپنے بیٹے) کو کہہ دیا ہے کہ اس مقالے کی طباعت کا اہتمام ضرور کرنا ہے ..... یہ داد دینے کا منفرد انداز تھا جس کے لئے میرے دل میں ممنونیت کا جذبہ آج تک قائم ہے۔

مولانا مرحوم غیر مسلک کے لوگوں کے ساتھ عام جاہلانہ اور ہٹ دھرمی کے انداز میں مقابلہ بازی کے قائل نہیں تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے دل میں دوسرے مسلک کے لوگوں سے مسابقت کا جذبہ بہت زیادہ تھا، لیکن علمی سطح پر۔ میں نے انہیں ہمیشہ اس جذبہ میں سرشار دیکھا کہ ہر ہر علمی موضوع پر اپنے مسلک کے کسی آدمی کی بہترین کتاب تیار کروائی جائے۔ یہ موضوع چاہے دینی ہو یا ادبی، یہی وجہ تھی کہ وہ میرے ڈاکٹریٹ کے مقالے کو طبع کروانا چاہتے تھے حالانکہ وہ باب الحماسہ کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ میرے خیال میں اپنے مسلک کے ہر شخص سے انہیں جو بے اندازہ محبت تھی اور اسے ہر قسم کی علمی مدد دینے کے لئے جو ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اس کے پس منظر میں یہی خواہش اور جذبہ کارفرما تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم میں بخل کے بھی قائل نہیں تھے۔ اُن کا کتب خانہ جب بھی اور اب بھی ہر مسلک کے شخص کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ اکرام آدمیت کے اصُول کے تحت کسی غیر مسلک کے شخص کا تذکرہ کبھی معروف عزّت و احترام کے انداز سے ہٹ کر نہیں کرتے تھے۔

مولانا مرحوم سے شیخ محمد اشرف تاجر کتب کے پریس میں بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ یہ وہ دَور تھا جب مولانا کا رسالہ "الاعتصام" اسی پریس کی عمارت سے نکلتا تھا۔ اور وہاں مولانا کسی ایسے حاشیۂ قرآن کی تیاری بھی کروا رہے تھے جسے غالباً شیخ اشرف نے چھپوانا تھا۔ کاتب کے آرٹ پیپر پر جلی خط میں لکھے ہُوئے صفحات مجھے یاد ہیں جن کی تصحیح وغیرہ مولانا کیا کرتے تھے۔ وہیں میری پہلی دفعہ مولانا محمد عاصم الحدّاد مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ عاصم صاحب سے غائبانہ تعارف تھا اور وہ یُوں کہ مولانا مودودی صاحب مرحوم کی کتب کے عربی تراجم کے سلسلے میں ان کا تذکرہ سُنتے رہتے تھے۔ اس تعلق کی وجہ سے میرا خیال تھا کہ وہ جماعت اسلامی سے منسلک آدمی ہیں اور چونکہ مودودی صاحب مرحوم کے والد صاحب سے بہت گہرے مراسم تھے، اس لئے ہمیں عاصم صاحب بھی بہت اچھے لگتے تھے، لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ مرحوم سلفی عقیدے کے مالک ہیں تو طبیعت میں اور اندازہ کی فرحت پیدا ہوئی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حافظ احسان الٰہی ظہیر مرحوم اپنی تعلیم مکمل کر کے نئے نئے لاہور وارد ہوئے تھے۔ وہ بڑے جذبے کے ساتھ تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدانِ عمل میں کُودے تھے۔ ان سے بھی ابتدائی ملاقاتیں شیخ اشرف مرحوم کے پریس ہی میں ہُوئیں۔ وہ لاہور ابھی نئے نئے آئے تھے اور اپنے پاؤں جمانے کی خاطر راستہ کی ہر رکاوٹ دور کرنا چاہتے تھے جن میں الاعتصام میں مولانا کی نگرانی بھی ان کے لئے گراں بار تھی جسے تسلیم کرنا ان کے لئے دشوار تھا۔ اور اسی طرح شیخ اشرفؒ، مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اور دیگر اصحاب حل وعقد کے درمیان عجیب تکلیف دہ قسم کی بدگمانیوں کی فضا قائم ہونے لگی۔ مولانا مرحوم پر ہر طرح سے دباؤ ڈالا گیا کہ الاعتصام سے دستبردار ہوجائیں لیکن مولانا چونکہ اس رسالے کو اپنی پالیسی کے مطابق چلانا چاہتے تھے اس لئے وہ اپنی رائے پر ثابت قدم رہے۔ اس اختلاف میں پہلی دفعہ مولانا کی یہ صفت اُبھر کر میرے سامنے آئی کہ وہ اپنے ارادے کے بہت مضبوط تھے اور جس بات کو صحیح سمجھ کر اس پر کوئی رائے قائم کر لیتے تھے اس سے انہیں ہٹانا ناممکن نہیں تھا۔ نہ ظلم کرتے تھے اور اپنی ذات پر ظلم سہنے کے روادار تھے۔

صُورتِ حال جب زیادہ سنگین ہوگئی تو مولانا مرحوم کو وہ قدم اٹھانا پڑا جس کے نتیجے میں "الاعتصام" ایبک روڈ سے، جہاں مرکزی جمعیت اہلحدیث کا دفتر تھا، شیش محل روڈ آگیا۔ تمام قسم کی مالی پریشانیوں اور جگہ کی تنگی کے باوجود رسالہ بند نہیں ہونے دیا۔ . . . اور اب بحمداللہ نہ صرف رسالہ اپنے ذاتی دفتر میں قائم ہے بلکہ ساتھ مسجد، مدرسہ اور لائبریری بھی قائم ہوگئی ہے اور دارالدعوۃ السلفیہ جیسا ادارہ بھی معرضِ وجُود میں آچکا ہے۔ ذٰلك فضل الله يُؤتيه من يّشآء۔

حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ مرحوم کا ذکر آیا تو ایک اور واقعہ ذہن میں تازہ ہوگیا۔ یہ اُن ایام کا ہے جب حرم مکی پر بعض نوجوانوں کی مدد سے ایک گروہ نے قبضہ جمانے کی کوشش کی تھی اور سعودی حکومت کے خلاف بغاوت کردی تھی۔ ان میں پیر بدیع الدین شاہ کے فرزند کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔

واقعہ یُوں ہے کہ مولانا مکتبہ سلفیہ میں بیٹھے تھے۔ مَیں بھی حاضر تھا کہ حافظ احسان الٰہی ظہیر صاحب تشریف لائے ——— یہاں جملہ معترضہ کے طور پر عرض کر دوں کہ حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ کے خودسرانہ طرزِ عمل کے باوجود مولانا نے کبھی اس سے مستقل محاذ آرائی نہیں کی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً مولانا کے پاس چلے آتے تھے ——— مولانا خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ باتیں شروع ہوگئیں۔ اس سلسلۂ کلام میں حرم مکی کے واقعہ کا تذکرہ ہونے لگا۔ حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ کہنے لگے: مولانا اگرچہ ہم دورانِ تعلیم سعودی حکومت کے مداحین رہے، لیکن یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سعودی حکومت کی پالیسیوں میں شریعت کے نفاذ کا وہ پہلا سا تصلب نہیں رہا جس کا یہ ردِ عمل ہوا ہے۔

وہ اسی پیرائے میں کچھ دیر بولتے رہے۔ گفتگو کا انداز یہ تھا کہ مولانا کو قائل کر کے اُنہیں بھی اپنا ہم خیال بنا لیا جائے۔ مولانا کافی دیر تک خاموشی سے اُن کی باتیں سُنتے رہے۔ جب ظہیر مرحوم سب استدلال پیش کر چکے تو مولانا نے بڑے پُرسکون لہجے میں فرمایا: بھئی میں تو سعودی حکومت کو اب بھی غنیمت سمجھتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اب بھی وہ اپنی مملکت میں شرک و قبر پرستی کو برداشت نہیں کرتے۔ اب بھی وہاں قبروں پر چادریں چڑھانا اور مشرکانہ رسوم و رواج کو قطعاً پذیرائی نہیں۔ ان حالات میں ان کے خلاف بغاوت کو میں تو ٹھیک نہیں سمجھتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس استدلال کے بعد جناب حافظ احسان الٰہی ظہیر مرحوم خاموش ہو گئے۔ ———

——— پھر باتیں اور طرف چل نکلیں۔

۱۹۷۱ء میں فریضہ حج ادا کرنے کا موقع ملا۔ لاہور سے روانگی بذریعہ ریل تھی۔ میں سٹیشن کو اپنے ہمسفروں یعنی بہنوئی اور بہن کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ گاڑی چلنے کے قریب تھی۔ میں دروازے پر کھڑا تھا۔ کالج کے رفقاء پاس کھڑے تھے۔ لیکن میری نگاہ ان کے پیچھے کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اتنے میں سگنل ہو گیا۔ میں مایوس سا ہو رہا تھا کہ یکبارگی دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ مولانا بنفس نفیس تیز تیز قدموں سے چلے آ رہے تھے۔ میں نے بھی دروازے سے چھلانگ لگائی اور ان کے ساتھ لپٹ گیا۔ ایسی محبت اور پیار سے ملے کہ آج تک اس ——— سے محظوظ ہوتا ہوں۔ پھر مکہ میں حافظ فتحی مرحوم اور مدینہ میں ایک طالب علم عبدالرشید حساس کے نام تعارفی خط دیئے تاکہ مجھے وہاں سہولت رہے۔ اتنے میں گاڑی حرکت میں آ گئی اور میں رخصت ہو کر گاڑی میں کود گیا۔ میں جب ہمشیرہ کے پاس بیٹھا تو وہ حیرانی سے پوچھنے لگیں: یہ دیہاتی بابا جی کون تھے جن سے تم اس والہانہ انداز میں مل رہے تھے؟ وہ اس وقت تک نہیں جانتی تھیں کہ یہ بابا جو ان کے بھائی کے قلب و جگر میں گھر کر چکا ہے ایک دنیا کو اپنا گرویدہ بنا چکا ہے۔

میری سب سے بڑی ہمشیرہ مسز رفعت حنیف مرحومہ لاہور کالج میں شعبہ اسلامیات کی صدر رہی تھیں۔ ان کا قلمی نام بنت الاسلام تھا۔ انہوں نے زندگی کا مقصد یہ بنا رکھا تھا کہ خواتین اور بچوں کے لیے مستند دینی ادب آسان اردو زبان میں مہیا کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے ایک سلسلہ کتب "زندگی بے بندگی شرمندگی" کے تحت لکھا اور دوسرا سلسلہ اخلاق کے عنوان کے تحت پھر احادیث کے مختصر مجموعے تیار کئے اور ایک کتاب تین حصوں میں اسوہ حسنہ کے نام سے لکھی جس میں صحاح ستہ سے مختلف موضوعات پر احادیث اکٹھی کی گئی ہیں اور ان کے ساتھ مختصر اور جامع تشریحات ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کتب ہیں۔ یہ سب کتب وہ مولانا کو بھیجتی رہیں۔ مولانا ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کیونکہ یہ سارا لٹریچر قرآن اور مستند احادیث سے ماخوذ ہے۔ مگر افسوس مولانا بھی جلد وفات پا گئے اور ہمشیرہ بھی ۹ جون ۱۹۸۹ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں ورنہ ممکن تھا کہ مولانا کے مشوروں کی روشنی میں مزید کچھ اچھی اور مستند کتابیں احاطۂ تحریر میں آ جاتیں۔

مولانا اپنی وفات سے کافی عرصہ قبل مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے کام کرنے کی استعداد بتدریج کم ہونے لگی تھی۔ میں اس عرصہ میں اکثر آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب بھی طبیعت ذرا بحال ہوتی تو لائبریری میں جا بیٹھتے اور کچھ نہ کچھ کرتے رہتے۔ ان کی یہ اولوالعزمی ان کے شاگردوں اور دیگر لائبریری اور الاعتصام کے عملے پر بھی خوشگوار اثر ڈالتی تھی۔ سب محسوس کرتے تھے کہ ان کا سرپرست اور "روحانی باپ" موجود ہے۔ اس لئے سب بے فکری سے اپنا اپنا کام کئے جاتے۔ اسی زمانے میں مولانا ایک دن کافی علیل تھے کہ میرے والدِ محترم جناب مرحوم مولانا ظفر اقبال ۵ مئی ۱۹۸۵ء کو وفات پا گئے۔ میں سب سے پہلے انہیں کی طرف گیا تاکہ انہیں اطلاع بھی دوں اور جنازہ پڑھانے کے لئے درخواست کروں۔ مولانا نے اپنی کمزوری کے سبب معذرت کر لی۔ میں نے درخواست کی کہ میں سواری بھیج دوں گا لیکن اس سے منع فرما دیا۔ لیکن جب ہم جنازہ اٹھانے لگے تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک ٹیکسی دروازے پر آ کر رکی اور مولانا اپنے بیٹے احمد شاکر کے ساتھ نیچے اتر رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے میری طرف بڑھے۔ میں نے بھی لپک کر سہارا دیا۔ اتنی شدت کی بیماری اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزوری کے باوجود پہنچ گئے۔ اور میری پریشانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سواری بھجوانے کی پیش کش نہ مانی۔ اور ٹیکسی پر بیٹھ کر پہنچ گئے۔ اگرچہ ناتوانی کے سبب جنازہ نہیں پڑھا سکے بلکہ خود بیٹھ کر جنازہ پڑھا۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے دن پھر مجھ سے ہمدردی کرنے بنفس نفیس پہنچے اور پھر ٹیکسی پر۔ واہ سبحان اللہ، یقیناً ایسے ہی اُستادوں کو باپ کے درجے سے نوازا گیا ہے۔

اگرچہ بیماری نے مستقل ڈیرے ڈال لیے تھے مگر کام کرنے اور کروانے کے آہنی عزم میں کبھی ضعف کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ میں محسوس کرتا رہتا تھا کہ یہ عزم و ہمت کا پہاڑ اب اندر سے توڑ پھوڑ کا شکار ہو رہا ہے جس کا اظہار بتدریج جسم پر بھی ہونے لگا تھا۔ اور خوراک بھی کم سے کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ویسے خوراک علالت سے پہلے بھی کوئی غیر معمولی نہیں تھی بلکہ چائے زیادہ پیتے تھے۔ اور میرا دل یہ چاہتا تھا کہ چائے کی جگہ کچھ پھل وغیرہ کھالیں تو بہتر ہے۔ لیکن ساری زندگی کی عادت میری خواہش سے بدلی نہیں جا سکتی تھی۔ طہارت کی آسانی کے لئے حافظ احمد شاکر نے کمرے کے ایک کونے ہی میں صاف ستھرا بندوبست کر دیا تھا کیونکہ اب باقاعدہ طہارت خانے میں جانا ممکن نہیں رہا تھا۔

خوراک چونکہ انتہائی کم ہوگئی تھی، اس لئے ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب نے کچھ طاقت کے ٹیکے لگوانے کا مشورہ دیا۔ ایک کمپاؤڈر ٹیکے لگانے آیا کرتا تھا لیکن وہ کچھ باقاعدہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم ہوا تو یہ خدمت میں نے اپنے ذمے لے لی کیونکہ میں نے یہ کام سیکھ رکھا تھا۔ میری اس خدمت پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور مزید محبت کا اظہار فرماتے۔ یہاں بھی یہ عالم تھا کہ ان کے پاؤں ٹانگیں اور کمر دابنے میں مجھے کم وبیش ویسی ہی راحت ہوتی تھی جیسی میں اپنے والدین کی خدمت کرنے میں محسوس کرتا تھا۔ آخر میں نے بھی تو اُن کی طرف سے پہلی ملاقات کے دن سے والد جیسی شفقت ہی پائی تھی، یہ انہی کے عمل کا ردِّ عمل تھا ـــــ اس کی اچھائی بھی انہی کی طرف لوٹتی ہے۔

اس بیماری کے دوران ایک دن ملاقات کے لئے گیا تو بالائی چھت پر تھے۔ مجھے وہیں بلالیا۔ پژمردہ سے بیٹھے تھے میں پہنچا تو آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران مدرسہ تقویۃ الاسلام کے سپیکر سے زوردار آواز میں اذان ہونے لگی۔ سنتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ طبیعت کمزور ہوگئی ہے۔ اللہ اکبر کی آواز سے رقت طاری ہوگئی ہے یا پھر مؤذن کی پکار کا جواب دینے سے عاجز ہو جانے کی وجہ سے اپنی بے بسی پر نوحہ کر رہے ہیں۔ میں اپنی بساط کے مطابق تسلیاں دے رہا تھا اور اُن کی دینی اور علمی خدمات یاد دلا کر حوصلہ دے رہا تھا کہ اللہ اپنی مہربانی سے ان خدمات کی قدر کرے گا .... لیکن وہ چُپ اُس وقت ہوئے جب خوب رو لئے۔ پھر کچھ دیر تک اپنے آپ کو سمجھانے کے بعد رندھی ہوئی آواز میں فرمانے لگے: میں اس دفعہ بھی روزے نہیں رکھ سکوں گا۔ اس فقرے نے پھوٹ پھوٹ کر رونے کے راز کو افشا کر دیا۔ مؤذن نے ایک طرف نماز باجماعت سے محرومی کا دکھ برپا کیا تھا تو دوسری طرف گزشتہ رمضان میں روزے نہ رکھنے کے دکھ نے جو گھاؤ لگا رکھا تھا وہ رنج والم اور احساس محرومی کا ناسور بن چکا تھا جو اس سال قریب آنے والے رمضان کے خیال سے پھٹ کر آنکھوں سے بہنے لگا تھا کیونکہ اس دفعہ بھی روزے رکھنے کی سکت نہیں تھی۔ وارحمتاہ!

تذکرہ ختم ہونے کے قریب آگیا تو ایک مسئلہ ذہن میں تازہ ہوگیا۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں مولانا اسلامی مشاورتی کونسل کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممبر تھے یہی دور تھا جب حکومت نے بینک کے سود کو ختم کرنے کے لئے نفع و نقصان میں شرکت کے کھاتے کھولنے کی اجازت دی اسی دوران خبریں اڑنے لگیں کہ یہ سود ہی ہے جس کا نام بدل دیا گیا ہے۔ جب اس بارے میں مولانا سے استفسار کیا تو فرمانے لگے۔ ہم نے بینکوں کو اس بارے میں سوالنامہ بنا کر بھیجا تھا جس کے جوابات سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ سود ہی ہے۔ انہی دنوں میرے ایک عزیز ملے جو سٹیٹ بنک آف پاکستان میں تھے انہوں نے بھی کسی حد تک اس خیال کی تائید کی۔ والعلم عند اللہ۔

آخری ایام میں ذہن زیادہ علمی دباؤ برداشت کرنے کے قابل نہ رہا۔ چنانچہ وقت اچھا گزارنے کے لئے دینی رسائل احادیث کے متون کے مطالعہ اور قرآن مجید کی تلاوت میں بیشتر وقت گذارتے۔ اس کے بعد ایک مرحلہ وہ آگیا کہ فقط تلاوت قرآن پاک ہی مستقل شغل بن گیا۔ اس وقت یہ حقیقت نکھر کر سامنے آئی کہ قرآن مجید جس طرح نکتہ دراور گہری نگاہ والے عالم فاضل شخص کے لئے لذت و سرور کا سامان مہیا کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح بے سمجھے پڑھنے والے کو بھی ایمان و یقین اور لذت و سرور بہم پہنچاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح مولانا اپنی علمی صلاحیتوں اور ذہنی قوتوں کے عروج کے دور میں اس چشمہ فیض عام سے سیراب ہوتے اور سیراب کرتے تھے۔ اسی طرح اب انتہائی کمزوری کے دور میں بھی اس سے طاقت و ضرورت کے مطابق سرشار رہتے تھے۔ اب جب کہ صحت کلیتہً ساتھ چھوڑنے لگی۔ ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب جنہوں نے ان کی علالت کے دوران کبھی علاج کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ انہیں لاہور کے بہترین کلینک میں لے گئے اور علاج کی خود بھی نگرانی کرنے لگے لیکن اس ٹھنڈے کمرے سے مولانا شیش محل روڈ پر واپس آنے کی بجائے رفیق اعلیٰ کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اپنے بچوں کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ احمد شاکر نے وفات کی اطلاع دی تو میں وہاں پہنچا۔ دنیائے دنی سے بے نیاز، سفید چادر اوڑھے سیدھے دراز تھے۔ بیماری کے دوران جوان کا ستا ہوا اور کربناک چہرہ دیکھا تھا، اس کے بعد آج چہرے پر سکون دیکھ کر دل میں ٹھنڈک کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ یوں محسوس ہوا کہ مولائے کریم نے اس سفید ریش نحیف و نزار دیہاتی بابے کی اس آرزو کو پذیرائی بخش دی ہے جس کی ہر ایماندار تمام زندگی آرزو کرتا رہتا ہے۔ فالحمد للہ

مولوی صاحب چلے گئے اور انہیں گئے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے لیکن اس ناچیز کے دماغ میں اس قسم کے گہرے نقوش چھوڑ گئے ہیں کہ جب کبھی اپنے والدین کے حق میں دعاء مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں وہ ذہن کے کسی نہاں خانے سے سفید لباس میں لیٹے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ آکھڑے ہوتے ہیں جن کو تصور میں لا لا کر دعائیں کی جاتی ہیں۔ بہت کم کبھی ایسا ہوا ہے کہ حضور قلبی سے دعاء کرنے کی توفیق ہوئی ہو اور مولانا یاد نہ آئے ہوں۔ اس موقع پہ دل اللہ تعالیٰ سے کچھ یوں مناجات شروع کر دیتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے سامنے تو اس "دیہاتی بابے" نے ساری زندگی دیہاتیوں جیسی معصومیت اور خلوص کے ساتھ تیری ذات کی بڑائی اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی حفاظت اور ترویج میں گزاری ہے۔ علم و فضل کے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود کسی بھی اعلیٰ یا پست ذہنی معیار کے طالب علم اور عالم کو یکساں شوق اور محنت سے تعلیم دیتے دیکھا ہے۔ پھر عقیدے کے لحاظ سے اپنے سخت ترین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفین کے ساتھ بھی اعتدال کا طرزِ عمل رکھا ہے اور علمی اختلاف سے ہٹ کر کبھی ذاتی رنجش کو نہیں اُبھارا بلکہ حدیث اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ" کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے مخالفین کو ہمیشہ مناسب عزت و احترام سے نوازا ہے۔ اس نے کائنات کے اُسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس، چال ڈھال، خیر خواہی، کھانے پینے لوگوں کی تربیت، اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت، غیروں کی تعلیم و تربیت۔ دوستوں اور مخالفوں سے تعلقات بنانے میں بلکہ زندگی کے ہر ہر پہلو پر اپنی بساط کے مطابق بندگی کا حق ادا کرنے میں اس وقت بھی اپنے لئے نمونہ بنائے رکھا۔ جب کہ اعصاب کم و بیش جواب دے چکے تھے اور تیری طرف سے واپس بلانے کے آثار چہرے سے ظاہر ہونے لگے تھے۔

اب یہ تیرا فرمانبردار بندہ عملی دنیا سے رشتہ منقطع کر کے تیرے حضور پہنچ چکا ہے اور جس قدر دنیا میں تیری رحمت کا محتاج تھا۔ اب اس سے کئی گنا زیادہ محتاج ہے۔ الٰہ العالمین اسے قبول فرما۔ اس کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کر، اسے بہترین اجر دے۔ اس کی جیسی بھی علمی خدمات تھیں۔ انہیں شرفِ پذیرائی دے اور علماء اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس عاجز کو بھی نمایاں مقام عطا فرما۔ ہماری محدود نگاہ اور کمزور عقل ہمیں یہی باور کرواتی ہیں کہ وہ تیرے خاص کرم کا مستحق ہے اور تیرا اپنا فرمان ہے کہ" اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" ہمارے اس حسنِ ظن کو سچا کرنا تیرے ہی اختیار میں ہے۔ تجھے ہی سزاوار ہے اور تو رحیم و کریم ہے۔ اپنے مطیع بندوں کی کوتاہیوں سے درگزر کرنے بلکہ اُن کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کرنے کی بشارت تو نے ہی ہم کو دی ہے۔ ہمارا ناقص وجدان تو یہ کہتا ہے کہ ان میں تیرا یہ فقیر عطاء اللہ حنیفؒ تیری رحمت و کرم سے ضرور شامل ہوگا۔ آخر میں ہم ان کی سلیم الفطرتی اور نیک خصلتی کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ تیری قدردانی اور سفید بالوں والوں سے لحاظ کا طرزِ عمل رکھنے کے وعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے التجا کرتے ہیں کہ اُن پر رحم فرما۔ وہ تمام عمر تیری وحدانیت کا دم بھرتے رہے اور یہی پُرعزم جذبہ اور راسخ عقیدہ اپنے شاگردوں میں پختہ کر گئے۔

مالکِ کائنات! اب وہ تیری بارگاہ میں تیرے پاس پہنچ چکے ہیں۔ تو ان کی خدمات قبول فرما اور ان کو حُسنِ صلہ سے نواز اور اپنی رحمت و مغفرت سے انہیں شادکام فرما! آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد چوہدری بن مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ
گوجرانوالہ

۱۵ فروری ۲۰۰۲ء
م
یکم ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

مولاناؒ کی شخصیّت

سنہ ۱۹۴۲ء میں راقم الحروف اپنی ملازمت کے سلسلے میں فیروز پور پہنچا۔ فیروز پور میں جامع اہل حدیث کا نام گنبدوں والی مسجد تھا۔ اس مسجد کی انتظامیہ میں حاجی نظام الدین صاحب، عبیداللہ صاحب احرار اور عبدالعظیم خان صاحب شامل تھے علیہم الرحمۃ۔ اس مسجد کے خطیب مولانا عطاء اللہ حنیفؒ تھے۔

پاکستان بننے کے بعد حاجی نظام الدین صاحب گوجرانوالہ تشریف لائے۔ عبیداللہ صاحب احرار فیصل آباد میں متمکن ہوئے جب کہ عبدالعظیم خان صاحب نے خانیوال کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولانا نے اپنے لئے لاہور کو پسند فرمایا۔

گنبدوں والی مسجد میں حضرت مولانا کے زیر سیادت دارالحدیث نذیریہ قائم تھا۔ جس میں حضرت موصوف مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ اور مسجد کی خطابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔

فیروز پور میں وارد ہونے سے قبل آپ نے مدرسہ مرکز الاسلام لکھوکے میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ نیز آپ قصبہ کوٹ کپورا میں خطیب بھی رہے۔ آپ نے مولانا محمد اسماعیل السلفی اور سید محمد شریف گھڑیالوی کی خواہش کے مطابق گوجرانوالہ میں بھی بطور شیخ الحدیث کام کیا۔

کتب سے شغف

فیروز پور ایک مختصر سا شہر تھا۔ مولانا مرحوم کی مصروفیات زیادہ تر مسجد اور اپنے کتب خانہ تک محدود تھیں۔ آپ کو نادر کتب اکٹھا کرنے کا شغف تھا۔ آپ کے کتب خانہ میں نادر و نایاب کتب کثیر تعداد میں تھیں۔ نادر کتب کے اکٹھا کرنے میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی ذوق عطا فرمایا تھا۔ اپنی گاؤں کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ مجھے عادت تھی کہ پرانے فرسودہ مخطوطات و اوراق اکٹھے کرتا اور ان کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ اسی ذوق نے ترقی کی۔ اور ساری عمر آپ نادر و نایاب کتب کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ پرانے مخطوطات اور کتب نادرہ کی سراغرسانی آپ کا ایک مشغلہ بن گیا تھا۔

پاکستان بننے کی وجہ سے اپنے کتب خانہ کے ضیاع کا آپ کو قلق تو ضرور تھا مگر آپ نے اس قلق کو افسردگی میں تبدیل نہیں ہونے دیا بلکہ اس ضیاع نے ایک مہمیز کا کام دیا اور آپ نے ایک نادر الوجود کتب خانہ مہیا کیا۔ اس کتب خانہ میں نواب صدیق حسن خان والیٔ بھوپال کی تمام تصنیفات مہیا تھیں۔ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد دو صد سے زائد ہے اور ان میں سے بعض کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۶۰ء میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بطور فرد خانہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے کتب خانہ کے لئے گھر کے کم از کم تین کمرے مخصوص تھے۔ دائیں بائیں اور بستر پر بھی کتابوں کے انبار ہوتے اور ان سے ہی شغف تھا۔

المکتبۃ السلفیۃ

اس کتب کے لگاؤ نے جذبۂ تحقیق، تصنیف و تالیف کو جلا بخشی۔ اور آپ نے المکتبۃ السلفیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ یہ ادارہ جلبِ منفعت کے لئے نہیں صرف اشاعتِ علومِ اسلامیہ کے لئے تھا۔ اس ادارہ نے کوئی کتاب حصولِ منفعت کی غرض سے شائع نہیں کی۔ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کی شرح المعلقات السبع اور رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نمازکی اولین اشاعت کا شرف اسی مکتبہ کو حاصل ہوا۔ مکتبہ سلفیہ کے زیرِ اہتمام آپ نے کئی کتب شائع فرمائیں۔

۱:۔ التعلیقات السلفیہ : یہ سُنن نسائی پر عربی حاشیہ ہے۔ اس سے مولانا مرحوم کے علمی تفوق اور تحقیق کا اندازہ ہوتا ہے اس کی وجہ سے مولانا کا نام عرب دنیا میں متعارف ہوا۔

۲:۔ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد اوّل) اسی مکتبہ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔

۳:۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کے ساتھ اسی مکتبہ نے حیات احمد بن حنبلؒ، حیات امام ابن تیمیہؒ اور حیاتِ امام ابو حنیفہؒ شائع کیں۔

اس مکتبہ کی اشاعت پذیر کتب کی ایک لمبی فہرست ہے جس میں دیوانِ حماسہ محشی۔ افاداتِ ابن تیمیہؒ از حافظ محمد زکریا مرحوم۔ مولانا سندھی کے نظریات اور افکار پر ایک نظر از مولانا مسعود عالم ندوی۔ اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان۔ حیات ولی۔ اصول تفسیر از امام ابن تیمیہؒ۔ محمدیہ پاکٹ بک وغیرہ شامل ہیں۔

الاعتصام

یہ پرچہ آپ کی الباقیات الصالحات سے ہے۔ یہ آپ کی ذاتی کاوش سے جاری ہوا۔ اس نے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی بڑی مخلصانہ خدمت کی۔ یہ مخلصانہ خدمت حضرت مولانا کے خلوص کا ہی نتیجہ تھا۔

حضرت مولانا ملک ابو یحییٰ امام خان نوشہروی رقمطراز ہیں۔

رکن سوم

” جس قدر بیش بہا اور بمقدار کثیر کتب خانہ آپ نذر انقلاب کر کے (فیروزپور سے) آئے ہیں۔ دوسرا ہوتا تو گریبان چاک کر کے کسی صحرا کو آباد کرنے کے بغیر چارۂ دیکھتا۔ راقم السطور کی تو بساط ہی کیا ہے۔ اچھے اچھے آپ سے حوالے اور ماخذ دریافت کرتے اور ہمیشہ کامیاب ہوتے۔ اخبار الاعتصام کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن یہی مولوی عطاء اللہ بھوجیانی ہیں۔

مولانا امرتسری مرحوم کی وفات کے بعد اب تک جماعتی اخبار کے اجراء میں تعویق رہی مگر اللہ رسے دردِ محبت کہ اسی دوران میں آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکہ وتنہا ایک اخبار جاری کرنے کے لئے کمربستہ ہوگئے مگر مشاورت کی آخری حد ممدوح الصدر صاحب گوجرانوالہ (مولوی محمد اسمٰعیل صاحب) ہیں کہ ان کی مہر و رضا کے بغیر تو ہم لوگ (جن میں راقم السطور خادم کی حیثیت سے شریک ہے۔ مگر خادم باعتبار تخلص نہیں کہ میں نے شاعر نہ ہونے کی وجہ سے فرضی تخلصات کا استعمال دوسروں کو بخش رکھا ہے) جماعت کے کسی مشترکہ کام میں شرکت کرتے ہوئے کسی حد تک تامل کرتے ہی ہیں، ادھر مقدرات میں بھی الاعتصام ہی مسطور تھا۔ اس لئے مولوی عطاء اللہ صاحب کی وہ تجویز عمل میں نہ آسکی، مگر الاعتصام کا ڈیکلریشن آپ ہی کے نام سے ہے۔"

اس پرچہ کو آپ نے کبھی بھی ذاتی منفعت کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔ یہ صرف اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہے۔ پہلے یہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تصرف میں تھا۔ اب یہ دار الدعوۃ السلفیہ کے زیر انتظام ہے۔

ذاتی خصائص

رہائش: ۱۹۴۶ء میں جب حضرت العلامؒ سے ملاقات ہوئی تو اس وقت رہائش ایک مختصر کرائے کے مکان میں تھی، ۱۹۶۰ء میں جب ملاقات کا موقع ملا تو آپ محکمہ اوقاف کے ایک مکان میں مکین تھے۔ اچھی رہائش کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ نہ کبھی خیال آیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے سر چھپانے کی جگہ بنا دی جائے۔ جب کبھی ذاتی مکان کی بات ہوتی تو نہایت سادگی سے فرماتے کہ مکان بنانا میرے پروگرام میں شامل نہیں۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

لباس:۔ آپ کا پسندیدہ لباس کھدر کا کرتا اور تہبند تھا۔ ساری عمر یہی لباس رہا۔ اس میں تبدیلی کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ آپ رویت ہلال کمیٹی پاکستان، اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی مجلس شوریٰ جیسے اہم حکومتی اداروں کے رکن رکین رہے مگر ہر جگہ یہی لباس پہنا۔ اور کبھی بھی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوئے۔

استغناء:۔ فیروز پور میں جماعت اہلحدیث کی مجلس عاملہ تین افراد پر مشتمل تھی۔ یہ افراد جتنی آپ کی خدمت کر سکتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مگر کبھی بھی تنگدستی کی شکایت نہیں کی۔ مہاجر ہونے کے بعد اکثر لوگوں نے بہتی گنگا میں بہت خوب ہاتھ دھوئے مگر صاحب موصوف کسی الاٹمنٹ کے چکر میں نہیں پڑے۔ اپنے لئے محکمہ اوقاف کے کرائے کے مکان کو کافی سمجھا، اس طرح وہ الغنیٰ غنی النفس کی زندہ تصویر تھے۔

ایثار:۔ کسی کی بہبود کے لئے اپنے قانونی اور جائز حق سے دست بردار ہونا ایثار کہلاتا ہے۔ یہ ایک عظیم جذبہ ہے، جتنا یہ عظیم جذبہ ہے اتنا ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ آپ نے ذاتی کاوش سے ایک عظیم المرتبت کتب خانہ مہیا کیا۔ جب موت سے ہمکنار ہونے کا موقع بہم پہنچا تو اسے افادۂ عوام کے لئے دار الدعوۃ السلفیہ کے سپرد کر دیا اور محسنین کے زمرہ میں شامل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے اور جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

تواضع:۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ سال تک مسند تدریس کو مزین رکھا اور علم کے جواہر ریزے بکھرتے رہے جب قلم و قرطاس کی طرف توجہ کی تو اسے بھی عروج تک پہنچایا۔ سینکڑوں طالب علموں کی ان کے مقالات میں راہ نمائی فرمائی۔ اس سعی بلیغ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عوض ان کے القاب کی فہرست طویل ہونی چاہیئے تھی مگر اپنے فرزندِ ارجمند کو نصیحت فرماتے ہیں ۔"میرے نام کے ساتھ شیخ الحدیث کا لقب نہ لکھا جائے"۔ اسے کہتے ہیں ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست

اللہ تعالیٰ ان کی تواضع کو شرفِ مقبولیت بخشے، ان کو علّیّین میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

خلوص

مولانا محمد اسماعیل السلفی ــــــ والدِ گرامی ــــــ جب فوت ہوئے تو ان کی نگرانی میں ڈاکٹر صبحی الصالح کی مباحث فی علوم القرآن اور علوم الحدیث کا مطالعہ جاری تھا۔ بڑے خلوص اور شفقت سے ان کتب کی تکمیل کرائی۔ ان کے معمولات میں شامل تھا کہ گھر کے ہر فرد کے متعلق الگ الگ استفسار کرتے اور حالات کی موافقت پر اللہ کا شکر بجالاتے ورنہ اس چرخِ نیلگوں نے دیکھا کہ اخلاص کا دعویٰ کرنے والوں نے کتنے رنگ بدلے۔

اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا زبیر علی زئی
حضرو۔ اٹک۔

كَانَ ثِقَةً حُجَّةً إِمَامًا وَرِعًا زَاهِدًا تَقِيًّا فَقِيهًا

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

شیخ مساعد بن سلیمان الراشد الحمید کی کتاب "السبیل الهاد إلى تخريج أحاديث كتاب الجهاد لابن أبي عاصم" کے مقدمہ کا مطالعہ کر رہا تھا، اچانک ایک عبارت پر نظر پڑ گئی۔

" وأخبرنا شيخنا العلامة المحدث أبو الطيب محمد عطاء الله حنيف الفوجياني اللاهوري ــــ مؤلف التعليقات السلفية على سنن النسائي ــــ بها داذنا شانهني به في بيته في الرابع والعشرين من شوال سنة ست وأربع مائة بعد الألف من الهجرة عقب القراءة عليه ... " الخ - (ج ۱ ص ۱۰۶-۱۰۷)

بے ساختہ استاذ محترم کی یادیں دل میں مچلنے لگی۔ آپ سے میری پہلی ملاقات کتب خانہ "شوروم" لاہور میں ہوئی۔ آپ انتہائی سادہ لباس میں ملبوس، دنیا و مافیہا سے بے پرواہ صاحب مکتبہ سے تہذیب الکمال کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آپ کا انتہائی پیارا اور سادہ انداز میرے دل و دماغ میں ہمیشہ کے لئے نقش ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے موقعہ پر میں آپ کے گھر گیا صحیح بخاری کا کچھ پڑھ کر سنایا۔ اور ان سے صحیح بخاری و جملہ مرویات کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ یہ اجازت نامہ میرا سرمایۂ حیات ہے۔

آہ اگر باز بینم روئے استادِ خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگارِ خویش را

شیخ مساعد بن سلیمان مزید لکھتے ہیں: (مفہوم)

" كان من خيار علماء هذا العصر زهداً وتواضعاً وعلماً مع التزام بمنهج السلف الصالح في الأصول والفروع، قال لي مرة: إبني ــــ أحمد شاكر ــــ لم أعلمه إلا الكتاب والسنة، فقلت له: هذا هو العلم حسب وكان كثير المطالعه بحيث لا يوجد كتاب في مكتبته إلا وله عليه تعليقات علما بان مكتبته تحتوي على آلاف الكتب المطبوعة والمخطوطة وكان ــــ حريصاً على نشر كتب الحديث وكتب السلف نأسس مكتبة وداراً بنشر ومركزاً بتحقيق وأوقف عليه مكتبة العامرة.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفی إلی رحمۃ اللہ تعالی لیلۃ السبت الحادی عشر من صفر سنۃ ثمان و أربع مئۃ بعد الألف من الھجرۃ " (ج ا ص ۱۰۷)

" آپ زہد، تواضع اور علم کے لحاظ سے اس زمانے کے علماء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ اصول و فروع سلف صالح کے طریقہ استدلال کا احترام فرماتے تھے۔ آپ نے ایک دن مجھے کہا: میں نے اپنے بیٹے احمد شاکر کو صرف کتاب و سُنّت سکھائی ہے، تو میں نے کہا: علم صرف یہی ہے اور آپ مطالعہ بہت کرتے تھے۔ آپ کی لائبریری میں کوئی کتاب ایسی نہیں (عام طور پر) جس پر آپ کی تعلیقات نہیں ہے۔ اس بات کے علم کے ساتھ کہ آپ کے مکتبے میں ہزاروں مطبوع و غیر مطبوع کتابیں موجود ہیں۔ آپ کتب حدیث اور کتب سلف کے نشر کرنے میں بھی بہت کوشش فرماتے تھے۔ آپ نے مکتبہ، طباعت خانہ اور مرکز تحقیق بنایا اور اس پر (اپنے) بڑے مکتبہ کو وقف کر دیا۔

آپ نے ہفتہ کے دن صفر کے مہینہ میں ۱۴۰۸ھ کو وفات پائی (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔"

راقم الحروف نے عصر جدید کے علماء وغیرہم کے بارے میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس کا تعلق صرف جرح و تعدیل سے ہے۔ اُستاذِ محترم کے بارے میں اس کتاب کی عبارت مختصر و ملخص درج ذیل ہے۔

شیخ الاسلام عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی رحمہ اللہ۔

کان ثقۃً حجۃً إماماً ورعاً زاھداً تقیاً فقیھاً سمعت الشیخ الإمام أبا محمد بدیع الدین الراشدی حفظہ اللہ۔

وسمعت الشیخ الإمام الثقۃ الحجۃ الفقیہ أبا السّلام محمد صدیق بن عبد العزیز السرکودھوی السّلفی رحمہ اللہ فی سرگودھا قال: عالم ثقۃ، لایعدّ من المجتھدین: وقال أخونا الشیخ إرشاد الحق الأثری حفظہ اللہ: ثقۃ و ناقد بصیر۔

وسمعت الشیخ الإمام الزاھد صاحب العلم والعمل، أبا القاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی حفظہ اللہ قال: شیخنا ثقۃ من الثقات، أستاذ، مثلہ قلیل فی ھذا الزمان۔

وحدّثنی أبو الولید خالد بن فتحی الفلسطینی قال أخبرنی عبد الحمید العراقی ۔ إسمہ سلمان قال سألت الشیخ بدیع الدین الراشدی، عن عطاء اللہ حنیف۔ فقال: رجل أعطاہ اللہ العلمَ والعمل وحسن الأخلاق "

"آپ ثقہ، حجت، امام، ورع، زاہد، تقی اور فقیہ تھے۔ سید بدیع الدین شاہ راشدی نے آپ کو ثقہ قرار دیا۔ مولانا محمد صدیق صاحب سرگودھا والے فرماتے تھے: عالم ثقہ ہیں۔ مجتہدین میں ان کا شمار نہیں کیا جاتا۔ (زبیر کہتا ہے کہ آپ کے مجتہد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے) ارشاد الحق اثری نے کہا: ثقہ اور ناقد بصیر تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محب اللہ شاہ راشدی نے فرمایا: ہمارے اُستاد ثقات میں سے ثقہ ہیں۔ استاد ہیں۔ اس زمانے میں آپ جیسے لوگ بہت کم ہیں۔

سید بدیع الدین راشدی صاحب فرماتے ہیں: آپ وہ مرد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم اور عمل اور حسن اخلاق سے نوازا تھا۔ شیخ صاحب تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں مگر آپ کی نفع بخش کتابیں و رسائل ہمارے لئے روشنی کے مینار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر بلتستانی
شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب۔ لاہور

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ
سلفیّت کے حقیقی علمبردار

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ سُنّتِ رسُولؐ کے شیدائی اور علم دوست انسان تھے۔ آپ نے پُوری زندگی علم کی خدمت پر صرف فرمائی۔ آپ کی تحقیقات مختلف کتابوں پر اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ مَیں ان کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے چند یادگار باتیں قلم بند کر رہا ہوں۔

۱۔ مولانا رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا، کسی ایک بزرگ نے (وہ بھی عالم تھے) یہ کہا کہ اصُول میں وارد شدہ نصوص میں لچک ناممکن ہے۔ مگر فروع (مسائل) کے اندر وارد شدہ نصُوص کے اندر لچک (وُسعت) ہے۔ یعنی اس میں اپنی ذاتی آراء سے ان کو رد کیا جاسکتا ہے۔ اس پر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بالکل درست نہیں، جب فروع میں لچک پیدا کریں تو پھر اصُول کیسے محفوظ رہیں گے؟

۲۔ ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کہ کسی سائل نے کہا مولانا آپ اپنی کوئی کرامت بتائیں؟ بار بار استفسار پر مولانا رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہُوئے فرمایا کہ یہ ادارہ "دارالدعوۃ السّلفیۃ" جس کے زیرِ اہتمام (مسجد، لائبریری، مدرسہ، الاعتصام اور ادارہ تحقیق وتالیف) چل رہے ہیں کیا یہ میری کرامت نہیں جو اکرم اللہ علیٰ عبدہ کا مصداق ہے۔

۳۔ مولاناؒ سے جب مَیں نے اپنے مقالہ برائے پی ایچ ڈی جو ابن حزمؒ سے متعلق تھا، کے متعلق مشورہ لیا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ابنِ حزمؒ کی علمی اور سلفی شخصیت سے متعلق بہت سی معلومات سے روشناس فرمایا۔

۴۔ کسی نے ایک دفعہ تبلیغی جماعت کے متعلق پُوچھا تو جواب میں فرمایا، ان کی کمزوریوں اور غلطیوں سے قطع نظر اس دُنیا داری اور نفسانفسی کے دَور میں ان کو غنیمت سمجھتا ہوں جو اصلاحِ نفس اور دُنیا سے بے رغبتی کی دعوت کو اپنا شعار بنائے ہُوئے ہے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانیؒ ایک ہمہ گیر شخصیت کے علاوہ اس صدی کی اِن گنی چُنی چند شخصیتوں میں سے تھے جو تحریکِ احیائے کتاب وسُنّت کے سلسلہ میں عالمی حیثیت کی حامل تھیں۔ دعوت اِلی اللہ، اصلاحِ معاشرہ اور خدماتِ دین کے سلسلے میں ان کے کارنامے ناقابلِ فراموش ہیں۔ تحقیق ومطالعہ، تصنیف وتالیف، تدریس وتعلیم، خطابت وصحافت اور سیاست میں سے کوئی شعبہ ایسا نہیں جسے آپؒ نے خدمتِ قرآن وحدیث کے لیے استعمال نہ کیا ہو۔ پُختہ ارادہ وعقیدہ، صاحبِ فکر ونظر، پاکیزہ عمل وکردار، مُعاملات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حُسنِ سلوک، تواضع و شرافت، جُود و سخا، بصیرت و تدبر، بالغ نظری اور احترامِ آدمیت کی وجہ سے آپ نے معاشرے پر اتنے گہرے تعمیری اور اصلاحی اثرات چھوڑے ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ گزشتہ صدیوں میں جب بھی دُنیا کسی انقلاب سے دوچار ہوئی اُمتِ مسلمہ کی صفوں میں سے کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ ضرور اُٹھا جس نے بطور مجدد کے کتاب و سنت کی مشعل کو روشن رکھا۔ ان میں بعض نے مجددانہ کردار ادا کیا اور بعض نے مصلحانہ و داعیانہ کردار ادا کیا۔ مثلاً علامہ ابنِ تیمیہؒ، اُن کے تلمیذ علامہ ابن القیمؒ، امام محمد الشوکانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ اسماعیل شہیدؒ، سید میاں نذیر حسین دہلوی، علامہ سید نواب صدیق حسن خان رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔ حضرت مولانا عطاء اللہ بھی انہی علماء میں سے تھے جنہوں نے قرآن و حدیث کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔

عہدِ حاضر میں حضرت موصوف اس حوالے سے انتہائی بے مثال شخصیت تو تھے ہی کہ علوم قرآن وسُنّت کی اشاعت کا انہوں نے وافر ذوق پایا تھا۔ اس کے علاوہ اُن میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ شخصیت سازی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خدمتِ قرآن و حدیث کے لیے بڑے بڑے اشخاص تیار کئے ہیں۔ متونِ حدیث، شروحِ حدیث اور اصول کی کتابوں پر گہری نظر ہونے کے علاوہ اُن کا یہ بہت بڑا امتیاز تھا کہ حدیث و سنت اور اہلِ حدیث کے دفاع کے لیے ہر وقت سرگرم رہتے تھے۔

مولانا مرحوم کی نادر تحقیق کی ایک مثال

"ابن بطوطہ کے سفرنامے میں یہ واقعہ درج ہے کہ جب وہ دمشق میں تھے تو جمعہ کے دن جامع مسجد میں ابنِ تیمیہؒ منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ دورانِ وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصے میں آسمانِ دُنیا پر اُترتا ہے۔ پھر منبر کے بالائی حصے سے ابنِ تیمیہؒ ایک پایہ نیچے اُترے اور کہا: "اللہ تعالیٰ یُوں اُترتا ہے جیسے میں اُتر رہا ہوں"۔ چونکہ یہ الزام تھا، غلط بات تھی۔ انسان سے اللہ کی مشابہت نہیں ہوسکتی۔ ابنِ تیمیہؒ کے مخالفوں کے لیے یہ ایک مدلل اور قابلِ اعتراض نکتہ تھا، جسے معترضین نے خوب ہوا دی اور ابنِ تیمیہؒ کو رسوا کیا۔ مولانا عطاء اللہؒ نے تحقیق کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ابنِ بطوطہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ / ۹ اگست ۱۳۲۶ء کو جمعرات کے روز دمشق پہنچا تھا جبکہ امام ابنِ تیمیہؒ اس سے بائیس روز قبل ۱۶ شعبان ۷۲۶ھ / ۱۸ جولائی ۱۳۲۶ء کو قلعہ دمشق میں قید ہو چکے تھے اور اس قید خانے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ واقعہ درست نہیں، جھُوٹ ہے۔"

(حیات ابنِ تیمیہؒ: ابوزہرہ، ترجمہ رئیس احمد جعفری مقدمہ صفحہ ۱۶-۱۷ طبع المکتبۃ السلفیہ۔ لاہور)

محدث بھوجیانیؒ کی تصانیف کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ خصُوصاً التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی علمی تحقیق کا ایک مایہ ناز شاہکار ہے۔ مختلف کُتب کے تراجم اور تعلیقات بھی ان کا کارنامہ ہے مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی حیات جو کہ ابوزہرہ کی تصنیفِ لطیف ہیں، ترجمہ کروا کر ان پر تعلیقات و حواشی کے ساتھ طبع کرنے کا اہتمام کیا اور مدارسِ دینیہ میں داخل نصاب کتب کو معیار کے ساتھ شائع کرنے کی رِیت بھی مولانا ہی کے مرہونِ منت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التعلیقات السّلفیہ کی خصوصیات

۱۔ متعدد نسخوں کا موزانہ کر کے متن کتاب کی تصحیح میں امکانی حد تک کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ علاّمہ سندھی کا حاشیہ علی سنن النسائی سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

۳۔ علاّمہ سندھی کے دُوسرے حواشی صحاح ستّہ سے بھی مناسب مقامات پر ضروری اضافے کئے گئے ہیں۔

۴۔ ۱۳۱۵ھ میں ڈپٹی نذیر احمد کے زیرِ اہتمام مطبع الفتاوی دہلی میں جو سنن نسائی کا نسخہ طبع ہوا تھا اسی کو بنیاد بنایا گیا اور اس کے حواشی سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

۵۔ شیخ حسین محدث یمانی کا بھی سنن نسائی پر مختصر مگر مفید حاشیہ جو غیر مطبوعہ تھا اس سے بھی بھرپور مستفید ہُوئے۔ اشکال کے حل کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ خواہ ان کا تعلق متون سے ہو یا سند سے یا تطبیق و تراجم سے۔

۶۔ محدثین پر جو تنقید کی گئی تھی ان کا بھی جواب دیا گیا۔

۷۔ حوالہ جات مکمل دیئے گئے ہیں۔

۸۔ احادیث کو مرقم کیا گیا ہے۔

۹۔ اہم مباحث کی فہرست الگ الگ دی گئی ہیں۔

۱۰۔ صفحات کے درمیان میں متن اور نیچے شرح دی گئی ہے[1]۔

اجمال و اختصار کے ساتھ جن نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بھی قابلِ داد ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کی ان خدماتِ جلیلہ کا اعتراف دُنیائے عرب و عجم کے علماء نے کیا ہے۔

التعلیقات السلفیہ میں بہت سے سوالات جو جدید طبقہ کے ذہن میں اُٹھتے ہیں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کُتا اگر کسی برتن میں مُنہ ڈالے تو استعمال سے قبل سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ مرتبہ دھونا یعنی آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھونا چاہیئے۔ بعض لوگ اس کی حکمت کا علم نہ ہونے پر اعتراض کرتے تھے۔ محدث بھوجیانی نے اس کی حکمت نقلی اور عقلی نقطہ نگاہ سے بیان کی ہے اور اطباء کی تائید بھی ملتی ہے کہ کُتے کے چاٹنے سے جراثیم ایسے داخل ہوتے ہیں کہ ان کو آسانی سے دُور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ کتاب الجنائز میں عبداللہ بن عمرؓ کی مروی حدیث جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر سے خطاب فرمایا تھا، مدلل انداز میں سماع موتی اور عدمِ سماع پر سیر حاصل بحث کی ہے جو کہ قابلِ مطالعہ ہے۔

[1] اب نئی طبع ۵ مجلدات میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ

ابو الوزیر علامہ سید احمد محدث دہلویؒ نے مشکوٰۃ پر تخریج وتحقیق کی۔ باب الفرائض تک کام ہوا تھا کہ بیمار ہو گئے۔ باقی کام اُن کے تلمیذ رشید ابو سعید علامہ شرف الدین محدث دہلویؒ نے کیا۔ علامہ ابو سعید محدث دہلویؒ نے اپنا کیا ہوا کام اپنے شیخ استاد محدث ابو الوزیر علامہ سید احمد حسن دہلوی کو سنایا اور یہ تمام مسودہ طباعت کے لیے مولانا عبدالاحد مرحوم کے حوالے کر دیا گیا۔

حصہ اوّل، دوئم کو تو مولانا عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی نے شائع کیا تھا، اسی دوران "ہند" کی تقسیم ہو گئی۔ "صاحب" مطبع مجتبائی پاکستان" آگئے۔ جلد سوم اور چہارم کی طباعت نہ ہو سکی۔

محدث بھوجیانی مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کو بہت اشتیاق تھا کہ جلد سوم اور چہارم کو بھی طبع کیا جائے۔ محدث بھوجیانی کو علم ہوا کہ مطبع مجتبائی کے، مالکان کراچی میں ہیں۔ مولاناؒ نے مولانا عبدالاحد کے صاحبزادے عبدالمتین صاحب سے کرم خوردہ مخطوطہ خرید لیا۔ اس کی جلد سوم پر تحقیق، تخریج واضافہ تو محدث بھوجیانی نے خود مکمل کیا اور جلد چہارم پر نگرانی فرماتے ہوئے اپنے شاگرد رشید مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اور تربیت یافتہ محترم مولانا قاری نعیم الحق نعیم صاحبؒ سے مکمل کروا کر اپنے قائم کردہ ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کی طرف سے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ جو کہ آج کل مدارس دینیہ "سلفیہ" کے اکثر مدارس میں شامل نصاب ہے۔

ماخوذ تنقیح الرواۃ جلد ۲ صفحہ ج

مولاناؒ کی تصانیف میں ایک کتابچہ "اسلام اور قبروں پر عُرس" مختصر مگر جامع ہے۔

"پیارے رسُول کی پیاری دُعائیں" مسنون دُعاؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ بہت ہی مفید اور مقبولِ عام ہے۔

"حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ" از پروفیسر ابو زہرہ مصری اُردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، حواشی جناب محمد عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا موصوفؒ نے ترجمہ کروا کر تنقیح، تحقیق واضافہ کر کے کتاب کو چار چاند لگا دیئے۔ امام ابو زہرہ نے شیخ الاسلام پر کچھ تنقید بھی کی ہے۔ اس کا جواب مدلل انداز میں دیا گیا ہے۔ مولانا علامؒ نے غلام رسُول مہر سے مقدمہ لکھوایا۔

مولاناؒ کی کاوش اس کتاب پر اتنی وسیع ہے کہ بجائے خود ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے۔ امام ابو زہرہ کے تسامحات کا کافی وشافی جواب اسی اُردو ایڈیشن میں دیا گیا ہے۔ امام ابو زہرہ نے "تین طلاق فی مجلسِ واحد" کے متعلق ابن تیمیہؒ پر تنقید کی ہے، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ احادیثِ صحیحہ سے "تین طلاق" کا ایک شمار کرنا ثابت ہے۔

امام ابو زہرہ نے "اسلامی فرقے اور اُن سے جنگ" کے عنوان کے تحت ایک مقام پر لکھا ہے کہ امویوں نے علی مرتضیٰؓ پر تہمت لگائی کہ خونِ عثمانؓ سے ان کا دامن بھی داغدار ہے۔ مولاناؒ نے اس پر استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے۔ کسی اموی نے اس قسم کا الزام نہیں لگایا۔ یہ اہلِ تشیع نے من گھڑت افسانہ بنایا ہے۔ جس کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ قاتلینِ عثمان سے قصاص کا مطالبہ کیا گیا تھا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حیات امام احمد بن حنبلؒ" از امام ابوزہرہ، ترجمہ رئیس احمد جعفری، تعلیقات وحواشی مولانا مرحوم۔ اس میں بھی امام ابوزہرہ کے بعض خیالات پر تنقید کی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب امام ابوزہرہ لاہور میں کسی کانفرنس کی شرکت کے لیے آئے تو مولانا بھوجیانیؒ نے ان کی تسامحات کا ذکر فرمایا تو انہوں نے بصد شکریہ قبول کیا۔

"حیات امام ابوحنیفہؒ" از امام ابوزہرہ، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، تنقیح تعلیق وتحقیق مولانا مرحوم بہت ہی مفید ہیں اور بہتر انداز میں تنقید وگرفت سے کام لیا ہے۔

بہرحال حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ ایک مستند سلفی عالم، فقیہ ومحدث تھے، نصوص صحیحہ پر کاربند رہتے تھے۔ ان کی زندگی سلف صالحین کی بہترین نمونہ تھی۔

حضرات الشیخین الکریمین نواب صدیق حسن خان ومولانا عطاء اللہ حنیف رحمہما اللہ کا موازنہ

- بے شک یہ دونوں حضرات آیتان من آیات اللہ فی العلم والعمل والاخلاق الفاضلۃ و التمسک بالکتاب والسنۃ۔
- ان دونوں حضرات نے اپنی پوری صلاحیتیں خدمتِ دین اور کتاب وسنت کی نشرواشاعت پر صرف کیں۔
- ان دونوں حضرات نے عقیدہ صحیحہ کی اشاعت وتبلیغ کے لیے دامے، درمے، قدمے، سخنے کوشش کی۔
- نواب صاحبؒ نے فتح الباری، تفسیر ابن کثیر اور نیل الاوطار طبع کروا کر مفت تقسیم کی اور مولانا عطاء اللہ نے اسی انداز میں یہ کام احباب کے تعاون سے محدود حد تک کرتے رہے۔
- حضرت عالی جناب نواب صاحبؒ نے صحاح ستہ کا اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان اور ان کے برادرِ عزیز مولانا بدیع الزمان سے کروا کر ان کی نشرواشاعت کا اہتمام کیا۔ اور مولانا عطاء اللہ حنیف نے بھی بہت سی کتب کے تراجم کروا کر ان کو حواشی و تنقیح و اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔
- نواب صاحب بھوپالی نے مدارس دینیہ کا مختلف مقامات پر اہتمام کر کے نشر دین کا کام کیا۔ اسی طرح مولانا عطاء اللہؒ نے مدارس دینیہ میں بطور شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیتے رہے[1]۔
- نواب صدیق حسن خانؒ نے مکتبات (لائبریریوں) کی ایک بڑی تعداد مختلف مقامات پر کھول کر علمی و دینی طور پر بڑی خدمت کی، اسی طرح مولانا عطاء اللہ ــــ ایک جامع ومفید لائبریری (سلفیہ لائبریری[2]) کا قیام عمل میں لائے اور ان کا یہ صدقہ جاریہ ہے۔ علم

---

[1] ۱۔ مدرسہ تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ ۱۹۴۶ء ۲۔ مدرسہ تقویۃ الاسلام المعروف مدرسہ غزنویہ لاہور ۴۸-۱۹۴۷ء
۳۔ جامعہ سلفیہ لاہور ۵۵-۱۹۵۴ء [2] دار الدعوۃ السلفیہ کا لائبریری ہال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متلاشی وہاں سے اب تک استفادہ کر رہے ہیں۔

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اذا مات الانسان انقطع عملہ الامن ثلاث . صدقۃ جاریۃ، اوعلم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ۔
- ان شخصیات رحمہما اللہ نے اپنی زندگی میں تینوں کام کیے۔ دونوں کی نیک اولاد ہے جو ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہے نسبی اولاد اور روحانی اولاد۔ اشاعت علم میں بھی ان دونوں کا بہت ہی عظیم حصہ ہے۔ باقی صدقات کا بھی سلسلہ جاری و ساری ہے۔

تجاویز

محققین حضرات کے لیے مشورہ ہے کہ ان حضرات کی خدمات علمی اس قدر وسیع ہیں کہ ان پر تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان پر مختلف لوگوں نے پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کیا ہے مگر بہت سے پہلو ابھی تشنہ ہیں جن کی تکمیل اس اُمت پر قرض ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے متعلق ان کی تالیفات، حواشی و دیگر تشریحی کتب پر بھی پی ایچ ڈی کی سطح پر کام کیا جا سکتا ہے۔

سلف صالحین کی خدماتِ دینیہ کو محفوظ کرنا، ان کی اشاعت کرنا اسی اُمت کے علماء کا فریضہ ہے۔

اللّٰھم وفقنا بالعمل لما تحب وترضاہ۔ وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم علیم ناصری

لاہور

سخن شناسی اور معارف پروری

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ایک بلند پایہ عالم دین ہونے کے ناطے ایک مفکرِ قرآن اور شارحِ حدیث تو تھے ہی، ایک سادہ اور پُر تاثیر واعظ اور نہایت بلیغ خطیب بھی تھے۔ مگر اس کے باوجود ان کے دُبلے پتلے اور خشک سے جسم میں یبوست نام کو نہیں تھی۔ لوگ ملاقات کو آتے تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ اگر محفل میں علمی سنجیدگی کا ماحول ہوتا تو چہرے پر فکر و نظر کی گھمبیرتا ہوتی لیکن دوستانہ گفتگو رہتی اور خوش گوئی سے بہجت و سرور کا سماں پیدا کر دیتے۔

ہمارے علماء میں شعر و ادب سے عدم دلچسپی کی عام شکایت ہے۔ ان میں نحویوں کی سی "یبوست" اور منطقیوں کی سی "خود پسندی" ہی کا گلہ کیا جاتا ہے مگر میں نے مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جب بھی ان کی صحبت کا موقع میسر آیا ہے ان سے خوش دلی اور سکون بخشی کی سوغات ہی ملی ـــــ میرے ساتھ عموماً شعر و ادب ہی کی بات ہوتی تھی اور اتفاق سے میں "شاہنامہ بالاکوٹ" کا آغاز کر چکا تھا جب ان سے متعارف ہوا۔ یہ ۱۹۶۰ - ۶۱ء کا زمانہ تھا۔ شہدائے بالاکوٹ اور تحریکِ جہاد پر میری ملاقات کا ابھی آغاز تھا۔ گو میں اپنے "فاضل اُردو" کے کورس میں شیخ محمد اکرام کی کتاب "موجِ کوثر" میں اجمالی حالات پڑھ چکا تھا اور پھر بازار سے مرزا حیرت دہلوی کی کتاب "حیاتِ طیبہ" مجھے مل گئی تھی جس کے مطالعہ سے میں نے بزعمِ خویش خاصی معلومات حاصل کر لی تھیں اور اسی کو حتمی سمجھ کر شاہنامے کا آغاز کر دیا تھا۔

چونکہ شاہنامہ فردوسی ایک بلند پایہ "رزمیہ مثنوی" ہے۔ جس میں تاریخ بیان کرتے کرتے بھی رزم و پیکار کا پلّہ بھاری رہتا ہے۔ لہٰذا شاعر کے لئے "شاہنامہ" لکھنے کے لئے رزم آرائی کی صلاحیت ضروری ہے۔ میں نے اس پہلو کی آزمائش کے لئے تحریکِ جہاد کی پہلی جنگ "معرکہ اکوڑہ خٹک" کو منتخب کیا اور دس بارہ صفحے کا یہ معرکہ کسی صاحبِ نظر کو دکھانا ضروری سمجھا۔ مولانا سے راہ و رسم کا آغاز تو ہو ہی چکا تھا، ایک دن اپنی کاپی ان کی خدمت میں پیش کر کے ان سے رائے طلب کی۔ مولانا نے فرمایا: "بھئی میں شاعری کے "وزن و بحر" پر تو عبور نہیں رکھتا بس شعر پڑھ کر دیکھ لُوں گا کہ مطالب کی کہاں تک ادائیگی ہوئی ہے۔"

چند روز بعد حاضر ہوا تو فرمایا کہ بھئی یہ لو اپنی کاپی! جنگ تو تم نے خوب لڑ لی ہے مگر اوزان کی اکھاڑ پچھاڑ کا میں ذمہ دار نہیں ہُوں ـــــ یہ بات کہہ کر ہنستے رہے اور اِدھر اُدھر کی چند باتیں بھی کیں ـــــ ان میں ایک بات مجھے خاص طور پر نوٹ کروائی کہ "شاہنامہ" تُم نے اہلِ حدیث نقطۂ نگاہ سے لکھنا ہے ـــــ پھر اُٹھ کر اپنی کتابوں کے انبار سے مولانا غلام رسول مہر کی کتاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سید احمد شہید" لائے اور مجھے دے کر فرمایا، اس کو پڑھو اور شاہنامے کو آگے بڑھاؤ۔ میں پہلے تو "اہل حدیث نقطۂ نگاہ" کی تہ تک نہیں پہنچ سکا تھا، مگر جب میں نے مہر صاحب کو پڑھا تو پتہ چلا کہ مرزا حیرت دہلوی تو اس نقطۂ نگاہ کے حامی تھے کہ یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، انگریزوں کے خلاف نہیں تھی۔ مولانا مہر نے اس کی تردید میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ پوری تحریک کے مطالعے سے بھی واضح ہو گیا کہ شہیدین کا مقصد اصل میں انگریزی استعمار سے ٹکرانا تھا، سکھ تو جغرافیائی طور پر سامنے آ گئے۔ نیز حادثہ بالاکوٹ کے بعد تحریک جہاد کا علم اہلحدیث کے ہاتھوں میں رہا جو قیام پاکستان تک چمرکنڈ وغیرہ میں لہراتا رہا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تحریک جہاد پر گہری نظر رکھتے تھے اور خود بھی اس خیال کے حامی تھے کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کے اصل دست و بازو شاہ اسماعیل شہید تھے جو جنگی سیاست میں نابغۂ عصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمارے مولانا حنیف بھوجیانی کو مولانا شہید سے والہانہ عقیدت تھی۔ انہی دنوں (۱۹۶۳ء) میں میں نے مرزا حیرت کی کتاب سے مولانا شہید کا وہ وعظ نظم کر رکھا تھا جو انہوں نے دہلی کی طوائفوں کے "بالاخانے" پر جا کر کیا تھا وہ "تسخیر زہرہ" کے عنوان سے الگ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا تھا جس پر مولانا نے بہت تحسین فرمائی تھی۔ اگلے سال (۱۹۶۴ء میں) مرکزی جمعیت اہلحدیث کی سالانہ کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی جس میں مجھے بھی شاہنامے کا ایک "اقتباس" سنانے کا موقع ملا۔ کانفرنس کے اختتام پر مولانا بالاکوٹ سے ہو کر لاہور واپس آئے تھے۔ مولانا اسلامیہ کالج لاہور سے ملحقہ مسجد مبارک میں جمعے کا خطبہ دیا کرتے تھے اور بعد نماز جمعہ باہر سے آنے والے اور کچھ مقامی معتقدین مسجد کے محراب کے سامنے ہی مولانا سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ مجھے بھی اکثر یہ موقع میسر آتا رہا۔

مولانا کی بالاکوٹ سے واپسی کے بعد والے جمعہ کو ایسی ہی نشست میں حاجی اسحاق حنیف رحمہ اللہ نے ازراہِ مذاق کہا کہ مولانا آپ نے بھی کیا بالاکوٹ کے لئے "شدِّ رحال" فرمایا تھا؟ مولانا نے اس کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ صرف ہلکی سی مسکراہٹ نما ہنسی کے ساتھ باتوں کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔

مولانا شعر کے وزن، تراکیب اور الفاظ کی دروبست پر تو کچھ نہیں کہتے تھے البتہ علمی تسامحات کی نشاندہی ضرور فرماتے تھے۔ میرے شاہنامے کے آغاز کی ایک نظم کا آخری مصرع تھا ؏

حضورِ قوم اپنا ہدیۂ ناچیز لایا ہوں

مولانا نے دیکھا تو فرمایا کہ تم نے بھی عام لوگوں کی "ہدیہ" کو بروزن "قریہ" باندھ رکھا ہے (اوکما قال) ان کا مطلب یہ تھا کہ "ہدیہ" کی دال بالکسر اور یا بالتشدید ہوتی ہے جب کہ یہاں دال ساکن اور یا بلا تشدید ہے (ملاحظہ فرمائیے ان کی اوزانِ شعر سے لاعلمی پر کسرِ نفسی!) اور میں نے یہ لفظ بدل دیا ـــــــ !! یہ تھا ان کا اصلاح کا انداز کہ کوئی استادانہ تعلّی بھی نہیں فرمائی اور میری بھی آنکھیں کھول دیں ـــــــ اللہ اللہ!!۔

ایک اور موقعے پر میں حاضر ہوا تو فرمایا "شاہنامہ کس حال میں ہے؟" میں نے کہا کہ کاغذ کا ٹکڑا جیب میں رکھتا ہوں، سائیکل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے چلتے ذہن میں محفوظ واقعے کو نظم کرتا ہوں اور رک کر نوٹ کر لیتا ہوں ـــــ کہنے لگے اس وقت کیا لکھا ہے؟ ـــــ میں نے کاغذ نکالا اور پڑھ کر سنانے لگا۔ آخری شعر کا صرف ایک مصرع ہوا تھا جس میں قافیہ "استقامت" تھا۔ دوسرے مصرعے کے لئے موزوں قافیہ سامنے نہیں آرہا تھا۔ فرمایا، مصرع پھر پڑھو ـــــ سُن کر فرمایا: اس ضمن میں صحیح قافیہ "شہامت" ہے۔ مجھے خوشگوار حیرت ہوئی اور میرا شعر مکمل ہوگیا ـــــ

۱۹۶۵ء میں پاک و ہند جنگ اپنے عروج پر تھی۔ اس کا آغاز آزاد کشمیر سے وادیٔ کشمیر پر ہماری فوج کی یلغار سے ہوا تھا۔ یہ صدر جنرل محمد ایوب خان کے دَور کا ولولہ انگیز واقعہ ہے۔ ہماری فوجوں نے تیزی سے دشمن کے علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ شاعروں، ادیبوں، مساجد کے خطیبوں اور زندگی کے ہر گوشے کے اہلِ شعور لوگوں نے افواج پاکستان کی حوصلہ افزائی کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے تھے۔ میں نے بھی بعض نظمیں لکھیں اور ان میں سے بیشتر نظمیں الاعتصام میں شائع ہوئیں۔ میں اپنے دفتر واقع لاہور چھاؤنی سے جمعہ کی آدھی چھٹی کے بعد بائیسکل پر سیدھا مبارک مسجد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ پہنچتا اور مولانا کی اقتدا میں جمعہ کی نماز ادا کرتا۔ اگر کوئی نظم لکھی ہوئی ہوتی تو وہ مولانا کی خدمت میں پیش کرتا۔ مولانا اسے رکھ لیتے اور اگلے شمارے میں اس کی اشاعت ہوتی۔ اگست ۶۵ء کا ہی کوئی جمعہ تھا کہ میں حسبِ معمول مسجد میں حاضر ہوا۔ "مجاہدینِ کشمیر" کے عنوان سے نظم دی جو اگلے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولانا سے ملاقات ہوئی تو دیکھتے ہی فوراً ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بھئی وہ نظم بہت پسند کی گئی۔ خود میرا یہ حال ہوا کہ بعض شعروں پر تو دل اچھل رہا تھا اور جی چاہتا تھا اسی وقت بندوق پکڑیں اور معرکے میں گھس جائیں (اصل الفاظ کی ترتیب کیا تھی؟ وہ میں بھول گیا ہوں۔ انہوں نے تو پنجابی میں اپنا تاثر بیان کیا تھا جو میں نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے) خاص طور پر ان اشعار کی نشاندہی فرمائی ؎

توڑ دیں بندوں نے آقاؤں کی زنجیریں تمام
کفر سے ٹکرا رہی ہے ملّتِ خیر الانامؐ

سُوئے دشمن بڑھ رہے ہیں غازیانِ حق پرست
یہ کفن بردوش غازی سر بکف، خنجر بدست

بت شکن، شمشیر زن، فولاد خُو، باطل فگن
ان کی ضربیں ہیں سمندر پاش بازو کوہکن

ان کی آنکھیں برقِ عاطف ان کے پنجے تیغِ تیز
ان کے نعروں سے ہمالہ کی چٹانیں ریزہ ریزہ

زلزلہ انداز ہیں یہ وادیٔ کہسار پر
اک جہاں ششدر ہے ان کی پے بہ پے یلغار پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے تھرّانے لگے ہیں ہند کے لات و منات

کانپتا ہے غزنوی کی چاپ سُن کر سومنات

اُن کی یہ داد و تحسین میرے لئے متاعِ گراں بہا تھی۔ اس نظم کے تیسرے شعر میں "سمندر پاش" کی ترکیب ہندی فارسی مرکب ہے۔ اس لئے اب میں نے یہ مصرع یُوں تبدیل کر دیا ہے "ان کی یہ ضربیں ہیں دریا پاش با ترو کوہ کن"!! ان ایام میں میری بہت سی نظمیں (جہادیہ) الاعتصام میں شائع ہوئیں۔

حضرت بھوجیانی رحمہ اللہ تعالٰی والاجاہ نواب صدیق حسن خانؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اُن کی تقریباً تمام تصانیف تفسیر قرآن، حدیث کی شروح اور دیگر دینی اور علمی کتب آپ کے کتب خانے میں موجود ہیں جو اس وقت دارالدعوۃ السلفیہ کی لائبریری کی زینت ہیں۔ ان میں حضرت نواب صاحب کا فارسی دیوان بھی تھا جو مطالعے کے لئے مرحمت فرمایا اور ان کے اشعار پر کئی دفعہ اپنی لُطف اندوزی کا بھی تذکرہ فرمایا جس سے ان کی بلند نظری اور خوش ذوقی کا اظہار ہوتا تھا۔

مولانا بعض اوقات کسی واقعے پر نہایت برمحل شعر چسپاں کرتے تھے۔

حافظ صلاح الدین یُوسف حفظہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں زمانۂ طالب علمی (مدرسۂ غزنویہ) میں مولانا بھوجیانی کا شاگرد ہونے کے علاوہ ان کے ہم نشینوں میں بھی شامل تھا بلکہ مجھے ان سے یک گونہ قرب بھی حاصل تھا اور وہ مجھ پر خاصی شفقت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں چھٹیوں میں لاہور سے کراچی گیا اور کافی دنوں تک مولانا کو کراچی سے اپنی اور اپنے والد صاحب کی خیریت وغیرہ کی اطلاع نہ دے سکا۔ پھر جب میں نے لمبی خاموشی کے بعد ایک خط ان کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے جوابی خط میں یہ شعر بھی درج کیا ۔

ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات یاد نہ تم کو آ سکے

تم نے ہمیں بھلا دیا، ہم نہ تمہیں بھلا سکے

جن دنوں (غالباً ۸۴-۱۹۸۳ء) صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق نے وفاقی اسمبلی کی بجائے وفاقی مجلسِ شورٰی نامزد کی تو اس میں ملک بھر سے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے جید لوگ یعنی جج اور وکلاء، علماء و مشائخ، ماہرینِ تعلیم، ملکی اور غیر ملکی سیاست کے ماہرین وغیرہ منتخب کئے گئے۔ انہی میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کو بھی رکنیت ملی۔

ایک دن فرمانے لگے کہ شورٰی کے پہلے ہی اجلاس میں، اجلاس سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو عطا محمد لغاری (جن کی نشست برابر میں تھی) نے اپنی سواری پر بیٹھنے کی دعوت دی اور راستہ میں مجھ سے شورٰی کی کارروائی پر میری رائے پوچھی تو میں نے یہ شعر پڑھ دیا۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی

جو چاہیں ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا (میر تقی میرؔ)

(مذکرہ مجلسِ شورٰی کے اجلاس میں بھی آپ نے اپنی تصویر نہیں بننے دی تھی) شورٰی کے مذکورہ اجلاس کے بعد آپ بیمار ہو گئے۔ اور پھر کسی اجلاس میں شرکت نہیں کی یا یُوں کہئے کہ جس رکنیت کو وہ "مختاری کی تہمت" قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے اس سے بچ رہنے کا سامان کر دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوبکر صدیق سلفی کا کہنا ہے کہ بیماری کے ایام میں ایک دن میں نے مولانا سے حال پوچھا تو اپنی جسمانی حالت اور علاج معالجے کا تذکرہ کرتے کرتے کہنے لگے کہ میری موجودہ کیفیت کے متعلق اکبر الٰہ آبادی بہت پہلے کہہ گئے ہیں ؎

کمزور ہے میری صحت بھی کمزور مری بیماری بھی
اچھا جو ہوا تو اُٹھ نہ سکا بیمار پڑا تو مر نہ سکا

مولانا ایک طویل عرصہ صاحب فراش رہے مگر تاہم رخصت کی بجائے عزیمت پر زیادہ عمل کرتے اور گھر سے چھڑی پکڑے یا کسی ایک پوتے کا ہاتھ پکڑے دفتر الاعتصام میں تشریف لاتے۔ کچھ دیر بیٹھتے، رفقاء سے دفتری کام کی پوچھ گچھ کی بجائے ہنسی مذاق کی باتیں کرتے۔ ہم بھی ان کی طبیعت بہلانے کو لطیفہ گوئی سے کام لیتے اور اس طرح ایک شگفتہ فضا پیدا ہو جاتی۔ جب قدرے اضمحلال محسوس کرتے تو واپس تشریف لے جاتے۔

ہم لوگ دفتر جاتے ہوئے (تقریباً ہر روز یا ایک دن کے وقفے سے) اُن کی بیمار پرسی کے لئے ان کی بیٹھک میں حاضر ہوتے۔ بعض اوقات لاہور سے باہر کے شہروں کے اکابرین جماعت اور خصوصاً علمائے کرام آپ کی عیادت کو موجود ہوتے بیماری کا تذکرہ تو مختصر ہوتا عموماً ادھر اُدھر کی شگفتہ باتیں ہی ہوتیں۔ شاید ان کی بیماری کے آخری ایام تھے جب ایک صاحب کے استفسار پر آپ نے یہ شعر سنایا ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ٭ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

شاید یہ اگست ستمبر ۸۷ء کے دن تھے —— اور کچھ ہی دنوں بعد اکتوبر کی ۳ تاریخ کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا —— انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا جعفر شاہ پھلواروی مرحوم نے ایک نظم فارسی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں لکھی اور الاعتصام میں اشاعت کے لئے مولانا کو ارسال کی۔ الاعتصام کے قارئین میں (بلکہ آج کل ہر پرچے میں) فارسی نظم و نثر پڑھنے والے خال خال ہی ہوتے ہیں بلکہ اب تو ان کو النادر کالمعدوم ہی کہنا چاہیئے اس لئے مولانا نے مجھے اس نظم کا اُردو نظم میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ اصل زبان کا ترجمہ تو نثر میں بھی کما حقہ کم ہی ہوتا ہے اور پھر نظم میں تو اس سے بھی مشکل ہوتا ہے۔ تاہم میں نے مقدور بھر اس کی ترجمانی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ مولانا نے میری نظم ملاحظہ فرمائی اور بہت شادمانی کا اظہار کیا اور اس طویل نظم کو الاعتصام کے دو صفحات پر شائع کیا۔
(الاعتصام جلد شمارہ صفحہ)

۱۹۷۲ء میں صوبہ سرحد میں جمعیت علمائے اسلام اور خان ولی خان کی پارٹی (نیشنل عوامی پارٹی) کی متحدہ حکومت بنائی گئی۔ جس کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نامزد ہوئے۔ مولانا بھوجیانی کو مفتی صاحب سے تعلق خاطر تھا لہٰذا ان کو مبارکباد کہنے اور ان کے تعیّن پر اظہار خوشنودی کرنے کے لئے اپنے اداریے کے علاوہ مجھے نظم لکھنے کا حکم دیا۔ اور بعض نقاط بھی تلقین فرمائے۔ میں نے حسب فرمائش ایک طویل نظم لکھی۔ اور سرحد میں نفاذِ اسلام کے لئے شہدائے بالاکوٹ کی قربانیوں کا بھی اظہار کیا اور آخر میں انہیں اُسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہج پر یہ خدمت انجام دینے کی استدعا بھی کی۔ مولانا نے نہ صرف اس نظم کو الاعتصام کے دو صفحات پر اہتمام سے شائع کیا بلکہ مفتی صاحب کو "ذاتی" طور پر اسے ارسال فرمایا اور بعض اشعار پر مجھے داد بھی دی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

(الاعتصام جلد شمارہ صفحہ)

حضرت مولانا بھوجیانی اپنے مکتبے (مکتبہ سلفیہ) کے باہر کرسی رکھ کر (عموماً) بیٹھا کرتے تھے۔ اور ان کے پاس دو تین ملاقاتی ضرور محوِ گفتگو پائے جاتے تھے۔ میں سرکاری ملازمت کے باعث علمائے اہل حدیث سے زیادہ متعارف نہیں تھا۔ مگر ان کی صحبت میں اکثر جیّد علماء سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو جاتا تھا۔ نیز جماعتی معاملات سے زیادہ علمی اور دینی مسائل کی تفہیم کا بھی خاصا موقع میسّر آتا تھا۔ میں نے حضرت امام ابن تیمیہؒ، والا جاہ نواب صدیق حسن خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمہم اللہ کی علمی بلندیوں کا ادراک مولانا ہی کی صحبتوں سے حاصل کیا۔ شعراء میں سے مولانا حالی اور اکبر الہ آبادی کے بہت معترف تھے، مگر دوسرے شعراء کے مطالعے سے بھی غافل نہیں تھے۔ غالب کے اشعار سے بھی بعض اوقات استشہاد کرتے تھے مگر یہاں میرے سامنے کوئی خاص واقعہ نہیں جو بیان کیا جا سکے البتہ اقبال کے کلام کی بھی داد دیتے تھے۔ اس سلسلے میں حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ ان کے ملاقات کو حاضر ہوئے تو وہ اپنی لائبریری سے کوئی کتاب تلاش کر رہے تھے اور دھیمی سی آواز میں گنگنا رہے تھے ؎

نہ تو اندر حرم گنجی نہ در بت خانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی (پیامِ مشرق)

میں نے پوچھا کہ یہ کس کا کلام ہے تو فرمایا یہ اقبال ہے۔ آدمی تو ہمارے کیمپ کا نہیں لیکن بات اکثر پتے کی کہہ جاتا ہے۔

(او کما قال)

حافظ احمد شاکر (فرزند مولانا) کی روایت ہے کہ مکتبہ سلفیہ میں ایک عزیز شاگرد بھی مولانا سے کاروباری شراکت رکھتے تھے۔ ایک طویل عرصہ بعد جب کاروبار کی علیحدگی ہوگئی تو عزیز مذکور کے رویّہ میں احترام کی بجائے مفاد غالب آگیا۔ جس سے مولانا کا رنجیدہ ہونا قدرتی بات تھی جب مذکورہ عزیز کے ایک ساتھی اور مولانا کے ایک شاگرد نے ماضی کی شفقتوں کے حوالے سے اس کا تذکرہ کیا تو مولانا نے صرف یہ شعر سنا کر بات ختم کر دی ؎

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا
اب عطر بھی ملیں تو محبت کی بُو نہیں

یہ چند واقعات یا روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کو شعر و ادب سے گہرا شغف تھا اور وہ شعری تخلیقات سے حظ بھی اٹھاتے تھے اور ان کے اشعار بھی اُن کی زبان سے اکثر سنائی دیتے تھے۔ یہ تھی ان کی سخن شناسی اور معارف پروری۔

رحمہ اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراقِ پارینہ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند گرامی حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ تعالیٰ نے مولانا رحمہ اللہ کے اوراقِ پارینہ میں سے ایک پُرانی بیاض ڈھونڈ نکالی، جس کے "اوراق" میں مختلف مقامات پر کِرم ہائے کتابی نے باریک۔ باریک سُوراخ ڈال رکھے ہیں۔ اس بیاض کے پہلے چند صفحات پر فتح الباری کے کچھ اقتباسات ہیں۔ پھر کئی صفحات خالی چلے گئے ہیں۔ شروع میں ان صفحات پر نمبر نہیں لگائے گئے۔ آگے صفحہ ۲۲ سے باقاعدہ نمبر شروع ہوتے ہیں جو صفحہ ۳۲ تک چلے گئے ہیں لیکن ان صفحات پر کوئی تحریر نہیں ہے۔ ص ۳۲ پر مولانا کے اپنے ہاتھ سے لکھے گئے ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ ؒ سے صرف دو صفحات (۳۳-۳۴) ہیں۔ پھر صفحہ ۲۵ سے ۴۶ تک خالی صفحات ہیں۔ صفحہ ۴۷ پر "نبذۃ یسیرۃ فی تفصیل المذاھب فی الایمان" کے عنوان کے تحت تین صفحات یعنی ۴۷ تا ۴۹ ہیں جن کے آخر میں مولانا کے دستخط بایں الفاظ ہیں:۔

۲۰۔ ذوالحجہ الحرام ۱۳۶۴ھ

اگلا صفحہ (۵۰) خالی ہے۔ صفحہ ۵۱ پہ تاریخِ تحریر ۲۰-۱۱-۶۴ھ مطابق ۲۰-۱۰-۴۵ء درج ہے۔ اس تحریر کا عنوان یُوں تحریر ہے:۔

(بحث فی قطعیۃ احادیث الشیخین)

(للبحاث النظار المتکلم الاصولی المحدث الاستاذ الامام العلامۃ الحافظ محمّد الجوندلوی لازالت شموس افاضاتھم لامعۃ۔ اٰمین)

یہ بحث عربی میں، صفحہ ۶۸ تک چلی گئی ہے اور اس آخری صفحے پر نمبر (۶۸) درج نہیں ہے۔ اس کے بعد دُور تک خالی صفحات ہیں۔

بیاض کے آخر (تقریباً رُبع) کے درمیان سات صفحات پر مولانا کے پسندیدہ کچھ اشعار درج ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ان اشعار کو کتابت کروا کے پیش کر رہے ہیں۔

اے پرتوِ خورشید جہاں تاب ادھر بھی
سائے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

دُر بر آید ز کفِ دست اگر دہقان را
نیست ممکن کہ کشد ریشہ سر از دانہ ما

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست
قعرِ دریا سلسبیل و رُوئے دریا آتش است

گر منافق، وصل ناخوش، در موافق ہجرِ تلخ
دیدہ را غم کرد رُوئے دوستاں دیدن نداشت

سنبھلنے دے مجھے اے نااُمیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے
پُرہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا
اِک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
(پہلے مصرعے میں لفظ "میں" تحریر ہونے سے رہ گیا تھا۔)

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے
عشق نے غالبؔ نکمّا کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

کب وہ سُنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری
قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں
سخت ارزاں ہے گرانی میری

وداع و وصل جُداگانہ لذّتے دارد
ہزار بار برو صد ہزار بار بیا
زما گسستی و با دیگراں گرو بستی
بیا کہ عہدِ وفا نیست استوار بیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشنہ لب برساحلِ دریا زغیرت جاں دہم ۔۔۔ گر بموج افتد گمانِ چینِ پیشانی مرا

بیابانِ محبت یاد مے آرم زمانے را ۔۔۔ کہ دل عہدِ وفا نابستہ دادم دلستانے را

حسرتِ وصل ازچہ رُو چوں بخیال سرخوشیم ۔۔۔ ابر اگر بالیتد برلبِ جُوست کشتِ ما

خرابیم و رضائش درخرابیہاے ما باشد ۔۔۔ زچشمِ بد نگہ دارد خُدا ما دوست کاماں را

بُلبل دلت بنالۂ خونیں بہ بند نیست ۔۔۔ آسودہ زی کہ یارِ تو مشکل پسند نیست

بے تو گرزیستہ ام سختیِ ایں درد بسنج ۔۔۔ بگذر ازمرگ کہ وابستہ بہ ہنگامے ہست

دل خستۂ غمیم و بُود مے دوائے ما ۔۔۔ با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست

دل اسبابِ طرب گم کردہ دربندِ غمِ ناں شُد ۔۔۔ زراعتگاہِ دہقاں می شود چُوں باغ ویراں شُد

خوش است آنکہ باخویش جُز غم ندارد ۔۔۔ وے خوشتر است آنکہ ایں ہم ندارد

خُوباں نہ آں کنند کہ کس را زیاں رسد ۔۔۔ دل بُرد ، تا دگر چہ ازاں دلستاں رسد
در دام بہرِ دانہ نیفتم مگر قفس ۔۔۔ چنداں کنی بلند کہ تا آشیاں رسد

گو بُرا ہے دل مگر رہنے دیا ہے اِس لیے ۔۔۔ عِشق کی خوگر طبیعت ہے کبھی کام آئے گا

اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصوّر ۔۔۔ دل میں نظر آتی تو ہے اِک بوند لہو کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کہاں تک خاک ڈالوں سر پہ اپنے دشتِ وحشت سے؟
یہ جی میں ہے کہ دے پٹکوں بیاباں کو بیاباں پر

وعدہ آنے کا وفا کیجے، یہ کیا انداز ہے؟
تم نے سونپی ہے یہ میرے گھر کی دربانی مجھے

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
اخوت کی زباں ہو جا، محبت کا بیاں ہو جا

کعبہ کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے؟

دیکھئے کس دن جوابِ خط سے آنکھیں شاد ہوں؟
راستہ دیکھا نہیں، قاصد بھٹکتا جائے گا

کعبہ و بُت خانہ کا بننا بگڑنا دیکھئے
خانہ بربادی کسی کی ہو کسی کا گھر بنے

تھی جس بزم میں سُنتے رہے گالیاں اکثر
پسِ مُردن وہی محفل تمہاری مدح خواں ہو گی
(نقل میں پہلے مصرع میں الفاظ کا باہم ردّ و بدل ہو گیا تھا)

پیچ آ پڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے یہاں انتظار ہے
(غالبؔ)

تمہارے نہ ملنے سے کیا ہو گیا؟
گزر ہی رہے ہیں گزرنے کے دن
صفیؔ اب زمانہ ہے نازک بہت
یہ ہیں اپنے سائے سے ڈرنے کے دن
(صفیؔ لکھنوی)

سر بَر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عُمر
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی
(غالبؔ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا ؟
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا ؟
حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دِل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا ؟
(غالب)

رماگستی و بادیگراں گرد بستی ۔ بیا کہ عہدِ وفا نیست استوار ، بیا
(یہ شعر دوبارہ درج ہوا ہے)

دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلّی نہ ہوا ۔ ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا ۔ آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا
تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تُو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا
(غالب)

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
نرا بُرا نہیں یہ شغل کچھ بھلا بھی ہے
(انعام اللہ خاں یقینؔ از تذکرہ طورِ کلیم ۔ ص ۱۲۸)

(اس سے آپ کے وسیع شعری مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے ۔ نہ جانے کتنے اُردو فارسی اساتذہ کے دیوان اور تذکرے آپ کے زیرِ نظر رہتے تھے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوستوں سے اس قدر صدمے ہیں میری جان پر
دل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

شبِ فرقت خیالِ یار کیا کیا رنگ لاتے ہیں
تصوّر بن کے آتے ہیں تمنّا بن کے جاتے ہیں

کٹ جاتے ہیں خود رنگ بدلنے والے
کب تھمتے ہیں جو اشک ہیں ڈھلنے والے
(بے خیالی میں ڈھلنے کی بجائے ڈرنے لکھا گیا ہے)

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا
بارے اپنی بیکسی کی ہم نے پائی داد یاں
(غالب)

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے
(غالب)

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا
(غالب)

گرچہ ہے کس کس بُرائی سے، ولے باایں ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے
(غالب)

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
بَن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا
دردِ دل کہوں تک، جاؤں اُن کو دکھلاؤں
اُنگلیاں فگار اپنی، خامہ خوں چکاں اپنا
(غالب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات یاد نہ تم کو آسکے — تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمہیں بھلا سکے
تم ہی نہ سن سکے اگر قصۂ غم سنے گا کون — کس کی زباں کھلے گی پھر ہم نہ اگر سنا سکے
ہوش میں آچکے تھے ہم، جوش میں آچکے تھے ہم — بزم کا رنگ دیکھ کر سر نہ مگر اُٹھا سکے
رونقِ بزم بن چکے لب پہ حکایتیں رہیں — دِل میں شکایتیں رہیں لب نہ مگر ہلا سکے
عجز سے اور بڑھ گئی برہمیِ مزاجِ دوست — اَب وہ کرے علاجِ دوست جس کی سمجھ میں آسکے

(حفیظ جالندھری)

گو دِل سے تنگ ہوں مگر آتا ہے یہ خیال
پھر جی کے کیا کروں گا دلِ مُبتلا کے بعد
(جگر مُرادآبادی)

تیری نہیں خبر مگر اِتنی تو ہے خبر
تو اِبتدا سے پہلے ہے تو اِنتہا کے بعد
(جگر مُرادآبادی)

قسمت کو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا
(قائم چاندپوری شاگرد میر درد و سودا) تذکرہ طورِ کلیم صفحہ ۷۹
طبع مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۸ھ - ۱۸۸۱ء

ہم خاک نشینوں کو ستانا نہیں اچھا
مِل جائیں گے اللہ کو جو فریاد کریں گے
(شیخ امان علی سحر لکھنوی - از بزمِ سخن صفحہ ۵۸)

ہم پیرویِ قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرزِ جنوں اور ہی ایجاد کریں گے
(مرزا محمد اسماعیل طپش دہلوی - بزمِ سخن صفحہ ۸۱)

اَب کون ہے جو منزلِ اُلفت میں ساتھ دے
دل بھی چھٹا رفیق جو اپنا قدیم تھا
(امیر مینائی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور ہیں عالم میں کہیں ہوں بھی کہیں ہم
البتہ نہ درپے ہو ہمارے کہ کہیں ہم (میر تقی)

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے (میر تقی)

صُورت از بے صُورتی آید بروں
باز شُد اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ

صُبح دم رویا کئے شام و سحر رویا کئے
کچھ نہ روئے آہ گر ہم عُمر بھر رویا کئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی تحقیقی

تدریسی، ملی و مسلکی، صحافتی

خدمات

دل میں تھا نشرِ علم کا طوفاں لیے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند الاجازہ از مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی صفوۃ خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ
والتابعین وتابعی التابعین لہم باحسان وغیرہم من الائمۃ الی یوم الدین

اما بعد فان الفاضل النحریر والعالم الکبیر مولانا الشیخ السید محب اللہ شاہ من العلامۃ السید احسان
شاہ بن المحدث الجہبذ … شاہ وفقہ اللہ لرشدہ الراشدی السندی طلب من العبد الحقیر الاجازۃ التی ارتضاہا اہل الحدیث
لحسن ظنہ بی وان کنت لست اہلا لان اجاز فضلا ان اجیز فامتثالا لامرہ واجابۃ لطلبہ واقتداء
بسلفنا الصالح من العلماء والمؤمنین اقول وباللہ التوفیق قد اجزت السید الممدوح ارشدنا اللہ کلنا الی سبیل الرشاد
ان یروی عنی الصحاح الست وموطا الامام مالک کما اجازنی بہذہ الاسفار المبارکۃ مشائخی السادۃ الکرام

اولہم استاذنا وبرکتنا الشیخ ابو محمد عبد الجبار الکھنڈیلوی الہندی عن استاذ العلماء الشیخ ابو محمد عبد الوہاب
الدہلوی وعن محدث العصر العلامۃ الشیخ محمد عبد الرحمن المبارکفوری الہندی کلاہما عن شیخ عصرہ
شیخ الکل فی الکل العلامۃ السید محمد نذیر حسین المحدث الدہلوی عن الشاہ محمد اسحاق الدہلوی عن العلامۃ
الشاہ عبد العزیز عن ابیہ مسند وقتہ حکیم الاسلام الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی

(ح) وللشیخ عبد الوہاب اجازۃ من الشیخ مولانا منصور الرحمن الپنجابی الدہلوی عن الامام الشوکانی الیمانی

(ح) واجازنی بکتب الحدیث العالم الربانی الورع الزاہد مولانا محمد عبد التواب الملتانی عن السید محمد نذیر حسین المحدث
وللشیخ محمد عبد التواب اجازۃ عن محدث الشام الشیخ محمد راغب الطباخ الحلبی الشامی

(ح) واجازنی ابو الاستاذ الامام بحر العلوم الشیخ الحافظ ابو عبد اللہ محمد من فضل الدین الجوندلوی حفظہ اللہ والبقاہ
عن استاذ منطقۃ پنجاب الشیخ الحافظ عبد المنان الوزیر آبادی عن السید محمد نذیر حسین المحدث وعن
… الشیخ عبد الحق البنارسی عن الامام محمد الشوکانی الیمنی
رحمہم اللہ تعالی اجمعین ــــ وہذا وباقی اسانید الشاہ ولی اللہ المحدث مذکورۃ فی کتابیہ ارشاد الی
مہمات الاسناد واتحاف النبیہ بما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ وفی الجزء الثالث من تالیفہ الانتباہ
فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) وباقی اسناد

الامام الشوکانی مذکورۃ فی کتابہ اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر واما اسناد الشیخ
الطباخ الحلبی فمطبوع فی کتابہ الانوار الجلیۃ فی مختصر الاثبات الحلبیۃ فللشیخ الکامل
السید محب اللہ شاہ المحترم ان یروی عنی ہذہ الکتب وغیرہا من کتب الحدیث …
… فانہ اہل لذلک وارجو منہ ان لا ینسانی فی دعواتہ فی اناء ش
اوقاتہ ونفعہ اللہ وایای لما یحبہ ویرضاہ فان الدعاء بظہر الغیب مستجاب والحمد للہ اولا
واخرا وظاہرا وباطنا والصلوۃ علی سید الانبیاء والمرسلین قالہ بفمہ وکتبہ بقلمہ العاجز
خویدم العلم والعلماء ابو الطیب عطاء اللہ حنیف کان اللہ لہ فی اولاہ واخراہ … فی الامور

وحرر فی العاشر جمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۰۵ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عزیر شمس۔ مکہ مکرمہ

مولانا بھوجیانیؒ کی علمی خدمات اور اُن کا طریقۂ تحقیق

مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء - ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء) کے حالاتِ زندگی، فضل وکمال، اخلاق و عادات، تدریسی و دعوتی خدمات، علمی تحقیقات و نگارشات، طلبہ اور اہلِ علم سے روابط، کتابوں سے شغف اور جذبہ اشاعتِ سُنّت سے متعلق راقم الحروف کی خواہش تھی کہ ایک تفصیلی مضمون لکھتا مگر کچھ تو اپنی طبعی سستی اور کاہلی کے سبب اور کچھ مولانا مرحوم کے بیش قیمت کتب خانے میں رحیق اور الاعتصام کی مکمل فائلیں اور ان کی تمام تصانیف و نگارشات براہِ راست دیکھنے اور ضروری حوالے نوٹ کرنے کے انتظار میں اس کام کو مؤخر کرتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد ایک طویل عرصہ گزر گیا، اس دوران مختلف اہلِ علم اور عقیدت مندوں نے ان سے متعلق بہت کچھ لکھا، اور اب تک ان کی حیات اور خدمات کے مختلف پہلوؤں پر برصغیر کے علمی مجلات و رسائل میں متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ان کی شخصیت اور علمی خدمات سے متعلق ان کے شایانِ شان مجموعہ تیار کیا جائے جو آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ بن سکے۔ مولانا مرحوم کے خلف الصدق محبی حافظ احمد شاکر صاحب اس سلسلے میں کوشاں ہیں، ان ہی کے پیہم اصرار اور تقاضے پر فی الحال یہ مضمون لکھ رہا ہوں جس میں مَیں نے کوشش کی ہے کہ اپنی معلومات کی حد تک مولانا بھوجیانی مرحوم کی مطبوعہ تصانیف، مضامین اور فتاویٰ کے علاوہ ان تمام کتابوں کا ذکر آجائے جن کی ترتیب، تصحیح، تعلیق، ترجمہ، مراجعہ یا ان کی تقدیم، تصدیر، پیش لفظ یا حرفِ آغاز لکھنے کا کام مولانا نے کیا تھا۔ پھر مولانا کے طریقۂ تحقیق پر بحث کی گئی ہے اور اس کی نمایاں خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں نے یہاں مضامین اور کتابوں کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے، ان کے تفصیلی تعارف اور ان پر نقد و تبصرہ کے لئے ساری تحریریں فی الحال میرے پیشِ نظر نہیں۔ اُمید ہے کہ دوسرے اہلِ قلم اس طرف توجہ دیں گے جو مولانا مرحوم کے قیمتی کتب خانے میں ان کی ساری نگارشات بذاتِ خود دیکھ سکتے ہیں۔ راقم الحروف مکہ مکرمہ میں قیام کی وجہ سے اس سلسلہ میں معذور رہے۔ ورنہ خواہش تھی کہ مولانا مرحوم کی تحریروں سے اخذ و انتخاب کر کے ان کی ایک آپ بیتی بھی تیار کرتا جو ان کے حالاتِ زندگی، علمی خدمات، عادات و اطوار اور افکار و خیالات پر مشتمل مستند مجموعہ ہوتا۔ خدا کرے یہ کام مکرمی حافظ احمد شاکر صاحب کے ذریعہ انجام پائے۔

میرا ارادہ تھا کہ اس مضمون میں مولانا کے حالاتِ زندگی سے تعرض نہیں کروں گا، مگر پھر مناسب معلوم ہوا کہ مولانا کے ساتھ مختلف نشستوں میں ان کی زبانی سُنی ہوئی کہانی بغیر کسی اضافہ کے قلم بند کر دی جائے۔ چنانچہ اسی سے ابتدا کر رہا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا فرماتے تھے کہ ان کے والد راجپوت تھے مسلمان ہونے کے بعد ان کا نام پہلے صدرالدین تھا۔ پھر انہوں نے بدل کر حسین رکھ لیا۔ اور اسی سے معروف ہوئے۔

بھوجیاں ان کا مؤلد و منشا ہے۔ یہ امرتسر سے ۱۳ میل جنوب میں واقع ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ وہیں مولانا ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن کا زمانہ وہیں گزرا۔ گھر پر مولوی عبدالکریم سے ناظرہ قرآن پڑھا، جو مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی کے شاگرد تھے۔ پھر والد صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، اور ان ہی سے ترجمہ قرآن بھی پڑھنا شروع کیا۔ پھر مولانا فیض محمد خاں (م ۱۹۴۵ء) سے ترجمہ قرآن چند پارے پڑھے اور بلوغ المرام بھی شروع کی۔ ان کے لڑکے مولانا عبدالرحمٰن خاں (م ۱۹۴۷ء) سے ترجمۂ قرآن کی تکمیل کی اور ان ہی سے بلوغ المرام اور مشکوٰۃ (کتاب الرقاق تک) پڑھی۔ نحو میر بھی ان ہی سے پڑھی جو (مولانا مرحوم کے بقول اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پندرہ سال کی عمر (غالباً ۱۹۲۴ء) میں دہلی کا سفر کیا۔ وہاں مدرسہ حمیدیہ میں دو سال تک مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی (م ۱۹۶۲ء) سے تفسیر جلالین اور صحاح ستہ پڑھتے رہے۔ دہلی ہی میں پھاٹک حبش خاں کے اندر مدرسہ میاں صاحب میں مولانا شرف الدین دہلوی (م ۱۹۶۱ء) سے ایک سال شرح نخبۃ الفکر اور موطا امام مالکؒ پڑھی۔

تین سال دہلی رہ کر وہاں سے لکھوکے چلے آئے۔ یہاں مدرسہ محمدیہ میں دو سال مولانا عطاء اللہ لکھوی (م ۱۹۵۲ء) سے ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، فصول اکبری، شافیہ، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، میرقطبی، نورالانوار، مختصر المعانی (فن اول) شرح وقایہ اور کنز الدقائق پڑھیں، مولانا مرحوم فرماتے تھے کہ میں نے ان ہی سے پڑھنے کا ڈھنگ سیکھا۔

پھر گوندلانوالہ جا کر مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء) سے مدرسہ دارالاسلام میں دو سال تک حسب ذیل کتابیں پڑھتے رہے۔ سلم، شرح عقائد نسفی، میبذی، شمس بازغہ، ملاحسن، حمداللہ، قطبیہ، غلام یحییٰ، شرح اشارات، مسلم الثبوت، حسامی، توضیح و تلویح، حماسہ، دیوان متنبی، مقامات حریری، ترجمہ قرآن، ہدایہ (اخیرین)

گوندلانوالہ ہی میں بغیر کسی کو خبر کئے ہوئے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ اخیر کے پونے سات پارے حفظ کئے (جو اخیر عمر تک یاد تھے) پھر کھانسی اور بخار کا عارضہ لاحق ہوا۔ اور بیماری کی وجہ سے یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکا۔

گوندلانوالہ میں سیاست سے بھی دلچسپی ہوئی۔ طلبہ میں انگریزوں سے نفرت کا جذبہ بھڑکاتے۔ کتب بینی اور رسائل کے مطالعہ کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ ایک بار سید رشید رضا کا ایک مضمون "مراکش میں مظالم فرانس کی المناک داستان" ترجمہ و تعارف کے ساتھ بصورت اشتہار شائع کیا۔

فراغت کے بعد ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء میں ایک سال مدرسہ تنظیم اہل حدیث گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے۔ تنخواہ ۱۵ روپے ماہانہ تھی۔ اس عرصے میں عموماً بیمار رہے۔ پھر کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ، ضلع فیروزپور) جہاں ایک خطیب کی ضرورت تھی مولانا اسمٰعیل سلفی کے مشورے سے چلے گئے اور تدریس و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس وقت کے شاگردوں میں مولوی محمد اسحاق بھٹی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں (جو بارہ سال ان کے ساتھ رہے) وہاں کی آب و ہوا بڑی موافق تھی۔ چنانچہ دو تین سال رہے، وہاں ریاست کے خلاف عملی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ اور اس سلسلے میں گرفتار بھی ہوئے۔ ریاست کے اشارے پر بعض لوگوں نے ان پر مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ آخر ایک ہفتے کے اندر ضمانت پر رہا ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں لکھوکے آ گئے۔ یہاں مدرسہ مرکز الاسلام میں ایک سال پڑھاتے رہے۔ اس زمانے کے شاگردوں میں مولانا معین الدین لکھوی اور مولانا محی الدین لکھوی ہیں۔

۱۹۳۷ء میں فیروزپور شہر منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۷ء تک مسلسل دس سال وہیں رہے۔ (اس دوران ۱۹۴۶ء میں ایک سال کے لئے اوڈاں والہ کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں بھی پڑھایا۔ اس زمانے کے شاگردوں میں (مولوی عبدالحمید ہزاروی ہیں۔) فیروزپور میں ایک ادارہ دارالحدیث نذیریہ کے نام سے قائم کیا۔ علمی و دینی کام کرنے کے لئے کئی افراد کی خصوصی تربیت کی۔ ان میں عبدالرحیم شاہ لکھوی (جو بڑے اچھے مناظر اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تربیت یافتہ تھے) مولوی ابوذر اسماعیل فیروزپوری، مولوی محمد یحییٰ، مولوی محمد اسحاق بھٹی وغیرہ شامل تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ فیروزپور میں جمعیت علمائے ہند کی مجلس شوریٰ کے ممبر، اور ضلع فیروزپور کی جمعیت کے صدر بھی رہے۔ سہارنپور اور دہلی میں اس کے دو سالانہ مرکزی جلسوں میں شریک بھی ہوئے تھے۔ ملکی سیاسیات میں کانگرس کے ہمنوا تھے۔ چنانچہ گوندلانوالہ میں دو سال اپنے اُستاد حافظ محمد گوندلوی کے ساتھ اس کے لئے کام کرتے رہے۔ پھر فیروزپور آنے کے بعد وہاں کی کانگریس کمیٹی کے نائب صدر رہے۔ ۱۹۴۶ء میں فیروزپور میں جواہر لال نہرو نے جو تقریر کی تھی وہ مولانا ہی کے زیر صدارت کی تھی۔

مولانا شروع سے کتابوں کے شائق تھے۔ طالب علمی کے دوران سات سال پیسے بچا کر کتابیں خریدتے رہے۔ فیروزپور آنے کے بعد انہوں نے "مکتبہ علمیہ" قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ کتابوں کی تجارت سے جو نفع ہو اس سے لائبریری کے لئے کتابیں خریدی جائیں اور ضروری اور اہم مآخذ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر لیا جائے جس سے علمی کاموں میں مدد لی جا سکے۔ مولانا کا یہ منصوبہ کامیاب رہا۔ ایک طرف وہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، مطبع مجتبائی، مطبعہ رشیدیہ وغیرہ سے مطبوعات طلب کر کے اپنے مکتبہ میں فروخت کرتے اور ساتھ ہی اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لئے منتخب کتابوں کی خرید بھی جاری رکھتے۔ اس طرح وہاں کی ذاتی لائبریری میں تقریباً تین چار ہزار کتابیں جمع ہو گئیں جو اُن کی اپنی کوشش اور محنت کا نتیجہ تھیں۔ ان کے لئے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ افسوس کہ یہ سارا ذخیرہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گیا۔

تقسیم کے بعد، ۱۹۴۸ء میں مولانا گوندلانوالہ چلے آئے، وہاں عید الاضحیٰ سے رمضان تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس زمانے کے شاگردوں میں مولانا محمد یحییٰ شرقپوری، حافظ یحییٰ میر محمدی، مولوی محمد یحییٰ (منڈی عثمانوالہ ضلع قصور) مولوی عبدالرحمن گوہڑوی ہیں۔

۱۹۴۹ء میں مولانا داؤد غزنوی کی طلب پر مدرسہ تقویۃ الاسلام لاہور آ گئے، جہاں سات سال تک پڑھاتے رہے۔ پھر تصنیف و تالیف سے رغبت کی بنا پر درس و تدریس ترک کر دیا۔ اس زمانے کے شاگردوں میں مولوی محمد یونس (مظفر آبادی) اور حافظ عبدالرشید وغیرہ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقاعدہ تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کی غرض سے ۱۹۴۹ء میں انہوں نے لاہور میں مکتبہ سلفیہ قائم کیا۔ جہاں سے تاحیات اپنی نگرانی میں منتخب علمی و تحقیقی کتابیں شائع کرتے رہے۔ اپنی ذاتی لائبریری کے لئے ازسرنو کتابیں جمع کرنے لگے، اور چند سال کی محنت سے دوبارہ سارا پچھلا ذخیرہ اکٹھا کر لیا جو فیروزپور میں ضائع ہو گیا تھا۔ مولانا فرماتے تھے کہ صرف العواصم من القواصم (تالیف قاضی ابوبکر ابن العربی) (مکمل مطبوعہ فہارس) دوبارہ دستیاب نہ ہو سکی۔

۹ر اگست ۱۹۴۹ء سے "الاعتصام" کے نام سے ایک دینی، علمی اور دعوتی پرچہ جاری کیا جس کے پہلے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی مقرر ہوئے۔ ایک عرصے تک وہ جمعیت اہل حدیث کا ترجمان رہا۔ پھر بعض وجوہ کی بنا پر اسے خود اپنی نگرانی میں شائع کرتے رہے۔

معارف اور برہان کے طرز پر ایک بلند پایہ علمی مجلہ رحیق اکتوبر ۱۹۵۶ء سے جون و جولائی ۱۹۵۹ء تک شائع کرتے رہے جس کے ذریعہ منکرین حدیث اور تجدد پسندوں کا علمی محاسبہ اور حدیث و سنت کے دفاع کا کام کرتے رہے۔ اس میں مولانا کے اداریے (جرعات) کتابوں پر تبصرے اور مضامین کے شروع میں بصیرت افروز نوٹ اپنے مخصوص اسلوب کی وجہ سے بے نظیر ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ مستقل علمی و تحقیقی مقالات بھی مولانا کے قلم سے اس کی زینت ہوا کرتے تھے۔

اخیر عمر میں "دارالدعوۃ السلفیہ" کے نام سے ایک دعوتی اور تصنیفی ادارہ ۱۹۷۹ء میں قائم کیا۔ اور اس کے لئے اپنی ذاتی لائبریری کا سارا ذخیرہ وقف کر دیا۔ جون ۱۹۸۰ء میں اس کے پہلے جلسے میں راقم بھی شریک تھا، جس میں مولانا مرحوم نے حاضرین کے سامنے اس ادارے کے اغراض و مقاصد بیان کئے تھے۔ اور ان کاموں کا ایک خاکہ پیش کیا تھا جو ان کے پیش نظر تھے۔ یہ ادارہ مولانا کے منصوبے کے مطابق حسب استطاعت دعوتی اور علمی کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اسے مولانا کے لئے صدقۂ جاریہ اور ذریعۂ نجات بنائے۔

مولانا مرحوم نے مضمون نگاری کا سلسلہ ۱۹۲۶ء ہی سے شروع کر دیا تھا جب کہ ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔ ان کا سب سے پہلا مضمون اشتہار کی صورت میں بہ عنوان "انہدام قبوں پر ایک شرعی نظر اور حجاز مقدس میں توحیدی منظر" جید برقی پریس دہلی سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اشتہار پر حافظ محمد ابراہیم کا نام چھپا تھا۔ مگر لکھنے والے درحقیقت مولانا بھوجیانی تھے۔

پھر انہوں نے اہل حدیث (امرتسر) کے ۱۹۲۶ء - ۱۹۲۷ء کے مختلف شماروں میں متعدد مضامین شائع کرائے۔ ان میں سب سے پہلے مضمون بہ عنوان "شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اتہام بابت زیارت قبر نبوی علیہ السلام" تھا۔ دوسرے مضامین یہ ہیں۔

حقیقت نسخ شریعت (دو قسطیں)

اللمعۃ فی تحقیق الصلاۃ حال خطبۃ الجمعۃ (۱)

ارمغان جیلان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب کمالات کے متعلق بزرگان احناف کے خیالات۔

تحذیر الناس عن شہود الاعراس (۲)

کیا محدثین مقلد تھے؟ (دو قسطیں)

لکھو کے قیام کے دوران ایک مضمون قنوتِ وتر سے متعلق لکھا کہ وہ قبل الرکوع ہے یا بعد الرکوع۔ یہ توحید (امرتسر) میں شائع ہوا۔ ان کی بعض تحریریں عبدالحنان بہاری کے "مسلم اہل حدیث گزٹ" (دہلی) میں شائع ہوئیں۔

مضامین کے علاوہ ان کی مستقل تصانیف حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے بعض اب تک غیر مطبوع ہیں۔

(۱) الاھتداء فی الاکتفاء بتفسیر الاستواء (۱۹۲۹ء) غیر مطبوع۔

(۲) التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ (طبع اول دہلی ۱۹۳۱ء۔ ۱۹۸۵ء طبع دوم۔ اس میں مولانا نے اپنے استاد حافظ محمد گوندلوی کی تقریر مرتب کی ہے اور حدیث صحیحین کے قطعی ہونے کی بحث اور دوسرے بہت سے فوائد بڑھائے ہیں۔ یہ کتاب حنفی عالم مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی کے ردّ میں ہے۔

(۳) ردع الانام عن محدثات عاشر محرم الحرام (عربی) (طبع اول ۱۹۳۸ء۔ دوم ۱۹۸۴ء)

(۴) امام شوکانی (فیروز پور ۱۹۴۶ء)

(۵) فیض الودود حاشیہ سنن ابی داؤد۔ دو پارے۔ (۱۹۴۹ء) غیر مطبوع۔

(۶) حاشیہ بلوغ المرام۔ نصف تک۔ (غیر مطبوع) اس میں حل لغات اور دیگر فوائد ہیں۔ فقہی اختلافات سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔

(۷) حاشیہ شرح نخبۃ الفکر۔ ۵۰ صفحے (نامکمل) غیر مطبوع۔

(۸) حدوث وشیوع مذاہب اربعہ پر ایک تاریخی نظر (تالیف: احمد تیمور باشا / ترجمہ: مولانا بھوجیانیؒ) (نامکمل) غیر مطبوع

(۹) التحقیقات المرغوبہ فی تحقیق سنیۃ رفع الیدین فی التطوع بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ (غیر مطبوع)

(۱۰) پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں۔ (طبع اول، لاہور ۱۹۵۰ء) یہ مکتبہ سلفیہ کی شائع کردہ پہلی اردو کتاب ہے۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۱) قربانی کی شرعی حیثیت اور غلط فہمیوں کا ازالہ: (پہلے یہ الاعتصام ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ پھر مستقل کتابی شکل میں جمعیت اہل حدیث لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔)

(۱۲) التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی (لاہور ۱۹۵۶ء) مولانا مرحوم کی سب سے مشہور و معروف کتاب جو علماء وطلبۂ حدیث کے لئے علمی تحقیقات کا خزانہ ہے۔

(۱۳) حج وعمرہ کے فضائل میں چالیس احادیثِ نبویہ (نواب صدیق حسن خاں کی "اربعون حدیثا فی الحج والعمرۃ" کی اردو شرح و تفصیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یہ الاعتصام ۱۸ دسمبر، ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء، یکم جنوری، ۸ جنوری، ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء کے شماروں میں شائع ہوا، پھر مستقل کتابی شکل میں۔

(۱۴) کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر باقر کی زبانی (ترجمہ از: تہذیب التہذیب) (لاہور ۱۹۷۰ء)

ان مستقل کتابوں اور کتابچوں کے بعد ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو مولانا کی تصحیح، تعلیق، ترتیب، تنقیح، اضافہ یا نظر ثانی کے بعد شائع ہوئیں۔ اور ان کے شروع میں مولانا نے مقدمہ یا پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں کتاب کے موضوع اور مصنف کتاب کے حالاتِ زندگی سے متعلق مفید معلومات جمع کر دی ہیں۔

(۱) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (تالیف شاہ ولی اللہ) مع عربی ترجمہ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (تالیف شاہ ولی اللہ) مع ضمیمہ "التعلیق المنیف علی الجزء اللطیف" (تحقیق وتعلیق) (۱۹۵۱ء)

(۲) حیاتِ ولی: (تالیف مولوی رحیم بخش دہلوی) (نظر ثانی / مقدمہ) (۱۹۵۵ء)

(۳) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین (از: شاہ اسماعیل شہید) (تحقیق / تصدیر) (۱۹۵۵ء)

(۴) حیاتِ امام احمد بن حنبل: (تالیف: محمد ابوزہرہ / ترجمہ: رئیس احمد جعفری) (حواشی / مقدمہ) (۱۹۵۶ء)

(۵) الاتباع (تالیف: ابن ابی العز الحنفی) (تحقیق وتعلیق) (۱۹۶۰ء)

(۶) احسن التفاسیر ۱-۷ (از: مولانا احمد حسن دہلوی) (نظر ثانی، حواشی، تخریج، مقدمہ) (۱۹۶۰ء-۱۹۸۳ء)

(۷) حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (از: محمد ابوزہرہ / ترجمہ: رئیس احمد جعفری) (تنقیح، تحقیق، ضمیمے، مقدمہ) (۱۹۶۱ء)

(۸) حیات امام ابوحنیفہؒ: (از: محمد ابوزہرہ / ترجمہ: غلام احمد حریری) (تنقیح، تحقیق، حواشی، مقدمہ) (۱۹۶۲ء)

(۹) اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان بجواب اطیب البیان (از: مولانا عزیز الدین مراد آبادی) (ترتیب، تبویب، حواشی، مقدمہ) (۱۹۶۵ء)

(۱۰) توفیق الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری: (از: نواب صدیق حسن خان) (تنقیح وتہذیب) (نامکمل) در "الاعتصام" (۳ نومبر ۱۹۶۷ء)

(۱۱) جزء القراءۃ للامام البخاری (مترجم مع ترجمہ حافظ احمد شاکر) (مراجعہ) (۱۹۶۸ء)

(۱۲) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین للشاہ اسماعیل الشہید (مترجم مع ترجمہ محمد سلیمان انصاری) (مراجعہ) (۱۹۶۸ء)

(۱۳) اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ (از: شاہ ولی اللہ) عربی (تحقیق، تعلیق، تقدیم) (۱۹۶۹ء)

(۱۴) جزء القراءۃ خلف الامام (للبخاری) عربی (مراجعہ) (۱۹۸۰ء)

جزء القراءۃ خلف الامام (للبخاری) (ترجمہ / مصنف، تصدیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۵ تا ۱۷) - مجموعہ "الاتباع" وتحفة الانام فی العمل بحدیث النبی علیه السلام"
(لمحمد حیاۃ السندی) و"الایقاف علی سبب الاختلاف" (لمحمد حیاۃ السندی) عربی
(تحقیق وکلمۃ الناشر) (۱۹۸۱ء)

(۱۸) مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی : فارسی (ترتیب، تحقیق - تعلیق) (۱۹۸۳ء)

(۱۹) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ : ج ۳ - عربی (تنقیح، تحقیق، تکمیل) (۱۹۸۳ء، ۱۹۹۰ء)

(۲۰) فصل الخطاب فی فضل الکتاب (از: نواب صدیق حسن خاں) (حواشی، مقدمہ) (۱۹۸۴ء)

(۲۱-۲۲) تعلیم الصیام، تعلیم الزکوٰۃ (از: نواب صدیق حسن خاں) (تسہیل وتہذیب وحواشی) (۱۹۸۱ء)

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ حسب ذیل کتابیں مولانا کے افتتاحیے، تصدیر، پیش لفظ یا دیباچے کے ساتھ مکتبہ سلفیہ، دارالدعوۃ السلفیہ، اہل حدیث اکادمی، جمعیت اہل حدیث لاہور یا ساہیوال، خانیوال، فیصل آباد، کراچی کے مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہوئیں، اور ان کی اشاعت میں مولانا کی علمی رہنمائی اور قلمی معاونت شامل ہے بلکہ ان میں سے بعض کتابوں پر خود بھی نظرثانی فرمائی ہے۔

مقدمہ اصول تفسیر : (از: امام ابن تیمیہ، ترجمہ: عبدالرزاق ملیح آبادی) (مقدمہ / حواشی) (۱۹۵۵ء)

جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث : (از: مولانا محمد اسماعیل سلفی) (تقریب) (۱۹۵۷ء)

بغیۃ الفحول فی شرح مختصر الاصول : (تالیف: الشیخ محمد الکوندلوی) (ترجمۃ الشارح) (۱۹۶۸ء)

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : ج ۱ (تالیف: الشیخ عبیداللہ الرحمانی) (مقدمہ) (۱۹۶۰ء)

استقامت (از: قاضی محمد سلیمان منصورپوری) (تقریب) (۱۹۶۱ء)

محمدیہ پاکٹ بک : (از: مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری) (مقدمہ، مراجعہ) (۱۹۶۴ء)

تائید آسمانی دَر رَدِ نشانِ آسمانی (از: مولانا محمد جعفر تھانیسری) (مقدمہ) (۱۹۸۱ء)

تاریخ مرزا (از: مولانا ثناء اللہ امرتسری) (مقدمہ) (۱۹۶۴ء-۱۹۷۳ء)

تحفۃ الموحدین (از: شاہ ولی اللہ / ترجمہ: مولانا رحیم بخش) مترجم اُردو (مقدمہ) (۱۹۶۲ء)

رسالہ نجاتیہ (از: مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی / ترجمہ: حافظ محمد اسحاق) (مقدمہ) (۱۹۵۶ء)

راہِ نجات (ترجمہ بہ نظم پنجابی از حافظ گوہر دین / وصیت نامہ شاہ ولی اللہ (فارسی)) (۱۹۵۷ء)

رسالہ عمل بالحدیث (از: مولانا ولایت علی صادق پوری / ترجمہ: محمد ابوبکر صدیق) (مقدمہ)

حدیث کی تشریعی اہمیت (از: مولانا محمد اسماعیل سلفی) (مقدمہ) (۱۹۶۳ء)

افاداتِ ابن تیمیہ (ترجمہ: حافظ محمد زکریا) طبع ثانی (پیش لفظ) (۱۹۷۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ" نورالابصار" (مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری) "والتجمیع فی القری" (مولانا بخش بڑاکری)

" والتحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القرای" (مولانا شمس الحق عظیم آبادی) (افتتاحیہ) (۱۹۷۸ء)

التحقیق والایضاح للبس ما فی نورالصباح (از: مولانا ارشاد الحق اثری) (افتتاحیہ) (۱۹۸۱ء)

خلافت وملوکیت: تاریخی وشرعی حیثیت (از: حافظ صلاح الدین یوسف) (پیش لفظ) (۱۹۸۱ء)

حضرت عائشہؓ کی عمر پر تحقیقی نظر (از: سید سلیمان ندوی) (مقدمہ) (۱۹۷۸ء)

بیمہ (انشورنس) کی حیثیت اسلام کی نظر میں (از: مولانا عبیداللہ رحمانی/ابوزہرہ، مولانا ثناءاللہ امرتسری) (پیش لفظ) (۱۹۶۶ء)

دیوان الحماسۃ (مع ترجمہ وحل لغات: حافظ محمد اسحاق) (مقدمہ) (۱۹۶۵ء)

البلاغ المبین۔ (از: شاہ ولی اللہ مع ترجمہ جس میں مسئلہ توحید پر شاہ صاحب کی دیگر تصنیفات سے اقتباسات دے کر ان حضرات کا مثبت جواب ہے جو اس کتاب کو شاہ صاحب کی تصنیف نہیں مانتے)۔ (مقدمہ) (۱۹۶۳ء)

سبعہ معلقہ (مع ترجمہ مولانا محمد اسماعیل سلفی) (مقدمہ، ترتیب) (۱۹۷۱ء)

نصیحۃ المسلمین (مولانا خرم علی بلہوری) (ابتدائیہ) (۱۹۶۳ء)

آداب زیارت قبور (تذکیر الاخوان کا ایک باب سید اسماعیل شہید)

ہادی شرح زادی (از: حافظ محمد زکریا) (مراجعہ بہ مقدمہ) (۱۹۸۱ء)

ردّ الاشراك (از شاہ اسماعیل شہید/تحقیق: محمد عزیر شمس) (تصدیر۔مراجعہ) (۱۹۸۳ء)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی، حیات اور خدمات (از: شاہ اسماعیل شہید/تحقیق: محمد عزیر شمس) (پیش لفظ) (۱۹۸۴ء)

تذکرہ علمائے بھوجیاں (از: عبدالعظیم انصاری) (دیباچہ) (۱۹۸۴ء)

تذکرہ علمائے خانپور (محمد عبداللہ خانپوری) (گزارش احوال واقعی) (۱۹۸۵ء)

(مع "الاربعین" "والکلام المبین" "وفیصلہ آرہ")

خاتمۂ اختلاف (از: مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی) حالات زندگی (۱۹۷۸ء)

اہل حدیث کے امتیازی مسائل (از: مولانا عبداللہ روپڑیؒ) (پیش لفظ، حالات زندگی) (۱۹۷۲ء)

ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان (از: مولانا عبداللہ غازی پوری)

(گزارش احوال واقعی) (حالات زندگی) (۱۹۸۲ء)

برزخ اور عذاب قبر (از مولانا محمد سورتی) (دیباچہ وتعارف بہ نام عبدالرحمٰن کیلانی) و درحقیقت از مولانا بھوجیانی (۱۹۵۵ء)

برق اسلام بجواب رسالہ طلوع اسلام (از: مولانا شرف الدین دہلوی) (تقریب) (۱۹۵۲ء)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (از: مولانا محمد اسماعیل سلفی) (تبویب/نظرثانی/دیباچہ) (۱۹۸۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید (از: پیر بدیع الدین شاہ راشدی) (تصدیر) (۱۹۸۳ء)

الارشاد الی سبیل الرشاد (از: مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوری) (تقدیم، ترجمۂ مؤلف) (۱۹۶۶ء)

حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان (از: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی) (حالات مصنف، نظر ثانی، پیش لفظ (۱۹۶۵ء)

تفہیم اسلام (از: مسعود احمد) (تصدیر) (۱۹۶۸ء)

فتاویٰ نذیریہ ۱-۳ (از: مولانا نذیر حسین دہلوی) (تہذیب، عربی، فارسی عبارتوں کے ترجمے) (۱۹۷۱ء)

اشرف الحواشی (از: مولانا محمد عاصم الحداد) (نصف کی نظر ثانی) (الاعتصام ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء)

اسلام اور مسیحیت (از: مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ) (تصدیر بہ نام مولوی محمد رمضان)

اسلام اور اہل حدیث۔ " (مقدمہ)

انوار مصابیح (از: مولانا نذیر احمد دہلوی) (سوانحی خاکہ (بہ نام مولوی محمد رمضان) (۱۹۷۴ء)

منتقی الاخبار مع اُردو ترجمہ حدیقۃ الازہار مجد الدین ابن تیمیہ/ترجمہ: مولانا محمد داؤد راغب رحمانی) (مقدمہ) (۱۹۷۳ء)

مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر (از: مولانا مسعود عالم ندوی) (حالات مصنف) (۱۹۷۱ء)

مجموعہ مقالات علمیہ در بارۂ ایک مجلس کی تین طلاق (عرض ناشر) (۱۹۷۹ء)

تہذیب نسواں (از: نواب شاہ جہان بیگم) طبع اوّل حالات مصنفہ (حرف اول) طبع در مقدمہ (۱۹۷۰ء)

المقالۃ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ (از: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری) (ابتدائیہ) (۱۹۸۰ء)

تبویب القرآن (از: مولانا وحید الزماں لکھنوی) (مقدمہ) وحالات مصنف (۱۹۷۴ء)

ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح (از: مولانا محمد اسماعیل سلفی) (تصدیر بہ نام محمد بن اسماعیل)

مسئلہ توحید (ترجمہ باب از "حجۃ اللہ البالغہ" (از مولانا محمد داؤد غزنوی) (مقدمہ) (طبع اول ۱۹۵۰ء) (طبع ثانی ۱۹۷۳ء)

صحابہ میں حضرت معاویہؓ کا مقام (از: امام ابن تیمیہؒ/ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری) (تصدیر) (۱۹۶۹ء)

احوال الآخرت (از: مولانا محمد بن بارک اللہ لکھوی) (حواشی، تصحیح، حالات مصنف) (۱۹۵۷ء)

زینت الاسلام " (تصحیح و نظر ثانی) (۱۹۸۰ء)

تحفۃ الاخوان (للشیخ محمد الکوندلوی) عربی (ترجمہ موجزۃ للمولف) (۱۹۶۷ء)

تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل شہید) (تخریج احادیث) (۱۹۶۸ء)

حدِ رجم (حافظ صلاح الدین یوسف) (ابتدائی گزارش) (۱۹۸۰ء)

• پچھلی سطور میں مولانا مرحوم کی ان تمام نگارشات کا ذکر کیا گیا ہے جو کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے "الاعتصام" اور "رحیق" میں بہت سے تحقیقی مقالات و مضامین، فقہی احکام و مسائل، اداریے، تبصرے، وفیات و شخصیات"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درسِ حدیث، درسِ قرآن، مسلک اہلِ حدیث کے دفاع اور جماعت اہلِ حدیث کی تاریخ میں بہت سی تحریریں شائع کی ہیں مختلف عنوانوں کے تحت ان کا ذکر یہاں اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ان کی بکھری ہوئیں یہ تحریریں اہلِ علم کے لئے سرمۂ بصیرت ہیں۔ فقہاء ومفتیانِ کرام، صحافیان، مؤرخین، ناقدین، محققین، علماء، طلبہ اور عوام سب ان سے حسبِ توفیق استفادہ کر سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم کے افکار وخیالات کا جائزہ لینے والے انہیں نظر انداز کر کے ان کی قد آور علمی شخصیت کو صحیح طور پر پہچاننے اور ان کا تعارف کرانے میں یقیناً ناکام رہیں گے۔ مولانا مرحوم سے متعلق صرف اپنے تأثرات قلم بند کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ ان کی تصانیف اور مضامین پڑھ کر ان کے علمی مقام کو پہچانیں اور نئی نسل تک اس جذبۂ دفاعِ اسلام واشاعتِ سنّت کو منتقل کرنے کی کوشش کریں۔ جو مولانا مرحوم اور دیگر مخلص علماء کے یہاں موجود تھا، عصرِ حاضر میں یہ زبردست دینی خدمت ہوگی کہ اس مشن کو باقی رکھا جائے اور آگے بڑھایا جائے اور نوجوانوں کی صحیح طریقے پر علمی وعملی تربیت کی جائے تاکہ وہ دین وعلم کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

"الاعتصام" میں مولانا مرحوم کی پہلی تحریر ۲ جون ۱۹۵۰ء کے شمارے میں" اور آخری تحریر ۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو شائع ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء سے جون وجولائی ۱۹۵۹ء تک وہ "رحیق" کی طرف متوجہ رہے۔ اس دوران صرف ایک مضمون" الاعتصام" ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء کے شمارے میں چھپا تھا، باقی سارے مقالات، تحقیقات، اداریے اور تبصرے" رحیق" کی زینت بنتے رہے۔ ذیل میں ان کے عناوین مختلف سرخیوں کے تحت مع حوالہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔" اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ" (شائع کردہ جامعہ پنجاب لاہور) میں شامل دو مضامین کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

(الف) تحقیقی مقالات (۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے نظریات شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں	الاعتصام: ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء
حدیث قرطاس کے متعلق چند شبہات اور ان کا حل	۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء
مسند امام احمد بن حنبلؒ پر منکرینِ حدیث کے اعتراضات کا مدلّل جواب	۱۷ فروری ۱۹۵۶ء
کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟ (رحیق جلد ۳/ ۱۰۷، نیز	الاعتصام: ۱۶ فروری ۱۹۸۴ء
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اخلاق وعادات	رحیق : ۳/ ۱۳-۴
امام ابن تیمیہؒ اور مسئلہ نزول باری تعالیٰ	رحیق : ۳/ ۵۱۱
اسراء ومعراج	الاعتصام: ۳ / اکتوبر، ۱۰ / اکتوبر ۱۹۶۹ء پھر ۱۴ / مئی، ۲۱ / مئی ۱۹۸۲ء
احادیث صحیحین کی صحت پر اُمت کا اجماع ہے۔	الاعتصام ۴ / ۱۱ مارچ ۱۹۸۳ء
مسنہ (دودانت) اور جذعہ (بھیڑ دنبہ) کی تحقیق	۱۶-۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء: ۱۵-۲۲ اگست ۱۹۸۶ء

تعلیقہ بر مقالہ "شرک" در: اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (۱۹)

(۱) مولانا مرحوم کے مقالات اگرچہ سارے ہی علمی وتحقیقی ہوا کرتے تھے مگر یہاں فقہی مسائل اور تذکرہ وسوانح کے علاوہ مختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوعات پر ان کے تحقیقی مضامین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دیگر مضامین کا مناسب موقع پر ذکر آئے گا۔

(ب) احکام و مسائل

ماہ شعبان اور شب برات — الاعتصام: ۲ جون ۱۹۵۰ء

احکام و مسائل رمضان المبارک (الاعتصام ۱۶ جون ۱۹۵۰ء) ثم (۸ جون ۱۹۵۱ء) ثم (۴ جون ۱۹۵۴ء ثم رحیق ۲۳۸/۱۔۲۱۳)

قیام رمضان پر ایک تحقیقی نظر و نماز تراویح پر نئے انداز سے ایک بحث (۲۳ جون ۱۹۵۰ء)

احکام و مسائل عید الفطر (۱۴ جولائی ۱۹۵۰ء)۔ (۲۰ جون ۱۹۵۲ء) و (۱۰ مئی ۱۹۵۵ء الاعتصام) ثم رحیق ۳۲۳/۱)۔ (الاعتصام ۱۷ مارچ ۱۹۶۰ء) و (۵ فروری ۱۹۶۵ء) و (۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء) و (۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء) و (۱۸۔۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء) و (۸۔۱۵ اگست ۱۹۸۰ء) و (۳۱ جولائی ۱۹۸۱ء) و (۱۶۔۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء) و (۶۔۱۳ جون ۱۹۸۶ء) و (۲۲۔۲۹ فروری ۱۹۸۷ء)

عاشوراء کے دن کی شرعی حیثیت — ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء

تین رکعت وتر کی مسنونہ صورت — (۱۵ جون ۱۹۵۱ء) (۱۳ جون ۱۹۵۲ء)

قربانی کی شرعی حیثیت اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ (۷ ستمبر ۱۹۵۱ء)۔ (۳۱ اگست، ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء)

قربانی کا دینی موقف اور منکرین حدیث — (۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء)

مردہ جانور کی کھال سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حیثیت اور اہل علم کے مسلک کی وضاحت (۹ مئی ۱۹۵۲ء)

ماں کی وفات کے بعد لڑکی پر کس کا حق ہے؟ — (۱۶ مئی ۱۹۵۲ء)

لولاك لما خلقت الافلاك صحیح ہے؟ — (۱۶ مئی ۱۹۵۲ء)

اگر خاوند بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو؟ — 〃

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے مسائل و فضائل: — (۲۰ جون ۱۹۵۲ء) (۱۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

زانی و زانیہ کا باہمی نکاح؟ — (استفتاء) — (۲۷ مارچ ۱۹۵۳ء)

نکاح بحالت حمل کا حکم: — (۴ دسمبر ۱۹۵۳ء)

نکاح بلا اجازت ولی کا حکم — (۴ دسمبر ۱۹۵۳ء)

عقیقہ کے باب میں ایک تحقیقی بحث: — (۹ مئی ۱۹۵۵ء)

محرم الحرام کے احکام و مسائل: — (رحیق ۲/۲)

تصویر سازی حقائق شرعیہ کی روشنی میں — (رحیق: ۲/۲۹۰)

مروجہ قدم بوسی کی شرعی حیثیت — (الاعتصام ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفتاء : چند سوال اور ان کے جواب

(۱) کیا اذان بغیر وضو ہو سکتی ہے ؟		(یکم ستمبر ۱۹۶۱ء)
(۲) قرآن مجید بغیر وضو کے پڑھ سکتا ہے ؟		؍؍
(۳) عشاء کی نماز کے وقت کے متعلق		؍؍
نمازِ جنازہ میں درود شریف		(۱۲؍ ستمبر ۱۹۶۹ء)
کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں ؟		؍؍
فجر کی سنتوں کی قضا کیا ہو ؟		(۲۴؍ اکتوبر ۱۹۶۹ء)
شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامتِ انبیاء		؍؍
پگڑی پر مسح سر کا مسح ہوتا ہے ۔		؍؍
مطلقہ کو کس کس چیز کے لینے کا حق ہے ؟		؍؍
عشرہ اول ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے احکام (درسِ حدیث)		(۶ فروری ۱۹۷۰ء)
زکوٰۃ نماز سے متعلق چند مسائل		(۶ فروری ۱۹۷۰ء)
کم قیمت سے کپاس بیچنے کی شرح پر قرض دینے کا حکم		(۲۰/۲۷ فروری ۱۹۷۰ء)
امام مسجد کو کیا صدقات دیے جا سکتے ہیں ؟		؍؍
تمباکو نوش کی امامت		(۳؍ اپریل ۱۹۷۰ء)
فوٹو اُتروانے کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب		(۲؍ اپریل ۱۹۷۱ء)
ماہِ رجب کی شرعی حیثیت اور مروجہ بدعات	(ترتیب)	(۲۷؍ اگست، ۳ ستمبر ۱۹۷۱ء)
نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنا		(۲۴؍ ستمبر ۱۹۷۱ء)
قومہ میں ہاتھ باندھنا		؍؍
ایک روایتِ معراج کی تحقیق		؍؍
ماہِ شعبان کے مسائل و احکام	(ترتیب)	(یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء)
قنوتِ نازلہ کے بعض مسائل کی تحقیق		(۲۴-۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء - ۱۴ جنوری ۱۹۷۲ء)
ماہِ صفر کی بدعات اور آخری چہار شنبہ	(ترتیب)	(یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء)
اوّل وقت نماز کی فضیلت اور اس کی تحقیق		(۱۶ جون ۱۹۷۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا حج کے لیے مالِ زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے ؟	(یکم ستمبر ۱۹۷۲ء)
کیا مسجد اور اس کے متعلقات زکوٰۃ کا مصرف ہو سکتے ہیں ؟	(یکم ستمبر ۱۹۷۲ء)
قربانی کے جانور کی عمر	(۵ جنوری ۱۹۷۳ء)
بعض مسائل متعلقہ عقیقہ، قضائے اور مصرف صدقہ فطر	(۱۶ نومبر ۱۹۷۳ء)
غیر مسلم مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟	(۹-۱۷ اگست ۱۹۷۴ء)
اور مسجد میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر سکتا ہے یا نہیں ؟	״
غیر مسلم خصوصاً اہلِ کتاب مسِ مصحف یعنی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں ؟	״
(۱) مروّجہ پگڑی شرعاً حرام اور ممنوع ہے ۔	(۹ر اپریل ۱۹۸۲ء)
(۲) زندگی میں وراثت کی تقسیم صحیح نہیں	(۱۶ر اپریل ۱۹۸۲ء)
سوالات متعلقہ ماہِ رمضان اور ان کے جوابات	(۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۴ء)
ایک مجلس میں تین طلاق	(۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء)
کرائے کی دکانوں اور مکانوں پر پگڑی لینے کا رواج شرعاً ناجائز ہے ۔	(۱۸ جولائی ۱۹۷۵ء)
قیامِ رمضان (تراویح) اور اس کے متعلقہ مسائل	(۴ ستمبر ۱۹۷۵ء) ثم (۳ جولائی ۱۹۸۱ء)
جھوٹی گواہی کے مرتکب امام کا حکم	(۲۳ر اپریل ۱۹۷۶ء)
وراثت کا ایک مسئلہ	״
مسئلہ طلاقِ ثلاثہ	״
نماز سے متعلق بعض مسائل	(۲۳ - ۳۰ جولائی ۱۹۷۶ء)
مسنون قیامِ رمضان (تراویح)	(۲۷ - اگست ۱۹۷۶ء)
مذاہبِ اربعہ اور تعدادِ تراویح	״
شبِ قدر میں وعظ و تقریر کی شرعی حیثیت	(۲ ستمبر ۱۹۷۷ء)
کیا جبری طلاق واقع ہو جائے گی	(۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۷ء)
کیا سونے چاندی کا دانت لگوایا جا سکتا ہے	(۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۷ء)
کیا زندگی میں بطور وراثت جائداد تقسیم کی جا سکتی ہے ۔	(۳۰ جنوری ۱۹۷۸ء)
دھوکے سے فسخ نکاح کا فیصلہ کالعدم سمجھا جائے گا ۔	(۱۰ فروری ۱۹۷۸ء)
" علیہ السلام " کا استعمال کیا غیر انبیاء کے لیے درست ہے ؟	(۱۴ر اپریل، ۲۱- اپریل ۱۹۷۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھیارہ کا حکم شرعی	(۱۹ مئی ۱۹۷۸ء)
پسرانِ جابرؓ کا قصہ من گھڑت ہے۔	″
حضرت اویسؒ قرنی کا مختصر تذکرہ	″
کھڑے ہو کر کھانے کا حکم	(۲۶ مئی ۱۹۷۸ء)
میز کرسی پر کھانے کی حیثیت	″
تراویح پڑھانے والے امام کی اقتداء میں فرض نماز	(۱۸ اگست ۱۹۷۸ء)
ایک رکعت وتر کا حکم	″
ایک آدمی کا فدیہ متعدد افراد کی طرف سے روزہ رکھنا۔	″
نماز تسبیح باجماعت	″
زکوٰۃ کے لیے از خود کسی مہینے کا تعین	″
نکاح سے متعلق دو مسئلے۔	(۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء)
حق حضانت (بچوں کی پرورش کا مسئلہ)	(۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء)
مسنون رکعات تراویح (احادیث و آثار اور علمائے محققین کی تصریحات)	(۲۰/ ۲۷ جولائی ۱۹۷۹ء)
چند متفرق سوالات اور اُن کے جوابات	(۷ ستمبر ۱۹۷۹ء)
بعض صحابہ کرام سے متعلق سوالات کے جوابات	(۱۴ ستمبر ۱۹۷۹ء)
۹۔ ۱۰ محرم، دو روزوں کا ثبوت	(۵ دسمبر ۱۹۸۰ء)
بعض نفلی روزوں کی شرعی حیثیت	″
فجر کی سُنتوں سے متعلق ایک وضاحت	″
پیشانی ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ	″
مسئلہ حرمت رضاعت اور اس کی شرائط	(۱۲۔ ۱۹ جون ۱۹۸۱ء)
مقتدی بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہے یا نہیں	(۴ ستمبر ۱۹۸۱ء)
نابالغ بچے کی نماز جنازہ میں اللّٰھم اغفرلی پڑھی جاسکتی ہے۔	″
عیدین کے دو خطبوں کا ثبوت	(۶ نومبر ۱۹۸۱ء)
عاشوراء کے دن صدقات اور فراخی والی روایت کی سندی تحقیق	(۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء)
فرض نمازوں کے بعد مروّجہ دعاء کی حیثیت	(۱۸ دسمبر ۱۹۸۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری تشہد میں سہواً کھڑے ہو جانے کا حکم	〃
عیدین کے دو خطبے ہوں یا ایک ؟	(۸ دسمبر ۱۹۸۱ء)
خاص ضرورت کے تحت مسجد مسمار کی جا سکتی ہے ؟	(۱۲ مارچ ۱۹۸۲ء)
مسمار شدہ مسجد کا ملبہ دوسری مسجد کی تعمیر میں لگ سکتا ہے ؟	〃
مغصوب (چھنی ہوئی) جگہ مسجد میں شامل کرنے کا حکم	(۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء)
نصِ قرآنی کے خلاف خواتین کا مظاہرہ قرآن سے بغاوت و انحراف ہے (اخبارات کے لیے بیان)	(۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)
کن لوگوں کو روزہ کی رخصت ہے ؟	(۱۰ جون ۱۹۸۳ء)
نزولِ قرآن کا خاص مہینہ اور اس کے تقاضے ۔	〃
مسنون قیامِ رمضان یعنی نمازِ تراویح	〃
خلع کی صورت میں خاوند بیوی سے معاوضہ لے سکتا ہے	(۱۳ اگست ۱۹۸۳ء)
قیامِ رمضان المبارک : نماز تراویح کی تحقیق و تنقیح	(۲۴ مئی ۱۹۸۵ء)
جماعت سے قبل پڑھی گئی نماز کا حکم	(۱۶ اگست ۱۹۸۵ء)
مُرَوَّجہ اجتماعی دعاء کی حیثیت	〃
دعائے قنوتِ وتر میں ہاتھ اٹھانے کا جواز	〃
شیعوں کے کفریہ عقائد کے بارے میں ایک استفسار کا جواب	(۸ نومبر ۱۹۸۵ء)

(ج) اصلاحی مضامین

معاشرتی بگاڑ اور اس کا حل	(رحیق)	(۲/۳۹۴)
علمی انحطاط ، ایک جائزہ	(رحیق)	(۳/۳۶۳ ، ۴۱۰)
علُومِ دینیہ کی ترقی اور ترفع کے لئے ایک تجویز	الاعتصام	(۱۹ اگست ۱۹۸۳ء - ۱۰ مئی ۱۹۸۵ء)

(د) اہل حدیث اور اُس کی خدمات

خدمات علمائے اہل حدیث اور اجرائے رحیق	(رحیق ۱/۲)
مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان	(۱/۵۱)
مولانا علی میاں کی جامعہ سلفیہ میں آمد	(۱/۲۱۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعیت اہل حدیث اور اصلاحِ نصاب مدارس عربیہ (۲۱۹/۱)

الجامعۃ السلفیہ کا تعلیمی نقشہ (۳۷۰/۱)

تحریکِ مجاہدین کا دینی اصلاحی پہلو (۵۰/۲)

جماعت اہل حدیث (۲۶۶/۳)

المشکوٰۃ المصابیح کی شرحیں (۳۱۴/۳)

سُنن النسائی کی اشاعت (۳۱۷/۳)

برصغیر میں تحریک احیائے حدیث اور جماعت اہل حدیث کے تاریخی کارنامے الاعتصام (۳ نومبر ۱۹۶۶ء)

الاعتصام کا ۲۱واں سال (اداریہ) الاعتصام (یکم اگست ۱۹۶۹ء)

کچھ الاعتصام کے بارے میں (مقالہ)

الاعتصام کا ۲۲واں سال (اداریہ) (۷ اگست ۱۹۷۰ء)

الاعتصام کا ۲۳واں سال (اداریہ) (۱۳ اگست ۱۹۷۱ء)

الاعتصام کا ۲۷واں سال (اداریہ) (یکم، ۸ اگست ۱۹۷۵ء)

الاعتصام مالی مشکلات میں، خصوصی تعاون کی اپیل (شذرہ) (۲۹ جولائی ۱۹۷۷ء)

الاعتصام کا تیسواں سال (تأثرات) (۴ اگست ۱۹۷۸ء)

تفسیر احسن التفاسیر کی طباعت کے لئے اپیل۔ (۱۵ ستمبر ۱۹۷۰ء)

۱۴ اگست آئینِ پاکستان کے نفاذ کا دن (مقالہ خصوصی) (۱۰ اگست ۱۹۷۳ء)

مدرسہ مصباح القرآن اور دفتر الاعتصام کی عمارت کی افتتاحی تقریب (رپورٹ) (۲۳ جون ۱۹۷۷ء)

دارالدعوۃ السلفیہ لاہور، قیام اور مقصد (اداریہ) (۲۷ جون ۱۹۸۰ء)

(ھ) تردید انکارِ حدیث

منکرینِ حدیث کے جواب میں علمائے حق کی مساعی (رحیق ۱۲۲/۱)

کیا علماء عقل کو کوئی حیثیت نہیں دیتے؟ (۱۷۰/۱)

منکرینِ حدیث کے کارنامے (۴۱۸/۱)

برصغیر میں انکارِ حدیث (۱۴۶/۲)

بحث و نظر (امام زہری، مسئلہ فدک، حدیث قرطاس، احادیث صحیحین) ۸۹/۲، ۱۳۴ ثم در الاعتصام ۵۔۱۲۔۱۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستورِ پاکستان اور پرویز صاحب	(۱۹۴/۲)
ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی چند نئی کتابیں	(۴۹۰/۲)
متجددین کی ایک عجوبہ گری	(۷۴/۳)
پرویز کا پیش کردہ ایک حوالہ	(۱۷۰/۳)
مقامِ سنّت (جعفر شاہ پھلواروی) پر ایک نظر	(۲۱۸/۳)
گل دیگر شگفت (مولانا مودودی کی تازہ ریسرچ)	الاعتصام (۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

(و) درسِ حدیث

ایامِ جہاد کی دعائیں اور وظیفے	الاعتصام (یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء)
ایامِ جہاد کی دعائیں اور وظیفے	(۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء)
جہاد کے مختلف مراتب	(۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء)
درسِ حدیث	(۲۴ نومبر/ ۸ - ۱۵ - ۲۲ دسمبر ۱۹۶۷ء)

بلا عنوان

معیارِ زندگی کی تعلیم	(۱۲ - ۱۹ - ۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء)
زکوٰۃ اور حقوق ادا کرنے کا حکم	(۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء)
عذابِ الٰہی کے دو بڑے سبب	(۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء)
قتلِ مسلم کا جرمِ عظیم	(۱۹-۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ء)
ایامِ حجۃ الوداع میں خطبۂ مبارکہ نبویہ	(۱۳ مارچ ۱۹۷۰ء)
جنت میں لے جانے والے چند نیک عملوں کا بیان	(۷ اگست ۱۹۷۰ء)
حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور نرم و نازک لباس	(۱۴ اگست ۱۹۷۰ء)
فضائلِ درود شریف	(۲۱ اگست ۱۹۷۰ء)
رمضان کے فضائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ	(۳۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء) یکم مئی ۱۹۸۷ء)
رمضان شریف اور قرآن مجید کا خصوصی تعلق	(۱۳ نومبر ۱۹۷۰ء)
عید الفطر کے دن بشارتِ الٰہی	(۲۷ نومبر ۱۹۷۰ء) (۶-۱۳ جون ۱۹۸۶ء)
استفسار کے متعلق بعض مسائل	(۲۱ مئی ۱۹۷۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں کے سلسلے میں اوراد و وظائف (۸ ستمبر ۱۹۷۲ء)

ماہِ شعبان کی حیثیت ازروئے سنتِ نبویہ (۱۵ ستمبر ۱۹۷۲ء)

شعبان کی پندرہویں رات (۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء)

رمضان المبارک میں کرنے کے دو عمل (کثرتِ تلاوت اور مالی سخاوت) (الاعتصام ۱۲ ستمبر ۱۹۷۵ء، ۲۷ اگست ۱۹۷۶ء ثم، ۴ اگست ۱۹۷۸ء)

(ز) درسِ قرآن

مسلمانوں پر کفار ظلم کریں تو اعلانِ جہاد کرایا جائے۔ (۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

چند آیاتِ کریمہ کا مطالعہ۔ (۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء)

لیلۃ القدر (۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء)

موجودہ بحران قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ (۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء) (۳ مارچ ۱۹۷۲ء)

(ح) وفیات / شخصیات

سانحۂ ارتحال (اہلیہ مولانا) رحیق (۱/۳۲۲)

آہ مولانا مدنی رحیق (۲/۲۴۲)

آہ امام الہند۔ (ابوالکلام آزاد) رحیق (۲/۳۲۸)

آہ شیخ احمد شاکر مصری۔ رحیق (۳/۱۲۲)

مولانا عبدالجبار جہلمی کا انتقال الاعتصام (۸ مئی ۱۹۷۰ء)

مولانا ولایت علی صادقپور (م ۱۲۶۹ھ-۱۸۵۲ء) (۲۴ فروری ۱۹۷۰ء)

مولانا ولایت علی صادقپوری کا مسلک ان کی تالیفات کی روشنی میں۔ (۱۴ اگست ۱۹۷۰ء)

حضرت مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی (۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء)

حضرت میاں عبدالعزیز انتقال کر گئے (۶ اگست ۱۹۷۱ء)

مولانا نواب وحیدالزماں حیدرآبادی (۲۳-۳۰ اگست ۱۹۷۴ء)

مولانا نذیر احمد رحمانی اعظم گڑھی۔ (۱۵ نومبر ۱۹۷۴ء)

مولانا عبیداللہ فیروزپوری انتقال کر گئے (۲۸ فروری ۱۹۷۵ء)

ملک لال خاں مرحوم (۲۰ جنوری ۱۹۷۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم ہدایت اللہ ٹبالوی بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ (۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء)

مولانا میاں باقر انتقال کر گئے۔ (۱۷ جون ۱۹۷۷ء)

مولانا علی محمد صمصام کا انتقال (۴ اگست ۱۹۷۸ء)

"ریاض توحید و سنت کا بلبلِ خوش نوا ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ (مقالہ در: اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ) (۱۹)

(ط) تنقید و تبصرہ

رسالہ نجاتیہ، التبیان فی زیادۃ الایمان والنقصان، جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، دلائل احترام مسلم (۱/۱۴۷)

خیر الکلام فی وجوب قراۃ الفاتحۃ خلف الامام۔ (۱/۲۶۰)

مختارات من ادب العرب، فضائل سید المرسلین، ماہنامہ تجلی دیوبند (۱/۴۰۹)

فہم اسلام، نتائج التقلید (۲/۳۳۲)

حیاتِ وحید الزمانؒ (۲/۴۸۴)

تذکارِ شہید، قواعد اللغۃ العربیہ، الطریقۃ الجدیدہ فی تعلیم اللغۃ العربیۃ (۲/۲۶)

درہ محبوب، مقلد کے چیلنج کا جواب، اربعین سلطانی۔ (۲/۵۷۹)

اصح السیر، کتاب الصلوۃ، کتاب التوحید، قرآنی شمیس۔ (۳/۵۷)

رسالہ اصولِ فقہ، ترتیل القرآن۔ (۳/۲۶۲)

تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، العلم والعلماء، ندائے حق، حدیثِ پرویز (۳/۳۰۹)

خلافتِ معاویہ و یزید، انوارِ مصابیح، الاصلاح، القضایا التقایا، آئینہ حقیقت نما، ارکانِ اسلام، شہید کربلا، تقویۃ الایمان (۳/۳۱۹)

نصرۃ الباری، حج محمدی، صیامِ محمدی، سبیل الرشاد، بستان المحدثین، جمع البراہین لرفع الصوت بآمین (۳/۴۰۰)

قرآن اور اس کی تعلیمات، ریاض الاخلاق، ارشاداتِ شیخ جیلانی، خدائی وعدہ، فتاویٰ نبوی، نقشِ آزاد (۳/۴۴۴)

تجویدی قرآن مجید (عکسی) اہتمام و تحقیق مولانا ظفر اقبال۔ الاعتصام (۱۶ نومبر ۱۹۷۳ء)

خلافتِ راشدہ، دلائل ہستی باری تعالیٰ (۱۵ جون ۱۹۸۴ء)

مولانا مرحوم تفسیر و حدیث، فقہ و عقیدہ، تاریخ و تذکرہ، کتابیات اور مؤلفین پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ انہیں کسی موضوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قلم اٹھاتے وقت سارے اہم مآخذ و مصادر کا علم ہوتا تھا۔ اس سے متعلق علمائے سلف اور معاصرین کی تحقیقات اور نگارشات ان کے سامنے ہوتیں۔ وہ ان کے اقوال کو کتاب و سنت کے دلائل اور تاریخی واقعات و حقائق کی روشنی میں پرکھتے اور کھرے کھوٹے کے درمیان تمیز کرتے۔

مولانا ساری زندگی فقہی و حدیثی مباحث کی تحقیق و تنقیح، تاریخی و علمی حقائق کی نقاب کشائی، قدیم و جدید کتابوں کے نقد، پرکھ۔ مؤلفین کے اوہام و اغلاط پر تعاقب و استدراک میں مشغول رہے۔ عقائد میں مسلک سلف سے وابستہ اور فروع میں فقہائے محدثین کی روش پر کاربند تھے، انہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، علامہ ابن رجبؒ، شاہ ولی اللہؒ، علامہ شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ کی تصانیف سے خاص شغف تھا۔ ان مصنفین کی تمام مطبوعہ تصانیف اور تحریریں بڑی کدو کاوش سے بصرف زر کثیر حاصل کیں اور ان کا حرف حرف بار بار پڑھا۔ مختلف موضوعات سے متعلق ان کتابوں میں موجود مواد گویا ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس طرح وہ کم سے کم وقت میں کسی موضوع سے متعلق پوری بصیرت حاصل کر لیتے تھے۔ اور اس سے متعلق کچھ لکھنا ان کے لئے دشوار نہ تھا۔

قدیم و جدید کتابوں اور ان کے مختلف ایڈیشنوں پر ان گہری نظر تھی۔ ان کے باہمی تقابل کے بعد ان کی صحت و سقم کا اظہار کرتے تھے۔ بعض کتابیں جن کا انتساب غلط طور پر کسی دوسرے مصنف کی طرف ہے، ان کے مطالعہ کے بعد ان کے حقیقی مصنف کا پتہ چلاتے۔ ایک بار مجھے ایک قدیم مطبوعہ کتاب کے حقیقی مصنف کا پتہ نہ چلا تو مولانا کی طرف رجوع کیا۔ میں نے کہا کہ ایک قدیم مطبوعہ "خلاصۃ الکشاف المعروف بہ اعراب القرآن"، شاہ ولی اللہؒ یا نواب صدیق حسن خانؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جب کہ اس کے مطبوعہ نسخہ پر کسی کا نام مذکور نہیں۔ مولانا نے فوراً بلاتردد کہا کہ اس کا موازنہ " املاء ما من بہ الرحمٰن (تالیف العکبری) سے کرو، تمہیں جواب مل جائے گا۔ پھر انہوں نے دونوں کتابیں میرے سامنے رکھ دیں۔ دونوں کے اوّل و آخر اور مختلف جگہوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ دراصل یہ دونوں ایک ہی کتاب کے ایڈیشن ہیں۔ اور اس کا انتساب نہ شاہ ولی اللہؒ کی طرف درست ہے نہ نواب صاحب کی طرف۔ یہ العکبری کی اعراب قرآن پر مشہور و معروف کتاب ہے جو بعد میں مصر میں "التبیان فی اعراب القرآن" کے نام سے بھی چھپی ہے۔

مطبوعہ کتابوں کے علاوہ ان کے قلمی نسخوں کی تلاش مولانا کا محبوب مشغلہ تھا۔ بہت سی نادر اور نایاب کتابیں پہلی بار ان ہی کی معرفت شائع ہوئیں۔ ابن ابی العز الحنفی کی کتاب "الاتباع" شاہ ولی اللہؒ کی "اتحاف النبیہ" عزیز الدین مراد آبادی کی "اکمل البیان" احمد حسن دہلوی کی "تنقیح الرواۃ" (ج ۳-۴) وغیرہ کتابیں مولانا مرحوم کی تلاش و جستجو اور کدو کاوش سے آج اسلامی کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، ان کتابوں کے مقدموں میں مولانا نے تفصیل سے ان کے قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے حصول کی داستان بیان کی ہے اور اس سلسلے میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولے جن سے کسی بھی طرح کا تعاون ملا۔ یہ ان کی عالی ظرفی اور وسعت قلبی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ان نادر و نایاب کتابوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ انہیں ہر فن کی اہم اور مفید کتابوں کی از سر نو طباعت اور جدید اصول کے مطابق ان کی ترتیب و تدوین کا بڑا شوق تھا۔ ان کے مختلف ایڈیشنوں اور قلمی نسخوں کی روشنی میں ان کا مستند متن تیار کرتے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی ترتیب و تبویب کرتے، مفید حواشی لکھتے جن میں حوالوں کی تحقیق، احادیث کی تخریج، کتابوں اور شخصیات کے تعارف، کسی مسئلہ کی تحقیق اور مصنف یا نسخوں کی غلطیوں پر تنبیہ وغیرہ پر توجہ ہوتی۔ انہوں نے اُردو، فارسی اور عربی کی متعدد کتابیں اپنے مفید حواشی کے ساتھ شائع کیں جن کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ بلا تردد کہا جا سکتا ہے کہ ان کتابوں کے ان سے بہتر ایڈیشن اب بھی لائبریریوں میں نہیں ملیں گے۔ تحقیقی کام کرنے والوں کو تو کبھی بھی ان سے استغناء نہیں ہو سکتا۔ یوں تو ان کی شائع کردہ ساری کتابیں ہی اہم ہیں لیکن یہاں بطورِ خاص میں ان کی شائع کردہ "سُنن نسائی" کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس کے سابقہ تمام ہندوستانی اور مصری ایڈیشنوں سے بہتر اور فائق ہے۔ مولانا نے اس کی اشاعت کے وقت سارے متداول نسخے پیشِ نظر رکھے اور ان کے باہمی مقابلہ اور حدیث و رجال کی اہم کتابوں کی مراجعت کے بعد متن کتاب کی امکانی حد تک تصحیح کی اور مطبوعہ نسخوں میں سند و متن کی غلطیوں کی نشاندہی کی۔ متن کتاب کی تصحیح کے بعد انہوں نے پوری کتاب کی ساری احادیث پر نمبر لگائے تاکہ حدیث نکالنے اور حوالہ دینے میں سہولت ہو۔ مصر میں محمد فواد عبدالباقی نے "موطا"، "سنن ابن ماجہ" "صحیح مسلم" اور "صحیح مسلم" اور "صحیح بخاری" اور محمد محی الدین عبدالحمید نے "سنن ابی داؤد" کی ترقیم (نمبر شماری) کی ہے۔ "سُنن نسائی" کے لئے سب سے پہلے مولانا کی توجہ ہوئی، جس سے ان کا ایڈیشن اہلِ علم کے لئے بہت مفید بن گیا۔

"سنن نسائی" کے متن کی تصحیح اور احادیث کی ترقیم کے بعد انہوں نے "التعليقات السلفية" کے نام سے جو حواشی تیار کئے ان میں بھی ایک نرالہ انداز اختیار کیا۔ اہلِ علم خوب واقف ہیں کہ سُنن نسائی کے چند ہی حواشی اور شروح فی الحال دستیاب ہیں۔ مولانا نے سوچا کہ کیوں نہ یہ حواشی یکجا کر دیئے جائیں؟ چنانچہ اُنہوں نے علامہ سندھی اور سیوطی کے حواشی پُورے کے پورے لے لیے، بلکہ ان کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں جو بیاض چلے آرہے تھے (جن سے عبارت کا مطلب خبط ہو جاتا تھا) ان کی تصحیح و تکمیل بھی دوسرے حواشی اور مآخذ کی طرف رجوع کر کے کر دی۔ ان کے علاوہ مولانا ابو عبدالرحمٰن پنجابی اور ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری کے حواشی جدیدہ اور شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری کا غیر مطبوعہ حاشیہ بھی ان تعلیقات میں سمو دیا۔ ان سارے حواشی کے بعد بھی اگر کوئی اشکال باقی رہ گیا ہے تو اس کے حل کی طرف توجہ دی ہے۔ بعض کتابوں میں محدثین کے نقطۂ نگاہ پر جو تنقید کی گئی سُلجھے ہوئے انداز میں اس کا جواب دیا ہے۔ شرحِ حدیث کے ضمن میں بعض مسائل کی ایسی تحقیق بھی کی ہے جو انفرادیت کی شان لیے ہوئے ہے۔ اختصار کی وجہ سے بعض مسائل پر اگر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں نکل سکی تو متعلقہ ماخذ کے حوالے بقیدِ صفحات دے دیئے ہیں۔ شائقین کے لئے حاشیہ کے اہم مباحث کی فہرست شروع میں دے دی ہے۔ اس پر ایک نظر ڈالنے سے مولانا کی مجتہدانہ صلاحیت، فقہ و حدیث میں ان کی بصیرت اور مآخذ و مراجع سے گہری واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں موقع نہیں کہ ان مباحث کا جائزہ لیا جائے۔ تحقیق کے شائقین ان موضوعات و مسائل پر دوسری تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر مولانا کی تحقیق دیکھیں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ مولانا نے کس طرح ان مباحث کی تنقیح کی ہے اور کیا کیا اضافے کیے ہیں۔

"تعلیقاتِ سلفیہ" کے علاوہ "اتحاف النبیہ" (تصنیف شاہ ولی اللہ) بھی ان کے تحقیقی کاموں میں بہت اہمیت کی حامل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے جدید اصولِ تحقیق کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ شاہ صاحب کی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ" کا صرف ایک حصہ طبع ہوا تھا۔ باقی دو حصے غیر مطبوع تھے۔ جن میں کتبِ حدیث کی سندوں اور ان سے متعلق علمی فوائد، تقلید و اجتہاد پر مناسب تبصرہ اور فقہ مذاہب اربعہ اور تصوف و کلام کی بعض کتابوں کی سندوں کا بیان ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد انہوں نے کتاب کے دو قلمی نسخے ڈھونڈ نکالے۔ تصحیح و مقابلہ کے وقت ان ہی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ نواب صدیق حسن خاں کی تین کتابوں میں اس کتاب کے طویل اقتباسات (جن میں کتاب کا کافی حصہ آگیا ہے) بھی پیش نظر رکھے، یعنی ریاض المرتاض (ص ۸۰-۸۳) سلسلۃ العسجد (ص ۵۶-۵۹) اور ہدایۃ السائل (ص ۵۲۸-۵۳۶) ان اقتباسات کا علم اسی کو ہو سکتا ہے جس نے ان کتابوں کا حرف حرف پڑھ رکھا ہو۔ آج کل کے محققین اور مصنفین کی اکثریت تو ان قدیم مطبوعہ کتابوں کے نام اور موضوع سے بھی عموماً ناواقف ہے۔

کتاب ایڈٹ کرتے وقت انہوں نے شاہ صاحب کی اکثر تالیفات اور اسانید کتبِ حدیث پر اہم تصانیف سے بھی استفادہ کیا۔ متن کی تصحیح کے بعد جدید انداز میں اس کی پیراگرافنگ کی۔ موضوع کے مناسب ذیلی عنوان لگائے۔ حواشی میں سارے رجال اور شخصیات کے مختصر حالات مع ذکر مراجع لکھے، جن کتابوں کا ذکر متن میں آیا ہے ان کا تعارف کرایا۔ حواشی میں بعض مباحث کی تفصیل، توضیح شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور نواب صدیق حسن خاں کی تصانیف کی روشنی میں کی ہے۔ آخر کتاب میں چار قسم کی فہرستیں بنا دی ہیں تاکہ اہلِ علم کو کتاب سے استفادہ میں سہولت ہو۔ چونکہ موضوع کتاب یعنی "علم الاسانید والاثبات" سے برصغیر کے عربی مدارس کا ماحول عموماً آشنا نہیں، اس لیے مولانا نے ضرورت محسوس کی کہ اس پر ایک مقدمہ بھی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ مقدمہ میں انہوں نے اس علم سے متعلق ضروری معلومات جمع کر دیں، پھر شاہ ولی اللہ تک خصوصاً اور محدثین کرام تک عموماً اپنے سلسلۂ سند کا ذکر اور حواشی میں سند کے سارے رجال و مشائخ کا تذکرہ کیا ہے جو طالبانِ حدیث کے لیے بہت مفید ہے۔ اخیر میں ایک اہم موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ کیا صوفیا کی سندوں کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور خرقۂ خلافت کا استناد کہاں تک درست ہے؟

اصل کتاب چونکہ قدرے عربی اور قدرے فارسی میں ہے، اس لیے حواشی بھی مولانا نے عربی عبارتوں پر عربی میں اور فارسی پر فارسی میں لکھے ہیں۔ راقم الحروف نے متن اور حاشیہ کی فارسی عبارتوں اور مقدمہ (جو اُردو میں ہے) کا عربی ترجمہ کر دیا ہے تاکہ عرب فضلاء بھی اس سے کما حقہ استفادہ کر سکیں۔ امید ہے کہ اس کی طباعت جلد ہی عمل میں آئے گی۔

عربی کتابوں کے علاوہ بہت سی اُردو کتابوں پر بھی مولانا نے نظر ثانی کی ہے اور ان پر قیمتی حواشی تحریر کئے ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں تو بغیر ان حواشی کے بڑی حد تک نامکمل اور کہیں کہیں گمراہ کن تھیں، مولانا نے علمی انداز میں ضروری مباحث کی تکمیل کی۔ قابلِ اعتراض مسائل پر سیر حاصل مدلل بحث کی اور سارے اہم مآخذ و مراجع کا حوالہ دیا۔ یہاں میں خاص طور پر ان حواشی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے علامہ محمد ابو زہرہ کی تین مترجم کتابوں (حیات امام احمد بن حنبل، حیات امام ابو حنیفہ اور حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تحریر فرمائے ہیں۔ ان تینوں میں مولانا نے مصنف کی بہت سی علمی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ تاریخی واقعات کی تحقیق، فقہی و کلامی مباحث کی تنقیح، احادیث و روایات کی تخریج و تنقید اور حوالہ جات کی چھان بین ان حواشی کا طرۂ امتیاز ہے۔ محدثین کے منہج کی وضاحت اور حدیث و محدثین کے خلاف پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالہ کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ تیسری کتاب میں یہ حواشی بہت مفصل نظر آتے ہیں۔ جگہ جگہ مختلف موضوعات پر ان کی تحریریں مستقل مضمون کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔ جن سے امام ابن تیمیہؒ پر کام کرنے والوں اور ان کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرنے والوں کو بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اور ان کی تصانیف سے قلبی تعلق کی بناء پر انہوں نے صرف ان حواشی ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کتاب کے ضمیمہ میں " ابن بطوطہ سیاح کی غلط فہمی اور اس کی تحقیق" کے عنوان سے ایک مستقل مضمون بھی شامل کر دیا ہے۔ پھر " اسمائے مصنفات ابن تیمیہ" کے زیر عنوان ابن تیمیہ کی ساری تصانیف کی ایک مکمل فہرست موضوعات کے لحاظ سے مرتب کی ہے اور جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان کے بارے میں وضاحت کی ہے وہ کب، کہاں اور کس مجموعہ میں شائع ہوئی ہیں۔ پھر جن کتابوں کا اُردو میں ترجمہ ہو چکا ہے ان کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ بلاشبہ یہ فہرست اب تک کی ساری فہرستوں سے بہتر اور مکمل ہے اور ابن تیمیہؒ پر کام کرنے والوں کے لیے بہت ہی مفید اور ضروری۔

ابو زہرہ کی تینوں کتابیں اصل عربی میں اتنی افادیت اور اہمیت کی حامل نہیں جتنا ان کے اُردو ترجمے مولانا کے تنقیدی اور تحقیقی حواشی کی وجہ سے مفید اور قابل قدر بن گئے ہیں۔ اگر یہ حواشی عربی ترجمہ کے بعد اصل کتاب کے ساتھ شائع کر دیے جائیں تب عرب فضلاء کو اندازہ ہوگا کہ ایک مصری فاضل اور برصغیر کے ایک عالم کے طریقۂ فکر اور اسلوب تحقیق میں کیا فرق ہے۔ اور ایک مشہور و معروف ازہری " شیخ" جب ٹھوکر کھاتا ہے تو ایک گوشہ نشین فقیر منش پاکستانی " مولوی" کس طرح اسے سہارا دیتا، راستے کے روڑے ہٹاتا اور جھاڑ جھنکار صاف کرتا ہے۔

مولانا کے تحقیقی مزاج کا اندازہ کتابوں پر ان کے حواشی کے علاوہ ان پر ان کے لکھے ہوئے مقدمات سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے مقدمہ، اختتامیہ، تصدیر، تقریب، پیش لفظ، دیباچہ اور گزارش احوال واقعی کے عنوان سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہاں ان کی چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ پیش نظر کتاب کا تعارف کراتے ہیں، اس کی تالیف کا پس منظر، اس موضوع پر دوسری کتابوں سے اس کا تعلق، اس کی اہمیت، خصوصیات اور اثرات بیان کرتے ہیں۔ اگر وہ اب تک طبع نہیں ہوئی تو اس کے قلمی نسخے کہاں کہاں موجود ہیں، اس کا ذکر کرتے، ان نسخوں کا تعارف کراتے اور ان کے حصول کی داستان بیان کرتے ہیں۔ اور اگر چھپ چکی ہے تو کب اور کہاں چھپی، اب تک کتنی بار شائع ہوئی، کون سا اڈیشن قابل اعتماد ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر اس کی فی الحال اشاعت کی ضرورت اور اہمیت بتاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ مصنّف کتاب کے حالات بڑی تحقیق اور جامعیت کے ساتھ چند صفحات میں (مع ذکر مراجع و مآخذ) لکھ دیتے ہیں، جن میں ولادت سے وفات تک سارے اہم امور کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اس کی ساری تصانیف اور ان کی کیفیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بھی بڑی خوبی کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ان کی شائع کردہ کتابوں کے مقدموں سے اگر مصنفین کے حالات الگ کر کے ایک مجموعہ بنایا جائے تو یہ ان مصنّفین کا بہترین تذکرہ بن جائے گا۔ اور ان کی دیگر تصانیف کی اشاعت کے خواہاں حضرات اور ان کی حیات و خدمات پر مزید کام کرنے والوں کے لئے رہنما مآخذ کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔ آج کل سطحی اور سرسری انداز میں مصنفین کے حالات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مولانا کے مقدمات اگر شائع ہو جائیں تو بہت سے مصنّفین کے بارے میں قیمتی معلومات یکجا ہو جائیں گی۔

ان مصنّفین کے علاوہ بعض شخصیات کے حالاتِ زندگی مولانا نے "رحیق" اور "الاعتصام" کے مختلف شماروں میں بھی شائع کئے ہیں، ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ نیز مقدمہ "اتحاف النبیہ" اور مقدمہ "التعلیقات السلفیہ" کے حواشی میں بھی بعض شخصیتوں کا تعارف اچھے اسلوب میں کرایا ہے۔ یہ بھی اہم اور مفید معلومات کی حامل ہیں۔

علامہ شوکانی (جو مولانا کے محبوب مصنفین میں سے ہیں) کے حالات پر ایک مستقل کتابچہ انہوں نے آزادی سے قبل امرتسر سے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا، یہ مختصر ہونے کے باوجود محققانہ اور پُر از معلومات ہے۔ اس میں نواب صدیق حسنؒ خان کی مختلف عربی و فارسی تصانیف میں شوکانیؒ کی حیات اور خدمات سے متعلق جو منتشر مواد ہے۔ اس سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ بعد میں جن لوگوں نے عرب ممالک میں شوکانیؒ پر لکھا ہے۔ وہ افسوس کہ مولانا کی اس اُردو کتاب سے استفادہ نہ کر سکے۔ اور نہ ہی نواب صاحبؒ کی مختلف فارسی تحریروں سے، جب کہ ان میں بعض اہم اور مفید معلومات مل جاتی ہیں خصوصًا شوکانیؒ کے پانچ ہندوستانی تلامذہ اور ان کے شوکانی سے اخذ و استفادہ کی تفصیل اور شوکانی کے افکار کی برِصغیر میں منتقلی اور اس کے اسباب و اثرات، جن کا ذکر شوکانی سے متعلق شائع شدہ عربی کتابوں میں نہیں ملتا۔ ضرورت ہے کہ مولانا کی اس کتاب کی دوبارہ اشاعت ہو، کیوں کہ وہ اب ناپید ہے۔ نیز اس کا عربی ترجمہ بھی ہو جائے تاکہ وہ عربوں کے لئے قابلِ استفادہ بن سکے۔

مولانا کے مقدمات کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ پیش نظر کتاب کی اگر کسی نے کسی طرح کی کوئی خدمت کی ہے۔ اس کی اشاعت تالیف، ترجمہ، فراہمی نسخ یا مالی تعاون میں کوئی حصّہ لیا ہے تو اس کا ذکرِ خیر اور اس کے حق میں دعاء ضرور کرتے ہیں۔ نوعمر مؤلفین، مترجمین اور ناشرین کی ہمت افزائی کرتے اور ان کی خواہش کے مطابق زیرِ طباعت کتاب یا ترجمہ پر نظرِ ثانی کرتے اور اسے اشاعت کے لائق بناتے۔ دوسروں کو کام کرنے کے لئے مفید مشورے دیتے۔ ضروری مراجع و مآخذ کی طرف ان کی رہنمائی کرتے۔ ناشرین کو کتابوں کے پرانے ایڈیشن فراہم کرتے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ کسی موضوع پر اہم کتاب اگر کوئی شائع کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہر طرح مدد کی جائے۔ آج کل کے بعض مصنفین اور محققین کی طرح حسد کے جذبے میں مبتلا اور کتمانِ علم کے مرتکب نہ تھے۔ اور نہ انہیں یہ شوق تھا کہ کام کوئی اور کرے اور نام ان کا ہو!! انہیں یہ آیت مستحضر ہو۔ "لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور بن کئے اپنی تعریف چاہتے ہیں، انہیں عذاب سے محفوظ مت سمجھو۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے) مولانا کے مقدمات اس لحاظ سے بہت سے لوگوں کے لیے قابلِ عبرت ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں تو ان کے سارے ہی مقدمات پُر از معلومات اور بصیرت افروز ہیں۔ مگر خاص طور پر "مرعاۃ المفاتیح" "التعلیقات السلفیہ" "اتحاف النبیہ" "اکمل البیان" "احسن التفاسیر" "مجموعہ" "الاتباع" "تحفۃ الانام" "الایقاف" "جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث" "حدیث کی تشریعی اہمیت" "خلافت و ملوکیت: تاریخی و شرعی حیثیت" "الارشاد الی سبیل الرشاد" "حسن البیان" "تفہیم اسلام" "مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر" "ابراء اہل الحدیث والقرآن" مجموعہ "نور الابصار" "التجمیع فی القرئی" "والتحقیقات العلی" ..... کی طرف قارئین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جن میں مذکورہ بالا خصوصیات پورے طور پر عیاں ہیں۔ واضح رہے کہ بعض مقدمات انہوں نے کسی مصلحت کے پیش نظر دوسروں کے نام سے لکھے ہیں مگر عینی شاہدین کے بقول اور اسلوب تحریر کو دیکھتے ہوئے انہیں مولانا کا ماننے میں تأمل نہیں ہونا چاہیے۔

اب مولانا کے اسلوب تحریر سے متعلق چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ تفصیلی جائزہ کے لئے ان کی ساری تحریریں پیش نظر نہیں اس لیے اس پہلو پر بغیر اقتباس کے لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ امید ہے کہ دوسرے اہل قلم اس طرف توجہ دیں گے۔

جہاں تک میں نے ان کے مقدمات، حواشی، مضامین، جرعات، تبصرۂ کتب اور فتاویٰ وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ مولانا کا اسلوب خاص علمی تھا، وہ فضول کی انشا پردازی اور بسیار نویسی کے قائل نہ تھے۔ ایجاز، اختصار اور جامعیت کو پسند کرتے تھے۔ "جرعات" میں مولانا ابوالکلام آزاد کے طرز پر آیات اور اشعار کے برمحل استعمال اور ان کی تضمین کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ بعض الفاظ کا سیاق و سباق اور مخصوص ترکیب میں استعمال خاص اثر پیدا کرتا ہے۔ کہیں کہیں طنز و تعریض کی جھلک بھی ملتی ہے، لیکن کوئی بات خلاف واقعہ اور دل آزار نہیں ہوتی۔ منکرین حدیث کی تردید اور مولانا مودودی پر تنقید میں ان کے مضامین تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت دلچسپ اور فکر انگیز ہیں۔ "رحیق" میں متعدد کتابوں پر تنقید و تبصرہ لکھا ہے جو اپنے مخصوص اسلوب اور تحقیقی انداز کی وجہ سے بے نظیر ہے۔ تبصرہ نگار حضرات (جو عموماً کتاب اور مصنف کی تعریف میں رطب اللسان رہا کرتے ہیں) ان تبصروں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

ان کے سارے مضامین اور فتاویٰ تحقیقی انداز کے ہوتے تھے۔ بلا دلیل کوئی بات نہیں لکھتے۔ روایات کی چھان بین کرنے کے بعد انہیں قبول کرتے۔ متفرق کتابوں میں مسئلہ زیر بحث سے متعلق جو معلومات منتشر ہوتیں ان کا بڑے سلیقے سے استعمال کرتے۔ حوالہ مکمل (مع جز و صفحہ) دیا کرتے تاکہ مراجعت میں سہولت ہو۔ مسائل اور دلائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ "رحیق" (۳/ ۷/ ۱۰) میں ایک مضمون کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے ثبوت میں انہوں نے "مسند احمد" (۶/ ۱۳۲ - ۱۳۸) کی ایک حدیث پیش کی۔ "حیات امام ابوحنیفہؒ" کے ایک حاشیہ میں امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے دو روایتوں کی نشاندہی "جامع مسانید الامام الاعظم" (۱/ ۳۰/ ۲/ ۳۴۴/ ۱۱۹) میں کی۔ "اکمل البیان" (ص ۷۸۲ - ۷۸۵) کے ایک حاشیہ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رفع یدین سے رجوع کی تحقیق کی ہے۔ اور عدم رجوع کے دلائل ذکر کئے ہیں۔ اس طرح کی تحقیقات ان کی تحریروں میں جابجا منتشر ہیں۔ جو اگر کسی کے پیش نظر رہیں تو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی اور وقت کے ضیاع سے بچ سکتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخیر میں میں محب حافظ احمد شاکر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ مولانا کے مضامین اور فتاویٰ کے الگ الگ مجموعے بھی سلیقے سے ترتیب دے کر شائع کریں تاکہ اہلِ علم ان سے استفادہ کریں۔

الایقاف فی سبب الاختلاف، عربی، الشیخ محمد حیات سندھی۔

ترجمہ: مولانا محمد حسین بٹالوی ۱۹۵۹ء

حالاتِ مصنف: مترجم و تقریب

ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی

از نواب صدیق حسن خان قنوجی (مراجعہ، تعلیق) (۱۹۸۱ء)

افضلیتِ شیخین		۱۹۶۵ء
تقویۃ الایمان		
فتویٰ شاہ عبدالعزیز دربارہ سورہ فاتحہ	(تقریب)	۱۳۷۴ء
کیا آٹھ رکعت تراویح بدعت ہے؟	بلا عنوان	۱۳۷۹ء
ایک مجلس کی تین طلاق	عرض ناشر	۱۹۷۹ء
حدِ رجم کی شرعی حیثیت	ابتدائی گزارش	۱۴۰۱ھ
اہلِ حدیث و اہلِ تقلید	تصدیر	۱۹۷۶ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقديم

التعليقات السلفيّه

فضيلة الشيخ صالح اللحيدان

رئيس مجلس القضاء الأعلى بالمملكة العربية السعودية

الحمد لله رب العالمين علم الإنسان ما لم يعلم والصلاة والسلام على المبعوث رحمة للعالمين الذي بلغ الرسالة وأدى الأمانة ونصح الأمة وأبان لها فروع الدين وأصوله وتركها على محجة بيضاء واضحة المعالم من سلكها أمن العثار وفاز بالوصول إلى منازل السعداء في دار القرار ورضي الله عن صحابة نبيه محمدصلى الله عنيه وسلم وأعلى منازلهم فقد بلغوا الناس ما تلقوه عن المصطفى وأحسنوا في ذلك أيما إحسان ونقلوا أفعاله وأقواله واعتنوا بذلك غاية الاعتناء وكانوا أمناء عدولاً أجادوا حمل ميراث النبي ﷺ مما علمهم وما رأوه منه كما أوفوا في نشره وتبليغه وما تركوا شيئًا من أحوال المصطفى من جد ومزاح أو حزم وجهاد أو جود وبذل إلا وعلموه الناس وذلك سنة رسول الله ﷺ من قول وفعل وتقرير وبه حصل من رسول الله ﷺ تبيين ما نزله الله للناس تنفيذًا لقول الله تعالى: ﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ الآية [٤٤- النحل] ولا شك أن أعظم الناس منة على جميع المسلمين بعد منة الله ومنة رسوله محمد ﷺ صحابته رضوان الله عليهم أجمعين الذين حبهم إيمان وبغضهم كفر وعدوان.

لقد حفظ الله لأمة محمد مصادر دينهم ومنابع المعرفة المقربة إلى رضوان ربهم فصان جل وعلا كتابه عن التحريف والتبديل وحماه عن عبث العابثين كما هيأ له حفظة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحماة ينقلون الأخبار الموضحة لمراميه ومبهماته ويكشفون ما قد يخفى على عامة الناس وذلك من أخبار رسول الله ﷺ وأقوال صحابته والتابعين وأئمة هذا الدين الذين هم رجال الله وحملة شريعته الذين عدلهم وزكاهم رسول الله ﷺ إذ يقول : « يحمل هذا الدين من كل خلف عدوله » فلا يحمل علوم الشريعة بأمانة وإخلاص لله في العمل ورغبة في صيانة هذا الدين إلا أهل العدل والوفاء والصدق والصفاء .

ومما لا شك فيه أن علماء الحديث وفقهاء الملة وحملة الأخبار أهل الدراية والرواية هم أولئك العدول الذين دونوا السنة واعتنوا بروايتها ورواتها وانتقوا أوثق الرواة فرووا عنهم ودونوا في مصنفاتهم التي هي دواوين السنة وخزائن نفائس الميراث الكريم عن المصطفى عليه أفضل الصلاة والتسليم . وغير خاف أن الإمام الحافظ أبا عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي من أبرز حفاظ السنة ومن أحسنهم تبويبًا ورصفًا في كتابه الذي هو أحد أمهات السنة الستة المسمى سنن النسائي (المجتبي) ولست بحاجة إلى الحديث عن هذا الكتاب فهو غني عن ذلك لأنه أحد الكتب المعتمدة بين علماء الحديث وفقهاء الأسلام ومع كبير شأنه وجليل قدر هذا الكتاب لم ينل من الشرح والكلام على فقهه وبيان حسن صنيع مؤلفه فيه مثل ما ناله كتاب أبي داود (السنن) أو جامع الترمذي مما انتشر من شروح وطباعة . هناك تعليقات نفيسة لجلال الدين العلامة عبدالرحمن السيوطي وللعلامة أبي الحسن محمد بن عبدالهادي السندي ويوجد شرح قطعة مه لأحد العلماء من تلامذة العلامة الشوكاني ولآخر من الأئمة الزيدية بشيء من البسط ولكنها على قدر قليل من الكتاب فلم تصل إلى كتاب الزكاة ولو أتم واحد منهم العمل لكان كبيرًا وربما كانت محاولة أحدهم مسودة لم تهذب وهاتان المحاولتان لازالتا مخطوطتين ولكن أفضل ما نشر من خدمة لسنن النسائى هي : التعليقات السلفية للعلامة الأستاذ محمد عطاء الله بن حسين الفوجياني الذي جمع حواشي

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السيوطي والسندي وضم إلى ذلك ما كتبه العلامة أبوعبدالرحمن محمد الفنجابي الدهلوي والعلامة أبو يحي محمد بن كفاية الله الشاه جهانفوري وتعليق العلامة حسين بن محسن الأنصاري اليماني رحم الله الجميع وغفر لنا ولهم وجزى المعتني بذلك كله منقحه العلامة محمد عطاء الله أحسن الجزاء وبارك له في عمله وجعله من العمل الذي لا ينقطع . رحمه الله وأدام له أثر عمله .

لقد طبع كتاب « التعليقات السلفية » في حياة جامعه ومنقحه رحمه الله عام ستة وسبعين وثلاثمائة وألف من الهجرة واقتنيته عام واحد وثمانين وثلاثمائة وألف فانتفعت به كثيراً عند تدريسي لسنن النسائي في مسجد الإمام عبدالرحمن الفيصل آل سعود رحمه الله وقت إمامتي لذلك المسجد عام واحد وثمانين وثلاث مائة وألف وما بعده كان الكتاب في مجلد واحد وحرف دقيق وكنت وددت لو طبع بالأحرف الواضحة طباعة المطابع العربية وقد عرضت معالي الدكتور عبدالله بن عبدالمحسن إبان توليه إدارة جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية لو طبع طباعة عربية فلبي ورغب معرفة من يكون التخاطب معه وحالت دون تحقيق ذلك ظروف وأحوال .

وقبل ثلاث سنوات صار حديث عن هذا الكتاب بيني وبين الشيخ أبي الأشبال أحمد شاغف وهو من رجال الحديث وأخبرني أن ابن المؤلف الشيخ / أحمد شاكر بن محمد عطاء الله حنيف الفوجياني الأمر تسري يرغب إعادة طبع الكتاب بالحروف العربية فشكرته ووعدت بأن أبذل ما يمكن من تأييد وبدأ العمل وقلت لو أضيف إلى الكتاب تخريج الأحاديث كالذي صنع بنفس سنن النسائي في الطبعة الأخيرة فاستحسن ذلك فضيلة الشيخ أبو الأشبال ووعد بالقيام بذلك وسار العمل بشيء من الأناة ولكن قديمًا قيل : « من سار على الدرب وصل » والعمل إذا خرج من الفكرة إلى الوجود الفعلي هان الانتظار لو طال وقد كتبت هذه السطور استجابة لرغبة فضيلة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشيخ أحمد شاكر ابن المؤلف محمد عطاء الله رحبًا في إبداء الإشارة لأهمية هذه التعليقات النفيسة ذات الفائدة الكبيرة التي إنما أتحدث عنها لخبرة بعد مراجعات كثيرة والمطلع على بيان مراجع المؤلف لهذه التعليقات يعرف أهميتها ويعلم مدى ما قام به المؤلف شتاتها من جهد.

أسال الله أن يغفر لصاحب كتاب السنن أبي عبد الرحمن النسائي ولأصحاب التعليقات ومؤلف شتاتها وجامع شملها ولمن ساهم بجهد أو رأي أو عون مادي لإبراز هذا الكتاب بثوب قشيب ومظهر رشيق وقد حقق الكتاب لهذه الطبعة وعلق عليه وخرج أحاديثه الشيخان أبو الأشبال أحمد شاغف وأحمد مجتبى السلفي البيهاري جزاهما الله أحسن الجزاء وصار عملهما معينًا لدارس هذه السنن وإنني لم أرد إن إجلي مزايا هذه التعليقات لأن من يوفق لمطالعتها سيجد تلك المزايا واضحة تنبئ عن نفسها وإنما أردت التنبيه عليها فقط .

أسال الله بأسمائه وصفاته أن يكثر من حفاظ السنة والدعاة لها وأن يحفظ لنا سنة نبينا ويوفق المسلمين لنشرها والعمل بها والدفاع عنها وأن يعيد المسلمين إلى موارد ملتهم العذبة ومنابع فقهها العذبة وأن يفقهنا في ديننا ويجمع كلمة المسلمين على الهدى إنه مجيب الدعاء والمعين على كل خير والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحابته ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين .

الرياض في ١٢/ ١١/ ١٤٢١ هـ وكتبه رئيس مجلس القضاء الأعلى
في المملكة العربية السعودية / صالح بن محمد اللحيدان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن
اسلام آباد

التعلیقات السلفیہ علیٰ سُنن النسائی

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کا ایک علمی اور تحقیقی شاہکار

چند تمہیدی کلمات

۱۔ مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات ۱۹۴۲ء میں ہوئی تھی جب کہ راقم الحروف قصور میں، مولانا محمد علی قصوری سے ملاقات کرنے کے بعد، مولانا مرحوم کی خدمت میں فیروز پور حاضر ہوا۔ بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے اور اپنا کتب خانہ دکھلایا جو تفسیر و حدیث اور فقہ اسلامیہ کی اہم اور نادر کتابوں سے بھرپور تھا۔

ملاقات سے قبل مولانا مسعود عالم مرحوم سے، ان کا تذکرہ بھی سنتا رہا تھا۔ دونوں بزرگوں میں کئی باتوں میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی: مثلاً

۱۔ علمی ذوق و شوق ۲۔ وسعت مطالعہ ۳۔ سادگی

دونوں حضرات کھدر پوش تھے۔

جماعتِ اسلامی کی تاسیس سے پہلے دونوں کا سیاسی نقطۂ نظر، مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن بعد میں یعنی ۱۹۴۱ء میں راہیں مختلف ہوگئیں، لیکن اس کے باوجود آپس کے تعلقات قائم رہے اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا مسعود عالم ندویؒ، فیروز پور تشریف لائے تو مولانا عطاء اللہ حنیف کے پاس کچھ عرصہ قیام کیا۔

تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد، یعنی پاکستان کے قیام کے بعد، بارہا شیش محل روڈ، مدرسہ تقویۃ الاسلام میں جاکر ان کے علمی لطائف سے مستفید ہوتا رہا بلکہ ایک مرتبہ ان کے مکان پر دعوتِ حجاز کا لطف بھی اٹھایا۔

۲۔ مولانا مرحوم کے اخلاق، مزاج اور ان کے علمی کمالات کے بارے میں، وہ حضرات زیادہ لکھ سکتے تھے جنہوں نے طویل عرصہ تک، مولانا مرحوم کی رفاقت کا شرف حاصل کیا۔

مثلاً: ۱۔ حافظ عبدالرحمٰن گوہڑویؒ ۲۔ حافظ صلاح الدین یوسف ۳۔ علیم ناصری صاحب ۴۔ سلیمان انصاری صاحب اور مولانا مرحوم کے خاص تلامذہ اور رفقاءِ کار۔

اس لئے راقم الحروف، اس مضمون میں، اپنی توجہ، مولانا کی بلند پایہ تصنیف "التعلیقات السلفیہ علیٰ سنن النسائیؒ" پر مرکوز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھے گا۔ ہاں، کہیں کہیں، علمی طور پر، ادنیٰ مناسبت سے، بعض دوسری باتیں بھی، مضمون میں شامل ہو جائیں گی۔

۳۔ مولانا مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ "دارالدعوۃ السلفیۃ" اور "المکتبۃ السلفیۃ" کی تاسیس ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ آج کل حدیث کے بارے میں اگر کوئی ٹھوس کام ہوا ہے تو شخصی اداروں کے ماتحت ہوا ہے آل انڈیا یا آل پاکستان قسم کی تنظیموں کے ذریعہ، یہ علمی کام نہیں ہو سکا، کیونکہ تنظیمی مزاج کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ زیادہ تر تنظیمی دَورے ہوتے ہیں۔ اور ممبر سازی ہوتی ہے۔ اور اس طرح تنظیمی مناصب اور عہدوں کے لئے کش مکش بپا ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی تنظیم کے پیٹ سے کئی تنظیمیں جنم لیتی ہیں اور کوئی علمی اور تحقیقی کام نہیں ہو پاتا۔

اس کی افسوسناک مثال یہ ہے کہ مولانا عبدالحکیم نصیر آبادی اور مولانا شرف الدین دہلوی، دونوں کے تعاون سے، مسند احمد بن حنبلؒ کی تبویب مرتب کی گئی اور آج سے پچاس سال قبل، اس کا مسودہ "آل انڈیا کانفرنس" (اہلحدیث) کے مرکزی دفتر، دہلی کے حوالہ کیا گیا، لیکن افسوس ہے کہ آج تک پتہ نہ چل سکا کہ مسودہ، بلکہ یہ نایاب شاہکار کہاں ضائع ہو گیا؟

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ "تراجم علمائے حدیث ہند، جلد ۱، ص ۱۸۴، تذکرہ: مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب مرحوم)

اس کے برعکس علمی، تصنیفی اور تحقیقی کام، ان اداروں نے کئے ہیں، جو کسی فرد واحد نے، یا چند احباب کے تعاون سے قائم ہوئے یا ایک ہی فرد نے مخلص احباب کے تعاون سے بڑے سے بڑا تصنیفی اور تحقیقی کام انجام دے دیا۔

مثلاً: ۱۔ عون المعبود: مصنفہ: مولانا شمس الحق ڈیانوی[1]

۲۔ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی۔ مولفہ: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ۔

۳۔ مرعاۃ المفاتیح، مؤلفہ: مولانا عبیداللہ مبارکپوری حفظہ اللہ تعالیٰ۔

جس کی اب تک، یا ۸ جلدیں طبع ہو چکی ہیں، اس عظیم الشان حدیثی شاہکار کا آغاز چند مخلص احباب کے تعاون سے شروع ہوا تھا۔ جن میں (۱) حافظ زکریا صاحب مرحوم (۲) اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے نام نمایاں ہیں۔ مولانا مبارکپوری کی یہ علمی کاوش۔ بنارس کے مخلص احباب کے ذریعہ زیر ترتیب ہے۔ خدا کرے کہ جلد مکمل ہو جائے۔ اس کتاب کے مؤلف شیخ محترم مولانا مبارکپوری حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے نوازے تاکہ وہ اس عظیم منصوبہ کو، خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ آمین ثم آمین۔

---

[1] مولانا شمس الحق ڈیانویؒ کا دوسرا کارنامہ، سنن دارقطنی کی مختصر اور جامع شرح کا مرتب فرمانا ہے، یہ شرح اپنی جگہ ایک وسیع معلومات کا خزانہ ہے اسی طرح ان کے دوسرے بھی مفید رسائل ہیں اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کا تالیف کیا ہوا مقدمہ تحفۃ الاحوذی، بہت بڑا علمی شاہکار ہے جس سے علم حدیث اور کتب حدیث کے بارے میں وسیع اور ٹھوس معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح "ابکار المنن" ان کی انتہائی مفید معلوماتی کتاب ہے۔ یہ کتاب ناقص ہے، کاش کوئی صاحب علم اس کی تکمیل فرما دیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ "التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی" یہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء تصنیف ہے۔ جس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس کتاب میں، جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہر حدیث کی تشریح کی گئی ہے۔

۲۔ اس کتاب کو حوالہ کی کتاب بھی کہا جاسکتا ہے۔ مؤلف مرحوم نے تفصیلی مطالعہ کے لئے اصل مراجع اور مصادر، صفحات کی تعیین کے ساتھ، تحریر کر دیئے ہیں۔ علمی تحقیق میں اس سے بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

۳۔ فقہاء کے اختلاف اور راجح مسلک کو، دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کوشش کی گئی ہے کہ انداز بیان ایسا ہو کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، یعنی ہر استدلال، متانت اور سنجیدگی اور ٹھوس پن کا نمونہ ہے۔

۴۔ بعض روایات ایسی ہیں جن کے بارے میں موجودہ دور میں جدید سائنس کی روشنی میں، شبہات وارد کئے جا سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور ان جدید شبہات کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔

۵۔ مصنف مرحوم نے اس کتاب کی دو فہرستیں مرتب کی ہیں۔

پہلی فہرست: تمام مسائل کو عمومی طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اور دوسری فہرست میں خاص، اہم مسائل اور نادر تحقیقی معلومات کو نمایاں طور پر مرتب کیا گیا ہے۔

بعض مقامات پر یہاں تک لکھا گیا ہے کہ: یعنی بطور تحدیث نعمت: یہ نادر تحقیق، اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہ مل سکے گی۔

۶۔ کتاب کے آغاز میں، امام نسائی کے حالات اور کتاب "سُنن النسائی" کا تعارف کرایا گیا ہے اور یہ تعارف تقریباً ۱۸۔ اہم اور مستند مراجع اور مصادر سے مرتب کیا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ اس تعارف یا مقدمہ کا خلاصہ اس مضمون میں پیش کیا جاتا، لیکن اس طرح مضمون کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے یہ مضمون مستقل عنوان کے ماتحت پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

بس اتنی وضاحت ضروری ہے کہ امام نسائی اور امام ابوداؤد، دونوں کی تالیفات فقہی مسائل میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہیں اور شروط صحت کے لحاظ سے یہ دونوں کتابیں قریب قریب ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں یہ فرق نمایاں ہے کہ:۔

امام ابوداؤد نے زیادہ تر اپنی کتاب میں حدیث کے متن پر گفتگو کی ہے اور کہیں اگر متن میں اختلاف یا اضافہ ہے، تو اس کو واضح کیا ہے۔

لیکن امام نسائیؒ نے اپنی کتاب میں زیادہ تر سند کی بحث کو نمایاں کیا ہے۔ اگر حدیث کا ایک متن کئی سندوں سے آیا ہے، یا راویوں میں اختلاف پایا گیا ہے تو اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ امام نسائیؒ کسی راوی پر جرح کرتے ہوئے "لیس بالقوی اور لیس بقوی" میں فرق کرتے ہیں۔ اول الذکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی کسی ایک لحاظ سے قوی نہیں ہے۔
مثلاً اگر ایک راوی، تقویٰ، عدالت اور راست بازی کے لحاظ سے قابلِ اعتماد ہے لیکن حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہے تو ایسے موقعہ پر امام نسائیؒ (لیس بالقوی) استعمال کرتے ہیں۔
اور ثانی الذکر اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی بالکل ناقابلِ اعتماد ہے کیوں کہ نکرہ اگر نفی کے ماتحت آئے تو وہاں مطلقاً نفی مراد ہوتی ہے۔
تیسری بات یہ ہے کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب کا نام "السنن الکبریٰ" رکھا تھا۔ اور پھر اس کے بعد اس کو مختصر کیا تو اس کا نام "المجتبیٰ یا "المجتنیٰ" تجویز کیا گیا۔
موجودہ نسائی میں چند ابواب نہیں ملتے، جو "السنن الکبریٰ" میں موجود ہیں۔ یعنی یہ ابواب:
۱۔ احیاء الموات۔ ۲۔ الاعتکاف۔ ۳۔ کتاب التعبیر۔ ۴۔ کتاب التفسیر
۵۔ کتاب الحدود۔ ۶۔ کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ۔ ۸۔ کتاب الرجم۔ ۹۔ کتاب الطب
۱۰۔ کتاب العلم۔ ۱۱۔ کتاب الفرائض۔
یہاں چند مشہور ابواب یا کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے جو تحفۃ الاشراف کی فہرست "الکشاف" میں درج ہیں۔ ۴۲ ابواب یا کتب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو "الکشاف" صفحہ نمبر ۸، ۱۳۔

نام کا تعارف

۱۔ مولانا مرحوم نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے "التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی" تعلیقات جمع ہے تعلیقۃ کی، یہ لفظ آج کل کسی کتاب کے حاشیہ یا مختصر شرح پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ "دارقطنی" کی مختصر شرح کا نام "التعلیق المغنی" رکھا گیا ہے۔
۲۔ "السلفیۃ" سلف سے ماخوذ ہے۔ اس سے مراد سلف صالحین ہیں۔ "سلفی" اُسے کہتے ہیں جو "ما انا علیہ واصحابی" پر عمل پیرا ہو، اور کسی تاویل اور ایچ پیچ کے بغیر صحیح حدیث پر عمل کرتا ہو۔ آج کل جو سلفی پائے جاتے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔
۱۔ سلفی عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے
۲۔ سلفی صرف عقیدہ کے لحاظ سے
۳۔ سلفی صرف عمل کے لحاظ سے
۴۔ سلفی نہ عقیدہ کے لحاظ سے نہ عمل سے بلکہ خاندانی لحاظ سے، یعنی آباء و اجداد کی نسبت سے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اور مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم، سلفی کی پہلی قسم کے نمایاں نمایندہ اور نمونہ تھے۔ اُن کا عقیدہ بھی صاف ستھرا تھا اور عملی لحاظ سے بھی وہ شخصیت پرستی یا شخصی عقیدت مندی کے غلو سے پاک تھے۔

۲۔ دوسری قسم میں وہ نجدی عُلماء شمار کئے جاسکتے ہیں جو عقیدۃً میں سلفی ہیں، لیکن عملی لحاظ سے "حنبلی" یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے مقلّد ہیں۔

۳۔ تیسری قسم میں وہ اہلِ علم آسکتے ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر وغیرہ میں معتزلہ وغیرہ کی تاویل اختیار کی ہے یا معاشی انظام میں اشتراکیت کو ترجیح دی ہے لیکن عملی طور پر وہ غیر مقلّد تھے۔

واضح رہے کہ غیر مقلّد اور سلفی یا "اہلحدیث" میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ غیر مقلّد سلفی سے عام ہے۔

۴۔ چوتھی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو صرف آباء و اجداد کے سلفی ہونے کے ناطے سلفی کہلاتے ہیں لیکن نہ وہ عقیدۃً سلفی ہیں۔ اور نہ عملاً۔

آج کل سلفی تنظیموں میں یہ چاروں قسمیں پائی جاتی ہیں[1]

ایک ممتاز سلفی عالمِ دین نے ایک مشہور وکیل کے بارے میں کہا تھا کہ:

"وہ کمیونسٹ اہلحدیث ہے"۔ شاید یہ بات اُنہوں نے طنز کے طور پر کہی ہوگی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم، سلفیت پر فریفتہ تھے اور ان کی ہر ادا میں سلفیت جھلکتی تھی حتیٰ کہ اس معاملہ میں، ان کا اتنا اہتمام تھا کہ انہوں نے مرعاۃ شرح مشکاۃ" جلد اول اور "التعلیقات السلفیہ" کا وہی سائز (لمبا چوڑا) تجویز کیا۔ جو قدیم سے چلا آرہا تھا۔ اس طرزِ عمل کو بعض لوگوں نے "غلو" سے تعبیر کیا ہے۔ بہرحال وہ اپنے محاسن اور خوبیوں اور ٹھیٹھ سلفیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ فی المھدیین آمین۔

ایک ضروری وضاحت

اُوپر بتایا گیا ہے کہ تقریباً ۲۴۔ ابواب، موجودہ نسائی میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً "کتاب الحدود" موجودہ مروّجہ نسائی میں یہ کتاب موجود نہیں، جس کی واضح مثال ہے کہ حافظ ابن حجرؒ "بلوغ المرام" میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

---

[1] سلفیت کے نام پر کوئی اجتماعی ادارہ یا تنظیم قائم کی جلئے تو اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کے عہدے دار وہ لوگ چُنے جائیں جو پہلی قسم میں شامل ہوں۔ ہاں ارکان میں ایسے لوگ بھی آسکتے ہیں جن کا دوسری قسم سے تعلق ہو۔ باقی رہے تیسری اور چوتھی قسم سے وابستہ لوگ وہ معاون اور ہمدرد بن سکتے ہیں۔ اُن کو رکن بنانا یا کوئی ذمّہ دار منصب دینا بدنامی کا باعث ہوسکتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقیلوا عن ذوی الهیئات عثراتهم الا الحدود ...؟ قال ابن حجر : اخرجه احمد و ابوداؤد والنسائی والبیهقی ، بلوغ المرام مع سبل السلام جزء ۴ ، صفحه ۳۸ ۔

یہ حدیث موجودہ نسائی "المجتبیٰ" میں نہیں ملتی ، بلکہ "السنن الکبریٰ" میں پائی جاتی ہے ۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "عون المعبود شرح سنن ابی داؤد"

علامہ ابوالطیب شمس الحق فرماتے ہیں ۔

بان مراد المنذری والمزی بقولهما عن حدیث اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ دون الصغریٰ ۔

ملاحظہ ہو ، عون المعبود شرح سنن أبی داؤد ، صفحہ رقم ، یہ "السنن الکبریٰ" عرصہ دراز سے ناپید تھی ۔ کچھ عرصہ قبل معلوم ہوا تھا کہ مولانا عبدالصمد شرف الدین کی نگرانی میں اس کی طباعت ہو رہی ہے ۔ راقم الحروف کے پاس اس کا پہلا جزء ہے ۔

التعلیقات السلفیۃ کی ایک اہم بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا علمی اور تحقیقی شاہکار ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کتاب کے آخر میں ، مؤلف مرحوم نے اپنی شرح کے مراجع اور مصادر کی فہرست بیان کی ہے ۔ ان کی تعداد قریباً ۱۸۰ ہے ۔ جن میں صرف کتب حدیث اور شروح حدیث اور علوم الحدیث سے متعلق تصنیفات سے استفادہ کیا ہے اور متعدد اہم مصنفین کی عبارات کے اقتباسات دیئے ہیں ، جن کو "غرر النقول" کہا جا سکتا ہے ۔

مجھے یاد آیا کہ مولانا یوسف بنوری مرحوم نے ، اپنے شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیری صاحب مرحوم کے بارے میں لکھا ہے کہ : میرے اُستاذ "غرر النقول" کے جمع کرنے میں بڑے ماہر تھے ۔ یہ وہی کر سکتا ہے جو قوتِ حافظہ کے ساتھ ساتھ ذہانت و فطانت میں یکتائے روزگار ہو"

اِس میں شک نہیں کہ یہ دونوں صفات "التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی" کے مؤلف میں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔

اللّٰھم اغفرله وارحمه وارفع درجته فی المهدیین ۔ آمین

"التعلیقات السلفیۃ" کے تحقیقِ احادیث کے چند نمونے

۱۔ روایاتِ کسوف کے بارے میں ، جو مؤلف مرحوم نے تحقیق کی ہے ، اس کی مثال کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتی خود مصنف کی عبارت یہ ہے ۔

"بحث بدیع فی تحقیق روایات الکسوف لا تجده فی غیر هٰذه التعلیقات"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ روایاتِ کسوف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً

۱۔ آپ نے ہر رکعت میں، دو رکوع کئے۔

۲۔ آپ نے ہر رکعت میں، تین رکوع کئے۔

۳۔ آپ نے ہر رکعت میں تمام نمازوں کی طرح ایک ہی رکوع کیا۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسوف کا واقعہ کئی مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں واقع ہوا ہے۔ تو پھر اختلاف روایات کی توجیہ آسان ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے قاضی سلیمان منصور پوری کی شاہکار کتاب "رحمۃ للعالمین" کا ایک نقشہ پیش کیا ہے جس میں قاضی صاحب مرحوم نے بتایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہجرت کے بعد دس بار کسوف کا واقعہ پیش آیا۔ یہ پورا نقشہ، عرب اہلِ علم کے لئے بہت بڑی رہنمائی دے سکتا ہے۔ اس نقشہ کو قاضی صاحب نے بڑی کاوش سے مرتب کیا ہے۔ وہ علمِ ہیئت کے بہت بڑے ماہر تھے۔ مؤلف مرحوم نے روایاتِ کسوف کی شرح کرتے ہوئے شروع میں، کسوف کی حقیقت کو بھی واضح کیا ہے اور اس بارے میں صحیح نقطۂ نظر کی نشاندہی کی ہے۔

ایک ضروری وضاحت

مؤلف مرحوم نے احادیث کی تحقیق میں چند اہم امور کا لحاظ کیا ہے: جیسے:

۱۔ مراجع کی تصریح

۲۔ سند کی تحقیق اور مصطلح الحدیث کے قواعد کی تطبیق

۳۔ مشکل الفاظ اور محاورات کی وضاحت

۴۔ اختلافی مسائل میں راجح قول کے بارے میں قوی دلائل کی تفصیل

۵۔ قدیم معتزلہ کی صفاتِ الٰہیہ کے بارے میں تاویل کا جواب

۶۔ اہلِ بدعت کے مغالطوں کی نقاب کشائی

۷۔ جدید معتزلہ اور ملاحدہ کے شبہات کا جواب

۸۔ بعض کلمات کی عربی قواعد (نحو و صرف) کے لحاظ سے تحقیق

۹۔ بعض مشہور تاریخی واقعات کی تصحیح

۱۰۔ اصل متن میں جن آیات کا تذکرہ ہوا ہے اُن کی واضح تفسیر

۱۱۔ اصولِ فقہ کے اہم مباحث کے بارے میں سیر حاصل گفتگو

۱۲۔ اہلِ تصوّف کے غلط استدلال پر تنقید۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳ - مشکل احادیث کی دل نشیں تشریح

۱۴ - تعارض والی روایات میں تطبیق

۱ - مراجع کی تصریح کی مثال

" التعلیقات السلفیّۃ " کی خوبی یہ ہے کہ حدیث کی شرح اور تحقیق میں، جو عبارت یا مفہوم، جہاں سے نقل کیا ہے اُس کا پورا پورا حوالہ دے دیا ہے۔ یعنی فلاں جزو، فلاں صفحہ، یہ ایک علمی دیانت ہے۔ جس کا مظاہرہ مؤلف مرحوم نے کیا ہے۔ ورنہ آج کل یہ ہو رہا ہے کہ صفحات کے صفحات اپنی تصانیف میں نقل کر جاتے ہیں اور اصل مصنّف کا نام تک نہیں لکھتے بلکہ اپنے نام سے شائع کر دیتے ہیں [۱]

---

[۱] مثلاً: اسلامیات کے ایک پروفیسر اسرار الرحمٰن نے اپنی کتاب (تاریخ المدیث) کے شروع میں میری تصنیف (انتخاب حدیث) کے مقدمہ کے صفحات کے صفحات نقل کر ڈالے ہیں اور اصل مصنّف کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ اپنے نام سے شائع کر ڈالا ہے۔ لیکن لطیفہ یہ ہوا کہ ایک جگہ میں نے تحریر کیا تھا کہ " انکارِ حدیث کے ردّ میں میرے والدِ محترم حافظ عبد الستار حسن مرحوم نے بھی " اثبات الخبر " کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے "۔ یہ جملہ جوں کا توں کتاب میں آگیا ہے۔ کہا کرتے ہیں، نقل را عقل باید۔ یعنی: نقل کرنے کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔

یہ بہت بڑا علمی سرقہ ہے جو آج کل جعلی مصنّفین کر رہے ہیں، خاص طور پر اسلامیات اور عربی (ایم اے) کے مصنّفین۔

علمی سرقہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ مؤلف یا مضمون نگار کا نام لکھ دیا جائے لیکن اصل تصنیف یا رسالے کا نام غائب کر دیا جائے۔

آج کل بعض رسالے خاص طور پر دینی رسالے یہ حرکت بھی کر رہے ہیں مصنّف " التعلیقات السلفیۃ " ان دونوں قسم کے سرقہ کی واردات سے محفوظ ہیں۔ اور ان کا علمی دامن اس قسم کے غیر اخلاقی داغ سے پاک ہے۔

علمی سرقہ کی تیسری شکل یہ ہے کہ مصنّف کی اجازت کے بغیر اس کی تصنیف کو اپنے نام سے فوٹو لے کر شائع کر دیا جائے یا بعینہٖ اس کتاب کا فوٹو لے کر فروخت کر دیا جائے۔ مثلاً

(ا) مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جو بنارس سے شائع ہو رہی ہے۔ اس کتاب کا فوٹو لے کر بلا اجازتِ مصنّف خوب کاروبار کیا جا رہا ہے۔

(ب) " التفسیر الکبیر " کے نام سے امام ابن تیمیہؒ کی تفسیر دکتور عبد الرحمٰن نمیرہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار الکتب العلمیّۃ بیروت سے شائع ہوئی تھی، پاکستان میں کسی نے بعینہٖ اس کا فوٹو لے کر فروخت کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن یہ چوری اسی طرح پکڑی گئی کہ کتاب مجلد کرانے کے بعد جو ہندسے لکھے گئے ہیں وہ اُردو رسم الخط میں ہیں مثلاً عربی کا ٤ اُردو کے ۴ اور عربی کا ٧ اُردو کے ۷ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سند کی تحقیق کی مثال

دُوسری جلد صفحہ ۲۲ پر، "تعلیقات" میں مصنف مرحوم لکھتے ہیں کہ :۔

عمرو بن ابی عمرو کے بارے میں امام نسائی نے لکھا ہے "لیس بالقوی فی الحدیث" اس پر تعاقب کرتے ہوئے شیخ ولی الدین عراقی، کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس معاملہ میں، امام نسائی نے، حافظ ابن حزم کی پیروی کی ہے اور ان دونوں سے پہلے اس راوی کی تضعیف یحییٰ بن معین وغیرہ نے کی ہے لیکن قوی بات یہ ہے کہ امام احمد، ابوزرعہ، ابوحاتم اور ابن عدی وغیرہم نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے اور بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ان کی روایت قبول کی ہے۔ شیخین کا ان کی روایت کا قبول کرنا، ان کے ثقہ ہونے پر ٹھوس دلیل ہے۔ امام ابُوداؤد نے ان کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس راوی کی روایت، حسن یا صحیح ہے اور ان کی روایت کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری مثال صفحہ ۱۱۱، جزء اوّل میں، محمد بن اسحاق کے بارے میں، تفصیلی بحث کی ہے۔ اور محدثین کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ : محمد بن اسحاق ثقہ راوی ہیں۔ خاص طور پر جب کہ وہ تحدیث اور سماع کی صراحت کرتے ہیں۔

یہ دلچسپ تحقیقی بحث مذکورہ بالا صفحہ پر مل سکتی ہے۔

اس گفتگو میں ایک حوالہ بہت دلچسپ ہے۔

قال ابن الهمام رحمه الله فى فتح القدير

وهٰذا وان صح الحديث بتوثيق ابن اسحاق فهو الحق الأبلج ...."

یعنی : ابن ہمام، شارح ہدایہ کا قول ہے کہ :۔

(ابن اسحاق کی توثیق کرنا، یہی روشن چمکتا ہوا حق ہے)

تیسری مثال حدیث سجدہ سہو میں اصل لفظ ذوالیدین ہیں نہ کہ ذوالشمالین، اس بحث میں امام زہری کے اضطراب کو واضح کیا گیا ہے۔

چوتھی مثال ایک مشہور حدیث ہے کہ مرنے کے بعد لوگ آپس میں زیارت و ملاقات کرتے ہیں۔ مؤلف مرحوم نے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

۳۔ مُشکل الفاظ اور محاورات کی وضاحت کی مثال

مؤلف مرحوم نے عربی محاورہ : (تَرِبَتْ يمينك) کے دس معنی لکھے ہیں اور آخر میں بتایا ہے کہ اصل مقصود دُعا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بددُعا نہیں، یہ مختصر بحث قابلِ مطالعہ ہے۔

دوسری مثال جلد اوّل صفحہ ۲۷۶ پر لفظ "کنز" کی، بہت اچھے انداز میں تحقیق کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت ابُوذر کے مسلک کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ اختلافی مسائل میں راجح قول کے بارے میں قوی دلائل کی تفصیل کی مثال

امام نسائی نے مزارعت کے بارے میں، مختلف روایات کو، متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارعت ناجائز ہے۔ اور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مزارعت جائز ہے۔ مولف مرحوم نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے اور صحابہ کرامؓ کے اقوال پیش کر کے بتایا ہے کہ مزارعت کی خاص صورتیں ناجائز ہیں یعنی، جن میں دھوکہ ہو، یا نزاع کا اندیشہ ہو۔ یا ایک فریق کے لئے نقصان کا احتمال یقینی ہو۔

اور یہ بھی صراحت کی ہے کہ جمہور علمائے اُمت کا قول جواز پر ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ اگر صحیح روایات کے معانی میں اختلاف ہو تو صحابۂ کرام کی تشریح سے، اس اختلاف کو رفع کیا جائے گا نہ کہ اپنی من مانی تاویل سے۔ یہ بحث علمی لحاظ سے بہت مفید ہے۔ ملاحظہ ہو، صفحہ ۱۴۵، جلد ۲۔

۵۔ قدیم معتزلہ کی صفاتِ الٰہیہ کے بارے میں تاویل کے جواب کی مثال

صفحہ ۱۳۴، جزءِ اول پر، اچھی خاصی مفصّل بحث کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے لئے "علوّ" ثابت ہے۔ اور یہ گفتگو مؤلف مرحوم نے ذیل کی حدیث کی شرح میں تحریر فرمائی ہے کہ:۔

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

"اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَھُوَ سَاجِدٌ ..."

یعنی "سب حالات سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے قریب ہونے کا وقت وہ ہے جب اس کا بندہ سجدہ میں ہو"

نیز ملاحظہ ہو، صفحہ ۱۴۳، جزءِ اوّل پر مندرجہ ذیل حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک لونڈی سے دریافت کیا کہ: اَیْنَ اللّٰهُ؟ کہ اللہ تعالےٰ کہاں ہے؟ اُس نے جواب دیا: فِی السَّمَاءِ! یعنی: "اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے"۔ مؤلف مرحوم لکھتے ہیں کہ اس قسم کی آیات اور احادیث پر بلاتشبیہ ایمان لانا چاہیئے۔ اس موقع پر مصنف نے اچھی خاصی علمی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ:۔

مزید تفصیلات کے لئے حسب ذیل تالیفات دیکھنی چاہییں۔

مثلاً: ۱۔ الجیوش الاسلامیۃ: از حافظ ابن القیمؒ ۲۔ اور "کتاب العلو" مولفہ: حافظ ذہبی رحمہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶ - اہل بدعت کے مغالطوں کی نقاب کشائی کی مثال

صفحہ ۲۹۱ جلد اول پر حدیث لاتے ہیں ۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً ، فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا ۔ (حدیث نمبر ۲۵۵۵)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولف مرحوم نے عید میلاد النبیؐ منانے والوں کا رد کیا ہے ۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ۔

"جس نے اسلام میں اچھا طریقہ شروع کیا اس کو اپنے اجر کے ساتھ ساتھ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے والے تمام لوگوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا ۔ اور جس نے بُرا طریقہ شروع کیا اس کو اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ اس طریقہ پر چلنے والے تمام لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا ۔"

یہ بحث بہت دلچسپ ہے اور مطالعہ کے قابل ہے ۔

اس مسئلہ پر حسب ذیل کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں ۔

۱ - علامہ تاج الدین فاکہانی کا مختصر رسالہ ۔

۲ - "المدخل" مؤلفہ 'ابوالحجاج'

۳ - علامہ بشیر الدین القنوجی کی کتاب بنام

"غایۃ الکلام فی تحقیق المولد والقیام"

مولف مرحوم لکھتے ہیں کہ عید میلاد النبیؐ کی بدعت کے بارے میں بہت سے اقوال ہم نے اس رسالے سے نقل کئے ہیں ۔ یہ بحث قابل مطالعہ ہے اور اس لئے بھی اہم ہے کہ آج کل برسیوں کی بھرمار ہے ۔ حتیٰ کہ جو لوگ میلاد النبیؐ کے قائل نہیں وہ بھی سیاسی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں کی برسیاں منانے میں پیش پیش ہیں ۔

اللّٰھم اھدنا وایاھم الیٰ سواء السبیل ۔ آمین ثم آمین ۔

۷ - جدید معتزلہ اور ملاحدہ کے شبہات کے جواب کی مثال

صفحہ ۱۸۴ ، جزء ۲ میں امام نسائی حدیث لاتے ہیں ، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ : ۔

" اگر کسی کے کھانے کے برتن میں مکھی پڑجائے تو اُس کو پوری طرح ڈبو دو ۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی روایت میں ہے کہ اس کے ایک بازو میں شفاء اور دوسرے بازو میں بیماری ہے لیکن جب وہ گرنے لگتی ہے تو اس پر کو آگے بڑھاتی ہے یا اس کے ذریعہ بچاؤ کرتی ہے جس میں بیماری یا زہر ہے:

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ اگر اس کے دوسرے پر یا بازو کو کھانے یا پانی میں ڈبو دیا جائے تو اس زہر کا تریاق مہیا ہو جاتا ہے جو پہلے بازو میں ہے۔ جدید طب نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ مؤلف مرحوم نے اس عنوان پر مفصل گفتگو کی ہے۔ اور اس میں زیادہ تر انہوں نے حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ زاد المعاد : مؤلفہ: حافظ ابن القیمؒ

۲۔ مشکلات الحدیث النبویۃ : مؤلفہ : شیخ عبداللہ القصیمی النجدی

اس کتاب کا ترجمہ ادارۃ اشاعۃ السنۃ لاہور سے عرصہ ہوا شائع ہوا تھا۔ اس کا ترجمہ مولانا نصرۃ اللہ بالیرکوٹلوی المعروف محمد عاصم الحدادؒ نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں کیا تھا۔ یہ ترجمہ اس قابل ہے کہ ضروری اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جائے، کبھی موقعہ ملا تو اس موضوع پر مستقل مضمون لکھا جائے گا۔

اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن کو آج کل کے معتزلہ اور ملاحدہ رد کر دیتے ہیں۔ مؤلف مرحوم نے تصویر کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور ان لوگوں کے شبہات کا جواب دیا ہے جو تصویر شمس کو یعنی: فوٹوگرافی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یعنی اُن کے نزدیک اگر ہاتھ سے تصویر بنائی جائے تو ناجائز ہے لیکن اگر آج کل کے جدید طریقہ سے مشین کے ذریعہ فوٹو اتارا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شراب پرانے طریقہ پر کشید کی جائے تو حرام ہے لیکن اگر آج کل کی ایجاد کردہ مشین کے ذریعہ شراب بنائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ تصویر کا یہ فتنہ بہت عام ہو گیا ہے خاص طور پر عورتوں کی تصاویر نہایت ہی شوخ، رنگین شکل میں شائع کی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اسلام کے حامی اخبارات اور ہفت روزے بھی اس گندے تالاب میں کود گئے ہیں۔ تصویر کی بحث کے لئے مطالعہ کیا جائے: جلد۲ صفحہ ۲۹۶ ۔ یہ پوری بحث قابل قدر اور مطالعہ کے لائق ہے۔

۸۔ بعض کلماتِ حدیث کی عربی قواعد (نحو و صرف) کے لحاظ سے تحقیق کی مثال

صفحہ ۴۳، جزء ۲، میں مؤلف مرحوم نے: حافظ سیوطی کے حوالہ سے لفظ "اُمّیّین" کی تحقیق خوب شرح و بسط کے ساتھ کی ہے۔

دوسری مثال صفحہ ۱۰۲ جزء اول میں (کتاب الافتتاح) میں صحابی فرماتے ہیں۔

"إِذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ . . ."

اصل میں عبارت یہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" اِذَا ابْتَدَأَ فِی الصَّلٰوۃِ بِالتَّکْبِیْرِ . . . "

یہاں پر لفظ "تکبیر" کو نصب دیا گیا ہے ۔حرفِ جار کے حذف کی بنا پر ، جس کو نحویوں کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے ۔ منصوب بنزع الخافض "

اس طرح حدیث " مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَیْئٌ یُوْصِیْ فِیْهِ . . . " کا اعراب اور ترکیبِ نحوی کو بڑے اچھے انداز میں حل کیا گیا ہے ۔

۹ - بعض مشہور تاریخی واقعات کی تصحیح کی مثال

بعض حلقوں میں "مسئلہ رفع الیدین" کے بارے میں ایک مناظرہ کا واقعہ مشہور ہے جس کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی گئی ہے ۔مؤلف مرحوم نے پوری تحقیق کے ساتھ اور محدثانہ تنقیدی رنگ میں اس واقعہ کو غلط قرار دیا ہے ۔

مؤلف مرحوم نے تفصیلی بحث کے لئے علامہ محمد معین الدین السندی الحنفی کا حوالہ دیا ہے ۔

ان کی کتاب کا نام " دراسات اللبیب " ہے ۔ صفحہ ۱۷۷، ۱۸۵ ۔

اس بحث کا خلاصہ مؤلف مرحوم نے صفحہ ۱۰۲ جزء اول میں تحریر فرمایا ہے ۔

دوسری مثال صفحہ ۱۶۶ جلد اول میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حضرت معاویہؓ سے صلح کی تحسین کی گئی ہے ۔اور اس واقعہ کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔

تیسری مثال ، صفحہ ۱۷۷ جلد اول ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات کی تاریخ کا تعین علمی تحقیق کے ساتھ کیا گیا ہے ۔

۱۰ - اصل متن میں جن آیات کا تذکرہ ہوا ہے اُن کی واضح تفسیر کی مثال

اصل کتاب سُنن نسائی میں ، متعدد آیات بھی مذکور ہوئی ہیں ۔مؤلف مرحوم نے مفسرانہ انداز میں ان آیات کی تشریح قابلِ قدر تحقیق کے ساتھ کی ہے ۔ مثلاً : جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ پر سورہ فرقان کی آیت فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ .... (سورہ فرقان آیت ۷۰)

اِس آیت کی تفسیر میں ، تفسیر ابن کثیر اور حافظ ابن القیمؒ کی مشہور کتاب " مدارج السالکین " سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال درج کئے گئے ہیں ۔ایک قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ ہر گناہ پر توبہ کرنا بجائے خود ایک نیکی ہے ۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : مدارج السالکین جلد ا صفحہ ۱۶۰ ۔

"مباحث مہمہ" کی فہرست میں ص ۔ پر "فاولئك" کے بعد " الذین " اضافہ کر دیا گیا ہے جو غلط ہے ۔آئندہ طباعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں تصحیح کر دی جائے۔

۱۱۔ اصولِ فقہ کے اہم مباحث کے بارے میں سیر حاصل گفتگو کی مثال

۱۔ صفحہ ۱۳۰ جلد دوم پر قیاس کے بارے میں مفصل اور محققانہ انداز میں بحث کی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قیاس صحیح اور (۲) قیاس فاسد۔

قیاس صحیح وہ ہے جو نص کے نہ ہونے کی صورت میں ضرورت کی بنا پر کیا جائے

اور قیاس فاسد وہ ہے جو نص کے مقابلے میں اختیار کیا جائے۔

اس بحث میں ان لوگوں کی بھی تردید کی ہے جو قیاس کے مقابلے میں بے احتیاطی برتتے ہیں اور ان کا بھی رَدّ کیا گیا ہے جو مطلقاً قیاس کے مخالف ہیں۔

مؤلف مرحوم نے مفصل بحث کے بعد لکھا ہے کہ مزید تفصیل کے لئے حسب ذیل تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۔ الرسالۃ : مؤلفہ امام شافعیؒ صفحہ ۵۹۹

۲۔ فتح الباری لابن حجرؒ : جلد ۶ : صفحہ ۶۷۳

۳۔ کتاب بیان العلم مؤلفہ حافظ ابن عبدالبرؒ

۴۔ مجموعۃ الرسائل والمسائل مؤلفہ : امام ابن تیمیہؒ، جلد ۵ ص ۲۱

قیاس پر پوری مفصل بحث حافظ ابن قیمؒ کی معرکہ آراء کتاب ”اعلام الموقعین“ میں ملتی ہے۔

ایک ضروری وضاحت

قیاس کی بحث اجتہاد کے عنوان کے ماتحت ایک وسیع شعبہ ہے۔ اجتہاد کے بارے میں ایک خیال تو یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بالکل بند ہے۔ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی اسے نہیں کھول سکتا۔ دوسرا رُخ یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھلا ہے۔ حتیٰ کہ آج کل کی منتخب اسمبلیاں بھی اجتہاد کر سکتی ہیں۔ حالانکہ اسمبلی کے ممبران کی اکثریت دینی علوم سے بے بہرہ ہوتی ہیں، ایک ثقافتی بزرگ نے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بٹائی وغیرہ سے متعلق بعض ہدایات دی ہیں۔ تو اس سے اس بات پر استدلال کرنا کہ اسلام کے نزدیک اصل چیز ملکیت ہے۔ قطعاً غلط اور غیر حکیمانہ استدلال ہے۔“

غور فرمائیے کہ اسلام کو اس سے آخر کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ معاشرہ انسانی نے وقت کی سیاسی اور اقتصادی مجبوریوں کی بنا پر ملکیت کا کیا تصور قائم کیا ہے اور کن شرائط کے تحت جائز قرار دیا ہے۔“ کتاب اجتہاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۔یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء کی حرفیت پسندی غلط ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تمام اسلامی احکام دو حصوں میں تقسیم ہونے چاہئیں ۔ ایک تعبدی ، دوسرا غیر تعبدی ، یا ایک دنیوی ، دوسرا اُخروی ، مولانا مرحوم یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ تمام اسلامی احکام کی بنیاد دو ستونوں پر ہے ۔ایک عدل اور دوسرا احسان ، اس لئے ان ہی ستونوں پر اسلامی احکام کی بنیاد رکھی جائے ۔چنانچہ زمین کے تمام معاملات ، مثلاً مزارعت ، مساقاۃ وغیرہ کو غیر تعبدی یا خالص دُنیوی قرار دیتے ہیں ۔جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے ۔اگر اجتہاد کے اس تصوّر کو مان لیا جائے تو ان تمام احادیث پر بلکہ قرآنی آیات پر خطِ نسخ کھینچ جاتا ہے جن کا تعلّق معاملات سے ہے ۔خواہ وہ سیاسی ہوں یا معاشی یا معاشرتی ۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ چراغ راہ کراچی اسلامی قانون نمبر جلد ۱ صفحہ ۱۶ سنہ ۵۸ء [۱]

اس عنوان پر مفصّل بحث کی ضرورت ہے اگر موقعہ ملا تو آئندہ ان شاء اللہ گفتگو کی جائے گی ۔ وبیدہ التوفیق ۔

(۲) مؤلف مرحوم نے صفحہ ۳۰۲ پر اجماع کی حجت کو بیان کیا ہے ۔ یہ بحث بھی اپنی جگہ بڑی اہم اور قابلِ مطالعہ ہے ۔ اس بحث پر تفصیلی مطالعہ کے لئے مؤلف مرحوم نے حسب ذیل کتب کا حوالہ دیا ہے ۔

۱ ۔ اصُولِ فقہ ۔ مؤلفہ الخضری ۔صفحہ ۲۸۰ ۔ ۲ ۔ المستصفیٰ للغزالی

۳ ۔ الاحکام لابن حزم الظاہری ۴ ۔ ارشاد الفحول للشوکانی

۵ ۔ کشف الاسرار مؤلفہ عبدالعزیز البخاری الحنفی ۶ ۔ الاحکام للآمدی الشافعی

۷ ۔ مجموعۃ الرسائل والمسائل مؤلفہ امام ابن تیمیہ ؒ ۔

۱۲ ۔ اہلِ تصوّف کے غلط استدلال پر تنقید کی مثال

اس دَور کے بعض صوفیہ حضرات نے اپنے خودساختہ سماع کے جواز پر ، دَف والی حدیث سے استدلال کیا ہے مصنّف

---

[۱] زمان ومکان اور احوال وظروف کے تغیر سے قرآن وسُنّت کے منصوص احکام میں تبدیلی کی جا سکتی ہے اور مصالح اُمّت کی بنا پر تغیّر کیا جا سکتا ہے یہ بڑا اہم موضوع ہے ۔اس بارے میں ملتا جلتا موقف مولانا مودودی مرحوم کا ہے ملاحظہ ہو مضمون " حکمت عملی " شائع شدہ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۱۹۵۶ء یعنی مصنّف کتاب " اجتہاد " اور مولانا مودودی دونوں کا مسلک قریب قریب ہے

اصل معاملہ یہ ہے کہ اس بارے میں اعلام الموقعین مؤلفہ حافظ ابن القیم ؒ کی ایک عبارت سے مغالطہ ہوا ہے ۔

ضرورت ہے اس قسم کے مغالطہ کا پردہ چاک کیا جائے ۔ اس اہم عنوان پر آئندہ بشرطِ صحت وفرصت لکھا جا سکتا ہے ۔یہاں اتنی وضاحت ضروری ہے کہ اجتہادی مسائل میں تبدیلی ہو سکتی ہے اس لحاظ سے اسلامی فقہ تغیّر پذیر ہے ۔لیکن جو احکام نصِّ صریح سے ثابت ہیں یا جن پر اُمّت کا اجماع ہے ان کے لئے ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانا خطرناک ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحوم نے اس مغالطہ کی پوری طرح نقاب کشائی کی ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ جلد ۲ صفحہ ۱۸۔

۱۳۔ مشکل احادیث کی دلنشین تشریح کی مثال

مؤلف مرحوم نے بعض مشکل احادیث کو حل کیا ہے اور جو اشکالات و اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں، اُن کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ مثلاً: عبداللہ بن اُبی (منافق) کے جنازے کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کے بارے میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور تمام شبہات کا جواب دیا ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، جلد اوّل (کتاب الجنائز)

۱۴۔ تعارض والی روایات میں تطبیق کی مثال

بہت سی ایسی روایات ملتی ہیں جن میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہے۔ مؤلف مرحوم نے نہایت ہی اچھے انداز میں تمام مختلف روایات میں تطبیق دی ہے۔ مثلاً "غنیٰ" یعنی خوشحالی کی حد کیا ہے؟
اس بارے میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مؤلف مرحوم نے شاہ ولی اللہ مرحوم کی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" سے عبارت نقل کی ہے جس سے تمام متعارض روایات کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔
ملاحظہ ہو، التعلیقات السلفیہ، جلد اول صفحہ ۲۹۷۔

مؤلف مرحوم نے مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ مباحث مُہمّہ کی فہرست میں تقریباً ۳۰۰ سے زیادہ مباحث پر محققانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔ نوجوان اہل علم آگے بڑھیں اور ان مباحث کو اُردُو دان طبقے کے لئے سلیس اُردو کا جامہ پہنائیں۔ اگر صحت و فرصت ہوئی تو راقم الحروف بھی اس سلسلہ میں تعاون کرسکتا ہے۔ مؤلف مرحوم کی بعض تحقیقات ایسی ہیں جن سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے۔ اُس کی تفصیل بھی کسی دوسرے موقع پر پیش کی جاسکتی ہے۔
آخر میں گزارش ہے کہ کتاب کی کتابت اور طباعت میں غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ خاص طور پر رقم الحدیث یعنی حدیث کے نمبر اور صفحات کی تعیین میں بہت تساہل سے کام لیا گیا ہے۔ آئندہ اس معاملہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آئندہ اس کتاب کی طباعت درمیانی سائز پر ہو۔ اور رسم الخط نمایاں ہو۔ خاص طور پر تعلیقات کے حروف واضح انداز میں لکھے جائیں۔ یہ مقالہ خاص محنت سے لکھا گیا ہے بلکہ املاء کروایا گیا ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس سخت کاوش کے باوجود "التعلیقات السلفیہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حق ادا نہیں ہو سکا [1]

دیکھئے مزید لکھنے کا کب موقعہ ملتا ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ تفصیل سے الاعتصام کے ناظرین کرام یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ التعلیقات السلفیہ کے مؤلف مرحوم نہ صرف حدیث اور علوم حدیث بلکہ تمام اسلامی علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ وہ اپنے قوی حافظہ اور وسیع مطالعہ کی بنا پر ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ ایسی جامعیت کے حامل افراد اب کہاں ملیں گے؟ نور اللہ قبرہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

پھر سب سے بڑی خوبی یہ بھی کہ بے مثال صلاحیت وقابلیت کے باوجود شہرت وناموری کے جذبات سے بالکل پاک تھے۔ ان کے ظاہری لباس کو دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس گدڑی میں کیا لال چھپے ہوئے ہیں اور کیا قیمتی ہیرے، جواہرات پوشیدہ ہیں۔ قدر گوہر شاہ داند یا داند جوہری۔ ایسے قابل جوہر کی عبید الدنیا کیا قدر کر سکتے ہیں؟ والی اللہ المشتکیٰ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السید پیر محب اللہ شاہ راشدی
سعید آباد - حیدر آباد سندھ

۲۱ر جنوری ۱۹۹۵ء م ۱۹ر شعبان ۱۴۱۵ھ

المقالۃ الوفیۃ بمزایا التعلیقات السلفیۃ

حضرت پیر صاحب راشدی رحمہ اللہ کا ایک مضمون حضرت مولاناؒ کی شخصیت وعظمت پر قارئین کرام پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں حضرت پیر صاحب علیہ رحمۃ نے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی سب سے زیادہ اہم اور نہایت وقیع کتاب "التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی" کے امتیازات اور خصوصیات کو واضح کیا ہے۔ اہل علم کے لئے بطور خاص اس مضمون کا مطالعہ بہت مفید ہے۔
(ص، ی)

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے جو کتاب وسنت کی خدمات انجام دی ہیں ان کو کسی طرح بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اس سلسلے میں ان کی بے شمار تحریرات جو باقیات صالحات کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کی قدر وقیمت کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ ان کا نصب العین اور مقصد زندگی بس اللہ کی کتاب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خدمت ہی تھا۔ ان کی شخصیت کی قدر وقیمت اور ان کی علمی و دینی کاوشوں کی برتری وفوقیت کا اندازہ بھی تب ہوا جب مرحوم اپنی آخری آرام گاہ میں نومۃ العروس کی نیند سو گئے۔ کاش ہمیں اس بزرگ ہستی کا احساس ان کے داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لئے چلے جانے سے پیشتر ہوتا۔ بہرحال اللہ کی مبنی برحکمت قضاء پر بندہ کو راضی رہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ اس وقت میرا مقصود حضرت مولانا کے متعلق یا ان کی جملہ تحریرات وتصنیف کے بارے میں کوئی مقالہ قلم بند کرنا نہیں، بلکہ ان کی بے شمار قلمی خدمات میں سے "التعلیقات السلفیۃ" جو امام نسائیؒ کی "المجتبیٰ" پر حضرت مولانا نے تحریر فرمائی ہیں) کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ کتب حدیث میں امام نسائیؒ کی "المجتبیٰ" کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے۔ صحیحین کے بعد یہی کتاب ہے جس میں صحاح وجیاد احادیث کا بڑا ذخیرہ ہے۔ اس میں ضعیف ومردود احادیث کی تعداد بھی کافی حد تک کم ہے پھر ابواب کے تراجم میں فقہ الحدیث دالسنۃ کا وہ مظاہرہ فرمایا ہے کہ بایدو شاید اس کی اور بھی امتیازی خصوصیات ہیں جو بغور مطالعہ کرنے والے پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیاں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت مجھے "المجتبیٰ" کی خصوصیات کا بیان کرنا مطلوب نہیں۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سنن نسائیؒ کی اس اہمیت اور گوناگوں خصوصیات کے باوصف کتنی عجیب بات ہے کہ کسی عالم و فاضل نے اس اعلیٰ درجہ کی کتاب کی ایسی کامل و مکمل شرح نہیں لکھی جس سے اس کتاب کے مطالب و مضامین اور اس کے اندر درج شدہ احادیث کی شرح کا فرض کما حقّہ ادا ہو جاتا۔ اگر کسی ایک دو نے لکھی بھی تو وہ معدوم ہو گئی۔ البتہ چند علماء نے ان پر حواشی ضرور لکھے، ان سے پوری تشفّی نہیں ہوتی۔ اور ایک طالب تحقیق کی تشنگی باقی رہتی ہے۔ اس لئے وقت کی اشد ضرورت تھی کہ کوئی مردِ میدان نکلے اور حدیث کی اس اہم کان کے مکنونات اور پوشیدہ خزائن سے پردہ اٹھائے اور اس کی مکمل شرح نہیں تو کم از کم اعلیٰ جامع تعلیق ہی سپردِ قرطاس کرے اور یہ سعادت اللہ تعالےٰ نے حضرت الاُستاذ مولانا محمدؒ عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے لئے مقدر فرمائی تھی۔ لہٰذا حضرت مولانا مرحوم نے قلم اٹھایا۔ اور "التعلیقات السلفیۃ" کی صورت میں ایک جامع حاشیہ قلم بند فرما دیا۔ مولاناؒ کے سامنے پہلے سے چار حواشی موجود تھے۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی کی زہر الرُبیٰ (۲) حاشیۃ العلاّمہ ابی الحسن محمد بن عبدالہادی السندی (۳) التعلیقۃ اللطیفۃ للعلاّمۃ الشیخ حسین بن محسن الانصاری (۴) الحواشی الجدیدہ للعلاّمہ ابی عبدالرحمٰن محمد الفنجابی، جس کی تکمیل علامہ ابو یحییٰ محمد بن کفایت اللہ الشاہجہانفوری نے کی۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے ان چاروں کو "التعلیقات السّلفیۃ" میں جمع فرما لیا۔ اس طرح کہ ان چاروں حواشی میں سے جہاں کوئی مزید یا نیا فائدہ نظر آیا اس کو ذکر فرما دیا۔ اور اسی کتاب کے نام کا حوالہ بھی ساتھ ہی دے دیا۔ لیکن یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں صرف ان ہی حواشی اربعہ کے محتویات ہی کو جمع کر لیا ہے بلکہ مزید تحقیقاتِ انیقہ (جن کی تفصیل آ رہی ہے) کے علاوہ ان ہی حواشی میں سے جو کچھ نقل فرمایا ہے ان پر بھی اپنے خداداد فہم و ادراک، تفقہ و تدبّر کے مزید فوائد تحریر فرما کر ان حواشی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ان حواشی اربعہ کے علاوہ تفاسیر۔ احادیث کی کتب، شروح احادیث، کتب لغت، خصوصاً وہ کتب جو غریب الحدیث کے سلسلہ میں لکھی گئی تھیں۔ کتب فن الرجال، فقہاء، مجتہدین، محدثین عظام کے اقوال و نصوص اور بہت سے ذرائع و وسائل علمیہ سے دل کش پیرائے میں ذکر فرمائے ہیں کہ اس طرح "التعلیقات السلفیہ" ایک مستقل کتاب بن گئی ہے۔

حضرت مولاناؒ کا اس کتاب میں منہج

اوّلاً باب کے ترجمہ یا عنوان میں کوئی نقطہ یا جملہ وضاحت طلب ہوتا ہے تو اس پر رقم لگا کر اسکی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ پھر حدیث کی سند میں کسی راوی کے نام کے تلفظ میں شبہ ہو سکتا تھا تو اس کا بھی صحیح تلفظ بیان فرما دیتے ہیں۔ اگر کہیں راوی مہمل ہے تو اس کے متعلق بھی وضاحت فرما دیتے ہیں کہ اس سے مراد فلاں بن فلاں ہے۔

ان رواۃ کے ساتھ کہیں کہیں ایسے انساب مذکور ہوتے ہیں جس کی وضاحت بھی ضروری ہوتی ہے تو ان کو بھی واضح فرما دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواۃ پر جرحًا و تعدیلًا کا کلام بہت کم کیا ہے۔ اگرچہ اس سے کتاب کی اصل افادیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ پڑا ہے تاہم اس سلسلہ میں اگر مزید کاوش کی جاتی تو یہ مزید فائدہ اور سونے پر سہاگہ کا کام دیتا۔ اس کے بعد متن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جو لفظ یا جملہ اس میں غریب ہوتا ہے یا جس کے لغوی معنی سمجھ میں مشکل سے آتے ہیں یا اس کے لغوی معنی بیان کرنے سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ تو ان الفاظ کی کتب لغت خصوصًا کتب غریب الحدیث مثلاً "مجمع بحار الانوار" سے ان کے معانی نقل فرما کر کافی حد تک وضاحت فرما دی جاتی ہے۔ اس طرح اس بیان کردہ معنی پر تھوڑے سے غور کرنے سے اصل مسئلہ کے سمجھنے میں کافی حد تک آسانی ہو جاتی ہے۔ کہیں کہیں ترجمۃ الباب اور اس کے تحت لائی ہوئی حدیث کی مطابقت بھی بیان فرما دیتے ہیں۔ بسا اوقات حدیث مبارک کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں کہ جس پر غور کرنے سے نمایاں طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ امام نسائیؒ اس ترجمۃ الباب سے دراصل دو مختلف حدیثوں کے درمیان تطبیق و توفیق کی ایک راہ بتا رہے ہیں جیسا کہ "الرخصۃ فی البول فی الصحراء قائماً" اور "الرخصۃ فی ذلک فی البیوت" وغیرہ سے ظاہر ہے۔ پھر حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کا بیان سہل اور دل نشین اسلوب و انداز میں کیا جاتا ہے۔ مختلف علماء کا موقف اور ان کے دلائل اور احادیث یا آیات قرآنی سے ان کی تائید اور آخر میں مقام کی کما حقہ تحقیق کی جاتی ہے اور راقم الحروف کی ناقص رائے میں اکثر و بیشتر مقامات پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہی دقیع اور صحیح ہوتی ہے۔ ہر مسئلہ اور بات میں سلف صالحین کی راہ سے ہٹنے نہیں پاتے۔ (فجزاہ اللہ خیر الجزاء) اسی اثناء میں بہت سے متعلقہ فوائد بھی جا بجا انمول موتیوں جواہر کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔

التعلیقات السلفیہ کے چند خصوصی امتیازات

(ا) احادیث میں ایسے الفاظ اور جملے آتے ہیں جن کے معانی و مطالب میں چند محتملات ہوتے ہیں۔ ان حواشی اربعہ میں یا کسی دوسری حدیث کی کتاب کی شرح میں ان محتملات میں کسی ایک کی تعیین ذکر کی جاتی ہے۔ اور اسی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن بسا اوقات (جیسا کہ میں نے دیکھا ہے) اس تعیین و ترجیح کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے ذکر نہیں کی جاتی۔ ایسے مواقع پر حضرت مولانا قلت کہہ کر اس کی تائید میں آیت یا حدیث مع حوالہ کتب درج فرماتے ہیں جس سے واضح طور پر ان چند محتملات میں سے ایک کی تعیین کی دلیل فراہم ہو جاتی ہے اور شراح کرام یا محشی کی ترجیح مدلل اور قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور چند مواقع پر تو دو تین بلکہ اس سے بھی زیادہ مؤیدات کا ذکر فرماتے ہیں جس سے بات کافی حد تک مضبوط ہو جاتی ہے اور شبہات باقی نہیں رہتے۔

ب۔ ان حواشی اربعہ میں جو مسائل احادیث سے ثابت یا مستنبط ہوتے ہیں وہ اگر ما بین العلماء مختلف فیہا ہیں تو یہ محشین حضرات کرام ان میں سے جس جانب کو ترجیح دیتے ہیں ان پر دلائل بھی قائم کرتے ہیں لیکن کئی بار یہ مسائل تحقیق کے لحاظ سے تشنہ تکمیل رہ جاتے ہیں، بحث و تمحیص کا جو حق ہے وہ کما ینبغی ادا نہیں ہوتا اور قاری اپنی تشنگی کو اور بھی شدت سے محسوس کرنے لگتا ہے لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر جگہ ــــ غالبًا ــــ اس مسئلہ کی تحقیق میں اور ایک جانب کو ترجیح دیتے وقت بحث و تمحیص میں کافی تفصیل و وسعت بیان سے کام لیتے ہیں۔ اور جس بات کو اپنے علم اور خداداد فہم کے مطابق صحیح سمجھتے ہیں۔ اس کا بیان اور اس کی وضاحت دلائل کی روشنی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ اکثر مواضع پر کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہیں رہ جاتا۔ اور میں نے تجربہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے کہ میرے ناقص علم میں آں محترم اُستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق ہی صحیح نظر آتی ہے۔ اس قسم کے مواضع "التعلیقات السلفیۃ" میں بے شمار مواضع میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

میں یہاں صرف مشتے نمونہ اَز خروارے، دو ہی امثلہ پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کرام ان مباحث کا مطالعہ فرما کر خود اندازہ کرلیں لیکن شرط یہ ہے کہ قاری کریم خالی الذہن ہو اور کسی ایک جانب پہلے ہی مائل نہ ہو یا اگر پہلے سے ایک مسئلہ اختیار کر چکا ہے لیکن وہ منصف مزاج اور غیر متعصب ہو پھر تو ان شاءاللہ اس کو حق معلوم ہو جائے گا۔

مثال ع۱ ۔ کتے نے جس برتن میں منہ ڈالا ہو حدیث میں اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے لیکن حنفیہ اس کے مخالف ہیں۔ یہاں بھی حضرت مولانا کی تحقیق دیکھنے کے قابل ہے۔ دیکھئے حدیث ع۳۳۹ پر تعلیق۔

(۲) تیمم میں کتنی ضربات ضروری ہیں اور یہ تیمم کفّین تک ہونا چاہیئے یا کہنیوں تک، دیکھئے حدیث ع۳۱۳۔

(۳) نمازِ عصر کا کیا وقت ہے اس کا بیان اور اس سلسلہ میں حنفیہ کا جو قول ہے کہ یہ مثلین سے شروع ہوتا ہے اس کے دلائل پر بحث۔ دیکھئے حدیث نمبر ۵۰۳ ۔ ۵۰۵ ۔ ۵۰۵۔

(۴) مُردوں کا زندہ کے اعمال سے انتفاع کا مسئلہ، دیکھئے حدیث نمبر ۱۷۶۸ ۔ ۳۷۸۵۔ یہ خیال رہے اس فقرہ میں موازنہ زیادہ تر ان چار حواشی اور "التعلیقات السلفیۃ" کے درمیان میں ہے۔

(۵) بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اصلی لغوی معنی اور مصطلح معنی دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں، ایسے الفاظ کی اچھی طرح وضاحت و تشریح۔ مثلاً تاویل و تفسیر کے معنی۔

آخر میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب و انداز کی داد دیے بغیر رہا نہیں جا سکتا کہ جو تحقیق کسی مسئلہ میں ان کی ہوتی تھی۔ اس کو اگرچہ دلائل سے پوری طرح مبرہن بنا دیتے اور کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑتے تھے، لیکن کسی جگہ بھی تحمل و متانت، وقار و انسانیت کو نہیں چھوڑتے۔ اور کسی ایک جگہ پر بھی ان کی تحقیق کے مخالفین پر نہ تو طعن و تشنیع کیا نہ کسی کے بارے میں ناروا طنز و بے جا تعریض سے کام لیا اور نہ ہی ان پر پھبتیاں کسیں حالانکہ ان کے عصر سے لے کر اب تک بہت سے مصنفین کی یہ حالت دیکھی جا رہی ہے کہ اپنے مخالفین پر بے جا تنقید کے شوق میں اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ بسا اوقات ذاتیات پر حملہ تک کے لئے نیچے اتر آتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔ لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو یا اپنی کسی دوسری تصنیف کو اس قسم کے ناروا اسلوب و انداز سے داغدار نہیں بنایا۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اب میں اس مختصر رسالہ کو ختم کرتا ہوں، میرا مقصد "التعلیقات السلفیۃ" کے محاسن کا بالاستیعاب ذکر کرنا نہ تھا میں نے صرف چند امثلہ پیش کر کے قارئین کرام کو اس کتاب کی تھوڑی سی جھلک دکھا دی ہے۔ اگر کسی کو کتاب کی جملہ خوبیوں کو دیکھنا ہے تو کتاب صلائے عام دے رہی ہے۔ ہر طالب تحقیق آئے اور کتاب کو نئے سرے کے ساتھ مطالعہ کر کے اپنی جھولی انمول جواہر اور موتیوں سے بھر لے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری
بنارس۔ ہندستان

علومِ سلف کی رمز آشنا ایک عظیم شخصیت

اس قحط الرجال کے زمانے میں علامہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی خبرِ وفات سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ وہ عرصہ سے بیمار چل رہے تھے۔ اور ہم سب جانتے تھے کہ اس مرض کا اختتام کہاں ہوتا ہے۔ پھر بھی ان کی رحلت کے بعد جماعتی و علمی حلقہ میں جس عظیم خلا کا احساس ہو رہا ہے اس کا پہلے سے تصور نہ تھا، علم و تحقیق اور زہد و تقویٰ کی جو مسند خالی ہوئی ہے اس کا آباد ہونا ربِ کریم کے فضل سے بعید نہیں، لیکن اسی کے پیارے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا سے علم کے اٹھنے کی یہی صورت ہے کہ علماء اٹھا لئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اور صبر و ثبات کی توفیق بخشے۔ آمین

مولانا مرحوم کی سیرت اور ان کے محاسن و کمالات پر روشنی ڈالنا مجھ بے بضاعت کا کام نہیں، ان کے ساتھ رہ کر ان کے گوناگوں کمالات کا ادراک و مشاہدہ کرنے والے اربابِ قلم اس موضوع پر مفصل روشنی ڈالیں گے، کیونکہ وہ اپنی نوعیت کے ایسے عالم تھے جن کی سیرت اور افکار و خیالات کا جماعت کی موجودہ و آیندہ نسلوں کے سامنے آنا ضروری ہے۔ مجھے مولانا سے نیاز نہ حاصل ہو سکا، لیکن دورِ تحصیل ہی سے ان سے باعقیدت وابستگی رہی اور بعض معاملوں میں ان کے مکاتیب بھی موصول ہوئے، اس لئے اپنے کچھ تأثرات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، یا بزبان استعارہ عقیدت کے کچھ پھول نذر کرنے کی جرأت کر رہا ہوں کیونکہ ہم پر مولانا مرحوم کا یہ بھی حق ہے۔

میری عربی تعلیم کے آغاز کا زمانہ تھا، ہند و پاک کے جماعتی پرچوں میں دہلی سے شائع ہونے والے "ترجمان" اور "اہلحدیث" کا پابندی سے مطالعہ ہوتا تھا، لیکن جن پرچوں کا انتظار و اشتیاق زیادہ رہتا تھا وہ "الاعتصام" (لاہور) اور بعد میں "رحیق" (لاہور) تھا۔ مولانا سے عقیدت و وابستگی کی یہی ابتداء تھی جو برابر مضبوط ہوتی گئی، ہر شمارہ میں ان کے مضمون یا تعلیق کی جستجو رہتی تھی۔ اور سب سے پہلے اسی کو مکرر سہ کرر پڑھا کرتا تھا۔ الاعتصام، رحیق اور منہاج کے آئے ہوئے شمارے آج بھی میرے پاس مجلد محفوظ ہیں۔ ان کے مضامین و مشتملات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کی صحافت کا جماعتی معیار کیا تھا، اور کس طرح وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعتی پرچوں کے ذریعہ دعوتِ عمل بالکتاب والسُّنّہ کو پروان چڑھانے کا تصوّر و جذبہ رکھتے تھے۔ ان کے مختصر مضامین افرادِ جماعت کی فکری تربیت کے لئے بسا اوقات ضخیم کتابوں سے زیادہ مفید و مؤثر ثابت ہوتے تھے، حالاتِ حاضرہ پر کتاب و سُنّت اور منہجِ سلف کی روشنی میں اُنہوں نے جو تبصرے کر دیئے۔ ان پر کسی طرح کا اضافہ مشکل ہے۔ سوز و تاثیر میں ڈوبی ہوئی ان کی تحریروں میں عالم و عامی ہر ایک کے لئے دلچسپی و استفادہ کے پہلو موجود تھے۔

مولانا مرحوم کے علمی و تحقیقی کارنامے متعدّد ہیں۔ اور ہر ایک کے اندر ان کی قوی علمی شخصیّت، مسلک سلف سے عشق اور بحث و تحقیق میں انفرادیت نمایاں ہے۔ فنِّ سیرت نگاری کا ماہر کوئی وسیع النظر محقق جب ان کی سوانح مرتّب کرے گا۔ تو ان علمی جواہر پاروں پر کماحقّہٗ روشنی ڈالے گا، اور ان کے محاسن و فضائل کو واضح کرے گا، فی الحال میں مولانا کے صرف دو کاموں پر سرسری اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں اور پیشگی یہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ کوئی جامع و مانع نقد و تبصرہ نہیں بلکہ مولانا کی بعض نگارشات سے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار ہے۔

عرصہ پہلے جب کان میں یہ آواز پڑی کہ مصری عالم شیخ محمد ابُوزہرہ کی ابن تیمیہؒ پر کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا مرحوم کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہو گیا ہے تو اُسے پڑھنے کا بے حد اشتیاق پیدا ہوا۔ کیونکہ ذہن میں یہ سوال گھوم رہا تھا کہ مصر کے معروف و متبحر عالم کی تحریر اور اُردو کے نامور مصنّف و ادیب کے ترجمہ پر مولانا نے کیا اضافہ کیا ہوگا؟ برسوں بعد جب کتاب پڑھنے کو ملی۔ تو مولانا کے علمی تبحر اور دقّتِ نظر اور جامعیّت کا اندازہ ہُوا۔ اور اس جملہ کی معنویت سمجھ میں آئی کہ کم ترك الأوّلُ للآخر۔

کتاب ابن تیمیہؒ کے اردو ایڈیشن میں تصدیر کے عنوان سے مولانا کا مقدمہ ۱۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک عام قاری ممکن ہے دیگر مقدموں کی طرح اسے سرسری طور پر پڑھ کر گذر جائے، لیکن باذوق اہل علم کے لئے اس میں بہت سے فوائد و نکات نظر آئیں گے، ابُوزہرہ کی شخصیّت، ابن تیمیہ پر ان کی کتابوں کا مرتبہ، موضوع سے متعلّق دیگر کتب کی حیثیت، ابن تیمیہؒ کے تعارف میں علمائے اہلحدیث کی مساعی، قدیم و جدید دَور میں مشاہیر علمائے اسلام پر ابنِ تیمیہ کے اثرات وغیرہ نقاط پر مولانا نے جس اختصار و جامعیت کے ساتھ تبصرہ کیا ہے اس کی مثال کم ملے گی۔

مولانا مرحوم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ابن تیمیہؒ کے مصنّف شیخ ابوزہرہ "خالص مسلک اہلحدیث سے براہِ راست زیادہ واقف نہیں" لیکن اس کے بعد اُنہوں نے فرمایا ہے کہ:۔

"مگر وہ اہلحدیث ہی کی طرح تقلیدی جمود کے مخالف اور سارے شعبہ ہائے زندگی میں احیاء و نفاذِ اسلام کے متمنّی اور داعی ہیں"

مولانا نے اردو ایڈیشن کا تعارف کراتے ہُوئے علمی امانت کے پیشِ نظر ان متعدّد تسامحات کا ذکر کیا ہے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں رہ گئے تھے اور جن کی انہوں نے اپنے استدراکات و تعلیقات سے تصحیح کی ہے۔ مولانا کے قلم سے نکلے ہوئے یہی جملے اور فقرے اس اردو ایڈیشن کی اصل امتیازی خصوصیت بلکہ کتاب کی جان ہیں۔ ذیل میں ہم صرف بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ شیخ ابوزہرہ نے ایک مقام پر حنابلہ اور دوسرے علماء کی باہمی مخالفت کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ:۔

"ابن تیمیہؒ نے حنابلہ کی طرف سے حفظ و دفاع کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ اور اس بات کی تردید کی کہ وہ فرقہ حشویہ کی طرح تجسیم یا تشبیہ کے قائل ہیں۔ الخ"

چونکہ یہ الزام آج بھی جماعتِ حقہ اہل حدیث پر لگایا جاتا ہے، اس لئے مولانا نے "فرقۂ حشویہ" کے لفظ پر تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"حشو کے لفظی معنی ہیں بھرتی کی چیز، عوام کے لئے بھی مستعمل ہے۔ سب سے پہلے فرقۂ معتزلہ کے بانی عمرو بن عبید نے یہ لفظ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق کہا تھا، اس کے بعد تحقیر کے طور پر اہلحدیث کو معتزلہ اس لفظ سے پکارنے لگے جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ قرآن و حدیث پر عقیدہ رکھنے والے یہ لوگ عام ذہن کے ہیں اور ہم لوگ (یعنی معتزلہ) مغزِ سخن تک پہنچتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ "عقل" کے دشمنی اور تقلیدِ جامد کے دلدادہ آج بھی اہل حدیث کو ایسے القاب بخش رہے ہیں۔

فما اشبه الليلة بالبارحة"

۲۔ شیخ ابوزہرہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اس فتوے پر کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں باطل ہیں اور ایک ہی طلاق کے حکم میں ہیں۔ یہ تاثر دیا ہے کہ امام نے اس مسئلے میں شیعہ فقہ کے اصول کو قبول کیا ہے۔ مولانا اس کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ تاثر درست نہیں، طلاقِ ثلاثہ کے مسئلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مسلک کی بنیاد صحیح مسلم اور مسند امام احمد کی صحیح و ثابت احادیث پر ہے جس میں صاف صراحت ہے کہ عہدِ نبوی و عہدِ صدیقی میں ایک دفعہ کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پھر صحابہ و تابعین کی ایک معتد بہ جماعت اور بعض محقق مالکی فقہاء کے مسالک کو بطور استشہاد بھی انہوں نے پیش کیا ہے۔ امام صاحب اور ان کے محقق تلمیذ حافظ ابن القیم نے اپنی تصانیف میں اس مسئلے پر جہاں جہاں تفصیلی بحث و تحقیق کی ہے اس میں شیعی فقہ سے تائید حاصل نہیں کی گئی، کیونکہ شیعی فقہ کی اس مسئلے میں صورت بھی الگ ہے اور بنیاد بھی دوسری علاوہ ازیں آپ کے درس و مطالعہ کے سلسلے میں شیعی فقہیات کا ذکر کسی جگہ نہیں، پھر نہ معلوم مصر کے بعض علماء کو یہ واہمہ کہاں سے ہو گیا ہے کہ امام صاحب اس مسلک میں شیعی فقہ سے متاثر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے جامد فقہاء نے اکثریت سے مرعوب ہو کر مسئلہ زیرِ بحث میں وارد شدہ صحیح احادیث کی عجیب عجیب توجیہات و تاویلات کی ہیں جن پر امام ابن تیمیہ جیسا محقق مطمئن نہ ہو سکا، اس لئے انہوں نے کسی تکلف میں پڑے بغیر ظاہر حدیث کے مطابق مسلک اختیار کر لیا۔"

۳۔ شیخ ابوزہرہ نے "اسلامی فرقے اور ان سے جنگ" کے زیر عنوان ایک مقام پر لکھا ہے کہ "امویوں نے علی مرتضیٰؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تہمت لگائی کہ خونِ عثمانؓ سے ان کا دامن بھی داغدار ہے۔"

مولانا اس پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے کہ کوئی ذمہ دار اموی (حضرت معاویہؓ یا حضرت عمروؓ بن العاص یا ان کی حیثیت کا کوئی شخص) حضرت علیؓ پر یہ تہمت لگاتا تھا۔ یہ افسانہ صحابہؓ کو بدنام کرنے کی غرض سے شیعوں نے گھڑا ہے۔ طبری (ص ۵۶۱ ج ۳) کی جس روایت پر یہ کہانی شہرت پا گئی ہے وہ سند کے مخدوش ہونے کی وجہ سے بالکل ناقابلِ اعتماد ہے۔ اس کے تین پے در پے راویوں کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کون تھے اور کیسے تھے۔ البتہ بات صرف قاتلین عثمانؓ سے قصاص کے مطالبہ کی حد تک درست تھی۔"

۴:۔ شیخ ابوزہرہ نے امام ابن تیمیہؒ اور امام غزالیؒ کے تفسیری مسالک پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول تفسیر کو پسند کرتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔ پھر غزالی کے وجوہ تنقید کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ :۔

"ان میں سے کوئی بات بھی اس امر میں مانع نہیں ہے کہ ہم قرآن کو اپنے اجتہاد سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ بشرطیکہ صحیح علمی بنیادوں پر قرآن فہمی کی قابلیت کسی شخص میں پیدا ہو چکی ہو۔"

اجتہاد سے قرآن سمجھنے کا دعویٰ یا اس کی خواہش انتہائی خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہے۔ تفسیر سے متعلق گمراہی میں پڑنے والے صوفیاء اور باطنی فرقہ کے تبعین کی مثالیں سامنے ہیں، سرسیّد مرحوم کی تفسیر بھی باعثِ عبرت ہے۔ ابھی حال میں نفقۂ مطلقہ سے متعلق ایک مسلم وزیر کا یہ استدلال کہ قرآن سے مطلقہ عورت کو وجوبی طور پر نفقہ دینا ثابت ہے، اسی اجتہادی فہمِ قرآن کا کرشمہ ہے۔ اس لئے مولانا نے "اجتہاد سے قرآن سمجھنے" کی عبارت پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے فرمایا ہے ۔

"قرآن میں تدبّر، غور اور اجتہاد ضرور کرنا چاہئے کہ فہمِ قرآن کے لئے یہ چیزیں لازمی ہیں، لیکن اجتہاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی بارے میں سلف کی تفسیر موجود ہو تو "اجتہاد" کے زور میں اس کی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے۔ اہلِ سنّت وحدیث اور اہلِ بدعت میں امتیاز یہ ہے کہ ثانی الذکر اپنے مزعومہ عقائد کے دلائل یا مطابقت تلاش کرنے کا نام "اجتہاد" رکھتے ہیں، اور تفسیر سلف کو خاطر میں نہیں لاتے، جب کہ اول الذکر اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں ۔

"جب لوگ اپنے ٹھہرائے ہوئے مذہب کی بچ میں دوسری تعبیریں کرنے لگیں اور ان کا مذہب صحابہؓ و تابعینؒ کے مطابق نہ ہو تو وہ لوگ اپنی اس غرض کے لئے معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقوں کے شریک کار بن جاتے ہیں ۔الخ"

۵:۔ عقائد کے باب میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مسئلہ بڑا اہم اور دقیق ہے۔ اس میں بڑے بڑے اساطین پھسل گئے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر سلف کا مسلک قدیم ان سے چھوٹ گیا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اور ان کے تلمیذ ابن القیمؒ نے اپنی متعدد کتابوں میں اس مسئلے میں مسلکِ حقّہ کی وضاحت کی ہے اور سلف کی راہ سے گریز کرنے والوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبہات کا جواب دیا ہے۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ کی ابتدائی پانچ چھ جلدوں میں اور ابن القیمؒ کی الصواعق المرسلۃ میں صفات سے متعلق مباحث کو یکجا دیکھا جاسکتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے جن علماء سے صفات کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں ایک امام غزالیؒ بھی ہیں شیخ ابوزہرہ نے غزالیؒ و ابن تیمیہؒ کے مابین وجوہ اختلاف بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ :۔

" غزالیؒ کہتے ہیں کہ ان الفاظ (یَد ، عَیْن ، وَجْه ، علو و هبوط وغیرہ) سے سلف امورِ معنوی مراد لیتے تھے۔ وہ ہاتھ سے وہ ہاتھ مراد نہیں لیتے جیسا ہمارا ہے۔ نہ علو سے مطلب اوپر چڑھنا اور ہبوط سے مراد نیچے اترنا لیتے ہیں ، اور یہی فارق جوہری ہے۔ اس مقام پر سلف کی طرف نسبت کے سلسلہ میں ابوزہرہ سے سخت تسامح ہوگیا ہے۔ اس لئے مولانا اس پر تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" سلف سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ وہ ان تاویلوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک مجلس میں ، میں نے المحدیث ، صوفیہ ، متکلمین اور فقہائے مذاہب اربعہ کی پچاس سے زائد کتابوں سے اپنے نقطۂ نظر کو مدلل ثابت کر دکھایا تھا ، اور چیلنج کر دیا تھا کہ میری طرف سے تاویل پسند حضرات کو تین سال کی مہلت ہے۔ اس مدت میں قرونِ ثلاثہ مبارکہ سے کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ سلف تاویلات کرتے تھے یعنی " ان الفاظ سے امورِ معنوی مراد لیتے تھے۔ تو میں تسلیم کرلوں گا اور اپنے دعوےٰ سے دست بردار ہو جاؤں گا "

امام صاحبؒ کے اس چیلنج کا اس وقت سے لے کر اب تک کوئی جواب نہیں دے سکا ، بھانت بھانت کی بولیاں ضرور بولی گئی ہیں لیکن سلف صالح سے تاویلات نہ ثابت ہو سکیں۔ فللّٰه الحمد "

۶۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے ضمن میں سب سے اہم مسئلہ قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا اٹھا تھا قرآن کو غیر مخلوق کہنے کی پاداش میں امام احمد بن حنبلؒ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ لیکن اس مردِ مومن نے کبھی بھی یہ اعتراف نہیں کیا کہ قرآن مخلوق ہے ، کیونکہ یہ بات اہل حدیث اور سلف صالح کے خلاف تھی۔

شیخ ابوزہرہ نے صفتِ کلام سے متعلق معتزلہ و سلف صالحین کے موقف پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

" قرآن کے بارے میں سلف صالح اور معتزلہ کے مابین کوئی خاص اختلاف باقی نہیں رہ جاتا "

شیخ ابوزہرہ سے اس رائے میں تسامح ہوگیا ہے ، مولانا استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" یہ سمجھنا امام صاحب کی تصریحات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آپ نے سینکڑوں صفحات میں بکرّات و مرّات ائمہ سلف اور معتزلہ کے مابین جوہری اور واضح فرق کو بیان فرمایا ہے۔ مصنف نے کسی وجہ سے شاید ان پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی "

مولانا نے آگے نمبروار تین وجوہ سلف اور معتزلہ کے مابین فرق کی لکھی ہیں۔ اور منہاج السنّۃ سے ابن تیمیہؒ کی ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے بعد نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں :۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اِن واضح حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ قرآن کے بارے میں سلف اور معتزلہ کے مابین کوئی خاص اختلاف نہیں؟ وآفتہ من الفھم السقیم"

۷۔ سُنّتِ نبویؐ پر بحث کے دوران ابُوزہرہ نے ابن تیمیہؒ کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے اس مسلک کی مخالفت کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے عمومِ قرآن کی مخالفت کا گمان کر کے بعض احادیث کو ترک کر کے اختیار کیا ہے، ابوزہرہ ابن تیمیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

" بہت سے اہل رائے (حنفیہ) نے اکثر احادیث (کے ثبوت) کا ایسی شرطوں کی وجہ سے انکار کر دیا ہے جو انہوں نے خود لگائی ہیں"

اس حساس موضوع پر تعلیق کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:۔

" بقول شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ متأخرین حنفیہ نے خود ہی ۔ قاعدے وضع اور تخریج کئے، بعدۂ جو حدیث کسی قاعدہ کے خلاف نظر آئی اس کو کسی نہ کسی طریقے سے مسترد کر دیا۔ پھر اس نوع کی چند مثالیں شاہ صاحب نے دی ہیں، ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۶۰۔ ۱۶۱ ج ا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں من اللطائف التی قلما ظفر جدلی لحفظ مذہبہ ما اخترعہ المتأخرون لحفظ مذہب ابی حنیفۃ وھی عدۃ قواعد یردون بھا جمیع ما یحتج بہ علیھم من الاحادیث الصحیحۃ" فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۴ ج اول۔

۸۔ تقلید سے ہٹ کر عمل بالکتاب والسّنّۃ کی دعوت کچھ لوگوں کو نامانوس اور جدید محسوس ہوتی ہے، معلوم نہیں یہ لوگ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ظہور اور ان کے مذاہب کی تدوین سے پہلے موجود صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس مسلک پر عمل پیرا مانتے ہیں۔ اور اس کی پیروی آج کس دلیل سے غلط یا غیر محمود قرار دی جاتی ہے۔

مذکورہ احساس ہی کا نتیجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کی متعدد عظیم شخصیتوں کو خواہ وہ علم و اجتہاد کے کتنے ہی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں، کسی نہ کسی تقلیدی مذہب سے وابستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحٰق بن راہویہؒ، امام ابن ابی شیبہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کے ساتھ یہی کچھ پیش آیا ہے، اور اس رویہ کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے سلسلے میں ابوزہرہؒ نے بھی اختیار کیا ہے، موصوف کی نظر میں ابن تیمیہؒ نہ تو مجتہد مستقل تھے نہ حنبلی مقلد بلکہ مجتہد منتسب کے منصب پر فائز تھے۔

ہمارے مولانا مرحوم اس نقطۂ نظر سے متفق نہیں، مذاہب و فرق کی تاریخ سے اپنی گہری واقفیت اور اصول و نظریات پر ماہرانہ نظر کی بنا پر وہ فرماتے ہیں:۔

"فنی قسم کی اصطلاحوں سے قطع نظر بھی امام صاحب کے مسلکِ تحقیق اور موقف دراسات پر ان کی تحریروں کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے۔ امام ابن تیمیہؒ ائمہ سلف سے جس طبقہ کو استدلال و استنباط میں اپنا پیش رو مانتے اور جن کے طریقہ پر وہ گامزن ہیں وہ "فضلائے حدیث" اور "اہل حدیث" کا نام دیتے، ان کے عقیدہ و عمل کو سراہتے اور جا بجا والہانہ انداز سے ان کا ذکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں "۔
اس کے بعد مولانا نے اہلحدیث سے متعلق ابن تیمیہؒ کی مختلف کتابوں سے اقتباسات پیش کئے ہیں، جن میں اس طائفہ کے محاسن کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تعلیق بڑے سائز کے تقریباً تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

تعلیق کے اختتام پر مولانا فرماتے ہیں:۔
" خلاصہ یہ کہ امام صاحبؒ کی بہت سی تصریحات واضح کرتی ہیں کہ آپ اصول و فروع اور عقائد و فقہیات میں مذہب اہلحدیث پر گامزن تھے اور اسی مسلک حق کی طرف دعوت دیتے تھے جو فقہاء کی تصنیف کردہ اصطلاحات سے قبل عہد خیرالقرون میں جاری و ساری تھا "

۹:۔ ابن تیمیہؒ اپنے دور کے عظیم مصنّف اور قرآن و سُنّت کے بہترین ترجمان تھے۔ ان کی قلمی کاوش اور تصنیفی سرمایہ آج مسلکِ حقّہ کے لئے باعثِ فخر ہے۔ شیخ ابوزہرہ نے اپنی کتاب میں امام صاحبؒ کے تصنیفی و تحریری خصائص کا جائزہ پیش کیا ہے جس میں احادیث نبویّہ و آثارِ سلف سے بکثرت استشہاد کی بات کہی ہے۔ اس پر مولانا مرحوم رقمطراز ہیں:۔
" سب سے بڑی خصوصیت (ابن تیمیہؒ کی) آیات قرآنیہ سے وفورِ استدلال اور ان کا بکثرت استحضار ہے۔ متکلمین کے معرکہ آراء عقلی مسائل کو جن کا تعلّق اسلامی عقائد سے واقعی تھا، قرآن سے ثابت کر کے دکھایا، یہ خصوصیت دیکھ کر علمائے وقت عش عش کر اُٹھے، ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔
وله في استحضار الآيات من القرآن وقت اقامة الدليل لها على المسألة قوة عجيبة الخ (العقود۔ ص ۲۵)

۱۰:۔ شیخ ابُوزہرہ کا علم و فضل، بحث و تحقیق پر قدرت اور اسلوب کی بلاغت و شگفتگی مسلّم ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ابن تیمیہؒ جس اعلیٰ تحقیقی معیار کے مطابق مرتب کی ہے یہ اُنہیں کا حصّہ ہے۔ مجموعی طور پر ان کی کتاب کو ابن تیمیہؒ کا تعارف کرانے والی کتاب میں سب سے عمدہ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن بحث و تحقیق کی دنیا میں کوئی چیز حرفِ آخر نہیں، ہر اچھے کام میں بھی کچھ نہ کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ شیخ ابوزہرہ نے ابن تیمیہؒ کے تلامذہ کے تذکرہ میں بے حد اختصار سے کام لیا ہے۔
مولانا نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے "چند دیگر تلامذۂ خاص" کے عنوان سے ایک مستقل باب کا اضافہ کر دیا ہے جو سترہ صفحات پر مشتمل ہے جن میں ابن تیمیہؒ کے متعدّد شاگردوں کا تعارف کرایا ہے۔ اس باب کا سب سے قیمتی مبحث امام ذہبیؒ کے ترجمہ میں " رسالہ زغل العلم والطلب " اور " النصیحۃ الذہبیۃ لابن تیمیہؒ " کے انتساب کا ہے۔
دشمنانِ ابن تیمیہؒ نے دونوں رسالوں کو ذہبیؒ کی طرف منسوب کر کے ابن تیمیہؒ کی تنقیص کی کوشش کی ہے۔
مولانا مرحوم نے انتہائی مدلّل طور پر ثابت کیا ہے ذہبیؒ کی طرف ان رسالوں کا انتساب بے بنیاد ہے کیونکہ ذہبیؒ کی دیگر کتابوں میں ابن تیمیہؒ کے ساتھ جس عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کے پیشِ نظر ممکن نہیں کہ ذہبی کے قلم سے پھر ایسی کوئی تحریر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلے جس سے ابنِ تیمیہؒ کی تنقیص لازم آتی ہو۔

۱۱۔ اس باب کے اختتام پر مولانا مرحوم نے ابنِ تیمیہؒ کے ایک شاگرد علامہ احمد بن محمد بن مری البعلی کا ایک تعزیتی خط ذکر کیا ہے جسے انہوں نے ابنِ تیمیہؒ کی وفات پر ان کے تلامذہ کو بھیجا تھا۔ یہ خط مجموعۂ رسائل ابن تیمیہؒ کے آخر میں طبع ہوا ہے۔

انسان جب ایمان کی قوت، اللہ پر توکل اور عقیدہ و عمل کی صحت و حقانیت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کے دل میں غلبۂ حق سے متعلق اُمید کی جو کرن روشن رہتی ہے اس کی اس خط سے صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ علامہ احمد موصوف کے مکتوب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"نا اُمید مت ہو جیسے جیسے نزدیک و دور کے سب قلوبِ سلیمہ کو ہمارے شیخ کے افکار، مباحث اور ترجیحات کو قبول کرنا ہوگا۔ طوعاً یا کرہاً، اللہ تعالٰے ان کی دعوت کے لئے تدوین و نشر کا انتظام بھی کرے گا، آئندہ نسلوں کے مردانِ کار کے ذریعہ یہ کام سرانجام پائے گا، یہ اللہ تعالٰی کی سنّت چلی آتی ہے۔ دیکھتے نہیں کہ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ بایں جلالتِ قدر شہر بدر کئے گئے۔ اور سفر کی حالت میں اس جہان سے کوچ فرمایا، پھر ان کے حسنِ نیت اور اعلیٰ کردار کی کیا جزاء ان کو اس دنیا میں ملی؟ یہ کہ ان کی تصنیف صحیح بخاری کو ساری کتبِ حدیث پر شرفِ تقدم حاصل ہو گیا۔ اس کی خدمت کی طرف علمائے اسلام کی توجہات مصروف ہوگئیں، پس ہمارے شیخ اور ان کی مؤلفات کو بھی یہ وراثتِ صالحہ ضرور حاصل ہو کر رہے گی۔"

۱۲:۔ اردو ایڈیشن میں جو ضمیمے شامل ہیں وہ سب قیمتی اور مفید ہیں۔ ان سے اگر یہ اشاعت خالی رہتی تو قاری بہت بڑے فائدے سے محروم رہتا اور بعض مسائل میں گمراہی کا بھی شکار ہو جاتا لیکن ان ضمیموں میں علماء و محققین کے لئے سب سے قیمتی چیز وہ ضمیمہ ہے جس میں مولانا مرحوم نے ابنِ تیمیہؒ کی تصانیف کی فہرست پیش کی ہے۔

اس ضمیمے کی ابتداء میں مولانا نے ۹ صفحوں میں ابنِ تیمیہؒ کی تصنیفی صلاحیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نازک صورتِ حال کا ذکر کیا ہے جس سے گزر کر یہ تصانیف بعد کے لوگوں تک پہنچیں، پورا زمانہ دشمن تھا، لیکن اللہ کا کرم تھا کہ وہ علمی سرمایہ بعد کی نسلوں تک پہنچ گیا۔ خواہ کل نہ پہنچا ہو۔ پھر مولانا نے فن وار تصانیف کے نام ذکر کئے ہیں۔ اور یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ابن القیمؒ کے مطابق تصانیف کی تعداد (۳۵۰) تک پہنچی تھی لیکن میری فہرست میں یہ تعداد (۵۵۰) ہو گئی ہے۔

یہ مفید و گراں قدر فہرست بلاشبہ مولانا کی وسعتِ نظر، علمی تجربہ اور شیخ الاسلام کی شخصیت و مسلک سے تعلق و شغف کی دلیل ہے، اس فہرست کی تیاری میں جو دیدہ ریزی کرنی پڑی ہوگی اس کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں بحث و تحقیق کے اس نوعیت کے کاموں سے سابقہ رہا ہو۔ مولانا نے فہرستِ تصانیف کو ایک طرف بڑی حد تک مکمل فرمایا۔ اور دوسری طرف حاشیہ میں اکثر کتابوں سے متعلق یہ تفصیل درج فرمائی کہ وہ کب اور کہاں طبع ہوئی۔ اس ضمن میں بعض کتابوں سے متعلق ایسی وضاحتیں اور افادات ہیں جو سینکڑوں صفحات کے مطالعہ کا حاصل ہیں۔ انہیں وہی شخص تحریر کرسکتا ہے جس کی ان تصانیف اور ان کے مشتملات پر گہری نظر ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳:۔ بلاشبہ علمی تفوق و برتری بہتوں کو ملتی ہے لیکن اس کے بعد تواضع و انکساری پر قائم رہنا، صرف ان اہل کمال کا کام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے سرفراز فرمایا ہے۔

مولانا غلام رسول مہرؒ نے ابن تیمیہؒ کے اردو ایڈیشن پر اپنے مقدمہ میں ایک مقام پر لکھا ہے:۔

"مولانا کی شانِ تحقیق کے ثبوت میں صرف ایک مثال پیش کر دینا کافی ہے۔ اس کے بعد مہر صاحب نے ابن بطوطہ کا واقعہ ذکر کیا ہے جسے ضمیمہ میں مولانا نے صاف کیا ہے۔

مہر صاحبؒ کے مذکورہ جملہ پر تعلیق کرتے ہوئے مولانا رقمطراز ہیں:۔

"یہ تحقیق دراصل ایک مقالہ تھا جسے راقم نے اپنے مجلّہ الحیات جون ۱۹۵۹ء میں شائع کیا تھا" جن میں راہ نمائی علامہ محمد بہجت البیطار دمشقیؒ کے ایک مضمون سے ملتی تھی۔ افسوس ہے محولہ بالا مقام میں علامہ موصوف کے ذکر سے ذہول ہو گیا۔ اس لئے اب اس کی تلافی کی ضرورت محسوس ہوئی۔"

اس توضیح و اعتراف سے مولانا کی شان تواضع اور علمی معاملات میں اخلاص و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ جس مضمون میں انہوں نے کہیں سے رہنمائی حاصل کی تھی اُسے کُلّی طور پر اپنی جانب منسوب نہیں کیا۔ اور اگر کسی نے منسوب کر دیا تو موقع سے اصل حیثیت کی وضاحت کر دی۔

مولانا کی یہ شان تواضع اور وسعتِ قلبی اس طرح بھی نمایاں ہوتی ہے کہ انہوں نے ابو زہرہ کی کتاب ابن تیمیہؒ کے متعدد مقامات پر اہم نکات میں مصنف سے اختلاف کیا ہے اور مدلّل طور پر اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کیا ہے (جیسا کہ بعض نکات کی طرف ہم نے سابقہ سطور میں اشارہ کیا ہے) لیکن اس کے ساتھ ہی جب ابو زہرہؒ کے فضل و کمال اور علم و تحقیق کے اعتراف کا سوال آیا تو بے حد وسعتِ قلبی کا ثبوت دیا اور عالمانہ تواضع کے ساتھ ان کی شخصیت و تصنیف کے محاسن کو اجاگر کیا، ابو زہرہ سے اختلاف کا اظہار کرتے ہوئے کسی بھی مقام پر ان کے قلم سے کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جس سے ابو زہرہؒ کی شخصیت پر کوئی حرف آسکے۔

۱۴:۔ کتاب ابن تیمیہؒ پر مولانا کی تعلیقات سے متعلق یہ سطور تشنہ رہیں گی اگر میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شخصیت اور کارناموں کے موضوع پر منعقد ہونے والے عالمی سیمینار کا ذکر نہ کروں، کیونکہ چند سال پیشتر جب مولانا مرحوم کے سامنے ایک موقعہ پر جامعہ میں سیمینار کے انعقاد کی بات آئی تھی۔ تو انہوں نے اس کے لئے دو موضوعات کو خصوصیت کے ساتھ پسند فرمایا تھا، ایک امام بخاریؒ اور ان کی الجامع الصحیح اور دوسرے امام ابن تیمیہؒ اور ان کے کارنامے۔

اللہ کے فضل و کرم سے ان کی ایک تمنا پوری ہوئی، مگر افسوس کہ وہ اس کی تفصیلات کو سننے کے لئے ہم میں موجود نہ رہے۔ اس سیمینار کا فیصلہ تو تقریباً اس کے انعقاد سے ڈیڑھ سال قبل ہو چکا تھا لیکن عملی طور پر تیاریوں کا آغاز اُس وقت ہوا جب جامعہ کے ناظم اعلیٰ محترم جناب مولانا عبد الوحید سلفی صاحب نے ۱۴۰۶ھ کے رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ تشریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جا کر ڈاکٹر عبداللہ نصیف جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی سے صدارت کے لئے منظوری حاصل فرمائی۔ اس کے بعد مقالہ نگاروں سے رابطہ کا کام اور دیگر تیاریوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

سیمینار کے انعقاد کی تاریخ ۲۲، ۲۳، ۲۴ نومبر ۱۹۸۷ء مقرر ہوئی۔ لیکن افسوس مولانا اس سے قبل ہی رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔ سیمینار بحمداللہ خیر وخوبی سے تمام ہوا، البتہ انعقاد سے پہلے اور اس کے دوران مولانا کی یاد بہت زیادہ آئی۔ سیمینار کے موقعہ سے کتاب ابن تیمیہ پر ان کی تعلیقات سے محققین نے بہت زیادہ استفادہ کیا اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ سیمینار کے اختتام پر جو تجاویز پاس ہوئیں، ان میں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ابن تیمیہؒ کے معارف وافکار کی اشاعت کے لئے ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا جائے جس کے ذریعہ سے ابن تیمیہؒ پر ہو چکے کام کو شائع کیا جائے۔ اور جدید کام کے لئے پورے طور پر ہر طرح کا تعاون پیش کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مولانا مرحوم کا کام اس سلسلے میں سر فہرست ہوگا۔

التعلیقات السلفیہ کے نام سے مولانا رحمہ اللہ نے سنن نسائی کی جو خدمت انجام دی وہ بے حد عظیم ہے۔ اس فن کے ماہرین دقت نظر سے اس کا مطالعہ کریں گے تو انہیں اس کتاب کی افادیت واہمیت کا اندازہ ہوگا۔

مختلف علماء ومحققین جس کتاب پر کام کر چکے ہوں اس پر کسی اضافہ کی بات عمیق علم، دقیق نظر اور وسیع مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ نسائی پر مولانا کے حواشی اصل میں شرح کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہ جاتا۔ جو کچھ قدماء نے کہا ہے اس کے ساتھ ساتھ نئے افادات سامنے آتے ہیں۔

التعلیقات السلفیہ کے ناشر کی طرف سے جو اعلان دیا گیا ہے اس میں اس کی کل ۱۳ خصوصیات کا ذکر ہے جس میں بعض بے حد اہم ہیں تعلیق کے لئے جس نسخہ کو مولانا نے اصل قرار دیا ہے وہ ۱۳۱۵ھ میں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے اہتمام سے مطبع انصاری دہلی میں طبع ہوا تھا۔ اس کے متعلق مولانا نے لکھا ہے کہ وہ سابقہ سب اشاعتوں سے بہر حیثیت عمدہ ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ضبط وتحقیق رجال کی خاص طور پر کوشش کی گئی ہے۔

کسی کثیر الاشاعت کتاب کی مختلف اشاعتوں کے مابین تقابل کر کے کسی ایک اشاعت کی خوبیوں کا ادراک آسان کام نہیں، اگر نظر دقیق اور علم وسیع نہ ہو تو یہ حکم ممکن نہیں۔

مولانا کی نظر میں اسلاف کی علمی میراث کی وقعت تھی۔ انہوں نے تعلیقات میں علامہ شیخ حسین یمانیؒ کے نسائی پر غیر مطبوعہ حاشیہ اور سندھیؒ وسیوطیؒ وغیرہ کے افادات کو سمو دیا ہے جس سے اس تعلیق کی شمولیت وافادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

کسی وقت میں ایک غیر محمود رجحان یہ فروغ پا گیا تھا کہ محدثین کے نقطۂ نگاہ کو کم تر دکھایا جائے، امت کی فکری تربیت کے باب میں یہ رجحان بے حد زہر آلود تھا، مولانا نے تعلیق میں اس رجحان کی غلطی واضح فرمائی ہے۔

احادیث پر نمبر شمار لگا کر مولانا نے جدید ذوق کی رعایت اور اپنے تحقیقی انداز کا ثبوت دیا ہے۔

مختلف نسخوں کے مابین تقابل کر کے متن کتاب کی تصحیح کا اصول قدیم ہے۔ اسے محدثین کرام اپنی تصانیف میں بدقت برت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکے ہیں۔ صاحب تعلیقات سلفیہ نے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔

زہر الربیٰ اور حاشیہ سندھی کے بعض مقامات پر بیاض تھا۔ اس کی مولانا نے تکمیل کی ہے، اس سے ان کی وسعت نظر اور شمولیت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

اجمال کے ساتھ جن خصوصیات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ بلا شبہ ایسی خدمت ہے جس پر جدید تعلیمی اداروں میں تحقیقی اسناد عطا کی جاتی ہیں۔ لیکن بحمد اللہ مولانا کو اس نسل کا استاد و مربی ہونے کا شرف حاصل ہے جسے آج کی دنیا میں اعلیٰ تعلیمی اسناد سے نوازا گیا ہے۔ ذیل میں بعض مختصر اقتباسات التعلیقات السلفیۃ سے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ مولانا کے انداز تعلیق اور علمی منزلت کا اندازہ ہو سکے، اگرچہ میں اس تعارف کا خود کو اہل نہیں سمجھتا۔

۱:۔ تعلیقات کی جلد اول کے شروع میں فہرست کے علاوہ مولانا نے سنن کے مؤلف اور اس کی بعض شرح و حواشی کے مؤلفین پر مفید بیان درج کیا ہے۔ جو اختصار کے باوجود مولانا کی وسعت نظر اور حسن انتخاب کا آئینہ دار ہے۔

پہلا بیان جامع سنن امام نسائیؒ سے متعلق ہے جو ساڑھے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ان کی شخصیت اور سنن سے متعلق ضروری باتیں آگئی ہیں۔ دوسرا بیان حافظ سیوطیؒ پر ہے جن کی سنن نسائی پر تعلیق زہر الربیٰ علی المجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرا بیان علامہ ابوالحسن سندھیؒ کے حالات سے اور چوتھا علامہ حسین بن محسن انصاریؒ کے حالات سے متعلق ہے، پانچواں بیان سنن نسائی پر "حواشی جدیدہ" نامی حاشیہ کے مؤلف شیخ ابو عبدالرحمان محمد پنجابیؒ کے حالات پر اور چھٹا اس حاشیہ کی تکمیل کرنے والے محمد ابو یحییٰ محمد شاہ جہاں پوری کے حالات پر مشتمل ہے۔ آخر الذکر دونوں تراجم کے بعد مصنف نے ایک تعجب انگیز و افسوسناک امر کا انکشاف کیا ہے، اور وہ یہ کہ مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی حنفیؒ نے ۱۳۵۰ھ میں مطبعہ رحیمیہ سے سنن نسائی کا ایڈیشن شائع کیا تو شیخ محمد پنجابی کے حواشی جدیدہ کو پورا کا پورا بغیر حوالے کے نقل کر لیا۔ اور جہاں جہاں شیخ پنجابی نے مسلک اہلحدیث کی توضیح و تائید کی تھی۔ اس حصہ کو حذف کر کے علامہ عینیؒ ابن الہمام اور طحاوی وغیرہ کی وہ عبارتیں رکھ دیں جس سے حنفی مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

"علمی غارت گری اور دست درازی" کی ایسی مثالیں گاہے گاہے سننے میں آتی ہیں۔ اور خاص طور پر خدمت حدیث کے نام پر جب وہ لوگ میدان میں اتر آتے ہیں جن کی علمی بنیاد نہیں اور نہ ان کے اندر وہ تحقیقی ذوق اور فکری سلامتی ہے۔ جس کی علم حدیث سے اشتغال کے لئے ضرورت ہے۔

مولانا رحمہ اللہ کے توضیحی بیانات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے اس طرح کے امور کا انکشاف ہو جاتا ہے ورنہ ایک مدت گذرنے کے بعد کس کو معلوم رہتا کہ فلاں حاشیہ کا مؤلف کون ہے؟ اور اب وہ کس کی طرف منسوب ہے؟

۲:۔ امام نسائیؒ نے سنن کی کتاب الطہارۃ میں ایک باب اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے الرخصۃ فی السواک بالعشی للصائم" اس باب کے ضمن میں ابو ہریرہؓ سے مروی ذیل کی حدیث ذکر کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لولا ان اشق علی امتی لا مرتہم بالسواك عند کل صلوٰۃ . حدیث کے الفاظ " کل صلوٰۃ " پر تعلیق کرتے ہوئے مولانا نے نقل کیا ہے۔

" فیه دلالة علی أنه لا مانع من ایجاب السواك عند کل صلوٰۃ الا ما یخاف من لزوم المشقة علی الناس ، یلزم فیه ان یکون الصوم غیر مانع من ذلك، ومنه یؤخذ ما ذکرہ المصنف من الترجمة، ولا یخفیٰ ان ھذا من المصنف استنباط دقیق وتیقظ عجیب، فللّٰه درّه ما اصدق واُحدّ فهمه "

یعنی کل صلوٰۃ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کو واجب کرنے سے لوگوں کی مشقت کا اندیشہ مانع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اس راہ میں رکاوٹ نہیں۔ اور ترجمۃ الباب سے اسی لحاظ سے مناسبت ہے۔ بلاشبہ یہ مصنف (امام نسائی) کا دقت پسندانہ استنباط اور ایسی بیدار مغزی ہے جو موجب ستائش ہے۔

۳ - ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم فرمایا ہے کہ کتا اگر کسی برتن سے پانی پی لے تو اُسے استعمال سے قبل سات مرتبہ دھونا ضروری ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آٹھویں بار مٹی سے دھونا چاہیئے۔ ظاہر میں لوگوں کو اس ارشادِ نبوی کی حکمت وفلسفہ کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ مولانا کو اس کا اندازہ تھا، اس لئے انہوں نے شرح العمدۃ کے حاشیہ سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس میں مذکورہ حکم کی حکمت طبّی لحاظ سے واضح کی گئی ہے۔ اقتباس کا خلاصہ درج ہے۔

موجودہ دَور کے بعض اطبّاء نے برتن کو سات بار دھونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر کتوں کی آنت میں چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہیں جن کی لمبائی چار ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ کتّا جب پاخانہ کرتا ہے تو وہ کیڑے بڑی تعداد میں نکل کر سرین کے پاس کے بالوں پر چپک جاتے ہیں۔ کتّا جب زبان سے اپنا جسم چاٹتا ہے تو کیڑے اُس کی زبان، منہ اور جسم کے دوسرے حصّوں میں بھی پھیل جاتے ہیں۔ ایسا کتّا جب کسی برتن میں منہ ڈالتا ہے یا انگریزوں کی طرح کوئی انسان کتوں کو قریب کرتا اور بوسہ لیتا ہے تو وہ کیڑے انسان کے معدہ میں بھی چلے جاتے ہیں۔ اور پھر خون تک پہنچ جاتے ہیں، جس سے مختلف قسم کے دماغی، قلبی اور پھیپھڑے وغیرہ کے امراض پیدا ہوتے ہیں، اس چیز کا مشاہدہ یورپ کے اطبّاء بھی کر چکے ہیں۔ پھر کتوں کے مابین یہ تمیز مشکل ہے کہ مذکورہ کیڑے اس میں ہیں یا نہیں۔ اس لئے اسلامی شریعت میں کتے کو نجس قرار دے کر اس کے منہ لگائے ہوئے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا گیا تاکہ مذکورہ کیڑوں سے انسان محفوظ رہ سکے۔

۴ - الفاظِ حدیث کی لغوی تحقیق وتشریح میں مُحدّثین کرام کا ایک مقام رہا ہے یہ مسئلہ بے حد نازک ہے جو لوگ جدت پسندی اور لُغوی بصیرت سے بہرہ ور نہیں ہوتے کسی بھی ماخذ سے الفاظ واصطلاحات کی شرح نقل کر لیتے ہیں۔ اس سے بسا اوقات تاویل پسندوں کے باطل مذاہب وافکار کی ترویج ہو جاتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اہلِ تاویل کے خلاف اپنے مباحث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس پہلو پر بے حد زور دیا ہے۔ اور اسے مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ بڑی خوبی سے منقح کیا ہے۔

تعلیقات میں مولانا رحمہ اللہ نے بھی لغوی مباحث کو ضروری مقامات پر اٹھایا ہے۔ اور معتمد مآخذ سے الفاظ کی شرح کی ہے۔ کتاب الطہارۃ میں اُم سلیمؓ سے مروی ایک حدیث میں "تربت یمینك" کا لفظ آیا ہے، مولانا نے اس پر تعلیق کرتے ہوئے علامہ سندھی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:-

"عربوں کی زبان پر یہ لفظ جاری ہے، لیکن وہ لوگ اس سے کسی بددُعاء کا قصد نہیں کرتے بلکہ صرف ملامت مُراد لیتے ہیں"

آگے قاضی ابوبکر بن العربی کے حوالہ سے مذکورہ جملہ کی توضیح میں اس کے دس معانی ذکر کئے ہیں۔ پھر صاحب النہایہ کا قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد نووی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محققین کے نزدیک زیادہ صحیح اور قوی بات یہ ہے کہ اصل میں اس لفظ کا مفہوم محتاج ہونے کا ہے لیکن عرب والے اصل معنی کا قصد کئے بغیر اس طرح کے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور ان سے زجر، توبیخ، مذمت اور اظہار تعجب و پسندیدگی وغیرہ مُراد لیتے ہیں۔

۵ - علم حدیث میں رواۃ کی شخصیتوں کی تعیین خصوصاً جب نام اور کنیت وغیرہ میں اتحاد ہو۔ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کی پوری واقفیت اسی صورت میں ممکن ہے جب رجال حدیث سے متعلق اہم مآخذ اور بالخصوص مؤتلف ومختلف اسماء دکُنی کے موضوع سے متعلق کتابوں پر گہری نگاہ ہو۔

مولانا مرحوم نے تعلیقات میں ضروری مقامات پر رجال پر بھی مبصرانہ کلام کیا ہے۔ اور متعلقہ مآخذ سے اقتباس پیش کرکے راوی کے صحیح نام اور شخصیت کی تعیین کی ہے۔ اس کی ایک مثال باب صفة الوضوء کی ایک حدیث کے راوی ابن ابی اوس پر مولانا کی تعلیق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ اوس بن اوس اور اوس بن ابی اوس دو مختلف راوی ہیں۔ بعض محدثین نے دونوں کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے جو تسامح ہے۔ اس مسئلہ کی تنقیح کے لئے مولانا نے خلاصۃ التہذیب، تہذیب اور اسد الغابہ کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ آخر الذکر مآخذ کی عبارت نسبتاً طویل ہے اور اس میں زیر بحث راویوں کی احادیث کو نقل کرکے اور بعض کتب حدیث کے حوالہ کے بعد اس مسئلہ پر رائے دی گئی ہے۔ ابن اثیر کی عبارت کے بعد مولانا نے راوی کی تعیین سے متعلق اس مبحث کے سلسلہ میں از راہِ احتیاط و اعتراف یہ تصریح فرمادی ہے کہ افادہ الشیخ حسین بن محسن الانصاری رحمہ اللہ۔

۶ - کتاب القبلہ کی ایک حدیث میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ لفظ وارد ہے کہ" ان احبّ الاعمال الی اللہ ادومه وان قلّ"۔ یعنی" اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس کو کرنے والا برابر کرے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔"

اس حدیث کی شرح میں مولانا نے قاضی ابوبکر بن العربی کا محبت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے۔ معنی المحبة من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ تعلق الارادۃ بالثواب یعنی اللہ کی طرف سے محبت کا معنی ثواب کا ارادہ ہے۔

محبت کے مفہوم کی یہ تاویل چونکہ مسلکِ سلف کے خلاف ہے۔ اس لئے مولانا نے تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محبت کی تاویل ارادۂ ثواب سے کرنا ظاہرِ نص اور مذہبِ سلف کے خلاف ہے۔ آگے لکھتے ہیں:- بل الحب صفۃ للہ تعالیٰ وھو صفۃ مدح وکمال والکمالات کلّھا ثابتۃ للہ عزّوجلّ، لکن لیس حبہ کحبّنا، کما أن ذاتہ لیست مثل ذواتنا، فانہ لیس کمثلہ شئ، وھو السمیع البصیر۔ یعنی "محبّت اللہ کی ایک صفت ہے جو مدح وکمال کی صفت ہے اور تمام کمالات اللہ کے لئے ثابت ہیں۔ لیکن اس کی محبت ہماری محبت جیسی نہیں ہے۔ جس طرح اس کی ذات ہماری ذات کی طرح نہیں۔ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

۷ ۔ کتاب الجنائز میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے دن مشرکین کے مقتولوں سے خطاب فرمایا تھا کہ تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ: وہ لوگ اس وقت میری بات سُن رہے ہیں۔ اس روایت میں آگے مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا اس کی منکر ہیں کہ مقتولینِ بدر نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کلام سُنا تھا، وہ کہتی ہیں کہ قتل کے بعد دوسری زندگی کے آغاز پر ان کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے وہ بات برحق تھی۔

مولانا رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ضمن میں مفید اقوال وتوجیہات کو پیش کیا ہے۔ پہلی بات یہ لکھی ہے کہ یہی حدیث حضرت عمرؓ، ابوطلحہؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ بلکہ خود حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے (شاید انہوں نے سابقہ رائے سے رجوع کے بعد اس کی روایت کی ہے) ایسی صورت میں کسی کو یہ تصوّر کرنا کہ ابنِ عمرؓ نے عدمِ تفقہ کی وجہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے، غلط ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ: موت کی حالت میں وہ کلام نہیں سن سکتے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ سنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو۔

آگے مولانا نے "السراج الوہاج" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حنفیہ سماع اموات کے منکر ہیں، اور شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے اسے ثابت مانا ہے، لیکن احادیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے اُنہیں کی حد تک اسے محدود رکھا جائے گا، یہ نہیں کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے لئے اسے عام مانا جائے۔

ایک بات قابلِ غور یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ (انّك لا تسمع الموتى الخ) میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سنانے کی نفی کی ہے نہ کہ مُردوں کے سُننے کی، لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ نبیؐ کے کلام کے وقت میں اللہ تعالےٰ نے مقتولین کو سُنایا ہو۔ یعنی ان کے اندر زندگی پیدا کر دی ہو۔ اور اُنہوں نے بات سُن لی، بہرصورت مذکورہ حدیث صحیح اور متعدد طرق سے مروی ہے، لہٰذا اس کا انکار غلط اور بے بنیاد ہے۔

۸ ۔ کتاب الزکاۃ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جانوروں کا مالک اگر ان کا حق ادا نہ کرے گا تو وہ قیامت کے دن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنے پیروں سے روندیں گے۔

اس پر مولانا نے فتح الباری کے حوالہ سے حدیث کے مفہوم کی توضیح کی ہے جس میں یہ کہا ہے کہ یہ وعید فرضیت زکاۃ سے پہلے کی ہے۔ پھر کتاب الاموال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام طاؤس اور شعبیؒ کے نزدیک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی دوسرے حقوق ہیں، مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، میزبانی، قیدیوں کی آزادی وغیرہ اور ان کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر مالدار اس میں تقصیر کریں تو انہیں ادائیگی کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے فیض القدیر، المحلّٰی اور فیض الباری کا حوالہ دیا ہے۔

۹۔ کتاب الزکاۃ کے باب التحریض علی الصدقۃ کی ایک حدیث میں قبیلۂ معز کے کچھ خستہ دل و فاقہ مست لوگوں کی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آمد کا ذکر ہے۔ ان کے لئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صدقہ کی ترغیب دی اور فرمایا کہ اسلام میں جو اچھے طریقہ کی بنا ڈالے اُسے ہمیشہ اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملتا رہے گا۔" اچھے طریقہ کی بنیاد یا ایجاد" کے جملہ سے کچھ لوگ یہ مفہوم نکالتے ہیں کہ اسلام میں عبادات کے اندر اضافہ کیا جا سکتا ہے پھر اس تصوّر کے بعد بدعتوں کے لئے وجہ جواز پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ نے اس حسّاس مقام پر مختلف مآخذ کے حوالہ سے تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" اچھے طریقہ سے وہ طریقہ مُراد ہے جس کا دین سے ہونا واضح ہو، لیکن دین کے خلاف جو طریقہ ہو اس کو کبھی اچھا نہیں کہا جا سکتا اور نہ اس کی ایجاد میں کسی طرح کا ثواب ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ ایسا کام جس کے لئے دین سے سند نہ ہو مردُود ہے۔ اسی بحث میں مولانا نے امام تاج الدین فاکہانیؒ کے ایک رسالہ کے حوالہ سے مجالس میلاد کی تردید نقل کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں:۔

" ربیع الاوّل کے مہینہ میں" مولد" کے نام سے جو اجتماع بعض لوگ منعقد کرتے ہیں اس کی بابت لوگ پُوچھتے رہتے ہیں کہ کیا یہ دینی کام ہے یا بدعت ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس کی کسی اصل کا مجھے پتہ نہیں، نہ کتاب وسُنّت میں، نہ کسی عالم کے قول میں، لہٰذا" مجلس میلاد" بدعت ہے، اسے بیکار و مہمل لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔"

پھر" القول المعتمد" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مذاہب اربعہ کے علماء مجلس میلاد کی مذمّت پر مُتّفق ہیں۔

الشرعۃ الالٰہیۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مجلس میلاد مذموم بدعتوں میں سے ہے جن کا شہروں اور ملکوں میں رواج ہے کیونکہ شرعی دلیلوں سے یہ ثابت نہیں۔ علامہ بشیر الدین قنوجیؒ نے مجلس میلاد کی مذمّت میں علماء کے اقوال کو ایک رسالہ میں بڑی عمدگی سے نقل کیا ہے۔ رسالہ کا نام" غایۃ الکلام فی تحقیق المولد والقیام" رکھا ہے، مذکورہ اقوال ہم نے اسی رسالہ سے نقل کئے ہیں۔"

۱۰۔ کتاب الزکاۃ ہی کے ایک باب" المؤلفۃ قلوبہم" میں ابوسعید خدری کی ایک حدیث مذکور ہے جس میں یمن سے آئے ہوئے سونے کی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ تقسیم اور اس پر ایک آدمی کے اعتراض کا بیان ہے۔ پھر یہ کہ صحابہؓ میں سے بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کی گستاخی پر آپؐ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی، لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا کہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

مولانا مرحوم کا اس حدیث پر حاشیہ بڑا مفید اور دلچسپ ہے۔ بعض باطل پرستوں اور کوتاہ نظروں نے اس حدیث کا مصداق مسلکِ اہلحدیث و دعوتِ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ کو بھی بنانا چاہا ہے۔ اس گھناؤنی حرکت کی مدلّل تردید مولانا نے کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حدیث کا مصداق خوارج ہیں۔ یہی اس کا صحیح مفہوم ہے۔ جو لوگ مسلکِ عمل بالکتاب والسنۃ یا دعوت محمد بن عبدالوہاب کو اس پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یا تو کوتاہ نظر ہیں یا بدنیت۔ مولانا اس مسئلے میں بہت زیادہ واقف بھی تھے اور حساس بھی، اس لئے مذکورہ مقام پر ان کا نوٹ قابلِ دید ہے۔

۱۱۔ حدیث کے احکام سے متعلق مفید مباحث کو اہم مآخذ سے نقل کیا ہے تاکہ قاری کو اس موضوع کی اہم معلومات ہو جائیں اور حکم کی مشروعیت کے سلسلے میں پوری بصیرت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جہاد کا اسلام میں جو حکم ہے اس پر قدیم وجدید ہر دور میں مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف طرح کے اعتراضات کئے گئے ہیں، نسائی میں کتاب الجہاد کے شروع میں مولانا نے جہاد کی حکمت و ضرورت پر شاہ ولی اللہؒ کا بہترین تبصرہ حجۃ اللہ سے نقل کیا ہے اور اقتباس ختم ہونے کے بعد ابن القیم کی زاد المعاد کا بھی حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے جہاد کے فوائد، مراتب اور اقسام پر بہترین روشنی ڈالی ہے۔

۱۲۔ اسلام میں طلاق کی مشروعیت سے بھی کچھ لوگ غلط تأثر دینا چاہتے ہیں۔ مولانا نے کتاب الطلاق کی ابتداء میں طلاق کے لغوی مفہوم کی وضاحت کے بعد مختلف احوال میں اس کے حرام، مکروہ، واجب، مندوب اور جائز ہونے کی صورتیں بتائی ہیں، پھر شریعت کی اس حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کیوں طلاق کو یکبارگی دینے کا حکم نہیں دیا گیا۔

آگے ایک دوسرے حاشیہ میں سنّی طلاق کی صحیح صورت کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور شروحِ حدیث، وکتبِ فقہ کے حوالہ سے سنّی طلاق کی حکمت اور منفعت کو بیان کیا ہے۔

۱۳۔ کتاب المحاربہ میں سحر (جادو) پر تعلیق کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ اہل سنّت کے مطابق سحر کی ایک حقیقت ہے اللہ تعالیٰ خرقِ عادت کے طور پر ساحر کے عمل میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔ آگے لکھا ہے کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ ان کے خیال میں سحر سے کسی طرح کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے ابن القیم کی تفسیر المعوذتین کے حوالہ سے اس پر روشنی ڈالی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ سحر کا انکار کرنے والوں کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں۔ کتاب وسنّت اور آثارِ صحابہؓ سے سحر کا وجود ثابت ہے۔

۱۴۔ کتاب البیوع کی ایک حدیث میں تَصْرِیَة (تھن میں دودھ جمع کرنا) سے منع فرمایا گیا ہے، ایسے جانور (مُصَرّاۃ) کو جو خریدے اور بعد میں اسے اصل حقیقت کا علم ہو تو چاہے تو اس جانور کو واپس کرے اور ساتھ ہی ایک صاع کھجور یا اور کوئی غذا کی چیز دے دے یا چاہے تو جانور واپس نہ کرے۔ اہل حدیث اور اہل الرائے کے مابین معرکہ آرا مسائل میں ایک مسئلہ مصرّاۃ کا بھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے سندھی اور حجۃ اللہ کے حوالہ سے اصل مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے کہ جن کو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ انہوں نے یہ کہہ کر اس کی تاویل کی ہے کہ: کل حدیث لایرویہ الاغیرفقیہ اذا انسد باب الرای فیہ یترك العمل بہ آگے مولانا نے لکھا ہے کہ یہ قاعدہ محل نظر ہوتے ہوئے بھی مصراۃ کے مذکورہ موضوع پر منطبق نہیں، کیونکہ جس حدیث سے جمہور نے استدلال کیا ہے اُسے امام بخاریؒ نے ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ لوگ ابن مسعود کو غیر فقیہ نہیں کہہ سکتے۔

۱۵۔ کتاب الایمان میں حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا وأکل ذبیحتنا فذلکم المسلم۔ دیگر احادیث میں اسلام کے لئے کچھ اور اعمال ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ان سے متعارض ہے۔

مولانا نے محدثین کے حوالے سے ان احادیث کے مابین تطبیق دی ہے۔ پھر اس کی توضیح میں بڑی عمدہ بات کہی ہے۔ ہم الفاظ نقل کرتے ہیں۔

" والحاصل انہ لیس المقصود أن من توجد فیہ تلك الامور الثلاثۃ فقط یحکم علیہ بالاسلام وان انکر سائر الدین أو ضروریاتہ، ولیت شعری کیف یکون مسلمًا من یفعل ھذہ الامور الثلاثۃ ثم یعتقد أمورا مناقضۃ لتوحید اللہ تعالیٰ وعبادتہ او ادعی النبوۃ او اعتقد اجراء النبوۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، أو جحد ارکان الاسلام أو انکر الامور الثابتۃ بتواتر الامۃ أو انکر کون حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسنتہ حجۃ فی الدین أو سب اللہ ورسولہ أو تأول القرآن تاویلاً غیر سائغ فی الدین واللغۃ العربیۃ ونحو ذلك مما ثبتت بالنصوص الصحیحۃ الصریحۃ واجماع الامۃ؟

آگے اپنے کلام کی تائید میں شاہ ولی اللہ کی عبارت المسوّی سے نقل کی ہے۔

مذکورہ اقتباس کی معنویت اور اختصار پر غور کیجئے۔ ہر جملہ میں مولانا نے کسی نہ کسی گمراہ فرقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اپنی توجیہ سے اس بات کو مبرہن کر دیا ہے کہ اسلام کے لئے جو اُمور ضروری ہیں۔ ان سب کا اس حدیث میں ذکر نہیں آیا ہے۔ لہٰذا مجموعی طور پر احادیث کو سامنے رکھ کر اسلام اور عدمِ اسلام کا فیصلہ ہوگا۔

۱۶۔ کتاب آداب القضاۃ میں حضرت ابن مسعودؓ کا ایک جملہ ہے کہ:۔

" فلیقض بما قضیٰ بہ الصالحون " یعنی اگر کسی معاملہ میں کتاب اللہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں کوئی حکم نہ ملے تو نیک لوگوں کے فیصلہ کے مطابق اس کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔

مولانا رحمہ اللہ اس پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"المراد به القضاء بما اجمع عليه الصحابة ، فلا دليل فيه على جواز التقليد سيما تقليد شخص معين ، كما زعمه بعض من في قلبه زيغ التقليد اذ الاجماع يستند الى دليل ، على اختلاف فيه فهو اتباع ، والتقليد هو امتثال قول غير النبيّ صلّى الله عليه وسلّم من غير حجة ودليل ، فهو ابتداع ، فأين الاتباع من الابتداع ، وقد احسن المحقّق ابن القيّم في الاعلام (۲/۱۷۷) في الردّ على تمسكهم بهذا الأثر على جواز التقليد ، كما أجاد في الردّ على تمسكاتهم الامام الشوكاني في القول المفيد في ادلة الاجتهاد والتقليد ، وهو كتاب نفيس جداً -

۱۷ ۔ کتاب الاشربۃ کی ابتداء میں حرمتِ شراب کا باب ہے ، اس کی ابتداء میں مولانا نے حاشیہ میں ابن قتیبہ کے حوالہ سے ان فاسق و بدکردار متکلمین کا ردّ کیا ہے جو شراب کو حرام نہیں مانتے اور اس سلسلہ کے احکام کو تادیبی احکام تصوّر کرتے ہیں پھر آگے فرماتے ہیں ۔

" ولقد صرح رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بتحريم الخمر لما نزل عليه الآية التي في المائدة في غير حديث كما ذكرها الحافظ ابن كثير في تفسيره ، وفهم منها الصحابة اجمعون تحريمه فلا وجه لما يشككه بعض الملاحدة في عصرنا (مقلدين لأسلافهم الذين ذكرهم الامام ابن قتيبة) من ان القرآن لم يصرح بتحريم الخمر "

آگے فتح الباری کے اقتباس سے حرمتِ شراب کے ثبوت کو مدلّل کیا ہے ۔

"مرعاۃ المفاتیح" کی ترتیب و اشاعت میں مولانا کا حصّہ اور ایک نہایت بیش قیمت مقدمہ

مولانا مرحوم کو مسلکِ سلف کی اشاعت اور محدّثین کے علمی کارناموں کے احیاء سے جو غیر معمولی شغف اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی کا جذبہ تھا اس کا ایک مظہر شیخ الحدیث علاّمہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ کی مایۂ ناز تالیف مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کی جلد اوّل کی اشاعت ہے ۔ یہ جلد ۱۳۸۰ھ میں المکتبۃ السلفیّۃ لاہور سے شائع ہوئی ۔ اور اس پہ مولانا نے "مرحوم دوست کی یاد میں" کے زیرِ عنوان ایک بیش قیمت مقدمہ لکھا جو بڑے سائز کے ساڑھے سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے ۔ اس میں تاریخ بھی ہے ۔ اور خدمتِ حدیث کے لئے سچّی تڑپ کا اظہار بھی ، ساتھ ہی ان یادگار تاریخی لمحات کا تذکرہ بھی جن میں تحشیہ مشکوٰۃ کی بات طے ہوئی ۔ اور ربّ ذوالجلال نے اسے مرعاۃ المفاتیح عظیم شرح کی حیثیت دینے کی توفیق بخشی ۔ قد جعل الله لكلّ شئ قدراً ۔

جلد اوّل پہ مولانا کے قلم سے جو مقدمہ ثبت ہے اس میں شاہ ولی اللہ کی علمی و فکری خدمت اور سلف کے منہج کی ترویج کے لئے ان کی مساعی کا ذکر ہے ، پھر شیخ الکل میاں سیّد نذیر حسین محدّث دہلویؒ اور نواب سیّد محمد صدیق حسن خانؒ کی تدریسی و تصنیفی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدماتِ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جماعت اہل حدیث نے علم و عمل سے شاہ ولی اللہؒ کی تحریک تجدید و احیاءِ سُنّت کو کس طرح جاری رکھا اس کا بھی بیان ہے اور گروہی جانبداری کے ساتھ حدیث پر جو کام ہُوا اس کی جانب بھی اشارہ ہے۔ اس کے بعد علماء اہلحدیث نے بصورت تحشیہ و تعلیق حدیث کی جو خدمت کی ہے اس کا بیان کرنے کے بعد مولانا نے اپنے مخلص دوست مولانا حافظ محمد زکریاؒ کا ذکرِ خیر کیا ہے جن کے دل میں بھی خدمتِ حدیث کا جذبہ مولانا ہی کی طرح کروٹیں لے رہا تھا۔

لاہور کے بعد جب مرعاۃ کو جامعہ سلفیہ بنارس سے ٹائپ پر طبع کرنے کی بات ہُوئی تو بحکم مؤلف کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے مذکورہ مقدمہ کو عربی میں منتقل کرنے کی بات آئی تاکہ عرب قارئین بھی اس نگارش سے مستفید ہو سکیں۔ میں نے اپنے بعض رفقاءِ کرام کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا تو اندازہ ہوا کہ کس طرح مولانا نے ہندوستان میں خدمتِ حدیث کی طویل تاریخ کو مختصر مقدمہ میں سمو دیا ہے، یہ ان کی نظر کی وسعت اور دعوتِ عمل بالکتاب والسنّۃ سے عقیدت و محبت کا اثر تھا کہ ایسی تحریریں زیبِ قرطاس ہو جاتی تھیں، جو محققین، ہندوستان میں علمِ حدیث کے موضوع پر کام کریں گے۔ ان کے لئے یہ گراں قدر مقدمہ بلاشبہ نشانِ راہ ثابت ہوگا۔

مولانا کا قیمتی کتب خانہ

مولانا کی علمی جلالتِ شان اور بحث و تحقیق میں غیر معمولی دسترس کا ایک مظہر ان کا ذاتی کتب خانہ بھی ہے، اس میں تفسیر، حدیث، عقیدہ، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور تاریخ کی کتابوں کا عظیم ذخیرہ اور نفیس مراجع موجود ہیں۔ مولانا نے اس کتب خانہ میں اپنی بعض پسندیدہ علمی شخصیات مثلاً ابن تیمیہؒ، ابن القیم اور نواب صدیق حسن خانؒ کی مؤلفات اور ولی اللّٰہی خاندان کی تصنیفات کے لئے الگ الگ گوشے مقرر کر دیئے تھے۔ یہ مکتبہ اہمیت و شمولیت کی وجہ سے علماء و محققین کا مرجع تھا۔ مکتبہ کی تقریباً تمام کتابیں ان کی نظر سے گذر چکی تھیں۔ اور ان پر ان کے قلم سے کوئی نہ کوئی تحریر اس کا ثبوت ہے۔

مجھے تو اس عظیم علمی ذخیرہ کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کا موقع نہیں مل سکا لیکن جماعت الجدیث کی علمی تاریخ کی تدوین کے سلسلے میں جب جامعہ سلفیہ میں "جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات" کے عنوان پر کام شروع ہوا تو اس کے ایک استاد مولانا محمد مستقیم سلفی نے مولانا مرحوم کے کتب خانہ سے استفادہ کے لئے پاکستان کا سفر کیا۔ یہ سفر جماعتی علماء کی تصانیف سے واقفیت کے سلسلے میں بہت مفید ثابت ہوا۔ خصوصًا اس لئے کہ مولانا سے منصوبہ کی تکمیل کے سلسلے میں بے حد مفید رہنمائی حاصل ہُوئی۔

بے نفسی اور شانِ استغناء

مولانا کے محاسن کو جب یاد کیا جائے گا تو ان کی بے نفسی اور شانِ استغناء کا ذکر نمایاں طور پر سامنے آئے گا۔

علم و تحقیق کے ساتھ اگر کسی آدمی میں بے نفسی و قناعت بھی پائی جائے تو ایسے شخص کا شمار بلاشبہ بڑے لوگوں میں ہوگا۔ اِس دَور میں لوگ حرص و طمع کے غلام ہیں، مادہ کو ہر چیز پر فوقیت و ترجیح دیتے ہیں۔ اور اسی لئے بسا اوقات اخلاقی و مذہبی قدریں پامال ہوتی رہتی ہیں۔ افسوس ناک اَمر یہ ہے کہ حرص و طمع کا مرض عُلماء میں بھی پہنچ گیا ہے۔ کسبِ دنیا کے لئے وہ طرح طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے راستے بنا لیتے ہیں۔

مولاناؒ پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص تھا کہ انہوں نے کبھی بھی حرص ونفسانیت کو قریب نہ آنے دیا۔ وہ مالدار نہ تھے لیکن دل کے غنی تھے۔ جس قدر بھی موقعہ ملا حرص وطمع سے بالا ہو کر دین وعلم کے لئے کام کیا۔ حتیٰ کہ ایک ادارے کے بانی ہونے کے باوجود، جس میں مسجد، مدرسہ تحفیظ القرآن، الاعتصام کا دفتر اور لائبریری ہال ہے جو ان کے حلقۂ ارادت کے خصوصی تعاون سے پایۂ تکمیل کو پہنچا لیکن کمال بے نفسی یہ ہے کہ خود کرائے کے ایک مکان میں ہی فروکش رہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار سعودی عرب کی ایک ذمّہ دار شخصیّت نے مولانا مرحوم کے ساتھ تعاون کرنا چاہا۔ لیکن مولانا نے کمال استغناء سے اُسے قبول کرنے سے معذرت کردی۔

ناشر التراث السّلفی

مولانا رحمہُ اللہ کی علمی زندگی کا ایک بے حد تابناک پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تصانیف علمائے اہلحدیث اور اہم علمی مراجع کو ہر قیمت پر حاصل کیا۔ اور وسائل کے مطابق ان کی نشر واشاعت کا بندوبست کیا، اسی لئے انہیں بجا طور پر "ناشر التراث السلفی بالہند و باکستان" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس باب میں ان کا جذبہ سیّد نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی طرح تھا، اگر مادی وسائل فراہم ہوتے تو یقیناً ان کے ہاتھوں اس صدی میں علمی مآخذ کی خدمت واشاعت اور زیادہ وسیع پیمانے پر دیکھنے میں آتی۔ نامساعد حالات میں بھی مولانا نے تفسیر، حدیث، عقیدہ، فقہ اور سوانح وغیرہ موضوعات پر جو بیش بہا مآخذ فراہم کردیئے ہیں، ان کے لئے دنیا انہیں ہمیشہ یاد رکھے گی اور محققین علماء وطلباء ان کے لئے دُعائے خیر کرتے رہیں گے، مادی رجحان کے دباؤ اور علوم اسلامیہ سے بے اعتنائی کے اس دَور میں مولانا رحمہُ اللہ کی مذکورہ خدمت بڑی وقیع ہے، کاش ان کی اس سُنّتِ حسنہ کو اہل علم واہل تمیز زندہ رکھیں۔

اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وادخلہ جنّۃ الفردوس۔ وصلّی اللہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر غلام نبی عارف
لاہور

حواشی سُنن نسائی

یکے تعبیر از خوابہائے اُو

تعلق خاطر:۔ میرا تحصیل علوم اسلامیہ کے سفر کا آغاز تھا کہ میں نے مدرسہ محمدیہ (گوجرانوالہ) میں پہلی مرتبہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو دیکھا۔ غالباً وہ طلبہ کے امتحان کی غرض سے مدرسہ میں تشریف لائے تھے۔ مجھ سے انہوں نے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے جواباً کہا غلام نبی! انہوں نے فرمایا میں آپ کے لئے عبدالرحیم نام تجویز کرتا ہوں میں اپنی معصوم سوچ میں گم رہا۔ اور کوئی جواب نہ دے پایا۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خانؒ کی تصنیفی خدمات پر میرا ایک مضمون (چار اقساط) ہفت روزہ الاعتصام میں شائع ہوا۔ تو مضمون نگاری طور پر میرا نام غلام رب النبی لکھا گیا۔ اُن کی توحید آشنا قوتِ شامہ کے لئے شرک کا ادنیٰ سا جھونکا بھی ناخوشگوار تھا۔ خاکی کھدر کے لباس میں ملبوس تھے۔ پگڑی، کرتہ، تہبند تینوں کھدر کے تھے۔ سادگی اور زہد کی مکمل علامت تھے۔ ان کا زندگی گزارنے کا ڈھنگ عام روش سے ہٹ کر تھا۔ میں مراحلِ عمل طے کرتا رہا۔ اس دوران وہ پورے آب وتاب کے ساتھ میدانِ علم وعمل میں مصروفِ جہاد رہے۔ اپنے تدریسی، تصنیفی، تبلیغی اور تحریکی کاموں میں ہمہ تن سرگرم رہتے۔

میں لاہور میں کرایہ کے ایک کمرہ میں رہائش پذیر تھا وہاں ایک دفعہ میری لائبریری دیکھنے آئے۔ کتابیں دیکھنے کے دوران ان کی نظر ایک مطبوعہ رسالے (الاعلام العلیۃ) پر پڑی جو امام ابن تیمیہ کے سوانح حیات پر مشتمل تھا۔ اسے بہت پسند کیا اور کہا کہ عرصۂ دراز سے میں اس کی تلاش میں ہوں۔ میرے پاس دو نسخے تھے۔ ایک میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گوہرِ مقصود پا کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی کتاب دوستی تو ضرب المثل تھی۔ میں مسجد مبارک میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جاتا تو عام طور پر وہاں حضرت مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا۔ ایک دفعہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد وہ میرے ساتھ انارکلی گئے۔ وہاں فٹ پاتھ پر آراستہ پرانی کتابوں اور رسالوں کو گھوم پھر کر بغور دیکھتے رہے۔ شاید یہ ان کا معمول تھا۔ ڈیڑھ دو ہزار روپے مالیت کا علمی ذخیرہ خرید لیا۔ ان میں بعض کتابیں اور رسالے خستہ حالت میں تھے۔ کہنے لگے یہ تمام نایاب علمی مواد ہے۔ سلفیہ لائبریری میں رکھ لیں گے۔ اہل علم اور شائقین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کے کام آئے گا۔علم کا یہ تمام بوجھ رکشہ میں رکھ کر لائبریری میں لے آئے۔ ان کا کتابوں سے عشق اور لگاؤ نقطۂ کمال پر تھا جس کا ظہور سلفیہ لائبریری کی شکل میں منظر عام پر ہوا۔

المکتبۃ السلفیہ کا قیام: حضرت مولانا دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں تعلیم و تدریس کے فرائض تو سرانجام دیتے ہی تھے۔ مگر انہوں نے اس کے پہلو بہ پہلو مکتبہ سلفیہ کا آغاز بھی کر دیا۔ کتابوں کی خرید و فروخت، کی شکل میں اپنے لئے ایک نئی مصروفیت پیدا کر لی۔ جبکہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ میرے لئے صرف تدریسی کام کو ہی پسند کرتے تھے۔ مگر میں نے جماعتی حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد اس مکتبہ کے قیام کا فیصلہ کیا تھا۔ خالص مسلکی لٹریچر کا جماعت میں فقدان تھا۔ اور مسلک اہل حدیث کی بعض ایسی کتابیں تھیں جن کے مکمل نابود ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس خطرے کا الارم مسلسل میرے کانوں میں گونجتا رہتا تھا۔ میں نے اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے کمر ہمت باندھ لی۔ مسلکی لٹریچر کی نشر و اشاعت کا پختہ عزم کر لیا۔ المکتبۃ السلفیہ کی شکل میں کام کا آغاز کر دیا۔

ہونا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

اس کے پس پردہ کوئی تاجرانہ غرض و غایت نہ تھی۔ صرف اسلاف کے آثار و نقوش کو زندہ اور باقی رکھنا تھا۔ اس حُسنِ نیت اور خلوص قلب کی اثر آفرینی دیکھئے کہ کئی علمی اور مسلکی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچیں۔ اب تو مکتبہ سلفیہ کتابوں کی نشر و اشاعت میں بہت شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس مکتبہ کی طرف سے بڑی بڑی ضخیم علمی اور ادبی کتابیں بازار میں آرہی ہیں۔ اس اشاعتی اور نشریاتی ادارے کا مستقبل بہت تابناک ہے حافظ احمد شاکر مدیر مکتبہ اپنی تمام دلچسپیوں کے ساتھ ادارے کو بام عروج کی طرف لے جا رہے ہیں۔

کچھ لوگوں نے حضرت مولانا کی شان کم کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ کوہِ وقار تھے۔ ان کو اپنے موقف سے ہٹانا کارِ آساں نہ تھا۔ کتنوں نے ان کے مشن کو نقصان پہنچانے کی سازش کی۔ مگر وہ بہ توفیق الٰہی بروقت منصوبہ بندی میں کامیاب رہے۔ مبدأ فیاض کی طرف سے انہوں نے عقل و خرد کی صلاحیتوں کا وافر حصہ پایا تھا۔ فوراً ہی نئی صف بندی کر لیتے۔ جماعت کو تشتت و افتراق کی زد میں دیکھا تو فریق بننے کے بجائے الگ دنیائے عشق و محبت بسالی۔

؎ اگر کھو گیا ایک نشیمن تو کیا غم — مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

میرے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے۔ میں ان کے پاس چلا جاتا تو اپنی تمام مصروفیتوں کو چھوڑ کر ہمہ تن میری طرف متوجہ ہو جاتے۔ وہ ادب عربی کے بارے میں میرے ذوق سے آگاہ تھے۔ میرے سامنے عربی مجلات و جرائد کی بھرمار کر دیتے۔ اہم عنوانات، مضامین اور علمی نکات کو قلم زد کر دیتے اور کہتے کہ ان کا مطالعہ کرو۔ انہوں نے کئی طویل تحقیقی عربی مقالوں کا مجھ سے اردو ترجمہ کرایا جو جماعتی جرائد میں بالاقساط شائع ہوتے۔ کئی طبع زاد تخلیقی مضامین کے سلسلہ میں بھی میرا ان سے مسلسل رابطہ رہتا۔ انہوں نے رہنما اصول بتانے میں کبھی بخل سے کام نہ لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ ان کا دامن بخشش وعطا سب کے لئے کھلا رہتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔
فخر وغرور کی ہوا نے ان کے دامن کو کبھی نہ چھوا تھا۔ کسر نفسی، خاکساری، تواضع، صبر وقناعت وایثار ان کے اخلاق عالیہ کے اہم اجزاء ترکیبی تھے۔ طویل گفتگو سے احتراز کرتے۔ ہمیشہ مختصر بات کہنے کے عادی تھے۔ مگر وہ حکیمانہ نکات سے پُر ہوتی۔ مناطقۂ یونان کی طرح صغریٰ، کبریٰ کی ترکیب اور حدِ اوسط کے اسقاط سے نتائج تک پہنچنے کے قائل نہ تھے۔ براہ راست اپنی خداداد فہم وفراست سے مطلوبہ نتائج کو اپنی گرفت میں لے آتے۔ مخالف فریق سے کبھی نہ الجھتے کہ فَنَجْهَلَ فَوْقَ الْجَاهِلِيْنَ کا منظر پیش کریں بلکہ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کی مجسم تصویر بن جاتے۔ یہی تحمل وبرداشت ان کی فتح وظفر کی کلید اعظم تھی۔ بحرانوں سے نپٹ لینا ان کے لئے معمول کا کھیل تھا۔ گھبراہٹ اور نا امیدی ان کے قریب بھی نہ پھٹکتی تھی۔ وہ فیصلوں کے آدمی تھے۔ اپنے پروگراموں کو جلد عملی شکل دے دیتے تھے۔ انتظار ان کی لغت کا لفظ نہ تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ زیادہ تر اپنے آپ کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھتے۔ میں ان سے ملتا تو کہتا مولانا! یہ کیا بات ہے؟ ہر وقت تہلیل وتسبیح کا دور چل رہا ہے۔ مسکرا کر کہتے۔ ذکر کے باب میں مجھ سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے جس کی اب میں تلافی چاہتا ہوں۔ اور غالب کا یہ شعر بھی سناتے۔

ہو چکیں بلائیں سب تمام — اک بلائے ناگہانی اور ہے

پروفیسر عبدالقیومؒ اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ جماعت اہل حدیث کا پالیسی ساز ادارہ تھے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور مولانا غزنوی رحمہما اللہ بیشتر جماعتی، تنظیمی اور تعلیمی امور میں مولانا بھوجیانی سے رابطہ رکھتے۔ ان دو عظیم رہنماؤں کی نفسیات اور ذہنی رجحانات کی اگر کوئی صحیح معرفت رکھتا تھا تو وہ مولانا بھوجیانی تھے۔ جامعہ سلفیہ کے قیام، اس کے نصاب تعلیم میں ان کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ جماعتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی منصب امامت، امارت، قیادت وسیادت کے لئے ہاتھ پاؤں نہ مارے۔ کیوں کہ ان کی تربیت ان علماء کے ہاتھوں انجام پائی تھی جو نفس امارہ اور لوّامہ کی سرحدات کو عبور کرکے نفس مطمئنہ کی پُر رونق رَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ کی وادیوں میں اپنے قدم جما چکے تھے۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

تحقیقی ذوق

محدث بھوجیانی کی زندگی مسلسل علمی اشتغال واعمال سے عبارت تھی۔ وہ بظاہر ایک پتلے دبلے انسان تھے۔ مگر وہ اپنے مقاصد واہداف کی تکمیل کے لئے اپنے سینے میں سمندر کی موجوں اور ہوا کی لہروں سے زیادہ تموج واضطراب رکھتے تھے۔ ان کی زندگی کا رُبع صدی میری آنکھوں کے سامنے بسر ہوا۔ میں نے کبھی ان کو غیر متحرک اور ساکن نہ پایا۔ وہ اپنے علمی اور روحانی فیوض وبرکات کے تحائف اہل شوق کے حلقوں میں آخری سانس تک بانٹنے میں مصروف رہے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بڑی پتے اور تجربہ کی باتیں کہہ جاتے تھے۔ تحقیق اور جستجو ان کی روح کی غذا تھی۔ ان کے پاس بیٹھنے سے روح کو طمانیت اور چین نصیب ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ کسی طالب علم میں طلب واشتہاء کی پیاس دیکھ پاتے تو اپنے علوم ومعارف کے شیریں جام بھر کر اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کہیں مجھ سے املا کی اغلاط سرزد نہ ہو جائیں۔ بعض دفعہ تصحیح و تصویب بھی فرما دیتے۔ مصر، حجاز، شام، عراق، ترکی، اور ہندو پاک کی لائبریریوں میں جو نایاب نسخے پائے جاتے ہیں۔ ان کی داستانیں بھی مزے لے لے کر سناتے۔ ایسے بینا و دانشور لوگ بہ یک لحظہ منصۂ شہود پر نہیں آجاتے۔

عُمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات — تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

نایاب کتابوں کی اشاعت کے تو بہت رسیا تھے۔ کتاب کے حسن و قبح کو پرکھ کر اس کا انتخاب کرتے۔ اپنے تحقیقی و تنقیدی حواشی کے ساتھ اس کی علمی قدر و قیمت میں اضافہ کرتے۔ بیسیوں کتابیں اپنی زیر نگرانی طبع کرائیں۔ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر اشاعتِ کتب کا سلسلہ دم واپسیں تک جاری رکھا۔ صرف چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی اشاعت تک ہی اپنے شوق کو محدود نہیں رکھا۔ بلکہ بڑی بڑی ضخیم کتب حوالہ کتابت و طباعت و تجلید کی تمام نفاستوں اور لطافتوں کے ساتھ شائع کر کے بازارِ علم کی رونق و زیبائی میں دو چند اضافہ کرتے رہے۔ خصوصاً وہ کتابیں ان کی توجہ کا مرکز رہتی تھیں جن سے مسلک محدثین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت و ترویج ہو۔ محدثین کرام کی کوششوں کو آگے بڑھانا ان کی زندگی کا اہم مقصد و مقصود تھا۔ وہ برصغیر کے فکری اور فقہی جمود و تعطل کو توڑنے کے لئے میدان اجتہاد و استنباط کے مسلمہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے مستند سوانح حیات کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے عوام و خواص کے سامنے لائے۔ امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ محمد بن علیؒ شوکانی کی تصانیف سے انہوں نے بھرپور استفادہ کیا۔ ان ائمہ اور مصلحین کے افکار و نظریات کی زندگی بھر ترجمانی کرتے رہے۔ آج مجھے ان کے عشق، جذبے، تڑپ، لگن، شوق اور ولولے کا کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ بندگانِ ہوا و حرص تو بہت ملتے ہیں مگر سر اور خونِ جگر کا نذرانہ پیش کرنے والا شوریدہ سر اور مست مئے الست کوئی رونق دید نہیں ہے۔

فَوا حسرتا ما اَمَرّ الفراقَ — وَاعلقَ نیرانَہٗ بالقلوب

لوگ علم کی مسندوں اور وعظ و نصیحت کے محرابوں اور ممبروں پر بزورِ مکر و فریب قابض ہو گئے۔ مگر مولانا اپنے آپ کو خاکسار ہی لکھتے رہے اور خاکسار ہی رہے۔ ان کی شان بے نیازی بھی ضرب المثل بن گئی۔ ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھ لیا کہ رہائش کے لئے آپ نے کوئی قطعۂ اراضی خریدا ہے۔ کہنے لگے مکین عارضی ہے اسے مکان کی کیا ضرورت و حاجت ہے میں نے کہا پھر تو میں نے بھی بڑی غلطی کی ہے۔ ایک دس مرلہ پلاٹ کا مالک ہوں۔ کیا اس کو بیچ دوں۔ جواب دیا۔ تمہارا معاملہ دوسرا ہے میں تمہیں ایسا کرنے کو نہیں کہتا۔

خدماتِ حدیث

اب میں اپنے منتخب موضوع کے قریب آتا ہوں اور اپنی گزارشات پیش کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا نے زندگی بھر حدیث کی خدمت کی۔ آپ کی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

۱۔ تحصیل علم حدیث ۲۔ تدریس علم حدیث ۳۔ تشریح و تحشیہ کتب محدثین ۴۔ طباعت واشاعت کتب حدیث۔

تحصیل حدیث

مولانا نے علم حدیث کی تحصیل اپنے وقت کے ائمۂ فن سے کی جن کے سلسلہ ہائے اسانید کے ڈانڈے مصنفینِ صحاح ستہ سے جا ملتے ہیں۔ اور طالبان علومِ حدیث لمبی مسافتیں طے کرتے ہوئے۔ ان کے درس حدیث میں شامل ہو کر ان سے سماعۃً وقراءۃً واجازۃً علم حدیث کی شہادات حاصل کرتے۔ تدریس، اِفتاء و ارشاد کا کوئی کام بھی ان کی مہرِ تصدیق کے بغیر قابلِ حجت سند قرار نہیں پا سکتا۔ انہوں نے یہ مقامِ عالی اور درجۂ کمال کیسے حاصل کیا۔ ان کی ریاضتوں اور مشقتوں کی داستانیں بڑی طویل ہیں۔ کسب کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی۔ میں ان محدثین کی زندگیوں کے سوانح و وقائع پہ تمام روشنی نہیں ڈال سکتا۔ دواوین علم و تاریخ میں یہ امانتیں ہمیشہ کے لئے محفوظ و مصئون ہو چکی ہیں۔

بلوح الخط فی القرطاس دھراً ۔ وکاتبہٗ رمیم فی التراب

ان کی شہرت و مقبولیت ریڈیو کی نشریات یا یومیہ جرائد و صحائف کی اشاعتوں کی مرہونِ احسان اور زیر بار نہ تھی۔ بلکہ ان کے علم کی دھوم عالم و عالمیان میں ان کے تلامذہ کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ وہ خود بھی علم و فن کے میدان میں کامل تھے انتھت الیھم ریاسۃ العلم والفن اور جو ان کے حلقۂ درس میں بیٹھے وہ بھی علم میں اور سیرت و کردار میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ اور پھر انہوں نے اپنے اساتذہ کے علوم و معارف کو اقصائے عالم تک پھیلایا۔ یوں حاملینِ علوم حدیث کے قافلے منزل بہ منزل اترتے رہے دسارتِ الرکبان بعلوم الحدیث وفنونہ الی ادنی الارض واقصاھا۔ ان علوم کے چشموں نے ایک عالم کو سیراب کیا۔ عرب و عجم کی تمیز مٹ گئی۔ ان پر پیاسوں کی بھیڑ لگ گئی۔ رونق لحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ۔

برصغیر کے علمائے حدیث (اہل حدیث) نے پاک و ہند میں مسجدِ نبوی، بزم نبوی اور عہد نبوی کی رونق وفضا کو پھر سے پیدا کر دیا۔ جس طرح ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عمر بن خطابؓ قال رسول اللہ کہا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم نے بھی ان محدثین کرام کی برکت و وساطت سے قال رسول اللہ کہا۔ کس قدر وجد آفریں ہے یہ نغمہ اور کس طرح شیریں ہے یہ کلمہ! کیسے خوش نصیب اور بلند بخت تھے وہ لوگ جو مجلس نبوی میں درس حدیث کے لئے سماعت و انصات کے تمام تقاضوں کے ساتھ باادب ہو کر بیٹھتے تھے۔ وَكَاَنَّ علی رؤسھم الطیور۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ وقت کہ دیدارِ عام تھا اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند کی اہمیت وفضیلت

متون احادیث نبویہ تک پہنچنے کے سلسلۂ رجال کو سند کہا جاتا ہے۔ اصحاب الحدیث ھُمُ اھل النبیؐ اور یہ اس امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین امور میں امتیاز بخشا ہے۔

۱۔ اسناد ۲۔ انساب ۳۔ اعراب

کس قدر بابرکت ہیں وہ لوگ جن کے اسمائے گرامی سلسلۂ سند میں شامل ہیں۔ یہ گواہی در گواہی سلسلۂ شہادات ہے۔ یہ علوم نبوت کو ایک شخص سے دوسرے شخص تک منتقل کرنے کا طریقہ ہے۔ یہ وہ سواریاں ہیں جو بارگاہِ رسالت کی طرف رواں دواں ہیں۔ ائمہ جرح وتعدیل نے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھایا۔ غیر متعلق آدمی کو سند میں گھسنے نہیں دیا۔ جرح وتعدیل کے اصول وضع کئے۔ جن کی موجودگی میں مشکوک راوی کا فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ قبول وعدمِ قبولِ روایت کی شروط کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ کیا راویٔ حدیث رسول عدالت، حفظ، ضبط واتقان اور اتباعِ شریعت میں کامل ہے؟ اتصال وانقطاعِ سند کا فیصلہ کرنے کے لئے لقاء ومعاصرت کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔ تاکہ کسی مُدلّس کو رخنہ اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ اس بارے میں مستقل تصانیف معرضِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ چند نقادِ فن حدیث اور ان کی تصانیف کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اس عظیم فن کو اپنی بحث وتحقیق کا موضوع قرار دیا ہے۔

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	الضعفاء والمتروکین
محمد بن حبان تیمی	کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین
ابن ابی حاتم رازی	الجرح والتعدیل
ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی	میزان الاعتدال فی نقد الرجال
ابن عدی	الکامل فی الضعفاء
دارقطنی	الضعفاء والمتروکون
ابوجعفر محمد بن عمرو عقیلی مکی	الضعفاء الکبیر
ابن حجر عسقلانی	تقریب التہذیب
"	تہذیب التہذیب
محمد بن علی شوکانی	الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ
محمد بن طاہر پٹنی	قانون الموضوعات والضعفاء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناصر الدین البانی	سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة
جلال الدین سیوطی	ذيل الموضوعات ۔ اللآلی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة
ملا علی قاری	الاسرار المرفوعة
ابن عراق کنانی	تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاخبار الشنيعة الموضوعة

یہ علم (نقد الرجال) اب پائہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ آئمہ جرح و تعدیل رواۃ حدیث پر جو رائے و فیصلہ دے چکے ہیں۔ وہ کافی ہے اس میں اضافہ و ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ شروح و حواشی کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ ان کی تحقیقات کو جدید اور سہل انداز میں پیش کرنا۔ عین مباحات اور ضروریات زمانہ میں سے ہے۔

احادیثِ رسول کو جب باقاعدہ ضبطِ تحریر میں لایا گیا تو اس کے نتیجہ میں مستند احادیث کا مجموعہ معرض وجود میں آئے۔ یہ اصل تدوین حدیث کا دور ہے۔ اس سلسلہ میں اصحاب صحاح ستہ کی محنتیں اور کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔ یہ اصحاب تصانیف تو اپنا سلسلۂ سند رسول اللہ تک لے گئے۔ اب ان کے بعد آنے والے اصحاب تدریس و تصنیف نے اپنے سلسلۂ سند کو ان محدثین سے جا ملایا۔ تاکہ زمانۂ سند کا اول و آخر باہم مربوط ہو جائے۔ محدثین کرام لاکھوں حدیثوں کے حافظ و ضابط تھے۔ لے وہ اپنے سینکڑوں شاگردوں کو احادیث رسول املاء (DICTATE) کراتے تھے اس طرح امالی کی شکل میں ذخیرۂ احادیث محفوظ ہو گیا۔ اور موجودہ دور میں محاضرات اسی نوع کے ہیں اور پھر یہی امالی تبویب و ترتیب کے مراحل سے گزر کر مستقل مستند کتابیں بن گئی۔

مولانا محدث بھوجیانی کی سندِ حدیث

مولانا سند عالی اور سند سافل دونوں کے ذریعہ محدثین کی صفت میں جا شامل ہوتے ہیں۔ سند عالی کا حصول تو اسلاف کی سنت رہا ہے۔ کیونکہ جس قدر زنجیر کی کڑیاں زیادہ ہوں گی۔ ضعف و انحلال کا خطرہ موجود رہے گا۔ اور

لے "لاکھوں حدیثوں" سے مراد طرقِ حدیث ہیں۔ یعنی ایک ایک حدیث بیسیوں بلکہ بعض سینکڑوں طرق سے مروی ہوتی تھی۔ محدثین اس طرح لاکھوں طرق حدیث اور ان میں سب سے اصح طریق سے واقف ہوتے تھے اور اسی اصح طریق کو اپنی کتاب میں درج کرتے تھے۔ لاکھوں حدیثوں سے انتخاب کا مطلب بھی یہی ہے کہ محدثین کے سامنے حدیث کے لاکھوں طُرق ہوتے تھے جن میں سے اصح طرق کا وہ انتخاب کر لیتے تھے اور باقی طُرق نظر انداز کر دیتے یہ مطلب نہیں ہے کہ لاکھوں حدیثوں میں سے چند ہزار احادیث لے لیں۔ اور باقی دریا برد کر دیں، جیسا کہ بعض کج فہم یا کٹ حجت سمجھتے ہیں۔ (ص، ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس قدر کم ہوں گی۔ تو ایسے خطرے کا احتمال کم ہوگا۔ آپ کی علوِ اسناد کی بھی کئی اقسام ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ آپ آئمہ حدیث میں سے کسی امام تک قلیل التعداد روات کے ذریعہ پہنچ جاتے ہیں۔ آگے اس امام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کثیر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ معین امام کے حلقہ میں جا شامل ہونے کے لحاظ سے سندِ عالی ہے۔ ایک وہ قسم ہے کہ آپ قلیل التعداد اساتذۂ حدیث کی وساطت سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت تک جا پہنچتے ہیں علی ہذا القیاس اس کی درجہ بدرجہ اقسام ہیں۔ جن کی تفصیل مقدمہ ابن صلاح، فتح المغیث اور سلسلۃ العسجد میں دیکھی جا سکتی ہے شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ رأیتُ التشفع الیہ صلی اللہ علیہ وسلم والتوسل لدیہ بعلماء الحدیث والدخول فی عدادھم بعلمِ الحدیث وحفظہ علی النّاس عروۃً وثقیٰ وحبلًا ممدودًا فعلیک اَن تکون محدثًا الخ (فیوض الحرمین ص ۵۳)۔ محی السنہ نواب صدیق حسن خان قنوجی سلسلۃ العسجد (ص۵۵) میں سند کی اہمیت پر لکھتے ہیں " اسناد در دین خصوصًا در علم کتاب وسنت یکے از خصائص است و ضروریات شرح شریف است۔ اتباع سنت کے جوش میں سند کا مقام اجاگر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ از حضیض تقلید وآراء رجال بہ اوج اتباع نصوص وادلہ صحیحہ ترقی فرماید۔

زائر نجات خواہی آئین عشق سر کن
از مصطفیٰ شنیدن واز دیگراں بریدن

مولانا بھوجیانی کے شیوخ سند کی تفصیل کچھ بایں طور ہے۔ صحاح ستہ اور تفسیر جلالین کی قرأت وسماعت محدث عبدالجبار کھنڈیلوی سے کی۔ نیز ان سے اجازت روایت بھی حاصل کی۔ وہ عبدالوہاب ملتانی دہلوی اور عبدالرحمن مبارک پوری صاحب تحفہ کے شاگرد تھے۔ مزید برآں علامہ محمد عبدالتواب ملتانی سے بھی کتب صحاح کی اجازت طلب کی۔ اسی طرح حضرت حافظ محمد گوندلویؒ سے جو کہ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ ان سے بھی صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک کی سند حاصل کی۔ یہ چاروں محدث (عبدالرحمن مبارک پوری، عبدالوھابؒ ملتانی، عبدالتوابؒ ملتانی، عبدالمنانؒ وزیر آبادی) شیخ عرب و عجم سید نذیر حسینؒ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ انہوں نے شیخ الکل سے قراءۃً وسماعۃً واجازۃً علوم حدیث حاصل کئے۔ اور شیخ الکلؒ شاہ محمد اسحاقؒ دہلوی کے شاگرد خاص تھے۔ اور وہ شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی کے شاگرد تھے اور شاہ عبدالعزیز اپنے باپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ یوں برصغیر میں علمِ حدیث کے حقیقی وارث شاہ ولی اللہ ٹھہرے۔ اسی وجہ سے وہ محدث دہلوی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ علم حدیث کو برصغیر میں لانے اور اس کی تدریس اور نشر واشاعت کا سہرا شاہ ولی اللہ اور خاندانِ شاہ ولی اللہ کے سر ہے۔ اللّٰھم احسن الیھم کما احسنوا الی اھل الھند!

شاہ ولی اللہ نے اپنی تالیف " اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ " اپنے تمام سلاسلِ حدیث کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے آپ کے استاذِ حدیث ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی ہیں۔ وہ کتب حدیث جن کی اجازت آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ابوطاہر مدنی سے حاصل کی۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری
سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث
جامع ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ
سنن نسائی	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب
سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی
سنن دارمی	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی
مسند احمد	امام احمد بن حنبل
مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ بن الخطیب التبریزی
الحصن الحصین	شمس الدین محمد بن محمد الجزری

شاہ ولی اللہ نے اپنی اس تالیف میں ابوطاہر مدنی کی زبانی اور تحریری اجازت کا مفصل حال لکھا ہے۔ اس اجازت نامہ میں شیخ ابوطاہر مدنی نے شاہ ولی اللہ کے علمی کمالات اور صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔ ان کی روحانی رفعتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ سب سے بڑی بات جو استاذ نے شاگرد کے حق میں کہی ہے۔ وہ ہے۔ هُوَ اَحْرٰى اَنْ يُقْتَبَسَ مِنْ مشكوتہ۔ یہ وہ قندیل ہے جس کی روشنی حاصل کرنا ہی اولیٰ ہے۔ تحصیل حدیث کا انداز شیخ خود ہی بیان کرتے ہیں۔ "فَتَلَقّٰى جَمِيْعَ صحيح البخاری مَابَيْنَ قِرَاءَةٍ مِنِّي وَهُوَ يَسْمَعُ وَقِرَاءَةٍ منه وانا اسمع" یعنی قرأت و سماعت کی باری استاد و شاگرد کے درمیان بدلتی رہتی تھی۔ احادیث نبویہ کی قرأت و سماعت ایک ایسی مجلس میں ہوتی تھی۔ —————— جس کے شرکاء میں شاہ ولی اللہ کے ماموں العارف باللہ مولانا عبیداللہ اور ماموں زاد بھائی محمد عاشق (ایک صاحب طرز ادیب) بھی تھے۔ ان تمام مجالسِ تحصیلِ حدیث کا انعقاد مسجد نبوی میں روضہ اطہر کے سامنے محراب عثمانی کے نزدیک ہوتا تھا۔

شیخ ابوطاہر نے اجازت نامہ میں وسعت دیتے ہوئے بلا قید شروط معتبرہ عند المشائخ فی اجازاتهم كتصحيح المتن وضبط الغريب و اعراب المشكل والتحرز من التحريف والتصحيف اجازت دی ہے۔ شیخ ابوطاہر اپنے چار اساتذہ کا تذکرہ بڑی نیازمندی کے ساتھ کرتے ہیں۔

۱۔ والد بزرگوار شیخ ابراہیم بن حسن

علامہ شوکانی نے البدر الطالع میں اپنے معاصرین، شیوخ و تلامذہ کے تراجم میں شیخ ابراہیم کے علمی مقام کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں،" ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کورانی کردی شافعی امام کبیر مجتہد تھے۔ ولادت ۱۰۲۵ھ ہے عربی ادب، منطق اور حساب کی تحصیل اپنے آبائی وطن میں کی پھر دوسرے علوم (معانی، بیان، اصول، فقہ، تفسیر اور حدیث) کی تحصیل کے لئے شام، مصر، حجاز اور دوسرے اسلامی شہروں کا سفر اختیار کیا۔ کوئی اسی (۸۰) کے قریب تالیفات کا علمی ورثہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ علامہ شوکانی نے بعض کتب کے اسماء کا ذکر بھی کیا ہے۔ ایک خلق کثیر نے ان کے علوم سے استفادہ کیا۔ ۱۱۰۱ھ میں یہ آفتابِ علم و عمل غروب ہوگیا۔ علامہ آلوسی نے جلاء العینین میں لکھا ہے۔ شیخ ابراہیمؒ سلفی العقیدہ تھے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مدافعت میں پیش پیش رہتے تھے۔

۲۔ شیخ حسن بن علی العجیمی المکی الحنفی

شیخ عجیمی اپنے دور میں احادیث کے متون و اسانید کے ماہر تصور کئے جاتے تھے۔ انہوں نے مسلمہ اساتذہ فن سے علم حاصل کیا۔ مثلاً محمد بن علاؤ الدین البابلی۔ زین العابدین بن عبدالقادر الطبری علامہ قشاشی۔ عیسیٰ المغربی۔ شیخ ابوزاہد ابوطاہر ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ باوجود حنفی ہونے کے جمع حقیقی بین الصلوتین (ظہر، عصر، مغرب وعشاء کرتے تھے) اور حالتِ اقتداء خلف الامام سورہ فاتحہ بھی پڑھتے تھے۔ ان کے نزدیک مذہب معین کے التزام و اختیار کا یہ معنی نہیں تھا۔ کہ تمام امور دینیہ میں حنفیت کو اپنایا جائے۔

۳۔ شیخ ابوالعباس احمد بن محمد النخلی متوفی ۱۱۳۰ھ

شیخ احمد نخلی اپنے دور کے بہت بڑے عالم و عابد تھے، حدیث کے ماہر، علم کے جویا تھے۔ انہوں نے متعدد شیوخ سے علم حاصل کیا اپنی تمام اسناد کو اپنے ایک مؤلفہ رسالہ بغیۃ الطالبین لبیان المشائخ المحققین میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔

۴۔ شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی

شیخ عبداللہ حافظ حدیث تھے۔ انہوں نے کتب صحاح پر تحقیقی کام کیا۔ صحیح بخاری کی شرح لکھنی شروع کی تھی۔ لیکن ضعفِ پیری کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے۔ مسند امام احمد کے احیاء کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے۔ مصر، عراق اور شام کے کتبخانوں سے مسند کے اجزاء کو جمع کیا اور پھر روضہ اطہر (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کے پاس بیٹھ کر مسودہ مکمل کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ ابو طاہر نے اپنے سلسلۂ شیوخِ حدیث کو محدثین صحاح ستہ تک جا ملایا ہے۔ جب وہ اپنے شیوخ اور شیوخ الشیوخ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے علمی مقام و مرتبہ کا بھی تعین کرتے جاتے ہیں تاکہ حاملینِ احادیث نبویہ کی ثقاہت و عدالت سے متونِ احادیث کی صحت، حفاظت اور صیانت کو ثابت کیا جا سکے۔ ذکر سند میں بعض دفعہ وہ قلیل الوسائط نظر آتے ہیں اور بعض کثیر الوسائط۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشہور زمانہ استاذ سے آپ کا علمی تعلق بیک واسطہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ درمیان میں کئی شاگردوں کی وساطت سے آپ شیخ اکبر تک پہنچتے ہیں۔ اسی کو سند عالی اور سند سافل کہتے ہیں۔ مثلاً محدث ابو طاہر مدنی امام محمد بن اسماعیل بخاری تک اپنے سلسلۂ سند کا تذکرہ بایں طور کرتے ہیں۔ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے سند کو امام بخاری تک بیان کرتا ہوں۔

مرحلہ اولیٰ

۱۔ ابو طاہر محمد بن ابراہیم ۲۔ شیخ ابراہیم ۳۔ شیخ احمد قشاشی ۴۔ شیخ شناوی
۵۔ محمد بن احمد بن حمزہ رملی۔ ۶۔ شیخ الاسلام زین الدین زکریا۔

۱۔ ابو طاہر محمد بن ابراہیم ۲۔ شیخ حسن عجیمی ۳۔ عیسیٰ المغربی ۴۔ ابو الصلاح علی بن عبدالواحد الانصاری۔
۵۔ احمد بن محمد تلمسانی ۶۔ سعید بن محمد تلمسانی ۷۔ محمد بن محمد بن عبداللہ تلمسانی ۸۔ ابو الفضل محمد بن احمد
۹۔ ابراہیم ۱۰۔ ابو العباس الحجار ۱۱۔ شیخ الاسلام زین الدین زکریا

مرحلہ ثانیہ

احمد بن علی بن حجر عسقلانی۔ ابراہیم بن احمد تنوخی۔ ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجار۔ سراج الدین حسین بن المبارک زبیدی۔ عبدالاول۔ عیسی ہرِدی۔ ابو الحسن عبدالرحمن بن مظفر الداؤدی۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف۔ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری۔

ابو طاہر کی دو اسناد (۱۔ والدگرامی ۲۔ شیخ حسن عجیمی) کے ذریعہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا تک رسائی ہوئی ہے۔ آگے امام ابن حجر عسقلانی متعدد واسطوں سے امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری تک پہنچتے ہیں۔ علی ھذا القیاس تمام سلسلہ ہائے شیوخِ حدیث کا بیانِ مفصل علم الاسانید والاثبات میں مل جاتا ہے۔

مولانا بھوجیانی شرح سنن نسائی کے مقدمہ کے اختتام پر عنوان "روایتی لھٰذا الکتاب" کے تحت اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند حدیث اور سلسلۂ شیوخ کو قدرے جداگانہ انداز سے بیان کرتے ہیں۔ دو اسناد تو امام شوکانی کے ہندی تلامذہ کے حوالے سے ہیں۔ ایک تو ابو عبداللہ منصور الرحمن بن الشیخ عبداللہ الانصاری عن الامام محمد بن علی الشوکانی ہے۔ مولانا بھوجیانی شیخ منصور الرحمن الانصاری کے بارے میں لکھتے ہیں: "لم اقف علی تاریخ وفاته ولکن حصل له سند الاجازة من الشوکانی بمکة حین تشرف بزیارته فی موسم الحج سنة ۱۲۳۷ھ۔
دوسری سند شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی عن محمد ناصر الحازمی عن الامام الشوکانی (الخ) ہے۔

امام نسائی کا تعارف

کتاب کے تعارف سے قبل صاحب کتاب کا تعارف بھی لازم ہے۔ کیونکہ جس قدر مؤلف زیادہ علمی رفعت کا حامل ہوگا۔ اسی قدر زیادہ اس کی کتاب پر اعتماد، یقین اور وثوق بڑھے گا۔ اس کی تالیفی وتصنیفی کاوشیں زیادہ قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور اس کی تحریر وتالیف سند وحجت کا درجہ حاصل کرلے گی۔
امام نسائی صاحب السنن کے احوال علمیہ بیان کرنے والوں کی فہرست میں بڑے بڑے ائمہ علم الرجال اور علمائے تاریخ، انساب، اخبار، اماکن وبلدان کے اسماء گرامی شامل ہیں مثلاً ذھبی، عبدالوہاب السبکی، ابن جوزی، یاقوت حموی، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، ابن خلقان، سیوطی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، ابن اثیر، تاش کبری زادہ ترکی نواب صدیق حسن خان، عبدالحی بن عماد الحنبلی وغیرھم۔

نام ونسب

احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر النسائی۔ مقام پیدائش قصبہ نساء ہے یہ لفظ عربی ہے یا عجمی؟ اس بارے میں ماہرین علم البلدان والاماکن کا بیان باہم مختلف ہے۔ مضمون زیادہ تفصیل کا متحمل نہیں۔ البتہ علامہ اصطخری نے کتاب المسالک والممالک (ص ۱۴۶) میں لکھا ہے کہ شہر نساء بہت عمدہ تفریح گاہ ہے۔ چشموں اور باغوں کی سرزمین ہے۔ اس کا اردگرد رنگارنگ پھلواڑیوں کی وجہ سے ایک حسین منظر پیش کرتا ہے۔ یہ علاقہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں عبداللہ بن عامر کی عسکری مہم کے نتیجہ میں فتح ہوا۔ فتح کے بعد یکے بعد دیگرے عامر بن کریز (والد فاتح نساء) اور قیس بن ھیثم کی عملداری میں رہا۔

تحصیل علم

امام نسائی نے اپنی علمی زندگی کا آغاز پندرہ سال کی عمر میں کیا۔ ۲۳۰ ھجری میں پہلے محدث خراسان قتیبہ بن سعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک سال دو ماہ کا عرصہ ان کے پاس حصول علم میں صرف ہوا۔ قتیبہ کو سندِ حدیث میں دوسرے حفاظِ عصر پر فوقیت حاصل تھی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ علمائے خراسان کے علم سے دامن بھر کر دوسرے مراکزِ احادیث، حجاز، مصر، عراق جزیرہ اور شام کی طرف رختِ سفر باندھا۔ وہاں علمائے حدیث کی مجالس میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے پاس جمع شدہ ذخیرۂ احادیث میں مزید اضافہ کیا۔ نیشاپور میں اسحاق بن راھویہ۔ ابوالحسن منصور۔ محمد بن رافع اور ان کے ہمعصر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مرکزِ علم بغداد جا پہنچے۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ یہاں گزارا۔ یہاں سے بھی علوم حدیث کے جام آپ کی تشنہ لبی دور کرتے رہے۔ آپ کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔ جن میں بڑے بڑے حفاظ اور ائمہ شامل ہیں۔ اسحاق بن راھویہ، ابو داؤد سلیمان بن اشعث۔ عبداللہ بن الامام احمد۔ امام احمد بن حنبل، امام محمد بن اسماعیل بخاری ہشام بن عمار الدمشقی، حافظ علی بن حجر، محمد بن عبداللہ (شیخ الموصل) عبدالرحمن بن ابراہیم (محدث شام) ابراہیم بن یوسف (عالم بلخ) هناد سری (شیخ الکوفۃ) عمر بن عثمان (محدث حمص) وغیرھم۔

تلامذہ

امام نسائیؒ سے خلق کثیر نے علمِ حدیث حاصل کیا۔ اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔ ان میں آپ کے بیٹے عبدالکریم کا نام نامی بھی شامل ہے علاوہ ازیں حسب ذیل تلامذہ کے اسماء بھی کتب رجال میں مندرج ہیں۔

امام طبرانی، احمد بن عمیر، ابوسعید بن الاعرابی، ابوالقاسم الکنانی، محمد بن قاسم اندلسی، ابوبشیر دولابی، حافظ ابوعوانہ، ابوجعفر طحاوی، ابوجعفر عقیلی، ابوعلی نیشاپوری، ابن الحداد الفقیہ، اور آپ کی کتاب المجتبیٰ کے راوی حافظ ابوبکر بن محمد اسحٰق الدینوری، جو ابن السُنّی کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ یہ سنن نسائیؒ وہی مجموعہ احادیث ہے۔ جس کا شمار صحاح ستہ میں ہے۔ جس کی شرح تعلیقات سلفیہ کے نام سے مولانا بھوجیانی نے لکھی ہے۔ دراصل امام نسائیؒ نے ایک مجموعۂ احادیث مرتب کیا تھا۔ جس کا نام السنن الکبریٰ رکھا تھا۔ جس کا مکمل تعارف مَیں نے اسی مضمون میں ہدیہ قارئین کیا ہے۔ وہ مجموعہ احادیث بطور ہدیہ امیر رملہ کے دربار میں پیش کیا۔ اس نے امام سے سوال کیا کہ اس مجموعہ میں مندرج تمام احادیث ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے بڑی عرق ریزی اور کاوش سے صحیح احادیث کا انتخاب کیا۔ اور اس کا نام المجتبیٰ رکھا۔ السنن الکبریٰ کے راوی محمد بن معاویہ قرطبی محدث اندلس ہیں۔ بعض اور راویوں کے نام بھی کتبِ رجال میں درج ہیں۔ مگر مذکورۂ الصدر زیادہ مشہور ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِلمی مقام

ائمہ فن کا امام نسائیؒ کو خراجِ تحسین

منصور فقیہ اور احمد بن محمد طحاوی نے محدث نسائی کو ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے۔ ابو علی نیشاپوری کہتے کہ میں بلا خوفِ تردید یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ نسائی فنِ حدیث کا امام ہے۔ ایک اور موقع پر انہوں نے کہا میں نے اپنے حضر و سفر میں چار اشخاص کو امام الحدیث پایا ہے۔ دو نیشاپور میں محمد بن اسحاق اور ابراہیم بن ابی طالب اور سوم نسائی مصر میں اور چہارم عبدان اھواز میں۔ حاکم کا بیان ہے کہ انہوں نے حافظ دار قطنی کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو عبدالرحمٰن نسائی اپنے دور میں تمام قابل ذکر علمائے حدیث پر سبقت لے گئے۔ امام ذھبی کا قول ہے کہ امام نسائی فہم و فراست، حسن تالیف، نقد رجال اور حفظ و اتقان میں اپنی مثال آپ تھے۔ تاج سبکی فرماتے ہیں۔ دنیا بھر کے ائمہ حدیث میں سے نسائی بھی ایک امام حدیث تھے۔ ابن کثیر بایں طور امام نسائیؒ کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اپنے معاصرین میں سب سے نمایاں اور درخشاں تھے۔ محدث نسائیؒ کی مدح و ثنا میں علامہ ابن اثیر کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ الإمام الحافظ أحد الائمة المبرزين والحفاظ المتقنين والأعلام المشهورين۔ ذھبی نے تو حفظِ حدیث میں امام نسائی کو امام مسلم صاحب الصحیح پر ترجیح دی ہے۔

تقویٰ و دیانت

علامہ ابوالحسن محمد بن مظفر کہتے ہیں امام نسائیؒ شب و روز عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے والے تھے۔ حج اور جہاد میں بھی بالتواتر حصہ لیتے تھے۔ جامع الاصول میں حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ان (نسائیؒ) کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنی کتاب میں الحارث بن مسکین قراءۃً علیہ وأنا أسمعُ لکھتے ہیں اور یہ نہیں لکھتے حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا۔ کیونکہ حارث قاضی مصر اور ابو عبدالرحمن نسائیؒ کے درمیان کچھ شکر رنجی تھی۔ نسائی کے لئے ان کی مجلس حدیث میں بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ ذرا مجلس سے ہٹ کر غیر نمایاں جگہ پر بیٹھ جاتے جہاں قاضی صاحب کو نظر نہ آئیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دروازے کے پیچھے بیٹھ جاتے تھے۔

ذاتی وجاہت

نہایت خوش شکل تھے۔ چہرہ مبارک ایک روشن قندیل تھا باوجود پیری کے جسم سرخ اور توانا تھا۔ لباس فاخر زیب تن کرتے اور رئیسانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتے تھے چار بیویاں تھیں۔ خوش خوراک تھے۔ ہر روز ایک صحت مند موٹا تازہ مرغ بھون کر کھاتے تھے۔ باوجود اس پُر تکلف اور پُر تعیش زندگی کے شب و روز عبادتِ الٰہی میں منہمک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے۔ سنن مشہورہ کا اہتمام فرماتے۔ قُربِ سلطانی سے گریزاں رہتے۔

عقیدہ و مذہب

کتب صحاح ستہ کے ائمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ زندگی بھر اہل حدیث کے طریقہ پر کاربند رہے۔ اور اہل بدعت و خرافات سے نفور۔ بعض لوگوں نے ان پر حُبِ علی کی وجہ سے تشیع کی تہمت لگائی ہے۔ مگر یہ ساری اموی سیاست کی کرشمہ سازی ہے۔ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے مناقب علی پر کتاب لکھی ہے تو فضائل صحابہ پر بھی کتاب لکھی ہے۔

فقاہت و اجتہاد

امام نسائیؒ فقہ و اجتہاد میں کسی مستقل فقہی مکتب کے مقلد اور پابند نہ تھے۔ بلکہ امور فقہیہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ اجتہاد و استنباط کرتے۔ علامہ ابن اثیر کا یہ کہنا کہ آپ شافعی المذہب ہیں۔ یہ وہم وخیال ان کی تالیف مناسک الحج سے پیدا ہوا۔ کیونکہ مسائل حج میں یہ تالیف فقہ شافعی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ لیکن چند مسائل فقہیہ میں مناسبت و اتفاق کی وجہ سے ان کی حریت اجتہاد و استنباط متاثر نہیں ہوتی۔ محدثین کے فکری نتائج وثمرات کو فقہ الحدیث کے عنوان سے تعبیر کرنا انسب واولی ہے۔ کیونکہ محدثین کا دور جمع و تدوین احادیث کا دور رہے۔ انہیں مسائل شرعیہ میں بے بضاعتی اور قلت احادیث کا سامنا نہ تھا۔ اسی لئے محدثین نے بعض اماموں کو یتیم فی الحدیث کہہ کر مجروح قرار دیا ہے اور ان کی فقہ کو آراء الرجال کا نام دیا ہے۔ علامہ طاہر الجزائری نے توجیہ النظر (صفحہ ۱۸۵) میں مسلکِ محدثین پر بایں طور روشنی ڈالی ہے۔ بخاری اور ابو داؤد دونوں فقہ میں امام ہیں اور اجتہاد و استنباط کی اہلیت و صلاحیت سے بہرہ ور لیکن مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو یعلی، بزار اور ان جیسے دوسرے محدثین کا مسلک وہی ہے۔ جو جمہور اہل حدیث کا ہے۔ اور یہ کسی معین عالم، امام یا مجتہد کے مقلد نہیں ہیں۔ گو یہ تمام امور دینیہ میں مجتہد علی الاطلاق نہ تھے۔ بلا قید دوسرے فقہاء کی آراء و افکار سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

تصانیف

امام نسائیؒ قلم کے دھنی تھے۔ تحریر و تصنیف کے میدان میں ان کی کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔ ورباب علم اپنی منزل کے بے قرار راہرو تھے راہ کی مشقتیں اور کلفتیں ان کی جمعیتِ خاطر کو پریشان نہ کرسکتی تھیں۔ ایسے ہی مسافر سطحِ زمین پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑ جاتے ہیں اور پھر انہیں اہل جہاں ہمیشہ کے لئے یاد رکھتے ہیں کہ یہاں سے کوئی مسافر گزرا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

خیاباں، خیاباں ارم دیکھتے ہیں

آپ کے آثار علمیہ میں سے حسب ذیل کتب ہیں جن میں سے بعض مطبوع اور بعض غیر مطبوع ہیں جن کا ذکر کتب سیر و رجال میں موجود ہے۔

۱۔ السنن الکبریٰ۔ تقریباً بارہ ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ - مطبوع
۲۔ السنن الصغریٰ۔ پانچ ہزار چھ سو اکسٹھ احادیث کا مجموعہ ہے۔ - مطبوع
۳۔ مسند مالک بن انس۔ غیر مطبوع
۴۔ مسند حدیث زہری۔ غیر مطبوع
۵۔ مسند حدیث شعبہ بن الحجاج۔ غیر مطبوع
۶۔ مسند حدیث سفیان بن سعید الثوری۔ غیر مطبوع
۷۔ الإعراب۔ غیر مطبوع
۸۔ مسند حدیث ابن جریج۔ غیر مطبوع
۹۔ مسند حدیث یحییٰ بن القطان۔ غیر مطبوع
۱۰۔ مسند فضیل بن عیاض و داؤد الطائی و مفضل بن مھلھل الضبی۔ غیر مطبوع
۱۱۔ مسند علی بن ابی طالب۔ غیر مطبوع
۱۲۔ کتاب خصائص علی بن ابی طالب۔ مطبوع
۱۳۔ فضائل القرآن۔ مطبوع
۱۴۔ عمل الیوم واللیلۃ۔ مطبوع
۱۵۔ فضائل الصحابہ۔ مطبوع
۱۶۔ مناسک الحج والجمعۃ۔ غیر مطبوع
۱۷۔ کتاب الطبقات۔ مطبوع
۱۸۔ التمییز (اسماء الرواۃ والتمییز بینھم)۔ غیر مطبوع
۱۹۔ معجم الشیوخ۔ مطبوع
۲۰۔ شیوخ الزہری۔ غیر مطبوع
۲۱۔ الجرح والتعدیل۔ مطبوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲۔ مسند منصور بن زاذان الواسطی ۔ غیر مطبوع

۲۳۔ جزء من حدیث النبیؐ ۔ غیر مطبوع

۲۴۔ مجالس حدیثیہ املائیہ ۔ غیر مطبوع

فائدہ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں کتاب خصائص علی پر تنقید کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تالیف ضعیف روایات بلکہ موضوع روایات پر مشتمل ہے۔ پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ نسائی کی غرض صرف احادیث کو جمع کر دینا تھا۔ نہ کہ ان کی چھان پھٹک۔ احادیث رسول کی شناخت میں امام ابن تیمیہ کو تمام علمائے امت پر سبقت حاصل ہے۔ ان کے قلم میں بھی اتنی ہی تیزی ہے جتنی ان کی تلوار کی دھار میں۔ قلم و قرطاس کا میدان ہو۔ یا حرب و قتال کا وہ اپنی پیہم ضربوں کو جاری رکھتے ہیں۔ انہوں نے نوکِ قلم سے کئی فرق باطلہ کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ ایسا دیدہ ور پھر اس امت میں پیدا نہ ہوا۔ جزاہ اللہ عنی وعن المسلمین۔

وطن مالوف

امام نسائی ملکِ مصر میں ایسے آئے کہ اسے اپنا مستقل وطن بنا لیا۔ آپ کا مکان خوشحال اور متمول لوگوں میں تھا۔ وہ علاقہ کتبخانوں اور سرکاری دفاتر کا علاقہ تھا۔ گلیوں میں روشنی کا بندوبست تھا۔ رات کو بقعۂ نور بن جاتیں۔ اس لئے یہ محلہ زقاق القنادیل (کوچہ ہائے روشن قندیلاں) کے نام سے مشہور تھا۔

انتقال

سن ۳۰۲ ہجری میں آپ نے مصر کو الوداع کہا اور دمشق پہنچ گئے۔ بعض روایات کے مطابق وہاں آپ کو خوارج سے پالا پڑا۔ امام نسائی نے دیکھا کہ اہل دمشق حضرت علیؓ سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں تو آپ نے مناقب علی پر کتاب تحریر فرما دی۔ اہل دمشق نے آپ سے فضائل ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے الصحابہ کے عنوان پر ایک کتاب تصنیف کر دی۔ پھر لوگوں نے فضائلِ معاویہ پر سوال کیا تو آپ نے ان کی پسند کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے آپ پر شیعیت کی تہمت لگا دی۔ حالانکہ آپ پکے اہل سنت تھے۔ آپ کو جامع دمشق سے مار مار کر نکال دیا۔ آپ نے مکہ کی راہ لی اور وہاں ۳۰۳ ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

آپ کو کہاں دفن کیا گیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے صفا و مروہ کے درمیان کسی جگہ میں اور بعض کا کہنا ہے رملہ میں یا بیت المقدس میں۔ واللہ علیم بالحقائق۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السُّنن الکُبریٰ کا تعارف

امام نسائی کی کتاب سنن المجتبیٰ تو عرصہ دراز سے پڑھنے پڑھانے کے لئے اہل علم کے ہاتھوں میں ہے علمائے امت نے اس پر شروح، حواشی اور تعلیقات لکھ کر کتاب کی اہمیت و افادیت کو مزید اجاگر کر دیا ہے۔ اسے کتب صحاح ستہ میں جگہ پانے کا شرف حاصل ہے اور یہ سنن کبریٰ کی بایں معنی تلخیص ہے کہ سنن کبریٰ کے اکثر عنوانات اور احادیث کی تلخیص اس میں مندرج ہے اور غلط فہمی دور ہو جانا چاہیئے کہ سنن مجتبیٰ کا ہر ہر باب اور حدیث سنن کبریٰ میں موجود ہے۔ ایسا نہیں ہے۔

سنن نبویہ پر مشتمل عظیم کتاب سنن کبریٰ کو اہل علم سے متعارف کرانے کا سہرا علامہ دوران، محقق زماں، ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان بنداری کے سر ہے۔ ہم احسان سپاسی اور شکر گزاری کے طور پر ان کی محنتوں اور مشقتوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔ شاہین کا جگر اور عقاب کی نگاہ رکھنے والے ایسے محقق اب دنیا میں بہت کم ہیں دعا ہے کہ بیروت (مقام اشاعت کتاب) پھر سے کتابوں کی اشاعت کا مرکز بن جائے اور یہاں سے اسرائیلی جارحیت کے نشانات مٹ جائیں آج اگر مولانا عطاء اللہ حنیف زندہ ہوتے اور یہ ضخیم محقق مطبوع کتاب ان کے سامنے ہوتی تو ان کی خوشی کا عالم کیا ہوتا۔ کیونکہ وہ کتابوں کے دیوانے اور احادیثِ رسول کے سچے عاشق تھے۔ بلکہ خود محترم ڈاکٹر عبدالغفار مقدمہ کتاب کے ضمن میں اپنی بے قابو خوشی کا اظہار ذیل کی تحریر سے کرتے ہیں۔ فالیومَ اشرقتِ الدنیا بمولد هذا المصحف الکبیر بَعدَ اَنْ کانَ حبیسًا مفقودًا حینًا مِنَ الزمانِ غائبًا عَنْ عیونِ اَھلِه وذویه آج کے دن دنیا اس عظیم کتاب کے منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے روشن ہو چکی ہے۔ جبکہ عرصۂ دراز تک یہ کتاب گم اور اہل جہاں کی آنکھوں سے غائب رہی"۔ مزید لکھتے ہیں۔ آج کے دن میں اس عظیم صحیفہ کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر صحاح ستہ کی مسلمہ ترتیب میں پانچویں نمبر پر رکھ رہا ہوں۔

۱۔ الجامع الصحیح المسند للبخاری

۲۔ صحیح مسلم

۳۔ جامع ابی داؤد سجستانی

۴۔ جامع الترمذی، ابو عیسیٰ ترمذی

۵۔ السنن الکبریٰ، نسائی

۶۔ المجتبیٰ نسائی

۷۔ سنن ابن ماجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اب میں بروز سوموار ۳ رجمادی الاولیٰ بموافق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۸ء ان مسرت و انبساط سے بھرپور لمحات کو ضبطِ تحریر میں لا رہا ہوں۔ سنن کبریٰ کو امام ابن حجر عسقلانی۔ حافظ مزی اور ان سے قبل فقیہہ اسلام ابن حزم نے اپنے تصنیفی کاموں میں مدارِ استدلال ٹھہرایا تھا۔ اور دور حاضر میں مشہور عالم اہل حدیث محقق علامہ احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ و غفرلہٗ کی متعدد تعلیقات سے بھی سنن کبریٰ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ محترم ڈاکٹر عبدالغفار کو اس تحقیق انیق سے اس قدر جذباتی لگاؤ ہے کہ دعا کے انداز میں لکھتے ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے میری یہ التجا ہے کہ میری زندگی میں ہی یہ کتاب شائع ہو کر عام ہو جائے ۔ اور اس منظر کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

ذیل میں المجتبیٰ اور سنن کبریٰ کے مابین جو فرق و امتیاز ہے اسے پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ سب سے بڑا اختلاف جو دونوں کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ حسب ذیل عنوانات (کتب) اور ان کے تحت احادیث سنن کبریٰ میں تو موجود ہیں مگر کتاب المجتبیٰ میں نہیں ہیں۔

(۱) کتاب الاعتکاف (۲) العتق والمدبرہ المکاتب و ام الولد (۳) المواعظ ۔ الحدود (۴) إحیاء الموات (۵) العاریۃ والودیعۃ ۔ الشروط (۶) الضوال (۷) اللقطۃ (۸) الرکاز ۔ المواعظ ۔ الرقاق (۹) العلم (۱۰) الفرائض (۱۱) الولیمۃ (۱۲) الوفاۃ (۱۳) الرجم (۱۴) الطب (۱۵) التعبیر (۱۶) النعوت (۱۷) فضائل القرآن (۱۸) المناقب (۱۹) الخصائص (خصائص علی) رضی اللہ عنہ (۲۰) السیر (۲۱) عمل الیوم واللیلۃ (۲۲) التفسیر

۲۔ بعض تعلیقات و احادیث کتاب المجتبیٰ سے ساقط ہیں۔ مگر وہ سنن کبریٰ میں شامل ہیں مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اسی طرح بعض تعلیقات و احادیث سنن کبریٰ میں نہیں ہیں مگر وہ کتاب المجتبیٰ میں درج ہیں جن کی طرف محقق نے مطبوعہ نسخہ کے حواشی میں جا بجا اشارہ کر دیا ہے۔

۳۔ کتاب السنن الکبریٰ ذخیرۂ احادیث کا بہت بڑا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ اس میں ایک ایک حدیث کی کئی کئی اسناد کا ذکر ہے۔ یہ وصف المجتبیٰ میں نہیں ہے۔ اس وجہ سے کتاب کی ضخامت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ایک حدیث کی کثرتِ اسناد سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ حدیث کی صحت و ضعف کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو گیا۔ فقہی مسائل کا استخراج بھی سنن کبریٰ کا امتیازی وصف ہے۔ سنن کبریٰ کے مجموعہ میں امام نسائی نے دوسری کتب سنن سے الگ طرز تصنیف اختیار کیا ہے۔ بایں طور کہ علل احادیث کی تفصیل بیان کرنے کے لئے مستقل ابواب قائم کئے ہیں۔ مثلاً عدد مسح رأس (سر) کی حدیث بیان کرتے ہوئے ناقلین کا باہمی اختلاف بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح کتاب السھو میں ایک باب کا عنوان ہے باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر ابی ھریرۃ فی قصۃ ذی الیدین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن کبریٰ میں متابعات کی تفصیل کا ذکر ملتا ہے۔ جب کہ امام بخاری بھی الجامع الصحیح میں متابعات کی تفصیل بیان نہیں کرتے بلکہ تابعہ فلانٌ کہہ کر آگے گزر جاتے ہیں۔ امام نسائیؒ متابعات کا ذکر مع سندو متن کرتے ہیں۔

بعض متابعات کا ذکر صرف سنن کبریٰ میں ہے اور المجتبیٰ میں بالکل نہیں ہے۔ مثلاً ابو محشر کی حدیث جو سلمہ بن غیلان کے نکاح کے بارے میں ہے ان کے مسلمان ہونے کے وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد میں بیک وقت چار بیویاں رکھنے کا حکم دیا۔

امام نسائیؒ نے نسخ حدیث کے فقہی مسئلہ کے حل کے لئے ایک جداگانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ مثلاً ایک معین فقہی مسئلہ کے لئے ایک باب اور اس کے حسب حال ایک حدیث بیان کر دی اور بظاہر یہ ان کا فیصلہ ہے کہ اس کے ذریعے پہلا حکم منسوخ ہے۔

نیز دونوں کتابوں کے ابواب عنوانات چھوٹا بڑا ہونے کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں۔ کہیں عنوان طویل ہے اور کہیں مختصر۔

کتاب کا تاریخی پس منظر

امام نسائی علیہ الرحمۃ کی پیدائش سن ۲۱۵ ھ اور وفات سن ۳۰۳ ھ میں ہے عمر تقریباً ۹۰ سال پائی۔ چھ سات سال کی عمر میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہو گیا اور بیس پچیس سال علم میں پختگی حاصل کرتے ہوئے صرف ہو گئے تو گویا ان کے علمی عروج کا دور ۲۴۵ ہجری کے بعد شروع ہوا ہوگا۔ یہ کوئی حرفِ آخر نہیں ہے۔ در باب التحقیق مفتوح۔ بہر حال امام نسائیؒ نے اس دور میں اپنی کتاب السنن الکبریٰ کو تصنیف کیا ہوگا۔ ذخیرہ احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ احادیث کے ائمہ و حفاظ پہلے دور میں احادیث کی طلب و حفظ اور جمع و تدوین میں مصروف رہتے تھے جب ان کے پاس بہت سا ذخیرہ احادیث جمع ہو جاتا۔ تو اس کی تصنیف و تنقیح کی طرف متوجہ ہوتے۔ جیسا کہ امام بخاری کا طریق کار ہے۔ کہ پہلے آپ احادیث جمع کرتے رہے جب ان کے پاس احادیث کی ایک معتدبہ تعداد جمع ہو گئی۔ تو آپ نے التاریخ الکبیر و التاریخ الصغیر کو تصنیف کیا۔ اس طرح جب آپ کے پاس کوئی چھ لاکھ احادیث اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے ان میں سے الجامع الصحیح کا انتخاب کیا۔ جس کی تالیف میں عمرِ عزیز کے سولہ سال صرف کئے۔ اسی انداز پر امام نسائیؒ نے کام کیا۔ جب آپ کے پاس السنن الکبریٰ کی شکل میں بہت سی احادیث کا ذخیرہ جمع ہو گیا تو آپ نے امام بخاری کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس سے المجتبیٰ کا انتخاب کیا۔ کتاب کے علمی مرتبہ و مقام کے پیشِ نظر آئمہ و حفاظ حدیث نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اس کتاب کی تعریف کی۔ ابن حجر نے النکت (۱/۴۸۴) میں محمد بن معاویہ سے امام نسائیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ السنن الکبریٰ کی بعض احادیث معلول ہیں۔ ان کی تعداد کی وضاحت نہیں کی لیکن مجتبیٰ میں تمام احادیث صحیح ہیں مگر یہ قول بھی محلِ نظر ہے۔

کتاب السنن الکبریٰ عرصہ مدید تک گوشہ گمنامی میں دبی رہی۔ تاآنکہ حفاظِ حدیث کے ایک گروہ نے اس علمی ذخیرہ کو دریافت کر لیا۔ جن کے اسمائے گرامی کی فہرست پیشِ نظر کی جا رہی ہے۔

۱۔ محمد بن معاویہ بن الاحمر

۲۔ ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ نیساپوری۔

نوٹ:۔ یہ دونوں ہی السنن الکبریٰ کے مشہور راوی ہیں۔

۳۔ احمد بن عبداللہ بن الحسن العددی (ابوھریرۃ)

۴۔ ابوالطیب محمد بن الفضل بن العباس

۵۔ علی بن ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ طحاوی

۶۔ ابوالقاسم حمزۃ بن محمد کنانی۔

۷۔ ابومحمد الحسن بن رشیق عسکری

۸۔ ابوعلی الحسن بن الخضر بن عبداللہ اسیوطی

۹۔ ابوموسیٰ عبدالکریم بن احمد بن شعیب نسائی (آپ کا بیٹا)

۱۰۔ احمد بن محمد بن المھندس

۱۱۔ ابوبکر دینوری

۱۲۔ محمد بن قاسم قرطبی

جب اس کتاب کی متعدد علاقوں میں شہرت ہوئی تو اس کا ایک نسخہ علمائے اندلس کے ہاتھوں لگا۔ امام ابن حزم نے اس کا اکثر حصہ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب المحلی بالآثار اور کتاب الایصال میں جمع کر دیا۔

نوٹ:۔ کتاب المحلی ڈاکٹر عبدالغفار کی تحقیق کے ساتھ بیروت میں شائع ہو چکی ہے۔ البتہ کتاب الایصال ناپید ہے اس کا صرف ایک جزء دستیاب ہے جس کی تکمیل باپ کی وفات کے بعد بیٹے نے کی۔ یہ بات مقدمہ جزء ھذا میں درج ہے۔ اس پر بھی ڈاکٹر صاحب نے تحقیقی کام کیا ہے۔ اور انہوں نے اب اس کا نام الایصال فی المحلی بالآثار رکھا ہے اسی طرح ایک نسخہ کتاب حافظ المزي کی قسمت میں آیا۔ اور یہ نسخہ ہر لحاظ سے مکمل اور خوش خط لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کا تمام مواد اپنی کتاب (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف) میں شامل کر لیا۔ اس اعتبار سے تحفہ کا قلمی نسخہ مصدر و مرجع کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس میں متن و سند حدیث کو بڑے اہتمام سے بیان کیا گیا۔

اتنی بڑی ضخیم اور اہم کتاب کے قلمی نسخوں کا اتنی لمبی تاخیر کے بعد منظرِ عام پر آنا انتہائی تعجب وحیرت کا باعث ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ہر شی کے ظہور کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ الامور مرھونۃ باوقاتھا۔

السنن الکبریٰ کے مخطوطات کا مختصر تعارف

قلمی نسخہ جات جو مرتّب کتاب کو متعدد کتبخانوں سے دستیاب ہوئے اور جن کے باہمی مقابلہ و مقارنہ کے بعد السنن الکبریٰ جیسی ضخیم کتاب معرض طباعت و اشاعت میں آئی۔ ان کا مختصر تعارف ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ المخطوطۃ المغربیۃ

یہ ایک قلمی نسخہ قصر ملکی، رباط میں موجود ہے۔

اس میں پہلا صفحہ تو مسخ ہو کر سفیدی میں بدل چکا ہے۔ دوسرے صفحے کی تحریر بھی غیر واضح ہے۔ تیسرے صفحے کا زیادہ حصّہ سفید ہے۔ صرف ایک لفظ "السوالات" پڑھا جا سکتا ہے۔ یا پھر سیاہ نقطے ہیں رسم الخط بھی ایک جیسا نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسودہ کی تحریر و تسوید میں کوئی اور شخص بھی شریک رہا ہے۔ دراصل یہ نسخہ عیاض بن موسیٰ کے نسخہ کو پیشِ نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ نسخہ ابن احمر اور علی باجی کی روایت پر مبنی ہے۔ بعض صفحات کے حاشیہ پر گول دائرہ والی مہریں ثبت ہیں۔

۲۔ مخطوطہ مُصوّرہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

یہ نسخہ ۱۴۵ صفحات کا مجموعہ ہے صفحہ اول پر یہ تحریر مرقوم ہے۔

کتاب السنن الکبریٰ۔ تالیف الامام الحافظ الھمام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ و عنا آمین۔ نسخہ ہذا کے آخری صفحہ پر لکھا ہے۔ کمل السفر الثالث و بتمامہ کمل دیوان النسائی الخ یہ نامکمل مخطوطہ ہے۔

۳۔ النسخۃ المغربیۃ (نسخہ تطوان)

یہ نسخہ بھی نامکمل ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ واضح رسم الخط میں لکھا گیا ہے اس میں جامعہ اسلامیہ۔ مدینہ منورہ کے مخطوط کی نسبت بہت کم احادیث درج ہیں۔ کتاب الایمان و النذور پر اس کا اختتام ہے۔ محققِ کتاب کو مکمل نسخہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے ہی دستیاب ہوا ہے۔

۴۔ مخطوطہ دمشق

یہ نسخہ دار الکتب الظاھریۃ الاھلیۃ میں موجود ہے۔ یہ السنن الکبریٰ کے بعض اجزاء پر مشتمل ہے یہ بھی ناقص نسخہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ المخطوطۃ الازہریہ

یہ نسخہ ڈاکٹر صاحب کو مکتبہ ازہریہ ۔ قاہرہ ۔ سے دستیاب ہوا تھا۔ یہ نسخہ حاجی محمود مصری کا تھا جو انہوں نے جامع ازہر کے لئے وقف کر دیا تھا۔

سنن کبریٰ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے حافظ مزی کی کتاب تحفۃ الاشراف پر زیادہ اعتماد و انحصار کیا ہے کیوں کہ سنن کبریٰ کا اکثر حصہ اس میں درج ہے۔ البتہ ان تمام مخطوطات کے مابین جو سند و متن کا اختلاف ہے یا الفاظ، عنوانات و ابواب کی کمی بیشی ہے۔ اس کا ذکر حاشیہ کتاب میں کر دیا گیا ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب کا یہ محقق مطبوع نسخہ ہر پہلو سے مکمل ہے۔ جو چھ اجزاء میں شائع ہوا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے اس کی تحقیق میں ایک اور عالم سید کسروی حسن بھی شامل رہے ہیں۔

نوٹ:۔ راقم ان شاء اللہ کتاب السنن الکبریٰ کی احادیث کو جدید اردو زبان کے قالب میں ڈھال کر اس کی روشنی کو عام کر دے گا۔

سُنن نسائی پر حواشی خمسہ کا حال اور التعلیقاتُ السّلفیہ

تعلیقات سلفیہ کی تحریر کے وقت مولانا بھوجیانی کے پیشِ نظر سنن نسائی کے دو نسخے تھے۔ ایک نسخہ نظامیہ اور دوسرا نسخہ نذیریہ۔

۱۔ نسخہ نظامیہ ۱۲۹۹ ھج کو کانپور ہند میں طبع ہوا تھا۔ یہ نسخہ کئی ایک نسخوں کی تصحیح اور باہم مقابلہ کرنے کے بعد معرض وجود میں آیا تھا۔ ان میں بعض نسخوں کی قراءت امام شوکانی کے سامنے ہوئی تھی۔

۲۔ نسخہ نذیریہ۔ یہ نسخہ شاہدرہ ۔ دہلی سن ۱۲۸۲ ھج کا طبع تھا۔ اس کی تصحیح سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا اسد علی اسلام آبادی نے کی تھی۔ اب جو ہمارے ہاتھ میں تعلیقات سلفیہ والا مطبوع نسخہ ہے یہ کتاب سنن نسائی کا انتہائی قابلِ اعتماد نسخہ ہے یہ بڑی محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے۔ اس کی صحت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ الاعمال بخواتیمھا۔

وہ اصحاب علم و فضل جنہوں نے سنن نسائی پر حواشی تحریر فرمائے ہیں اور اُن سے مولانا بھوجیانی نے تعلیقات سلفیہ میں استفادہ کیا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔

۱۔ زہر الرُّبیٰ	للحافظ جلال الدین سیوطی
۲۔ تعلیق علی المجتبیٰ	نور الدین ابوالحسن سندھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تعلیقۃ لطیفۃ علی المجتبیٰ — شیخ حسین بن محسن الانصاری

۴۔ الحواشی الجدید — شیخ ابو عبدالرحمٰن پنجابی

۵۔ تکملۃ الحواشی الجدیدۃ — ابو یحییٰ محمد بن کفایت اللہ شاہجہانپوری۔

امام شوکانی نے البدر الطالع میں سیوطی کے سوانح قلمبند کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سیوطی سن ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ کثیر التعداد کتابوں کے مؤلف ہیں بعض کے نزدیک پانچ صد کتب تحریر فرمائیں اور بعض مورخین کے نزدیک اس سے بھی زیادہ۔ ان کی مشہور تصانیف کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ جن کا ذکر حسب ذیل ہے۔

۱۔ الاتقان فی علوم القران ۲۔ الدر المنثور ۳۔ تکملۃ التفسیر جلال الدین محلی ۴۔ الاکلیل فی استنباط التنزیل ۵۔ تدریب الراوی ۶۔ الفیۃ فی مصطلح الحدیث ۷۔ تنویر الحوالک علی مؤطا مالک ۸۔ اسعاف المبطا فی رجال المؤطا۔ ۹۔ التوشیح علی الجامع الصحیح ۱۰۔ الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ۱۱۔ مرقاۃ الصعود حاشیہ سنن ابی داؤد ۱۲۔ زہر الرّبیٰ علی سنن المجتبیٰ ۱۳۔ مصباح الزجاجۃ علی سنن ابن ماجہ ۱۴۔ قوت المغتذی علی جامع الترمذی۔ ۱۵۔ بغیۃ الوعاۃ ۱۶۔ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۱۷۔ الجامع الصغیر ۱۸۔ الاشباہ والنظائر۔

نواب صدیق الحسن خان اتحاف النبلاء میں حافظ سیوطی کی مدح وثناء کے بعد لکھتے ہیں کہ سیوطی کو اگر اس کی تصانیف کی روشنی میں دیکھا جائے تو باوجود اس قدر جلالت علمی اور رتبہ اجتہاد کے انہوں نے بلا تحقیق وتنقید روایات و درایات کے انبار لگا دیئے۔ جن کو علمائے محققین نے دوسرے معتمد علماء کی توثیق کے بغیر قبول نہیں کیا۔ ہاں اگر کوئی محقق اور باریک بین عالم ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو وہ اس ذخیرہ علمی سے صحیح استفادہ کر سکتا ہے۔

حافظ سیوطی مقدمہ زہر الرّبیٰ میں لکھتے ہیں کہ سنن نسائی پانچویں کتاب ہے جس پر میں تعلیق لکھ رہا ہوں۔ قبل ازیں صحیحین، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر بھی لکھ چکا ہوں۔ اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی تصنیف پر چھ سو سال بیت چکے ہیں۔ اور اب تک اس کی کوئی شرح نہیں لکھی گئی[1]

امام نسائی نے جس قدر احادیث اپنی کتاب سنن المجتبیٰ میں درج کی ہیں۔ ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ احادیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

۲۔ وہ احادیث جو صحیحین کی شروط وقیود سے پوری طرح موافقت ومناسبت رکھتی ہیں۔

---

[1] حافظ سیوطی کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قبل ازیں ایک مغربی عالم ابوالحسن علی بن عبداللہ الانصاری الاندلسی متوفی ۵۶۷ھ الإمعان فی شرح سنن النسائی لکھ چکا تھا۔ اور اس سے بعض حنفیہ کا قول بھی رد ہوگیا کہ علماء نے اس کتاب کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تیسری قسم ان احادیث کی ہے جن کی صحت تو قطعی نہیں ہے۔ البتہ ان کے ترک پر محدثین کا اجماع بھی نہیں ہے۔ وہ ایسی احادیث کو بطور استدلال کے پیش کرتے ہیں۔ البتہ امام نسائیؒ ایسی احادیث کے علل بھی بیان کر دیتے ہیں تاکہ اصحاب علم و معرفت کو حدیث کا مقام متعین کرنے میں سہولت ہو۔ انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہے کیونکہ اصحابِ جرح تعدیل میں بعض تو متشدد ہیں اور بعض متوسط۔ مثلاً شعبہ اور سفیان ثوری ہیں۔ شعبہ جرح میں سفیان ثوری سے زیادہ متشدد ہے یا یحیی القطان اور عبدالرحمٰن بن مھدی ہیں۔ یحییٰ عبدالرحمٰن سے زیادہ متشدد ہے اور اس طرح یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہیں۔ یحییٰ احمد بن حنبل سے اشد ہے یا ابو حاتم اور بخاری ہیں۔ ابو حاتم جرح میں بخاری سے زیادہ تیز ہیں۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ میں اس وقت تک کسی راوی کو متروک الحدیث قرار نہیں دیتا جب تک کہ تمام علماء اس کے ترک پر اجماع نہ کر لیں۔ مثال کے طور پر اگر عبدالرحمٰن بن مھوی کسی راوی کی توثیق کر دے اور یحییٰ القطان اس کی تضعیف کرے تو میں اس راوی کو متروک قرار نہیں دیتا کیونکہ یحییٰ جرح میں شدت اختیار کرتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس متذکرۃ الصدر بحث سے یہ مفہوم اخذ نہ کیا جائے کہ امام نسائیؒ کا مذہب رجال کے بارے میں زیادہ وسعت اور تساھل کا حامل ہے۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے کئی رجالِ حدیث ایسے ہیں کہ ابو داؤد اور ترمذی نے ان کی احادیث کو اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ مگر امام نسائیؒ نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بلکہ بعض رجالِ صحیحین سے بھی پہلو تہی کی ہے۔ ابوالفضل بن طاہرؒ نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ میں نے ایک دن سعد بن علی الریحانی سے ایک راویٔ حدیث کے متعلق پوچھا جس کی انہوں نے توثیق کی تھی۔ اور امام نسائیؒ نے اسے قابل احتجاج نہ سمجھا تھا۔ تو جواباً کہا۔ اے بیٹے! رجالِ حدیث کے بارے میں ابو عبدالرحمٰن کی شرط بخاری اور مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

سنن نسائیؒ کو دوسری کتب صحاح پر کئی اعتبار سے امتیاز حاصل ہے۔ تمام محدثین کے پیشِ نظر تالیفِ کتبِ احادیث کے مقاصد و غایات الگ الگ ہیں۔ امام بخاری کے پیشِ نظر تفقہ اور استنباط کا ملکہ پیدا کرنا ہے۔ ابو داؤد کا مقصد احکام کی احادیث کو یکجا کرنا ہے۔ امام ترمذی کا مقصد احادیث کی اقسام کو بیان کرنا ہے۔ لیکن سنن نسائیؒ کثرتِ ابواب، بیانِ علل اور دقتِ استنباط میں ممتاز ہے۔ صحیحین کے بعد سب سے کم ضعیف روایات اور مجروح رواۃ کے اعتبار سے سنن نسائیؒ کا شمار ہوتا ہے۔

سنن کبریٰ جس کی تلخیص سنن المجتبیٰ ہے اس میں بعض معلل روایات تھیں۔ شیوخ حدیث میں سے کسی کے بارے میں بھی امام نسائیؒ کو شک و شبہ ہوا یا دل میں خلش پیدا ہوئی تو اس کی روایت کو فوراً چھوڑ دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ محقق نورالدین ابوالحسن بن محمد سندھی ثم مدنی

نورالدین سندھی کی پیدائش ٹھٹھہ میں ہوئی جو صوبہ سندھ میں ایک مشہور شہر ہے۔ آپ حدیث، تفسیر، احوال، نحو، معانی اور منطق میں استاذِ زمانہ تھے۔ طلبہ کے لئے آپ کی ذات گرامی مرکز و مرجع تھی۔ آپ نے مزید علوم اور سندِ حدیث کے لئے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ آپ نے دس سال گوشۂ گمنامی میں گزار دیئے۔ پھر آپ نے مسجد نبوی میں مؤطا امام مالک اور صحاح ستہ کا درس شروع کر دیا جس سے آپ کو بہت شہرت ملی۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف کا کام بھی کیا۔ مندرجہ ذیل کتب کے حواشی آپ کے قلم جوہر بار سے معرض وجود میں آئے۔

صحاح ستہ۔ مسند احمد بن حنبل۔ تفسیر بیضاوی۔ فتح القدیر۔ شرح الھدایہ الی باب النکاح۔ تفسیر جلالین۔ الوجازۃ فی الاجازۃ۔ الاذکار النبویہ۔ شرح النخبۃ۔

انہوں نے ۱۱۳۹ ھ میں وفات پائی۔ ان کی رحلت کے بعد ان کی مسندِ درس پر شیخ محمد حیات بن ابراہیم سندھی ثم مدنی متمکن ہوئے۔ اور چوبیس سال تسلسل کے ساتھ درسِ حدیث دیتے رہے۔ اور انہوں نے سن ۱۱۶۳ ھجری میں وفات پائی۔ شیخ محمد حیات سندھی خالص سلفی العقیدہ والمسلک تھے۔ اور کسی فقہی مکتب کے مقلد نہ تھے۔ اور انہوں نے کئی تصانیف علمی ورثہ کے طور پر اپنے پیچھے چھوڑیں۔

۳۔ شیخ حسین بن محسن الیمانی الانصاری مصنف تعلیقہ لطیفہ علی المجتبیٰ

نواب صدیق حسن خان نے ابجد العلوم میں شیخ حسین بن محسن الانصاری کے احوال علمیہ بڑی شرح و بسط سے لکھے ہیں۔ ان کی پیدائش سن ۱۲۴۵ ھجری ہے۔ تیرہ برس کی عمر میں علامہ حسن بن عبدالباری اھدل کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے وہ اس وقت مراوعہ نامی قصبہ میں علومِ اسلامیہ کا درس دیتے تھے۔ شیخ حسین آٹھ سال تک وہاں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ اور تفسیر، حدیث، فقہ اور نحو میں مہارت حاصل کی۔ سید حسن نے آپ کو سند و اجازۃ سے نوازا۔ آپ اپنے برادر اکبر محمد بن محسن الانصاری کے بھی شاگرد تھے۔ ان سے آپ نے مکمل صحیح بخاری نہایت شرح و استدلال کے ساتھ پڑھی۔ دیگر علوم حدیث، فقہ اور علم الفرائض کا بھی درس لیا۔ اور ان سے بھی سند علم حاصل کی۔ ان کی بندر الحدیدہ میں قاضی شوکانی کے صاحبزادے قاضی احمد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ان کو اپنی تمام مرویات و مسموعات کی اجازۃ عامہ مرحمت فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں آپ کو شریف محمد بن ناصر الحازمی سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ آپ نے ان سے کتب صحاح ستہ۔ مسند دارمی اور شمائل ترمذی کا درس لیا۔ ان سے بھی آپ کو ان تمام مرویات اور مسموعات کی اجازہ عامہ حاصل ہوئی۔ اسی طرح آپ طلب علم کی لگن اور شوق میں شہر زبید بھی گئے۔ وہاں آپ نفیس الدین سلیمان بن محمد الاھدل کی بارگاہِ علم و فضل میں پہنچے۔ وہ اس وقت مفتی شہر تھے۔ ان کے سامنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوائل امہات کتب حدیث کی قراءت کی اور ان سے بھی اجازت حاصل کی۔

نواب صدیق حسن خان شیخ حسین سے اپنے تلمذ اور تعلقِ خاطر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میں نے صحاح ستہ کا اکثر حصہ ان سے پڑھا۔ وہ طلبۂ علم کے لئے غنیمت کبریٰ ہیں اور جو رختِ سفر باندھ کر ان کی خدمت میں آئے اس کے لئے نعمت عظمیٰ ہیں" یمن میں عہدۂ قضا پر متمکن رہے۔ اور اب وہ بھوپال میں علوم حدیث کی تدریس واشاعت کے ذریعہ اپنے فیض کو عام کر رہے ہیں۔

شمس الحق غایۃ المقصود میں شیخ حسین بن محسن انصاری کی مدح وثناء میں بایں طور رطب اللسان ہیں۔

" جامع علم وعمل، بلند مرتبہ، بحرِ بے کنار، باریک بین محدث، شارح اسرار ومعانی کتاب اللہ، اہل حدیث کے سرتاج، عالم عِلَلِ حدیث ورجال، ماہر اصول حدیث ولغت"

انہوں نے کتب حدیث پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ علاوہ ازیں کئی رسائل تحریر فرمائے ہیں جن کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ مثلاً البیان المکمل فی الشاذ والمعلل۔ التحفۃ المرضیہ۔ الجزء الاول (فتاوی)۔

مولانا بھوجیانی ترجمہ الشیخ میں لکھتے ہیں۔ کہ بایک واسطہ (الاستاذ ابوعبداللہ محمد بن جمال الدین الفوجیانی الامرتسری المتوفی ۱۳۴۳ھ) شیخ حسین میرے بھی شیخ ہیں۔ سنن نسائی پر آپ کی تعلیقات کا مسودہ آپ کے برادر اکبر محمد بن محسن کے بیٹے علامہ خلیل بن محمد کے پاس محفوظ تھا۔ یہی مسودہ شیخ خلیل عرب نے مولانا بھوجیانی کو کراچی سے بھیجا تھا۔ جس کو تعلیقات سلفیہ کے ضمن میں شامل کر دیا گیا۔

www.KitaboSunnat.com

فائدہ : علامہ خلیل عرب لاہور تشریف لائے تھے۔ راقم کو بھی ان کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری کی کوٹھی مزنگ روڈ لاہور میں بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ میں اس وقت جامعہ سلفیہ میں درجہ تخصص کا طالب علم تھا۔ مولانا قصوری جامعہ سلفیہ کے ناظم تعلیمات تھے۔ طلبہ سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ وہ کبھی کبھی طلبۂ جامعہ کو گھر پر کھانے کے لئے مدعو کیا کرتے تھے۔ میں اور مجیب الرحمٰن بنگالی ان سے کچھ زیادہ ہی مانوس تھے۔ میں کبھی کبھار ان کے گھر چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ گیا تو اس کو حسن اتفاق کہئے کہ ایک بزرگ ہستی لکڑی کے تخت پر گاؤ تکیہ کا سہارا لئے ہوئے آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جب غور سے ان کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے مجھے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ اور دریافت کیا کہ طالب علم ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ بہت خوش ہوئے۔ اپنے پاس سے ایک عربی زبان کی کتاب نکالی۔ مجھ سے کہا پڑھو! میں نے حسبِ اہلیت پڑھی۔ میں نے ان کی رہنمائی میں کتاب کو اسی طریقہ سے پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ غالباً یہ کتاب ان کی اپنی ہی تحریر کردہ تھی۔ جو عربی زبان سکھانے کے لئے لکھی گئی تھی متعدد عربی اسباق وتمارین پر مشتمل تھی۔ مولانا محی الدین احمد تو علمائے اہل حدیث کے بہت قدر دان تھے۔ ان کے بھائی محمد علی کینتب تو علمائے اہل حدیث کے سرخیل تھے۔ جن کی یادگار مسجد دار اسلام باغ جناح لاہور میں ہے۔ جو بزبان اردو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انگریزی کی کئی کتابوں کے مصنف اور مشہور ماہر تعلیم تھے

شیخ ابو عبدالرحمٰن محمّد پنجابی مؤلف الحواشی الجدیدہ

شیخ ابو عبدالرحمٰن کی پیدائش مغربی پنجاب کے ایک قصبے فرید آباد میں ہوئی۔ یہ ایک سکھ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا خاندانی نام بہادر سنگھ تھا۔ انہیں مکتبی تعلیم کے دوران ایک نیک سیرت مسلمان معلم کی صحبت و تربیت میسر آئی۔ جس سے اللہ نے ان کے دل میں دین اسلام کی محبت ڈال دی۔ اب یہ گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور استاذِ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی بارگاہِ علم وفضل میں جا پہنچے۔ ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے اس نوجوان کا نام محمد رکھا۔ یہاں سے علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ اس مدرسہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ پھر علوم اسلامیہ میں تخصص حاصل کرنے کے لئے دہلی جا پہنچے۔ جو اس دور میں، علوم حدیث کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ وہاں وقت کے عظیم محدث سید نذیر حسین سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے حلقۂ درس میں شمولیت اختیار کی۔ اور متداول کتبِ حدیث مکمل بحث و تمحیص کے ساتھ پڑھیں۔ اب یہ ایک عظیم عالم دین بن چکے تھے۔ اس شہرِ علم میں ان کی مولانا عبدالمجید مدیر مطبع انصاریہ۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی مترجم قرآن اور مولانا تلطف حسین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ تینوں یگانۂ روزگار اشخاص سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا عبدالمجید نے مطبع کے شعبۂ تصحیح کا کام مولانا ابو عبدالرحمٰن محمد کو سونپ دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مولانا ڈپٹی نذیر احمد نے ان کو ترجمۂ قرآن میں غالب شریکِ کار کی حیثیت سے شامل کر لیا۔ اور سنن نسائی کے ایک نسخہ کی تصحیح اور اس پر حاشیہ کی تالیف کی ذمہ داری بھی آپ کے حصہ میں ڈال دی۔ پہلے مرحلہ پر آپ نے سنن نسائی کے تمام موجود نسخوں کے ساتھ اپنے نسخے کا نہایت عرق ریزی کے ساتھ تقابل کیا۔ اور ایک صحیح ترین نسخہ تیار کیا۔ مولانا محدث بھوجیانی لکھتے ہیں کہ یہ مصحح شدہ نسخہ تمام نسخوں پر فوقیت لے گیا۔ اور تعلیقات سنن نسائی کی حالیہ طباعت و اشاعت میں اس نسخے کو اصل اور مرجع کی حیثیت دی گئی ہے۔

مولانا ابو عبدالرحمٰن محمد نے حواشی کی تالیف میں اپنی تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو کھپا دیا۔ آپ نے مشکلاتِ سند ولغت کو پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ حل کیا۔ اسماء کو ضبط کیا اور اہم مسائل شرعیہ پر روشنی ڈالی۔ ابھی دو ثلث کتاب پر حواشی لکھ پائے تھے۔ کہ اللہ کو پیارے ہوگئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بقیہ ایک ثلث کتاب کا حاشیہ علامہ ابو یحییٰ محمد نے مکمل کیا۔ جسے ہم الحواشی الجدیدہ کا تکملہ کہہ سکتے ہیں۔ تقسیم حواشی کتاب کی حد بندی کچھ اس طرح ہے۔ کتاب عشرۃ النساء تک حواشی مولانا عبدالرحمٰن محمد کی تالیف ہیں۔ اور کتاب عشرۃ النساء سے آخر کتاب تک شیخ ابو یحییٰ محمد کے مرتب کردہ حواشی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ علامہ ابو یحییٰ محمد بن کفایت اللہ شاہجہانپوری مؤلف تکملہ الحواشی الجدیدۃ

شیخ ابو یحییٰ نے ابتدائی عربی علوم اپنے والد گرامی سے حاصل کیئے۔ منطق و فلسفہ کا درس مولوی ارشاد حسین رامپوری سے لیا۔ پھر امام الحدیث سید نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کتب صحاح ستہ کی قراءت و سماعت کی۔ اور ان سے اجازۃ و سند حدیث حاصل کیا۔ پھر آپ شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری کے حلقۂ درس حدیث میں شامل ہوئے اور ان سے اجازۃ و سند حاصل کی۔ علمی زندگی میں تدریس و افتاء کا کام کیا۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق پایا تھا۔ حواشی جدیدہ کا تکملہ لکھا۔ اور مسئلہ تقلید و اجتہاد پر ایک کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد رقم کی۔ کتاب بڑی دلسوزی اور جذبۂ خیر خواہی کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر ایک نہایت مؤثر اور دل نشین تحریر ہے۔ اہل حدیث اکادمی لاہور کی طرف سے طبع ہو کر علماء میں عام ہو چکی ہے۔

علمی خیانت

سن ۱۹۵۰ ھج کو جب مطبع رحیمیہ میں کتاب سنن نسائی طبع ہوئی تو مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی حنفی نے حواشی جدیدہ کو مکمل طور پر کتاب کے حاشیہ میں درج کر دیا۔ البتہ مسلک اہل حدیث کو اس سے حذف کر دیا اور اس کی جگہ اپنے مسلک کی تائید میں عینی۔ ابن ہمام اور طحاوی وغیرھم کی عبارات نقل کر دیں اور اس میں جو غریب الفاظ کی شرح، اسمائے رجال کا ضبط اور لغت کا بیان (منقول از زہر، سندھی، قاموس، النھایہ، المغنی) تھا سب کا سب اپنی طرف منسوب کر لیا۔ ان کو اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ اس کے ماخذ حواشی جدیدہ کی طرف اشارہ کرتے۔ اُلٹا مسائل خلافیہ میں حواشی جدیدہ کی تردید کرتے رہے۔ یہ علمی خیانت اندھی تقلید کی پیداوار ہے اور علما نے حق کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

التعلیقاتُ السّلفیہ

مولانا عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی نے تعلیقاتِ سلفیہ کی عمارت حواشی اربعہ کی بنیادوں پر استوار کی ہے جن کا احوال سابقہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ دیگر ائمۂ دین کی آراء و فتاوٰی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر اپنی محدثانہ بصیرت کو بھی بروئے کار لا کر مسائل و مشکلات کا حل نکالا ہے۔ اب یہ تعلیقات سنن نسائی کے شروح و حواشی میں عوارف و معارف کا فلک الافلاک، دقائق و حقائق کی معراج اور کشفِ اسرار و رموز کی سدرۃ المنتہیٰ ہے تأسّی بالرسول، عشقِ حدیث اور اتباع اسلاف کا نادر نمونہ ہے آپ نے بے سروسامانی کی حالت میں مراحلِ سفر کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسے طے کیا۔ شبنم کے قطروں میں بحر کا تلاطم اور وسعت کیسے پیدا کی اور ریت کے ذروں کو آفتاب کی حرارت و تمازت کیسے بخشی۔ جذب و جنون سے پوچھیے۔ قیس و فرہاد سے پوچھیے۔ خواہ کوئی علمی تحقیق ہو۔ وہ اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ پاتی جب تک کہ اس کی آبیاری گرم خون سے نہ کی جائے۔ بقول اقبال

کہ ہے میری نواؤں میں میرے جگر کا لہو

یا بقول غالب

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے، یا رب!
اک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے

مولانا مرحوم کی محنت و مشقت کا اندازہ جریدۃ المراجع سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے آپ نے ہر ہر موضوع پر کئی کتابوں سے استفادہ کیا۔ مطلوبہ معلومات کو تلاش کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ مگر آپ نے یہ کام کر دکھایا اور تعلیقاتِ سلفیہ کو وجود بخشا۔ ساڑھے چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی بڑی تقطیع کی کتاب پر تبصرہ لکھنا اور اس کے تمام دقائق و غوامض کو قرطاس پر لانا بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ البتہ صرف چند اہم مباحث پر روشنی ڈالی جائے گی۔ جیسا کہ مولانا مرحوم نے بھی دلیل المباحث المھمۃ کے عنوان سے کتاب کے شروع میں ایک طویل فہرست لکھ دی ہے۔ میرے لئے بھی دلیل راہ یہی ہے۔

التعلیقاتُ السّلفیہ کی اہم خصوصیات

ا۔ فکرِ محدثین کی ترجمانی

محدثین کے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کے لئے مولانا مرحوم بھوجیانی نے کتبِ صحاح ستہ اور ان کی شروح و حواشی کو اہم مدار کی حیثیت دی ہے۔ اسی فکر کو مزید نکھارنے کے لئے تصانیف ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن رشد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل۔ علامہ شوکانی، شاہ ولی اللہ، نواب صدیق حسن خان اور حسین بن محسن انصاری رحمہم اللہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ تعلیقات سلفیہ میں ان کتب کے بکثرت حوالہ جات اس حقیقت کے غماز ہیں۔ مثلاً عنوان الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین الظھر والعصر کے تحت لکھتے ہیں۔ قال الشاہ ولی اللہ فی المسوّٰی (۱۴۸۔ ج۱) اَکثَرُ اَھلِ العِلمِ عَلٰی جوازِ الجمع فی السفرِ بَینَ الظھرِ والعصرِ وَبَینَ المَغرِبِ وَالعشاء فی وقت احداھما۔ اکثر اہل علم کا جمع تقدیم حقیقی اور جمع تاخیر حقیقی پر اتفاق ہے۔ یعنی صلوۃ عصر کو صلوۃ ظہر کے وقت میں اور صلوۃ مغرب کو صلوۃ عشاء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت میں ادا کرنا۔ جیسا کہ حجاج کرام عرفات اور مزدلفہ میں نمازیں ادا کرتے ہیں اسی حاشیہ کے ضمن میں امام ابن تیمیہؒ کی کتاب (فی احکام السفر والاقامۃ) سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ جس میں جمع بین الصلوتین کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ مضمون کی نزاکت طوالت کی متحمل نہیں۔ محض اشارے پر اکتفا کرتا ہوں۔

امام نسائی نے صلوۃ الصبح کے اوقات کے بارے میں پانچ عنوان قائم کئے ہیں۔ اول وقت الصبح۔ التغلیس فی الحضر، التغلیس فی السفر، باب الاسفار۔ آخر وقت الصبح۔ اور ہر عنوان کے حسبِ حال حدیثِ رسول نقل کی ہے۔ علماء کرام کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

بعض علماء تغلیس کی افضلیت کے قائل ہیں اور بعض اسفار کی افضلیت کے۔ امام نسائیؒ کے اندازِ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں (تغلیس و اسفار) میں سے کسی ایک کی افضلیت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے ہاں دونوں کا پلہ مساوی ہے۔ محدث بھوجیانی بھی مسلکِ اعتدال کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنے موقف کی وضاحت کے لئے شاہ ولی اللہ کی حجۃ البالغہ میں پیش کردہ تطبیق کو نقل کرتے ہیں۔ کہ اَسفِروا بالفجر کا حکم اس لئے ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ نمازِ صبح میں شمولیت کرسکیں۔ اور مسجد کو رونق بخشیں۔ اگر نماز صبح کی ابتدا غلس میں کی جائے اور اس کا انجام اسفار پر ہے تو احادیث کے مابین کوئی وجہِ تعارض باقی نہیں رہتی۔

۲۔ مسائل فقہیہ کی تنقیح

امام نسائیؒ نے کتاب السنن میں جو احادیث ماثورہ پر عنوانات قائم کئے ہیں۔ ان کا مقصد احادیث سے فقہی مسائل کا استخراج ہے۔ مُحدِّث بھوجیانی عنوانات پر حاشیہ لکھتے ہوئے اپنے منفرد اسلوبِ تحریر میں مسائل کی خوب تنقیح کرتے ہیں۔ عنوان ہے۔ اختلاف نیۃ الامام والماموم۔ اور اس کے تحت جابر بن عبداللہ کی طرف سے بیان کردہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو اس طرح ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرکے اپنے محلہ میں امامت کراتے۔ رسول اکرمؐ نے ایک دفعہ صلوۃ العشاء قدرے تاخیر سے پڑھائی۔ اس تاخیر کا زیادہ اثر اس نماز میں ظاہر ہوا جو حضرت معاذ کی اقتدا میں اہل محلہ نے ادا کی۔ اس پر مستزاد کہ انہوں نے قرآن کی طویل ترین سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کردی۔ ایک صحابی رسولؐ نے اس صورتِ حال کو دیکھا تو علیحدہ نماز ادا کی۔ اور اپنے کام پر چلا گیا۔ لوگوں نے موجود امام کی اقتدا کو چھوڑ کر علیحدہ نماز ادا کرنے پر انہیں منافقت کا طعنہ دیا۔ اس نے جواباً کہا۔ میں منافق نہیں ہوں۔ البتہ اس واقعہ سے رسول اللہ کو ضرور آگاہ کروں گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اور عرض کی کہ ہم محنت پیشہ لوگ ہیں۔ آپؐ نے ناراضگی کے عالم میں کہا۔ معاذ! تُو تو فتنہ پرواز ہے۔ آپؐ نے بعض مختصر سورتوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ تلاوت میں ان کا انتخاب کر۔ حضرت معاذ کی رسول اللہؐ کے ساتھ ادا شدہ نماز تو فرض ہوئی اور اہل محلہ میں ادا شدہ نماز نفل۔ امام متنفل اور ماموم مفترض۔ اس کے برعکس ایک اور حدیث ہے۔ اِنَّمَا جُعِلَ الامام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیؤتمّ بہ، فلا تختلفوا علیہ ۔ امام کا تقرر تو اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے ۔ اس لئے حالت جماعت میں اس سے مختلف رویہ اختیار نہ کرو ۔ تو محدث بھوجیانی نے ان روایتوں کے ظاہری تعارض و اختلاف کو بایں طور رفع کیا ہے کہ امام کی اقتدا و اتباع اس کی حرکات و سکنات میں کی جائے ۔ یعنی اس حکم کا تعلق ظاہر افعال کی شکل سے ہے ۔ امام سے پہلے کوئی پیش قدمی نہیں کر سکتا ۔ البتہ نیت میں اختلاف ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہے ۔

مسئلہ رفع الیدین پر حضرت مولانا کی تحقیق لائق تحسین ہے آپ نے زوردار دلائل سے دعویٰ نسخ رفع الیدین کی کاٹ کی ہے ۔ آپ نے رفع الیدین کے ثبوت میں صحابہ کرام کے جم غفیر کے عمل کو پیش کیا ہے جن میں اصحاب عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں ۔ اور ثابت کیا ہے کہ رفع کا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دوامی اور استمراری تھا ۔ امام نسائیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ اور مالک بن حویرث دو صحابہ کی احادیث اپنی کتاب سنن میں بیان کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نماز میں تین جگہ رفع الیدین کرنا زندگی بھر کا معمول تھا ۔ افتتاح صلوٰۃ میں، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، اصحاب صحاح ستہ نے تسلسل کے ساتھ روایاتِ رفع کا ذکر کیا ہے اور انہیں احادیث متواترہ میں شامل کیا ہے ۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں کہا ہے ۔ حدیث الرفع متواتر" عن النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ۔ دلائل کی بھرمار میں اتنی شدت ہے کہ منکرینِ رفع کا موقف خشک گھاس ثابت ہو رہا ہے جس میں آگ لگی ہوئی ہے ۔

حضرت مولانا نے صلوٰۃ الکسوف کے زیرِ عنوان احادیث کی تشریح و توضیح میں جو حواشی تحریر فرمائے ہیں وہ نہایت دلچسپ اور معلوماتی ہیں نمازِ کسوف کی ذخیرۂ احادیث میں متعدد صورتیں منقول ہیں جن کا ذکر امام نسائیؒ نے بھی کیا ہے ۔ موطا امام مالک میں حضرت عائشہؓ سے ہر رکعت میں دو رکوع، صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے ہر رکعت میں تین رکوع اور ابن عباسؓ سے ہر رکعت میں چار رکوع اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابی بن کعبؓ سے ہر رکعت میں پانچ رکوع مروی ہیں ۔ احادیث نبویہ کے مطالعہ و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زندگی میں کسوف کے متعدد واقعات پیش آئے ۔ کسوف کی حالت و کیفیت کے پیشِ نظر آپؐ صلوٰۃ الکسوف میں تبدیلی فرماتے رہے ۔ اہل ہیئت کسوف کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ چاند، سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے ۔ زمین پر صرف چاند کی مدھم روشنی پڑتی ہے ۔ فن حدیث کے عظیم ماہر اور محقق فضیلۃ الاستاذ الشیخ احمد شاکر نے مُحلّی ابن حزم پر اپنی تعلیق کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی ماہر فلکیات میسر آجائے جو اپنی گہری حسابی بصیرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے مدینہ منورہ اقامت کے دوران کسوف کے متعدد واقعات کا انکشاف کرے ۔ انہوں نے فلکیات کے ماہر مصری علماء کو بھی دعوتِ تحقیق دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دس سالہ اقامت مدینہ کے دوران کسوفات کا حساب لگائیں ۔ تاکہ احادیث میں وارد تعارض و تضاد کو رفع کیا جا سکے ۔ علامہ احمد شاکر اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ مگر اس انکشاف اور دریافت کی سعادت اُس ایک عظیم و جلیل ہستی کے حصہ میں آئی جیسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد سلمان منصور پوری کہتے ہیں جو کئی علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ مشہور و معروف کتاب رحمۃ للعالمین ہے جو پیغمبر اسلام سے ان کے عشق و محبت کی لازوال داستان ہے۔ جسے پڑھ کر گلشن ایمان پر بہار آ جاتی ہے۔ اسی کتاب کے حصہ دوم میں انہوں نے ان تمام شمسی کسوفات کا جو عہد نبوی میں رونما ہوئے مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور ایک جدول کی صورت میں قمری و شمسی ماہ و سنین کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسے پڑھئے اور کاوش کی داد دیجئے۔

جدول اکسوف شمس بست و سہ ۲۳ سالہ عہد نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
۱	۹	۴	۶۰۹	۲۸	۴	۴۰ میلاد نبوی
۲	۲۳	-	۶۱۳	۲۹	۹	۴۴ ″
۳	۲۱	۵	۶۱۶	۲۸	۸	۴۷ ″
۴	۱۴	۱۱	۶۱۶	۲۸	۲	۴۸ ″
۵	۴	۱۱	۶۱۷	۲۸	۲	۴۹ ″
۶	۳۱	۳	۶۱۸	۲۸	۷	۴۹ ″
۷	۲۴	۱۰	۶۱۸	۲۸	۲	۵۰ ″
۸	۹	۳	۶۲۰	۲۸	۷	۵۱ ″
۹	۲	۹	۶۲۰	۲۸	۱	۵۲ ″
۱۰	۲۷	۱۲	۶۲۳	۲۸	۶	۲ ہجری
۱۱	۱۵	۱۲	۶۲۴	۲۸	۶	۳ ″
۱۲	۲۶	۱۰	۶۲۶	۲۹	۵	۵ ″
۱۳	۲۱	۴	۶۲۷	۲۸	۱۱	۵ ″
۱۴	۱۵	۱۰	۶۲۷	۲۸	۵	۶ ″
۱۵	۹	۴	۶۲۸	۲۸	۱۱	۶ ″
۱۶	۳	۱۰	۶۲۸	۲۸	۵	۷ ″
۱۷	۱۳	۸	۶۳۰	۲۸	۴	۹ ″
۱۸	۷	۲۰	۶۳۱	۲۹	۱۰	۹ ″
۱۹	۲۷	۱	۶۳۲	۲۸	۱۰	۱۰ھ یوم مات ابراہیم

۳۔ اسرار شریعت کا بیان

حضرت مولانا نے کتاب الجہاد کے تحت جہاد کی حکمتیں بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ بیان کی ہیں۔ لکھتے ہیں کامل ضابطہ حیات اور صحیح قانونِ زندگی وہی شریعت ہو سکتی ہے جس میں جہاد کرنے کا حکم ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صاحب حکمت ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنے اوامر و نواہی کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ اس کی مثال اس آقا کی ہے جس کے غلام بیمار ہو گئے ہوں۔ اس نے اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک درباری سے کہا کہ ان کو دوا پلائے۔ اگر وہ بیمار غلام دوا برضا و رغبت پی جاتے ہیں تو بہتر۔ ورنہ وہ درباری ان کے حلق میں زبردستی دوا انڈیل دے تو وہ بھی حق بجانب ہے۔ لیکن وہ ان کے سامنے دوا کے فوائد بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ شہد کی تھوڑی سی آمیزش بھی کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اسے بخوشی پی جائیں۔ یہی حالت لوگوں کی ہے کہ ان میں بعض بندگانِ حرص و ہوا ہوتے ہیں وہ اللہ کے اوامر و نواہی کے فوائد و محاسن کو عمداً نظرانداز کر دیتے ہیں۔ تو ایسے خبیث الفطرت اشخاص کے حق میں اللہ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے کہ براہین و حجج کے اثبات و اتمام پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ان کے حلق میں کڑوی دوا زبردستی اتار دی جائے اور ان پر ہتھیاروں کی جنگ مسلط کر دی جائے۔ علامہ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں جہاد کے فوائد، مراتب و انواع کی تفصیل بیان کی ہے۔

عنوان کتاب قطع السارق کی تشریح میں مولانا ستر الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ و اعلام لکھتے ہیں۔ کہ قبل از اسلام قتل، زنا اور سرقہ ان تین جرائم کی سزائیں قصاص، رجم اور قطعِ ید تمام آسمانی شریعتوں میں متوارث چلی آ رہی تھیں۔ جمہور انبیاء و امم کا ان پر عمل تھا۔ امن و سلامتی کے ماحول کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ یہی سزائیں کارگر اور مؤثر رہی ہیں۔ موجودہ ترقی یافتہ یورپ جرائم کی عقوبات کا تو قائل ہے۔ مگر ان کی عملی صورتوں (قصاص، رجم، قطع ید) کو وحشت و درندگی سے تعبیر کرتا ہے۔ اور انہیں انسانیت کی توہین و تذلیل قرار دیتا ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک نئے نظام عقوبات کو پیش کرتا ہے۔ اور عرصۂ دراز سے اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ مگر امن و سلامتی کا ماحول پیدا کرنے میں نظام جدید مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک بھی جرائم کی لپیٹ میں ہے جان و مال اور عزت و آبرو کے متعلق مقدمات کی عدالتوں میں بھرمار ہے۔ ججوں اور وکلاء کی کثرت ان پر قابو نہ پا سکی۔ پیغمبر اسلام کے دور میں ان سزاؤں کی برکت سے ملک عرب خطۂ امن بن چکا تھا۔ اور آج بھی حکومت سعودی عرب ان سزاؤں پر عمل پیرا ہے۔ اور مملکت سعودیہ امن و امان کا گہوارہ بن چکی ہے۔ ان کڑی سزاؤں کے تصور سے ہی جرائم پیشہ افراد کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جس کی چند جھلکیاں میرے شائع شدہ (ماہنامہ حرمین۔ جہلم جلد۔ ۲ شمارہ ۱۔ ۲ مورخہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۲ء) مضمون میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۴۔ جرح و تعدیل کا بیان

یہ موضوع بھی خاصا اہم اور پیچیدہ ہے۔ مگر محدثین نے رواتِ احادیث کی سیرت و کردار کے بارے میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ حرفِ آخر ہے۔ اب اسانید کے بارے میں فیصلے انہیں کے قاطع حجت ہیں۔ اس باب میں داخل ہونے سے پہلے الفاظ جرح و تعدیل کا جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح جرح و تعدیل مفسر ہو یا مبہم اور شروط رد و قبول کا علم بھی لابدی ہے۔ یہ بڑا طویل موضوع ہے۔ میں اسے کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حلِ لُغات

لغت و ادب کا پہلو بھی فنِ حدیث میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "آنا افصح العرب" متونِ احادیث کے مفاہیم و مقاصد کی وضاحت الفاظ عربیہ کے معانی اور تراکیب جُمل کی حقیقی معرفت پر منحصر ہے۔

مولانا رحمہ اللہ نے جن قوامیس لغویہ سے حلِ لغات میں مدد لی ہے۔ وہ یہ ہیں: ۱۔ القاموس المحیط ۲۔ المصباح المنیر ۳۔ منتھی الارب فی لغات العرب ۴۔ النھایۃ فی غریب الحدیث ۵۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار۔ اس بارے میں چند الفاظ و تراکیب کی تشریح کے نمونے پیش کر دینا ناکافی ہو گا۔ مولانا کی محنت و مشقت کا صحیح اندازہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب تعلیقات سلفیہ کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ کاش مولانا اسی نہج و اسلوب میں پورے صحاح ستہ پر تعلیقات لکھ جاتے۔ تو جماعت سلفیہ کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر جاتے۔ مدیر مکتبہ سلفیہ حافظ احمد شاکر صاحب سے گزارش ہے کہ تعلیقات سلفیہ مع متن کتاب خط نسخ میں عمدہ کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع کریں۔ اور ساتھ ہی دعا کرتا ہوں۔ کہ جماعت میں سے اہل علم و فن اٹھیں اور بقیہ کتب خمسہ پر حواشی قلمبند فرمائیں اور یہ وقت حاضر میں ایک جماعتی تقاضا بھی ہے جو یہ پورا کرے گا۔ تاریخ خدمتِ حدیث میں اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا ارشاد الحق اثری فیصل آبادی۔ ڈاکٹر مقتدی حسن (ہند) اور مولانا صفی الرحمٰن (ہند) وغیرھم اس طرف مبذول فرمائیں۔ امید ہے کہ میں مذکورہ ناموں کی نشاندہی میں خطا کار نہیں ہوں گا۔ گو اس طرح کے تحقیقی کام کو سرانجام دینے کے لئے علماء کی ایک ٹیم کی ضرورت ہے۔ اور ایک ایسی اکیڈمی ہونی چاہیئے۔ جس میں صرف صحاح ستہ پر تحقیق ہو۔ اس کام پر ہمہ وقتی علماء کا تقرر ہو تقسیم کار کے طور پر ایک ایک کتاب کا حاشیہ ہر سکالر کے ذمہ ہو۔ اور ان اصحاب خمسہ پر ایک ڈائریکٹر ہو جو ان کی ہفتہ وار کارگزاری کا معائنہ کرے۔ اور مزید ہدایات جاری کرتا رہے تاکہ تمام تحریری منصوبے بروقت پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں۔ اس کام میں سلفی علمائے عرب سے بھی تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ سعودی عرب، مصر و عراق میں سلفی علماء موجود ہیں۔ سید سابق مصنف فقہ السنۃ اور علامہ البانی سے بھی اس باب میں علمی مشاورت کی جا سکتی ہے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علمائے اہل حدیث کو علم حدیث کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا موقع فراہم کرے۔ امین!

مولانا مرحوم اس کتاب کی طباعت سے بتاریخ ۲۲ ذوالقعدہ ۱۳۷۶ھ کو فارغ ہوئے۔ آخر کتاب میں جریدۃ المرجع بھی لگا دیا گیا ہے۔ تاکہ تحقیقی کام کی قدر و قیمت واضح ہو سکے۔

جزاہ اللہ عنی وعن المسلمین!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالمنان نورپوری
جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

مسئلہ صفات پر حضرت کی ایک اہم کتاب

الاھتداء فی الاکتفاء بتفسیر الاستواء

کتاب کا تعارف اور خلاصہ

چند سال قبل کی بات ہے کہ حافظ نعیم الحق صاحب نعیم رحمہ اللہ العلی العظیم ۔ نے رسالہ " الاھتداء فی الاکتفاء بتفسیر الاستواء " کے دو قلمی نسخے مجھے دیئے اور اس رسالہ موصوفہ پر کچھ لکھنے کو کہا ان دونوں نسخوں سے ایک تو شعبان ۱۳۴۷ھ کو لکھا گیا جب کہ دوسرا محرم ۱۳۴۸ھ کا لکھا ہوا ہے چنانچہ یہ تاریخیں ان نسخوں کے پیش لفظ کے بعد درج ہیں ۔

رسالہ مذکورہ مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔ کی مایہ ناز تصانیف انیقہ میں سے ایک بہترین تصنیف ہے جیسا کہ رسالہ کے آخر میں درج شدہ مولانا عبدالجبار صاحب محدث کھنڈیلوی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی، مولانا عبدالمجید صاحب خادم سوہدروی، مولانا عبدالتواب صاحب محدث ملتانی اور مولانا عبدالرشید صاحب ملتانی ۔ رحمھم اللہ تعالیٰ وغفرلھم وعافاھم وعفا عنھم واکرم نزلھم ۔ کی تقاریظ طیبہ سے عیاں ہے ۔

رسالے کا موضوع باری تعالیٰ کا عُلُوّ و اِستواء ہے جیسا کہ رسالہ کے اپنے نام " الاھتداء فی الاکتفاء بتفسیر الاستواء " سے واضح ہے مولانا موصوف نے اپنے اس رسالہ کو مبادی، مقاصد اور خاتمہ پر ترتیب دیا ہے ہم نیچے صرف مبادی کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ۔ مبادی میں کل سولہ فصلیں ہیں ۔

فصل ١

تاویل کے معانی

مولانا لکھتے ہیں : لغت و اصطلاح میں تاویل کے متعدد مفہوم اور اس کے موارد استعمال متنوع ہیں ۔

١ ۔ متکلم کا کلام اگر خبر ماضیہ یا آتیہ (پیشگوئی وغیرہ) ہو تو اس کے وقوع فی الخارج (یعنی محکی عنہ) یہ مصداق خارجی کو تاویل کہتے ہیں ۔

٢ ۔ اور اگر انشاء ہو تو نفس عمل ماموربہ یا (ترک) منہی عنہ کو بھی تاویل سے تعبیر کرلیتے ہیں ۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں تاویل انہی دو معنوں میں وارد ہے او سلف کے کلام میں بھی اس معنی میں بکثرت مستعمل ہے ۔

٣ ۔ اہل سلف تاویل کو تفسیر کے مترادف بھی قرار دیتے ہیں وھذا قول جمھور المفسرین المتقدمین ۔ (تفسیر سورہ اخلاص ص۷۵)

حافظ ابن القیم لکھتے ہیں : ؎

اذ ذاک تفسیر المراد وکشفہ ٭ وبیان معناہ الی الاذھان (قصیدہ نونیہ ص۹۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ ۔ اہل اصول ومتاخرین مفسرین کی اصطلاح میں "حمل اللفظ علی احد محتملاتہ المرجوحۃ" کا نام تاویل ہے جو تاویل صحیح اور فاسد سب کو شامل ہے اگر صرف عن الظاہر پر کوئی دلیل صحیح ہو تو تاویل صحیح اور اگر صرف عن الظاہر بلا دلیل یا بدلیل مرجوح ہو تو تاویل فاسد"۔ (ارشاد الفحول ص۱۷۴)

مولانا تاویل کے مذکور بالا چار معانی لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"تاویل کے صحت وفساد پر جو علماء نے گفتگو کی ہے وہ اس معنی متاخرہ کی بنا پر ہے سلف میں یہ معنی بالکل مروج نہیں بلکہ موجود ہی نہیں تھے میری غرض اس تفصیل مختصر سے ایک یہ بھی ہے کہ اس رسالہ میں جہاں بھی تاویل کا لفظ آئے گا یہی معنی محدثہ مراد ہوں گے نہ کہ معانی مستعملہ در کتاب وسنت وکلام سلف"۔

فصل۲

تاویل کے صحیح ہونے کی شرطیں

مولانا نے اس فصل میں تاویل کی صحت کے لیے تین شرطیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ کتاب وسنت عربی زبان میں ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ لفظ جس میں تاویل کر کے ظاہر وحقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی لیا گیا) ہیئت کذائیہ وضعاً و عرفاً کتاب وسنت وعربیہ قحہ میں اس معنی مجازی کا محتمل اور اس میں مستعمل ہو۔

۲۔ جب کوئی لفظ حقیقۃً ومجازاً مستعمل ہو تو صرف عن الحقیقۃ الی المجاز پر کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے پھر اگر صرف عن الحقیقۃ واجب ہے تو دلیل قاطع کی سمعی یا عقلی اور اگر واجب نہیں تو دلیل مرجح کی ضرورت ہے۔

۳۔ ترک حقیقۃ و صرف الی المجاز کے لیے نصوص وعربیہ قحہ کا استقراء ضروری ہے اگر ان میں تاویل کا سراغ نہ ملے تو وہ احداث فی الدین ہے۔

فصل۳

صفات باری تعالیٰ میں کی گئی تاویلات کا حال

مولانا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تحریر فرماتے ہیں:

"صفات باری تعالیٰ میں جو تاویلات کی گئی ہیں انہیں اس کسوٹی پر پرکھنا چاہیے اگر اس سے کھوٹی ہو جائیں تو ان کے باطل ومردود ہونے میں ہرگز شبہ نہیں ہوگا"۔

مولانا چاہتے ہیں چونکہ صفات باری تعالیٰ اور استواء میں کی گئی تاویلات مذکورہ بالا شروط کی روشنی میں فاسد ٹھہرتی ہیں لہٰذا وہ ناقابل التفات ہیں چنانچہ اس کی مختصر تشریح آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۳

قرآن مجید اور استواء وعلو باری تعالیٰ

مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش اور علو کے اثبات میں مندرجہ ذیل آیات مبارکہ پیش فرمائی ہیں:

۱۔ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۔ (النحل: ۵۰)

۲۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۔ (الانعام: ۶۱)

۳۔ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۔ (المعارج: ۴)

۴۔ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۔ (النساء: ۱۵۸)

۵۔ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۔ (فاطر: ۱۰)

۶۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۔ (سبا: ۲۳)

۷۔ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۔ (الزمر: ۱)

۸۔ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۔ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ الخ
(الملك: ۱۶ - ۱۷)

۹۔ وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۔ (الانبیاء: ۱۹)

۱۰۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۔ (الاعراف: ۵۴، یونس: ۳، الرعد ۲، الفرقان: ۵۹، الم تنزیل السجدہ: ۴،
الحدید: ۴)

۱۱۔ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۔ (طٰہٰ: ۵)

مولانا نے مذکورہ بالا سات آیات مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کا عرش معلی پر مستوی ہونا اور دس آیات کریمہ سے باری تعالیٰ کا علو و ارتفاع ثابت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء یوم یقوم الناس لرب العالمین۔

استواء کے معانی لغت میں

مولانا صاحب لکھتے ہیں: "صِلات کا فن عربی زبان کا روح رواں ہے حقیقت یہ ہے اس فن میں جتنا بھی کوئی کچا ہو اتنی ہی زیادہ ٹھوکریں کھائے گا کیونکہ تبدیل صلات سے الفاظ کے معانی و مطالب میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ استواء کے معنی بھی اس کے صلات کے لحاظ سے مختلف ہوتے رہتے ہیں مثلاً اس کا صلہ الی ہو تو قصد کے معنی بھی آجاتے ہیں اگر اس کا صلہ علی ہو تو ہمیشہ اس کے معنی علو و ارتفاع کے ہیں قرآن مجید و لغت عرب میں اس کے سوا استوی علی کذا کے معنی نہیں آئے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائمہ لغت کے اقوال

مولانا صاحب ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ استوی علی العرش کا معنی امام لغت علامہ فراء سے صعد اور امام لغت علامہ خلیل سے ارتفع نقل فرما کر لکھتے ہیں :

"علامہ ابو عبیدہ ۔ جو فن حدیث کے منقولی حصہ کے روشن چراغ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ سے بعد آنے والے محدثین و مفسرین آپ ہی کے خوشہ چین ہیں ۔ نے بھی فراء و خلیل کی موافقت کی ہے علامہ ابن الاعرابی ۔ جو فن لغت کے مشہور امام ہیں ۔ سے کسی نے آیت مذکورہ کے معنی پوچھے تو آپ نے برجستہ فرمایا "ھو علی عرشہ" اور استولی سن کر کہا" واللہ مایکون ھذا ولا وجدتہ" خدا کی قسم نہ میں نے یہ معنی کلام عرب میں پائے اور نہ ہوسکتے ہیں ۔ اخفش، ابن عرفہ وغیرہ ائمہ لغت کی بھی متفقہ طور پر یہی رائے ہے ۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں : وھذا معروف من اللفظ لا یحتمل غیرہ" ۔ (تفسیر سورہ اخلاص ص۷۵)

خلاصہ یہ ہے کہ لغت عرب کے لحاظ سے بھی آیات استواء اثبات علو باری میں نص ہیں اور ماولین استواء کے پاس کوئی دلیل نہیں ں کیفیت استواء بے شک مجہول ہے ۔ "وھو عبارۃ عن مصداقہ الخارجي وحقیقتہ الواقعیۃ ، فاحفظہ فانہ ینفعك" ں کے بعد مولانا ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ نے استواء کی حقیقت واقعیہ کے نامعلوم ہونے کی تائید میں امام مالک ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ وغیرہ کے اقوال زریں ں فرمائے ہیں ۔

فصل ۵

حدیث نبوی اور علو وارتفاع باری تعالیٰ

اس فصل میں مولانا تحریر فرماتے ہیں ، علو وارتفاع باری تعالیٰ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بکثرت موجود ہیں ۔ حافظ ابن القیمؒ نے جیوش اسلامیہ میں اور علامہ ذہبی نے کتاب العلو میں سب احادیث کو جمع کر دیا ہے جن میں سے یہاں صرف دس ذکر کی جاتی ہیں جو محدثین کے ہاں درجہ قبولیت حاصل کر چکی ہیں ۔ واللہ ولی الھدایہ

۱ ۔ ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : ثم خلق العرش واستوی علیہ ۔ وفی لفظ : ثم کان العرش فارتفع علی عرشہ ۔ (واسنادہ حسن کتاب العلو ص۹۸)

۲ ۔ جبیر بن مطعم کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وانہ لفوق سمواتہ علی عرشہ" ۔ (کتاب العلو ص۱۰۵)

۳ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا :

"زوجنیك الرحمان من فوق عرشہ" اخرجہ البخاری (کتاب العلو ص۹۹)

۴ ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب بنو قریظہ پر اسلام کے حق میں فیصلہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا :

"لقد حکمت فیھم بحکم الملك من فوق سبع سموات" ۔ (علو ص۱۰۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵ - حضرت عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ فوق العرش ۔ (علو ذہبی ص۱۰۹)

۶ - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس طرح قسم کھائی " وعزتی وجلالی وارتفاعی فوق عرشی " (کتاب العلو ص۱۰۹)

۷ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : لما فرغ اللہ من خلقه استوى على عرشه ۔ (رواتہ ثقات کتاب العلو ص۹۰)

۸ - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : وهواليوم الذى استوى فيه على العرش ۔ (علو ص۱۰۲)

۹ - ایک دعا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ربنا الذى فى السماء تقدس اسمك امرك فى السماء والارض ۔ (ابوداؤد)

۱۰ - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فى خطبة يوم عرفة " الا هل بلغت " يرفع اصبعه الى السماء ۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

فصل

اجماع صحابہ عظام ۔ رضی عنہم اللہ ذوالجلال والاکرام

اس فصل میں مولانا ۔ رحمہ اللہ ربنا ۔ فرماتے ہیں : " صحابہ کرامؓ کی جس طرح معاشرت سادہ تھی تکلف وتصنع کو دخل نہیں تھا ایسے ہی اسلامی عقائد میں بھی وہ ذہنی کاوشوں اور فضول دماغی جولانیوں سے ہمیشہ مجتنب اور تاویلی الاٹشوں سے بالکل پاک وصاف رہے جن امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو نہیں کی ان کو ان میں سے بھی کسی نے نہیں چھیڑا اور نہ تعمق وتعنت کے شیوہ کو پکڑا دنیا کے دفاتر چھان ڈالیے صفات باری تعالیٰ خصوصاً مسئلہ استواء باری تعالیٰ میں متکلمانہ احتمالات آپ کو کہیں نہیں ملیں گے ملے گا تو یہی کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لیے علو ذاتی کو ثابت کرتے رہے اور اسی کے معتقد تھے ۔

حضرت عدی بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

خرجت مهاجرا الى النبى صلى الله عليه وسلم ۔ فذكر قصة طويلة ۔ وقال فيها " فاذا هو (النبى صلى الله عليه وسلم) ومن معه يسجدون على وجوههم ويزعمون ان الههم فى السماء فاسلمت فتبعته (جیوش اسلامیہ لابن القیمؒ ص۴۲)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم لالکائی نے بہت سارے صحابہ کا نام بھی لیا ہے کہ وہ علو على جهة العلو کے قائل تھے ۔ وعد جماعة يطول ذكرهم ثم ساق الآثار فى ذلك عن عمر وعلى وابن مسعود وعائشة وابن عباس وابى هريرة وعبد الله بن عمر وغيرهم ۔ رضى الله عنهم اجمعين ۔ (جیوش اسلامیہ ص۳۵)

لہٰذا کہ صحابہ کرام رضی عنہم اللہ ذوالجلال والاکرام بھی کلہم استواء علی العرش کے قائل اور علو باری تعالیٰ کے معتقد تھے اور کوئی بھی ان میں ماؤل نہیں ۔ ومن ادعى فعليه البيان ولن يقدروا عليه ابدا ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: تابعین کرام رحمہم اللہ السلام

مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تابعین کے اقوال بھی بہت سارے ہیں جو اس وقت حیطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے شائق کتاب العلو اور جیوش اسلامیہ کا مطالعہ کرے یہاں، صرف امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کر دیا جاتا ہے جس سے سب تابعین کا مسلک واضح ہو جاتا ہے وہ فرماتے ہیں:

کنا والتابعون متوافرون نقول ان اللہ عزوجل علی عرشہ ونؤمن بما وردت بہ السنۃ من صفاتہ ۔ اخرجہ البیھقی بسند صحیح (کتاب العلو ص۱۲۶ جیوش اسلامیہ ص۴۳)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ خالق الحروالقر لکھتے ہیں:

وعلماء الصحابۃ والتابعین الذین حمل عنھم التاویل (والتفسیر) قالوا فی تاویل (تفسیر) قولہ تعالیٰ مایکون من نجوی ثلاثۃ الا وھو رابعھم الآیۃ ھو علی العرش وعلمہ فی کل مکان وما خالفھم احد فی ذلک یحتج بہ ۔ (جیوش اسلامیہ ص۴)

مقصود یہ ہے کہ تابعین سے بھی کوئی شخص تاویل متاخرہ کا مرتکب نہیں تھا بلکہ تفسیر کر کے اس کی کنہ اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دیا کرتے تھے اور استواء علی العرش کے حقیقۃً قائل تھے۔ وھذا ھو التفویض ۔

فصل: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ

مولانا بھوجیانی صاحب اس فصل میں لکھتے ہیں:

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: "من قال لا اعرف ربی فی السماء ام فی الارض کفر لان اللہ تعالیٰ یقول الرحمان علی العرش استوی وعرشہ فوق سمواتہ" انتھی (فقہ اکبر ص کتاب العلو ص۱۲۶)
بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امام صاحب سے روایت کرتے ہیں "ان اللہ فی السماء"۔ (الانتقاد ص۱۳)
نام لیوایان حضرت امام و شیدایان نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ خود اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا انکار کرتے اور آیات قرآنیہ میں تاویل و تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں سراج الائمہ کے اس فرمان کو غور سے پڑھیں اور اپنی تقلید کا ثبوت دیں کس وضاحت سے فرما رہے ہیں جو اللہ کو عرش پر نہ مانے وہ کافر ہے۔

۲۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس بارہ میں مشہور ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ استواء کے معنی از روئے لغت و فصحائے عرب معلوم ہی ہیں یعنی عُلوّ و ارتفاع ہاں کیفیت بے شک مجہول ہے سوال اس سے بدعت اور ناجائز ہے۔ (شرح حدیث النزول ص۱۳ اجتماع الجیوش ص۴۵، العقیدۃ الصابونیہ ملحقۃ الرسالہ التدمریہ ص۲۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

القول فی السنة التی علیها رایت الذین رایتهم مثل سفیان ومالك وغیرهما ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وان الله علی عرشه فی سمائه یقرب من خلقه کیف یشاء و ینزل الی السماء الدنیا کیف یشاء ۔ انتہی (کتاب العلو ص۱۳۲)

۴۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطبوعہ عقیدہ ص میں ہے:

لان الله تبارك و تعالیٰ علی العرش فوق السماء السابعة العلیا یعلم ذلك کله وهو بائن من خلقه لایخلو من علمه مکان والله علی العرش وللعرش حملة یحملونه ۔ انتہی

القول الجلی ص میں ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین کی کثرت بھی اسی طرف ہے۔ ابن تیمیہ ابن قیم کا تو ذکر ہی کیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ الطالبین ص۱۲۶ میں استواء باری علی العرش کو بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔

فصل ۹ تمام اہل حدیث کا متفقہ مذہب

اس بارے میں اہل علم کے بہت سے اقوال ہیں جن میں سے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف چھ نقل فرمائے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ ابوعمرو طلمنکی فرماتے ہیں:

اجمع المسلمون من اهل السنة علی ان الله استوی علی عرشه بذاته وان الله تعالیٰ فوق السموات بذاته مستو علی عرشه کیف یشاء ۔ (جیوش اسلامیہ ص۴۶)

۲۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: والله فوق عرشه کما اجمع علیه الصدر الاول ۔ (کتاب العلو ص۱۵۴)

۳۔ علامہ ابوعمرو عثمان سہروردی رقمطراز ہیں: وعلماء الامة واعیان الائمة من السلف لم یختلفوا فی ان الله سبحانه علی عرشه وعرشه فوق سمواته ۔ (جیوش اسلامیہ ص۶۶)

۴۔ منہاج السنۃ جلد۲ صفحہ ۶۷ میں ہے:

اهل الحدیث والسنة المحضة متفقون علی اثبات العلو والمباینة والرؤیة ۔ انتہی

۵۔ ابن بطہ کہتے ہیں: اجمع المسلمون من الصحابة والتابعین ان الله علی عرشه فوق سمواته بائن من خلقه ۔ (کتاب العلو ص۱۴۶)

۶۔ علامہ محمد بن نصر حازمی کے رسالہ ص۶۶ میں ہے: واجمع المسلمون من اهل السنة علی ان الله تعالیٰ استوی علی عرشه بذاته وعلی ان الله علی العرش علی الحقیقة لا علی المجاز انتہی

خلاصہ یہ ہے کہ جملہ اہلحدیث کا متفقہ طور پر یہی اعتقاد ہے کہ خدا تعالیٰ عرش پر ہے اور استواء کے معنی علو وارتفاع کے ہی صحیح ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاویل متاخرین کو اہلحدیث گویا پہچانتے ہی نہیں یہ سب کچھ متکلمین کی اختراعات ہیں سلف میں یہ سب کچھ ناپید ہیں ۔

فونٹا

استواء میں تاویلات

استوی علی العرش کی تاویلیں چار مشہور ہیں اور چاروں کی چاروں معتزلہ جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے کیں یا ان سے لی گئی ہیں ۔ استولیٰ[1] ، ملک[2] ، قہر غلب[3] اور نفذ[4] احکامہ علی الخلق ۔ ابن العطاس تنزیہ الذات میں فرماتے ہیں : قال قائلون من المعتزلة والجهمية والحرورية ان معنى استوى استولى وملك وقهر مما يفيد التجدد والحدوث في الملك . (الاعتقاد الرجیح ص۲۶)

علامہ اشعری لکھتے ہیں : "وقد قال قائلون ان معنى استوى استولى وملك وقهر وذهبوا في الاستواء الى القدرة " انتهى ملخصا (کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ للامام المذکور ص۳۵ ، کتاب الفصل ج۲ ص۱۲۳)

خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر استواء (علو وارتفاع) کے علاوہ تاویلات استواء ملحدین کی عقلی دوڑ دھوپ کا نتیجہ ہیں اور سب کا منبع ومنشا فرق ضالہ کے معتقدات ہیں ۔ تاویل میں کوئی اہل حدیث ان کے ہم نوا نہیں ہاں ان کی دیکھا دیکھی بعض سنی علماء ومفسرین نے بھی نادانستہ طور پر (علی حسن الظن بہم) انہیں اپنی تفسیروں یا تالیفوں میں داخل کر دیا ۔ علاوہ ازیں ان مأولین مفسرین میں بعض تو بتصریح محققین اہل حدیث ہی نہیں ۔

تاویل استواء کی بناء عقیدہ فاسدہ اور اول مؤول

مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

تاویلات استواء کی بناء اس عقیدہ فاسدہ پر ہے کہ خدائے بزرگ و برتر عرش پر حقیقۃً بلند نہیں اگرچہ اصحاب فطرت صحیحہ وتمام اہل کتب سماویہ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ فوق العرش ہے لیکن پھر بھی یہود مشرکین صابئین میں بزمانہ جاہلیت ایسے لوگ موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کی فوقیت کے منکر تھے ۔

لبید بن اعصم یہودی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو کر کے اپنے خبث باطن اور آتش حسد کا ثبوت دیا تھا اسی خبیث عقیدہ کا معتقد تھا یہ عقیدہ اس سے اس کے بھانجے اور داماد طالوت کو وراثۃً ملا طالوت نے ابان یا بیان بن سمعان تک پہنچایا اس سے جعد بن درہم نے سیکھا اس سے جہم بن صفوان نے لیا بالآخر بشر بن غیاث مریسی نے دوسری صدی ہجری میں اس کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ خصوصًا استواء میں تاویلات اسی کی رہین منت ہیں چنانچہ اس نے اس بارہ میں ایک کتاب بھی تصنیف کر ڈالی ۔ چونکہ یہ اسلام میں ایک فتنہ ہائلہ کا فتح باب تھا بلکہ خرمن عقائد حقہ محمدیہ کے لیے ایک آتشیں تیز و تند آندھی تھی اس لیے اس کی مقاومت و مدافعت میں محدثین کرام نے کمر ہمت باندھی اور خوب خوب رد فرمایا چنانچہ بشر کے رد میں امام دارمی نے ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی ۔"

اس بحث کے اواخر میں مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : حاصل کلام یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ خصوصًا استواء علی العرش کی تاویلات کی تہ میں وہی عقیدہ فاسدہ صابئیہ کار فرما ہے اور اس کی اولیت واشاعت کا سہرا جہم اور اس کے بعد بشر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر ہے ان کے بعد جتنے مؤولین ہیں سب انہی کے ہم مذہب و ہم مشرب یا ان کے فریب خوردہ ہیں اور مذہب تاویل (مروّجہ) بعینہٖ بشر کا مذہب ہے۔

فصل ۱۱

تاویل استیلاء اور استناد مأولین

اس فصل میں مولانا لکھتے ہیں: "جن لوگوں نے استوی علی العرش کو استولی علی العرش سے بدلا وہ بڑی بلند آہنگی سے کہتے چلے آئے ہیں کہ لغت ہماری مؤید ہے اور از روئے لغت استوی علی کذا کے معنی استولی، قہر غلب، ملک، نفذ احکامہ وغیرہ صحیح ہیں، فصل ۔۔ میں گذر چکا ہے کہ قرآن مجید اس سے سراسر خالی ہے اور فصحائے عرب بھی قرآنی صف میں ہیں لیکن بایں ہمہ چونکہ مؤولین اپنی تاویل کی تائید میں دو ایک شعر پیش کیا کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہاں ان پر قدرے بحث کی جائے۔"

پہلا شعر

قد استوی بشر علی عراق ٭ من غیر سیف ودم مهراق

وجہ استناد یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں شاعر نے استوی بشر سے مراد اس کا قہر و غلبہ و نفوذ حکم مراد لیا ہے اس کے بعد مولانا بھوجیانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس استناد و استدلال کے چند ایک جواب نقل فرمائے ہیں:

۱۔ امام خطابی کی رائے تو سرے سے یہ ہے کہ یہ شاعر ہی کوئی شخص ہے فلا يصح الاحتجاج به۔

۲۔ علامہ اسماعیل تیمی نے کتاب الحجة فی بیان المحجة میں اس استناد کا یہ جواب دیا ہے کہ استیلاء محاورات عرب میں وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں عجز کے بعد غلبہ ہو عجز کے بعد غلبہ نہ ہونے کی صورت میں وہ استیلاء کا لفظ استعمال نہیں کرتے بشر کو چونکہ ضعف و عجز کے بعد عراق پر غلبہ حاصل ہوا ہے اس لیے شاعر کا مقصد اس مقام پر استیلا تسلیم کیا جا سکتا ہے ذات باری عز شانہ ہمیشہ سے ہمیشہ غالب اور قہار ہے اس معنیٰ کا اجراء اس کے حق میں کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ (جیوش اسلامیہ ص۶۵)

امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات ص۲۹۳ میں اور قاضی ابوبکر باقلانی نے (کمافی الجیوش ص۱۱۹) تیمی والے جواب کے قریب قریب جواب دیا ہے۔

۳۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
یہاں بھی استوی کے معنی ارتفع کے ہیں یعنی بشر کرسی عراق پر مرتفع و مستقر ہوا کیونکہ اگر یہاں غلبہ اور قہر مراد ہے تو بشر اکیلا عراق پر غالب نہیں ہوا عبدالملک بھی عراق پر غالب ہوا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی عراق پر غلبہ رہا۔ (تفسیر سورہ اخلاص ص۷۹)

دوسرا شعر

فلما علونا واستوینا علیهم ٭ جعلناهم صرعی لنسر وطائر

اس کا جواب بھی وہی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ تیمی وغیرہ کے کلام میں گذر چکا ہے یعنی یہاں بھی عجز کے بعد غلبہ پر استواء کا اطلاق کرکے غلبہ مراد لیا گیا ہے۔

تاویل ابن حزم

مولانا بھوجیانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں، "علامہ موصوف نے کتاب الفصل ج۲ ص۱۲۳ میں تاویل استیلاء پر خوب رد کیا ہے لیکن وہ خود ایک اور تاویل کرگئے ہیں اب ہمیں اس پر کچھ گفتگو کرنا ہے، وہ لکھتے ہیں:

انہ فعل فعلہ فی العرش وھو انتھاء خلقہ الیہ فلیس بعد العرش شیء۔ (کتاب الفصل ج۲ ص۱۲۴)

اپنی اس تاویل کی تائید میں علامہ نے دو آیتیں پیش کی ہیں۔ (۱) ثم استوی الی السماء وھی دخان۔ (۲) ولما بلغ اشدہ واستوی۔ الآیہ۔

اس تاویل کا رد

مولانا بھوجیانی علامہ ابن حزم کی اس تاویل بے دلیل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" علامہ کی یہ تاویل سراسر باطل ہے کیونکہ لغت اس کی مساعدت نہیں کرتی اور نہ قرآن حکیم میں اس کی تائید ہے۔

اولاً و لما بلغ اشدہ واستوی کے معنی علا وارتفع کے ہیں انتہی کے نہیں برتقدیر تسلیم ہمیں اس سے بحث نہیں کیونکہ یہاں بغیر صلہ علی کے ہے وما نحن فیہ بصلہ علی ہے اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ استوی کے معنی بلحاظ صلات مختلف ہوجاتے ہیں اور ثم استوی الی السماء میں بصلہ الی ہے جو بحث سے خارج ہے۔

ثانیاً اس جگہ بھی مفسرین نے ارتفع کے معنی کئے ہیں قال ابوالعالیہ ثم استوی الی السماء (بخاری) وجہ اس کی یہ ہے کہ استوی الی السماء متضمن معنی صعود ہے اور صعود بلندی کی طرف ہوا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں؛ وقولہ ثم استوی الی السماء انما فسرت بانہ ارتفع لانہ قال قبل ھذا الحاکم لتکفرون بالذی خلق الارض الآیہ ثم استوی الی السماء وھی دخان الآیۃ وقال فی البقرۃ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء الآیۃ فلما ذکر ان استواءہ کان بعد ان خلق الارض وخلق ما فیھا تضمن معنی الصعود لان السماء لیس فی الارض فالاستواء الیھا ارتفاع الیھا" انتہی ملخصاً (شرح حدیث النزول ص۱۲۳)

خلاصہ یہ ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنی تائید میں ان آیات کو پیش کرنا صحیح نہیں اور نہ یہ ان کی دلیل بن سکتی ہیں۔ علاوہ اس کے جب استوی الی السماء میں انتہی کے معنی از روئے لغت صحیح نہیں تو استوی علی العرش کے معنی انتہی خلقہ کیسے کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

دیگر تاویلات | تقریباً پانچ تاویلات کا خوب اور کامیاب رد کرنے کے بعد مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں" ان تاویلات کے علاوہ اور بھی تاویلاتِ باطلہ ہیں جن کی تفصیلی تردید بغرض اختصار چھوڑ دی گئی ہے۔ شائق "تنبیہ لنبیہ" والغبی فی الرد علی مدراسی والحلبی کی طرف رجوع فرمائے۔ ففیہ مایکفی

فصل ۱۲

تاویلاتِ استواء معیارِ صحت پر پوری نہیں اُترتیں

دوسری فصل میں مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھ آئے ہیں کہ کسی تاویل کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تین شرائط موجود ہوں۔ اب کے اس بارہویں فصل میں وہ ثابت فرماتے ہیں کہ استواء علی العرش کی تمام تر تاویلات ان شروط سہ گانہ سے عاری وخالی ہیں۔ لہٰذا وہ تمام کی تمام تاویلات بے بنیاد اور نادرست ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ وضعی عرفی طور پر استواء بصلہ علی استیلاء، نفوذ حکم وغیرہ کے معنی میں ہونے کا نہ محتمل ہے اور نہ اس میں مستعمل اور یہ چیز فصل ع۱، ع۶ اور ع۷ سے واضح ہے اور استواء علی کے حقیقی معنی علو وارتفاع کے ہیں جیسے فصل ع۱ عنوان ائمہ لغت کے اقوال کے تحت مندرجہ مواد سے لائح ہے۔

۲۔ حقیقت سے صارف یہاں کوئی دلیل نہیں، صارف نہ تو وجوب تاویل پر ہے اور نہ کوئی حجت مرجحہ تاویل پر ہے نہ سمعی نہ عقلی بلکہ حقیقی معنی علو وارتفاع مثبت علو ذاتی باری تعالیٰ کی تائید میں ہے تو براہینِ ساطعہ کتاب وسنت مذکورہ فصل ع۱۔ ع۲، اجماع صحابہ کما فی الفصل الثانی، بے شمار اقوال محققین مندرجہ فصل ع۳، ع۴، ع۵ اور دلائل عقلیہ موجود ہیں جو مأول کا منہ توڑتے ہیں اور تاویل کو پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تاویل قطعاً منقول نہیں۔ اگر نصوص صحیحہ موہم تجسیم ومنافی تنزیہ ہوتے کہ معنی مجازی لینے کی ضرورت پڑے تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں واضح فرماتے کیا ممکن ہے کہ ایک ایسی اہم چیز کی ضرورت ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ بتلانے کے بغیر ہی چل دیں اور اُمت کو متکلمین کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حاشا وکلا ایسا نہیں ہو سکتا۔ وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ الآیہ۔

اس جگہ علامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ذم التاویل صـ۲۴ میں وہ فرماتے ہیں۔ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا ھذہ الآیات واخبر بالاخبار وبلغھا اصحابہ وامرھم بتبلیغھا ولم یفسرھا ولا اخبر بتاویلھا ولا یجوز تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ بالاجماع ولو کان لھا تاویل لزمہ بیانہ ولم یجز بہ تاخیرہ" انتہی۔

جملۃ الامر کہ استواء کی جملہ تاویلات معیارِ صحت پر پوری نہ اترنے کی وجہ سے مردود ہیں۔ والمأول خاطئ۔

فصل ۱۳

دیگر صفات باری تعالیٰ میں تاویل کا حکم

مولانا بھوجیانی استواء کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث وتمحیص، اس میں مسلک کی تنقیح وتحقیق اور تاویلی مسلک کی خوب تردید کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فارغ ہو کر اہل اسلام کی خیر خواہی کی خاطر تمام صفاتِ باری تعالیٰ میں صحیح اور حق بات کی وضاحت فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

" استواء کی طرح دوسرے الفاظ جو باری تعالیٰ کی صفات کو بیان کرتے ہیں، کی تاویلات بھی معیارِ صحت کے مطابق نہیں ہیں۔ یہ مقام ان کی تفصیل کا نہیں ہے۔ یہاں صرف جملہ صفات میں سلف اُمّت کا مسلک نقل کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جس طرح سلف اُمّت استواء میں الاکتفاء بالتفسیر وتفویض الکیفیۃ میں حق بجانب ہیں ایسے ہی جملہ صفات میں بھی حق ان ہی کے ساتھ ہے۔"

فصل ۱۴

مسلک سلف اجراء الصفات علی ظواہرہا

مولانا بھوجیانی ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ لکھتے ہیں۔

" مخلوق خالق کی حقیقت معلوم کرنے میں کتنی بھی دماغ سوزی کرے آخر منہ کی کھائے گی۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی خالق برتر واعلیٰ کو اس کے بتائے پر ہی رہنے دیا۔ اور عقل محض کو اس کے دریافت کرنے میں بالکل تکلیف نہیں دی بلکہ اس کی ذات میں توغل وتعمق کو ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ نوع انسان کی ہدایت اسی میں ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ جس نے بھی ذات وصفات باری میں حد سے زیادہ طبع آزمائی کی آخر چت گرا۔

صدر اول (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے نورانی قلوب تاویلی آلودگیوں سے بالکل پاک وصاف تھے۔ اور صفات باری کو ان کے ظاہری معانی پر محمول رکھتے تھے اور کسی نص میں اس کی تفسیر کے سوا کچھ نہیں کہتے تھے۔ والتابعین لھم باحسان بعد میں آنے والے اہل اللہ کا متفقہ طور پر یہی طریقہ رہا۔ علامہ ابوبکر مالکی فرماتے ہیں۔" واھل السنۃ مجمعون علی الاقرار بالصفات الواردۃ" (جیوش اسلامیہ ص ۶۹-۵۶)

نواب صدیق ۔ قدس سرہ ۔ فرماتے ہیں۔" اگر اجراء صفات علی ظاہرہا کو تشبیہ وتجسیم کہا جائے تو پھر کسی کو اس سے نجات نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ خدا اور رسول کو اس لئے کہ سارے صحابہ وتابعین وتبع تابعین و ائمہ مجتہدین کا یہی مسلک ہے کہ آیات صفات کو ظاہر پر جاری رکھیں اور خدا کو صفات مخلوق سے پاک جانیں اور ان کی تاویل نہ کریں۔ جس طرح معتزلہ اور جہمیہ کرتے ہیں اور خدا اور رسول نے ان کو اسی طرح بولا۔ بلا تاویل (متاخرین) وبلا کیف" (الاحتواء علی مسئلۃ الاستواء ص ۲۴-۱۲)

نواب صاحب ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

" اور منجملہ ان الفاظ کے جن کو سلف صالحین نے ظاہر پر جاری رکھا ہے بلا تمثیل وتشبیہ وبلا تاویل وبلا تکییف لفظ ید واستواء وغیرہ ہیں کہ قرآن وحدیث میں اطلاق ان کا اللہ کے حق میں آیا ہے اور یہ الفاظ بلحاظ معنی محکم ہیں۔ بولنا ان کا عربی، فارسی، اُردو وغیرہ لغات میں حسب ترجمہ لغت نزدیک حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے بالاتفاق درست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کیفیت اُن متشابہ (بلحاظ مصداق) کی اور تاویل کرنا ان کا نادرست ہے"۔ (الاستواء صفحہ ۲۳)

اور نواب صاحب ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں ۔

ومن صفاته سبحانه اليد والاستواء وغير ذالك مما نطق به الكتاب والسنة وادلتہ ذلك مذكورة فيهما فكل هذه الصفات تساق مساقا واحدا ويجب الايمان بها على انها صفات حقيقية لا تشبه صفات المخلوقين ولا يمثل ولا يعطل ولا يرد ولا يجحد ولا يأول بتاويل يخالف ظاهره" انتہی ملخصا (قطف الثمر فی عقیدۃ الاثر صفحہ ۱)

امام خطیب فرماتے ہیں :۔

فمذهب السلف اثباتها واجراءها على ظاهرها"۔ (کتاب العلو صفحہ ۵)

ظاہر سے کیا مراد ہے

مولانا بھوجیانیؒ فرماتے ہیں ۔

"بعض لوگ صفات کو ظاہر پر محمول رکھنے کا نام تشبیہ رکھتے ہیں یا لوگوں کو اس لفظ سے مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہاں امام ذہبیؒ کی ایک عبارت نقل کر دی جاتی ہے جس سے اوہام تشبیہ رفو چکر ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

"ان الظاهر يعنى به امران احدهما انه لا تاويل لها غير دلالة الخطاب كما قال السلف الاستواء معلوم وكما قال سفيان وغيره قراءتها تفسيرها يعنى انها بينة واضحة فى اللغة لا يبتغى بها مضائق التاويل والتحريف هذا هو مذهب السلف مع اتفاقهم ايضا انها لا تشبه صفات البشر بوجه اذ البارى تعالى لا مثل له لا فى ذاته ولا فى صفاته. الثانى ان ظاهرها هو الذى يتشكل فى الخيال من الصفة كما يتشكل من وصف البشر فهذا غير مراد" اى حقيقة خارجية فى الممكنات (کتاب العلو صفحہ ۱۵)

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔ نے بھی اسی کے مرادف فیصلہ دیا ہے۔

فصل ۱۵

صفات باری تعالیٰ میں قیاس وتفریع

مولانا بھوجیانی لکھتے ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" اصل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے جس حد تک ہمیں اپنی معرفت کی تکلیف دی ہے ۔ اسی حد تک ہمیں رہنا چاہیئے تجاوز جائز نہیں یا یوں کہیئے کہ کتاب و سُنّت میں جن جن صفات کا ذکر ہے ہم پر انہی کا اثبات لازم ہے ۔ ان میں اطراد، قیاس اور تفریع موہم تشبیہ و تمثیل ہے اور بے سود اور لا حاصل بحث کا فتح باب ۔ اس بارے میں ہمیں امام غزالیؒ کی وہ رائے نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے جس کا اظہار انہوں نے الجام العوام ص۳۳ مطبوعہ قاہرہ میں فرمایا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔

الذی یجب الامساك عنه القیاس والتفریع مثل ان یرد لفظ الید فلا یجوز اثبات الساعد والعضد والکف مصیرا ان هذا من لوازم الید، واذا ورد الاصبع لم یجز ذکر اللحم والعظم والعصب وان کانت الید المشهورة لا تنفك عنه وابعد من هذه الزیادة اثبات الرجل عند ورود الید واثبات الفم عند ورود العین او ورود الضحك واثبات الاذن والعین عند ورود السمع والبصر فکل ذلك محال وکذب وزیادة وقد یتجاسر بعض الحمقى من المشبهة الحشویة " انتهی ۔

ف ۲۔ مرّوّجہ علمِ کلام پر کلام

مولانا بھوجیانی ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتمامِ فائدہ کی خاطر علمِ کلام ۔ جس میں صفات باری تعالیٰ اور دیگر عقائد پر بحث ہوتی ہے ۔ پر مبادی کی آخری اور سولھویں فصل میں پُر مغز کلام فرما دیا جس کی روشنی میں طالب حق صحیح علمِ کلام اور فاسد علمِ کلام میں خوب فرق کر سکتا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

" اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ لینا چاہیئے کہ ہمارا کلام صرف اور صرف اس علمِ کلام پر ہے جس میں نصوصِ صریحہ صحیحہ میں تاویلات قبیحہ سے کام لیا گیا ہے بلکہ تحریفات تک سے بھی احتراز نہیں کیا گیا اور جو علمِ کلام ایک ناواقف شخص کے عقائد میں تزلزل پیدا کر دیتا ہے جیسے شرح عقائد نسفی ، خیالی ، نسفی ، تفسیر کبیر ، تصانیفِ غزالی و رازی وغیرہ کے بعض مقامات ۔

لیکن وہ علمِ کلام جس سے نصرتِ حق و صداقت ہو، ابطال کذب و بطالہ ہو اور جس سے رشد و ہدایت بحیثیت اسلام کی طرف راہنمائی ہو اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ ہی وہ مندرجہ ذیل بزرگان کرام کے ارشادات کے حیز میں داخل ہے ۔"

اس کے بعد مولانا نے اپنے اس موقف کی تائید میں حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن تیمیہؒ کا کلام پیش فرمایا پھر علمِ کلام کی مذمت میں بہت سے اہلِ علم و عمل کے اقوالِ زرّیں نقل فرمائے ہیں جن میں سے ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ امام ابو یوسف ، امام ابوالمظفر السمعانی ، امام جوینی ، امام غزالی ، امام رازی ، امام الحرمین ، علاّمہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی ، حافظ ابن حجر ، امام شوکانی اور نواب صدیق الحسن خان صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ و علا مولانا بھوجیانی صاحب کو جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔ آمین یا ربّ العالمین ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ارشاد الحق اثری
فیصل آباد

مولانا کا ذوقِ تاریخ و رِجال

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ ۔ اما بعد :۔

آج سے تقریباً ۵۸۔۵۹ سال قبل مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمانؒ ندوی نے مولانا حمید الدین فراہی مرحوم کے انتقال پر آنسو بہاتے ہوئے لکھا تھا ۔

" ایک شخصیت مفرد ایک جہان دانش ! ایک دنیائے معرفت ایک کائناتِ علم ایک گوشہ نشینِ مجمع کمال ایک بے نوا سلطانِ ہند علومِ ادبیہ کا یگانہ ، علومِ عربیہ کا خزانہ ، علومِ عقلیہ کا ناقد علومِ دینیہ کا ماہر ، علوم القرآن کا واقفِ اسرار ، قرآنِ پاک کا دانائے رموز ، دنیا کی دولت سے بے نیاز اہلِ دنیا سے مستغنی ، انسانوں کے ردّ و قبول اور عالم کی داد و تحسین سے بے پروا گوشۂ علم کا معتکف اور اپنی دنیا کا بادشاہ " (یادِ رفتگاں ص۱۱۰)

مولانا فراہی مرحوم کو دیکھنے کی سعادت تو حاصل نہیں ہوئی مگر اپنے شیخ و مربی حضرت محدث بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ۔ اور من وعن انہی الفاظ کی چلتی پھرتی تصویر دیکھی ۔ گویا آپ بمصداق ترا دیدہ و "شبلی" را شنیدہ" انہی اوصاف کے حامل اور فراہی مرحوم کے بعد انہی خصائل سے متصف تھے ۔ آپ قرآن پاک کے اسرار و رموز ہی سے باخبر نہ تھے بلکہ حدیث و سنت کی گتھیاں سلجھانے اور مسلکِ سلف کی پاسداری کا جو سلیقہ اللہ ذوالجلال نے انہیں بخشا تھا ۔ وہ فراہی مرحوم میں تلاش کرنا بے سود ہے [1]

حضرت مولانا رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات اور تعارف الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد میں ہوا ۔ جب یہ ناکارہ درجہ رابعہ میں پڑھتا تھا ۔ ان

---

[1] بات چلی ہے تو معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ علامہ سید سلیمانؒ ندوی کا مولانا فراہی مرحوم کی تعریف میں "الصلوٰۃ علی ترجمان القرآن" کی تلمیح سے یہ کہنا کہ " اس عہد کا ابن تیمیہؒ دنیا سے رخصت ہو گیا " کسی صورت درست نہیں ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو حدیث و سنت سے جس قدر والہانہ محبت تھی اس سے کون بے خبر ہے ۔ قرآن پاک کی تفسیر اور " اصولِ تفسیر " میں دیکھا جا سکتا ہے ۔ اس کے برعکس قرآن پاک کی تفسیر میں مولانا فراہی مرحوم کو جس قدر اعتماد جاہلی اشعار پر ہے حدیث اور آثار سلف پر نہیں بلکہ ان کی تفسیر و تحریر سے منکرینِ حدیث کے لئے چور دروازے کھلتے نظر آتے ہیں [1] (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

---

[1] چور دروازے کھلتے نظر ہی نہیں آتے بلکہ اب فی الواقع کھل گئے ہیں چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی اور ان کے تلامذہ آج کل انکارِ حدیث کے محاذ پر پوری سرگرمی سے مصروف ہیں اور پرویز کے مشن کو پورا کرنے میں سرگرداں ہیں (ص۔ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنوں جامعہ کا ماحول میرے لئے میرے آبائی مسلک کی بنا پر غیر مانوس تھا۔ اور اپنے آپ کو وہاں اجنبی سا محسوس کرتا تھا۔ اساتذۂ کرام کے علاوہ جماعت کے اکابرین اور اہلِ علم حضرات سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ البتہ سُنن نسائی کی تعلیم کے دوران اس کے مُحشّی حضرت محدث بھوجیانی سے غائبانہ تعارف بلکہ یک گونہ عقیدت سی پیدا ہوگئی تھی۔ سُنن نسائی کا میرے پاس وہ نسخہ تھا جس کے حواشی میں حنفی مکتبِ فکر کو نمایاں کیا گیا تھا۔ مگر جب کبھی حضرت مولانا کی" التعلیقات السّلفیّۃ" سے مقابلہ و مقارنہ کی نوبت آتی تو ان حواشی کی کمزوری صاف صاف نظر آتی۔ اس کے علاوہ" التعلیقات" کے فاضل مُصنّف نے جس سلیقہ سے اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کا لحاظ رکھا اس پر حیرت بھی ہوتی کہ متن کا مسئلہ ہو یا سند کا، لُغات الحدیث کا مسئلہ ہو یا مشکل الحدیث کا، تجدّد پسندوں کے اشکالات ہوں یا مُنکرینِ حدیث کی سخن سازیاں۔ غرض یہ کہ" التعلیقات" کی حد بندی کے باوجود سُنن نسائی سے متعلقہ کوئی ایسا مبحث نہیں جس کا حل موجود نہ تھا" التعلیقات" کی انہی خوبیوں نے غائبانہ طور پر حضرت مولانا کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

آئندہ سال درجہ رابعہ میں جب دیگر اسباق کے ساتھ جامع ترمذی پڑھی تو حسبِ استطاعت تحفۃ الاحوذی کو بھی پیشِ نگاہ رکھتا۔ "باب ماجاء فی التغلیس فی الفجر" کے تحت غلس و اسفار کے مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت محدّث مبارکپوری رح نے حضرت ابومسعود انصاری رض کی روایت پر بحث کی ہے اور اس کے ایک راوی اسامہ بن زید اللیثی کے بارے میں جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

" اسامہ بن زید اللیثی وان تکلم فیہ لکن الحق انہ ثقۃ للاحتجاج قال امام ھذا الشان یحیی بن معین ثقۃ حجۃ وقال ابن عدی لا بأس بہ کذا فی المیزان ولذالک ذکرہ الحافظ الذھبی فی کتابہ ذکر اسماء من تکلم فیہ و ھو موثق حیث قال فیہ اسامۃ بن زید اللیثی لا العدوی صدوق قوی للحدیث الخ"

(تحفۃ الاحوذی۔ ج ۱ ص ۱۴۳)

علم و فن سے بے خبری کی بنا پر خط کشیدہ الفاظ کو سمجھ نہ سکا۔ میرے پیشِ نگاہ صرف حافظ ذہبی رح کی "میزان الاعتدال" تھی

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ: ۔ کسے خبر نہیں کہ سورۃ الفیل کی تفسیر میں اس کے عجوبہ پن کو دُور کرنے کے لئے جو کوشش انہوں نے کی ہے معجزات کا انکار کرنے والے اسی کو لے اُڑے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اس پر تفصیلاً نقد کیا ہے اور بجا طور پر یہ لکھا کہ" ہم مولانا ئے مرحوم کی خدمت قرآن کا احترام کرتے ہوئے ان کے بعض دوسرے تفسیری مقامات کی طرح اس مقام سے بھی اختلاف کرنے پر مجبور ہیں"۔ (قصص القرآن ۔ ج ۴ ص ۳۷۶)

حیرت ہے علاّمہ سید ندوی مرحوم نے اسی تفسیر کی بنا پر" رمی جمار" کی ایک علت یہ بھی لکھ دی کہ عربوں کی سنگ اندازی سے ابرہہ کا سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ غدار بھی ہلاک ہو گئے" یہ کنکریوں کا پھینکنا اسی" ترمیھم" کی سنگ باری کی یادگار ہے"۔ (سیرۃ النبی ج ۵ ص ۳۳۸) لاحول ولا قوۃ الا باللہ حالانکہ حدیث پاک میں جب اس کی علت صاف طور پر" لاقامۃ ذکر اللہ" (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۵ مع التحفۃ) موجود ہے تو پھر کسی اور کہانی کی ضرورت ہی کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں یہ الفاظ نظر آئے تو ان کے بارے میں تجسّس ہوا حسنِ اتفاق کہ انہی دنوں حضرت مولانا محدث بھوجیانی الجامعۃ السلفیہ تشریف لائے تو ملاقات کے بعد میرے ہم سبق ساتھیوں کے اصرار کے بعد جو پہلے سے سُنا سا تھے۔ ہمارے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ اور تو کچھ یاد نہیں کہ کیا پُوچھا گیا اور انہوں نے کیا فرمایا۔ البتہ یہ اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے باتوں باتوں میں تحفۃ الاحوذی کا محولہ صفحہ نکالا۔ اور عرض کرنے لگا کہ حضرت یہ عبارت میزان میں مجھے نہیں ملی۔ اصل معاملہ کیا ہے۔ حضرت نے میرا نام پُوچھتے ہوئے کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر ایک نظر عبارت پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے فرمایا یہ تم کہاں تلاش کرتے رہے ہو یہ تو علامہ ذہبیؒ کے ایک رسالہ " من تکلم فیہ وھو موثق " کا نام ہے۔ یہ کہہ کر کتاب واپس کر دی۔ مگر آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ چند ایام بعد لاہور سے حضرت مولانا صاحب کا خط میرے نام آیا۔ جو علامہ ذہبیؒ کے اسی رسالہ کے بارے میں تھا کہ فلاں فلاں کتاب میں اس رسالہ کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر آج رہ رہ کے مجھے یہ افسوس کھائے جا رہا ہے کہ وہ قیمتی خط ضائع ہو گیا اور دوسرے کئی قیمتی مکتوبات و کاغذات کی طرح محض تغافل اور بے سمجھی میں گم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غور فرمایئے کہ ایک مبتدی کی تشنگی زبانی دُور کر دینے کے باوجود علامہ ذہبیؒ کے اس رسالے کے بارے میں معلومات مُہیا کرنے کی آخر انہوں نے یہ دردِ سری کیوں مول لی؟ کہ پہلے خود " من تکلم فیہ وھو موثق " کے بارے میں کتابوں کی مراجعت فرمائی اور کئی حوالوں سے اس کی حقیقت معلوم کر لینے کے بعد ایک ناکارہ طالب علم کو اس کے مطالبہ کے بغیر اس حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت مولانا کے مزاج میں جہاں خدمتِ علم کا جذبہ ان کی طبیعتِ ثانیہ بن گیا تھا وہاں تشنگانِ علوم کی تشفّی و تسلّی کو انہوں نے اپنا فریضہ بنا رکھا تھا جسے آخر عمر تک نبھایا اور خوب باکمال نبھایا۔ ان سے دینی مدارس کے طلباء و علماء ہی مستفید نہیں ہوتے تھے بلکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سٹوڈنٹ، لیکچرار اور پروفیسر حضرات بھی اپنے مقالہ جات اور ڈاکٹریٹ کی تیاری کے لئے حضرت مولانا کی طرف رجوع کرتے اور یہ فیض عام اندرونِ ملک ہی نہیں بیرونِ ملک بھی جاری تھا۔ یوں وہ علم کی خدمت میں دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنا کوئی باقاعدہ مدرسہ نہیں بنایا مگر طلباء اور علماء کی اس راہنمائی کے نتیجہ میں انہوں نے چند ایسے باکردار اور باصلاحیت افراد تیار کر دیئے ہیں جو جماعت اور مسلک کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے رُفقاء کے مشورہ سے دار الدعوۃ السلفیہ کے نام سے جب ایک ادارہ کی بنیاد رکھی تو اپنا قیمتی کتب خانہ اس کے لئے وقف کر دیا۔ اور یوں ان کے انتقال پُرملال کے بعد بھی صرف آپ ہی کی بدولت طلباء و علماء کے لئے ایک جگہ ایسی بن گئی ہے جو صرف خدمتِ علمی اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

کسے معلوم نہیں کہ برصغیر میں حضرت مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی کا کتب خانہ نامی گرامی کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا خود انہوں نے ڈیڑھ درجن کے قریب حدیث اور علومِ حدیث کے متعلق کتابیں لکھیں۔ بالخصوص عون المعبود شرح سُنن ابی داؤد کو تو ایسی شہرت دوام ملی کہ سُنن کی شروح میں کوئی بھی اس کا سہیم و شریک نہ بن سکی۔ اسی طرح سلف کی بہت سی گراں قدر تصنیفات آپ کی ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساعیٔ جمیلہ سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ خدمتِ علمِ حدیث ہی کے لئے انہوں نے اپنے اِرد گرد اپنے رُفقاء اور ہم فکر احباب کی ایک جماعت جمع کر رکھی تھی جن سے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھواتے۔ اُن کے لئے اپنے کُتب خانہ کے علاوہ دُوسرے مکتبات سے کتابیں مُہیّا کرتے اور اُن کی طباعت کے لئے مالی اعانت بھی کرتے۔ یہی انداز بھوپال میں حضرت مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجی مرحوم کا تھا۔ مگر اس حقیقت کا بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان دونوں حضرات رحمہما اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم و دولت، دونوں سے نوازا تھا۔ اور انہوں نے بفضل اللہ تعالیٰ دولت و ثروت کو صحیح مصرف پر خرچ کیا۔ مگر ہمارے محدّث بھوجیانی رحمۃ اللہ نے اپنی ناتوانی اور بے سرو سامانی کے باوجود اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر دار الدّعوۃ السّلفیّۃ کی صورت میں ایسی وقیع اور نادر کتابوں کا انبار جمع کر دیا جس سے کوئی بجاث صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کا وجُود اِس دَور میں حضرت نواب صاحب اور محدّث ڈیانوی کے فکر و عمل کی یادگار تھا تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ وہی کتابیں جمع کرنے کا "ٹھرک"، خود لکھ رہے ہیں۔ اپنی نگرانی میں دوسروں سے لکھوا رہے ہیں۔ ضرورت اور احوال کے مطابق اپنے رُفقاء و متوسّلین کو سلف کی کتابیں شائع کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اگر کسی رسالے میں کتاب و سُنّت یا مسلکِ سلف کے خلاف کوئی ردّ و قدح کی گئی تو اس کا جواب لکھوا کر ہفت روزہ الاعتصام اور مرحوم "رحیق" میں شائع کر رہے ہیں۔ اَور یُوں اگر ان مضامین اور ان کتابوں کی فہرست تیار کی جائے جو آپ کے مشورہ اور آپ کے مقدمہ و افتتاحیہ کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں تو ان کی تعداد یقیناً ایک سو سے متجاوز ہوگی۔

دوسروں کی نہیں کہ یہ عنوان وسیع الذیل ہے۔ آپ بیتی عرض کرتا ہوں کہ چند سال پہلے ۱۹۷۷ء میں دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے جمعۃ فی القریٰ کے مسئلہ پر ایک بار پھر باسی کڑھی میں اُبال آیا تو انہوں نے مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی کا رسالہ "اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ" اور مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا رسالہ "القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع" "گاؤں میں جمعہ کے احکام" کے عنوان سے شائع کر دیا۔ حضرت مولاناؒ نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ اس کا جواب شائع ہونا چاہیئے اور بہتر ہے کہ کسی نئی کاوش کی بجائے اسی دَور کے دو تین رسالے شائع کر دیے جائیں۔ جن سے سلف کی یاد بھی تازہ ہو جائے گی اور مسئلے کی بھی وضاحت ہو جائے گی۔ میں نے واپس آکر جامعہ مسجد محمّدی اہلحدیث خالد آباد کے رُفقاء بالخصوص جناب عبدالرشید صاحب کو اس پر آمادہ کیا۔ اُنہوں نے حامی بھر لی۔ اَور یُوں آپؒ ہی کے ایماء پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مُحدّث مبارکپوری شارح جامع ترمذی کا رسالہ "نُور الابصار" جو دراصل مولانا ظہیر احسنؒ شوق نیموی کے رسالہ "جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار" کا جواب ہے۔ اور دوسرا رسالہ حضرت مولانا مولا بخش صاحبؒ بڑاکری کا "التجمیع فی القریٰ بنقض بافی اوثق العریٰ" جو انہوں نے مولانا گنگوہی کے جواب میں لکھا تھا، اور ایک تیسرا رسالہ حضرت مولانا شمس الحق محدّث عظیم آبادی صاحب عون المعبود کا "التحقیقات العلی فی فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ" کا ایک مجموعہ جمعیت شبّان اہلحدیث خالد آباد فیصل آباد کی طرف سے ۱۹۷۸ء میں شائع کر دیا گیا۔ خود حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس کا ایسا مختصر مگر جامع افتتاحیہ لکھا جس میں اس مسئلہ کے بارے میں لکھی ہُوئی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

" علمائے اہلحدیث کی ان تالیفات کا یہ اثر آج عام ہے کہ دیہات میں جمعہ جاری ہوگیا ہے۔ وللہ الحمد۔ اَب ضرورت تو نہ تھی کہ اس مسئلہ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ اٹھایا جاتا لیکن معلوم نہیں کیوں ہمارے بھائیوں نے رسالہ " اوثق العری" اور " القول البدیع " گاؤں میں جمعہ کے احکام کے عنوان سے پھر سے شائع کردیے ہیں ، بنابریں محسوس کیا گیا کہ اہل حدیث کے نقطۂ نظر کی بھی وضاحت ہونی ضروری ہے کہ از رُوئے دلائل مسلکِ حق وہی ہے ۔ تاہم کچھ نیا لکھنے کی بجائے مناسب یہ ہے کہ گذشتہ بحث کے دَور کے تین کتابچے شائع کر دیے جائیں نُور الابصار (مولانا مُبارکپوری) التجمیع فی القریٰ (مولانا بڑاکری) التحقیقات العلی (مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی) آخر الذکر رسالہ خاکسار کے شیخ و اُستاذ صاحب الفضیلہ حضرت مولانا ابُو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ خدا بخش لائبریری عظیم آباد (پٹنہ) سے نقل کرکے لائے ۔ اور راقم نالائق کو طبع کے لئے فرمایا تھا لیکن یہ سعادت محبّ عزیز مولانا ارشاد الحق صاحب کو حاصل ہو رہی ہے ۔ اس رسالہ پر خاکسار نے ایک نظر ڈال لی ہے اس کی ممکن تسہیل کردی گئی ہے اور حوالوں کو دوبارہ دیکھ لیا ہے ۔ ایسے ہی دوسرے دونوں رسالے بھی تنقیح کے ساتھ جمعیت شبّان المحدیث خالد آباد فیصل آباد کے اہتمام میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہے ہیں " الخ

اس اقتباس کو ذکر کرنے کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی مگر اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس نوعیت کے جو رسالے آپ کے ایماء پر طبع ہوتے آپ صرف حکم دے کر یا چند صفحات میں ان کا پیش لفظ لکھ کر فارغ نہیں ہوجاتے تھے بلکہ ان کی تنقیح اور ضروری حوالہ جات کی مراجعت فرما کر اپنا حصّہ بھی اس میں ڈال دیتے ۔

کچھ عرصہ بعد مسجد کے میرے ہمنشیں ساتھیوں نے پھر دینی جذبہ کے تحت کسی اور کتاب کو شائع کرنے کا پروگرام بنایا تو اس سلسلے میں ، میں نے مولانا سے رجوع کیا ۔ باہم مشورہ سے حافظ ابن قیمؒ کی تفسیر مُعَوِّذَتَین کی طباعت کا فیصلہ ہوا ۔ تو اپنے کتب خانہ کے نسخہ سے اس کا فوٹو کروا کے میرے سپرد کر دیا اور یُوں " معوذتین " کی یہ عظیم تفسیر ۱۹۸۳ء میں دوبارہ تقریباً نصف صدی بعد آپ ہی کے مشورہ سے جمعیت شبّان المحدیث خالد آباد کی طرف سے شائع ہوئی ۔

حضراتِ محدّثین کرام رحمھم اللہ کے ہاں یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے کہ حضرت حسن بصری کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ۔ اس کے برعکس صوفیائے کرام اس کے قائل ہی نہیں بلکہ وہ صوفیانہ خرقہ پوشی کے لئے سندِ جواز بھی اسی سے لیتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے انہیں خرقہ پہنایا تھا ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور متأخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بڑی شدّت سے اس کا انکار کیا ہے ۔ شاہ صاحب ہی کے ایک معاصر مولانا محمد فخر الدین دہلوی نے شاہ صاحب کی تردید میں ایک رسالہ " فخر الحسن " کے نام سے لکھا ۔ حضرت مولاناؒ شیخ الاسلام اور شاہ صاحب کے ہم فکر تھے ۔ جب یہ رسالہ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی کی جانب سے طبع ہوا تو حضرت مولاناؒ نے اس کے مندرجات کا جائزہ لینے کے لئے اس ناکارہ کو حکم فرمایا ۔ میں نے چند ہی دنوں میں اٹھارہ صفحات پر مشتمل تبصرہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں ارسال کردیا[1] ۔ آپ ، ایک نظر ڈال لینے کے بعد اشاعت کا خیال رکھتے تھے ، مگر سوئے اتفاق کہ اس کے بعد جلد ہی آپ پر فالج کا حملہ ہوگیا اور آپ اسے دیکھ نہ سکے ۔ ایک بار میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت دیں تو

---

[1] جس کا نام ہے " القول الجلی فی سماع الحسن عن علیؓ "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا فوٹو لے لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ لاہور ہی میں فوٹو لے کر اصل مسوّدہ انہی کے سپرد کر آیا تھا۔ اب وہ کہاں ہے کچھ علم نہیں۔[1] اسی تبصرہ میں ہیچمدان نے لکھا تھا۔

"مدت گزری مولانا فخر الدین دہلوی مرحوم کے رسالے کا تذکرہ نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۲۲۰۔ ۲۲۱ میں نظر سے گزرا تھا۔ اسی وقت سے اس کے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ چند دنوں کی بات ہے کہ اُستاذ العلماء الشیخ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف متعنا اللہ بطول حیاتہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس رسالے کا ذکر فرمایا اور اس کے مطالعہ کی اجازت دیتے ہوئے حکم دیا کہ اس کے مندرجات کا مختصراً جائزہ لیجئے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے"۔ وماتوفیقی الا باللہ العلیّ العظیم"

اسی طرح جب "نُور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح" کے نام سے ایک ادعائی کتابچہ شائع ہوا۔ جس میں چھپے "اکتشافات" تھے جنہیں مقلدین حضرات نے اپنی بے خبری میں ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی تو اُن کے جائزہ کے لئے حضرت مولانا نے اس ناکارہ کو حکم فرمایا۔ چنانچہ تعمیلِ حکم میں لگ گیا۔ اور جلد ہی ان "اکتشافات" کا جائزہ لے کر بطور تبصرہ الاعتصام میں اشاعت کے لئے ارسال کر دیا مگر سنسر بورڈ کی "کرم فرمائی" آڑے آئی تو وہ الاعتصام میں شائع نہ ہو سکا۔ انہی دنوں حضرت مولانا کا مکتوبِ گرامی ملا۔ لکھتے ہیں:۔

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا مضمون سنسر کی وجہ سے "الاعتصام" میں نہیں چھپ سکے گا اب ارادہ اس کو الگ شائع کرنے کا ہے مناسب یہ ہے کہ کسی وقت آپ ایک دن کے لئے لاہور آ جائیں اور اس کو رسالہ کی شکل دے دیں تاکہ جلد طبع ہو سکے۔ مزید مشورہ آپ کے آنے پر ہو سکے گا۔ انشاء اللہ . . . . .

هذا والسلام محمد عطاء اللہ حنیف ۲۰۔۲۔۸۱

قصّہ مختصر اسے رسالہ کی شکل دے دی گئی۔ کاتب کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ لکھ کر لائے۔ گوجرانوالہ جی ٹی ایس میں سیٹ پر بیگ رکھ کر ٹکٹ لینے گئے۔ واپس آئے تو بیگ غائب۔ یُوں لکھا لکھایا مسودہ مع اصل کاغذات کے گم ہو گیا۔ اچانک میں ملاقات کے لئے حضرت مولانا کے ہاں حاضر ہوا تو سلام کے بعد پہلی بات یہ فرمائی کہ کل میں فیصل آباد تمہارے پاس جانا چاہتا تھا۔ میں نے بات کاٹتے ہوئے عرض کیا زہے نصیب چشم براہ ہوں گا۔ فرمایا لیکن اب نہیں کہ تم خود آ گئے ہو۔ اب تمہارے ساتھ افسوس کا اظہار نہیں کرتا ہوں۔ پھر تمام صورتِ حال بیان فرمائی جس کا خلاصہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ یقین جانیئے میں تو وہیں گم سُم ہو گیا۔ نہ اس کا مسودہ نہ فوٹو۔ اب کیا ہو گا؟ فرمایا ہمت نہ ہارو، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ دوبارہ لکھو اور جلد لکھو۔ مگر سچی بات ہے کہ کئی ماہ تک طبیعت دوبارہ لکھنے پر

---

[1] الحمد للہ "القول الجلی" کا مسوّدہ مولانا مرحوم کے کاغذات سے مل گیا ہے اور وہ ادارے میں موجود ہے (ص۔ ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمادہ ہی نہ ہو سکی۔ بالآخر مسلسل اصرار کے بعد دوبارہ اس کا جواب لکھا گیا جو نومبر ۱۹۸۱ء میں جاکر دارالدعوۃ السلفیہ کی طرف سے شائع ہوا خود حضرت مولانا نے اس کا نام تجویز فرمایا اور اس کا افتتاحیہ لکھا۔ جیسا کہ اس ناکارہ نے خود دیکھا تھا۔ مگر وہ جناب مولانا محمد سلیمان انصاری رحمہ اللہ کے نام سے شائع ہوا جس کے آخر میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ تحقیقی مقالہ موصوف نے جلد ہی لکھ لیا اور الاعتصام کو اشاعت کے لئے دے دیا تھا مگر بعض مجبوریوں کے سبب اس[1] میں شائع نہ ہو سکا پھر اس کو الگ سے شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو بعض قدرتی موانع کی وجہ سے تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی۔۔۔۔"

اسی طرح شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید بدیع الدین شاہ صاحب الراشدی کی معرکہ آراء کتاب "جلاء العینین فی تخریج روایات البخاری فی جہر و رفع الیدین" (جس کے بارے میں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ عربی زبان میں یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی کوئی نظیر نہیں) کو جب اس ناکارہ نے حضرت شاہ صاحب کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے نسخہ سے نقل کیا اور جہر رفع الیدین پر حضرت مولانا فیض الرحمن صاحب الثوری رحمہ اللہ کے حواشی کا اس سے مقابلہ و مقارنہ کر کے ان کے زائد فوائد ضروریہ کو مرتب کر لیا مگر ادارۃ العلوم الاثریہ کی بے سرو سامانی کی بنا پر ایک عرصہ تک اس کی طباعت معرض التوا میں رہی۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو ان حالات کی خبر تھی۔ ایک بار فرمایا کہ اس کی طباعت میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ ادارہ کے منتظمین اگر اتفاق کریں تو اس کی کتابت کرالی جائے۔ کتابت پر جو خرچ اٹھے گا میں ادا کروں گا۔ مگر اس کے بعد جلد ہی ٹائپ پر شائع کرنے کے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرما دیئے۔ اس سے آپ احادیث پاک اور مسلکی کتابیں شائع کرنے میں ان کے جذبات کی معراج کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہاں تک لکھوں اس سلسلے میں ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے ؎

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

ادارۃ العلوم الاثریہ کی بات آئی ہے تو انتہائی ناسپاسی ہو گی اگر میں اس بات کا اظہار نہ کروں کہ خود ادارہ کے وجود اور اس کے اشاعتی پروگرام میں بہت کچھ عمل دخل آپ کے مشوروں کا بھی تھا۔ عموماً قارئین بلکہ ان کے متوسلین بھی اس بات سے بے خبر ہیں کہ حضرت مولانا ایک دور میں اپنے آپ کو "الاثری" لکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۵۶ھ میں جب آپ نے رسالہ "ردع الانام عن محدثات عاشر المحرم الحرام" لکھا تو اس کے آخر میں "حنیف" نسبت کی بجائے "محمد عطاء اللہ الاثری الفوجیانوی" لکھا۔ ممکن ہے کہ ادارہ سے ان کی دلچسپی اسی پرانی نسبت ہی کی صدائے بازگشت ہو۔ ادارہ کی کارکردگی اور اس کی علمی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے جن حضرات کی خدمات حاصل رہیں۔ ان میں ایک حضرت مولانا مرحوم بھی تھے۔ ۱۹۷۲ء میں جب اس عاجز نے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" کا جواب مکمل کیا تو ایک مجلس میں مولانا مرحوم ہی نے فرمایا کہ قدیم طرز سے ہٹ کر ان سارے مباحث کو "امام مالکؒ اور علم حدیث" کے عنوان کے تحت

---

[1] یہاں یہ بات تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد جن حضرات نے تاحال "نور الصباح" کے ان "الکشف فی" دلائل کا جواب تحریر فرمایا وہ اس "التحقیق والایضاح للبس ما فی نور الصباح" کے مندرجات سے نہ بے نیاز ہو سکے اور نہ ہی اس پر کوئی جوہری اضافہ کر سکے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیٹا جائے جس کی تمام حضرات نے تائید کی۔ چنانچہ اسی روشنی میں کام کا آغاز تو کر دیا گیا مگر افسوس کہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

ادارہ کے رُفقائے کار بالخصوص حضرت الاُستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو قلبی تعلق حضرت مولانا کو تھا اس کا اندازہ آپ اس مکتوب سے کر سکتے ہیں جو اُنہوں نے حضرت الاُستاذ کے سانحۂ انتقال پر لکھا۔ لکھتے ہیں:۔

بخدمت شریف مولانا محمد اسحاق صاحب چیمہ، مولانا محمد عبدہ صاحب الفلاح، مولانا ارشاد الحق صاحب اثری۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

مولانا عبداللہ صاحب کے انتقال سے بہت صدمہ پہنچا۔ آپ کو مجھ سے زیادہ پہنچا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار کو مرحوم سے کئی سال سے تعلقِ خاطر رہا۔ چک ۱۲ میں ان کی زیارت کو گیا تھا۔ تعلقِ خاطر ہی نہیں عقیدت تھی۔ زیادہ کیا عرض کروں البلد الحرام میں ان کی وفات قابلِ رشک ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو زمرہ صالحین فقہاء و محدثین میں داخل فرمائے۔ اور جنت بریں میں درجات علیا سے نوازے۔ آمین۔ اور ایسے مخلص اور قابل رفیق کی جدائی کے صدمہ پر آپ حضرات کو صبرِ جمیل بخشے۔ ان کی جماعت کے نمازیوں کو سلام کے بعد میری تعزیت پہنچا دیں۔ اور میری طرف سے مرحوم و مغفور کے لڑکوں سے تعزیت کر دیں۔ شدتِ جذبات کے باعث اس سے زیادہ لکھنے کی سکت نہیں رہی۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی المھدیین۔ والسّلام

غم آگین: محمد عطاء اللہ حنیف۔ ۱۹ جولائی ۱۹۸۳ء

آپ، حضرت الاُستاذ کے علم و فضل بالخصوص علم حدیث و رجال میں ان کی وسعت معلومات کے معترف ہی نہیں، مداح تھے۔ اور بسا اوقات احادیث کی تتبع و تلاش کے لئے ان کی طرف رجوع بھی کرتے۔ رحمھما اللہ رحمۃ واسعۃ۔

صبر واستقلال

مسلسل بیس اکیس سال حضرت مولاناؒ سے تعلقِ خاطر رہا۔ اس طویل عرصہ میں آپ کو جلوت میں بھی دیکھا اور خلوت میں بھی۔ سفر و حضر میں بھی۔ فیصل آباد جب بھی تشریف لاتے اس ناکارہ کو ہمیشہ یاد رکھتے۔ بلکہ دو بار گھر تشریف لائے۔ اور رات کا قیام بھی فرمایا۔[1] علم و فضل

---

[1] فیصل آباد میں یُوں تو بہت سے حضرات کو آپ سے عقیدت و پیار تھا۔ مگر ان میں سے مولوی خوشی محمد صاحب رحمہ اللہ کا تعلق تو وارفتگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ وہ آج بھی جب کبھی ان کا تذکرہ کرتے ہیں آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور کوٹ کپورہ ضلع فیروزپور میں مولانا مرحوم کی مساعی کا ذکر جھوم جھوم کر کرتے ہیں۔ انہی کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم کی عمر ۲۲-۲۳ سال ہوگی جب ہمارے شہر کوٹ کپورہ تشریف لائے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ دیکھ کر کہتے کہ یہ بھی کوئی عالم ہو سکتے ہیں۔ چند ہی دنوں میں آپ کے علم و عمل کا نقش تمام کے دلوں پر منقش ہو گیا۔ بڑے آپ سے بھائی اور بزرگ اپنے بیٹے کی طرح آپ سے پیار کرتے۔ ان کی تعلیم و تربیت ہی کا اثر تھا کہ ان کے تشریف لانے کے بعد جب پہلی بار ہندوؤں کی رسم دیوالی آئی تو تمام مسلمان نوجوانوں کو اس ہندوانہ رسم سے روکا اور بڑی دھوم سے "مشعلیں" جلا کر اس میں شریک ہوئے۔ ان سے مشعلیں چھین (باقی اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ساتھ جو اوصاف آپ میں نظر آئے اُن میں سے ایک نمایاں وصف آپ کا صبر و استقلال تھا۔ ساری زندگی فقیرانہ انداز میں کٹی اور "احب المساکین" کی تصویر بنے رہے۔ وہی کرائے کا پُرانا مکان جو موجودہ لوازمات سے تقریباً خالی، کھدر کا سفید سادہ لباس سُنّت کے مطابق پنڈلی تک چادر اور کپڑے کی عام سی ٹوپی اور اسی پر ہمیشہ شاداں و نازاں ایسے کہ گویا زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہوں۔

من دلق خود بافسر شاہاں نمی دہم   من فقر خود بملک سُلیماں نمی دہم
از رنج فقر در دل گنجے کہ یافتم   ایں رنج را براحت شاہاں نمی دہم

۱۹۷۱ء میں پاکستان کا مشرقی حصہ اندرونی و بیرونی سازشوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ مغربی پاکستان میں بھٹو "انا ولاغیری" کا ڈنکا بجا رہے تھے۔ اور اپنے مخالفین کو ٹھکانے لگانے اور نکس اُپ کر دینے کا عزم ظاہر کر رہے تھے۔ ادھر مہنگائی کے عفریت نے بھی ہر شریف اور غریب شہری کو پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ نہ کسی کی عزت محفوظ تھی نہ جان و مال، اسی سراسیمگی میں راقم

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: لی گئیں تو ان لاٹھیوں اور لکڑیوں کا وزن تقریباً دو من تھا۔ اور اس کے بعد کسی مسلمان نوجوان کو اس میں شرکت کی جرأت نہ ہوئی کوٹ کپورہ میں سالانہ تبلیغی جلسہ ہوتا تھا۔ جلسہ کے دوران ایک ناعاقبت اندیش نے کھڑے ہو کر شرارت کرنے کی کوشش کی تو اس سے بروقت نپٹ لیا گیا۔ مگر پولیس کے ایماء پر مقدمہ درج ہوا۔ تو اس میں حضرت مولانا مرحوم کو ملکی، سیاسی رقابت کی بنا پر دھر لیا گیا۔ مولانا ان دنوں کچھ مرض سل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ موسم گرمی کا تھا اور ٹیوں جیل کی کوٹھڑی آپ کے لئے دوہری تکلیف کا باعث بن سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ مولانا پانچ دن جیل میں رہے تھے۔ تو ان دنوں مسلسل بادل باد و باراں اور ٹھنڈی ہوا چلتی رہی۔ ادھر مولانا کا جیل سے باہر آنا تھا کہ اسی دن بادل بھی غائب اور موسم حسب سابق تلخ، اس اتفاق کو تمام حضرات حضرت مولانا کی کرامت سمجھتے تھے۔ بدعات و خرافات کے خلاف آپ کے جہاد کا یہ عالم تھا کہ کوٹ کپورہ قبرستان کے پاس ایک پیر بے فقیر نے مرید سے کہا کہ یہاں مجھے "بھورا" بنا دیجئے۔ میں اس میں بیٹھ کر عبادت کیا کروں گا اور لوگوں سے ملاقات صرف جمعرات کے روز ہوا کرے گی۔ چنانچہ وہ "بھورا" بنا دیا گیا مگر حضرت مولاناؒ سڑک پر کھڑے ہو جاتے۔ اور لوگوں کو جمعرات کے روز اس پیر کے پاس جانے سے روکتے۔ پیر نے جب دیکھا کہ نذر و نیاز کے رونہ کوئی آتا ہی نہیں تو چند ہفتوں کے بعد خود بخود وہاں سے غائب ہو گیا۔ مولوی خوشی محمد حفظہ اللہ اسی قسم کے واقعات بڑی عقیدت سے بیان کیا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا جب بھی فیصل آباد تشریف لائے مولوی صاحب موصوف سے مل کر واپس گئے۔ ایکدفعہ وہ بیمار پڑ گئے تو ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے یہ راقم بھی ہمراہ تھا۔ جاتے ہوئے یکصد روپیہ دیتے ہوئے فرمایا تکلیف تو بحمد اللہ رفع ہو گئی ہے مگر نقاہت کافی ہے آپ اس سے دواء المسک لیکر کھائیں۔ جس سے حضرت مولانا کے حسن خلق اور اپنے رفقاء و احباب سے خیر خواہانہ جذبات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک بار لاہور ملاقات کے دوران میں نے اپنے والد مرحوم کی علالت کا ذکر کیا۔ چند یوم بعد حضرت کا والا نامہ موصول ہوا۔ افسوس وہ بھی ضائع ہو گیا جو والد صاحب کی صحت کے بارے میں تھا جس کا درد بھرا آخری جملہ آج بھی یاد ہے۔

"جلد جواب دینا فکر رہے گا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور حضرت والا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اسی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت اب کیا ہوگا ۔ اس کے جواب میں جو فرمایا الفاظ تو محفوظ نہیں مفہوم یقیناً یہ تھا کہ

" اتنی فکر نہ کرو ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی معاشرہ کے ایک فرد ہیں ۔ دوسروں کے ساتھ جو ہوگا اگر وہی ہمارے ساتھ ہونا مقدر ہے تو اُسے ٹال کون سکتا ہے ۔ بس اپنے کام میں لگے رہو ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت اور نیک اعمال کی توفیق مانگتے رہو۔"

یقین جانیے ان کی اس تلقین سے طبیعت کی بیقراری کو الحمدُ للہ قرار آگیا ۔ اور جو خوف و خطر اور خدشات دل میں لئے حاضر ہوا تھا ۔ بس انہی ایک دو جملوں سے کافور ہو گئے ۔ غور فرمایئے "عافیت" اور "توفیق" کی جامعیت پر ۔ دنیا و آخرت کی کلفتوں میں سے کونسی مصیبت ہے ۔ جو "عافیت" سے خارج ہے ۔ اور وہ کونسا عمل ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق کے بغیر پورا ہو سکتا ہے ۔ بلکہ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو تو رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں صحت بھی اور انجام کار تنگ تمام وسائل پورے ہو جاتے ہیں ۔

ذوقِ تاریخ و رجال

پہلے عرض کر آیا ہوں کہ اس ناکارہ کی حضرت مولانا رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات کا باعث " رجال " ہی کا ایک مسئلہ تھا ۔ اسی لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ان کی معلومات اور ان کے حسنِ ذوق کا تذکرہ کروں مگر اس سے پہلے اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہیچمدان کو جو معمولی تعلق اس فن سے ہے اس میں بھی بہت حد تک آپ کی رہنمائی کو دخل ہے ۔ چنانچہ آپ ہی کے مشورہ سے میزان الاعتدال ، لسان المیزان ، تہذیب التہذیب پڑھیں ۔ ان کو پڑھنے کے بعد ایسا "چسکا" لگا کہ اس موضوع کی بیشتر کتابیں پڑھ ڈالیں ۔ ان کے علاوہ انہی کی ترغیب سے الکفایہ للخطیب ، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ، فتح المغیث للعراقی ، توضیح الافکار للامیر ، تدریب الراوی للسیوطی جیسی اہم کتابیں بھی پڑھیں ۔ ایک بار حاضر ہوا تو آپ نے حافظ ابن حجرؒ کی " النکت " کا تذکرہ کیا کہ پیر جھنڈا سے اس کا نسخہ نقل ہو کر آیا ہے ۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ توضیح الافکار اور تدریب الراوی کے مطالعہ کے دوران ہو چکا تھا جن میں ان کے مصنفین " قال شیخ الاسلام " کہہ کر مسلسل عبارتیں نقل کرتے چلے جاتے ہیں ۔

میں " النکت " کا نام سن کر پھڑک اٹھا[1] اور دریافت کیا کہ وہ نسخہ کس کے پاس ہے اور کیا اس کا حصول ممکن ہے ؟ انہوں نے فرمایا کہ نسخہ جناب پروفیسر خالد علوی صاحب کے پاس ہے مگر وہ آج نہیں مل سکتا ۔ لیکن جب میرا اشتیاق و اصرار حد سے بڑھا تو آپ مجھے ساتھ لے کر علوی صاحب کے ہاں تشریف لے گئے وہ ان دنوں اندرون بھاٹی گیٹ رہتے تھے ۔ مغرب کی نماز کے بعد ان کے ہاں پہنچے

---

[1] یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے جب اس کتاب کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی تھیں مگر اب یہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقات پر آنے کا مدعا بیان فرمایا تو لمحہ بھر کی تاخیر کے بغیر انہوں نے النکت لا کر پیش کر دی جسے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے میرے سپرد کر دیا اور یوں اس کا مطالعہ بھی آپ ہی کی نظرِ عنایت کی بنا پر کر سکا۔

اتحاف النبیہ

رہی بات اس فن میں آپ کے حُسنِ ذوق کی تو اس سلسلے میں اگر "اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ" کے علاوہ اور کوئی خدمت نہ ہوتی تو اسی ایک کتاب سے ان کے حُسنِ ذوق اور اس موضوع پر ان کی وُسعتِ معلُومات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب حکیم الاُمت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ کتاب کا اصل نام "الانتباہ فی سلاسل اولیاء واسانید وارثی رسول اللہ ﷺ" ہے اور یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ حصّہ اوّل میں سلاسلِ تصوّف اور اس کے متعلقات کا تذکرہ ہے۔ یہ حصّہ ۱۳۱۱ھ میں مطبع احمدی دہلی سے طبع ہوا تھا۔ دوسرے حصّہ کا نام "اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ" ہے جس کے دو حصّے ہیں۔ حصّہ اول میں حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی اسنادِ کتبِ حدیث کے علاوہ طبقاتِ کتبِ حدیث اور اسی موضوع سے متعلقہ فوائدِ علمیہ کو بیان کیا ہے اور حصّہ ثانی جو حقیقۃً تیسرا حصّہ ہے تقلید و اجتہاد اور اس کے متعلقات پر مناسب تبصرہ ہے نیز فقہ مذاہب اربعہ کے بنیادی مأخذوں کے تعارف اور ان کے اسانید کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ مثلاً مؤطا امام مالکؒ، شرح السنۃ للبغوی، مسند الشافعیؒ، السنن الکبریٰ والصغریٰ[1] للبیہقی، کتاب الآثار امام محمدؒ،

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ: ۔ اور یہ صرف بائیس ۲۲ انواع پر مشتمل ہے۔ النکت کے محقق دکتور ربیع ھادی حفظہ اللہ کے پیش نگاہ اس کے پانچ نسخے ہیں ان میں ایک ناقص اور باقی چار نسخے بھی ۲۲ انواع پر ہی مشتمل ہیں بلکہ علامہ السخاوی اور علامہ سیوطی نے صراحت کی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اسے مکمل نہیں کر سکے۔ اور فضیلۃ الدکتور حفظہ اللہ لکھتے ہیں "ولا ندری إلی أی حد وصل" (مقدمہ النکت، ج ۱ ص ۔ ۱۹) کہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کس نوع تک لکھی گئی مگر حافظ ابن حجرؒ کی حسبِ ذیل عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسے تقریباً مکمل کر دیا تھا چنانچہ لکھتے ہیں "واما من یقال لہ الخلیل بن احمد غیر ھذین وھما العروضی والمزنی ومن قرب عصرھا لوضع لجماعۃ تزید عدتھم علی العشرۃ قد ذکرتھم فیما کتبتہ علی علوم الحدیث لابن الصلاح سبقنی شیخنا فی النکت الی نصفھم واللہ المستعان" (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۶۴) علوم الحدیث لابن الصلاح (ص ۳۲۴، ۳۲۵) میں یہ بحث "النوع الرابع والخمسون معرفۃ المتفق والمفترق" کے تحت ہے اور علوم الحدیث کی کل ۶۵ انواع ہیں۔ النکت مکمل نہ بھی ہو تاہم درج بالا عبارت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے کم از کم اسے ۵۴ انواع تک مکمل کر لیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] یہاں یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ حضرت شاہ صاحب جسے السنن الصغریٰ قرار دیتے ہیں اس سے ان کی مراد دراصل معرفۃ السنن والآثار ہے ازالۃ الخفاء، ج ۱ ص ۱۵ میں "قال البیہقی فی الصغریٰ" کہہ کر جو روایت نقل کی ہے وہ معرفۃ السنن ہی سے ہے اور "مذہب فاروق اعظم" (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤطا امام محمدؒ، جامع المسانید للخوارزمی، ہدایۃ للمرغینانی، اور یہی آخری دو حصے ہمارے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی سعی و کوشش سے منصۂ شہود پر آئے۔

کتاب کا اصل موضوع اسنادِ حدیث ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت مولاناؒ نے علم الاسناد کے متعلق مختصر مگر جامع مقدمہ لکھا، جس میں السند، الاسناد، المتن، المسنَد بفتح النون، المسنِد بکسر النون، الاسناد خصوصیۃ ھذہ الامۃ، علم الاسناد، فضل علو الاسناد، مراتب العلو، اھمیۃ معرفۃ الرجال و اسانید الکتب والوقوف علی وفیاتھم، المتوفی، فوائد الاسانید، و اسی ضمن میں بعض مصطلحات مثلاً المشیخۃ، المشیخات، المعجم، البرنامج، الفھرسۃ، الثبت، الاجازہ، الاجازۃ العامۃ جیسے اہم عناوین (جن سے عموماً طالب علم بے خبر ہوتے ہیں) پر بحث کی اور ان کے مفہوم و معانی کی وضاحت فرمائی۔ اس کے بعد اپنی اسانید کا ذکر کیا جو چار واسطوں سے بواسطہ شیخ الکل فی الکل حضرت سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی عن الشاہ اسحاق عن الشاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی تک پہنچتی ہے اور آخر مقدمہ میں معروف قاعدے کے مطابق کتاب کی سند اور اس کے راویوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے جن کتابوں کی اسانید کا تذکرہ کیا ان میں سے اکثر و بیشتر راویوں کا مختصر تعارف، کتبِ احادیث اور ان کے مصنفین کا تذکرہ، شاہ صاحب کے موقف کی تائید میں دیگر اہل علم کی آراء کا اضافہ بلکہ خود شاہ صاحب کی تصانیف سے مزید وضاحت حضرت مولانا نواب صدیق حسن خان اور دیگر متاخرین حضرات کی تصانیف جن میں اس کتاب کے اقتباسات آئے ہیں ۔ سے مقابلہ و مقارنہ بھی کر دیا گیا۔ یوں اس کتاب میں ۴۷۶ اعیان و اکابر کا تذکرہ آگیا ہے اور اس کی تیاری میں ۱۳۴ مراجع و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں کہیں کسی کا ترجمہ نہیں ملا وہاں بلا حجاب کہہ دیا گیا ہے۔ لم اقف علیہ أو لم اعثر علیہ۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے یہ نسخہ دو قلمی نسخوں سے تیار کیا۔ ایک لاہور کے مولوی بشیر احمد صاحب لدھیانوی کے ہاں سے ملا جو بڑے سائز کے اٹھارہ اوراق پر مشتمل ہے اور تاریخ کتابت بھی اس پر مندرج نہیں۔ ایک ملاقات پر میں نے حضرت شاہ صاحب کی "البلاغ المبین" کا ذکر کیا کہ بعض حضرات اسے شاہ صاحب کی تصنیف قرار نہیں دیتے۔ اس پر انہوں نے یہی نسخہ نکال کر دکھایا جس کے سرورق پر شاہ صاحب کی تصانیف مثلاً حجۃ اللہ، مصفی، مسوی وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہوا تھا "البلاغ المبین الضالہ" حضرت مولانا نے کتاب کی تصدیر میں یہ عبارت نقل کی ہے اور اس سلسلے میں مزید وضاحت

حاشیہ گذشتہ صفحہ

کے عنوان کے تحت بھی للبیہقی کے واسطہ سے جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ المعرفۃ ہی سے ماخوذ ہیں امام بیہقی کی السنن الکبریٰ کے علاوہ السنن الصغریٰ اور معرفۃ السنن دو علیحدہ کتابیں ہیں۔ حافظ الذہبی نے صراحت کی ہے الکبریٰ دس جلدوں پر، الصغریٰ ایک بڑی جلد پر اور معرفۃ السنن چار جلدوں پر مشتمل ہے ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص۱۶۶ نیز اعلام الزرکلی، ج ۱ ص۱۱۶ کشف الظنون ص۱۰۰۱، ص۱۰۳۹، ہدیۃ العارفین ج ۱ ص۷۸ وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کردی ہے جو قابلِ مراجعت ہے۔

دوسرا نسخہ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی سے پوری حال کراچی سے ملا۔ جو جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ مطابق نومبر ۱۸۹۶ء کا مکتوبہ ہے، اور دو سو اوراق پر مشتمل ہے جس میں کتاب کے تینوں حصے آگئے ہیں۔ یہ نسخہ گو بظاہر مکمل ہے۔ مگر درمیان سے ناقص ہے۔ جس کی پوری وضاحت حضرت مولانا نے افتتاحیہ ص ث اور ص ۹۶ کے حواشی میں کردی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

" مزید پریشانی یہ ہوئی کہ اس کے درمیان میں بھی نقص نکل آیا یعنی حصہ حدیث کے آخر صفحات میں " النوادر " عنوان کے تحت حسبِ تصریح مؤلفِ کتاب ہونا یہ چاہیئے تھا کہ روایتیں چالیس ہوں جب کہ موجودہ ہمارے نسخہ میں صرف بارہ ہیں۔ ملاحظہ ہو، ص ۹۲-۹۳ " (ص ث)

مگر یہاں ایک بات مزید قابلِ غور ہے کہ حضرت مولانا مرحوم " النوادر " کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

واعلم ان المؤلف الف فی هذا الموضوع رسالتین ایضًا احداهما فی مبشراته المسماة بالدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ذکر فیها مرویاته فی رؤیاه وعددها اربعون وثانیهما فی مرویات الجن ومایشابهما وسماها النوادر من احادیث الاوائل والاواخر وطبع کلاهما فی مجموعة ببلدة سهارنفور (الهند) فالروایات التی ذکرت تحت هذا العنوان بعضها من المبشرات وهی التی اوردها فی الدر الثمین وبعضها الجنیات وهی مذکورة فی النوادر فظاهر قطعًا ان فی نسختنا هذه التی نطبع منها هذا الکتاب نقصًا وخلطًا الخ (اتحاف ص ۹۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں اور دونوں مطبوع ہیں۔ ایک کا نام " الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین " ہے جس میں ایسی چالیس روایات و مبشرات کا تذکرہ ہے۔ جو انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں۔ اور دوسری کا نام " النوادر فی احادیث الاوائل والاواخر " ہے جس میں جنات وغیرہ سے مروی روایات کا ذکر ہے۔ اور یہاں اس عنوان " النوادر " کے تحت جتنی روایات ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق الدر الثمین سے ہے اور بعض کا النوادر سے ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا یہ نسخہ ناقص ہے اور اس میں خلط واقع ہوا ہے "۔ گویا حضرت مولانا یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ " النوادر " کے تحت صرف یہی نہیں کہ چالیس کی بجائے صرف بارہ روایات ہیں۔ بایں ہمہ کہا یہ گیا ہے کہ " هذه اربعون حدیثا من النوادر " کہ النوادر کی یہ چالیس احادیث ہیں (اتحاف النبیہ ص ۹۶) بلکہ یہاں ایک دوسرا نقص یہ ہے کہ جس طرح شاہ صاحب نے احادیث متعلقہ الدر الثمین اور النوادر کو علیحدہ علیحدہ دو کتابوں میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح یہاں " النوادر " کے ساتھ ساتھ دوسرے موضوع کی طرف بھی علیحدہ اشارہ ہونا چاہیئے تھا لیکن یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ شاہ صاحب نے یہاں دراصل اس " النوادر " عنوان کے تحت اپنی دونوں کتابوں کی مرویات کا تعارف کرایا ہے جیساکہ خود ان کے درج ذیل الفاظ سے عیاں ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لکھتے ہیں۔

"واما النوادر واعنی بها الاحادیث التی تروی من جهة الرؤیا الصادقة أومن جهة مشاهدة الروح اومن جهة الخضر اومن جهة الجن ونحو ذالك ولا تقوم بمثل هذه الاحادیث الحجة" الخ (اتحاف ص۹۳)

یہی وجہ ہے کہ اس عنوان کے تحت جو روایات ذکر کی ہیں وہ دونوں کتابوں سے مأخوذ ہیں جیسا کہ حضرت مولانا مرحوم نے وضاحت کی ہے بلکہ حواشی میں ان کی نشاندہی بقیدِ صفحات کر دی ہے۔ اس لئے کم از کم یہ کہنا تو درست نہیں کہ یہاں "النوادر" کے علاوہ دوسری کتاب الدر الثمین کا تعارف بھی ہونا چاہیئے تھا۔ البتہ اگر اشارہ یہاں اُسی نقص کی طرف ہے جسے پہلے تصدیر میں بیان کر دیا گیا ہے تو فبہا مگر عبارت کا ظاہر سیاق اس ناکارہ کو اس سے کچھ مختلف ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہر حال یہ دوسرا نسخہ بھی نقص سے خالی نہیں۔ مگر یہ نقص چنداں اہمیت کا حامل نہیں کہ وہ روایات النوادر اور الدر الثمین میں بتمام و کمال دیکھی جا سکتی ہیں۔

قصۂ مختصر کہ انہی دو نسخوں کے مقابلہ و مقارنہ سے یہ کتاب تیار ہوئی اور جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ حواشی میں ان تمام امُور کا اہتمام کیا گیا جو ایک خطی کتاب کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ بعض اور امُور سے بخوف تطویل صرف نظر بھی کیا گیا جن کی وضاحت تصدیر میں کر دی گئی ہے مگر کتاب میں مذکورہ احادیث کی تخریج کے سلسلے میں سکوت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جب ص ۸۱-۸۲ پر موجود دو احادیث کی تخریج گو مختصراً ہی سہی، کر دی گئی ہے تو باقی کو نظر انداز کر دینے کے کوئی معنی نہیں۔

پُوری کتاب کو جن خطوط پر تیار کیا گیا ہے ان کی ضروری وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مباحث کی تفصیل بیان کر دی جائے جس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ کس ژرف نگاہی اور وسعت سے کتاب کے متعلقہ تمام مجمل پہلوؤں کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ چنانچہ محدث الکتانی نے فہرس الفہارس میں اس کتاب کی سند بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"إنما یروی الجعفری المذکور نصفه الاخیر لأن نصفه الاول فیه اسانید الطرق الصوفیة وکان لا یقول بالطرق"

یعنی "محمد بن عبد العزیز الجعفری، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کا آخری حصہ ہی روایت کرتے تھے کیوں کہ نصف اول میں صوفیا کے طرق و سلاسل کا بیان ہے اور وہ ان کے قائل نہیں تھے"

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اسی ابہام کو کہ شیخ الجعفری طرق صوفیاء کے قائل کیوں نہیں تھے، مکمل دو صفحات میں دُور کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفیاء کے ان سلاسل کا مدار "حسن بصری عن علی رضی اللہ عنہ" کی سند پر ہے۔ اور خود شاہ صاحب نے قرۃ العینین، ازالۃ الخفاء بلکہ اسی کتاب کی قسم اوّل "الانتباہ من سلاسل اولیاء اللہ" میں اس سند کو منقطع قرار دیا ہے۔ اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں۔ محدثین کرامؒ کی یہی رائے ہے۔ شاہ صاحبؒ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ، ج ۴ ص ۱۵۶ میں اور ان کے بعد حضرت نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی "تقصار جیود الاحرار" میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ جس سے ایک قاری کے ذہن میں بادی النظر میں پیدا ہونے والی یہ الجھن رفع ہو جاتی ہے کہ شیخ الجعفری اس کتاب کا نصف اوّل روایت کیوں نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت شاہ صاحب نے حضرت امام ابوحنیفہ کے مسلک کی بنیاد جن احادیث و آثار پر ہے ان کے مآخذ و مراجع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" وفی ضمن المؤطا تالیف الامام محمد عن مفتی بلد اللہ الحرام " (اتحاف ص۱۲۴)

کہ "امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے دلائل امام محمدؒ کی تالیف مؤطا کے ضمن میں ہیں جو انہوں نے البلد الحرام مدینہ منورہ کے مفتی امام مالکؒ سے روایت کیا ہے"

امام محمدؒ کے مؤطا کی حیثیت کیا ہے اور امام مالکؒ سے اس کی نسبت کیسی ہے۔ اس پُر پیچ مسئلہ کو اختصار کے باوجود حسن و خوبی اور جامعیت سے مولانا مرحوم نے بیان کیا ہے وہ قابلِ مطالعہ ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں اپنے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔

"شاہ صاحب نے اس کتاب کے بحث اوّل میں طبقات کتب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ مؤطا امام مالکؒ کے راوی امام محمدؒ بن حسن ہیں۔ یہی بات حافظ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں بھی کہی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس میں انہوں نے امام مالکؒ کے مسلک کے برعکس وہ روایات بھی ذکر کی ہیں جو ان کے مخالف اور ان کے اپنے مسلک کے موافق ہیں۔ امام محمدؒ کا مؤطا میں جو اسلوب ہے اس کی وضاحت خود شاہ صاحبؒ نے "حجۃ اللہ" ج ۱ ص ۱۴۶ میں کی ہے کہ امام محمدؒ نے پہلے امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسف سے علم حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں امام مالکؒ سے مؤطا کا درس لیا۔ پھر جب اُنہوں نے غور و فکر کی تو اپنے اصحاب کے مذہب کو مؤطا کے ہر ایک مسئلہ کے یُوں مطابق کیا کہ اگر وہ مؤطا کی روایت کے موافق ہے تو فبہا ورنہ جس کسی صحابی یا تابعی کا فتویٰ ان کے اصحاب کے مذہب کے مطابق ہے تو اُسے ذکر کر دیا اور اگر ضعیف قیاس جس پر فقہائے عراق کا عمل ہے صحیح حدیث کے مخالف ہے یا اکثر علماء کا عمل اس کے مخالف ہے تو اُسے چھوڑ کر مذاہب سلف میں سے جس کسی کو راجح محسوس کیا اختیار کر لیا گیا ہے اور کشف الظنون کے مصنّف نے بھی کہا ہے کہ امام محمدؒ نے اس میں اپنے مذہب کے مطابق امام مالکؒ کی روایات ذکر کی ہیں اور جو ان کے مذہب کے مخالف ہیں ان کے جوابات دینے کی کوشش کی ہے اور علامہ عبدالحیؒ لکھنوی نے بھی کہا ہے کہ امام محمدؒ، امام مالکؒ کی روایت کے بعد اپنا مذہب بیان کرتے ہیں اور امام مالکؒ کی مرویات جو ان کے مسلک کے مخالف ہیں ان پر متنبہ کرتے ہوئے اپنے مذہب کی تائید میں ایسی روایات ذکر کرتے ہیں جو امام مالکؒ کی بجائے دوسرے شیوخ مثلاً ابوحنیفہؒ وغیرہ سے مروی ہیں اور بعض حنفیہ نے کہا ہے کہ چونکہ امام محمدؒ نے اس کتاب میں امام مالکؒ کے طریق کے علاوہ بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات و آثار ذکر کئے ہیں۔ اس لئے اس کا انتساب امام مالکؒ کی بجائے امام محمدؒ کی طرف ہے۔ مگر امام محمدؒ نے اپنے مذہب کی تائید میں جو زائد روایات ذکر کی ہیں ان کے بارے میں علامہ حبیب اللہ شنقیطیؒ نے وضاحت کر دی ہے کہ وہ اکثر و بیشتر ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اس تفصیل سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مؤطا امام محمدؒ درحقیقت حدیث کی نہیں بلکہ فقہ حنفی کی کتاب ہے۔ شاہ صاحب کا یہاں اسلوب بیان اسی کا مؤید ہے۔ اس کی حیثیت وہ نہیں جو مؤطا امام مالکؒ کی ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالحق اور ان کے بعض ہمنوا حضرات نے سمجھ لیا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مؤطا امام محمدؒ میں بہت سی ایسی روایات نہیں ہیں جو مؤطا امام مالکؒ کے تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ علامہ لکھنویؒ کی تصریح کے مطابق مؤطا امام محمدؒ میں کل ۱۰۰۵ احادیث و آثار ہیں جبکہ بحسب تصریح علامہ زرقانی وغیرہ مؤطا امام مالکؒ میں ۱۷۲۰ احادیث و آثار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متقدمین مالکیہ اور عموماً محدثین رحمہم اللہ نے اسے مؤطا امام مالکؒ کا نسخہ قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس پر ایسا اعتماد کیا ہے جو اعتماد مؤطا کے باقی نسخوں پر ہے اور نہ ہی اس کی شروح و حواشی اور اس کی مرویات کا اس قدر اہتمام ہوا جس قدر مؤطا بروایت یحیٰی اللیثی کا ہے اور جب بھی عموماً مؤطا کا نام لیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی مؤطا امام مالکؒ بروایت یحیٰی اللیثی لیا جاتا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ دسویں صدی ہجری سے پہلے کسی نے اس کی شرح بھی لکھی ہو۔ سب سے پہلے علامہ علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کی شرح لکھی ان کے بعد علامہ ابراہیم بیری زادہ الحنفی المتوفی ۱۰۹۹ھ اور آخر میں علامہ لکھنوی الحنفی المتوفی ۱۳۰۴ھ نے اس کے حواشی لکھے ہیں اور شیخ ترہٹی نے " الیانع الجنی فی اسانید شیخ عبدالغنی " میں لکھا ہے کہ واسناد روایتہ غریب فی الفھارس کہ فہارس میں اس کی روایت کی سند بڑی غریب ہے "

(حواشی اتحاف النبیہ ص ۱۲۴۔ ۱۲۵)

یاد رہے کہ ماضی قریب میں علامہ لکھنویؒ نے التعلیق الممجد کے مقدمہ میں مؤطا امام محمدؒ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مؤطا کا ایسا نسخہ ہے جو تمام نسخوں حتیٰ کہ جو بروایت یحیٰی اللیثیؒ مروی ہے اس سے بھی راجح ہے جس پر تفصیلی نقد ہمارے مولانا عبدالنصیر رحمہ اللہ نے "تبصرۃ الناقد برد کید الحاسد" میں کیا اور بحث کا حق ادا کر دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے ہٹ کر اسے فقہ عراقی کا جامہ تو پہنا دیا مگر علمائے احناف کے ہاں امام ابوحنیفہؒ اور حنفی مسلک کی جو ظاہر الروایت کتابیں شمار ہوتی ہیں اس فہرست سے مؤطا یقیناً خارج ہے۔ گویا اس کی اکثر و بیشتر روایات پر اگر محدثین نے اعتماد نہیں کیا تو خود فقہ حنفی میں بھی اسے کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ امام محمدؒ کی دیگر کتب مثلاً الجامع الصغیر، المبسوط، الجامع الکبیر، السیر و الزیادات پر نقل مذہب میں تو اعتماد کیا جائے اور انہیں ظاہر الروایت قرار دیا جائے مگر مؤطا کا کہیں شمار و قطار ہی نہ ہو۔ یہ ناکارہ تو اسے بھی امام مالکؒ کی کرامت ہی سمجھتا ہے۔ بہرحال اسی تناظر میں حضرت مولانا کی اس مختصر بحث کو دیکھ لیجئے کہ اس میں کس خوش اسلوبی اور ناقابلِ تردید دلائل سے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔

دل تو چاہتا ہے کہ اسی الجامع الصحیح للامام البخاری، مؤطا امام مالکؒ، مسند ابوحنیفہ کے سلسلے میں جو بیش بہا معلومات حضرت مولانا نے جمع کر دی ہیں ان کو بھی اپنے اردو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیا جائے مگر ان مباحث کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقاضائے اختصار کے باوجود یہ عنوان پہلے ہی طویل ہوتا جا رہا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلسلہ سند کے متعلق اس اہم ترین کتاب کی تحقیق توضیح اور اس کی طباعت واشاعت ہی اس فن میں حضرت مولانا کے کمال کی دلیل ہے۔

علم الاسناد والرجال سے حضرت مولانا کی گہری وابستگی کا اندازہ ان کے رسالہ "ردع الانام عن محدثات عاشر المحرم الحرام" سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ جو عربی میں ہے جسے انہوں نے اوائل عمر ہی میں لکھا اور آج سے تقریباً پچاس سال قبل ۱۳۵۶ھ میں طبع ہوا۔ خود حضرت مولاناؒ نے ایک مرتبہ ذکر کیا کہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے صدر شعبہ دینیات مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم تھے اور جامعہ کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ اصحاب علم و ذوق کے لئے جامعہ کی مطبوعات انتہائی رعایتی قیمت پر دی جائیں گی۔ مگر اس کے لئے ثبوت شرط ہے۔ میں جامعہ عثمانیہ پہنچا اور یہی رسالہ مولانا گیلانی کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے اس کا جائزہ لینے کے بعد فرمایا۔

"ہو تو تم غیر مقلد مگر اس رسالہ کی بنا پر ہم اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں"

اس رسالہ میں عاشورہ محرم الحرام کے احکام و مسائل کے ساتھ ساتھ اس دن سے متعلقہ بدعات کا تذکرہ ہے اور مشہور حدیث "مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ السَّنَۃِ" پر بڑی نفیس بحث ہے۔ یہ حدیث چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اس لئے ہر ایک صحابی کی حدیث بالاسناد ذکر کر کے اس کے راویوں کے متعلق کتب جرح و تعدیل سے محدثین کرام کی آراء کو بیان کیا گیا ہے اور آخر میں کتب اصول حدیث سے الفاظ جرح کے مدارج بیان کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ روایات ایسے راویوں سے مروی ہیں جن پر محدثین نے متروک، ھالک، لیس بثقۃ، یضع الحدیث، ضعیف جداً کے الفاظ سے جرح کی ہے اور یہ الفاظ ایسے ہیں جن کے بارے میں ائمہ کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ جس کسی راوی کے بارے میں استعمال کئے جائیں اس کی روایات سے استدلال و احتجاج تو کجا اسے بطور استشہاد و اعتبار بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جن حضرات نے شواہد کی بنا پر اسے حسن یا صحیح کہا ہے ان کا موقف اصولاً غلط اور ناقابل قبول ہے۔ یوں پورے رسالے میں محدثانہ طرز گفتگو اس فن سے ان کی گہری وابستگی کی دلیل ہے۔

اب آئیے رجال واسناد ہی کے سلسلے میں ایک اہم ترین انکشاف بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جس کی تبیین و توضیح کا سہرا بھی ہمارے حضرت مولانا رحمہ اللہ ہی کے سر ہے۔ مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ جس نے تقریباً تیس اکتیس سال سیر و سیاحت میں صرف کئے، نے اپنے سفرنامہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ "میں جن دنوں دمشق میں تھا۔ جمعۃ المبارک کے روز جامع مسجد دمشق میں گیا تو ابن تیمیہؒ منبر پر وعظ کہہ رہے تھے۔ دوران وعظ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں پہلے آسمان پر اترتا ہے پھر منبر کی ایک سیڑھی سے نیچے اتر کر کہا کہ یوں اترتا ہے جیسے میں اترا ہوں" (رحلۃ ابن بطوطہ، ج ۱ ص ۵۷)

حضرت مولاناؒ کو شیخ الاسلام سے غایت درجہ محبت و عقیدت تھی۔ شیخ ابوزہرہ مصری کی "حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ" اردو ترجمہ تحقیق و تحشیہ کے ساتھ شائع کیا تو حسب ذوق جن رجال کا تذکرہ کتاب میں جا بجا آتا ہے ان کے متعلق ضروری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلومات بہ حوالہ مآخذ و مصادر درج کردی گئیں ۔ جو اُن کے حسنِ ذوق کی روشن دلیل ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ پوری کتاب میں جہاں کہیں شیخ الاسلامؒ کے بارے میں غلط فہمی کا پہلو نکل سکتا تھا ۔ اس کی ضروری وضاحت خود شیخ الاسلام اور ان کے رُفقاءُ کے بیانات سے کردی گئی تاکہ کسی مسئلے میں کوئی اُلجھاؤ باقی نہ رہے ۔ حدیہ کہ شیخ ابوزہرہ نے بایں علم وفضل شیخ الاسلام کی طرف بعض باتیں ایسی منسوب کردیں جن کا شیخ الاسلام کی تصنیفات سے کوئی تعلق نہیں ۔ حضرت مولانا نے ایسے مقامات پر شیخ الاسلام کے موقف کو ان کی تصنیفات سے واضح کیا ہے اور شیخ ابوزہرہ کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے ۔ یہ بحث بجائے خود ایک مقالہ کا موضوع ہے مگر ہم یہاں یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ شیخ الاسلامؒ ابن تیمیہؒ کے خلاف جو کچھ ان کے معاصرین یا بعد کے حضرات نے لکھا ان میں ایک الزام یہی ابن بطوطہ کا بیان کردہ ہے ۔ جس سے ان کے مخالفین ہر دَور میں یہ تأثر پھیلاتے رہے کہ ابن تیمیہؒ تجسیم وتمثیل کے قائل تھے (معاذاللہ)

اس الزام بلکہ بہتان کا جس حُسن وخوبی سے جواب حضرت مولانا نے دیا وہ کتاب کے آخر میں چھ صفحات پر مشتمل ہے اور قابلِ دید ہے ۔ البتہ مقدمہ میں اس تفصیل کا جو خلاصہ مولانا غلام رسُول مہرؔ نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے ہم اسے انہیں کے الفاظ میں درج کردینے پر اکتفا کرتے ہیں ۔ لکھتے ہیں ۔

" مولانا کی شانِ تحقیق کے ثبوت میں صرف ایک مثال پیش کردینا کافی ہے ۔ ابن بطوطہ کے سفرنامے میں یہ درج ہے کہ جب وہ دمشق میں تھا تو جمعہ کے دن جامع مسجد میں گیا ۔ ابن تیمیہؒ منبر پر وعظ کررہے تھے ۔ دورانِ وعظ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصّے میں پہلے آسمان پر اُترتا ہے پھر منبر کے بالائی حصہ سے ایک پایہ نیچے اُتر کر کہا : یُوں اُترتا ہے جیسے میں اُتر رہا ہوں چونکہ یہ الزام عینی شہادت کے دعویٰ پر مبنی تھا ۔ اس لئے اکثر لوگوں نے اسے درست سمجھ لیا ۔ چھ سات سو سال تک یہ الزام جس کی حیثیت ایک تہمت سے زیادہ نہ تھی ۔ امام ابن تیمیہؒ کے مخالفوں کے لئے ایک دستاویز بنا رہا اور عقیدتمند بھی اس کے خلاف کوئی واضح شہادت پیش نہیں کرسکتے تھے ۔

مولانا محمد عطاء اللہ نے چھان بین کے بعد یہ ثابت کردیا ہے کہ ابن بطوطہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ (۹ ۔ اگست ۱۳۲۶ء) کو جمعرات کے دن دمشق پہنچا تھا اور امام ابن تیمیہؒ اس سے بائیس روز قبل ۱۶ شعبان ۷۲۶ھ (۱۸ جولائی ۱۳۲۶ء) کو قلعۂ دمشق میں محبوس ہوچکے تھے اور اسی قید میں ان کا انتقال ہوا ۔ گویا نہ امام ابن تیمیہؒ ، ابن بطوطہ کے دمشق پہنچنے کے وقت آزاد تھے ۔ نہ وہ جامع مسجد میں خطبہ دے سکتے تھے نہ ابن بطوطہ کے لئے ایسی کوئی بات خود امام کی زبان سے سننے کا موقعہ آیا تو بہ وثوق ان سے منسوب کردی گئی ۔ علاوہ بریں خود ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ جب وہ دمشق پہنچا تو جامع دمشق کے خطیب وامام قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی تھے اور سرکاری خطیب وامام کے ہوتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ کے لئے کوئی خطبہ دینا بہ حالتِ آزادی بھی خارج از بحث تھا کیونکہ وقت کا محکمۂ قضا اور خود قزوینی امام موصوف کے مخالفین میں سے تھے ۔

بہرحال ابن بطوطہ کا یہ بیان بالکل بے بنیاد ہے ممکن ہے سفرنامہ لکھواتے وقت اس کی یادداشتوں میں بے ترتیبی پیدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دمشق میں اس کی ملاقاتیں امام ابن تیمیہؒ کے مخالفوں سے ہوتی رہی ہوں۔ اور انہوں نے بظاہر اسی قسم کی بے سر و پا باتیں ابن بطوطہ کو سنائی ہوں گی جنہیں اس نے غیر شایاں وثوق کی بنا پر ذاتی مشاہدے کا رخ دے دیا ہو۔ غرض ابن بطوطہ کے دوسرے بیانات کتنے ہی مستند اور درخورِ قبول کیوں نہ ہوں۔ یہ بیان بداہتًا غلط ہے۔ کیوں کہ امام ابن تیمیہؒ ابن بطوطہ کے دمشق پہنچنے سے پیشتر قید ہو چکے تھے۔ ان کے تمام رفیق و نیاز مند زیرِ عتاب تھے اور اس امر کے وقوع کا امکان ہی نہ تھا جسے واقعیت کے لباس میں پیش کیا گیا۔ اس معاملے کی تفصیل آپ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔"

(مقدمہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ص ١٧-١٨)

آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول مہر مرحوم سے سہو ہوا امام ابن تیمیہؒ، ابن بطوطہ کے دمشق پہنچنے سے "بائیس روز قبل ١٦ شعبان" کو قلعہ میں محبوس نہیں ہوئے تھے بلکہ اکتیس، بتیس یوم پہلے ٦ یا ٧ شعبان کو قلعہ میں بند کر دیئے گئے تھے۔ مولانا مہر مرحوم سے یہ غلطی یوں ہوئی کہ حضرت مولانا کے ضمیمہ میں ٦ شعبان کی بجائے ١٦ شعبان کتابت کی غلطی سے چھپ گیا۔ مگر انہوں نے بعد کے الفاظ پر غور نہ فرمایا جس میں حضرت مولانا مرحوم نے بصراحت لکھا ہے کہ۔

"یعنی ابن بطوطہ کے پہنچنے سے ٣٢ دن قبل قلعہ دمشق میں محبوس ہو چکے تھے۔" (حیات شیخ الاسلام ص٩٥)

اور یہ ٣٢ دن تبھی پورے ہوتے ہیں جب تاریخ ٦ شعبان ہو۔ یہاں یہ بات مزید قابلِ وضاحت ہے کہ شیخ ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گرفتاری کا شاہی حکم "دمشق میں، شعبان ٧٢٦ھ کو پہنچا۔ فوراً ہی تعمیلِ حکم کی غرض سے امام صاحب کو مطلع کیا گیا اور ان کی خدمت میں سواری بھیج کر دمشق کے قلعہ میں انہیں پہنچا کر محبوس و مقید کر دیا گیا۔" (حیات شیخ الاسلام ص١٥) اور شیخ ابو زہرہ چند صفحات بعد لکھتے ہیں کہ۔

"٢٠ ذو القعدہ[1] کو امام صاحب اس دنیائے ناپائدار سے رخصت ہوئے۔ ابتلاء اور مصیبت کا یہ آخری دور تقریبًا پانچ ماہ تک جاری رہا۔" (حیات شیخ الاسلام ص١٥٧) اصل عربی نسخہ تو پیشِ نگاہ نہیں تاہم دورِ ابتلاء کی یہ مدت چار ماہ تیرہ دن ہے جسے تقریبًا "پانچ ماہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور قید کئے جانے کی تاریخ ٧ شعبان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اندازہ فرمائیے کہ کس قدر صاف اور واضح بات ہے کہ اکتیس بتیس یوم پہلے قید ہو جانے والے کو ابن بطوطہ نے جامع مسجد دمشق میں خطبہ دیتے ہوئے کیسے دیکھ لیا۔ سُبحَانَكَ هٰذا بُهتانٌ عظِيمٌ۔

تاریخ و رجال کا طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ راویوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ایک طریقہ یہی علم التاریخ والوفیات ہے۔ خود حضرت مولانا رحمہ اللہ نے "اتحاف النبیہ" کے مقدمہ میں "أهمية معرفة رجال اسانيد الكتب والوقوف على وفياتهم" عنوان قائم کر کے اس فن کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ کا فرمان ہے۔

---

[1] اصل کتاب میں شیخ ابو زھرہ نے ٢٠ شوال لکھا جس کی تصحیح حضرت مولاناؒ نے کردی اور حاشیہ میں اس کا اظہار فرما دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" لما استعمل الرواۃ الکذب استعملنا لھم التاریخ " (الکفایہ ص ۱۱۹)

یعنی " راویوں نے جب جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے تاریخ کو استعمال کیا " اور ان کا کذب تاریخ سے ظاہر ہو گیا۔
علامہ سخاویؒ نے اعلان بالتوبیخ میں اس موضوع کے متعلق چند واقعات بیان کئے ہیں اور انہی میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ۴۴۷ھ میں یہودیوں نے ایک خط حاکم وقت کے سامنے پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ہے جس میں آپ نے اہل خیبر پر سے جزیہ معاف کرنے کا حکم تحریر فرمایا ہے اور ہمارا تعلق چونکہ اہل خیبر سے ہے اس لئے ہمیں جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ قصہ مختصر حاکم نے یہ خط تحقیق احوال کے لئے حافظ مشرق امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا یہ جھوٹ ہے کیونکہ اس خط پر حضرت معاویہؓ کی شہادت درج ہے۔ جب کہ حضرت معاویہؓ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا تھا اور خیبر کا واقعہ اس سے پہلے ۷ھ میں ہوا تھا۔ جب کہ وہ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ نیز اس میں ایک شہادت حضرت سعدؓ بن معاذ کی بھی درج ہے حالانکہ فتح خیبر سے پہلے بنو قریظہ کے ساتھ جب لڑائی ہوئی۔ اس سال ان کا انتقال ہو چکا تھا (اعلان بالتوبیخ ص ۲۵ وغیرہ)

اور لطف کی بات یہ کہ اسی نوعیت کی ایک تحریر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دور میں بھی یہودیوں نے پیش کی جسے دیکھتے ہی شیخ الاسلام نے اس پر تھوکتے ہوئے فرمایا یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے اور پھر اس کے جھوٹے ہونے کے متعدد دلائل ذکر کئے جس کی تفصیل المنار المنیف ص ۱۰۴، ۱۰۵ اور احکام اہل الذمۃ، ج ۱ ص ۶، ۷ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اور اسے قدرت الٰہی کا کرشمہ ہی کہئے کہ اسی قسم کی ایک گپ خود شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے بارے میں ہانک دی گئی۔ یار لوگ بلا تحقیق اسے لے اُڑے اور شیخ الاسلام کے خلاف اعتراضات کی فہرست میں ایک یہ " عینی شہادت " بھی شامل کر دی گئی جس کی حقیقت سے پردہ ہمارے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اٹھایا، اور بحث کا حق ادا کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

رجال ہی کے بارے میں ان کی ایک اور تحقیق ملاحظہ فرمائیں کہ منکرین حدیث کے ایک سرغنہ تمنا عمادی صاحب نے اگست ۱۹۵۵ء کے " طلوع اسلام " جس میں بقول حضرت مولانا محمد حنیف ندویؒ نہ طلوع ہے نہ اسلام ہے۔ میں مسند امام احمدؒ بن حنبل کے بارے میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں انہوں نے مسند امام احمدؒ کے پایہ استناد پر انتہائی رکیک حملے کئے اور اس کی عظمت کے متعلق تشکیک پیدا کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ ان کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض جسے انہوں نے بڑی اہمیت سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا، یہ تھا کہ ابوبکر القطیعی جو امام عبداللہ بن امام احمد رحمہم اللہ سے مسند امام احمد کے راوی ہیں، نے جو کچھ روایت کیا ہے وہ حقیقۃً امام عبداللہ کے شاگرد ابوبکر الشافعی کے واسطہ سے ہے اور ابوبکر الشافعی شیعہ ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔

" ان (ابوبکر قطیعی) کو جو کچھ ملا ابوبکر الشافعی ہی سے ملا مگر درمیان سے ابوبکر الشافعی کا نام اڑا کر اپنی نسبت کو بلا واسطہ ابوبکر الشافعی کے شیوخ سے جوڑ دیا کرتے تھے "

حضرت مولانا مرحوم نے جہاں تمنا صاحب کے باقی اعتراضات کا جواب دیا وہاں اس اعتراض کو بھی آڑے ہاتھوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) تذکرہ و رجال کی کتابوں میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ ابوبکر الشافعی اور امام عبداللہ کے مابین باہم تلمذ کا کوئی رشتہ تھا ۔ (۲) ابوبکر دو ہیں ایک الشافعی جو مشہور حافظ الحدیث ہیں اور علامہ ذہبیؒ ان کا ذکر "الامام الحجۃ المفید محدث العراق" کے بلند القاب سے کرتے ہیں جنہوں نے رافضیوں کے علی الرغم جامع بغداد میں اپنے ہاتھ سے فضائل صحابہ لکھے تھے اور دوسرا ابوبکر شیعہ ہے ۔ (۳) مسند امام احمد اگر اسی شیعہ ابوبکر الشافعی کی "کارستانی" ہے تو مسند میں فضائل صحابہؓ پر بہ کثرت احادیث کیوں ہیں ۔ (۴) دونوں کی کنیت ، نام بلکہ باپ دادا کے نام ایک ہیں ۔حتیٰ کہ دونوں بغدادی ہیں ۔ البتہ باقی نسب میں اختلاف ہے ۔ایک الشافعی ہے ۔اور دوسرا العنبری اور اسی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے صاف طور پر یہ بھی لکھا ہے کہ " ھذا ھو الاشنانی المذکور فیما قبلہ " جسے امام دارقطنیؒ نے دجال کہا ہے ۔ افسوس کہ نسب اور نسبت میں بیّن فرق کے باوجود تمنا صاحب جیسے "پختہ علوں" کو دھوکا ہوا اس فرق کے باوجود دونوں کو ایک ظاہر کرنا علم کی توہین ہے ۔ اس کی مکمل تفصیل " الاعتصام " کے "حجیتِ حدیث" نمبر ص ۵۵ ۔ ۵۶ میں دیکھی جا سکتی ہے جو آج سے تقریباً سینتیس سال قبل ۵ رجب ۱۳۷۵ھ ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء میں طبع ہوا تھا ۔

ان چند امثلہ سے آپ حضرت مولانا رحمہ اللہ کے ذوق رجال و اسناد کا اندازہ کر سکتے ہیں ۔ علم رجال کے شوق ہی کا نتیجہ تھا کہ آخری ایام میں جب سیر اعلام النبلاء زیور طبع سے آراستہ ہو کر آئی تو اب صرف دو کام تھے ایک قرآن پاک کی تلاوت اور دوسرا سیر اعلام النبلاء کا مطالعہ ۔ عیادت کے لئے ایک بار حاضر ہوا تو فرمایا اب قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ صرف " سیر " کو پاس رکھ لیا ہے جس سے "ٹھرک" پورا کر لیتا ہوں ۔

معلوماتِ کتب

اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ کا ایک دوسرا اہم ذوق کتابیات تھا ۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک صحیح اور پختہ کار عالم کے اوصاف میں ایک ضروری وصف یہی کتابیات کا علم ہے ۔ یعنی اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ مثلاً فلاں موضوع پر کس کس نے لکھا ۔ اور کہاں لکھا اور وہ مطبوع ہے یا مخطوط ، اور اس کا نسخہ کہاں پایا جاتا ہے اور یہ وصف حضرت مولانا رحمہ اللہ میں ایسا کمال درجہ کا پایا جاتا تھا ۔ جس کا اعتراف اپنوں بلکہ بیگانوں کو بھی تھا ۔ حضرت مولانا زبیدی حفظہ اللہ تو تفنّنِ طبع کے طور پر فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولاناؒ تو "اہل کتاب" تھے ۔ ایک مرتبہ انہی کے شاگرد رشید جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی سے میں نے دریافت کیا کہ آپ لاہور کی لائبریریوں بالخصوص پنجاب پبلک لائبریری میں اکثر آیا جایا کرتے ہیں ۔ وہاں احادیث پاک کے متعلق بھی کوئی نادر چیز موجود ہے یا نہیں تو انہوں نے برجستہ فرمایا اس کے متعلق تم حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب سے دریافت کرو ۔ انہیں اس سلسلے میں جتنی معلومات ہیں وہ وہاں کے شاید لائبریرین حضرات کو بھی حاصل نہ ہوں ۔ کشف الظنون اور اسی موضوع کی دوسری کتب کو عموماً پیش نگاہ رکھتے اور جب کوئی نئی کتاب طبع ہو کر آتی تو اس کے مباحث کی فہرست کے ساتھ ساتھ مراجع و مصادر کی فہرست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّلین فرصت میں دیکھتے اور نادر کتابوں پر نشان لگاتے جاتے۔ اسی طرح مطالعۂ کتب کے دوران بھی کسی اہم کتاب کا ذکر آتا تو پہلے صفحہ پر اسے درج کر لیتے۔ اور اس کی تصدیق ہر وہ صاحب کر سکتے ہیں جنہوں نے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی لائبریری سے استفادہ کیا ہے۔ اسی حسن ذوق اور اس موضوع پر ان کی وسعت معلومات کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ علامہ السیوطیؒ جیسے وسیع النظر نے "زہر الربی" کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ سنن نسائی کو لکھے ہوئے چھ سو سال سے زائد طویل عرصہ گزر گیا مگر آج تک اس کی کوئی شرح یا اس کا حاشیہ نہ لکھا گیا۔ ان کے الفاظ ہیں: "منذ صنف اكثر من ستمائة سنة ولم يشتهر عليه من شرح ولا تعليق" اور انہی کی اقتداء میں بعض حنفی علماء نے بھی یہی بات کہہ دی کہ علامہ سیوطیؒ سے پہلے کسی نے اس کی شرح نہیں لکھی مگر ہمارے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنی وسیع معلومات کی بنا پر ثابت کیا کہ علامہ سیوطیؒ وغیرہ کا یہ خیال درست نہیں۔ جب کہ "نيل الابتهاج بتطريز الديباج" میں علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ الانصاری الاندلسی المعروف بابن النعمۃ المتوفی ۵۶۷ھ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

"انه صنف تاليف مفيدة جليلة منها "الامعان فی شرح سنن النسائی أبی عبدالرحمٰن" لم يتقدمه احد لمثله بلغ فيها الغاية احتفالاً واكثاراً" (مقدمہ التعلیقات السلفیہ ص ۲۹)

یعنی "علامہ ابوالحسن الاندلسی نے "الامعان فی شرح سنن النسائی ابی عبدالرحمٰن" کے نام سے ایک بڑی مفید کتاب لکھی ہے۔ ان سے پہلے کسی نے ان جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی جس میں انہوں نے بڑی تفصیل اور کثرت سے بحث کی ہے۔" علامہ محمد منیر الدمشقی نے "نموذج من الاعمال الخيرية" میں بھی اس شرح کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں اس کا ذکر نہیں کیا اور اب اس کا کوئی نسخہ بھی دستیاب نہیں۔ علامہ اندلسی کے علاوہ حافظ محمد بن علی الدمشقی المتوفی ۷۶۵ھ نے بھی سنن نسائی کی شرح لکھی۔ جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے الدرر الکامنہ (ج ۴ ص ۶۳) میں کیا ہے۔ الغرض علامہ سیوطیؒ نے بایں وسعت نظر جو دعویٰ کیا تھا اس کے برعکس حضرت مولانا رحمہ اللہ کا سنن نسائی کی دو شرحوں کا سراغ لگا لینا اس موضوع پر ان کی گہری معلومات کی بیّن دلیل ہے۔ کتابیات کے بارے میں ان کی وسعت نظر کا اندازہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصانیف کی فہرست سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے "حیات شیخ الاسلام" کے آخر میں ذکر کی ہے جس میں انہوں نے شیخ الاسلام کی چھوٹی بڑی ۵۹۰ تصانیف ذکر کر کے ان کے بارے میں ضروری معلومات جمع کر دی ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے بجا طور پر صحیح لکھا ہے کہ۔

"مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اہل علم میں سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے مہینوں کی محنت شاقہ کے بعد تصانیف امام کی ایک جامع فہرست مرتب کی اور بتایا کہ کونسی تصنیف بہ حالت موجودہ کس کس مجموعے میں شامل ہے یہ فہرست وہی صاحب مرتب کر سکتے تھے جن کی نظر امام موصوف کی تمام تصانیف پر ہوتی۔ اور وہ اسماء نہیں بلکہ مسمّی سے بھی پوری طرح آگاہ ہوتے اور مسمّی کے متعلق تحقیقی آگاہی کے بغیر اسماء غلط فہمی پیدا کر سکتے تھے جس کی مثالیں ناپید نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مولانا محمد عطاء اللہؒ نے محض تصانیف کے نام ہی مرتب نہیں کئے بلکہ یہ سراغ بھی لگایا کہ کونسی تصنیف کہاں اور کب شائع ہوئی اور یہ فہرست فن وار مرتب کی یعنی سب سے پہلے تفسیر پھر حدیث پھر فقہ و فتاویٰ پھر اصولِ فقہ، پھر عقائد و کلام، پھر اخلاص و تصوف، پھر فلسفہ و منطق پر نقد و جرح، پھر مکاتیب اور سب سے آخر میں وہ تصانیف بہ عنوان متفرقات درج کیں جنہیں کسی فن کے تابع نہیں رکھا جا سکتا تھا ....

مولانا محمد عطاء اللہ صاحب تنہا یہی کام سرانجام دے دیتے تو امام ابن تیمیہؒ کے علوم و معارف کی خدمت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔ میرے نزدیک وہ تمام اہلِ علم کی طرف سے عمومًا اور امام ابن تیمیہؒ کے عقیدت مندوں کی طرف سے خصوصًا دلی تبریک و تہنیت اور قلبی تشکر و امتنان کے مستحق ہیں ......" (مقدمہ حیات شیخ الاسلام ص۱۹)

مولانا مرحوم کے اس بیان سے اس فہرست کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ نے شیخ الاسلام کی تصانیف ہی کا نہیں بلکہ اسی سلسلے کے متعلق دیگر ایسی ضروری معلومات بھی جمع کر دی ہیں جس سے اس کا کوئی گوشہ تشنہ محسوس نہیں ہوتا۔ تمام اہلِ علم کو معلوم ہے کہ شیخ الاسلام کی معرکہ آرا کتاب "منہاج السنہ" کا اختصار انہی کے شاگرد رشید علامہ الذہبیؒ نے "المنتقیٰ من منہاج الاعتدال" کے نام سے کیا جو مطبوع ہے مگر بہت کم حضرات کو علم ہے کہ اس کا ایک اور اختصار علامہ الذہبیؒ کے معاصر حافظ صفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق البغدادی المتوفی ۷۳۹ھ نے "المطالب العوال لتقریر منہاج الاستقامۃ والاعتدال" کے نام سے دو جلدوں میں کیا جیسا کہ حضرت مولاناؒ نے ص۲۴ کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔

حرفِ آخر

حضرت مولانا کی اور بہت سی خوبیوں میں سے ایک اور بڑی خوبی جس نے مجھے ان کا گرویدہ بنایا یہ تھی کہ وہ "دفاع" کے بادشاہ تھے اور حق و صداقت کی مدافعت کا حق ادا کر دیتے تھے۔ ان کی تصانیف و تعلیقات و حواشی یا ان کے مضامین پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہیں عقیدہ توحید و صفات باری تعالیٰ کا دفاع کہیں اسلام کا، کہیں حدیث کا دفاع، کہیں صحابہ کرامؓ کا، کہیں کتبِ حدیث کا، کہیں صحیحین کا، کہیں مسلکِ سلف کا اور کہیں محدثین و ائمہ سلف کا دفاع کر رہے ہیں۔ اسی مناسبت سے مجھے قوی اُمید ہے کہ جن کی زندگی کی ساری تگ و دو اسلام، حدیث اور حاملین حدیث و سنت کے دفاع میں گزری یقینًا اللہ الغفور الرحیم نے ان کی بشری کمزوریوں کا دفاع اور مداوا خود ہی فرما کر اپنی شانِ کریمی سے یوں اعلان کر دیا ہوگا " فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی " اور جن کا عمر بھر دفاع کرتے رہے یقینًا انہی کی رفاقت نصیب کر دی ہوگی وحسن اولئک رفیقا۔ کیوں نہیں کہ اسی مہربان کا اعلان و فرمان ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل: ۹۷)

اقول قولی ھٰذا استغفر اللہ لی ولسائر المسلمین وان یلحقنا بالصالحین۔ آمین یا رب العالمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالحمید ازہر
اسلام آباد

مولانا عطاء اللہ حنیف کا ناقابلِ فراموش کارنامہ

معارف ابنِ تیمیہؒ کی نشر و اشاعت

مخدومنا حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ و قدس سرہ العزیز کے وجودِ مبارک و مسعود کو خالق ذوالکرم والجود نے گوناگوں صلاحیتوں اور فکر و عمل کی نادر روزگار استعدادوں کا مرقّع اور پیکر بنایا تھا۔ تاہم انہوں نے اپنے اختیار کردہ تسمیہ " حنیف " کی نسبت سے ان بوقلموں اوصاف میں بھی کمال یکسوئی اور یک جہتی قائم رکھی اور ان کو کتاب و سنت کی خدمت کے لئے وقف کر کے " كُلٌّ الى ذاك الجمال يشير " کی تفسیر بنا دیا۔

حیاتِ مستعار کے ایامِ معدودات میں اُنہوں نے مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔ تحریک آزادی وطن میں عملی طور پہ سہیم ہونے کے لئے اس دَور کے خارزارِ سیاست میں آبلہ پائی کی جماعت کی تنظیم کے دَورِ اوّل میں اساطینِ جماعت کے دست و بازو بلکہ دل و دماغ رہے۔ استقلالِ پاکستان کے بعد جگر لخت لخت کو پھر سے جمع کیا۔ جماعت کی از سرِ نو شیرازہ بندی اور تنظیم کا ہفت خواں طے کرنے میں مولانا داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہما اللہ کے ہر قدم پر ہمرکاب رہے۔ رحم اللہ الجمیع۔

لیکن ان مختلف النوع اُمور میں دل سوزی اور جگر کاوی کے ساتھ ساتھ میدانِ علم و تحقیق میں اس شان سے موجود و سرگرم رہے کہ اربابِ ذوق و نظر تحسین و استعجاب سے تکتے رہ گئے۔ بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس باب میں حضرت مولانا کا حصہ کمیت، کیفیت، وقعت اور افادیت کے اعتبار سے ان کے جملہ اقران سے زیادہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

علم و تحقیق کے میدان میں حضرتؒ کی ناقابلِ فراموش اور گرانقدر خدمات کی فہرست خاصی طویل ہے۔ تاہم ان سب میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست خدمت (بالخصوص التعلیقات السلفیہ) کے نام سے سنن نسائی کی شرح جس کا مطالعہ کرنے کے بعد سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ نے مولانا ممدوح کو عصرِ حاضر کا " ابن حجر " قرار دیا تھا) کے بعد ان کی نمایاں اور وقیع ترین حسنات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت سے متعلق ہیں۔ جس کے لئے برصغیر کے تمام اہلِ علم و قلم رہتی دنیا تک ان کے ممنونِ احسان رہیں گے۔

معارف ابن تیمیہؒ کی تعمیم و اشاعت کی طرف متوجہ ہونے کے لئے حضرت کو بعض نہایت ہی اہم علمی مشاریع مؤخر یا ترک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑے۔ جو طلبہ علم کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے لیکن اگر معارف ابن تیمیہؒ کی تدوین و ترتیب نہ ہو پاتی تو یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہوتا۔ حضرت نے جب اس مشروع کو ترجیحی بنیادوں پر مکمل کرنے کا عزم کیا تو یقیناً ان کے سامنے امام اہل سُنّت احمد بن حنبلؒ کا طرز عمل تھا۔ جب اُنہوں نے سفیان بن عیینہ کی مجلس تحدیث کی بجائے امام شافعیؒ کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو رُفقاء کے استفسار پر فرمایا، "روایت اگر سندِ عالی کے ساتھ نہ ملی تو سند نازل کے ساتھ مل ہی جائے گی۔ لیکن اگر "اس جوان" کی بصیرت افروز باتیں نہ سُن سکا جن سے کتاب و سُنّت کے فہم کے دروازے کھلتے ہیں تو قلب و نظر کو جلا بخشنے کا سامان کہاں پاؤں گا"[1]

چنانچہ مولانا نے تعلیق و تخریج کے بہت سے کام اپنے تلامذہ کے سپرد فرمائے[2] اور خود معارف ابن تیمیہؒ کی نشر و اشاعت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے کہ ع

دگر دانائے راز آید کہ ناید

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے حضرت کی والہانہ عقیدت اور ان کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت کے ساتھ جنون کی حد تک شغف اس لئے تھا کہ شیخ الاسلام ایک شخصیت نہیں، قرونِ وسطی میں قرنِ اول کے ٹھیٹھ اور خالص اسلام کے سمبل SYMBAL اور علامت، اس کی طرف رجُوع کی پُرجوش دعوت بلکہ ہمہ جہت اور ہمہ گیر تحریک سے عبارت تھے۔ جنہیں حافظ البرزالی، ابوالحجاج المزی اور شمس الدین ذہبیؒ جیسے اعاظم علماء اور نقاد و رجال، شیخ المصلحین، ملاذ المجددین، سند الکاملین، امام العارفین، وارث الانبیاء اور قدوۃ الاولیاء جیسے پُرشکوہ القاب سے یاد کرتے ہیں اور زمانہ گواہی دیتا ہے کہ ان پُرشکوہ الفاظ کی عباہائے معانی شیخ الاسلام کے پیکرِ ذات سے اس طرح مطابقت رکھتے ہیں کہ گویا

خلعتے بود کہ برقامتِ او دوختہ بود

شیخ الاسلام نے اس دورِ پُرآشوب میں آنکھ کھولی۔ جب تاتاری قبائے خلافت کو تار تار اور دارالاسلام بغداد کو تاراج کر چکنے کے بعد خرمنِ امن کو آگ لگائے ہوئے تھے اور "مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ" کی تفسیر بنے ہوئے تھے۔ لیکن یہی ایک مصیبت نہ تھی بلکہ بلاؤں کا ایک غول عالمِ اسلام کو اپنے منحوس پنجوں میں لئے ہوئے تھا۔

---

[1] امام احمدؒ کے الفاظ یہ تھے۔ اسکت، انک ان فاتک حدیث بعلو وجدته بنزول، وان فاتک عقل هذا الفتى اخاف ان لاتجده ما رأيت احدا افقه فى كتاب الله من هذا الفتى۔

[2] مثلاً ڈپٹی احمد حسنؒ دہلوی مصنف 'احسن التفاسیر' کی تصنیف لطیف "تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ" کی طباعت حضرت کی دیرینہ آرزو تھی۔ بحمد اللہ ان کے زیر نگرانی اور ان کے حسب ہدایت مولانا قاری نعیم الحق رحمہ اللہ اور محقق شہیر مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی شبانہ روز محنت اور عرق ریزی رنگ لائی اور یہ گراں قدر کتاب طلاب علم کی نظر فروزی کا ذریعہ بنی۔ جزی اللہ مؤلفہ وکاتبہ وکل من سعی فیہ خیر الجزاء۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کی نظریاتی اساس، بنیادی عقائد پر یونانی فلسفہ کے تیشہ کی تیزی آزمائی جا رہی تھی۔ متکلمین جو بزعم خویش فلاسفہ کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں کے مماثل ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلے تھے۔ غیر شعوری طور پر ان کے حلقہ بگوش بن چکے تھے اور خرد کی گتھیاں سلجھانے کے نام پر اسلام کے ٹھیٹھ اور سادہ عقائد کو چیستان بنا چکے تھے۔ ان کے برخود غلط مفروضات نے دین کے مسلّمہ اصولوں کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔

یونانی و عجمی تاثر سے درآنے والے بدعی عقائد کو "افکار المتقدمین والمتأخرین"[1] اور ذات باری تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال وجلال سے مجرد ثابت کرنے کو "اساس التقدیس"[2] باور کرایا جا رہا تھا۔

فقہاء نے فروع کی کتابوں کو اصول کا درجہ دے دیا تھا اور كل حزب بما لديهم فرحون کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ مکاتبِ فکر مذہب و ملت کا روپ اختیار کر چکے تھے۔ اپنے "مذہب" کے سوا کسی دوسرے کی دلیل پر غور کرنے کو ارتداد کے برابر جرم سمجھا جانے لگا تھا۔

علمِ اصولِ فقہ، اسلامی فقہ کے اصول و مصادر سے استفادہ کا ممد و معاون بننے کی بجائے یونانی منطق اور کلامی مباحث کا ملغوبہ بن کر رہ گیا تھا۔

اہلِ تصوّف، صدق و صفا کا درس دینے کی بجائے فسانہ ہائے کرامات سے عوام الناس کے قلوب و اذہان کو مکدر اور پراگندہ کرنے پر تُلے بیٹھے تھے اور ذکر و فنا کے نام پر خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے جوش میں ہوش کھو چکے تھے۔

طوائف الملوکی زوروں پر تھی، سلاطین اصلاح ملک و رعایا کی بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی لگن میں مگن تھے۔

صلیبی اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے عقائد کی نشر و اشاعت اور اپنے تمدن کی ترویج کی کوششوں کا حوصلہ پا چکے تھے۔

ارباب رفض و تشیع بھی انارکی کی اس فضاء کو غنیمت سمجھ کر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل تھے۔

ایسے مہیب دَور اور حوصلہ شکن حالات میں اگر کوئی شخص ان جملہ امراض مزمنہ میں سے کسی ایک کا بھی دارو درمان کر سکتا تو بلاشبہ اس اعزاز کا مستحق ہوتا کہ کلاہ تجدید اس کے سر پر سجا دی جائے۔

ان داخلی و خارجی فتن اور فکر و عقیدہ کے قیامت خیز انتشار میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ یکہ و تنہا شمشیر و سناں اور قلم و زبان کے ساتھ ان تاریکیوں کے تمام لشکروں کے سامنے اس شان سے مبارزت طلب ہوئے کہ دیکھنے والے بے اختیار پکار اُٹھے:

قَامَ ابنُ تيميةٍ فِي نَصرِ شِرعَتِنا ... مَقَامَ سَيِّدِ تَيمٍ إِذ عَصَت مُضَرُ

فَأَظهَرَ الحَقَّ إِذ آثَارُهُ دَرَسَت ... وَأَخمَدَ الشَّرَّ إِذ طَارَت لَهُ شَرَرُ

۱-۲- فخر الدین رازی کی مؤلفات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" ابن تیمیہؒ دینِ حنیف کی نصرت میں اسی طرح کھڑے ہوئے جس طرح کہ فتنۂ ارتداد کے مقابلہ میں سید بنی تیم حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے تھے۔
انہوں نے حق کو غالب کرکے چھوڑا جب کہ اس کی نشانیاں مٹنے کے قریب تھیں۔ اور انہوں نے شرک کی آگ فرو کرڈالی جب کہ اُس کے شرارے اُڑ رہے تھے۔"

شیخ الاسلامؒ نے ان فتنوں کا مقابلہ ہی نہیں کیا بلکہ ایک ایک کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ اہلِ حرم کے سومنات کو توڑا۔ اور اُسوۂ خلیل علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے اس دَور کے صنم کدہ کے ایک ایک بُت کو پاش پاش کردیا۔
حافظ ابن القیمؒ اس معرکہ کی چشم دید روداد اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

و اذا أردت ترى مصارع من خلا
من امة التعطيل والكفران
و تراهم أسرى حقير شأنهم
ايديهم غلت الى الاذقان
و تراهم تحت الرماح دريئة
مافيهم من فارس طعان
و تراهم تحت السيوف تنوشهم
من عن شمائلهم و عن ايمان
و تراهم والله ضحكة ساخر
و لطالما سخروا من الايمان
فاقرأ تصانيف الامام حقيقة
شيخ الوجود العالم الربانى
اعنى ابا العباس احمد ذالك
البحر المحيط بسائر الخلجان

(الكافية الشافية ـ ص ۱۶۳)

اگر تمہاری خواہش ہے کہ اہلِ کفر و تعطیل کے کُشتوں کے پُشتے دیکھو۔
اور اگر تم ان کے بڑے لشکریوں کو ذلیل و خوار، زنجیروں میں جکڑے دیکھنا چاہتے ہو۔
اور انہیں اہلِ اسلام کے نیزوں کی انیوں کے سامنے لاچار پڑے دیکھنے کی تمنّا رکھتے ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دائیں بائیں اہل حق کی شمشیروں کا نخچیر دیکھنا چاہتے ہو۔

اور ایمان اور اہل ایمان کا مذاق اُڑانے والوں کو خود تماشا بنے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو

تو امام برحق شیخ الوجود عالم ربانی ابوالعباس احمد ابن تیمیہؒ کی تصانیف

کا مطالعہ کرو وہی بحرِ بے کراں جو سب دریاؤں کا محیط ہے۔

- شیخ الاسلام فتنۂ تاتار کے سامنے سربکف میدان میں آئے۔ اُمراء وسلاطین کو شیرو شکر کیا اور موعظت و تذکیر سے غیرت و حمیّت دلا کر بنیانِ مرصوص بنایا اور تاتاریوں کے سیل یاجوج ماجوج کے سامنے سدِ سکندری کی طرح کھڑا کر دیا۔
- وارفتگانِ فلسفۂ یونان کو براہینِ ساطعہ سے دکھایا کہ جن مقدمات کو وہ دلائلِ قطعیہ باور کئے بیٹھے ہیں اوہام کے تارِ عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔
- دلدادگانِ علمِ کلام کو باور کرایا کہ ان کے استدلال کے پائے چوبیں و بے تمکین میں ضعفِ یقین کا علاج نہیں ہے ورنہ ان کے سر بجیب اسلاف تشکیک وارتیاب کی وادیوں میں بھٹکتے نہ پھرتے۔ ایقان وطمانیتِ قلب کا سامان اس نسخۂ کیمیا میں ہے جو ہادئ برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔
- فلسفہ ومنطق پر تنقید کرتے ہوئے عدیم النظیر اعتدال برقرار رکھا۔ بعض جذباتی نقادوں کی طرح عقل وحواس پر عدم اعتماد کا درس نہیں دیا۔ بلکہ ثابت کیا کہ صحیح معقول اور صریح معقول کے مابین تعارض ممکن ومتصور ہی نہیں ہے۔
- اصولِ فقہ کو منطقِ یونان اور علمِ کلام کی لاطائل بھول بھلیوں سے نکال کر "القواعد النورانیہ" بنا دیا۔ جن کی ضوء میں استنباط واجتہاد کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

تقلید کے خوگر علماء کو فقہ مذاہب کی تنگنائے سے نکال کر کتاب وسُنّت کے چشمۂ صافی سے براہِ راست مستفید و مستنیر ہونے کی لذّت سے آشنا کیا۔

- فلسفۂ اشراق کی وضع کردہ ورزشوں اور شعبدہ طرازیوں میں مست مئے پندار صوفیوں کو "منازل ایاك نعبد وایاك نستعین" دکھا کر مدارج السالکین پر سائر و گامزن کیا۔
- "القول الصحیح" کے ذریعہ نصاریٰ پر واضح کیا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام اسلام کے پیغامبر تھے۔ ان کے حقیقی اتباع ان کی پاکیزہ تعلیمات کو سر آنکھوں پر رکھنے والے مسلمان ہیں۔ ان میں تحریف وتبدیل کرنے والے نصرانی نہیں۔
- اس کے ساتھ ساتھ "اقتضاء الصراط المستقیم" تالیف فرما کر رومی تہذیب کی یلغار کے سامنے اسلامی غیرت و حمیت کا بند باندھ دیا۔

مختصر یہ کہ اسلام کی اساس عقیدۂ توحید سے لے کر تہذیب ومعاشرت کے اخلاق وآداب تک جملہ اسلامی تعلیمات کو اس طرح اجاگر کیا کہ دینِ حنیف کا ایک ایک نقش واضح اور متمیز ہو کر سامنے آگیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ سب کچھ قرونِ وسطیٰ میں مروّج مناظرانہ طریق پر نہیں بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق داعیانہ انداز میں انجام دیا۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی صعوبت بھی انہیں جادۂ دعوت وعزیمت سے سرمو باز نہ کرسکی۔ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما۔

انہیں خصائص کی بدولت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مجددین اُمت کی صف میں بھی ممتاز مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں تاریخِ اسلام پر علامہ شبلی سے بڑھ کر وسیع وعمیق نظر کس کی ہوگی۔ ان کا قلمِ تحقیق رقم شیخ الاسلام کے مجددانہ کارناموں کی تقسیم اس طرح کرتا ہے۔

" اسلام میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں عُلماء، فضلاء، مجتہدین، ائمہ فن اور مدبرین گزرے لیکن مجدد بہت کم پیدا ہوئے۔ مجدد کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں۔

۱۔ مذہب، علم یا سیاست میں کوئی مفید انقلاب برپا کردے۔

۲۔ جو خیال اس کے دل میں آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو۔

۳۔ جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو۔ سرفروشی کی ہو۔

تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابوحنیفہؒ، امام غزالیؒ، امام رازیؒ، شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس دائرہ میں آسکتے ہیں۔ لیکن جو شخص رِفارمر (مجدد) کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔ مجددیت کی اصلی خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔" (مقالاتِ شبلیؒ، ج ۵)

علم وعمل کا یہ خورشیدِ تاباں، آسمانِ تجدید کا ماہِ درخشاں اور تاریخِ دعوت وعزیمت کا کوکبِ ضوفشاں، روشن تعلیمات کا ورثہ چھوڑتے ہوئے قلعۂ دمشق میں غروب ہوگیا۔

موت التقی حیاۃ لا انقطاع لھا
قد مات قوم وھم فی الناس أحیاء

اس آیۃ من آیات اللہ، حجۃ قائمۃ من حجج اللہ، محی السنۃ، ماحی البدعۃ، شیخ المصلحین، ملاذ المجددین، سند الکاملین، امام العارفین، وارث الانبیاء، قدوۃ الاولیاء، شیخ الاسلام جیسی جامع الکمالات شخصیت کے علوم ومعارف پر مطلع ہوکر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ جیسے صاحبِ دل اور فنا فی الکتاب والسنۃ کا نقدِ دل ہار جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ؎

من نہ آنم کہ بہ ہر شیوہ دل از دست دہم
لیک باآں نگہ حوصلہ فرسا چہ کنم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برِصغیر پاک و ہند میں معارف ابنِ تیمیہؒ کا ورودِ مسعود

یوں تو تاریخ دعوت و عزیمت کا ہر ورق غریب و سادہ و رنگین ہے۔ لیکن اس کا یہ پہلو بہت ہی تعجب خیز ہے کہ ہر دور کے جبار و عنید نے مُصلح وقت کے افکار کو محدود و بے اثر کرنے کے لئے اپنی تمام قوت صرف کر دی لیکن اس روشنی کو محصور کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ؕ

شیخ الاسلام کو قلعۂ دمشق میں حوالۂ زنداں کرنے سے معاندین و حاسدین کا مقصود تو یہ تھا کہ ان کے معارف کو پابہ زنجیر کر دیں۔ لیکن یہ روشنی پھیلتی ہی چلی گئی اور ان کا چرچا ان کی حیاتِ طیبہ ہی میں جزیرہ نمائے پاک و ہند کے اطراف و اکناف تک پہنچ چکا تھا۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ۔

ان کے افکار کے حامی و پُرجوش داعی شیخ شمس الدین الحریری (جو مصر میں احناف کے قاضی تھے۔ اور انہیں شیخ الاسلام کی حمایت کی پاداش میں منصب سے معزول کر دیا گیا تھا) علاؤالدین خلجی کے عہدِ حکومت میں احیائے سنّت کا جذبہ لیئے واردِ ہند ہوئے لیکن سُلطانِ دہلی کے تدین اور اخلاق کی زبوں حالی کے زبان زدِ عام چرچے سُن کر بد دل ہوئے۔ اور ملتان ہی سے واپس ہو گئے۔

سُلطان محمد تغلق کے دورِ حکومت میں مشہور سیاح ابن بطوطہ ۷۳۴ھ میں دہلی آیا تو شیخ الاسلام کے ایک تلمیذ شیخ عبدالعزیز اردبیلی عوام و خواص میں توقیر و مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔ سلطان ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کی مرویات سن کر ایک لاکھ اشرفی بمع طلائی طشت کے ان کی خدمت میں پیش کی۔

شیخ الاسلام ہی کے ایک اور فیض یافتہ علم الدین نبیرۂ شیخ بہاؤالدین زکریا بھی دربارِ دہلی میں خاصا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔

سُلطان محمد تغلق اور ان کے بعد فیروز شاہ تغلق کے عہد میں جو دینی اصلاحات ہوئیں۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے انہی تلامذہ کے مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ تھیں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

سلطان محمد تغلق کے متعلق عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ کان شدیدا فی اقامۃ الصّلوٰۃ آمرا بملازمتها فی الجماعات یعاقب علی ترکها اشد العقاب ولقد قتل فی یوم واحد تسعۃ نفر علی ترکها ۔ وکان احد هم مغنیا۔

وأمر ان یطلب النّاس بعلم فرائض الوضوء، والصّلوٰۃ، وشروط الاسلام، فکانوا یسئلون عن ذالك ۔ فمن لم یحسنه عوقب وصار النّاس یتدارسون ذالك (رحلۃ ابن بطوطہ)

"سلطان نماز کے معاملہ میں بڑا سخت گیر تھا۔ اُس کا حکم تھا کہ نماز باجماعت ادا کی جائے۔ اور ترکِ نماز پر سخت سزا دیا کرتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ایک ہی دن میں نماز ترک کرنے کے جرم میں نو آدمی قتل ہوئے ان میں ایک گلوکار بھی تھا۔
اس کا حکم تھا کہ لوگ اسلام کے بنیادی عقائد، وضوء، نماز کے فرائض سیکھیں۔ لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا جاتا تھا۔ جسے درست جواب نہ آتا سزا پاتا۔ چنانچہ لوگ خوب سیکھنے سکھانے لگے۔"

سلطان کو ازالۂ بدعات اور اوہام پرستی کے قلع قمع پر آمادہ کرنے میں بھی انہی حضرات کی تربیت و ترغیب کا دخل تھا۔
بعد کے ادوار میں شیخ الاسلام کے مخالفین سرگرم ہوئے۔ ان کی شخصیت اور افکار کو ان کی کتب کی غیر موجودگی میں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ حجاز مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے تو وہاں کے علماء سے استفادہ کا موقع ملا۔ حرمین کے فیوض میں سے یہ بھی تھا کہ
شیخ الاسلام کی بعض کتابوں تک رسائی میسر آئی۔ چنانچہ واپسی پر انہوں نے برصغیر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا۔ اپنے ایک تلمیذ کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں۔

وكذلك ابن تيمية فانا قد تحققنا من حاله انه عالم بكتاب الله ومعانيه اللغوية والشرعية وحافظ لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وآثار السلف عارف بمعانيه اللغوية والشرعية، استاذ في النحو واللغة، محرر لمذهب الحنابلة فروعه، واصوله فائق في الذكاء، ذولسان وبلاغة في الذب عن عقيدة اهل السنة لم يؤثر عنه فسق ولا بدعة اللهم الا هذه الامور التي ضيق عليه لاجلها وليس شئ منها الا ومعه دليله من الكتاب والسنة وآثار السلف ومن يطيق ان يلحق شأوه في تحريره وتقريره؟ والذين ضيقوا عليه ما بلغوا معشار ما آتاه الله تعالىٰ (مکتوبات شاہ ولی اللہ)

(بہت سے علماء پر بے سر و پا الزام لگائے گئے۔ یہی ابن تیمیہؒ کے ساتھ ہوا۔ ہم نے ان کے احوال کے متعلق تحقیق کی ہے۔ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ کتاب اللہ کے عالم اور حدیث کے حافظ تھے۔ کتاب و سنت اور آثار سلف کے لغوی و شرعی معانی کے علم و معرفت سے مالا مال اور نحو و لغت کے امام تھے۔ حنبلی مذہب کے اصول و فروع کے تنقیح کنندہ محقق ذہانت میں فائق، عقیدۂ اہل سنت کے دفاع میں زبان آور بلیغ، عمل میں فسق اور عقیدہ میں بدعت نام کی چیز سے بالکل مبرا چند ایک مسائل میں انہیں خواہ مخواہ تنگ کیا گیا۔ حالانکہ ان میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں ان کے پاس قرآن، حدیث اور آثار سلف سے دلائل نہ ہوں۔ تقریر و تحریر میں ان کے مقام و منزلت کو چھونا کسی کے بس میں نہیں۔ انہیں تنگ کرنے والے فقہاء علم میں شیخ کے عشر عشیر بھی نہ تھے۔)

حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی اور انقلابی نگارشات پر نگاہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ الانصاف اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجۃ اللہ البالغہ کے جن مباحث نے شاہ صاحب کو مجددینِ اُمّت کی صف میں لا کھڑا کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے افادات پر مشتمل ہیں۔ اور "البلاغ المبین" تو اقتضاء الصراط المستقیم" کے طویل اقتباسات سے مرصّع ہے۔

حجۃ الہند شاہ ولی اللہؒ کو اللہ تعالیٰ نے برصغیر میں کماحقہٗ مقبولیت سے نوازا۔ خود ان کا الہامی قول ہے۔

الهمنی ربی انا جعلناك امام هذه الطريقة وسددنا طرق الوصول الی حقيقة القرب كلها غير الطريقة الواحد وهو محبتك والانقياد لك۔

"ہم نے تمہیں مقامِ امامت پر فائز کیا ہے۔ اور تمہاری محبّت و اطاعت کو اپنے قرب کا ذریعہ بنا دیا ہے۔"

چنانچہ برصغیر میں موجود تمام دینی گروہوں کے لئے ان کی طرف انتساب و استناد دینی و اجتماعی ضرورت بن کر رہ گیا۔ ایسا گروہ بھی ان کی اطاعت کا دَم بھرتا نظر آتا ہے جو "البلاغ المبین" کو ان کی تالیف ہی تسلیم نہیں کرتا۔

ایک گروہ نے عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم روش اختیار کئے رکھی۔ وہ اپنے آپ کو قابلِ قبول بنانے کے لئے شاہ ولی اللہ کا نام لینے پر مجبور بلکہ بظاہر ان سے علمی و مسلکی انتساب پر فخور ہے۔ مصر کے مشہور عالم سیّد رشید رضا ہندوستان کے دورہ پر آئے اور ان کی مرکزی درس گاہ کے اس وقت کے شیخ الحدیث تعارف کرانے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہیں یہ کہتے

ان عصابتنا هذه عصابة علی طريقة قديمة ليست بحديثة۔ اسنادنا فی الدين متصل بالصدر الكبير والبدر المنير والامام الشهير الشيخ الاجل ولی الله ابن عبدالرحيم الفاروقی الدهلوی (دار العلوم دیوبند نمبر ص ۲۳۰)

"ہماری یہ جماعت قدیم طریقہ پر کاربند ہے یہ نئی جماعت نہیں، دینی مسائل میں ہماری اسناد صدر کبیر، بدر منیر امام شہیر شیخ اجل شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ متصل و مربوط ہے۔"

اس قسم کے ادعاءات پر پابندی لگانا مشکل ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ یہ عصابہ تقلیدِ شخصی کا جُوا اتارنے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے فرامین کو "عقد الجید" بنانے پر کبھی آمادہ نہیں ہوا۔ نہ اس تقدس مآب عصابہ کو مسائل الخلاف میں "الانصاف" کی راہ اختیار کرنے کی توفیق ہُوئی۔ حضرت حجۃ الہندؒ کے مجددانہ و مصلحانہ افکار، فقہی رجحانات اور سیاسی میدان میں ان کی ترجیحات سے تباین کے سوا کوئی نسبت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ وہی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جنہیں شاہ صاحب نے علاّمہ، حافظ السنۃ، عزیز الوجود کے القاب سے یاد فرمایا اور جن کے افکار و معارف سے اقتباسِ نور کرکے شاہ ولی اللہ حجۃ الہند اور حکیم الاُمّت بنے۔ ان شیخ الحدیث صاحب کی نظر میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھنے کے بھی قابل نہ تھے۔ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۹۱)

معلوم ہے کہ نظریات و عقائد کے باب میں اصل رشتہ اتّباع ہے۔ ورنہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست۔ وصدق اللہ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ (آل عمران ۶۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" بلا شبہ ابراہیم (علیہ السلام) کے قریب ترین تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی "

بحمداللہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو شاہ ولی اللہ کے افکار و معارف کا امین و نقیب بنا رہا۔ وہی تھا جس نے حضرت شاہ صاحب کی برپا کردہ تحریکِ آزادیٔ فکر کی آبیاری کی۔ اصلاحِ معاشرہ اور اقامتِ امامتِ کبریٰ کے لئے جہاد کی علمبرداری کا شرف پایا اور اس راہ میں اپنوں اور بیگانوں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنا رہا۔

ہمارے ممدوح حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھی اسی طائفۂ منصورہ کے گوہر شب چراغ تھے۔ آپ کے جملہ شیوخ رحمہم اللہ تعالےٰ ولی اللٰہی تحریک کے واسطہ سے شیخ الاسلامؒ سے ارادت رکھتے تھے۔ خاص طور پر حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ تو معارف ابن تیمیہؒ کے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے حلقۂ درس میں بیٹھنے کا شرف رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ان کی مجلس درس ابن تیمیہؒ کے ذکر سے خالی نہ ہوتی۔ تصانیفِ ابنِ تیمیہؒ میں سے طویل اقتباس ان کی نوکِ زبان پر رہتے تھے۔

حضرت مولاناؒ نے جس دَور میں میدانِ عمل میں قدم رکھا وہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے دَور سے بہت مماثلت رکھتا تھا۔ فرنگی استعمار کا دیوِ استبداد اُمّتِ مسلمہ کے سینہ میں پنجے گاڑے ہوئے تھا۔ دوسری طرف بے شمار علمی اور عملی فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ نیچری فتنہ، اعتزال کے احیاء کا بیڑہ اٹھائے تھے۔ فقہی مکاتبِ فکر، میدانِ تالیف و مناظرہ میں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء تھے۔ شبلیؒ جیسے اصحابِ علم وقلم کی صلاحیتیں فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں حنفی موقف کی تائید میں صرف ہو رہی تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے مکتبِ فکر اور تحریکِ تجدید و احیائے دین کے حقیقی وارثوں سے تلمذ و استفادہ کی بدولت، استعمار کے خلاف جذبۂ جہاد، اصلاحِ اعمال و عقائدِ اُمّت کے لئے جدّ و جہد، فکر و نظر کے نام پر تراشے گئے۔ علمِ کلام جدید کے لات و منات کی سرکوبی مولانا کے خمیر میں تھی۔ اُمّت کی زبوں حالی پر خاموش بیٹھے رہنا ان کے بس میں ہی نہ تھا۔ دگرگوں حالات میں کچھ کرنے کے ارادے سے ابن تیمیہؒ کی تصانیف پر نظر ڈالی تو بے اختیار پکار اٹھے ؎

خدا چو صورت ابروئے دلربائے تو بست

کشاد کار من اندر کرشمہائے تو بست

اور ان پر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے اس قول کی حقیقت آشکار ہوئی کہ:۔ " ملّتِ اسلامیہ کے تمام امراض جدیدہ و مزمنہ کا تریاق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے معارف میں ہے " (تذکرہ از آزاد)

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھی ان سے تعلقِ خاطر رکھتے تھے۔ انہی کے قافلۂ سخت جان کے وفا کیش فرد تھے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا آزاد کے بتائے ہوئے نشانِ منزل کی مدد سے بڑی حد تک گنجِ مقصود پا کر دم لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولاناؒ کی خدمات کی نوعیّت اور اُس کا دائرہ

اس باب میں مولانا کی مساعی جمیلہ کو ہم تین انواع میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

اولاً:۔ شیخ الاسلام کی تصانیف کی طباعت اور نشرواشاعت کا اہتمام۔

مولانا کے زیرادارت "المکتبۃ السلفیہ" لاہور نے وسائل کی قلت کے علی الرغم انتہائی وقیع کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ شیخ الاسلام کی مؤلفات تو مستقل لائبریری میں تمام کی طباعت کا اہتمام تو شاید مادی وسائل سے مالا مال نشریاتی اداروں کے لئے بھی ممکن نہ ہو۔ مولانا نے تین کتابوں کی اشاعت فرمائی جو ان کے حسن انتخاب کی واضح دلیل ہیں۔

۱۔ **اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم:**۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنی تشکیل کے دن سے تہذیبِ فرنگ کے دلدادگان کے نرغے میں تھا۔ دوسری طرف اہلِ بدعت نے یہود و ہنود کی بہت سی رسمیں مقدس ناموں کے ساتھ دین و معاشرت میں داخل کردی تھیں۔ ان دونوں طبقوں کے شعوری اور غیر شعوری گٹھ جوڑ نے دینِ اسلام کا تصوّر بہت سے اذہان میں مسخ کرکے رکھ دیا تھا۔

اس صورتِ حال میں مولانا حنیفؒ نے شیخ الاسلام کی یہ عظیم الشان کتاب نشر فرمائی۔ جو ایک طرف اسلامی غیرت و حمیّت پیدا کرتی ہے اور دوسری طرف اسلامی عقائد و تہذیب کا جارحانہ دفاع کرتی ہے۔ یہ کتاب بلادِ عربیہ میں کئی بار طبع ہوئی لیکن برصغیر کے عام علماء و طلبہ کی دسترس سے باہر تھی۔ مولانا نے اس کی طباعت کا اہتمام کرکے علماءِ حق کو تہذیبِ اسلامی کا دفاع کرنے کے لئے ناقابلِ تسخیر دلائل سے مسلح کردیا۔

۲۔ **الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطن:**۔ عالمِ اسلام کے دیگر حصوں کی طرح برصغیر میں بھی غالی حضرات اولیائے کرامؒ کا نام لے کر اور فسانہ ہائے کرامات سنا سنا کر عوام کی عقیدت کا استحصال کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ یہ کتاب اسی فسوں کے لئے دوائے شافی و کافی کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ **منهاج السنة النبوية فی نقض کلام الشيعة والقدرية:**۔ اہلِ رفض و تشیع کے فتنے عہدِ فرنگ میں بھی کچھ کم نہ تھے۔ لیکن استقلالِ پاکستان کے بعد انہیں بال و پر نکالنے کے مزید مواقع میسر آگئے۔

شیخ الاسلامؒ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر دائرۃ المعارف کی حیثیت کی حامل ہے۔ مزید برآں اس کا اسلوب ایسا جذاب و سیال ہے کہ اس کا بغور مطالعہ متعصب و غالی شیعہ کو راہِ شذوذ ترک کرکے اُمّتِ اسلامیہ کے دھارے میں واپس لاسکتا ہے۔

مولانا کو اشاعت کے لئے اس کے قدیم نسخہ پر اکتفا کرنا پڑا کہ اس وقت یہی میسر تھا۔ تاہم اس کے ساتھ ہی ابن مطہر علی کی "منهاج الکرامة" بھی شائع فرمادی جس کے جواب میں شیخ الاسلام نے منهاج السنّہ تالیف فرمائی تھی۔ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آنے سے موازنہ کرنا آسان ہوا اور کتاب کی افادیت میں کئی چند اضافہ ہوا۔ نیز شیخ الاسلام کے بعض سیرت نگاروں (مثلاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسف کوکن عمریؒ۔ امام ابن تیمیہؒ ص۔) کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوتا ہے جنہوں نے "منہاج الکرامہ" کا لب و لہجہ دیکھے پڑھے بغیر ہی منہاج السنّۃ میں شیخ الاسلام کے اسلوب کو شدت و حدّت سے متصف ٹھہرا دیا۔

ثانیاً۔ شیخ الاسلامؒ کی کتب کے تراجم کی اشاعت

شیخ الاسلامؒ کے علوم و معارف کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لئے ان کی بعض مولّفات کے تراجم برصغیر میں سب سے زیادہ سمجھی جانے والی زبان اُردو میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ حضرت مولانا نے اس غرض سے تین مختصر کتابچے شائع کئے جو ان کے حُسنِ انتخاب کی داد پا رہے ہیں۔

۱۔ **مقدمہ اصولِ التفسیر**:۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ علوم و معارفِ قرآن کے بحرِ بے کراں تھے۔ یہ رسالہ ان کے وسیع مطالعہ کا حاصل ہے۔ علامۂ شام الشیخ راغب الطباخ جیسے وسیع المطالعہ شخص کی نظر میں امام موصوف کی یہ تالیف مختصر ہونے کے علی الرغم اپنے باب میں جامع ترین اور مفید ترین ہے (الثقافۃ الاسلامیہ۔ ص ۱۰۰)

اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی عظیم الشّان تفسیر کے مقدّمہ میں اسے کامل طور پر نقل کرنا ضروری سمجھا۔

اس مختصر رسالہ میں شیخ الاسلام نے بہترین کتبِ تفسیر کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ سلفِ اُمّت کا فہمِ قرآن کا منہج جامعیت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تفسیر کے مشکل مقامات کے حل کی کلید عطا فرما دی ہے۔

یہ کام اس بصیرت افروز انداز میں کیا ہے کہ بغور مطالعہ کرنے سے صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

برصغیر میں استعمار کے زیر اثر پنپنے والے فتنوں میں سے ایک فتنہ تفسیر بالرأی بھی تھا۔ کچھ افراد نے عربی دانی کے غرّہ میں سنن و آثار کو پسِ پشت ڈالا اور "سبع معلقات" کی روشنی میں "تفسیر" کرنے کا نام "تدبّرِ قرآن" رکھ لیا۔ اور بعض نے جدید علمِ کلام کی تشکیل کے شوق میں قرآن کو بازیچہ بنا ڈالا۔ کئی قسم کی تفاسیر اُردو زبان میں شائع اور رائج ہو چکی تھیں۔

حضرت مولاناؒ نے یہ رسالہ شائع فرما کر اصل زیغ و زلل کی تفاسیر پر مفصّل اُردو میں لکھنے کی ضرورت کافی حد تک پوری فرما دی ہے۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے سلیس اور رواں ترجمہ کے ساتھ مولاناؒ کی مختصر اور جامع تعلیقات و حواشی نے اسے عام فہم اور مفید عوام و خواص بنا دیا ہے۔

۲۔ **الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطٰن** کا شستہ اور رواں دواں اُردو ترجمہ شائع فرما کر افادۂ عوام کی سبیل نکالی۔

۳۔ **افاداتِ ابنِ تیمیہؒ**:۔ شیخ الاسلام کے مختصر لیکن انتہائی مفید و وقیع آٹھ رسالوں کے اُردو ترجمہ پر مشتمل ہے، جن میں، زیارت بیت المقدس، قضاء و قدر، الوصیۃ الکبریٰ شامل ہیں۔

سیرت نگاری۔ قرونِ وسطیٰ کی اسلامی شخصیات میں سے شیخ الاسلام کے متعلق سب سے زیادہ لکھا گیا ہے۔ کتب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ و تراجم کے ہزاروں صفحات پر ان کے حالات و واقعات پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی سیرت اور دعوت کے متعلق مستقل مولفات کی تعداد بھی دسیوں سے متجاوز ہے۔ لیکن ان کی سیرت پر ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی جاتی رہی جو ان کی شخصیت کی مکمل تصویر پیش کرتی ہو۔ جس میں ایک طرف ان کے ذاتی محاسن، اخلاق و عادات، زہد و اتقاء، دعوت و جہاد میں استقامت کی جھلک ہو تو دوسری طرف ان کے علوم و معارف اور ان کی تحریک احیاء دین کے خدوخال بھی واضح کرے کہ ع

یارِ ما ایں دارد و آں نیز ہم

معاصرین میں سے شیخ محمد ابوزہرہ کی کتاب ابن تیمیہؒ، حیاتہ و عصرہ، آراؤہ و فقہہ" غالباً اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی۔ لیکن وہ اپنی تمام وسعت علم اور دقت نظر کے باوصف اشعری ماحول کے پروردہ اور غزالی مکتب فکر سے متأثر ہونے کے سبب علوم و افکار ابن تیمیہؒ کے بعض انتہائی اہم بلکہ اساسی اجزاء کی توضیح سے قاصر رہے وَمَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ۔

یہ تو عربی زبان میں اس ذخیرہ کا حال تھا۔ اُردو کا مسئلہ اس سے بھی عجیب تھا۔ علامہ شبلی غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے برصغیر کے تعلیم یافتہ طبقہ کو اس فقید المثال امام و مصلح سے متعارف کروایا۔ جولائی ۱۹۰۸ء کے "الندوہ" میں ایک مضمون لکھا جس میں شیخ الاسلام کو سب سے بڑا مجدد اور ریفارمر ثابت کیا۔ ان کے بعد مولانا ابوالکلام نے سیال اور جادو سے جلال رقم، قلم سے مقام دعوت و عزیمت کی تشریح کرتے ہوئے امام موصوف کی جلالت شان اور عظمت و منزلت اس جامعیت اور والہانہ انداز میں بیان کی کہ برصغیر کے عوام و خواص میں شیخ الاسلام کی ذات کے ساتھ ایک طرح کی گرویدگی اور شیفتگی پیدا ہو گئی لیکن یہ ساری عقیدت ایک طرح سے غائبانہ تھی۔ ان کے "جمال و کمال" کے تذکروں سے ان کی شخصیت اور علوم و دعوت کی معرفت کا اشتیاق ہر صاحب نظر کے دل میں موجزن ہو گیا تھا۔ لیکن اس شوق کی تسکین کا سامان کرنے کے لئے ان کی واضح تصویر موجود نہ تھی۔ مولانا ابوالکلام کو خود بھی اس کا احساس تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اگر تفسیر کے سلسلے سے ذرا بھی مہلت نکل اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی سیرت کی تکمیل سے فراغت ہوئی تو ان شاء اللہ سیرت ابن تیمیہؒ و اصحابہ کی ترتیب پر متوجہ ہوں گا۔" (تذکرہ۔ص ۱۸۰) مولانا آزاد شیخ الاسلام کی سیرت پر اس کتاب کو ان کے علوم و معارف کا مرقع بنانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے خود اظہار فرمایا۔ "آج معارف ابن تیمیہؒ سے بڑھ کر اور کوئی چیز مطلوب و مقصود وقت نہیں۔ البتہ ضرورت بہت کچھ اضافہ مطالب و تفصیل اجمال و توضیح اشارات و ضبط و تالیف اشتات و انتشار کی ہے۔ اور اس کا بہترین محل و موقع امام ابن تیمیہؒ اور ان کے اصحاب و تلامذہ کی سیرت و سوانحات عمریہ میں مل سکتا ہے۔" (تذکرہ۔ص ۱۸۰)

مولانا آزاد کو تو کشاکش سیاست نے فراغت نہ دی۔ سلسلہ تفسیر پورا ہوا نہ شاہ ولی اللہؒ کی سیرت پر کچھ لکھنے کی مہلت میسر آئی۔ شیخ الاسلام کی سیرت نگاری کی نوبت کہاں آتی۔ لیکن ان کا حسن نیت اور وفور اخلاص تھا کہ ان کا یہ خواب انہی کے قافلہ کے ایک معزز فرد مولانا عطاء اللہ حنیف کے ہاتھوں اس شان زیبائی کے ساتھ شرمندۂ تعبیر ہوا کہ اگر مولانا آزاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود بھی دیکھ پاتے تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکتے۔

آں نافۂ مراد کہ می خواستم زغیب

درچین زلف آں بت مشکیں کلالہ بود

حضرت مولانا نے شیخ الاسلام کی سیرت نگاری کے لئے شیخ محمد ابوزہرہ کی تالیف "ابن تیمیہ حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ" کو بنیاد بنایا۔ جو اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ حضرت مولانا نے اس کا ترجمہ کرا لینے پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ اس پر نظرثانی فرمائی۔ اور مفصل حواشی لکھے اور اس تنقیح وحواشی کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ان کی بدولت "حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ" ایک مستقل اور منفرد کتاب بن گئی ہے جس میں شیخ الاسلام کی ایسی تصویر کھینچ دی گئی ہے جس کے نقش ونگار میں آپ کی سیرت وکردار نیز معارف وافکار کی کامل ترین جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا کی اس عظیم کامیابی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مولانا ممدوح کو ایک طرف امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف کے محتویات ومضامین پر حیران کن حد تک عبور اور ملکۂ استحضار حاصل تھا تو دوسری طرف ان کے افکار سے مکمل ہم آہنگی تھی۔ اس کا اظہار تعلیقات کی ایک ایک سطر سے ہوتا ہے اور ان خصوصیات نے مولانا کے کام کی عظمت وقعت کو اس میدان میں ہونے والی کاوشوں کے مقابل نمایاں مقام عطا کیا ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اپنی نگارشات اور علامہ شبلیؒ اپنے مقالات میں گو کاروان معارف ابن تیمیہؒ کے حدی خواں تھے لیکن ان کا اپنا اپنا انداز تھا اور مخصوص حلقۂ اثر۔

بعض اہل علم کے ذہنی تحفظات اور حزبی تعصبات

مولانا ابوالحسن علی الندوی حفظہ اللہ نے "تاریخ دعوت وعزیمت" کی دوسری جلد شیخ الاسلامؒ کے تذکرہ کے لئے وقف کردی ہے لیکن ان کی یہ تالیف لطیف تمام تر دلآویزیوں کے باوصف امام ابن تیمیہؒ کی مکمل تصویر نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ اس میں سیرت امامؒ کے بہت سے اہم گوشے شعوری یا غیر شعوری طور پر ترک کر دیئے گئے ہیں۔

"شیخ الاسلام ایک عارف باللہ" کا عنوان تو موجود ہے لیکن اشراقی فلسفہ سے مستعار متصوفانہ عقائد اور نظام اشغال کے گھروندے پر ان کی تاخت اور معرفت وطریقت کے نام پر کی گئی تحریف دین حنیف کے استیصال کے لئے ان کی مساعی مبارکہ کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔

اسی طرح فلاسفۂ یونان پر امام صاحب کی تنقید کا ذکر تو فرمایا لیکن بایں طور کہ اس کا اصل مقصد (جو فلسفۂ یونان کے خوشہ چین مسلمان فلاسفہ ومقلدین کو اس دلدل سے نکالنے سے عبارت تھا) اجاگر نہیں ہو پایا۔

امام صاحبؒ توحید اسماء وصفات کو توحید الوہیت کی اساس قرار دیتے تھے۔ اسی لئے وہ "بت کدۂ تاویل ومجاز"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جس طرح "مثلِ خلیلؑ" داخل ہوئے اس کے تذکرہ کے بغیر تاریخ دعوت و عزیمت مکمّل نہیں ہو سکتی۔ مولانا علی میاں نے توحیدِ الوہیت کے موضوع پر تو خاصی درازنفسی کا مظاہرہ فرمایا لیکن توحید اسماء و صفات کا نام تک پوری کتاب میں نہیں آنے دیا۔ متکلّمین پر امام صاحبؒ کی تنقید کا ذکر فرمایا بھی تو اس "احتیاط" کے ساتھ کہ اشعریت کے آبگینے کو ٹھیس نہیں لگنے دی۔ مؤلف کے مخصوص علمی و دعوتی رجحانات کے حامل ہونے اور شیخ الاسلام کے افکار سے ہم آہنگی کے فقدان کے باعث کتاب کی بعض اہم فصول میں شیخ الاسلام کا تذکرہ "ایں قدر ہست کہ آوازِ جرس می آید" کی تفسیر بن کر رہ گیا ہے۔

اس سے بھی عجیب تر معاملہ مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم و مغفور کا ہے۔ انہوں نے "عقلیاتِ ابنِ تیمیہؒ" کے نام سے نہایت ہی وقیع کتاب تالیف فرمائی[1] ۔ اور ۔ والحق یقال ۔ انہوں نے دقیق فلسفی و کلامی موضوعات پر جس طرح دلربا اور پرشکوہ انداز میں امام صاحبؒ کے افکار کی تلخیص، ترجمانی اور پھر تجزیہ و موازنہ کیا وہ کچھ انہیں کا حصّہ ہے۔ لیکن وہ بعض ایسے مقامات پر شیخ الاسلام سے اختلاف پر اتر آئے ہیں جو ان کا طرّۂ امتیاز ہیں بلکہ فکرِ ابنِ تیمیہؒ کے قالب کے لئے قلب و رُوح کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً شیخ الاسلام جب یہ کہتے ہیں کہ نقل صحیح اور عقل صریح میں تعارض ممکن نہیں تو ان کے نزدیک نقل سے مراد کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ صحابہؓ ہوتے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ شریعتِ مطہّرہ کا قصرِ رفیع ان تین ستونوں پہ استوار ہے۔ ہمارے روزمرّہ اعمال میں فرائض، سُنن و مستحبات کی تعیین کی بات ہو یا عقائد و صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلّق ہمارے تصوّرات کی تشکیل کا مسئلہ ہمارا مرجع یہی اصُول و مبادی رہیں گے۔ امام صاحبؒ بصراحت تمام کہتے ہیں کہ اصُول و فروع کی مروّجہ تقسیم محدث ہے (فتاویٰ شیخ الاسلام ۶/۵۶ وما بعد۔ نیز کتاب الایمان)

ندوہ کے مخصوص ماحول میں پروردہ اور اعتزال گزیدہ عقول و افہام کی بات اور ہے۔ ورنہ شیخ الاسلام کا موقف سراسر حق اور اظہر من الشّمس ہے۔ شریعتِ مطہّرہ میں اعمال کا عقائد سے الگ تصوّر ہی نہیں۔ قرآن و سُنّت کی اَن گنت نصوص اس حقیقت پر دال ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ (الانبیاء ۹۴)

"پس جو کوئی نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا تو اس کی کوشش اکارت نہ جائے گی"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

---

[1] ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کے اہتمام سے شائع ہوئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو شخص بہ تقاضائے ایمان اور ثواب سمجھ کر رمضان کے روزے رکھے اور اس کی راتوں کا قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ معاف ہوں گے گے۔"

لیکن مولانا ندوی معتزلہ کی ہمنوائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔" ہمارے نزدیک سمعیات کا دائرہ استناد اس حد تک پھیلا ہوا نہیں ہے"...... ان کا اصرار ہے کہ صفات و الہیات کی نازک بحثوں میں ہمیں قرآن اور صرف قرآن پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ اور صرف اسی کی روشنی میں ایمانیات کی گتھیوں کو سلجھانا ہوگا۔ سلف تو سلف خود حدیث بھی اس لائق نہیں کہ اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کا فرض انجام دے سکے۔ اس لئے کہ حدیث کی حجیت و استناد کو مان لینے کے باوجود اور اس کے فیوض و برکات کی گوناگونیوں سے بہرہ مندیوں کے باوصف یہ تسلیم کر لینا سخت مشکل ہے کہ عقائد و الہیات کا "کارخانہ" جس درجہ حزم و احتیاط چاہتا ہے اور جس قدر الفاظ و بیان کا مقتضی ہے روایت و نقل حدیث کے سلسلہ میں اس کا پورا پورا خیال رکھا جا سکا ہے۔" (عقلیات ابن تیمیہ۔ ۱۶۰-۱۶۱)

مولانا مرحوم و مغفور اپنے تمام تر حسن بیان اور عبارت آرائی کے باوصف معنی کی رکاکت پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو پائے اس کا تو صاف صاف مطلب یہ ہے صفات و الہیات کی بحثوں میں ایسی نزاکتیں پنہاں ہیں جن کا لحاظ فیض یافتگان نگاہ نبوت اور ان کے تلامذہ و مسترشدین نہیں کر پاتے تھے بلکہ ان کے ادراک کے لئے کوفہ و ندوہ کی درس گاہوں میں سبق لینا ضروری ہے۔ اللھم اغفرلہ۔

افسوس ہے کہ عصر حاضر کے متکلمین نے اپنے اسلاف کی رواداری کو بھی فراموش کر ڈالا جو اسماء و صفات باری تعالیٰ کے متعلق اپنے موقف کے اعلم و احکم ہونے کا پندار تو رکھتے تھے لیکن سلف امت کے طریقہ کو" اسلم" ضرور مانتے تھے۔

حدیث کی حجیت و استناد کو مان لینے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ "عقل کو الہیات میں اپنے حدود سے متجاوز ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اس اقلیم میں صرف وحی و کتاب اور اللہ کے برگزیدہ انبیاء و رسل ہی کی حکمرانی ہے اور انہی کا سکہ چلتا ہے" (عقلیات ص ۱۶۲) روایت بالمعنی کے عنوان سے موہوم اندیشوں کو بہانہ بنا کر نقل و سمعیات کے بڑے حصے (حدیث نبوی) کو تشکیک کا نشانہ بنا ڈالنا ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے واپس لے لینے کے مترادف ہے۔

غرضیکہ شیخ الاسلام کے افکار سے ہم آہنگی کے فقدان نے یہ ستم ڈھایا ہے کہ مولانا ندویؒ کی عقل و نقل کے متعلق ساری بحث و کاوش لاطائل ہو گئی ہے۔ اور ایک حسین کتاب کا جمال گہنا کر رہ گیا ہے۔

راقم کے دل میں مولانا محمد حنیف ندویؒ کا احترام ان کے کسی بھی عقیدت مند سے کم نہیں۔ لہٰذا حجیت حدیث کے حساس موضوع پر ان گزارشات کو ترک ادب پر محمول نہ کیا جائے بلکہ از قسم "گفتگوئے عاشقاں" پڑھا جائے۔

حضرت مولانا کا امتیاز

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے مقامات پر شیخ الاسلام کی ترجمانی ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے سادہ اور ٹھوس پیرایۂ بیان میں ان کے موقف کی وضاحت ایسے دلنشین انداز سے کرتے ہیں کہ ہر سلیم القلب والعقل پکار اٹھتا ہے ع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

حضرت مولانا کی شیخ الاسلامؒ کے افکار سے کامل ہم آہنگی اور ان کی ترجمانی میں والہانہ پن نے "حیاتِ شیخ الاسلام" کو ایک کتاب سے بڑھ کر امام ابن تیمیہؒ کے ساتھ مولانا ممدوح کے للّٰہی عشق کا مظہر اور ایک نذرانۂ عقیدت بنا دیا ہے جس کے محاسن کا تذکرہ مستقل مضمون کا متقاضی ہے۔

اِس کتاب میں علوم و معارف ابن تیمیہؒ سے براہِ راست متعلق حواشی کو تین انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اوّلاً، امام ابن تیمیہؒ کے مسلک کی تنقیح و توضیح اور اعتراضات کا ازالہ

"حیاتِ شیخ الاسلام" مولانا کے تحریر کردہ بصیرت افروز اور معلومات افزا تعلیقات و حواشی سے مزین ہے۔ ان میں اجمال کی تفصیل بھی ہے اور غلط فہمیوں کا ازالہ بھی، لیکن جس بات پر قاری کی حیرت دوچند اور لطف دہ چند ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ مولانا اپنی طرف سے بہت کم کہتے ہیں۔ انہیں شیخ الاسلام کی تحریرات پر اس قدر عبور اور ان کے استحضار کا ایسا ملکہ حاصل ہے کہ برقی دماغ (کمپیوٹر) کے استخدام کا گمان ہوتا ہے۔ ہر مقام پر اس طرح مناسب حال اقتباس نقل فرماتے ہیں کہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ امام صاحب نے خاص اسی موقع پر یہ جواب دیا ہے۔ مثلاً مسئلہ استواء میں شیخ الاسلام کا موقف ذکر کرنے کے بعد شیخ ابو زہرہ یوں رقمطراز ہوئے۔ ہماری عقل اللہ کے آسمان سے اُوپر ہونے، اس کی طرف اشارہ حسیہ کرنے، اس کے عرش پر مستوی ماننے اور جسمیت سے تنزیہ مطلق اور حوادث سے عدم مشابہت کے مابین تطبیق دینے سے قاصر ہے۔" (حیاتِ شیخ الاسلام ص ۴۱۲)

حضرت مولانا نے شیخ ابو زہرہ کے اعتراض کا جواب اپنی طرف سے دینے کی بجائے شیخ الاسلام کی تالیف العقیدۃ الحمویۃ کا درج ذیل اقتباس نقل فرمایا ہے۔ پڑھیے اور مولانا کے حسن انتخاب کی داد دیجئے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

"بعض لوگ کہتے ہیں اللہ کا عرش کے اوپر ہونا عقل میں نہیں آتا اس لیے مجبوراً تاویل کرنا پڑتی ہے لیکن اس فاسد بات کے غلط ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ یہ حضرات اب تک کوئی ایسی معیاری عقل نہیں بتا سکے جس کے بل بوتے پر کسی امر کو محالِ عقلی قرار دیا جا سکے۔ ان حضرات کا اپنا یہ حال ہے کہ ایک صاحب کسی بات کو سندِ جواز عنایت فرماتے ہیں تو دوسرے صاحب اسی کو واجب تک پہنچا دیتے ہیں۔ تیسرا آتا ہے تو اسی کو عقلاً محال کہہ دیتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ عقل ہے کون سی جس سے قرآن و حدیث کے عقائد و مسائل کو ناپا اور تولا جائے۔ سچ فرمایا تھا حضرت امام مالکؒ نے کہ جو بھی مدعی عقل، چرب زبان مناظرہ باز آئے گا کیا اس کے جدل سے مرعوب ہو کر ہم ان باتوں کو ترک کر دیں گے جن کو حضرت جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے۔" (حیاتِ شیخ الاسلام ص ۴۱۲ حاشیہ ۲)

اسی طرح کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں شیخ الاسلام کے موقف کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت سے ممتاز اہل علم و قلم بھی قاصر رہے۔ مخصوص کلامی و فلسفی نظریات کے غبار سے آلودہ اذہان امام صاحب کے مطالبِ عالیہ تک پرواز کرنے میں ناکام رہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ نے ایسے مقامات کی تنقیح کر کے غلط فہمیاں دور کیں اور ہر قسم کا الجھاؤ دُور کر دیا۔ وللہ درہ۔

صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کا مسئلہ

ان میں سب سے اہم مسئلہ تاویل کا ہے۔ جسے شیخ الاسلام کی تحریکِ اصلاح و تجدید کا محور کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔
تاویل کی تعریف کتبِ اصول میں ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔

"صرف اللفظ عن معناہ الظاھر الی معناہ المحتمل احتمالاً مرجوحًا لدلیل یعضدہ"

یعنی "کسی لفظ کا ظاہر و راجح معنی چھوڑ کر کسی دلیل کی بناء پر مرجوح اور محتمل معنیٰ مراد لینا"

اس تعریف میں بظاہر مرجوح معنیٰ کو مراد قرار دینے کے لئے دلیل کی شرط موجود ہے لیکن عملاً ہوا یہ کہ نصوصِ کتاب و سنت کے من مانے محمولات تراشے گئے اور یونانی "معقولات" کو دلیل کا نام دے کر آیات و احادیثِ صحیحہ کے معانی میں تحریف کا دروازہ کھول دیا گیا۔

اس کی علمی بنیاد مفقود ہونے کے سبب اس کے قائلین (یا موجدین) بھی اس کے دائرہ کار کی تعیین پر متفق نہ ہو سکے۔ جہمیہ کے چھوڑے ہوئے اس شوشے کو معتزلہ نے اپنی تحریفات کی دلیل و بنیاد بنایا۔ اور صفاتِ باری تعالیٰ کی من مانی تفسیر شروع کی۔ اشاعرہ نے اس کا دائرہ معدودے چند صفات تک محدود کرنے کی کوشش کی لیکن قواعد و ضوابط سے آزاد ہونے کے سبب تاویل نے "اندھے کی لاٹھی" کی شکل اختیار کر لی۔ معتزلہ سے متاثر فقہاء و اصولیین اسے فقہی مسائل میں لے آئے۔ حریم صفات میں تاویل کی نقب زنی گوارا کر لی گئی تو فروعات کے محفوظ رہنے کی توقع عبث تھی۔ چنانچہ فقہائے مذاہب نے اپنے اپنے مذہب کو راجح ثابت کرنے کے لئے نصوص کی کھینچا تانی میں اس درآمدی ہتھیار کو خوب استعمال کیا۔

بالآخر صوفیہ و باطنیہ نے عقائد و اعمال کے پورے نظام پر وار کر کے تاویل کا منطقی انجام دکھا دیا۔ اور اس طرح پوری شریعت بظاہر بے ضرر سے نام پر تحریف کی نذر ہو گئی۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ؒ نے تاویل و مجاز کو صنم قرار دیا اور اس پر ہمہ جہتی حملہ کر کے اُسے پاش پاش کر کے چھوڑا۔ امام صاحب ؒ کا موقف یہ ہے کہ:

۱۔ تاویل کا مُروّجہ معنی و مفہوم محدث ہے۔ عربی لغت میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

۲۔ صحابہ و تابعین کا منہج یہی رہا ہے کہ نصوصِ کتاب و سنّت کے ظاہری معنی مراد لئے جائیں اور ان سے سرِ مو انحراف نہ کیا جائے۔

۳۔ اسماء و صفات کے ظاہری معنی ہرگز محال نہیں ہیں۔ جو محال سمجھتے ہیں انہیں ظاہری معنی کی تعیین میں غلطی لگی ہے۔ لہٰذا ظاہری و حقیقی معنی چھوڑ کر مرجوح و محتمل معنی اختیار کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اگر اس قسم کی تاویلات کا دروازہ کھولا جائے گا تو اُن باطنیوں کا سدِّ باب کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا جو نماز و روزہ' حج و زکوٰۃ اور دوسرے نصوصِ احکام میں تاویلات کر کے شریعتِ محمدیہ کا حلیہ بگاڑنا چاہتے ہیں۔

اسی لئے شیخ الاسلام دانشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں۔

ماعلیہ المتکلمون واھل البدع من التاویل کلہ باطل (فتاویٰ ۔۳/ ۱۴۲)

"متکلمین اور اہلِ بدعت کا تاویل والا موقف سراسر باطل ہے۔"

اربابِ تاویل اور ان کے وکیل مل کر بھی شیخ الاسلام کے موقف میں کوئی کمزوری تلاش نہیں کر سکے اور نہ ان سے امام صاحب کے پیش کردہ دلائل کا کوئی جواب بن پایا۔ زیادہ سے زیادہ جو بات وہ کہہ سکے' یہ تھی کہ امام صاحب خود کئی مقامات پر بعض نصوص میں تاویل کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں۔" امام ابنِ تیمیہؒ ، "ید"، "نزول"، "قدم"، "وجہ" اور "استواء" ظاہر معنی پر محمول کرتے ہیں لیکن وہ ظاہری معنی جو ذاتِ خداوندی کے شایانِ شان ہوں، لیکن ذرا ٹھہریئے! ان الفاظ کی اصل وضع حسی معنی کے لئے ہوئی ہے اور اگر ان کا اطلاق کسی دوسرے معنی پر کیا جائے خواہ وہ معلوم ہوں یا مجہول تو ماننا پڑے گا کہ اصل معنی میں استعمال نہیں کئے گئے، نہ ہی وہ ظواہر میں استعمال ہوئے بلکہ ان میں تاویل کر لی گئی ہے۔ جب یہ بات ہے تو مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے ایک تاویل سے گریز کیا تو دوسری تاویل میں گر پڑے۔" (حیات شیخ الاسلام ص۴۴۳)

شیخ ابوزہرہ کے اس اعتراض کی اساس وہی قدیم غلط فہمی ہے جس میں جہمیہ اور ان کی دیکھا دیکھی متکلمین گرفتار رہے۔ یعنی حقیقت سے مراد وہ معانی ہیں جو تجسیم کو مستلزم ہیں۔ یہی غلط فہمی تاویل کی ایجاد کی بنیاد بنی۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے تصریح کی ہے کہ اما اھل البدع من الجھمیۃ والمعتزلۃ والخوارج فینکرونھا ولا یحملونھا علی الحقیقۃ ویزعمون اَن من اقربھا مشبہ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۵/ ۱۹۸) اہلِ بدعت یعنی جہمیہ، معتزلہ اور خوارج صفاتِ باری کا انکار کرتے ہیں اور انہیں حقیقت پر محمول نہیں کرتے اور اس وہم میں مبتلا ہیں کہ صفاتِ باری کا اثبات کرنے والا تشبیہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اسی لیے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ومن انکران یکون شیٔ من ھذہ الاسماء والصفات حقیقۃ انما انکر لجھلہ مسمی الحقیقۃ (فتاویٰ۔ ۵/ ۱۹۸) یعنی اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ کو حقیقت پر محمول کرنے سے انکار کا سبب حقیقت سے ناواقفی و جہالت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تعجب خیز امر یہ ہے کہ شیخ ابوزہرہ نے مذکورہ اعتراض اٹھانے سے چند ہی سطور پیشتر امام صاحب کے رسالہ تدمریہ سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس میں اُنہوں نے ظاہر و حقیقت کا معنی و مفہوم غیر مُبہم الفاظ میں بیان فرمایا ہے جس کا اختتام ان حضرات پر ہوتا ہے۔ جب یہ قرار دیا جاتا ہے کہ ان آیتوں کے ظاہری معنی مراد ہیں تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں کہ عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہونا اس طرح کا ہے جیسے لوگ مسند پر بیٹھتے ہیں یا وہ اسی طرح محبت کرتا ہے جیسے دنیا کے لوگ کیا کرتے ہیں۔" لیکن حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کے شیخ الاسلام کی مؤلفات پر عبور کا یہ عالم ہے کہ اُنہوں نے شیخ ابو زہرہ کے اس رویہ پر اظہار تعجب پر اکتفا نہیں بلکہ شیخ الاسلام کی ایک اور تالیف الرسالۃ المدینۃ سے عبارت نقل کی ہے جو مذکورہ اقتباس سے بھی زیادہ واضح ہے جس میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ظاہر معنی لینے کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ مثلاً "ید" سے مراد انسانوں کا سا ہاتھ ہے اور نہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس طرح ہے جیسے برتن میں پانی ہوتا ہے ایسے فاسد معانی مجسمہ اور مشبہ، بدعتی فرقے لیتے ہوں گے جن کو اہل السنۃ والجماعت کی اکثریت کافر قرار دیتی ہے بلکہ ظاہر معنی سے مراد لغوی معنی ہیں جو وضع کے اعتبار سے مفہوم ہوتے ہیں یا سیاق سباق سے۔

(حیات شیخ الاسلام ص ۴۳۳ تعلیق ۱)

امام صاحبؒ نے اس مقام پر صرف ظاہر اور حقیقت کا مفہوم ہی واضح نہیں فرمایا بلکہ ایسا روشن رہنما اصول بیان کر دیا ہے جس کی روشنی میں نصوصِ کتاب وسنت کو علی وجہ سمجھنے میں کوئی دقت یا الجھن باقی ہی نہیں رہی۔ اور وہ اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا ہے جو شیخ ابو زہرہ نے ابن جوزی کے حوالے سے مثبتین صفات پر کیا ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ان حضرات نے قرآن میں مذکور معیت اور حدیث میں مذکور تقرب کو حقیقی معنی کی بجائے مجاز پر محمول کیا ہے"

حضرت مولانا نے بھی شاید اسی لئے اس اعتراض کا مفصل جواب نہیں دیا بلکہ حضرت امام صاحب کے بیان کردہ رہنما اصول کی عملی تطبیق کر کے اس کی صداقت و ہمہ گیری واضح کر دی ہے اور ایک طویل حدیث کا اتنا اقتباس نقل کر کے جس سے سیاق و سباق سے تقرب الٰہی کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے صرف اتنا کہنا کافی سمجھا۔ "اس حدیث کا سلسلۂ کلام قرب الٰہی کا مطلب واضح کر رہا ہے کہ معرفت و محبت مراد ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے قرب و معیت پر تفصیلی بحث کے دوران (شرح حدیث النزول ص ۸۲،۲۶) لکھا ہے یہ تاویل نہیں۔

واضح رہے کہ عربی کی کوئی عبارت جس جگہ جس معنی کی متحمل ہو گی اس جگہ وہی معنی لیا جائے گا جس کے لئے تبعین سلف کے ہاں ایک ضابطہ ہے جس کو امام صاحب نے الرّسالۃ المدنیۃ میں اور حافظ ابن القیمؒ نے الصواعق میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

اس کے بعد فہم نصوص میں سلفِ صالح کے متبعین کے منہج اور متکلمین اور ان کے متاثرین کی روش میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اصل میں تاویل پسند فرقوں اور اہل حدیث کے مابین اختلاف یہ ہے کہ مؤولین کا دار و مدار نصوص کو اصطلاحاتِ کلامیہ پر ڈھالنا ہوتا ہے بخلاف اہل حدیث کے کہ ان کے نزدیک قرآن وحدیث کے نصوص کے معانی وہ لئے جاتے ہیں جن کی بنیاد عربی لغت اور تعبیر صحابہؓ پر ہو فاین الثری من الثریا: (حیات شیخ الاسلام ص ۴۳۲)

یہ صرف ایک مقام کی حتی المقدور تفصیل ہے ورنہ "حیات شیخ الاسلام" کا ایک ایک صفحہ اسی طرح کی دقیق و نادر علمی تحقیقات کا مرقع ہے۔ اور اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس جس مقام پر مؤلف (ابو زہرہ) اپنے کلامی میلانات کے زیر اثر شیخ الاسلام کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقف صحیح طور پر سمجھ نہیں سکے یا اس کی کماحقہٗ تقریر نہیں کر پائے۔ حضرت مولاناؒ نے کس طرح کوزے میں دریا بند کرنے کے انداز میں ان کے مواقف کا ملخص ذکر کر دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ دلائل بھی حذف نہیں کئے اور دامنِ اختصار بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ۔
مزید برآں جلد وصفحہ کی تعیین کے ساتھ یہ بھی نشاندہی فرما دی کہ مذکورہ مبحث شیخ الاسلام کی کون کون سی کتاب میں مفصل ذکر ہوا ہے۔ علوم و معارف ابن تیمیہؒ کے وابستگان و دلدادگان کی یہ کتنی بڑی خدمت ہے اس کا اندازہ تو کچھ شیخ الاسلام کے طرزِ تالیف و نگارش سے واقف حضرات ہی لگا سکتے ہیں۔

ثانیًا۔ شیخ الاسلام کا دفاع

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے لاابالی پن اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے سفرنامہ میں بے سر و پا باتوں کو تدلیس کرتے ہوئے مشاہدے کا رنگ دیا۔ جو حضرت امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کا موجب ہوا۔
ماضی قریب کے زاہد الکوثری (جو بدقسمتی سے سلطنتِ عثمانیہ کے آخری مفتیٔ اعظم کے سیکرٹری کے عہدہ پر فائز تھے) نے بھی افترا پردازی کی تمام حدیں پھلانگ ڈالیں۔ دعاۃ الحق کے بارے میں عمومًا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے متعلق خصوصًا انہوں نے تحقیق کے نام سے جو کچھ کیا اُسے علمی "تخریب کاری" کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا[1]۔ اس شخص نے حمیّۃ جاھلیّۃ اور عنادِ اہلِ حق کی رَو میں بہہ کر اپنی دیانت و ثقاہت کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ اور اپنے تمام علم اور وسعتِ مطالعہ کو دروغ کے فروغ کے لئے اس دیدہ دلیری کے ساتھ استعمال کیا کہ اپنے بڑے بڑے عقیدت مندوں اور قدر دانوں کے اعتماد کا شیشہ چکنا چور کر دیا۔ وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ۔
اِن الزامات کی تردید اور بیانِ حقیقت کے لئے جس قسم کی وسعتِ اطلاع اور تجسس کی ضرورت تھی وہ صرف مولانا کا حصہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان اتہامات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ وعند اللّٰہ فی ذٰلک الجزاء۔

ثالثًا: اضافات

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقات و حواشی لکھنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اصل کتاب پر کئی ابواب مثلاً اخلاق و عادات، چند دیگر تلامذۂ خاص" اور اسمائے مصنفاتِ ابن تیمیہؒ کا اضافہ بھی فرمایا۔ جن کے بغیر شیخ الاسلامؒ کا تذکرہ مکمل نہ ہو پاتا۔ آخر الذکر باب تو طلابِ علم، خصوصًا حلقہ بگوشانِ ابن تیمیہؒ پر احسانِ عظیم ہے۔ مولانا کی مرتب کردہ اس فہرست کی جامعیت و افادیت اور اس کی جدت و ندرت کو دیکھ کر مولانا غلام رسول مہر پکار اُٹھے کہ" مولانا محمد عطاء اللہ صاحب تنہا یہی کام انجام دے دیتے تو امام ابن تیمیہؒ کے علوم و معارف کی خدمت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہوتا (مقدمہ حیات شیخ الاسلام ص۱۹)

---

[1] مخطوطات کی "نص" میں اپنی مرضی سے کتر بیونت ان صاحب کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کی اسی عادت پر مطلع ہو کر حافظ ابن عبدالبر کی تالیف "الانتقاء" کے ناشر نے تحقیق و تعلیق کے معاہدے منسوخ کر ڈالے اور کتاب کی ابتداء میں عرض ناشر لکھ کر اس "علامۃ المتعصب المحقق" کی کاٹھ کی ہنڈیا چوراہے میں پھوڑ دی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مہرؔ کے اس بیان میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں اس لئے کہ امام ابن تیمیہؒ پر حکومتِ وقت کا عتاب نازل ہوا تو آپ کی مؤلفات کی ایک تعداد پر مخالفین قابض ہوگئے۔ باقی کو امام صاحب کے تلامذہ وعقیدت مندوں نے حکام وقضاۃ کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے چھپالیا۔ ابتلاء کا دور ختم ہوا تو تلاش وبازیافت کی کوششیں شروع ہوئیں۔ امام صاحب کے شاگردِ رشید حافظ ابن عبدالہادی نے العقود الدریہ میں مؤلفاتِ امام کی مختصر فہرست ذکر کی اور کامل فہرست مرتب کرنے کا وعدہ فرمایا جسے ایفا کرنے کی شاید انہیں مہلت نہیں مل سکی۔ چنانچہ امام صاحبؒ کی تمام تصانیف کو حاوی فہرست پردۂ عدم میں ہی رہی۔ ایک اور صعوبت یہ تھی کہ امام صاحبؒ اپنی مؤلفات کا نام مقرر نہیں کرتے تھے بلکہ لوگ ان کے مندرجات کی مناسبت سے کوئی سا نام تجویز کرتے۔ اس طرح ان کی ایک ایک تصنیف کئی کئی ناموں سے مشہور ہوگئی۔ مزید برآں مختلف اصحاب نے رسائل وفتاوی کو مختلف مجموعوں کی شکل میں طبع کرایا۔ اس طرح شیخ الاسلام کی جملہ تصانیف پر مشتمل فہرست مرتب کرنا اور بھی مشکل ہوگیا تھا۔ لیکن مولانا ممدوح شیخ الاسلام سے "عشق" اور ان کی مؤلفات کی طویل متداولت کی بدولت یہ "جوئے شیر" لانے میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے صرف تصانیف کے اسماء ہی مرتب نہیں کئے۔ بلکہ یہ بھی نشاندہی فرمادی ہے کہ کونسی کتاب کب اور کہاں شائع ہوئی۔

ان خصائص ومزایا کی بدولت مولانا کی تعلیقات وتنقیحات نے "حیات شیخ الاسلام" کو ایک ترجمہ نہیں رہنے دیا۔ بلکہ حضرت الامام کے علوم ومعارف کا انسائیکلوپیڈیا بنا دیا ہے۔ جس کی نظیر اُردو کیا عربی سمیت دنیا کی کسی بھی زبان میں موجود نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے مولانا کی ان تعلیقات وحواشی کو عربی زبان میں ڈھال کر عربی ایڈیشن کی زینت بنایا جائے۔ بلاشبہ یہ عالم اسلام کے طلاب علم بالخصوص دنیا بھر کے حلقہ بگوشانِ ابن تیمیہؒ کے لئے اسلامیانِ پاکستان کی جانب سے بیش بہا تحفہ ہوگا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن راشد الملکاوی الشافعیؒ نے کیا عمدہ بات کہی تھی۔ "هذا الشيخ تقي الدين ابن تيمية كلما تقدمت ايامه تظهر كرامته وتكثر محبه واصحابه (الرد الوافر ص ۱۴۱) "شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی شان یہ ہے کہ جیسے جیسے دن گزرتے جائیں گے ان کی عزت وعظمت افزوں ہوگی۔ ان کی محبت ترقی کرے گی اور ان کی اور ان کے اصحاب ومحبین کی قدرومنزلت بڑھے گی۔" اسی طرح ہم بھی یہ کہہ کر اپنی گزارشات ختم کرتے ہیں کہ۔

جس طرح ہر آنے والا دن شیخ الاسلام کی دعوت تجدید واحیاء دین کو زندہ تر تابندہ تر اور پائندہ تر دیکھے گا۔ اسی طرح شیخ الاسلام کے علوم ومعارف کی نشرواشاعت کے لئے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی سنہری خدمات کی جامعیت وافادیت بھی اجاگر اور روشن تر ہوتی جائے گی۔ جعل الله سعيهم مشكورا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا پروفیسر غلام احمد حریری
فیصل آباد

۷ مئی ۱۹۹۰ء
م
۱۱ شوال ۱۴۱۰ھ

مولانا بھوجیانی اپنی تعلیقات کے آئینے میں

موت پر آنسو بہانا دنیا کی تاریخِ ادب میں ہمیشہ اہم رہا ہے۔ مرنے والوں پر نثر میں بھی اظہارِ غم کیا جاتا رہا ہے اور شعر میں بھی۔ لینن کی موت پر "تاریخ انقلابِ رُوس" کے مصنف لیون ٹرائسکی نے ایسے تیرہ فقرے لکھے جو روسی ادب کے شہ پارے سمجھے جاتے ہیں۔ موت کی حقیقت کچھ بھی ہو مگر اس پر اظہارِ الم و رنج ایک فطری جذبہ ہے۔ مگر مسلمان کا غم دنیا کی تمام دوسری قوموں کے غم سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ مسلمان اس کائنات اور کائنات سے ماوراء کے متعلق ایک خاص تصوّر رکھتا ہے۔ وہ موت کو زندگی کا خاتمہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ ایک نئی زندگی کا آغاز سمجھتا ہے۔ اس لئے یہ غم عارضی فراق کا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری قومیں موت پر غم اس لئے کرتی ہیں کہ ان کے نزدیک اُن کے محبوب کی ہستی فنا ہو گئی۔

مگر اہلِ اسلام کے یہاں محبوب کی ہستی عارضی طور پر فنا ہو کر ابدی زندگی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ پھر وہاں اُسے وہ حیاتِ جاوید نصیب ہوتی ہے اور اُس کو اُن انعامات سے نوازا جاتا ہے جن کا اس عارضی زندگی میں تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آج جس ہستی کا تذکرۂ غم مقصود ہے وہ اسی قسم کی ایک ہستی تھی جو بظاہر صفحۂ کائنات پر نظر نہیں آرہی مگر اس کے کارہائے نمایاں اُسے اگلی دنیا ہی میں نہیں بلکہ اس عارضی فناگاہ میں بھی زندۂ جاوید بنا رہے ہیں ؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل ٭ می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

وہ یاد پہلے بھی آتے رہے مگر آج ان کی یاد نے یہ سطور رقم کرنے پر مجبور کر دیا۔ فیض نے کیا خوب کہا ہے:

؎ کر رہا تھا غمِ جہاں کا حساب ٭ آج تم یاد بے حساب آئے

تو یہ یاد آنے والے ہیں، میرے مکرّم و معظّم کرم فرما حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (رحمہ اللہ وادخلہ جنّاتہ)۔

پیش منظر اظہار مقصود مختصر تمہید کا طالب ہے۔ راقم نے ضلع گورداسپور کے ایک اہلحدیث خاندان بلکہ اہلحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بستی میں جنم لیا۔ وہ عہد مناظرہ بازی اور جدل و نزاع کا دَور تھا۔ اہلِ اسلام اور غیر مُسلم عیسائیوں، آریہ، سناتن دھرم، قادیانیوں بلکہ اہلحدیث، شیعہ اور احناف کے مابین مناظرات کی گرم بازاری رہتی۔ دینا نگر جہاں میری ننھیال تھی۔ آریہ کا گڑھ تھا اور وہاں بڑے بڑے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرت سری مرحوم اُن جلسوں کی رُوح رواں ہوتے تھے۔ اور اپنے حریف کو چند لمحوں کے اندر پچھاڑنے میں اُن کا جواب نہ تھا۔ حضرت مولانا کا پنڈت دھرم بھکشو کے ساتھ دینا نگر میں ایک مناظرہ ہوا جس میں مولانا نے اُسے چند منٹوں میں خاموش کرا دیا تھا۔ اُس وقت میرا بچپن تھا مگر ان جلسوں میں حاضری میرا معمول تھا جلسہ کیسا بھی ہو، کچھ سمجھ میں آئے نہ آئے مگر اس میں حاضر ہونے سے رہ نہ سکتا تھا۔ اسی دَور میں میری لوح ذہن پر مولانا امرت سری کی ذہانت و فطانت، حاضر جوابی اور بدیہہ گوئی کا وہ سکّہ بیٹھا جس کا طلسم زندگی بھر نہ ٹوٹ سکا۔

مجادلات و مناظرات کی یہ گرم بازاری اُس دَور کا ایک پہلو تھا۔ دوسری جانب اُن دنوں دینی جلسوں کا عام رواج تھا چھوٹے چھوٹے دیہات میں اہلحدیث کے جلسے بپا ہوتے۔ اور خُوش بیان واعظ اور سحر بیان مقرر اپنی خوش بیانی کا جادُو جگاتے۔ اُس زمانہ میں کوئی جلسہ مولانا نُور حسین گرجاکھی، مولانا علی محمد صمصام، مولانا امام دین بھکھیانوالہ، مولانا احمد دین گکھڑوی غفرلہم کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ اُس دَور کے خُوش الحان اور خُوش بیان عوامی واعظ تھے۔ مولانا صمصام کا اُس وقت عالمِ شباب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو لحنِ داؤدی سے نوازا تھا۔ مولانا صمصام کا وعظ ہو رہا ہو۔ اور کوئی شخص اُٹھ کر چلا جائے ؏

این خیال است و محال است و جنوں

شہری اور تعلیم یافتہ حلقوں میں حضرت مولانا امرت سری، مولانا محمد ابراہیم میر، مولانا محمد یوسف کلکتوی اور مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ اور سب سے بڑھ کر شہسوارِ خطابت اور بقول مولانا محمد علی جوہر، سحبان الہند سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ اجمعین کا طُوطی بولتا تھا۔ کسی ہندو یا سکھ کی مجال نہ تھی کہ سیّد صاحبؒ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں، اور وہ جلسہ گاہ سے اُٹھ کر چلا جائے۔ اس پر سیّد بخاری کی پُرکشش اور مرعوب کُن شخصیت، انتہائی وجیہ، دل آویز اور لحنِ داؤدی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کا سماں ایک دیدنی منظر تھا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تھے وہ احوال و ظروف جن میں ہمارے ممدوح مولانا بھوجیانیؒ پروان چڑھ رہے تھے۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر ضلع فیروزپور میں ڈیرے ڈالے محوِ تدریس تھے۔ اس طرح وہ ایک جداگانہ طرز و منہاج کے سالک تھے۔ نہ اُس وقت کے خوش بیان واعظوں میں آپ کا شمار تھا نہ مناظرہ بازی اور جدل و نزاع سے آپ کو سروکار تھا۔ انھوں نے اپنے لئے جو راہ تجویز کی اور آسے تادمِ واپسیں نباہا۔ وہ تھا ؎ فراغتے و گوشۂ چمنے و کتابے ۔ اور بقول المتنبی ؎

اعزّ مکانٍ فی الدّنیٰ سرجُ سابحٍ ❊ وخیر جلیسٍ فی الزمانِ کتاب

آپ نے اپنے لئے ایک لائحۂ عمل تجویز کیا اور عُسر و یُسر، المِ درنج، فقر و غنا، سفر و حضر ہر حال میں اسی جادۂ مستقیم پہ گامزن رہے۔ یہ وہ راستہ تھا جس پہ چلنے والا نہ عوام میں مقبول ہو سکتا ہے نہ خواص کے یہاں اُسے شرفِ باریابی عطا ہوتا۔ نہ اس راہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سالک کو کبھی شہرت ملنے کا کوئی امکان تھا نہ دُنیوی جاہ و منصب کے حصُول کی کوئی توقّع ۔کسی نے بڑی عزت افزائی فرمائی تو بیسؔ روپے ماہوار پہ مدرس رکھ لیا ۔جب تک چاہا رکھا اور جب دیکھا کہ ہماری توقعات اس سے پُوری نہیں ہو رہیں اُس وقت جواب دے دیا ۔ نہ سروس کے کوئی اُصول و ضوابط نہ عزل و نصب کا کوئی قاعدہ ، نہ سروس کا کوئی صلہ ، نہ خدمات کا معقول معاوضہ مگر ہمارے مولانا اپنے بنے تلے شرائط و ضوابط سے بے نیاز اور مادی لوازم سے بے پروا ۔ آخری دَم تک اسی راہ پہ گامزن رہے اور طالبانِ علوُمِ دینیہ کو اپنے چشمۂ علم سے سیراب کرتے رہے تشکیلِ پاکستان سے قبل یہ راہ اختیار کی اور ہجرت کے بعد بھی اسی پر کاربند رہے ۔ حتّٰی کہ اپنے رب سے جا ملے ۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا نے یہ گھاٹے کا سودا کیوں قبول کیا ؟ کیا وہ اپنی اہلیت و صلاحیت کو کام میں لاکر اپنے معاصرین کی طرح ترقّی کی راہ اختیار نہ کر سکتے تھے ؟ کیا دنیوی جاہ و جلال کے سب راستے آپ پر مسدُود ہو چکے تھے ؟ نہیں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ۔ جو قوی محرّک مولانا کے لئے اس روش کو اختیار کرنے کا موجب بنا وہ صرف حُبِّ علم ، ذوقِ مطالعہ اور علوُمِ دینیہ کا ذوق و شوق تھا ، اس کے سوا کچھ نہیں ،

مولانا سے پہلی ملاقات

راقم نے ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے اُس وقت کے لائل پُور اور اب کے فیصل آباد کو اپنا مستقر بنایا ۔جب کہ مولانا لاہور میں نزول فرمائے اجلال ہوئے ۔ ۱۹۵۵ء میں احقر اسلامیہ کالج لائلپور میں بطور لیکچرر تعینات ہُوا ۔جب کہ مولانا المکتبۃ السلفیۃ لاہور کی بنا ڈال چکے تھے ۔احقر کسی حد تک مولانا کے نام اور کام سے آگاہ ہو گیا تھا مگر ہنوز تقریبِ ملاقات پیدا نہ ہوئی تھی ۔مولانا کی سادگی اور درویش منشی کا حال بھی معلوُم ہو چکا تھا ، مگر یہ سب کچھ غائبانہ تعارف کی حد تک تھا ۔ غالباً ۱۹۵۷ء کی بات ہے ۔جمعہ کا روز تھا کہ علی الصبح ایک بزرگ سفید ریش شخصیّت نے جو پچاس کے پیٹے میں ہوں گے ، دروازے پر دستک دی ۔یہ تھے ہمارے ممدُوح مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ! جیسے سُنا تھا ویسے ہی پایا ۔ سادہ اشخاص تو بہت سے دیکھے ہیں مگر ایسی سادگی بہت کم ہی دیکھنے میں آئی ہے اگر شرفِ صحابیت سے موصوف ہوتے تو میں کہتا یہ ابُوذر غفاریؓ کیسے تشریف لے آئے ؟ دیکھتے ہی دل خوش ہو گیا ۔ اور زبانِ حال سے پکار اُٹھا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

چائے پانی کے بعد فوراً اظہارِ مدّعا فرمایا کہ میں اُستاذ ابوزہرہ کی " ابوحنیفۃ حیاتہ وفقھہ " لایا ہوں اس کا اُردو ترجمہ کر دیجئے ۔ میری علمی زندگی کا ابتدائی دَور تھا ۔مولانا کے حُسنِ ظن پر مجھے مسرّت آمیز حیرت ہوئی کہ ایک نو آموز طالب علم پر یہ بھروسہ کیا جا رہا ہے ۔میں نے عرض کی حضرت ! میں نے آج تک ایک سطر نہیں لکھی ۔ اور آپ اتنا بڑا کام مجھے تفویض فرما رہے ہیں ۔میں اس کا اہل نہیں ہُوں ۔مولانا نے باصرار فرمایا کہ آپ یہ کام کر سکتے ہیں اور آپ کو یہ کام کرنا ہے ۔پھر آپ نے اس کی وجہ بھی بتائی جو میری سمجھ میں آگئی ۔ آخر اللہ کا نام لے کر اس کام کا آغاز کیا اور چند ماہ میں یہ پہلا علمی کام تکمیل پذیر ہُوا ۔ موجبِ مسرّت بات یہ ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا میرے کام سے خوش ہوئے۔ اور اس پہ کوئی تنقید نہ فرمائی۔ پھر ترجمہ پہ تعلیقات کا اضافہ کرکے کتاب کو چار چاند لگائے۔

یہ تھا مولانا مرحوم کے ساتھ تعارف و مراسم کا نقطۂ آغاز! بعدازاں ان تعلقات کو فروغ یوں ملا کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے جنوری ۱۹۵۸ء کو ایک بین الاقوامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کے انعقاد کا منصوبہ بنایا۔ قرار پایا کہ اس مذاکرۂ علمیہ میں دنیا بھر کے معروف دانشور، علماء اور مصنفین دس۱۰ روز لاہور میں مقیم رہ کر مختلف موضوعات پر عربی، انگریزی اور اردو میں مقالات پڑھیں گے۔ اس کا تقاضا تھا کہ ان کے ارسال کردہ مقالات کا انگریزی سے عربی اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرکے انعقادِ مذاکرہ سے قبل چھپوایا جائے۔ تاکہ مقالہ اگر عربی زبان میں پڑھا جا رہا ہو تو انگریزی دان اصحاب کے سامنے اس کا ترجمہ مطبوعہ صورت میں بزبان انگریزی موجود ہو۔ چنانچہ احقر نے اس وقت کے وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی میاں افضل حسین کو اس ضمن میں اپنی خدمات کی پیش کش کی نتیجہ کے طور پر احقر پنجاب یونیورسٹی کی دعوت پر تقریباً دو ماہ یونیورسٹی کے مندوب کی حیثیت سے لاہور ہوٹل میں مقیم رہ کر مقالات کے ترجمہ میں مصروف رہا۔ اسی ہوٹل میں ڈاکٹر محمد افضل آف برمنگھم یونیورسٹی، عبدالمنعم العدوی ایڈیٹر العرب کراچی بھی یونیورسٹی مندوب کی حیثیت سے مقیم رہ کر مقالات کے ترجمہ میں مشغول تھے۔ حتیٰ کہ مذاکرہ عالمیہ کا آغاز ہوا۔ اور دنیا کے دور افتادہ اطراف سے تشریف لانے والے اکابر علماء اور دانشوروں کے ساتھ تعارف و ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

لاہور کے دوران قیام مولانا مرحوم سے تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی۔ بلکہ بعض علمی مشکلات کے حل و ازالہ کے لئے مجھے اکثر مولانا کے یہاں حاضر ہونا پڑتا۔ اسی دوران مولانا نے لاہور میں تشریف لانے والے اکابر علماء جن میں الشیخ بہجۃ البیطار، الشیخ ابوزہرہ مصری، ڈاکٹر عبداللہ دراز، ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء بغداد، مولانا عبدالعزیز میمن وغیرہم کی دعوت کا اہتمام کیا جس کی تحریک مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی طرف سے تھی۔ مہمانوں کو نسائی مع تعلیقات سلفیہ کا ایک ایک نسخہ پیش کیا گیا۔ جس پر انہوں نے بے پایاں مسرت کا اظہار کیا۔ دنیا بھر کے اہل علم کے ساتھ حضرت مولانا مرحوم کا یہ پہلا اور وسیع تعارف تھا۔ شیخ ابوزہرہ مصری نے بطور خاص مولانا کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کیا۔ اس موقع پر خاکسار کو بھی شیخ ابوزہرہ کی ملاقات اور ان سے تبادلۂ افکار کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ موصوف گرانڈیل قد و قامت کے وجیہ اور پرکشش انسان تھے۔ تھری پیس THREE PIECE سوٹ میں ملبوس، کلین شیو، سوٹ پر عالمانہ جبّہ زیب تن کئے بڑی بارعب شخصیت نظر آ رہے تھے۔ مصر پر دو تہذیبیں حملہ آور ہوئیں۔ ایک فرانسیسی اور دوسری برطانوی اور دونوں نے مصریوں کو عربی تہذیب و حضارت سے محروم کرکے مغربی تہذیب کا دلدادہ بنا دیا۔ مغربی تہذیب کا یہ ریلہ اس قدر طاقتور تھا کہ علمائے دین بھی اس سے نہ بچ سکے۔

مذاکرہ عالمیہ کا ذکر و بیان تبعاً و ضمناً آ گیا۔ مرام تحریر یہ ہے کہ دوران قیام لاہور میں مولانا مرحوم کے ساتھ مراسم کی استواری اور بے تکلفی میں اضافہ ہوا۔ جو میرے لئے بے پایاں علمی استفادہ کا موجب و محرک ثابت ہوا۔ مذاکرۂ عالمیہ کا تذکرہ نامکمل رہے گا۔ اگر اس میں مولانا عبدالعزیز میمن کے ذکر خیر سے صرف نظر کر لیا جائے۔ مولانا میمن مذاکرہ کے دوران بحد مصروف رہے اور اکثر عربی مجالس کی صدارت کا شرف انہی کے حصہ میں آتا۔ عرب علماء مقالات پڑھتے اور مولانا میمن صدارتی تقریر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک مقالہ پر تنقید کرتے اور لسانی غلطیوں سے اُن کو آگاہ کرتے۔ کیا مجال تھی کہ کوئی عرب مولانا کی گرفت پر معترض ہوتا میں نے خود عربوں سے سُنا کہ مولانا میمن اپنے زمانہ کے طٰہٰ حسین ہیں۔ یہ تھے ایک عجمی نژاد کے بارے میں عربوں کے احساسات و تأثرات۔ ذرا فرصت کے لمحات پاتے تو میرا بازو پکڑ کر کہتے کہ چلئے مولانا عطاء اللہ کے یہاں چلیں۔ پھر مولانا کے یہاں علمی مجلس بپا ہوتی اور عربی ادب کے وہ نکتے بیان کرتے کہ یوں معلوم دیتا سیبویہ یا خلیل بن احمد کی رُوح ان میں عود کر آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احقر میں عربی زبان و ادب کا ذوق و شوق اور اس کے ساتھ وابستگی و دلبستگی ان دونوں اکابر کی مجالس کی مرہونِ منت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان و ادب کے متعلقات اور قوتِ حافظہ میں میری آنکھوں نے مولانا میمن کا ثانی نہیں دیکھا۔ عرب علماء نے مولانا میمن کے سوا کسی عجمی کو عربی دان تسلیم نہیں کیا۔

تعلیقات اور مولانا بھوجیانی

میرا اصل موضوع حضرت مولانا کے وہ توضیحی و تنقیدی حواشی ہیں جو آپ نے راقم کی ترجمہ کردہ کتاب "حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ" اور مولانا رئیس احمد جعفری ندوی کے ترجمہ "حیات امام احمدؒ بن حنبل" پر تحریر کئے۔ دونوں کتب پر مولانا کی تعلیقات کے تفصیلی مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ ان حواشی کا اس التزام کے ساتھ تذکرہ کہ ان میں سے کوئی بھی چھوٹنے نہ پائے۔ طولِ عمل کا موجب بھی ہے اور شاید ان سطور کے اکثر قارئین کو اس سے دلچسپی بھی نہیں ہو سکتی۔ ان حواشی کا درس و مطالعہ اسی صورت میں مفید ہے کہ ان کتب کا قاری اصل کتاب کا مطالعہ کرتے وقت مصنف کے افکار و آراء سے بھی آگاہ ہو۔ پھر اس پر مولانا کے تنقیدی و توضیحی حواشی پڑھ کر دونوں کے خیالات پر ایک منصفانہ تقابلی نظر ڈالے کہ کس کی بات قرینِ صحت و صواب ہے۔ ایسا انداز مطالعہ مفید بھی ہوگا اور دلچسپی کا موجب بھی۔

چونکہ ان سطور کا اصلی مقصد ان دونوں کتب پر مولانا کے مرقومہ حواشی کی افادیت و اہمیت کا ذکر و بیان ہے اس لئے میں نے جملہ حواشی کا مطالعہ کر کے اپنے طور پر ان کی کچھ خصوصیات اخذ کی ہیں جو جملہ تعلیقات کی رُوح اور خلاصہ کی حیثیت رکھتی ہیں جس کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر قاری مولانا کی تعلیقات کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا وقت یا حوصلہ نہ بھی پاتا ہو تو کم از کم اُن کے مغز و رُوح سے محروم نہ رہے اور اپنے چند زرّیں لمحات صرف کر کے ان کی ایک جھلک دیکھ لے کہ مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ۔ ذیل میں مختصراً اُن غایات و مقاصد کا مع امثلہ تذکرہ کیا جاتا ہے اس گذارش کے ساتھ کہ تفصیل کے لئے اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمائی جائے۔

تعلیقات کا طرز و منہاج مع امثلہ

اکثر حواشی کا مقصد قارئین کو حقیقتِ نفس الامری سے آگاہ کرنا اور مصنف کے اختیار کردہ موقف کی غلطی واضح کرنا ہے۔ یہ ایک محور و مرکز ہے جس کے گرد یہ حواشی گردش کرتے ہیں۔ چند امثلہ پیش خدمت ہیں جن سے اس اَمر کی صداقت واضح ہوتی ہے۔

پہلی مثال: مصنف نے ایک جگہ امام ابوحنیفہ کا مقولہ ذکر کیا ہے کہ:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو شخص حدیثیں جمع کرتا ہے مگر فقہ سے آشنائی پیدا نہیں کرتا وہ ایک عطار کی طرح ہے جو دوائیں جمع کرتا ہے مگر اُسے معلوم نہیں کہ یہ کس مرض کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ طبیب آکر بتاتا ہے۔ اسی طرح طالب حدیث کو معلوم نہیں کہ اس حدیث کا مقصد کیا ہے فقیہ ہی اس کی گرہ کشائی کر سکتا ہے۔" (حیات ابوحنیفہؒ، ص ۱۳۷)

اس پر مولانا نے یہ حاشیہ رقم فرمایا:۔

"ممکن ہے کہ حضرت امام رحمہ اللہ یا کسی دوسرے بزرگ کو چند ایسے "طالبین حدیث" سے کسی وقت سابقہ پڑا ہو جس کی بنا پر ایسی بات کہنے کی ضرورت سمجھی گئی ورنہ نفس الامری واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر محدثین کرام "فقہ" سے ہرگز عاری نہ تھے۔" (تا آخر)

اس طویل حاشیہ میں مولانا نے واضح کیا ہے کہ محدثین صرف احادیث کے متون کے حافظ ہی نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ فقہ الحدیث کے فن میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ہمارے سامنے فقہائے محدثین کی تصانیف موجود ہیں جن میں ہر دور میں پیش آنے والے ہر نوع کے مسائل کا احادیث سے استنباط اور مشکلات کا حل مل سکتا ہے اور ان میں سند و متن کی "لفظی طبابت" کے ساتھ ساتھ فقہ و مدلول کی "معنوی طبابت" کا ان کتابوں میں کیسا حسین امتزاج ہے اور کس طرح الفاظ و معانی کو باہم سمو دیا گیا ہے (تا آخر)

دوسری مثال: شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں:۔

"افراد اہل بیت سے بنی امیہ کی عداوت اسی پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ اس سے بڑھ کر انہوں نے منبر پر چڑھ کر حضرت علیؓ پر لعنت کا سلسلہ جاری کیا۔ اس بدترین طریقہ کی ایجاد امیر معاویہؓ سے ہوئی" (ص ۱۴۵)

مولانا نے اس پر حسب ذیل تبصرہ فرمایا ہے:۔

"حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ دراصل یہ گپ مشہور دروغ گو راوی ابومخنف لوط بن یحییٰ نے یوں گھڑی ہے کہ:۔ واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ وغیرہ پر (معاذ اللہ) قنوت میں لعنت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور جواب میں حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ وغیرہ پر وہی طریقہ شروع کر دیا (البدایہ۔ ج ۳ ص ۲۸۲)

نیز تاریخی شواہد بھی اس "داستان" کی تکذیب کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کا فرمان نہج البلاغہ، ج ۳ ص ۱۲۵ میں، اور دوسری بعض شہادتیں ان سے منسوب لعنت کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر ملنے پر جن الفاظ کے ساتھ ان کو خراج تحسین پیش کیا (البدایۃ والنہایۃ، ج ۸ ص ۱۳۰) ان کی موجودگی میں "لعنت" کی یہ روایت صحیح باور نہیں کی جا سکتی۔"

اس طرح "حیات امام ابوحنیفہؒ" میں شیخ ابوزہرہ نے جہاں کہیں بھی جادۂ اعتدال سے انحراف کیا ہے مولانا نے اُسے معاف نہیں کیا۔ اور فوراً اس پر گرفت کی ہے۔ ان طویل تعلیقات کا مطالعہ کئے بغیر مولانا کی محنت و کاوش کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات "حیاتِ امام احمدؒ بن حنبل"

حیات احمدؒ بن حنبل پر مولانا کے حواشی مقابلۃً کم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں شیخ ابوزہرہ کا طرز و منہاج حقیقت سے قریب تر رہا ہے۔ حیات امام ابوحنیفہ میں اکثر مقامات پر تعلیقات کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مصنّف کا قلم یہاں غیر ضروری عصبیت یا مصلحت شناسی سے متأثر ہوتا نظر آتا ہے۔ تاہم حیات احمد بن حنبلؒ کے تعلیقات بھی کچھ کم وقیع نہیں ہیں۔ ذیل میں اس کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے:۔

فاضل مصنّف ابوزہرہ لکھتے ہیں:۔

"مذکورہ مکتوبات سے واضح ہوتا ہے کہ معتزلہ کے اس طرزِ عمل میں "اخلاص" کا شائبہ بہرحال تھا۔ کیونکہ ان کو عیسائیوں کی تردید سے سابقہ پڑتا رہتا تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو جاحظ معتزلی نے اپنے رسالہ "النصاریٰ" میں لکھا ہے کہ اسلام پر خدع و فریب کی کمندیں پھینکنے والے عیسائی، فقہاء اور محدثین کے اس قول کو عوام الناس کے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک پورا قرآن شریف قدیم ہے تو اس دلیل سے مسیح علیہ السلام بھی قدیم ہوئے۔ اور یہ دلیل قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے اور چونکہ خدا کا ہر کلام قدیم ہے لہٰذا مسیح بھی قدیم ہوئے"۔ (حیات احمد بن حنبل، ص ۱۴۱)

مولانا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"مصنّف کا یہ تأثر صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ احمد بن ابی داؤد اور بشر مریسی جیسے اکابر معتزلی اس فتنہ کے بپا کرنے میں مخلص تھے۔ اور نہ ہی یہ نتیجہ درست ہے کہ واقعۃً وہ عیسائیت کے حملوں کی مدافعت کے لئے ہی "قرآن کریم کے مخلوق" ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔ بلکہ جہاں تک واقعات کا تعلّق ہے اس کا پس منظر ان کا انتقامی جذبہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے لئے مناسب ہے کہ واقعات و حقائق پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

۱۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اُموی دَور میں یہ مسئلہ پیدا ہو چکا تھا اور "کلامِ الٰہی مخلوق ہے"۔ کے مسئلے کے پہلے سرگرم مبلّغ جعد بن درہم نامی ایک ایرانی نژاد شخص نے جب سر اٹھایا تو اس عقیدے کی پاداش میں ——— محدثین و فقہاء کے متفقہ فتویٰ سے ——— عراق کے گورنر (۱۰۵ھ تا ۱۲۰ھ) خالد بن عبداللہ قسری المتوفیٰ ۱۲۶ھ نے ہشام بن عبدالملک کے عہد (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) میں اسے قتل کر دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر ج ۹ ص ۳۵۰)

۲۔ اسی طرح جعد کے ایک ایرانی شاگرد جہم بن صفوان زیادہ تر اس کے اس عقیدے اور ایسے ہی دوسرے عقائدِ فاسدہ کی وجہ سے اس کو بھی ۱۲۸ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

۳۔ جہم بن صفوان کا ایک مخلص مرید بشر بن غیاث مریسی ان کا جانشین ہوا اور اس نے ایسے ہی عقائد کی تبلیغ کی مہم شروع کر دی جن میں سرفہرست یہ مسئلہ خلق قرآن ہی تھا۔ چنانچہ امام شافعیؒ وغیرہ محدثین و فقہاء سے اس کے مناظرے بھی ہوئے۔

۴۔ ہارون رشید کو جب بشر کی سرگرمیوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا بشر مجھے کہیں مل جائے تو اسے قتل کر دوں گا (لسان المیزان ج۲ ص)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ جعد کے زمانے سے ہی علمائے اسلام اجماعاً خلقِ قرآن کے عقیدے کو گمراہی اور بعض صورتوں میں کفر قرار دیتے تھے اور بصورت عدمِ توبہ اس عقیدے کے حاملین کو اسلام کی نظر میں قابلِ قتل قرار دے دیتے تھے۔ اور حسبِ تصریح امام ابن تیمیہؒ (رسالہ حمویہ وغیرہ) وحافظ ابن کثیر (البدایہ) محدثین وفقہاء یہ سمجھتے تھے کہ عقیدہ خلقِ قرآن یہودیوں سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ جعد نے یہ مسئلہ یہودیوں ہی سے اخذ کیا تھا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں معتزلہ اور جہمیہ (جو مسلکِ اعتزال کے انتہا پسند طبقے کا عنوان ہے) محصور تھے۔ وہ تاک میں تھے کہ جوں ہی موقع ملے تو محدثین وفقہاء سے جعد وجہم کے قتل اور بشر کے قید وبند وغیرہ سختیوں کا بدلہ لیا جائے۔ مامون کے برسرِ اقتدار آنے ہی انہوں نے اس کے لئے کوششیں تیز کر دیں۔ ان کو محسوس ہوا کہ مامون کے دربار میں اس کے ایرانی ننھیال برامکہ کا عمل دخل ہے (جو خود بھی عربی حکومت کو مختلف طریقوں سے کھوکھلا کرنا چاہتے تھے) کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔"

حیات احمد بن حنبل سے مولانا کے توضیحی حواشی کی یہ ایک مثال ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جناب محشی نے اپنے موقف کی توضیح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مزید حواشی کی مثالیں پیش کرنا طوالت کا موجب ہے۔ بہتر ہوگا کہ قارئین کرام اصل کتب کے مطالعہ کے ساتھ تقابلی زاویۂ نگاہ سے ان تعلیقات کو پڑھ کر ان کی افادیت واہمیت سے آگاہ وآشنا ہوں۔ یہ امر پیشِ نظر رہے کہ مولانا مرحوم کے علمی ادبی اور تحقیقی کام تعلیقات وحواشی تک محدود نہیں۔ ان سطور کا موضوع چونکہ تعلیقات کے اندر محدود ومحصور تھا اس لئے آپ کے دیگر کارہائے نمایاں کا مختصر تذکرہ بھی اس عجالہ میں نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جانے پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؎

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

بارگاہِ ربانی میں دعاء ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ملتِ اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

الاعتصام: افسوس مولانا غلام احمد حریری بھی ۷ مئی ۱۹۹۰ء کو انتقال فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بدر الزمان

نیپال

تنقیح ــ تحقیق ــ تعلیق

حیات حضرت امام ابو حنیفہ پر مولانا کے حواشی

کسی تحریر کا مطالعہ اس آئینہ کی مانند ہے جس میں صاحب تحریر کا سراپا اپنے تشخص کے ساتھ نظر آتا ہے۔ سچ ہے۔ "المرء باصغیریہ قلبہ ولسانہ" آدمی اپنے دو چھوٹے چھوٹے اعضاء دل اور زبان سے پہچانا جاتا ہے۔ زھیر بن ابی سلمہ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

لسان الفتی نصف ونصف فؤادہ — فلم یبق إلا صورۃ اللحم والدم

آدمی کی نصف ترجمان اس کی زبان ہے اور نصف اس کا دل۔ اس کے بعد بقیہ گوشت اور خون پر مشتمل ایک ڈھانچہ ہے۔ اس طرح کسی شخص کے دل و دماغ کی پنہائیوں تک رسائی اس کے ترجمان کے واسطہ سے آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ زبان و قلم کا رشتہ باہم بہن بھائی کا سا ہے۔ گو بہن عمر میں بڑی ہے اور بھائی چھوٹا، مگر فضیلت ہر ایک کی مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی عمروں کا تفاوت مگر دونوں کی ہمسری پہلی وحی قرآن میں اس طرح واضح کر دی ہے۔ "اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الأكرم، الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم"

یہاں "اقرأ" اور "علم بالقلم" پر غور کیجئے، کس طرح بار بار پڑھنے کے بعد قلم کے ترجمان بن جانے کا اشارہ ملتا ہے۔ پڑھنے کا تعلق زبان سے ہے جبکہ لکھنے کا تعلق قلم سے، اور آنکھ دونوں کا خادم تابع اور وسیلہ ہے۔ پڑھنے اور لکھنے اور زبان و قلم کی زمنی مسافت اور عمر میں تفاوت اسی مقدار سمجھئے جو انسانیت کو زبان اور پھر قلم کے استعمال میں لگی یا ایک بچے کے پڑھنے اور پھر لکھنے میں لگتی ہے۔

اس طرح یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ تحریر دل و دماغ کے احساسات و میلانات کی مکمل آئینہ دار ہوتی ہے۔ گو زبان اور قلم کی ترجمانیاں کبھی کبھی قلبی واردات سے میل نہیں کھاتیں اور اس میں صاحب واقعہ کے تصنع کو دخل ہوتا ہے اس موقع پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ تصنع نے امر واقعہ چھپا لیا اور زبان و قلم کا ترجمان دل ہونا مخدوش ہو گیا یا وقت گزرنے کے ساتھ خیالات میں تبدیلی بلکہ انقلاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رو نما ہونا بھی مذکورہ ترجمانی کا خیال فاسد کر دینا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ پہلی صورت میں دل اور زبان وقلم کے درمیان انفعال و انسجام نہ ہونے کے سبب با بصیرت نقاد پر حقیقت حال واضح ہو جانا چنداں دشوار نہیں اور دوسری صورت میں اصل مقصود پر حرف نہیں آتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے کے لسانی و قلمی انتاجات بعد کے قلبی کیفیات کے موافق نہیں یا پہلے کے قلبی واردات بعد کے لسانی و قلمی ثمرات کے مطابق نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ کسی ناقد کے پیش نظر یہ ہونا ہی نہیں کہ وہ غلط بحث کر کے شخصیت کو بوالعجبی کا نمونہ بنا دے، بلکہ اس کا نصب العین ہونا ہے کہ ہر حقیقت کو اس کے صحیح خانہ میں ڈال کر تطبیق، توضیح اور تعبیر کرے اور حقیقی تشخص کے ساتھ منظر عام پر لائے۔

اس پس منظر میں ہم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی شخصیت کی گہرائیوں میں اترنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے بارے میں اپنے خیالات پیش کر سکیں۔ اس کے لئے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ان کے قلمی و شفوی انتاجات کا استیعاب کیا جاتا اور پھر اظہار خیال کیا جاتا مگر یہ دشوار ہونے کی وجہ سے ان کی کاوشوں میں سے ایک کام کو ان کی شخصیت میں جھانکنے کے لئے زینہ بنایا۔ یہ ہے محمد ابو زہرہ مصری کی کتاب "ابو حنیفہ" کے اردو ترجمہ از غلام احمد حریری پر تعلیقات اسوقت ترجمہ تعلیقات میرے سامنے ہے اسے ملک سنز (تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد) نے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا ہے اس اڈیشن کی طباعت کی فنی خامیوں کے پیش نظر یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ پیشہ ورانہ طباعت سے اس کی مسافت کافی طویل ہے۔ لیکن اس قسم کے علمی تحائف کو اہل علم مال غنیمت سمجھتے ہیں۔

مولانا بھوجیانی کو سلفیت کی ہمہ جہتی خدمت کی جو لگن تھی اس کا نتیجہ تھا کہ آپ نے امام احمد بن حنبل امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ جیسے مشہور سلفی مجددین کو اردو دان طبقہ میں پیش کیا اور ساتھ ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو (جنہیں سلفیت کا متوازی مکتبۂ فکر حنفیت اپنے مسلک کے ہر مسئلہ کے من عندالامام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے) حنفی آئینہ "سیرۃ النعمان" میں دکھائے جانے کے بعد غیر جانبدار آئینہ میں پیش کرنے کی سعی مشکور فرمائی۔ تاکہ امام صاحب کے معتقدین غلط فہمی کا شکار نہ رہیں اور سمجھ لیں کہ متأخرین کی موشگافیوں سے امام صاحب کی ذات بری ہے ساتھ ہی امام صاحب کے کئی اصول اور کئی تفریعات و استنباطات خود امام صاحب کے پسند کئے ہوئے اصول کے منافی ہونے کے سبب ناقابل التفات و ناقابل عمل ہیں۔ امام صاحب نے ہر طرح کا فتوی دینے اور اصول وضع کرنے کے ساتھ ہی فرما دیا تھا۔ اذا صح الحدیث فھو مذہبی[1] (کسی مسئلہ یا اصول میں جب کوئی صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مسلک ہے)

اہل الرائی کے یہاں مشہور ہے کہ محدث کی مثال عطار کی سی ہے جو دوائیں جمع کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کے لئے ہے۔ اور فقیہ کی مثال طبیب کی سی ہے جو حدیث کے مقاصد کی گرہ کشائی کرتا ہے۔

---

(۱) دیکھئے صفۃ صلاۃ النبی الألبانی (طبع ۱۳۹۱ھ) ص ۲۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ میں اس کا جائزہ مولانا کے یہاں پورے ایک صفحہ پر ہے جس میں چند بنیادی نقاط کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ ورنہ اس الزام کی قلعی کھولنے کے لئے کسی تالیف کا مستقل ایک باب بھی ناکافی ہو سکتا ہے مثال کے طور پر چند نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کی صحت۔

۲۔ کن احوال و ظروف میں یہ بات کہی گئی۔

۳۔ کیا امام صاحب کی یہ بات قاعدہ کلیہ کا درجہ رکھتی ہے۔

۴۔ فقیہ اور محدث کی تعریف اور دونوں کے درمیان خطِ امتیاز۔

۵۔ تیسری صدی ہجری تک کے ممتاز فقہاء و محدثین کی ایک فہرست اور ہر ایک کے علمی و عملی (تدریس و تالیف و دعوت و تطبیق) طریق کار کی تفصیل۔

۶۔ فہم شریعت (فقہ) کا مدلول اور اس کے تین مراحل (الف) زینہ (سند) کا وجود اور اس کی معرفت (ب) حدیث کا وجود اور اس کی صحت (ج) لغت عرب پر دسترس اور کتاب وسنت کی کامل محبت و شوق معرفت کے ساتھ ہر مسئلہ سے متعلق کتاب وسنت نے سارے نصوص پر گہری نظر اور ان کی صحت و عدم صحت سے متعلق پوری بصیرت

۷۔ فقہائے محدثین کے ایک مستقل مکتب فکر کا وجود اور غیر جانبدار علماء کا اعتراف۔

بھوجیانی صاحب کے تبصرہ کا آخری فقرہ ہے "فقہاء محدثین کی تصانیف ہمارے سامنے ہیں جن میں ہر دور میں پیش آنے والے ہر نوع کے مسائلِ زندگی کے سینکڑوں متعلقہ مسائل کا احادیث سے استنباط اور مشکلات کا حل موجود مل سکتا ہے اور سبحان اللہ! کہ سند و متن کی "لفظی طابت" کے ساتھ ساتھ فقہ و مدلول کی "معنوی طابت" کا ان کتابوں میں کیسا امتزاج ہے اور کس طرح لفظ و معنی کو باہم سمو دیا گیا ہے۔ "مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان فبایّ الاء ربکما تکذبان"۔ (ع، ح)

گویا فقہ الحدیث (جو بطور ترجمۃ الباب یا عنوان الباب یا فقہ الباب دیا گیا ہے۔) اور اس کی بنیاد متن حدیث اور اس کی معرفت کی بنیاد اسناد حدیث سب کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اس سے اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں کہ فقہ الحدیث اور فقہ الرائی میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے۔

ایک جگہ مؤلف نے عہد خلافتِ راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب کی تین صورتیں ذکر کی ہیں۔

اوّل: سابق خلیفہ کے ایماء پر ایک ممتاز شخصیت کا انتخاب۔ جیسے حضرت عمرؓ

دوم: خلیفہ کے ایماء کے بغیر۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ و علیؓ

سوم: ان دونوں طریق کے مابین درمیانی راہ۔ جیسے حضرت عثمان۔

مولانا نے دوسری صورت کے انتخاب میں حضرت ابوبکرؓ پر تعلیق لگاتے ہیں۔ "حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعقاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بہ صراحت ارشادات کی بنا پر مسلمانوں کے اتفاق سے عمل میں آیا تھا تفصیل کے لئے منہاج السنۃ (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اور ازالۃ الخفاء اور قرۃ العینین (شاہ ولی اللہ) ملاحظہ ہوں۔" (ع ۔ ح)"(۲)

قریب با ایک درجن صحیح حدیثوں میں خلافت ابوبکر کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں مولانا نے مؤلف کی اس واضح غلطی کی نشاندہی فرمائی ہے تاکہ اہل رفض و تشیع کے لئے ایک موقع بھی نہ ہاتھ آ جائے۔

مولانا حنیف رحمہ اللہ کی تنقیحات پر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ، تصحیح ترجمہ مراجعہ حوالہ جات اور تعلیقات و حاشیہ آرائی کی مہینوں کی صبر آزما مشقت کی کہانی چند منٹوں میں مترجم کی زبانی سن لی جائے وہ فرماتے ہیں۔

"مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے جب رمضان ۱۳۹۱ھ سے دو چار روز قبل ترجمہ کے لئے یہ کتاب میرے سپرد فرمائی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس کام میں امکانی عجلت مطلوب ہے تو احقر کو مجال انکار نہ ہوئی چنانچہ فوراً کام شروع کر دیا گیا اور ذوالقعدہ ۱۳۹۱ھ کے دوسرے ہفتہ میں ہی کتاب کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ترجمہ کر کے المکتبۃ السلفیہ (جس کے مالک و مدیر مولانا بھوجیانی تھے) کو بھیج دیا گیا اور اس کے تھوڑی مدت بعد باقی ماندہ حصے کی تکمیل کر دی گئی۔"

"المکتبۃ السلفیہ (لاہور) نے محنت شاقہ و توجہ خاصہ سے اس کتاب کو اور بھی مفید تر بنا دیا کہ اس میں آیات قرآنیہ کے حوالے دے دیئے اور احادیث و آثار کی تخریج و تحقیق کی اس کے علاوہ تنقیحی حواشی سے کتاب کو مزین کیا جو مصنف کے متعدد مسامحات کی نشاندہی اور بہت سے تاریخی و تحقیقی مباحث پر مشتمل ہیں۔

ان حواشی کا وہ حصہ بالخصوص بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے جس میں حدیث پاک کے متعلق ایسے مغالطوں کا ازالہ کیا گیا ہے جن میں جناب مصنف کے علاوہ موجودہ دور کے بہت سارے لوگ تو غلط فہمی سے مبتلا ہیں مگر الحاد پسند طبقہ اور منکرین حدیث کے لئے وہ چور دروازوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ حصہ اور معتزلہ کے پانچ مخترعہ اصولوں کے تنقیدی جائزہ کا مبحث جہاں تک میرا خیال ہے اردو تو کجا کسی بھی زبان میں یکجا نہیں مل سکیں گی یہ مباحث "حیات حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کی گویا خصوصیت خاصہ ہیں گو حواشی ہونے کی وجہ سے ان کو اختصار سے کام لینا پڑا ہے۔"

ترجمہ کی خدمت تفویض کرنے پر شکر و سپاس کے بعد لکھتے ہیں۔"پورے ترجمہ پر تقابل اور نظر ثانی کی صبر آزما زحمت گوارا فرمائی اور نہ صرف یہی بلکہ مصنف کی محولہ کتابوں سے جو ان کو مل سکیں مقابلہ بھی کیا جس سے بعض اغلاط کی تصحیح ہو گئی۔"

اس سے اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کہ بھوجیانی صاحب رحمہ اللہ نے کس دلچسپی، دلجمعی اور عرق ریزی سے انمول موتی چنے اور انہیں پرو کر بیش قیمت ہار تیار کیا۔

ذیل میں ہم آپ کی تعلیقات و توضیحات اور علمی مباحث و تنقیدات کے چند نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ ان سے بعض نتائج اخذ کئے جا سکیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤلف ایک جگہ امام مالک رحمہ اللہ کو فقہاء محدثین کے زمرہ سے خارج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقہاء حدیث، آثار وسنن سے احتجاج کرتے اور رائے پر شاذ و نادر ہی عمل کرتے تھے مگر امام مالک ان ائمہ حدیث میں شامل نہیں۔" (۱)

بھوجیانی صاحب فرماتے ہیں: "یہ تجزیہ درست نہیں"۔ پھر شہرستانی، ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے ان کے شاگرد اسد بن فرات کے بارے میں ان کا یہ مشہور قول نقل کیا ہے "حسبك يا مغربي، إن أجبت الرأي فعليك بالعراق" "بس بھائی مغربی! رائے پسند کرتے ہو تو عراق چلے جاؤ" (۲)

مؤلف نے علامہ ابو اسحاق شاطبی کی تائید نقل کی تو آپ نے بڑی قیمتی رائے پیش کی کہ مالکیوں میں دو گروہ ہیں۔

۱۔ متقدمین: جو امام مالک کے طریق۔ طریق فقہاء محدثین۔ پر گامزن تھے مثلاً حافظ ابن عبدالبرؒ۔

۲۔ متأخرین: جو امام مالک کے طریق سے ہٹ کر عقائد میں اشعریت اور فروع میں تقلیدی مالکیت کے دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ مثلاً علامہ ابن العربی۔

پھر آپ تقلیدی ذہنیت کی طرف اس پیش قدمی کی تعلیل و توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (۳) "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلامی اور بعض خالص قسم کے فقہی مسائل پیدا ہونے کے بعد عقلیت پسند مالکیوں کے ہاں یہ اصول (۴) وضع ہوا تاکہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ بعض ان عقائد و مسائل سے جو "سکہ بند مالکیت" کے خلاف سمجھے گئے ہوں گے، اس اصول کی روشنی میں مخلص کی راہ نکالی جا سکے جو بظاہر دلکش اور معقول دکھائی دیتا ہے لیکن اس سے عملاً بہت سی احادیث صحیحہ کا استرداد لازم آتا ہے۔"

مؤلف نے توضیحِ مزید کے لئے مثال دی کہ "حضرت عائشہ، ابن عباس اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے بعض احادیث کو اصول اسلامیہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کر دیا تھا۔" (۵)

بھوجیانی صاحب اس کو "ایک بڑا مغالطہ" تصور کرتے ہیں کیونکہ ان صحابہ نے جن حدیثوں کو قبول کرنے میں تامل کیا اس کی وجہ یہ نہیں جسے شاطبی اور مؤلف بیان کر رہے ہیں کہ مندرج حدیثوں کے رد کرنے کی وجہ ان کا "اصول اسلامیہ" کے مخالف و معارض ہونا تھا بلکہ صحیح وجہ وہ ہے جسے انہوں خود بیان کر دیا ہے کہ انہیں ان حدیثوں کے ناقلین کے حفظ و ضبط کے بارے میں اطمینان نہیں ہو سکا۔ (۶)

اس کا جائزہ آپ نے کافی تفصیل کے ساتھ شواہد و قرائن کی روشنی میں لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام مالک

(۱-۳) ص ۱۰۹ (۴) "یعنی کوئی حدیث معارض قرآن ہو یا کسی دوسری حدیث کے خلاف ہو یا ایسے قانون کلی سے معارض ہو جو احکام شریعت کے تتبع سے اخذ کیا گیا ہے تو وہ اس کو ترک کر دیتے تھے"۔ (ص ۱۶۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام المحدثین ہیں اور محدثین کا مسلک ہے کہ کسی صحیح حدیث کو گو خبر واحد ہو قرآن یا کسی اصل کے معارض قرار دے کر رد نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ" ہر صحیح حدیث بجائے خود ایک اصول ہے۔ اگر کہیں نص قرآن و نص حدیث میں بظاہر تعارض نظر آئے تو تطبیق کے علمی اصولوں کی روشنی میں دونوں کو ملا لیا جائے گا۔"

اعتزال کی بحث میں معتزلہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ: "بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ معتزلہ اس لئے کہلایا کہ یہ لوگ بڑے متقی، پارسا اور لذات دنیاوی سے کنارہ کش رہتے تھے۔"

مولانا اس پر تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

" یہ مستشرق غالباً یہودی ہوگا۔ یہودی (اور اب عیسائی بھی) ہمیشہ سے معتزلہ کی مدح میں رطب اللسان رہے ہیں (جیسا کہ شرح عقیدہ طحاویہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)۔ اسلامی عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کا راستہ معتزلہ ہی نے ہموار کیا ہے۔ یقین کمزور ہو تو عمل میں اضمحلال لازمی ہے جو مسلمانوں کے لئے دشمنان اسلام کی خاص مطلوب شئی ہے"[1]

معتزلہ نے اہل سنت کے چھ اصول ایمان کے مقابل اصول خمسہ (توحید، عدل، وعدو وعید، کفر و اسلام کے درمیانی منزل کا اقرار، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) وضع کئے تھے۔ ان کے ان اصولوں پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد مؤلف کے اس خیال (کہ معتزلہ جنہوں نے معقول کو پڑھا اور منقول کو سمجھا، ان باطل فرقوں۔ (جو اگرچہ اسلام کا لیبل لگائے ہوئے تھے لیکن درحقیقت اساسِ اسلام کو منہدم کرنے کے درپے تھے مثلاً مجسم، مشبہ اور زنادقہ وغیرہ) کے مقابل میں عقل و دانش کے سپرے کر نمودار ہوئے)[2] کے اوپر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" جہاں تک اسلام کی بیرونی طور پر تبلیغ اور علوم اسلامیہ کی علمی خدمات کا تعلق ہے بلاشبہ معتزلہ نے کی ہیں۔ اور علماء اہلحدیث و سنت نے ہمیشہ فراخدلی سے اس کا اعتراف کیا ہے۔۔۔ لیکن اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے حق کے ساتھ باطل بھی بہت ملا دیا۔ باطل فرقوں کے ساتھ ساتھ اہل حدیث و سنت کی تردید کے بھی درپے ہو گئے بلکہ آخر میں زیادہ زور اہل حق کی مخالفت میں صرف کرنا شروع کر دیا اور الفاظِ خدا و رسول کی تشریح اپنے نظریات کے بل بوتے پر کرتے چلے گئے جس سے نصوص کا احترام باقی نہ رہا۔ پھر مزید ستم یہ کیا کہ اہل حدیث کو مجسمہ، مشبہہ، حشویہ وغیرہ قرار دیا حالانکہ اہل حدیث ان بدعتی فرقوں کے اتنے ہی مخالف ہیں جتنے معتزلہ، اور اس طرح انہوں نے خود ہی اسلامی محاذ کو کمزور کر لیا۔

پھر کیا یہ کہ ...... منقول کو معقول کے تابع کر دیا جس سے قرآن کے نصوص میں تاویل و تحریف معنوی حدیث پاک میں شکوک اور ائمہ سلف پر بے اعتمادی کے دروازے کھل گئے اور جو تعلیماتِ اسلامیہ قلوب کی اصلاح اور روحانی

---

(1) ص ۲۳۴ (2) ص ۲۴۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تربیت کے لئے نازل کی گئی تھیں وہ دماغ کی تسکین تک محدود ہو کر رہ گئیں بلکہ دماغی عیاشی کی نذر ہو گئیں۔ پس بحیثیت مجموعی اگر "نفع" کے مقابلے میں "مضرت" کو "اکبر" کہہ دیا جائے تو غالباً واقعہ کے خلاف نہ ہوگا" (ع،ح) (۱)

گویا مذکورۃ الصدر بے اعتدالی اور عقلیت پسندی کی وجہ سے اہل سنت کے نزدیک شراب کی طرح ان کی مضرت منفعت پر غالب رہی جس کی بنیاد پر شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان رفع الیدین کے مسئلہ پر مناظرہ کافی شہرت کا حامل ہے اس مناظرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ کے مقابل افقہ کی روایت کو امام ابوحنیفہ نے ترجیح دی۔

مولانا بھوجیانی نے اس مناظرہ کو کذب و زور قرار دیا ہے اور اس کے لئے انہوں نے دو طرز کا ثبوت پیش کیا۔(۲)

اول: اس مناظرہ کے راوی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی سخت مخدوش اور وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں۔ ان کے استاذ محمد بن ابراہیم رازی کو دارقطنی وغیرہ کئی علماء نے حدیث گھڑنے والا دجال قرار دیا ہے۔ ان کے استاذ سلیمان بن داؤد شاذکونی بھی تقریباً بالاتفاق ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔

دوم: روایت کے اعتبار سے دو چیزیں قابل غور علتیں ہیں۔

(۱) شاذکونی مذکور کے واسطہ ہی سے امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے مناظرہ (جس میں امام اوزاعی کو لاجواب دکھایا گیا ہے اور جو حنفیہ کے حق میں جاتا ہے) کی طرح امام اوزاعی اور امام سفیان کا ایک مناظرہ روایت کیا ہے جس میں امام سفیان کو لاجواب دکھایا گیا ہے اور جو شافعیہ کے حق میں جاتا ہے۔

"کیا عجب کہ اس نے دونوں کہانیاں گھڑی ہوں کہ ایک شافعیوں کو دے دی اور دوسری حنفیہ کو۔ پھر امکان کے باہر یہ بھی نہیں کہ شافعیہ کی کہانی کے جواب میں شاذکونی کے نام سے دوسری کہانی گھڑی ہو" (۳)

(۲) " ایسے مناظرہ کو صدور حضرت امام سے بہت بعید ہے جس میں ایک جلیل القدر صحابی پر ایک تابعی کو کسی حیثیت سے بھی فضیلت دی گئی ہو اور جس میں تاریخ رجال سے پوری واقفیت نہ ہونے کا حضرت امام پر (معاذ اللہ) الزام عائد ہو سکتا ہو۔" (ع۔ح) (۴)

اس کے بعد مزید محاکمہ کرتے ہوئے اپنی محدثانہ جلالت علمی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: "ائمہ سلف میں تقابل کوئی اچھی بات نہیں مگر حضرت امام ابوحنیفہ کی اس مناظرہ سے براءت ثابت کرنے کی غرض سے عرض ہے کہ رجال حدیث کی تاریخی دستاویزوں کی رو سے" زہری کا مقام حدیث و فقہ حماد سے بہت بلند، سالم فقہاء سبعہ میں سے ہیں ابراہیم نخعی پر ان کی فوقیت بہرصورت ہے۔ ابن عمر کا علقمہ تابعی سے کوئی جوڑ نہیں۔" حضرت ابن مسعود و حضرت ابن عمر

---

(۱) ص ۲۴۴ - ۲۴۵ (۲) دیکھئے ص ۴۳۹ (۳) ص ۴۴۰ (۴) ص ۴۴۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں حافظ حدیث اور دونوں فقیہ ہیں دونوں میں فقیہ و غیر فقیہ وافقہ کا تجزیہ غیر ضروری بلکہ غیر مناسب ہے ہاں! واضح رہے کہ زیر بحث رفع یدین حضرت ابن عمر کے سوا دوسرے بہت سے حفاظ وفقہاء صحابہ سے بھی مروی ہے۔

غرض اس نقطۂ نظر سے بھی اس مناظرہ کا امام صاحب کی طرف انتساب درست نہیں۔ واللہ أعلم (ع۔ح)"(۱)

مؤلف نے ایک جگہ ذکر کیا کہ(۲) امام صاحب سے منقول بعض چیزیں اخبار آحاد کے خلاف ہیں اس صورت میں یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ کے اقوال کی مخالف حدیثیں آپ کو معلوم نہیں تھیں یا یہ کہ آپ نے انہیں دانستہ رد کردیا۔ پہلی صورت کو تسلیم کرلینا بہت آسان ہے مگر اس سے فقہ حنفی کے ایک بڑے حصہ کو غلط اساس پر مبنی تسلیم کرنا پڑے گا۔

مولانا بھوجیانی نے پہلے موقف کی تائید فرمائی کہ اگر امام صاحب کو اس مقدار میں حدیثیں مل گئی ہوتیں جو بعد میں متوفر ہوگئیں تو آپ کو زیادہ قیاس کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب اور دوسرے تمام ائمہ کرام نے اپنے قول وقیاس کے مخالف حدیث ہونے کی صورت میں ترک کردینے اور حدیث ہی کو اپنا لینے کی تلقین کی ہے۔ اور یہ دعویٰ محتاج دلیل ہے کہ فقہ حنفی کا بڑا حصہ غلط اساس پر مبنی قرار پائے گا۔ اور اگر شواہد کی روشنی میں ایسا فی الواقع ہو بھی جائے تو امام صاحب کے قیاس قطعی کے مقابل حدیث کو ترک کرنے کی قباحت سے کم تر ہے۔

مؤلف نے امام ابو یوسف کی طرف منسوب زکوٰۃ نہ دینے کا ایک حیلہ نقل کرکے اس کی خوبصورت سی توجیہ کی ہے حیلہ یہ ہے کہ جس کے پاس دو سو درہم ہوں۔ سال پورا ہونے میں ایک دن باقی ہو تو ایک درہم صدقہ کردے۔ اب جب سال پورا ہوگا تو وہ نصاب کا مالک نہ ہوگا اور زکوٰۃ اس پر واجب نہ ہوگا۔ ایسا کرنا نہ تو مکروہ ہے نہ باعث گناہ توجیہ یہ ہے کہ حیلہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک، حیلہ برائے منع وجوب زکوٰۃ۔ دوم: حیلہ برائے اسقاط زکاۃ، بعد وجوب مذکور بالا حیلہ پہلی قسم سے متعلق ہے۔ مؤلف کے نزدیک یہ سعی نامحمود نہیں ہے۔

لیکن مولانا بھوجیانی نے اس نازیبا حرکت سے امام ابو یوسف کو بری قرار دینے کے لئے خود انہیں کی ایک تصریح کتاب الخراج سے نقل کرکے حقیقت حال واضح کردی۔ اس میں ہے کہ " مالک مویشی اسقاط زکاۃ کے لئے کوئی بھی حیلہ نہ کرے"۔ اس موقف کی تائید حافظ ابن حجر اور ابوالکلام جیسے علماء محققین سے بھی نقل کرکے امام ابو یوسف کے دامن پر لگایا گیا داغ دھو دیا۔ فللہ درہ (۳)

---

(۱) ص ۴۴۱-۴۴۲ (۲) دیکھئے ص ۴۶۰-۴۶۱ (۳) دیکھئے ص ۶۵۷-۶۵۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختر راہی
لوہسر شرفو واہ کینٹ

تراجم علمائے اہلِ حدیث میں مولاناؒ کی دِل چسپی

یہ مضمون گو مختصر ہے، تاہم اس اعتبار سے اہم ہے کہ تراجم علمائے حدیث کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے اندر جو تڑپ اور لگن تھی اور اس بارے میں وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے، اس سے حضرت کی خدمات کا یہ گوشہ واضح ہوتا ہے، کیونکہ فاضل مضمون نگار بھی اُن اہلِ قلم میں سے ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل ہیں جو پاک و ہند کے رجال اور ان کی گوناگوں خدمات پر معلوماتی نظر رکھتے ہیں اور اسی بناء پر حضرت مولاناؒ نے جناب راہیؔ صاحب کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

یہ کام اُنہوں نے کس طرح کیا؟ کتنا کیا؟ اور اس کی نوعیت کیا ہے؟

ان کے ذیل کے مضمون سے ان امور پر کچھ روشنی پڑتی ہے (ح۔ی)

حافظے پر زور ڈالنے کے باوجود یاد نہیں آ رہا کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کا نام پہلی بار کب اور کہاں سُنا تاہم ان سے پائیدار تعارف اور قلبی تعلّق کا آغاز ۱۹۶۷ء میں ہُوا جب رحیق (لاہور) کے چند متفرق شمارے نظر سے گزرے۔ رحیق، تک رسائی کی داستان اپنے طور پر دلچسپ ہے۔

میرے گاؤں لوہسر شرفو کے نواح میں واہ کینٹ کی معروف بستی ہے۔ جہاں ان دنوں جماعت اسلامی کے واحد رکن جناب محمد یوسف (حال مقیم لاہور) تھے۔ جناب محمدؐ یوسف جماعتِ اسلامی سے وابستگی کے علاوہ اپنی کتاب دوستی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے پاس نہ صرف جماعت اسلامی کا پُورا لٹریچر موجود تھا بلکہ دینی موضوعات پر کتابوں اور رسائل و جرائد کا ایک وقیع ذخیرہ تھا۔ جماعت اسلامی کے حوالے سے ان کی دلچسپیاں ماہنامہ "تجلّی" (دیوبند) سے بھی تھیں جو جماعت اسلامی کے دیوبندی ناقدین پر گرفت کرنے میں پیش پیش تھا۔ عامر عثمانی مرحوم مدیر "تجلّی"، ملا ابن العرب مکّی کے قلمی نام سے مزاحیہ کالم "مسجد سے میخانے تک" لکھتے تھے۔ اس شوخ اور تیکھے کالم کے لئے جناب محمدؐ یوسف سے "تجلّی" (دیوبند) کے کچھ پرانے پرچے حاصل کئے۔ ان پرچوں میں سے ایک میں ماہنامہ "رحیق" پر تبصرہ شائع ہوا تھا۔ تبصرے میں رسالے کے علمی، دینی مضامین کی تعریف کی گئی تھی۔ البتہ مدیرِ رحیق، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ناشر حافظ عبدالرحمٰن کی 'غیر ادیبانہ' سی صفاتِ نسبتی، بھوجیانی اور گوہڑوی کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا تھا۔

مدیرِ تجلی کے اس تبصرے کا ذکر جناب محمد یوسف سے ہوا تو انہوں نے اپنے ذخیرۂ کتب سے 'رحیق' کے چند شمارے مہیا کر دیے۔ رحیق ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء تک تین سال جاری رہ کر بند ہو گیا تھا تاہم اس کے مضامین نے فتنہ انکارِ حدیث اور تجدد کی بڑھتی ہوئی رَو کے روکنے میں قابلِ تعریف کام کیا تھا۔ یہ وہ دَور تھا جب غلام احمد پرویز کو حکومت کے بعض کارپردازوں کی بالواسطہ حمایت حاصل تھی۔ اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور سر سید احمد خان کے 'جدید علم کلام' کو حکومتی سرمائے سے آگے بڑھانے میں لگا ہوا تھا 'رحیق' کے متفرق پرچوں سے مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں طالب علمانہ تأثر یہ تھا کہ وہ اپنے نقطۂ نظر کے بیان میں کسی رو رعایت کے قائل نہیں۔ وہ اپنے محترم دوستوں کے افکار و خیالات پر بھی تنقید بلکہ سخت تنقید کرنے کا دِل گردہ رکھتے ہیں۔ ان کی بات مختصر، دوٹوک اور جاندار ہوتی ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے بارے میں یہ ابتدائی تأثر وقت گزرنے کے ساتھ پختہ ہوتا گیا۔

'رحیق' سے ابتدائی دلچسپی کا نتیجہ تھا کہ اس کی تین سالہ مجلّدات فراہم کیں اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی دوسری تحریریں دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مطالعہ اس سلسلے کا اگلا قدم تھا۔

نومبر ۱۹۶۹ء میں 'ترجمان الحدیث' (لاہور) کا اجراء ہوا اور ایک سال بعد دسمبر ۱۹۷۰ء میں محدث (لاہور) منصۂ شہود پر آیا۔ دونوں رسائل کے آغاز ہی سے میری طالب علمانہ تحریریں ان میں شائع ہونے لگیں۔ ماہنامہ 'محدث' کے مدیرِ اعلیٰ محترم حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے وسیع مطالعہ اور کتابیاتی معلومات کی تعریف کرتے تھے۔ جب بھی کسی دینی تاریخی موضوع پر گفتگو ہوئی، انہوں نے مولانا کے کتب خانے کا ذکر کیا اور اُن سے ملاقات کا مشورہ دیا۔

۱۹۷۰ء میں جب میں برّصغیر میں مسیحی تبلیغی سرگرمیوں کے بالمقابل مسلمان علماء کی علمی و دینی خدمات پر لکھ رہا تھا۔ مجھے مولانا سے خط و کتابت کا موقع ملا۔ اس موضوع پر ابتدائی نوعیت کا کچھ کام امداد صابری صاحب نے کیا اور "فرنگیوں کا جال" کے زیرِ عنوان ایک کتاب لکھی تھی۔ "آثارِ رحمت" کو بھی اس سلسلے کی ایک کڑی کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے "تاریخ صحافت اردو" لکھتے ہوئے بھی مسلمان علماء کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ تاہم یہ ایسا موضوع تھا، اور اب بھی ہے، کہ زیادہ محنت اور تحقیق و تنقیح کے ساتھ اس پر لکھا جائے۔ مجھے حافظ ولی اللہ لاہوری کے بارے میں معلومات درکار تھیں۔ مولانا کو لکھا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

"... حافظ ولی اللہ لاہوری کا مختصر سا تذکرہ تراجم علمائے ہند[1] (رحمان علی) میں ہے۔ سن وفات ۱۲۹۶ھ ہے شاید حدائق الحنفیہ[2] میں بھی ــــــ ان کی تالیفات "صیانۃ الانسان من وسوسۃ الشیطان" ابحاث ضروری،

---

[1] تراجم، سہو قلم ہے۔ اصل نام 'تذکرہ علمائے ہند' ہے

[2] فقیر محمد جہلمی 'حدائق الحنفیہ' لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ (س۔ن) ص ۵۰۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک کتاب جس کا نام اب ذہن میں نہیں، میرے پاس موجود ہیں لیکن ایک صاحب جناب ظفر قریشی لیکچرار اسلامیہ کالج (سول لائن)، کے پاس عاریۃً ہیں جو مستشرقین پر کام کر رہے ہیں عیسائیت سے دلچسپی تو اس خاکسار کو بھی ہے گو مطالعہ کی توفیقِ الٰہی نہیں مل سکی کبھی لاہور آپ تشریف لائیں اور مناسب سمجھیں تو خاکسار کو آپ سے مل کر خوشی ہو گی . . . "

"مسیحی مشنری سرگرمیاں اور مسلمان علماء کے زیرِ عنوان "ترجمان الحدیث" میں مطبوعہ مختصر مضمون میں حافظ ولی اللہ لاہوری پر چند صفحے لکھ دیے گئے۔ اسی سلسلے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ پر عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم کی تحریروں کی ضرورت پڑی۔ مولانا سے راہنمائی اور فراہمیٔ کتب کی درخواست کی اور ساتھ ہی حافظ ولی اللہ لاہوری کے بارے میں اپنی مطبوعہ تحریر کا ذکر کیا مگر فوراً جواب نہ آیا۔ یاد دہانی کرانے پر مولانا کا دوسرا خط موصول ہوا۔

"۱:۔ آپ کے مکتوب کا جواب میں نے لکھ دیا تھا۔ باوجود عدم فرصتی یا قلتِ وقت۔

۲:۔ سیرت قاضی محمد سلیمانؒ طبع ہی نہیں ہو سکی۔

۳:۔ سیرت ثنائی۔ سوہدرہ سے مل سکتی ہے لیکن وہاں بعض موانع حائل ہیں۔ لکھوں تو کیا لکھوں۔

———— مشکل سے الاعتصام کا برا بھلا انتظام کرتا ہوں، رسائل و جرائد کے لئے وقت نہیں مل سکتا۔ تاہم حافظ ولی اللہ کے بارے میں کوشش کروں گا کہ پڑھ سکوں . . . "

اس کے بعد جب لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ تو مولانا سے ملاقات کے لئے اُن کے دردولت پر حاضری دی۔ مکتبہ سلفیہ کے پتے پر خط و کتابت ہوتی تھی۔ اس لئے کسی دقت کے بغیر مکتبہ تک رسائی ہو گئی۔ مکتبہ میں حافظ احمد شاکر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک اور مزاج پُرسی کے بعد حاضر ہونے کی غرض و غایت بیان کی۔ انہوں نے ایک بچے کو دوڑایا اور مولانا کو اطلاع دی۔ تھوڑی دیر بعد مولانا مکتبہ میں تشریف لے آئے۔ ان کی بے تکلفی، سادہ معاشرت اور علم دوستی نے متاثر کیا۔ انہوں نے اُس وقت مکتبہ میں موجود اپنی سب ہی تحریریں عنایت کر دیں۔ مسیحی تبلیغی سرگرمیوں پر دیر تک گفتگو رہی اور علمائے اسلام کی خدمات زیرِ بحث آئیں۔ اس یادگار ملاقات کے بعد جب بھی لاہور جانا ہوا مولانا سے ملاقات سفرِ لاہور کا لازمی حصہ رہی۔

۱۹۷۲ء میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کے مکتوبات ترتیب دے رہا تھا۔ وہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے دوستوں میں سے تھے۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے کچھ عرصہ فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ کے ہاں قیام بھی کیا تھا۔ اس تعلق خاطر کا اظہار مولانا سندھی اور اُن کے افکار و خیالات پر ایک نظر' کے دیباچہ کے اس بلیغ جملے سے ہی ہوتا ہے[۵]

---

[۴] ترجمان الحدیث، میں اس مضمون کی آٹھ اقساط شائع ہو سکیں، دیکھئے جلد ۲ و جلد ۳، بعد میں ایک قسط الگ مضمون کی صورت میں ماہنامہ محدث (لاہور) میں اشاعت پذیر ہوئی۔

[۵] مسعود عالم ندوی، مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر، پٹنہ: مکتبہ دین و دانش (۱۳۶۴ھ) ص ۵۔ الف۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

در کاغذ کی نایابی اور ہوشربا گرانی (دوسری عالمگیر جنگ کے) اس دور میں شاید یہ کتاب شائع نہ ہو سکتی اگر محب محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (فیروزپوری) کا پیہم اصرار نہ ہوتا.....''

میرا خیال تھا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف کے ہاں مولانا مسعود عالم ندویؒ کے خطوط مل جائیں گے۔ دریافت کرنے پر اطلاع ملی کہ کوئی خط محفوظ نہیں تاہم ایک ملاقات میں مولاناؒ نے مولانا مسعود عالم ندویؒ کے حوالے سے بتایا کہ وہ جماعت اسلامی سے اپنی وابستگی کے باعث 'اہل حدیث' کو 'حزبی اہل حدیث' کہتے تھے کیونکہ وہ جماعتِ اسلامی پر تنقید کرتے ہیں۔ مولانا حنیفؒ، مولانا مسعود عالم ندویؒ کی رواداری اور مزاج کے پیشِ نظر انہیں کہا کرتے تھے کہ اگر دوسرے لوگ ''حزبی اہل حدیث'' ہیں تو وہ خود بھی محض اہل حدیث نہیں بلکہ ''ندوی اہل حدیث'' ہیں۔

مولاناؒ سے ملاقاتوں کے تواتر اور تسلسل کا نتیجہ تھا کہ اُنہوں نے حکم دیا کہ سبیت کے حوالے سے ''الاعتصام'' کے لئے کچھ لکھوں چنانچہ میں نے اپنا ایک طالب علمانہ مضمون بھیج دیا مضمون کچھ طویل ہو گیا۔ بہرحال ادارتی نوٹ کے ساتھ دو قسطوں میں شائع ہو گیا[۵]۔ الاعتصام کے لئے مناسب سمجھا کہ 'رحیق' کا اشاریہ مرتب کر دیا جائے۔ جب مختصر نوٹ کے ساتھ'' اشاریہ رحیق'' برائے اشاعت بھیجا تو حسب ذیل گرامی نامہ موصول ہوا۔

''عدم فرصتی کے سبب کل ہی جناب کی نگارش یا کاوش دیکھنے کا موقع مل سکا۔ ارادہ کر رہا تھا کہ کارڈ لکھوں لیکن پتہ مستحضر نہ تھا۔ ادھر جناب نے خود ہی کرم فرمائی کر ڈالی فجزاکم اللہ احسن الجزاء یہ خاکسار (انکساراً نہیں بلکہ واقعتہً) رحیق کو آپ کی طرف سے ایک حیثیت بخشنے پر بہت شرمندہ ہے۔ تاہم اگر ازراہِ نوازش حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے تو 'الاعتصام' میں اس کو شائع ہو جانا چاہیئے۔ لیکن آپ کی تحریر پر ایک نظر ڈالنے کے بعد مناسب یہ معلوم ہوا کہ آپ سے ایک دفعہ ملاقات ہو جائے تاکہ بعض اس سے متعلقہ باتوں پر گفت گو ہو سکے۔ اس کے بعد ہی اشاعت کی جائے۔ فرمائیے مستقبل قریب میں اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ تشریف آوری سے قبل اطلاع ہو سکے تو بہتر رہے گا۔''

اشاریہ مرتب کرتے ہوئے 'رحیق' کے ادارتی شذرات کے لئے عنوانات بھی تجویز کئے ہوئے تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ ایک بار وہ ادارتی شذرات پڑھ لیں اور ان کی روشنی میں تجویز کردہ عنوانات پر گفت گو ہو جائے۔ مجھے اس مشورے سے کیا اختلاف ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اسے مولانا کی مصروفیات پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ رحیق کے ادارتی شذرات پڑھ کر 'اشاریۂ رحیق' میں تصحیح و ترمیم کر دیں مگر افسوس کہ اُن کے بہت سے دوسرے کاموں کی طرح یہ بھی نہ ہو سکا۔

مولانا کے عقیدت مندوں میں اہل علم، کتاب شناسوں اور کتاب دوستوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ ابو معاویہ مرحوم (پاک اکیڈمی۔ کراچی) اگرچہ ایک تاجر کتب تھے مگر علمی اور دینی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جون ۱۹۷۶ء میں کراچی سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے برادرِ بزرگ ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم کی تالیف ''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء' واقعات و شخصیات'' کی طباعت میں

---

[۵] دیکھئے الاعتصام (لاہور) جلد ۲۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروف تھے۔ ہفتہ عشرہ کی دوڑ دھوپ کے بعد کتاب چھپ کر مارکیٹ میں آگئی۔ اتفاقاً ان ہی دنوں مجھے لاہور حاضر ہونے کا موقع ملا۔ نئی کتاب کی اشاعت کی خوشی میں ابومعاویہ مرحوم، مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اور مجھے ایک شام نعمت کدہ لے گئے۔ کافی دیر تک کھانے کی میز پر دینی موضوعات اور طباعتی سرگرمیوں پر گفتگو ہوتی رہی۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ کی تازہ ترین کتاب اور اُن کے ترجمہ "تذکرہ علمائے ہند" سے گفتگو ہٹتے ہٹتے، تراجم علمائے حدیث ہند، (ابویحییٰ امام خان نوشہروی) کے غیر مطبوعہ دوسرے حصے تک آگئی۔ مولانا مرحوم نے بتایا کہ انہوں نے اہل حدیث علماء کے احوال یکجا کر لئے ہیں۔ اس کی نوک پلک سنوارنے کے بعد اشاعت کے لئے دے دیں گے۔ ابومعاویہ مرحوم نے اس مقصد کے لئے مولانا سے میرا نام تجویز کر دیا کہ یہ فریضہ یہ کیوں نہ انجام دے دیں۔ چنانچہ دوسرے دن مولانا مرحوم نے مجھے ایک رجسٹر عنایت کیا جس میں اُن علمائے حدیث کے مجمل حالات درج تھے جن کا تذکرہ ابویحییٰ امام خان اپنی پہلی جلد میں نہیں کر سکے تھے۔

رجسٹر میں درج شدہ تراجم کی ترتیب نو اور اضافات کے بعد مسودہ مولانا مرحوم کو واپس کر دیا۔ اس پر مولانا نے محنت کی داد دی اور تحقیق و تنقیح کی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"..... آپ کا مرسلہ مُبیّضہ بالکل نہیں دیکھ سکا اور نہ ابھی چند ہفتوں تک شاید یہ ممکن ہو سکے گا اور مجھے یہ مُبیّضہ سرسری دیکھنا ہی تو نہیں۔ آپ کے حوالوں سے مطابقت کرنا ہوگی۔ اگرچہ آپ پر اعتماد تو یہی ہے کہ آپ نے استقصاء حالات کا جزئیات تک کر لیا ہوگا تاہم بفحوائے لیطمئن قلبی میں اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں کہ کہیں کوئی بات رہ گئی ہو تو اس کو بھی درج کر لیا جائے۔

بہرصورت میں آپ کا شکریہ کن الفاظ میں ادا کروں؟ جو الفاظ صفحۂ قرطاس پر نمودار ہونا چاہتے ہیں (وہ) تو محض رسمی ہیں اور آپ کی کاوش تو ان سے بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی علمی، تحقیقی اور روحانی مساعی اور کاوشوں میں مزید ترقیاں دے اور اس طرح محققِ کلمۂ حق اور اہل حق کے لئے استقامت کے ساتھ وقف رہے۔"

مجھے یقین ہے کہ میری تحریری کاوشوں میں جہاں دوسری بہت سی دُعائیں شامل ہیں، وہیں مولانا مرحوم کی پُرخلوص محبت اور دعائیں بھی اپنا وزن رکھتی ہیں۔

'تراجم علمائے حدیث' کے کام سے فارغ ہو چکا تھا کہ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں اہل حدیث عالم مولانا عبدالعزیز میمن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کا تذکرہ بھی لکھا جانا ضروری تھا چنانچہ چار پانچ صفحات میں اُن کے مختصر سوانح حیات قلم بند کئے گئے جو ہفت روزہ 'الاعتصام' میں مولانا مرحوم یا مدیر کے ایک صفحے کے ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع ہو گئے۔[۶]

مولانا کو نادر اور نایاب کتابوں اور دلچسپ کتابچوں کے بارے میں بڑی معلومات تھیں۔ اپنے ذوق کی تحریریں چھپوا کر انہیں زندہ کرتے رہتے تھے۔ اہل حدیث مسلک کے حوالے سے اُنہوں نے ایسے کئی کتابچے اور کتابیں شائع کی ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں دو مولوی محمد جعفر

---

[۶] دیکھئے الاعتصام (لاہور) بابت ۲۳ مارچ ۱۹۷۹ء ص ۹-۱۳۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھانیسری مولف "کالا پانی" کا نادر کتابچہ 'تائیدِ آسمانی' دوبارہ شائع کرنا چاہتے تھے جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید میں لکھا تھا۔

'تائیدِ آسمانی' کا پس منظر یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مولوی محمد جعفر تھانیسری سے ایک رسالہ 'الاربعین فی احوال المہدیین' حاصل ہوا جس کے ساتھ شاہ نعمت اللہ ولی کا قصیدہ، قدرت کردگاری بینم، درج تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۲ء میں ایک کتابچہ 'نشانِ آسمانی' لکھا، جس میں اپنے آپ کو شاہ نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی کا مصداق قرار دیا۔ 'تائیدِ آسمانی' اسی 'نشانِ آسمانی' کی تردید میں لکھا گیا ہے۔

مولانا حنیفؒ مرحوم کی خواہش تھی کہ اس کتابچے پر 'ابتدائیہ' لکھا جائے چنانچہ اُن کی خواہش کے احترام میں 'ابتدائیہ' لکھا گیا جو اصل کتابچے سے زیادہ ضخیم ہو گیا۔ جب مولانا نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ 'اصل زر سے بیاج بڑھ گیا ہے'۔ انہوں نے چھ صفحات کا دیباچہ خود لکھا اور کتابچہ شائع ہو گیا۔ الحمد للہ مولانا نے میری کاوش سے استفادہ کیا ہے۔ میرے پاس 'تائیدِ آسمانی' کا جو نسخہ ہے اس پر مولاناؒ نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔

" ہدیہ بخدمت اختر راہی صاحب

از حنیف بھوجیانی

۳ر دسمبر ۱۹۸۰ء "

مولاناؒ رسائل کی مجلدات بڑی باقاعدگی سے بنواتے تھے۔ 'معارف' اور 'برہان' کو بڑے اہتمام سے رکھتے تھے۔ جن دنوں میں اقبال: سید سلیمان ندوی کی نظر میں، مدون کر رہا تھا۔ اُن کے ذخیرۂ معارف سے بہت مدد ملی تھی۔ 'معارف' میں شائع شدہ کئی مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ۱۹۴۶ء کے لگ بھگ 'معارف' میں شائع شدہ سلسلۂ مضامین 'ہندوستان میں علم حدیث' کو الگ سے لکھوا رکھا تھا اور 'تنقیح و حواشی' کے ساتھ اس کی اشاعت کا ارادہ رکھتے تھے۔

مولانا اپنی طالب علم نوازی اور علم دوستی کی وجہ سے معروف تھے۔ میں نے بہت سی کتب پہلی بار مولانا کے ہاں دیکھیں اور اُن سے عاریتہً لے کر پڑھیں۔ جب کبھی اُن سے کتاب عاریتہً لینے کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے نہ تو کبھی انکار کیا اور نہ کبھی نوٹ کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا یہ رویہ میرے لئے ہی خاص نہ تھا بلکہ دوسرے ضرورت مندوں کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتے تھے۔ شاید انہیں اپنے حافظے یا لینے والے کی دیانت پر اعتماد ہوتا تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ ان کے پاس کسی کتاب کا زائد نسخہ موجود ہے تو عاریتہً دینے کے بعد ہدیتہً پیش کر دیا۔ ایک بار امام شوکانیؒ کی مفصل سوانح حیات لکھنے پر زور دے رہے تھے۔ اسی سلسلے میں اپنے کتابچہ[۵] کا ذکر کیا اور اس کے ساتھ ہی الماری سے اس کا ایک نسخہ نکال کر پیش کیا۔ مولانا کی عادت تھی کہ اپنی اکثر ذاتی کتابوں کے صفحۂ اول پر اوپر کے سرے پر اپنا نام اور سالِ خرید/ مطالعہ لکھ دیا کرتے تھے۔ مولانا نے جو کتابچہ مجھے دیا اس پر بھی رقم تھا۔

" احقر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (لاہور) ۱۳۹۴ھ - ۱۹۷۴ء

---

۵ محمد عطاء اللہ حنیف۔ امام شوکانی۔ تاندلیانوالہ: مکتبہ عتیقیہ (س۔ن)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے عرض کیا کہ دوسرا نسخہ عنایت فرمائیں کیوں کہ اس پر اُن کا نام درج ہے ۔ مولانا نے قلم لیا اور اپنے نام کے نیچے مزید تحریر کا اضافہ کر دیا ۔

" یہ کتاب ، خاکسار نے جناب محترم اختر راہی صاحب کو پیش کر دی ہے "

احقر محمد عطاء اللہ حنیف

۱۱ - ۱۲ - ۷۶ ء

مولانا کی زندگی کے آخری چند برس بیماری میں گزرے اور میں اس عرصے میں بیرونِ ملک مقیم تھا ۔ وہیں اُن کی رحلت کی خبر سنی اور ایک درویش صفت عالم ، دین کے مخلص خادم اور صاحبِ نظر کتاب شناس کے اُٹھ جانے کا ازحد افسوس ہوا ۔ ان کی رحلت اَن گنت دوسرے طلبہ کی طرح میرے لئے ایک ذاتی نقصان تھا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مولاناؒ کی علمی لگن اور مقصد کی دھن عنایت کر دے ۔ (آمین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صلاح الدین یوسف
لاہور

فتنہ انکارِ حدیث کی تردید میں حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی خدمات

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کا علمی و تحقیقی ذوق جتنا بلند تھا، اس کا کچھ اندازہ گذشتہ تفصیلات سے کیا جا سکتا ہے۔ اسی بلند تر ذوقِ تحقیق کا نتیجہ تھا کہ حضرت کو مولانا سید سلیمان ندویؒ سے خاص عقیدت تھی اور ان کے ماہوار پرچے "معارف" کے بڑے قدردان تھے اور بڑے اہتمام سے اس کی فائل بنا کر رکھتے تھے۔ برّصغیر پاک و ہند کا یہ ماہوار پرچہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ (ہند) سے ۱۹۱۶ء سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اہلِ علم کے گرانقدر تحقیقی مقالات اور دیگر معلومات کے علاوہ اس کے شذرات بھی خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جن میں نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ قومی، ملی اور ملکی و سیاسی معاملات پر جاندار تبصرے ہوتے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ کے تبصرے اور شذرات کی علمی، ادبی اور فکری حیثیت تو مسلّم ہے ہی، لیکن اس کے بعد شاہ معین الدین احمد ندوی اور سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے بھی اپنے اُستاذ اور پیش رو کی روایت کو برقرار رکھنے میں جو محنت و جاں فشانی کی ہے۔ اہلِ علم اس کے بھی بڑے قدردان ہیں اور اب ضیاءالدین اصلاحی صاحب بھی اس کو خوب نبھا رہے ہیں۔ کثّر اللہ امثالھم فی الھند والپاکستان وفی سائر العالم۔ آمین۔

حضرت الاُستاذؒ "معارف" کے علمی و تحقیقی معیار سے بڑے متأثر تھے اور چاہتے تھے کہ پاکستان میں بھی اس معیار کا علمی و تحقیقی رسالہ جاری ہو۔ چنانچہ یہ قرعۂ فال بھی اسی دیوانۂ علم کے نام نکلا اور اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ماہنامہ "رحیق" کا آغاز فرمادیا۔ اگرچہ آپ کے وسائل اس کے متحمل نہیں تھے۔ لیکن ذوق کی ایک ہی جست نے تمام مراحل طے کرا دیے اور آپ نے اللہ کا نام لے کر توکلاً علی اللہ اس کا اجراء کر دیا۔

اس وقت تو ہر مکتبِ فکر کی طرف سے متعدد ماہوار علمی جرائد نکل رہے ہیں۔ لیکن جس وقت حضرت مولاناؒ نے "رحیق" کا آغاز فرمایا۔ علمی صحافت کی دنیا میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور موجودہ ماہوار علمی رسائل میں سے کوئی بھی منظرِ عام پر نہیں آیا تھا۔ گویا حضرت الاُستاذ کو اس میدان میں بھی سبقت و تقدّم کا شرف و فضل حاصل ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پرچہ اکتوبر ۱۹۵۶ء سے جولائی ۱۹۵۹ء تک تقریباً تین سال جاری رہا۔ اور پھر ناقدری زمانہ کا شکار ہو کر بند ہو گیا۔

ع خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

حضرت مولانا نے اس کے ذریعے سے علمی و تحقیقی معیار کا جو نقش قائم فرمایا۔ وہ الحمدللہ آج تک قائم ہے۔ اور پاکستان کا کوئی بھی علمی پرچہ اُس معیارِ بلند تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کی یاد آج بھی اہلِ علم و تحقیق کو تڑپاتی ہے۔ گویا بہ زبانِ غالب

اسے ناقدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں : مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

اس کے شذرات بھی "معارف" کے شذرات کی طرح علمی و ادبی اہمیت کے حامل ہوتے۔ شذرات کے لئے جو عنوان تجویز کیا گیا، اُس سے ہی حضرت مولانا کی بالغ نظری اور ذہانت و دقیقہ رسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ پرچہ کا نام "رحیق" (شرابِ خالص) تھا، تو شذرات کے لیے عنوان جرعات (جُرعہ (گھونٹ) کی جمع) رکھا۔ شرابِ خالص کے گھونٹ۔ یعنی دینِ حقّہ (اسلام) کی صحیح صحیح تعبیر و توجیہ۔ تقلیدی جمود کے بادۂ کہن سے بھی پاک اور تجدّد کے خوش رنگ جامِ نو سے بھی منزّہ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ "رحیق" نے اپنے نام کی لاج رکھی۔ اور تجدّد و جمود کی دونوں انتہاؤں کے درمیان نہایت اعتدال و توازن سے اسلام کی خالص سلفی تعبیر کی تائید و حمایت کا فریضہ بڑی محنت و جانفشانی سے ادا کیا۔

"رحیق" کے خاص موضوعات

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ "رحیق" کے "جرعات" اور دیگر مضامین میں سب سے زیادہ فتنۂ انکارِ حدیث سے اعتناء کیا گیا ہے۔ اور اس کی تردید اور اس کے علَم برداروں کے پھیلائے ہوئے مغالطات کی پردہ دری کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

دوسرے نمبر پر جماعت اہلحدیث کی اُن علمی و دینی اور حدیثی خدمات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے پاک و ہند میں فقہی جمود ٹوٹا اور حدیث کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور ماضی کے ان تجدیدی کارناموں کے حوالے سے جماعت اہلحدیث کو علمی محاذوں پر پوری سرگرمی سے کام کرنے کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔

تیسرے نمبر پر مدارسِ دینیہ، دینی علوم اور علما و طلبائے علومِ دینیہ کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں ان کے کردار کو زیادہ مؤثر اور مفید تر بنانے کے لئے مخلصانہ مشورے اور اصلاحی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

جماعت اہلحدیث کی دینی و علمی خدمات کے سلسلے میں حضرت الاُستاذ کی مساعیٔ حسنہ کا ضروری تذکرہ گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ علاوہ ازیں اس پہلو کی مزید وضاحت کے لئے "مرعاۃ المفاتیح" جلد اوّل کا وہ مقدمہ اس اشاعتِ خصوصی میں دیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا نے "مرحوم دوست کی یادیں" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

مدارسِ دینیہ، علماء اور طلبائے علومِ دینیہ کی بابت بھی حضرت مولانا کے افکار و افادات گذشتہ صفحات میں مختصراً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کیے جا چکے ہیں۔

اب حضرت مولانا کی خدمات کا وہ پہلو ہی تشنۂ وضاحت رہ جاتا ہے جو انکارِ حدیث کی تردید میں آپ نے سرانجام دیں۔ چنانچہ ذیل میں "جرعات" اور دیگر تحریرات کی روشنی میں اس پہلو کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

انکارِ حدیث کے سلسلے میں آپ کی خدمات

انکارِ حدیث عصرِ حاضر کا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مغرب کی حیا باختہ تہذیب اور اس کے علوم و افکار کو اسلام باور کرا کے مسلمانوں میں پھیلایا جائے۔ یُوں اسلام کے ساتھ ــ نام کی حد تک ــ تعلق بھی رہا جائے اور زرق برق تا بہ قدم مسلمانوں کو مغربیت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ اس لحاظ سے علمائے اسلام کے نزدیک یہ فتنہ اپنے عواقب کے لحاظ سے نہایت خطرناک ہے اور اس کی تردید میں وہ زیادہ سرگرم رہے ہیں۔

حضرت مولاناؒ نے بھی اپنی دینی غیرت و حمیت کے تقاضوں کے مطابق اس فتنے کی خوب خوب خبر لی ہے۔ اور اس کی کاٹ کے لئے اپنے قلم کو سیفِ بُرّاں بنائے رکھا ہے۔

حضرت مولانا کے نزدیک ہندوستان میں انکارِ حدیث کے اس فتنے کے بانی سر سیّد احمد خان تھے۔ جنہوں نے اس کے ذریعے سے انگریزی استعمار کے مقاصد کو فروغ دیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں ایک نیم سرکاری ادارہ ــ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ــ قائم ہوا۔ اس ادارہ میں بہت سے ایسے اہلِ علم و اہلِ قلم جمع ہو گئے تھے۔ جو اس فتنے کو آب و دانہ مہیا کرتے رہتے تھے۔ اور اس چنگاری کو شعلہ بنانے میں مصروف رہے تھے۔ چند سالوں سے اس ادارہ کا رُخ خاصا تبدیل ہو گیا ہے۔ اور اب ادب و تاریخ ہی اس کے خاص موضوع رہ گئے ہیں۔ لیکن جس زمانے میں "رحیق" نکلتا تھا اس زمانے میں اس کا اپنا پرچہ "ثقافت" بھی نکلتا تھا جو واقعی "ثقافت" تھا، پھر اس کے اہلِ علم نے "اسلام اور موسیقی" "مسئلہ ضبطِ ولادت" "کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" "مسئلہ اجتہاد" "مقامِ سُنّت" اور "اسلام کی بنیادی حقیقتیں" جیسی کتابیں لکھیں اور شائع کیں، جن میں شوقِ تجدّد کا مظاہرہ کرتے ہوئے نصوص تک میں تبدیلیوں کے شوشے چھوڑے گئے اور محرمات کے لئے جواز کی گنجائشیں نکالی گئیں۔

پرویز کا "طلوعِ اسلام" بھی یہی کام کر رہا تھا اور اس محاذ پر سرگرم تھا۔

حضرت مولاناؒ کے سامنے سر سیّد احمد خان سے لے کر پرویز تک اس تحریک کا پُورا پس منظر اور لٹریچر تھا۔ بلکہ وہ اہل علم و فکر بھی تھے جو معروف معنوں میں منکرِ حدیث تو نہیں تھے تاہم ان کے افکار اور بعض تحریرات میں انکارِ حدیث کے جراثیم یا احادیث کی قطعیت تسلیم نہ کرنے کے اثرات موجود تھے۔ جیسے مولانا شبلیؒ، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور ان کے تلامذہ وغیرہم۔ ان حضرات کے تشکیکی انداز اور اپنے مخصوص ذہن و فکر کے خلاف احادیثِ صحیحہ سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے کہ ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوانِ علم کے ریزہ چین فتنۂ انکارِ حدیث میں اب خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ جیسا کہ سہ ماہی "تدبّر" اور ماہنامہ "اشراق" لاہور میں شائع شدہ بہت سے مضامین سے واضح ہے۔

مولانا مودودیؒ در مدحِ پرویز و تائیدِ انکارِ حدیث

مولانا مودودیؒ مرحوم کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ ان کے بہت سے افکار پر تضادات سایہ فگن رہے۔ تحریک پاکستان میں ان کا رویہ متضاد رہا۔ ایک طرف وہ تحریکِ پاکستان کے مخالف تھے۔ اور اس سے کسی خیر کی توقع وہ نہیں رکھتے تھے (جیسا کہ اور بھی متعدد علماء کی یہی رائے تھی) لیکن دوسری طرف انہوں نے "مسئلہ قومیت" لکھ کر اس تحریک کو زبردست توت پہنچائی اور تحریکِ پاکستان کو علمی بنیادیں فراہم کیں۔

ایک طرف وہ صحابۂ کرامؓ کی عظمت و حرمت کے قائل ہیں اور دوسری طرف "خلافت و ملوکیت" جیسی رُسوائے زمانہ کتاب لکھ کر صحابۂ کرامؓ کی عظمتوں کو داغدار اور اُن کے کردار کو مسخ کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔

اسی طرح حدیث کی حجیّت اور اس کے ماخذِ شرعی ہونے میں وہ تضاد کا شکار رہے۔ ایک طرف اس کی حجیّت اور تشریعی حیثیّت کو وہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور "ترجمان القرآن" کا منصبِ رسالت نکالتے ہیں، جسے بعد میں "سنّت کی آئینی حیثیت" کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے لیکن دوسری طرف اس کی حجیت و استناد کے بارے میں اس انداز سے موشگافی فرماتے اور اس طرح کی فلسفہ آرائی کرتے ہیں کہ اس کے ڈانڈے انکارِ حدیث سے جا ملتے ہیں اور یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ مرحوم حدیث کے ماخذ شرعی ہونے کے دلائل فراہم فرما رہے ہیں یا اس کے استناد و حجیّت کے بارے میں شکوک پیدا کر کے منکرینِ حدیث کو تائید و تقویت پہنچا رہے ہیں۔

چنانچہ اوّلاً مولانا مودودی مرحوم نے صحیح بخاری کی کئی روایات پر یہ کہہ کر نقد کیا اور ان کو ردّ کر دیا کہ محدثین کی کاوشیں حرفِ آخر نہیں ہیں، نیز یہ ضروری نہیں ہے کہ محدثین نے جس حدیث کو صحیح السند قرار دیا ہے واقعۃً وہ صحیح بھی ہو اور جسے ضعیف قرار دیا، وہ ضعیف ہی ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہی ہو۔ محدثین کی صحیح بتلائی ہوئی روایت ضعیف اور ضعیف بتلائی ہُوئی روایت صحیح ہو (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون ـــ مسلکِ اعتدال ـــ تفہیمات ج ۱ ص ۲۹۰ - ۲۹۷)

خیال رہے کہ مولانا مودودی صاحبؒ کا یہ مضمون ادارہ ـــ طلوعِ اسلام ـــ نے اپنی اُس کتاب میں لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے جس میں اُس نے مختلف منکرینِ حدیث کے اُن مقالات کو جمع کیا ہے جس میں انکارِ حدیث کے موقف کے لئے دلائل فراہم کئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو "مقامِ حدیث جلد اوّل ص ۸۷ - ۹۶ شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی دسمبر ۱۹۵۳ء۔

دُوسرے مودودی صاحب نے پرویز کے موقفِ انکارِ حدیث کو گمراہی کہنے سے بھی گریز فرمایا (ملاحظہ ہو "تفہیمات ج ۱ ص ۲۳۶ - ۲۵۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے، حدیث کو مدارِ کفر و ایمان قرار دینے سے بھی انکار فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

" مجرد حدیث پر ایسی کسی چیز کی بناء نہیں رکھی جاسکتی جسے مدارِ کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو محض گمانِ صحت ہے نہ علمِ الیقین۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اس خطرے میں ڈالنا کبھی پسند نہیں کر سکتا کہ جو اُمور دین میں اتنے اہم ہیں کہ ان سے کفر و ایمان کا فرق قائم کرنا ہو، انہیں صرف چند آدمیوں کی روایت پر منحصر کر دیا جائے۔ ایسے اُمور کو تو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے اور اللہ کے رسُول ؐ نے انہیں اپنے مشن کا اصل کام قرار دیتے ہوئے ان کی تبلیغ عام کی ہے"

(رسالہ "ترجمان القرآن" جلد ۲۶ - مارچ تا جون ۱۹۴۵ء)

مولانا مودُودی صاحب ؒ کے ان نظریات و آراء کے اندر انکارِ حدیث کے جو جراثیم چھپے ہوئے ہیں وہ علمائے اسلام کی نظروں سے مخفی نہیں رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے ان کا نوٹس لیا ہے۔ اور ان نظریات کو گمراہ کن قرار دیا ہے۔ سب سے پہلے مولانا ثناء اللہ امرت سری ؒ نے اپنے ہفتہ وار اخبار " اھلحدیث " امرتسر (۱۹۴۵ء) میں اس پر ایک مضمون لکھا۔ "خطاب بہ مودُودی" ــــ جسے بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ ان کے بعد مولانا حافظ محمد عبد اللہ محدث روپڑی ؒ، مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی ؒ، مولانا محمد داؤد راز دہلوی ؒ اور دیگر متعدد علماء نے مولانا مودودی ؒ کے مذکورہ افکار کو نقد و نظر کا نشانہ بنایا اور ان کی غلطی کو واضح کیا۔

پھر لاہور کے "برکت علی ہال" کی ایک تقریر میں مولانا مودُودی مرحوم نے امام بخاری اور ان کی صحیح بخاری پر خصوصی کرم فرمائی کی تو حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ نے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی ؒ کو مولانا مودُودی ؒ کے ان افکار کی تردید و تغلیط کے لئے آمادہ فرمایا۔ اور حضرت مولانا سلفی ؒ نے " جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث " لکھ کر تحقیق و تنقید کا حق ادا فرمایا۔ پہلے یہ مضمون ہفت روزہ " الاعتصام " میں شائع ہوا۔ پھر حضرت الاُستاذ نے مکتبہ سلفیہ کے معیار پر اور جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ کے زیرِ اہتمام معیاری انداز سے شائع فرمایا۔ اور آغاز میں مختصر، جامع اور پُرمغز دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔

اس دیباچے میں حضرت الاُستاذ ؒ فرماتے ہیں :-

" مولانا مودودی کا حدیثِ پاک کے متعلق جو نظریہ ہے وہ اہلحدیث کے لئے نیا نہیں، وہ تو بارہا کا چبایا ہوا نوالہ ہے ان لوگوں کا جن کے مزعومہ و مبتدعہ نظریات کے خلاف جب کوئی مستند حدیث سامنے آتی تو وہ اس کے مسترد کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے۔ اور رنگ اس کو علمی دے لیا کرتے تھے۔

پھر اس استردادِ حدیث کے دُور رس نتائج کو ــــ گو وہ استرداد کیسی ہی معصومیت سے کیوں نہ ہو ــــ بھی اہلحدیث ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ مضمون ان ہی کا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کی ژرف نگاہی قابلِ داد تھی کہ اسلام پر عموماً اور اہل حدیث کے مسلک پر خصوصاً جب او

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس انداز سے بھی حملہ ہوتا وہ اس کو فوراً تاڑ جاتے اور اپنے مخصوص طریقے سے اس کا کامیاب دفاع کرتے تھے۔

مودودی صاحبؒ کا مشہور مضمون "مسلکِ اعتدال" جب پہلے پہل چھپا، تو مولانا موصوف نے اس پر نوٹس لیا اور متنبہ کیا کہ یہ سرسید احمد خان کی صدائے بازگشت ہے۔ اور اس میں انکارِ حدیث کے جراثیم موجود ہیں۔ یہ مضمون مرحوم اخبار اہل حدیث میں بالاقساط لبعدہٗ "خطاب بہ مودودی" کے نام سے الگ رسالہ کی شکل میں طبع ہوا۔

جب محتاط لفظوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحب کے "مسلکِ اعتدال" سے انکارِ حدیث کے لئے دروازہ کھلتا ہے تو جماعتِ اسلامی کے دوست گھبرا اٹھتے اور سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ مسٹر غلام احمد صاحب پرویز نے اپنے نظریۂ انکارِ حدیث کے سلسلے میں مولانا مودودی صاحبؒ کو اپنی شہادت میں بارہا پیش کیا ہے۔ اور جماعتِ اسلامی کے اکابرو اصاغر اس الزام کے جواب سے اب تک عاجز ہیں۔

پرویز صاحب کو اس جرأت کی ایک اہم وجہ یہ ہوئی کہ حدیث شریف کے خلاف ان کا پہلا مضمون "شخصیت پرستی" مولانا مودودیؒ کے رسالہ "ترجمان القرآن" میں چھپا تھا۔ اور مولانا صاحب نے اس کی فی الجملہ تائید فرمائی تھی ـــــ اور وہ تائید "مسلکِ اعتدال" کی نوعیت کی تھی ـــــ

کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحبؒ نے حدیث کی نصرت و حمایت میں بھی مضامین لکھے ہیں۔ پرویز صاحب کی پوزیشن اس بارے میں یہ ہے کہ یہ "مودودی صاحبؒ کا تضاد ہے" ـــــ اور یہ حقیقت ہے کہ مودودی صاحبؒ اور ان کے نئے پرانے حواری اس "تضاد" کو آج تک اٹھا نہیں سکے۔

اُن دنوں کی بات ہے جب تحریکِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں مولانا مودودی صاحبؒ کو خواہ مخواہ جیل جانا پڑا۔ کہ پرویز کے "طلوعِ اسلام" نے جماعت اسلامی پر پھر وہی بھرپور وار کر دیا ـــــ مولانا جیل سے رہا ہوئے۔ چند دن ستاکر "طلوعِ اسلام" کے جواب کے لئے برکت علی محمڈن ہال لاہور میں ایک تقریر کا اہتمام کیا گیا ـــــ تقریر فرمائی گئی، مگر افسوس اس میں سب کچھ تھا۔ اگر نہیں تھا تو طلوعِ اسلام" کے اس "الزام" ہی کا جواب نہیں تھا۔ بلکہ یہ تقریر ان کے سابقہ مضامین کا خوبصورت خلاصہ تھی۔

اس بھرے مجمع میں مولانا نے صاف طور پر ـــــ اور بلا ضرورت ـــــ حضرت امام بخاریؒ اور ان کی "الجامع الصحیح" کے متعلق ایسے الفاظ فرمائے جس سے اسلام کی اس بنیادی کتاب کی مندرجہ احادیث کی صحت مشکوک اور اس کی اہمیت کم ہو کر رہ جاتی ہے۔

"الاعتصام" لاہور نے مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس پر گرفت کی اور لکھا کہ حضرت! اس میں کیا تک ہے کہ تقریر کا اشتہار تو ہو حمایت کے لئے اور برس پڑے آپ صحیح بخاری پر۔ بس یہ لکھنا تھا کہ جماعت اسلامی کے جنود مودودی صاحب کے اس نظریہ کی حمایت میں میدان میں آ گئے اور ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس خدمت کو سرانجام دیا۔ سب سے آخر میں مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نمودار ہوئے۔ انہوں نے رسالہ ترجمان القرآن میں ایک طویل مضمون شائع کرایا۔ جس میں نہ صرف یہ کہ صحیح احادیث میں تشکیک پیدا کرنے پر خوب خوب دادِ تحقیق دی گئی بلکہ اس کا لب ولہجہ بھی ان کی روایتی سنجیدگی سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اس "حادثہ" کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ لاہور والی اس تقریر کو بھی "طلوعِ اسلام" نے اپنی تائید میں سمجھا۔ مگر جماعت اسلامی کے حضرات تھے کہ بجائے اس طرف رُخ کرنے کے انہوں نے جماعت اہل حدیث سے اُلجھنا اور شواذ و نوادر کا لاؤشکر اسی طرف لانا ضروری سمجھا ع

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مودودی صاحب کے "مسلکِ اعتدال" اور اصلاحی صاحب کے انتصار و دفاع دونوں کا ایک ساتھ علمی جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ غلط فہمیوں کے بادل چھٹ جائیں اور مغالطوں کے پردے چاک ہوں! ——— مولانا موصوف نے عدیم الفرصتی کے باوجود اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور ایک مدلّل اور ٹھوس علمی مقالہ لکھا جو "الاعتصام" کی کئی اشاعتوں میں بالاقساط طبع ہوا۔ علمی حلقوں میں یہ محققانہ مقالہ بے حد پسند کیا گیا۔ اور اصرار ہوا کہ مستقل طور پر کتابی شکل میں اس کا شائع ہونا ضروری ہے۔

"الاعتصام" کے شکریے کے ساتھ یہی مقالہ آئندہ صفحات کی زینت ہے۔

احقر جیسے ہیچ مداں کا مولانا کی تحریر کے متعلق کچھ لکھنا اپنی حیثیت سے باہر قدم رکھنا ہے۔ جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ ہمارے شکریے کی مستحق ہے کہ اس کی ہمت سے یہ کتابچہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔ دُعاء ہے اللہ تعالےٰ اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی خدمت، اس کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے مطابق عقیدہ و عمل رکھنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ وھو ولی التوفیق

صفر الخیر ۱۳۷۶ھ ۔ خادم الحدیث واھلہ عاجز حنیف بھوجیانی

مولانا مودودی صاحب کا ایک اور عجیب تضاد، مقلد، محدث کے منصب پر؟

مولانا مودودی صاحب کا تذکرہ، موضوع کی مناسبت سے آہی گیا ہے، تو ان کا ایک اور تضاد ملاحظہ فرماتے چلیے جس کا ایک گونہ تعلق محدثین کے بارے میں اُس نقطۂ نظر سے بھی ہے جس سے فتنۂ انکارِ حدیث کو تقویت ملتی ہے۔ اور اس تضاد کی نشاندہی بھی ہوتی ہے کہ محدثین کی کاوشوں پر اعتماد کو تو مودودی صاحب "تقلید" قرار دیتے ہیں جو انہیں قبول نہیں اور "مقلدین" کی "تقلید" کو وہ ضروری سمجھتے ہیں جس سے وہ باوجود ادّعائے علم و تحقیق کے خروج کو جائز نہیں سمجھتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ مولانا مودودی صاحب درود شریف کے مسنون و منصوص الفاظ میں ردّ و بدل کے قائل تھے۔ اور اس میں سیّدنا کے لفظ کا اضافہ بھی فرمایا۔ جس پر ایک صاحب نے مولانا مودودیؒ پر اعتراض کیا۔ اسی طرح حنفی مذہب میں یہ ہے کہ نماز کے آخری تشہّد میں التحیات کے آخر (عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) تک پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد سلام پھیرا جا سکتا ہے۔ درود شریف اور دیگر مسنون دعائیں پڑھنا ضروری نہیں ہیں اور احناف اپنے اس مسلک کے لئے جس روایت سے استدلال کرتے ہیں، محدّثین کے نزدیک روایت کا وہ حصّہ مرفوع ثابت نہیں۔ "ترجمان القرآن" کے ایک صاحبِ علم نے اس مسلک پر بھی نقد کیا۔ مولانا مودودی صاحب نے ان دونوں باتوں کا جواب اپنے رسالے "ترجمان القرآن" میں دیا۔ جس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے

www.KitaboSunnat.com

"گل دیگر شگفت ! مولانا مودودیؒ کی ایک تازہ ریسرچ"

کے عنوان سے "الاعتصام" میں ایک اداریہ سپردِ قلم فرمایا۔ یہ اداریہ حسبِ ذیل ہے۔

"یادش بخیر جماعت اسلامی کے مذہبی پیر و مرشد اور سیاسی قائد وقتاً فوقتاً" نادر تحقیقات" فرماتے رہتے ہیں۔ کچھ سال قبل" خلافت و ملوکیت" کے عنوان سے صحابہ کرامؓ پر" ریسرچ" فرمائی تھی جس میں شیعہ حضرات کی سب تنقیدات (جو ہمیشہ سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہ کرتے آئے ہیں اور جن کی بھرپور تردید علمائے اہل سنت بارہا کر چکے ہیں) کا مواد موصوف نے نہایت سلیقے سے اُس" سیاسی کتاب" میں ایک ہی جگہ مرتّب کر دیا ہے۔ جس سے شیعہ حلقوں میں مسرّت کی لہر دوڑی ہوئی ہے۔ اب حال ہی میں آپ نے" ترجمان القرآن" (ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء) کے دو شماروں میں احکامِ اسلامی میں ترمیم پسند، تجدد زدہ طبقہ اور دل دادگانِ بدعات کو نصوصِ شرعیہ کا احترام مجروح کرنے اور عبادات کا حُلیہ بگاڑنے کے لئے" ریسرچ" کے ذریعے ایک" اصُول" مُہیّا کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے کسی فتویٰ (جس کا ذکر بھی آتا ہے) کے سلسلے میں ایک صاحبِ علم نے آپ کو لکھا۔

" تعبُّدی اعمال کے بارے میں یہ قاعدہ مُسلّم ہے کہ شارع نے ان کی تعلیم جس طرح دی ہے۔ اسی طرح اس کی تعمیل کی جانی چاہیئے۔ ان کے اندر کوئی تصرُّف نہیں کیا جا سکتا۔ علمائے اصُول اس بات پر مُتّفق ہیں کہ عبادات میں اصل حکم کی پیروی اور شارع کے بتائے ہوئے طریقے کا اتباع ہے۔ اور اس سے تجاوُز بدعت ہے۔ لیکن آپ درود شریف میں اضافے ہی کے نہیں رَدّ و بدل اور کمی بیشی کے بھی قائل ہیں۔" (ترجمان القرآن ستمبر ۷۵ء)

اس اہم مسئلہ اصُولِ شرعی کے جواب میں آپ نے ایک اصُول بنا کر" تعبُّدی اُمور میں رَدّ و بدل اور کمی بیشی کی گنجائش" عنوان سے از خود" استثناء" اختراع کیا۔ پھر اس پر تطویل لاطائل ریسرچ کی عمارت کھڑی کر دی۔ اور" قاعدہ کلّیہ سے استثناء" کا کوئی مُستند ضابطہ بیان کئے بغیر" رَدّ و بدل اور کمی بیشی کی گنجائش" کے بے محل" نظائر" کے مغالطوں کا تانا بانا بُننا شروع کر دیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولانا موصوف نے گذشتہ دنوں درُود شریف میں" سیّدنا" کے اضافہ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، جس پر آپ کے معتقد ایک صاحبِ علم وقلم ہی مُعترض ہوئے۔ چنانچہ کچھ" اشکال" اُنہوں نے حضرت والا کی خدمتِ اقدس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجے تاکہ ان کا حل فرمائیں۔

ظاہر ہے کسی ذیلی مسئلے میں دو رائیں ہو سکتی ہیں۔ بڑی آسانی سے جناب معترض کو نفسِ مسئلہ میں مطمئن یا خاموش کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ہوا یوں کہ جانے کس غرض سے یہ لکھ کر کہ:۔ "میں ایسے اعتراضات کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں" (حوالہ مذکورہ ص۳۰) (یہ تاثر خلافِ واقعہ نہ ہوگا کہ) مولانا اپنے فتوے کی پیچ کرتے ہوئے (شاید غیر شعوری طور پر) جلال میں آگئے جیسا کہ معترض کے لفظ "ردّ و بدل" پر ان کے حاشیہ کے اِن الفاظ سے مترشح ہوتا ہے۔

" اگر معترضین کو اصرار ہو کہ میں ردّ و بدل کا بھی قائل ہوں تو اس کی نظیر بھی .... (ص۳۱)

معلوم نہیں جناب معترضین کا اطمینان ہوتا ہے یا نہیں لیکن مولانا نے اس خود ساختہ اُصول سے نہ صرف یہ کہ بہت سے مفاسد کا دروازہ کھول دیا ہے بلکہ جس دعوت کو اپنا جماعتی نصب العین بتاتے ہیں شاید اُس کے راستے میں بھی کانٹے بکھیر دیے ہیں۔

مُقلِّد، مُحدِّث کے منصب پر!

جنابِ معترض نے اپنے سوالات کے ضمن میں لکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت ......کہ حضورؐ نے اس کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک تعلیم دینے کے بعد فرمایا کہ "جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تم اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد اُٹھ جانا چاہو تو اُٹھ جاؤ۔ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو" سے یہ استدلال کہ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پر نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آدمی نہ پڑھے تو نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ درود و دعاء تشہد میں داخل نہیں۔ ایک زائد چیز ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ حفاظِ حدیث کا اتفاق ہے کہ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے بعد کا دراصل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے جسے کسی راوی نے بے احتیاطی سے اس طرح حدیث میں درج کر دیا ہے کہ حضورؐ کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔" (ملخص از حوالہ مذکور)

اس کے جواب میں مولانا نے جو طنطنہ دکھایا ہے وہ یہ ہے۔

" مجھے معلوم ہے کہ یہ رائے کن حفاظ نے ظاہر کی ہے مگر ان کے فضل و کمال کا انتہائی معترف و معتقد ہونے کے باوجود میں ان کا اندھا مُقلّد نہیں ہوں کہ بس یہ سُن کر کہ وہ ان الفاظ کے الحاقی ہونے پر متفق ہیں، خود بھی الحاقی مان لوں۔ اور یہ نہ دیکھوں کہ جس بنیاد پر اُنہوں نے یہ فیصلہ کر ڈالا ہے وہ بجائے خود معقول بھی ہے یا نہیں۔"

گزارش یہ ہے کہ اس زبانی جمع خرچ کے "اعترافِ کمال" کا فائدہ؟ جب ان کے فنی مجتہدانہ فیصلے کو جو بغیر کسی ذہنی تحفظ کے سب سندوں کو سامنے رکھ کر فرمایا گیا ہے۔ آپ ٹھکرا رہے ہیں۔ اور حفاظِ حدیث کی مُتّفقہ تحقیق (جو نفسِ روایت کی رُو سے کی گئی) کا "اندھا مقلّد" بننے سے تو آپ کو عار ہے لیکن خود "محدّث" کا روپ دھارتے ہوئے مقلّد بن رہے ہیں۔ آپ حنفی فقہاء کی طرح ہیں جو حدیث کی "تحقیق" کے نام پر حنفی مذہب کو "مدلّل بہ حدیث" بنانے کی کوشش میں عموماً مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ زیرِ بحث حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں صورتِ حال کچھ ایسی ہے۔ مختصراً بات یہ ہے کہ حنفی نقطۂ نظر سے تشہد کے بعد نہ درود ضروری ہے نہ نماز سے خروج (فراغت) کے لئے سلام۔ ان دومسئلوں کے لئے جو" دلائل" مہیا کئے گئے ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے۔ مگر جب اس استدلال میں وہ خامی ظاہر کی گئی ہے جس کا جواب معترض کے بیان میں ہے تو حنفیہ کے علامہ ابن الترکمانی اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے تقریباً ایسی ہی تقریر فرمائی ہے۔ جسے مولانا نے اپنے طور پر پیش کیا ہے۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ مولانا حفاظِ حدیث کے مقلد نہ ہوئے جو کہ درحقیقت تقلید ہے ہی نہیں۔ مگر مقلدوں کے مقلد بنتے ہوئے حفاظِ حدیث کے متفقہ فیصلہ پر نہ صرف یہ کہ" غیر معقول" ہونے کا فتویٰ داغا بلکہ ان کی مساعی حسنہ پر یہ تبصرہ فرمایا۔

" حدیث کی روایات میں اس طرح کے فیصلے صادر کر دینا فنِ حدیث کی قدر و منزلت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔"

(حوالۂ مذکورہ ص ۳۳)

ملاحظہ فرمائیے! ایک" مقلد" کی کس قدر جسارت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے۔

واضح رہے فقرہ زیرِ بحث کو مدرج (الحاقی) قرار دینے والے حفاظِ حدیث چوتھی پانچویں ہجری کے ہیں جن میں حافظ ابن حبانؒ (۳۵۴ھ) حافظ دارقطنی (۳۸۵ھ) حافظ خطیب (۴۶۳ھ اور حافظ بیہقی (۴۵۸ھ) جیسے کبار محدثین ہیں اور جن حنفی بزرگوں کی تقلید ہمارے مولانا نے فرمائی ہے۔ وہ آٹھویں نویں ہجری کے ہیں۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجا بہ کجا۔

(الاعتصام۔ جلد ۲۷۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۵ء)

مشہور منکرینِ حدیث کی تردید

مولانا مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحی اور اُن کے تلامذہ کا تذکرہ تو ضمناً اس لیے آگیا کہ ان حضرات کے شذوذ و تفردات نے بھی فتنۂ انکارِ حدیث کی آبیاری میں حصہ لیا ہے اور چمنِ حدیث کی خزاں رسیدگی میں بیگانوں کے ساتھ ساتھ ان "اپنوں" کی کرم فرمائی کا بھی دخل ہے۔

بات ہو رہی تھی حضرت الاستاذ کی اُن علمی خدمات کی جو انہوں نے" رحیق" وغیرہ کے صفحات پر منکرینِ حدیث کی تردید کی صورت میں انجام دیں۔ پاک و ہند کی سطح پر اس میں سرِفہرست سرسید کا نام آتا ہے۔ اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے حضرات اور اداروں کا، جنہوں نے اس فکر کو فروغ دیا اور اُسے ایک مکتبِ فکر بنا ڈالا۔

ہم کوشش کریں گے کہ حضرت الاستاذ کے وہ تأثرات، جن کا اظہار انہوں نے اپنے" جرعات" مقدمات اور تعلیقات و حواشی میں مذکورہ حضرات کے بارے میں فرمایا ہے، ترتیب وار پیش کریں۔ اگرچہ اقتباسات میں ترتیب بڑی مشکل ہے، کیوں کہ بعض اقتباسات میں مشترکہ طور پر سب کا ذکر ہے تاہم ممکن حد تک ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اقتباسات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کیے جاتے ہیں۔

سرسید احمد خاں

مولانا محمد حسین بٹالوی کے رسالے "اِشَاعَۃُ السُّنَّۃ" سے ایک مضمون بعنوان — حدیثِ نبوی اور نیچری و عیسائی —— "رحیق" میں شائع فرمایا تو اس کے آغاز میں حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

"اب تو بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حدیثِ پاک کے خلاف پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کے فتنے کا سرچشمہ عیسائی مشنریاں اور ان کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سرسید احمد خان اور ان کی پارٹی کے لوگ تھے جو "قومی اصلاح و اسلامی عقائد و ثقافت کی تطہیر" کے بہانے یہ "فرض" سرانجام دے رہے تھے۔

آج سے قریباً پون صدی قبل جماعت اہل حدیث کے مشہور اہل علم محقق —— جو شیخ مشائخنا حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے تلمیذ خاص اور تربیت یافتہ تھے —— مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ (مجریہ ۱۲۹۹ھ، ۱۸۸۳ء جنوری) جلد ۵ شمارہ ۲ تا ۵ میں اس سلسلے میں ایک بصیرت افروز علمی و تحقیقی مقالہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔ جس میں ان سب ہی اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ جو عیسائی مبلغین اور سید احمد صاحب موصوف نے اس وقت اٹھائے تھے۔

"رحیق" کے اجراء کا ایک مقصد اپنے اسلاف کے مآثر کا احیاء بھی ہے۔ اس بناء پر یہ پورا مقالہ کہیں کہیں جزوی لفظی اصلاح کے ساتھ "رحیق" میں شائع کیا جا رہا ہے جو چند شماروں تک چلے گا۔

عنوان سے کوئی صاحب متوحش نہ ہوں۔ اس زمانے میں چونکہ جناب سرسید احمد خان صاحب قرآن و حدیث کو نیچر (قانونِ قدرت یا فطرت) کی عینک سے دیکھتے تھے۔ اس لئے ان کا اور ان کے ہمنواؤں کا تعارف علمی و دینی حلقوں میں "نیچری" کے لقب سے ہوتا تھا۔ گویا یہ لفظ سرسید کے مکتبِ فکر کا عنوان ہے۔" (رحیق۔ جلد اول، جنوری ۱۹۵۷ء ص۱۲۵)

رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت و اہمیت پر مولانا بٹالویؒ کا تحریر کردہ ایک مقالہ "رحیق" میں شائع فرمایا تو اس پر حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

"اسلام کے جو عقائد و احکام —— حدیث کا دلیلِ شرعی ہونا —— نماز قربانی وغیرہ —— فرقہ منکرین حدیث کی "تحقیقاتِ نادرہ" کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ان میں رمضان المبارک کے روزے بھی ہیں۔ جن کی فرضیت ساقط کرنے کے لئے یہ لوگ ایک مدت سے لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ مسئلہ بھی اس فرقہ کو اپنے آباؤ اجداد —— جناب سرسید احمد خان علی گڑھی اور ان کی پارٹی —— سے ورثے میں ملا ہے جنہوں نے آج سے تقریباً پون صدی قبل یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور جس پر مدلل تنقید اور اس کا معقول جواب جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسی وقت ایک مفصل تحریر میں دے دیا تھا جو ان کے ماہنامہ اشاعۃ السنّہ ع۷ جلد ع۶ مجریہ ۱۸۸۱ء میں شائع بھی ہو گیا تھا۔ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے یہ پورا مقالہ "رحیق" میں شائع کیا جا رہا ہے" (رحیق جلد اول، اپریل ۱۹۵۷ء ص ۲۷۵)

مولانا بٹالویؒ کے مقالے "حدیثِ نبویؐ اور نیچری و عیسائی" کی آخری قسط شائع کرتے وقت حضرت الاُستاذ نے پھر ایک قدرے تفصیلی نوٹ تحریر فرمایا جو حسبِ ذیل ہے۔

" مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تحقیقی مقالہ جناب سیّد احمد خان صاحب بانی علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک مضمون "اقسامِ حدیث" پر تنقید ہے۔ جو سیّد صاحب موصوف نے اپنے رسالہ تہذیب الاخلاق ع۳ جلد ۲ مجریہ یکم ذوالحجہ میں لکھا تھا۔ بعدہٗ ان کے مجموعہ مضامین تہذیب الاخلاق کی دوسری جلد کے صفحات ۱۷۲ تا ۱۸۰ میں بھی چھپ چکا ہے۔

ہماری رائے میں حدیث شریف کو مشکوک اور ناقابلِ اعتماد بنانے کے لئے یہی وہ بیج ہے جس نے بعد میں فتنۂ انکارِ حدیث کے کڑوے درخت کی شکل اختیار کر لی۔

علم برداران فتنۂ انکارِ حدیث کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کھُل کر حدیث کا انکار نہیں کرتا جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسے لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے خود بھی حدیث کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کس درجہ کی ہے — !

مگر تہذیب الاخلاق کے اس مضمون سے انہوں نے ایسے "تحقیق نما" اصُول اخذ کرلئے ہیں جن کی آڑ لے کر ہر ثابت شدہ اور محقّق حدیث کو مسترد کر دیتے ہیں — !

چنانچہ مرزائے قادیانی نے جب سرسیّد کی تقلید میں ان اصُول کی بناء پر بہت سی احادیثِ صحیحہ کو مسترد کیا تو سب سے پہلے مولانا بٹالویؒ نے اس پر گرفت کی، جس کی تفصیل اشاعۃ السنّۃ نمبر۷ جلد ۱۳۔ اور پوری جلد ۱۴ میں ہے۔ اور دلائل و شواہد سے اس اَمر کا ثبوت دینے کے بعد کہ مرزا صاحب نے حدیث کو رَدّ کر دینے کے یہ "اصول" سرسیّد سے اخذ کئے ہیں — مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

" یہ احادیثِ صحیحہ کو ظنیّت و مخالفت قرآن کے بہانہ سے رَدّ کرنے میں قادیانی کے سرسیّد کی شاگردی کا ثبوت ہے۔" (حاشیہ اشاعۃ السنّۃ، ص ۱۷۰ ع۶ جلد ع۱۴ مجریہ ۱۳۹۸ھ)

خوانندگانِ محترم کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جناب سرسیّد احمد خاں صاحب کی تقلید اور معنوی شاگردی میں مرزا صاحب منفرد نہیں رہے بلکہ بعض دوسرے لوگ بھی اسی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ مثلاً مولوی محمد علی لاہوری (مرزائی) (دیکھئے ان کی کتابیں مقامِ حدیث ص۶ تا ص۱۰ و مسیح موعود ص ۲۱، ۲۲) مولانا مودودی صاحب (تفہیمات ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۶ جلد ۱) مولانا محمد حنیف ندوی (دیکھئے ان کی تصنیف مسئلہ اجتہاد ص۹۲ تا ص۹۹ شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ) وغیرہم

لُطف یہ ہے کہ سرسیّد سے ان خوشہ چینی کرنے والے حضرات میں سے ہر صاحب نے ناواقفوں کو یہی باور کرانا اور اپنے علم سے مرعوب کرنا چاہا ہے کہ " ریسیرچ " کی یہ دُور کی کوڑی وہی لایا ہے۔ حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑے بہت اختلاف اوراجمال وتفصیل کے فرق کے ساتھ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ (سرسید) سے لے کر آخری بزرگ تک حدیث پاک میں شک پیدا کرنے میں ایک ہی روح کام کررہی ہے، وہی تکنیک، وہی مغالطے، وہی طرزِ استدلال، وہی شواذ و نوادر کے جنودِ مہزومہ ——— !

مولانا بٹالوی کے اس پورے مقالے کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ آپ نے نہایت خوبی سے ان مغالطات کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں، جو ان اکابر و اصاغر کی تقلیدی تحریروں میں موجود ہیں اور ثابت کردیا ہے کہ ایسے اختراعی اور ابتدائی اصول کو صحتِ حدیث کا معیار ٹھہرانا اہل حدیث کا مسلک تو کسی صورت نہیں۔

اس پر تھوڑی سی بحث اکتوبر کے شمارے میں ہوچکی ہے۔ ممکن ہے کسی دوسرے موقع پر اس کی تفصیل بھی کچھ ہوسکے۔

بیدہ التوفیق۔

ہمیں افسوس ہے کہ بعض ناگزیر وجوہ کے باعث اس مقالہ کی آخری قسط کافی وقفے سے شائع ہورہی ہے۔ اس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اگرچہ اپنی جگہ پر یہ قسط مستقل حیثیت رکھتی ہے" (رحیق۔ نومبر ۱۹۵۷ء)

علامہ جمال الدین افغانی کے ایک مقالے کا اردو ترجمہ بعنوان "اسلامی تعصب اور مغربی اقوام کی دسیسہ کاریاں" شائع فرمایا تو اس کے آغاز میں ایک مفصل نوٹ تحریر فرمایا جس میں سرسید سے لے کر موجودہ دور کے ہر سطح کے "منکرین حدیث" کا ذکر فرمایا۔ یہ نوٹ حسب ذیل ہے۔

" انیسویں صدی مسیحی کے اواخر میں اسلامی ملکوں پر مغربی اقوام کے مادی تسلط اور تہذیبی تغلب کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر عالم اسلام کے عظیم مفکر امام جلال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تشخیص فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی تنزل کا ایک بڑا باعث مسلمان ملکوں اور آبادیوں کے وہ چند مسلمان ہیں جو کسی پست جذبے کے تحت یا غلط فہمی کی وجہ سے نہ صرف مغربی قوموں کے گمراہ کن مغالطوں کو مسلمانوں میں پھیلاتے اور ان کا شکار ہوجاتے ہیں بلکہ ان کا آلۂ کار بن کر مسلمانوں کے اجماعی عقائد میں شک اور ان کی اخوتِ دینی کے رابطے کو کمزور کرکے ان یورپین قوموں سے اپنے تعلقات استوار کرنے پر زور دیتے ہیں۔

علامہ افغانی کی رائے میں متحدہ ہندوستان میں انگریزی حکومت نے سرسید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی اور ان کے ساتھیوں کو اس خدمت کے لیے منتخب کیا تھا اور یہ اندازہ انہوں نے حیدر آباد، کلکتہ وغیرہ مقامات میں قیام اور حالات کا گہرا مطالعہ کرکے لگایا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے عربی مجلہ العروۃ الوثقیٰ میں اس پر متعدد مقالات لکھے جن میں سے ذیل میں سے ایک مقالے کا ترجمہ پیش کرنے کا شرف ہم حاصل کررہے ہیں۔

جن لوگوں کی موجودہ حالات پر نظر ہے اور واقعات کا برابر مطالعہ کرتے رہے ہیں ان کے لئے یہ باور کرلینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ صورتِ حال اب بھی کم و بیش یہی ہے جو علامہ افغانی مرحوم کے سامنے تھی۔ اس وقت اقوام مغرب نے انگریز کی سیادت اور سرسید کی وساطت سے مسلمان قوم کو یورپین تمدن و تہذیب سے آراستہ کرنے کی سازش کررکھی تھی ——— اور اب پاکستان کا برسرِ اقتدار طبقہ ادارہ طلوعِ اسلام، ادارہ ثقافت اور کمیونسٹ پارٹی کے ذریعے مسلمانوں میں زہریلا لٹریچر پھیلانے میں مصروف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ تاکہ مسلمان اسلامی عقائد، اسلامی تمدن، اسلامی تہذیب کو خیرباد کہہ دیں۔ حدیث پاک کو ماخذ قانون ماننے سے انکار کر دیں۔ گانے بجانے کو فروغ دیں۔ رقص کریں۔ ضبطِ تولید کے نام سے زنا کو رواج دیں۔ اور اپنے سلف صالح سے کٹ کر مغربی ائمۃ الکفر کے ساتھ جڑے رہیں۔

علامہ افغانی نے اپنے مقالات میں انتباہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان منافقین کے ہتھکنڈوں سے بچ کر اسلامی عقائد و اعمال پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیئے۔ اور دینی حمیت و اسلامی عصبیت کی رُوحِ ایمانی سے اپنے دلوں کو زندہ رکھنا چاہیئے۔

یہ الحاد پسند طبقہ آج بھی حق پسندوں اور اسلام کے سچے بہی خواہوں کو "ملا" "تنگ نظر" "متعصب" "ماضی پرست" وغیرہ طعنوں سے نوازتا ہے۔ جس طرح کہ علامہ افغانی کے زمانے میں ان کے پیشرو ایسی ہی ہرزہ سرائیاں کرتے تھے۔

اس مقالہ میں اسی قسم کے مغالطات کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو انتباہ کیا گیا ہے کہ وہ حقیقتِ حال کو سمجھیں اور اس مفسد گروہ کی فریب کارانہ چالوں سے ہوشیار رہیں۔ کیوں کہ یہ درحقیقت اسلام کے نہیں مسیحی تہذیب و ثقافت کے مبلغ اور ان کی حکومتوں کے آلۂ کار ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" (رحیق۔ جون ۱۹۵۸ء)

مولانا ہدایت اللہ ندوی حفظہ اللہ کی مرتبہ کتاب "تاریخ تدوینِ حدیث" پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت الاستاذ رقمطراز ہیں۔

" انکارِ حدیث کا فتنہ اسلام کے لئے نیا نہیں بلکہ یُوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلام پروان ہی فتنوں کے غول میں چڑھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد فتنہ ارتداد سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ پھر مدعیانِ نبوت کے فتنے خوارج، شیعہ، جہمیہ وغیرہ۔ اہلِ بدعت کے فتنہ ہائے ظلمات بعضها فوق بعض وهلم جرا۔

ہمارے اس برصغیر میں فتنوں کا سرچشمہ بڑی حد تک سیّد احمد خان علی گڑھی ہیں۔ چنانچہ اس فتنہ کا شجرۂ نسب بھی یہی ہے کہ سیّد احمد خان نے انگریز کی تربیت میں اس کا بیج بویا۔ جسے چکڑالے کے عبداللہ نامی ایک شخص نے اپنی نفسانی شہوات سے سینچا۔ امرت سر کی احمدالدین پارٹی نے اسے بانس پر چڑھانے کی سرتوڑ کوشش کی، اور اب یہ حال ہے کہ پرویزی فرقہ اور ثقافتی پارٹی اس "تین شاخوں والے" شجرہ (خبیثہ) کے سائے کے نیچے سودائے خام میں مبتلا ہیں۔ لاظليل ولا يغني من اللهب۔

اللہ کا شکر ہے کہ جوں جوں یہ فتنہ پاؤں پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسی نسبت سے اہلِ حق کو بھی اس کی سرکوبی کرنے اور اس کے مغالطات کے چاک کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔" (ماہنامہ "رحیق" لاہور۔ جون ۱۹۵۸ء ص ۵۳۴)

سیرت کی مشہور کتاب "اصح السیر فی ہدی خیر البشر" پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت الاستاذ سرسید اور ان کے ہمنواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے منکرینِ حدیث کے بعض مغالطات کی پردہ دری کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں،

" ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزی سیاست نے ہندوستان (غیر منقسم) میں مسیحیت کو فروغ دینے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دو طریقے اختیار کئے۔ پہلا یہ کہ یورپ سے درآمد کرکے یہاں ایک نظامِ تعلیم رائج کر دیا۔ دوسرا یہ کہ ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک مسیحی مشنری پھیلا دیے تاکہ اسلام کے خلاف زہر چکانی کیا کریں۔ مقصد اس سے اس عقیدت کو ختم کرنا یا کمزور کرنا تھا، جو ہر مسلمان کو سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

مشنری اگر آپ کی ذات ستودہ صفات پر اعتراضات کرتے اور ہدفِ مطاعن بناتے تھے تو جدید تعلیم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت، تہذیب، تمدّن اور ثقافت سے مسلمان نوجوانوں کو نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔

مقصد اس سے بھی یہ تھا کہ عیسائیت کے خلاف مسلمانوں کے پختہ عقائد اور اسلامی تعصّب اور دینی حمیت کو کمزور کیا جا سکے ـــــ اور یہ دوسرا کام ایک ذہین مسلمان **سرسید احمد خاں** سے کرایا جا رہا تھا ـــــ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کو ہی توفیق دی۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ پادریوں کے گمراہ کن مغالطوں اور شر انگیز اعتراضات کے دندان شکن جوابات ہی دیے بلکہ ایجابی طور پر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کی تدوین شروع کر دی۔ تاکہ مسلمان براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ذات سے واقف ہو کر کسی پروپاگنڈے کے شکار نہ ہوں اور جدید انگریزی تعلیم جو قلوب واذہان کو مسموم کر رہی ہے۔ سیرتِ نبویہؐ کے مطالعہ کی بدولت اس کے زہر سے محفوظ ہو کر اپنی معاشرت، تہذیب اور عقائد واعمال کو اس کی روشنی میں استوار رکھ سکیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ علماء کی یہ مساعی بہت کامیاب ثابت ہوئیں۔

اس ضرورت کو محسوس کرکے سب سے پہلے جس فقیر منش بزرگ نے سیرتِ محمدیہ کو مرتب کرنے کا تہیّہ کیا وہ جماعت اہل حدیث کے مشہور فاضل محقق مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیشن جج سابق ریاست پٹیالہ (پنجاب) تھے۔ اس عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رحمۃ للعالمین جیسی علمی شہرہ آفاق سیرت تالیف فرمائی، جسے ہر علمی حلقے سے سندِ قبولیت حاصل ہوئی۔ **وللہ الحمد۔**

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

رحمۃ للعالمین کے بعد مولانا شبلی صاحبؒ کی بلند پایہ کتاب سیرۃ النبیؐ منظرِ عام پر آئی۔ یہ دوسرے رنگ کی تفصیلی سیرت ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اپنے انداز میں منفرد ہے۔ بحیثیتِ مجموعی اس کے اکثر مباحث ایسے ہیں جو کسی دوسری جگہ بمشکل ہی یکجا مل سکیں گے تاہم اس میں بعض گوشوں کی طرف توجہ دی نہ جا سکی۔ علاوہ ازیں اس کے چند اہم مقامات ایسے ہیں (خصوصاً مقدمہ میں) جن میں صاحبِ سیرۃ النبیؐ جادۂ صحیحہ پر قائم نہیں رہ سکے اور مستشرقین اور ان کے شاگردانِ رشید (سرسیّد وغیرہ) سے مرعوبیت کا پہلو لئے ہوئے ہیں ـــــ!

ہمارے خیال میں اس سلسلہ کی تیسری اہم تالیف زیر تبصرہ کتاب اصح السیر ہے جو بلاشبہ اسم بامسمّٰی اور حقائقِ واقعیہ اور نتائجِ صحیحہ پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں آٹھ صفحہ پر پیش لفظ ہے جس میں مصنف نے اس تالیف کی ضرورت اور امتیازات وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر کیا ہے۔ جو حقیقتِ واقعیہ کا اظہار ہی ہے، مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ — پھر ۲۳ صفحے تفصیلی فہرست کے ہیں جس سے کتاب کے سب مندرجات بہ یک نظر سامنے آجاتے ہیں — اس کے بعد ۳۴ صفحات کا مقدمہ ہے جو مختصر ہے مگر پُر مغز اور تحقیقی ہے۔ بخصوصًا چند مباحث — "سیرت کی تدوین" (ص ۱۳-۱۶) "درایت اور عقل" (ص ۱۸-۲۳) "عقل کی گمراہی" (۲۳-۲۸) "نصاریٰ کا اعتراض"۔ "عقلِ سلیم" (ص ۲۸-۳۱) بہت ٹھوس اور نفیس ہیں — یہ وہ مقام ہے جہاں مولانا شبلیؒ نے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور پھر ان کی تقلید میں صحافی قسم کے مدعیان "درایت" اب تک لڑھکتے ہی چلے جا رہے ہیں — !

جناب مصنّف نے اس نوعیت کے عامیانہ شُبہات پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور مدلّل طریقے سے بتایا ہے کہ:

"تحقیق کی اصل چیز اسانید ہیں کیوں کہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں، جو روائتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں اُن کو قبول کرنا واجب ہے۔ جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے ان کو رَدّ کر دینا واجب ہے۔ باقی وہ روائتیں جن کے اسناد معلوم نہ ہوں۔۔۔۔ ان کے بارے میں ان عُلماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے۔ جن کو احادیثِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اور سیرتِ نبویّہ پر عبور اور ملکہ راسخہ حاصل ہے کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت و سخافت، طرزِ کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔" ص ۲۲

یہ ہے اصل بات جس کو نہ سمجھنے سے سطحیت پسند لوگ غلط فہمیوں کا شکار رہتے ہیں کہ جن روایات کی سندیں ناپید ہوں وہاں "مزاج شناسیٔ رسول" کو استعمال کیا جائے نہ یہ کہ صحیحین تک کی با اسناد احادیثِ صحیحہ متفقہ کو ہی "درایت" کی کلہاڑی سے مجروح کرنے کی ٹھان لی جائے — ! ایک دوسرے مقام پر بر خود غلط خام علموں کی غلطی ہائے مضامین کی نشاندہی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"غلطی یہ ہے کہ ہمارے نوجوان پہلے خود کسی بات کے اچھے یا بُرے ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور ان کو عقل کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کو اسلام یا رسُول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف منسُوب کر دیتے ہیں یا اُنہوں نے کسی فلسفی کا قول سُنا یا ڈارون کی تھیوری ان کے کان میں پڑی اور پسند آگئی تو کہہ دیا کہ یہی اسلام کی بھی تعلیم ہے — یہ دین میں تحریف ہے —!" ص ۳۱

ہمارے ہاں کے اکثر روزانہ و ہفتہ وار اخبارات اور ماہناموں (اُردو، انگریزی) میں مضمون نگاروں کی اکثریّت جو مضامین نویسی کی مشق کرتی ہے اور اسلامی مسائل — ملکیّتِ زمین، سُود، ثقافت، موسیقی، ضبطِ تولید، معاشی ناہمواری، حدود اللہ، اجتہاد وغیرہ — کو اس مشق کا ایسے حضرات تختہ بناتے ہیں، کیا اس کی بنیاد یہی مغالطہ خوری نہیں ہے جس کا مؤلف "اصح السیر" نے ذکر کیا ہے؟" ("رحیق" اگست۔ستمبر ۱۹۵۸ء)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ایک اور علمی مقالے — بعنوان — رسالتِ محمدیہ کا اقرار و تسلیمِ احکام شرطِ نجات ہے — "رحیق" میں شائع کرتے ہوئے، اس کے آغاز میں حسبِ ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

"یہ معلوم ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سر سیّد احمد خان صاحب کے آخری دور کے اکثر خیالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی مفکرین سے درآمد کردہ تھے۔ سب سے زیادہ اسلام سے متصادم نظریہ ان کا یہ تھا کہ رسالت محمدیہ کا اقرار اور احکام شریعت کا ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری اور نجات اُخروی کے لئے شرط نہیں۔ یہ نظریہ بظاہر معصوم سا ہے مگر بڑے دُور رس نتائج کا حامل ہے۔

جماعت اہلحدیث کے سرخیل حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرسید صاحب موصوف کے اس فاسد نظریے پر ان ہی دنوں ایک تنقیدی مقالہ سپردِ قلم فرمایا تھا جسے رحیق میں دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ادارہ ثقافت لاہور رسالتِ محمدیہ کی اہمیت ختم کرنے کے لئے سرسید کے اس عقیدہ کی اشاعت کر رہا ہے تاکہ اس کی دوسری ثقافتی گمراہیوں کا نوخیز اور ناواقف طبقے کے حلق میں اُترنا آسان ہو جائے۔

یہ مقالہ "گلِ دیگر شگفت" کے عنوان سے مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ النبویۃ کے ع۱۱ جلد۲ ذوالقعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق نومبر ۱۸۷۹ء میں شائع ہوا تھا"

(رحیق - ... ۱۹۵۹ء - ص ۲۶۹)

مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلوی کی کتاب " برقِ اسلام بجواب طلوعِ اسلام" کے مقدمہ میں حضرت الاستاذ رقمطراز ہیں:۔

"سرسید احمد بانی علی گڑھ یونیورسٹی نے یورپ کی سیاست، تمدن، معاشرت اور مزعومہ علمی ترقیوں سے مرعوب ہو کر جو تحریک مسلمانوں کو "یورپیانے" کی شروع کی تھی اس کا اثر غیر منقسم ہندوستان کے مسلمانوں پر مفید ہوا یا غیر مفید، وہ تو خیر الگ بات ہے لیکن اس کے مضر پہلوؤں سے ایک بڑا مضر پہلو یہ ہے کہ اس نے اسلام کے اجماعی اور بنیادی عقائد کا انکار کر کے دو ایسے مستقل فتنوں کا دروازہ کھول دیا جو دن بدن خطرناک صورت اختیار کر رہے ہیں۔ یعنی مرزائیت اور چکڑالویت (یا فتنۂ انکارِ حدیث)

نبوّت وہبی ہے

مثلاً اسلام کا اجماعی اور بنیادی عقیدہ ہے کہ نبوت ایک موہبت الٰہی ہے، کسب و اکتساب سے اس نعمت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے خلاف سرسید نے نبوت کو "اکتسابی" قرار دیا۔ چنانچہ یہی جرثومہ پروان چڑھ کر مرزائیت کی شکل میں نمودار ہوا اور جب سے اب تک یہ فتنہ عالمِ اسلام کے لئے ایک مصیبت بن رہا ہے۔

حیات و نزولِ مسیح علیہ السّلام

سرسید نے مرزائیت کو تبلیغ کے لئے ایک سیڑھی بھی دے دی اور وہ تھا حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور آمدِ مہدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مسئلہ۔ اہل سنّت و حدیث کے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ کے علی الرغم کہ حضرت مسیح علیہ السّلام حیات ہیں اور قرب قیامت ان کا نزول ہوگا۔ حضرت مہدی کے تشریف لانے وغیرہ کا سر سیّد نے انکار کیا۔ مرزائیت نے اپنے کفر کی اشاعت کے لئے ان مسائل کو بطور زینے کے استعمال کیا۔

حدیث کا انکار

اسلام کے بنیادی اور اجماعی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ قرآن اور حدیث تَوَأم ہیں۔ اوّل الذکر پر عمل کی صورت ثانی الذکر پر ہے۔ عامل قرآن کے اقوال وافعال و سیرت کے بغیر قرآن پر عمل مشکل ہے۔

صحیح احادیث کی موجودگی اور ان کا علم قرآن فہمی کے لئے ضروری اور لابدی ہے۔ سر سیّد اور اس کی پارٹی (چراغ علی وغیرہ) نے شاید بعض غلط روایات کی تنقید کے جوش میں علمِ حدیث کے متعلق بعض ایسی تحریریں شائع کیں جس سے مولوی عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں فتنۂ انکارِ حدیث پیدا ہوا۔ جو پاکستان کے مستقل ہونے کے بعد مذہب و اخلاق میں انارکی کی حد تک پہنچ گیا ہے (جیسا کہ حدیث کے انکار کا لازمی نتیجہ ہونا چاہیئے)

چکڑالوی فرقہ کی ابتداء

مولوی عبداللہ جو چکڑالہ ضلع میانوالی پنجاب کا رہنے والا تھا اور لنگڑا ہونے کے باعث لکڑی کے ایک تخت پوش (اَریکہ) پر ٹیک لگائے ہوئے علمِ حدیث کے متعلق بکواس کرتا رہتا تھا۔ سر سیّد کی طرح علُوم دینیہ و عربیہ سے تو زیادہ واقف تھا ہی نہیں، لیکن فکر کے اعتبار سے بھی مفلس ہی تھا۔ اس کو بھی اپنی گمراہی پھیلانے کے لئے البتہ ایک اچھا عنوان ضرور مل گیا۔ (یعنی یہ کہ قرآن کامل کتاب ہے) جو ذہین ملحدین اور اس جیسے تیسرے درجے کے لوگوں کے لئے کافی جاذب ہوا۔

اسلام کے لئے یہ فتنے کچھ نئے نہ تھے۔ خیر القرون کے آخری عہد سے ہی فتنوں کا سلسلہ شروع رہا گیا۔ اور علمائے اسلام ہر زمانہ میں گمراہی سے مسلمانوں کو بچانے میں مصروفِ مساعی رہے اور ہمیشہ ہی کامیاب دفاع کیا۔ چنانچہ جہمیہ اور معتزلہ کا مقابلہ علمائے حدیث و سنّت نے اس زور سے کیا کہ بحیثیت فرقہ کے وہ صفحۂ ہستی سے محو ہو گئے اور اب تاریخی وجود ہی ان کا کہا جا سکتا ہے۔

متحدہ ہندوستان کے علمائے اسلام نے محسوس کیا کہ یہ دونوں فتنے مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہیں۔ اس لئے ابتدائے پیدائش ہی سے ان کی سرکوبی کرنی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ جماعت اہلحدیث کے اکابر علماء نے بڑے شدّ و مد سے ان گمراہیوں کے دور کرنے میں نمایاں حصّہ لیا۔

سرخیل علمائے اہلحدیث مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نور اللہ مرقدہٗ کا ماہوار رسالہ اشاعت السّنّۃ تو ان لوگوں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تردید کے لئے وقف تھا جس میں مرزائیت، نیچریت، چکڑالویت کے علمبرداروں کے ہر قسم کے وساوس و دسائس کو ایک ایک کر کے بے نقاب کیا گیا ہے اور حال ہی میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری کا ہفتہ وار اہلحدیث اخبار اور ان کی تصانیف اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی مساعی اس سلسلہ میں کس سے مخفی ہیں۔

جہاں تک میرا خیال ہے، معتزلہ کی طرح سرسید کا فتنہ بھی ایک علمی فتنہ تھا۔ ان کے دماغوں پر عقل کا غلبہ تھا۔ یعنی وہ لوگ "نیچر" کی آڑ میں معجزات، حشر و نشر، برزخ وغیرہ مسائل میں نہ صرف بعض احادیث کا انکار کر جاتے تھے بلکہ قرآن حکیم کی ان آیات میں مرمت کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے جو ان کو اپنی مزعومہ "نیچر" کے خلاف نظر آتی تھیں جس کی بناء پر ہی علمائے حق اس فتنے کو "نیچریت" سے تعبیر کرتے تھے۔

فتنہ الحاد و لادینی

یہ سب کچھ تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد شریعت الٰہی اور احکام رسالت پناہی سے گلو خلاصی کرانا نہیں تھا۔ بخلاف اس کے عبداللہ چکڑالوی اور اس کے بعد منکرین حدیث کی جو ایک کھیپ تیار ہوئی (احمدین امرتسری۔ پروفیسر اسلم جے راج پوری، عنایت اللہ مشرقی۔ غلام احمد پرویز بٹالوی، برق لاہوری کیمبل پوری وغیرہ) یہ لوگ صرف فساد مزاج کے مریض نہیں ہیں بلکہ جہل مرکب اور عناد و جحود کے مرتکب بھی ہیں۔ ان کی غرض قرآن حکیم کو جذبات نفس اور اپنی ہوا و ہوس کے تابع کر کے مذہب کی گرفت ڈھیلی کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث و سنت ہی اس سلسلے میں ان کے لئے رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ارشادات عالیہ اور اعمال حسنہ سے ہی عقائد و نظریات میں رسوخ، عمل میں پختگی، عبادات میں نظم، اخلاق میں ضابطہ، معاشرت میں حسن اسلوب، سیاست میں عدل وجود پاتے ہیں۔ یہ "کانٹا" راستے سے ہٹ جائے تو قرآن ہر سانچے میں ڈھل سکتا ہے۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ!

جب صورت حال یہ ہو یعنی سلب ہی سلب ہو اور تخریب ہی تخریب، تو مثبت دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ منفی ہی پہلو اس کے لئے اختیار کیا یعنی حدیث و سنت میں۔ اسی طرح مین میکھ نکالی گئی اور شبہات وارد کئے گئے جس طرح متعصب عیسائی مشنریوں اور دیانند سرسوتی وغیرہ آریوں نے قرآن حکیم پر وارد کئے تھے کہ مقصد دونوں جگہ تخریب ہے تعمیر نہیں"

(مقدمہ کتاب "برق اسلام" مطبوعہ خانیوال)

مسٹر غلام احمد پرویز اور ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

سرسید احمد خان اور ان کی پارٹی کے بعد فتنۂ انکار حدیث کو فروغ دینے میں (بالخصوص پاکستان میں) نمایاں حصہ مسٹر غلام احمد پرویز بانی ادارہ "طلوع اسلام" اور ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کا ہے۔ حضرت الاستاذ المرحوم نے حسب موقعہ اور حسب گنجائش ان دونوں کی بھی خوب خبر لی ہے۔ ماہنامہ "رحیق" کے اداریوں اور دیگر تحریروں میں ان پہ نقد و تبصرہ فرمایا۔ ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض مغالطات کا پردہ چاک کیا اور ان کے گمراہ افکار و نظریات کی نشاندہی کرتے رہے۔

چنانچہ اس ضمن میں حضرت کے اقتباسات حسبِ ذیل ہیں۔

" برقِ اسلام بجواب طلوعِ اسلام" کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں۔

" پرویز پارٹی کی حقیقت :۔ بٹالہ متصل قادیان ضلع گورداسپور کا ایک شخص جس کا نام بھی غلام احمد (پرویز) ہی ہے متحدہ ہندوستان میں وائسرائے کل لاج میں کلرک تھے۔ کچھ اردو لکھنے پڑھنے کی عادت تھی۔ علوم دینیہ و عربیہ سے نا واقف تھے۔ پروفیسر اسلم جیراج پوری موصوف کے ہتھے چڑھ گئے اور اپنی کم علمی کی وجہ سے ان کی گمراہی کا شکار ہو گئے۔ جیسا کہ ایسے خام علموں کا حال ہوتا ہے۔ ماہوار رسالہ " طلوع اسلام " کے نام سے نکال لیا۔ اور چھوٹتے ہی علمائے اسلام اور حدیث پر حملے شروع کر دیے۔ قبل تقسیم ان کے پاس علماء کو بدنام کرنے کا " کافی مسالہ" تھا لیکن کراچی آنے کے بعد سوائے حدیث و سنت اور اس کے حاملین کے خلاف ہرزہ سرائی اور زہر چکانی کے اس کے پاس کوئی کام نہیں ہے بلکہ حدیث کے انکار کے ساتھ قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات میں شک پیدا کرنے والے مضامین بھی اب شائع ہونے لگے ہیں اور ؏

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا " (کتابِ مذکور کا مقدمہ)

ادارہ " طلوعِ اسلام " کی طرف سے شائع کردہ کتاب " مقامِ حدیث " کا ایک نہایت فاضلانہ اور محققانہ جواب حضرت محدثِ عصر مولانا حافظ محمد صاحب گوندلویؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ جو ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔ اس کا کچھ حصہ حضرت الاستاذؒ نے " رحیق " میں چھاپا تھا۔ اس کے آغاز میں حضرت مولانا نے حسبِ ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

" واقفانِ حال کو معلوم ہے کہ مسٹر غلام احمد صاحب پرویز گورداسپوری نے انگریز بہادر کے دفتر میں دہلی جا کر حدیث پاک کے انکار کا بپتسمہ لیا تھا اور اسی وقت ان کے " اسلام کا طلوع " شروع ہو گیا تھا مگر بفحوائے کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرۃ جوں ہی انہوں نے اس قسم کے مضامین شائع کرنے شروع کئے، علمائے اہل حدیث اور بعض دوسرے حضرات نے ان کے مغالطات کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے مضمون " شخصیت پرستی " کا مدلل و معقول جواب " خدا پرستی " حضرت الاستاذ مولانا محمد شرف الدین صاحب محدث دہلوی نے ان ہی دنوں دہلی سے طبع کرا کر شائع کیا تھا۔ پھر " علمِ حدیث " مضمون کا جواب بھی حضرت الاستاذ مدظلہ العالی نے مبسوط و مدلل تحریر فرمایا جو برقِ اسلام کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مگر پرویز صاحب نے ان ہی مردودہ و مطرودہ مضامین کے طومار کو " مقامِ حدیث " کے نام سے ۱۹۵۳ء میں آٹھ سو صفحات کی دو جلدوں میں طبع کرا دیا۔ الحمد للہ کہ اس دفترِ بے معنی کے جواب کی توفیق بھی حق سبحانہ و تعالیٰ نے جماعت اہلحدیث ہی کو دی۔ چنانچہ ادھر کتاب چھپی اور ادھر جماعت کے مشہور اہلِ علم استاذ الاساتذہ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نے ۵۳ء ہی میں پوری کتاب کا جواب مکمل کر لیا تھا جو افسوس ہے نامساعد حالات کی وجہ سے اب تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا کتاب میں اس ٹولے کے مشہور مقالے سے کئی صفحے سیاہ کئے گئے ہیں کہ احادیثِ نبویہ کی حفاظت ہی نہیں ہوئی اور جو کتابیں موجود ہیں وہ سب کی سب مشکوک ہیں۔ اُستاذ محترم مدظلہ العالی نے اس پر جو مدلل بحث فرمائی ہے اس کا کچھ حصہ رحیق کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے ـــــ واضح رہے کہ "مقامِ حدیث" کا یہ جواب سینکڑوں صفحات پر پھیلا ہوا تحقیقاتِ نادرہ و مباحث مدلیہ پر مشتمل ہے۔" (رحیق، دسمبر ۱۹۵۷ء)

حضرت حافظ صاحب گوندلوی علیہ الرحمۃ کے اسی مقالۂ علیہ کی تیسری قسط کے آغاز میں حسبِ ذیل نوٹ تحریر فرمایا: خیال رہے کہ یہ مقالہ "حفاظتِ حدیث کا تکوینی اہتمام۔ اسباب و دواعی" کے عنوان سے چھپا تھا۔

"منکرینِ حدیث کی پرویز پارٹی اور ثقافت پارٹی کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ حدیث کے الفاظ بھی محفوظ نہیں۔ اور مدلول میں بھی بہت گڑبڑ ہے۔ اس سے وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اب حدیثوں سے آزاد ہو کر قرآن کی آڑ میں اسلامی فقہ کو بدل دینا چاہیئے۔ حضرت الاُستاذ نے مقامِ حدیث پر تنقید کے ایک حصے میں اس پر مدلل تحریر فرمایا ہے کہ حدیث کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے راویانِ حدیث کے ذریعہ محفوظ فرمایا اور معانی و مدلولات کو فقہائے حدیث اور مجتہدین کے ذریعے، اس لیے اب کسی تبدیلی کی کوشش خطرناک ہے۔ اصولِ فقہ میں گہری بصیرت ہو تو موجودہ دَور کے مشکلات کے حل کے لئے قرآن و حدیث و فقہ اسلامی کافی ہے۔ کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں" (رحیق، ۱۹۵۸)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"لاہور کا منکرینِ حدیث ادارۂ ثقافت بھی خارجیوں کی اس "سُنّت" کو زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ وہ بھی اس آیت کے اس متفقہ مسئلے کو تسلیم نہیں کرتے" (مارچ ۱۹۵۸ء۔ ص ۲۷۶، ج ۲)

ملک ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی ؒ کے ایک مضمون پر حسبِ ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

"ہمارے ملک میں حدیث کا انکار اور ضوابط و اعمالِ شرعیہ کا استخفاف کرنے کی مہم جن لوگوں نے شروع کر رکھی ہے۔ لاہور کا "ادارہ ثقافت اسلامیہ" بھی ان ہی میں شامل ہے۔ بلکہ نیم سرکاری ادارہ ہونے اور بعض دوسرے وجوہ کے باعث اُسے خاص اہمیّت حاصل ہے۔ اسی ادارے کے سربراہ خلیفہ عبدالحکیم نے رُسوائے عالم کتاب "اقبال اور ملّا" لکھی۔ اور ان ہی خلیفہ صاحب کی اس ادارہ میں ایک کتاب چھپی۔ جس میں صاف لکھا گیا ہے کہ اُخروی نجات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیتِ رسول ماننا ضروری نہیں۔ صرف آپ کو "بہت اچھا آدمی" مان لینا کافی ہے۔ اس ادارہ سے حدیثِ پاک کے انکار اور حدیث کی صحیح کتابوں اور ان کی احادیثِ صحیحہ کو مشکوک قرار دینے والی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ اس ادارے نے یہ مہم بھی چلائی ہوئی ہے کہ تمام احکاماتِ شرعیہ وقتی تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ملک ابوالمحمود صاحب سوہدروی کو اس ادارہ کی مطبوعہ ایک کتاب (مذاہب اسلامیہ۔ از خواجہ عبادالله اختر) دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو اس کے متعلق اپنے تأثرات قلم بند کر کے "رحیق" کو اشاعت کے لئے ارسال فرمائے ہیں جس کے لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم ان کے ممنون ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وہ مفید علمی سلسلہ جاری رکھیں گے۔ " (رحیق - جنوری ۱۹۵۷ء)

مولانا مجیب اللہ ندوی کے ایک عالمانہ مقالے کے آغاز میں جو بعنوان

کیا متفقہ اسلامی احکام کو بھی اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے ؟

(کیا کتاب، سُنّت، فقہ اور خلفائے راشدین کے فیصلوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے ؟)

"رحیق" میں شائع ہوا تو حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

"پاکستان میں برسراقتدار طبقہ اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں بے دینی، فحاشی، جنسی انارکی، اخلاقی ضابطوں سے آزادی کو بروئے کار لانے کے لئے جس جدّوجہد میں مصروف ہے۔ اس پر شرعی مہر ثبت کرانے کے لئے اس نے ایک ادارہ بنا رکھا ہے۔ ہزارہا روپے سے جس کی سرپرستی حکومت کرتی ہے۔

اور یہ ہے ——— ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور ———

اسی ادارہ سے ایک کتاب مسئلہ اجتہاد بھی شائع ہوئی ہے جو مولانا محمد حنیف صاحب ندویؒ کے رشحاتِ قلم سے ہے۔ اس کتاب کے بعض خطرناک رجحانات کی نشاندہی ایک ندوی ہی نے ایک ناقدانہ لیکن تحقیقی مقالہ میں کی ہے۔ جو موقر مجلّہ معارف اعظم گڑھ ماہ مئی ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے۔ ہم اس گرانقدر مقالہ کو اس کی افادی حیثیت کے پیش نظر معاصر کے شکریہ کے ساتھ رحیق میں شائع کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اس ادارہ کی باقی کتابوں پر بھی ایسے ہی تبصروں کے لئے وقت نکال کر اس بارے میں بھی حضرت سیّد صاحب قدس سرہ کی جانشینی کا حق ادا کریں گے۔" (رحیق، جون ۱۹۵۷ء)

مولانا سلیم الدین شمسی (کراچی) کا ایک ماہوار رسالہ "مقامِ رسالت" نکلتا تھا جو "رحیق" ہی کی طرح چند سال کے بعد بند ہو گیا۔ حضرت مولانا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ رسالہ مولانا محمد سلیم الدین صاحب شمسی کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ مندرجات کا پایہ بھی علمی اعتبار سے اچھا ہے۔ متعدد پرچے ہماری نظر سے گزرے ہیں جن میں بعض مضامین بہت اہم ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرچے کا مستقبل اس لحاظ سے شاندار ہے۔ یہ دیکھ کر اور بھی مسرت ہوئی کہ ادارہ طلوعِ اسلام نے "معارف القرآن" اور فرضی مکتوبات کے پردے میں جو نئے نئے خیالات پھیلانے شروع کئے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف بھی مدیر محترم کی توجہ ہے۔ کیونکہ اس فتنے کے ابتدائی دور میں تو صرف تدوینِ حدیث اور حدیث کی دینی حیثیت وغیرہ ہی میں رخنے ڈالے گئے تھے۔ لیکن اب "ریسرچ" ترقی کر گئی ہے جس نے "مرکزِ ملت" "قرآنی نظام" "دین و مذہب میں فرق" "عجمی سازش کا افسانہ" وغیرہ نئے عنوان ڈھونڈھ نکالے ہیں۔

مولانا شمسی صاحب کی خدمت میں ایک گذارش یہ ہے کہ جب بہ توفیقِ الٰہی اس فتنہ کی "خدمت" کے لئے آپ وقف ہو ہی گئے ہیں تو لاہور کے "ادارہ ثقافت" کو بھی پروگرام میں شامل فرما لیجئے۔ جس کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ "اجتہاد" کے عنوان سے وہ قرآن حکیم کے صریح احکام کو بدلوانے کے لئے شب و روز ساعی ہے جس نے غیر مسلموں کو "ثقافت اسلامیہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جذب کرنے کے لئے یہ فلسفہ گھڑا ہے کہ "نجاتِ اُخروی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننا ضروری نہیں" پھر ایک کتاب تصنیف کرکے ملک کے فساق و فجار کو ناچ گانوں کے شوق پر اسلام کا لیبل لگا دیا ہے "ثقافتی فتنہ" کو پرویزی فتنہ" پر ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اوّل الذکر کو ــــ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے ــــ حکومتِ پاکستان کی وساطت سے قریب ایک لاکھ روپیہ مسلمانوں کی جیبوں سے مل جاتا ہے تاکہ فارغ البالی سے ان کے عقائد و اعمال پر ڈاکہ ڈالا جا سکے"۔

(رحیق ۔ جون ۷، ۱۹۵ء، ص ۱۰،۴)

جو لوگ تفسیرِ قرآن میں احادیث و آثار کے مقابلے میں لُغتِ عربی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ ابن القیمؒ کی ایک عربی عبارت "الصواعق المرسلہ" (ص ۳۴، ج ۲ سے) نقل کرکے اس کا خلاصہ حضرت مولانا نے حسبِ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" جن راہوں اور سندوں سے لُغتِ عربی نقل ہو کر آئی ہے وہ بھی اصلاً "خبرِ واحد" ہیں۔ ان کے نقل میں بھی حافظے اور فہم پر ہی دارو مدار ہے۔ الفاظ کیسے یاد رہے؟ روایت بالمعنیٰ ہے یا باللفظ؟ بالمعنی ہے تو فہمِ راوی کی پوزیشن کیا ہے؟ یعنی وہ سارے ہی اعتراضات لُغتِ عربی پر وارد ہو سکتے ہیں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جا رہے ہیں۔ پھر حدیثوں کو ترک کرکے مجرد لغتِ عربی پر "اعتماد" کی وجہ کیا ہے؟" (رحیق، جنوری ۵۹ ۱۹ء ص ۲۲۸)

فتنۂ انکارِ حدیث کے رَدّ میں "رحیق" کے کچھ اداریے

یہ اقتباسات جو گذرے ہیں اُن نوٹوں سے ماخوذ ہیں جو مختلف مقالات و مضامین کے آغاز میں حضرت الاُستاذؒ نے تحریر فرمائے۔ اب ذیل میں "رحیق" کے کچھ اداریے یا ان کی مناسب تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔ جن میں مرحوم نے اسی فتنۂ انکارِ حدیث کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔

" رحیق" کی جلد ثالث کے آغاز میں حضرت الاُستاذؒ نے امام احمدؒ کا ایک عربی خطبہ نقل کرکے اس کے بعد تحریر فرمایا۔

" رحیق کی جلد ثالث کا افتتاح اس مُبارک خطبے سے اس لئے کیا جا رہا ہے کہ یہ اس کے مسلک اور پالیسی کا مظہر ہے۔ اس خطبے میں فرمایا گیا ہے کہ حاملینِ علومِ شرعیہ نے نہ صرف اسلام کو اسی شکل میں پیش کیا جس میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔ بلکہ اس کو ہر اُس چیز سے بچا کر رکھا جس سے اُس کا صاف و شفاف آئینہ غبار آلود ہوتا تھا۔ اس پاکباز جماعت نے اسلام کو محرفانہ غلو۔ باطل قانون سازی اور غفلت و جہالت پر مبنی اعراض و بے عملی سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

دراصل یہ مضمون مندرجہ ذیل حدیث سے ماخوذ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابراهيم بن عبد الرحمٰن العذرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ رواه البيهقى فى كتاب المدخل مرسلا [1]

حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب نے اس حدیث کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

تحريف الغالين وهو اشارة الى التشدد والتعمق وانتحال المبطلين وهو اشارة الى الاستحسان وخلط ملة بملة وتاويل الجاهلين وهو اشارة الى التهاون وترك المامور به (حجۃ اللہ ص۱۷ جلد ا)

"یعنی غالیوں کی تحریفِ دین ہے۔ ناجائز سختی جھیلنا، اپنے اُوپر اپنی پیدا کردہ جکڑ بندیاں عائد کر لینا۔ مسائل میں بلاوجہ کریدنا وغیرہ ـــــ اس کی مثال میں قبر پرستوں، آباء و مشائخ کے جامد مقلدوں، جاہل صوفیوں اور پیشہ ور پیروں کے کردار کو پیش کیا جا سکتا ہے ـــــ اور باطل پرستوں کا انتحال یہ [2] ہے کہ مصلحت پسندی پر اسلام کا خول چڑھا کر اور غیر اسلامی عقائد و اعمال کی آمیزش کر کے اسلام کو ملغوبہ بنا دیا جائے" ـــــ جس طرح "ادارہ ثقافت" لاہور کے دانشور وقتی مصالح (استحسان) پر قرآن و حدیث کے نصوصِ صریحہ تک کو قربان کر دینے کے درپے ہیں۔ نیز پرویز صاحب جیسے جرنلسٹ اشتراکیت (یعنی عہدِ حاضر کی مزدکیت) کے مالی نظام کو "قرآنی نظامِ ربوبیت" کے عنوان سے عوام کے حلقوں میں اتارنے کی کوششوں میں مصروف ہیں ـــــ اور جاہلوں کی تاویل [3] ہے۔ شریعت کی اہمیت گرانا، اوامرِ الٰہیہ کا ترک اور بے راہ رو زندگی میں سرمستی ـــــ اسے سمجھنے کے لئے ہمارے اُوپر مسلط گروہ کی بیان بازیاں اور طرزِ زندگی پھر ان کی دیکھا دیکھی عام معاشرے کی حالت ہمارے سامنے ہے۔" ("رحیق" اگست و ستمبر ۱۹۵۸ء)

اس کے بعد حضرت الاستاذؒ نے تینوں قسم کی اعتقادی، عملی اور بنیادی گمراہیوں کا حل اور علاج یہ بتلایا ہے کہ اعتقاد اور عمل میں سلف کے مسلک و منہاج کو اپنایا جائے، اس کے بغیر مسلمان گمراہیوں سے بچ سکتے ہیں اور نہ دنیا میں عظمتِ رفتہ حاصل کر سکتے ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ۲۔ اصابہ ص۱۳ جلد ا۔ لسان المیزان ص۷۷ جلد ا۔ فتح المغیث ص۱۲۵

[2] بمعنی غلط انتساب [3] لفظی معنی۔ الفاظ کو غلط معنی پہنانا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ عزل سے برتھ کنٹرول پر استدلال' اور اس کی تردید"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مذکورہ عبارت کو ہی بنیاد بناتے ہوئے حضرت الاستاذ ادارہ ثقافت کے اُس استدلال کا رد فرماتے ہیں جو مسئلہ عزل سے برتھ کنٹرول (خاندانی منصوبہ بندی) پر اس کے بعض ارکان نے کیا تھا۔

" شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان اسباب کا ذکر کیا ہے جن سے دین میں تحریف راہ پاتی ۔ اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کا کام لیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک سبب یہ ہے جسے ہم اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

" بعض لوگ کسی دوسری ملت کے معتقد یا کسی خاص نظریے کے حامل ہوتے ہیں مگر جب وہ کسی وجہ سے اسلام میں داخل ہوتے یا اسلامی علوم (قرآن وحدیث، فقہ وتصوف اسلامی وغیرہ) کا مطالعہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اپنے موروثی عقائد ترک کریں، یا کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی بدلیں، وہ (اپنے اجتہاد کے زور سے) مزعومہ عقائد و نظریات (بلکہ خیالات) کے لئے (قرآن وحدیث سے) "دلائل" مہیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح اسلام وغیر اسلامی عقائد اور رسوم وعقائد کو ایسا گڈمڈ کر دیتے ہیں کہ حق و باطل اور صحیح وغلط میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔ یعنی بظاہر وہ "تحقیق" اسلامی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ کچھ اور ہوتا ہے۔ یہ لوگ اسلام سے دلائل کشید کرتے وقت ہر کمزور سے کمزور سہارا لیتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ اپنے خیالات کو جھوٹی روایتوں سے مضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے موضوع حدیثیں بھی گھڑنے لگ جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:۔

" ومنها (اى من اسباب التحريف) خلط ملة بملة حتى لا تتميز واحدة من الاخرى وذلك ان يكون الانسان فى دين من الاديان تعلق بقلبه علوم تلك الطبقة ثم يدخل فى الملة الاسلامية فيبقى ميل فى قلبه الى ما تعلق به من قبل فيطلب لاجله وجها فى هذه الملة ولو ضعيفا او موضوعا وربما جوز الوضع ورواية الموضوع لذالك وهو (اى هو الذى اشار اليه (صلى الله عليه وسلم فى) قوله لم يزل امر بنى اسرائيل معتدلا حتى نشأ فيهم المولدون وأبناء سبايا الامم فقالوا بالرأى فضلوا واضلوا ۔ انتهى [1]

(حجۃ اللہ البالغہ ۔ ج ا ص ۱۲۱)

شاہ صاحب کے اس تجزیے کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہمارے ہاں کے منکرین حدیث اور تجدد پسندوں کی مساعی

---

[1] یہ حدیث مجمع الزوائد (ص۱۸۰ جلد۱) میں مرفوعًا ابن عمرؓ سے اور جامع بیان العلم میں (ص۱۳۵ جلد۲) حضرت عروہ تابعی سے (ان کا قول) ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر و تقریر کا پس منظر سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔

کیا کیا راستے یہ حضرات اسلام میں "ترمیم" کرنے کے لئے اختیار فرما رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان "تحقیق کنندگان" کا اپنا کچھ نہیں، عام طور پر ان کے خیالات مسیحی مفکروں سے مستعار اور یورپ کے سیاست بازوں کا پس خوردہ ہوتے ہیں، ان کا کام تو بس مسلم عوام میں ان کی تبلیغ و اشاعت اور ان کے لئے قرآن و حدیث کو (غلط، صحیح) استعمال کرنا ہوتا ہے ـــــــ

لیکن ہمارے بہت سے بھائیوں کو اس حقیقتِ واقعیہ کا پتہ نہیں ہوتا اور وہ چست فقروں اور عبارتی سحر طرازیوں کا شکار ہو کر یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی بڑی نکتہ آفرینی اور درد ملت کا شاہکار پیش کیا گیا ہے۔

اس عجوبہ گری کی ایک "تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

برتھ کنٹرول، مغربی سیاست کا مسئلہ ہے مگر "ثقافتِ اسلامیہ" کا جو ادارہ حدیثِ پاک کے خلاف آئے دن زہر اگلتا اور اس کے غیر محفوظ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتا رہتا ہے اور جس نے انکارِ حدیث کی تبلیغ میں ایک مستقل کتاب "مقامِ سنت" نامی شائع کی ہے۔ وہ ادارہ ان ہی غیر محفوظ حدیثوں کی بناء پر "برتھ کنٹرول" کو جسے شہوانی اغراض کے لئے لذت پسند طبقہ یہاں درآمد کر رہا ہے ـــ اسلامی مسئلہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اس عیاشانہ وبا کو فقہ اسلامی کے مسئلہ عزل سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے مگر داد دیجئے اس ذہانت کی کہ جا بجا الحادی پیوند لگا کر اس مہم کو سر کر لیا گیا اور دونوں کی کڑیاں باہم ملا کر دکھا دی گئیں ـــ!

صحیح حدیثوں سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جن دنوں بچہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہا ہو، ان ایام میں مدینہ منورہ کے لوگ "جنسی ملاپ" سے احتراز کرتے تھے، اس خیال سے کہ ایسی حالت میں مادۂ حیات رحم میں جانے سے دودھ میں بچے کے لئے مضر صحت اجزاء پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ حمل قرار پا جائے۔ تاہم اگر ملاپ ناگزیر ہوتا تو " عزل " سے کام لیتے۔ یعنی ایسی صورت پیدا کر لیتے کہ مادۂ حیات رحم میں نہ پہنچنے پائے۔

اسلام نے اس سادہ سی فطری صورت کے لئے کوئی سخت امتناعی حکم صادر نہیں فرمایا ـــــ مگر ہمارے یہ ثقافتی حضرات پاکستان کی بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور معاشی ناہمواری کا غیر فطری علاج "برتھ کنٹرول" تجویز کر رہے ہیں اور صریح نص قرآنی ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (۱۷: ۳۱) کو نظر انداز کر کے ان غیر متعلقہ احادیث کا سہارا سرکاری منصوبہ بندی کو دے رہے ہیں اور اس کے لئے " تحقیق و دیانت" کے عجیب عجیب نمونے پیش کر رہے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک شخص نے " عزل " کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو جواب میں ارشاد ہوا "ایسا کیوں کرتے ہو" اس نے کہا اُشْفِقُ علیٰ وَلَدِھا (مجھے اس کے بچے کا ڈر ہے) جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ " عزل " نہ کرنے کی صورت میں دودھ میں خرابی پیدا ہو کر بچے کے لئے ضرر کا خطرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا، "اگر اس طرح دودھ میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ایرانیوں اور رومیوں کے لئے بھی یہ جنسی ملاپ "مضر ہوتا"[1] (لٰہذا تم عزل نہ کیا کرو)

فن حدیث کے ماہرین نے اشفق علی ولدھا کے معنی اسی قسم کے کئے ہیں چنانچہ دسویں صدی ہجری کے "ملّا علی قاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ، ای اخاف ... علی ولدھا الذی ترضعہ لماان الجماع یضرہ وقیل ای اخاف ان لم اعزل عنہا لحملت وحینئذ یضرالولد الارضاع فی الحمل انتھی[2]

اِس حدیثِ پاک میں معاشی ناہمواری کا اشارہ تک نہیں ہے مگر اس مطلب کو ہموار کرنے کے لئے ادارۂ ثقافت کے دانشوروں نے سب ڈکشنریوں اور اپنی لُغت دانی کے دعاوی کو طاق پر رکھ کر پہلے تو اس فقرے کا یہ معنی کیا، "اُس کی اولاد کا خطرہ محسوس کرتا ہوں" پھر اس سے مندرجہ تحت نتیجہ کا پیوند لگا کر "برتھ کنٹرول" کے شرعی ثبوت پر مہر ثبت کر دی۔

"اِس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاشی تنگی میں مزید اضافہ ہونے کے اندیشے سے ضبطِ ولادت پر عمل کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں" (ثقافت ص۱۲ اپریل ۵۷ء)

دیکھا آپ نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی، حالانکہ اس حدیث کے الفاظ سے جواز کی بجائے عزل کی ممانعت مترشح ہوتی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے فرمایا جس قسم کے ضرر کا تمہیں خوف ہے، اس کا پایا جانا بجائے خود مشکوک ہے تو پھر عزل سے فائدہ ؟ اور یوں حکیمانہ طریقے سے سائل کو عزل سے منع فرما دیا ـــــ اس طرح کے اشارات دوسری احادیث میں بھی آئے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ درمیان میں "معاشی تنگی" کا اندیشہ کہاں سے ٹپک پڑا۔

اِس غلط ترجمے میں خلیفہ عبدالحکیم صاحب بے چارے شاید یُوں مبتلا ہوئے کہ ان ہی جیسے کسی "ولدادۂ ثقافت" یعنی المصری صاحب نے اس حدیث سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

"اِس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اولاد سے بچنے کے لئے ایسا کرتا تھا اور حضورؐ نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا"۔

(ثقافت ص۵ مئی ۱۹۵۷ء)

اور خود ان صاحب نے نیل الاوطار سے یہ عبارت پیش کر کے اپنی "فقاہت" کا یُوں نمونہ دکھایا۔

ومن الامور التی تحمل علی العزل الفرار من کثرۃ العیال (ثقافت حوالہ بالا)

مگر افسوس اس مصری صاحب نے بھی نیل الاوطار کے اس مقام کو یا تو سمجھا نہیں یا دیانت سے کام نہ لیتے ہوئے

---

[1] صحیح مسلم ص۴۶۶ جلد اوّل۔

[2] مرقات شرح مشکوٰۃ ۔ ص ۴۱۴ ج ۳ ، طبع قدیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری عبارت نقل نہ کی۔ کیوں کہ اس میں ان کے پیش کردہ نتیجے کے بجائے "عزل" کی ممانعت کا پہلو نکلتا ہے تا بہ منبط تولید چہ رسد۔!

پوری عبارت یوں ہے۔

قوله (اشفق على ولدها) هذا احد الامور التى تحمل على العزل ..... ومنها الفرار عن كثرة العيال ..... وفيها خشية علوقة الزوجة الامة .....

وكل ذالك لا يغنى شيئًا لاحتمال ان يقع الحمل بغير الاختيار (ص۶۹ ج ۱۰)

اصحاب علم غور کر سکتے ہیں کہ کیا حدیث سے وہ کچھ ثابت ہو سکتا ہے جسے مصری صاحب اور ان کے مقلد خلیفہ صاحب ناواقفوں کو باور کرانا چاہتے ہیں وذالك مبلغهم من العلم۔ (۵۳ : ۳۰)

ایک دوسرے ثقافتی مضمون نگار نے اس مُہتم بالشّان درآمد شدہ مسئلے کے لئے متمسکات کے اور بھی انبار لگائے ہیں۔ ان کا استدلالی اندازہ لگانے کے لئے بھی شاید یہی نمونہ کافی ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اصل مشکل ایسے حضرات کی یہ ہوتی ہے کہ کسی موضوع پر جب کسی مجبوری کی وجہ سے "مواد" مہیا کر کے دینا ہوتا ہے تو ہر ہر طریقہ اختیار کئے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ قرآن کے معانی بدل کر ہو یا لغتِ عربی میں اضافہ کر کے ضعیف و مردود بلکہ موضوع روایات کام میں لائی جا سکیں یا صحیح حدیثوں کے انکار سے ــ کسی شخصیت کا سہارا لینا پڑے یا صحابہ کرام تک کو مسترد کرنے کی نوبت آئے، بنیادی اقدار کی گہرائیوں میں ڈوب کر یا ارتقاء کے زینے پر چڑھ کر۔ غرض کسی ضابطہ کی پابندی قبول کئے بغیر ہر صورت اپنا مدعا حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہاں تک لکھا جا چکا تھا کہ اخبارات سے معلوم ہوا کہ اشتراکی چین نے کسی بزرجمہر فلسفی کے کہنے پر اپنی معاشی ناہمواری کا یہی علاج تجویز کیا تھا مگر اب حکومت چین نے اس پالیسی کو ترک کر دیا ہے۔ اور اس کے راہنماؤں نے کہا ہے کہ اگر ہم سارے وسائل کو بروئے کار لائیں تو مزید ساٹھ کروڑ کے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ یعنی ع

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

اس خبر پر ہفت روزہ معاصر ایشیا لاہور تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"چینی راہنماؤں کی یہ بات اپنے اندر وزن بھی رکھتی ہے اور حقیقت بھی کہ اگر وہ اپنے سارے وسائل کو کام میں لائیں تو مزید ساٹھ کروڑ کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس نے اس کے رزق کا سامان بھی بہم پہنچایا ہے۔ پانی اور ہوا کی طرح پیٹ بھرنے کے ذرائع اور وسائل اتنے بے پایاں ہیں کہ اگر ان کو پورے طور پر کام میں لایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے تو انسانی آبادی چاہے کتنی ہی بڑھتی چلی جائے اس کا پیٹ کسی اندیشے کے بغیر بھرا جا سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رزق کی کمی اور افلاس کے خوف سے نسل کشی کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا (۱۷:۳۱)

"اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل بڑی خطا ہے۔"

اشتراکی چین کے مقاصد برتھ کنٹرول کے ترک کرنے سے جو کچھ بھی ہوں اس نے جو بات کہی ہے وہ ہم مسلمانوں کے کہنے کی تھی۔ پھر اس نے تو یہ بات خالص مادی نقطۂ نظر کے تحت کہی ہے۔ ہمارے تو ایمان و اعتقاد کا تقاضا ہے کہ اللہ کی رزاقی پر اعتماد رکھیں۔" ("رحیق" اکتوبر ۱۹۵۸ء)

حفاظتِ حدیث کے تکوینی انتظامات اور منکرینِ حدیث کی ریشہ دوانیاں

ذیل کے اداریے میں حضرت الاستاذ نے حفاظتِ حدیث کے تکوینی انتظامات کا مختصراً ذکر کر کے طلوعِ اسلام پارٹی اور ثقافتِ اسلامیہ کے بعض ارکین کے خطرناک کردار کے حوالے سے حجیتِ حدیث کے تمام قائلین کو متحد ہونے پر اور اس فتنے کے سدِ باب کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

"حق جل شانہ کے تکوینی تصرفات بھی عجیب ہیں۔ اپنے دین (جو قرآن و حدیث سے عبارت ہے) کی حفاظت کے کیسے کیسے سامان پیدا کرتا ہے۔

غیر منقسم ہندوستان میں جب عیسائی مشنریوں کے تتبع اور اسلام کی ترقی نیز مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی مردم شماری سے بوکھلا کر آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند آنجہانی اور اس کی ذریت سے قرآن حکیم اور سیرت طیبہ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و تحیۃ پر ناپاک حملوں اور الزام تراشیوں کی وسیع مہم شروع کر دی تو اس "شر" سے اللہ تعالیٰ نے "خیر" کا پہلو پیدا کر دیا کہ مسلمانوں کی توجہ قرآن پاک اس کی تعلیمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور اس کے مثالی نتائج و ثمرات کی تبلیغ و اشاعت کی طرف کرا دی گئی اور ربع صدی کی قلیل مدت میں اردو زبان، قرآن و سیرت نبویہ سے متعلق لٹریچر سے مالا مال نظر آنے لگی۔

علمائے کرام نے اعلیٰ متوسط اور ابتدائی ہر طرح کی استعداد کے مطابق اس سلسلے کا عظیم ذخیرہ فراہم کر دیا۔ بس قرآنی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے صحیح حالات کا عام ہونا تھا کہ افسانہ طرازیوں کا وہ طوفان خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ اور اب یہ حال ہے کہ قرآن اس کی تفسیر اور سیرت نبویؐ سے متعلقہ کتابیں لاکھوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعداد میں طبع ہو کر نورِ دیدہ اہلِ بصیرت ہو رہی ہیں اور معترضین و معاندین کے "حشرات الارض" میدان سے غائب ہو گئے اور اس قرآنی مثل کی صداقت ظاہر ہوئی۔

فاما الزبد فیذهب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال۔ (الرعد)

"پھر جو جھاگ ہے وہ تو یوں ہی جاتا رہتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے سو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں بیان کرتا ہے۔"

کچھ ایسا ہی معاملہ سیرتِ نبویہ کے ماخذ حدیثِ پاک کو پیش آیا۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد ایک نہایت ہی قلیل گروہ نے محسوس کیا کہ اس نومولود ملک میں سیاسیات اقتصادیات اور معاشرے کو اخلاقی ضابطوں سے آزاد رکھنے میں سب سے زیادہ مانع احادیث ہیں۔ اس 'کانٹے' کو راستے سے ہٹانے کے لیے پورے زور سے مختلف عنوانوں سے اس کی مخالفت شروع کر دی اور یہ ٹھان لیا کہ (خاکم بدہن) اس ملک سے حدیث کا نام و نشاں مٹا کر ہی دم لیں گے ——!

اور یہ عجیب بات ہے کہ حدیث پاک پر نکتہ چینی کی تکنیک بھی وہی ہے جو آریوں کی قرآن و سیرت میں (معاذ اللہ) کیڑے نکالنے کی تھی۔ وہی حق و باطل کی آمیزش، وہی زبان، وہی افسانہ طرازی و جعل سازی۔ تشابهت قلوبهم۔

اِدھر اللہ تعالےٰ نے انتظام یہ فرمایا کہ جوں جوں حدیث شریف اور حدیث کی کتابوں پر غلط صحیح اعتراضات و اشکالات زور پکڑتے گئے۔ اسی نسبت سے اصحابِ علم و ذوق اور عام مسلمانوں کی توجہ احادیث کے مطالعہ اور کتبِ حدیث کی طباعت و اشاعت کی طرف بیش از بیش ہوتی چلی گئی اور صورتِ حال اب یہ ہے کہ قرآن مجید کی طرح حدیثوں کے بھی جا بجا درس جاری ہیں۔ پرانے مجموعہ ہائے کتبِ احادیث ترجمے کے ساتھ جدید انداز اور نئے نئے عنوانوں سے طبع ہو رہے ہیں اور عصرِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق نئے نئے مجموعے تدوین پا رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ "اپنی دوکانوں کو فروغ دینے کے لئے حدیث کے خلاف زہر چکانی کرنے والے ادارے بھی احادیث سے اپنے لئے تعاون لینے پر مجبور ہو رہے ہیں کیونکہ

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

الحمد للہ کہ احادیثِ شریفہ کے براہِ راست مطالعہ سے ان تمام فریب کاریوں کے پردے چاک ہو رہے ہیں جو لادینی نظام چاہنے والا یہ فرقہ پھیلا رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ——— جنہیں محدثین نے صحیح و مستند واسطوں سے نقل و ضبط کر دیا ہے ——— وہ اثر و برکت ہے کہ ہوا و ہوس سے خالی ذہن و قلوب اس کے مطالعہ و قراءت سے ضرور متاثر ہوتے اور اس سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے ہیں لیکن شرط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ الفاظِ نبوی کا مطالعہ ہو۔ تراجم سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو مطلوب ہے۔
ان رحمانی تصرفات سے یہ شرذمہ قلیلہ اب سراسیمہ ہے اور اپنی ناکامی محسوس کر رہا ہے۔ چنانچہ مسٹر غلام احمد پرویز نے نومبر ۱۹۵۶ء کو لاہور میں اپنے چند ہم خیال اکٹھے کر کے اس کو "طلوعِ اسلام کنونشن" کا نام دیا اور اس میں اپنی قلت اور بے چارگی پر آنسو بہائے اور عوام پر علماء اور احادیث کے بڑھتے ہوئے اثرات پر اظہار تشویش کیا۔ اس کنونشن میں غور و خوض کے بعد قرار پایا کہ "کامیابی" سے ہمکنار ہونے کے لئے منظم ہو کر اس مہم ـــــ انکارِ حدیث کی تحریک کو چلانا ضروری ہے۔ اور یہ کہ اس نظریہ کو دیہاتی عوام تک پہنچایا جائے۔ ان الشیطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم (۶: ۱۲۱)
ضرورت ہے کہ حدیث پاک کو حجت دینی قرار دینے والے لوگ ـــــ جو بحمد اللہ بڑی اکثریت میں ہیں ـــــ کسی مقام پر سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس "کلمۂ سوا" پر متفق ہو کر ان لادینی مساعی کا بھرپور مقابلہ کرنے کی تجاویز سامنے لائیں پھر ان پر عمل کرنے کا عزم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ حق والوں کی تھوڑی سی سعی میں بھی ـــــ بشرطیکہ سعی ہو ضرور وہ بہت زیادہ برکت دیتا ہے۔ اور حق کے مقابلے میں باطل بہت جلد ہزیمت کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق (۲۱: ۱۸)
اب تک کی مساعی زیادہ تر انفرادی نوعیت کی رہی ہیں جو اپنے ثمرات کے اعتبار سے کامیاب ثابت ہوئیں۔ اب جب کہ شیطانی طاقتیں مجتمع ہو کر سامنے آرہی ہیں تو رحمانی جیوش کو بھی اجتماعی طور پر ان کا توڑ کرنا چاہیئے۔ لیھلك من ھلك عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ (۸: ۴۲)

پاکستان بننے کے بعد عام طور پر انکارِ حدیث کی تحریک کو چلانے میں کراچی کے ادارہ "طلوعِ اسلام" بے چارہ اکیلا ہی تھا مگر ادھر چند سال سے اس کو لاہور میں ایک بہتر معاون مل گیا ہے۔ تعجب ہے جس کو (حکومتِ پاکستان کی مالی سرپرستی بھی حاصل ہے) اور وہ ہے ـــــ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ـــــ
یہ ادارہ تحقیق اور ریسرچ کے نام پر ایسی "ثقافت" اور کلچر کو وجود میں لانے کی کوشش میں مصروف ہے جس میں حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد میں شرک، اعمالِ شرعیہ سے بے اعتنائی اور "طاؤس و رباب" قسم کی اباحیت کو فروغ حاصل ہو۔
ہمیں تسلیم ہے کہ اس ادارہ سے بعض مفید کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں اور اس کے سارے مصنفین حدیث کے منکر نہیں۔ مگر حقیقت بھی ماننی پڑے گی کہ دامِ ہمرنگِ زمین کے مضرات ہوتے ہیں۔ اس بناء پر ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ ادارہ زیادہ خطرناک ہے اور اثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق!

(جنوری ۱۹۵۷ء ـ شمارہ ۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُنکرینِ حدیث کی تکنک سلف سے بدظن کرنے کی مذموم کوشش

اور اُردو میں نمازِ عید اور موسیقی کا جواز (اداریہ "رحیق")

" دنیا کی ساری قوموں میں مسلمان قوم کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ جس مذہب اسلام کی یہ حامل ہے ۔

- اس کی بنیادی کتاب القرآن الحکیم کا لفظ لفظ ڈیڑھ ہزار سال سے اب تک محفوظ ہے ۔
- اس کے نبی کریم سیّد الاوّلین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پوری کی پوری محفوظ ہے اور اس کا دوسرا نام حدیث ہے ——— !
- اس پاک نبیؐ کو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زیادہ ایسے محنتی ، ذہین اور جاں نثار صحابہؓ عنایت فرمائے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اس کتاب اور اس کے لانے والے نبی کی سیرت کو محفوظ کرنے میں اپنی جانیں کھپا دیں بلکہ اسلام کو ——— خلافة على منهاج النبوّة ——— عبادات ، اخلاقیات ، معاشیات ، سیاست ، معاشرت سب امور میں عملاً برپا کر کے دکھا دیا ۔
- اور تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اس سے بہتر دور انسانیت کی آنکھ نے نہیں دیکھا — !
- اس پاکباز جماعت نے کتابِ الٰہی کی ضروری تشریحات ——— نعمت کے اعتبار سے ہوں یا شریعت کی مخصوص اصطلاحات اور پسِ منظر (شانِ نزول) کے اعتبار سے بھی بیان کر دیں تاکہ آنے والی نسلیں قرآن فہمی میں غلطیوں سے بچ سکیں ۔
- انسان اور اس کے خالق و مالک ، انسان اور انسان کے تعلقات سے متعلقہ بنیادی مسائل ، اصولِ توارث کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ میں اتفاقی رنگ میں تکوینی طور پر باقی رکھے گئے ——— یہ مسائل اعتقادی بھی ہیں اور عملی بھی ، اخلاقی بھی ہیں اور سیاسی بھی ، معاشی بھی ہیں اور معاشرتی بھی ——— !

اختلاف اگر ہے تو جزئیات ، اور ذیلی تفریعات میں ہے ، جس کا ہونا ہر زمان و مکان میں رہنے والے مذہب کے لئے ناگزیر ہے ——— !

ہر دور میں ایسی جماعت موجود رہی ، جس نے ان خصوصیات کے حامل مذہب کو ہر قسم کے نامساعد حالات میں ہر قیمت پر سینے سے لگائے رکھا ۔ تاکہ بعد میں آنے والوں تک وہ اصل صورت و ہیئت میں پہنچ سکے اور یہ مقدس جماعت ہے مفسّرین سلف ، محدّثین عظام ، فقہائے محدّثین ، محققین فقہائے مذاہب (اربعہ) محققین صوفیاء کرام کی ، شكر الله مساعيهم و جزاهم عن جميع المسلمين خير الجزاء ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ہی علماء حضرات کی وساطت سے وہ مذہب ہم تک پہنچا جس پر آج ہم فخر کرتے ہیں اور اس کے امتیازات کے باعث ہمارا سر اونچا ہے۔ وللہ الحمد۔

ہمارے دور کے منکرینِ حدیث کا سب سے بڑا کارنامہ، ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے۔ اسی لئے حدیث کے انکار کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اسی لئے صحابہؓ کی تفسیر سے اعراض ہے۔ اسی لئے مفسّرین کا استخفاف ہے۔ اسی لئے صحیح تصوّف ——— جس کا مسنون نام "احسان" ہے ——— کے خلاف ہرزہ سرائی ہے۔ اسی لئے، فقہ اسلامی کو قدامت کا طعنہ دے کر کلیتہً دریا برد کرنے کے مشؤم ارادے ہیں۔ اسی لیے دورِ حاضر سے ہر طرح کی مطابقت کرنے کا شور ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السّلام سے لے کر آج تک کے اسلامی طریقِ معاشرت پر مُلّا ازم قسم کے الفاظ سے پھبتیاں کسی جا رہی ہیں۔ اور اسی لیے قرآن و سُنّت کے منصوصہ اور مسلمانوں کے چودہ سو سال کے متفقہ اور اجماعی مسائل کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کو "ریسرچ" اور "اجتہادِ جدید" کی درانتی سے کاٹ پھینکا جائے۔

یہ کلمہ شریف میں رسالتِ محمدیؐ کی شہادت، یہ نماز اور اس کے اوقات، یہ رمضان المبارک کے روزے، یہ زکوٰۃ کا نصاب، یہ حج بیت اللہ شریف۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سنت قربانی! یہ حدود و تعزیراتِ اسلامی، پوتے کی وراثت! یہ درود شریف کا انکار وغیرہ مسائلِ منصوصہ و اجماعیہ کے خلاف جو مخصوص انداز کا لٹریچر ادارہ طلوعِ اسلام کراچی اور ادارہ ثقافت لاہور کی طرف سے پھیلایا جا رہا ہے اور ان کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش جاری ہے۔ اس کی غرض اس کے سوا کیا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ موجودہ فاسق تمدّن، بے دین سیاست اور بے قید معاشرت کو آسانی سے قبول کر سکیں۔

۱۳۷۶ھ کی نمازِ عید الفطر لاہور کے بعض منچلوں نے اُردو میں پڑھ ڈالی تو بجا طور پر مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا۔ مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس خبر کا بتدا وہ شگوفہ ہے جو ادارہ ثقافت لاہور کے آرگن رسالہ "ثقافت" نے غالباً فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ایک مضمون کی شکل میں چھوڑا تھا جس میں مغالطہ آمیز طریقے سے اُردو میں نماز پڑھنے کی تلقین تھی۔ گو اس کو عمداً کچھ پیچیدہ بنا دیا گیا تھا۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (۶: ۱۱۲)

پچھلی سہ ماہی میں ہمارے ملک کی ثقافتی ترقی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ ناچ گانوں کو خاص فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتان میں شاندار طریقے سے اس کا مظاہرہ کیا گیا۔ مسٹر سہروردی نے بنفسِ نفیس ملک سے باہر رقص فرمایا۔ اور اندرونِ ملک اس کی تشہیر و تبلیغ کی گئی۔ اب مری میں بھی صدرِ مملکت کی سرپرستی میں اس "اسلامی ثقافت" کا شوق کیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ عام مسلمان اس کو بآسانی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان رنگیلے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ ادارہ ثقافت لاہور کے ایک 'سیّد زادے' نے "اسلام اور موسیقی" نام کی ایک ضخیم کتاب ان رنگ رلیاں منانے والوں اور دل دادگانِ عیش و عشرت کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اور کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑہ جمع کر کے اس پر اسلام کی چھاپ لگا دی ہے۔ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (۶: ۱۱۳)

("رحیق" جلد اوّل، جولائی ۱۹۵۷ء، جرعات)

ادارۂ ثقافت کی "جدید فقہ" اور "جدید علمِ کلام"...... چند نمونے

ذیل کے اداریے میں پہلے مسٹر غلام احمد پرویز وغیرہ کا تذکرہ ہے اور پھر ادارۂ ثقافت کی اُن فکری تُرکتازیوں کی وضاحت، جسے "فقہ جدید" اور "جدید علمِ کلام" کے نام سے اُن کے بعض ارکان و ذمہ داران نے اپنی کتابوں اور مقالات میں پیش کیا ہے۔ حضرت الاستاذؒ فرماتے ہیں۔

"ابھی کل کی بات ہے کہ قراردادِ مقاصد میں جب قرآن مجید کے ساتھ "سنّت" کا لفظ رکھنے کا معاملہ درپیش تھا تو پرویز صاحب نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا کہ یہ لفظ پاکستان کے آئین کی بنیاد نہ ہونے پائے اور اُوپر کے طبقے کے چند اشخاص اس کوشہ دے رہے تھے مگر الحمد للہ! کہ پروردگارِ عالم کی مدد اور مسلمانوں کی متحدہ آواز کے اثر سے یہ سعی نامسعود ناکام ہوگئی اور "سُنّت" دستورِ پاکستان کی بنیاد بن کر رہی ——!

اس دستور کی رُو سے جہاں قرآن و حدیث دونوں کی دینی و قانونی حیثیت یکساں تسلیم کر لی گئی وہاں اس پرویزی پروپاگنڈے کی بھی عملاً تردید ہوگئی کہ حدیثِ پاک اُمّت کے پاس محفوظ موجود نہیں اور جو ہے وہ (معاذ اللہ) عجمی سازش کا ساختہ پرداختہ ہے ——!"

قریباً ایک صدی سے شرعی نظامِ حکومت سے محروم رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو اس سے، جو دستوری قسم کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُعد سا ہوگیا ہے اُس کو دُور کرنے کے لئے ہماری دستوریہ نے ایسا کمیشن مقرر کرنا طے کیا جو موجودہ قوانین اور قرآن وحدیث دونوں پر غور و فکر کے بعد ایسی سفارشات مرتب کرے جن کی روشنی میں مُروّجہ قانونی دفعات کو قرآن وحدیث کی تصریحات و تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جاسکے ——!

اس بناء پر بجا طور پر توقع تھی کہ اس کمیشن کے تقرر میں یہ اَمر ملحوظ رکھا جائے گا کہ اس کے ارکان وہ حضرات ہوں جو سنّت کی دینی اور قانونی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوں کیونکہ ایسے شخص سے مقصودہ سفارشات یا ان میں حصّہ لینے کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے جو سنّت کی دینی و قانونی حیثیت اور اُمّت میں اس کے محفوظ و موجود ہونے کا ہی سرے سے منکر ہو ——!

مگر جمہور مسلمانوں کے تعجب و حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ جب اراکین کمیشن کا اعلان ہوا تو ان میں ان صاحب کا نام بھی موجود تھا جو نہ صرف یہ کہ سُنّت کو آئین پاکستان کی بنیاد تسلیم کرنے کے لیے بطیب خاطر تیار نہیں بلکہ پچھلے تقریباً بیس سال سے حدیث شریف کے خلاف ایک مُہم چلا رہے ہیں، اس کی دینی حیثیت کے وہ مخالف، قانونی حیثیت کے وہ منکر، موجود ہونے کے وہ انکاری —— نہ صرف یہ کہ بلکہ اُنہوں نے قرآن کریم کو بھی کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے کہ اپنے ہی معنوں کو معارفِ قرآن کے نام سے پروپیگنڈے کی پوری طاقت صرف کرکے نشر کئے چلے جارہے ہیں۔

عوام مسلمانوں نے جب اس پر پُر زور احتجاج کیا اور حکومت کو توجّہ دلائی کہ اس کا یہ اقدام دستُور کے علاوہ پیشِ نظر مقصد کے بھی خلاف ہے تو ان صاحب —— مسٹر پرویز —— کو اس کی فکر پڑی اور خطرہ لاحق ہوگیا کہ شاید حکومت کو سابق کی طرح اب بھی جمہوری مطالبے کے سامنے جُھکنا پڑے اور اس طرح "لب بام" "سے" دو چار ہاتھ" ورے ہی اقتدار کی کمند ٹوٹ کر رہ جائے گی ——! وہ بہت سٹ پٹائے، حسب عادت علماء کو دوچار ملاحیاں سُنائیں اور بوکھلا کر اپنے "عہدے" کو بحال رکھنے کے لئے آپ نے اکتوبر ۵۷ء کے "طلُوعِ اسلام" میں "برسرِ اقتدار قیادت" کو یہ "رشوت" یا مشورہ دیا ہے کہ یہاں "جمہوری راج" ختم کرکے فوجی حکومت قائم کردی جائے ——!

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

اندازہ کیجئے کہ محققین اہل سنّت کے مختلف مکاتبِ فکر کو فرقوں کا نام دے کر ملّت کے افتراق پر ٹسوے بہانے والے یہ حضرت! اپنے جاہ و اقتدار کو بچانے کی خاطر بے چاری اُمّتِ مسلمہ کو انتشار و اضطراب اور استبداد کے کس گڑھے میں پھینکنے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں ——!

ہمارے ہاں کی قریبی مذہبی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ مرزا لے قادیانی اور اس کی "اُمّت" نے کاروبارِ نبوّت و تجدید" کو مسلمانوں میں فروغ دینے کے لئے غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا عنوان اختیار کیا تو عوام ان کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکے۔ تبلیغ کے سلسلے میں جتنا ان کا کام تھا اس سے زیادہ شور مچایا اور اس سے خوب کمایا اور سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ——— !

پھر مسٹر عنایت اللہ المشرقی صاحب نمودار ہوئے "تنظیم و عسکریت" کے نام سے چند دن چمکے اور ہزاروں کے وارے نیارے کر لئے۔ سادہ لوحوں میں آوارہ اور منفی قسم کا لٹریچر پھیلا کر خواب سسکیاں لے رہے ہیں۔

ان کے بعد مرزا صاحب قادیانی کے ہم وطن و ہم نام مسٹر غلام احمد صاحب پرویز آئے۔ ان کا "اسلام" دہلی کے "وائسرائےکل لاج" سے "طلوع" ہونا شروع ہوا تھا۔ انہوں نے "صرف قرآن" کا نعرہ بلند کیا۔ کچھ مدت سے اس کی ہما ہمی ہے مگر شباب کی جولانیوں پر پہنچ کر اپنے پیش رووں کی طرح اب یہ بھی رُو بہ زوال ہونے کو ہے۔ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (۱۴ : ۲۶)

ان کے علاوہ بعض سیاسی و نیم سیاسی گروہ اور بھی پیدا ہوتے رہے جن کے دل فریب لیبل اور نعرے دیکھ کر بھولے بھالے لوگ ان کی طرف متوجہ اور ان پر فریفتہ ہوتے رہے ہیں ——— !

لاہور کے نیم سرکاری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہیں جس کو غالباً معرضِ وجود میں اسی لئے لایا گیا ہے کہ اس سے موجودہ لادینی رجحان رکھنے والی برسرِ اقتدار پارٹی اپنے "اعمال و مشاغل" کے لئے "خام مواد" مہیا کرائے۔ اور یہ ان کے ہر ہر "کارنامے" پر "اسلامی ثقافت" سے سندِ جواز تلاش کر کے دے ——— اس کے لئے اس نے "فقہ جدید کی ضرورت" کا جاذبِ نظر عنوان انتخاب کیا ہے ———.

جہاں تک فقہ جدید کی واقعی ضرورت کا تعلق ہے اس کو سب سے پہلے یہاں اہلحدیث ہی نے محسوس کیا۔ پھر علمی قواعد اور قرآن و حدیث و ائمہ سلف کے مسلّمہ و طے کردہ ضوابط کے تحت اس کام کی طرح بھی ڈالی ——— جسے اصُولاً دوسرے مکاتبِ فکر نے بھی قبول کیا ——— جس کی تفصیل کسی دوسرے وقت میں کی جائے گی۔ إِنْ شَاءَ اللّٰه ——— اب بھی وسیع النظر علمائے اہل حدیث و حنفیہ، صحیح العقیدہ و العمل ماہرینِ قانون جدید کے اشتراک و تعاون سے یہ کام احسن طریق سے سرانجام دے سکتے ہیں! جیسا کہ مصر میں ہو رہا ہے ——— !

مگر جس قسم کی "فقہ" مرتب کرنے کے ڈھنگ ان ثقافتی حضرات کے ہیں۔ اس کے لئے اہل السُّنّۃ والجماعۃ کے تیرہ سو سالہ علمی نظام، علمی پروگرام اور مسلّمات کو یکسر بدلنا ہوگا۔ لا قدرہ اللہ تعالےٰ ——— !

ثقافتی فرقے کی غالباً پہلی اُردو کتاب "اسلام کی بنیادی حقیقتیں" ۱۹۵۱ء میں چھپی تھی۔ کتابوں کی ایک دکان پر جب سرسری طور پر اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو راقم نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ بعض پرانے فتنوں کا یہ نیا روپ ایک دن اپنا رنگ لائے گا ———

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن فتنوں کا ایک طوفان ہے اور علمائے حق کی جماعت بہت ہی قلیل ان کے سامنے ملت کے مفاد کے بہت سے تعمیری کام بھی ہیں۔ کس کس فتنے کی طرف دھیان دیں! اب تک شاید اسی وجہ سے وہ اس نئے فتنے کی طرف توجّہ نہیں دے سکے۔ ادھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس برخود غلط طائفہ نے اپنے پاؤں پھیلانے اور اپنی "خدمات" کے گن گانے شروع کر دیے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ "ادارہ طلوع اسلام" کے ساتھی' ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے بھی واقفیت حاصل کی جائے۔ چنانچہ "فقہ جدید کی ضرورت" کا نقاب اوڑھ کر جس جدید علم کلام کو پھیلایا جا رہا ہے اور اسلامی اصطلاحات کی جدید تشریحات کر کے اہل السنّت والجماعت کے مسلّمہ عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس کے چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس گلستان سے "ثقافتی بہار" کا قیاس ہو سکے۔

رسالتِ محمدیہ پر ایمان لانا ضروری نہیں؟

سب سے پہلے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے بانی اور قائد خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے چند ایک خیالات مذکورہ بالا کتاب سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے کہ موصوف نے "رسالتِ محمدیہ" پر کس طرح ہاتھ صاف کیا ہے۔ !

"خدا نے دیکھا کہ موحد افراد دیگر ادیان میں بھی پائے جاتے ہیں جن کا عقیدہ توحید بھی درست ہے اور ان کے اعمال بھی صالح ہیں بعض ایسے لوگ اپنی سوسائٹی کی روایات کی وجہ سے اس مخصوص جماعت میں داخل نہ ہو سکے جو رسولِ کریمؐ نے تیار کی۔ اسلام کی فراخدلی یہ ہے کہ ایسے افراد کے متعلق اس نے نہایت درجہ رواداری برتی ہے۔ ان کو اسلام میں اسی طبقے میں داخل کیا ہے جس نے خدا کی طرف اپنا رُخ کر کے زندگی بسر کر دی اور وہ محسن تھے۔ ایسوں کے لئے بھی قرآن میں وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اولیاءَ اللہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ازروئے قرآن مومن محسن افراد دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جن کو محمد رسول اللہؐ کی رسالت کو کماحقہ سمجھنے کا موقعہ ملا اور وہ نبی کی مقرر کردہ شریعت پر عامل ہوئے۔ دوسرا وہ طبقہ جو معاشرتی، روایاتی یا تاریخی مجبوری کی وجہ سے اس مخصوص جماعت کے ڈسپلن میں نہ آ سکا لیکن وہ جہاں بھی رہا موحد رہا۔ اور اس کے اخلاق صالح رہے۔ اس نے اسلام کو اپنی فطرت اور کچھ اپنے مقتداء نبی کی نبوت سے حاصل کیا۔ وہ عبادت کرتا ہے لیکن اس کی عبادت میں مسلمانوں کی صلوٰۃ کے ارکان اور پابندیٔ اوقات نہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ پر عمل پیرا ہے ..... لیکن اس کی خیرات مسلمانوں کی مقرر کردہ زکوٰۃ کے نصاب سے مطابق نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ مخصوصہ سے کہیں زیادہ خیرات کرتا ہو ..... اگر اس نبی کی اُمّت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں پائی جاتی ہوں جو اصل مقصود ہیں تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجے کی تنگ نظری ہو گی۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں" ص ۲۲۴) "لیکن مسلمان علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ..... گنہگاری کے باوجود مسلمان کی نجات کی توقع ہو سکتی ہے لیکن غیر مسلم اعمالِ صالحہ کے باوجود بھی جہنّم کا ایندھن ہے۔ یہود بھی ایسی باتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ اور اسی قسم کی اجارہ داری کے مدعی تھے۔" (کتاب مذکور۔ ص ۲۲۵)

یہ ہے "جدید فقہ" کا جدید علم کلام، جس کی رُو سے نجات اُخروی کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ——— ظاہر ہے جب رسالت کا ماننا ضروری نہ ٹھہرا، تو پھر کیا ضرور ہے کہ انسان خواہ مخواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ وکردہ نماز و زکوٰۃ پر عمل پیرا ہونے کا تکلف کرے۔ چنانچہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ کس خوبصورت طریقے سے اس کی اہمیت گرائی گئی ہے! خلیفہ صاحب کے ایک طویل مقالے کا یہ تھوڑا سا اقتباس ہے۔ پورا مقالہ اسی قسم کی تحقیقاتِ نادرہ کا حامل اور "فقہ جدید" کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔

یہ ارشادات ۱۹۵۱ء کے ہیں۔ حال کا ارشاد بھی سُن لیجئے:۔

"قرآن نے نجات کو کسی ملّت کا اجارہ قرار نہیں دیا۔" اور بعض دوسری ملتوں کا نام لے کر وضاحت سے کہا کہ ان کا جو فرد بھی خدا پرست آخرت کا قائل اور انسانوں کا محسن ہے۔ وہ نجات یافتہ ہے۔ ایسے لوگ اگر دوسری ملتوں میں بھی ہوں تو وہ اولیاء اللہ اور خوف و ہراس سے بالاتر ہیں" (ثقافت ص ۱۱۔ مجریہ جنوری ۱۹۵۷ء)

اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کا ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری نہیں۔ نجات یافتہ ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا سمجھ لینا کافی ہے !

لیکن قرآن حکیم کا اعلان یہ ہے۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ (البقرۃ ع ۱۶)

"فقہ جدید" کی ضرورت" کا ایک اور شاہکار ملاحظہ فرمائیے۔ یعنی ڈارون کے مطرود و مردود نظریۂ ارتقاء پر ایمان لا کر قرآن حکیم کے فرمودہ قصۂ تخلیقِ آدم کا حلیہ یوں بگاڑا گیا:۔

"قرآن کا آدم مسجودِ ملائک اور مسخر کائنات ہے۔ اس سے کوئی ایک فرد مُراد نہیں بلکہ یہ انسانیت کا نصب العین ہے" (ثقافت، ص ۵۔ جنوری ۱۹۵۱ء)

"ملک و جن کے سجدے کا مطلب ان قوتوں کا اعلیٰ اور ارتقائی ... مقصد کے لئے مسخر ہو جانا ہے ... قصۂ آدمؑ و ابلیس کوئی ڈرامہ نہیں تھا جو خدا کے سامنے کھیلا گیا ہو۔ یہ بشریت، ملکیت اور ابلیسیت کی حقیقتوں، صلاحیتوں، فطرتوں کی ایک حسین داستان ہے۔ بزبانِ حال ہم یہ قصّہ پڑھتے ہیں کہ دیوار نے کھونٹی سے پوچھا کہ تو مجھ میں سوراخ کیوں کرتی ہے؟ کھونٹی نے جواب دیا کہ یہ سوال اس سے کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ دیوار نے کوئی سوال کیا اور نہ کھونٹی نے کوئی جواب دیا۔ بلکہ ایک قصّے کے پیرائے میں ایک خاص حقیقت بیان کی گئی "کلیلہ و دمنہ" ایسی ہی داستانوں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھری ہے۔ رومی و عطار نے اس طرح کے بے شمار قصے لکھے ہیں۔ ان کا مقصد صرف ایک حقیقت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ ڈرامائی انداز۔۔۔ ہے۔ قرآن نے بھی بشری، ملکی اور جنّی فطرتوں کو بیان کرنے کے لئے اسی طرح کا دل نشین انداز اور پیرایۂ قصہ اختیار فرمایا ہے۔" (ثقافت۔ ص ۶۸ مجریہ جنوری ۱۹۵۶ء)

سمجھے آپ، اللہ تعالیٰ کا بیان فرمودہ قصۂ حضرت آدمؑ کوئی امرِ واقعی نہیں؟ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوا۔ بس اس کی حیثیت کلیلہ و دمنہ کی کہانیوں اور دل نشین ڈرامائی انداز کی ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

اور وحی کی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے کہ وہ

"فطرت کی اندرونی راہنمائی ہے۔" اس لفظ کے متفرق طور پر استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کا وحی و الہام اسی قوّت کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس کے ذریعہ خلاقِ قدرت، حیوانات اور عام انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ البتہ ان اشکال کے مدارج میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس طرح ماہرینِ فن اپنی اپنی ایجادات و اختراعات میں فطرت کی اندرونی راہنمائی سے مستغنی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اور جب کسی شعبۂ فن میں اس کے ماہر کو کوئی نئی بات سوجھتی ہے تو وہ فطرت اندرونی ہدایت کا نتیجہ ہوتی ہے۔۔۔۔ اسی طرح انبیاء اور رسولوں نے ہادئ فطرت سے جو تعلیمات اخذ کئے ہیں وہ بھی۔۔۔۔ اندرونی الہام۔۔۔ کا نتیجہ ہیں۔۔۔ یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ ان پر خارج سے کوئی قوّت عمل کرتی ہے۔" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں۔ ص ۶۳)

مطلب یہ کہ انبیاء علیہم السّلام کی "وحی" کی حیثیت بس ایک عمدہ قسم کے ماہرِ فن کی حیثیت ہے۔ کہاں کا فرشتہ اور کیا اس کا نزول؟

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ بنی اسرآئیل:۔

"کے انحطاط کے زمانے میں۔۔۔ اور انبیاء زادوں کی تعداد ایک ہی وقت میں سینکڑوں تک تھی اور ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسے ہمارے زمانہ میں خانقاہوں کے پیروں کی ہے اور یہی حلقۂ ارادت اور یہی وجد و حالت کی کیفیت ان پر طاری رہتی اور لوگ خیال کرتے کہ ان پر رُوح القدس کا نزول ہو رہا ہے۔" (ادارہ ثقافت کی کتاب مذاہب اسلامیہ ص ۱۶۲)

یعنی انبیائے بنی اسرائیل علیہم السّلام (معاذ اللہ) موجودہ زمانے کے سچّے جھوٹے پیروں کی طرح کی ایک کھیپ تھے ـــــ اور سُنیے ـــــ!

"معراج کے بارہ میں کچھ روایات ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ سب ایرانی زردشتی ہیں۔ معراج کا قصّہ وہی کچھ ہے۔ صرف نام بدل دیئے گئے ہیں (پھر وہ قصّہ ذکر کر کے لکھّا ہے) یہی قصّہ مسلمانوں میں تبدیلِ نام کے بعد شائع ہوا اور اس کو مستند بنانے کے لئے احادیث میں مذکور ہوا۔۔۔۔۔۔ معراج کے بارہ میں تمام احادیث۔۔۔۔ زندیقوں کی اختراع ہے" (مذاہب اسلامیہ۔ ص ۲۴۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ معراجِ نبوی کا صریح انکار نہیں، پھر یہ بھی ارشاد ہے :۔

" یوم آخر" پر ایمان ایک اصولی امر ہے لیکن قرآن بطور عقیدہ کے یہ بات نہیں منواتا"۔ (اسلام کی بنیادی حقیقتیں، ص ۱۵۰) چلئے قیامت پر ایمان سے بھی چھٹی ہوئی۔ باقی رہے وہ مقدمات یوم آخرت جن کو ماننا آج تک مسلمانوں کا متفقہ طور سے عقیدہ ایمان کا جزء چلے آرہے ہیں تو ان کے متعلق یوں گوہر افشانی فرمائی گئی ہے ۔

" علامہ نسفی اور شارح علامہ تفتازانی باہمہ علم وفضل عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال وجواب اور میزان اور پل صراط پر ایمان کو بھی عقائد میں شامل کرتے ہیں۔ اگر میرا بس چلتا تو میں لفظ "عقیدہ" ہی اس معنی میں لغت سے خارج کر دیتا۔"

" اگر میرا اختیار ہوتا تو میں اس قسم کے عقائد کی جگہ اور ہی پیش کرتا" (مذاہب اسلامیہ، ص ۲۴۶)

غرض یہ نمونہ ہے اس بنیاد کا جس پر ثقافتی فقہ جدید کی عمارت اٹھانے کے داعیے ہیں ——— (رحیق، نومبر ۱۹۵۷ء)

ادارۂ ثقافت کی ایک اور کتاب "مقامِ سُنّت" کے اقتباسات

حضرت الاستاذ ؒ نے اپنے اداریوں میں ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی شائع کردہ کتابوں اور مضامین میں پیش کردہ افکار وخیالات کی بنیاد پر اس کے اکثر ارکان کو "انکارِ حدیث" کا مرتکب قرار دیا ہے جس پر ارکانِ ادارہ نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ اور اسے گروہی تعصب کا شاخسانہ باور کرایا۔

ذیل کے اداریے میں حضرت مولانا ؒ نے گروہی تعصب کی نفی کرتے ہوئے ارکانِ ادارہ کے بارے میں اپنے مذکورہ تأثر کے ٹھوس شواہد اور "مقامِ سنّت" سے اقتباسات پیش فرمائے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

" رحیق میں کہیں ذکر آگیا تھا کہ لاہور کے "ادارہ ثقافتِ اسلامیہ" نے انکارِ حدیث کی تبلیغ میں ایک مستقل کتاب "مقامِ سُنّت" شائع کی ہے جس پر ادارہ مذکور کے آرگن رسالہ "ثقافت" (دسمبر ۵۸ء) نے نہ صرف ناراضگی کے "تأثرات" کا اظہار کیا ہے جس کا "تأثرات نگار" کو حق حاصل ہے۔ بلکہ ناچیز اور ہیچمدان مُدیر رحیق کو علمی تہی دستی اور گروہی تعصب میں ہبتلا کے خطاب سے بھی نوازا گیا ہے جس میں اوّل الذکر کے لئے تو ہم ان کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ایک امرِ واقعہ کا اظہار فرمایا ہے لیکن ان کی خدمت میں بصد ادب یہ عرض کرنے کی اجازت بھی چاہتے ہیں کہ دوسرا الزام محض واہمہ کی تخلیق ہے "ادارہ ثقافت" کے متعلق ہماری یہ رائے کہ وہ منکرِ حدیث ادارہ ہے۔ بحمداللہ نہ تو تعصب پر مبنی ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ ہم "کتابیں پڑھے بغیر ہی اپنی رائے دے دیا کرتے ہیں" (رسالہ ثقافت ص۴ دسمبر ۵۸ء) ہم نے "ثقافتی کتابیں" پڑھ کر ہی رحیق میں ان امور کا ٹھوس ثبوت دیا ہے۔" ادارۂ ثقافت کے اکثر دانشوروں کی تحریروں میں 'انکارِ حدیث' کے علاوہ بھی بہت سی خلافِ اسلام چیزیں موجود ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کی صحبت میں "مقامِ سُنّت" کے چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ یہ الزام کہ ہم صرف طعن تشنیع سے ہی اپنی علمی تہی دامانی[1] کے خلا کو پُر کر لینا کافی سمجھتے ہیں (ثقافت دسمبر ۱۹۵۸ء) کہاں تک درست ہے۔ یہ تالیف[2] ویسے تو ژولیدہ بیانی کا شاہکار ہے۔ تاہم اگر صاف چیز اس میں ملتی ہے تو وہ مندرجہ ذیل امور ہیں[3]:

۱۔ حدیث صرف بصیرتِ نبوی ہے وحیٔ الٰہی نہیں[4]

پیغمبر کی بصیرت و اجتہاد کوئی ایسی معمولی چیز نہیں ہوتی ہے ہم سرسری نظر سے دیکھ لیا کریں اور اسے معمولی درجہ دے کر ٹال جائیں۔ تمام عالم کے عقلا مل کر بھی وہ بصیرت نہیں پیدا کر سکتے جو تنہا پیغمبر کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود . . . وحی . . . . . وحی ہے اور بصیرت بصیرت! (مقامِ سنّت ص۶۶)

- بجز تنزیل (قرآن) کے کسی حکم کو وحی نہ سمجھا جائے (ص۵۔)

۲۔ بہت تھوڑی حدیثیں صرف الہام ہیں[5]

- " احادیث سب کی سب غلط نہیں ان ہی میں صحیح حصّے بھی موجود ہیں اور جو صحیح ہیں۔ ان میں سب الہام نہیں بلکہ کچھ حصّہ الہام کا ہے اور کچھ غیر الہامی ہے جو الہامی حصّہ ہے وہ الہام ہونے کے باوجود مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ یا اس کے ہم پلّہ نہیں" (ص۶)

---

[1] بعض ثقافتی دانشوروں کی علمی پُر دامانی کے نمونے ہماری نگاہ میں بھی ہیں وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ۔

[2] "تالیف" اس لئے کہ اس میں عموماً اپنے پیشرو منکرینِ حدیث وغیرہ کی باتوں اور کئی دفعہ چبائے ہوئے نوالوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ عبداللہ چکڑالوی، مرزائے قادیانی، مشرقی صاحب، پرویز صاحب وغیرہم۔

[3] واضح رہے ہماری غرض اس وقت صرف تعارف ہے کہ مولانا شاہ محمد جعفر صاحب پھلواری رکن ادارۂ ثقافت کی یہ تالیف حدیثِ پاک کی تردید اور مخالفت میں لکھی گئی ہے، رہی اس کے مندرجات پر تنقید، تو عمومی طور پر ہو چکی ہے۔ خصوصی طور پر وہ قابلِ توجہ ہی نہیں۔

[4] یہ معلوم ہے کہ سب اہلِ سنّت حدیث کو وحی مانتے ہیں۔

[5] "الہام" مؤلف کے نزدیک وہی شئی ہے جسے علمائے اہلِ سنّت متفقہ طور پر وحیٔ خفی قرار دیتے ہیں لیکن مؤلف اس الہام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے۔ بنا بریں اس کا دروازہ بھی قیامت تک کے لئے ان کے نزدیک کھلا ہے۔ یعنی بات وہی ہے جو ان کا منکرِ حدیث فرقہ کہہ رہا ہے یعنی حدیث وحی اور حجّتِ دین نہیں لیکن لمبا چکر کاٹ کر۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ معاملات کی احادیث شریعتِ مُنَزَّلہ نہیں

" ان تمام احادیث پر نظر ڈالئے جو معاملات سے تعلّق رکھتی ہیں تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ وہ سب کی سب بصیرتِ نبویؐ کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ وہ سب حدود اللہ کے اندر ہیں لیکن ان کا تعلّق الہام سے نہیں بلکہ بصیرت سے ہے" صفحہ ۶۵

- معاملات میں کسی حدیث کا الہام ہونا بالکل بعید از قیاس ہے' (صفحہ ۵)
- معاملات میں سُنّت بلاشبہ وحی کے اندر اور وحی کے مطابق تو ہوتی ہے لیکن خود وحی نہیں ہوتی (۷۶)
- معاملات سے تعلّق رکھنے والی تمام احادیث بصیرتِ نبوی ہیں نہ کہ الہام وتنزیل" (صفحہ ۶۔)
- معاملات کے متعلّق جتنی بھی احادیث ہیں وہ (بشرطِ صحت) سرتاسر بصیرتِ نبوی کا اعلیٰ نمونہ ہیں (صفحہ ۹)
- معاملات میں معاشرت، معیشت، معاش، سیاست وغیرہ ساری چیزیں اپنے تمام اجزاء سمیت داخل ہیں . . . . . . اور ان میں ہر چیز متبدل ہے" (۶۲)

۴۔ رسُولؐ کی اطاعت بحیثیّت امیر المؤمنین تھی بحیثیّت رسُول نہیں

- جن احکامِ الٰہی کی اطاعت کا نام اطاعتِ الٰہی ہے۔ وہ آتے ہی ہیں بواسطہ رسول اسی لئے کہا گیا ہے کہ جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہ عین اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ رسُولؐ کے بعد وہی اطاعت اُولوالامر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے . . . . . اور ان کی اطاعت عین اطاعتِ خداوندی ہے . . . . . رسول ہو یا اُولی الامر . . . . . . سب کا مقصد خدا ہی کی اطاعت کرانی ہوتی ہے۔ لہٰذا اصل مطاع اللہ تعالےٰ ہے۔ خواہ کسی کے واسطے سے ہو" (صفحہ ۱۱۱)

- حضور ایک تو امیر المؤمنین تھے، محمدؐ بن عبداللہ کی حیثیّت سے اور دُوسرے پیغمبر تھے۔ محمدؐ رسول اللہ کی حیثیّت سے . . . . زندگی میں یہ دونوں اطاعتیں یک جا تھیں لیکن بعد از وفات پہلی قسم کی طاعت ختم ہو کر نائبین میں منتقل ہو گئی . . . . . اور دُوسری اطاعت قیامت تک کے لئے "رسالت" یعنی قرآن کی صورت میں موجود ہے۔ بس حضورؐ نے جو کچھ رسولؐ اللہ کی حیثیت سے دیا یا فرمایا۔ اس میں کسی تغیّر و تبدّل کا امکان نہیں لیکن دوسری حیثیّت کے فرامین . . . . . ہر فرمان پر مقدم ہونے کے باوجود بجائے خود متبدل ہیں اور وحی نہیں" (صفحہ ۱۲)

۵۔ احکام شرعی وقتی تھے۔ نتیجہ: اس ساری سردردی کا نتیجہ بھی مؤلف ہی کی زبان سے سُنیئے کہ معاملات کی تمام احادیث، "اسی دور، اسی ماحول اور ان ہی مخصوص حالات کے لیے صحیح ترین اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب ترین احکام ہیں۔ اور چونکہ معاملات تبدل ہوتے ہیں۔ اس لیے اس دَور کی بہت سی باتیں کسی دَور میں قابلِ ردّ و بدل بھی ہوسکتی ہیں۔" (ص۹)

۶۔ عہدِ نبویؐ کے احکام کی حیثیت حجّتِ دین کی نہیں نظائر کی ہے

ہر اسلامی ریاست و امارت کے نظام میں حضورؐ کے فیصلے (اگر ان میں تغیّر و تبدل ضروری نہ ہو) تمام دوسرے فیصلوں پر مقدم ہوں گے۔ بنیاد صرف کتاب اللہ۔۔۔ باقی تمام۔۔۔۔ چیزیں۔۔۔۔ نظائر۔۔۔۔ مویدات۔۔۔۔ کا مقام رکھتی ہیں۔۔۔۔ اور ان میں فرامینِ نبوی۔۔۔۔ سب پر مقدم ہیں" (ص۱۱۲)

۷۔ احکامِ شرعیہ انسانوں کی عقل کے سپرد!

جہاں تک معاملات کا تعلق ہے۔ تنزیل (قرآن) نے ان کی صرف حدود بیان کردی ہیں۔ باقی رہیں جزوی تفصیلات توان کو۔۔۔ انسانوں کی عقل و بصیرت ہی پر چھوڑا گیا ہے (ص۶۲)

۸۔ "بعض صحابہؓ سادہ لوح تھے"!

حضورؐ کے فیض یافتہ صحابہ میں بھی ایسے سادہ لوح مسلمان تھے جو وفورِ علم حدیث کے باوجود پُورے اخلاص اور سچائی کے ساتھ ایسی روایتیں بیان کرتے تھے جو تنزیل کے خلاف ہوتی تھیں۔" (ص۸۶) اور مثال میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا ہے۔

جیساکہ شروع میں عرض کیا گیا ہے، یہ اقتباسات چند ہیں ورنہ محدّثین پر پھبتیاں۔ الزامات۔ اتباعِ سنّت کا تمسخر۔ انکارِ حدیث کے "دلائل" کی سیر حاصل تفصیلات وغیرہ باتوں کے علاوہ علم و استدلال کے نوادر سے یہ تالیف لطیف مالامال ہے۔

اور یہ اسی کتاب پر ہی موقوف نہیں بلکہ ثقافتی تحریروں اور مساعی کا (علاوہ ان کے دوسرے الحادی خیالات کے) اس بارے میں لبّ لباب یہ ہے کہ حدیث اوّلاً تو محفوظ ہی نہیں رہی۔ اس کا وجود ہی مشکوک ہے! اگر کچھ حصّہ محفوظ ہے بھی تو اس کی حیثیت حجّت دین کی نہیں بلکہ نظائر کی ہے۔ اور وہ دوامی نہیں اسی دور کے لئے تھیں! اب ہر زمانے کی اسلامی ریاست کو اختیار ہے کہ جس "حدیث" کو چاہے ترک کردے، چاہے اس پر عمل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات 'ایک "رسول کے اجتہاد" کے طور پر نہیں بلکہ ایک اعلیٰ انسان ہونے کی وجہ سے مقدم سمجھے جانے کے قابل ہیں۔ واجب التسلیم والعمل نہیں: وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن بلاشبہ یہ خیالات جن کی اشاعت میں ادارہ سرگرم ہے ۔ نصوصِ قرآنیہ صریحہ کے خلاف اور پوری اُمت کے مخالف ہیں ۔ اب اگر کوئی ان کو ٹوکتا ہے اور اپنے ناواقف بھائیوں کو متنبہ کرتا ہے کہ مبادا " اسلامی ثقافت " کے نام اور اس کے دانشوروں کے " کام " سے کوئی دھوکا کھا جائے ۔ تو " داڑھی " کے یہ واعظ حضرات بگڑنا شروع کر دیتے ہیں ۔ وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ● اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰـكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ؁

(" رحیق " جنوری ۱۹۵۹ء)

کیا قرآن وحدیث کے احکام وقتی تھے ؟

ادارہ طلوعِ اسلام اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے نظریۂ مؤقت کی تردید

ذیل کے اداریے میں حضرت الاستاذؒ نے ادارہ " طلوعِ اسلام " اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے اس نظریے کا ردّ فرمایا ہے کہ اسلام (قرآن و احادیث) کے احکام وقتی تھے ۔ اُنہیں مابعد ادوار کے لئے بھی واجب التسلیم کرنا یا کرانا غلط ہے ۔ بعد کے لوگ ہر حکومتِ مؤقتہ (مرکزِ ملّت) کی ہدایت و رہنمائی کے پابند ہوں گے نہ کہ قرآن و احادیث میں بیان کردہ چودہ سو سالہ پرانے احکام کے ۔ لیجئے اور ملاحظہ فرمائیے :۔

" جب سے پاکستان کی دستوری فضا میں لا کمیشن کا چرچا ہوا ہے ۔ اس کے دانا دشمنوں کا ایک مخصوص اور قلیل طبقہ پر پرزے نکال کر میدان میں آ گیا ہے ! یہ وہ لوگ ہیں جو اس ملک کو کسی اعتبار سے بھی شاید مستحکم دیکھنا پسند نہیں کرتے ۔ اور چاہتے ہیں کہ سیاسی طور پر جس طرح اس کا نظام ڈانواں ڈول اور انگریز بہادر کے کاسہ لیسان ازلی و وفاکیشان سرمدی کے رحم و کرم پر ہے ۔ اسی طرح قانونی حیثیت سے بھی پاکستان انتشار و اضطراب کے گرداب میں ہمیشہ کے لئے پھنسا رہے ۔ لَا قَدَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

چنانچہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی اور ادارۂ ثقافت لاہور دونوں اس موقع پر پھر سے سرگرم ہو گئے ہیں ـــ دونوں اس نقطۂ ماسکہ پر متفق ہیں کہ دستورِ پاکستان میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و افعال کو ضابطۂ زندگی کی بنیاد (قانونی ماخذ کی حیثیت) ماننے سے ہر صورت روکا جائے ۔ اور اس کی بجائے برسرِ حکومت پارٹی ، ـــ جسے یہ لوگ مرکزِ ملّت کا نام دیتے ہیں ـــ کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ باہم گٹھ جوڑ ـــ جس پر شوریٰ کا نقاب ڈال دیا گیا ہے ـــ سے قرآن مجید کو حسبِ ضرورت استعمال میں لائیں ۔ جیسے جیسے " مرکزِ ملّت " بدلتے جائیں ویسے ویسے قرآنی استعمالات بھی بدلتے جائیں ۔ یعنی ایک مرکزِ ملّت ایک طرح کا " قرآنی نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ " تجویز اور قرآنی معاشرہ قائم کرے ۔ تو دوسرا دوسری طرح کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تیسرا تیسری قسم کا ۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس ۔

پرویز صاحب کے انکارِ حدیث کی مہم اسی محور کے گرد گھومتی ہے جس پر حال ہی میں آپ نے ایک مضمون "اسلام میں قانون سازی" بھی کتابی شکل میں شائع کیا ہے اور اکتوبر ۱۹۵۸ء میں لاہور آکر ایسا ہی ایک لیکچر بھی داغ دیا ہے۔ اس تگ و دو کا مقصد یہ ہے کہ قرآن سمجھنے اور اس کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لئے معیارِ خطا و صواب و مدارِ حق و باطل، سنّتِ نبویہ اور فہمِ صحابہؓ و ائمہ دین کی بجائے مغرب کے ڈکشنری نویسوں اور ان مغرب زدہ صحافیوں کی "درایت و فہم" کو قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے اگر قرآنی قانون سازی ایسے ہی قرآن فہموں کے ہاتھ دے دی جائے تو قانونی انتشار و اضطراب کے سوا اس کا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے ـــــ!

"کرسیٔ اقتدار" یا "مرکزِ ملّت" کے دُوسرے محافظ ادارۂ ثقافت لاہور کے خلیفہ عبدالحکیم صاحب عنوان "تجدید و احیاء" کے تحت لکھتے ہیں۔

"قرآن ۔ ۔ ۔ ۔ معدودے چند قوانین پر مشتمل تھا۔ اس کا نہایت اہم حصّہ وضع قوانین کے چند بنیادی اُصول تھے۔ جو نہایت صاف اور بڑے ترقی پسند تھے۔ قرآن کے بعد قانون سازی کا دوسرا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماخذ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال تھے۔ یہ ماخذ نہایت غیر یقینی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بے ترتیب تھا جو چھ یا زائد نسلوں کی زبانی ترسیل (؟) و ارسال کے واسطوں سے پہنچا تھا جس کو جہالت، مستقل ذاتی مفادات اور فرقہ داری نزاعات نے مسخ کر دیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو قطعی اور قابلِ اعتماد معیارِ عمل قرار نہیں دیا جا سکتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔"

(ثقافت ص۹ نومبر ۱۹۵۸ء)

آگے چل کر "متجددین" کے طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے "درحدیثِ دیگراں" کے انداز سے لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طریقوں اور فیصلوں کا پتہ چلانا دشوار ہے، کیونکہ احادیث کا ذخیرہ ۔ ۔ ۔ یکساں اصُول پر مبنی نہیں ہے اور صریح اضافہ و الحاق کے علامات ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہ تحقیق ۔ ۔ ۔ ۔ بھی ہو جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی خاص طرح عمل فرمایا تھا تو اس کو صرف وقتی ۔ ۔ ۔ ۔ اہمیت دی جائے گی (ص۱۴ نومبر ۱۹۵۸ء)

خلیفہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی حدیث محفوظ ہے ہی نہیں۔ اور ہر حدیث کے "مسخ ہونے اور اس میں "صریح اضافہ و الحاق" ہونے کا احتمال قوی ہے! ــــــ لیکن اگر بد قسمتی سے کوئی حدیث ان "مفاسد" سے بچ نکلنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو وہ صرف اسی زمانے کے۔ لئے آپ کا "خاص عمل" تھا ــــــ! یعنی بہر صورت ــــــ سنّت قانونی ماخذ نہیں ہو سکتی ــــــ رہا قرآن کا ماخذِ قانون ہونا تو اس کی جو گت بنے گی اس کی ترجمانی "متجددین" کی زبان سے یوں کی گئی ہے۔

"قرآن میں جن معاشری حالات سے قوانین بحث کرتے ہیں، وہ اس وقت کی صورتِ موجود کے لحاظ سے تھے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے یہ قوانین نہیں بلکہ ان کے پس پردہ جو اساسی اصول ...... کارفرما ہیں ...... وہی مذہب کے ہمیشہ قائم رہنے والے اجزاء ہیں " (ص۱۲ نومبر ۱۹۵۸ء)

یعنی قرآن کا ایک بڑا حصہ بھی صرف موقتی تھا۔ لہٰذا وہ بھی مستقل قانونی ماخذ بننے کے قابل نہیں۔ اس کی حیثیت بھی محض رہنما اصول کی ہو اور بس ——— !

ان خوش فہم حضرات پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ اس فتنہ کی ابتداء میں مستشرقین کے اس پھیلائے ہوئے مغالطے سے ——— کہ حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور کئی صدیاں عہدِ نبوی کے بعد وجود میں آئیں ——— ممکن ہے کچھ لوگ دھوکا کھا گئے ہوں۔ اب انشاء اللہ ان کا اور ان کے آپ جیسے شاگردوں کا یہ جادو نہیں چل سکے گا۔ حقائق واضح ہو کر اب سامنے آگئے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن و حدیث پر مشتمل جس شریعت کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اُسے صحابہؓ و تابعینؒ، محدثین کرامؒ و فقہائے عظامؒ کے ذریعے علماً عملاً و نقہاً اس نے پُورا فرمایا ہے اور وہ سب مدون و منقح طور پر اُمت کے پاس موجود ہے تاکہ اُمت ہمیشہ کے لئے اسے بنیادِ زندگی بنا سکے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے احادیثِ صحیحین کو قطعی الصحۃ قرار دیتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ ھو الحفیظ یحفظ ھذا الدین کما قال تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (منہاج السنۃ ص۵۹ ج۴)

("رحیق" جلد دوم، شمارہ ۵ - دسمبر ۱۹۵۷ء - ص ۱۹۴-۱۹۶)

"ادارہ ثقافتِ اسلامیہ" ۔ "مجلس ترقیٔ ادب" اور "بزمِ اقبال"

تینوں ادارے حکومت کے مالی تعاون سے رائے عامہ کو "بپتسمہ" دے رہے ہیں ،

ذیل کے اداریے میں بھی یہی موضوع زیرِ بحث رہا ہے بلکہ اس میں حضرت الاستاذ نے ادارہ "ثقافت" کے ساتھ دو اور اداروں کو بھی اسی گمراہ کن کردار کا حامل قرار دیا ہے۔ جس میں ان کے پیشرو "طلوعِ اسلام" اور "ثقافت" بتلا رہے یا رکھے گئے۔

" یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ پاکستان کے دروبست پر قابض طبقہ اپنی پوری طاقت اس پر صرف کر رہا ہے کہ یہاں کے اسلامی معاشرہ کو مغرب کے مادیت زدہ مسیحی طرزِ معاشرت میں بدل دیا جائے۔ وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ اسی صورت میں " بابر بعیش کوش " کے کاروبار کو کچھ دن مزید مہلت مل سکتی ہے ——— مگر اس کے لئے مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے عامہ ہرگز تیار نہیں۔ وہ بہت سی عملی کوتاہیوں کے باوجود اسلامی تعلیم اور علمائے کرام کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اسلامی طرز معاشرت کو سینے سے لگائے ہوئے اور ہر قیمت پر اس کو نبھانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے ـــــ لیکن اسے برسر اقتدار طبقے کی خوش قسمتی کہیئے کہ کچھ دانشور، "ثقافت"، "ترقی ادب" اقبال کے نام سے مسلم رائے عامہ کو اسی قسم کا بپتسمہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے علماء کا اثر زائل اور بدعقیدگی پیدا ہو۔ فحاشی بڑھے اور بے حیائی نشو و نما پائے۔

شرح اس کنائے کی یہ ہے کہ لاہور میں چند دانشوروں نے تین ادارے بنا رکھے ہیں ـــــ "ادارہ ثقافت اسلامیہ"۔ "مجلس ترقی ادب"۔ "بزم اقبال" ـــــ تینوں کو مسلم عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے حکومت کی طرف سے گرانقدر مالی امداد ملتی ہے ـــــ اور کارنامہ ان کا ایسے لٹریچر کا مہیا کرنا ہے جس سے مسلمانوں کی پرانی مسلم اقدار فنا ہو جائیں۔ مغرب کی مادی اقدار ان کی جگہ لے لیں تاکہ وہ ماضی سے منقطع ہو کر صرف حال ہی میں الجھ کر رہ جائیں۔

یاد ہوگا کہ ادارہ ثقافت کے ـــــ خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے رسوائے عالم کتاب "اقبال اور ملا" لکھی۔ "بزم اقبال" نے اسے شائع کیا اور حکومتی اداروں میں اسے خاص اہتمام سے پھیلایا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد ہوگا کہ پاکستان کے ادعائی زعماء ـــــ مسٹر غلام محمد صاحب لاہوری سابق گورنر جنرل پاکستان، جناب سکندر مرزا صدر مملکت پاکستان وغیرہ ـــــ نے مختلف موقعوں پر ـــــ لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی مجلس مذاکرہ کی افتتاحی تقریر تک ـــــ علمائے کرام کے متعلق کیسے کیسے "ارشادات" فرمائے ہیں ـــــ ان کو سامنے رکھیے اور ان سے "اقبال اور ملا" کا تقابلی مطالعہ کیجئے۔

دستور پاکستان میں قرار داد مقاصد کے ذریعے جب قرآن و سنت کے ماخذ قانون ہونے کی بنیادی حیثیت تسلیم کر لی گئی تو اس کے خلاف بغاوت کی فضا پیدا کرنے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے گئے۔ مجلس ترقی ادب نے اس سلسلے میں یہ خدمت سرانجام دی کہ شام کے خمصانی نام کے کسی شخص کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ "فلسفۂ شریعت" کے نام سے صرف اس وجہ سے جلد از جلد شائع کیا کہ اس کے ایک باب میں وقتی ضروریات کے لئے قرآن و حدیث کی صاف صاف تصریحات کو بدل دینے کا جواز پیش کیا گیا ہے۔

اسی موضوع پر ادارہ ثقافت نے "مسئلہ اجتہاد" مستقل کتاب بھی شائع کی۔ جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ "تبدیلی" احوال کی بناء پر "اجتہاد جدید" کی درانتی سے قرآن و حدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جا سکتا ہے۔ اب مسئلہ اجتہاد کے مصنف اور ادارہ ثقافت کے اہم رکن مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے دائرہ اجتہاد کی وسعتوں پر مشہور کمیونسٹ "اخبار امروز" کے دہ سالہ نمبر مجریہ ۳ مارچ ۵۸ء میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کی پیچ در پیچ عبارت میں بمصداق لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ فرمایا یہ گیا ہے کہ "مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلقہ قرآن و حدیث کے صریح احکام تک کو آج کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتقائی دور میں تبدیل کر دینے کی ضرورت ہے"۔ پھر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ "ایسا کرنا ہو گا ورنہ زمانہ کا مفتی علمائے کرام کے فتوے کا انتظار نہیں کرے گا۔ نئی تبدیلیاں، نئی فقہ اور نئے قانون کی تدوین بہرحال کر کے رہے گا" (ص ۱۳۲)

واضح رہے کہ مضمون نگار جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں لیکن ان کا یہ نظریہ اہل حدیث کے مسلک سے صریحًا متصادم ہے، مسلک اہل حدیث کی تو بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ نصوص کتاب و سنت کے مقابلے میں کسی بھی مجتہد و امام کا اجتہاد و قول قابل تسلیم نہیں! پھر بے چارے یہ متجددین کس شمار و قطار میں ہیں۔ ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مصالح وقتیہ پر نصوص صریحہ کو قربان کر کے اسلام میں ترمیم کریں۔

شاید دو سال ادھر کی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے خلیفہ عبدالحکیم صاحب کی معنوی سرپرستی میں ایک عائلی کمیشن مقرر کیا تھا جس نے ایسی سفارشات کی تھیں جن کا مقصد قرآن وحدیث و فقہ اسلامی کی بنیادیں کھوکھلی کرنا اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کو یورپین طرز پر ڈھالنا ہے۔ رہی سہی کسر لاکمیشن کے تقرر سے نکال دی گئی۔ جس میں گو خلیفہ صاحب خود نہیں ہیں۔ لیکن ہم پیالہ و ہم نوالہ ان کے برادر بزرگ جناب مسٹر غلام احمد صاحب پرویز موجود ہیں۔ جو بالکل ان ہی لائنوں پر وہاں کام کریں گے جن پر خلیفہ صاحب اب تک کر رہے ہیں۔

اقتدار و سرمائے میں بدمست ایک طبقہ نہ صرف خود ہی رقص و سرود کی محفلوں اور دوشیزہ رقاصاؤں سے اختلاط و استمتاع سے لطف اندوزی میں مستغرق ہے بلکہ ملک میں اسے پھیلانے کی پوری پوری کوشش بھی کر رہا ہے مگر چونکہ قرارداد مقاصد کے تحت کسی وقت بھی رائے عامہ چیلنج کر سکتی تھی۔ اس لئے یہ سعادت بھی ادارۂ ثقافت ہی کے حصے میں آئی کہ اس نے پھلواری شریف کے ایک دانشور پیرزادے سے "اسلام اور موسیقی" پر ایک مدلل دستاویزی کتاب ان فساق و فجار کے ہاتھ میں دے دی۔ جس میں "جمالیات" کے غیر متعلق لیکن جاذب عنوان کے تحت ادھر ادھر کے غیر متعلقہ حوالہ جات فراہم کرتے ہوئے خوب تدلیس سے کام لیا گیا ہے۔ پھر "غیر جانبداری" کا رعب ڈالتے ہوئے اس کتاب میں تو یہ کہا کہ "قرآن اس سلسلے میں خاموش ہے۔ مگر پھر آپ کو جلد ہی سجدہ سہو کا الہام ہو گیا۔ چنانچہ رسالہ "ثقافت" (اپریل) کے پرچے کے ایک مضمون میں قرآن حکیم سے بھی سرود و بربط کا جواز ثابت کر کے تحقیق مکمل کر دی گئی! فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ (البقرہ)

اس سے شاید یہ تأثر دینا پیش نظر ہے کہ جب یہ "دلائل" ان محافل رقص و غنا اور مجالس فسق و فجور کے جواز پر موجود ہیں تو رائے عامہ برسر اقتدار ٹولی سے احتساب کرنے والی کون ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس "جمال" کو کمال تک پہنچانے کے لئے ضبطِ تولید (برتھ کنٹرول) کا مسئلہ عشرت کدہ یورپ سے درآمد کیا گیا اور اس پر نقاب ڈال دیا گیا۔ "معاشی ہمواری" "رفع بے روزگاری" کا۔ پھر پروپیگنڈے کے دوش پر اس کی ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ بیان دیے گئے۔ دھواں دار تقریریں جھاڑی گئیں، کانفرنسیں کی گئیں۔ مگر اس پر اسلام کے لیبل کی ابھی ضرورت باقی تھی۔ چنانچہ یہ لیبل بھی ادارۂ ثقافت نے "اسلام اور ضبطِ ولادت" پر سلسلہ مضامین لکھ کر مہیا کر دیا کہ ع

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

حدیث کا انکار کرنے کے باوجود ان مضامین میں جس طرح حدیثوں کا غلط صحیح استعمال کیا گیا ہے۔ بلکہ عام طور پر بھی من گھڑت روایتیں یہ لوگ لاتے ہیں۔ اس پر ہم کسی دوسرے وقت اِنْ شَاءَ اللہ روشنی ڈالیں گے۔

("رحیق" جون ۱۹۵۸ء ص ۴۹۲ - جلد دوم)

"بڑا بھائی (طلوعِ اسلام) اور چھوٹا بھائی ادارۂ ثقافت"

دونوں کے خدّ و خال واضح کرنے کی ضرورت

ذیل کے اداریے میں "طلوعِ اسلام" اور "ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ" دونوں سے خبردار رہنے کی اور ان کے خدّ و خال واضح کرنے کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

"مسٹر غلام احمد صاحب پرویز بٹالوی اپنے "طلوعِ اسلام" میں اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے مسلّماتِ متوارثہ سے مسلمانوں کو بدگمان کرنے کے سلسلے میں جو "شاہکار" وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے ہیں علمائے کرام کَثَّرَ اللّٰہُ سوادھم نے ان کے سب مغالطات کے پردے چاک کر کے رکھ دیے (اور بحمد اللہ اس جہادِ حفاظتِ دین میں اہلحدیث کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے) اب جو کچھ ادارہ طلوعِ اسلام لکھ رہا ہے۔ وہ اعادہ و تکرار کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا کوئی اعتراض یا مغالطہ ایسا نہیں جس کا صحیح و مدلل جواب اہلِ علم کی طرف سے نہ دے دیا گیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سب حلقوں پر پرویز صاحب کی حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ وہ اور ان کے "معارفِ قرآنی" کتنے پانی میں ہیں۔ پھر مجلس اسلامی مذاکرہ منعقدہ لاہور میں دُنیائے اسلام کے علمائے عظام نے رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ یہ ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس سے خود ان کا تأثر بوکھلاہٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو کلوکیم کی رپورٹ دیتے وقت ان پر طاری ہوتی ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے چند ہم خیالوں کے ساتھ ایک ٹولی بن کر رہ گئے ہیں۔ جس کو وسعت دینے کے لئے اب ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ کبھی جماعت سازی کے جدید طریقے اختیار کر کے "بزمیں" بنا رہے ہیں۔ کبھی مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے ہمنامی و ہموطنی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام واقف ہوں گے کہ مرزا صاحب نے تبلیغ اسلام کے عنوان سے " براہینِ احمدیہ " نامی کتاب کی طباعت کے لئے چندہ کی مہم شروع کی تھی۔ ان ہی لائنوں پر " قرآنی فکرو نظام " کے نام پر قادیانی کے ہم سایہ اس بٹالوی نے بھی " لغات القرآن " کی طباعت کے لئے چندہ کی مہم چلادی ہے۔ جس میں قریباً ساٹھ ہزار روپے وصول کر چکے ہیں مزید سلسلہ جاری ہے۔ وَكُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔

اس نوعیّت کے چندہ بازوں کی کامیابی کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ جس ذہن نے براہینِ احمدیہ جیسی لغو کتاب کی طباعت کے لئے ہزاروں روپے مرزا صاحب کی نذر کردیے تھے۔ اسی ٹائپ کے سادہ لوح " طلوعِ اسلام " جیسے دشمن قرآن وحدیث پرویز صاحب کو بھی ہزاروں کے چندوں سے مالامال کرسکتے ہیں۔ فما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ!

" ادارہ طلوعِ اسلام " کا برادرِ خورد " ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ " جس انداز سے دینِ اسلام میں ترمیم و تحریف کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ اس کا نقصان بعض حیثیتوں سے " بڑے بھائی " سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کے عنوان زیادہ دلکش اور چال گہری ہے۔ پرویز صاحب جو باتیں کھل کر کہتے ہیں۔ اس ادارہ کے دانشور اس پر اسلامی اصطلاحات کے خول چڑھا دیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہلِ علم وتحقیق اور فقہ اسلامی کے حامل اصحابِ قلم میدان میں نکلیں اور اس ادارہ کے نئے انداز کے مغالطوں کی جرّاحی کریں۔ کیونکہ اس ادارے کا کام یہ ہے کہ " دائرۂ اجتہاد میں " لامحدود وسعتیں پیدا کرکے وحدت عقائد کے دینی رشتہ کو کمزور کرے اور ملک کے برسرِ اقتدار اور عیاش طبقے کو عیاشیوں اور ان کے وسائل کے لئے سندِ جواز مہیا کرکے دے۔ اس بناء پر طلوعِ اسلام کی طرح اس ادارہ کے خدّوخال واضح کرنے کی بھی شدید ضرورت ہے۔

چونکہ یہ ادارہ سلف صالحین کے طریق علم وعمل سے مسلمانوں کو بالکل کاٹ دینا چاہتا ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ ہماری ماڈرن حکومت تصریحات کتاب وسُنّت کی بجائے اسی ادارہ کے " ماڈرن اسلام " کو اتھارٹی ماننا شروع کردے۔ جیسا کہ اس قسم کے قوی رجحانات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ کلبوں، رقص گاہوں، ناچ گانوں کی طرح اس کی بھی سرپرستی میں سرگرم نظر آتی ہے۔

تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آئے۔

بلاتبصرہ :۔ معزز معاصر " تسنیم " اپنی ۳ جولائی ۱۹۵۸ء کی اشاعت کے " تکلف برطرف " میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقمطراز ہے۔ (مختصراً)

حکومتِ پاکستان نے مغربی پاکستان کے تعلیمی اور ثقافتی اداروں کے لئے ۳۸ لاکھ ۳۸ ہزار روپے کی منظوری دی ہے۔ اس میں سے ۲۵ ہزار روپیہ پاکستان آرٹ کونسل لاہور کے لئے اور ۲۵ ہزار ادارہ "ثقافتِ اسلامیہ" کے لئے رکھا گیا ہے"

الحمرا کی آرٹ کونسل کے ناچ رنگ کے فن کی ترقی کے لئے حکومت ۲۵ ہزار روپیہ مخصوص کر دیتی ہے۔ اور وہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ جو سب کچھ ہے۔ مگر نہ "ثقافت" ہے نہ "اسلامیہ" اس کو بھی ۲۵ ہزار عطا فرمائے گئے ہیں تاکہ اس کے "خلیفے" اسلامی اقدار کو پچھاڑنے کے لئے تصنیف و تالیف کے اکھاڑے میں ڈنڑ پیل سکیں" فاعتبروا یا اولی الابصار

(ماہنامہ "رحیق" لاہور۔ جولائی ۱۹۵۸ء)

مُنکرینِ حدیث کا ایک وضعی روایت سے استدلال کا رَد

مُنکرینِ حدیث، ویسے تو احادیث کی حجیت کو نہیں مانتے، لیکن دوسری طرف وہ اپنے موقف کے اثبات میں مَن گھڑت روایات پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ذیل کے اداریے میں حضرت الاُستاذ نے پہلے ان کے اس دو غلے پَن کی وضاحت کی ہے۔ اور پھر اس مشہور من گھڑت روایت کی اصل حقیقت کو بے نقاب کیا ہے جو اکثر مُنکرینِ حدیث پیش کرتے ہیں کہ "میری بات کو قرآن پر پیش کرو، جو اس کے موافق ہو، قبول کر لو، اور جو اس کے مخالف ہو، اُسے رَدّ کر دو، حضرتؒ نے بتلایا ہے کہ تمام مُحدّثین کے نزدیک بالاتفاق یہ روایت من گھڑت ہے۔ فرماتے ہیں۔

" عجیب بات ہے کہ مُنکرین حدیث ایک طرف تو حدیث پاک کے حجیتِ دینی، اسلامی قانون کا ماخذ اور اس کے محفوظ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں، لیکن دوسری طرف ٹٹول ٹٹول کر اپنے مطلب کی روایتیں پیش بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور لُطف یہ کہ جس حدیث کو حاملین و ماہرینِ فنّ حدیث نے تحقیق و تنقید کی چھلنی میں چھان کر ٹکسال باہر کیا ہو زیادہ تر اسی قسم کی روایتوں کو یہ طبقہ زیادہ اچھالتا ہے۔ چنانچہ لاہور کا" ادارۂ ثقافت" اور اس کا "برادرِ بزرگ" ادارہ "طلوعِ اسلام" آئے دن اس کا ثبوت مُہیّا کرتے رہتے ہیں۔

رسالہ" طلوعِ اسلام" (نومبر ۵۵ئہ) نے پہلے صفحے پر نمایاں طور سے ایسی ہی ایک روایت نقل کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حنفی اصول کی ایک کتاب کا حوالہ دے کر اپنے ناظرین کو باور کرانا چاہا ہے کہ فقہ حنفی بھی اس کے باطل نظریات کی ہم آہنگ ہے۔ اور یُوں اپنی مساعی انکار و تردید حدیث کو ہلکا اور محدود کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

وہ روایت یہ ہے۔ یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فذروہ۔ افسوس ہے علم و تحقیق کے ان مدعی حضرات کا یہ وطیرہ۔ نہ تحقیق ہے نہ علمی۔

جواباً گذارش ہے۔

(۱) آپ لوگ حدیثِ پاک کی حجیّت، ثبوت اور ماخذ قانون شرعی ہونے کا صریحًا اور فخرًا انکار کرتے ہیں۔ جس پر آپ کا لٹریچر گواہ ہے ـــــ مگر حنفیہ کرامؒ حدیث شریف کو قانون اسلامی کا دوسرا استون نہ صرف یہ کہ مانتے ہیں بلکہ اس ماننے کو جزو جانتے ہیں جس پر فقہ حنفی اور اس کا اصول شاہد عدل ہے۔ اندریں حالات یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ کا ان کو اپنے ساتھ گھیٹنا۔ صریح مغالطہ اور ناروا جسارت ہے۔

(۲) یہ روایت توضیح میں خبر واحد اور قرآن کے مزعومہ معارضے کے سلسلے میں ذکر کی گئی ہے۔ مگر تلویح حاشیہ توضیح میں اس پر تنقید کرکے ناقابلِ اعتبار بھی اس کو قرار دے دیا گیا ہے۔ "طلوعِ اسلام" کی دیانت کا یہ حال ہے کہ اس نے نقد و جرح کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳) علامہ تفتازانی[۱] تلویح میں لکھتے ہیں :۔

---

[۱] اس امر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ویسے تو علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ) نے اس روایت کو مجروح گردانا ہے مگر ایک دوسری فاش غلطی کر گئے کہ اس کو صحیح بخاری کی روایت بنا دیا۔ تفتازانی معقولیات کے علامہ بلاشبہ ہیں مگر فنِ حدیث سے بالکل کورے ہیں۔ ان بےچاروں نے مکھی پر مکھی شاید یوں ماری کہ علامہ عبدالعزیز حنفی بخاری (۷۳۰ھ) کی کشف الاسرار شرح اصُول بزدوی میں کہیں لکھا دیکھ لیا۔ ان الامام اباعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری اورد ھذا الحدیث فی کتابہ وھو الطود المنیع فی ھذا الفن و امام اھل الصنعۃ فکفی بایرادہ دلیلا علی صحتہ (ص ۱۰ ج ۳) معلوم نہیں مصنف کشف الاسرار نے امام بخاری کی کون سی کتاب (اگر براہِ راست خود ہی اس کتاب سے نقل کیا ہے) مُراد لی۔ اور نیز امام بخاریؒ اگر اپنی کسی کتاب میں اس کو لائے ہیں تو کس انداز سے۔ مگر علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ) نے اسے صحیح بخاری کی حدیث خیال کر لیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صحیح بخاری تو کجا صحاح کی باقی کتابوں میں بھی نہیں بلکہ ان کے علاوہ متداول کتب حدیث میں بھی اس مکذوب روایت کا نشان نہیں ملتا۔ دیکھئے کسی فن سے ناآشنا ہو کر اس میں دخل دینے والا کیسی کیسی ٹھوکریں کھاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قد طعن فیہ المحدثون بان فی روایتہ یزید بن ربیعۃ وھو مجھول وترک فی اسنادہ واسطۃ بین الاشعث وثوبان فیکون منقطعا وذکر یحیی بن معین انہ حدیث وضعتہ الزنادقۃ[1]

(اس کی سند میں ایک راوی لاپتہ ہے۔ دو جگہ سلسلہ ٹوٹا ہے۔ بلکہ حافظ ابن معینؒ[2] کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کو ملحدین نے گھڑا ہے) تلویح کے حنفی محشی مولانا امیر علی[3] نے اس کی تائید کرتے ہوئے امام ابن معین کے حق میں لکھا ہے۔ وھو اعلم ھذہ الامۃ فی علم الحدیث وتزکیۃ الرواۃ[3]

(۴) اس رائے میں امام ابن معینؒ ہی منفرد نہیں۔ دوسرے کبار محدثین بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ[3] فرماتے ہیں۔ ما رواہ احد عمن یثبت حدیثہ فی شئی صغیر ولا کبیر[3]

امام عبد الرحمان بن مہدیؒ کہتے ہیں۔ الزنادقۃ والخوارج وضعوا ذلک الحدیث[4]

حافظ ابن عبد البر[4] (۴۶۳ھ) کا کہنا ہے۔

ھذہ الالفاظ لا تصح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عند اھل العلم بصحیح النقل من سقیمہ[5]

علامہ مجد الدینؒ صاحب قاموس (۸۱۶ھ) نے لکھا ہے۔

لم یثبت فیہ شئی وھذا الحدیث من اوضع الموضوعات۔[6]

حافظ ابن حجرؒ (۸۵۲ھ) سے حافظ سخاوی[9] (۹۰۲ھ) نے نقل کیا ہے۔ انہ جاء من طرق لا تخلو من مقال[7]

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ کے اس قول کی تصدیق کے لئے حافظ ابن حزم[11] (۴۵۶ھ) کی شہرۂ آفاق کتاب الاحکام فی اصول الاحکام[8] دیکھنی چاہیئے۔ انہوں نے اس روایت کے چند مختلف طرق ذکر کر کے ان پر بھرپور تفصیلی اور مدلل تنقید کی ہے۔ علامہ سید شریف جرجانیؒ (۸۱۶ھ) کی طرف منسوب رسالہ اصول حدیث میں (جو جامع ترمذی کے ساتھ بھی مطبوع ہے) اسے موضوع تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح علامہ محمد طاہر[11] فتنی (۹۸۶ھ) صاحب مجمع البحار نے بھی[9] علامہ شوکانی[11] (۱۲۵۰ھ) نے یہ سب اقوال تقریباً نقل کئے ہیں[10]۔

یہ ہے اس روایت کی گئی گذری حالت کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام عبد الرحمٰن ابن مہدی کے زمانے سے لے کر آج تک قریباً ہر دور کے ائمہ حدیث و محققین علماء نے اس کو مجروح و مطرود قرار دیا ہے مگر اس ستم ظریفی

---

[1] صفحہ ۱۹۱ طبع نول کشور [2] صفحہ ۴۷ حاشیہ ع [3] ارشاد الفحول ص ۲۳۱ [4] جامع بیان العلم [5] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۹۱ [6] سفر السعادۃ ص ۱۴۶ [7] المقاصد الحسنہ ص ۱۷ طبع ہند [8] ص ۷۶ - ۷۹ ج ۲ [9] ص ۹ تذکرۃ الموضوعات ص ۲۸ [10] ارشاد الفحول - ص ۲۳۱ -

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کیا کہنے کہ پرویز صاحب اور ان کے لگے بندھے یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اسے رٹتے چلے جا رہے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور ع ۵)

(۵) رحیق جلد ثالث کے شمارہ ع۱ میں جناب مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے پرویز صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ
--- وہ خود بھی حدیثوں کے پرکھنے کے معاملہ میں اس اصول کے قائل نہیں کہ وہی حدیث قبول کی جائے جو قرآن کے مطابق ہو۔ پھر ان کی کتاب مقامِ حدیث (ص ۳۲۸ وغیرہ) سے اپنا دعوائے ثابت کیا تھا ۔۔ جس کو اب تک " طلوعِ اسلام" نے سکوتاً تسلیم کیا ہے۔ پھر اب اس جھوٹی روایت کو اچھالنے کے کیا معنی ؟

(۶) اصل معاملہ یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری میں حدیث کا دَور دَورہ ہوا۔ ہر سُو اس کا چرچا پھیلا اور چار دانگ عالم میں اس کا ڈنکا بجا تو یونانیوں سے تازہ درآمد کئے ہوئے فلسفہ زدہ لوگوں (معتزلہ) کے دماغ اکثر احادیث کو ہضم نہیں کر پاتے تھے اس لئے انہوں نے دامِ ہمرنگ بچھایا۔ اور عوام کے طعن وتشنیع سے بچنے اور ان پر اثر انداز ہونے کے لئے اس قسم کی حدیثیں گھڑیں ۔۔ اور وہ ایسے ہی جس طرح دَورِ حاضر میں آپ لوگ ان ہی جیسے طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ وہ اگر گھڑتے تھے تو آپ ان کی تیار کردہ مصنوعات کی نکاسی کر رہے ہیں ۔۔۔ مگر محدثین کرام نے فوراً ہی چوری پکڑ لی اور معتزلہ کے اس جھوٹ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

(۷) ہماری دانست میں معتزلہ ہی سے عیسیٰؒ بن ابان کے واسطے سے شاید غیر شعوری طور پر اصول فقہ حنفی میں یہ موضوع روایت داخل ہوئی۔ اصول فقہ کی جو کتابیں اس وقت مروّج ہیں ان میں سب سے قدیم کتاب فخر الاسلام بزدوی (۴۸۳ھ) کی اصولِ فقہ کی کتاب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی پانچویں صدی ہجری میں۔ اس سے قبل نہیں۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام طحاویؒ وغیرہم کی مصنّفات میں یہ روایت کہیں موجود نہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ کبار محدّثینؒ بزدوی سے مدتوں پہلے اس جھوٹ کا پردہ چاک کر چکے تھے۔ اور خود اصول بزدوی کی اپنی جو حیثیت ہے، اس کو حجۃ اللہ البالغہ (ص۱۶۰ ج۱) میں شاہ ولی اللہؒ نے بیان کر دیا ہے۔ خیر اپنی جگہ پہ یہ معاملہ جو کچھ بھی ہو، بہرحال اہل سُنّت کا اپنا ہے۔ منکرینِ حدیث کا بغلیں بجانا بے موقع ہے۔

(۸) یہ علمی نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حدیث شریف کے معیارِ صحت پر گفتگو، ائمہ حدیث وفقہ کے ہاں بحیثیت اس کے خبر ہونے اور باعتبار ثبوت ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ثبوت کا تعلق سند سے ہوتا ہے۔ اور اسی سے بحث کی ضرورت، لیکن قرآن مجید سے مطابقت ومخالفت کا معاملہ دلالت سے متعلق ہے جو امر دیگر ہے۔ خلطِ مبحث نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی صحیح حدیث ظاہری مفہوم کے اعتبار سے قرآن مجید کے خلاف نظر آتی ہو تو اس کے

ل؎ موافقات شاطبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سیدھے سادے دو طریقے ہیں، یا تو حدیث کا ظاہری معنی مراد نہیں ہوگا۔ یا تعارض پیدا کرنے والے ذہن نے قرآن کریم کا جو معنی سمجھا وہ معنی درست نہیں ہوگا۔ قرآن کا مطلب کچھ اور ہوگا۔ دیکھئے صحابہ و تابعین سے قرآن کی جو تفسیریں صحیح اسناد سے مروی ہیں۔ ان کی بناء پر صحیح حدیثیں اور قرآن شریف باہم متعارض نہیں۔ کیونکہ سلف کا قرآنی فہم درست تھا۔

اور یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن کی کوئی آیت، دوسری کسی آیت کے بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہو تو اُس وقت یہی کہا جائے گا کہ دونوں آیتوں میں سے ایک کا، یا دونوں کا وہ مفہوم نہیں جو بظاہر سمجھا جا رہا ہے۔ بہر صورت تطبیق کی راہ ہی نکالی جائے گی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ ایک آیت ہی صحیح ثابت نہیں —— یہ بحث رحیق کی بعض پچھلی اشاعتوں میں مختصر سی ہو چکی ہے۔ واللہ الھادی۔ (ماہنامہ "رحیق" لاہور۔ دسمبر ۱۹۵۸ء)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

"تفہیم اسلام" مؤلفہ مسعود احمد کراچی (طبع اوّل) کے دیباچے میں بھی حضرت الاُستاذ نے اس نکتے کی وضاحت فرمائی ہے جس سے منکرینِ حدیث عام طور پر مغالطہ دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"جب غلط فہمیوں کے ازالہ ہی کی ٹھہری تو کیوں نہ ایک ایسی عظیم غلطی کے ازالہ کی کوشش کر لی جائے جو مولانا شبلی مرحوم (مقدمہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے کر اب تک کے ایسے لوگوں میں موجود چلی آ رہی ہے جو اس مبحث میں نہایت نیک نیتی سے بھی کچھ لکھتے ہیں اور جس سے برق صاحب نے بھی "دو اسلام" میں فائدہ اٹھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ "کسی بھی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ قرآن مجید کے خلاف تو نہیں" اور سہارا اس میں لیا جاتا ہے چھٹی صدی ہجری کے حافظ ابن جوزیؒ کے اس قول کا وکل حدیث رایتہ یخالف العقول اوینا قض الاصول فاعلم انہ موضوع ... اویکون ممایدفعہ الحس والمشاھدۃ اومباینا لنص الکتاب والسنۃ المتواترۃ اوالاجماع (فتح المغیث للسخاوی ص۱۱۰ طبع لکھنؤ) یعنی "موضوع (جھوٹی) روایت کی علامت یہ ہے کہ عقل" اصول" محسوسات و مشاہدہ، نصِ قرآنی، متواتر حدیث، اجماع ..... میں سے کسی ایک کے خلاف ہو"

لیکن ذہن کو ہر طرح کے تاثرات سے الگ کر کے دیکھا جائے تو پہلی نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ ابن جوزیؒ کے اس فرمان میں صحیح حدیث کے پہچاننے کا طریق نہیں بیان ہو رہا ہے بلکہ موضوع روایتوں کی علامت بتانا ان کے پیش نظر ہے۔ جس کی وضاحت خود انہی سے تدریب الراوی (ص۱۸۰ طبع جدید) میں منقول ہے۔

قال (یعنی ابن الجوزی) ومعنی مناقضتہ للاصول ان یکون خارجا من دواوین الاسلام من المسانید والکتب المشھورۃ۔ اھ

یعنی "کسی روایت کے مخالف "اصول" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ متداول و مشہور کتب حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مثلاً صحاح ستہ، سنن دارمی، مؤطا امام مالکؒ، مصنف عبدالرزاق وغیرہ) اور مسانید (مسند امام احمد، مسند حمیدی وغیرہ) میں موجود نہ ہو" یعنی دورِ تدوین و تالیفِ کتب حدیث کے بعد جو بچی کھچی روایات چھٹی صدی ہجری یعنی ابن جوزی کے زمانے میں اِدھر اُدھر پھیل کر گمراہی کا سبب بن رہی تھیں اور جن سے غرض مند فائدہ اٹھا رہے تھے۔ ان کی پہچان کے لئے یہ قاعدہ بنایا جس نے بھی بنایا لہٰذا صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ وغیرہا مستند کتابوں کی احادیث کو اس "اصول" کے تحت پرکھنا درست نہیں اور ایسا کرنا فنِ حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔ ھذا وللتفصیل موضع آخر" (طبع اول ۱۳۸۷ھ)

علماء عقل سے عاری ہیں نہ جمود کے حامی

علماء کے دفاع اور حامیانِ تجدد کے رد میں اداریہ

علماء کا استہزاء و استخفاف، منکرینِ حدیث اور حامیانِ تجدد کا ایک بڑا حربہ ہے جو انہیں ان کے اُستاذ انگریز سے بطور وراثت ملا ہے۔ ذیل کے اداریے میں ان حامیانِ تجدد کا رد اور علماء کا دفاع کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے۔ کہ محض علماء پر "مُلّا" کی پھبتی کس لینے سے عصرِ حاضر کے مسائل حل نہیں ہوں گے وہ تو حل کرنے سے ہی حل ہوں گے۔ اور اس معاملے میں علماء نے ہمیشہ تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی تعاون کے لئے تیار ہیں۔ یہ اداریہ بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

" علماء کے خلاف یہ مغالطہ عام طور سے شہرت پائے ہوئے ہے کہ یہ لوگ "عقل" اور "عقلیات" کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ یہ مغالطہ صرف مغالطہ ہے۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔ علمائے کرام نے کبھی "عقل" پر پہرے نہیں بٹھائے۔ قرآن و حدیث کے فہم کے لئے ان کے نزدیک عقل بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث ہی نے عقل کی فضیلت پر زور دیا ہے اور تقلید و جمود و شکوک و شبہات کے مریضوں سے اپیل کی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو عقل کی میزان میں تول کر دیکھیں۔ اور غور و فکر کو کام میں لائیں۔

قرآن حکیم نے عہدِ نبوی کے ایک فرقہ کا بھی صحابہؓ پر یہی الزام ذکر فرمایا ہے کہ یہ "عقل" سے عاری ہیں یعنی منافقین نے کہا تھا۔ "اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (البقرۃ ع ۲) کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف (صحابہ) ایمان لائے" چونکہ ایسے ہوا و ہوس میں سرمست لوگ اپنے ہی مزعومات کو "عقل" سمجھ لیتے ہیں اس لئے قرآن نے فرمایا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ دیکھئے یہی کوتاہ عقل ہیں لیکن ان کو اتنا بھی پتہ نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات اصل میں یہ ہے کہ مادیات میں مستغرق اور فسق و فجور میں لت پت گروہ جب یہ دیکھتا ہے کہ عام شاہراہ سے ہٹ کر چند پاکباز لوگ نہ صرف اپنے ہی "عمل" میں "حسن" پیدا کرتے ہیں بلکہ ان کو دوسروں میں بھی حسن عمل پیدا کرنے کی ایسی دھن ہے کہ ہر قسم کے مخالف طوفانوں میں اپنے مشن کی تبلیغ سے باز نہیں آتے۔ اگرچہ اس سلسلے میں انہیں جان تک کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکھف) تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مجنوں، پاگل اور "عقل" سے عاری ہیں "جو بازمانہ ساز" کی بجائے "بازمانہ ستیز" کے فلسفہ پر عامل ہیں چنانچہ مشرکین عرب کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو "مجنون" (عقل سے عاری) کا خطاب دیا گیا۔ اللہ تعالے نے ان کو بھی عقل ہی کی طرف دعوت دی۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ (الاعراف ۲۲)

"کبھی سوچا بھی ہے، اس تمہارے ساتھی میں ذرا بھی جنون نہیں !"

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (السباء-ع۶)

"کہدیجئے۔ بس ایک بات تم سے کہتا ہوں کہ ایک ایک دو دو ہو کر سوچو! (عقل کو کام میں لاؤ گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ) یہ تمہارا ساتھی کوئی پاگل نہیں ہے!"

یعنی عقل صحیح کو کام میں لاؤ لیکن جس کو تم "عقل" فرض کر کے اللہ کے رسول کو اس سے عاری قرار دے رہے ہو، وہ عقل نہیں، جذبات ہیں اور مادی نشوں میں سرشار ہونے کی بناء پر انہیں عقل باور کر رہے ہو۔

کم و بیش ایسی ہی کچھ صورت حال آج کل درپیش ہے۔ ایک طرف تو عیش و عشرت میں سرمست، اقتدار کی گدیوں پر متمکن یا اس کا امیدوار طبقہ ہے۔ جس کی پشت پناہی ایسے لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو "علم و عقل" کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور "بازمانہ ساز" پر عمل پیرا ہوتے ہوئے امرائے جور کی کج روی اور فسق و فجور کو وجہ جواز دینے کے لئے دلائل مہیا کرتے۔ اور لٹریچر تیار کر کے دیتے ہیں۔ اور نام اس پر کبھی قرآن کا چپکا دیتے ہیں۔ کبھی ثقافت و ارتقاء کا۔ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ

دوسری طرف بے چارے علماء ہیں جو اس امر کی پروا کئے بغیر کہ موجودہ بے قید تمدن اور ملحدانہ سیاست کیا کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف ہیں اور اس سلسلہ میں بے دینی اور معصیت کو فروغ دینے کے لئے جب قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کو گھسیٹنے کی کوشش کی تو وہ اس پر نوٹس لیتے اور مغالطوں کے پردے چاک کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ عوام کی اکثریت مسلمان ہے۔ وہ سیدھے سادھے اسلام کو جانتے، مانتے اور امکانی حد تک اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بناء پر قدرتی طور پر ان پر علماء کا ہی اثر ہے۔ اوّل الذکر طبقہ یہ دیکھ کر بوکھلا جاتا ہے۔ اور اس کے پاس اپنے پیش رووں کی طرح اور کوئی توڑ نہیں کہ یہ "ملّا" عقل سے عاری ہے۔ "ترقی کا مخالف ہے۔" "زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا۔" وغیرہ وغیرہ۔ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ !

حالانکہ مسائل حاضرہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں۔ سیاسیات ہوں یا معاشیات، تمدن ہو یا معاشرت۔ جس کا علمائے کرام نے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی کی روشنی میں صحیح اور درست حل پیش نہ کیا ہو ——— !

ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "ملّا" کی پھبتی اڑانے سے عہدِ حاضر کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ وہ حل کرنے سے ہی حل ہوں گے۔ علمائے کرام نے ہر ایسی کوشش کا اب تک بھی خیر مقدم کیا ہے اور آئندہ بھی تیار ہیں لیکن اگر آپ لوگوں نے بے دینی کا نام "دین" حدیث کا نام "عجمی سازش" رکھ کر عقل بے چاری کو بدنام کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور فسق و فجور کی فضا کو ترقی دینے، بھانڈوں، گویوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے موسیقی تک کے جواز کو اسلام سے کشید کرنے کی سعی کی۔ تو آپ کو اپنی کامیابی کے لئے پُر اُمید نہیں رہنا چاہیئے۔ ان شاء اللہ ماضی کی طرح علمائے کرام اب بھی اپنا فرض سرانجام دیں گے اور آپ کے ان حملوں کو ناکام بنا دیں گے۔

کہتے ہیں "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" لاہور میں منعقد ہونے والی "طلوعِ اسلام کنونشن" میں پرویز صاحب نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بعض "منکرینِ حدیث" "طلوعِ اسلامی اسلام" کی بنا پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور اس کو "طلوعِ اسلام" کی حسنات اور اس کے مطالعہ کے اثرات بتاتے ہیں۔ پرویز صاحب نے ان سے خطاب کرتے ہوئے حاضرین سے پوچھا ہے۔

"کہ کیا "طلوعِ اسلام" نے آپ کو یہی تعلیم دی ہے کہ نماز نہ پڑھنے پر فخر کرو" [1]

یعنی ویسے نماز چھوڑ دو تو کوئی حرج نہیں، ہاں "ترکِ نماز پر فخر نہ کرو" ——— !

لیکن اسی نماز کے متعلق جس کو چودہ سو سال سے مسلمان ادا کرتے آئے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

لا اسلام لمن ترك الصلوٰة [2]

"نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کچھ حصّہ نہیں"

("رحیق" فروری ۱۹۵۷ء)

---

[1] طلوعِ اسلام ص۱۲ دسمبر ۱۹۵۶ء ۔ [2] کتاب الصلوٰۃ لابن القیم ص۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی
ہندوستان

علومِ سلف کی اشاعت میں مولانا کی خدمات

محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات پر اہلِ علم کے حلقہ میں جس رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور برصغیر پاک و ہند کے سلفی مکتبِ فکر نے مولانا کی رحلت پر جن جذبات کا اظہار کیا اس سے مولانا کی ہر دلعزیزی مقبولیت اور شہرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اصحابِ علم و فضل نے مولانا کی سیرت و حیات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس ناچیز نے مولانا کی زندگی ہی میں اپنی کتاب جہود مخلصہ اور جہود اہل الحدیث میں مولانا کا مختصر تعارف تحریر کیا تھا جس کا اُردو خلاصہ یہ ہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی سلفی مزاج کے حامل مشہور عالمِ دین، نامور محقق اور قرآن و حدیث کے معتبر و معروف مراجع کے خادم و ناشر تھے۔

آپ کی ولادت سن ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۹ء بمقام موضع بھوجیاں ضلع امرتسر (ہند) ہوئی۔ والد کا نام میاں صدرالدین حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم و ترجمہ قرآن والد ماجد، اور ناظرہ قرآن امام عبدالجبارؒ غزنوی بن امام عبداللہ غزنویؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالکریم بھوجیانی سے پڑھا، اساتذہ میں مولانا فیض اللہ خان شہید، مولانا عبدالرحمن بن مولانا فیض اللہ خان، مولانا عطاء اللہ لکھوی، حاجی امان اللہ بھوجیانی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا ابوسعید شرف الدین اور مولانا حافظ محمد گوندلوی علیہم الرحمہ جیسی اہم شخصیات شامل ہیں۔

آپ نے صحاح ستہ اور تفسیر جلالین، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے پوری سے پڑھی، اور ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔ نیز مولانا محمد عبدالتواب ملتانیؒ سے سندِ اجازہ حاصل کی۔ مولانا حافظ محمد گوندلویؒ سے مختلف علوم و فنون میں صحیح بخاری، تفسیر بیضاوی، عربی ادب، فلسفہ، ہیئت، فقہ و اصولِ فقہ کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ نیز مولانا ابوسعید شرف الدینؒ سے نزھۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر اور موطا امام مالک کا درس لیا۔

فراغت کے بعد تصنیف و تالیف اور تحقیق و بحث اور نشر و اشاعت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔

آپ کو حدیث و تفسیر اور عقائد کی کتابوں کی تحقیق و اشاعت کا ذوق وافر ملا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ وغیرہ کی مؤلفات قیمہ کی نشر و اشاعت میں آپ کی کوششیں قابلِ تحسین ہیں۔

مولانا کی ان علمی خدمات کی مختصر فہرست درج ذیل ہے:۔

۱۔ التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی بڑی تقطیع کی دو جلدوں میں مکتبہ سلفیہ سے شائع ہو کر قبولِ عام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

نیز کئی برس کی جدّ وجہد کے بعد جامعہ سلفیہ نے ادارۃ البحوث سے اس کتاب کو ازسرِ نو تخریج وتصویب کے ساتھ چھاپ کیا تھا مگر [له] نیا ایڈیشن چوبیس سو صفحات میں تیار ہوا ہے [فہارس کا کام ابھی باقی ہے۔ یہ کام جامعہ کے اُستاذ مولانا احمد مجتبیٰ کی نگرانی وتحقیق میں ہوا ہے جس پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ سلفیہ اور اس کے ذمّہ داران مولانا عبدالوحید سلفی ناظم جامعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری جو ادارۃ البحوث کے ذمّہ دار اور اس طرح کے اہم کاموں کے روحِ رواں ہیں نیز جن حضرات نے بھی اس اہم جماعتی ومسلکی وعلمی ودینی خدمت میں حصّہ لیا۔ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔ وفق اللہ الجمیع للخیر وسدد خطاھم۔

۲۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ للعلامۃ احمد حسن الدھلوی۔

اس کتاب کی تحقیق وتعلیق اور اس کے آخری کرم خوردہ نصف میں سے جزء ثالث کی تکمیل مولانا نے اور جزء رابع کی تکمیل ان کے شاگردوں نے کی۔ اس کتاب کی تعلیق وتحقیق اور تکمیل واشاعت ایک اہم کارنامہ ہے، کتاب کا تیسرا حصّہ مولانا کی زندگی میں اور چوتھا حصّہ آپ کی وفات کے بعد شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اتحاف النبیہ فی ما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ لاحمد بن عبدالرحیم المعروف بولی اللہ الدھلوی۔

شاہ ولی اللہؒ صاحب کی یہ اہم کتاب مولانا نے بڑی عرق ریزی سے تحقیق فرما کر کتب حدیث وفقہ وتفسیر وغیرہ کی اسانید اور علماء ورواۃ کے تراجم پر اختصار کے ساتھ بہت ہی عمدہ معلومات فراہم کیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اصل کتاب کے مباحث فارسی اور عربی میں ہیں۔ مولانا نے تعلیقات میں فارسی مباحث کو فارسی میں اور عربی کو عربی میں مرتّب فرمایا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ مولانا کی ان تینوں زبانوں پر دسترس اور علوم اسلامیہ اور ان کے خدّام کے سوانح حیات سے آگاہی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیز اس اہم خدمت پر ایک اچھے علمی مقالہ کی ضرورت ہنوز باقی ہے۔

۴۔ فیض الودود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد:

مرعاۃ المفاتیح کے مقدمے میں مولانا نے لکھا ہے کہ یہ کام خطیب بغدادی کی تقسیم کے مطابق دو جزء تک ہوا ہے۔

۵۔ احسن التفاسیر:

از محدث سیّد احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ اُردو میں اس ضخیم تفسیر کو آپ نے سات جلدوں میں اپنے بعض اہم حواشی کے علاوہ اپنے تلامذہ کی تخریج احادیث، نئی پیرا بندی اور رسم الخط کی اصلاح کے ساتھ شائع کیا۔

۶۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ:

فواد یونیورسٹی مصر کے مشہور اُستاد پروفیسر ابوزہرہ نے ابن تیمیہؒ اور دوسرے ائمہ اسلام پر مستقل تصانیف تیار کیں۔ "شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ" پر ان کی یہ کتاب بڑی اہم اور معلوماتی ہے لیکن کتاب میں ابن تیمیہؒ کے سلفی عقائد وآراء اور بعض علمی

[له] المکتبۃ السلفیہ لاہور سے ۵ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحث میں مؤلف سے جو تسامحات ہوئے تھے، اس پر مولانا نے نقد فرما کر اور مولانا رئیس احمد جعفری کے اُردو ترجمے پر نظر ثانی کر کے جگہ جگہ علمی حواشی مرتب کئے جو تقریباً کتاب کا ثلث ہیں اور آخر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصنیفات و تالیفات کی ایک جامع اور فنی فہرست مختصر حواشی کے ساتھ پہلی دفع مرتب کر کے شامل اشاعت بھی کر دی اور اس کتاب کو بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع فرمایا۔

اس کتاب سے مولانا کے شغف کا حال یہ تھا کہ جب ان کے شاگرد اور شریک تجارت مولانا عبدالرحمٰن گوہڑوی نے خود نشر و اشاعت کا کام شروع کیا تو مولانا نے کہا کہ حیات ابن تیمیہؒ کے علاوہ جو کتاب بھی آپ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ شائع کرلیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۷۔ حیات امام احمد بن حنبل ــــ رحمہ اللہ ــــ (از پروفیسر ابُو زہرہ، اُردو ترجمہ: رئیس احمد جعفری، حواشی و تعلیقات مولانا عطاء اللہ حنیفؒ) ناشر: المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور۔

۸۔ حیات حضرت امام ابوحنیفہ ــ رحمہ اللہ ــــ (از پروفیسر ابو زہرہ) مولانا غلام احمد حریری (پروفیسر زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) سے اُردو ترجمہ کروا کے ثبت اور متنوع حواشی کے ساتھ شائع فرمایا:

۹۔ مکاتیب شاہ ولی اللہ دہلوی:

اِس کتاب میں شاہ صاحب نے امام بخاریؒ کے مناقب و فضائل نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی زندگی پر بڑا عالمانہ اور فاضلانہ تبصرہ فرما کر ان ائمہ کی علمی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔ یہ کتاب تقریباً ایک صدی قبل طبع تو ہوئی تھی لیکن اب مخطوط کے حکم میں تھی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر مولانا بھوجیانی نے اس پر نہایت دقیع حواشی کا اضافہ کر کے دوران مرض اس کو شائع کیا۔

۱۰۔ البلاغ المبین (فارسی) تالیف: شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(کتاب کے آخر میں مسئلہ توحید پر شاہ صاحب کی دیگر تصانیف سے اقتباسات شامل اشاعت کر کے ان حضرات کا ثبت جواب دے دیا ہے جو لوگ اس کتاب کو شاہ صاحب کی تصنیف تسلیم کرنے میں متأمل ہیں)

۱۱۔ تحفۃ الموحدین۔ (فارسی۔اُردو): تالیف: شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۱۲۔ الایقاف فی سبب الاختلاف: تالیف محمد حیاۃ السندی۔

۱۳۔ الاتباع: تالیف ابن أبی العز الحنفی شارح العقیدۃ الطحاویۃ۔

۱۴۔ اکمل البیان فی تایید تقویۃ الایمان: تالیف: مولانا عزیز الدین مراد آبادی۔

۱۵۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (عربی)، اور اس کے آخر میں الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف فارسی سے عربی میں منتقل کر کے دونوں رسالوں کو اپنی تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع کیا)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶ ۔ احوال الآخرۃ : تالیف : حافظ محمد لکھوی (پنجابی) مع حواشی وتصحیح ۔

۱۷ ۔ زینت الاسلام : تالیف : حافظ محمد لکھوی (پنجابی) مع حواشی وتصحیح ۔

۱۸ ۔ فصل الخطاب فی فضل الکتاب : تالیف : نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ۔

۱۹ ۔ ابقاء المنن بالقاء المحن : تالیف : نواب صدیق حسن خان بھوپالی ۔ نواب صاحب کی اس خود نوشت سوانح حیات کو مولانا بھوجیانی نے مولانا محمد خالد سیف سے املاء اور زبان کی تصحیح کے بعد شائع کیا ۔

۲۰ ۔ علمائے اسلام کا قادیانیت کی تکفیر سے متعلق اولین متفقہ فتوے : تالیف : مولانا محمد حسین بٹالوی ۔

۲۱ ۔ پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں : تالیف : مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی ۔

اس مختصر رسالہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی سالانہ اشاعت لاکھوں کی تعداد میں ہوتی ہے ۔ مندرجہ بالا اہم کتب و رسائل کی فاضلانہ خدمت و تحقیق اور ان کی اشاعت جہاں مولانا کے لئے توشۂ آخرت ہے، وہیں پر اسلامیانِ ہندو پاک کے لئے بالعموم اور عاملینِ بالحدیث کے لئے بالخصوص ایک بہت بڑا علمی و اصلاحی ذخیرہ ہے ۔

اس کے علاوہ مولانا کی دوسری تحریریں جو "الاعتصام" ماہنامہ "رحیق" وغیرہ میں شائع ہوتی رہی ہیں ۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو اس کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی ۔

دیر آید درست آید

۲۰ / ذی قعدہ سن ۱۳۹۴ھ کو مدینہ منورہ بغرض تعلیم گیا تو وہاں پر احباب سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ سال حج کی غرض سے مولانا یہاں تشریف لے آئے تھے ۔ جامعہ سلفیہ کے فضلاء کا مولانا سے بہت گہرا قلبی لگاؤ رہا ہے ۔ اپنی اس بے توفیقی پر کفِ افسوس مل کر رہ گیا کہ بچپن سے جس مشہور سلفی عالم کا تذکرہ سنتا رہا اس سے ملاقات نہ ہو سکی ۔ لیکن کہتے ہیں کہ دیر آید درست آید، میرے مدینہ منورہ کے دوران قیام ایامِ تعطیل میں مولانا سن چودہ سو کے رمضان میں عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے ۔ مکہ مکرمہ میں حافظ فتحی صاحب کے پاس مسجد حرام میں مولانا سے پہلی ملاقات ہوئی ۔ آپ کی سادگی، تواضع اور شانِ استغناء کا چرچا سُن رکھا تھا ۔ آپ کو جب دیکھا تو یہ واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے لباس اور وضع قطع سے نہیں بلکہ اپنے علم و فضل اور اوصافِ جمیلہ سے پہچانے جاتے تھے ۔

حافظ فتحی صاحب رحمہ اللہ حرم میں باب بلال کے پاس صحنِ کعبہ سے پہلے ترکی عمارت میں بیٹھتے تھے ۔ رفتہ رفتہ ان کی مجلس مجلسِ احباب بن گئی ۔ جو کعبہ کے زیر سایہ برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش و نیپال و بلادِ اسلامیہ و عربیہ کے احباب کے لئے سب سے بڑا رابطہ تھا ۔ آپ نے اس ناچیز کا مولانا سے تعارف کرایا ۔ میں نے مولانا کی خدمت میں جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ المطہرۃ (علماء برصغیر پاک و ہند کی خدماتِ حدیث) جھود اھل الحدیث فی خدمۃ القرآن الکریم (علما المحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تفسیری خدمات) پیش کی۔ اور نظرثانی اور اصلاح کی گزارش کی مولانا نے وعدہ فرمالیا اور اپنے تمام مشغولیت کے باوجود اتنا وقت نکال ہی لیا کہ دونوں رسالوں پر ایک سرسری نظر ڈال لی۔

مولانا کی نظرِ التفات وعنایت سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا جس سے بہت اطمینان ہوا۔ اور کتاب کے مشتملات کو توثیق و تائید بھی حاصل ہوگئی۔ جہودِ مخلصہ کے دوسرے ایڈیشن میں ان ملاحظات سے استفادہ کیا جاچکا ہے۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصّالحات۔

جہود اہلِ حدیث پر مولانا نے جو نوٹ لکھے تھے وہ کتاب کی دوسری اشاعت کے وقت بنارس میں موجود نہ تھے اور نہ میں ہی وہاں تھا۔ اس لئے اِنْ شَاءَ اللّٰہ آئندہ اشاعت میں فائدہ اٹھایا جائے گا۔

بہرحال مولانا مرحوم سے یہ پہلی اور بھرپُور ملاقات رہی۔ رمضان کے بعد جب مولانا اوائل شوال سن چودہ سو (۱۴۰۰ھ) میں مدینہ منورّہ تشریف لے گئے تو آپ کی صحبت ومعیّت اور خدمت کا بیش بہا موقع ملا اور مختلف علمی اور تحقیقی و تصنیفی اور دعوتی امور ومسائل پر آپ کے روشن خیالات اور پُرمغز آراء وافکار اور مشوروں سے استفادے کا موقع ملا۔ اس موقع پر مسجد نبوی میں مولانا نے فرمایا کہ تم سے بات چیت اور تمہاری کتابوں کو دیکھنے کا اتنا موقع باایں ہمہ مصروفیت مل گیا جس کا مجھے اندازہ نہ تھا اتنا تو وقت میں محمد عزیر شمس کے لئے بھی نہ نکال سکا جو مجھ سے ملنے لاہور پہنچ گئے تھے۔

مولانا کو میں اپنی گاڑی سے مسجد نبوی مدینہ یونیورسٹی، مسجد قبا اور مکتبہ سلفیہ و مدینہ یونیورسٹی کی لائبریری نیز اپنی رہائش گاہ حارہ جرف اور محترم مولانا عبدالرحمٰن گوہڑوی کی رہائش گاہ مطابع الرشید وغیرہ کئی دنوں لئے پھرتا رہا۔ شیخ حماد انصاری اور بعض دوسرے اہلِ علم سے ملاقات بھی ہوئی۔ شیخ حماد مولانا سے مل کر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور فرمائش کی کہ وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ الزاید سے ملاقات کے لئے چلیئے۔ جب ہم وائس چانسلر کے پاس گئے تو ان سے علیک سلیک اور تعارف کے بعد شیخ حماد سے مولانا کے ذوق وفن کی رعایت کرتے ہوئے اور جامعہ کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مولانا وائس چانسلر کے نام جامعہ کی مطبوعات کے ایک سیٹ ہدیہ عنایت فرمانے کی درخواست دیں کہ یہاں سرکاری اداروں سے بالعموم تقسیم کی جانے والی کتابوں کے حصول کا تقریباً یہی انداز ہے لیکن مولانا نے کتابوں کی شدید خواہش کے باوجود معذرت کردی کہ میں اس کے لئے کوئی درخواست نہیں دوں گا۔ اس پر شیخ حماد کو تعجب بھی ہوا لیکن بات آئی گئی ہوگئی۔

اسی سفر میں مولانا نے مکتبہ سلفیہ سے ایک اچھّی خاصی قیمت کی کتابیں خریدیں۔ اور اسی وقت میں نے مولانا کی خدمت میں بعض کتابیں پیش کی تھیں جن میں قابلِ ذکر ابجد العلوم جلد اوّل طبعہ جدیدہ بیروت ہے اور جسے میں نے مراکش سے حال ہی میں خریدا تھا۔ قصّہ یہ ہوا کہ ہم لوگوں نے اپنی خریدی ہوئی کتابوں کے ساتھ ابجد العلوم وغیرہ بھی کارٹون میں رکھ دی اور نماز کا وقت ہوگیا اور وہ کارٹون مکتبہ سے باہر ہی رہ گیا۔ ہم لوگ جب اس کو لینے آئے تو پتہ چلا کہ اس کے بجائے ایک دوسرا کارٹن وہاں رکھا ہوا ہے یہ غلطی سے وزارۃ العدل ریاض کے ایک اعلیٰ عہدیدار جن سے اسی وقت مکتبہ میں تعارف ہوا تھا۔ اور وہ بھی کتابیں خرید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے۔ موصوف نے یا اُن کے ڈرائیور نے ہمارا کارٹن اپنی گاڑی میں رکھ لیا۔ اور اپنا کارٹن ہمارے لئے چھوڑ دیا۔ جب ہم لوگوں نے مولانا کے مستقر پر وہ کارٹن کھولا تو اصل معاملہ کا پتہ چلا، مکتبہ کی کتابیں تو ہمیں دوبارہ مل گئیں لیکن مغرب والی کتابیں ریاض جا پہنچیں جس کا ہمیں بڑا قلق ہوا۔ ہم نے مولانا کے ذوق کو اپنے ذوق پر ترجیح دے کر یہ کتابیں بالخصوص ابجد العلوم مولانا کو قیمتاً دی تھیں لیکن قَدَرَ اللہُ مَاشَاءَ وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا بھوجیانی کی خوش قسمتی وخوش بختی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ برصغیر جیسے کفر وشرک اور بدعت وخرافات بالخصوص سرزمین پنجاب جیسے گڑھ میں نشوونما کے لئے سلفی علمی اور دینی ماحول میسر آیا۔ انسان اپنے اساتذہ اور ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ عقائد کے مسئلہ میں خالص سلفی اور دوسرے لفظوں میں ''وہابی'' تھے۔ یعنی عقیدہ وعمل میں سلف صالحین کے مسلک اور منہج پر آپ کی نشوونما ہوئی۔ اور بزرگوں کے فیضِ صحبت سے طبیعت میں سوز وگداز، انکساری وتواضع اور ساتھ ہی تحقیق وتدقیق کا ذوق پیدا ہوا۔

شروع ہی سے مستند مؤلفین کی کتابوں سے ربط وتعلق اس طور پر ہوگیا کہ آپ ہندوستان میں سلفی کتابوں کی اُردو اور عربی و فارسی پر سہ زبانوں میں تحقیق وتالیف واشاعت کے لئے کافی مشہور ہوگئے۔

چنانچہ علم توحید، عقیدہ وتفسیر، حدیث، فقہ وتاریخ وسیر وتراجم میں مستند مؤلفین وشارحین کی کتابیں آپ کی جدوجہد سے یا نگرانی میں شائع ہوئیں۔ ہندوستانی مؤلفین میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی منتخب مؤلفات نیز نواب صاحب کی مؤلفات اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ، امام ذہبیؒ، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ وغیرہ کی کتابیں آپ نے بڑے اہتمام سے شائع فرمائیں۔

علم کا حقیقی فائدہ اس سے استفادہ اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو سنوارنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تابعین نے صحابہؓ سے تبع تابعینؒ نے تابعینؒ سے اور بعد میں ائمہ اسلام نے اپنے شیوخ عظام سے علم وحکمت، ادب واخلاق اور عمل وسلوک سب کو بیک وقت سیکھا تھا۔

تراجم رجال سے اس سلسلے میں بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مشہور تابعی ابو عبدالرحمٰن السلمی کا بیان اس سلسلہ میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔

ہندوستان کے اہل حدیث خانوادوں میں غزنوی خاندان عقیدہ سلف کے تمسک وخدمت میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ مولانا کا شمار ہندوستان کے ان اہل حدیث علماء میں ہے جن کے طرز فکر وعمل پر سلفیت کی چھاپ ہے۔ اسی لئے آپ کو غزنوی خاندان کے مسلک ومشرب کا داعی ومبلغ سمجھنا چاہیئے، آپ میں علم وحکمت اور دانائی کے ساتھ تمسک بالسنۃ کا جذبہ اور اس کی پرجوش تبلیغ کے لئے بڑی تڑپ تھی۔ ایک بار آپ نے باتوں باتوں میں اپنا منہج وعقیدہ اور نقطہ نظر ان لفظوں میں ادا فرمایا کہ عقاید کے مسئلہ میں حضرات علماء غزنویہ کا جو مسلک تھا اس سے اس کے بالمقابل کسی فکر وعقیدہ سے مصالحت کا کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک دینی و علمی مجلہ میں مفتی اکبر محمد بن ابراہیم آل شیخ کی سوانح حیات شائع ہوئی جو کہ ایک معروف اہل حدیث دشمن کے قلم سے تھی۔ مجھ سے فرمایا تم یہاں مدینہ میں محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت سے وابستہ علماء نجد و حجاز کے بارے میں ــــ مراجع موجود ہیں۔ اس لئے تم ان علماء کے بارے میں کیوں نہیں لکھتے۔

آپ نے کتابوں کی بڑی خدمت فرمائی۔ تجارتی سطح پر ان کی اشاعت کا انتظام کیا۔ لیکن مسلک و مذہب کو اپنی سماجی اور معاشی خوشحالی کا زینہ نہیں بنایا۔ اور نہ ہی اس سلسلے میں داد و دہش کی پرواہ یا فکر لاحق ہوئی۔ اور نہ ہی حمد و ثنا کے منتظر رہے۔

رسوخ فی العلم

آپ کی زندگی کی نمایاں خوبیوں اور اوصاف میں سے ایک وصف رسوخ فی العلم اور تبحر علمی ہے۔ سیر و تراجم کی کتابوں میں علوم میں مشارکت، تبحر و توسع اور رسوخ کے الفاظ علماء کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں۔

مولانا داؤد غزنوی اسی مطالعہ کی وسعت و کثرت اور تبحر علمی کے پیش نظر آپ کو کشف الظنون کہا کرتے تھے۔ اس کا تذکرہ از راہ تفنن و لطیفہ اور تحدیث نعمت مولانا عطاء اللہ صاحب نے مجھ سے مدینہ منورہ میں کیا۔

عام حدیث و تفسیر اور فقہ و اصول کے مسائل سے شغف کے ساتھ مولانا کو تاریخ و تراجم قدیم و جدید نیز عربی، اردو فارسی میں شائع ہونے والی قدیم و جدید کتابوں کے بارے میں اچھا خاصہ درک حاصل تھا اور اس کا ایک معیاری انتخاب بھی اپنے پاس رکھتے تھے نیز برصغیر میں شائع ہونے والے جرائد و مجلات کی فائلوں کو بھی آپ سنبھال کر رکھتے تھے انہیں امور کو مولانا داؤد غزنوی نے کشف الظنون کے لقب سے واضح کیا ہے۔ کشف الظنون اسلامی علوم و فنون سے متعلق ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جس کے مؤلف ملا حاجی خلیفہ کاتب چلپی ہیں اور اہل علم کے یہاں اس کتاب اور اس کے ذیول و تکملوں کی بڑی اہمیت ہے۔

مولانا کی مختلف کتابوں کی تحقیق و تعلیق میں یا کتابوں کی تقدیم و پیش لفظ میں یا استدراک و تعقبات میں ان سب اوصاف کی بیش بہا مثالیں موجود ہیں۔

تواضع و انکسار

اللہ کی رضاء و خوشنودی کی خاطر جس شخص نے بھی تواضع و انکسار کی راہ اپنائی وہ اللہ کی نظر میں اور بندوں کے یہاں محبوب اور مقبول ہوا۔ مولانا مرحوم اس باب میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ عوام و خواص میں ان کی مقبولیت اور ان سے محبت کا راز یقیناً آپ کی متواضع طبیعت اور اخلاص ہی ہے۔

عہد حاضر میں شخصیتوں کو سنوارنے بنانے کے لئے بے شمار اور نت نئے طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ رات دن ریڈیو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹیلیویژن، اخبارات جلسے جلوس اور اس میں پیش ہونے والے سپاس نامے اور پڑھے جانے والے قصائد وغیرہ وغیرہ ... معروف ومجہول انداز اور طریقے اب دن رات معاشرے پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں۔ دینی حلقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی اس حمام میں سیاسی لیڈروں ہی کی طرح ننگے نظر آتے ہیں لیکن ان تمام طریقوں کے اختیار کرنے کے باوجود علمائے دین کی مقبولیت و شہرت مشکوک بن کر رہ گئی ہے۔

یہ پہلو بھی طالبانِ علومِ نبوّت کے غور وخوض اور توجّہ کا محتاج ہے کہ اب بوریا نشینوں کے وارثین کے یہاں یہ سارے امراض سرایت کرتے جا رہے ہیں۔ علماء وطلباء کی بے وقعتی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اب فقر واستغناء اور اخلاص وانابت کے اوصافِ حمیدہ اس طبقہ میں تشویشناک انداز تک کم ہو گئے ہیں۔

اگر موجودہ ماحول میں مولانا محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ) مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری، مولانا عبدالسلام بستوی اور مولانا داؤد راز دہلوی — علیہم الرحمہ — جیسی شخصیات (جو ان طریقوں سے نابلد تھے) کی عوام وخواص میں مقبولیت وعزّت اور اچھی شہرت ہو تو یہ اسوہ وقدوہ اور ذاتی اوصاف وخصائل اور حقیقی دین کی خدمت اور اس کے لئے تڑپ جیسی چیزیں ہی قرار دی جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ریاء ونمود اور جھوٹی شہرت اور سیادت وقیادت کے فتنے سے محفوظ رکھے۔

جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم

مولانا کی زندگی میں ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ آپ عنفوانِ شباب ہی سے مسلک اہل حدیث کے پُرجوش داعی ومبلّغ رہے اور اس کے لئے آپ نے اپنے کو وقف کر دیا اور تحقیق وتدقیق، بحث ومطالعہ، تدریس ووعظ اور صحافت کے ذریعے اپنے مشن کو بڑی مستعدی سے آگے بڑھایا اور اس سلسلے میں اجتماعی وانفرادی ہر طرح کی جدّ وجہد جاری رکھی کہ مقصد دینِ حنیف کی اشاعت اور توحید کی آبیاری تھا۔ مولانا مشنری ذہن کے آدمی تھے۔ آپ کی خدمات کو مندرجہ ذیل عنوان سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ صحافت

اس پلیٹ فارم سے آپ نے ماہنامہ "رحیق" نکال کر اور ہفتہ وار "الاعتصام" کے ذریعے دعوت وتبلیغ اور تحقیق مسائل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ رحیق تو مالی وسائل کی قلت کی نذر ہو گیا۔ لیکن "الاعتصام" الحمدللہ مسلسل شائع ہوتا رہا اور آپ کی وفات کے بعد اب تک زندہ ہے اور اپنے وسائل کی حد تک اپنا مشن جاری رکھے ہوئے ہے۔

۲۔ تصنیف وتالیف

آپ نے تدریسی خدمات کے ساتھ بیش قیمت مفید علمی اور دعوتی کتابوں کی تحقیق وتالیف اور ترجمہ کا کام آخری وقت تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھا جس میں سے اہم نگارشات وتحقیقات کا تذکرہ اُوپر آگیا ہے۔

نیز اس کام کو آگے بڑھانے اور اس کو ترقی دینے کے لئے آپ نے علماء سے روابط استوار کئے اور تقسیم کار کی حکمتِ عملی سے اس کا دائرہ وسیع کیا جس کے نتیجے میں برِصغیر کے اہل حدیث مدارس اور ان کے علماء وطلباء کے نصاب کے لئے اور عام دینی و تبلیغی میدان میں مندرجہ ذیل کتابیں منظرِ عام پر آئیں یا تیار ہُوئیں۔

حدیث وعلومِ حدیث میں

۱۔ التعلیقات السلفیۃ علی سُنن النسائیؒ (از بھوجیانی)

یہ کتاب شروحِ نسائیؒ کا جامع خلاصہ نیز سُنن نسائیؒ کی علمی تحقیق اور بہت سے علمی مباحث کا خلاصہ اور مولانا کی علمی زندگی کا نچوڑ ہے، بنیادی طور پر مولانا کے پیشِ نظر برصغیر کے عربی و دینی مدارس کے علماء و فضلاء اور طالبانِ علومِ نبوت کی تدریسی و تعلیمی ضرورت تھی۔ نیز اختصار بھی مدِنظر تھا، اس لئے حلِ لغات و شرح احادیث اور اختلافی مسائل میں مسلکِ محدثین کی تشریح و وضاحت کا کام بھرپُور انداز میں ہوگیا۔ امام نسائیؒ نے اپنی اس عظیم تالیف میں حدیث کے صحت وضعف اور رجال کے مراتب اور علمِ علل حدیث پر بڑی گراں قدر آراء کا اظہار فرمایا ہے اور اہلِ علم کی علمی تشنگی کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا ہے۔ اس لئے مولانا نے احادیث کی تفصیلی تخریج اور رجالِ حدیث پر کلام میں اختصار کو مدِنظر رکھا ہے۔ عصرِ حاضر میں علمِ حدیث کی بیشتر کتابوں کے تحقیقی اشاعت اور مراجع کی فراوانی سے تخریجِ حدیث کا کام نسبتاً آسان ہوگیا ہے۔ پریس کی صنعت میں ترقی نے بھی مہمیز کا کام دیا۔ چنانچہ جامعہ سلفیہ نے جب اس کتاب کو عربی ٹائپ پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو محترم ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری مدیر ادارۃ البحوث الاسلامیہ و وکیل الجامعۃ السلفیۃ اور راقم الحروف نے شیخ احمد مجتبیٰ سے یہ طے کیا کہ وہ تصولیف ـــــ نئی عربی کمپوزنگ ـــــ کی صحت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج بھی کریں۔ کئی سال قبل جماعت کی معروف فاضل شخصیت شیخ ابوالاشبال شاغف حفظ اللہ نے صحاح کی دیگر کتب سے تخریج کا جو کام کیا تھا اس کا مسودہ بھی حافظ احمد شاکر نے اس کے سپرد کر دیا تھا کہ اس میں دیگر کتبِ حدیث سے تخریج کے علاوہ صحیح سنن نسائیؒ وضعیف سنن نسائیؒ شیخ البانی کے احادیث پر احکام کا اس نئے ایڈیشن میں اضافہ کر دیں تاکہ ہر سطح کے اہلِ علم اس کتاب سے فیضیاب ہوں۔ الحمدللہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے اس مشن کو جامعہ سلفیہ نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا جو برصغیر کے اس پُرشکوہ تعلیمی ادارے کے شایانِ شان کام ہے اور دُوسرے وسائل سے مالامال بھی۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

۲۔ مرعاۃ المفاتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح (از شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مُبارکپوری)

مولانا عطاء اللہ بھوجیانی کے علمی منصوبوں کا یہ نمائندہ کام علمی دُنیا کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔ شیخ الحدیث مرحُوم کا ابتدائی خاکہ ایک جامع اور مختصر حاشیے ہی کا تھا لیکن عملاً یہ ایک بھرپور مفصل اور منقح شرح میں بدل گیا۔ صحت و فراغ کے مسائل، طباعت کی مشکلات، [illegible]رانی پورہ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیش محل کا بُعد وغیرہ وغیرہ موانع کے سبب مشکاۃ کی یہ ناتمام شرح مشکاۃ کے تقریباً نصف اوّل کی معرکہ آراء شرح کی تیاری میں دامے درمے سخنے مولانا عطاء اللہ شریک رہے۔ کتاب کے پہلے ایڈیشن کی پہلی جلد مولانا نے مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ سے بڑے آب و تاب سے شائع کی۔ شروع میں فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں جماعت کی اس اہم علمی ضرورت اور اس کی تکمیل کے مسائل پر روشنی ڈالی، بعد میں کتاب کے دوسرے اجزاء شیخ الحدیث مرحوم نے خود لکھنؤ سے شائع کیں اور اس سلسلے میں بڑی تگ و دَو اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔

جماعت کے اس اہم علمی کارنامے کو عربی ٹائپ اور جدید انداز میں اشاعت کا شرف بھی جامعہ سلفیہ ہی کو حاصل ہوا۔ اور جامعہ نے اپنے دوسرے منصوبوں کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا، نئی طباعت کا پہلا ایڈیشن ختم ہوچکا تو دہلی سے اس کو آفسیٹ پر سات جلدوں میں شائع کیا، اس وقت اس کا تیسرا ایڈیشن تقریباً تیار ہے نیز پاکستان سے حجری اور ٹائپ شدہ مواد پر مشتمل ایک مرکب ایڈیشن بلا اجازت شائع ہوچکا ہے، خبر ہے کہ ہندوستان کے ایک تاجر کتب نے اس کا ایک ایڈیشن خالصتہً تجارتی نقطۂ نظر سے جامعہ سلفیہ کی اجازت اور علم کے بغیر چھاپ کر کہیں چھپا کر رکھ چھوڑا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ابناء و احفاد شیخ الحدیث کو اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۳۔ تنقیح الرواۃ فی شرح تخریج احادیث المشکوٰۃ از محدث احمد حسن دہلوی (مجلد ثالث و رابع) تحقیق بھوجیانی و اصحابہ۔

۴۔ بلوغ المرام (مطبع مجتبائی کا عکس۔

۵۔ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ (از شاہ ولی اللہ دہلوی تحقیق مولانا عطاء اللہ)

۶۔ حاشیہ صحیح بخاری: از مولانا عزیز زبیدی: زیر نگرانی: مولانا بھوجیانی (نظر ثانی اور طباعت کا کام باقی ہے)

اور تفسیر و اصولِ تفسیر میں

۱۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (شاہ ولی اللہ الدہلوی عربی ایڈیشن مع تحقیق و حواشی اور آخر میں رسالہ "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف": از شاہ ولی الدہلوی) یہ رسالہ فارسی میں تھا۔ مولانا نے اس کی تعریب کرکے آخر میں شائع کیا۔

۲۔ احسن التفاسیر (از محدث احمد حسن دہلوی) علمائے اہل حدیث نے برصغیر میں مسلمانوں کی دینی ضرورتوں کے پیشِ نظر قرآن مجید کے اردو تراجم کا انتظام کیا۔ نیز سلف صالحین کے منہج و طریقے سے ہم آہنگ تفاسیر کو اردو کا جامہ پہنایا، چنانچہ نواب صدیق حسن کی مفصل اردو تفسیر ترجمان القرآن مولانا محمد جوناگڑھی کا ترجمہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ مولانا محدث احمد حسن دہلوی کی یہ تفسیر بھی سلفی تفاسیر میں ایک نمائندہ تفسیر ہے جس کو اسی اہمیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیشِ نظر مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے شائع کر کے ایک بہت بڑی ضرورت کو پُورا کیا۔

۳۔ اشرف الحواشی: (مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی تحریک اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ کی تائید و مالی تعاون سے مولانا عاصم الحداد نے یہ حواشی لکھے۔ پھر ۱۴ پارے تک مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے نظرِ ثانی بھی کی۔ آخری سولہ پارہ پر نظرِ ثانی کا کام مولانا عبد الفلاح نے کیا۔

اسرارِ شریعت و مقاصدِ دین میں

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ (از شاہ ولی اللہ الدہلوی)

تراجم صحابہؓ و فضائلِ مناقب صحابہؓ اور رَدِّ رفض و تشیع کے باب میں

۱۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین: شاہ ولی اللہ الدہلویؒ

۲۔ منہاج السنۃ فی الرد علی القدریۃ والشیعۃ (تالیف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

۳۔ خلافت و ملوکیت کی شرعی حیثیت (از صلاح الدین یوسف زیر نگرانی مولانا عطاء اللہؒ)

اور سیر و تراجم علماء سلف و خادمانِ دین کے تعارف کے سلسلے میں

۱۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ (تالیف پروفیسر ابوزہرہ مصری ترجمہ رئیس احمد جعفری تعلیقات و حواشی مولانا عطاء اللہ حنیفؒ۔

۲۔ حیات امام احمد بن حنبلؒ (از پروفیسر ابوزہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری۔ تعلیق مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ۔

۳۔ حیات امام ابوحنیفہؒ (از پروفیسر ابوزہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری۔ تعلیق مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (اُردو ترجمہ از حافظ محمد اسحاق لاہور۔ ناشر: اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور) یہ کتاب بھی مولانا کی نگرانی اور توجہ و مشورے سے اُردو میں شائع ہوئی۔ (۵) تذکرہ علمائے خانپور (ہزارہ)

اِتباعِ سُنت و ردِ تقلید و شرک و بدع میں

۱۔ اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان: تالیف: مولانا عزیز الدین مراد آبادی۔

۲۔ ردّ الاشراک (تقویۃ الایمان کا عربی ایڈیشن، تحقیق: محمد عزیر شمس)

۳۔ تحفۃ الموحدین: تالیف: شاہ ولی اللہ دہلوی (فارسی۔اُردو)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ البلاغ المبین : تالیف : شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ (فارسی)

۵۔ الاتباع : تالیف : ابن ابی العزّ الحنفی۔

۶۔ ذکر الٰہی۔

حافظ محمد زکریا مرحوم نے امام ابن قیمؒ کی کتاب "الوابل الصیب" کو اُردو میں منتقل کیا جس کا پہلا ایڈیشن حافظ صاحب نے خود اور دوسرا ایڈیشن مولانا بھوجیانی نے شائع فرمایا۔

مسلکِ اہل حدیث اور منہج محدّثین کی تقویت وتائید میں

۱۔ حدیث کی تشریعی اہمیّت : تالیف : مولانا محمد اسماعیل سلفی (ناشر: مکتبہ سلفیہ، لاہور)

۲۔ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث : تالیف : مولانا محمد اسماعیل (ناشر: مکتبہ سلفیہ۔ لاہور)

۳۔ الارشاد الی سبیل الرشاد : تالیف : مولانا ابو یحییٰ شاہجہانپوری (ناشر: اہل حدیث اکادمی)

۴۔ حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان : تالیف : مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ۔ ناشر: اہل حدیث اکادمی)

۵۔ تفہیم اسلام : از سید مسعود احمد (ناشر: اہل حدیث اکادمی)

۶۔ فتاویٰ نذیریہ (ناشر: اہل حدیث اکادمی)

۷۔ افاداتِ ابنِ تیمیہؒ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے سات مفید رسائل کو حافظ محمد زکریا رحمہ اللہ نے اُردو کا جامہ پہنا کر طبع اوّل خود شائع کیا۔ اور طبع دوم مولانا نے اپنے مکتبہ سے کیا۔

عربی زبان وادب کی خدمت میں

۱۔ دیوانِ حماسہ (اُردو ترجمہ مع سلک النکات فی حل اللغات) : از ۔ مولانا محمد اسحاق لاہوری (ناشر: مکتبہ سلفیہ۔ لاہور)

۲۔ سبعہ معلقہ (اُردو ترجمہ وعربی شرح) : از ۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی (ناشر: مکتبہ سلفیہ۔ لاہور)

علمی اور دعوتی کاموں کے پلیٹ فارم

۱۔ ذاتی لائبریری

مولانا نے اپنے ذوق وشوق اور محنت سے علمی وتحقیقی کتابوں کا بہت بڑا علمی ذخیرہ اکٹھا کر رکھا تھا اور اس سلسلے میں عرب وعجم یا اُردو اور عربی وفارسی کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ ہر طرح کے مراجع اور دُور دراز کی مطبوعات اللہ کی توفیق سے آپ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس موجود تھیں لیکن آزادی سے پہلے کا یہ قیمتی سرمایہ تباہ و برباد ہو گیا اور بہت اچھا علمی ذخیرہ دوبارہ اکٹھا ہو گیا جس میں برصغیر کے جرائد و مجلات کی فائلیں بھی تھیں۔ نواب صدیق حسن کی اردو، عربی، فارسی کی جملہ تصانیف، متنوع کتابیں، جریدہ اہل حدیث امرتسر اور اشاعت السنّہ کی فائلیں بھی آپ کے مکتبے میں موجود ہیں۔ کتابوں کے جمع و انتخاب کا شوق آخری عمر تک برابر قائم رہا۔ نیز اس سے استفادہ بھی مسلسل کرتے رہے۔

۲۔ المکتبۃ السلفیہ

مولانا نے اپنی علمی اور معاشی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر ایک معیاری دارالاشاعت قائم کیا۔ جس کے ساتھ شیش محل کا لاحقہ بھی تھا اور حقیقت میں یہ آپ کے افکار و تصوّرات کا شیش محل تھا۔ اس ادارے سے آپ نے ٹھوس علمی و تحقیقی خدمات کو علماء و طلباء اور عام مسلمانوں تک پہنچایا۔

۳۔ مجلہ "رحیق" اور "الاعتصام"

ماہنامہ الرحیق کچھ دنوں کے بعد بند ہو گیا لیکن "الاعتصام" نے مولانا کی زندگی میں ۳۸ سال پورے کر لئے۔ یہ معیاری رسالے عہدِ حاضر میں منارہ رُشد و ہدایت ہیں۔

۴۔ دارالدّعوۃ کی تاسیس

مندرجہ بالا کتابوں کی تفصیل سے مولانا کا کتابوں سے شغف بخوبی واضح ہے۔ مولانا نے اپنے اور اپنے ہم مشرب اور ہم خیال علماء اور طلباء کے لئے ایک اہم دعوتی و تحقیقی و تبلیغی ادارے کی تاسیس فرمائی جس کو ہم اور آپ دارالدّعوۃ السلفیہ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس ادارے کو مولانا نے اپنی نفیس لائبریری وقف فرما دی۔ اسی ادارہ کے زیرِ نگرانی "الاعتصام" بھی شائع ہو رہا ہے۔ گویا کہ مولانا نے جریدہ الاعتصام کو بھی اس ادارے کے سپرد کر دیا اور اس طریقے سے علمی طور پر دارالدّعوۃ کا وجود ایک حقیقت بن گیا۔ مولانا کی زندگی ہی میں متعدد باصلاحیت افراد اس ادارہ سے منسلک ہو گئے اور علم و تحقیق کا کام مزید منظّم ہو گیا۔ اب تک اس ادارے سے متعدّد باصلاحیت افراد اس ادارہ سے منسلک ہو گئے اور علم و تحقیق کا کام منظم ہو گیا۔ اب تک اس ادارے سے متعدد اہم علمی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس ادارے کے زیرِ نگرانی مدرسہ مصباح القرآن بچوں کی قرآن حکیم کی تعلیم اور دینی تربیت کا کام بھی انجام دے رہا ہے۔

۵۔ خطابت و تدریس

علمی تصانیف و تحقیقات کی شہرت میں مولانا کی دعوتی و تبلیغی اور تدریسی خدمات سے غفلت کا امکان ہے۔ اس لئے قارئین کرام کے علم میں یہ بات آنی چاہیئے کہ آپ مختلف وقتوں میں باقاعدہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے نیز سالہا سال درس و تدریس سے منسلک رہے۔ تنظیم اہلحدیث کے مرکزی دارالعلوم گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث بنائے گئے۔ پھر کوٹ کپورہ (فرید کوٹ) میں دو تین سال خطابت کی ذمّہ داری سنبھالے رہے۔ ضلع فیروزپور میں تدریس کا کام کیا۔ سن ۱۹۳۷ء میں فیروز آباد جامع مسجد اہلحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تشریف لے گئے اور وہاں دار الحدیث نذیریہ قائم کیا اور کم و بیش دس سال تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر ۱۹۴۶ء امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ کے مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ (فیصل آباد) (حال ماموں کانجن) میں شیخ الحدیث بنائے گئے۔ تقسیم کے بعد تقریباً پانچ سال دار العلوم تقویۃ الاسلام (غزنویہ) لاہور میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد جمعیت اہلحدیث کی تنظیم اور اس کے مرکزی جامعہ سلفیہ کی تاسیس کا کام کیا۔ نیز جامعہ سلفیہ پاکستان کے پہلے شیخ الحدیث مقرر کئے گئے اور تقریباً دس سال تک جامع مسجد مبارک اہلحدیث اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دیتے رہے

مجموعی طور پر پچیس برس تک آپ نے صحیح بخاری شریف کا درس دیا اور بہت سارے طالبان علوم نبوت نے آپ سے عقیدہ و حدیث، و تاریخ، و تراجم میں کسب فیض کیا۔

۶۔ اسلامی نظریاتی کونسل، درؤیت ہلال کمیٹی و وفاقی مجلس شوریٰ پاکستان کی ممبری۔

مولانا کو مندرجہ بالا کمیٹیوں کی رکنیت حاصل رہی۔ اس طرح کے سرکاری اداروں کی رکنیت، مولانا کے مزاج و طبیعت سے ہٹ کر تھی لیکن مولانا نے ان اداروں کی رکنیت کو صرف دینی و جماعتی نقطۂ نظر سے قبول کیا تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل کا موقع آئے تو اس کا حق ادا ہو جائے۔ میرے اپنے علم کی حد تک مولانا یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے اس اعزاز سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تنظیم و تشکیل اور تاسیس میں مشارکت

آزادی کے بعد ہندوستان اور پاکستان کی اہلحدیث تنظیموں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں جماعت کی نئی تنظیم و تشکیل میں مولانا بھوجیانی نے مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا بلکہ مولانا عملی طور پر جدوجہد اور رابطہ میں سب سے فعال شخصیت رہے ہیں۔ کیونکہ افراد جماعت اور علماء و طلباء سے ربط و ضبط اور ان سے خلا ملا میں مولانا کو انفرادی حیثیت حاصل تھی۔

تنظیم جماعت اور تاسیس جامعہ سلفیہ کے کاموں میں مشارکت کے بعد عملی طور پر مولانا کی جچی تلی تجربہ پر مبنی سنجیدہ و مخلصانہ رائے تھی کہ جماعت اہل حدیث کا موجودہ تنظیمی ڈھانچہ اس طور پر بنا ہے اور صورت حال اتنی پیچیدہ ہے کہ سنجیدہ اور مخلصانہ جدوجہد کے لئے فی الحال یہ پلیٹ فارم غیر مؤثر ہو کر رہ گیا ہے۔ اس علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والوں کو ان اداروں سے ممکنہ حد تک دور رہ کر مسلک سلف اور منہج اہل حدیث کی سنجیدہ خدمت انجام دینی چاہیئے اور دور سے ممکنہ خدمت سے گریز بھی نہ کرنا چاہیئے۔ ذاتی طور پر مولانا نے ناچیز کو یہی مشورہ دیا تھا۔

علماء اور طلبہ سے تعاون

مولانا کا تعلق تقریباً برصغیر کے ہر سطح کے علماء و طلباء سے بہت ہی خوش گوار رہا اور علم و دین کی خدمت میں آپ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاتفریق مذہب وملت ہر طرح کے لوگوں سے تعاون کیا۔ ناچیز سے مولانا کا جو مخلصانہ تعلق تھا۔ اس حوالے سے مولانا نے جماعت و افراد اور تعلقات کے زیر و بم سے متعلق بہت سی باتیں بتائیں۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مولانا نے اس طرح کے مسائل کا تذکرہ عبرت و موعظت کے لئے فرمایا تھا۔

علم و عمل کی دنیا میں ہمت افزائی اور صحیح رہنمائی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جن لوگوں کا مولانا سے تعلق رہا ہے۔ انہیں آپ کی ہمت افزائی و رہنمائی کی باتیں معلوم ہوں گی۔ اس سلسلے میں دو باتیں میں اپنے حوالے سے کروں گا۔ مولانا نے میری ابتدائی دو کتابیں جہود مخلصہ فی خدمۃ السنۃ المطہرۃ اور جہود اہل الحدیث فی التفسیر کا مطالعہ فرما کر اس پر مفید نوٹ تحریر فرمایا۔ بعض اغلاط و تسامحات کی تصحیح کی اور بڑی ہمت افزائی کی۔ کتاب الاَباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر جب جامعہ سلفیہ بنارس سے میری تحقیق و تعلیق سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تو ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے مولانا کی خدمت میں ایک نسخہ ہدیہ ارسال فرمایا۔ مولانا نے جامعہ کو شکریہ کا خط لکھا اور میرے حق میں بھی کچھ کلمات خیر فرمائے اور مجھے بھی خط تحریر فرما کر بڑی ہمت افزائی کی۔

میرے دوست شیخ مساعد بن سلیمان الراشد نے پاکستان کا علمی سفر کیا۔ میں نے مولانا کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا نیز اپنی ساری مطبوعہ کتابیں بھی مولانا کو ارسال کیں۔ اس وقت رمضان کا مہینہ تھا۔ شیخ مساعد نے مولانا سے دارالدعوۃ السلفیۃ کی بلڈنگ میں ملاقات کی۔ کتابیں پیش کیں۔ پاکستان میں اپنی آمد کا مقصد بتلایا۔ مولانا نے شیخ کو کافی اعزاز دیا۔ اور اپنے اصحاب و تلامیذ کو بٹھا کر ایک ایک کتاب اپنے ہاتھ سے اٹھا اٹھا کر دکھائی اور تبصرہ و تعارف کرتے رہے۔ بعد میں مجھے ایک مفصل خط لکھا اور فرمایا کہ میں اس وقت مفلوج ہوں۔ ماہ رمضان میں ظہر کے بعد کتاب الزہد لوکیع بن الجراح کی تین جلدیں تمہاری تحقیق کردہ ملیں اور میں کتاب کے مقدمے کو ظہر سے عشاء تک میں پڑھ گیا طبیعت خوش ہوئی اور بہت ساری دعائیں لکھیں۔ یقیناً اس طرح کے ہمت افزا کلمات دعائیں انسان کے لئے مہمیز ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ ان شاء اللہ تلك عاجل بشری المؤمن کے قبیل سے ہے۔

آسمان علم کا یہ خورشید پانچ سال مفلوج رہ کر ۳ ر اکتوبر سن ۱۹۸۷ء کو غروب ہو گیا۔ اب اس وقت اس نے اپنے پیچھے جو منہج سلف اور عقیدہ سلف اور خدمت حدیث کی روشنی چھوڑی تھی۔ اسی سے طالبان علوم نبوت روشنی حاصل کریں۔ اور یہی خدمات ان شاء اللہ مولانا کی قبر کو منور کریں گی۔ مولانا کے اولاد و احفاد اور اصحاب و تلامیذ کی مخلصانہ جدوجہد ان شاء اللہ جماعت کے مردہ جسم کے لئے تازہ خون فراہم کرے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کو اپنی آغوش رحمت میں ڈھانپ لے اور ہم سب کو طریق سلف پر چل کر سعادت دارین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مطیع اللہ سلفی
مُبارک پُور۔ انڈیا

مولانا کی اشاعتی خدمات

حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ت ۱۱۷۶ھ) کی ذات با برکات وہ ذات ہے جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں برّ صغیر ہند و پاک میں کتب حدیث کو بطرقِ اہلحدیث پڑھنے پڑھانے کا رواج پیدا ہوا۔ موصوف نے محدثین کرام کے اغراض و مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے فقہی انداز و ترتیب سے محدثین کرام کے تابناک عہدِ رفتہ کو زندہ کرنے کی تحریک شروع کی جس کی آبیاری ان علمائے کرام نے کی۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید (۱۲۴۶ھ) حضرت شاہ محمد اسحاق (۱۲۶۲ھ) ان کے تلمیذ رشید شیخ الکل فی الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ) صاحب تصانیفِ کثیرہ، مولانا نواب سید ابوطیب محمد صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ) علامہ ابوطیب محمد شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود (۱۳۲۹ھ) محدثِ جلیل مولانا ابوالعلی عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ (۱۳۵۳ھ) صاحب تحفۃ الاحوذی، مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹیؒ، صاحب فیض الباری شرح اُردو صحیح بخاری (۳۰ جلدیں) مولانا عبدالاول غزنوی (۱۳۳۱ھ) وغیرہم۔ یہ وہ ممتاز علمائے کرام ہیں جنہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحریکِ تجدید و احیاءِ سنّت کو علماً و عملاً انتہائی سرگرمی کے ساتھ جاری رکھا۔ اس آفتابِ ضیا پاش سے دنیائے اسلام کے دُور دراز گوشے روشن ہو گئے۔ اور عالم اسلام کے متعدد اہلِ علم و تحقیق نے موجودہ دَور میں لسلسلۂ طباعت و اشاعت علومِ حدیث، علمائے حدیث ہند کے مقتدا ہونے کا برملا اعلان کیا ہے۔

چنانچہ مصر کے نامور قلمکار اور محقق علامہ محمد رشید رضا مرحوم نے ان الفاظ میں علمائے اہل حدیث کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

”موجودہ دَور میں اگر علمائے اہل حدیث ہند کی علومِ حدیث کی خدمات کے سلسلے میں توجہات و عنایات نہ ہوتیں تو مشرقی ممالک سے اس کا جنازہ نکل گیا ہوتا جب کہ دسویں صدی ہجری سے مصر، شام، عراق اور حجاز میں مذکورہ فن میں زوال کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اور چودھویں صدی ہجری میں یہ زوال اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔“

(مقدمہ مفتاح کنوز السنہ بحوالہ مقدمہ مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ونشرۃ الجامعۃ السلفیہ)

ایک دُوسرے محقق شیخ عبدالعزیز خومی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

” اسلامی تحریکوں و تنظیموں میں کوئی ایسا فرد نظر نہیں آتا جس نے حدیث کا پورا حق ادا کیا ہو، جس طرح ہمارے ہندوستانی علماء نے کیا ہے، ان میں بہت سے حدیث کے حفاظ پائے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے تیسری صدی ہجری کی طرح ذہن و فکر کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی اور اسانید پر گہرائی و گیرائی کے ساتھ نگاہ رکھ کر کتابوں کو پڑھا اور پڑھایا۔ اور بہت سی ایسی نفیس اور عمدہ کتابیں طبع کرائیں جن کے بارے میں لوگوں کی تساہلی و تکاسلی نیز مرورِ ایام کی وجہ سے زیاں کا اندیشہ تھا۔" (مفتاح السنۃ بحوالہ مرعاۃ المفاتیح)

ایک اور محقق علامہ منیر دمشقی احیاء سنت کی اس تحریک کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ عظیم تحریک ہے جس نے کتبِ تفسیر و حدیث کی اشاعت و طباعت کے سلسلہ میں بلادِ اسلامیہ پر گہرے اثرات اور بہترین نقوش چھوڑے ہیں اور اکثر اسلامی ممالک نے حدیث و تفسیر کی کتابوں کی طباعت میں ان کی اقتداء کی ہے۔"

(انموذج من الاعمال الخیریہ بحوالہ مقدمہ مرعاۃ المفاتیح)

حضرت نواب صدیق حسنؒ خان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"علم و علماء کی خدمت کے سلسلہ میں نواب صاحب کا زبردست ہاتھ رہا ہے، اگرچہ کچھ کم ظرف اور تنگ نظر حضرات نے ان کی بے پناہ مساعی اور جِدّ و جہد کا انکار کیا ہے۔"

انہی یگانۂ روزگار ہستیوں میں سے علامہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی رحمہ اللہ ہیں جن کی شخصیت چودھویں صدی ہجری کی ان گنی چنی شخصیتوں میں سے تھی جو عالمی حیثیت کی حامل تھیں۔ اور آپ اپنے علم و فضل اور سادگی و بے نفسی کے لحاظ سے ان ہستیوں میں سے تھے جن کی ضوفشانی سے ہندو پاک اور عالمِ اسلام کے علمی حلقے تاباں و منور رہے۔ آپ کتاب و سنت کے احیاء کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیق، علم و مطالعہ اشاعت و طباعت، ترجمہ و انشاء خطابت و صحافت زندگی کے اہم مشاغل تھے۔ آپ کی زندگی گوناگوں خصوصیات کی حامل تھی۔ آپ اپنی ذات سے تنہا انجمن تھے۔"

اس مختصر سے مضمون میں ہم اپنی بساط بھر آپ کی زندگی اور آپ کے درخشاں کارناموں کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

وباللہ التوفیق۔

نام و نسب اور تاریخِ ولادت

آپ کا پورا نام یہ ہے:۔ علامہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بن میاں صدرالدین حسین۔ ولادت باسعادت ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بھوجیاں ہی میں حاصل کی۔ قرآن مجید، بلوغ المرام وغیرہ کی تعلیم مولانا عبدالکریم بھوجیانی سے حاصل کی، مولانا فیض اللہ خان صاحب سے ترجمۂ قرآن مجید پڑھا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ فیض اللہ خاں صاحب سے مشکوٰۃ المصابیح نحو اور صرف کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی وغیرہ کی ابتدائی تعلیم موضع بھوجیاں کی مشہور شخصیت حاجی امان اللہ صاحب سے حاصل کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ۱۹۲۴ء میں علمی پیاس بجھانے کے لئے ۱۳ یا ۱۴ سال کی عمر میں دہلی کا سفر کیا اور وہ سرزمینِ دہلی جو اُس وقت علماء و فضلاء کی آماجگاہ تھی وہاں پہنچ کر مشہور علماء و فضلاء سے کسبِ فیض کیا۔ آپ نے مدرسہ محمدیہ میں داخلہ لیا۔ اور مولانا عبدالجبار صاحبؒ کھنڈیلوی جے پوری (۱۳۸۴ھ) سے صحاح ستہ نیز جلالین اور موطا امام مالکؒ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سندِ اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا عبدالجبار جے پوریؒ شیخ الحدیث علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کے شاگرد ہیں اور آپ کا سلسلۂ سند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) سے جا کر ملتا ہے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور امام شوکانیؒ ان دونوں کے واسطے سے علامہ مرحوم کا سلسلۂ سند امام حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی سے جا کر ملتا ہے، جیسا کہ مولانا مرحوم سنن کی سند کے بارے میں اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "تعلیقاتِ سلفیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فاقول انی قرأت هذا الکتاب کله مع مشارکة الغیر من اوله الی اٰخره علی العلامه الاستاذ ابی محمد عبدالجبّار الجیفوری دام فیوضه فاجازنی مع قراءت علیه من سائر کتب الحدیث وغیرها وهو حصل القراءة والاجازة والسّماعة عن الشیخین الفاضلین احدهما الشیخ ابو محمّد عبدالوهاب الملتانی الدهلوی (۱۳۵۱ھ) وثانیهما العلامة الشیخ ابوالعلی محمّد عبدالرحمٰن المبارکفوری صاحب تحفة الاحوذی (۱۳۵۳ھ) وکلاهما حصلا القراءة والاجازة والسماعة عن العلامة الشیخ السید محمّد نذیر حسین المحدث الدهلوی (۱۳۲۰ھ) عن الشیخ الشاه محمّد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المکی (۱۲۶۲ھ) عن العلاّمة المحقق الشاه محمّد عبدالعزیز عن ابیه حجة الاسلام الشاه ولی الله احمد بن عبدالرحیم المحدث الدهلوی (۱۱۷۶ھ) وهو یرویه عن الشیخ ابی طاهر محمّد بن ابراهیم المدنی (۱۱۴۵ھ) عن ابیه ابراهیم بن الحسن الکردی المدنی عن الشیخ احمد الشقاشی (۱۰۷۱ھ) عن احمد بن القدوس الشناوی (۱۰۲۴ھ) عن الشیخ شمس الدین زکریا الانصاری (۹۲۶ھ) عن الشیخ عزالدین عبدالرحیم بن محمد الفرات (۸۵۱ھ) عن ابی حفص عمر بن حسن المراغی (۷۷۸ھ) عن الشیخ فخر الدین علی بن احمد بن البخاری (۶۹۰ھ) عن الشیخ ابوالکلام احمد بن محمد اللبان (۵۹۷ھ) عن الشیخ ابی علی حسن بن احمد الحداد (۵۱۵ھ) عن القاضی ابی نصر احمد بن الحسین الکسار (۴۳۳ھ) عن الحافظ ابی بکر احمد بن محمد الدینوری (۳۶۴ھ) عن مؤلفه الامام الحافظ ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسّائی (۳۰۳ھ) رحمهم الله تعالیٰ ۔ واجازنی بجمیع الصحاح الستة العلامه ابوتراب محمّد عبدالتواب الملتانی (۱۳۶۶ھ) وهو حصل القراءة والاجازة والسماعة عن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ العرب والعجم السیّد محمد نذیر حسین المحدّث الدهلوی (۱۳۲۰ھ) ح ویروی الشیخ ابو محمّد عبدالوهاب عن الشیخ ابی عبد الله منصور الرّحمٰن بن الشیخ عبدالله الانصاری الدّهلوی ثم البنجابی عن الامام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰ھ) ح ویروی الشیخ محمد عبدالرحمٰن (۱۳۵۳ھ) عن العلّامة الشیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی (۱۳۱۷ھ) عن الشیخ محمد بن ناصر الحازمی (۱۲۸۳ھ) عن الامام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰ھ) وهو یروی عن السید عبدالقادر بن احمد (۱۲۰۷ھ) عن العلامة محمّد حیات السندی المدنی (۱۱۶۳ھ) عن الشیخ سالم بن الشیخ عبدالله بن سالم البصری عن ابیه (۱۱۳۴ھ) عن الشیخ محمّد بن علاؤ الدین البابلی المصری (۱۰۷۷ھ) عن ابی النجا سالم بن محمد السنهوری (۱۰۱۵ھ) عن النجم محمد بن احمد (۹۸۴ھ) عن الذین رضوان بن محمد (۸۵۲ھ) عن ابراهیم بن احمد التنوخی (۸۰۰ھ) عن احمد بن ابی طالب الحجازی (۷۳۰ھ) عن اللطیف بن محمد بن علی القبیطی عن ابی زرعة طاهر بن محمد بن طاهر المقدسی (۵۶۶ھ) عن ابی محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد الدونی (۵۰۱ھ) عن القاضی الکسار (۴۳۳ھ) عن ابن السنی (۳۶۴ھ) عن الامام النسائی رحمهم الله (۳۰۳ھ)

موطا امام مالکؒ اور شرح نخبہ بھی ملک حبش خان میں مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی سے پڑھی۔ پھر پنجاب کا رخ کیا اور وہاں نحو وصرف کی باقیماندہ تعلیم کی تکمیل شیخ عطاء اللہ لکھوی سے کی۔

لکھوکی سے فراغت کے بعد آپ نے گوجرانوالہ کیلئے رختِ سفر باندھا اور علامہ شیخ محمد گوندلوی (۱۴ رمضان ۱۴۰۵ھ) سے علوم حدیث و تفسیر بیضاوی نیز علومِ آلیہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ جس کے نتیجے میں شیخ گوندلویؒ نے آپ کو صحاح ستہ اور موطا امام مالکؒ کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ واضح رہے کہ شیخ گوندلوی کا سلسلۂ سند امام شوکانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے جا کر ملتا ہے اور امام شوکانی کا سلسلۂ سند اتحاف الاکابر میں موجود ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا سلسلۂ سند صحاح ستہ کا ان کی مشہور تصنیف اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث الفقیہ میں۔ اسی طرح آپ نے شیخ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے تمام کتبِ حدیث وعلوم وفنون کی روایت کی اجازت حاصل کی۔

اساتذہ اور کتابوں کی فہرست پر نگاہ ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ مولانا نے اپنے طالب علمی کے ایام کتنی مصروفیت اور محنت میں گزارے۔

دہلی، پنجاب اور گوجرانوالہ ان مقامات کا سفر کر کے وہاں کے نامی گرامی علمائے کرام سے تعلیم حاصل کر کے اور حدیث، تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، نحو، صرف اور علومِ آلیہ ان سارے علوم وفنون میں کمال اور مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن مالوف واپس لوٹے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدریس و تبلیغ

آپ مروجہ علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کے بعد تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف تحریک و تنظیم ، تحقیق و تدقیق ، خطابت و صحافت اور تعمیری و اصلاحی امور میں جان و تن سے مصروف و مشغول ہو گئے ۔ چنانچہ کوئی ایسا شعبہ نظر نہیں آتا جس میں آپ کے روشن کارنامے موجود نہ ہوں ۔

جمعیت اہل حدیث کی جدّ و جہد سے گوجرانوالہ میں ایک مرکزی درس گاہ کا قیام عمل میں آیا ۔ جس میں آپ کو صدر مدرس کے منصب پر فائز کیا گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد جب یہ ادارہ امرتسر منتقل ہو گیا ۔ تو آپ نے قصبہ کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ میں ۳ سال تک مسلسل خطبۂ جمعہ کا فریضہ انجام دیا ۔ پھر مدرسہ " مرکز الاسلام " ریاست فیروز پور میں درس و تدریس کی مسند پر جلوہ گر ہوئے ۔

۱۹۳۸ء میں آپ نے شہر فیروز پور میں ایک تدریسی ادارہ " دارالحدیث نذیریہ " کے نام سے قائم کیا ۔ آپ کی یہ سرگرمی جاری تھی کہ مدرسہ " تعلیم الاسلام " اوڈانوالہ ماموں کانجن کے بانی و ناظم اعلیٰ جناب صوفی عبداللہ ؒ نے شیخ الحدیث کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے آپ کو مدعو کیا ۔ آپ انکار نہ کر سکے اور یہ پیش کش قبول فرمالی ۔ اس کے بعد آپ مولانا غزنوی علیہ الرحمہ کے ارشاد پر " دار العلوم تقویۃ الاسلام " غزنویہ لاہور میں بحیثیت شیخ الحدیث نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دینے لگے ۔ پھر جہاں آپ نے یہ ذمہ داری سنبھالی ۔ وہیں آپ نے اہل حدیث کی مشہور مسجد جامع مبارک میں مسلسل پندرہ سال تک خطابت کا بھی فریضہ انجام دیا ۔ پھر جب پاکستان میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں ایک مرکزی درس گاہ جامعہ سلفیہ کے قیام کا فیصلہ ہوا اور لاہور میں اس کی عارضی تعلیم شروع ہوئی ۔ تو آپ نے اس میں شیخ الحدیث کا فرضِ منصبی ادا کیا ۔

کارنامے

آپ نے تقسیم ہند و پاک سے پیشتر سیاست میں بھی حصّہ لیا تھا ۔ قادیانی تحریک کے خلاف سینہ سپر رہے ۔ لیکن بعد میں آپ نے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ اور اسلامی علوم و فنون ، عقائد و تفسیر ، حدیث و شروحِ حدیث کی نشر و اشاعت اور تحریکی و تنظیمی امور کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ۔

چنانچہ آپ نے مولانا حافظ محمد زکریا بن مولانا محمد باقر صاحب (م ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء) ______ اور مولانا داؤد غزنوی (۱۹۶۳ء) اور مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ (۱۹۶۸ء) کی رفاقت و معیت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کئے ۔ یہ کارنامے ہمارے لئے لائق تقلید و نمونہ ہیں ۔ ذیل میں آپ کے چند درخشاں کارناموں کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

پاکستان میں جمعیت اہل حدیث کا قیام

آپ نے مولانا عبدالواحد فیصل آبادی اور مولانا اسماعیل سلفی ؒ کے تعاون سے قرآن و حدیث کا پیغام عام کرنے اور رشاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولی اللہ محدث دہلوی اور چودھویں صدی ہجری کے مجدد شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ) کی تحریک تجدید اور احیاءِ سنت کو منصۂ شہود پر لانے کے لئے پاکستان میں جمعیت اہل حدیث کی داغ بیل ڈالی گئی جس کی قیادت و سیادت کے لئے مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا گیا، جو انہوں نے قبول فرمالی۔

آپ نے جمعیۃ اہل حدیث قائم کر کے پاکستان پر عموماً اور جمعیت اہل حدیث پاکستان پر خصوصاً احسانِ عظیم کیا۔ ان شاء اللہ آپ کے نامۂ اعمال میں ایک حصۂ ثواب کا برابر اضافہ ہوتا رہے گا۔

رحیق اشاعۃ السنۃ: جو مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہو رہا تھا اور ان کی وفات کے بعد سے اس میدان میں ایک خلاء محسوس ہو رہا تھا۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لئے آپ نے اپنے ادارہ ''المکتبۃ السلفیہ'' کے جانب سے اپنی ادارت میں ایک علمی، ادبی اور تحقیقی ماہنامہ مجلّہ ''رحیق'' کی اشاعت ۱۹۵۶ء میں شروع کی۔ یہ علمی ادبی ماہنامہ ہند و پاک کے شائع ہونے والے ادبی و علمی ماہناموں میں امتیازی مقام کا حامل تھا۔ اور مختلف طبقات میں اسے قبولِ عام حاصل تھا لیکن ۱۹۵۹ء میں مالی بحران سے دوچار ہو کر ۲ سال چند ماہ کی عمر میں اہل علم و تحقیق سے خراجِ تحسین وصول کر کے دم توڑ گیا۔

الاعتصام تقسیم ملک کے نتیجہ میں جماعت تتر بتر ہو چکی تھی اور اس کا واحد ترجمان اہل حدیث امرتسر بند ہو چکا تھا۔ مولانا نے ۱۹۴۸ء میں تن تنہا کسی تنظیمی اور جماعتی ایماء بلکہ باقاعدہ جماعتی تنظیم کے وجود سے قبل ہی ہفت روزہ الاعتصام کے ڈیکلریشن کی درخواست دے دی۔ سال بھر کے بعد جب درخواست منظور ہوئی تو آپ نے اسے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ کے حسب مشورہ انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کو بغیر کسی معاوضہ کے اشاعت کے لئے دے دیا۔ اور مولانا اسماعیل نے اپنے شاگردِ رشید مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے ذمہ اس کی ادارت کے فرائض سپرد کر دیے۔ جولائی ۱۹۴۸ء میں باقاعدہ جماعتی تنظیم قائم ہوئی۔ تو شمارہ ۹ جلد ۲ کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے اپنے اغراض و مقاصد کے پیش نظر اسے اپنا ترجمان بنانے کے لئے انجمن مذکور سے لے لیا۔ گو اس کے پبلشر مولانا بھوجیانی مرحوم ہی رہے اور یہ جریدہ اپنے دامن میں تحقیقی، علمی، ادبی اور اسلامی موضوعات پر مشتمل مضامین کا گلدستہ سجائے اور اسلام پر کئے جانے والے شکوک و شبہات و اعتراضات کا دندان شکن جواب لئے انتہائی آب و تاب کے ساتھ برابر شائع ہوتا رہا، اور یہ پرچہ بہر طور ''اہلحدیث'' امرتسر، کا بدل ثابت ہوا۔

بعد میں حالات نے ایسی کروٹ لی کہ آپ اپنا ہفت روزہ ''الاعتصام'' جمعیت اہل حدیث سے واپس لینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ وسط ۱۹۶۹ء سے آپ نے خود اپنی ادارت اور سرپرستی میں اس کی اشاعت شروع کر دی اور سخت دشواریوں اور مالی بحران کے باوجود یہ وقیع اور علمی ہفت روزہ جاری رہا، پھر ۱۹۸۰ء میں آپ نے دارالدعوۃ السلفیہ کے نام سے ایک باقاعدہ ادارہ تشکیل دیا اور الاعتصام کو اس کے زیرِ انتظام کر دیا۔ بحمد اللہ آج بھی مذکورہ ادارہ کی جانب سے جناب حافظ صلاح الدین یوسف ۔ جناب قاری نعیم الحق نعیم ۔ جناب مولانا علیم ناصری ایم اے ۔ جناب عصمت اللہ قلعوی اور جناب مولانا محمد سلیمان انصاری کی باوقار و سنجیدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادارت ونگہداشت میں جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی بن کر علمی مضامین سے لبریز برابر وقت مقررہ پر شائع ہو رہا ہے۔ اور دیگر حلقوں میں بھی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

دارُالدعوۃ السّلفیّہ

جیساکہ اشارہ کیا گیا ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا مرحُوم نے دارالدعوۃ السّلفیہ کے نام سے ایک اسلامک ریسرچ سنٹر کی بنیاد ڈالی جسے آپ نے ذاتی نہیں بنایا بلکہ اسے جماعت اہل حدیث کے علماء ومفکرین کے لئے وقف کر دیا جو ایک تیرہ رکنی "رجسٹرڈ" انتظامیہ کے تحت کام کر رہا ہے۔

اس وقت ادارہ: "دارالدعوۃ السلفیہ" چارمنزلہ عمارت پر مشتمل ہے، جس میں درج ذیل شعبے قائم ہیں۔

پہلی منزل: مدرسہ "مصباح القرآن" اور ہفت روزہ "الاعتصام" کے لئے مخصوص ہے۔

دوسری منزل پر مسجد کا انتظام وانصرام ہے۔

تیسری منزل پر عربی، چوتھی منزل پر اُردو لائبریری ہے۔

قیام پاکستان سے قبل فیروزپور میں جمع شدہ کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ "ہجرت" کی نذر ہو گیا تو پاکستان میں مولانا نے ہزاروں کتابیں جمع کر لیں اور یہ تمام اندوختہ دارالدعوۃ السّلفیہ کی اسی لائبریری کے لئے وقف کر دیا۔ اور خود " باہمہ شوے، بہمہ زرو" کی مثال قائم رکھی۔

اس لائبریری میں اس وقت علوم حدیث سے متعلق تقریباً تمام مطلوبہ کتب موجود ہیں، اسی طرح علوم قرآن پر بجز چند تفاسیر کے تقریباً تمام مشہور ومتداول کتابیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ فقہ واصول فقہ، ادب ولغت، تاریخ وسیر، تراجم و تذکرے، تصوّف اور دیگر علوم کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، بہت سی نادر کتابیں بھی اس لائبریری میں پائی جاتی ہیں۔

رسالہ معارف اعظم گڑھ، "برہان" دہلی اور دیگر نایاب رسائل وجرائد اور متعدد عربی مجلّات کی بہت سی فائلیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ "اشاعۃ السُّنّہ" کی متعدد فائلیں "تنظیم اہلحدیث" روپڑ کی ابتدائی فائلیں، اخبار "ستارہ صبح" مولانا ظفر علی خاں اور دیگر رسائل پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا نواب صدیق حسن خاں کی تالیفات (عربی) اُردو، اور (فارسی) کا تقریباً سارا ذخیرہ (جو کہ دو سو سے زائد کتب پر مشتمل ہے) نیز اس دور کی کتابیں، رسائل متعلقہ مسلک اہل حدیث کا بہت سا نایاب اور قدیم لٹریچر موجود ہے۔

حضرت نے اس لائبریری کے ایک ایک گوشہ کو شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ) اور علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی (۱۳۰۷ھ) رحمہم اللہ کی تصانیف سے مزیّن کر رکھا ہے

اس لائبریری سے طلبہ، اساتذہ، یونیورسٹی اور کالجز کے لیکچرار اور اسکالرز برابر استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

اس ادارہ کا پانچواں شعبہ "المجلس العلمی السلفی" ہے جس کے تحت تالیف وتصنیف کا کام انجام پذیر ہوتا ہے۔ غور فرمائیں ان سارے امور کی انجام دہی کے لئے مولانا نے کتنی محنت ومشقت اور جانفشانی وعرق ریزی سے کام لیا ہوگا۔ اللہ قبول فرمائے آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ السلفیہ

فنِ تفسیر، عقیدہ اور حدیث میں سلفی میراث کے تحفظ و بقاء اور نشر و اشاعت کے لئے ۱۹۵۱ء میں آپ نے لاہور میں "المکتبۃ السلفیہ" قائم کیا۔ درحقیقت یہ وہی مکتبہ ہے۔ جسے آپ نے مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لئے فیروزپور "دار الحدیث نذیریہ" کے ساتھ قائم کیا تھا۔

پاکستانی حکومت نے آپ کو "اسلامی نظریاتی کونسل" "رؤیتِ ہلال کمیٹی" اور "مجلسِ شوریٰ" کا رکن بھی متعین کیا تھا، مگر آپ اس کو اپنے لئے ابتلا سمجھتے، اور اس سے نجات پانے کی کوشش کرتے رہے۔

سیرت و کردار

آپ اعتقاد و عمل کے اعتبار سے پکّے سلفی المسلک عالم باعمل تھے، تقلید سے بیزار، تحقیق و مطالعہ، تدقیق و تعلیق کا جذبۂ بیکراں رکھتے تھے، مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی جس پر آپ کے مفید اشارات و اور تعلیقات موجود نہ ہوں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی کتاب بغیر مطالعہ کے لائبریری میں نہیں داخل کرتے تھے۔

چنانچہ آپ کے شاگرد شیخ ابوصہیب عاصم بن عبداللہ القریوتی نشرۃ الجامعہ بابت ماہ ذوالحجہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی بیماری کے ایام میں علامہ ناصر الدین البانی کی کتاب "ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل" اور ابن ابی عاصم کی تصنیف "السنۃ" آپ کی خدمتِ عالیہ میں لے کر حاضر ہوا تو آپ اس کتاب کے مطالعہ اور استفادہ پر برابر اصرار کرتے رہے۔ حالانکہ ڈاکٹروں نے کتب بینی سے منع کر رکھا تھا۔ اس سے آپ کے ذوقِ مطالعہ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:۔

"آپ کو کتابوں کی قیمت کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کتابوں کا فراہم کرنا اور دستیاب ہونا اہم تھا۔ آپ غور فرمائیں "التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید" (دس جلدیں) دس ہزار پاکستانی روپے میں خریدیں۔"

حضرت مولانا نے زندگی بھر فقیری میں شاہی کا نمونہ پیش کیا۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز رہے۔ لباس میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ ڈھیلے ڈھالے کرتے کے ساتھ تہبند اور سادہ سی پگڑی باندھتے، جبّہ و دستار اور عبا و قبا کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دی اور بقول سعدی سہ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار"، پر عمل پیرا رہے۔ آپ کی وضع و ہیئت سے عام لوگ نہیں جان سکتے تھے کہ اس پیراہن درویشی میں کتنا بڑا محدث اور علم و عرفان کا پیکر پوشیدہ ہے۔ آپ نمود و نمائش کو ریاکاری سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو محفلوں میں نمایاں کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ البتہ ان کی نرم خوئی اور نرم گوئی ان کے عالمِ بے بدل ہونے کی غمازی کرتی تھی۔ درویشی کے باوجود اسی علم کا اثر تھا کہ معاہد و جامعات آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ درحقیقت آپ کی زندگی سلفِ صالحین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نمونہ تھی. علم وفضل، تقویٰ وطہارت، زہد وقناعت، اخلاص وللٰہیت میں اپنی مثال آپ تھے. عزلت وسادگی، تواضع وخاکساری جود وسخا آپ کا خاص شعار تھا. اپنی پوری زندگی کرایہ کے مکان میں گزار دی. دنیا آپ کے قدموں پر آئی. مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔

علامہ مرحوم کے تلامذہ کی فہرست بڑی لمبی ہے. ان میں سے بعض ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تلامذہ

(۱) مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب شیخ الحدیث مدرسہ غزنویہ جنہوں نے تذکرۃ الحفاظ کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔

(۲) حافظ محمد قاسم صاحب گوجرانوالہ (۳) مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب (۴) مولانا ابوبکر صدیق لاہور (۵) مولانا معین الدین صاحب لکھوی امیر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان (۶) مولانا محی الدین صاحب لکھوی مولانا معین الدین کے بھائی (۷) مولانا محمد بن اسماعیل صاحب گوجرانوالہ نے آپ سے موطا امام مالکؒ کی تعلیم حاصل کی (۸) مولانا ابوبکر صاحب غزنوی (۹) محمد صادق فیصل آبادی (۱۰) محمد یعقوب مدرس جامعہ اسلامیہ جہلم (۱۱) مولانا عبدالصمد ماموں کانجن (۱۲) شیخ سلیمان علی (۱۳) مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطیب مسجد مبارک لاہور۔ وغیرہم۔

ان کے علاوہ آپ نے بہت سے معاہد وجامعات کے اساتذہ اور اہل وفن نیز عرب وعجم کے بہت سے شیوخ کو سندِ اجازت مرحمت فرمائی. اسی فہرست میں مولانا ابوصہیب عاصم بن عبداللہ القریوتی بھی ہیں جنہوں نے عربی میں مولانا مرحوم کی سوانح حیات پر نشر الجامعہ میں ایک مختصر مضمون تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے بعض طلبہ کو پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ جات بھی ملاحظہ فرمائے اور ان کا مناقشہ بھی کیا۔

تحقیق وتعلیق اور نشر واشاعت کا داعیہ

علامہ مرحوم کو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث پر حواشی لکھنے اور لکھوانے نیز علماء سلف کی تحقیقات وتعلیقات کو منظرِ عام پر لانے کا زبردست جذبہ اور بڑا شوق تھا، جس کا اندازہ مولانا کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے. آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”ہماری جماعت کے ایک فاضل بزرگ مولانا صغیر احمد شاغف بہاری (مقیم جدہ سعودی عرب) بھی راقم خاکسار ہی کی طرح صحاح ستہ پر عربی حواشی لکھنے اور لکھوانے کا بڑا شوق رکھتے تھے“

ہم چاہتے ہیں کہ ان دواعی واسباب پر روشنی ڈالتے چلیں، جن کی بنیاد پر آپ کے اندر جذبہ پیدا ہوا. ہندو پاک میں جماعت اہلحدیث نے کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ﷺ کے لئے جو ٹھوس اور مثبت قدم اٹھایا اور جاندار وباوقار ماحول پیدا کر دیا. اس سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں. ان کی سعی پیہم اور جہدِ مسلسل کے نتیجے میں حدیث وسنّت کی تدریس تو عام ہو گئی. بلکہ یوں کہئے کہ صحاحِ ستہ باقاعدہ منظم طور پر مدارس کے نصاب تعلیم کا جزو لاینفک بن گئیں. لیکن سلف صالحین نے احادیث کی جو خدمات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرانجام دی تھیں، تعصب اور مذہبی جذبات سے پاک ہو کر محض ان کی تدوین و تحفظ کے پیشِ نظر تھیں ۔ ان ائمہ حدیث نے انتہائی امانتداری سے احادیث کے منتشر شیرازہ کو اکٹھا کر کے صحیح احادیث کو اپنی تحقیق کے موجب اپنی تصنیفات میں شامل کیا تھا گو اس کی زد ان کے ذاتی خیالات یا ان کے اساتذہ کے مسلک پر ہی کیوں نہ پڑ رہی ہو۔

انہوں نے ان احادیث کی روشنی میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کی تبدیلی بھی کی۔ اب ان کتابوں کو نصاب میں داخل کرنے کی وجہ سے ——— ان حضرات کا طلسم ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ جن کے ذہن و دماغ میں شخصیت پرستی اور تقلید پرستی راسخ و پیوست ہو چکی تھی۔ اس لیے نصاب میں شامل کتابوں کے حواشی کو سلف کے بجائے خلف کے طریقۂ کار پر لکھ کر عام کیا جانے لگا تاکہ تقلیدِ شخصی کا جمود کسی طرح ٹوٹنے نہ پائے۔ علاوہ ازیں اپنے افکار و خیالات کو باقی رکھنے اور سنّتِ رسولؐ کو مجروح کرنے کے لئے ضعیف و موضوع روایات دور از کار تاویلات اور معنوی تحریفات کا سہارا لیتے ہوئے صحاح ستّہ اور دیگر کتب حدیث کے بالمقابل ——— دیگر کتابوں کے رواج دینے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح کے بالمقابل زجاجۃ المصابیح اور بلوغ المرام کے مقابل آثار السنن اور معارف السنن اور اعلاء السنن جیسی کتابیں شائع کی گئیں تاکہ کسی طرح یہ ثابت کیا جا سکے کہ ہم بھی خدمتِ حدیث میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

انہیں حالات و اسباب کے پیشِ نظر مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپنے دوست حافظ محمدؐ زکریا اور دیگر احباب و رفقاء کے تعاون سے صحاح ستہ اور دیگر کتب کو بے جا تاویلات سے بچانے کے لئے شروح و حواشی شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور ٹھوس اور مثبت قدم اٹھایا، چنانچہ آپ خود تعلیق و تحشیہ اور تحقیق و تدقیق میں مشغول ہو گئے اور دوسرے جماعت کے اکابر شیوخ و فضلاء کو بھی اس مہتم بالشان کام کے لئے برانگیختہ کیا اور کام لیا۔ اور تاحیات کتاب و سُنّت کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہے۔ نیز مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں۔

تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آپ اپنے بلند پایہ مقاصد میں کامیاب و کامران رہے۔ ذیل میں آپ کی تالیفات و تصنیفات و تعلیقات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو آپ کی جلالتِ شان اور کثرتِ علم و عرفان کا پتہ دیتی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

(۱) التعلیقات السّلفیہ علی سنن النّسائی

سنن نسائی صحاح ستّہ کی ان کتابوں میں سے ہے جو تخریج مسائل میں صحیح بخاری کے بعد کا درجہ رکھتی ہے جس پر علامہ مرحوم نے ایک بہترین اور جامع حاشیہ تحریر فرمایا۔ اور اساتذہ و طلباء کو ان پریشانیوں سے نجات دلائی جن کا وہ پڑھتے وقت شکار ہو جایا کرتے تھے۔ اس التّعلیقات کی یہ خصوصیات ہیں جو اس کے آخری صفحہ پہ درج ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے متن کتاب کی تصحیح امکانی حد تک کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ علامہ سندھی کا حاشیہ سنن نسائی : جس کا بیشتر حصہ حافظ سیوطی کے حاشیہ زہر الربی کی تلخیص ہے۔ التعلیقات السلفیہ میں پورے کا پورا لے لیا گیا ہے۔ پھر زہر الربی کے جو حصے علامہ سندھی کے حاشیہ میں نہیں آئے۔ وہ زہر الربی سے لے کر شامل کر دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں حاشیے بھی کامل طور پر ان تعلیقات میں آ گئے ہیں۔

۳۔ علامہ سندھی کے دوسرے حواشی صحاح ستہ سے بھی مناسب مقامات پر ضروری اضافے لئے گئے ہیں۔

۴۔ زہر الربی اور حاشیہ سندھی کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اب تک جو بیاض چلے آرہے تھے، جس سے عبارت کا مطلب خبط ہو جاتا تھا، کوشش کی گئی ہے کہ ان دونوں شارحین کے دوسرے حواشی اور ان کے ماخذ کی طرف رجوع کر کے ان کی تصحیح و تکمیل کر دی جائے۔

۵۔ ۱۳۱۵ھ میں ڈپٹی نذیر احمد کے اہتمام سے مطبع انصاری دہلی میں جو سنن نسائی کا نسخہ طبع ہوا تھا۔ وہ سابقہ سب اشاعتوں سے بہر حیثیت عمدہ تھا۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں ضبط و تحقیق رجال کی خاص طور پر کوشش کی گئی ہے۔ اس بناء پر اس کو اصل قرار دیا گیا ہے اور اس کے حواشی —— الحواشی الجدیدہ —— کا اکثر و بیشتر حصہ بھی التعلیقات السلفیہ میں آ گیا ہے۔

۶۔ خوش قسمتی سے شیخ حسین محدث یمانی کا بھی سنن نسائی پر مختصر مگر قیمتی حاشیہ دستیاب ہو گیا۔ جو اب تک غیر مطبوعہ تھا۔ اسے بھی ان تعلیقات میں سمو دیا گیا ہے۔

۷۔ اس کتاب کے تعلیم و تعلّم کے وقت جو اشکال پیش آتے تھے خواہ ان کا تعلق سندوں سے ہو یا احادیث کی تطبیق سے، ان کے تراجم و ابواب سے، ان کے حل کی طرف خاص توجّہ دی گئی ہے۔

۸۔ اس میں ایسے مباحث بھی ملیں گے جو مُروّجہ شروح کتب حدیث میں اس طرح سے منقح نہیں ہیں۔ بلکہ بعض مسائل کی تحقیق انفرادیت کی شان لئے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ ولی اللہ کے فوائد حدیثیہ مندرجہ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ سے بھی خاص استفادہ کیا گیا ہے۔

۹۔ نسائی شریف کے اکثر مُروّجہ حواشی میں محدثین کے نقطۂ نگاہ پر جو تنقید کی گئی تھی، سُلجھے ہوئے انداز میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

۱۰۔ کتابوں کے حوالے عام طور پر بقیدِ صفحات دیے گئے ہیں تاکہ اصل مباحث کی طرف رجوع آسان ہو۔

۱۱۔ اختصار کی وجہ سے بعض مسائل پر اگر تفصیلی گنجائش نہیں نکل سکی تو متعلقہ مظان کے حوالے بقیدِ صفحات دیے گئے ہیں تاکہ تحقیق کے شائقین ان کی طرف رجوع کر کے تشنگی دُور فرما سکیں۔

۱۲۔ تحقیقی کام کرنے والوں کی سہولت کے لئے احادیث کا شمار دے دیا گیا ہے۔

۱۳۔ اہم مباحث کی فہرست الگ دے دی گئی ہے اور ان کے حوالے بجائے صفحات کے احادیث کے نمبروں سے دیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں تاکہ تلاش میں آسانی رہے۔

۱۴۔ عوض میں متن کتاب ہے اور نیچے اس کی شرح۔ اس طرح وہ دِقت دُور ہوگئی ہے۔ جو کنارے کے حواشی میں پیش آتی تھی۔

۲۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ

یہ کتاب آج سے تقریباً پون صدی قبل حضرت شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے ایک فاضل شاگرد ڈپٹی سید احمد حسنؒ (مؤلف احسن التفاسیر) نے اپنے ایک فاضل شاگرد مولانا شرف الدین دہلوی کی معیت اور تعاون سے تحریر فرمائی تھی، جس میں مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی تخریج اور سندی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کی دو جلدیں (نصف مشکوٰۃ تک) ۱۹۱۵ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپ گئی تھیں اور آخری نصف تاحال غیر مطبوعہ رہا۔ عام خیال تھا کہ یہ نصف حصہ شاید ضائع ہوگیا ہے، لیکن حسن اتفاق سے یہ نصف حصہ مسودے کی شکل میں (جس کا بہت سا حصہ کرم خوردہ ہوچکا تھا) آج سے کوئی ۳۰-۳۲ سال پیشتر حضرت مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کو کراچی میں ایک مکتبہ سے دستیاب ہوگیا۔ جسے آپ نے اسی وقت خرید لیا۔ اور اپنے گرانقدر تنقیح و تحقیق اور تہذیب کے بعد شائع کیا۔

۳۔ فیض الودود تعلیق سُنن ابی داؤد

(مخطوطہ ناتمام) مولانا نے "سُنن ابی داؤد" پر حاشیہ تحریر کرنے کا بھی کام شروع کیا تھا، مگر افسوس دوسری مشغولیات کی بناء پر تسلسل قائم نہ رکھ سکے اور دو جزوں کے بعد یہ کام رُک گیا۔ واضح رہے۔ علاّمہ مرحوم نے مولانا حافظ محمد زکریا مرحوم کے زور دینے پر یہ کام شروع کیا تھا۔ اور ان دنوں ابُوداؤد بازار میں ناپید تھی۔

۴۔ حاشیہ بلُوغ المرام (مخطوطہ نامکمّل)

۵۔ حیات امام شوکانیؒ

امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ کے اپنے علمی مرتبہ ومقام کے علاوہ ان پر زیدیت اور رافضیت کے الزامات کے ردعمل کے طور پر مولانا کے ذہن میں امام شوکانیؒ کے لئے جو ہمدردی پیدا ہوئی تھی۔ اس کی تعبیر کے لئے آپ نے امام شوکانیؒ کے سوانح حیات پر ایک مختصر جامع کتاب تحریر فرمائی۔ جو تصنیفی دنیا میں آپ کی پہلی کارکردگی ہے۔ اس کتاب کو آپ نے تقسیم ہند سے پیشتر تالیف فرمایا تھا جس کی اشاعت حافظ مولانا محمد زکریا نے فرمائی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶ : ردع الانام عن محدثات عاشر المحرم الحرام — ردّ بدعات میں آپ کی یہ عربی تصنیف ہے ۔

۷ : اسلام اور قبروں پر عرس

۸ : پیارے رسولؐ کی پیاری دُعائیں

آپ کی یہ کتاب دُعاؤں کے مجموعہ پر مشتمل ہے ۔

۹ ۔ علامہ مرحوم نے "امام احمد بن حنبل" کے سوانح حیات پر مصر کے معروف محقق پروفیسر ابوزہرہ کی تصنیف کا اُردو میں پاک وہند کے مشہور ادیب رئیس احمد جعفری سے ترجمہ کرایا ۔ پھر اس کی تنقیح وتصحیح کی ۔ تعلیقات لکھیں ۔ اسے ایڈٹ کیا اور بیش قیمت مقدمہ لکھ کر آب وتاب سے شائع فرمایا ۔ پروفیسر ابوزہرہ پر گرانقدر علمی تنقیدیں کیں ۔ اور جب ۱۹۵۸ء میں لاہور کی ایک کانفرنس میں پروفیسر موصوف تشریف لائے تو ان سے ان کی نشاندہی فرمائی ۔ موصوف نے ان تنقیدات اور گرفتوں کی معقولیت تسلیم کرتے ہوئے مولانا بھوجیانی کا شکریہ ادا کیا ۔

۱۰ ۔ آپ نے پروفیسر ابوزہرہ کی مرتب کردہ کتاب "حیات شیخ الاسلام" ابن تیمیہ" کا بہت اہتمام سے ترجمہ کرایا ۔ اور ابن تیمیہؒ کی زندگی کے جو پہلو اس کتاب میں تشنہ رہ گئے تھے ، ان کی بابت اضافی مضمون لکھے ۔ پروفیسر ابوزہرہ نے اپنے داخلی ماحول یا غلط فہمیوں کی وجہ سے امام صاحب کی بعض تحقیقات پر جانبدارانہ تنقید کی تھی ۔ آپ نے اس کی تردید وتصحیح کی ۔ ماضی میں ہونے والے حملوں کا بھی دفاع کیا ، کتاب پر بے نظیر علمی تحقیقات وتعلیقات اور قیمتی پیش لفظ لکھا ۔ مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ جیسے ابن تیمیہ کے عارف ابوالکلام آزاد کے شاگرد اور یگانہ طرز نگارش اور اعلیٰ اسلوب کے اُردو انشاء پرداز ادیب ومفکر سے اس کا مقدمہ لکھوایا ۔ امام صاحب کی تمام مطبوعات کی فہرست تیار کی اور شیخ الاسلام کی زندگی پر ایسی کتاب اُردو داں طبقہ کے لئے پیش کردی جس کی نظیر سے عالم اسلام کے کتب خانے خالی ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

۱۱ ۔ امام عالی مقام ابوحنیفہؒ کے سوانح حیات اور آپ کے فقہی کلامی اور دوسرے اسلامی کارناموں پر مشتمل پروفیسر ابوزہرہ کی جامع تصنیف "حیات ابوحنیفہ" کا ترجمہ مشہور اہل حدیث ادیب پروفیسر غلام احمد حریری سے کرایا اور اپنی تحقیق تقدیم اور بیش بہا تعلیقات کے ساتھ شائع فرمایا ۔

۱۲ ۔ آپ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کی مسند پر وارد شدہ اعتراضات کا دفعیہ کرتے ہوئے ایک مفصّل تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا جو الاعتصام لاہور کے حجیت حدیث نمبر میں شائع ہوا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ قاضی ابن ابی العزحنفیؒ کی معرکہ آراء تصنیف "الاتباع" کی تحقیق و تعلیق کی۔

۱۴۔ حافظ نعیم الدین مراد آبادی کی "اکمل البیان فی رد اطیب البیان و فی تائید تقویۃ الایمان" پر حاشیہ درج فرمایا اور جامع مقدمہ تحریر کیا۔ یہ کتاب تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب "اصولِ التفسیر" پر، جس کا ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے کیا ہے، تحشیہ کا کام کیا۔

۱۶۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی مہتم بالشان تصنیف "اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ کے مخطوط کی تحقیق بھی کی اور مفید تعلیقات کا اضافہ بھی کیا۔

۱۷۔ علامہ محمد حیات سندھی کی کتاب "الایقاف فی اسباب الاختلاف" کا اُردو ترجمہ شائع کیا۔

۱۸۔ احادیث رفع یدین کا کوئی ناسخ نہیں ہے "اس موضوع پر ایک ٹھوس اور مدلل کتاب اُردو زبان میں تحریر فرمائی۔

۱۹۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کی کتاب "رسولِ اکرمؐ کی نماز" کی ترتیب و تکمیل کی۔

نشر و اشاعت

آپ نے تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیق کے علاوہ علمی و تحقیقی کتابیں تیار فرمانے، اور علماءِ سلف کے تیار شدہ جواہر پاروں کی کھوج لگانے، پھر انہیں زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ کرانے نیز حالات و ظروف کے مطابق کتابوں کی نشر و اشاعت کرانے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں ان کتابوں کا بھی قدرے تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) مرعاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: جیسا کہ میں گزشتہ صفحات میں اس اَمر کی وضاحت کر چکا ہوں کہ جناب مولانا حافظ زکریا صاحب اور حضرت علامہ مرحوم نے اپنے بزرگوں کے مشن کو زندہ رکھنے کے لئے کتبِ حدیث اور ان کے متعلقات کے تحشیہ و طباعت کی داغ بیل ڈالی اور مشکوٰۃ سے اس کام کا آغاز ہونا طے پایا۔ اس زبردست علمی خدمت کے لئے آپ کی نگاہِ انتخاب محدّث جلیل علامہ کبیر مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مبارکپوری بن مولانا عبدالسلام صاحب مؤلف سیرۃ البخاری پر پڑی۔ مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ نے مولانا مرحوم کی درخواست کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمایا۔ اور ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں کام کا سلسلہ شروع کیا۔

مولانا محمد زکریا صاحب تو ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء ہی میں معدہ کی بیماری میں انتقال فرما گئے۔ مگر ان کے والد ماجد مولانا میاں محمد باقر صاحبؒ نے اپنے مخلص فرزند ارجمند کے جاری کردہ کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کر لیا اور شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں طے شدہ ماہنامہ وظیفہ بھیجنے کا سلسلہ اس وقت تک برابر قائم رکھا جب تک ملک کی زرِ تبادلہ کی پالیسی اس کے آڑے نہ آ گئی۔ وظیفہ کتنا تھا؟ جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب گرہڑوی نے بتایا کہ علامہ بھوجیانی نے ۱۵۰ روپے ماہانہ وظیفہ متعین کیا تھا مگر شیخ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ میرا کام مبلغ ایک سو پچیس روپے میں چل جائے گا۔ یہ ہے بزرگوں کا اخلاص۔

تکمیل تحشیہ کا اندازہ چار سال تھا مگر شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تحشیہ کا کام جب شروع کیا تو ان کے سامنے معنوی ترقیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دُور از کار تاویلات کا وہ طوفان سامنے آیا جو "غایۃ المقصود" "تحفۃ الاحوذی" اور ابکار المنن کے بعد برپا کیا گیا تھا۔ لہٰذا شیخ الحدیث کے قلم سے حاشیہ پر اکتفا کرنے کے بجائے کام کو وسعت دے کر ایک عظیم وجلیل شرح کی بنیاد ڈالی جس کی ۹ جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اس کی پہلی جلد کی نشر واشاعت کا پہلا شرف ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں مولانا مرحوم کے قائم کردہ مکتبہ "المکتبۃ السلفیہ" لاہور کو حاصل ہوا۔ اور اب جامعہ سلفیہ، بنارس اس کی اشاعت کر رہا ہے۔

مرعاۃ المفاتیح اپنے ماسبق تمام شروحات پر ممتاز اوصاف وخصائص کی وجہ سے حاوی اور مغنی عن الشروح کتاب ہے۔ اندازِ تحقیق نے آٹھویں نویں صدی ہجری کا دور یاد دلا دیا۔ باقی ماندہ حصوں کی تکمیل کے لئے اللہ عزّ وجلّ کوئی صورت پیدا فرمائے اور شیخ الحدیث حفظہ اللہ کا سایہ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

اس شرح کی بنیاد ڈالنے کا سہرا مولانا رحمہ اللہ ہی کے سر ہے جنہوں نے اس عظیم الشان کام کے لئے شیخ الحدیث کو آمادہ کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

۲۔ تعلیق صحیح بخاری

جماعت اہل حدیث کے فاضل بزرگ مولانا صغیر احمد شاغف بہاری (مقیم جدہ) نے جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے پاس لکھا کہ فقہائے محدثین کے مسلک کے مطابق صحیح بخاری کے تدریسی قسم کے حواشی کی شدید ضرورت ہے لہٰذا، آپ اس کو سر انجام دیں اور اس کے جملہ اخراجات ہمارے ذمہ۔ لیکن علامہ مرحوم نے تنقیح الرواۃ جلد ثالث کی تہذیب و ترتیب میں مشغول ہونے کی وجہ سے معذرت کر دی اور اس کام کے لئے مولانا عزیز زبیدی کا نامِ نامی اور اسم گرامی تجویز کیا۔ چنانچہ مولانا زبیدی نے مولانا مرحوم کی پیش کش کو قبول فرما لیا۔ اور بارہ سو روپیہ ماہوار وظیفہ طے پایا۔ اور اپریل ۱۹۸۰ء سے اپریل ۱۹۸۴ء تک یہ وظیفہ مولانا مرحوم کے نام برابر ماہ بہ ماہ آتا رہا۔ مولانا مرحوم نے مولانا زبیدی کو چند بنیادی امور کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے حواشی کے لئے شروح کتاب حدیث ولغت وغیرہ کی ضروری کتابیں فراہم کر دیں۔ چنانچہ مولانا زبیدی نے انتہائی محنت ومشقت سے مولانا مرحوم کی ہدایت کے مطابق اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور "دار الدعوۃ السلفیہ" نے مولانا صغیر احمد صاحب کی مخلصانہ ترغیب وسعی اور تعاون نیز مولانا کی رہنمائی کے بعد ایک زبردست عالم کی خدمات حاصل کر کے اس علمی خلاء کے پُر کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ ابھی یہ تعلیق زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر نہیں آئی ہے۔

علامہ مرحوم نے جن کتابوں کی نشر واشاعت کا فریضہ انجام دیا ہے، اُس کو تحریر کرنے اور تبصرہ کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اس لئے بخوفِ طوالت ہم کتابوں اور مصنف کا نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

فنِّ حدیث

منتقی الاخبار: علامہ مجدالدین ابن تیمیہ۔ امام شوکانی کی نیل الاوطار جس کی شرح ہے (۲) بلوغ المرام: للحافظ ابن حجر عسقلانی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنڈت پٹی سید احمد حسن صاحب کی قیمتی تعلیق (۳) طبقات المدلسین حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) (۴) جزء القراءۃ: امیر المحدثین امام بخاری (۲۵۶ھ) (۵) مبتکر اللآلی والدرر فی المحاکمۃ بین العینی وابن الحجر عبد الرحمان البوصیری (۱۳۵۴ھ) (۶) اردو دان طبقہ کے لئے آپ نے بطلِ جلیل شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہؒ سے مشکوٰۃ کا ترجمہ کرایا۔ جس کی تکمیل مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی نے کی۔

تفسیر میں

(۸) احسن التفاسیر (۷ جلدیں) ڈپٹی سید احمد حسن دہلوی (۹) اصُولِ تفسیر میں الفوز الکبیر: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ عقائد میں (۱۰) ردّ الاشراک (عربی) شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی تحقیق مولانا محمد عزیر صاحب شمس سلفی (۱۱) تقویۃ الایمان (اُردو) شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی (۱۲) کتاب التوحید: محمد بن عبد الوہاب نجدی (۱۳) شرح العقیدہ الطحاویۃ: امام ابن ابی العز حنفی (۱۴) تحفۃ الموحدین (اُردو ترجمہ کراکے) شاہ ولی اللہ (۱۵) عصمۃ الانبیاء: امام رازی۔

فقہ میں

(۱۶) المحلی: ابن حزم اندلسی۔ پہلی اور دوسری جلد کا ترجمہ۔ یہ کتاب ۱۵-۱۶ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ (۱۷) احکام رمضان المبارک مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (۱۸) کتاب الصلوٰۃ: امام ابن القیم (۱۹) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین: شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی (۲۰) المصابیح (تراویح پر) شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی (۲۱) مسئلہ رفع الیدین۔ شاہ اسماعیل شہید۔

قادیانیت اور بدعات کے رد میں

(۲۲) علمی جائزہ: علامہ امرتسری (۲۳) محمدیہ پاکٹ بک۔ مولانا عبد اللہ معمار امرتسری (۲۴) تاریخ مرزا علامہ امرتسری۔ (۲۵) تائید آسمانی در ردّ نشانِ قادیانی: مولانا جعفر تھانیسری (۲۶) قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب: مولانا مختار احمد ندوی (۲۷) آخری چہار شنبہ کی تاریخی حقیقت (۲۸) اسلام اور قبروں پر عرس۔

رفض و تشیّع کے رد میں

(۲۹) کربلا کی کہانی، حضرت ابو جعفر باقر کی زبانی (۳۰) امام خمینی اور شیعیت (۳۱) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔ (۳۲) افضلیتِ شیخین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصابی کتابوں میں

(۳۳) سبعہ معلقہ مترجم مع عربی شرح (۳۴) شرح دیوانِ حماسہ مع عربی شرح (۳۵) ذکرِ الٰہی ۔ ابواب الصرف ۔ ھادی شرح زرادی ۔

مختلف موضوعات پر

(۳۶) عمل بالحدیث : مولانا ولائت علی صادق پوری (۳۷) زینت الاسلام (پنجابی زبان میں) مولانا حافظ محمد لکھوی (۳۸) صراطِ مستقیم : سیّد احمد شہید بریلوی (۳۹) مکتوباتِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۴۰) حجۃ اللہ البالغہ (۴۱) البلاغ المبین (۴۲) راہِ نجات (۴۳) تعلیم الصلوٰۃ : نواب صدیق حسن خان بھوپالی (۴۴) نواب صاحب ہی کی تعلیم الزکوٰۃ (۴۵) تیمیمۃ الصبی فی ترجمۃ الاربعین من الضبی (۴۶) ظفر اللاضی فیما یجب فی القضاء علی القاضی (۴۷) فتویٰ بابت فاتحہ خلف الامام : شاہ عبد العزیز صوفی نذیر احمد کی (۴۸) دین انسانی کی حقیقت اور (۴۹) جہادِ اعظم کی تیاری ۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ کی (۵۰) حدیث کی تشریعی اہمیت (۵۱) جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث ۔ (۵۲) حافظ صلاح الدین یوسف کی حدِ رجم کی شرعی حیثیت (۵۳) خلافت و ملوکیت (تاریخی و شرعی حیثیت) (۵۴) حضرت عائشہؓ کی عمر پر ایک تحقیقی نظر : سیّد سلیمان ندوی ۔ (۵۵) بیمہ کی شرعی حیثیت ۔ (۵۶) اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان (۵۷) التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل : امام عبد الرحمٰن یحییٰ معلمی یمانی تحقیق و تعلیق علامہ ناصر الدین البانی (۵۸) منہاج السُّنۃ النبویہ : علامہ ابن تیمیہ ۔ علامہ ہی کی (۵۹) اقتضاء الصراط المستقیم (۶۰) اصول التفسیر (۶۱) الفتاویٰ الحمویہ الکبریٰ (۶۲) زیارۃ القبور (۶۳) افاداتِ ابن تیمیہ (۶۴) تہذیب النسوان و تربیۃ الانسان : نواب شاہجہاں بیگم والیہ ریاست بھوپال (۶۵) حیات ولی : (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سوانح حیات) (۶۶) الحدیث اور اہلِ تقلید : حافظ صلاح الدین یوسف (۶۷) حج مسنون : مولانا مختار احمد ندوی (۶۸) تعلیم الصیام : نواب صدیق حسن خان (۶۹) اسلام اور مسائل جاہلیت (اردو) شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (۷۰) تحفۃ الانام فی العمل بالحدیث : علامہ محمد حیات سندھی (۷۱) مسئلہ رفع الیدین (ایک نئی کاوش کا جائزہ) مولانا ارشاد الحق اثری (۷۲) اور مولانا کی زندگی ہی میں مولانا کی خواہش اور طلب پر سیرت نبویؐ کے موضوع پر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے منعقد کردہ عالمی مقابلۂ سیرت نویسی میں اوّل آنے والی کتاب "الرحیق المختوم" کا اُردو ترجمہ آپ کی حسب خواہش طبع ہوا۔

علالت

پانچ سال قبل ۱۹۸۲ء میں مولانا پر اچانک فالج کا شدید حملہ ہوا، جس نے اکثر جسمانی قوتوں کو مضمحل کر کے رکھ دیا۔ مولانا صاحبِ فراش ہو گئے۔ مسلسل علاج و معالجہ کے بعد بیماری و نقاہت میں قدرے کمی واقع ہوئی۔ مگر فالج نے بہت سے دیگر عوارض کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنم دے دیا جس کے باعث مولانا طویل بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ مولانا کے اکلوتے صاحبزادے حافظ احمد شاکر نے ان کے علاج، تیمارداری اور خدمت گزاری میں اپنی تمام توتیں صرف کر دیں۔ اور گھر کے تمام افراد آپ کی حفاظت اور دلداری میں شب و روز مصروف رہے۔ بیماری کے تین چار سال مرض و صحت کی کش مکش اور نشیب و فراز میں اس طرح گزارے کہ آپ جب زیادہ نڈھال ہوئے تو بستر پہ رہتے ورنہ اکثر فجر کی نماز تقویۃ الاسلام ہال میں اور ظہر و عصر کی نمازیں دارالدعوۃ السلفیہ (دفتر الاعتصام) کی بالائی مسجد میں ادا فرماتے۔

گزشتہ چھ ماہ سے مولانا کے مرض میں خاصہ اضافہ ہوگیا اور آپ کے گھر سے باہر جانے کے معمولات میں معتدبہ کمی واقع ہوگئی بعض اوقات مرض میں اتنی شدت آجاتی کہ قضاء حاجت تک کی ہمت نہ ہوتی۔ اہل خانہ ہمہ وقت نگہداشت کے ذریعہ آپ کی طہارت کا یہاں تک اہتمام رکھتے کہ آپ بستر پہ نماز ادا فرمالیتے۔

وفات

یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز جمعرات مولانا کی حالت اچانک بہت بگڑ گئی اور آپ کو ڈاکٹر راشد رندھاوا کے مشورے پر عمر ہسپتال لاہور میں داخل کر دیا گیا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز جمعۃ المبارک اگرچہ قدرے سکون محسوس ہو رہا تھا۔ مگر رات کو حضرت کی طبیعت نڈھال ہوگئی۔ چارہ گروں کو اللہ کی مشیت کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑے اور تقریباً پونے بارہ بجے شب آپ نے جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

نمازِ جنازہ

حضرت کے انتقال کی خبر پاکر عوام و خواص، علماء، داعیان، سبھی لوگ غم و اندوہ کی تصویر بنے ہوئے حضرت کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کے لئے لاہور پہنچے۔ راولپنڈی، پشاور، سیالکوٹ، سرگودھا، فیصل آباد، ساہیوال، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، قصور، اوکاڑہ، پتوکی اور شہروں کے مضافات اور دیہات سے ایک کثیر تعداد پہنچ گئی۔ لاہور کے تقریباً تمام مدارس و مساجد کے ارکان جماعتوں کے بیشتر سربراہ اور اراکین جنازہ کے لئے جمع ہوگئے۔

جنازہ لے جانے والوں میں علماء کی کثرت تھی۔ ہر آنکھ میں یہ سوال تھا ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو ٭ تو کجا بہر تماشا می روی ؟

نماز جنازہ انہی کے شاگرد رشید خاص بقیۃ السلف حضرت مولانا حافظ یحییٰ صاحب میر محمدی حفظہ اللہ نے انتہائی سوز و گداز کے ساتھ پڑھائی۔ اور آپ کو لاہور کے اس قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا، جہاں حضرت کی مرحومہ رفیقۂ حیات اور حافظ احمد شاکر صاحب کی پہلی زوجہ محترمہ کے مدفن ہیں اور اسی حصہ کے قرب و نواح میں مولانا داؤد غزنوی، مولانا ابوبکر غزنوی اور دیگر حضرات کی ابدی آرام گاہیں ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرشید عراقی سوہدرہ
وزیر آباد

مولانا رحمہ اللہ اور اُن کی علمی خدمات

اسلام ایک انسان میں کس قدر عظیم الشان انقلاب برپا کرتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرنے کی راہ میں ہر قسم کی رکاوٹیں کس طرح دُور کرتا ہے۔ اس کی مثال ہمارے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم تھے۔ جنہیں اسلام اور کتاب و سُنّت سے اس قدر محبت تھی کہ ان کا شمار کتاب و سُنّت کے شیدائیوں میں پہلے نمبر پر آتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم نے اپنی ساری زندگی اسلام کی اشاعت اور کتاب و سُنّت کی ترقی و ترویج میں بسر کر دی۔

مولانا مرحوم اتباعِ سُنّت، طہارت و تقویٰ، زہد و ورع، تبحرِ علم، وُسعتِ نظر اور کتاب و سُنّت کی تفسیر و تعبیر میں یگانۂ عہد تھے۔ اپنی عمر کا بڑا حصّہ اُنہوں نے علومِ دینیہ خصوصًا قرآن و حدیث کے درس و تدریس میں گزارا۔ اور سینکڑوں طلباء ان کے فیضِ تربیت سے علماء بن کر نکلے۔

مولانا روشن دل اور روشن دماغ تھے۔ عربی زبان اور علومِ دینیہ کے متبحر عالم تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور اسماء الرجال پر کامل عبور رکھتے تھے۔ حافظہ قوی تھا اور وُسعتِ علمی کی نادر مثال تھے۔ ان کو زندہ کتب خانہ کہنا چاہیئے۔ کوئی ایسی کتاب ہوگی جو ان کی نظر سے نہ گزری ہو۔ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ بیماری میں بھی جب تک ہوش و حواس درست رہے مطالعہ کرتے رہے۔ اور یہ اُن کے ذوقِ مطالعہ کی ایک روشن مثال ہے۔

ائمہ اسلاف اور مصلحینِ اُمّت میں سے امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ، قاضی شوکانیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، امام محمد بن عبدالوہابؒ، سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اپنے اساتذہ کرام مولانا عبدالجبار محدّث کھنڈیلویؒ، مولانا ابو سعید شرف الدین دہلویؒ، اور مولانا حافظ محمد محدّث گوندلوی مرحوم سے بے پناہ محبّت اور عقیدت تھی۔ ان کی والہانہ انداز میں خوبیاں بیان کرتے۔ مولانا حافظ محمد محدّث گوندلوی مرحوم و مغفور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

"ان جیسا ٹھوس عالم اس وقت مشرق و مغرب میں کوئی نہیں۔ مجھے ان سے بڑی عقیدت ہے۔ میرے نزدیک اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ وہ میرے شفیق اُستاد ہیں"

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی سے بھی انہیں بہت محبّت تھی۔ ان کی سیرت و کردار کے بہت مدّاح تھے[1]

[1] مولانا ابوالحسن علی ندوی جب لاہور تشریف لاتے تو مولانا مرحوم سے ملنے ان کے مکان پر بھی تشریف لے جاتے۔ (عراقی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا مولانا عطاء اللہ مرحوم سے ۳۵ سال سے تعلق تھا!

میں نے علماء میں ایسا شریف، ایسا نیک باطن، ایسا دُور اندیش، ایسا فیاض، ایسا سادہ مزاج، ایسا مستقل مزاج، خوش اخلاق، شیریں گفتار، ایسا متّقی و پرہیزگار نہیں دیکھا۔ آپ مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔

مولانا مرحوم ایک بلند پایہ محقق ہونے کے علاوہ عالمِ باعمل تھے۔ کتاب و سُنّت سے انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ لگاؤ عشق بن کر ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا تھا۔ ان کی فکر و نظر، کردار و عمل، تحریر و ادب، تحقیق و تجسس پُوری زندگی کا مجموعہ یہی دو چیزیں تھیں۔ یعنی کتاب و سُنّت۔ اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ انہوں نے جو علمی سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ سب کتاب و سُنّت کے اسی عشق اور کتاب و سُنّت کے علمبرداروں کی مدافعت کے جذبے ہی کا مرہونِ منّت ہے۔

ملکی سیاسیات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس پر اپنی قائدانہ رائے بھی رکھتے تھے۔ سیاسی اور غیر سیاسی تحریکات کے پس منظر سے واقف تھے۔ ان کی تحریریں برجستگی، سلاست اور روانی ہوتی تھی۔ بچے تلے الفاظ، چست ترکیبیں، اچھوتے استعارات اور نادر تشبیہیں مولانا مرحوم کی خاص خصوصیت تھیں۔ ان کی تحریر حشو و زوائد سے پاک ہوتی تھی۔ موقع موقع سے محاورات و امثال اور اشعار بھی استعمال کرتے تھے۔ مگر اس میں کوئی تکلف نہ ہوتا۔ پڑھنے والا محسوس کرتا کہ جیسے جگہ جگہ موتی جڑ دیئے گئے ہیں۔

مولانا مرحوم نے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے انتقال پر اپنے مجلہ رحیق میں اپنے تأثرات بیان کئے ہیں۔ ان کو پڑھیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں ؎

عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آہ! کیوں کر کہیئے کہ آسمانِ علم و فضل کے درخشندہ آفتاب، بزمِ تحقیق کی شمع فروزاں، سرآمد روزگار حکیم، امراضِ ملّت کے ماہر طبیب، علُومِ قدیم و جدید کی جامع ہستی، دنیائے اسلام کے جیّد عالم، تدبّر و فراست کے ذروہ علیا پر فائز شخصیت، جنگِ آزادی کے بہادر جرنیل، کروڑوں انسانوں کے محبُوب رہنما، جبل استقامت، عفو و حلم مجسّم، مخلص و بے لوث زعیم، ہندو پاک کے مسلّم امام حضرت مولانا ابُوالکلام آزاد رحمہ اللہ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء ۲ بجے رات کے مبارک وقت میں بمقام دہلی داعئ اجل کو لبّیک کہا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

آہ! وہ دماغ کا بادشاہ، دل کا درویش، آتش بیاں خطیب، ابوالکلام ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور یُوں نصف صدی کی یہ پُوری تاریخ اپنوں اور پرایوں سے یہ کہتی ہوئی دفن ہو گئی۔

لو آج مرگِ فانی بے کس سے مٹ گئی
وہ اک خلش جو خاطر اہلِ وطن میں تھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سیاست ہی میں عبقری نہ تھے، علم میں بھی کامل اور کلام کے بادشاہ تھے۔ وہ خطابت میں جلال و جمال کی حسین آمیزش تھے۔ طرزِ نگارش والہانہ بھی اور عالمانہ بھی، اس میں نقل بھی اور عقل بھی، ناممکن ہے کہ قلبِ سلیم اس سے اثر قبول نہ کرے۔

وادریغا! فضل و کمال کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ علم و ادب کی محفل سُونی ہوگئی۔ سیاستِ ملّی کا ایوان ویران ہوگیا۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید　　نسیمے از حجاز آید کہ ناید
برفت از بزمِ علم آں یکے　　دگر دانائے راز آید کہ ناید

(مجلہ رحیق مارچ ۱۹۵۸ء)

مولانا عطاء اللہ مرحوم ایک صاحبِ طرز ادیب تھے۔ تبصرہ نگاری میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ جب بھی کسی کتاب پر تبصرہ فرماتے تو پہلے اس کا بالاستیعاب مطالعہ فرماتے۔ اور اس کے بعد اس پر تبصرہ فرماتے۔ کتاب کے موضوع کے لحاظ سے اس کے پس منظر اور پیش منظر پر تبصرہ میں پُوری روشنی ڈالتے۔

جناب محمود احمد عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہؓ و یزیدؒ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہر قوم، جماعت اور خاندان میں نظریاتی، واقعاتی اور کچھ طبائع کے فطری تفاوت کے باعث تھوڑے بہت اختلافات ضرور ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے اختلافات اسلام سے قبل قریش کی دو شاخوں ہاشمیوں اور امویوں میں بھی تھے۔ جن کے ہوتے ہوئے بھی وہ باعتبار نسب قریشی اور بلحاظ ملّت (حسب دعوائے خود) ابراہیمی تھے اسلام کے بعد سارے مسلمانوں کی جب ایک برادری، صحابہ کرامؓ کی برادری وجود میں آگئی۔ اس وقت بھی بعض معاملات میں کبھی اس نوع کا اختلاف رائے ہو جاتا تھا۔ ان اختلافات کے باوجود سب کلمۂ واحدہ پر متفق تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، قرآن سے شغف، دشمنانِ اسلام سے مقابلہ، قرآن و حدیث کی تعلیم و اشاعت تبلیغ اور اُن کے عملی نفاذ میں سب متحد الخیال والعمل تھے۔

یہ درست ہے کہ دورِ اوّل کے آخری دنوں میں بعض داخلی نزاع خون ریزی کی حد تک پہنچ گئے تھے ـــــ لیکن اس نزاع کا اُموی، ہاشمی یا قبائلی عصبیت و چپقلش سے کچھ تعلق نہ تھا، وہ درحقیقت چند یہودیوں اور ایرانیوں کی کارستانی تھی جو میدانِ جنگ میں شکست کھا کر اس کا انتقام صحابہ کرام کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے لینا چاہتے تھے۔

اس سازش کی ابتداء سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت سے ہوئی۔ بعدہٗ سیدنا عثمانؓ، ان کے بعد سیدنا علیؓ اور پھر سیدنا حسینؓ کی شہادتیں وقوع میں آئیں اور حادثہ کربلا پر اس سازش کا پہلا دور ختم ہوگیا۔"

(رحیق۔ جون، جولائی ۱۹۵۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ (م ۱۳۱۳ھ) کے حالات و کمالات پر ایک کتاب لکھی ہے۔ مولانا مرحوم اس کتاب پر ان الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہیں۔

انسانیت کا اصلی جوہر شعور اور صاف دل ہے اور اس کا حصول ہی ہر انسان کا مقصدِ زندگی ہونا چاہیئے۔ جس کا سب سے بڑا ذریعہ تلاوتِ قرآن حکیم اور درس و مزاولتِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کی صحبت جو قرآن و سنّت کے حامل اور عامل ہوں۔ اگر آخر الذکر چیز میسر نہ آسکے تو اسی قسم کے بزرگانِ دین کے تذکروں، ملفوظات اور تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس تصوّر سے کہ گویا ان حضرات کی صحبت میسر ہو رہی ہے یعنی بغرض استفادۂ روحانی و معنوی نہ از دیادِ معلومات۔ لیکن خانقاہی تصوّف کی فضا پر اس قدر غلبہ ہے کہ بزرگوں کے حالات کی کتابوں میں دور از کار باتیں لا یعنی بلکہ صریح بدعات اور مفضی الی الشرک کشف و کرامات سے بھری ہوتی ہیں۔ جن کا مطالعہ سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ حضرت نواب محمد صدیق حسن خان کا ایک تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ تقصار وغیرہ کتابیں لکھ کر ہمارے ہاں مبالغوں سے پاک تذکرہ نویسی کی طرح ڈالی۔

(رحیق۔ فروری ۱۹۵۹ء)

الاعتصام[1]

"الاعتصام" کا ڈیکلریشن حضرت مولانا نے حاصل کیا تھا جو انہی کے نام تھا اور آخر تک انہیں کے نام رہا۔ تاہم اس کا آغاز گوجرانوالہ کی جمعیت اہلحدیث کی طرف سے ہوا، پھر مرکزی جمعیت کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اور ۱۹۶۹ء تک مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ترجمان کے طور پر نکلتا رہا۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۹ اگست ۱۹۴۹ء میں مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کی ادارت میں شائع ہوا۔ ابتداءً کچھ عرصہ گوجرانوالہ سے نکلا، پھر لاہور منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۶۹ء میں مولانا مرحوم نے جماعت کے ناگفتنی حالات واسباب (جو باخبر حضرات سے مخفی نہیں ہیں) کی وجہ سے اسے اپنی تحویل میں لے لیا اور پھر ان ہی کی تحویل میں رہا تا آنکہ وہ اسے اپنے قائم کردہ ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کا ترجمان بنا گئے اور مکمل طور پر اس کی تحویل میں دے دیا۔

---

[1] میں نے مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کی علمی خدمات اور کارناموں کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے۔

(۱) ہفت روزہ الاعتصام اور ماہنامہ رحیق

(۲) المکتبۃ السلفیہ

(۳) دارالدعوۃ السلفیہ

اور ان عنوانات کے تحت مولانا مرحوم نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مرحوم نے الاعتصام میں متعدد علمی، تحقیقی، تاریخی، تنقیدی اور فقہی مقالات لکھے۔ اور یہ بلند پایہ مقالات مولانا کے تبحرِ علمی، وسعت نظر کے آئینہ دار ہیں۔ مولانا مرحوم کے تمام مقالات ٹھوس معلومات کے حامل ہوتے تھے۔ اور جو لوگ حدیث یا تاریخ یا کسی اور علمی بحث میں خیانت کرتے تھے۔ مولانا مرحوم اس کا فوراً نوٹس لیتے۔ اور دلائل سے ان کا رد کرتے۔ طلوع اسلام اگست ۱۹۵۵ء میں تمنا عمادی کا ایک مضمون مسند احمد بن حنبل کے بارے میں شائع ہوا جس میں تمنا عمادی نے لکھا۔

ابن المذہب نے مسند احمد کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ اور ابوبکر قطیعی کے انتقال سے کم از کم پچاس برس بعد یعنی پانچویں صدی ہجری کے پہلے ربع گذر جانے کے بعد ادھر اُدھر مسند کا ذکر کرنے لگے۔

(طلوع اسلام اگست ۱۹۵۵ء)

مولانا مرحوم اس کا اس طرح نوٹس لیتے ہیں۔

علامہ محمد بن اسحاق بن الندیم کی فہرست پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ جس میں ۳۷۷ھ تک ہر قسم کی لکھی گئی کتابیں درج کردی گئی ہیں جس میں امام احمدؒ کی ۱۳ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (کتاب الزہد سمیت) مسند کے متعلق لکھا ہے۔

کتاب المسند یحتوی علی نیف واربعین الف حدیث (ص ۳۲۰) یعنی مسند میں ۴۰ ہزار کے اُوپر حدیثیں ہیں۔

کیوں جناب واقعی پانچویں صدی کے پہلے ربع سے قبل مسند کا وجود کہیں نہیں تھا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(الاعتصام جمعیت حدیث نمبر۔ ص ۵۹)

مولانا مرحوم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ الاعتصام کے تمام مضامین خود پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد اس میں شائع کرتے تھے۔ اور کبھی بھی ایسا مضمون الاعتصام میں شائع نہیں کیا۔ جو معلومات کا حامل نہ ہو۔ سطحی قسم کے مضامین الاعتصام میں شائع کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ کیونکہ مجلس عاملہ مرکزی جمعیت اہلحدیث نے ان کو نگرانی کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ ندوی مرحوم اس کے پہلے ایڈیٹر تھے۔ بعد میں مولانا ندوی مرحوم ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے منسلک ہوگئے تو مولانا محمد اسحاق بھٹی اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ جب مولانا بھٹی بھی ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے تو اس کے بعد مولانا محی الدین سلفی مرحوم ایڈیٹر رہے۔ پھر کچھ عرصہ مولانا عزیز زبیدی صاحب الاعتصام ترتیب دیتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں جب علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر آئے تو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ نے ان کو ایڈیٹر مقرر کر دیا۔ تا آنکہ ۱۹۶۹ء میں الاعتصام کا انتظام خود سنبھالا تو مولانا مرحوم خود ہی اس کو ترتیب دینے لگے۔ پھر اپنے شاگردِ عزیز حافظ صلاح الدین یوسف کو تربیت میں لے لیا اور پھر رفتہ رفتہ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ایڈیٹر بن گئے۔ پھر علیم ناصری صاحب اس کے ایڈیٹر رہے اور اب پھر حافظ صلاح الدین یوسف صاحب اس کے مدیر اعلیٰ اور علیم ناصری صاحب اس کے مدیر ہیں۔ اور اس مجلسِ ادارت، جس کے تیسرے رکن قاری نعیم الحق نعیم صاحب ہیں اُن کی زیر ادارت الاعتصام شائع ہو رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ رحیق لاہور

ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۶ء میں مولانا مرحوم نے ایک علمی، تحقیقی ماہنامہ رسالہ رحیق کے نام سے جاری کیا۔ مولانا مرحوم نے اداریہ کو جرعات کا عنوان دیا۔ اور اس رسالہ کے اجراء اور مقصد کے بارے میں مولانا نے اس طرح وضاحت فرمائی "ہمارے اس ملک میں جو انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد ہند و پاک دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ اہل علم و عمل کی ایک مقدس جماعت کی پیہم تبلیغ اور جاں فشاں جدوجہد کی بدولت ہم لوگوں تک کتاب و سنت کی صحیح روشنی پہنچی۔ یہاں تقلید جامد چھائی ہوئی تھی۔ بدعات و رسومات کی حکومت تھی۔ یہ حالات تھے کہ ہمارے اسلاف سے

(الف) مسند تدریس کو شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے زینت بخشی اور قریباً پون صدی ۱۲۵۹ھ سے ۱۳۲۰ھ تک پھاٹک حبش خاں کی چھوٹی سی مسجد کی چٹائیوں پر قرآن و حدیث اور ان کی روشنی میں فقہ پڑھائی۔

(ب) مولانا نواب سید صدیق حسن خان قدس اللہ روحہ نے ایک طرف ہزارہا روپیہ خرچ کر کے علوم قرآن و حدیث سے متعلقہ جوہری کتابیں طبع کروا کر ان کو رواج دینے کی سعی فرمائی۔ اور دوسری طرف خود بھی علوم اسلامی کے قریباً ہر شعبے پر تصنیفات کا ایک انبار لگا دیا۔ اور عربی، فارسی اور اردو زبان میں اُن کی خوب اشاعت کی اور اس طرح توحید خالص اور سنت صحیحہ کا پیغام ملک کے کونے کونے تک پہنچایا۔" (رحیق شمارہ ا ص ۳)

برصغیر میں اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرنے میں عیسائیوں اور قادیانیوں نے ایک ہمہ گیر تحریک چلائی۔ الحمدللہ ان تحریکات کے خلاف اہل حدیث علمائے کرام نے ایک اہم کردار ادا کیا اور علمی حلقوں نے علمائے اہلحدیث کی اس سعی و کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

مولانا مرحوم اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"اول الذکر مدافعتی معرکے (عیسائیت) کے سرخیل بلکہ اس میں منفرد مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم اور ان کا ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ" بعدہٗ مولانا ثناء اللہ مرحوم اور ان کا اخبار "اہلحدیث" امرتسر تھے اور یہی انداز کچھ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کا تھا۔

ثانی الذکر فتنہ (فتنہ انکار حدیث و نظریۂ وحدتِ ادیان) کی تردید میں مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی اور ان کا "اخبار محمدی" اور مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی اور ان کا جریدہ "تنظیم اہلحدیث" کی خدمات بھی اپنے اپنے درجہ میں مفید اور تاریخ اہلحدیث میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں (رحیق شمارہ ا ص ۳)

اس کے بعد مولانا مرحوم نے اہلحدیث حضرات سے یہ اپیل کی ہے کہ:۔

سب سے پہلے ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد و اعمال میں مسلک اہلحدیث کو زندہ رکھیں۔ اللہ کے بندوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس کو پہنچانا اپنا نظر قرار دیں اور اپنی اخلاقی قدروں کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھالیں"

اور آخر میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

"اسی جذبے کے تحت رحیق کا اجراء عمل میں آرہا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کی عموماً اور مسلک اہل حدیث کی خصوصاً تبلیغ و اشاعت ہے۔ اسلام اور سلفِ اُمت کے مسلک پر حملوں کی علمی اور سنجیدہ طریقے سے مدافعت ہے۔ نیز سلف کے آثار کو ـــــ متقدمین ہو یا متاخرین ـــــ زندہ کرنا ہی اس کے اہم مقاصد سے ہے"

یہ علمی رسالہ تین سال جاری رہا اور جولائی ۱۹۵۹ء میں بعض ناگزیر وجوہات اور مالی مشکلات کی وجہ سے بند ہو گیا مولانا مرحوم نے آخری شمارہ میں لکھا۔

"رحیق کو جاری رکھنے کی عملی طور پر ایسی صورت پیدا نہ ہو سکی جو ہمیں اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ کر سکے۔ اس لئے بڑی دلی کوفت کے ساتھ آج سے وہ افسوسناک اطلاع عملی صورت اختیار کر رہی ہے سہ

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ ـــــ پھر ملیں گے اگر خدا لایا!"

(رحیق۔ جولائی ۱۹۵۹ء ص ۱)

رحیق میں بھی مولانا مرحوم کے بیشتر علمی و تحقیقی مقالات شائع ہوئے جن میں چند ایک اہم مقالات یہ ہیں۔

(۱) چند سوال اور اُن کے جواب یعنی زہری، مسئلہ فدک، حدیث قرطاس۔ احادیث صحیحین کی تحقیق (رحیق، ستمبر، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اخلاق و عادات اور معمولات ـــ مئی ۱۹۵۹ء

(۳) امام ابن تیمیہؒ اور مسئلہ نزول باری تعالیٰ ـــ جون۔ جولائی ۱۹۵۹ء

المکتبۃ السّلفیہ کا قیام

تقسیم ملک کے بعد مولانا مرحوم فیروز پور سے ہجرت کر کے گوندلانوالہ تشریف لائے، پھر گوجرانوالہ میں بھی کچھ عرصہ قیام کیا۔ بعدہٗ لاہور تشریف لے گئے۔ اور یہاں آکر آپ نے ایک اشاعتی ادارہ المکتبۃ السّلفیۃ کے نام سے قائم کیا۔ اس اشاعتی ادارہ نے آج تک ۱۰۰ کے قریب عربی، فارسی اور اُردو میں علمی، مذہبی، تاریخی، تنقیدی کتابیں شائع کی ہیں۔ ان میں تفاسیر، قرآن اور حدیث کی شروح بھی شامل ہیں۔ ذیل میں صرف ان کتابوں کا مختصراً تعارف کرایا جاتا ہے۔ جو دوسرے مصنفین کی ہیں۔ مولانا مرحوم کی اپنی تصانیف کا ذکر ان کی علمی خدمات کے تحت آئے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی و فارسی کتب

منہاج السنّۃ النّبویّہ فی نقض کلام الشّیعۃ والقدریۃ

منہاج السنّۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کی معرکہ آراء تصنیف ہے جو ایک شیعی عالم ابن المطہر کی کتاب "منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ" کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ امام صاحب کی یہ کتاب ان کے علمی تبحر، وسعتِ نظر، حاضر دماغی، حفظ و استحضار، پختگی اور اتقان اور ذہانت و فطانت کی آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں شیعہ، سُنّی نزاعی مسائل کے علاوہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد و کلام اور تاریخ اسلام کے سینکڑوں مباحث کا ذخیرہ ہے۔

منہاج السنّۃ ۱۳۲۲ھ میں چار جلدوں میں مطبع امیریہ مصر سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا مرحوم نے یہ مکمل کتاب اپنے ادارہ المکتبۃ السّلفیۃ لاہور سے شائع کی۔ شروع میں ڈاکٹر محمد رشاد سالم کا بصیرت افروز مقدمہ بھی ہے اور اس کے علاوہ اس کے ساتھ منہاج الکرامۃ بھی چھاپ دی ہے۔

اقتضاء الصّراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کتاب میں اسلامی تہذیب کے اصُول و مبادی، اسلامی و غیر اسلامی تہذیبوں کے حدُود، غیر مسلم قوموں سے مشابہت اور بدعات پر کتاب و سُنّت کی روشنی میں کلام کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں تفسیر و حدیث اور فقہ کے بہت سے متعلقہ مباحث پر علمی تحقیق کی ہے۔ مولانا مرحوم نے یہ علمی کتاب بھی اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السّلفیۃ سے شائع کی۔

الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشّیطان (ابن تیمیّہؒ)

اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب بہت مدلّل اور محقّقانہ ہے۔ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ المکتبۃ السّلفیہ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں الگ الگ طبع کی۔

حُجّۃ اللہ البالغہ

حجّۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی معرکہ آراء کتاب ہے۔ اس کتاب کے بارے میں محی السنّۃ نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

این کتاب اگرچہ درعلم حدیث نیست امّا شرح احادیث بسیار دراں درج کردہ حکم واسرار آں بیان نمودہ تا آنکہ درفن خود مسبوق الیہ واقع شدہ ومثل آں دریں ۱۲ صد سال ہجری از ہیچ یکے از علمائے عرب و عجم تصنیفے بوجوہ نیامدہ ومن جملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است وفی الواقع بیش ازاں ست کہ وصفش تواں نوشت۔ (اتحاف النبلاء: ص ۱۷)

حجۃ اللہ حدیث، فقہ، تصوّف، حکمت، تشریع، اسرار وحقائق اور اخلاق وفلسفہ کے مضامین ومباحث پر مشتمل ہے۔ مولانا مرحوم نے اس کو اعلیٰ معیار پر المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع کیا۔

الفوز الکبیر

الفوز الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی تصنیف ہے۔ اور اس کا موضوع اصُولِ تفسیر ہے یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن سراسر نکات وکلیات ہے۔ اور درحقیقت ایک جلیل القدر عالم کی، جس کو فہم قرآن کے مشکلات کا علمی تجربہ ہے۔ ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے۔ مولانا مرحوم نے اس علمی کتاب کو اعلیٰ معیار پر اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ سے شائع کیا (اس کے آخر میں مولانا مرحوم نے شاہ ولی اللہ کی فارسی خود نوشت مختصر سوانح ——— الجزء اللطیف ——— کو عربی جامہ پہنا کر الفوز الکبیر کے ساتھ شائع کر دیا)

دیوانِ حماسہ

مولانا اعزاز علی امروہی شیخ الادب دارالعلوم دیوبند (م ۱۳۷۴ھ) نے دیوانِ حماسہ کا تدریسی تحشیہ لکھا تھا۔ دیوانِ حماسہ چونکہ عربی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ مولانا مرحوم نے یہ علمی کتاب اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ سے شائع کی تاکہ اہل علم حضرات اس سے استفادہ کرسکیں۔ اس لئے مولانا نے اوّلاً اس کا عربی نسخہ شائع کیا، پھر بعد میں جدید ترجمہ حلِ لغات کے ساتھ ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (فارسی)

یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں حضرت شاہ صاحب مرحوم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے فضائل ومناقب پر گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور عرصہ دراز سے ناپید تھی۔ مولانا مرحوم نے اس کتاب کو المکتبۃ السلفیۃ کے زیر اہتمام نہایت آب وتاب سے شائع کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ردّ الاشراک (عربی)

حضرت مولانا مرحوم کو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی سے والہانہ عقیدت تھی۔ اور اس عقیدت کی بناء پر آپ حضرت شاہ شہیدؒ کی تالیفات المکتبۃ السلفیہ سے شائع کرتے رہتے تھے۔ آپ کی مشہور و معروف کتاب **تقویۃ الایمان** کئی بار شائع کی۔

مولانا محمدؐ عزیر شمس جن کا تعلق بھارت سے ہے۔ اہلحدیث کے فاضل عالم ہیں۔ انہوں نے مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) صاحب عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد کی سوانح حیات "حیات المحدث" کے نام سے لکھی ہے۔ جو عربی میں ہے اس کے بعد ایک سوانح اُردو میں بھی تحریر کی ہے۔ مولانا محمد عزیر شمس نے حضرت مولانا مرحوم کی خواہش پر شاہ شہیدؒ کی عربی کتاب "ردّ الاشراک" کو ایڈٹ کر کے اور اس کی تخریج کر کے حضرت مولانا کے سپرد کر دیا۔ جسے مولانا مرحوم نے اپنی "تصدیر" کے ساتھ المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع فرمایا۔ ردّ الاشراک شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے عربی زبان میں لکھی تھی جس کا ایک باب توحید پر تھا۔ اور دوسرا باب اتباعِ سُنّت پر۔ پہلے باب کو خود شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے "**تقویۃ الایمان**" کے نام سے اُردو میں ڈھال دیا تھا۔ اور دُوسرے باب کو شاہ شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے شاگرد علاّمہ محمد سلطان نے "**تذکیر الاخوان**" کے نام سے اُردو میں منتقل کیا۔ یہ کتاب بالکل نایاب تھی، جسے دوبارہ چھاپ کر زندہ کیا گیا ہے جو بہت بڑی علمی و دینی خدمت ہے۔

ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی

یہ مولانا سیّد نواب محمد صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں نواب صاحب مرحوم نے قضاء اور قاضی کے فرائض وغیرہ پر بحث کی ہے۔ مولانا مرحوم نے یہ علمی کتاب اپنے اشاعتی ادارہ **المکتبۃ السلفیۃ** سے شائع کی۔

بلوغ المرام من ادلّۃ الاحکام

حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔ اور حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ یہ کتاب بھی مولانا نے المکتبۃ السلفیہ سے شائع کی۔

مرعاۃ المفاتیح مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ اور مولانا ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مُبارک پوریؒ کی تالیف ہے۔ مشکوٰۃ کی شروح میں یہ کتاب بہت منفرد ہے۔ اس کی آج تک ۹ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی پہلی جلد سب سے پہلے مولانا مرحوم نے المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کتابوں کے علاوہ مولانا مرحوم نے کئی ایک علمی کتابیں (عربی) المکتبۃ السلفیہ سے شائع کیں جن میں چند ایک یہ ہیں۔
کتاب الصلوٰۃ ابن القیمؒ ۔ جزء القراءۃ خلف الامام امام بخاریؒ ، عصمت الانبیاء امام رازیؒ ، شرح عقیدہ طحاویہ ، اور طبقات المدلسین ابن حجرؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں [1]

اُردو کتب

المکتبۃ السلفیۃ کے زیرِ اہتمام اُردو میں جو تاریخی ، علمی ، ادبی ، تنقیدی کتابیں شائع ہوئی ہیں ۔ ان کی اگر فہرست مکمّل دی جائے تو یہ مقالہ بہت طویل ہو جائے گا ۔ تاہم یہاں چند مشہور و معروف کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ۔

مولانا مرحوم میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے مکتبہ سے جو کتاب بھی شائع کرتے شروع میں اُس کتاب کا پس منظر اور مصنّف کتاب کے حالات مختصراً ضرور قلم بند کرتے ۔

تفسیر احسن التّفاسیر

تفسیر احسن التفاسیر بزبان اُردو ۷ جلدوں میں ہے ۔ اور مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) کی تصنیف ہے ، اس میں احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ صحابہؓ و دیگر سلف سے قرآن حکیم کی تفسیر کی گئی ہے ۔ اور صحتِ روایت کا حد درجہ خیال رکھتے ہوئے معتبر تفاسیر قرآن مثلاً تفسیر ابن کثیرؒ ، ابن جریر ، معالم ، خازن ، درمنثور اور فتح البیان کا انتخاب اس تفسیر میں آگیا ہے ۔ یہ تفسیر ۱۳۲۵ھ میں ، جلدوں میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی تھی ۔ اور اس میں مولانا احمد حسن دہلوی نے جہاں کہیں حوالے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی ، صرف کتاب کا نام دے دیا تھا ۔ صفحات اور ابواب کا ذکر نہیں کیا تھا ۔ مولانا مرحوم نے جب اس کی اشاعت کا انتظام کیا ۔ تو اپنی نگرانی میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی سے اس کی تخریج کروائی ۔ چنانچہ یہ مکمّل تفسیر آپ کے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ نے شائع کی ۔ تفسیر کے شروع میں مولانا مرحوم نے مولانا احمد حسن دہلوی کے حالات مختصراً تحریر کئے ہیں ۔

اِسلامی خُطبات (۳ حصے)

اسلامی خطبات مولانا عبد السّلام بستوی (م ۱۳۹۴ھ) کی تصنیف ہے ۔ مولانا عبد السّلام بستوی ایک بہترین مدرس ، متبحر عالم ، شارح حدیث اور کامیاب مصنّف تھے ۔ آپ کے قلم سے کئی ایک علمی کتابیں نکلی ہیں ۔ آپ نے اُردو میں مشکوٰۃ المصابیح

---

[1] ان کے علاوہ " الاتباع " (قاضی صدر الدین علی بن محمد ابی العز الحنفی) " تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبیّ علیہ السّلام " اور " الایقان علیٰ سبب الاختلاف " (محمد حیات سندھیؒ) وغیرھا من الکتب (ص - ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی شرح بھی کی ہے۔ یہ شرح دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ مولانا عبدالسلام نے ۳ جلدوں میں مختلف علمی موضوعات پر ۳۶ خطبات ترتیب دئے تھے۔ مولانا مرحوم نے یہ خطبات المکتبۃ السلفیۃ کے زیر اہتمام شائع کئے اور شروع میں مولانا عبدالسلام مرحوم کے حالاتِ زندگی اور ان کی علمی خدمات پر بھی مختصراً ایک تحریر شامل کر دی ہے۔

اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان

حضرت مولانا مرحوم کو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی سے والہانہ عقیدت تھی۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان بہت مشہور و معروف تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

"شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کی تقویۃ الایمان جس نے ہندوستان میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس کی مخالفت میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی تاثیر اور اہمیت کی دلیل ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسماعیل صاحبؒ کی حیات ہی میں اس سے دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے اور اُن کے بعد جو نفع ہوا تو اس کا تو اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔" (کاروانِ ایمان وعزیمت ص ۳۶)

تقویۃ الایمان آج تک لاکھوں کی تعداد میں طبع ہوئی۔ اور لاکھوں آدمیوں نے اس کو پڑھا ہے۔ مگر برصغیر پاک و ہند میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور اُن کی اس کتاب سے نالاں ہے اور حسد کی آگ میں جل رہا ہے۔ اس گروہ کے ایک مولوی نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) تھے جنہوں نے تقویۃ الایمان کی تردید میں ایک کتاب لکھی۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ھ) کی تحریک پر مولانا عزیز الدین مراد آبادی نے مولوی نعیم الدین کی کتاب اطیب البیان کا جواب اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان نام سے لکھا۔ اور یہ کتاب اکمل البیان اُس وقت مرحوم اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوتی رہی۔ اس کے بعد تقسیم ملک سے اخبار اہل حدیث بند ہو گیا۔ اور اکمل البیان کی اشاعت کا سلسلہ رُک گیا۔

۱۹۵۵ء میں مولانا مرحوم دہلی تشریف لے گئے۔ تو آپ نے اکمل البیان کے مسودہ کی تلاش میں وہاں کے علمائے اہلحدیث سے استفسار کیا۔ چنانچہ مولانا مرحوم کی کوشش سے مراد آباد سے یہ مسودہ مولانا عزیز الدین کے لڑکے جمیل الدین احمد صاحب سے دستیاب ہو گیا۔

مولانا مرحوم نے اس مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور مولانا محمد اسمٰعیل السلفی (۱۳۸۷ھ) کے تعاون سے المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام اس کو شائع کیا۔ کتاب کے شروع میں تصدیر کے زیر عنوان مولانا مرحوم نے ص ۹ تا ۲۲۔ اس کتاب کا پس منظر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور مقدمہ مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم نے لکھا ہے اور مقدمہ کے آخر میں مولانا اسمٰعیل مرحوم نے مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم کی سعی و کوشش کی تعریف کی ہے اور اس کی تمہید مولانا ثناء اللہ مرحوم کے قلم سے ہے جو آپ نے اس کتاب کی قسط اول کی اشاعت مجریہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء مطابق ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۲۴ میں لکھی۔ اکمل البیان بڑے سائز کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۸۸ صفحات پر محیط ہے۔

محمدیہ پاکٹ بک

محمدیہ پاکٹ بک مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری (م ۱۳۶۹ھ) کی تصنیف ہے۔ مرزائیت کی تردید میں یہ لاجواب کتاب ہے۔ ۱۹۳۵ء میں جب یہ کتاب پہلی بار شائع ہوئی۔ تو ملک کے اہل علم طبقہ میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ برصغیر کے ممتاز علمی رسائل نے اس پر بہترین تبصرے فرمائے۔ ان رسائل میں معارف اعظم گڑھ، جامعہ دہلی، فاران بجنور، النجم لکھنؤ، مسلمان سوہدرہ، مسلم اہلحدیث گزٹ لاہور، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محمدیہ پاکٹ بک کا چوتھا اور پانچواں ایڈیشن المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ چوتھا ایڈیشن آپ نے جولائی ۱۹۶۴ء میں شائع کیا۔ اور اس کے ساتھ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مرحوم کی کتاب تاریخ مرزا بھی شائع کی۔ پانچواں ایڈیشن آپ نے مئی ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔ اور اس میں تاریخ مرزا ساتھ شائع نہیں کی بلکہ اس کو علیحدہ شائع کیا۔

تاریخ مرزا

تاریخ مرزا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ھ) کی تصنیف ہے۔ مولانا امرتسری مرحوم کی قادیانیت کی تردید میں جو خدمات ہیں۔ وہ ہماری تاریخ اہل حدیث کا ایک زرّیں باب ہے۔ مولانا امرتسریؒ مرحوم نے قادیانیت کی تردید میں ۳۶ کتابیں لکھی ہیں۔ اور سینکڑوں تحریری و تقریری مناظرے بھی کئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر مناظرہ میں کامیاب ہوئے۔ اور فاتح قادیان کے لقب سے ملقب ہوئے۔

مولانا امرتسریؒ مرحوم نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت کے حالات مصدقہ از ولادت تا وفات درج کئے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم اس رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"پاکستان میں گزشتہ دو تین سالوں کے دوران جو سیاسی الٹ پھیر کیا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مرزائیت سیاسی حربوں کے ساتھ بھی میدان میں اترنے کے لئے پر تول رہی ہے۔ ادھر عام غفلت کا یہ حال ہے کہ نسل نو کو یہ تک پتہ نہیں کہ اس فرقہ کا بانی کون تھا، مرزا غلام احمد کیا تھے۔ کہاں کے تھے۔ کیسے تھے۔ ان کے جھوٹے دعووں کا پس منظر کیا تھا۔ اور وہ کس طرح درجہ بدرجہ اوپر چڑھتے گئے۔ پھر ان کا کیا حشر ہوا۔

خوش قسمتی سے اس موضوع پر ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم و مغفور (م ۱۹۴۸ء) کا ایک جامع رسالہ موجود ہے۔ یعنی تاریخ مرزا۔ جس کو خود مرحوم نے ۱۹۱۹ء میں پہلی دفعہ اور ۱۹۲۳ء میں دوسری مرتبہ شائع کیا تھا۔ تیسری دفعہ ۱۹۶۴ء میں المکتبۃ السلفیہ (لاہور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زیرِ اہتمام شہرۂ آفاق کتاب محمدیہ پاکٹ بک کے ساتھ طبع کیا گیا تھا جس میں خاکسار نے بعض حوالوں کی ممکن چھان بین کر دی تھی۔ اب چوتھی مرتبہ اس کو پھر الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو سب کے لئے نافع بنائے اور مسلمانوں کو کفر و ضلال کے فتنوں سے بچائے رکھے۔" (تاریخ مرزا۔ ص ۴)

تاریخ مرزا کی ضخامت ۷۲ صفحات ہے۔ اور ستمبر ۱۹۷۲ء میں المکتبۃ السلفیہ کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

حیاتِ ولی

حیاتِ ولی حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کی سوانح حیات ہے۔ اور ان کی علمی خدمات پر جامع تبصرہ بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ ان کے علاوہ ان کے صاحبزادگان عالی مقام مولانا عبدالعزیز محدث دہلویؒ، مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ، مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ کے حالات بھی اس کتاب میں ملتے ہیں۔ یہ کتاب مولانا رحیم بخش دہلوی مرحوم کی تصنیف ہے۔

مولانا مرحوم نے اس کتاب کو المکتبۃ السلفیۃ کے زیرِ اہتمام مارچ ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ مولانا مرحوم نے اشاعت سے قبل اس پر نظرِ ثانی بھی فرمائی۔ اور جہاں کہیں کچھ غلطیاں اور تسامحات تھے۔ ان کو دور کیا۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

"طویل عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اصحابِ ذوق و تحقیق کے پاس خاطر کے لئے مکتبہ سلفیہ اسے دوبارہ شائع کر رہا ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی تالیفات کے سلسلے میں مصنف مرحوم کی ترتیب زیرِ نظر اشاعت میں بدل دی گئی ہے۔ مصنف نے تالیفات کو فن وار مرتب نہیں کیا تھا۔ اب سہولت کے لئے فن وار مرتب کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مصنف نے بعض تصانیف کے نام غلط تحریر کئے تھے۔ ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ امید ہے اس جزوی ترمیم کو اصحابِ نظر پسند فرمائیں گے۔"

حدیث کی تشریعی اہمیت اور جماعت اسلامی کا نظریۂ حدیث (از مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ (م ۱۳۸۷ھ)

۱۔ حدیث کی تشریعی اہمیت میں مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم نے حدیث کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے علاوہ حدیث پر جس قسم کے بھی ناروا اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا تفصیل سے نوٹس لیا گیا ہے۔

۲۔ **جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث۔** مولانا سلفی مرحوم نے مولانا مودودی کے مقالہ مسلکِ اعتدال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ مولانا سلفی مرحوم نے اس رسالہ میں حدیث کے تمام گوشوں پر تفصیل سے لکھا ہے اور مولانا مودودی مرحوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔
مولانا عطاء اللہ مرحوم نے اس رسالہ کے آغاز میں تقریب کے عنوان سے اس کی اشاعت کا پس منظر بیان کیا ہے۔
یہ دونوں رسائل المکتبۃ السلفیۃ کے زیر اہتمام ۱۹۶۳ء اور ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئے۔

تذکرہ علمائے خان پور ضلع ہزارہ

تذکرہ علمائے خان پور ضلع ہزارہ مولانا قاضی محمد عبداللہ مرحوم خان پوری کی تصنیف ہے۔ اور اس کا نام فتح الغفور فی تذکرہ علمائے خان فور ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۵ء میں المکتبۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔
مولانا عطاء اللہ مرحوم نے کتاب کے شروع میں گزارش احوال واقعی کے عنوان سے اس کتاب کی اشاعت کا پس منظر بیان کیا ہے۔ علمائے خان پور میں ایک مولانا عبدالاحد خان پوری (م ۱۳۴۷ھ) تھے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے عربی میں تفسیر القرآن بکلام الرحمان لکھی۔ جب یہ تفسیر شائع ہوئی تو بعض علمائے اہل حدیث جن میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) بھی شامل تھے۔ بعض اعتراضات کئے کہ اس میں بعض باتیں سلف صالحین کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اور ایک رسالہ الاربعین کے نام سے لکھا۔ مولانا امرتسری نے اس کے جواب میں الکلام المبین لکھی۔ بعد میں آرہ بہار میں علمائے اہلحدیث کا ایک اجتماع ہوا جس میں مولانا امرتسریؒ کی تفسیر کا معاملہ زیر بحث آیا۔ آخر بحث وتمحیص کے بعد ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے ارکان مولانا شمس الحق ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۲۳ھ) اور مولانا حافظ عبداللہ غازیپوری (م ۱۳۳۷ھ) تھے۔ چنانچہ فیصلہ آرہ کے نام سے ایک رسالہ شائع ہوا۔
مولانا عبدالاحد خان پوری مرحوم بھی علمائے غزنویہ کی حمایت میں تھے۔ اس لئے مولانا عطاء اللہ مرحوم نے یہ سب روئداد اس کتاب تذکرہ علمائے خان پور میں شائع کر دی ہے۔
مولانا عطاء اللہ مرحوم لکھتے ہیں:۔
ریکارڈ محفوظ کرنے کے لئے یہ تینوں چیزیں اشاعت کے وقت فتح الغفور میں استدراک کے عنوان سے دی جا رہی ہے تاکہ اصل مسئلہ کی ساری صورت حال سامنے آجائے۔ اور نئی نسل کو بھی ان حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ (تذکرہ علمائے خان پور۔ ص ۶)

اصول تفسیر اردو

اصول تفسیر پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے ایک جامع رسالہ لکھا ہے۔ اس رسالہ میں امام صاحب نے قرآن فہمی کے ان بنیادی اصول اور قواعد کو جمع کر دیا ہے۔ جنہیں قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم نے اس کا شگفتہ اور سلیس اُردو ترجمہ کیا ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم نے اس پر مفید حواشی لکھ کر اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السّلفیۃ کے زیرِ اہتمام ۱۳۸۷ھ میں شائع کیا۔ مولانا مرحوم نے اس رسالہ کی اشاعت میں جو اضافے کئے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

آیاتِ قرآنی کا ترجمہ معہ حوالہ آیت درج کیا۔ اور احادیث کے بھی حوالے درج کئے! جہاں تابعین، تبع تابعین، ائمہ، فقہاء، محدّثین، متکلّمین اور معتزلہ وغیرہ فرقوں کے نام آئے ہیں۔ اُن کا مختصر تعارف حاشیہ میں کرا دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے ہر بحث کا عنوان قائم کر دیا ہے۔ مترجم رسالہ مولانا ملیح آبادی مرحوم نے ترجمہ کے وقت اس طرف توجہ نہیں فرمائی تھی۔

مولانا مرحوم نے حواشی میں کئی ایک علمی موضوعات پر بحث فرمائی ہے جو قابلِ تحقیق اور مولانا مرحوم کے علمی تبحر اور وُسعتِ مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ مثلاً امام ابن تیمیہؒ نے ایک جگہ ان فرقوں کے نام بتائے ہیں جو اپنے مذہب کے خلاف پڑنے والی آیتوں کی تاویل میں تحریف سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً خوارج۔ روافض، جہمیہ، معتزلہ، قدریہ، مرجیئہ وغیرہ!

مولانا نے حواشی میں ان فرقوں کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں "یہ سب فرقے بدعتی ہیں جو مسلک اہلحدیث وسُنّت اور جماعت صحابہؓ سے منحرف تھے۔

خارجی : حضرت علیؓ سے باغی (خارجی) ہو کر اُن سے برسرِ پیکار ہو گئے تھے۔ اور حضرت علیؓ کو (خاکم بدہن) کافر کہتے تھے۔

رافضی : شیعوں کا غالی فرقہ ہے۔ جو (نعوذ باللہ) صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ جیسے اجلّہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ رافضی یُوں کہلائے کہ انہوں نے حضرت حسینؓ کے پوتے زید بن علیؓ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

جہمیہ : جہم بن صفوان اس کا بانی تھا۔ جو انتہاء درجے کا ملحد اور عیّار تھا اور اپنی عیّاریوں کی بدولت ۱۲۸ھ میں قتل کر دیا گیا (اصُولِ تفسیر، حاشیہ ص ۷۸)

(۱) **تفسیر کشاف** علامہ محمود بن جاراللہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ تفسیر بلاغی نکات اور بطریقِ سوال وجواب، وجوہ اعجاز کے بیان کرنے میں منفرد حیثیت کی حامل ہے منقولات پر مشتمل تفاسیر میں اسرائیلیات کی جو بھرمار ہوئی ہے۔ کشاف کا دامن اس سے پاک ہے۔ اس کی عبارت بلیغ اور حشو و تطویل سے پاک ہے۔

امام ابن تیمیہؒ اصُولِ تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ان میں ایسے بھی ہیں جو حسین عبارت میں فصاحت کے مالک ہیں۔ اور اپنی تحریروں میں بدعتیں اس طرح چھپا دیتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ مصنف کشاف ہی کو دیکھو کہ کس طرح ایسے لوگوں میں بھی باطل کو رواج دے دیتا ہے جو باطل کے معتقد نہیں ہوتے (صفحہ ۸۲)

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم اس پر یُوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہمارے زمانے کی بعض عربی تفسیروں اور بعض اُردو تراجم وتفاسیر کا بھی یہی حال ہے کہ ساحرانہ اندازِ بیان میں کج روی (الحاد) سمودی گئی ہے بڑی احتیاط سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے (حاشیہ ص ۸۳)

متأخرین سے جیسی غلطیاں قرآن کی تفسیر میں ہوئیں حدیث کی شروح میں بھی انہوں نے ایسی ہی غلطیاں کیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحبؒ اس کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

امام رازیؒ، قاضی ابن العربیؒ، قاضی عیاض، علامہ نوویؒ، امام بیہقیؒ، ابن الجوزیؒ، ملا علی قاری وغیرہم نے آیاتِ متعلقہ صفاتِ الٰہیہ کی شرح وتفسیر میں وہی انداز اختیار کیا ہے جو معتزلہ سے ماخوذ ہے لیکن واضح رہے کہ حق وصواب وہی مسلک ہے جس پر ظواہر نصوص دال ہیں' اور جو مسلک ائمہ سلف کا ہے (حاشیہ ص ۹۱)

اصُولِ تفسیر ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

بیمہ (انشورنس) کی حیثیت (اسلام کی نظر میں)

اس رسالہ میں بیمہ (انشورنس) کی حیثیت پر مولانا ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، پروفیسر شیخ ابوزہرہ مصری مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم ومغفور کی تحقیقاتِ علمی کو جمع کیا گیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم نے ان تینوں علمائے کرام کی علمی تحریروں کو اس رسالہ میں شائع کیا ہے۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں، کہ یہ رسالہ اس لئے شائع کیا جا رہا ہے کہ اہلِ علم اس سے استفادہ کرسکیں اور مسئلہ کی صحیح پوزیشن کو سمجھ سکیں اور حکومت کو بھی اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ وہ پاکستان میں سُنّتِ نبویہ کے مطابق مالیاتی نظام نافذ کرسکے۔ یہ رسالہ بھی المکتبۃ السلفیۃ لاہور نے شائع کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عُمر پر تحقیقی نظر

یہ تحقیقی رسالہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) کی تصنیف ہے۔ سید صاحبؒ نے یہ تحقیقی وعلمی مضمون اپنے مجلّہ معارف جولائی ۱۹۲۸ء اور جنوری ۱۹۲۹ء میں شائع کیا تھا۔ مولانا مرحوم نے یہ علمی رسالہ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں المکتبۃ السلفیہ لاہور کے زیرِ اہتمام معارف اعظم گڑھ سے ترتیب دے کر شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۵ ہے۔

فصل الخطاب فی فضل الکتاب

یہ رسالہ محی السنّہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ (م ۱۳۰۷ھ) کا تحریر کردہ ہے اور اس رسالہ میں قرآن مجید کے فضائل اور اس سے متعلقہ خواص وفوائد جمع کئے گئے ہیں۔ حضرت نواب صاحب مرحوم نے یہ رسالہ ۱۳۰۵ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا تھا۔ اور یہ رسالہ حضرت نواب صاحب کی زندگی میں کئی بار طبع ہوا۔ مولانا حمید اللہ میرٹھی (م ۱۳۳۰ھ) نے اس رسالہ پر حواشی تحریر فرمائے اور ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں مطبع فاروقی دہلی نے شائع کیا۔

جولائی ۱۹۸۴ء / شوال ۱۴۰۴ھ میں یہ رسالہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور نے شائع کیا۔ مولانا مرحوم اس رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کئی سال ہوئے ایک مرحوم دوست مولوی ثناء اللہ آف قلعہ میہاں سنگھ مقیم لاہور نے اس رسالہ کی تازہ اشاعت کی تحریک کی تھی۔ خیال تھا رسالہ میں مذکور آیات و احادیث و آثار کی تخریج، اعراب اور ان کے اُردو ترجمے بھی دے دیئے جائیں تاکہ اس کی افادیت زیادہ ہو جائے۔ لیکن بوجوہ اس کی توفیق نہ مل سکی۔ اب خاکسار تقریباً ۲ سال سے بعارضہ فالج بیمار ہے بس ایک سرسری نظر ہی ڈالی جا سکی ہے۔ کئی مناسب نوٹ بھی رہ گئے ہیں۔ قدرے ممکن تنقیح و حواشی کے ساتھ مرحوم کے ارشاد کی تعمیل کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دلالت خیر کا ان کو اجر دے۔ اور جنت میں درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے۔

نواب صاحب مرحوم نے اس رسالہ میں شیخ ابن عربی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ شیخ فرماتے ہیں۔

جو شخص رات دن میں ہزار بار اس آیت کو چالیس دن تک پڑھے گا!

واللہ ثم باللہ بحق قرآن کریم و رسول رحیم اس پر کشفِ روحانی ہوگا (ص ۶۳)

مولانا عطاء اللہ مرحوم اس پر لکھتے ہیں!

بحق رسول رحیم جیسے الفاظ صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ نہ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین میں اس کے متداول ہونے کا صحیح ثبوت ملتا ہے (حاشیہ، ص ۶۳)

یہ رسالہ ۹۶ صفحات پر محیط ہے۔

ردع الانام عن محدثات عاشر المحرم الحرام (عربی)

یہ رسالہ مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس میں آپ نے ان بدعات کا تذکرہ کیا ہے جو محرم الحرام کے پہلے عشرے میں کی جاتی ہیں اور مولانا مرحوم نے قرآن و حدیث و آثارِ صحابہ کی روشنی میں ان محدثات و بدعات کی تردید کی ہے اس کی طبع تقریباً ساٹھ سال قبل کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) ہند سے ہوئی۔ اس کے بعد دوبارہ لاہور سے طبع ہوئی۔

یہ رسالہ ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ میں المکتبۃ السلفیۃ لاہور نے شائع کیا۔

صفحات کی تعداد ۳۲ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل کتابیں بھی المکتبۃ السلفیۃ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئیں

آداب زیارت القبور، تعلیماتِ اسلامیہ، تقویۃ الایمان، ذکرِ الٰہی، راہِ نجات، رسالہ عمل بالحدیث، مآثر الاجداد، مکتوباتِ شاہ ولی اللہ فارسی، نصیحۃ المسلمین، صراطِ مستقیم (فارسی)، کتاب الصلوٰۃ (عربی) ابن القیم۔ افادات امام ابن تیمیہؒ۔ البلاغ المبین (فارسی) شاہ ولی اللہ

مولانا مرحوم کی تصانیف

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم ایک بلند پایہ عالم، محقق اور کامیاب مصنف تھے۔ آپ کی تمام تصانیف علمی، تحقیقی اور وسعتِ نظر اور تبحرِ علمی کی آئینہ دار ہیں۔ آپ کی تمام تصانیف پر اہلِ علم و فضل نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ذیل میں مولانا مرحوم کی تصانیف کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

امام شوکانیؒ

علمائے حدیث میں امام محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ محدّث، مفسّر، مورّخ اور فقیہ تھے۔ ۴۰ سال تک آپ قاضی القضاۃ رہے۔ حکومتِ وقت آپ کے علم و فضل کی معترف تھی۔ اور ان کے مفید مشوروں سے مستفید ہوتی تھی۔ امام صاحب زہد و ورع کے ممتاز مقام پر فائز تھے۔ اور سب سے بڑھ کر آپ کے فضائل و مناقب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

آپ کے تبحرِ علمی اور وسعتِ نظر کا اندازہ آپ کی تصانیف سے ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف تفسیر، حدیث، فقہ حدیث، توحید و عقائد، فقہ، اصُولِ فقہ و متعلقاتہا، علم الاسناد، لغت، معانی، اشتقاق، تاریخ وغیرہ پر ہیں۔

امام کی تصانیف میں آپ کی مشہور کتابیں تفسیر فتح القدیر اور نیل الاوطار ہیں۔ تفسیر فتح القدیر چار جلدوں میں ہے اور یہ تفسیر آپ نے ربیع الثانی ۱۲۲۳ھ میں شروع کی۔ اور رجب ۱۲۲۹ھ میں ختم ہوئی۔ حدیث میں آپ کی تصنیف نیل الاوطار ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ امام صاحب نے ۳۷ سال کی عمر میں یہ شرح مکمل کی۔ نیل الاوطار امام عبدالسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب منتقی الاخبار کی شرح ہے اور ۸ جلدوں میں ہے۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم نے امام شوکانی کے حالات اور ان کی علمی خدمات پر ایک مختصر مگر جامع کتاب لکھی ہے۔ اس میں آپ نے امام صاحب کے حالاتِ زندگی، تعلیم، آپ کے اساتذہ کرام اور آپ کی علمی خدمات پر تبصرہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے اس کتاب میں امام شوکانیؒ کے ہندوستانی تلامذہ کا بھی مختصر تعارف کرایا ہے جن میں مولانا عبدالحق بنارسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(م ۱۲۶۶ھ) مولانا عبدالحی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ) مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م ۱۳۰۵ھ) مولانا منصور الرحمان دہلوی (م ۱۳۳۷ھ) شامل ہیں۔ ان کے تلامذہ کے بارے میں مولانا عطاء اللہ مرحوم نے حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم (م ۱۳۰۷ھ) کی یہ تحریر نقل کی ہے۔

"شوکانی کے اکثر تلامذہ محققانہ اور مجتہدانہ قابلیت رکھتے ہیں۔ مذاہب و مسالک میں کسی کے پابند نہیں رہتے براہِ راست کتاب و سنّت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ سب امام کے تلمذ اور تربیت کی برکت ہے"

(امام شوکانی۔ ص ۵۰)

مولانا مرحوم "علوم شوکانی ہندوستان میں" کے تحت لکھتے ہیں۔

"جن دنوں ہندوستان میں علمائے حدیث اصلاح و تجدید کے کارنامے سرانجام دے رہے تھے۔ تقلید کی بندشیں ٹوٹ رہی تھیں۔ عوام میں مذہبی بیداری بیدار کرنے کے لئے ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک علمائے حدیث کی ایک جماعت سرگرم عمل تھی۔ اسی زمانہ میں علّامہ شوکانی ان ہی بنیادوں پر ملکی رسوم و عوائد، فقہی تقلید و جمود، معاشرتی خرابیوں اور اخلاقی قباحتوں۔ صوفیانہ بدعتوں، حکام کی بدعنوانیوں کے خلاف مصروفِ جہاد تھے۔ مشن کی وحدت نے ایک دوسرے کا شیدا بنایا۔ اسی شیدائیت نے تعلقات کا بیج بویا جو آئندہ چل کر آوردہ درخت بنا جو اس وقت سارے ہندوستان پر سایہ فگن ہے"

(امام شوکانی۔ ص ۵۰)

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم نے امام صاحب کی تصانیف کی فہرست موضوعات کے اعتبار سے لکھی ہے اور جو کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اس کی بھی نشاندہی کی ہے۔ آپ نے امام صاحب کی ۱۳۷ تصانیف کے نام گنائے ہیں۔ کتاب کے شروع میں مولانا محمد اسماعیل السلفی مرحوم کے قلم سے مقدمہ ہے۔ یہ کتاب ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں ثنائی پریس امرتسر سے شائع ہوئی۔ اور مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو ضلع لائل پور (فیصل آباد) نے شائع کی صفحات کی ضخامت ۷۰ ہے۔

پیارے رسول کی پیاری دُعائیں

مولانا مرحوم کی یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ آپ کی یہ کتاب مقبول و معروف ہے۔ اور اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے اس کتاب میں نماز، نمازِ جنازہ، نمازِ عیدین اور کئی دوسری جامع دعائیں جمع کی گئی ہیں اور مولانا مرحوم نے ہر ایک دُعاء معہ حوالۂ کتاب درج کی ہے۔

مولانا مرحوم اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"پیارے رسول کی پیاری دعائیں۔ نمازِ مسنون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعاؤں کا مختصر مجموعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی اشاعت چند ہی سالوں میں ہزاروں تک پہنچ چکی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو حسنِ قبول بخشا اور اس کے بندوں کی طرف سے اس کو سندِ افادیت حاصل ہوئی ہے۔"

حیات امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ ایک جلیل القدر امام اور محدّث تھے۔ اور حنابلہ اپنی نسبت انہی کی طرف کرتے ہیں۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ خالص عربی النسل تھے اور قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتے تھے۔ علومِ دینیہ میں آپ نے حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی۔ پہلے بغداد میں ائمہ محدّثین کرام سے تعلیم حاصل کی، بعدہٗ بصرہ۔ حجاز۔ یمن۔ شام اور جزیرہ کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ کے نامور محدّثین کرام سے استفادہ کیا۔

۴۰ سال کی عمر میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ یہ بھی ان کا کمال اتباعِ سُنّت تھا کہ انہوں نے عمر کے چالیس ویں سال جو سنِ نبوّت ہے۔ علومِ نبوت کی اشاعت شروع کی۔ امام صاحبؒ کی زندگی زُہد و توکّل میں یکتائے روزگار تھی۔ آپ کے اُستاد امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

احمد امامٌ فی ثمان خصائل (امام احمدؒ آٹھ خصائل میں امام ہیں)

(۱) امام فی الحدیث (۲) امام فی الفقہ (۳) امام فی اللُغۃ (۴) امام فی القرآن (۵) امام فی الفقر

(۶) امام فی الزہد (۷) امام فی الورع (۸) امام فی السنّۃ

فتنہ خلق قرآن میں ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے تمام عالمِ اسلام میں ان کی شہرت پھیل چکی تھی اور ہر طرف ان کی تعریف اور دُعاء کا غلغلہ تھا۔ فتنہ خلقِ قرآن کے سلسلے میں آپ نے جو استقامت اور ثابت قدمی دکھائی۔ اس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ اور مسلمان ایک بڑے خطرہ سے محفوظ ہوگئے۔ امام صاحبؒ نے ۷۷ سال کی عمر میں ۲۴۱ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

فؤاد یونیورسٹی مصر کے پروفیسر محمد ابُو زہرہ مصری مرحوم نے حیات امام احمد بن حنبلؒ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں آپ نے امام صاحبؒ کے حالاتِ زندگی، ان کے افکار اور فقہ اسلامی میں حنبلی فقہ کی امتیازی حیثیت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے اس کا اُردو ترجمہ مولانا سیّد رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم سے کرا کر اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السّلفیّۃ لاہور سے شائع کیا۔ مولانا مرحوم نے اس پر اپنے قیمتی حواشی و تعلیقات لکھے ہیں۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:۔

" حیات امام احمد بن حنبلؒ ــ جو ابن حنبل کا اُردو نام ہے ــ کے متعلق ایک ضروری بات یہ عرض کرنے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بہت سے محاسن کے باوجود بعض جگہ مصنف سے فاش غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں جب کہ امام احمد اور محدثین کے بنیادی مسلک کے خلاف بعض مسائل میں انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ مثلاً یہ کہ بسلسلہ مسئلہ خلق قرآن حق بجانب معتزلہ تھا یا یہ کہ یہ نزاع لفظی تھا، حقیقی نہ تھا۔ اسی طرح کی اور بھی بعض خامیاں ہیں"

فتنۂ خلق قرآن کے بارے میں پروفیسر ابوزہرہ مرحوم لکھتے ہیں۔

"عقل و بداہت کا جہاں تک تعلق ہے ہم معتزلہ کی صحت نظر اور صحت رائے کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ اگرچہ کلام الٰہی ہے لیکن بہر حال مخلوق ہے" (ص ۱۲۷)

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم اس عبارت کا اس طرح نوٹس لیتے ہیں۔

"مصنف کی یہ رائے قرآن، حدیث، اجماع صحابہؓ و سلف امت کے نصوص و تصریحات کے سراسر خلاف ہے۔ نصوص صریحہ و ائمہ سلف کے ارشادات کی رُو سے کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بھی چاہے کلام کر سکتا ہے اور وہ حسب مشیت و ارادہ کلام کرتا ہے۔ یہ صفت اس میں ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔ یہ وصف اس کے ساتھ قائم ہے۔ الگ نہیں۔ بخلاف مخلوق کے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہے" (حاشیہ، ص ۱۲۷، ۱۲۸)

معتزلہ کے بارے میں مصنف "امام احمد بن حنبلؒ" لکھتے ہیں کہ:۔

"معتزلہ بھی دین کے معاملہ میں احتیاط ہی کا نقطۂ نظر رکھتے تھے اور ان تمام دروازوں کو حق کے ساتھ بند کر دینا چاہتے تھے۔ جہاں سے اسلام پر فریب کی کمندیں پھینکی جا سکتی تھیں۔ پس اگر وہ اپنے نقطۂ نظر کا پروپیگنڈا کرتے تھے، تو ان کو دین سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا" (ص ۱۳۴)

مولانا عطاء اللہ مرحوم اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں!

"محققین علمائے حدیث و سنت معتزلہ کو اسلام سے خارج نہیں قرار دیتے۔ ہاں البتہ جہمیہ کو ضرور اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اگرچہ اعتزال ہی کی ایک ترقی یافتہ شکل ہیں۔ تاہم جس قسم کے عقائد کفریہ تک وہ پہنچ گئے ہیں۔ ان کو شاید اکثر معتزلہ بھی ناپسند کرتے ہوں۔ معتزلہ اسلام سے خارج نہ سہی لیکن ان کی کج روی و گمراہی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے نصوص میں شبہات اور ائمہ سلف پر بداعتمادی کا ایسا دروازہ کھول دیا جس کے بُرے نتائج آج تک اُمت بھگت رہی ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نیک نیتی سے بیرونی طور پر اسلام کی جو خدمت کی اندرونی طور پر اسی کے قریب قریب نقصان پہنچا دیا۔"

(حاشیہ۔ ص ۱۳۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ابوزہرہ مذہب حنبلی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہب حنبلی کے معتقد زیادہ نہیں ہیں لیکن جہاں تک علماء و مجتہدین کا تعلق ہے۔ ان کی کثرت اس مذہب میں ملے گی اور اس مذہب کے لئے صرف امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ ہی کا وجود کافی ہے۔ صرف ان کا وجود ہزاروں علماء اور مجتہدین پر بھاری ہے۔ اور ان کے اجلال علم و پایہ کمال کے سامنے کون ہے جو سرِ تسلیم خم نہیں کرتا (ص ۴۷۳)

مولانا مرحوم نے اس پر حسب ذیل حاشیہ تحریر فرمایا۔

"امام احمدؒ اور حنبلی مذہب کے متعلق اسی قسم کی رائے، حضرت مولانا نواب سیّد محمد صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ والی ریاست بھوپال ہند المتوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی ظاہر فرمائی ہے۔ آپ اپنی کتاب تقصار جیود الاحرار جو صوفیائے کرام کے حالات میں آپ نے لکھی ہے، میں لکھتے ہیں:-

چنداں مجتہدین کہ در طریقہ او برخاستند در ہیچ مذہب معلوم نیست واگر ہیچ کسے نباشد مگر ابن تیمیہ و ابن القیم از برائے موازنہ با تمام علمائے زماں جہاں کفایت است (ص ۹۴)

یعنی امام احمدؒ کے مذہب میں جتنے مجتہد پیدا ہوئے ہیں، دوسرے کسی مذہب میں نہیں اگر ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کے سوا کوئی اور نہ بھی ہوتا تو موازنے پر یہی دونوں سب علماء پر بھاری ہیں" (حاشیہ۔ ص ۴۷۳)

حیات امام احمد بن حنبل پہلی بار ۱۹۵۶ء میں اشرف پریس لاہور سے طبع ہوئی۔ اور المکتبۃ السلفیۃ لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی ضخامت ۵۰۸ ہے اور دوسری بار ستمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ تیسری بار ۱۹۸۶ء میں ملک سنز تاجران و ناشران کتب فیصل آباد نے شائع کی۔

حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کو علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل تھا اور تفسیر و حدیث و فقہ میں بیک وقت اپنی امامت، تبحر اور غیر معمولی عبور کا جو نقش اپنے زمانہ پر قائم کیا اس میں بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کا تھا جو ایک موہبت خداوندی اور نعمتِ خداداد تھی۔ اس خداداد حافظہ اور ذہانت، علم سے خاندانی مناسبت، سخت محنت اور مشقت، شوق مطالعہ اور ذوقِ علم اور سب سے بڑھ کر توفیق خداوندی سے انہوں نے اسلامی علوم اور رائج الوقت فنون و مضامین میں ایسا تبحر اور جامعیت کی شان پیدا کرلی تھی کہ ان کے معاصرین جو سن میں ان سے بڑے اور اپنے زمانہ کے مسلم الثبوت اور امام فن تھے۔ ان کے علمی تبحر کے معترف تھے۔ شجاعت، دلیری اور موت سے بے خوفی میں اپنی مثال آپ تھے لیکن ان کا اصلی امتیاز جس نے ان کو اپنے معاصرین میں یگانۂ روزگار اور تاریخ میں زندہ جاوید اور یادگار بنا دیا۔ وہ تنہا ان کا علمی تبحر نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ان کا فکری استقلال، ذوق تحقیق اور مجتہدانہ طرز بھی تھا۔ اور اس کے علاوہ ان کی زندگی کا ایک نمایاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلو یہ بھی تھا کہ وہ علمِ دین کی خدمت کے لئے ہمہ تن وقف تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کسی اور سے سروکار نہیں رکھا۔ اور انہوں نے کوئی دینی منصب یا انتظامی ذمہ داری قبول نہیں کی اور نہ ہی کبھی کوئی عطیۂ سلطانی یا خلوتِ شاہانہ یا انعام و اکرام قبول کیا۔

امام ابن تیمیہؒ پر پروفیسر ابُوزہرہ مصری مرحوم نے ابن تیمیہ حیاتہ و عصرہ آراؤہ وفقہہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس میں آپ نے امام صاحبؒ کے حالات، عصرو عہد اور افکار و آراء پر بحث کی ہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم نے اس کا اُردو ترجمہ بھی مولانا سیّد رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم سے کرایا۔ اور اس کا مقدمہ مولانا غلام رسُول مہر مرحوم سے لکھوایا۔ اور اس کی تنقیح، تحقیق و اضافہ، حواشی اور تعلیقات خود لکھے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے اپنے مقدمہ میں مولانا عطاء اللہ مرحوم کی اس علمی کاوش کا جو آپ نے حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے سلسلے میں سرانجام دیں یُوں اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

"مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیفؒ نے اس کتاب میں جو سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا۔ اس کی حقیقی حیثیت ٹھیک ٹھیک واضح کرنے کے لئے الفاظ مساعدت نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کی وفات پر ۶۴۳ سال گزر چکے ہیں۔ وفات سے ۱۴ سال بعد تک ان کی تصانیف اکٹھی نہ ہو سکیں۔ ان کا ایک حصہ مخالفین کے قبضے میں تھا۔ باقی تصانیف مختلف شاگرد اور نیاز مند محفوظ کرکے اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ رسائل و فتاوٰی انہیں افراد و جماعات کے پاس تھے جن کے لئے وہ مرتب ہوئے تھے۔ جب ابتلاء کا دَور گذر گیا اور حالات سازگار ہوئے۔ تو لوگوں نے ان تصانیف کے استقصاء کی کوششیں شروع کر دیں مگر آج تک ایک بھی ایسی فہرست مرتب نہ ہو سکی جو تمام تصانیف پر حاوی ہوتی۔

ایک دقت یہ پیش آئی کہ مختلف اصحاب نے رسائل و فتاوٰی کو مختلف مجموعوں کی شکل میں چھاپ دیا۔ اس وجہ سے تمام تصانیف کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی اور بھی مشکل ہوگئی۔ خصوصاً اس بناء پر کہ خود امام موصوف یا ان کے تلامذہ نے کوئی بھی مجموعہ مرتب نہیں کیا تھا۔ جو چیز جس کے ہاتھ آئی۔ اُس نے اپنی صوابدید کے مطابق جس انداز میں چاہا، شائع کر دیا۔ اور جو نام مناسب معلوم ہوا رکھ دیا۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اہلِ علم میں سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے مہینوں کی محنتِ شاقہ کے بعد تصانیفِ امام کی ایک جامع فہرست مرتب کی اور بتایا کہ کونسی تصنیف بہ حالتِ موجودہ کس کس مجموعے میں شامل ہے۔ یہ فہرست وہی صاحب مرتب کر سکتے تھے جن کی نظر امام موصوف کی تمام تصانیف پر ہو۔ اور وہ صرف اسماء ہی نہیں بلکہ مسمّٰی سے بھی پُوری طرح آگاہ ہو۔ اور مسمّٰی کے تحقیقی آگاہی کے بغیر اسماء غلط فہمی پیدا کر سکتے تھے۔ جس کی مثالیں ناپید نہیں۔

پھر مولانا عطاء اللہ نے محض تصانیف کے نام ہی نہ مرتب کئے بلکہ یہ سراغ بھی لگایا کہ کونسی تصنیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہاں اور کب شائع ہوئی اور یہ فہرست فن وار مرتّب کی یعنی سب سے پہلے تفسیر، پھر حدیث پھر فقہ و فتاویٰ پھر اصولِ فقہ، پھر عقائد و کلام پھر اخلاق و تصوّف پھر فلسفہ و منطق پھر نقد و جرح اور پھر مکاتیب اور سب سے آخر میں وہ تصانیف بہ عنوان متفرقات درج کی ہیں، جنہیں کسی خاص فن کے تابع نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ تفسیر کے سلسلے میں یہ اہتمام کیا کہ قرآن مجید کے متعلق بعض اصولی مباحث کے بعد ہر سورت کی مختلف آیات کی تشریح میں جو کچھ ملتا ہے وہ بہ حوالہ کتاب ترتیب سے لکھ دیا اور یہی کیفیت دوسرے ابواب کی ہے۔ گویا مولانا کی مرتّبہ فہرست کا یہی فائدہ نہیں کہ خوانندۂ کتاب تمام تصانیف کے ناموں اور حوالوں سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ یہ فائدہ بھی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق امام ابن تیمیہ کے مہیا کردہ ذخیرہ سے بالاستیعاب استفادہ کرنا چاہے تو یہ فہرست اس کے لئے ایک عمدہ رفیق و دلیل کا کام دے گی۔ یہی کیفیت دوسرے مطالب کی ہے۔ آخر میں مولانا نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصانیف کے تراجم کی فہرست بھی دے دی ہے۔

مولانا مرحوم تنہا یہی کام انجام دے دیتے۔ وہ تمام اہلِ علم کی طرف سے عمومًا اور امام ابن تیمیہؒ کے عقیدت مندوں کی طرف سے خصوصًا دلی تبریک و تہنیت اور قلبی تشکّر و امتنان کے مستحق ہیں۔ اس کارنامے نے پیشِ نظر کتاب کی افادی حیثیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔" (ص ۱۸ ۔ ۱۹)

مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے مولانا عطاء اللہ صاحب کی تنقیح و تحقیق اور حواشی و تعلیقات کی تعریف کی ہے اور آپ کے تبحرِ علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا کی شانِ تحقیق ملاحظہ ہو۔

ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:۔

"جن دنوں میں دمشق میں موجود تھا۔ جمعہ کے دن جامع مسجد دمشق میں گیا۔ تو ابن تیمیہؒ منبر پر وعظ کر رہے تھے دورانِ وعظ یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان (رات کے آخری حصے میں) پر اترتا ہے۔ پھر منبر کی اوپر کی سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے اتر کر کہا کہ یوں اترتا ہے جیسے میں اترا ہوں" (ص ۹۵)

مولانا عطاء اللہ مرحوم اس پر فرماتے ہیں:۔

"ابن بطوطہ ۹ رمضان ۷۲۶ھ جمعرات کے دن دمشق پہنچتے ہیں۔ جب کہ امام ابن تیمیہؒ ۱۶ شعبان ۷۲۶ھ سوموار کے دن یعنی ابن بطوطہ کے پہنچنے سے ۳۲ دن قبل قلعہ دمشق میں محبوس ہو چکے تھے اور خود اسی کے بقول اسی قیدی میں ۷۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ابن بطوطہ نے امام صاحب سے نہ کوئی بات سنی نہ اس کو امام صاحب کے ساتھ کسی جگہ جمع ہونے کا اتفاق ہوا۔" (ص ۹۵)

پروفیسر ابوزہرہ مصری مرحوم لکھتے ہیں:۔

شیعہ فرقہ تمام اسلامی فرقوں میں سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اس کی تاریخ عہدِ عثمانؓ سے شروع ہوتی ہے بلکہ مؤرخین کہتے ہیں کہ درحقیقت اس کی بناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑ گئی تھی۔ جب کہ ایک فریق یہ سمجھتا تھا کہ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔"

(ص ۲۶۰)

مولانا عطاء اللہ مرحوم صاحب کو مصنّفِ ابن تیمیہؒ کی اس تحریر سے اتفاق نہیں۔ آپ فرماتے ہیں!

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کوئی شخص بھی حضرت علیؓ کے استحقاقِ امامت وخلافت کا قائل نہیں تھا۔ سب صحابہ بمیت حضرت علیؓ اجماعاً صدیقِ اکبرؓ کی خلافت پر متفق ہوگئے تھے۔ (اس سلسلہ میں امام ابوالحسن اشعری کی کتاب مقالات الاسلامیین، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ اور ابن تیمیہ کی منہاج السنّہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے)"

(حاشیہ ص ۲۶۰)

تلامذۂ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے سلسلے میں ابوزہرہ مرحوم نے صرف آپ کے جلیل القدر تلمیذ حافظ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) کا تذکرہ کیا ہے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم نے اس پر اضافہ کیا ہے۔ اور آپ کے دوسرے جلیل القدر تلامذہ، حافظ ابن عبدالہادی (م ۷۴۴ھ) حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام محمد بن مفلح (م ۷۶۳ھ) اور دوسرے جلیل القدر تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مصنّفِ ابن تیمیہؒ نے شیخ الاسلام کے بارے میں امام ذہبیؒ کے تأثرات جن الفاظ میں بیان کئے ہیں (ابن تیمیہ، ص ۶۶-۶۹) مولانا عطاء اللہ صاحبؒ مرحوم کو اس سے بھی اتفاق نہیں۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

امام ذہبیؒ کی طرف سے جو الزامات امام ابن تیمیہؒ پر لگائے گئے ہیں۔ یہ درست نہیں ہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں!

" ان کو صرف اللہ کی راہ میں مخالفین نے اذیتیں پہنچائیں اور خالص سنّت بیان کرنے کی وجہ سے ان کو دھمکیاں دی گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے ابن تیمیہؒ کا وقار بلند کر دیا۔ اور اہلِ تقویٰ کو بھی ان کی معیت پر جمع کر دیا۔ اور ان کے دشمنوں کی سازشیں ناکام بنادیں۔ عوام ان سے محبّت کرتے ہیں۔ کیوں کہ زبان اور قلم سے ان کو نفع پہنچانے کے لئے ہر وقت رات دن مستعد رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حکّام وامراء کے دلوں کو امام صاحب کی اطاعت و انقیاد پر مائل کر دیا تھا۔ ان کے باعث اسلام زندہ ہوگیا۔ ابن تیمیہؒ زہد و ورع کمالِ فکر، سرعتِ ادراک، خوفِ الٰہی اور حدود اللہ کی تعظیم میں شہرت رکھتے تھے۔ فضلائے عصر اور متصوفین پر ان کی تنقید عموماً درست ہے لیکن محلِ نظر بھی اگر ہے تو جذبۂ نفسانی سے نہیں بلکہ اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے —— امام ابن تیمیہؒ کا مستقل اصول یہ ہے کہ وہ غلطیوں میں لوگوں کو معذور سمجھتے ہیں —— انہوں نے عقلی نظریوں کو خوب جانچا۔ متکلمین کے اقوال پہچانے۔ پھر سب کے اغلاط کا ردّ کیا اور دلائل و براہین سے سُنّت کی تائید کی۔" (ص ۷۷۷ - ۷۷۸)

امام صاحب کی تصانیف کے بارے میں مولانا عطاء اللہ مرحوم لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے ۱۷ سال کی عمر میں تص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنبھالا۔ اور ۵۴ سال تک یہ قلم رواں دواں رہا۔

امام صاحب کی تصانیف تاریخ اسلام کا ایک حصہ ہیں۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کئی صدیاں گزر جانے کے بعد اور بڑے اہم علمی و دینی انقلابات کے باوجود ابھی تک ایک نئی نسل کے دل و دماغ کو متاثر کرتی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس عقلیت پسند اور جدت طلب دَور میں وہ از سرِنو مقبول ہو رہی ہیں۔

مولانا مرحوم نے امام صاحب کی تصانیف کی جو فہرست مرتب کی ہے اُس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱	تفسیر	۱۰۲
۲	حدیث	۴۱
۳	فقہ وفتاوٰی	۱۳۸
۴	اصُول الفقہ ومتعلقاتہ	۲۸
۵	عقائد وکلام	۱۲۶
۶	اخلاق وزھد وتصوّف	۷۸
۷	فلسفہ ومنطق پرنقد وجرح	۱۷
۸	مکاتیب	۷
۹	متفرقات	۵۴
	میزان	۵۹۱

ان کے علاوہ مولانا مرحوم نے امام صاحب کی تصانیف کے اُردو تراجم کی فہرست بھی دی ہے۔ جن کی تعداد ۳۲ ہے۔ اور جس ادارہ نے یہ تراجم شائع کئے اُس کی بھی نشاندہی کی ہے۔

ص ۳۶۸ تا ۴۴۸ مراجع ومصادر کے سلسلہ میں ان کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے تنقیح، تحقیق، اضافہ اور حواشی وتعلیقات میں استفادہ کیا ہے۔ آخر میں حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی نے اشاریہ ترتیب دیا ہے۔ جو اشخاص و اعلام، کتبُ فرق واقوام اور اماکن پر مشتمل ہے۔

مولانا مرحوم اصل کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اصل کتاب میں آیات اور احادیث کے حوالے نہیں تھے۔ اب ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے مصنّف نے جن کتابوں سے مواد لیا ہے ان کی طرف مراجعت کر کے دو چار کے سوا جو مہیّا نہ ہوسکیں۔ اصل کتاب کے بعض اجمالات کی توضیح کر دی گئی ہے اور بعض مسامحات دُور کر دیے گئے ہیں" (ص ۱۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پہلی بار ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں طبع ہوئی۔ صفحات کی ضخامت ۸۸۰ ہے۔ دوسری بار ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔

حیاتِ امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہؒ جلیل القدر امام اور فقیہ تھے۔ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ زہد، تقویٰ، ذکاوت و فطانت میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ ۱۵۰ھ میں آپ نے بغداد میں انتقال کیا۔

پروفیسر ابوزہرہ مرحوم نے امام ابوحنیفہؒ کے حالات، عمیق اجتہادات اور تفقہ پر ایک علمی کتاب لکھی ہے۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم نے اس کا اُردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری صاحب سے کرا کر اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السّلفیۃ لاہور سے شائع کیا اور اس پر اپنے حواشی و تعلیقات لکھے۔

مترجم کتاب پروفیسر غلام احمد حریری اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"پروفیسر ابوزہرہ کی یہ تصنیف اُردو لٹریچر میں بیش بہا اضافہ کی موجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی سیر و سوانح پر اُردو زبان میں معیاری کتب کی بے حد کمی ہے۔ دعویٰ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اُردو زبان میں اپنے موضوع پر منفرد اور یکتا ہے" (ص ۲۲)

مولانا عطاء اللہ مرحوم نے اس پر جو مفید تنقیح، تحقیق اور حواشی و تعلیقات لکھے ہیں۔ پروفیسر صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں۔

" مولانا عطاء اللہ صاحب نے اس کتاب کو مفید تر بنا دیا ہے کہ اس میں آیاتِ قرآنیہ کے حوالے دیے ہیں۔ احادیث و آثار کی تخریج و تحقیق کی ہے اور جابجا مصنّف کے مسامحات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اور ان حواشی کا وہ حصّہ بالخصوص بڑی اہمیّت و افادیت کا حامل ہے۔ جس میں احادیثِ پاک کے متعلق ایسے مغالطوں کا ازالہ کیا گیا ہے جن میں جناب مصنّف کے علاوہ موجودہ دَور کے بہت سارے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں" (ص ۲۳)

مصنّف حیات امام ابوحنیفہ انتخاب خلیفہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔

" امام ابوحنیفہؒ اپنے دَور کے حکّام و عمّال کے بارے میں شیعی زاویۂ نگاہ رکھتے تھے۔ یعنی خلافت کو حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کا حق سمجھتے تھے اور یہ رائے رکھتے تھے کہ آپ کے معاصر خلفاء نے فاطمیوں کا یہ حق غصب کیا ہے۔ لہٰذا اس منصب کی وجہ سے وہ ظالم ٹھہرے ہیں" (ص ۲۷۱)

مولانا عطاء اللہ مرحوم مصنّف کی اس تحریر سے اتفاق نہیں کرتے!

آپ لکھتے ہیں کہ:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" یہ ایسا دعویٰ ہے جس پر تاریخ سے کوئی ٹھوس دلیل پیش کرنی چاہیئے تھی مگر جناب مصنّف نے حضرت امام سے ایسی کوئی تصریح نقل نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا کہ خروج علویہ کی تائید و نصرت کی وجہ اولادِ علی رضؓ کا استحقاقِ خلافت تھی۔ یہاں تک تو درست ہے کہ حضرت امام کو ایک اُموی خلیفہ کے خلاف زید بن علی رضؓ کے خروج یا منصور عباسی کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ امویوں اور عباسیوں کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے۔ جو بے چارے علویوں پر توڑے جا رہے تھے۔ پھر حضرت زید خاندانِ علویہ سے حضرت امام کے علمی تعلقات بھی تھے۔ اس کی اور وجوہ بھی ہو سکتی ہیں لیکن استحقاقِ خلافتِ فاطمیہ کی وجہ کا سراغ نہیں ملتا" (حاشیہ ص ۲۷۱)

مصنّف امام ابوحنیفہؒ عقیدہ خلقِ قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

" امام ابوحنیفہؒ خلقِ قرآن کے مسئلہ پر غور و فکر کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ چہ جائیکہ آپ اسے عقیدہ کی حیثیت سے قبول کرتے۔ ہم اس کے قائل بھی نہیں کہ یہ عقیدہ کوئی بڑے بھاری گناہ کا موجب ہے۔

مولانا مرحوم خط کشیدہ رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

" جناب مصنّف کا یہ خیال سلف صالح کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔ سارے ائمہ سلف عقیدہ خلقِ قرآن کو گمراہی سمجھتے تھے۔ خود حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں قابل شاگرد خلقِ قرآن کے عقیدہ کو کفر سمجھتے تھے ——— اور یہی رائے سب ہی ائمہ سُنّت کی ہے۔" (حاشیہ ص ۲۹۹)

مصنّف حیات امام ابوحنیفہؒ نے ان ممالک کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں حنفی مذہب کی اکثریت ہے اور اس میں برصغیر پاک و ہند کا بھی نام لکھا ہے (ص ۴۰۲)

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم اس پر یُوں حاشیہ تحریر فرماتے ہیں!

" برصغیر پاک و ہند کے اہل السنّۃ والجماعت میں اکثریت تو بلا شُبہ حنفیہ کی رہی ہے۔ لیکن مقدسی کی احسن التقاسیم سے معلُوم ہوتا ہے کہ مذہب اہلحدیث کے عامل بھی تھوڑے بہت قدیم سے یہاں موجود چلے آرہے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے عہد میں بھی موجود تھے۔ خود شاہ صاحب بھی جہاں تک فقہیات کا تعلق ہے۔ تقریباً مذہب اہلحدیث ہی کے داعی تھے۔ ان کے مجاہد پوتے مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے توحید خالص اور فقہیات تک میں مستقل مسلک اہلحدیث کی داغ بیل ڈال دی۔ چنانچہ جب سے اب تک جماعت اہلحدیث ترقی پذیر ہے۔ اور اس کی تعداد کئی ملین تک پہنچ چکی ہے۔ شوافع پاکستان میں اگر ہوں گے تو بہت کم۔ البتہ ہندوستان میں ساحلی سمندر اور جنوبی ہند کے شہروں میں موجود ہیں۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ برصغیر کے اہل سُنّت میں دوسرا نمبر جماعت اہلحدیث کا ہے۔" (حاشیہ ص ۴۰۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات امام ابوحنیفہ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی ۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔

التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی (عربی)

سنن نسائی صحاح ستہ کا ایک رکن عظیم ہے ۔ اور امام ابوعبدالرحمان احمد بن علی بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ) کی تصنیف ہے ۔ امام نسائی اپنے دور کے جلیل القدر محدث تھے ۔ زہد و ورع میں یکتائے روزگار تھے ۔ علمائے کرام اور معاصرین نے ان کے علمی تبحر اور جلالت قدر کا اعتراف کیا ہے ۔ مؤرخ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ۔

کان امام عصرہ فی الحدیث

امام نسائی نے سنن کے نام سے دو کتابیں تصنیف کیں ۔ سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ ۔ لیکن صحاح ستہ میں سنن صغریٰ شامل ہے ۔ اور اس کا دوسرا نام المجتبیٰ ہے ۔ سنن نسائی (صغریٰ) حدیث کی کتابوں میں ممتاز مقام کی حامل ہے ۔ امام صاحب نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے ۔ اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں ممتاز ہے ۔ جیسا کہ علامہ ابن رشد (م ۷۲۱ھ) فرماتے ہیں ۔

" یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ۔ ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے اور بخاری و مسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے ۔ نیز علل حدیث کے ایک خاص حصہ کا بیان بھی اس میں آگیا ہے ۔ (مقدمہ زھر الربیٰ)

حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں :-

یہ (سنن نسائی) اس فن کی تمام مصنفات سے افضل ہے ۔ اور اسلام میں اس کے مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ (فتح المغیث ۔ ص ۱۲)

سنن نسائی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے مگر افسوس اس کے تعلیقات کی طرف علمائے کرام نے وہ توجہ نہیں کی جو دیگر کتب حدیث کی طرف کی گئی ہے ۔ ۶ صدیاں گزرنے کے بعد علامہ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس کی تعلیق لکھی اور یہ تعلیق بہت سی خوبیوں کی حامل ہے ۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ علامہ سندھی (م ۱۱۳۹ھ) کا ہے ۔ یہ حاشیہ علامہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل، اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے ——— سنن نسائی کا اردو ترجمہ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے کیا تھا جو چھپ چکا ہے ۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے علوم حدیث میں ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا ۔ آپ نے سنن نسائی کی شرح التعلیقات السلفیہ کے نام سے لکھی ۔ یہ شرح گوناگوں صفات کی حامل ہے ۔ اور مولانا مرحوم کے علمی تبحر، وسعت نظر کی آئینہ دار ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مرحوم نے اس شرح میں علامہ سندھی کا حاشیہ جو زیادہ تر علامہ سیوطی کے حاشیہ زہر الربیٰ کی تلخیص ہے ۔ اپنی اس شرح میں شامل کیا ہے اور اس کے ساتھ آپ نے بعض جگہ ضروری اضافے بھی کئے ہیں ۔ اس کے بعد مولانا مرحوم نے علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) کا حاشیہ سنن نسائی جو ابھی تک غیر مطبوعہ تھا ۔ وہ پورے کا پورا تعلیقات میں شامل کر دیا ہے ۔ اور اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے فوائد حدیثیہ مندرجہ حجۃ اللہ البالغہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ۔

مولانا مرحوم نے امام نسائی کے حالاتِ زندگی، رحلتِ سفر، ان کے عقیدہ و مذہب، فقہ و اجتہاد اور امام صاحب کے علمی تبحّر اور معاصرین کا اعتراف اور ان کی جملہ تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے ۔ اس کے علاوہ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) علامہ سندھی (م ۱۱۳۹ھ) علامہ حسین بن محسن انصاری (م ۱۳۲۷ھ) مولانا شیخ عبدالرحمن پنجابی (م ۱۳۱۵ھ) اور مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری (م ۱۳۳۸ھ) کے مختصر حالات لکھے ہیں ۔

مولانا مرحوم نے پوری کتاب میں احادیث کے نمبر لگا دیے ہیں ۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے ۔

جلد اوّل	تعداد ابواب	۱۲۸۸	تعداد احادیث	۲۶۱۹
جلد دوم	"	۱۱۶۴	"	۳۱۲۴
	میزان	۲۴۵۲		۵۷۴۳

کتاب کے آخر میں مولانا مرحوم نے اس کتاب کی شرح میں جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ۔ اس کی فہرست "جریدۃ المراجع" کے عنوان سے دے دی ہے ۔

التّعلیقات السّلفیۃ ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء میں طبع ہوئی ۔ جلد اوّل کے صفحات کی تعداد ۳۰۰ اور جلد دوم کے صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے اور آج تک یہ کتاب چار مرتبہ شائع ہو چکی ہے [1]

تنقیح الرّواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (عربی)

جلد ثالث و رابع

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ مولانا احمد حسن دہلوی صاحب احسن التفاسیر (م ۱۳۳۸ھ) کی تصنیف ہے جس میں مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی تخریج و تحقیق، الفاظ کا حل اور محدّثانہ تشریح کی گئی ہے ۔ مولانا احمد حسن مرحوم نے اس کی پہلی جلد لکھی اور اس کے بعد اس کی بقیہ ۳ جلدیں اپنی نگرانی میں مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی (م ۱۳۸۱ھ) سے لکھوائیں ۔ تنقیح الرّواۃ کی پہلی جلد ۱۳۳۳ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی ۔ صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے اور دوسری جلد

[1] اب اس کا نیا اڈیشن مع تخریج المکتبۃ السلفیہ لاہور کے اہتمام میں ریاض (سعودیہ) سے پانچ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے (ص ۔ ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳۵ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی۔ صفحات ۲۱۴ ہیں۔

تیسری اور چوتھی جلد کا مسودہ مطبع مجتبائی دہلی کے پاس بغرض اشاعت موجود تھا۔ کہ ملک کی تقسیم معرضِ وجود میں آگئی ۔ اور اس کی اشاعت میں تعطل پیدا ہوگیا۔

تقسیم ہند کے بعد مطبع مجتبائی کا سامان کراچی منتقل ہوا۔ تو اس میں تنقیح الرّواۃ کا مسودہ بھی شامل تھا۔ مولانا محمد عطاء اللہ مرحوم کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے زرِکثیر صرف کرکے یہ مسودہ حاصل کیا۔ یہ مسودہ مولانا ابوسعید شرف الدین مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا مگر یہ سب کرم خوردہ ہوچکا تھا اور اشاعت کے قابل نہیں تھا۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم نے سالہا سال محنت کرکے اور اس میں تنقیح و تحقیق اور اضافہ کرکے اس کو اشاعت کے قابل بنایا۔ مولانا مرحوم کا یہ علمی کارنامہ ان کے علمی تبحّر، وسعتِ نظر، ذوقِ مطالعہ اور تحقیق و کاوش کا آئینہ دار ہے۔

تنقیح الرواۃ کی تیسری جلد دارالدّعوۃ السّلفیۃ کے زیر اہتمام ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۶۶ ہے اور چوتھی جلد حضرت کی وفات کے چند سال بعد ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔

اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ (عربی)

یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی تصنیف ہے۔ اور حدیث و فقہ اور اس کے متعلقات کے بارے میں ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ تھی۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم نے بڑی تدقیق و محنت سے نہ صرف ایڈٹ کرکے اس کو شائع کیا بلکہ اس میں گرانقدر علمی و تحقیقی تعلیقات و حواشی کا اضافہ بھی فرمایا۔ اور اس کے ساتھ مولانا مرحوم نے کئی اکابر علمائے اہلحدیث کے حالات بھی اس کتاب میں شامل کردیے ہیں۔ مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کا تذکرہ بزبان عربی نمایاں طریقے سے غالباً اسی کتاب کے ذریعے سے منظرِ عام پر آیا ہے۔

یہ کتاب ۱۶۴ صفحات میں ۱۹۶۹ء میں المکتبۃ السّلفیہ نے شائع کی۔

دارالدّعوۃ السّلفیّۃ

۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے دارالدّعوۃ السّلفیہ کے نام سے ایک علمی و تحقیقی ادارہ قائم کیا۔ اس کے لئے تین[1] منزلہ عمارت تعمیر کروائی۔ جن پر لاکھوں روپے صرف ہوئے۔ اس کی پہلی منزل میں مدرسہ مصباح القرآن اور ہفت روزہ الاعتصام کا دفتر ہے۔ دوسری منزل میں مسجد اور تیسری منزل میں لائبریری ہے جو ہزاروں کتابوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ سب کتابیں مولانا مرحوم کی ذاتی تھیں جو آپ نے دارالدّعوۃ السّلفیۃ کے نام وقف کردیں۔

دارالدّعوۃ السّلفیۃ کے قیام کے متعلّق مولانا مرحوم نے الاعتصام میں لکھا تھا کہ اس ادارہ کے قیام کا

---

[1] اب اس ادارے کی عمارت چار منزلہ ہے اور آخری منزل اردو لائبریری کے لئے مختص ہے۔ ع ۔ ص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد یہ ہے کہ ایک تو سلف صالحین کی کتابوں کی اشاعت کی جائے، دوسرے کتب حدیث کے تراجم شائع کئے جائیں تاکہ لوگ حدیث سے مستفید ہو سکیں۔ اس کے علاوہ دیگر علمی و تحقیقی منصوبے اس کے پیش نظر ہیں۔

اس علمی ادارہ نے آج تک جو علمی خدمات سرانجام دی ہیں، اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔ یہ ادارہ آج تک تقریباً ۳۲ کے قریب عربی اور اُردو کتابیں شائع کر چکا ہے۔ جن میں بعض عربی میں ہیں اور بعض عربی سے اُردو تراجم ہیں۔ اور ان میں سے تقریباً ۱۲ کتابیں ایسی ہیں جو اس ادارہ نے مفت تقسیم کی ہیں۔

دار الدعوۃ السلفیّہ کی تمام مطبوعات کا تعارف کا یہ مقالہ متحمل نہیں۔ تاہم چند مشہور و معروف کتابوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

منتقی الاخبار مُترجم

منتقی الاخبار امام عبد السلام ابن تیمیہ (م ۶۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔ امام محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے اس کی شرح نیل الاوطار کے نام سے لکھی ہے جو علمی حلقوں میں متداول اور مقبول ہے۔ اور بادلیل فقہ و فتاویٰ کا نہایت عمدہ اور قابلِ اعتماد مرجع و مصدر ہے۔

منتقی الاخبار محی السنّۃ نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے سب سے پہلے مطبع فاروقی دہلی سے ۱۲۹۷ھ میں طبع کرائی تھی۔ اس کے شروع میں ایک علمی مقدمہ ہے جو مولانا عبد الرشید کشمیری (م ۱۲۹۸ھ) نے لکھا تھا۔

منتقی الاخبار کا اُردو ترجمہ مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (م ۱۸ اگست ۱۹۷۷ء) نے کیا تھا۔ مولانا مرحوم نے یہ ترجمہ مولانا عبد الخالق رحمانی بن مولانا عبد الجبار محدث کھنڈیلوی مرحوم سے حاصل کیا اور اس پر نظر ثانی اپنے لائق شاگرد مولانا ابوبکر صدیق السلفی سے کرائی۔ اور اس کے بعد مولانا مرحوم نے اس کو دار الدعوۃ السلفیہ کے زیر اہتمام دو جلدوں میں شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۹۹۲ ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں طبع ہوئی۔

حدِ رجم کی شرعی حیثیت

اس میں کئی منکرینِ حدیث کے دلائل کا رَدّ کرتے ہوئے حدِ رجم کی شرعی حیثیت کا اثبات کیا گیا ہے۔ مثلاً عمر احمد عثمانی مصنّف "فقہ القرآن" مولانا امین احسن اصلاحی اور جسٹس یعقوب علی وغیرہ۔ ان سب حضرات نے حدِ رجم کی متواتر روایات اور اجماعی سزا کا انکار کیا ہے جن کا جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے یہ کتاب مولانا مرحوم کی نگرانی میں ترتیب دی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم الصیام

یہ رسالہ محی السنۃ مولانا نواب سید صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) کی تالیف ہے۔ جس میں روزہ کے احکام و مسائل مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا صاحب نے اس کو دارالدعوۃ السلفیہ کے زیر اہتمام شائع کیا۔ اور مولانا مرحوم نے اس رسالہ میں قیام رمضان (مسئلہ تراویح) اور رمضان میں جود و سخا کے باب کا اضافہ کیا ہے۔

تعلیم الزکوٰۃ

یہ رسالہ بھی حضرت نواب صاحب مرحوم و مغفور کا تحریر کردہ ہے۔ اس میں زکوٰۃ کے ضروری مسائل بیان کئے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس کو دارالدعوۃ السلفیہ کے زیر اہتمام ضروری حواشی کے ساتھ شائع کیا۔

التحقیق الراسخ

التحقیق الراسخ مسئلہ رفع الیدین کے اثبات پر ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اور حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی مرحوم و مغفور کی تالیف ہے۔ اس رسالہ میں حضرت حافظ صاحب مرحوم و مغفور نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں اثبات رفع الیدین عند الرکوع و رفع الرأس من الرکوع بیان کیا ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۴۹ھ میں طبع ہوا تھا۔ اور مولانا مرحوم جو ان دنوں حضرت حافظ صاحب کے پاس گوندلانوالہ میں پڑھتے تھے۔ اس کا پیش لفظ "پہلے مجھے دیکھئے" کے عنوان سے لکھا! جس میں مولانا عطاء اللہ مرحوم لکھتے ہیں۔

> "مدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اردو میں ایک ایسی مستقل تحریر ہونی چاہیئے جس میں اس عبادتؐ سنت رفع کے دوام و بقاء پر مکمل بحث ہو۔ اور قائلین نسخ کے جملہ شبہات کا ازالہ کیا جائے کیوں کہ ابحاث سابقہ عربی میں ہیں۔ اور تفصیلی دفاتر سے عوام مستفید نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب نے برجستہ ایک مستقل تحریر فرمائی ہے (ص ۶)

مولانا عطاء اللہ صاحب کے حکم سے دارالدعوۃ السلفیۃ نے طبع اول کا فوٹو اسٹیٹ ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے۔

کربلا کی کہانی حضرت ابو جعفر کی زبانی مع بدعات محرم

امام ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب میں حضرت ابو جعفر باقر کی ایک روایت میں واقعۂ کربلا کی مختصر اور ضروری تفصیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عینی گواہ کی حیثیت سے بیان کی گئی ہے۔ جو حاشیہ آرائی اور مبالغہ آمیزی سے بہت حد تک پاک ہے۔ کربلا کی کہانی اسی روایت کا اُردو ترجمہ ہے۔ اور آخر میں اس کی روشنی میں حضرت مولانا نے ضروری تعلیقات کا اضافہ فرمایا ہے۔ اصل روایت اور اس پر تعلیقات سے واقعۂ کربلا کی صحیح صحیح صورتِ حال واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر

یہ علمی رسالہ مولانا مسعود عالم ندوی (م ۱۹۵۴ء) کی تصنیف ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک اور پروفیسر محمد سرور کی کتاب مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار و تعلیمات پر معارف اعظم گڑھ فروری مئی ۱۹۴۳ء پر تنقید اور استدراک کے طور پر لکھے۔ جب یہ مضامین معارف میں مولانا عطاء اللہ مرحوم کی نظر سے گزرے تو آپ نے مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کو جو ان دنوں پٹنہ میں مقیم تھے۔ اور مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم کا قیام فیروزپور مشرقی پنجاب میں تھا تو مولانا مرحوم نے مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کو لکھا۔ یہ مضامین کتابی شکل میں شائع ہونے چاہئیں مگر اس دور میں ایک تو کاغذ کی ہوشربا گرانی تھی اور مالی وسائل بھی کچھ ایسے نہ تھے کہ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم اس کو کتابی شکل میں شائع کرتے۔

چنانچہ مولانا عطاء اللہ مرحوم نے مولانا مسعود عالم ندوی کی یہ خواہش پوری کر دی۔ آپ نے روپے کا بندوبست کر دیا۔ اور یہ کتاب ۱۳۶۳ھ میں مکتبہ دین دانش پٹنہ (بہار) سے شائع ہوئی اور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس پر ایک علمی مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم کے ایماء اور خواہش پر ۱۴۰۶ھ میں اس کو دوبارہ دارالدعوۃ السلفیۃ کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے۔ یہ تازہ طبع پہلی طبع سے بہت مختلف اور مفید ہے۔ پوری کتاب میں ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہ ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں شروع میں فاضل مصنف مولانا مسعود عالم ندوی کا مختصر خاکہ بھی دے دیا گیا ہے۔ نیز مولانا سلیمان ندوی کا وہ ادارتی نوٹ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو انہوں نے اس مضمون کی اشاعت کے آغاز پر "معارف" میں لکھا تھا۔ ایک تحریر مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کی بھی دے دی گئی ہے۔ جس میں مولانا نے مولانا مسعود عالم ندویؒ کے بارے میں اپنے تأثرات اور تعلقات کا ذکر فرمایا ہے۔ یوں پوری کتاب کو ازسرِنو منقح اور ایڈٹ کر دیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت اور علمی اہمیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ سارا کام رکن ادارہ جناب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے کیا ہے۔ جس پر وہ اہلِ علم کی طرف سے تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

یہ کتاب ۱۵۲ صفحات پر محیط ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابقاء المنن بالقاء المحن

یہ کتاب مولانا سید نواب صدیق حسن خان کی خود نوشت سوانح حیات ہے۔ مولانا خالد سیف اسلام آبادنے اس کی تسہیل کی ہے۔ اور تنقیح و تصحیح و نظرثانی مولانا قاری نعیم الحق صاحب نے کی ہے اور ان ہر دو حضرات نے یہ کام مولانا عطاء اللہ مرحوم کی خواہش پر کیا۔ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے اس میں کئی مفید اضافے کئے ہیں۔

کسی صاحب نے حضرت نواب صاحب مرحوم و مغفور کی شخصیت مجروح کرنے کی کوشش کی تھی اور ایک مضمون اخبار میں شائع کرایا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اس کا جواب اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جون ۱۸۸۳ء جلد ۶ شمارہ ۲، ۴ اور ۶ میں دیا تھا۔ یہ مضمون اس کتاب کے آخر میں لگا دیا گیا ہے جس سے کتاب بہت دلچسپ ہوگئی ہے۔

پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ

مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ دہلی، لکھنؤ، اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی صدرالدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے نام ملتے ہیں۔

تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر میں تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ اور اس کے بعد ایک عرصہ تک مسجد چینیانوالی لاہور میں بھی درس و تدریس اور خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں آپ نے اشاعۃ السنۃ النبویۃ کے نام سے ایک ماہنہ رسالہ جاری کیا۔ اس رسالہ کی اشاعت کا مقصد اسلام اور اہل حدیث مسلک کی اشاعت تھا! اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ ایک طرف آپ نے نیچریت (سرسیّد) کے باطل نظریات اور قادیانیت و عیسائیت کا ردّ کیا۔ دوسری طرف تقلید کی مذمت اور عمل بالحدیث کی اہمیت پر بھی خوب کام کیا۔

قادیانیت کی تردید میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی خدماتِ جلیلہ قابلِ قدر ہیں۔ آپ کے سامنے یہ فتنہ پیدا ہوا اور دیکھتے دیکھتے اس نے پروان چڑھنا شروع کر دیا۔ مولانا مرحوم نے اس کی تردید میں پورا زور صرف کیا اور خدا کے فضل و کرم سے کامران و کامیاب ہوئے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرزا قادیانی کے بارے میں ایک مفصّل باحوالہ استفتاء مرتب فرمایا، اور مرتب فرمانے کے بعد سب سے پہلے اپنے استاد محترم شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شیخ الکل مرحوم نے اپنے فتویٰ میں لکھا! کہ قادیانی کافر ہیں۔ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ان کی نمازِ جنازہ جائز ہے۔ اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد مولانا بٹالوی مرحوم نے اس فتویٰ تکفیر کی تائید و تصویب میں برصغیر پاک و ہند کے ۲۰۰ سربرآوردہ علمائے کرام کے دستخطوں کے ساتھ اس فتویٰ کو شائع کیا۔ اس فتوے کے بعد ایک اور فتویٰ انجمن اہلحدیث وزیر آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا اور اس فتوے میں مرزا قادیانی کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا تھا۔

اَب یہ دونوں فتوے دارالدعوۃ السلفیہ کے زیر اہتمام یکجا شائع کئے گئے ہیں۔ تاریخ طبع نومبر ۱۹۸۶ء ہے۔ اور صفحات کی تعداد ۱۸۸ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد مبارکؒ
کراچی

حضرت الاستاذؒ کا طریقہ تعلیم و تربیت

راقم تقسیم سے قبل اپنے آبائی وطن قصبہ باڑی ریاست دھولپور متحدہ ہندوستان میں مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ دینا نگری ضلع گورداسپور سے مشکوٰۃ و کافیہ وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہوگیا جس کے نتیجہ میں دنیا کے نقشہ پر مملکت پاکستان کا وجود اُبھر آیا۔

مولانا عبدالمجیدؒ مشرقی پنجاب کے باشندے ہونے کی وجہ سے ان کے خاندان کے افراد پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے چنانچہ مولانا عبدالمجیدؒ نے پاکستان جلد پہنچنے کا مصمّم ارادہ کرلیا۔ راقم الحروف نے موصوف سے عرض کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ مولانا خوشی خوشی اپنے ساتھ پاکستان لے آئے اور مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سلفی آف گوجرانوالہ کی خدمت میں تعلیم کی غرض سے پیش کیا۔

پہلی ملاقات

۱۹۴۸ء کی ابتداء میں اُستاذی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے مُلاقات گوجرانوالہ میں ہوئی۔ موصوف کی سادگی کو دیکھ کر میرے ہم سبق و رفیق مولانا محمد یونس اثری صاحب آزاد کشمیر نے کہا کہ اس دیہاتی کو دیکھو کہ مطالعہ میں کس قدر مستغرق ہے۔ مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ موصوف جماعت اہلحدیث کے ایک جیّد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ محدّث بھی ہیں۔

تبحّر علمی

رمضان المبارک کی تعطیلات کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ نے پاکستان میں اپنا دوبارہ سفر شروع کیا۔ اُس وقت مولانا محمد یونس اثری نے یہاں داخل ہوکر مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے اکتساب علم جاری رکھا۔ اتفاقاً راقم الحروف لاہور اپنے احباب سے ملنے آیا تو مولانا محمد یونس اثری نے عند الملاقات کہا کہ واقعی استاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ دیکھنے میں تو ایک دیہاتی معلوم ہوتے ہیں لیکن علم کے لحاظ سے اپنے وقت کے سفیان ثوری، سفیان بن عُیینہ اور عبداللہ بن مبارک ہیں۔

۵۰-۱۹۴۹ء میں راقم نے دو سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں موصوف سے استفادہ کیا۔ آپ نے جس طرح شفقت اور مہربانی سے پڑھایا وہ تاحیات یاد رہے گا۔

شرح نخبۃ الفکر

درسی کُتب میں شرح نخبۃ الفکر کو جو مقام حاصل ہے، وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔ راقم نے یہ کتاب اُستاذی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ آپ نے ہر بحث بڑی محنت سے پڑھائی۔ خاص کر علی شرط الشیخین کو جس منہاج سے پڑھایا اور سمجھایا وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ علمائے احناف اکثر و بیشتر علی شرط الشیخین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ کر حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی شرائط کہیں بیان نہیں کیں۔ ہمیشہ اس کی وجہ سے خلجان میں رہا۔ لیکن جب علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی کی کتاب "الصارم المنکی فی رد السبکی" کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ استاذناؒ نے جو کچھ شرح نخبۃ الفکر پڑھاتے ہوئے بیان کیا وہ صحیح ہے۔

یہ خیال رہے کہ امام مسلمؒ نے مسلم کے مقدمہ میں تدلیس کی بحث ضروری ہے جو صرف صحیح کی شرائط میں سے صرف ایک شرط ہے جس کا اطلاق تمام شرائط پر نہیں ہو سکتا۔

سنن ابی داؤد استاذی نے سنن ابی داؤد کو جب پڑھانا شروع کیا تب آپ نے عون المعبود مجھے عنایت فرما کر کہا کہ اس کا مطالعہ کر کے آیا کرو، اس کا یہ فائدہ ہوا کہ میں پنجاب پبلک لائبریری جا کر بذل المجہود، العرف الشذی اور المحلی علامہ ابن حزمؒ کا بھی مطالعہ کرتا تھا۔ جب میں مندرجہ ذیل حدیث پر پہنچا۔

"وعن علیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلوٰۃ بعد العصر الا والشمس مرتفعۃ"

میں نے عرض کیا کہ علامہ ابن حزمؒ کا مسلک بعد صلوٰۃ العصر نماز پڑھنے کا راجح ہے اور بعد صلوٰۃ الفجر مرجوح ہے جس پر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ درست ہے۔

ایک دفعہ استاذی علمائے اہلحدیث کی خدمات کا ذکر فرما رہے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ جناب مولانا شیخ محمد تھانویؒ نے لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

" ان الذین یدینون دین عبد الوھاب النجدی ویسلکون مسالکہ فی الاصول والفروع ویدعون فی بلادنا باسم الوھابیین وغیر المقلدین یزعمون ۔ الخ

اس کے آخر میں ہے کہ ان کو قتل کرنا فرض ہے۔

(نسائی، ج اول ص۳۶ مطبع مجتبائی دہلی)

اس کا جواب علمائے اہلحدیث نے کیوں نہیں دیا؟ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سبق کے بعد میرے کمرے میں آنا۔ میں سبق کے بعد آپ کے کمرہ میں داخل ہوا۔ تب آپ نے مطبع انصاری کی طبع سنن نسائی دی اور کہا کہ اس کا مطالعہ کرو تب معلوم ہوگا کہ علمائے اہل حدیث نے جواب دیا ہے یا نہیں۔

حدیث کے سبق کے دوران کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ سبق پڑھ لو، سبق سے فارغ ہو کر اپنے ساتھ لیجاتے متعلقہ مسئلہ کے لئے سابقہ کسی محدث کی کتاب دے کر کہا کرتے تھے کہ کتاب پڑھنے کے بعد کوئی اشکال رہ جائے تو دریافت کر لینا مجھے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ سابقہ محدث کی کتاب پڑھنے سے مسئلے کے تمام پہلو کے مالہ وماعلیہ سے واقفیت ہو جاتی اور مطالعے کا شوق بڑھتا رہا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکِ مجاہدین

جب سے اہلحدیث مسلک اختیار کیا اُسی وقت سے سیّد احمد شہید بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ کا نام اکثر علمائے اہلحدیث سے سُنتا رہا۔ لیکن جب ڈاکٹر محمد ایوب قادری کی ایڈٹ کردہ کتاب "تواریخ عجیب عرف کالا پانی" کا مطالعہ کیا تو دِل پر یہ شاق گذرا کہ اہلحدیث انگریزوں کے وفادار اور ایجنٹ رہے۔ اسی زمانے میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تو عندالملاقات عرض کی کہ جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب نے جو لکھا ہے وہ درست ہے ؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آپ مطالعہ کریں حقیقت خود آشکارا ہو جائے گی۔ مطالعہ کے بعد حقیقت عیاں ہو کر سامنے آئی تو معلوم ہوا کہ موصوف اہلحدیث کے خلاف لکھتے وقت بعض عبارتوں میں خیانت کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ خاص کر شیخنا وشیخ الکل میاں سیّد نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلویؒ ، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور علمائے صادقپور کو عوام اور خواص کی نظر میں بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُستاذی نے راقم الحروف کو حکم دیا کہ شیخ الکلؒ ، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور الشیخ عبدالحق بنارسیؒ پر مضامین لکھ کر ان بزرگوں کا حق ادا کروں۔

اس ضمن میں جب کسی کتاب کی ضرورت پیش آئی تو اُستاذی صاحب نے مطلوبہ کتاب روانہ کردی ، استفادہ کے بعد واپس کر دیا کرتا تھا۔ بعض حوالہ جات بھی موصوف لکھ کر میری امداد کرتے رہے۔

اب ہم سب کا فرض ہے کہ اُستاذنا کے مشن کو جاری رکھیں۔

دُعا ہے اللہ رب العزت ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ آمین

○○○

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوبکر صدیق السلفی
مصری شاہ۔ لاہور

میرے اُستاد جو مُربّی اور دوست بھی تھے

اس دنیائے ناپائیدار کے مختلف ادوار میں مختلف حیثیات سے اعاظم رجال گزر چکے ہیں۔ بعض لوگوں نے دنیاوی حیثیت سے امتیازی مقام حاصل کیا، ان میں بڑے بڑے پہلوان، بادشاہ، حکمران، افسر سیاستدان، فلاسفر، موجد، دولت مند جاگیردار، صنعت کار، ادیب ریسرچ سکالر وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر دنیوی عظمت کا حصول اور امتیاز اصل کامیابی نہیں ہے اس دنیا کو آخرت کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔ یعنی یہ آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بویا جائے گا وہ کاٹا جائے گا۔ ہر شخص اس دنیا میں رہ کر آخرت میں جنت بنا رہا ہے یا دوزخ۔ یہاں کی حقیقی کامیابی اُسی شخص کی ہے جس کو جنت مل گئی اور دوزخ سے پناہ پا گیا، دوسرے الفاظ میں جتنا کوئی دینی لحاظ سے علم و عمل میں کامیاب ہوگا وہی عظیم بھی ہوگا اور ممتاز و کامیاب بھی۔ علمی اور عملی عظمت و شہرت اور امتیاز ہی کسی کی بڑائی کے نشان ہیں۔ اس معیار کے مطابق سلف صالحین، ائمہ کرام، اولیا اور علماء و فضلاء جو اپنی خداداد تخلیقی صلاحیتوں سے نہ صرف خود بلند معیار پر فائز ہوئے بلکہ انہوں نے ایک دنیا کو متاثر بھی کیا۔

ایسے ہی ایک کامیاب و بامراد عظیم انسان اُستادِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو ایک عالَم کو نفع پہنچا کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ رفع اللہ درجتہ فی علیّین۔

میرا تعلق آپ سے جامعہ نذیریہ فیروزپور مشرقی پنجاب میں آپ کے ایک شاگرد کی حیثیت سے ہوا۔ یہ کوئی ۱۹۴۳ء کا زمانہ تھا۔ آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے انٹرویو لے کر مجھے داخل فرما لیا۔ یوں قسمت نے یاوری کی اور آپ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اور زندگی بھر آپ کا ہو کر رہا۔

انقلابی اور مربیانہ ذہن

آپ موجودہ درسِ نظامی کے نصاب پر مطمئن نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو اپنی صوابدید کے مطابق کتابوں کے اسباق پڑھاتے تھے۔ مثلاً مجھے منتقی الاخبار جس کی نیل الاوطار مشہور شرح ہے، مشکوٰۃ شریف حصہ اوّل کی جگہ پڑھائی۔ بعد میں مشکوٰۃ شریف حصہ دوم پڑھایا۔ اسی طرح عقائد میں الانتقاد الرجیح (نواب صاحب رحمہ اللہ) جہاں جہاں مناسب خیال فرماتے نصاب میں عملاً تبدیلی کر لیتے۔ آپ نصابی کتب اُردو میں پڑھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا خیال تھا اس سے طلبہ میں سخت کوشی کی بجائے سہل انگاری آجاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ صرف تعلیم و تدریس پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ تربیت کا خیال رکھتے۔ آپ کے پاس اُردو اخبارات بھی آتے تھے۔ ان میں زمزم لاہور، مدینہ بجنور، کوثر لاہور دیگر کئی اخبارات تھے۔ آپ مجھے بلاکر اخبارات کے اداریے سُنتے، تلفظ درست فرماتے۔ اور سیاسی پس منظر سے آگاہ فرماتے۔

مطالعہ

آپ کو مطالعہ کتب کا بے حد اشتیاق تھا۔ رات دن مطالعہ میں محو رہتے، ہر کتاب کے بارے میں نہایت جچی تُلی رائے رکھتے سفر میں بالعموم ماہنامے اور دیگر ملکی پھلکی کتابیں ساتھ رکھتے اور ان کا مطالعہ فرماتے۔ شیخین، نواب صدیق الحسن اور امام شوکانیؒ کی کتابوں کے علاوہ صحاح ستہ کی مختلف شروحات زیرِ مطالعہ رہتیں۔ ہر علم و فن کی کتاب پڑھتے مطالعۂ کتب تو آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ صحت و تندرستی یا بیماری و سفر ہر حالت میں مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔ مطالعہ کے دوران نوٹ لکھتے اور نشانات لگاتے۔ کتاب کے شروع میں جلد کراتے وقت بہت سے صاف کاغذ لگواتے اور اہم یادداشتیں وہیں لکھتے۔ کسی جگہ مقام پر اختلاف ہوتا۔ اس پر نوٹ لکھتے۔

حافظہ

آپ کا حافظہ بھی خوب تھا۔ مطالعہ کردہ کُتب پر تبصرہ نہایت جاندار ہوتا۔ قرآن مجید کافی یاد تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا استحضار خوب تھا۔ تراویح یا نماز میں حفاظ کو لقمہ دیتے۔ اگر آپ سے کسی آیت کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتا دیتے۔ اسی طرح مختلف مسائل پر بحثیں جہاں جہاں کی گئی ہوں۔ اُن کی رہنمائی فرماتے۔

تصنیف و تالیف

آپ کو طالب علمی کے زمانے ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں آپ نے ایک اشتہار لکھ کر شائع کیا۔ جس میں رفع الیدین پر مضبوط دلائل پیش کئے۔ اشتہار کی زبان کراری تھی۔ "التحقیق الراسخ مسئلہ رفع الیدین" پر دلی میں طالب علمی کے زمانے میں لکھی تھی اور اپنے اُستاد مکرم مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ کے نام سے شائع کی۔ قیام فیروزپور کے دوران کئی رسالے لکھے۔ ان میں ایک رسالہ عربی زبان میں "ردع الاثام" کے نام سے لکھ کر شائع کیا۔ علامہ شوکانی کے ساتھ والہانہ تعلق کی بناء پر "سیرت شوکانی" لکھ کر شائع کی۔
"التعلیقات السلفیہ" نسائی شریف پر مختصر شرح لکھ کر عالم اسلام کے اہل علم سے خراجِ تحسین پایا۔ سُنن ابی داؤد کا عربی میں حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا۔ اس میں مَیں آپ کا معاون تھا۔ ابھی کتاب الطہارۃ مکمل کی تھی کہ کام رُک گیا۔ اور پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ مشکوٰۃ شریف کی مطول مختصر اور متوسط شرح موجود ہیں مگر اس کتاب کی احادیث کی چھان پھٹک کے لئے سید احمد حسن محدث نے "تنقیح الرواۃ" چار حصوں میں لکھی جس کے پہلے دو حِصّے تو طبع ہو چکے تھے۔ تیسرا اور چوتھا حصہ طباعت سے محروم تھا۔ حضرت مولانا نے مسودہ حاصل کر کے اس کا تیسرا حصّہ خود ایڈیٹ کر کے مزید اضافوں کے ساتھ شائع کیا اور چوتھا حصّہ اپنی بیماری کی وجہ سے ایڈیٹ نہیں کر سکے جسے بعد میں قاری نعیم الحق نعیمؒ رحمہ اللہ اور حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مل کر مکمل کیا۔ آپ نے اخبارات میں کئی وقیع مضامین بھی لکھے۔ ایک علمی ماہنامہ "رحیق" بھی ۵۶ء تا ۵۸ء جاری کیا تھا جو اپنے مضامین کی ثقاہت ادبی معیار تحقیق اور کتابت وطباعت کے لحاظ سے پاک و ہند کے چوٹی کے رسالوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ نے قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ سے "الاخوان" اور "ہفت روزہ" "الاعتصام" کے ڈیکلریشن حاصل کئے۔ ہفت روزہ "الاعتصام" اپنے اداریوں، پُروقار اور تحقیقی مضامین کتابت وطباعت اور باقاعدہ اشاعت میں اعلیٰ معیار کا حامل ہے۔ اپنے پرائے سب اس کے قدردان ہیں۔ جو بحمد اللہ تادم تحریر باقاعدگی سے طبع ہو رہا ہے۔

لائبریری

آپ کو کتابیں جمع کرنے کا ابتداء ہی سے شوق بلکہ جنون تھا جب آپ دلی میں مولانا شرف الدین محدث رحمۃ اللہ کے پاس تعلیم حاصل کر رہے تھے تو اس وقت طلبہ کو کھانے کی بجائے نقد وظیفہ ملتا تھا اور طالب علم اپنی مرضی سے بازار وغیرہ سے کھانا کھا لیا کرتے تھے۔ مگر آپ کو جو وظیفہ ملتا تھا اس سے دل پسند کتابیں خرید لیتے اور کھانے کی بجائے تھوڑے سے چنے لے کر کھا لیتے اور اسی پر گزارا کرتے۔ غذا کی یہ کمی تھی غالباً جو آپ کی صحت کو متاثر کر گئی تھی۔ فیروز پور میں آپ کا اپنا کتب خانہ گھر میں الگ تھا اور جامعہ ندیریہ کا الگ تھا۔ آپ کو جہاں کسی علمی دینی کتاب کا پتہ چلتا وہیں پہنچتے اور غربت کے باوجود منہ مانگی قیمت دے کر کتاب خرید لیتے۔ فیروز پور میں تقسیم ملک کے نتیجے میں کتب خانہ وہیں رہ گیا۔ لاہور میں آکر دوبارہ علمی و دینی کتب جمع کرنی شروع کیں۔ لاہور میں ایسے کتب خانے آپ نے کھنگال لئے تھے۔ نایاب اور پرانی کتابوں کی دکانوں پر جا کر دیکھتے کوئی کتاب پسند آجاتی تو فوراً منہ مانگی قیمت پر خرید لیتے۔ فرمایا کرتے تھے جب کتاب پسند ہو تو قیمت میں کمی یا زیادتی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ آپ متمول ہستی نہ تھے۔ آپ کا رابطہ ملک کے مشہور کتب خانوں اور لائبریریوں سے تھا۔ کتاب نایاب ہوتی تو اس کا فوٹو کرا کر رکھ لیتے۔ آپ نے لاکھوں کی کتب لائبریری میں جمع کر لیں اور پھر اہل علم و تحقیق کے استفادے کے لئے دار الدعوۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور میں لائبریری قائم کر کے اپنی سب کتب اس میں وقف کر دیں۔

دار الدعوۃ السلفیۃ کا قیام

پاکستان بھر میں یہ اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جس کو قائم کر کے آپ نے ایک کمیٹی کی نگرانی اور انتظام میں دے دیا۔ جس کے صدر ایک عالم فاضل شخصیت آپ کے شاگرد رشید مولانا فضل الرحمن بن محمد ایم اے خطیب جامع مبارک اہل حدیث اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور مصنف کتب کثیرہ ہیں۔ ان کی رہنمائی میں الحمد للہ یہ ادارہ کام کر رہا ہے۔ اس کے شعبہ جات میں مدرسہ مصباح القرآن ہفت روزہ الاعتصام، سلفیہ لائبریری اور مجلس تحقیق و اشاعت علمی ہے۔ جو الحمد للہ بخیر و خوبی اپنے مفوضہ کام انجام دے رہے ہیں، علم کے قدردان مخیر حضرات کو اس ادارے کی معاونت کے لئے علمی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ۔ اس کے بہت سے معاونین ہیں تاہم اس کے وسیع اخراجات کے لئے اہل دل حضرات کی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ ادارہ آپ کے لئے جاری حسنات میں سے ایک ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ادارے میں علمی وتحقیقی کام اور اشاعتِ کتب کا اہم شعبہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قائم ودائم رکھے۔ اس کے معاونین اور سرپرستوں کے تعاون کو قبول فرمائے۔ اور ان کے مال وجان، کاروبار اور اولاد میں برکت فرمائے اور ان کو پریشانیوں اور مصائب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ جھوک دادو فیصل آباد کے تعاون سے جماعت ہند کے عظیم محدث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ سے مشکوٰۃ شریف کی ایک مطول شرح لکھوانے کا انتظام فرمایا۔ اس کا پہلا حصہ مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو نے حضرت اُستاذ مکرم کی نگرانی اور آپ کی تصدیر کے ساتھ شائع کیا، اس کے بقایا حصے ہندوستان سے شائع ہوئے، مگر افسوس کہ یہ مفصّل اور انتہائی اہم شرح تکمیل سے ابھی تک محروم ہے۔

صحیح بخاری کا حاشیہ ابوالاشبال شاغف بہاری جدہ حفظہ اللہ کے تعاون سے مولانا عزیز زبیدی حفظہ اللہ سے لکھوایا جو آجکل الجامعہ السلفیہ بنارس انڈیا میں نظرثانی کے مراحل طے کر رہا ہے۔ آپ کی تحریک اور تعاون سے مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے "ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک" کتاب لکھی جو اہل حدیث کے متعصّب مہربان مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے زہریلے مضامین کا صحیح جواب ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔

طلبہ سے رابطہ اور رہنمائی

آپ کا جب کسی باصلاحیت طالب علم سے رابطہ ہو جاتا تو زندگی بھر اس کو وہ نباہتے۔ میں ایک سال آپ کے پاس پڑھنے کے بعد اگلے سال از خود کھنڈیلہ میں حضرت مولانا عبدالجبار محدّث کھنڈیلوی رحمہ اللہ کے پاس تعلیم کے لئے چلا گیا۔ وہاں سے واپس آیا تو اگلے سال آپ نے مشورہ دیا کہ مولانا عبدالرحیم بھوجیانی مرحوم کے پاس گوجرانوالہ میں چلے جاؤ۔ مگر مولانا گوجرانوالہ سے مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر پہنچ گیا۔ اور تعلیم شروع کر دی۔ سالانہ امتحان کے لئے آپ کو فیروزپور سے دعوت دی گئی۔ میں نے بحمداللہ پورے مدرسے میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور انعام حاصل کیا۔ آپ اس پر بے حد خوش تھے۔ ۱۹۴۷ء میں امرتسر میں فسادات کی وجہ سے پڑھائی منقطع ہو گئی۔ اب میں اپنے گاؤں موضع کرمے ضلع فیروزپور میں آکر تجارت میں مصروف ہو گیا۔ تا آنکہ پاکستان بن گیا۔ پاکستان میں پہنچ کر بے یار و مددگار تھے۔ آخر کار فیصل آباد چک نمبر ۸ گ ب میں آباد ہوئے۔ اور دکانداری اور کھلی تجارت اپنے محترم اور مرحوم بھائی مولانا احمدالدین فیروزپوری رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر شروع کی تعلیم نامکمل رہ گئی تھی اور میں دنیا کے دھندوں میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ ایک دن مجھے ایک خط ملا جس نے مجھے دوبارہ تعلیم دین کی پٹڑی پر چڑھا دیا۔ وہ خط آپ کا تھا جس میں آپ نے بڑے دردمندانہ لہجے میں فرمایا کہ دُنیا کے کام کرنے والے تو سبھی ہیں۔ اصل کام دین کا ہے جس کی طرف توجّہ نہیں دی جا رہی۔ تم جلدی سے لاہور پہنچو۔ اس خط سے میں اتنا متأثّر ہوا کہ اپنے کاروبار کو درمیان میں چھوڑا۔ نقصان کی پروا نہ کی اور سیدھا لاہور مدرسہ تقویۃ الاسلام میں پہنچ گیا۔ اور آپ سے تعلیم حاصل کرنے لگ گیا۔ آپ ان دنوں دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ اس طرح میری زندگی کا رُخ بدل گیا۔ آپ سے تکمیل تعلیم کے بعد سند حاصل کی جس پر مہتمم مدرسہ حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ۔ ممتحن مولانا عبدالرحیم رحمانی اور اُستاذِ مکرم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخط موجود ہیں۔ میں نے دیکھا آپ کے طلبہ کا وسیع حلقہ تھا۔ آپ سب طالب علموں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور حُسنِ سلوک سے پیش آتے۔ اور نہایت خیر خواہی سے راہنمائی فرماتے۔ جو طالب علم آپ سے ایک دفعہ ملتا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کی راہنمائی اور تربیت میں آجاتا۔ آپ کو اس کی بڑی فکر تھی کہ ٹھوس علم ختم ہو رہا ہے اور سطحی علم رہ گیا ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ صاحبِ تحقیق مصنّف، صاحب بصیرت مدرس اور ثقہ خطیب پیدا ہوں۔

میرا ارادہ ہوا کہ انگلش پڑھ لوں۔ مگر آپ نے اس بناء پر اس سے روک دیا کہ انگلش پڑھنے کے بعد عُلماء کی دینی اداروں سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور دُنیوی اداروں کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔ البتہ آپ نے طبؒ کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ پہلے آپ کے مشورہ سے حکیم ظفر علی قریشی صاحب رحمہ اللہ جو بڑے فاضل بزرگ تھے اور تقویۃ الاسلام میں نمازیں ادا کرتے تھے، سے تشریح اعضاء اور دیگر کتب پڑھیں۔ پھر آپ ہی کے مشورہ سے مشہور عالم مولانا حکیم ہدایت اللہ صاحب رحمہ اللہ، جو ان دنوں آسٹریلین بلڈنگ میں مطب فرماتے تھے، سے تکمیلِ طبؒ کر کے پاکستان طبیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے امتحان دے کر سند حاصل کی۔ آپ کے مشورے سے عربی میں شرح الاسباب والعلامات دو جلدوں میں خریدی۔ کتاب نایاب تھی اس لئے مہنگے داموں لینی پڑی۔ ابھی تک یہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔

اہلِ علم کی راہنمائی

کتنے ہی اہلِ علم دینی مدارس کے اساتذہ، خطباء، ریسرچ سکالر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے کتابوں کے مصنّف وکیل، پروفیسر اور دیگر اہلِ علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے، آپ نہایت حُسنِ سلوک سے پیش آتے اور مطلوبہ راہنمائی مہیا فرماتے اور حوالے دیتے اور کتابوں کی نشاندہی فرماتے۔ بعض اہلِ علم کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو مختلف علمی کاموں کی رغبت دلاتے اور بعض کو علمی کتابوں کی اشاعت کی ترغیب دیتے۔ میرے بارے میں آپ کو بڑا حسن ظنّ تھا۔ مجھے بہت سے کاموں کی ترغیب دی۔ مثلاً فقہ محمدیہؒ کی تسہیل جو اس وقت میاں عبدالمجید مدظلہ مالواڈہ کے پاس مسوّدے کی صورت میں موجود ہے۔ (۲) غایۃ الامانی جو نبہانی کے ردّ میں ہے۔ عربی سے اُردو ترجمہ دو جلدوں میں الفتوی الحمویہ کا عربی سے اُردو ترجمہ جو دار الدعوۃ السلفیۃ کے ناظم اعلیٰ محترم حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ کے پاس موجود ہے۔ منتقی الاخبار کے اُردو ترجمے پر نظرثانی اور اس میں حکؒ و اضافہ اور اعراب لگانا وغیرہ یہ کتاب دار الدعوۃ السلفیہ نے شائع کردی ہے۔ عمل بالحدیث کا فارسی سے اُردو ترجمہ اور دیگر علمی اور دینی کاموں کی طرف رہنمائی فرماتے رہتے۔ یہ آپ کا حُسنِ سلوک لینے بہت سے شاگردوں اور تعلقداروں سے رہا۔

دعوت مسلکِ اہل حدیث

آپ مسلکِ اہلِ حدیث کے اکابر دعاۃ میں سے تھے۔ مسلک اہل حدیث کی اشاعت کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے۔ اگر احادیثِ صحیحہ کے خلاف کہیں سے آواز اٹھتی یا کتاب چھپتی تو اس کا جواب نہایت وقار اور متانت سے دیتے مسلکی کتب کی اشاعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے آپ نے اپنا ذاتی اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور میں قائم کیا۔ جس نے تفسیر قرآن وحدیث خلافیات پر کئی علمی تاریخی کتب اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع کیں۔ کتاب کی اشاعت سے آپ کے پیش نظر مالی مفاد نہ ہوتا بلکہ مقصد یہ ہوتا کہ کتاب ضرورت مندوں اور اہل علم تک پہنچ جائے محض مالی مفاد کی خاطر کوئی کتاب شائع نہیں کی۔ اس کا اندازہ مکتبہ سلفیہ کی شائع کردہ کتب کی فہرست دیکھنے سے ہو سکتا ہے ہندوستان میں بھی اہل حدیثوں کی تنظیم سے خاصی دلچسپی رہی۔ اور اس سلسلہ میں کوشاں رہے۔ پاکستان بننے کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے بانیوں میں سے تھے۔ مولانا سید داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہما اللہ کے ساتھ مل کر تنظیمی امور میں بڑی محنت کی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور کے زندگی بھر امیر رہے۔ اس تنظیم کے ذریعے مسلک کی اشاعت کا بڑا کام کیا۔

مشاورت

آپ اپنے حلقہ احباب سے مشورے کرتے اور ان کو مشورے دیتے۔ حتیٰ کہ گھریلو اور نجی معاملات میں بھی راقم الحروف سے مشورے کرتے۔ راقم الحروف بھی اپنے ذاتی، جماعتی اور دیگر معاملات میں آپ سے مشورہ کرتا۔ مشورہ دیتے وقت "المستشار مؤتمن" حدیث شریف آپ کے پیش نظر رہتی۔ اور اس طرح مشورہ دیتے گویا یہ آپ کا اپنا کام ہے۔ اپنے احباب کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ شادی کے موقعہ پر تحفہ تحائف بھی دیتے۔ راقم الحروف کی شادی میں بطور خاص شرکت فرمائی اور تحائف دئے۔ حاجی محمد اسحٰق حنیف مرحوم آپ کے خاص احباب میں سے تھے، ان سے مشاورت رہتی۔

عزتِ نفس

آپ کو عزتِ نفس کا بڑا خیال رہتا کسی کے بارِ احسان سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کرتے۔ دنیادار اور عام مالدار لوگوں سے زیادہ ملنا پسند نہ تھا کبھی ایسی جگہ پر نہ جاتے جہاں علمی وقار کا لحاظ نہ ہوتا ہو۔ غرباء اور مساکین اور عام لوگوں سے گھل مل کر رہتے اور ان کی ممکن حد تک مدد کرتے۔ کسی ایسی جگہ سے چندہ نہ لیتے جہاں عزتِ نفس مجروح ہونے کا خدشہ ہوتا۔

لباس

پاکستان بننے سے قبل تو آپ کھدر کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنتے تھے اور چمڑے کا جوتا پاکستان بننے کے بعد بھی موٹا جھوٹا لباس پہنا۔ البتہ صفائی پسند ضرور تھے۔ لباس اُجلا رکھتے۔ پاکستان میں چپل بھی پہننے لگے تھے۔ دھوتی اور صافہ زندگی بھر پہنا۔ کپڑے کے علاوہ اور کوئی ٹوپی کبھی نہ پہنی۔ یہاں تک کہ مجلس شوریٰ پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل اور پاکستان رؤیت ہلال کمیٹی میں بھی معمول کے اسی لباس میں شرکت فرماتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو

آپ کی گفتگو سادہ ہوتی۔ خواہ مخواہ مشکل الفاظ نہ بولتے تھے۔ البتہ انگریزی الفاظ سمجھنے کے باوجود بولنے سے پرہیز کرتے۔ گفتگو میں پاکیزگی اور علمی وقار ہوتا۔ پنجابی میں زیادہ تر گفتگو کرتے۔ آپ کو بہت سی مفید پنجابی نظمیں اور اشعار یاد تھے۔ اور ان کا برمحل استعمال فرماتے تھے۔

کھانا پینا

آپ کا کھانا معمولی ہوتا کبھی اس میں تکلف نہ ہوتا۔ کھانا تھوڑا تناول فرماتے تھے صحت کے زمانے میں بھی ایک روٹی دوپہر اور ½ روٹی رات کو کھاتے تھے۔ مالدار لوگوں کی دعوتوں میں جانے سے پرہیز فرماتے تھے۔ البتہ مہمانوں کے لئے حسبِ توفیق اچھا کھانا تیار کراتے اور بنفسِ نفیس مہمانوں کو کھانا کھلاتے۔ اہلِ علم کی خدمت کر کے بڑی مسرت محسوس فرماتے۔ آپ نے زندگی بھر لباس، کھانے پینے اور تعلّقات میں وضعداری کو قائم رکھا۔

تدریسی خدمات

آپ نے تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد اسلام کی خدمت کے لئے تدریس کو اپنایا۔ سب سے پہلے بھوجیاں جو آپ کا اصل گاؤں ہے، میں کچھ عرصہ خدمت کے بعد گجرانوالہ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر وہاں سے فیروزپور منتقل ہوئے۔ آپ گوندلانوالہ اوڈانوالہ جامعہ سلفیہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں تدریسی خدمات بحیثیت شیخ الحدیث وصدر المدرسین انجام دیتے رہے۔ یہ سلسلہ تدریس کم وبیش پچاس سال پر حاوی ہے۔ پھر آپ نے جزوی تدریس کے ساتھ ساتھ کتابوں کے تحشیہ اور اشاعت کا کام شروع کیا۔ الاعتصام کی ادارت اور دیگر امور میں منہمک ہوگئے۔ تاہم جزوی طور پہ تدریس ترجمہ قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری رہا۔

ادبی ذوق

آپ نے اگرچہ سکول میں تعلیم حاصل نہ کی تھی تاہم آپ کا خط عُمدہ اور پختہ تھا۔ اُردو کے صاحب طرز ادیب تھے۔ آپ کی تحریر کی شگفتگی و روانی اور متانت سے آپ کی شخصیت جھلکتی ہے۔ آپ کی اُردو انشاء پر اہلِ زبان بھی آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔ آپ کو عربی اُردو پنجابی اور فارسی کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے مثلاً غالب، مومن، ظفر علی خاں وغیرہ کے اشعار زبانی یاد تھے۔ اور حسبِ موقعہ زبانی اور کبھی کبھار تحریر میں حسبِ موقعہ انہیں استعمال فرماتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی تعلّقات

آپ نے اگرچہ کبھی عالم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر آپ بین الاقوامی علمی شخصیّت کے مالک تھے۔ پاک و ہند کے علماء کے ہاں تو اکثر ملاقاتوں کی وجہ سے آپ کی علمی ثقاہت و وجاہت کا سب اہل حدیث اور غیر اہل حدیث علماء کو اعتراف تھا ہی سعودی عرب، مصر، شام، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں آپ کے علمی مرتبے کو مانا جاتا اور آپ کی علمی و دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا رہا۔ اپنے مسلک پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اس کے باوجود غیر اہل حدیث دیوبندی، بریلوی علماء سے رابطے تھے اور وہ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ کے قریبی اور بے تکلف دوستوں میں مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ، حافظ محمد بھٹوی، حافظ محمد اسحٰق حسین خانوالہ، مولانا محمد زکریاؒ جھوک دادو فیصل آباد اور دیگر علماء تھے۔ صُلحاء سے بطورِ خاص انس اور دلی لگاؤ تھا۔ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ جو بہت بڑے ولی اللہ تھے کے ساتھ قلبی تعلّق تھا۔ ایک دفعہ آپ ان کی ملاقات کے لئے گھڑیالہ تشریف لے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ سیّد صاحب کی مجلس میں بیٹھ کر اللہ یاد آتا تھا۔ اس موقعہ پر آپ کے بیٹے غالباً سید عبدالرحمٰن صاحب قرآن مجید کی تفسیر پڑھ رہے تھے۔ سیّد صاحب کی کیفیت بڑی رقّت آمیز تھی۔ آپ دوزخ کے بیان پر ڈرتے اور روتے اور جنت کے ذکر پر خوش ہوتے۔ سیّد صاحب نے حضرت الاستاد کے لئے بطور خاص کھانا تیار کرایا اور جماعتی اور دینی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔

سیاست

آپ نے ہندوستان کو غلامی سے نکالنے کے لئے مختلف جماعتوں کے ساتھ مل کر زبردست کوششیں کیں۔ پاک و ہند کی آزادی کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کہ پاک و ہند کی سیاست لندن یا امریکہ سے درآمد ہوتی ہے۔ فیصلے وہاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ واقعات اور تغیّرات نے بڑی حد تک درست ثابت کر دیا ہے۔ آپ نے کبھی حکومت میں باریابی کی کوشش اور خواہش نہیں کی۔ ضیاء الحق شہیدؒ نے جب اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی تو اس میں آپ کو اس کا رکن بننے کی آپ سے درخواست کی۔ آپ کے انکار پر ضیاء شہیدؒ کا اصرار غالب آیا اور آپ کو رکن بنا لیا گیا۔ آپ مجلس شوریٰ کے رکن اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ اگرچہ آپ کو ان کی خواہش نہ تھی۔

مجلس احرار سے بھی دلچسپی رہی۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ سے بڑا تعلق خاطر تھا۔ ان کی کتاب تذکرہ پڑھنے کا مشورہ دیتے چنانچہ میں نے آپ کے مشورے اس کتاب کا مطالعہ کیا جو اپنے موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

استغناء

آپ حدیث "الغنی غنی النفس" کے مطابق دل کے غنی تھے۔ آپ کا کوئی کاروبار نہیں تھا۔ بس معمولی ماہانہ وظیفہ ملتا۔ آپ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اس سلیقہ سے استعمال کرتے کہ گھریلو اخراجات، مہمان نوازی اور سفری اخراجات کتب کی خرید وغیرہ سب اخراجات اس سے پُورے ہو جاتے آپ مختلف حالات سے دوچار رہے اور کئی بار آپ تنگدستی سے دوچار ہُوئے لیکن آپ نے کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ فرمایا نہ ہی متمول حضرات سے رابطہ کیا بلکہ عُسرت سے وقت گزارا۔ اگر کسی متمول صاحب نے زکوٰۃ وغیرہ سے آپ کی مدد کرنا چاہی تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ دارالدعوۃ السلفیۃ کے معائنے کے موقعہ پر چانسلر الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ نے ایک گرانقدر عطیہ دیا۔ جو آپ نے شکریے کے ساتھ واپس کر دیا۔ آپ کے ایک عقیدت مند نے میرے سامنے ایک ہزار روپیہ یہ کہہ کر دیا کہ یہ صرف آپ کے ذاتی اخراجات کے لئے ہے اور یہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ آپ قرض بھی لیتے تو ایسے دوست سے جو اس کو بار نہ سمجھتا۔ حضرت مرحوم نے زندگی بھر مال وزر اور جاہ و منصب کی خواہش نہیں کی۔ پُوری زندگی میں اپنا ذاتی مکان نہ بنا سکے۔ کرائے کے معمولی مکان میں زندگی پُوری کر دی۔ آپ نے فقیری میں شاہی کی۔ اگر کوئی عقیدت مند اخلاص سے کچھ آپ کی نذر کرتا تو اس کو بھی ذاتی استعمال کی بجائے دینی کاموں میں صرف فرماتے۔

اساتذہ کرام

آپ ہمیشہ اپنے اساتذہ کرام کا نہایت ادب و احترام سے نام لیتے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے۔ بلکہ ان کے خلاف کوئی بات سُننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا عبدالرحمن بھوجیانی، ابوسعید مولانا شرف الدین محدث دہلویؒ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھویؒ جیسے اکابر شامل تھے۔ آپ کو اپنے اساتذہ کرام سے کوئی علمی، تنظیمی یا کوئی اور اختلاف بھی ہوتا تو اس کا برملا اظہار نہ فرماتے اپنے اساتذہ کرام کے سامنے جا کر بھی اپنے آپ کو ایک طالب علم ہی سمجھتے اور استفادہ فرماتے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ آپ اپنے اساتذہ کی مالی معاونت بھی فرماتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی پاکستان تشریف لائے۔ وہ پریشان تھے۔ حضرت نے ان کی معاونت کے لئے بڑی کوشش فرمائی۔ وہ میرے بھی اُستاد تھے تو مجھے بھی خط لکھ کر توجّہ دلائی۔ آپ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں سالانہ امتحان کے لئے کئی سال تشریف لے جاتے رہے۔ میں بھی بطورِ معاون آپ کے ساتھ ہوتا۔ آپ وقت نکال کر اپنے اُستادِ مکرم حضرت حافظ محمد گوندلوی محدّث رحمہ اللہ سے ضرور ملاقات فرماتے اور ایک دفعہ امتحان کے موقعہ پر حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ حافظ صاحبؒ سے علمی استفادہ فرماتے رہے۔ پھر آپ نے چھپا کر آپ کو کچھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سُرخ نوٹ ہیں یعنی سو سو روپے کے نوٹ ہیں۔ مرکزی جمعیّت اہل حدیث پاکستان کے حضرت حافظ مُحمد گوندلوی علیہ الرحمہ امیر تھے۔ جماعت میں کچھ شدید قسم کے اختلافات رُونما ہوئے۔ جس میں بڑے بڑے حضرات بھی توازن قائم نہ رکھ سکے۔ مگر آپ نے ہمیشہ ادب و احترام سے آپ کا نام لیا۔ اُستاد کے بارے میں کوئی نازیبا بات سُننا گوارا نہ فرماتے۔ اور ان کے ساتھ عقیدت و محبّت کے ساتھ گفتگو فرماتے۔

ایثار

آپ دُوسروں کی خاطر ہمیشہ ایثار سے کام لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کافی ہو گا۔ جب آپؒ حجّ بیت اللہ کے لئے تشریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے گئے۔ تو اسی سال میری ایک عزیزہ، والدہ برادرم مولانا احمد الدین فیروزپوری رحمہ اللہ بھی حج کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ وہ بیمار تھیں، کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہیں؟ میں نے حضرت الاستاد کو خط لکھا کہ اُن کا پتہ کریں۔ یہ کام اگرچہ مشکل تھا مگر آپ نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی، آپ مدینہ سے ہو آئے تھے۔ اسی غرض کے لئے دوبارہ اجازت لے کر مدینہ پہنچے۔ سعی بسیار کے بعد پتہ چلا کہ وہ فوت ہو گئی تھیں چنانچہ آپ نے بڑی محنت سے اس کی موت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے بھجوا دیا۔ آپ نے خاص اسی مسئلے کے لئے دوبارہ مدینہ منورہ کا سفر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں جتنا خرچ ہوا آپ نے ہم سے کچھ وصول فرمانا پسند نہ کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایثار کے کس بلند درجے پر فائز تھے۔

عبادت

آپ عبادت بڑی توجہ اور خشوع و خضوع سے کرتے تھے۔ جب صبح کی نماز میں قراءت فرماتے تو پتہ چلتا کہ واقعی یہ وقت مشہود ہے قراءت طویل ہوتی اس میں رقت ہوتی معلوم ہوتا کہ آواز دل میں ڈوب کر اُبھر رہی ہے۔ سُننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ تلاوتِ قرآن کثرت سے کرتے۔ آخری بیماری میں تو زیادہ تر تلاوتِ قرآن ہی سے شغف رہا۔ نماز باجماعت ادا فرماتے۔

بیماری

یُوں تو آپ کی صحت ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ جب کبھی آپ بیمار ہوتے تو یونانی طب سے لگاؤ تھا اس لئے خود بھی دوا تجویز کر لیتے۔ ورنہ مختلف عُلماء اطباء سے مشورہ کر کے علاج کرتے۔ جب میں نے ۸۲ء میں مکّہ مکرّمہ حج کے لئے جاتے وقت آپ سے مُلاقات کی تھی، آپ اس وقت صحت مند تھے۔ اسی سال محترم برادرم مولانا محمد سلیمان انصاری بھی حج کے لئے تشریف لے گئے۔ ان سے آپ کی خیریت دریافت کی، تو اُنہوں نے بتایا کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ طبیعت بڑی خراب ہے۔ دعا کی ضرورت ہے حج سے واپس آکر ملاقات کی تو آپ اس وقت صاحبِ فراش تھے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا۔ اس دوران بھی آپ جہاں تک ممکن ہوتا نماز باجماعت کے لئے دارُالعلُوم تقویۃ الاسلام میں یا دارالدعوۃ السّلفیۃ میں تشریف لے جاتے۔ مطالعہ میں مصروف رہتے۔ باوجود مرض شدید کے آپ اپنے معمولات میں ممکن حد تک مصروف رہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ میرے دماغ پر اثر نہیں ہے۔ اس دوران دارالدعوۃ السّلفیۃ کی نگرانی بھی فرماتے رہے۔ اور علمی راہنمائی بھی۔ مرض میں کبھی تخفیف ہو جاتی۔ کبھی شدّت آجاتی۔ تاآنکہ ۸۳ء میں مرض کا شدید حملہ ہوا۔ خدا بھلا کرے دل اور ذیابطیس کے ماہر ڈاکٹر اور بزرگ جناب ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا کا اُنہوں نے اپنی نگرانی میں علاج کی بہترین سہولتیں مہیا کیں۔ عمر ہسپتال میں رہے کچھ افاقہ ہوا، گھر آگئے، پھر حملہ ہوا۔ آخر کار آپ مفتی مورخہ ۲۔ اکتوبر ۸۳ء کو راہگیر عالمِ بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس طرح علم کا ایک سمندر، جرأت کا پہاڑ، مسلک اہل حدیث کا داعی، اعلیٰ خوبیوں سے مالا مال، دین کا عظیم خادم، علماء کا سرتاج صبر و شکر کا پیکر، عظیم مجاہد، فقر کا نمونہ، اخلاقِ حسنہ سے متّصف مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے مہمان بنے۔ گھر والوں کو ہی نہیں بلکہ دین و علم کے حلقوں کو بھی غم سے نڈھال چھوڑ گئے۔ آپ کی وفات پر عالمِ اسلام میں غم و افسوس کا اظہار کیا گیا۔ نظم و نثر میں آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اخلاق و عادات اور دینی و علمی خدمت کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ آپ کا جنازہ بہت بڑا تھا جس میں مختلف علاقوں اور شہروں سے بکثرت علماء شریک ہوئے۔ نماز جنازہ جماعت کے نیک عالم مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ آپ کے اہلِ خانہ نے بیماری کے دوران آپ کی بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے کہ اب دنیا سے جانے کو دل چاہتا ہے تکلیف بڑھ گئی ہے۔ میرے لئے دعا کریں کہ وہ مجھے اپنے پاس بلالے۔ میں نے عرض کیا آپ ہمارے سرپرست اور بزرگ ہیں۔ ہم آپ کے لیے کیسے یہ دعا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ آپ دنیا سے چلے گئے۔ لیکن أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ کے مطابق آپ کی حسنات کا سلسلہ جاری ہے۔ کتابوں، مدرسوں، فیض یافتگان اور علماء کی صورت میں آپ کو نیکیوں سے نوازا جا رہا ہے۔ ؎ رہے نام اللہ کا۔

الحمد للہ میں تو بلا ناغہ نماز پنجگانہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں معلوم نہیں کتنے ہی ایسے اور ہوں گے جو آپ کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سیف الرحمٰن الفلاحؒ
اوکاڑہ

م ۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء
۱۵ شعبان ۱۴۲۰ھ

میرے مشفق اور مہربان اُستاد

صفاتِ حسنہ

مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے جو کام وہ کرنا جانتے تھے وہ ہر آدمی نہ کر سکتا ہے اور نہ کام کی نوعیت ہی سمجھ سکتا ہے۔ آپ سنجیدہ خطیب، اعلیٰ درجہ کے استاد اور بلند پایہ محقق تھے۔ آپ کو کتب حدیث اور تصنیفات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ سے والہانہ محبت تھی۔ آپ کے تلامذہ اور علمی استفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ آپ کی تالیف کردہ کتب خصوصاً تعلیقاتِ سُنن نسائی سے متعلمین اور معلمین نے خوب فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں۔ مزاج میں سادگی اور انکساری انتہا درجہ کی تھی۔ ساری عمر کھدر پوشی میں گزاری۔ جو رقم ہاتھ آئی کتب پر صرف کر دی۔ علمی ذوق میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ مولانا محمد حنیف ندویؒ جیسی نابغۂ روزگار ہستی بھی بسا اوقات علمی عقدہ کشائی کی خاطر آپ کے پاس تشریف لاتی وہ دوستوں کے دوست اور مہربانوں کے مہربان تھے۔ جو شخص چند منٹ ان کی محفل میں بیٹھ جاتا، انہیں کا ہو جاتا۔ الغرض وہ گودڑی میں لعل تھے۔

مولانا سے پہلی مُلاقات

مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات ۱۹۲۵ء میں مسجد گنبد انوالی فیروز پور شہر میں ہوئی۔ جب کہ آپ وہاں مدرس اور خطیب تھے اپنے ایک دوست مولانا جمال الدین صاحب کی معیت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولانا موصوف کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ طلبہ میں گھل مل کر رہتے تھے۔ طلبہ کو تحصیلِ علم کے لئے ہمیشہ آمادہ کرتے رہتے تھے۔ درسی کتب کے علاوہ اخبارات و رسائل پڑھنے کی ترغیب دیتے، چنانچہ مولانا جمال الدین صاحب نے ان کی ترغیب پر اخبار "زمزم" لاہور کا چندہ بھیجا۔ اور میں نے بجنور کے ایک اخبار "مدینہ" کے لئے چندہ ارسال کیا۔ فرمایا کرتے تھے جب انسان اپنا اخبار خریدتا ہے تو اُسے لازمی پڑھتا ہے اور اُس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کانگرس جماعت سے ملحق تھے بلکہ کانگرس کے ضلعی صدر تھے۔ کانگرس کے جلسوں میں تشریف لے جاتے۔ تقریریں کرتے۔ اور طلبہ کو بھی تاکید کرتے کہ جلسوں میں شمولیت کریں تاکہ عام معلومات میں اضافہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی تبحر

آپ کے علمی تبحر کے سبھی معترف تھے۔ مولانا محمد حنیف ندوی جیسے بے نظیر عالم بسا اوقات اپنی علمی الجھن کو دُور کرنے کے لئے آپ کی طرف رُخ کرتے اور فرماتے مجھے سارے لاہور میں آپ کے سوا ایسا کوئی عالم نظر نہیں آتا جو میری علمی عقدہ کشائی کرے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم ہونے کے باوجود کھدر پوش تھے۔ ظاہری نمود و نمائش کے سخت خلاف تھے۔ جب کسی جلسہ میں تشریف لے جاتے تو سٹیج کے پاس کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو ناواقف لوگ بڑے تعجب سے کہتے کہ یہ کون ہے؟ جو علماء کی کرسیوں میں گھسا ہوا ہے لیکن جب سٹیج پر تشریف لاتے تو زبان سے لعل و جواہرات بکھیرتے۔ پھر لوگوں کو علم ہوتا کہ یہ وہی حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب ہیں جن کی سادگی، منکسر المزاجی اور کھدر پوشی کا چرچا گھر گھر ہے۔ آپ کے خطابات کو لوگ بہت شوق اور توجہ سے سنتے اور خوش ہو کر کہتے کہ علم کپڑوں میں نہیں ہوتا بلکہ علم کا مقام دل و دماغ ہے۔

ایک نصیحت آموز واقعہ

وہ اپنے ہر شاگرد کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے۔ جب کبھی موقعہ ملتا تو نیک نصائح سے نوازتے۔ ایک مرتبہ جب میں ان کے پاس فیروز پُور میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک آوارہ گرد لڑکا مدرسہ میں داخل ہوگیا۔ وہ میرا دوست بن گیا۔ ہم ہر روز سیر کو اکٹھے جاتے۔ ایک دن رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ مجھے باہر لے گیا اور سینما گھر کے نزدیک مجھے کھڑا کر دیا۔ اور کہا میں ابھی آتا ہُوں۔ تھوڑی دیر کے بعد آیا۔ مجھے کہنے لگا۔ آؤ فلم دیکھیں۔ یہ فلم قابل دید ہے۔ مجھے اس سے قبل کوئی علم نہیں تھا کہ سینما میں کیا ہوتا ہے اور فلم کیا ہوتی ہے۔ صرف اتنا علم تھا کہ وہاں پر کوئی تماشہ ہوتا ہے۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم واپس چلیں، کتب کا مطالعہ کریں۔ لیکن اس نے اصرار کیا کہ تمہارا ٹکٹ خرید لایا ہُوں۔ اس لئے تم کو ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔ اس کے بار بار اصرار کی وجہ سے اس کے ساتھ سینما گھر میں چلا گیا۔ یہ شو ۹ بجے رات سے ۱۲ بجے تک تھا۔ اب مجھے کچھ یاد نہیں کہ وہ کونسی فلم تھی۔ اور وہاں پر کیا ہوا۔ بس تصویریں بولتی ہوئی نظر آتی تھیں اور بس۔ جب شو دیکھ کر باہر نکلے تو ۱۲ بج چکے تھے۔ جب مسجد کے پاس آئے تو اس کے دروازے بند تھے۔ ہم نے طلبہ کو آوازیں دیں لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ بالآخر بصد مشکل دیوار پر چڑھ کر اندر آئے۔ ہماری اس کارروائی کا علم جب طلبہ کو ہوا، تو انہوں نے صبح کے وقت مولانا مرحوم کے پاس ہماری شکایت کر دی۔ مولانا کو جس قدر نیک اور خوش اطوار طلبہ سے محبت اور شفقت تھی۔ اس سے زیادہ بدکردار اور بداخلاق طلبہ سے نفرت تھی۔ مجھے فرمانے لگے۔ تم اپنا بوریا بستر باندھو اور گھر کو جاؤ۔ مجھے ایسے طلبہ کی ہرگز ضرورت نہیں جو رات، جو ان کی پڑھائی اور مطالعہ کا ٹائم ہوتا ہے، فلم بینی اور سینما گھروں میں گزاریں۔ دوسرے طالب علم سے بھی کہا، ابھی بستر گول کرو۔ اور گھر کی راہ لو۔ ہم ان سے معافی کے طلب گار ہوئے اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے۔ میں نے عرض کی مولانا صاحب! مجھے تو سینما کا پتہ بھی نہیں کہ کہاں ہے بس یہ مجھے لے گیا۔ اس لڑکے کے متعلق پہلے بھی کچھ شکایات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کے کانوں میں پہنچی ہوئی تھیں۔ لہٰذا اُسے مدرسہ سے خارج کر دیا اور مجھے کمال شفقت اور محبت کا ثبوت دیتے ہوئے معاف فرما دیا اور ہدایت فرمائی کہ آیندہ ایسے آوارہ گرد لڑکوں کے ساتھ مت پھرو۔ مولانا مرحوم کی نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ پھر کبھی سینما گھر کے نزدیک بھی نہیں گیا

اُستاد اور والدین کی سرزنش

اُستاد اور ماں باپ کی سرزنش اور زجر و توبیخ وقتی طور پر بُری محسوس ہوتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ خواہ مخواہ مجھ پر سختی کر رہے ہیں اور میری خوشیوں اور مسرتوں کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کارگاہ ہست و بود میں جس قدر اُستاد اور والدین انسان کے مُشفق اور مہربان ہوتے ہیں اتنا اور کوئی نہیں ہوتا۔ والدین بچّے کی اخلاقی اصلاح کرتے ہیں جبکہ اُستاد علمی اور اخلاقی دونوں کی اصلاح کرتا ہے اور کردار کو سنورنے اور بگاڑنے میں اُستاد کا بہت حصّہ ہوتا ہے۔

سرزنش کا نتیجہ

چنانچہ مولانا موصوف کی ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش نے میرا مستقبل روشن کر دیا۔ اس دن کے بعد کبھی سینما کا رُخ نہیں کیا۔ پاکستان میں ایک مرتبہ فلم خانۂ خدا چلی۔ لوگ بہت دُور دراز سے اسے دیکھنے کے لئے آئے۔ اکثر حجاج اور نیک مرد اور عورتیں دیہات سے چل کر آئے اور اسے ثواب تصور کرتے ہوئے دیکھا۔ مجھے ایک حاجی نے بتایا، اس میں کوئی ممنوع بات نہیں۔ اس میں حج کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ حاجی حج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن میرے دل و دماغ نے اس کی بات کو قبول نہ کیا نیز مولانا مرحوم سے جو عہد کیا ہوا تھا وہ یاد آیا۔ تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں حج کا نقشہ اور وہ خانۂ خدا دکھایا گیا ہے جس پر ہر وقت اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے لیکن سینما وہ جگہ ہے جہاں پر رات دن اللہ کی لعنت برستی ہے۔ اس میں قدِ آدم کے برابر غیر مردوں اور عورتوں کے فوٹو آویزاں ہوتے ہیں۔ اور جا بجا ان کی تصویریں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسے مقام پر جانا سینما دیکھنے کے مترادف ہے۔ پھر میں نے ایک مثال دی کہ اگر آپ کو کوئی شخص دودھ پلائے اور وہ ایسے برتن میں ڈالے جس میں کتے نے پیا ہو تو کیا آپ ایسا دودھ پی لیں گے؟ وہ کہنے لگا ایسا پلید دودھ کون پی سکتا ہے تو میں نے کہا فلم حج کی مثال سینما میں ایسی ہی ہے لہٰذا وہاں پر جانا سراسر گناہ ہے۔ بس یہ اللہ کی کرم نوازی اور مولانا کی شفقت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ آج جب کہ گھر گھر ٹی۔ وی لگے ہوئے ہیں اور لوگ ڈرامے اور دیگر پروگراموں کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصلاحی ڈرامے ہیں یہ ضرور دیکھنے چاہئیں۔ مجھے اس سے شدید نفرت ہے۔

مولانا کی تربیت کا اثر

میرے والد ماجد مرحوم ایک اچھے خاصے زمیندار تھے۔ اور علم سے کلیتہً بے بہرہ تھے۔ گھر میں ہر جانور موجود تھا مگر کتاب کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورق نظر نہیں آتا تھا۔ انہیں علم سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کے برعکس مجھے علم کا اس قدر شوق دامنگیر ہوا کہ ابھی تک شوق پورا نہیں ہوا۔ میرے گھر میں آج ہر طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آتی ہیں۔ اس کے باوجود علمی تشنگی ابھی تک دور نہیں ہوئی بلکہ قلب سے ھل من مزید کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ سب مولانا موصوف کی مہربانی اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

نصیحت کو درخورِ اعتنا نہ سمجھنے کے نتائج

آپ صائب الرائے تھے۔ غزنویؒ اور سلفیؒ ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتے اور آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں تاریخ بیت اللہ تحریر کرنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ چنانچہ رات کی خاموشی میں اور دن کو فرصت کے اوقات میں تاریخ بیت اللہ لکھنے میں مصروف رہا، حتیٰ کہ مسودہ تیار ہوگیا۔ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسودہ دکھایا۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا لکھا ہے لیکن اس کتاب کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اوائل عمری کا زمانہ تھا۔ میں حیران تھا کہ مولانا کیا فرما رہے ہیں۔ کیا آج بیت اللہ شریف کی تاریخ جاننے کی ضرورت نہیں۔ بہرکیف میں اپنی ضد پر اڑا رہا اور مولانا کی رائے پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے بیت اللہ شریف سے والہانہ لگاؤ تھا۔ اور میں یہ کتاب طبع کر کے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر انہوں نے اس کی تقریظ لکھ دی اور کتاب کے طبع کرانے میں عزیزم حافظ احمد شاکر سلمہ اللہ اور حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی نے میری ہر ممکن مدد کی جب کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر بازار میں پہنچی تو اس کا کوئی خریدار نہیں بنتا تھا۔ کیونکہ آج کل لوگ کتاب کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ کتاب کے مصنف کو دیکھتے ہیں۔ ایک مشہور مصنف کی ہر کتاب ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہے لیکن غیر مشہور مصنف کی کتاب کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ چنانچہ مجھے تاریخ بیت اللہ کی فروخت میں بہت دقت محسوس ہوئی اور خسارہ اٹھانا پڑا۔ پھر مجھے مولانا کی نصیحت یاد آئی اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ کا مشورہ صحیح تھا۔ اگر ان کے مشورہ پر عمل کرتا تو نقصان نہ اٹھاتا۔ اس کے بعد ایسا بددل ہوا کہ آج تک اپنی کسی کتاب کو شائع کرانے کی ہمت نہیں کرسکا، حالانکہ میرے پاس میرے اپنے مسودے دو درجن سے زائد پڑے ہیں۔ تاریخ بیت اللہ کے سلسلہ میں کئی احباب کے خطوط آئے ہیں اور طلب کرتے ہیں لیکن ابھی تک دوبارہ شائع نہیں کرا سکا۔

علمی تحقیق کا شوق

ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے جب کوئی بات لکھو تو اس کی تحقیق کرو اور جس کتاب سے حوالہ نقل کرو۔ اس کا مرجع اور ماخذ تلاش کرو، خصوصاً حدیث کے معاملہ میں الفاظ کا پورا دھیان کرو۔ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر علماء میں یہ خامی ہے کہ وہ لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں اور بلا تحقیق رطب و یابس اکٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ کسی کتاب کے مرجع اور ماخذ تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ بس جس کتاب سے اپنے مطلب کی کوئی شے دیکھی اسے نوکِ قلم پر لے آئے۔ جب میں نے ان کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا تو شروع میں بہت دقت محسوس ہوئی۔ کیونکہ ایک حدیث کا حدیث کی کتاب سے تلاش کرنا بسا اوقات دشوار ہو جاتا ہے۔ خصوصاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ صفحہ اور باب کا ذکر نہ ہو۔ پھر رفتہ رفتہ عادی ہوگیا اور اب حتی المقدور تحقیق کا دامن تھامے رکھتا ہوں۔ اور بلا تحقیق کسی بات کو نوکِ قلم پر لانا پسند نہیں کرتا۔

خلوص اور نیک نیّتی

لوگ اپنے علم سے دولت کماتے ہیں۔ جہاں تنخواہ زیادہ ملتی ہے وہاں چلے جاتے ہیں اور جس کاروبار میں منافع زیادہ ہوتا ہے وہ کرتے ہیں لیکن آپ نے دُنیوی مفاد کو مدِّ نظر رکھ کر کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ آپ نے اپنے علم سے جو بھی کام کیا تو اس کی غرض وغایت دین کی خدمت اور رضائے الٰہی کے ماسوا کچھ نہیں تھا۔ المکتبۃ السلفیہ دولت کمانے کی غرض سے معرضِ وجود میں نہیں آیا بلکہ علمی کتب مہیا کر کے تشنگانِ علم کی پیاس بجھانا اور مسلک کی ترویج اور تشہیر پیشِ نظر تھی۔ اگر دولت کمانا مقصود ہوتا تو آج عزیزم حافظ احمد شاکر بھی امیر ترین تاجرانِ کتب میں شمار ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک وہ اپنا ذاتی مکان نہیں بنا سکے بلکہ کرائے کے مکان میں گزر اوقات کر رہے ہیں۔ حالانکہ دیگر کتب خانوں کے مالکوں کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ بعض دکاندار بعض علماء کی تصنیفات کے حقوق طبع لے کر ان کی کتب نہایت گراں قیمت پر فروخت کر رہے ہیں لیکن ان کا نقطۂ نظر ان سے متضاد تھا۔ بایں ہمہ کتاب کی طباعت کے موقعہ پر اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ نہایت اعلیٰ کوالٹی کے ہوتے تھے۔ اب ان کے فرزند ارجمند حافظ احمد شاکر نے ان کی صفات کو اپنایا ہوا ہے۔ دین کی خدمت سمجھ کر کتب شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مولانا کے چلائے ہوئے مشن کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔

دارُالدعوۃ السلفیہ کا قیام

مولانا مرحوم نے مولانا سید داؤد غزنویؒ اور مولانا اسمٰعیل سلفیؒ کی معیت میں ٹیم کی شکل میں مسلکِ اہلحدیث کی بہت خدمت کی لیکن جب یہ دونوں اللہ کو پیارے ہوگئے اور جماعت میں خلفشار پیدا ہوگیا تو خاموشی اختیار کر لی اور دارالدعوۃ السلفیہ کے نام پر چند مخلص احباب کے تعاون سے بلڈنگ کی تیاری شروع کر دی۔ بالآخر اللہ کی نصرت اور دوست واحباب کے تعاون سے بلڈنگ پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ اس میں اُنہوں نے اپنی ذاتی کتب دارالدعوۃ کی لائبریری کے لئے وقف کر دیں۔ ہفت روزہ الاعتصام پہلے جماعت کی طرف سے شائع ہوتا تھا۔ پھر مولانا کی زیرِ نگرانی شائع ہونے لگا۔ مزید برآں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لئے حفظ القرآن کا شعبہ قائم کیا۔ چنانچہ اس میں کافی تعداد میں بچّے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ لائبریری سے بیرونی حضرات بھی استفادہ کرتے ہیں۔ محترم حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کو جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوا تو اسی لائبریری میں مصروفِ عمل پایا۔ مولانا مرحوم نے دینِ متین کی جس قدر خدمت کی اور مسلک اہلحدیث کی کتب گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی، اس کی مثال نہیں ملتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالج کا حملہ

مولانا کی زندگی متحرک تھی۔ ہمیشہ علمی کاموں میں مصروف رہتے۔ مطالعۂ کتب کا اس قدر شوق تھا کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہاتھ میں کتاب رکھتے اور اس کا مطالعہ کرتے جاتے۔ چنانچہ رات دن کی ہمہ وقت مصروفیت نے اعصاب کمزور کر دیئے جس کی وجہ سے فالج جیسے مرض کا شکار ہو گئے۔ یہ ان کی رحلت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے۔ فالج ایک ایسا مرض ہے کہ انسان کے تمام قوی کو کمزور کر دیتا ہے۔ چنانچہ آپ نہایت کمزور ہو گئے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ تاہم کسی کے سہارا سے دارالدعوۃ السلفیہ کے دفتر میں تشریف لے جاتے۔ اور جس قدر کام کر سکتے کرتے اور اپنے زریں مشوروں سے دارالدعوۃ کے کارکنوں کو نوازتے جو احباب آپ کی عیادت اور بیمار پُرسی کے لئے آتے تو وہیں آپ سے ملاقات ہوتی۔ مجھے جب کبھی لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو اپنے مہربان اور مشفق استاد کی زیارت اور عیادت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ پانچ سال آپ نے نہایت صبر و شکر سے گزارے اور کبھی اپنی تکلیف اور بیماری کا شکوہ نہیں کیا۔

آخری ملاقات

میری آخری ملاقات اُن سے ۶ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہوئی جب کہ ان کی زبان قوتِ گویائی سے محروم ہو چکی تھی۔ اور اشاروں سے کام لیتے تھے۔ جب میں نے ان سے مصافحہ کیا تو مجھے پہچانا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ اب زبان سے بولا نہیں جاتا۔ اس وقت آپ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہے تھے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ آپ چند ایام کے مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ کی زیارت کا شرف حاصل کر کے واپس گھر چلا آیا۔

مولانا کی دیکھ بھال

آپ فالج کے حملے کے بعد تقریباً پانچ سال تک بستر علالت پر پڑے رہے۔ عموماً دیرینہ مریض سے گھر والے اُکتا جاتے ہیں اور مریض کس مپرسی کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا ہے۔ لیکن آپ کے بیٹے حافظ احمد شاکر اور آپ کے پوتوں نے آپ کی تیمارداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ رات دن آپ کی تیمارداری میں مصروف رہے اور آپ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلے خواہ کتنا نقصان ہو چنانچہ ایکدفعہ مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوا میں ۹ بجے لاہور پہنچا اور مکتبہ سلفیہ میں جا کر حافظ احمد شاکر کا تقریباً ۳ گھنٹے تک انتظار کیا۔ وہ بارہ بجے کے قریب آئے۔ میں نے کہا آپ بہت سست اور غفلت شعار ہیں۔ دکاندار تو صبح سویرے اپنی دکانوں پر پہنچ جاتے ہیں اور آپ ۱۲ بجے تک دکان پر نہیں آتے۔ گاہک انتظار کر کے چلے جاتے ہیں۔ میں تین گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے کہنے لگے۔ آپ کو کیا علم ہے کہ گھر میں میری کیا کیا مصروفیتیں ہیں۔ مجھے سب سے اہم کام اباجی کی تیمارداری ہے۔ جب تک میری ضرورت ہوتی ہے، میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے پاس ٹھہرتا ہوں. جب وہ اجازت فرماتے ہیں تو باہر آتا ہوں. میں نے کہا شاباش! نیک اولاد اپنے والدین کی یونہی خدمت کرتی ہے جب تم بچے تھے تو والدین نے تمہاری خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اب تمہاری باری ہے کہ اپنے والد ماجد کا قرض ادا کرو اور نیکیوں کے انبار اکٹھے کرو. گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں. مولانا کا وجودِ گرامی آپ کے گھر میں سراسر رحمت اور برکت کا موجب ہے۔ اب مولانا صاحب کوئی دن کے مہمان ہیں. میری خواہش ہے کہ آخری وقت میں ان کی زیارت کا شرف حاصل کروں اور جنازہ میں شمولیت کروں. انہوں نے بتایا کہ وقت آنے پر ہم سب کو اطلاع کریں گے. چنانچہ چند ایام کے بعد مؤرخہ ۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو آپ اللہ کو پیارے ہو گئے. حافظ صاحب نے ہر شہر میں مولانا کے تلامذہ، احباب اور عقیدت مندوں کو فون پر اطلاع کی. اوکاڑہ میں بھی جامعہ محمدیہ میں فون کیا گیا. چنانچہ جامعہ سے چند اساتذہ جنازہ میں شریک ہوئے. لیکن مجھے کسی نے اطلاع نہ دی. حالانکہ ایسے موقعہ پر اردگرد کے تمام احباب کو اطلاع کرنا ضروری ہوتا ہے. اگلے دن اخبارات میں ان کی رحلت کی خبر پڑھ کر قلب بحرِ غم میں ڈوب گیا. اور آنکھیں آنسوؤں کا دریا بہانے لگیں. القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا بما یرضی به ربنا۔

دینی اور دنیوی ترکہ

مولانا مرحوم نے دنیاوی طور پر اپنا ایک لڑکا عزیزم حافظ احمد شاکر اور ایک لڑکی اپنی نشانی چھوڑی ہے. لیکن دینی طور پر آپ بہت کچھ چھوڑ گئے. آپ نے جماعت کے لئے ایک ایسی لائبریری قائم کر دی ہے جو ہزارہا کتب پر مشتمل ہے. جو ان کی عمر بھر کا اثاثہ ہے. اسے جماعت کے نام منتقل کر دیا. یہ اُن کی بہت بڑی دینی خدمت ہے. ہفت روزہ الاعتصام، مدرسہ حفظ القرآن اور دارالدعوۃ السلفیہ کی مطبوعات وغیرہ ان کی نشانیاں ہیں. انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کے لئے ذاتی مکان نہیں بنایا لیکن جماعت کے لئے ایک عالی شان بلڈنگ تیار کر گئے اور اس میں تبلیغی شعبے قائم کر گئے. اللہ تعالیٰ ان کی نشانیوں کو قائم دائم رکھے تاکہ ان کے فیوض و برکات سے آپ کی قبر پر ہر وقت بارانِ رحمت کا نزول ہوتا رہے. طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

دُعاء

آخر میں دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے. حافظ احمد شاکر صاحب اور مولانا سلیمان انصاری ان کی اکلوتی بیٹی حافظہ رابعہ کو اور دیگر پس ماندگان اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے اللہ کے ہاں جانے کے بعد جو علمی طور پر خلا پیدا ہو گیا ہے. کوئی ایسا آدمی پیدا کرے جو اس خلا کو پورا کرے اور ان کے مشن کی تکمیل کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا فضل الرحمن بن محمد الازھری
صدر دار الدعوۃ السلفیہ

اُستاذِ محترم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے دل میں دینی علوم کے حصول کی طلب و رغبت جب پیدا کی تو میں نے مسجد قدس دالگراں چوک لاہور کی چٹائیوں پر بیٹھ کر مولانا عبدالرشید صاحب سے تقریباً تین سال سے اُوپر دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا صاحب کا انتظامیہ سے کچھ اختلاف ہوگیا تو تعلیم کا سلسلہ میری دکان میں منتقل ہوگیا۔ ایک دن سبق ہو رہا تھا کہ حضرت مولانا عطاءُ اللہ حنیفؒ تشریف لے آئے۔ مجھے اور میرے اُستاذِ گرامی کو دیکھ کر کہنے لگے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کیا، سبق ہو رہا ہے اور دکان میں پڑھنے کی وجہ بھی بیان کر دی۔ حضرت صاحب نے اچھے خاصے غصّے کے انداز میں فرمایا۔ اِن اسباق میں اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول نہیں ہو سکتا۔ شاگرد کا کام ہے کہ اُستاذ کے پاس جا کر پڑھے نہ کہ اُستاذ شاگرد کے پاس آ کر پڑھائے۔ مَیں نے اسی وقت ان کے سامنے مولانا عبدالرشید صاحب سے پروگرام بنا لیا کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ کل سے میں آپ کے گھر آ کر حصولِ علم کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔ چنانچہ ایک سال روزانہ سنت نگر جا کر مولانا عبدالرشید صاحب کو اسباق سُناتا رہا۔ چار سال انہوں نے میرے ساتھ بڑی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دینی علوم کے حصول میں میرا ذوق شوق اور لگن و محنت دیکھ کر مولانا عطاءُ اللہ حنیفؒ کا میلان میری طرف ہوگیا تھا۔ مسجد مبارک میں جمعہ پڑھانے کے بعد اکثر میری دکان پر تشریف لایا کرتے تھے اور کئی اُلجھے ہوئے علمی نکتے سلجھایا کرتے تھے۔ یُوں اللہ تعالیٰ نے ان سے شاگردی کا ناطہ جوڑ دیا تھا۔ لیکن عملی طور پر اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحیح مسلم کی پہلی جلد "باب استحباب المبیت بذی طوی" سے انہوں نے سبق سُننا شروع کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے انہوں نے کہا کہ میں نے ۲۵ سال پڑھایا۔ پندرہ سال چھوڑے ہوئے ہو گئے۔ مصروفیت بہت زیادہ ہے۔ اس کے باوجود آپ کے شوق و ذوق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے منقطع ہونے والے کام کو دوبارہ شروع کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ صحیح مسلم کی پہلی جلد کے ۸۵ صفحات عید الفطر سے پہلے ختم ہو گئے۔ اور عید کے بعد انہوں نے صحیح مسلم کی دوسری جلد بھی سُن لی۔ پھر خود ہی فرمایا کہ اب صحیح بخاری بھی جلد کرا لیں۔ چنانچہ چند دنوں بعد صحیح بخاری کا سبق بھی شروع ہو گیا۔ مولانا محمد سلیمان انصاریؒ کو اجازت ملی کہ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر بخاری سنا کریں گے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو سبق کے دوران میں مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ فتح الباری پر میرا سبق سنا جاتا تھا۔ لیکن پاس عینی، فیض الباری، لامع الدراری کے ساتھ المنجد اور القاموس بھی رکھی ہوتی تھی۔ ایک دن حضرتؒ نے فرمایا۔ آپ کا سبق سننے کے لیے مجھے چھ گھنٹے مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ شاگرد بھی چار گھنٹے میں سبق تیار کرتا۔ ڈھائی گھنٹے میں سنانا اور واپس جا کر ڈیڑھ گھنٹہ سناتے ہوتے پر مزید غور کرتا تھا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ مولانا رفیق مدنپوریؒ میرے پاس دکان پر آئے اور فرمانے لگے۔ آج ایک وفد لے کر ہم آپ کے استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جماعت کی صدارت کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ہم نے ان سے کہا تھا کہ آپ صدر بننے پر آمادگی کا اظہار کر دیں۔ تاکہ بات کو آگے بڑھایا جائے۔ انہوں نے جواب دیا، ڈھائی گھنٹے بخاری کا سبق ہوتا ہے اور سارا دن اس کا سرور قائم رہتا ہے۔

پھر وہ دن بھی آگیا کہ جس کا ہر طالب علم کو انتظار ہوتا ہے۔ مجھ جیسے دُنیا دار انسان کی انتہائی کوشش تھی کہ صحیح بخاری سُنانے کا اعزاز جتنی جلدی ہو سکے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ جب صحیح بخاری ختم ہونے لگی تو اُستاذ محترم نے فرمایا، بقیہ چند احادیث چند دنوں کے بعد سُنی جائیں گی۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی سند اُونچی ہو جائے۔ چند احادیث جو میں نے چھوڑ دی ہیں، یہ میرے اُستاد حضرت العلام حافظ الحدیث حافظ محمد گوندلویؒ سُنیں گے۔ چنانچہ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۳ء میرے گھر میں ختم بخاری کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب میں علماء کرام، عزیزوں اور دوستوں نے شرکت کی۔ ستارہ فیکٹری والے حاجی عبدالستار صاحب حضرت العلامؒ کو ساتھ لائے اور انہوں نے میری چند احادیث سننے کے بعد فنِ حدیث پر بڑا خوبصورت درس دیا۔

اُستاذِ محترم کی یہ عظمت تھی کہ اپنے آپ کو اُجاگر کرنے کی بجائے انہوں نے میری سند یعنی میرے بارے میں سوچا۔ آج کل ہر کوئی اپنے بارے ہی میں سوچتا ہے دوسرے کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اُستاذِ محترم کی عادت تھی کہ دوسروں کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے۔

اسی طرح کا واقعہ اس دن بھی پیش آیا کہ جب میری صحیح مسلم ختم ہونے لگی تھی۔ آپ کے گھر جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں معمول کے مطابق پہنچا تو دیکھا کہ میرے پہلے اُستاد حضرت مولانا عبدالرشید صاحب موجود ہیں۔ میرے حیران ہونے پر انہوں نے فرمایا۔ چونکہ صحیح مسلم سنانے کا آغاز آپ نے ان سے کیا تھا لہٰذا اختتامی احادیث سننے کا حق بھی ان کا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالرشید صاحب نے ہی وہ احادیث سنیں اور انہوں نے ہی دُعا کی۔

تقریبًا ایک سال روزانہ سبق سنانے جایا کرتا تھا۔ ان کی محبت و شفقت نے ان کے گھر کا فرد ہی بنا دیا تھا۔ ہر بات میں مجھ سے مشورہ ہوتا تھا۔ مجھے جس راہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی، اس میں دریا دلی موجزن ہوتی تھی۔ ایم۔اے عربی اور ایم۔اے اسلامیات میں بھی ان کی مدد اور معاونت مجھے حاصل رہی۔ جس بنا پر مجھے گولڈ میڈل اور سلور میڈل پانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ اُستادِ محترم نے مسجدِ مُبارک کی خطابت اپنی زندگی میں نہ صرف میرے حوالے کر دی بلکہ چودہ سال میرے خطبے سُنتے رہے اور میرے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے حالانکہ مولانا داؤد غزنویؒ کا مدرسہ و مسجد ان کے گھر کے عین سامنے تھی اور مُلک میں ان کے بہت سے لائق شاگرد بھی موجُود تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جمُعہ کے خطبہ میں ضعیف حدیث کا بیان بغیر وضاحت برداشت نہیں کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مجھے اپنے خطبوں پر بڑی محنت کرنی پڑتی تھی اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم رہا ہے کہ اس سارے عرصے میں صرف تین بار انہوں نے کسی روایت یا واقعہ بیان کرنے کی مجھ سے وضاحت چاہی۔

ایک جمُعہ کے خطبہ میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے میں نے ایک روایت بیان کی تو اُستادِ محترم نے اگلے روز مجھے اپنے گھر آنے کو کہا۔ جب حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کردہ روایت کا حوالہ دکھلانے کو کہا۔ میں نے طبقات ابنِ سعد کی وہ روایت اُن کو دکھائی تو انہوں نے مجھے ایک کتاب دی اور کہا کل اس میں سے اِتنے صفحات پڑھ کر پھر آؤں۔ مَیں نے گھر آکر ان صفحات کو دیکھا تو ان میں محمد بن عمر الواقدی (القاضی) کے بارے میں بحث تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ قابلِ اعتماد راوِیٔ حدیث نہ تھا۔ اگرچہ قاضی اور مؤرخ تھا۔ میں نے جب اپنی بیان کردہ روایت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ابنِ سعد نے اپنے اُستاد محمد بن عمر الواقدی سے وہ روایت نقل کی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اُستاذ محترم کو ضعیف راوی سے منقول روایت پسند نہیں آتی۔ لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی عرض کر دیا کہ آئندہ وہ روایت بیان نہیں کروں گا کہ جس میں واقدی ہو۔ فرمانے لگے میں نے آپ سے یہ کب کہا ہے کہ اس سے مروی روایت بیان نہ کی جائے۔ میرا مقصد اِتنا ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت کو پہلے محدثین کے قائم کردہ پیمانے کے مطابق پرکھ لیا جائے۔ اگر اس نے روایت کو مزین کرنے کے لیے اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا تزئین کی ہو اس سے اجتناب کیا جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا واقعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ کا تھا جو کہ میں نے قاضی شریحؒ کے حوالے سے بیان کیا تھا۔ دو تین کتابوں کے حوالے بھی دیئے تھے۔ لیکن اگلے ہی روز اُستاذِ محترم دکان پر پہنچ گئے اور فرمایا۔ کل جمعہ کے خطبہ میں حضرت علیؓ کی زرہ کا جو واقعہ آپ نے بیان کیا۔ اس کے بارے میں تحقیق "الاعتصام" کے اگلے شمارے میں اِن شاء اللہ تعالیٰ میں شائع کرنے والا ہوں۔ روایت ضعیف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تحقیق ذرا مجھے بھجوا دیں۔ تاکہ میں بھی دیکھ لوں اور اگلے جمعہ کے بعد والے شمارے میں شائع کر دیں۔ انہوں نے گھر جاتے ہی اپنی تحقیق مجھے بھجوا دی۔ میں نے اس کی فوٹو کاپی کرا کر اصل اُن کو واپس لوٹا دی اور گھر آ کر اپنی کتابوں پر حوالے لگا لئے۔ پھر جب جمعہ آیا تو میں نے خطبے میں واضح طور پر کہہ دیا کہ پچھلے جمعہ حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کا جو واقعہ میں نے بیان کیا تھا، اُستاذِ محترم نے اس پر جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق اس میں ضعف ہے۔ جمعہ پڑھانے کے بعد ان کی خدمت میں جب حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بیان کردہ واقعہ پر اپنی تحقیق اب آپ شائع کر دیں۔ تو فرمانے لگے کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔

تیسرا واقعہ علی ہجویریؒ کے عُرس کی مذمت کرتے ہوئے میں نے کشف المحجوب کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کے دربار پر حاضری دینے والے ان کی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ تقریباً ایک سال گزرنے کے بعد ایک دن مجھ سے اُستاذ محترم فرمانے لگے۔ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کشف المحجوب کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا تھا۔ میں نے اس کی سند دیکھی ہے وہ بڑی کمزور ہے۔ آپ جیسے خطیب کو ایسی سند والا واقعہ بیان نہیں کرنا چاہیئے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احادیث و روایات کے بارے میں وہ کتنے محتاط تھے، اپنی اسی احتیاط کی بنا پر علمی مقام میں وہ اپنا خاص مزاج رکھتے تھے۔

ایک دن صبح سویرے ہی اُستاذ محترم کا فون آیا کہ میں جلدی سے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ ان کے حکم کے مطابق جب حاضر ہوا تو مرزا عبدالحمید صاحب کو ان کے پاس موجود پایا۔ اُستاذ محترم نے فرمایا کہ جس عمارت میں دفتر الاعتصام اور مدرسہ مصباح القرآن ہے، اس کا مالک جگہ خالی کرانا چاہ رہا ہے۔ میں نے جب مالک کے نمائندے کو بُلایا تو اس نے کہا۔ اگر حضرت صاحب چاہیں تو ہم ان کو خالی کرنے پر معاوضہ کے طور پر کچھ رقم دے سکتے ہیں۔ جب میں نے اس کی پیش کش کا ذکر حضرت صاحب سے کیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ جگہ لیتے ہوئے جب میں نے ان کو پگڑی کے طور پر کچھ دیا نہ تھا تو خالی کرتے ہوئے میں کیوں لوں؟ یہ ان کا تقویٰ تھا جو بہت کم خوش نصیب لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے حافظ احمد شاکر صاحب کو قریب ہی کوئی جگہ دیکھنے کو کہا۔ انہوں نے ایک جگہ پسند کی۔ جس کا بیعانہ دے دیا گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی رجسٹری بھی کرا دی اور اس پر چھوٹی سی عمارت بھی بنوا دی۔ جس کی نچلی منزل میں مدرسہ مصباح القرآن اور دفتر الاعتصام قائم ہوگیا۔ اس کے اُوپر مسجد اور مسجد کے اُوپر والی منزل میں لائبریری بنائی گئی۔ جس میں اُستادِ محترم نے اپنی تمام ذاتی کتابیں جو ان کا انتہائی علمی سرمایہ تھا، لائبریری میں اللہ کے نام پر منتقل کر کے وقف کردیں پھر اس عمارت میں جو کچھ تھا اس کا نام "ادارہ الدعوۃ السلفیہ" رکھ دیا گیا۔ اس کی افتتاحی تقریب میں جماعت اہلحدیث کے نامور علمائے کرام اور معروف شخصیتوں نے شرکت کی جن کی تعداد سو سے اُوپر تھی۔

جب نئے ادارے کے انتظام و انصرام کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی تو میری معذرت اور انکار کے باوجود اُستادِ محترم نے مجھے صدر بنا دیا۔ جبکہ مولانا حنیف ندویؒ اور پروفیسر عبدالقیومؒ جیسی شخصیات کمیٹی میں ممبر تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی زندگی میں معمول کے مطابق ادارے کی دیکھ بھال اور نگرانی خود ہی کرتے رہے اور علمی امور سلیقہ و طریقہ سے طے پاتے رہے۔

دار الدعوۃ السلفیہ کے قائم ہونے کے بعد کی بات ہے کہ مدینہ یونیورسٹی کے رئیس الشیخ عبداللہ بن الزاید لاہور آئے ہوئے تھے۔ اُستادِ محترم سے مُلاقات کرتے ہوئے انہوں نے ان کو کچھ خطیر رقم عنایت فرمائی۔ مولاناؒ نے حسب معمول مجھے بتایا کہ عبداللہ زید آئے اور مجھے ایک معقول رقم دے گئے۔ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے یہ رقم میری ذات کے لیے دی یا ادارہ کو دی۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نے ان سے پوچھ لیا ہوتا تو بہتر تھا۔ بہرحال اب آپ ہی اس کا فیصلہ خود کرلیں۔ انہوں نے وہ رقم مجھے دے دی۔

عبداللہ زید سے جب میری دوبارہ مُلاقات ہوئی تو میں نے وہ رقم ان کو شکریہ کے ساتھ واپس کرتے ہوئے کہا۔ ماشاء اللہ ہمارا ادارہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالی مشکلات کا شکار نہیں۔ آپ یہ رقم کسی مستحق ادارے یا فرد کو دے دیں۔ عبداللہ زید نے مجھ سے کہا۔ آپ کو یہ رقم اگر کم لگتی ہے تو میں اور دیئے دیتا ہوں۔ مَیں نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ انہوں نے وہ رقم مجھ سے واپس لے لی۔ اُستادِ محترم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کیا ہوتا؟

درحقیقت عرب شیوخ میں یہ بات مشہور تھی کہ پاکستان کے دینی ادارے اور علماء حضرات ان سے مالی امداد کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور مجھے اپنے ادارے کے بارے میں تاثر اچھا نہ لگا۔ کیونکہ ہمارے ادارے پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم یہ رہا ہے کہ اس کی مالی مشکلات کو وہ خود ہی حل کرتا رہا ہے اور آج بھی اس مہنگائی کے دَور میں ادارہ دین کی سربلندی میں بہترین کردار ادا کر رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کا معاملہ اس وقت بھی پیش آیا کہ جب حکومت کی طرف سے ان کو حج کرنے کے لیے سرکاری ٹکٹ کی پیش کش ہوئی۔ مجھ سے مشاورتِ خاص جب ہوئی تو میں نے عرض کر دیا۔ اگر آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ بھی سرکاری علماء کی صف میں کھڑے کر دیئے جائیں تو حج پہ ضرور جائیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس عزت سے نواز رکھا ہے اس کو اگر برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو اس پیش کش کو ٹھکرا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حکومتی پیشکش قبول نہ کی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہونے کی حیثیت میں دوسرے ممبروں کی طرح ان کو بھی تنخواہ دی جاتی تھی۔ لیکن بیماری کے دوران جب نظریاتی کونسل میں کوئی کردار ادا نہ کر سکے تو معمول کے مطابق ملنے والا چیک مجھے دکھا کر کہنے لگے کہ یہ چیک ان مہینوں کا ہے کہ جن میں نظریاتی کونسل کے لیے مَیں کوئی کام نہیں کر سکا۔ مَیں نے عرض کیا کہ اسے واپس کر دیں۔ چنانچہ وہ چیک انہوں نے واپس کر دیا۔

میرے والد میاں محمد بن عبداللہؒ بہت ہی نیک اور متقی انسان تھے۔ علمائے کرام کی خدمت کرنے میں انتہائی خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد میں نے ان کے بقایات میں سے ان کی ایک ٹوپی اور ایک بہت ہی عمدہ قسم کی دوہری گرم چادر رکھ لی تھی۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ گرم چادر کیوں نہ اپنے رُوحانی باپ کو اوڑھا دوں۔ تاکہ متقی انسان کی چیز متقی انسان کے استعمال میں آجائے۔ چنانچہ میں نے رُوحانی باپ کو جب اپنے باپ کی گرم شال اوڑھائی تو بڑے خوش ہوئے۔ مَیں نے یہ بھی درخواست کر دی کہ وہ خود ہی اس کو استعمال کرتے رہیں۔ کسی اور کو نہ دیں۔ چند جمعوں کے بعد جب مَیں نے ان پر وہ شال نہ دیکھی تو مجھے دیکھتے ہی انہوں نے کہا۔ اس سے پہلے کہ آپ کچھ کہیں، میری بات سُن لیں۔ آپ نے وہ وہ شال اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حصُول کے لئے مجھے اوڑھائی تھی، مَیں نے اس اجر و ثواب کو بڑھانے کے لئے اس کو اوڑھا دی جو مجھ سے زیادہ مستحق تھا۔ ایسے تقویٰ کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے؟

۱۹۷۳ء میں حج پر گئے۔ واپسی پر بہت سی کتابیں ساتھ لے آئے۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ رابطہ عالم اسلامی میں گئے تھے۔ کہنے لگے۔ نہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ کسی عربی شیخ یا شیوخ کی مہربانی کا یہ نتیجہ ہے۔ فرمانے لگے نہیں۔ مَیں نے بھی ان کو ضرورت پڑنے پر ایک دو جاننے والوں کا پتہ دیا تھا۔ مَیں نے کہا۔ شاید ان کے ہاں چکر لگ گیا ہو گا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ پھر اتنی ساری کتابیں کہاں سے آگئیں۔ فرمانے لگے، جاتے ہی جو جو کتاب پسند آئی دکانداروں سے خرید لی۔ کھانے پینے والی رقم کتابوں میں لگ گئی ——————— اور مَیں آبِ زمزم پی کر گزارا کرتا رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں سے ان کو کتنی محبت تھی۔ ان کی اسی محبت کا نتیجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آج دار الدعوۃ السلفیہ کی لائبریری کا شمار پاکستان کی بہترین علمی لائبریریوں میں سے ہوتا ہے۔

اگرچہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ کے قائم کردہ ادارے کا صدر ہوں لیکن ان کے بیٹے حافظ احمد شاکر اور اُن کے پوتے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وہی اس ادارے کی دیکھ بھال میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُستاذ محترم کے درجات کو جنت الفردوس میں بلند فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے علمی درخت کے سایہ کو دُور دُور تک پھیلائے اور ادارے سے منسلک حضرات کی زندگیوں میں برکتیں نازل فرمائے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد رفیق اثری
شیخ الحدیث جلالپور ملتان

حضرت مولانا امتحانی تاثرات کی روشنی میں

پہلی بار شعبان ۱۳۷۲ھ میں مولانا مرحوم جلال پور پیر والا تشریف لائے اور طلبائے دار الحدیث محمدیہ کا سالانہ امتحان لیا۔ اور وقفے وقفے سے متواتر تشریف لاتے رہے اور یہ علاقہ اُس وقت ان کی زیارت سے محروم ہوا جب بیماری نے انہیں سفر کے قابل نہ رہنے دیا۔ دیگر مدارس کی طرح دار الحدیث میں بھی مدت تک تقریری امتحان کا رواج رہا ہے۔ مولانا مرحوم اپنے امتحانی جائزے میں جن باتوں کو مدنظر رکھتے تھے وہ محض وقتی شخصی جائزہ نہ ہوتا بلکہ ان کے پیش نظر علم دین کے وسیع ترین مقاصد ہوتے تھے۔ وہ سب سے پہلے طلباء میں وہ جوہر قابل تلاش کرتے جو مستقبل میں کسی بھی حیثیت میں علم کے میدان میں کام کرنے کی خداداد استعداد سے بہرہ ور ہو، اُس سے ہمیشہ ربط رکھتے، خط و کتابت فرماتے۔ باتوں باتوں میں اس کی رہنمائی فرماتے، کہ مروجہ درسی کتابوں کے ساتھ اسے مزید کن شخصیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور پھر اپنے پاس لاہور آنے کی دعوت دیتے، ایسا اوقات مالی امداد بھی فرماتے اور تحفۃً کتابیں بھی مرحمت کرتے۔

طلباء میں اعلیٰ ترین استعداد بڑھانے میں ان کے تجربہ اور ذوق کا تقاضا یہ تھا کہ طلباء ہر فن کی کوئی ایک کتاب حفظ کریں چنانچہ ۱۳۸۵ھ کے سالانہ امتحان کے تاثرات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"طلباء کرام میں کتب و فنون کی مناسبت پیدا کرنے میں اب سے چند صدیاں قبل جو سنت ہمارے اسلاف میں مقبول تھی یعنی یہ کہ تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، صرف و نحو اور معانی و بیان وغیرہ علوم و فنون میں ہر علم و فن کے مختصر متون حفظ کرائے جاتے تھے۔ اس سُنّت کا احیاء کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ واللہ الموفق والمعین"

اِن کے خیال میں طلباء برادری بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہیں۔ دورانِ تعلیم اتنا ہی کافی نہیں کہ درسیات ہی پر عبور ان کے پیش نظر رہے بلکہ وہ جنرل معلومات حاصل کرنے کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ ۱۳۷۳ھ کے سالانہ امتحان کے موقعہ پر ذمہ داران مدرسہ کو انہوں نے یہ مشورہ دیا۔

۱۔ احقر کی رائے میں کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت یا وافضلیت کی حد تک جنرل معلومات کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ درجۂ علیاء میں ذریعۂ تعلیم اردو ہونا چاہیئے۔

۳۔ جنرل معلومات اور اس کی تربیت کے لئے ایک مناسب لائبریری اور الگ مدرس کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اخراجات برداشت کرنے چاہئیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ۱۳۸۶ھ کے سالانہ تاثرات میں مولانا مرحوم کے یہ فقرے ان کی اسلام کے لئے والہانہ تڑپ اور دل کی گہرائی میں محبتِ اسلام کی غمازی کرتے ہیں جس سے یہ بھی آشکارا ہوتا ہے کہ وہ طلبہ کی بالخصوص کس طرح تربیت چاہتے تھے کہ ان کی نظر صرف اپنے ہی مسائل پر نہ رہے بلکہ منکرینِ اسلام کے عقائد و نظریات اور فتنہ سازیوں پر بھی وہ وسیع معلومات حاصل کریں تاکہ قلمی و لسانی جہاد میں دفاع اسلام کر سکیں۔ فرماتے ہیں۔

"مغربی پاکستان کے اس گوشہ میں بھی عیسائیت پَر، پُرزے نکال رہی ہے۔ جماعت اہلحدیث جلال پور کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے بھی اپنے آپ کو، اپنے مدرسین کو، اپنے طلباء کو تیار کرنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ عیسائی اور اسلامی لٹریچر مہیّا کیا جائے اور اس کے ذریعہ طلباء میں تقریری ملکہ پیدا کر کے اس کے لئے تیار کیا جائے۔"

اس بارے میں مولانا کے نقطۂ نظر سے کمی یہ تھی جسے وہ شدّت سے محسوس کرتے تھے کہ جماعتی مدارس میں معقول انداز میں دارالمطالعہ اور لائبریریوں کا فقدان ہے۔ ذمّہ دارانِ مدارس پر وہ لازم قرار دیتے تھے کہ علماء و طلباء کی علمی راہ نمائی کے لئے کتابوں کی خرید پر معقول سرمایہ خرچ کریں (تاثرات بموقعہ سالانہ امتحان ۱۳۸۷ھ)

ہمارے ہاں مولانا کے مشوروں کا ایک مقام تھا۔ ایک موقعہ پہ تحریر کرتے ہیں:۔

"خاکسار نے جو بعض مشورے دیئے تھے اُنہیں ازراہِ نوازش بڑی حد تک قبول کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ معنوی طور پر دارالحدیث دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"دارالحدیث کی تعلیمی اور تربیتی صورتِ حال نہ صرف کہ قابلِ رشک ہے بلکہ سالہائے گذشتہ کی نسبت بھی معنوی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ طلبائے عزیز میں محنت قابلِ داد پائی گئی ہے۔ بعض ٹھوس اصلاحات جو دارالحدیث میں عمل میں لائی گئی ہیں، اس انشاء اللہ نتائج مفید نکلیں گے۔" (سالانہ جائزہ ۱۳۹۰ھ)

غالباً یہ معنوی مقاصد کی تکمیل کی رغبت ہی تھی جس کی بنا پر وہ اتنا طویل سفر اختیار کرتے تھے جس کے بارے میں ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

"آپ کی طرف سفر کا اب تو جب تصور آتا ہے تو اسی وقت اعصاب سخت متاثر ہو جاتے ہیں کیا سڑک تا حال ویسی ہی ہے؟ بہرحال اگر تو دیکھ ہی لی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ الخ"

ایک دن حضرت نے اس علاقہ کی دیہاتی زندگی دیکھنے کے شوق کا اظہار فرمایا، میں اُنہیں قریبی مقامات کی سیر کے لئے لے گیا۔ پُرانے انداز کے نظامِ آب پاشی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے کہ ابھی تک اس علاقے میں ترقی نو کے آثار نہیں پہنچ پائے ہیں۔

اس موقعہ پہ ایک اہم بات یاد آ رہی ہے آج سے دس پندرہ سال پہلے تک یہاں کی عام شہری آبادی میں عورتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پردے کا سختی سے اہتمام کرتی تھیں۔ مولانا اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اس معاملے میں یہ علاقہ بہت اچھی روایت کا حامل ہے۔ البتہ خطرہ ہے کہ تہذیب نو کے آثار پہنچنے پر یہ روایت شاید قائم نہ رہ سکے۔

واقعی تہذیبِ فرنگی کے آثار ادھر بھی پہنچ رہے ہیں اور اب پہلے والی صورتِ حال نہیں ہے۔

ہماری نظر میں مولانا معتدل مزاج تھے۔ آج کل فتویٰ بازی ایک فیشن کے طور پر رائج ہے اس حد تک کہ اختلاف رائے کو قطعاً برداشت نہیں کیا جاتا اور برملا اس کا اظہار ضروری سمجھا جاتا ہے چاہے مسلک کے حاملین کو اس سے مجموعی طور پر خفت سے دوچار کیوں نہ ہونا پڑے۔ ثنائی و غزنوی اختلافات ہوں یا کچھ مدت پہلے کے صدارت و امارت کے جھگڑے بارہا گفتگو کا موقعہ ملا، اپنی بات واضح فرما دیتے۔ مگر دوسرے اکابرین کا تذکرہ پورے احترام اور ان کے عظیم مقام کو مدِنظر رکھ کر فرماتے۔

میرے پاس مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مکتوب محفوظ ہے، جس میں مناظرِ اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سخت الفاظ تحریر ہوئے ہیں۔ مولانا بٹالویؒ کے ہاتھ کی لکھی تحریریں ان کے اندازِ نگارش کے نمونے کے طور پر شائع کرنے کا مشورہ ہوا تو مولانا مرحوم نے سختی سے منع فرما دیا کہ اس طرح ہمارے اکابرین کی بعض اختلافی باتوں کو پھر سے پبلک میں لانا ان کی اس مجموعی خدمات کے خلاف ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے لیں۔

اپنے علم کی نمائش اور خود پسندی کے عیوب سے پاک اور عاری تھے۔ عجز وانکساری کا یہ عظیم مقام کہ راقم نے ایک بار معرفت و ایمان کے بارے میں کچھ معروضات عرض کیں اور راہنمائی چاہی۔ جواب اس جملہ سے شروع فرمایا۔ خوابیدہ را خوابیدہ کے کند بیدار۔

مسلک عمل بالحدیث میں تقشف اور انتہائی سخت موقف کے باوجود طبیعت میں مزاح اور خوش طبعی کا عنصر بھی نمایاں تھا۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں . . . . .

"سب سے پہلے تو بصمیم قلب معذرت درپیش ہے کہ آج تک آپ کو کوئی عریضہ نہ لکھ سکا۔ حتیٰ کہ "شیخ الحدیث" کے رتبہ پر فائز ہونے کی مبارکباد بھی بھیجنے کی توفیق نہ مل سکی۔ . . . . . اب مناسب یہ ہے کہ میری آپ کی ملاقات ہو، گو آپ نہایت مصروف آدمی ہیں اور ساتھ ہی ماشاء اللہ "بڑے آدمی" بھی۔ تاہم ملاقات مناسب رہے گی۔"

کئی ایک مواقع پر اظہارِ افسوس کیا کرتے تھے کہ کتبِ حدیث کے حواشی فکرِ محدثین کے انداز پر طبع کئے جائیں سنن نسائی کے حواشی بھی اسی نقطۂ نظر سے مرتب کئے تھے اور اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے راقم کو حکم فرمایا کہ موطا امام مالکؒ پر کام کیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں ایک مختصر حاشیہ طلباء مدارس اہلحدیث پاکستان کی ضروریات مدِنظر رکھ کر مرتب کر دیا گیا ہے جو عنقریب منصۂ شہود پر آنے والا ہے۔ انشاء اللہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی عادت تھی کہ جہاں بھی تشریف لے جاتے طبعی ذوق و شوق کی بناء پر لائبریریوں کے مافیہ معلوم کرنے کی رغبت کا اظہار کرتے۔ اس بارے میں یہ بات حائل نہ ہوتی کہ یہ مکتبہ ایسے لوگوں کے زیر تحویل ہے جو اہل حدیث سے عناد رکھتے ہیں جلالپور میں ایک بریلوی کتب خانہ سے ان کی پسند کے کئی ایک جواہر ملے اور بعض راقم نے نقل کر کے ان کی خدمت میں پیش کئے۔

مشکلات میں توکّل اور اپنے نصب العین پر قائم رہنے میں خصوصی توفیق ایزدی سے سرفرازی حاصل تھی نشر و اشاعت کے سلسلے میں میری چند باتوں کے جواب میں اپنے مکتوب میں لکھا۔

المكتبة السلفية تو ہزاروں کا مقروض ہو کر تھک گیا ہے تاہم اس کے بانی نے ہمت نہیں ہاری۔ توفیق ربانی کے لئے دُعاء کریں۔ اصل شئے تو توفیق ہے۔ اس میں سب کچھ آ جاتا ہے۔ اہلحدیث اکادمی صرف ایک شخص کا نام ہے اور وہ اپنی ہمّت کے مطابق کام میں لگی ہوئی ہے جو جو کتابیں طبع ہوئیں وہ آپ نے دیکھ لیں۔"

اس سلسلے میں ایک مکتوب عالی میں فرمودہ یہ الفاظ ان کے ذاتی رجحانات و میلانات کی کس قدر عمدہ عکاسی کرتے ہیں۔

"سا للہ کثرت کار" کے "عشی آور" "حمی" کے باعث آپ کے مکتوب سامی کا جواب بھی دیر سے حاضر کر رہا ہوں ......

اب "الانتباہ" کا "بخار" ہونے والا ہے۔ دُعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ جلد "شفا بخشے"

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے شاہی فرمان کے مطابق ایک مخصوص ذہن و فکر کے حامل یہ عظیم راہنما ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ انہیں جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور برادر محترم حافظ احمد شاکر صاحب کو ان کے نصب العین کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق سے نوازے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا منیر احمد سلفی
مدیر: ماہنامہ "جاء الحق"

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ
بحیثیتِ مُمتحن

یہ اوائل شعبان ۱۳۸۳ھ کی بات ہے جب جامعہ اسلامیہ اہل حدیث گوجرانوالہ کے طلباء کا سالانہ امتحان لینے کے لئے محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ جامعہ میں تشریف لائے۔ سردیوں کے دن تھے۔ مولانا جامعہ کی بالائی منزل پر دھوپ میں ایک ایک طالب علم کو بغرضِ امتحان بلاتے اور دیر تک اس سے مختلف کتب کے متون پڑھوا کر سنتے۔ پھر معانی و مطالب دریافت فرماتے تاکہ کماحقہ اندازہ ہو سکے کہ طالب علم درسی کتب کا کس قدر فہم رکھتا ہے۔ لگ بھگ ساڑھے گیارہ بجے میری باری آئی۔ یہ مولانا محمد عطاء اللہ مرحوم سے میری پہلی ملاقات تھی۔ حاضرِ خدمت ہوا۔ تو مولانا کے سراپا پر ایک نگاہ ڈالی۔ کھدر کے تہبند اور ڈھیلی ڈھالی قمیص میں ملبوس عجز و انکسار کی تصویر نظر آئے۔ پہلا سوال جو آپ نے مجھ سے کیا، یہ تھا کہ تفسیر اور اصولِ تفسیر میں امسال تم نے کیا پڑھا ہے۔ عرض کیا کہ "جامع البیان" اور "الفوز الکبیر" پھر فرمایا کہ جامع البیان کا مصنف کون ہے؟ عرض کیا کہ جو کتاب تفسیر میرے زیرِ استعمال ہے۔ لگ بھگ سو سال پہلے کا شائع شدہ نسخہ ہے۔ اس کے پہلے پانچ ورق بھی بوجہ بوسیدگی شکستہ و غائب ہیں اور آخری پانچ ورق بھی موجود نہیں۔ استاذ صاحب سے ایک دو بار مصنف کی بابت دریافت کیا تھا مگر وہ سوائے نام کے کچھ زیادہ روشنی نہ ڈال سکے تھے۔ فرمایا کہ نام ہی بتا دو۔ عرض کیا کہ "معین الدین بن صفی الدین" فرمایا۔ "یہ نام تو نہیں یہ تو اُن کی صفت ہے"۔ مجھے فوراً احساس ہوا کہ غلطی ہو گئی مگر مجھے نام معلوم نہ تھا۔ اس لیے کچھ عرض نہ کر سکا۔ اس کے بعد آپ نے مختصر سی تقریر کی جس کا لبِّ لباب یہ تھا کہ نصاب میں داخل جو کتاب بھی پڑھی جائے اس کے مصنف اور محشّی وغیرہ کی زندگی کے حالات و کوائف بھی طالب علم کو مکمّل طور پر معلوم ہونا چاہییں۔ صاحب کتاب کے عقائد و نظریات اور معمولاتِ زندگی سے واقفیت کی بناء پر اس کی کتاب کے مندرجات کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا تو پھر آپ ہی صاحبِ جامع البیان کے بارے میں کچھ مزید روشنی ڈال دیں۔ چنانچہ آپ نے بلاتوقف بیان کرنا شروع کر دیا۔ مفسّرؒ کا تعلق ایران کے ایک قصبہ ایج سے تھا اور ان کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے۔ اپنے مقامِ پیدائش کی نسبت سے الایجی کہلاتے ہیں اور فقہِ شافعی سے زیادہ مناسبت کی بناء پر موصوف الشافعی بھی ہیں۔ نجیب الطرفین سادات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ پھر فرمایا اگر اُستاذ اس نوع کی معلومات بہم نہ پہنچا سکے تو ذہین اور محنتی طلبا کو کسی لائبریری سے استفادہ کر لینا چاہیے۔ میں نے کہا کہ ہمارے مدرسہ کی لائبریری بھی کچھ نامکمل سی ہے۔ فرمایا۔ "جوئندہ یابندہ"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا کہ دوسری تفاسیر کے مقابلہ میں جامع البیان کی وجوہِ ترجیح کیا ہیں ۔ میں نے جواب دیا کہ نہایت جامع اور مختصر تفسیر ہے ۔ ہر آیت کی تاویل کرتے وقت مفسّر دوسرے متعلقہ مقاماتِ قرآن کی نشاندہی کرتا ہے ۔ پھر اس کے نزدیک جو مفہوم کتاب و سنّت سے اقرب ہو اس کو بیان کرتا ہے ۔ پھر درجہ بدرجہ جملہ تفسیری اقوال کا ذکر کر دیتا ہے ۔ لغت اور احادیث سے بھی رہنمائی لیتا ہے ۔ اس طرح کسی بھی آیتِ قرآن کی تاویل و تشریح میں جامع البیان دوسری تفاسیر سے طالب علم کو قریب قریب بے نیاز کر دیتی ہے ۔

پھر دریافت فرمایا کہ اس کا کتنا حصہ تم نے پڑھا ہے ؟ عرض کیا کہ مدرسہ میں تو چند پارے ہی پڑھائے گئے ہیں ۔ مگر میں نے الحمدللہ اس کا بالاستیعاب مطالعہ کر لیا ہے ۔ پھر چند مقامات سے پڑھوا کر سنا اور تحسین کی کہ کتاب کو مکمل طور پر ہی پڑھنا چاہیئے ۔ ـــــ اس اثناء میں مولانا کے لئے کھانا آ گیا ۔ مولانا کھانا کھانے لگے تو میں نے اجازت لینا چاہی کہ کچھ دیر کے بعد پھر حاضر ہو جاؤں گا ۔ کیونکہ ابھی بقایا کتب کا امتحان نہ لیا جا سکا تھا ۔ مولانا نے فرمایا " نہیں ! بیٹھو " اور مجھ سے پوچھا ، تم لوگ کھانا کب کھاتے ہو " ؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو مدرسہ کا کھانا نہیں کھاتا ۔ میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے ۔ اور میں گھر سے کھانا کھا کر آتا ہوں ـــــ جب اسباق ختم ہو جاتے ہیں تو واپس گھر چلا جاتا ہوں ۔ " کتنے سال سے اس طرح پڑھ رہے ہو ؟ مولانا نے دریافت فرمایا ۔ عرض کیا کہ تیسرا سال ہے ۔ میں کچھ کتب گھر پر پڑھتا ہوں ، جن کی مشکلات اساتذہ سے حل کروا لیتا ہوں اور چند کتب سبقاً سبقاً مدرسہ میں پڑھتا ہوں ۔ " آپ نے مدرسہ کا کھانا کبھی نہیں کھایا ؟ " مولانا نے مکرر استفسار فرمایا ۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ مدرسہ میں کوئی کھانا تیار نہیں ہوتا بلکہ مختلف لوگوں کے گھروں سے کھانا آتا ہے اور وہ بھی چھوٹی کلاسوں کے طلبہ گھر گھر جاتے ہیں اور ایک ایک یا دو دو طلبہ کا کھانا لے کر آتے ہیں ۔ لہٰذا میرے کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ (اس وقت تک مدرسہ مذکورہ میں کھانا نہیں پکتا تھا جیسا کہ آج کل ہے) مولانا یہ سن کر خاموش ہو رہے اور میں نے مزید کہا کہ مولانا یہ طریقہ ویسے پسندیدہ نہیں جو اہلِ محلّہ دن میں دو بار طلبہ کو اپنے دروازہ پہ بلا کر کھانا مہیا کرتے ہیں وہ ماہانہ پچاس ساٹھ روپے بطور اعانت بھی تو دے سکتے ہیں ۔ اور مدرسہ میں اجتماعی کھانا تیار ہو سکتا ہے ـــــ کم از کم طلبہ کی عزتِ نفس تو مجروح نہیں ہونی چاہیئے ۔ مولانا نے فرمایا ۔ " ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر یہ تو اہلِ محلّہ اور اہلِ مدرسہ کی صوابدید پر منحصر ہے " ـــــ آپ جہاں طلبہ کی تعلیم و تدریس کے متعلق اساتذہ کی توجّہ بعض امور کی طرف مبذول کرواتے ہیں وہاں کھانے کے اس نظام کو بدلنے کی ضرورت پر بھی زور دیجئے ۔ یہ میری گزارش ہے اور مولانا بغور میری طرف دیکھتے رہے ۔

کھانے سے فارغ ہو کر مولانا نے " الفوز الکبیر " کے بارے میں کچھ سوالات کئے ۔ اس کا مصنّف کون ہے ؟ عرض کیا ۔ " شاہ ولی اللہ " ان کی کوئی اور تصانیف بھی ہیں ؟ بہت سی ہیں ۔ میں نے کہا ـــــ " مثلاً " انہوں نے فارسی میں ترجمہ قرآن کیا ہے ۔ " حجۃ اللہ البالغہ " آپ کی معروف کتاب ہے ۔ مؤطا کی شروح بھی انہوں نے لکھی ہیں ۔ " تم نے حجۃ اللہ البالغہ کو پڑھا ہے ؟ ابھی نہیں خیال ہے کہ حضرت الاستاذ حافظ محمد گوندلوی سے پڑھوں گا ۔ ان شاء اللہ ۔ میں نے کہا ۔ ازاں بعد ایک مقام سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جو غالباً مولانا پہلے سے ذہن میں رکھتے تھے) مجھے حکم دیا کہ یہاں سے الفوز الکبیر کو پڑھو —— میں عبارت پڑھنے لگا۔ اور پڑھتا گیا۔ تقریباً ایک صفحہ پڑھنے کے بعد مولانا نے فرمایا "بس" —— میرا خیال تھا کہ مولانا اب سوالات کریں گے مگر مولانا نے کوئی سوال نہ کیا۔ میں چونکہ اس عبارت کو پوری طرح سمجھتا تھا اور یہ احساس رکھتا تھا کہ اس موضوع سے متعلق جو بات بھی مولانا پوچھیں گے میں اس کا ٹھیک طور پر جواب دے سکتا ہوں لہٰذا مجھ سے نہ رہا گیا اور عرض کر دیا کہ مولانا آپ نے اس عبارت کے ضمن میں کوئی سوال نہیں کیا؟ فرمایا تم اس کو صحیح طور پر سمجھتے ہو۔ اس لیے درست پڑھ گئے ہو۔ بنا بریں سوال کی ضرورت نہیں۔

اب امام بخاریؒ کی الجامع الصحیح کو مولانا نے سامنے رکھ لیا اور پوچھا کہ صحیح البخاری کا پورا نام کیا ہے؟ میں نے الصحیح کے چند اوراق الٹ کر جہاں کتاب کا پورا نام درج ہے وہاں سے پڑھ کر بتا دیا کہ مولانا! یہ ہے الجامع الصحیح کا پورا نام —— تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے میں مولانا کے پاس بیٹھا تھا۔ اب کچھ جھجک بھی زیادہ نہیں رہی تھی اور میں مولانا کی سادگی اور تواضع کے پیش نظر قدرے بے تکلف بھی ہو گیا تھا —— جب میں نے صحیح البخاری کا نام دیکھ کر بتایا تو مولانا نے مسکرا کر فرمایا۔ حضرت امام کو تو لاکھوں احادیث حفظ تھیں۔ آپ لوگ ان کی کتاب کا نام بھی یاد نہیں رکھ سکتے" —— مولانا! لمبا چوڑا نام ہے اور میں نے پوری کتاب کو بغور پڑھا ہوا ہے۔ جبھی تو مجھے معلوم ہے کہ اس کا نام کہاں درج ہے —— اچھا یہ بتاؤ کہ اس پر کیا ورک (WOR K) ہوا ہے۔ میں نے کہا "مولانا اس پر ورک آپ کو کیا بتایا جائے —— اہل حدیث حضرات نے ہی اس پر کوئی کام کرنا تھا اور وہ سمجھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری تصنیف کر کے اسلاف و اخلاف کو سبکدوش کر دیا ہوا ہے۔ اب ہمیں کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا مودودی نے صحیح البخاری کی احادیث کے بارے میں بھی یہ کہہ دیا ہے کہ احادیث چند انسانوں سے روایت ہو کر چند انسانوں تک پہنچی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ گمانِ صحت ہے نہ کہ علم الیقین او کما قال المودودی۔ تو مولانا میرے علم کے مطابق اس دور میں نہ تو امام بخاریؒ پر کوئی کام ہوا ہے اور نہ ان کی الجامع الصحیح پر۔ —— دونوں کی حقیقت و اہمیت عامۃ المسلمین پر واضح نہیں ہو سکی۔ مسلمانوں کی نگاہ میں مشہور مکاتب فقہ چار ہیں۔ فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی اور فقہ حنبلی —— حالانکہ اگر بدقت نظر دیکھا جائے تو حضرت الامامؒ کی الجامع الصحیح بھی ایک کتاب فقہ ہی ہے جو تمام تر صحیح احادیث پر مبنی ہے۔ مگر ہمارے اکابر علمائے اہلحدیث نے عام مسلمانوں میں صحیح بخاری کا تعارف و تذکرہ کیا کرنا ہے۔ یہ تو ابھی تک صحیح بخاری کے حواشی بھی حدیثی نقطۂ نگاہ سے قلم بند نہیں کر سکے —— حد یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں صحیح البخاری کے جو نسخے متداول ہیں ان کے حواشی تمام تر احناف نے ترتیب دیئے ہوئے ہیں اور وہ قدم قدم پر فقہ حنفی کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں —— اس کے علاوہ ہمارے ملک میں منکرینِ حدیث کا ایک طبقہ ہے جس کا کام ہی احادیث کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے —— ان کا منہ بند کرنے والا بھی کوئی نہیں —— مولانا نے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے "الاعتصام" ایک جماعتی پرچہ ہے جو علمی طور پر تمام غلط اور گمراہ فرقوں کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ عرض کیا کہ بالکل اس نام کا ایک پرچہ ہے جو آپ کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے اور یہ جن دنوں مولانا مودودی کا تعاقب کر رہا تھا۔ ان دنوں میرے زیر مطالعہ بھی رہا ہے مگر اس کا انداز مولویانہ سا ہے اور عام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم یافتہ طبقوں تک اس پرچہ کی رسائی نہیں ــــ اس پرچہ کو بھی جدید عصری اسلوب میں مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ محدثین کا عظیم الشان کارنامہ پوری روشنی کے ساتھ اور سائنٹیفک انداز میں عام پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے لایا جائے۔ جس سے جدید ذہن کے شبہات دور ہو سکیں۔

آخر میں مولانا نے دریافت فرمایا "تم نے مودودی صاحب کا مطالعہ کیا ہے"؟ "ان کی بہت سی کتابیں پڑھ چکا ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ "مولانا کا مسلکِ اعتدال بھی پڑھا ہے"؟ وہ تو میری نظر سے نہیں گزرا" پھر تو مسلکِ اعتدال پر مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کی تنقید بھی تمہارے علم میں نہ ہوگی ــــ میں نے قدرے شرمندگی سے عرض کیا "نہیں" ــــ اس پر مولانا نے ایک مختصر سی تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ تم جیسے نوجوانوں کو کھلی آنکھوں اور کھلے دل و دماغ سے ماحول کا جائزہ لینا چاہیئے اور صرف انہی لوگوں کا لٹریچر نہیں پڑھتے رہنا چاہیئے جو پسندیدہ ہوں۔ بلکہ بعض اُن دوسرے لوگوں کی بات بھی توجہ سے سُننی چاہیئے جو اللہ، رسول اور دین کے حوالے سے بات کرتے ہوں۔ پھر اگر دلائل کی رُو سے ان کی بات میں وزن نظر آئے تو اُسے پلّے باندھ لینا چاہیئے ــــ آخر میں میں نے عرض کیا کہ مولانا کتاب و سُنّت پر مبنی اسلاف و اخلاف کا جو گرانقدر لٹریچر عربی یا اُردو میں موجود ہے وہ سبی تو دستیاب نہیں ہوتا ــــ مولانا نے فرمایا "میرے پاس لاہور آجایا کرو تمہیں ہر ضرورت کی کتاب مل سکتی ہے"۔ اور کمال شفقت سے مولانا نے اپنا پتہ بھی مجھے سمجھا دیا ــــ یوں تقریباً دو گھنٹے تک مولانائے محترم میرا امتحان لیتے رہے۔

اُس روز مولانا سے ایک تعلقِ خاطر پیدا ہو گیا اور جب بھی لاہور آتا تو شیش محل روڈ پر مولانا کی خدمت میں بھی حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتا ــــ اور پھر بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مستقل جائے سکونت ہی مولانا کے پڑوس میں مہیّا فرما دی ــــ دیدۂ آغاز انجام نگر پھر جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور کا شوروم، شیش محل روڈ پر تعمیر ہو گیا تو سردیوں میں صبح کے وقت بہت خوش گوار دھوپ ہمارے شوروم میں آجاتی اور مولانا بھی ہفتہ دس دن کے بعد لازماً شوروم میں تشریف لے آتے۔ اور جی بھر کر علمی باتوں سے استفادہ کا موقع ملتا ــــ اور یہ سلسلہ آپ کی علالت تک چلتا رہا ــــ رہے نام اللہ کا۔ غفر اللہ لہ و رحمہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بشیر الرحمٰن سلفی
گوجرانوالہ

ایک منفرد ممتحن

کامل اُستاد

راقم الحروف نے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد سکول میں داخلہ لیا۔ ہمارے گاؤں میں اس وقت صرف پرائمری تک سکول تھا۔ ہمارے زمانۂ سکول میں اگرچہ متعدّد ہیڈ ماسٹر صاحبان تشریف لائے مگر آخر میں مولوی غلام رسُول صاحب مرحُوم نے جس شفقت، محبّت اور شبانہ روز محنت سے ہمیں پڑھایا۔ اس کی یاد ہمیشہ دل میں موجود رہے گی مگر زبان ان کے شکر و سپاس کے لئے مناسب الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہے۔ دُعاء ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

ان ہی کی محنت اور محبّت سے بفضلہٖ تعالیٰ علمی لگاؤ پیدا ہوا۔ شفیق و پُرعزم اُستاد کتاب سے دلچسپی کے علاوہ دنیائے علم سے آشنا کردیتا ہے اور بسا اوقات دریائے علم میں غرق بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم ہمیں ہفتہ وار چھٹی کے علاوہ دیگر کوئی چھٹی نہیں کرنے دیتے تھے۔ سچّی بات یہ ہے کہ ان کی محبّت اور شفقت کی وجہ سے ہم پر بھی تعطیلات شاق گذرنے لگی تھیں۔ ان کے جذبۂ صادق کی تاثیر تلامذہ پر اثر انداز ہوتی تھی اور تمام گاؤں کے لوگ اس سچّے اور کامل اُستاد سے نہایت محبّت سے پیش آتے تھے۔

مکتبی تعلیم

اسلام نے اہلِ اسلام کے لئے اگرچہ جہانبانی و جہانگیری، قوّت و حشمت اور دُنیاوی ہُنر و فن میں بھی بلندی و سرفرازی کا درس دیا ہے مگر علمِ شریعت کو ان سب پر مقدم رکھّا ہے۔ حق یہ ہے کہ مادی علوم و فنون کا حصُول طبعی اور فطری عوامل کی حیثیّت سے بنظرِ استحسان ہی دیکھا جاتا ہے جب کہ علمِ دین، صراطِ مستقیم اور قبر و قیامت کا علم و تعامل ایک مسلمان کے لئے فرضِ عین کی حیثیّت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے تا ایں دم مسلم معاشرہ میں بوقتِ صبح گھروں میں تلاوتِ قرآن مجید اور مساجد میں تعلیمِ قرآن مجید ثقافت و تہذیب اسلامی کی واضح پہچان ہے۔ چنانچہ راقم الحروف نے اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسجد میں عارف باللہ ولیٔ کامل، متوکل علی اللہ حضرت الاُستاذ مولانا چراغ الدین صاحب نورپوری رحمہ اللہ سے چند مہینوں میں ناظرہ قرآن پاک ختم کرنے کے بعد قرآن عظیم با ترجمہ پڑھنا شروع کردیا۔ حق یہ ہے کہ آپ ہمیں صرف ترجمہ ہی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ اس پر عمل کا سلیقہ، حوصلہ اور قرینہ بھی سکھاتے تھے۔ ہر سات دن بعد ایک جلسہ کا اہتمام ہوتا معصوم وعظ، بے ریا تلقینِ عمل سے سامعین نہ صرف محظوظ ہوتے بلکہ اپنے بچّوں میں خوابیدہ صلاحیتیں دیکھ کر مسرور بھی ہوتے۔ حق یہ ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مردِ حق آگاہ و تحریکی معلم کی سرپرستی میں جو جذباتِ عمل ہمیں میسر آئے ۔اب سوچتے ہیں کہ الٰہی وہ کیا وقت تھا ، گویا ہم بے بال و پر بھی اُڑنے کی تمنا رکھتے تھے ۔

معیارِ تعلیم ان ہر دو برگزیدہ اور عزمِ صمیم کے حامل اساتذہ کی وجہ سے جہاں علم سے لگاؤ اور دلچسپی پیدا ہوئی ۔ وہاں اُستاد کے متعلق معیار ، تخیل اور ہیولا بھی تیار ہو گیا ۔ان کامل بزرگوں نے ہمیں مُشفقانہ قرب سے نوازا ۔ اور دینی مجالس کا ایسا ذوق ہم نشینی عطا کیا کہ زندگی بھر یہ اپنا قرینہ بن گیا اور اساتذہ کا یہی معیارِ محبت ۔ الحمد للہ طالب علمانہ زندگی میں یہ کوشش رہی کہ اپنے فاضل ، خدا پرست اُور علم پرور اساتذہ کا ہر حال میں قُرب حاصل رہے اور وہ ادا اپنائی جائے جو ان اَولیاءُ اللہ کو پسند آ جائے ۔ لہٰذا مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ فقیر اپنے اساتذہ کے بہت قریب رہ کر ان کے خصوصی فیوض کا خوشہ چین بھی رہا ہے ۔میرے لئے یہ ایام اور یادِ ایام بہت قیمتی سرمایہ اور بیش قیمت اثاثہ ہیں ۔ اور یہی میرے اس مضمون کی تمہید ہیں کہ ایک کامل اُستاد اپنے تلامذہ اور اہلِ نسبت میں کیا تاثر پیدا کرتا ہے ۔محبت کے کونسے انداز ان کے نہاں خانہ دل میں آویزاں و معلق ہو جاتے ہیں ۔علم وعمل کی دنیا میں کیا انقلاب پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشہ چین و وابستہ کونسی مانوس وغیر مانوس وادیوں میں اُترنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں ۔

مولانا حنیف صاحب مرحوم کی امتحان گاہ میں

ادھر پرائمری سکول سے فراغت پائی اور ارادہ ہوا کہ ہائی سکول میں داخلہ لیا جائے ۔چنانچہ لے لیا گیا ۔ مگر استادِ گرامی حضرت عارفِ کامل مولانا چراغ الدین نے اس ناکارہ میں نہ جانے کیا دیکھا اور کیا کیا اُمیدیں اس سے وابستہ فرمائیں کہ کسی دار العلوم اسلامیہ میں داخلہ کے لئے والدین سے اصرار فرمانے لگے مگر ؎

نہ گلم نہ برگِ سبزم نہ درختِ سایہ دارم   ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

آپ کی محبت و اصرار والدین کے انکار پر غالب آئے اور راقم جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ میں داخل ہو گیا ۔ مجھے یاد ہے کہ اُستادِ گرامی کے ساتھ اس ہیچمدان نے جب مفسرِ قرآن ، شیخ الحدیث والاثر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب علیہ الرحمۃ مہتمم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تو آپ نے ازراہِ شفقت تقویۃ الایمان اپنے ذاتی کتب خانے سے اپنے دستخطوں سے مجلی فرما کر عنایت کی جو ابھی تک راقم الحروف کے ہاں محفوظ ہے ۔

حصولِ علم کے دو اسلوب اور مولانا حنیف مرحوم

طالب علم کا منتہائے نظر تو حصُولِ مطلوب ہوتا ہے جس علم و فن کو وہ اخذ کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلُومات کی فراہمی و حصُول اور حفظ و ضبط اس کا مقصود و علّتِ غائیہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے مشہور و معروف طریق دو ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ا) جو کچھ پڑھا، سمجھا جائے، اُسے خوب حفظ کر لیا جائے۔ اسے قوتِ مدرکہ میں محفوظ رکھنے کے لئے تکرار و تعین منزل کا التزام کیا جائے اور ہر روز اُسے وقت پر حضورِ قلب اور نوکِ زبان پہ آنا لازمی ہو تاکہ آفت العلم النسیان اور ذہول کی تباہ کاریوں کا شکار نہ ہو جائے۔ اس طرح فن کی کتاب کا حفظ کرنا یقینی ہو جائے۔

(ب) اپنے مقصود علم و فن کا اس کثرت سے مطالعہ کیا جائے کہ معلومات کا خزانہ نہاں خانۂ دل اور دماغ کی گہرائیوں میں محفوظ ہو جائے۔ مفہوم نہ صرف اخذ کر لیا جائے بلکہ اس کے اظہار پر بھی قدرت حاصل کی جائے اس طرح کسی خاص کتاب کی عبارت پر حفظ و اتقان کی گرفت اگر نہ بھی مضبوط ہو سکے تب بھی علم و فن میں مہارت حاصل ہو جائے گی۔

اگرچہ دونوں طریقہ ہائے اخذ و اکتساب درست معلوم ہوتے ہیں اور دونوں ہی نتیجہ خیز۔ مگر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی نظر میں دوسرا طریق انسب زیادہ تھا اور خود مرحوم و مغفور اس منہج کا نہ صرف ذکر فرماتے بلکہ آپ کے طرزِ امتحان سے بھی اسی بات کا اظہار ہوتا تھا۔

مولانا کی دل آویز شخصیت

مولانا اپنے اسمِ گرامی کی مکمل تصویر تھے۔ یقیناً آپ علم، اہلِ علم اور بالخصوص اہل حدیث کے لئے عطائے خداوندی تھے۔ آپ نے علم کی گہرائی، گیرائی اور مکمل خاموشی سے اس قدر خدمت سرانجام دی ہے کہ میدانِ تقریر، مناظرہ اور جلسہ سے بالکل اجتناب و احتراز کے باوصف وہ ہر علمی مجلس، تحقیقی معرکہ اور تصنیفی میدان کے نہ صرف سپہ سالار تھے بلکہ گوشۂ تنہائی کے باوصف وہ ہر اہل حدیث کی آنکھ کا تارا بھی تھے۔ اُنہیں اپنے علمی مشاغل کی بناء پر بیرونِ لاہور اگرچہ جانے کا موقع بہت کم ملا۔ مگر ہفتہ وار "الاعتصام" کے تعلق ادارت سے پورے ملک اور بیرونِ ملک میں ان کا اکثر غائبانہ اور کہیں عیاناً بھی تعارف موجود تھا۔ مضامین و فتاوی، ماہنامہ "الرحیق" اور حواشی "سُنن نسائی" رہتی دنیا تک ان کی یادگار رہیں گے۔ اس علمی و تحقیقی نسبت نیز جماعتی وابستگی و خلوص نے مولانا مرحوم کو جماعتی اکابر اور سربراہانِ تنظیم سے بہت قریب رکھا۔ حق یہ ہے کہ جماعتی فکر اور تنظیمی سوچ مولانا مرحوم و مغفور کے ہی رہینِ احسان ہیں۔ اور آپ کی فکری رہنمائی میں ہی جماعتی کار سرانجام پایا کرتے تھے اس لئے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے پہلے صدر حضرت مولانا داؤد صاحب غزنویؒ ازاں بعد شیخ الحدیث اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ صاحب سلفی سے عمر بھر کی رفاقت و انسیت اور فکری یک جہتی رہی۔ اسی لئے اس بیش قیمت گوہر، واقفِ رموزِ علم، عارفِ اصولِ تعلیم، ماہرِ نفسیاتِ دین کو ہر سال مولانا سلفی مرحوم و مغفور جامعہ محمدیہ میں طلباء کے امتحان کے لئے بلاتے رہے۔

طریق امتحان

حصولِ تعلیم کے اسالیب کی طرح امتحان کے بھی متعدد انداز ہیں۔ چنانچہ ہر انداز اصول و ظروف کے مطابق مروج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے اور مفید بھی۔ جو طریقہ سہل اور حصولِ ماموں کے لئے بہتر خیال کیا۔ اپنا لیا گیا۔

(ا) تحریری طریقۂ اختیار (ب) تقریری طرزِ اظہار۔

امتحان میں ہر ممتحن کے فکر و خیال کے مختلف گوشے اور خیال، سوچ و تصور کے مختلف زاویے ہوتے ہیں جو ان کی اپنی الگ الگ شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ان ہر دو منہج مثلاً۔

(ا) سوال کبھی تو نفسِ کتاب، اس کی عبارت، الفاظ کا مفہوم، فلسفہ الفاظ و ترتیب اور اس کے رموز و غوامض پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس طرزِ فکر میں عبارتِ کتاب اور الفاظ کا حل از بس ضروری ہے۔ اور اگر طالب علم عبارت کی موشگافیاں الفاظ کی مینا کاریاں اور حسنِ ترتیب کی معنی خیزیاں بھی بیان کر سکے تو وہ قابلِ ترین اور قابلِ انعام بھی متصور ہوتا ہے اور اگر الفاظِ کتاب کا حل اس کے بس کا روگ نہ ہو تو ناکام و نامراد ہے کہ نہ جانے مفہوم کی بزم آرائی، تابش وضو اور جلوہ گری کب ذہول و نسیان کی نذر اور طالب علم بالکل کورا نِرا دامنی اور تہی دستی کا شکار ہو جائے۔

(ب) اور کبھی صرف علم و فن کی بحث پر مشتمل سوال مرتب کئے جاتے ہیں، جن میں الفاظ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی، صرف مفہوم ادا کر دینا ہی کافی تصور ہوتا ہے۔ کتاب کی عبارت اگر اصالۃً وہ حل نہ بھی کر سکے مگر مفہوم بیان و اظہار کے پیمانوں پر فٹ آتا ہو تو اپنے علم و فن میں خاصا کامیاب و کامران سمجھا جاتا ہے کہ علم و فن اگرچہ کتابوں میں ہی اکثر و بیشتر لکھے ہوتے اور پڑھے جاتے ہیں۔ مگر کوئی فن بھی کسی ایک کتاب میں منحصر و محدود نہیں ہوتا۔ چونکہ مقصود تو صرف حصولِ علم ہوتا ہے لہٰذا کسی کتاب کے الفاظ کی بجائے علمی اور فنی سوال ہوتے ہیں۔

مولانا حنیف مرحوم کی امتحانی حنیفیت

مولانا جہاں اپنے اسمِ گرامی کی طرح عطاءِ خداوندی تھے۔ وہاں اپنے لقب "حنیف" کے معانی، انفرادیت، امتیاز، معاصرین پر سبقت، یکسوئی، علمی جگر کاوی اور مساعی و فکر کی ندرت کے حامل بھی تھے۔ حق یہ ہے کہ مذکورہ اسم و لقب ان کے ہر عمل سے یکساں ظاہر و باہر تھے۔ آپ کی علمی و عملی مساعی فکری تگ و تاز اخلاقی سرفرازی میں انہی دونوں کا بروز نظر آتا تھا۔

درسِ نظامی کے عربی مدارس میں اکثر و بیشتر اب تک بھی تقریری امتحان ہی مروّج ہیں۔ ممتحن حضرات طالب علموں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر سامنے بٹھا کر علم و فن یا الفاظ و تصنیفِ کتاب کے متعلق سوال کرتے ہیں جب کہ کتاب اکثر و بیشتر بند ہی رکھی جاتی ہے۔ تاکہ بچے کے حفظ و ضبط یا معلومات کا جائزہ لیا جا سکے۔ اگر کسی مغلق عبارت کے حل یا فہمِ معانی کے لئے کتاب کھولی بھی جاتی ہے تو ممتحن حضرات بچے پر کڑی نظر رکھتے ہیں کہ اِدھر اُدھر حاشیے وغیرہ سے مدد نہ حاصل کر سکے۔ اپنی قوتِ ادراک سے ہی انہیں حل کرے۔ ایسی صورت میں طالب علم پر ممتحن حضرات کا خوف بسا اوقات اس کے حواس و ذہن کے اختلال کا سبب بن جاتا ہے اور اس کا تمام حفظ و ضبط، معلوماتِ فن ھَبَاءً مَنثُورًا ہو جاتے ہیں۔ مولانا موصوف مرحوم و مغفور بھی اگرچہ امتحان تو تقریری ہی لیتے تھے مگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے اسلوب و انداز سے طالب علم کبھی بھی مرعوب، خوف زدہ، پریشان خاطر اور اختلالِ حواس کا شکار نہ ہوتے۔ اس کے دو سبب تھے۔

(ا) آپ سادگی پسند اور سادہ لباس تھے۔ علماءِ وقت کے طمطراق سے نفور، علماء کے تشخص غرور اور نزاکتوں سے دُور رہتے تھے۔ سلف صالحین، علماءِ قانعین، خدا پرست زاہدین اور گذرے وقت کے قانعین کی ہوبہو تصویر تھے۔ دورِ خیر القرون کی ایک بچھڑی ہوئی رُوح دکھائی دیتے تھے۔ تقویٰ، للّٰہیت میں ابوذر ثانی جنہیں دیکھ کر ان کی علمی و فنی صلاحیت و بصیرت اور قابلیت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ان کی شخصیت میں رعب و داب نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی جو بوقتِ امتحان طالب علم کے اختلالِ ذہن کا سبب بن سکے۔

(ب) امتحان کے دوران ہم اُن کے آرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جہاں پہ بیٹھنے کا اہتمام ہوتا وہاں حسبِ مقدور کسی نرم گدّے یا دو مصلّے ہی ملا کر بچھانے کا التزام کر دیتے۔ گرمی اور سردی کے موسم کے مطابق دھوپ یا چھاؤں کا خاص خیال رکھا جاتا۔ امتحان سے پہلے ٹھنڈے یا گرم مشروب پر ہم ضرور اصرار کرتے اور پلا کر ہی دم لیتے۔ حق یہ ہے کہ اس تمام تگ و تاز و کشاکش کا مقصدِ وحید یہی ہوتا کہ حضرت حنیف رحمۃ اللہ علیہ موسم کی عطر بیزیوں، مشروب کی خنکیوں یا سحر آفرینیوں اور بستر کی استراحت گستریوں کے سبب نیم بیداری و خواب کے مزے لوٹ رہے ہوں گے اور ہم مزے سے امتحانی ابتلاؤں سے سرخرو ہو کر نکل جائیں گے اور بظاہر یُوں ہی ہوتا کہ کھلی آنکھوں ہم آپ کو نیم خوابیدہ حالت میں کبھی بیٹھے اور کبھی لیٹے دیکھ کر مسرور و شاداں ہیں اور وقفے وقفے سے سوال بھی کچھ اسی انداز کے مثلاً آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔

(ا) جس مقام سے کتاب آپ کو خوب یاد ہے وہاں سے کھول کر پڑھو۔ طالب علم پڑھنے لگتا ہے ——— اور آپ بظاہر محوِ خواب! وہ پڑھتا بھی ہے، حاشیہ بھی دیکھتا ہے، ربسا اوقات دیگر ساتھیوں سے آہستگی سے مدد بھی لیتا ہے، کچھ کہتا بھی ہے اور خوف زدہ بھی۔ اب آنکھیں کھول کر خود حضرت مولانا مرحوم پُوچھ رہے ہیں۔ ہاں بھائی سُنا لیا۔ طالب علم کھٹاک سے کہتا ہے۔ جی ہاں سب سُنا ڈالا۔ اس خیال سے کہ ممتحن صاحب کونسا سُن رہے تھے۔ وہ تو سو رہے تھے۔

(ب) حضرت رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ایک عبارت نکال کر سامنے رکھتے ہیں اور تمام طلباء کو اسے حل کرنے کا حکم دیتے، ساتھ ہی مہلت اور وقت بھی کہ اسے مطالعہ کر کے صراحت سے بیان کرو۔ اب اُستاذ العلماءؒ پھر سے بظاہر بے نیاز آنکھیں بند کئے تشریف فرما ہیں۔ تمام طالب علم ہیں کہ کوئی بتا رہا ہے۔ کوئی سن رہا ہے۔ کوئی غلط کہہ رہا ہے تو کوئی صحیح۔ کوئی صرف چہرے دیکھ رہا ہے بھی اور اُدھر سے بھی کوئی ممتحن صاحب کی خود فراموشی کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لے رہا ہے۔ کوئی غرقِ کتاب ہے، تو کوئی آسمان کو گھور رہا ہے لیکن جب تک مولانا محوِ استراحت ہیں تب تک تقریباً سب ہی طلباء اسی عبارت و مفہوم سے بقدرِ استطاعت آشنا ہو چکے ہوتے۔ اور کچھ نہ کچھ تو سب ہی جواب دینے کی پوزیشن میں ہو جاتے۔ لہٰذا مولانا مرحوم کے سوال کی صورت میں سب ہی اطمینان سے جواب دے دیتے۔ اور خوش ہیں کہ ہم نے ممتحن صاحب کو مطمئن کر دیا ہے مگر حقیقت میں مرحوم اپنے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز و اسلوب سے طالب علم کی حتی الامکان قابلیت کو جانچتے اور پرکھتے تھے کہ وہ بظاہر تو طالب علم سے گویا غافل ہیں مگر یہ ایک طالب علم کو خوب خوب سمجھ لیتے۔

راقم الحروف نے حضرت مرحوم و مغفور سے خاص اس اندازِ امتحان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے خود اس امر کی صراحت فرمائی کہ ہر طالب علم کے لئے آج کا حفظ و ضبط تو تمام عمر کام نہیں دے گا۔ اس کے لئے مطالعہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ میرے خیال میں طالب علم اگر مطالعہ سے کسی عبارت کو حل کر کے یا پڑھ کے کسی مسئلہ سے باخبر ہو سکتا ہے تو "فھو المراد" حق یہ ہے کہ فیل صرف وہ طلباء ہی تصور کئے جائیں گے۔ جو مطالعہ کرنے سے بھی مطالب عبارت سے واقفیت بہم نہیں پہنچا سکتے۔ حق یہ ہے کہ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ نتیجہ مرتب فرماتے تو صد فی صد ہر طالب علم کی لیاقت و صلاحیت کے عین مطابق ہوتا۔ اس طریقِ امتحان میں بچے کی حقیقی استعداد کا واقعی علم ہو جانا یقینی ہے۔

حق یہ ہے کہ جو طالب علم بار بار اس تجربہ سے گذرتے وہ مولانا کے طریقِ امتحان سے واقفیت کی وجہ سے ہوشیار ہو جاتے مگر جو ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہوتے وہ نتیجہ سننے پر سخت متعجب و حیران ہوتے کہ مولانا نے اتنا حقیقت پسندانہ نتیجہ کیسے مرتب فرما لیا۔ اسی پر بس کرتا ہوں اور بصد مسرت کہتا ہوں کہ

؎ أُولَئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ　　إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ادریس شاکر
تصور

یادوں کے دریچے

مولانا سے کب تعارف اور شرفِ تلمذ حاصل ہوا

۱۹۲۸ء میں جب میں نے ورنیکلر مڈل کا امتحان پاس کر لیا تو والد مرحوم مجھے مدرسہ محمدیہ لکھو کے میں استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھوڑ آئے۔ مبتدی طلباء کے ساتھ اسباق شروع ہو گئے۔ خوش قسمتی ملاحظہ فرمایئے کہ اسی سال برادر محترم مولانا محی الدین صاحب لکھوی نے بھی لکھو کے مڈل سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ وہ بھی میرے ساتھ شاملِ اسباق ہو گئے۔ ابتدائی نصاب فارسی میں تھا اور ہم نے سکول میں فارسی کی پہلی۔ دوسری اور تیسری کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ ہم روانی کے ساتھ اسے عبور کرنے لگے۔ اُستاذِ محترم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ اس وقت منتہی طلباء میں تھے اور حافظ عبداللہ صاحب مرحوم بڈھیمالوی ان کے ہم سبق تھے۔ دونوں نے ہماری تعلیمی تیز رفتاری کو دیکھ کر ہمیں مزید ایک ایک سبق خود پڑھانے لگے۔ اس طرح ان سے تعارف اور تلمذ کا پہلا شرف حاصل ہوا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد وہ گوندلانوالہ حافظ رحمہ اللہ کے پاس بڑی درسی کتابیں پڑھنے کے لئے چلے گئے اور حافظ صاحب بڈھیمالوی کو ایک خط لکھا جس میں یہ شعر رقم فرمایا ؎

جوڑی جوڑی رل گئے سارے رہیا حنیف اکلا
ساڈی جوڑی بھی بن جاوے جے آوے عبداللہ

چنانچہ حافظ صاحب بھی اپنے مخلص رفیق کے پاس پہنچ گئے۔

دوبارہ شرفِ تلمذ کب ہوا

غالباً ۳۴-۱۹۳۳ء میں گوجرانوالہ میں جب آپ مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں تعلیمی فرائض سر انجام دینے لگے اور اس وقت واجب الاحترام حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث تھے اور مولانا محمد عبداللہ صاحب بھوجیانی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا فضل صاحب بھی تعینات تھے۔ مولانا کا مخلصانہ پیار مجھے گوجرانوالہ لے گیا۔ اور دوبارہ شرف تلمذ حاصل ہوا۔

مولانا کی ہمسائیگی اور جوار کا شرف پھر حاصل ہوتا ہے

۱۹۳۵ء-۳۶ء میں اسلامیہ حنفیہ مڈل سکول فیروز پور شہر میں بطور عربی ٹیچر میری تقرری ہوگئی۔ اس وقت مولانا رحمہ اللہ مسجد اہل حدیث گنبدانوالی میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ہمارے رہائشی مکان ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ مولانا محمد سلیمان صاحب انصاری چھوٹے سے بچے تھے۔ اپنے ماموں کے ہاں رہا کرتے تھے۔ ہمارے گھر بھی آجایا کرتے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کے قریب ترین رشتہ دار ہیں۔ وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ مولانا اور دوسرے اساتذہ رحمہم اللہ کی محبت دل میں گھر کر چکی ہے۔ اب وہ نہیں رہے لیکن یہ دعا جاری ہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ۔

مولانا نہایت مستغنی المزاج تھے

فیروزپور مسجد گنبدانوالی میں مولانا کے پاس ایک آدمی آیا اور ازراہ ہمدردی کہنے لگا کہ آپ شہر میں ایندھن قیمتاً لیتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں جو شہر کے قریب ہی ہے ایک گڈا اور دو تین آدمی لے کر آجائیں۔ ہم آپ کو ایندھن کا گڈا بھر دیں گے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا تو مولانا مجھ سے فرمانے لگے کہ میرا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی سے گڈا طلب کروں اور دوسرا آدمیوں کو ساتھ چلنے کی تکلیف دوں۔ اور پھر وہاں جا کر بطور ایک سائل کے نظر آؤں اور نہ گئے۔

۲۔ تقسیم ہندوستان سے پہلے فتح گڑھ چوڑیاں ضلع امرتسر میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۱۲ بجے منتظمین جلسہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ تمام حاضرین جلسہ کے کھانے کا انتظام فلاں مکان میں کیا گیا ہے۔ سب وہاں جا کر کھانا کھالیں۔ ہم اکٹھے ہی بیٹھے تھے۔ اٹھے اور جدھر لوگ جا رہے تھے چل پڑے۔ آگے جا کر دیکھا تو ایک لمبی قطار لگی ہوئی ہے اور بہت ازدحام ہے۔ مولانا صاحب فرمانے لگے کہ انتظار میں کھڑے ہونا معیوب معلوم ہوتا ہے۔ روزانہ اپنے گھر سے کھاتے ہیں۔ آج یہاں سے ضرور کھانا ہے۔ چلو بازار سے جا کر کھا لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے بازار جا کر کھانا کھالیا۔

آپ کا لباس نہایت سادہ اور کم قیمت مگر ہمیشہ صاف ستھرا موزوں رہا۔

موضع عثمانوالہ (روڈے) ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کے منتظم مولانا عبدالرحیم صاحب کوٹلوی تھے۔ استاذ محترم کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ آپ جب جلسہ گاہ میں پہنچے اس وقت آپ موٹے کھدر کی قمیص چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔ سر پر کھدر کا صافہ تھا۔ سٹیج کی طرف جانے لگے تو ایک شخص نے آپ کو روکا اور کہا آپ یہاں دری پر بیٹھ جائیں۔ سٹیج کی کرسیاں صرف علمائے کرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم کی نگاہ جب آپ پر پڑی تو دوڑ کر آئے اور حاضرین جلسہ سے کہنے لگے کہ اس شخصیت کو میں جانتا ہوں۔ آپ نہیں جانتے یہ تو علم کا خزانہ ہیں اور سلف صالحین کا نمونہ ہیں۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ ساری زندگی اسوہ حسنہ پر کاربند رہنے کی پوری کوشش فرماتے رہے۔ ان کے فرزند ارجمند حافظ احمد شاکر صاحب ان کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل و کرم شامل حال رکھے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.[illegible]nnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمارت کا بیرونی منظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاعتصام کے خاص نمبر

الاعتصام کی فائل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

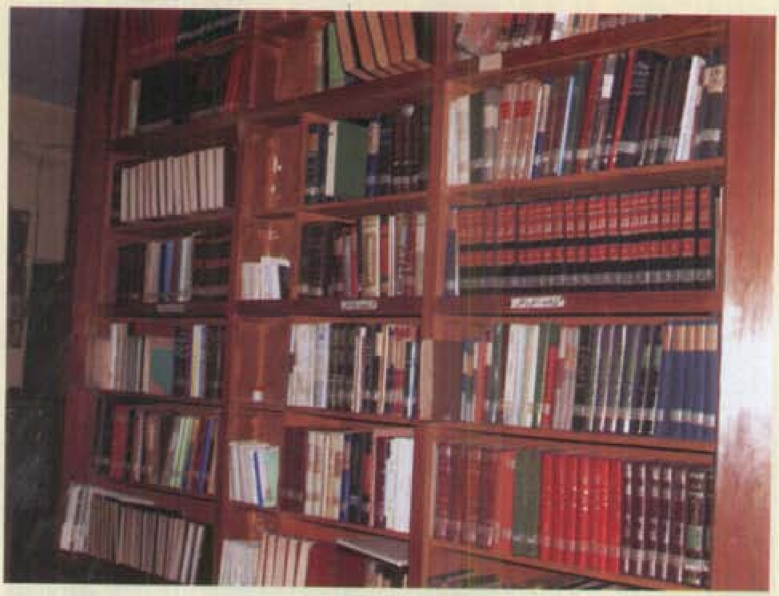

www.KitaboSunnat.com

مخطوطات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخطوطات حدیث مشکوٰۃ المصابیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری کا عربی شعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری کا عربی شعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری کا اردو شعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری کا اردو شعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائی اجلاس (اوّل)

۲۹ جون ۱۹۸۰ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے

بمقام سلفیہ لائبریری ہال دار الدعوۃ السلفیہ ۱۳۱ شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰

زیر صدارت مولانا محمد حنیف ندوی منعقد ہوا۔

شرکاء اجلاس

۱۔ مولانا محمد حنیف ندوی۔ لاہور
۲۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور
۳۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی سابق ایڈیٹر الاعتصام۔ لاہور
۴۔ مولانا محمد ادریس کیلانی خوش نویس۔ گوجرانوالہ
۵۔ مرزا عبدالحمید وینس پریس۔ لاہور
۶۔ مولانا محمد بشیر سیالکوٹی۔ اسلام آباد
۷۔ حافظ صلاح الدین یوسف مدیر الاعتصام۔ لاہور
۸۔ مولانا محمد سلیمان انصاری نائب مدیر الاعتصام۔ لاہور
۹۔ حافظ احمد شاکر مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۰۔ مولانا منیر احمد صاحب ایم اے گوجرانوالہ
۱۱۔ حاجی نظام الدین صاحب گوجرانوالہ
۱۲۔ مولانا عبدالعظیم صاحب انصاری۔ قصور
۱۳۔ خواجہ صلاح الدین۔ لاہور
۱۴۔ مولانا عبدالواحد صاحب۔ فیصل آباد
۱۵۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب گوہڑوی
۱۶۔ مولانا ارشاد الحق صاحب فیصل آباد
۱۷۔ مولانا محمد عزیر شمس صاحب
۱۸۔ مولانا عبدالخالق جامعی لالہ موسیٰ
۱۹۔ خواجہ محمد قاسم صاحب گوجرانوالہ
۲۰۔ مولانا محمد داؤد انور چوہڑ کانہ
۲۱۔ مولانا عبدالقادر ندوی ماموں کانجن
۲۲۔ مولانا عبدالعظیم صاحب سفید ڈھیری پشاور
۲۳۔ قاضی مقبول احمد ایم۔ اے گوجرانوالہ
۲۴۔ مولانا رحمت اللہ ربانی الفیصل ٹاؤن
۲۵۔ حافظ جمیل احمد خطیب رحمان پورہ
۲۶۔ مولانا برق التوحیدی فیصل آباد
۲۷۔ مولانا عصمت اللہ قلعوی۔ لاہور
۲۸۔ مولانا محمد یار صاحب مردان
۲۹۔ حافظ نعیم الحق صاحب گوجرانوالہ
۳۰۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لاہور
۳۱۔ قاری ریاض الحق منڈی عثمان والہ
۳۲۔ ڈاکٹر عنایت اللہ نسیم سوہدرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۳۔ مولانا محمد حنیف یزدانی۔ لاہور
۳۴۔ خلیفہ نذیر احمد صاحب۔ لاہور
۳۵۔ حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری۔ پتوکی
۳۶۔ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح۔ اوکاڑہ
۳۷۔ مولانا عبدالخالق قدوسی۔ لاہور
۳۸۔ حافظ عبدالوحید سُلیمانی۔ لاہور
۳۹۔ مولانا بشیر الرحمٰن صاحب۔ گوجرانوالہ
۴۰۔ مولانا محمد داؤد بھوجیانی۔ گوجرانوالہ
۴۱۔ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب۔ سمندری
۴۲۔ شیخ معراج الدین صاحب شاد باغ۔ لاہور
۴۳۔ مولانا غلام نبی ایم۔ اے۔ لاہور
۴۴۔ محمد ناصر صاحب گڑھی شاہو۔ لاہور
۴۵۔ چوہدری محمد اسماعیل صاحب گوالمنڈی
۴۶۔ حاجی محمد حنیف ایبٹ آباد
۴۷۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی گوجرانوالہ
۴۸۔ مولانا حسن محمد صاحب۔ لاہور
۴۹۔ حافظ اسماعیل اسد سیالکوٹ
۵۰۔ مولانا سردار محمد لاہور چھاؤنی
۵۱۔ مولانا محمد حیات صاحب ڈسکہ
۵۲۔ میاں عبدالمعید صاحب لاہور
۵۳۔ مولانا تاج الدین صاحب۔ ننکانہ صاحب
۵۴۔ محمد اشرف صاحب مطبعہ عربیہ لاہور
۵۵۔ میاں محمد عالم صاحب۔ لاہور
۵۶۔ مولانا عبدالرحمان صاحب، ساہیوال
۵۷۔ مولانا محمد اسحاق علوی، لاہور
۵۸۔ ضیاء اللہ کھوکھر، گوجرانوالہ
۵۹۔ مولانا محمد شمشاد سلفی نارنگ منڈی
۶۰۔ چوہدری محمد صادق صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۶۱۔ ملک محمد حنیف سوہدروی وزیر آباد
۶۲۔ سالم محی الدین اچھرہ، لاہور
۶۳۔ حافظ عبدالوحید صاحب مکھن پورہ، لاہور
۶۴۔ مولانا عطاء اللہ ثاقب کمہار پورہ، لاہور
۶۵۔ قاری محمد لقمان صاحب مکھن پورہ، لاہور
۶۶۔ مولانا ابوبکر صدیق صاحب نجم مسجد، لاہور
۶۷۔ چوہدری محمد صدیق مصطفےٰ آباد، لاہور
۶۸۔ امان اللہ صاحب تبتی، لاہور
۶۹۔ مولوی نذیر احمد سبحانی، لاہور
۷۰۔ چوہدری عبدالعزیز چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ لاہور
۷۱۔ چوہدری عبدالباقی نسیم اومنی پرنٹرز لاہور
۷۲۔ قاضی محمد اسلم سیف ماموں کانجن
۷۳۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب فیصل آباد
۷۴۔ حافظ محمد سعید ایم اے جامعہ ہندسیہ لاہور
۷۵۔ مولانا ظفر اقبال صاحب جامعہ ہندسیہ لاہور
۷۶۔ محمد عباس صاحب۔ فیصل آباد
۷۷۔ خالد محمود صاحب۔ سیالکوٹ
۷۸۔ مولانا فضل الرحمٰن ایم اے مسجد مبارک اہلحدیث لاہور
۷۹۔ مولانا محمد ابراہیم میرپور (آزاد کشمیر)
۸۰۔ مولانا محمد عبداللہ جھال خانوآنہ، فیصل آباد

یہ اجلاس حسب قرارداد مجلس منتظمہ الاعتصام لاہور منعقدہ ۵ جون ۱۹۸۰ء ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کا افتتاحی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس تھا جو ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف مدظلہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد تمام شرکاء اجلاس و حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور نہایت ہی مختصر مگر جامع الفاظ میں اجلاس کی غرض و غایت اور ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کے قیام کا پس منظر اور اس کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ ہندوستان میں کتب حدیث کی اشاعت کا جائزہ پیش کیا اور فرمایا کہ انہی خطوط پر مشکوٰۃ سے بخاری تک تمام کتب حدیث اہل حدیث حاشیہ کے ساتھ جماعت اہل حدیث کو فوری شائع کرنی چاہئیں۔ اس ضمن میں انہوں نے ــــــــــ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کے حاشیہ کا ذکر فرمایا ــــــ انہوں نے فرمایا کہ ہمارا اصل مقصد صحاح ستہ کے متون مع حواشی شائع کرنا ہونا چاہیئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی اشاعت میں تجارتی نقطہ نظر کو دخل انداز نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف اداروں ــــــ اشاعۃ السنۃ اور اہلحدیث اکیڈمی ــــــ کا ذکر بھی فرمایا اور فرمایا کہ وہ اس لیے زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے کہ انہیں جس خلوص اور محنت کی ضرورت تھی وہ میسر نہ آسکی۔

ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کے قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اس ادارے کے زیر اہتمام تخریج رواۃ مشکوٰۃ اور صحیح بخاری کے حاشیہ لکھنے اور اس کی اشاعت کا کام شروع ہو چکا ہے۔

ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے مزید فرمایا کہ ادارہ قائم کر دیا گیا ہے جس کو میں جماعت کے حوالے کرتا ہوں کہ وہ آگے آئے اور اس ادارے کو چلائے۔

مولانا صاحب کے افتتاحی خطاب کے بعد پونے دو لاکھ سے متجاوز اخراجات پر مبنی میزانیہ (بجٹ) پیش کیا گیا اور عام بحث شروع ہوئی۔ اس میں مندرجہ علماء مندوبین نے خطاب فرمایا۔

۱۔ مولانا حاجی فضل الرحمٰن : حاجی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا لوگوں تک اپنی بات تحریری طور پر پہنچائی جائے کیونکہ تحریر تقریر کی نسبت زیادہ پائیدار اور پختہ ہوتی ہے۔ تحریری کام کو اس حد تک آگے بڑھایا جائے کہ لوگوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے۔

۲۔ مولانا عبدالخالق قدوسی : ذیل کی تجاویز پیش کیں :

۱۔ ہر اہل حدیث پبلشر جب کوئی نئی کتاب شائع کرے تو اس کے ایک دو نسخے لائبریری کو بھجوائے۔ اس طرح لائبریری کے لیے خاصہ ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔

۲۔ مدارس کے ذہین طلباء سے ان مدارس کے اساتذہ کی نگرانی میں تحقیق و ریسرچ کا کام کرایا جائے۔ اس طرح طلبہ میں تحریر و تقریر کا شوق پروان چڑھے گا، اور اچھا خاصا کام بھی انجام پا جائے گا۔

۳۔ مولانا بشیر الرحمٰن گوجرانوالہ نے فرمایا :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لائبریری کے رکنیت فارم شائع کیے جائیں اور تمام ملک میں اہلِ ذوق حضرات سے پُر کروائے جائیں۔

۴۔ مولانا محمد بشیر سیالکوٹی نے فرمایا کہ:

اس ادارے کے زیرِ اہتمام کوئی کتاب بھی شائع ہو تو ٹائپ پر شائع ہونا چاہیے۔ کیونکہ عرب علاقے کے لوگوں کو موجودہ رسم الخط سے آشنائی نہیں ہے۔

نشر و اشاعت کا ایک باقاعدہ پروگرام مرتب کیا جائے اور جماعت کی علمی سرگرمیوں پر مبنی ایک ماہوار یا سہ ماہی یا ششماہی رسالہ شائع کیا جائے اور فنڈز کے لیے وفود ترتیب دیئے جائیں اور جو حکومتیں مختلف کتابیں حکومتی اخراجات پر شائع کر کے تقسیم کرتی رہتی ہیں ان سے رابطہ قائم کیا جائے۔

۵۔ مولانا عبدالقادر ندوی ماموں کانجن نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

مولانا عطاء اللہ حنیف نے وہ کام کیا ہے جو ایک جماعت مل کر بھی انجام نہیں دے سکتی۔ ہم مولانا کے ممنون احسان ہیں۔ انہوں نے کہا جو کام مولانا نے شروع کیا ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے دورانِ خطاب سوال کیا کہ کیا ادارہ کی رجسٹریشن کی قانونی ضروریات پوری کی جا چکی ہیں اور وہ کون سے افراد ہیں جو اس ادارہ کے رکن ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ بہت سے مدارس کے پاس سالانہ اخراجات پورے کر کے فاضل فنڈ جمع ہوتا ہے، وہ اگر اس فنڈ کو اس طرف منتقل کر دیا کریں تو ادارہ کی مالی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا جہاں تک ادارے کو میری ضرورت ہو گی میں اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں اور تخریج رواۃ مشکوٰۃ کی ایک جلد کے تمام اخراجات پورے کروں گا چاہے یہ ٹائپ پر شائع ہو یا کتابت پر۔

۶۔ میاں عبدالمعید صاحب: کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ لائبریری کے لیے باقاعدہ ممبر سازی کی جائے۔

۷۔ حافظ عبدالوحید سلیمانی نے کہا کہ بیرونی ممالک سے فنڈز حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیا جائے۔

۸۔ قاضی مقبول صاحب نے کہا: کہ علم ہزاروں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اب چونکہ ہزاروں کا تذکرہ شروع ہو چکا ہے تو یہ اس کے امتحان کا وقت ہے۔ انہوں نے دعا کی اللہ تعالیٰ اسے اس آزمائش میں کامیاب کرے۔

انہوں نے کہا کہ فنڈز کے حصول کے لیے دو ذرائع ہیں۔ ایک یہ کہ تعلقات کی بنا پر ایک دوست دوسرے دوست کی جیب سے کھینچ لے اور دوسرا یہ کہ کام کیا جائے کیونکہ جب کام ہوتا ہے تو لوگ خود بخود فنڈز مہیا کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ طویل المیعاد اور مختصر المیعاد منصوبے مرتب کیے جائیں اور اُن پر کام کیا جائے۔ مزید برآں دقت کی ہر ضرورت اور مسئلہ پر رہنمائی کی جائے۔

انہوں نے کہا اس کام کے لیے ادیب حضرات کی خدمات حاصل کی جائیں کیونکہ ان کی تحریریں دلکش ہوتی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دیگر حضرات کی تحریروں کی ان سے اصلاح کروائی جائے۔ اس سلسلہ میں دارالعروبہ کی طرز کا ایک عربی شعبہ قائم کیا جائے۔

۹۔ مولانا حافظ محمد اسماعیل اسد سیالکوٹ نے فرمایا کہ:

ضلع یا تحصیل دار حلقہ ہائے تعاون قائم کئے جائیں۔ بجٹ کا تعین کیا جائے۔ علماء کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور فارم رکنیت شائع کئے جائیں اور تمام ملک کے اہلِ علم اور اہلِ ذوق حضرات سے پُر کروائے جائیں۔

۱۰۔ الحاج شیخ معراج دین شادباغ نے کہا کہ:

لائف ممبر شپ قائم کی جائے اور اس کے لیے بُنیادی زرِ تعاون ایک ہزار روپیہ مقرر کیا جائے۔

۱۱۔ ڈاکٹر عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے فرمایا:

ادارہ کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط تحریر کئے جائیں اور انہیں شائع کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ اہلِ حدیث بھی مرتب کی جائے۔

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ آخر میں مولانا محمد حنیف ندوی نے صدارتی خطاب فرمایا اور کہا کہ:

یہ دَور تحریر کا دَور ہے۔ تحریر پائیدار اور دیرپا ہوتی ہے۔ بعض حضرات نے صرف چند سطور لکھیں تو اب تک زندہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ لکھنے کے لیے صحیح فکر کی ضرورت ہوتی ہے اور جماعت اہلِ حدیث کا فکر نہایت درست ہے کیونکہ یہ کتاب و سُنّت پہ استوار ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ ایک مجلس علمی ترتیب دی جائے جو اس ادارے کے پروگرام کو وضع کرے اور جو کچھ شائع ہو اس کا عربی ترجمہ بھی شائع کیا جائے۔

انہوں نے فرمایا کہ سالانہ بجٹ بنایا جائے اور اس کی تکمیل کے لیے جماعت سے رابطہ قائم کیا جائے۔ اور جماعت کے اندر تنظیم کی جائے کیونکہ اب وقت آگیا ہے کہ باہم جھگڑوں اور فضول بحثوں کو ترک کر دیا جائے۔

مندرجہ ذیل اصحاب نے لائف ممبر بننے کے لیے اپنے اسماء گرامی پیش کئے۔

۱۔ حاجی شیخ معراج دین شادباغ لاہور
۲۔ مولانا بشیر الرحمٰن صاحب جامع عثمانیہ گوجرانوالہ
۳۔ ضیاء اللہ کھوکھر ۱۳۔ اسلام آباد، گوجرانوالہ
۴۔ چوہدری عبدالعزیز چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ لاہور
۵۔ خواجہ صلاح الدین صاحب پان منڈی لاہور
۶۔ حافظ محمد اسماعیل صاحب اسد سیالکوٹ
۷۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب میرپوری (آزاد کشمیر)
۸۔ چوہدری محمد صادق صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۹۔ مولانا محمد منیر صاحب ایم اے اسلامی پبلشنگ ہاؤس لاہور
۱۰۔ مولانا عبدالخالق قدوسی مکتبہ قدوسیہ اُردو بازار لاہور
۱۱۔ مولانا محمد بشیر صاحب آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
۱۲۔ حافظ عبدالوحید اوکاڑوی مکھن پورہ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ مولانا عبدالقادر ندوی ماموں کانجن فیصل آباد

۱۴۔ حافظ عبدالوحید سلیمانی اُردو بازار لاہور

۱۵۔ چوہدری عبدالباقی نسیم اومنی پرنٹرز اُردو بازار لاہور

۱۶۔ میاں عبدالستار (دھرمپورہ) مصطفےٰ آباد لاہور

۱۷۔ چوہدری محمد صدیق صاحب (دھرمپورہ) مصطفےٰ آباد لاہور

۱۸۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب جھال خانوآنہ فیصل آباد

۱۹۔ مولانا عبدالرحمن صاحب فریڈ ٹاؤن ساہیوال

۲۰۔ حافظ جمیل احمد رحمان پورہ اچھرہ لاہور

آخر میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نے اس گرمی میں تشریف لانے پر حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ ظہر کی نماز تک اجلاس جاری رہا اور دُعائے خیر پر اختتام پذیر ہوا۔

محمد حنیف ندوی

1/9/82

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر حکیم ملک عنایت اللہ نسیم
سوہدروی ۔ علیگ

م ۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء
۵ر رجب ۱۴۱۵ھ

مسئلہ حجاز ۔ اور ۔ مولانا عطاء اللہ حنیف

سرزمینِ حجاز جو مسلمانانِ عالم کی عقیدت کا مرجع ہے ۔ اور جس وقت اغیار و اجانب کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی انتظامی ابتری و انتشار مسلمانانِ عالم کے لئے شدید اضطراب کا باعث تھا۔ اس وقت امیر حجاز نے غیر ملکی اثرات سے سرزمین حجاز کو آزاد و خود مختار بنانے کے لئے اپنی مہم کا آغاز کیا۔ مگر ایک گروہ جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے برطانوی استعمار کی حمایت کر رہا تھا۔ اپنے مخصوص ذہنی عقائد کی وجہ سے بھی سلطان کے اس اقدام پر بے حد ناخوش تھا۔ مولانا ابوالکلام آزادؔ اور مولانا ظفر علی خان پہلے ہندوستانی رہنما ہیں، جنہوں نے سلطان کے اس اقدام کی تعریف کی اور اسے سراہا۔ مولانا ظفر علی خان ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کی زمیندار کی اشاعت میں حکومتِ برطانیہ کو انتباہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ وہ شریف حسین کی امداد سے باز رہے۔ کیونکہ یہ ایک غیور باہمت اسلامی طاقت اور باغی اسلام بندہ طاغوت کی آویزش ہے۔ اور فرمایا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ سلطان نجد کی فتح مندی کی دعا کرے۔ مگر ہمارے ملک کے خاص گروہ نے سلطان کی مخالفت میں اپنے شب و روز ایک کر دیئے۔ اور یہ افسوسناک پراپیگنڈہ کیا گیا کہ انہوں نے احترام حرم ملحوظ نہیں رکھا۔ سلطان موصوف نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے مرکزیہ خلافت ہند کو حسب ذیل تار دیا۔

"میری فوجوں نے خون ریزی سے قطعی اجتناب کیا ہے اور ہر حالت میں احترام حرم ملحوظ رکھا ہے۔"

مگر اس کے باوجود مخصوص گروپ نے ایک جلسۂ عام کر کے حکومتِ برطانیہ سے مداخلت کی درخواست کی۔ جس کے جواب میں حریت پسندوں نے بھی ایک جلسۂ عام میں مخالفین کے پراپیگنڈہ کا تار پود بکھیرتے ہوئے سلطان کی حمایت کے ساتھ انگریزی حکومت کو بھی خبردار کیا کہ اس کی مداخلت سے خوفناک نتائج پیدا ہوں گے۔

اس گروہ کی طرف سے یہ پراپیگنڈا بھی کیا گیا کہ عساکر نجد نے مدینہ پر گولہ باری کی ہے جس کی پُر زور تردید کے باوجود اس حلقہ کا سخت اشتعال انگیز پراپیگنڈہ جاری رہا اور انگریز سے کھلی مداخلت کا مطالبہ کیا گیا۔ جس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانانِ ہند کو انتباہ کیا کہ مسلمانانِ برصغیر کی طرف سے امیر ابن سعود کی مخالفت سے مسلمانانِ عالم کو شدید نقصان پہنچے گا۔ تاہم مخالفین نے اس کے باوجود اپنی سازشیں جاری رکھیں۔ اور یہاں تک الزام عائد کیا کہ نعوذ باللہ گنبد خضری بھی محفوظ نہیں حالانکہ بذریعہ لاسلکی و خطوط کے ذریعے اس کی متواتر تردید کی جا رہی تھی۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء کو سلطان ابن سعود کی طرف سے مولانا ظفر علی خان کو حسب ذیل مکتوب موصول ہوا۔

"خداوند کریم نے اپنے بے پایاں کرم سے ہمیں ان بلادِ مقدسہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے اور ہمیں اپنے فضل و کرم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ توفیق بخشی ہے کہ سرزمین مقدس سے شریف حسین اور اس کے باغی گروہ کو نکال دیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس طرح ظلم و جبروت کی حکومت ختم ہوگئی۔ یہاں پہلے اغراض و خواہشات کا دور دورہ تھا۔ اب شریعت مطہرہ پر عمل ہو رہا ہے۔ اب چھوٹا ہو یا بڑا سب کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے گا۔ مکہ معظمہ اور تمام بلادِ مقدسہ میں لوگ اس قدر مطمئن ہیں کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئے تھے کہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ واللّٰہ ذوالفضل العظیم"

بلادِ مقدسہ میں یہ حالت تھی۔

مگر مخالفین نے غلط پراپیگنڈے اور سازشوں کے ذریعے سلطان کے خلاف ایک عظیم مہم شروع کر دی۔ یہاں تک کہ حج کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا گیا، جس پر ایک عظیم جلسے میں، جس میں مولانا داؤد غزنویؒ بھی شریک تھے۔ انہیں اسلامیوں کی حمایت کا مکمل یقین دلایا گیا۔ علمائے اہل حدیث جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ کے ساتھ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھی شریک تھے، نے کھل کر سلطان ابن سعودؒ کی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔ اور مولانا داؤد غزنویؒ کی طرف سے سلطان کو حسب ذیل تار دیا گیا۔

"آپ نے غدارِ حجاز پر جو کامیابی حاصل کی ہے اور مکہ معظمہ میں جس طرح پُرامن طور پر داخل ہوئے ہیں۔ اس پر تہ دل سے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ حجاز میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔"

مولانا ظفر علی خان نے جلسۂ عام میں اپنی تقریر میں وضاحت سے ان تمام اعتراضات کو رد کر دیا جو ایک مذہبی گروہ اور مخالفین ابنِ سعود کی طرف سے ان پر لگائے جا رہے تھے۔ مولانا نے اس سلسلے میں اس اَمر کا بھی حوالہ دیا کہ میرے تار کے جواب میں غازی امان اللہ خان نے بھی فرمایا ہے کہ حرمین کی حرمت برقرار ہے۔ کسی قسم کی بے احتیاطی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد جلد ہی سعودی عساکر کے مدینہ پر قبضہ کی خبر بھی آگئی۔ اس سلسلے میں مخالفین کی طرف سے جو الزامات لگائے جا رہے تھے وہ مختصراً یہ ہیں۔

۱۔ مدینہ پر گولہ باری کر کے حرمین کی بے حرمتی کی گئی۔

۲۔ مکہ معظمہ میں مزارات منہدم کر دیئے۔

۳۔ یہ سب انگریز کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ اس لئے اسے فوراً حجاز خالی کر دینا چاہیئے۔

۴۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس کے جواب میں مسئلہ حجاز پر ایک نظر کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی وساطت سے میرے پاس آج بھی موجود ہے، جو مجھے مولانا مرحوم نے اس زمانے میں سلطان ابن سعود کی حمایت کے سلسلے میں اپنی سرگرمیوں کی روداد بیان کرتے ہوئے مجھے عنایت کیا اور زمیندار میں وفد حجاز کی رپورٹ شائع کر کے مجھے تج یہاں سے روانہ کیا گیا ہے۔ ان الزامات کو قطعاً بے بنیاد قرار دیا اور ابن سعود کی طرف سے اس اعلان کا اعادہ کیا گیا کہ اب یہاں شرعی قوانین کا نفاذ کیا جائے گا۔ وفد حجاز کی یہ رپورٹ بھی مولانا عطاء اللہؒ کے پاس موجود تھی جس میں روضۂ اطہر کے متعلق ابن سعود کا اعلان موجود تھا، کہ اس کی حفاظت کے لئے میں اپنی جان اور تمام خاندان کو قربان کر دوں گا۔ میں نے مدینہ منورہ میں ایسی فوج بھیجی ہے جو ان شاءاللہ تمام مآثر کا احترام ملحوظ رکھے گی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل السعود کی طرف سے مشرق و مغرب کے نام سے ایک اعلان عام شائع ہوا۔ "میں حسب ذیل اعلان کرتا ہوں کہ شریعت مطہرہ پر کاربند رہوں گا۔

۲۔ میں اپنے اس عہد پر قائم ہوں کہ اس سلسلے میں راستے کھلنے پر عالم اسلام کو دعوت دی جائے گی اور حجاز کی مکمل آزادی و حفاظت پر ہم اپنی جان قربان کر دیں گے اور کسی غیر مسلم کا حجاز میں اثر قائم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بلادِ مقدسہ کا قانون شریعت کے مطابق ہو گا۔ میرے لئے مدینہ منورہ حرمًا امنًا کی حیثیت رکھتا ہے۔ دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ ہم مدینے پر قبضے کے بعد روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہدم کر دیں گے۔ حاشا و کلّا کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو میں اس کی حفاظت میں جان و مال قربان کر دوں گا۔ یہ ہے اس اعلان کا خلاصہ جو ۲۸ جولائی ۱۳۴۳ھ میں سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی مہر سے جاری کیا گیا جس میں اس امر کا بھی اعادہ کیا گیا کہ میں اس امر کی تردید کرتا ہوں کہ میں خارجہ پالیسی میں انگریزوں کے ماتحت رہوں گا جس پر اس وفد نے بھی ہندوستانی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ سلطان کی بے جا مخالفت سے باز رہے۔ اس وفد میں شعیب قریشی مولانا ظفر علی خاں اور مولانا عرفان شامل تھے۔ اس کے باوجود لکھنؤ میں مخالفین ابن سعود کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ جس میں سابقہ عائد کردہ الزامات کے علاوہ حج کے التوا اور بائیکاٹ کا بھی فیصلہ کیا گیا اور مولانا ظفر علی خاں اور زمیندار کے خلاف فتویٰ کفر صادر کیا گیا اور زمیندار کے بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا جس پر مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے مجھے مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر یاد دلایا ؎

لگا لیں کفر کے فتوے یہ سارے پیر مل کر بھی
میں اُن کے الٹی میٹم سے ہراساں ہو نہیں سکتا

اس کے بعد جلد ہی سلطان ابن سعود نے مؤتمر عالم اسلام کا اجلاس طلب کیا جس میں دنیائے اسلام کے مندوبین نے شرکت کی۔ اور سلطان ابن سعود کو شاہِ حجاز تسلیم کر کے انہیں اس امر کا اختیار دیا کہ اسے محفوظ و مامون بنانے کے لئے ہر قدم اٹھائیں اور اسے غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے شریعت مطہرہ کے قانون رائج کریں۔ جس پر سلطان ابن سعود کے جملہ مندوبین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کی۔ خدا ہمیں دینِ مبین پر قائم رکھنے کی سعادت عطا فرمائے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے اس دور کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ زمیندار اور علمائے اہلحدیث نے کس جرأت اور بے باکی سے ان ناگوار حالات کا مقابلہ کیا۔ مولانا حنیف رحمہ اللہ نے بتایا کہ علی برادران بھی سلطان ابن سعود کی مخالفت میں اعتدال کا دامن چھوڑ چکے تھے۔ حالانکہ سلطان ابن سعود نے مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت علمائے ہند کو ایک تار میں متنبہ کیا۔ اہل حجاز کو غیر ملکی سازشوں سے بچانے کے لئے ہمارا ساتھ دیں۔ اور حجاز میں حدودِ شرعیہ جاری کرنے میں ہماری معاونت فرمائیں۔ حجاز کے اندرونی معاملات میں ہم کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس سے یہ بین الاقوامی سازش کا اڈہ بن جائے گا۔ ادھر مجلس خدام الحرمین کی طرف سے ملک کے طول و عرض میں ایک وسیع پراپیگنڈہ شروع ہو گیا اور بندش حج کا اعلان کر دیا گیا۔ تاکہ حجاز اقتصادی طور پر ختم ہو جائے۔ سید سلیمان ندوی نے اس معاملے میں حج کے مقاطع کو خلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت قرار دیا۔ تاہم مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ اس دَور میں ان لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور زمیندار اور ایسے جرائد کا پڑھنا کفر قرار دیا گیا جو سلطان کی حمایت کرے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نے حسب ذیل ایک الہامی نظم جلالۃ الملک عبدالعزیز ابن سعود کے عنوان سے جو میری کتاب کے ظفر علی خاں کے عہد میں ص۲۰۱ پر شائع ہوئی ہے، میرے حوالے کی۔

حرم والوں کی جمعیت پریشاں ہو نہیں سکتی
کہ ہے اس دَور میں شیرازہ بند ابن سعود اُس کا

پسند آیا ہے ربّ کعبہ کو پانچوں نمازوں میں
قیام اس کا قعود اس کا رکوع اس کا سجود اُس کا

روایاتِ سلف میں جان ڈالی اس کے ایماں نے
دلیل اُخروی ہے صدر اوّل کی وجود اُس کا

وہ ہے جس سیزدہ صد سالہ دولت کے امینوں میں
مقدر ہو چکا ہے روز اوّل سے خلود اُس کا

عرب کو ایک مرکز پر سیادت اس کی لائے گی
علم لہرائے گا اس کی فضا پر دیر و زود اُس کا

نشاں بردار حق ہو کر وہ ٹکرایا ہے باطل سے
لرز جاتے ہیں سُن کر طنطنہ گبر و یہود اُس کا

شریعت کی نگہبانی ہوئی ہو جس کو ارزانی
نہ کیوں پھر ساتھ دے ہر حال میں ربّ ودود اس کا

آج کے حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ ان علماء و زعماء کا نقطۂ نظر کس قدر درست اور مناسب تھا جنہوں نے سعودی حکومت کا ساتھ دیا۔ آج دُنیائے اسلام کے کسی حصّے میں کوئی مصیبت آئے تو سعودی حکومت اس کی امداد کے لئے جس طرح سینہ سپر ہو جاتی ہے کس سے مخفی ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے پاس اس دَور کا سارا ریکارڈ موجود تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرشید ارشد

مکتبہ رشیدیہ۔ لاہور

مولانا کا سیاسی نقطہ نظر

صحیح سن یاد نہیں ۔میاں چنوں میں مولانا مُحمّد داؤد ارشد مرحوم میری طرح ہر سال سالانہ جلسہ کرایا کرتے تھے ۔(امیر التعلّق مسلک دیوبند سے ہے) جو خود جلسے کرانے کا شوق رکھتا ہو اسے جلسے دیکھنے اور مختلف علماء کی تقریریں سُننے کا بھی شوق ہوتا ہے ـــــ مولانا موصوف نے ایک سالانہ جلسہ کرایا اور اس جلسہ میں مَیں نے پہلی دفعہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کو دیکھا اور تقریر سُنی ۔ یہ تقریر اُنہوں نے منبر پر بیٹھ کر کی ـــــ غالباً جمعہ کا دن تھا لہٰذا مولانا نے جمعہ کی نسبت سے جمعہ کے خطبہ مسنُونہ کی ٹھیٹھ پنجابی میں لوگوں کو تشریح بتائی ۔میرے لئے یہ بڑی انوکھی شخصیت تھی، سادہ نہیں بلکہ بہت ہی سادہ ـــــ اپنی جماعت میں مَیں نے ایسے سادہ عالم حضرت مولانا مُحمّد علی جالندھری دیکھے تھے اور ان کی دینی، سیاسی اور تحریکی تقریریں سُنی تھیں ۔ان کے بعد میں نے کسی بھی دینی جماعت کے مبلّغین یا وعّاظ میں کوئی سادگی کا ایسا پیکر نہ دیکھا تھا ۔اب جو مولانا عطاء اللہ مرحوم کو دیکھا تو بہت خُوشی ہُوئی ۔تقریر کرنے میں افہام وتفہیم کا ملکہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کا تو ایسا مسلّمہ تھا کہ اس میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا ۔پنجابی میں اُردو کے پیوند لگاتے ۔اب جو مولانا عطاء اللہ صاحب کو دیکھا تو وہ بھی انتہائی سادہ اور پنجابی میں تقریر کر رہے تھے ۔فرق اتنا تھا کہ مولانا جالندھری کا جسم مائل بہ فربہی یا درمیانہ تھا اور مولانا عطاء اللہ دیکھنے میں لاغر ونحیف لیکن اعصابی طور پر مضبوط تھے ۔یہ تھی ان سے میری پہلی پہچان ـــــ

۱۹۶۷ء میں مَیں لاہور آ گیا اور مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ میں قائم کیا ۔روزانہ دو تین دفعہ مکتبہ سے باہر نکلنا ہوتا اور مسلم مسجد کے پاس سے گذرتا تو مولانا کو اکثر مولانا شمس الدین مرحوم کی دکان پر دیکھتا ۔مولانا شمس الدین پُرانی اور نادر کتابوں کا کام کرتے تھے اور ہر دوسرے تیسرے دن اُن کے پاس ایسی کتب آتی رہتی تھیں جن کو دیکھنے اور خریدنے کے لئے مولانا عطاء اللہ مرحوم مولوی شمس الدین مرحوم کی دکان پر تشریف لاتے ۔مولاناؒ پرانی اور نادر کُتب کے جنون کی حد تک عاشق تھے ۔ان کے خیال میں یہ ہوتا کہ ایسا نہ ہو مولوی شمسُ الدین کے پاس کوئی نئی کتاب آئی ہو اور وہ کوئی اور لے جائے لہٰذا تقریباً روزانہ یا دوسرے تیسرے دن ضرور اس دُکان کا چکّر لگاتے ۔مولوی شمس الدین بھی مولانا کے منتظر رہتے اور نئی کتاب آنے پر مولانا کو ایسے دکھاتے جیسے جوہری، جوہر شناس کو نئے جواہرات دکھاتا ہے ۔مولانا جماعت کے وقت اوپر جا کر مسلم مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ۔مسلم مسجد ان دنوں فرقہ واریت کی زد میں نہیں آئی تھی ۔ اور اس کے حوض کے شرقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب ایک شعر لکھا ہوا تھا ۔

عبادت کی اجازت ہے یہاں ہر ایک مسلم کو
ہماری یہ نہیں مسجد یہ مسجد کبریا کی ہے

اس مسجد اور مولوی شمس الدین کی دکان پر اکثر مولانا سے ملاقات ہوتی لیکن کبھی زیادہ بات چیت کی نوبت نہ آتی لیکن یہاں یہ ذکر کردوں کہ مولوی شمس الدین کی دکان پر اہل علم کا مجمع رہتا ۔ اور علمی مباحث ہوتے رہتے ۔ لیکن کبھی ایسی بات نہیں ہوئی جو کسی کی دلآزاری کا باعث ہو ۔ مولوی شمس الدین عجیب و غریب شخصیت تھے ۔ کبھی اپنی کرسی پر نہ بیٹھتے ۔ اکثر یہ ہوتا کہ دکان کے دروازے پر کھڑے سگرٹ پر سگرٹ پئے جا رہے ہیں اور مہمانوں کے لئے چائے کے آرڈر پہ آرڈر دیئے جا رہے ہیں ۔ ان دنوں حضرت مولانا کو زیادہ قریب سے دیکھنے اور جانچنے کا موقعہ ملا ۔ جیسا کہ گزرا ، نحیف و کمزور تھے لیکن بات کرتے تو بلند آواز سے کرتے ۔ حشو و زوائد سے ان کی گفتگو پاک ہوتی ۔ بے لاگ تبصرے کرتے اور بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے کرسی پر یا بنچ پر اکڑوں بیٹھے کوئی کتاب دیکھتے رہتے ۔ اگر گفتگو ہوتی تو اس میں حصہ لیتے ـــــــ اگر کوئی آدمی ان کو علمی گفتگو کرتے نہ دیکھتا یا نہ سنتا اور مسجد میں نماز پڑھتے یا بازار میں چلتے پھرتے دیکھتا تو اس کا گمان ہوتا کہ ابھی ابھی امرتسر کے کسی گاؤں سے کوئی چھوٹا کاشت کار اٹھ کر آیا ہے (یاد رہے کہ مولانا بھوجیاں ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے) لیکن اگر کوئی انہیں علمی گفتگو کرتے ہوئے دیکھتا تو وہ کبھی ان کے چہرے مہرے اور لباس و وضع قطع کو دیکھتا اور پھر خوشگوار حیرت سے ان کی گفتگو سننے لگتا ۔

مجھ سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا تذکرہ کرتے رہتے اور کئی بار فرمایا کہ اگر مولانا کبھی لاہور آئیں تو میری ان سے ملاقات کرائیں ـــــــ " بیّنات " میں ان کے مضامین علمی اور تحقیقی ہوتے ہیں ۔ ایک دفعہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی لاہور تشریف لائے ۔ میں نے اُن سے ذکر کیا تو وہ فوراً تیار ہو گئے اور میں نے ملاقات کے لئے ان کو بے تاب دیکھا ۔ گویا دونوں طرف برابر کی آگ لگی ہوئی تھی ۔ ہم مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم سے رکشہ پر شیش محل روڈ پہنچے اور حضرت مولانا سے ملاقات کی ۔ دونوں حضرات مختلف قسم کی علمی گفتگو کرتے رہے ۔ دوران گفتگو میں مولانا عطاء اللہ صاحب نے مولانا لدھیانوی سے کہا کہ میں آپ کے " بیّنات " میں بالاستیعاب مضمون پڑھتا تھا اور آپ کا ایک حلیہ سا میرے ذہن میں تیار ہو گیا تھا اور وہ آج کل کے علماء کی طرح کا تھا کہ سر پر جناح کیپ اور جسم پر شیروانی ہو گی ۔ آنکھوں پر خوبصورت سنہری چشمہ اور ہاتھ میں چھڑی ہو گی ۔ لیکن آپ کو دیکھ کر بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ آپ تو میری طرح بالکل جاٹ (مفہوم دیہاتی وضع) ہیں ۔ مولانا مرحوم کا تو پتہ نہیں کس برادری سے تعلق رکھتے تھے ۔ مولانا لدھیانوی برادری کے لحاظ سے جاٹ تھے ۔ مولانا مرحوم نے مکرر خوشی کا اظہار کیا ۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی بھی مولانا مرحوم سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔ اصل وجہ تو دونوں کا اہل علم و عمل ہونا تھا ۔ اور دوسری مشترک خوبی سادگی تھی جو آج کل تو بالکل عنقا ہوتی جا رہی ہے ان دنوں بھی کم لوگ ہی سادہ تھے ۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم میں ایک بڑا وصف اور خوبی اتباع سنت کی یہ تھی کہ آپ نے تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی میں تہبند (چادر) باندھا۔ شلوار میرے علم کے مطابق ساری عمر نہیں پہنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر تہبند ہی استعمال کیا۔ شلوار کو پسند کیا لیکن اسے پہنا نہیں۔ مولانا مرحوم کو مرحوم ضیاء الحق نے اپنی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا تھا۔ آپ بغیر کسی احساس کمتری کے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں، چادر باندھے ہی جاتے۔ اور اخبارات میں یہ خبر آتی کہ آج بھی ایک معزز ممبر چادر پہنے اجلاس میں شریک ہوئے ——— اور ساتھ یہ بھی ہوتا کہ ایک ممبر آج بھی سوٹڈ بوٹڈ تھے ——— اس سے مراد میر علی احمد تالپور مرحوم ہوتے جو وزیر دفاع بھی تھے۔ میر صاحب مرحوم کا ذکر آ گیا ہے تو دو چار باتیں اُن کی بھی ذکر کرتا چلوں۔ آپ مسلکاً اہلحدیث تھے۔ اور مولانا مرحوم کی طرح ابتدائے عمر ہی میں کانگریس میں شریک ہو گئے ——— مولانا کی طرح ان کو بھی مطالعہ اور کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ دیکھا تو نہیں سُنا ہے کہ اُن کا کتب خانہ بھی بہت بیش قیمت کتب سے پُر ہے اور ہر علم و فن پر ہزاروں عمدہ کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ لیکن مولانا اور میر صاحب میں فرق یہ تھا کہ میر صاحب بہت بڑے زمیندار اور متمول آدمی تھے جب کہ مولانا متوسط بھی نہیں مالی لحاظ سے غریب تھے (گو دل کے غنی تھے) اس کے باوجود جو کچھ پاس آتا کتب پر خرچ کر دیتے ———

قیام پاکستان کے بعد جن علماء اور افراد نے بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے اُن میں نمایاں نام مولانا عطاء اللہ مرحوم کا آتا ہے۔ آپ کے کتب خانے میں بہت نادر اور قیمتی کتب کا ذخیرہ ہے۔ کسی علمی، دینی کتب کے متعلق معلوم کرنا ہو چاہے وہ دنیائے اسلام میں کسی جگہ چھپی ہو آپ کے پاس ضرور ہوتی تھی اور یا پھر آپ کو اس کا علم ہوتا تھا۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر اچھی دینی مطبوعہ کتاب ان کے کتب خانہ میں موجود ہو۔ اس کے لئے ایک عمارت بنائی۔ اس کی ایک منزل مدرسہ۔ ایک منزل مسجد اور ایک منزل کتب خانہ ہے۔ اور اسی میں "الاعتصام" کا دفتر ہے۔ ——— کتب کی خوبصورت، مضبوط جلدیں بندھواتے اور ان کو سلیقے اور قرینے سے رکھنے کے عادی و شوقین تھے۔ وہاں جا کر دل خوش ہوتا ہے۔ جیسے کوئی خوش مزاج با ذوق انسان بہار کے موسم میں رنگ برنگ پھولوں کے پارک میں پہنچ جائے۔

اہل حدیث ہونے کے باوجود وسیع المشرب تھے جیسا کہ اُوپر گذرا مسلم مسجد میں حنفی امام کے پیچھے نماز با جماعت پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غالباً مغرب کا وقت تھا۔ امامت کے لئے مجھے مصلّے پر کھڑا کر دیا۔ دوسری دفعہ حاضر ہوا تو پھر فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت پہلی دفعہ تو تعمیل ارشاد کی خاطر امام بن گیا تھا لیکن اب کبھی ایسا نہیں کروں گا کہ یہ آپ ہی کا حق ہے۔ آپ ایسے بڑے عالم کے ہوتے ہوئے کسی اور کو نماز پڑھانے کا کیا حق ہے (اور دل میں یہ تھا کہ پہلے دن تو اس لئے کھڑا ہو گیا کہ قیامت کے دن عرض کر سکوں کہ یا اللہ! اس حقیر پر تقصیر پر آپ بھی نظر کرم فرمائیں کہ جس طرح اچھے علماء نے حسن ظن کی بناء پر اچھا سمجھا آپ تو باخبر ہیں لیکن پردہ پوشی اور مغفرت فرمائیں)

میں نے مکتبہ رشیدیہ کی جانب سے "غبارِ خاطر" (مولانا ابو الکلام آزاد کے احمد نگر قلعہ میں اسیری کے دوران مکتوبات کا مجموعہ) جو انہوں نے اپنے ایک دوست کو مخاطب کر کے لکھے) شائع کرنے کا اعلان کیا تو مولانا نے مجھے فرمایا کہ ارشد میاں مکتبہ رشیدیہ کے جو قواعد و ضوابط شائع ہوئے ہیں اور خود تمہارا جو مسلک ہے۔ "غبارِ خاطر" کا ایک خط اس کے خلاف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ اسے شائع نہ کریں ۔اس سے مولانا کے دینی تصلّب کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بے حد و نہایت معتقد اور نیاز مند ہونے کے باوجود اس بارے میں ان سے ان کو اختلاف تھا ۔ دو تین دفعہ مختلف اوقات میں مجھ کو یہ نصیحت فرمائی میں نے ہر دفعہ کہا کہ شائع تو ضرور کروں گا مگر شروع میں تحریر کر دوں گا کہ یہ خط مولانا مرحوم کے اپنے ممدوح حضرات امام ابن قیمؒ ، امام ابن تیمیہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور خود کتاب و سُنّت کے خلاف ہے ۔" رعایت نہیں کروں گا ۔ پھر "غبارِ خاطر" شائع کرنے کے وقت شروع میں مَیں نے ساٹھ ستّر صفحات لکھے تو بالکل آخر میں یہ بات بھی کتابت کروائی لیکن کتاب اتنی عجلت میں تیار ہُوئی کہ بہت سے صفحات خارج کرنا پڑے اور ساتھ ہی یہ بات بھی رہ گئی جس پر مَیں شرمندہ ہوں کہ مولانا سے کیا ہوا وعدہ ایفا نہ کر سکا اور وہ فقرات جو خاص کر اس خط کے مندرجات کے متعلق تھے ۔ وہ فقرات یہ تھے ۔

"ہم مولانا کی ذات اور اُن کے رُفقاء کو معصوم نہیں سمجھتے ۔ اسی "غبارِ خاطر" کو لیجئے اس میں مولانا نے دو باتیں ایسی لکھی ہیں جو بلا شبہ مختلف فیہ ہیں ۔ ہمارا روئے سخن موسیقی بالمزامیر اور ستار بجانے پر ہے ۔ اس کا جواز نہ کتاب و سُنّت سے ملتا ہے اور نہ ہی ان کبار شخصیات نے اس کو سندِ جواز عطا کی ہے جن کے تذکار سے مولانا آزادؒ کا "تذکرہ" پُر ہے ۔ اس کا اظہار ہمارے لئے اس لئے بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مولانا کی عظمت و جلالتِ قدر کے پُورے اعتراف و احترام کے باوجود ہم یہ حوصلہ بھی رکھتے ہیں کہ ان کی غلطی یا سہو سے اتّفاق نہ کریں ۔"

سنہ ۱۹۸۰ء میں مَیں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ہفت روزہ الہلال کے پہلے دور کی فائل کو شائع کرنے کا ارادہ کیا ۔ خاصی تگ و دَو کے بعد مکمّل فائل مل گئی لیکن پہلی جلد کا ایک شمارہ نہیں ملتا تھا ۔ جس کی تفصیل کا موقع نہیں ۔ لاہور ہی میں جھگیاں شہاب دین میں ایک صاحبِ علم بزرگ محمد عالم مختارِ حق رہتے ہیں ۔ ان کے پاس مولانا غلام رسول مہرؒ والی مکمّل فائل موجود تھی لیکن اُنہوں نے ایک دو واسطوں کو انکار کر دیا تھا ۔ میں نے مولانا سے ذکر کیا آپ تو ایسی علمی چیزوں کے شائع کرنے کے شائق ہی نہیں عاشق تھے ۔ فرمایا کہ ہم ان کے پاس چلیں گے ۔ مجھے اللہ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ موصوف انکار نہیں کریں گے ۔ پھر ایک جمعہ کو علی الصّباح ہم دونوں محمد عالم صاحب کے گھر پہنچ گئے تو اُنہوں نے نہایت خوشی سے "الہلال" کی پہلی جلد جولائی ۱۲؁ ۱۹۱۲ء تا دسمبر ۱۹۱۲ء ہمارے حوالہ کر دی اور یُوں یہ فائل برصغیر میں دوبارہ شائع ہُوئی اور میں مولانا کا یہ احسان تا عمر نہیں بھول سکتا ۔ لیکن اس کے ساتھ ایک افسوس بھی ہے کہ مولانا اس کی تقریب رونمائی میں اپنی علالت کی بناء پر شریک نہ ہو سکے ۔ اس تقریب رونمائی کے مہمانِ خصوصی میر علی احمد تالپور تھے ۔ دونوں حضرات مولانا آزادؒ کے علم و فضل اور فراست و سیاست کے بہت زیادہ مدّاح تھے ۔ میر صاحب نے ایسی عمدہ تقریر کی کہ ان کے علاوہ مولانا آزادؒ پر شاید ہی کوئی کرتا ۔ حضرت مولانا ایک دفعہ دہلی (انڈیا) گئے ، مولانا ابوالکلام کی قبر پر جا کر دعائے مغفرت کی ۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم نیشنلسٹ مسلمان تھے ۔ اہلحدیث علماء میں سے اکابر علماء کی اکثریت کانگریس کی ہمنوا تھی ، مولانا ثناء اللہ امرتسری ، مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی ، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ والے رحمہم اللہ سبھی مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالکلام آزاد کے موقف کے حامی تھے۔ البتہ مولانا داؤد غزنوی مرحوم (قیام پاکستان سے قبل) مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ پنجاب کانگریس کے صدر تھے ——— ہمارے ممدوح بھی اسی قافلے میں شامل تھے۔ ہمارے ملک میں بہت سے افراد اور کئی جماعتیں اب اپنے آپ کو تحریکِ پاکستان کا بہت بڑا حامی قرار دیتی ہیں اور ان میں پیش پیش وہ بریلوی حضرات ہیں کہ جنہوں نے بشمول مسلم لیگ ملک کی تمام جماعتوں اور تمام سربرآوردہ سیاسی افراد کا نام لے کر کافر کہا تھا لیکن مسلم لیگ کے ۱۹۴۵ء کے آخر میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں سو فی صد کامیابی کے بعد "بنارس سنّی کانفرنس" میں پاکستان کی حمایت میں قرارداد پاس کی اور اس قرارداد پاس ہونے کی جو تفصیل ہے وہ پیر جماعت علی شاہ صاحب مرحوم کے سوانح "امیرِ ملت" میں دیکھی جا سکتی ہے کہ قرارداد کی مخالفت ہوئی تاہم پاس ہو گئی، اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب اندھوں کو بھی نظر آتا تھا کہ پاکستان بن گیا ہے اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس قرارداد کے باوجود اپنے تکفیری فتاویٰ سے رجوع نہیں کیا ——— جب کہ وہ لوگ جو دیانت داری سے تحریک سے اختلاف رکھتے تھے انہوں نے اختلاف رکھا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد اس کے استحکام اور اس میں دینی اقدار کے فروغ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اور وہ جماعت جس نے پاکستان بنایا تھا اُس کے سرکردہ حضرات ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اُس کے متعلق اب مختلف تاویلیں اور حیلے بہانے کئے جا رہے ہیں ——— میرا یہ موضوع نہیں ہے ورنہ اس کی خاصی طویل تفصیل ہے۔ البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ تحریکِ پاکستان جب موضوعِ بحث تھی تو اُس وقت اس سے اختلاف کفر تھا نہ شرک۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں طرف مخلص لوگ تھے اور دونوں کے پاس اپنے اپنے دلائل تھے۔ لیکن جب قوم یا ملت نے اکثریت کے ساتھ ایک فیصلہ کر لیا اور پاکستان عمل میں آگیا تو ان لوگوں کے سربراہ مولانا ابوالکلام آزاد نے برملا اس کی حمایت کی کہ اب پاکستان کو مستحکم بنانا چاہیئے۔ ان کا مقولہ مشہور ہے کہ

" پاکستان نہ بنتا تو اور بات تھی لیکن اب اس کا بن کر بگڑنا پورے عالمِ اسلام کی توہین ہے "

اور مولانا آزاد اپنے تمام ملنے والوں کو جو پاکستان میں تھے یا انڈیا سے پاکستان آگئے تھے ان کو شدّت سے تلقین کرتے تھے کہ پاکستان کو مضبوط، مستحکم اور خوشحال بناؤ لیکن ابھی تک بعض مریض ذہن اس بات کو اچھالتے ہیں کہ فلاں فلاں افراد نے پاکستان کی مخالفت کی تھی لیکن جب برسرِ اقتدار لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے تو انہی لوگوں میں سے حلیف بنا کر اپنے ساتھ کر لیتے ہیں اور وہ محبِّ وطن ہوتے ہیں لیکن آپس میں اختلاف ہو جاتا ہے تو پھر انہی کو غدّار اور غیر محبِّ وطن کی گالی دی جاتی ہے اور پاکستان جس نعرہ کی بناء پر بنایا تھا اس کی مختلف تعبیرات و تاویلات کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا عطاء اللہ مرحوم نے مجھ سے تین چار مرتبہ فرمایا کہ ارشد! ہم سب اجتماعی معصیت میں مبتلا ہیں جب تک اجتماعی توبہ کر کے اصلاحِ احوال کی کوشش نہیں کی جاتی اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہیں فرمائیں گے اور یہ بات بالکل درست ہے کہ تحریکِ پاکستان کے دوران قریہ، قریہ، بستی بستی، شہر شہر یہ نعرہ لگایا جاتا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ——— لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ——— اور ملک کی اکثریت اس سے منحرف ہو گئی ہے اور جدید دانشور قیامِ پاکستان کو ہندو کے معاشی تسلّط سے آزادی قرار دیتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہو تو پھر اصلاحِ احوال کی صورت کیسے ہو۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ سورۃ مائدہ میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم آپ سے مطالبہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسمان سے پکا پکایا کھانا "مائدہ" نازل فرما دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے پوچھتے ہیں کہ ایسا کیوں چاہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ فراغِ خاطر اور اطمینان سے رہیں اور ہم جان لیں کہ تونے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ رہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ یہ قصّہ قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔" اللہ نے کہا میں یقیناً اس کو تم پر اُتاروں گا (لیکن یہ یاد رکھو) کہ پھر تم سے جو کوئی اس کی ناشکری کرے گا اس کے بعد تو میں اُس کو عذاب دُوں گا۔ جو کسی کو نہ دیا ہو گا جہان میں" (المائدہ) تو پاکستان بھی ہم نے اللہ سے مانگ کر لیا اور دعائیں کیں۔ ذرائع ابلاغ میں پاکستان کو مملکت خداداد پاکستان کہا جاتا ہے۔ گویا پاکستان خدا کا عطا کردہ ہے۔۔ تو طلب کردہ چیز کا کفرانِ اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم ملک کے حالات دیکھتے ہوئے بڑے دل گرفتہ رہتے تھے۔ اور ہر صاحبِ دل مسلمان اس پر دل گرفتہ ہے۔ حضرت مولانا کی زندگی میں جو حالات تھے اب اس سے زیادہ خراب ہیں۔ اور خود دینی حضرات باہم ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ان حالات میں وہی بات کہی جا سکتی ہے جو حضرت مولانا کہتے تھے کہ ہم اجتماعی طور پر اللہ کی گرفت میں ہیں ــــــ "اللہ کرے کہ ملّت کو ہوش آئے"۔

حضرت مولانا نے حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی کو ایک دعوتِ عصرانہ دی جس میں مولانا محمد حنیف ندوی۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی اور بعض دوسرے حضرات بھی شریک تھے اس میں مَیں بھی حاضر تھا۔ اس میں اُنہوں نے یہ بات شروع کی کہ میں نے شیخ عبدالعزیز ابن باز کے متعلق پڑھا کہ زمین کو متحرک کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا ان سے بات چیت کی۔ تفصیل پر ایک صاحب نے مولانا اکبر آبادی سے اللہ تعالیٰ کے اعضاء و جوارح کے بارے میں بحث شروع کر دی۔ اس پر مولانا عطاء اللہ صاحب اور مولانا محمد حنیف ندوی نے ان صاحب سے بار بار کہا کہ میاں صاحب ہم نے مولانا اکبر آبادی کو دعوتِ عصرانہ پر زحمت دی ہے تاکہ ان کے تجربات و مشاہدات سے استفادہ کریں اور آپ مجادلہ و مناظرہ کرنے لگ گئے ہیں لیکن وہ صاحب اپنی دھن میں احقاقِ حق میں لگے رہے۔ پھر مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں ایک جواب دیا۔ اور حضرات نے بھی منع کیا تو یہ ناخوشگوار صورت ختم ہوئی۔ چونکہ مولانا محمد اسحاق بھٹی بھی اس مجلس میں تھے ان کا حافظہ خوب ہے۔ اُمید کہ انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہوگا۔ محترم جناب منیر احمد صاحب منغل بھی اس محفل میں شریک تھے بلکہ وہی مجھے لے کر گئے تھے، مجھے عصرانہ کا علم نہ تھا۔ ــــــــــــــــــ مقامِ شکر ہے کہ ان کے فرزند حافظ احمد شاکر نے کتب خانہ میں ہر لحاظ سے خاصی توسیع کی ہے اور کر رہے ہیں۔ یہ ایک یادگار مجلس تھی جو مجھے یاد ہے ورنہ ایسے علم و فضل کے مرکز میں تو اہل علم و فضل آتے ہی رہتے ہیں اور پھر جس جگہ عمدہ علمی کتب اور نایاب علمی جواہرات کا ذخیرہ ہو گا وہاں ایک سے ایک بڑھ کر جوہری آئے گا۔

افسوس کہ میں علمی ذوق نہ رکھنے کی بنا پر آپ سے اور آپ کے کتب خانہ سے استفادہ نہ کر سکا۔ ایک سال برطانیہ کے سفر پر تھا کہ مولانا اپنے حقیقی سفر پر روانہ ہو گئے مَیں واپس آیا تو حضرت مولانا سے لاہور کو خالی پایا۔ ؏ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسحاق بھٹی
لاہور

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قیام میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کا حصہ

حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے ۲۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔ ان کی خدمات بوقلموں کا دائرہ متعدد علمی گوشوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ وہ طبعاً سادہ مزاج اور عملاً گرم جوش تھے۔ نام و نمود سے بالا رہ کر خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے۔ جماعت اہل حدیث کے علمائے کرام سے ان کے روابط بہت گہرے تھے۔ تقریباً ہر عالم دین کے مقام سکونت اور ان کی سرگرمیوں کا انہیں علم تھا۔ ان کی صلاحیتوں اور مرکز فکر سے بھی وہ باخبر تھے۔

پنجاب کے علمائے اہل حدیث بلاواسطہ یا بالواسطہ دو خاندانوں کے فیض یافتہ ہیں۔ غزنوی خاندان کے اور لکھوی خاندان کے.... ! مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کو ان دونوں خاندانوں کے اہل علم سے مستفیض ہونے کے مواقع میسر آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں خاندانوں کے اکابر علماء ان سے بے حد شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے اور اس شفقت میں احترام کے تمام پہلو کار فرما تھے۔

تقسیم ملک سے قبل امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سلفیہ کو جماعت اہل حدیث کے مشہور و ممتاز دار العلوم کی حیثیت حاصل تھی۔ تقسیم کے بعد یہ دار العلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے لاہور منتقل ہوا تو اس کے منصب شیخ الحدیث کے لئے اس کے مہتمم مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی نظر انتخاب مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ پر پڑی اور ۱۹۴۸ء کے ابتداء میں نئے انتظامات کے تحت اس میں تدریسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔

وہ نہایت افراتفری کا زمانہ تھا۔ تقسیم ملک کے ہولناک انقلاب نے بھائی کو بھائی سے، رشتے دار کو رشتے دار سے اور خاندان کو خاندان سے الگ تھلگ کر دیا تھا۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون کہاں ہے۔ مشرقی پنجاب کے بہت سے علاقوں میں جماعت اہل حدیث کے لوگ بہت بڑی تعداد میں آباد تھے اور جماعت کے علمائے کرام اپنی اپنی جگہ انتہائی فعال اور سرگرم عمل تھے جو عرصہ دراز سے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جمے ہوئے تھے۔ ان کے وسیع حلقہ ہائے تدریس قائم تھے، مواعظ و تقاریر کے لئے لمبے چوڑے سلسلے جاری تھے اور ہر ایک کے اثر و رسوخ کے جھنڈے اپنی جگہ مضبوطی سے گڑے ہوئے تھے تقسیم ملک نے ان تمام معاملات کو ختم کر دیا تھا۔ اہل علم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے اور ان کے علم و عمل کی سرحدیں بالکل سکڑ گئی تھیں۔ یہ صورت حال جہاں دوسری دینی و مذہبی جماعتوں کے لئے باعث تکلیف تھی، وہاں جماعت اہل حدیث کے لئے بدرجہ غایت اذیت رساں تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر الفاظ میں یہ تھے وہ حالات جن میں جماعت کے منتشر افراد کو اکٹھا کرنے اور تنظیم کی لڑی میں پرونے کا مسئلہ سامنے آیا اور یہ خیال پیدا ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے علمائے کرام پُرانے اختلافات کو بھول کر پاکستان میں نئے حالات کے مطابق عمل وحرکت کے میدان میں اُتریں۔

سوال یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد نظمِ جماعت کا خیال سب سے پہلے کس طرح سطحِ ذہن پر اُبھرا اور پھر اس نے کیونکر عملی شکل اختیار کی۔

یہ آج سے نصف صدی پہلے کی بات ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں، آزادی سے دو یا تین مہینے بعد سب سے پہلے پروفیسر عبدالقیومؒ سابق صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ سے اس کا اظہار کیا تھا۔ لیکن یہ ایک بات تھی جو پروفیسر صاحبؒ نے کی اور مولانا نے سُن لی۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ بعد ازاں ۱۹۴۸ء کے شروع میں جب پاکستان کو قائم ہوئے چار مہینے گزر چکے تھے، مولانا داؤد غزنویؒ کی دعوت پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ لاہور آئے اور شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تعلیمی سلسلے کا آغاز ہوا تو مولانا محمد عطاء اللہ صاحبؒ کی مولانا غزنویؒ سے انتشارِ جماعت اور نظمِ جماعت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

مولانا محمد عطاء اللہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا۔ ان میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ جماعت کے اکابر واصاغر تمام علمائے دین سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور ان سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ پھر مشرقی پنجاب کے اضلاع امرتسر، فیروزپور، گورداسپور وغیرہ سے تعلق رکھنے والے علماء میں سے اکثر کے ساتھ ان کے دوستانہ روابط تھے۔ ضلع امرتسر سے ان کا پیدائشی اور آبائی تعلق تھا، اس لئے وہ اس ضلع کے علمائے اہل حدیث کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ضلع فیروزپور کی جمعیت علمائے ہند کے وہ صدر رہے تھے۔ جس بناء پر ضلع بھر کے علماء سے ان کی واقفیت تھی کہ وہ فیروزپور شہر میں کئی سال خدمتِ تدریس وخطابت سرانجام دیتے رہے تھے اور ضلع کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے جماعت کے علما اور غیر علما کی وہاں آمد و رفت رہتی تھی اور بہت سے لوگ محض مولانا سے ملاقات کے لئے وہاں آتے تھے۔ اس سے کئی سال پیشتر وہ "لکھوکے" میں طالب علم کی حیثیت سے مقیم رہے تھے اور لکھوکے (بالخصوص) ضلع فیروزپور کے عوام وخواص کا مرجع تھا اور تدریسی و دینی معاملے کے لوگ لکھوی علماء سے رجوع کرتے تھے۔ پھر ۱۹۲۷ء میں لکھوکے کے قریب وہ حضرت مولانا محمد علی لکھوی کے قائم کردہ مرکز الاسلام میں مسندِ تدریس پر فائز رہے تھے۔ ان وجوہ کی بناء پر ضلع فیروزپور کے اہلِ علم سے ان کے گہرے روابط تھے۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء کے آخر تک وہ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں درس وتدریس اور خطابت کے فرائض انجام دینے پر مامور رہے تھے۔ یہ ریاست ضلع فیروزپور سے متصل تھی، اس لئے بھی اس نواح کے لوگ ان سے خوب متعارف تھے اور وہ بھی ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ تقسیم کے نتیجے میں جو رُوح فرسا حالات پیدا ہوگئے تھے، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ان سے نہایت متاثر تھے۔ اس زمانے میں وہ فیروزپور سے گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) چلے گئے تھے اور اپنے علاقے سے تعلق رکھنے والے علماء اور دیگر حضرات کے لئے فکرمند تھے اور وہ لوگوں سے پُوچھتے رہتے تھے کہ تقسیم کے بعد کون کہاں جاکر آباد ہوا ہے۔ اس کا پتہ چل جانے پر ان سے ملنے یا بذریعہ خط وکتابت اس کے حالات سے آگاہ ہونے کے لئے وہ بڑی بے تابی کا اظہار کیا کرتے تھے۔

انہیں جلد ہی معلوم ہوگیا تھا کہ جماعت کے کون کون سے حضرات ملتان، خانیوال، میاں چنوں، بوریوالہ، دہاڑی، منٹگمری،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوکاڑہ وغیرہ علاقوں میں آباد ہو گئے ہیں اور علماء میں سے کون کون اصحاب غیر مسلموں کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں اور کون کسی بیماری وغیرہ سے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

مغربی پنجاب کے مقامی علماء سے بھی ان کا علاقہ تھا۔ مثلاً ضلع لائل پور میں اہل حدیث کے دو مشہور مرکز تھے، جن سے وہ آگاہ تھے۔ اوڈانوالہ (ضلع لائل پور) میں وہ تقسیم سے ایک سال قبل پڑھاتے رہے تھے۔ جھوک دادو (متصل تاندلیانوالہ) کے حضرات سے بھی ان کے ذاتی مراسم تھے۔ وہاں کے مشہور بزرگ میاں محمد باقر سے (جو حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی کے شاگرد اور مرید تھے) ان کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حافظ محمد زکریا مرحوم سے (جو مختلف علمی کتابوں کی نشر و اشاعت کے بے حد شائق تھے) ان کے مخلصانہ علائق تھے۔ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے اضلاع کے اصحاب علم سے بھی ان کی شناسائی تھی۔

گجرات کے مولانا حافظ عنایت اللہ اثری، ملتان کے مولانا عبدالتواب ملتانی اور منٹگمری (حال ساہیوال) کے مولانا عبدالجلیل سے تو طالب علمی کے زمانے سے ان کے مراسم تھے۔ مولانا عبدالتواب تاجر کتب تھے اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ان سے کتابیں منگوایا کرتے تھے، اس طرح دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح متعارف تھے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت کے علمائے اہل حدیث سے کسی نہ کسی انداز میں سب سے زیادہ تعارف و تعلق مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا تھا۔ اپنے سے بڑی عمر کے علمائے کرام سے وہ انتہائی احترام اور نیازمندی سے پیش آتے تھے اور برابر کے اہل علم سے دوستانہ اور چھوٹی عمر کے اصحاب علم سے ان کے مشفقانہ روابط تھے۔ جب وہ مولانا داؤد غزنویؒ کی دعوت پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے لاہور تشریف لائے تو مولانا غزنویؒ سے جماعت کے نظم و نسق اور علماء کے اتحاد کے بارے میں گفت گو کا سلسلہ چلا جس کی دونوں بزرگوں نے شدید ضرورت محسوس کی اور اسے وقت کا ضروری اور اہم مسئلہ قرار دیا۔ پروفیسر عبدالقیومؒ سے بھی بات ہوئی جو پہلے ہی مولانا غزنویؒ کو اس ضمن میں اپنی رائے دے چکے تھے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ میں فروکش تھے۔ ان سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے گوجرانوالہ جا کر گفتگو کی، وہ بھی اس پر متفق تھے۔

علمائے کرام کے ڈاک کے پتے سب سے زیادہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے پاس تھے۔ مولانا اسماعیل صاحبؒ کو ان کی نسبت بہت کم علماء کے پتوں کا علم تھا۔ مولانا داؤد غزنوی کی معلومات اس ضمن میں ان سے بھی کم تھیں۔ اس کے بعد مولانا غزنویؒ اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ صاحب نے لاہور میں مولانا محی الدین احمد قصوریؒ، میاں عبدالمجیدؒ، حاجی محمد اسحاق حنیفؒ اور مولانا ظفر اقبالؒ وغیرہ حضرات سے بات کی۔ مولانا محمد علی قصوری مجھے یاد پڑتا ہے اس زمانے میں قصور میں مقیم تھے۔ مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی ضلع لائل پور میں جڑانوالہ یا اس سے دس بارہ میل آگے روڈالا روڈ میں اقامت گزین تھے، جو ایک ریلوے اسٹیشن ہے... وہاں انہیں جماعت کے دو بزرگ حاجی محمد شفیع اور حاجی محمد شریف لے گئے تھے۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور حضرت حافظ صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔

بہر حال نظم جماعت کے اس ابتدائی مشورے کے بعد ڈھائی سو سے زائد علماء و زعمائے جماعت کو خطوط لکھے گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ حضرات ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں جمع ہوئے۔ خطوط غالباً مولانا داؤد غزنویؒ کی طرف سے ارسال کئے گئے۔

لائل پور شہر سے مولانا عبدالواحد، مولانا عبیداللہ احرار اور حکیم نورالدین میر کو دعوت دی گئی تھی اور وہ اس اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔

ضلع لائل پور سے سید مولا بخش کوموی، میاں محمد باقر، صوفی عبداللہ، مولانا اللہ بخش کمیر پوری، مولانا حافظ احمد پٹوی، حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ (ان دنوں حضرت حافظ صاحبؒ کا قیام جڑانوالہ میں تھا) مولانا عبداللہ ثانیؒ اور ان سطور کا راقم مولانا غزنویؒ کی دعوت پر شاملِ اجلاس ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ اجلاس میں شرکت کرنے والے ہر شخص کو جمعیت کا بانی نہیں کہا جا سکتا۔ اجلاس میں تو دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے طلباء نے بھی شرکت کی ہوگی۔ پڑھائی دارالعلوم کے ہال میں ہوتی تھی اور میٹنگ کے دن ظاہر ہے پڑھائی نہیں ہوئی ہوگی۔ اور اساتذہ اور طلباء آکر میٹنگ میں بیٹھ گئے ہوں گے۔ بانیانِ جمعیت اور مؤسسین جمعیت کا اطلاق انہی حضرات پر ہوگا جنہوں نے پہلے اس کی ضرورت کا احساس کیا۔ علمائے جماعت کو (جو ایک دوسرے سے بچھڑ چکے تھے) ایک سلک میں منسلک کرنے کا اہتمام کیا۔ ان کے ڈاک کے پتوں کا کھوج لگا کر انہیں خطوط لکھے اور باقاعدہ اجلاس شروع ہونے سے قبل ایسی تجاویز مرتب کیں جن کی روشنی میں جماعت کے علماء و عوام کے ذہن میں زخموں کو مندمل کیا جائے اور ان کو ایک ولولہ تازہ سے روشناس کرایا جائے۔ پھر ان کو میدانِ عمل میں لاکر آگے بڑھانے کی سعی کی جائے۔ اس ضمن میں چار شخصیتوں نے سب سے زیادہ کام کیا۔ وہ تھے (۱) مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ (۲) مولانا محمد اسماعیلؒ (۳) مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اور (۴) پروفیسر عبدالقیوم ۔۔۔ ان حضرات کی حدود مساعی کی نشاندہی گزشتہ سطور میں (اپنی دانست میں) مناسب الفاظ میں کردی گئی ہے۔ میں چونکہ مرکزی جمعیت کا پہلا ناظمِ دفتر تھا، اور ابتدا ہی میں یہ ذمہ داری میرے سپرد کردی گئی تھی، اس لیے میں ان سب امور سے باخبر ہوں۔ اب تو اللہ کے فضل سے اس کا تمام ریکارڈ ہی ختم کردیا گیا ہوگا تاکہ ہر شخص جو منہ میں آئے کہتا پھرے اور پہلوں کو نظرانداز کرکے خود ہی اس کا بانی کہلائے۔

میرے نزدیک جمعیت کے اصل بانی و مؤسس یہی حضرات تھے۔ ان کے بعد ان حضرات کے نام آئیں گے جو دعوتی خطوط کی بناء پر اس اجلاس میں شامل ہوئے اور انہوں نے کچھ تجویزیں بھی پیش کیں۔ ہر شخص کے بارے میں یہ کہتے پھرنا کہ وہ جمعیت کا بانی تھا (یا بانی ہے) بالکل مہمل اور بچگانہ حرکت ہے۔۔۔ جو لوگ بعد میں اس نظام میں شامل ہوئے اور اس کے لئے کام بھی کئے، فرقِ زمانی سے ان کی شان گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے کہ وہ کام اور خدمت کے اعتبار سے پہلے تمام لوگوں سے پیچھے نہیں رہے۔

ایک بات اس سلسلے میں البتہ قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو معرضِ وجود میں آنے والی جمعیت کے بعد اہلحدیث کی کئی جمعیتوں نے جنم لیا۔ بعض جمعیتیں خود اس کے پیٹ سے (محض فضول قسم کے ذاتی جھگڑوں کی بناء پر) عالمِ وجود میں آئیں۔ ان جمعیتوں کے قائم کرنے والے واقعی ان کے بانی و مؤسس تھے اور انہیں ان کے بانی و مؤسس کہنا بھی چاہیئے تاکہ اہلِ حدیث کی اس روایت کا تسلسل قائم رہے کہ ہمارے نزدیک اتحاد و اتفاق کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جب بھی ان حضرات کو متحد کرنے کی کوشش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئی، اس میں متعدد اختلافات اُبھر آئے اور ہر اتحاد میں اختلاف کے کئی گوشے سامنے آ گئے۔

گزارشات کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا ہے جس کا مجھے پُورا احساس ہے۔ لیکن جہاں آپ نے تکلیف فرما کر اتنی باتیں سُنی ہیں وہاں تھوڑی اور زحمت فرمائیے اور اس موضوع کی ایک دو آخری باتیں بھی سنتے جائیے۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مولانا محمد اسماعیل مرحوم و مغفور گوجرانوالہ لے گئے تھے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو میں ایک عزیز کی شادی پر بوریوالہ گیا تو لائق احترام دوست مولانا عبداللہ گورداسپوری سے بھی مُلاقات ہوئی۔ وہ نہایت زندہ دِل اور خوش مزاج عالمِ دین ہیں۔ بات بات میں لطیفہ پیدا کر لیتے ہیں۔ گفتگو کا رُخ جماعت کی تنظیم کی طرف مڑا تو انہوں نے بتایا کہ جن دنوں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ گوجرانوالہ میں قیام فرما تھے، ان دنوں وہ چند قابلِ تکریم علماء کے ساتھ جن میں مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ، مولانا عبداللہ ثانی اور مولانا عبداللہ معمار شامل تھے، مولانا امرتسریؒ کی خدمت میں گئے اور ان کے فرزند گرامی قدر مولوی عطاء اللہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا۔ مولانا مرحوم نہایت افسردہ خاطر اور انتہائی خستہ حالت میں تھے۔ مولانا عبداللہ گورداسپوری کہتے ہیں کہ انہوں نے بے حد اداس لہجے اور مُرجھائے ہوئے اسلوب میں جماعت اہل حدیث کے مراکز ٹوٹ جانے، مدارس و مساجد کے اُجڑ جانے اور علماء کے بکھر جانے کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ جماعت کی تنظیم کے لئے کوشش کرو اور اس کے منتشر افراد کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے کمر ہمت باندھو۔ مولانا عبداللہ کی رائے کے مطابق تقسیم ملک کے بعد تنظیم جماعت کے لئے پہلی آواز حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تھی۔

مولانا ثناء اللہ بے شک ہمارا سرمایہ صد افتخار اور جانِ جماعت تھے۔ ہم محبّ مکرم مولانا عبداللہ صاحب کی روایت کی صحت کو دل کی گہرائی سے تسلیم کرتے ہیں، مولانا امرتسریؒ کی ذاتِ گرامی کو خود ایک جماعت کی حیثیت حاصل تھی اور افرادِ جماعت سے انہیں جو قلبی لگاؤ اور تعلق خاطر تھا، اس کے پیش نظر ان کو یہی کچھ کہنا چاہیئے تھا اور یہ الفاظ ان کے ضمیر کی پوری پوری عکاسی کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت ادب سے ہم یہ بھی عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا امرتسری کی غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی یہ صدا لئے درد ان چار پانچ حضرات تک ہی محدود رہی جو اس بابرکت مجلس میں تشریف فرما تھے، انہوں نے اس کی تشہیر نہیں فرمائی اور اسے آگے نہیں بڑھایا۔ ہاں ایک چیز اس ضمن میں البتہ قابلِ غور ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی موضوع سے متعلق کوئی بات کسی کی زبان سے نکلتی ہے تو فضا میں بکھر جاتی ہے اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے پردہ سماع سے برابر ٹکراتی اور ان کے ذہن کے دروازوں کو بالالتزام کھڑکھڑاتی رہتی ہے۔ تا آنکہ زود یا بدیر وہ حقیقت کا رُوپ دھار لیتی ہے۔ اس قاعدے کی رُو سے ممکن ہے تشکیلِ جمعیت کا عمل حضرت مولانا کی صدائے بازگشت ہو۔

حضرت مولانا امرتسریؒ ۱۹۴۸ء میں گوجرانوالہ سے سرگودھا تشریف لے گئے تھے اور ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو وہیں وفات پائی۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

بہر کیف مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قیام کا آغاز چار حضرات نے کیا۔

پروفیسر عبدالقیوم نے پُرخلوص جذبے سے یہ تجویز پیش کی۔ اس کے پہلے ناظمِ اعلیٰ بھی انہی کو منتخب کیا گیا تھا۔ وہ عربی، فارسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انگریزی میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ جن کے خاندان احترام و اکرام، ذاتی وجاہت و وقار اور دینی، مسلکی اور سیاسی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع تھا اور علم و عمل کی دولت بھی اللہ نے ان کو فراوانی سے ودیعت فرمائی تھی۔

مولانا محمد اسماعیلؒ نے جو تعلیم و تدریس، تقریر و خطابت اور وسعتِ مطالعہ میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے جو اگرچہ ان سب بزرگانِ بلند مرتبت سے کم عمر تھے مگر مروجہ علوم و فنون میں اللہ نے ان کو خوب نوازا تھا۔ حدیث اور متعلقاتِ حدیث پر بالخصوص ان کی نگاہ بڑی عمیق تھی، مثلاً اقسامِ حدیث، درجاتِ حدیث، روایاتِ حدیث، رجالِ حدیث، اسنادِ حدیث وغیرہ علوم سے ان کو بے انتہا دلچسپی تھی اور اس موضوع کی (میرے خیال میں) تمام کتابیں ان کے کتب خانے میں موجود تھیں جو ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ شروحِ حدیث کے ذخیرے سے بھی ان کا کتب خانہ مزین تھا۔ اور اس سے استفادہ کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس موضوع سے متعلق ان کے اصحابِ فضل اساتذہ بھی بعض اوقات اپنے لائق اکرام شاگرد سے رجوع فرماتے تھے۔ جماعت کے علماء و فضلاء سے ان کا رابطہ رہتا تھا۔ اور ان کے بارے میں وہ بہت سی معلومات رکھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مرکزی جمعیت کی تنظیم و تشکیل میں (اکثر اعتبارات سے) زیادہ حصہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کا ہے اس کے لیے انہوں نے مختلف مقامات کے دورے کئے اور علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں۔ یہ فقیر بھی بہت سے مقامات میں ان کے ساتھ تھا۔

اخلاص و سادگی ان کے بہت بڑے ساتھی تھے جو ہمیشہ ان کے ہمرکاب رہے اور جنہوں نے زندگی کی ابتدائی منزل سے آخری منزل تک کے تمام سفرِ حیات میں ان کی رفاقت اختیار کئے رکھی، ان کی وسعتِ ظرف کا یہ عالم تھا کہ اپنا کام دوسرے کے کھاتے میں ڈال کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ جمعیت اہلِ حدیث کے سلسلے میں بھی یہی ہوا۔ انہوں نے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا اور کبھی یہ نہیں کہا کہ اس کی بناء و تاسیس میں ان کا بھی کچھ عمل دخل ہے۔ ایسے بے نفس اور فقر شیوہ و اخلاص پیشہ لوگ اب کہاں پیدا ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد لطیف سلیمی
اسلام آباد

مولانا عطاء اللہ حنیف اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت

اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے جس کا مقصدِ وحید پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایسی سفارشات حکومت کو پیش کرنا ہے جن کے نفاذ سے معاشرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی رنگ میں رنگا جائے۔ اور یہاں کے معاشرتی، قانونی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی ادارے ان سفارشات/تجاویز کو عملی جامہ پہنا کر ایسا ماحول پیدا کرنے کے لئے حالات سازگار بنائیں جس کا خواب بانیانِ پاکستان اور مسلمانانِ ہند نے حصولِ وطن کے لئے کی جانے والی جدوجہد آزادی میں دیکھا تھا۔

عصرِ حاضر کا معاشرہ تار و پود کے لحاظ سے کسی ایک یا چند عوامل سے منظم نہیں ہوتا بلکہ متعدد داخلی و خارجی عوامل سے، جن میں قومی و بین الاقوامی اثرات بھی کارفرما ہوتے ہیں، قائم ہوتا ہے تاہم ان تمام عوامل میں سب سے اہم کسی ملک کا آئین اور قانونی ڈھانچہ ہوتا ہے جس کو وہاں کی ہیئتِ حاکمہ ریاستی ذرائع اور وسائل سے بروئے کار لاتی ہے۔ اس لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی دیگر ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری رائج الوقت قوانین کی اسلامی زاویہ نظر سے جانچ پڑتال بھی ہے۔

اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض کے حامل ادارے کا تصور سب سے پہلے ۱۹۵۶ء کے آئین میں دیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر ۱۹۵۶ء کا آئین پورے طور پر نفاذ پذیر نہ ہوا تھا کہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اس کی بساط لپیٹ دی گئی۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ء کے آئین کے نفاذ کے بعد یکم اگست ۱۹۶۲ء کو اسلامی مشاورتی کونسل کے عنوان سے ایک ادارہ قائم کر دیا گیا جس کے سربراہ فیڈرل کورٹ (سپریم کورٹ) کے ایک ریٹائرڈ جج تھے۔ اس کونسل میں ملک کے بعض ماہرینِ قانون، فقہ، تعلیم اور سیاسیات شامل کئے گئے تھے۔ اس ہیئتِ ترکیبی کے ساتھ کونسل کی ہر تین سال کے بعد تشکیل ہوتی گئی۔

ماہرینِ فقہ کی نمائندگی کے لحاظ سے آئین میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ملک کے چاروں مسلمہ مکاتبِ فکر یعنی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہلِ تشیّع کے نمائندوں کو کونسل میں نمائندگی ملتی رہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے نفاذ کے بعد چیف جسٹس پاکستان جناب حمود الرحمٰن کی سربراہی میں فروری ۱۹۷۴ء میں قائم ہونے والی کونسل میں مسلکِ اہل حدیث کے نمائندہ کی حیثیت میں مولانا محمد حنیف ندوی کو کونسل کا رکن مقرر کیا گیا۔ موصوف ۱۹۸۰ء تک کونسل کے رکن رہے۔ اس کے بعد ۳۱ مئی ۱۹۸۱ء کو مسلکِ اہل حدیث کی نمائندگی کا اعزاز مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ایسی درویش منش علمی شخصیت کو حاصل ہوا۔

مولانا مرحوم سے احقر کی ملاقات گو پہلے سے تھی۔ کیونکہ احقر کو اسلامی نظریاتی کونسل سے جون ۱۹۶۸ء سے وابستہ ہونے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے علمی معاملات اور فقہی مسائل کے حل کے سلسلے میں دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جس چیز نے مجھے حضرت مولانا کے بارے میں زیادہ متاثر کیا وہ انکی علم دوستی تھی۔ کیوں کہ جس وقت بھی احقر اُن کے دولت خانے پر یا ان کے ادارہ میں حاضر ہوا تو بلا کسی تکلف، تأمل یا تاخیر کے مولانا نے باقی کام چھوڑ دیے اور احقر کی پذیرائی فرمائی۔ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں آپ کی رائے پوچھی گئی تو آپ نے بلا کسی تردد کے فوری طور پر اس مسئلے پر روشنی ڈالنی شروع کر دی۔ اگر کسی مسئلے پر کسی کتاب کا حوالہ پوچھا گیا۔ آپ نے نہ صرف وہ کتاب مہیا فرما دی بلکہ کتب خانہ سے تلاش کرنے میں بنفس نفیس مدد فرمائی۔

کتاب اہل علم کے لئے ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر علماء دوسرے کو کتاب عاریۃً دینے میں متأمل نظر آتے ہیں یا بخل کا ثبوت دیتے ہیں (الا ماشاء اللہ) خصوصاً کسی نایاب کتاب کے بارے میں ان کا رویہ انتہائی بخیلانہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کتاب مستعار لینے والے اور عاریتاً دینے والے دونوں حضرات ہی موردِ الزام ہیں۔ کیوں کہ اگر کسی صاحب نے اپنی کتاب کسی دوسرے کو برائے مطالعہ عاریتاً دے دی تو شاید ہی اس کی واپسی کی کوئی صورت نکل سکے۔ شاید اسی بناء پر بار لوگوں نے یہ مقولہ گھڑ رکھا ہے کہ کتاب کی چوری، چوری نہیں کہلاتی۔ اس صورتِ حال کے باوجود علم کے حقیقی سرپرست اور قدر دان حضرات پر ان حالات اور کیفیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور مولانا مرحوم اس زمرے کے علم کے حقیقی قدردانوں میں سے تھے جو براہِ راست یا بذریعہ کتاب ایسی فیضیابی میں بڑے فیاض واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اسلامی نظریاتی کونسل میں انشورنس کے بارے میں ۷۴ء میں ایک مقالے کی تیاری کے سلسلے میں ایک کتاب کے چند حوالوں کی تصدیق کے لئے مولانا کے ہاں جانا ہوا۔ اس وقت مولانا سے میری کوئی زیادہ شناسائی نہیں تھی۔ بندہ نے متعلقہ کتاب کا حوالہ دیکھنے کے لئے آپ سے پوچھا کہ فلاں کتاب (التراتیب الاداریہ للکتانی) سے کوئی حوالہ دیکھنا ہے یہ کتاب کہاں مل سکتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب پنجاب پبلک لائبریری، پنجاب یونیورسٹی، اسلامی نظریاتی کونسل کی لائبریری میں کہیں نہیں تھی۔ اس لیے آپ سے پوچھنے کے لئے گیا تھا۔ آپ فوراً مجھے گھر لے گئے اور کتاب میرے ہاتھ میں تھما دی اور فرمایا یہ لو کتاب اور اس میں جو جو چیزیں آپ نے دیکھنی ہیں، دیکھ کر واپس کر دیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کتاب اپنے گھر لے جاؤں، تو فرمایا، ہاں ہاں آپ لے جائیں۔ اطمینان سے مطلوبہ حوالے نوٹ کر کے واپس کر دیجئے گا۔ بندہ بہت حیران ہوا۔ چونکہ یہ کتاب بہت عرصہ تک نایاب کتابوں میں شمار ہوتی تھی۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے قیام سے بہت بعد اس کی لائبریری میں شامل ہوئی۔ اس سے پہلے یہ کتاب لاہور اور اسلام آباد کے شاید ہی کسی عالم کے پاس موجود ہو۔ ایسی نایاب کتاب کا ایک اجنبی آدمی پر اعتماد خود کتاب دینے والے کی شرافت اور علم دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس واقعہ سے مولانا نے انتہائی علم دوستی کا تأثر چھوڑا۔

اس کے بعد متعدد مواقع پر نواب صدیق حسن خان کی کتابوں کے نایاب نسخوں کے بارے میں تحقیقی زاویہ نظر سے کچھ حوالے دیکھنے کے لئے بار بار حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو جس جس کتاب کی بھی ضرورت پڑی، مولانا بلا تاخیر احقر کو اپنی شفقت سے نوازتے ہوئے کتابیں مہیا فرما دیتے۔ ایل ایل ایم شریعہ کے آخری سال کے تحقیقی مقالے "الاقضیۃ الجنائیۃ فی عصر النبی والخلفاء الراشدین"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تیاری کے سلسلے میں معلوم ہوا کہ ابو الفرج المالکی غرناطی کی کتاب "اقضیۃ الرسول" کے علاوہ نواب مرحوم کی ایک کتاب "بلوغ السؤل فی اقضیۃ الرسول" کے عنوان سے اسی موضوع پر موجود ہے۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دار الدعوۃ السلفیۃ کے مکتبہ میں ہے جو حضرت مولانا کی ذاتی کتابوں سے قائم کیا گیا تھا۔ مولانا نے بلا کسی حیل وحجت وہ کتاب نکال کر حوالے کر دی یہ خیال نہ کیا کہ اسلام آباد کے رہنے والے شخص سے یہ کتاب واپس نہ ہونے کی صورت میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے یا کسی اور طرح سے ایسی نایاب کتاب گم بھی ہو سکتی ہے۔

مال و دولت انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت مؤثر علاج بھی اسلام میں ہی ملتا ہے۔ چنانچہ جہاں اسلام نے مال و دولت کو انسان کے لئے بھلائی اور نعمت قرار دیا ہے وہاں حکیم انسانیت نے اپنی ذاتی مثال اور تربیتِ روحانی سے اپنے پیروکاروں کی نظر میں اس کو پرکاہ بنا دیا۔ دولت اور مالی منفعت کو اللہ کی خوشنودی، اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے موقوف رکھنے کے اس رجحان نے ہر دور کے مسلمانوں میں لکھ لٹ فقیر اور درویش پیدا کئے۔

مولانا کا شمار ایسی ہی درویش منش ہستیوں میں ہوتا ہے اور راقم کے تجربہ کے مطابق آپ نے کبھی بھی ناجائز کوڑی تک اپنے رزق میں شامل نہیں ہونے دی اور مالی لین دین اور معاملات میں انتہا درجے کے محتاط واقع ہوئے ہیں۔ اس رائے کو کسی صاحب کی تحقیر یا تنقیص پر محمول نہ کیا جائے۔ تاہم یہ ایک حقیقت اور تعجب خیز بات ہے کہ جہاں تک حضرت مولانا کے کونسل سے مالی معاملات کا تعلق ہے۔ آپ ناواجب خرچ یا کمائی سے انتہائی حد تک محتاط رویے کے حامل واقع ہوئے تھے۔ کونسل کی تیئس سالہ ملازمت میں اس ناچیز کو بلند پایہ علمائے کرام، دانشوران اور پیرانِ طریقت سے واسطہ پڑا ہے۔ ان میں بھی یقیناً بہت قابلِ احترام حضرات ہوئے ہیں۔ تاہم حضرت مولانا اس سلسلے میں ممتاز رویہ کے حامل پائے گئے۔

یہ ایک ریکارڈ کی بات ہے کہ اگر آپ نے اپنے گھر اسٹیشن محل روڈ سے (بس اڈے کا سفر تانگے پر کیا تو آپ نے تانگے کی سواری کا خرچہ لیا۔ اگر آپ نے لاہور سے راولپنڈی تک کا سفر بس میں کیا۔ تو آپ نے بس کا کرایہ ہی لیا۔ نہ آپ کبھی اس احساس کا شکار ہوئے کہ بحیثیت رکن کونسل ان کو وفاقی سیکرٹری کے مساوی سفر خرچ و سہولتیں حاصل ہیں اس لئے خواہی نخواہی وہی خرچہ لینا چاہیئے۔ نہ آپ نے کبھی اس کا خیال کیا کہ دفتر کونسل آپ کو لازمی طور پر سواری مہیا کرے۔ چنانچہ ایک بار "موجودہ نظام عدل کی اصلاح کے لئے کونسل کی قائم کردہ ذیلی کمیٹی" کا مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۸۳ء کو لاہور میں شیخ غیاث محمد کے گھر اجلاس ہونا تھا۔ آپ کے فالج زدہ ہونے کی بنا پر ممبران کمیٹی نے آغازِ اجلاس سے پہلے آپ کے ہاں حاضری دی۔ اس کے بعد کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے سرکاری گاڑی کی سہولت مہیا کرنے کے باوجود آپ نے باصرار اپنے ذرائع سے مقام اجلاس تک آنے جانے کا اہتمام کیا۔ ان واقعات سے قرونِ اولیٰ کے ان بزرگانِ دین کے اسوہ و اخلاق کی یاد تازہ ہو گئی جنہوں نے تحصیلِ علم یا تبلیغ دین کے لئے سفر و حضر، صحت و بیماری اور کسی دیگر رکاوٹ کو کبھی اپنے ذوق و جذبہ کے لئے رکاوٹ نہ بننے دیا۔ اس کے بعد مولانا کی صحت ٹھیک نہ تھی۔ اسلامی نظامِ حکومت کے سلسلے میں کونسل کی رپورٹ کی تیاری کے مراحل میں شدید تکلیف کے باوجود مولانا اسلام آباد تشریف لائے۔ آپ نے اپنی خرابیٔ صحت کے باوجود کونسل کی کارروائی میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ کسی موقع پر نقاہت، ضعف یا تکلیف نے آپ کو اس کا شکار نہ ہونے دیا کہ دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت کی آراء کے ساتھ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں۔ چنانچہ جن جن معاملات پر آپ کو اختلاف تھا، آپ نے باقاعدہ ان پر اختلافی رائے دی۔ ایسی حالت میں اس قدر مستعدی کا ثبوت مولانا کی دین سے وابستگی اور فنا فی الاسلام ہونے کی منہ بولتی شہادت ہے۔

حضرت مولانا بلند پایہ عالم دین، درویش منش فقیہ ایک پکے اور کھرے مسلمان تھے۔ مسلک اہل حدیث یا سلفی ہونے کے باوجود احقر نے آپ میں اپنے مسلک کے حق میں کبھی عصبیت محسوس نہ کی۔

آج کل قحط الرجال کی وجہ سے معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی اپنے علم و تقوے کی دھاک بٹھانے کے لئے جُبّہ اور دستار وضع قطع کا سہارا لینے کے ساتھ ساتھ اپنے دو ایک حواری یا بستہ بردار خادم رکھنا اپنے لئے فخر تصوّر کرتے ہیں جب کہ مولانا اپنے تمام تر تبحّر علمی، تقوے، دیانت اور شرافت کے ساتھ ساتھ ایسی جھوٹی اور نمائشی کرّ و فر کے قریب بھی نہ پھٹکتے تھے۔ معمولی سے کُرتے اور دھوتی کے ساتھ چپّل استعمال کرتے۔ کندھے پر ایک رومال اور کپڑے کی ٹوپی آپ کا ممتاز شعار تھا۔ ایک اجنبی آدمی پر آپ کی وضع قطع دیکھ کر آپ کی علمیت کی دھاک بیٹھتی تھی، نہ دیکھنے والا اس سے مرعوب ہوتا تھا کہ اس کے سامنے ایک ایسی شخصیت آرہی ہے جو کئی بلند پایہ کتابوں کے مُصنّف ہی نہیں، صحاح ستّہ میں سے بعض کتب حدیث کے شارح اور ان پر تعلیق کرنے والے محدّث ہیں۔ مولانا کی یہ سادگی غالباً ایک فرمانِ رسولؐ کے پیش نظر تھی کہ "جس شخص نے شہرت کا لباس پہنا، اللہ تعالےٰ اس کو روزِ قیامت ذلّت کا لباس پہنائے گا"۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ موصوف روایتی علمائے دین کا لباس پہن کر شہرت اور علمیّت کی دھاک بٹھانے سے بالکل محترز رہے۔

علمی اور فقہی معاملات میں دقتِ نظر کا یہ عالم تھا کہ اسلامی نظامِ حکومت کے بارے میں اُمیدوار رکنیتِ مجلس شوریٰ کی اہمیت کے سلسلے میں کونسل نے یہ شرط لگائی کہ ایسا شخص فسق میں مشہور نہ ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ جملہ مبہم اور مجمل ہے اس میں اس بات کا ذکر ہونا چاہیئے کہ خصوصاً تارکِ صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ اور حج نہ ہو۔

پاکستان میں دینی حلقوں کی طرف سے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اسلامی نظام قائم کیا جائے یعنی سرکاری طور پر ایسے قوانین، قواعد وضوابط اور اقدامات نافذ العمل ہوں کہ معاشرہ مجبور ہو جائے کہ منکرات اور برائیاں مٹ جائیں یا کم ہو جائیں اس پر مولانا سے کئی بار گفتگو ہوئی۔ آپ کا فرمانا تھا کہ اصلاحِ معاشرہ کا کام انقلابِ رسالت کے انداز میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ویسا معاشرہ تو کسی صورت معرضِ وجود میں نہیں آسکتا جیسا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ اور خلفائے راشدین کے دَور میں سامنے آیا تھا کیونکہ وہ تو آنجناب کا معجزہ تھا۔ اب نہ تو ویسا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے نہ ویسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہاں اُمّتِ مسلمہ میں اہلِ خیر کے پاکٹس POCKETS یا گروہ ہو سکتے ہیں جو اپنے طور پر اُسوۂ رسالت کے مختلف پہلوؤں کے نمونہ ہوں لیکن بحیثیتِ مجموعی معاشرہ کے خدّوخال ڈھانچہ اور تار و پود کا وہ انداز جو عہدِ نبوی میں متمیز ہوا وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تاہم آپ کا خیال تھا کہ اُسوۂ رسالتؐ کے مطابق اگر اربابِ حل و عقد عملی نمونہ پیش کریں۔ معاشرتی اقدار اور نظامِ تعلیم و تربیت میں اخلاقیات روحانی تزکیہ پر توجّہ دی جائے تو انقلاب قانونی کی بجائے روحانی برپا ہو سکتا ہے۔ قانونی ضابطوں سے انقلاب برپا نہیں ہوتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قانونی حربوں اور جبر و تسلّط سے اصلاح نہیں کی بلکہ محبّت و شفقت، ترغیب، تلقین، تعلیم اور تزکیہ اور تربیت سے کی۔ اگرچہ کونسل کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی وابستگی کا عرصہ بہت محدود رہا۔ اور اس میں بھی زیادہ عرصہ آپ علیل رہے تاہم ان کی رکنیت کے دوران جب صحت نے اجازت دی اور آپ کونسل کی میٹنگوں میں شریک ہو سکے اس میں آپ نے بھرپور معاونت فرمائی جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ مورخہ ۳ اور ۴ ستمبر ۱۹۸۳ء کو نظام عدل کے بارے میں ذیلی کمیٹی کے لاہور کے اجلاس میں باوجود خرابی طبع کے آپ نے شرکت فرمائی اور میٹنگ میں زیر غور موضوعات " اسلامی نظام قضا میں وکلاء اور ججوں کا مقام اور کردار " موجودہ عدالتی نظام کی اسلامی نظام قضاء سے تطبیق " خصوصاً اسلامی نظام عدل کا منشاء اور صلح کی اہمیت ۔ اسلامی معاشرے میں باہمی رواداری اور برداشت کے جذبات کا فروغ ۔ کورٹ فیس و اخراجات مقدمہ ، قانونی تعلیم اور نصاب ، حکام عدالت کی تربیت ، عدالتی اور انتظامی اختیارات کی علیحدگی عدالتوں میں مفتیان کا تقرر۔ عدالتی افسران جلیس کے مشاہرے اور مراعات محکمہ احتساب کے اختیارات اور وسعت ۔ پیشہ وکالت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں آپ نے کمیٹی کو اپنی وقیع اور عالمانہ آراء سے بھرپور فائدہ پہنچایا۔

ایک اور بات جو آپ کو دیگر اہل علم سے ممتاز اور ممیز کرتی ہے یہ ہے کہ آپ کسی معاملے میں صاحب رائے ہونے کے باوجود اظہار رائے کے بعد اپنی رائے منوانے کے لئے بحث و مباحثہ یا زور نہیں دیتے تھے۔

جس طرح بہت سی دیگر باتوں میں حضرت مولانا دوسرے علمائے کرام سے متمیز روش کے حامل تھے اسی طرح آپ نے کونسل کی رکنیت کے بارے میں بھی ممتاز رویہ اختیار کیا۔ اگرچہ ایسی مثالیں شاذ نہیں بلکہ عام رہی ہیں کہ کوئی معزز رکن خرابی صحت کے باوجود کونسل کی رکنیت سے چمٹے رہے خواہ وہ مہینوں تک کونسل کے کام اور اجلاسوں میں شریک نہ ہو سکے ۔ مولانا خرابی صحت کے باوجود اگر کونسل کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لینے کے قابل رہے تو آپ نے رکنیت باقی رکھی لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ آپ کی صحت ، سرگرمی سے کونسل کے کام میں حصہ لینے میں حائل ہے تو آپ نے بلا حیل و حجت کونسل کی رکنیت ایسے اعزاز سے چمٹے رہنے کی بجائے استعفیٰ دے کر کسی دوسرے صاحب علم کے لئے جگہ خالی کر دی۔ ایسی بے نفسی کی مثال کونسل کی اٹھائیس سالہ تاریخ میں مولانا اور جناب جسٹس ریٹائرڈ قادر بخش اعوان کے علاوہ تیسری کوئی نہیں ملتی ۔ اس طرح آپ نے کونسل کی رکنیت کے محدود عرصے کے دوران جہاں بہت سی وقیع علمی خدمات انجام دیں وہاں کونسل میں اعلیٰ اقدار اور کردار و عمل کے امتیازی رویے کے انمٹ نقوش چھوڑے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَبْرَہٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عصمت اللہ قلعوی
لاہور

مولانا کا اسلوبِ نگارش

مولانا کے اسلوب کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے ان اہداف و مقاصد کا جاننا ضروری ہے جن کے حصول و تکمیل کے لئے مولانا عمر بھر کوشاں رہے۔ مولانا کے اہداف و مقاصد کیا تھے؟ خود مولانا کی زبانی سُنیئے:

"اس جذبے کے تحت "رحیق" کا اجراء عمل میں آ رہا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کی عموماً اور مسلک اہل حدیث کی خصوصاً تبلیغ و اشاعت ہے۔ اسلاف اور سلف اُمّت کے مسلک پر حملوں کی علمی اور سنجیدہ طریقے سے مدافعت ہے۔ نیز سلف کے تأثر کو ـــــ متقدمین ہوں یا متأخرین ـــــ زندہ کرنا ہی اس کے اہم مقاصد سے ہے۔" [1]

دوسری طرف مولانا جس جماعت کے ساتھ منسلک رہے اس پر عائد گرانبار ذمّہ داریوں کا بھی واضح شعور حاصل تھا۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

"ہمارے دور کی کش مکش سنّت و بدعت حضرت امام احمدؒ کے دور سے اصولاً مماثل ہے۔ اہل حدیث نے اس وقت اس کا علاج سُنّت کی علمی و عملی ترویج و اشاعت سے کیا تھا آج بھی وہی صورتِ حال ہے لہٰذا علاج بھی وہی کارگر ہوگا۔ ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی سب سے زیادہ ذمّہ داری جماعت اہل حدیث پر عائد ہوتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنے شاندار ماضی کی قابلِ فخر روایات کو پورے عزم و ہمت سے تازہ رکھے گی۔" [2]

مولانا قافلۂ علم اور کاروانِ علمائے اہلحدیث کے سرخیل تھے۔ لہٰذا یہ ذمّہ داری کسی اور سے زیادہ خود ان پر عائد ہوتی تھی اور پھر اپنی تگ و تاز کے لئے انہوں نے جس میدان کا انتخاب کیا وہ ایسا نہ تھا جس میں بلبل کے نالوں، چمن کی بہاروں، گل کی

---

[1] رحیق، جلد ۱ شمارہ ۱ صفحہ ۴۔

[2] رحیق، جلد ۳، شمارہ ۱-۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگینیوں اور شمع و پروانہ کی جان سوزیوں کے تذکرہ کی گنجائش نکل پاتی بلکہ اس کے برعکس دینی مسلکی اور جماعتی ترویج و اشاعت کے کام کا محدود دائرہ تھا جس کے حصار کے اندر بند رہ کر انہیں کام کرنا تھا۔ جو سنجیدہ مگر پُروقار لب ولہجہ کا متقاضی تھا اور اس کا احساس مولانا کو روز اول ہی سے تھا۔

اس سلسلے میں مولانا نے جہاں سنت کی تشریحات کا فریضہ سرانجام دیا، وہاں فرق باطلہ پر تنقید کا فرض بھی ادا کیا۔ یہ دونوں فرائض اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہونے کے باوجود انداز اظہار میں گیرائی و گہرائی کے متقاضی تھے۔ یہاں نہ تو لفاظی کی گنجائش نکل سکتی تھی نہ عبارت آرائیوں کی۔ علمی اور ٹھوس حقائق کی تبیین و تشریح کے لئے ٹھوس علمی زبان کی ضرورت تھی۔ اگر اس رُخ سے مولانا کی نگارشات کا جائزہ لیا جائے تو مولانا یہ ٹھوس علمی زبان لکھنے پر قادر نظر آتے ہیں۔

علمی و تحقیقی مسائل میں ”مولانا عطاء اللہ حنیفؒ“ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے ہمیشہ مداح رہے ہیں۔ ان ہستیوں کی مدح و ستائش یقیناً ان کی نگارشات کے تأثر کا لازمی نتیجہ تھا۔ مولانا خود بھی صاحب تصنیف و تالیف رہے ہیں۔ ان بزرگوں کا رنگ مولانا پر کس قدر غالب تھا اس کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ان بزرگوں کی تصنیفات اور خود مولانا کی تصنیفات و تعلیقات پڑھی ہیں لیکن جہاں تک سیاسی نظریات اور اُردو ادبیات کا تعلق ہے یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ مولانا کا آئیڈیل ہر لحاظ سے مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت تھی جنہوں نے مولانا آزاد کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مولانا آزاد کی تحریر پُرشکوہ الفاظ کا ایک کارواں ہوتی جو دل و دماغ میں جذبات کا طوفان اٹھاتی چلی جاتی ہے لیکن اس کے برعکس مولانا حنیفؒ کی تحریر میں سادگی اور پرکاری کی جلوہ فرمائیاں ہیں اور یہ اس بات کا مُنہ بولتا ثبوت ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کو اپنا آئیڈیل سمجھنے کے باوجود ان کی نقالی کی راہ نہیں اپنائی۔ بلکہ اپنے لئے اپنی شاہراہ خود تعمیر کی ہے۔

انسانی زندگی میں خوشی اور غم دو مواقع ایسے آتے ہیں کہ انسان کے اندر تلخ یا شیریں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب انسان قلق اور کرب میں مبتلا ہو تو ایسے مواقع پر اکثر قلم بہک جاتا ہے۔ زبان بسا اوقات بے قابو ہو جاتی ہے۔ لب ولہجہ ناگوار اور الفاظ غیر محتاط ہو جاتے ہیں۔ تحریر اپنی رعنائی اور دل کشی کھو دیتی ہے۔ مولانا بھی ایسی کیفیت سے اس وقت دوچار ہوئے جب ”رحیق“ پونے تین سال تک منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہونے کے بعد مالی مجبوریوں کی بناء پر بند ہو رہا تھا۔ ذرا مولانا کے اندرونی کرب کا تصور کیجئے کہ جس بوٹے کو خونِ جگر دے دے کے پالا تھا وہ مرجھا رہا ہو اور جس چیز کے ساتھ ان کی جذباتی اور قلبی وابستگی تھی ہاتھ سے جا رہی ہو تو ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ وہ اپنے اس قلق اور اندرونی کرب کا ”گفتہ آید و حدیث دیگراں“ کے پیرائے میں بایں الفاظ کرتے ہیں۔

” ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ کے پرچے کے بعد جو تیسری جلد کا آخری شمارہ ہوگا، غالب گمان یہ ہے کہ ”رحیق“ شائع نہ ہو سکے گا۔ جن احباب کرام نے اب تک رحیق کے ساتھ مخلصانہ تعاون فرمایا ہے ادارہ ان کا بے حد ممنون ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ”رحیق“ کے بند ہونے کا خصوصی احباب کے علاوہ بھی بہت سے حضرات کو قلق تو ضرور ہوگا لیکن یقین مانئے کہ ہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی دل پر پتھر رکھ کر ایسا اقدام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بھلا بتائیے انسان اپنے کئے ہوئے کام کو اپنے ہی ہاتھوں کب ختم کرنا پسند کرتا ہے مگر اس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔ ماشاء اللہ کان ولم یشاء لم یکن وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔"

"رحیق" کے آخری شمارے میں رحیق کی بندش پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولانا رقمطراز ہیں۔

"مئی ۱۹۵۹ء کے "رحیق" میں جو ایک افسوسناک اطلاع شائع کی گئی تھی جماعت اہل حدیث نے عام طور پر اسے بہت محسوس کیا ہے۔ بہت سے اہل علم نے ملاقات پر اور خطوط کے ذریعے، جرائد و مجلات نے اپنے شذرات میں "رحیق" کی بقا کو ایک ضرورت اور اس کی بندش کو جماعت کا علمی نقصان قرار دیا ہے۔ بہت سے احباب نے وعدوں کی حد تک علمی تعاون کی پیشکش فرمائی۔ جماعت سے باہر کے حلقوں نے اس علمی و تبلیغی مجلہ کے بند ہو جانے کی خبر پر افسوس اور تعجب کا اظہار کیا ——— اس طرح "رحیق" کو جو خراجِ تحسین ادا کیا گیا ہے اس کے لئے ہم ان سب حضرات کے ممنون ہیں لیکن ان باتوں کے باوجود عملی طور پر ایسی صورت نہ پیدا ہو سکی جو ہمیں اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ کر سکے۔ اس لئے بڑی دلی کوفت کے ساتھ آج سے وہ افسوسناک اطلاع عملی صورت اختیار کر رہی ہے ؎

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے گر خدا لایا !!

مندرجہ بالا اقتباس سے ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا کا اندرونی کرب ان کی تحریر کے اندر سے جھانک رہا ہے لیکن اس کے باوجود لہجے میں تلخی ہے نہ ناگواری۔ اپنے دکھ کا اظہار ہے مگر پیرایہ سادہ اور آسان ہے۔ یہی سادگی مولانا کی تحریر کا نمایاں وصف رہی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیر اختر
لوہسر شرفو۔ واہ کینٹ

ماہنامہ "رحیق" لاہور

ایک تعارف

قیام پاکستان کے فوراً بعد جن مسائل نے وطن عزیز کے اہل علم و نظر کی توجہ حاصل کی، ان میں اسلامی ریاست کا تصور اس لیے سب سے نمایاں تھا کہ جدوجہد آزادی کے دوران میں پاکستان کی خالق جماعت ـــــ آل انڈیا مسلم لیگ ـــــ نے پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ مسلمانان برصغیر کی جداگانہ شناخت اور اس کی بنیاد پر جداگانہ وطن کے حصول کی ساری جدوجہد اسلامی روایات کے تحفظ ہی کے لیے۔ تاہم قیام پاکستان کے فوراً بعد "پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کے اجمال کو جب تفصیل کی شکل دی گئی تو واضح ہوا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سابق رہنماؤں (اور پاکستان کے نئے حکمرانوں) اور علمائے کرام کے دینی تصورات میں خاصا فرق ہے۔ حکمران طبقوں کے نزدیک پاکستان کو ایک ایسی جدید اسلامی ریاست کی شکل دینا مقصود تھا جو مغربی افکار و اقدار سے کسی طرح متصادم بلکہ مختلف بھی نہ ہو، جبکہ علمائے کرام کے نزدیک اسلامی ریاست کی شکل سینکڑوں برس پہلے طے ہو چکی تھی اور اس کا محض احیاء پیش نظر تھا۔

حکمران طبقوں کا نقطۂ نظر، ان کے بیانات اور تقاریر سے سامنے آیا، تاہم اسے مربوط شکل میں جن سرکاری اور نیم سرکاری اداروں نے پیش کیا، ان میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور اور جناب غلام احمد پرویز (م ۱۹۸۵ء) کا ادارہ طلوعِ اسلام کراچی (بعدازاں لاہور) نمایاں تھے۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کے علمی رفقاء اور جناب پرویز تفصیلات میں تو ایک دوسرے سے سو فیصد اتفاق نہ رکھتے تھے، تاہم قانون سازی کے مآخذ میں حدیث و سُنّت کو بنیادی مقام نہ دینے میں ایک دوسرے کے قریب تھے۔ نیز دونوں ادارے حدیث کو مختلف درجوں میں نظرانداز کرتے ہوئے اجتہاد کے داعی تھے۔ حکومتی سوچ کے برعکس علمائے کرام قرآن و سُنّت کے "شریعت" ہونے پر واضح نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں حدیث کی تشریعی و آئینی حیثیت پر بہت تفصیل سے مباحثہ ہوا۔ جدیدیت پسندوں اور علمائے کرام کے نکتہ ہائے نظر کھل کر سامنے آ گئے۔ اس مباحثے میں یوں تو سب ہی دینی مجلات نے حصّہ لیا تھا، تاہم ایک خاصا نمایاں مجلّہ لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ "رحیق" تھا۔

ماہنامہ "رحیق"، المکتبۃ السلفیہ لاہور کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی نے "علمی و تبلیغی ماہنامہ" کے طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جاری کیا تھا۔ اس کے اوّلین "اداریے" میں اہل حدیث بزرگوں کی علمی و تبلیغی اور صحافتی کاوشوں کا تذکرہ کرنے کے بعد نئے ماہنامے کے مقاصد پر بایں الفاظ روشنی ڈالی گئی ۔

"اس داستان سرائی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اخلاف اپنا موقف سمجھ سکیں اور ذمہ داریوں کا احساس تازہ رکھیں۔ فتنے اب بھی اسی قسم کے ہیں، بلکہ ترقی پر ہیں۔ فضا بدلی ہوئی اور حالات دگرگوں ہیں۔ پس یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہمیں کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا فرض سرانجام دینا اور اس راہ کے ہر کانٹے کو راستے سے دُور کرنا ہے۔ پاکستان میں اسلامی نفاذ کے جس ارادے کا اعلان ہوا ہے اس میں بھی ہمیں اپنا حصّہ ادا کرنا ہے۔ الحمدللہ ہماری جماعت میں عام طور پر ان سب باتوں کا احساس موجود ہے اور مقام مسرت ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث، مغربی پاکستان کی صُورت میں ایک مضبوط تنظیم بھی ہمارے ہاں قائم ہے اور اس کی پُشت پر اس کا اپنا ترجمان اخبار" الاعتصام" بھی ہے۔ اس صُورتِ حال سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد و اعمال میں مسلکِ حدیث کو زندہ رکھیں۔ اللہ کے بندوں تک اس کو پہنچانا اپنا مطمح نظر قرار دیں۔ اپنی اخلاقی قدروں کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھالیں۔

اسلاف کی طرح ہماری عملی زندگی سے بھی پتہ چلنا چاہیئے کہ ہم اہل حدیث ہیں ۔

اگر ہم من حیث الجماعت زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنی تنظیم کے خاکے میں یہی رنگ بھرنا ہوگا ورنہ اس کے خاطرخواہ نتائج سے ہم محروم رہیں گے ۔ واللہ الموفق ۔

اسی جذبے کے تحت " رحیق" کا اجراء عمل میں آرہا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کی عموماً اور مسلک اہل حدیث کی خصوصاً تبلیغ و اشاعت ہے۔ اسلام اور سلفِ اُمّت کے مسلک پر حملوں کی علمی اور سنجیدہ طریقوں سے مدافعت ہے۔ نیز سلف کے تاثر کو ــــ متقدمین ہوں یا متاخرین ــــ زندہ کرنا ہی اس کے اہم مقاصد سے ہے۔"

◎

دینی صحافتی حلقوں میں ماہنامہ " رحیق" کا خیر مقدم کیا گیا۔ مثال کے طور پر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ترجمان "ثقافت" کا تبصرہ دیکھیے۔

"پاکستان میں خالص علمی، تحقیقی اور سنجیدہ قسم کے صحائف اور مجلات کی بہت کمی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایسے رسالوں کی مانگ کم ہے۔ ان کا حلقۂ اشاعت علمی رسائل کی طرح وسیع نہیں ہوسکتا، لیکن اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ملت کی ذہنی اور فکری تعمیر اور تربیت میں جتنا حصہ یہ محدود حلقۂ اشاعت رکھنے والے رسالے لیتے ہیں وہ کثیر الاشاعت رسالے نہیں لے سکتے ہیں جن کا واحد مقصد تخریب ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف نے " رحیق" نکال کر علم و ادب کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ " رحیق" کے اب تک صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند نمبر نکلے ہیں، لیکن بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جو اونچا معیار قائم کر دیا ہے۔ اس کی بناء پر تو یہ توقع بے جا نہیں کہ بہت جلد اس کا شمار ہندوستان اور پاکستان کے بہترین رسائل میں ہونے لگے گا۔"

"رحیق" علمی و فکری سطح پر اپنی بھرپور پذیرائی اور اہلِ قلم کی تعریف و تحسین کے باوجود مالی طور پر مستحکم نہ ہو سکا! اجراء کے چھ ماہ بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی (م ۱۹۶۳ء) نے اپنے "ارشاداتِ عالیہ" میں فرمایا۔

"مولانا عطاء اللہ صاحب ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں کہ وہ ان نامساعد حالات کے باوجود علوم کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت اور اس دورِ بدعت و الحاد میں احیائے دین اور اماتتِ جاہلیت کے لیے کمربستہ ہو گئے اور اس مقصدِ عزیز کے لیے ماہنامہ "رحیق" کا اجراء کر چکے ہیں۔ تمام رفقاء احباب مخلصین اور دردمندانِ اسلام سے استدعا کرتا ہوں کہ مولانا عطاء اللہ صاحب کا ہاتھ بٹائیں اور اس نیک کام میں ان کی اعانت کریں۔ اہلِ علم حضرات اپنے علم و فضل کے ذریعے اہلِ خیر اور مشتاقانِ علومِ نبویہ ماہنامہ "رحیق" کا حلقہ اشاعت وسیع کرنے میں سعی بلیغ فرمائیں۔ راہ کی دوری اور سفر کی صعوبتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہمارے بزرگوں کا مقولہ ہے:

ما بندگانِ عبودیت شعاریم
با فتح و شکست کار نداریم"

اس اپیل کے باوجود معاملات سدھر نہ سکے اور ایک سال کے بعد جناب مدیر کو "عرض حال" بایں الفاظ کرنا پڑی کہ:

"یہ بات سب کو معلوم ہے کہ "رحیق" جیسے علمی و تحقیقی اور سنجیدہ پرچے کا چلنا خاص تعاون اور سخت محنت کے بغیر مشکل ہے۔ لہٰذا بطور اظہارِ حال عرض ہے کہ "رحیق" شدید مالی بحران سے دوچار ہے۔ موجودہ حالات رہے تو اس کا جاری رہنا مشکل ہے۔"

مخلص احباب اور معاونین سے ایک بار پھر اپیل کی گئی کہ وہ اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں اور تعاونِ خاص سے نوازیں مگر اس اپیل کا کوئی فوری نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جولائی ۱۹۵۸ء میں بتایا گیا کہ "حالت سخت ناگفتہ بہ ہو گئی ہے۔ "رحیق" سینکڑوں روپے سالانہ قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہی لیل و نہار رہے تو معلوم نہیں کب دم توڑ دے۔" اس ناگفتہ بہ حالت پر چند احباب "رحیق" نے توجہ دی، مگر "رحیق" کی مالی حالت میں کوئی بہتری نہ ہو سکی، اور خراب سے خراب تر ہی ہوتی چلی گئی۔ فروری اور مارچ ۱۹۵۹ء میں یکے بعد دیگرے اپیلیں شائع کی گئیں۔ آخر مئی ۱۹۵۹ء میں یہ "ایک افسوسناک اطلاع" قارئین "رحیق" کے گوش گزار کر دی گئی کہ "پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اس (رحیق) کا جاری رکھنا ناممکن ہو رہا ہے۔" آخر جون جولائی ۱۹۵۹ء کے مشترکہ شمارے میں اعلان کر دیا گیا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مئی ۱۹۵۹ء کے "رحیق" میں جو ایک افسوس ناک اطلاع شائع کی گئی تھی۔ جماعت اہلِ حدیث نے عام طور پر اس کو بہت محسوس کیا ہے۔ بہت سے اہلِ علم نے ملاقات پر اور خطوط کے ذریعے، جرائد و مجلات نے اپنے شذرات میں "رحیق" کی بقاء کو ایک بڑی ضرورت اور اس کی بندش کو جماعت کا علمی نقصان قرار دیا۔ بہت سے احباب نے وعدوں کی حد تک عملی تعاون کی پیش کش فرمائی۔ جماعت سے باہر کے علمی حلقوں نے اس علمی و تبلیغی مجلہ کے بند ہو جانے کی خبر پر افسوس اور تعجب کا اظہار کیا۔ اور اس طرح "رحیق" کو جو خراجِ تحسین ادا کیا گیا ہے، اس کے لیے ہم ان سب حضرات کے ممنون ہیں، لیکن ان باتوں کے باوجود عملی طور پر ایسی صورت پیدا نہ ہو سکی جو ہمیں اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ کر سکے۔ اس لیے بڑی دلی کوفت کے ساتھ آج سے یہ افسوس ناک اطلاع عملی صورت اختیار کر رہی ہے۔"

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے گر خدا لایا

لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔

◎

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اہلِ حدیث نقطۂ نظر کے داعی تھے اور "رحیق" کے مندرجات پر اس کی بھرپور چھاپ تھی۔ حدیث کے مقام و حجیت کے حوالے سے ان کے ہاں درایتی تنقید کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ حتیٰ کہ وہ بزرگ، جو اہلِ حدیث فکر و خیال کے داعی سمجھے جاتے تھے، وہ بھی ان کی تنقید سے نہ بچ سکے۔ پروفیسر عبدالقیوم (م ۱۹۸۹ء) مرکزی جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان کے پہلے سیکرٹری جنرل تھے اور اہلِ حدیث حلقے میں ان کا خاصا احترام تھا۔ انھوں نے "اسلامیات" کی درسی ضروریات کے لیے ایک کتاب "فہمِ اسلام" (لاہور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۵۷ء) مرتب کی۔ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا کہ "اس کی معلومات قیمتی اور جوہری ہیں۔ گویا کوزے میں دریا ہے۔ جو لکھا ہے اپنے انداز کے مطابق تحقیق سے لکھا ہے...... اُردو میں شاید یہ معلومات کسی ایک جگہ نہ مل سکیں...... علمی مسائل کے لیے پیرایہ بیان دل نشین اختیار کیا گیا ہے۔" اس روشن پہلو کے ساتھ اس جانب بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ:

"حدیث کی بحث میں سُنت کی تعریف میں اُلجھاؤ سا محسوس ہوا۔ اہلِ سُنت کے نزدیک حدیث و سُنت ایک ہی شے کی دو تعبیریں ہیں، جیسا کہ مؤلف خود بھی تسلیم کرتے ہیں (ص ۸۵) اسی طرح درایت (ص ۵۲) کے متعلق جو لکھا گیا ہے، وہ محدثین کا مسلک نہیں۔ حدیث کی پرکھ کے جو معیار عام شہرت کی بنا پر لکھے گئے ہیں، وہ موضوع حدیث کو پرکھنے کے ہیں، ہر حدیث کے لیے نہیں۔ ثابت شدہ حدیثوں پر یہ لاگو نہیں ہوتے۔"

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے، جسے مولانا عطاء اللہ حنیفؒ "منکرِ حدیث" ادارہ سمجھتے تھے، مولانا محمد حنیف ندویؒ کی تالیف "مسئلہ اجتہاد" شائع کی (۱۹۵۲ء) تو حافظ مجیب اللہ ندوی نے بھرپور ناقدانہ تبصرہ لکھا جو ماہنامہ "معارف"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اعظم گڑھ) میں بالاقساط چھپنا شروع ہوا۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے اسے "رحیق" میں نقل کیا۔

کچھ عرصے کے بعد مولانا محمد حنیف ندویؒ کا ایک مضمون بہ سلسلہ "ضرورتِ اجتہاد" روزنامہ "امروز" (لاہور) میں چھپا۔ "رحیق" نے اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا۔

> "ادارہ "ثقافت" نے "مسئلہ اجتہاد" پر مستقل کتاب بھی شائع کی ہے جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ "تبدیلی" احوال کی بناء پر "اجتہاد جدید" کی درانتی سے قرآن و حدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جا سکتا ہے۔ اب "مسئلہ اجتہاد" کے مصنف اور ادارہ ثقافت کے اہم رکن مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے دائرہ اجتہاد کی وسعتوں پر مشہور کمیونسٹ اخبار "امروز" کے دہ سالہ نمبر مجریہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۸ء میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کی پیچ در پیچ عبارت میں بمصداق لیاً بالسنتھم فرمایا یہ گیا ہے کہ "مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلقہ قرآن و حدیث کے صریحی احکام تک کو آج کے ارتقائی دور میں تبدیل کر دینے کی ضرورت ہے۔" پھر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ ایسا کرنا ہوگا: ورنہ زمانہ کا مفتی، علمائے کرام کے فتویٰ کا انتظار نہیں کرے گا۔ نئی تبدیلیاں، نئی فقہ اور نئے قانون کی تدوین بہر حال کر کے رہیں گی۔"

اس "نقد" کے ساتھ یہ بھی واضح کرنا ضروری خیال کیا گیا:

> "مضمون نگار جمعیت اہل حدیث (مغربی پاکستان) کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں، لیکن ان کا یہ نظریہ اہل حدیث کے مسلک سے صریحاً متصادم ہے۔ مسلک اہل حدیث کی تو بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ نصوص کتاب و سنت کے مقابلے میں کسی بھی مجتہد و امام کا اجتہاد و قول قابل تسلیم نہیں۔ پھر بے چارے یہ متجددین کس شمار و قطار میں ہیں۔ ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مصالح وقتیہ پر نصوص صریحہ کو قربان کر کے اسلام میں ترمیم کریں۔"

"رحیق" نے ایک طرف حدیث کی حجیت کے حوالے سے اٹھائے گئے اعتراضات کے جواب دیئے اور دوسری طرف ادارہ طلوعِ اسلام اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی مطبوعات پر شدید تنقید کر کے ان کی کمزوریاں واضح کیں۔ دفاع حدیث میں مدیر "رحیق" "صحیحین" کی احادیث کے بارے میں کسی تنقید یا چھان پھٹک کی اجازت دینے کے قائل نہ تھے۔ اسی طرح درایت کے حوالے سے استنادِ حدیث کے پرکھنے پر معترض تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے لکھا ہے: "امتِ مسلمہ کو فکری انتشار و اضطراب سے بچانے اور ایک ضابطہ کے تحت رکھنے کا صحیح طریق یہ ہے کہ دورِ تدوین کے بعد تنقید احادیث صحیحین کی نہ اجازت دی جائے، نہ اسے تسلیم کیا جائے۔" اگر حدیث اور بالخصوص صحیحین کے حوالے سے کسی عالم نے ذرا بھی تنقیدی زاویہ نظر اختیار کیا تو وہ "رحیق" کی تنقید سے نہ بچ سکا۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ برصغیر کے اہل حدیث اکابر کی گم گشتہ تحریریں ڈھونڈ ڈھونڈ کر شائع کرتے تھے جیسے حافظ عبداللہ غازی پوریؒ، نواب سید صدیق حسن خانؒ اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی بعض نادر تحریریں (یا ان کے ترجمے) "رحیق" کے صفحات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زینت بنی ہیں۔

◎

"رحیق" نے اہلِ حدیث زاویۂ نظر کی اشاعت و ترویج کے ساتھ عمومی دینی موضوعات پر متعدد وقیع مضامین شائع کئے ہیں جو وقت گزرنے، اور ان ہی موضوعات پر نئی تحریروں کے سامنے آنے کے باوجود ایک حد تک اہمیت کے حامل ہیں۔ وطن عزیز کی علمی و فکری پیش رفت کے کسی بھی جائزے کے لیے ضروری ہے کہ معاصر جرائد و رسائل کے مباحث پیش نظر رکھے جائیں۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے کے آخری برسوں کے حوالے سے "رحیق" ان جرائد میں شامل ہے جن کے دیکھے بغیر ان برسوں کا کوئی فکری و علمی جائزہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی احساس کے پیشِ نظر اگلے صفحات میں "رحیق" کا اشاریہ دیا جا رہا ہے۔

اشاریۂ رحیق

"آ"

آزادؒ۔ ابوالکلام	صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ۔ ج ۲، ص ۴۱۴

"ا"

ابوالحسن علی ندوی	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ۔ ج ۲، ص ۲۷۲
ابوالمحمود	(ر ک : ہدایت اللہ سوہدروی)
ابوزہرہ شیخ	شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کے صفات و کمالات ج ۳۔ ص ۳۳۹
	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ۔ اپنے معاصرین کی نظر میں ج ۳، ص ۲۹۰
ابوعلی الاثری	خمستان (مجموعہ کلام اثر صہبائی) ج ۲، ص ۴۷۸
احتشام الحق تھانوی	عائلی کمیشن رپورٹ پر اختلافی نوٹ ج ۱، ص ۷۸
ادارہ	تنقید و تبصرہ رسالہ نجاتیہ۔ التبیان فی زیادۃ الایمان والنقصان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ، دلائل احترام مسلم ۔ ج ۱ ص ۱۱۷
تنقید و تبصرہ (خیر الکلام فی وجوب قرأۃ الفاتحۃ خلف الامام) ج ۱ ص ۲۶۰
نقد و نظر (مختارات من ادب العرب، فضائل سید المرسلین، ماہنامہ تجلی ۔ دیوبند)
ج ۱ ۔ ص ۴۰۹ ۔
نقد و نظر (نماز عیدین کی زائد تکبیریں) ج ۲ ص ۴۰
تنقید و تبصرہ (تذکار شہید، قواعد اللغۃ العربیۃ، الطریقۃ الجدیدہ فی تعلیم اللغۃ العربیۃ)
ج ۲ ۔ ص ۴۶۴ ۔
تنقید و تبصرہ (نصرۃ الباری، حج محمدیؐ، صیام محمدیؐ، سبیل الرشاد، بستان المحدثین،
جمع البراہین لرفع الصوت بآمین) ج ۳ ص ۴۰۰ ۔
تنقید و تبصرہ : (قرآن اور اس کی تعلیمات، ریاض الاخلاق، ارشادات شیخ جیلانی
خدائی وعدہ، فتاوی نبویؐ، نقش آزاد) ج ۳ ۔ ص ۴۴۰
اطلاع بندش "رحیق" ج ۳ ص ۴۸۵ ۔

افغانی
رک : جمال الدین افغانی

امام خان نوشہروی ۔ ابو یحیی

کتب خانہ امیر الملک میں یمنی نوادر ج ۱ ۔ ص ۴۳۶
ج ۲ ۔ ص ۱۸۶، ۲۲۶، ۳۲۴، ۳۸۳، ۴۶۵
طلوع اسلام کا جائزہ ج ۳ ۔ ص ۲۹۶، ۳۹۱

"ج"

جمال الدین افغانیؒ

اسلامی تعصب اور مغربی اقوام کی دسیسہ کاریاں ج ۲، ص ۵۰۲ - ۵۶۰

"ح"

حسین احمد مدنیؒ

حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کی ولی عہدی ج ۲ ۔ ص ۵۱۳

ح ، ع ، ر

تنقید و تبصرہ : (صحیح لغات القرآن، اساس عربی) ج ۲ ص ۲۳۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید و تبصرہ (تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہلحدیث) ج ۲، ص ۲۸۵

حنیف بھوجیانی ــ محمد عطاء اللہ[1]

خدمات علمائے اہلحدیث اور اجراء "رحیق"	ج ۱، ص ۲
رحیق کی مقبولیت پر جذبات تشکر	ج ۱، ص ۵۰
مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان	ج ۱، ص ۵۱
یورپی طاقتوں کا مصر پر حملہ	ج ۱، ص ۵۱
قبروں پر عرس ــ شریعت کی روشنی میں	ج ۱، ص ۵۲
منکرین حدیث کے جواب میں علمائے حق کی مساعی	ج ۱، ص ۱۲۲
کیا علماء عقل کو کوئی حیثیت نہیں دیتے؟	ج ۱، ص ۱۰۰
مولانا علی میاںؒ کی جامعہ سلفیہ میں آمد	ج ۱، ص ۲۱۸
جمعیت اہلحدیث اور اصلاح نصاب مدارس عربیہ	ج ۱، ص ۲۱۹
فضائل و مسائل رمضان المبارک	ج ۱، ص ۲۳۸ ــ ج ۳، ص ۳۱۹
قیام رمضان المبارک	ج ۱، ص ۲۹۳
سانحہ ارتحال (وفات اہلیہ مولانا حنیف بھوجیانی)	ج ۱، ص ۳۲۲
عید الفطر کے مسائل و احکام	ج ۱، ص ۳۲۳
الجامعۃ السلفیۃ کا تعلیمی نقشہ	ج ۱، ص ۳۷۰
منکرین حدیث کے کارنامے	ج ۱، ص ۴۱۸
محرم الحرام کے احکام و مسائل	ج ۲، ص ۲
تحریک مجاہدین کا دینی اصلاحی پہلو	ج ۲، ص ۵۰
بحث و نظر (امام زہریؒ، مسئلہ فدک، حدیث قرطاس، احادیث صحیحین)	ج ۲، ص ۸۹، ۱۳۴
نئے سال کا آغاز	ج ۲، ص ۹۸
برصغیر میں انکار حدیث	ج ۲، ص ۱۴۶

[1] مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے رشحات قلم زیادہ تر اداراتی تحریروں کی صورت میں شائع ہوتے ہیں، عنوانات مرتب اشاریہ نے دیے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستورِ پاکستان اور پرویز صاحب	ج ۳ - ص ۱۹۴
آہ! مولانا مدنی	ج ۲ - ص ۲۴۲
تصویر سازی ـــــ حقائقِ شرعیہ کی روشنی میں	ج ۲ - ص ۲۹۰
آہ! امام الہند (مولانا آزادؒ)	ج ۲ - ص ۳۳۸
تنقید وتبصرہ (فہمِ اسلام، نتائج التقلید)	ج ۲ - ص ۳۳۲
معاشرتی بگاڑ اور اس کا حل	ج ۲ - ص ۳۹۴
تنقید وتبصرہ (حیات وحید الزمان)	ج ۲ - ص ۴۰۴
ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی چند نئی کتابیں	ج ۲ - ص ۴۹۰
غلام احمد پرویز اور غلام احمد مرزا	ج ۲ - ص ۵۳۹
تنقید وتبصرہ (درہ محبوب، مقلد کے چیلنج کا جواب، اربعین سلطانی)	ج ۲ - ص ۵۷۹
فاتحہ المجلد الثالث	ج ۳ - ص ۲
تنقید و تبصرہ (اصح السیر، کتاب الصلوٰۃ، کتاب التوحید، قرآنی شمعیں)	ج ۳ - ص ۵۷
متجددین کی ایک عجوبہ گری	ج ۳ - ص ۷۴
کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟	ج ۳ - ص ۱۰۷
آہ! شیخ احمد شاکر مصریؒ	ج ۳ - ص ۱۲۲
پرویز کا پیش کردہ ایک حوالہ	ج ۳ - ص ۱۷۰
مقامِ سنت (جعفر شاہ پھلواری) پر ایک نظر	ج ۳ - ص ۲۱۸
تنقید و تبصرہ (رسالہ اصولِ فقہ، ترتیل القرآن)	ج ۳ - ص ۲۶۲
جماعت اہل حدیث	ج ۳ - ص ۲۶۶
تنقید وتبصرہ (تذکرہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، العلم والعلماء، ندائے حق، حدیث پرویز)	ج ۳ - ص ۳۰۹
علمی الخطاط - ایک جائزہ	ج ۳ - ص ۳۶۳، ۴۱۰
مشکوٰۃ المصابیح کی شرحیں	ج ۳ - ص ۳۱۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	سنن نسائی کی اشاعت	ج ۳ ۔ ص ۳۱۷
	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اخلاق وعادات	ج ۳ ۔ ص ۴۱۳
	امام ابن تیمیہؒ اور مسئلہ نزول باری تعالیٰ	ج ۳ ۔ ص ۵۱۱
	تنقید وتبصرہ (خلافتِ معاویہؓ ویزید، انوارِ مصابیح، الاصلاح، القضب یا النقایا، آئینۂ حقیقت نما، ارکانِ اسلام، شہیدِ کربلا، تقویۃ الایمان)	ج ۲ ۔ ص ۵۱۹
	"ذ"	
ذوالفقار علی ـــــ ملک	مسلمان اور علم کیمیا	ج ۳ ۔ ص ۱۵۸۔۲۰۹
	عرب جاہلیت کے مشہور بُت	ج ۳ ۔ ص ۳۵۲
	اخلاق وتصوّف کی ایک کتاب کا تعارف (مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین)	ج ۳ ۔ ص ۴۳۲
	"ر"	
رئیس احمد جعفری ـــــ سیّد	حدیث کی دینی حیثیّت	ج ۱ ۔ ص ۳۸
	"ع"	
عبدالحی فاروقی خواجہ	حضرت سُلیمان علیہ السّلام اور ملکہ بلقیس	ج ۱ ۔ ص ۳۵
	حسبنا کتاب اللہ	ج ۱ ۔ ص ۳۳۵
عبدالرحمٰن گوہڑوی	حضرت سعید بن جبیر	ج ۱ ۔ ص ۴۲
	ایوب سختیانی	ج ۱ ۔ ص ۱۱۱
	ابُوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری	ج ۱ ۔ ص ۱۶۴
	تنقید وتبصرہ (انتخاب حدیث، عقائدِ بدعیہ)	ج ۲ ۔ ص ۹۴
	تنقید وتبصرہ (تاریخ تدوینِ حدیث)	ج ۲ ۔ ص ۵۳۴
	تنقید وتبصرہ (فتح بریلی کا دلکش نظارا، طریقۃ جدیدۃ فی تعلیم اللّغۃ العربیہ)	ج ۲ ۔ ص ۵۸۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید و تبصرہ (حج مسنون، تاریخ بیت اللہ، تحفہ گیارہویں، رسالہ عقیقہ) ج ۳ ۔ ص ۲۱۳

عبد الرؤف رحمانی

احادیث سے صحابہ کرامؓ کا استدلال و امتثال ۔
ج ۱ ۔ ص ۱۰۰ ، ۱۳۵ ، ۲۴۵ ، ۳۱۱ ، ۳۵۲ ، ۴۶۰
ج ۲ ۔ ص ۸۲ ، ۱۲۸ ۔

احادیث نبویہ کی حجیت و حفاظت ج ۲ ، ص ۲۹۳ ، ۴۲۵ ، ۴۹۳ ، ۵۴۱
ج ۳ ، ص ۲۱ ، ۱۹۶ ، ۲۴۶ ، ۳۲۸ ، ۴۲۱

عبد اللہ غزنوی وصایا مبارکہ ج ۲ ۔ ص ۲۳۳

عبد الغفار حسن حدیث اور مطابقت قرآن ج ۳ ۔ ص ۵۵

عبید اللہ رحمانی پوتے کا حق وراثت ج ۳ ۔ ص ۲۲۹

"غ"

غلام احمد حریری

حضرت حسانؓ بن ثابتؓ اور ان کی شاعری ج ۱ ، ص ۳۹۲
ج ۲ ، ص ۲۹

خوارج کی مختصر تاریخ ج ۲ ۔ ص ۳۱۶ ۔ ۳۷۲

غلام نبی فاروقی

رثاء الشیخ مولانا ابو الکلامؒ ج ۲ ، ص ۳۹۱

"م"

مائل = رک : محمد زکریا مائل

مجیب اللہ ندوی ۔۔۔ حافظ

کیا متفقہ اسلامی احکام کو بھی اجتہاد سے بدلا جا سکتا ہے ؟ ج ۱ ۔ ص ۳۷۳ ۔ ۴۲۱
ج ۲ ۔ ص ۵ ، ۱۱۱ ، ۱۶۵ ، ۲۰۹

محمد ۔۔۔ حافظ

حفاظت حدیث کا اہتمام ج ۲ ۔ ص ۱۹۷

حفاظت حدیث کا تکوینی نظام ج ۲ ۔ ص ۲۴۳ ۔ ۳۴۴

دوام حدیث بجواب مقام حدیث ج ۳ ۔ ص ۱۸۵ ، ۲۲۱ ، ۲۷۶ ، ۳۷۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ابراہیم کمیرپوری	قادیانی ریشہ دوانیاں ، مصر میں	ج ۳ - ص ۱۱۲
محمد اسحاق - حافظ	امام دارالہجرت حضرت امام مالکؒ	ج ۱ - ص ۱۱
	شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارکؒ مروزی	ج ۱ - ص ۵۷، ۱۴۱
	امام سفیان ثوریؒ کوفی	ج ۱ - ص ۱۱۵
		۲۵۳، ۳۰۳، ۳۴۰
	امام اسحاق بن راہویہؒ مروزی	ج ۱ - ص ۴۵۲
		ج ۲ - ص ۷۲
	سعید بن مسیبؒ	ج ۲ - ص ۸، ۱۱، ۲۵۳
	عروہ بن زبیرؒ	ج ۲ - ص ۲۶۴، ۳۰۵
	خارجہ بن زیدؒ	ج ۲ - ص ۳۳۴
	عبیداللہ بن عبداللہ	ج ۲ - ص ۵۲۵
	عطا بن ابی رباحؒ	ج ۳ - ص ۵
	امام ابن تیمیہؒ کا ایک تبلیغی مکتوب	ج ۳ - ص ۷۹، ۱۳۸، ۱۷۳
	محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ	ج ۳ - ص ۲۳۳، ۲۸۱، ۵۰۵
	امام زہریؒ پر بعض الزامات	ج ۳، ص ۴۵۹
محمد اسماعیل سلفیؒ		
	"جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث" اور مدیر "فاران"	ج ۱، ص ۳۰۶
	عجمی سازش کا تجزیہ - واقعات کی روشنی میں	ج ۲، ص ۵۳
	جماعت اہلحدیث اور "نوائے پاکستان" کا ایک خط	ج ۲، ص ۹۹
	مسئلہ حیات النبیؐ - ادلہ شرعیہ کی روشنی میں	ج ۲ - ص ۳۵۴، ۳۹۷، ۴۴۵
	تحریک مجاہدین اور محمد جعفر تھانیسری	ج ۲، ص ۴۲۲
	مدیر "رضوان" اور عدالتی چیلنج	ج ۳، ص ۴۰
محمد اشرف مولانا		
	علم و ذکر	ج ۳، ص ۳۶۷
محمد حسین بٹالویؒ	روزہ	ج ۱، ص ۲۷۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	حدیث نبویؐ اور نیچری وعیسائی	ج ۱، ص ۱۲۵، ۱۷۳، ۲۲۱
		ج ۲۔ ص ۱۵۱
	تہ بند، پاجامہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے رکھنا شرعاً ناجائز ہے	ج ۳ ۔ ص ۱۴۸
محمد زکریا مائل		
	قادیانی ریشہ دوانیاں ۔ مصر میں	ج ۳ ۔ ص ۱۲۸
محمد داؤد غزنوی سیّد		
	مولودِ مروّج کی شرعی حیثیت	ج ۱ ۔ ص ۵
	ارشاداتِ عالیہ دربارہ "رحیق"	ج ۱ ۔ ص ۲۶۶
	علومِ ومعارفِ قرآن	ج ۱ ۔ ص ۲۶۹
محمد یحیی	اصلاحِ قلب کی اہمیت وضرورت	ج ۳ ۔ ص ۳۸۵

"و"

ولی الدین ۔ ڈاکٹر		
	مدارجِ سلوک	ج ۳ ۔ ص ۹۲ ۔ ۱۲۵

"ہ"

ہدایت اللہ سوہدروی ۔ ابوالمحمود		
	حضرت معاویہؓ	ج ۱، ص ۳۰
	مذاہبِ اسلامیہ (عباد اللہ اختر) نامی کتاب پر ایک نظر	ج ۱ ۔
		ص ۱۵۶، ۲۰۰، ۳۶۲، ۴۰۰
آغا خانی فرقہ		ج ۲ ۔ ص ۵۶۷
		ج ۳ ۔ ص ۴۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عبدالرشید عراقی
سوہدرہ

ہفت روزہ "الاعتصام" میں حضرت مولانا بھوجیانیؒ کے شائع ہونے والے

مضامین و مقالات کا اشاریہ

۹ر اگست ۱۹۴۹ء کو ہفتہ وار الاعتصام گوجرانوالہ سے جاری ہوا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم اس کے طابع و ناشر تھے۔ آپ نے وقتاً فوقتاً اس میں علمی و تحقیقی مضامین و مقالات لکھے۔ ان مقالات و مضامین میں حجیتِ حدیث سے متعلق بھی علمی و تحقیقی مضامین شامل ہیں۔ بشیر علمی و تحقیقی مسائل کی تشریح و توضیح بھی کی گئی ہے۔ علمائے کرام کے انتقال پر تعزیتی نوٹ بھی لکھے ہیں۔

قیامِ رمضان، مسائل عید الفطر، مسائل حج و قربانی پر بھی علمی انداز سے بحث کی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان میں بعض مضامین متعدد مرتبہ مختلف جلدوں میں شائع ہوئے ہیں، ان کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔

میں نے یہ اشاریہ محترم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی تحریک پر ترتیب دیا ہے۔

اُمید ہے کہ اہلِ علم و تحقیق اس سے بھرپور استفادہ فرمائیں گے۔

(عراقی)

جلد نمبر ۱ ۱۹۴۹ء، ۱۹۵۰ء

ماہِ شعبان اور شبِ براءت	۲ جون ۱۹۵۰ء	قیامِ رمضان پر ایک تحقیقی نظر	
احکام و مسائل رمضان المبارک	۱۶ جون ۱۹۵۰ء	و نمازِ تراویح پڑھنے انداز سے ایک بحث (تحقیق)	۲۳ جون ۱۹۵۰ء
	احکام و مسائل عید الفطر	۱۴ جولائی ۱۹۵۰ء	

جلد نمبر ۲ ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء

عاشوراء کے دن کی شرعی حیثیت	۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء	احکام و مسائل رمضان المبارک	۸ جون ۱۹۵۱ء
تین رکعت وتر کی مسنونہ صورت	۱۵ جون ۱۹۵۱ء		

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد ۳ سنہ ۱۹۵۱ء ، سنہ ۱۹۵۲ء

قربانی کی شرعی حیثیت اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ (مقالہ) ، ستمبر سنہ ۱۹۵۱ء

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے نظریات

شاہ ولی اللہ کی نظر میں مقالہ ۔ ۲۲ر فروری سنہ ۱۹۵۲ء

مُردہ جانور کی کھال سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حیثیت

اور اہلِ علم کے مسلک کی وضاحت (فقہ حدیث) ۹ مئی سنہ ۱۹۵۲ء

ماں کی وفات کے بعد لڑکی پر کس کا حق ہے
لولاك لما خلقت الافلاك صحیح ہے ؟
اگر خاوند بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو
} فقہ حدیث ۱۶ مئی سنہ ۱۹۵۲ء

احکام و مسائل رمضان المبارک ۶ جون سنہ ۱۹۵۲ء

تین رکعت وتر کی مسنونہ صورت (احکام و مسائل) ۱۳ جون سنہ ۱۹۵۲ء

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے مسائل و فضائل ۲۰ جون سنہ ۱۹۵۲ء

احکام و مسائل عید الفطر ۲۰ جون سنہ ۱۹۵۲ء

جلد ۴ سنہ ۱۹۵۲ء ، سنہ ۱۹۵۳ء

استفتاء ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۵۳ء

زانی و زانیہ کے باہمی نکاح کا جواز ؟

جلد ۵ سنہ ۱۹۵۳ء ، سنہ ۱۹۵۴ء

نکاح بحالتِ حمل کا حکم
نکاح بلا اجازت ولی کا حکم
} فقہ حدیث ۴ دسمبر سنہ ۱۹۵۳ء

جلد ۶ ۔ سنہ ۱۹۵۴ء ، سنہ ۱۹۵۵ء

عقیقہ کے باب میں ایک تحقیقی بحث ۹ مئی سنہ ۱۹۵۵ء

احکام و مسائل عید الفطر ۲۰ مئی سنہ ۱۹۵۵ء

قربانی کا دینی موقف اور منکرینِ حدیث (مقالہ) ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۵۵ء

جلد ۷ ، سنہ ۱۹۵۵ء ، سنہ ۱۹۵۶ء

حدیثِ قرطاس کے متعلق چند شبہات اور ان کا حل (مقالہ) ۲ر ستمبر سنہ ۱۹۵۵ء

مسند امام احمد بن حنبل پر منکرینِ حدیث (مقالہ) ۱۷ر فروری سنہ ۱۹۵۶ء

کے اعتراضات کا مدلّل جواب (حجیتِ حدیث نمبر)

جلد ۱۰ ، سنہ ۱۹۵۸ء ، سنہ ۱۹۵۹ء

مُروّجہ قدم بوسی کی شرعی حیثیت (احکام و مسائل) ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۵۹ء

جلد ۱۲ ، سنہ ۱۹۶۰ء ، سنہ ۱۹۶۱ء

احکام و مسائل عید الفطر (مقالہ) ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

جلد ۱۳ ، سنہ ۱۹۶۱ء ، سنہ ۱۹۶۲ء

الاستفتاء ۔ چند سوال اور ان کے جواب یکم ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء

(۱) کیا اذان بغیر وضو کے ہو سکتی ہے ؟

(۲) قرآن مجید وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہے ؟

(۳) عشاء کی نماز کے وقت کے متعلق ۔

جلد ۱۶ ، سنہ ۱۹۶۴ء ، سنہ ۱۹۶۵ء

احکام و مسائل عید الفطر ۵ فروری سنہ ۱۹۶۵ء

جلد ۱۷ ، سنہ ۱۹۶۵ء ، سنہ ۱۹۶۶ء

ایامِ جہاد کی دعائیں اور وظیفے (درسِ حدیث) یکم اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایام جہاد کی دعائیں اور وظیفے (درس حدیث) ۸ر اکتوبر ۱۹۶۵ء

جہاد کے مختلف مراتب 〃 ۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۵ء

عید الفطر کے احکام و مسائل ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء

جلد ۱۹ - ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء

درس حدیث (توفیق الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری للنواب صدیق حسن خان کی تنقیح و تہذیب) ۳ نومبر ۱۹۶۷ء

برصغیر میں تحریک احیائے حدیث اور جماعت اہلحدیث کے تاریخی کارنامے (مقالہ) ۳ نومبر ۱۹۶۷ء

درس حدیث ۲۴ نومبر ۱۹۶۷ء

درس حدیث ۸ دسمبر ۱۹۶۷ء

درس حدیث ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

درس حدیث ۲۲ دسمبر ۱۹۶۷ء

عید الفطر کے مسائل و احکام ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء

درس حدیث ۱۲ جنوری ۱۹۶۸ء

درس حدیث ۱۹ جنوری ۱۹۶۸ء

درس حدیث ۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء

جلد ۲۱ - ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۰ء

الاعتصام کا ۲۱ واں سال (اداریہ) یکم اگست ۱۹۶۹ء

کچھ الاعتصام کے بارے میں (مقالہ) 〃

نماز جنازہ میں درود شریف
کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں
احکام و مسائل ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء

مسلمانوں پر کفار ظلم کریں تو اعلان جہاد کر دیا جائے (درس قرآن) ۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

اسراء و معراج (مقالہ) ۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

اسراء و معراج (مقالہ) ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

معیار زندگی کی تعلیم
زکوٰۃ اور حقوق ادا کرنے کا حکم
عذاب الٰہی کے دو بڑے سبب
درس حدیث ۱۷ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

فجر کی سنتوں کی قضا کب ہو۔ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت انبیاء۔ پگڑی پر مسح سر کا مسح ہی ہوتا ہے۔ مطلقہ کو کس کس چیز کے لینے کا حق ہے
احکام و مسائل ۲۴ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

قتل مسلم کا جرم عظیم (درس حدیث) ۱۹/۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ء

عشرہ اول ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے احکام (درس حدیث) ۶ فروری ۱۹۷۰ء

زکوٰۃ نماز سے متعلق چند مسائل (احکام و مسائل) ۶ فروری ۱۹۷۰ء

کم قیمت پر کپاس بیچنے کی شرط پر قرض دینے کا حکم
امام مسجد کو کیا صدقات دیئے جا سکتے ہیں؟
احکام و مسائل ۲۰/۲۷ فروری ۱۹۷۰ء

ایام حجۃ الوداع میں خطبہ مبارکہ نبویہ (درس حدیث) ۱۳ مارچ ۱۹۷۰ء

تمباکو نوش کی امامت (احکام و مسائل) ۳ اپریل ۱۹۷۰ء

مولانا عبدالجبار جیلی کا انتقال ۸ مئی ۱۹۷۰ء

مولانا ولایت علی صادق پوری ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء (مقالہ) ۲۴ جولائی ۱۹۷۰ء

جلد ۲۲ - ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۱ء

جنت میں لے جانے والے چند نیک عملوں کا بیان (درس حدیث) ۷ر اگست ۱۹۷۰ء

الاعتصام کا ۲۲ واں سال (اداریہ) ۷ر اگست ۱۹۷۰ء

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور نرم و نازک لباس (درس حدیث) ۱۴ر اگست ۱۹۷۰ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علی صادق پوری کا مسلک ان کی تالیفات کی روشنی میں (قسط نمبر ۳) ۱۴ راگست ۱۹۷۰ء

فضائلِ درود شریف درسِ حدیث ۲۱ راگست ۱۹۷۰ء

تفسیر احسن التفاسیر کی طباعت کے لئے اپیل ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء

رمضان کے فضائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ (درسِ حدیث) ۳۰ راکتوبر ۱۹۷۰ء

رمضان شریف اور قرآن مجید کا خصوصی تعلق (درسِ حدیث) ۱۳ نومبر ۱۹۷۰ء

عید الفطر کے دن بشارتِ الٰہی (درسِ حدیث) ۲۷ نومبر ۱۹۷۰ء

حضرت مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی (مقالہ) ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

حج اور عمرہ کے فضائل میں چالیس احادیث نبویہ (درسِ حدیث) ۱۸ دسمبر ۱۹۷۰ء

(نواب صدیق حسن خان کی اربعین کی تفصیل) ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء

" " " یکم جنوری ۱۹۷۱ء

" " " ۸ جنوری ۱۹۷۱ء

" " " ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

چند آیاتِ کریمہ کا مطالعہ درسِ قرآن ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء

فوٹو اتروانے کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب (احکام و مسائل) ۲ اپریل ۱۹۷۱ء

قبروں کے عرس، اسلامی شریعت کی روشنی میں (اداریہ) ۱۶ اپریل ۱۹۷۱ء

استغفار کے متعلق بعض مسائل (درسِ حدیث) ۲۱ مئی ۱۹۷۱ء

جلد ۲۳ - ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء

حضرت میاں عبدالعزیز انتقال کر گئے (وفیات) ۶ اگست ۱۹۷۱ء

الاعتصام کا ۲۳ واں سال ۱۳ اگست ۱۹۷۱ء

ماہِ رجب، شرعی حیثیت اور مروجہ بدعات (ترتیب) ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء

" " ۳ ستمبر ۱۹۷۱ء

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنا (احکام و مسائل) ۲۴ ستمبر ۱۹۷۱ء

قومہ میں ہاتھ باندھنا " "

ایک روایتِ معراج کی تحقیق " "

ماہِ شعبان مسائل و احکام ترتیب یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء

لیلۃ القدر (درسِ قرآن حکیم) ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء

قنوتِ نازلہ کے بعض مسائل کی تحقیق (احکام و مسائل) ۲۴-۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء

" " " ۱۴ جنوری ۱۹۷۲ء

موجودہ بحران قرآن حدیث کی روشنی میں (درسِ قرآن و حدیث) ۳ مارچ ۱۹۷۲ء

ماہِ صفر، اس کی بدعات اور آخری چہار شنبہ (تبلیغی درس) ۱۴-۱ اپریل ۱۹۷۲ء

اول وقت نماز کی فضیلت اور اس کی تحقیق (احکام و مسائل) ۱۶ جون ۱۹۷۲ء

جلد ۲۴ - ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۳ء

کیا حج کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے (احکام و مسائل) یکم ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا مسجد اور اس کے متعلقات زکوٰۃ کا مصرف ہو سکتے ہیں؟ (احکام و مسائل) "

قیدیوں کے سلسلے میں اوراد و وظائف (درسِ حدیث) ۸ ستمبر ۱۹۷۲ء

ماہِ شعبان کی حیثیت ازروئے سنتِ نبویہ (درسِ حدیث) ۱۵ ستمبر ۱۹۷۲ء

شعبان کی پندرہویں رات (درسِ حدیث) ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء

قربانی کے جانور کی عمر (احکام و مسائل) ۵ جنوری ۱۹۷۳ء

جلد ۲۵ - ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء

۱۴ اگست ۷۳ء، آئین پاکستان کے نفاذ کا دن (مقالہ خصوصی) ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفیق الباری قسط ۱۵ ترتیب و تہذیب (درس حدیث)
۱۷-۲۴ اگست ۱۹۷۳ء

بعض مسائل متعلقہ عقیقہ، قضائے صیام اور مصرف صدقہ فطر ۱۶ نومبر ۷۳ء

تجویدی قرآن مجید (عکسی) اہتمام و تحقیق مولانا ظفر اقبال (تبصرہ)
۱۶ نومبر ۱۹۷۳ء

جلد ۲۶ ۔ سنہ ۱۹۷۴ء، سنہ ۱۹۷۵ء

احکام و مسائل

۱۔ غیر مسلم مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں ۹ تا ۱۶ اگست ۱۹۷۴ء

۲۔ اور مسجد میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر سکتا ہے یا نہیں ″

۳۔ غیر مسلم خصوصاً اہل کتاب مس مصحف یعنی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں ″

مولانا نواب وحید الزمان حیدرآبادی (سیر و سوانح) ۲۳ اگست ۱۹۷۴ء

″ ۳۰ اگست ۱۹۷۴ء

آخری عشرہ رمضان (فضائل و مسائل) ۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء

سوالات متعلقہ ماہ رمضان اور ان کے جوابات ″
احکام و مسائل

۱۱ اکتوبر ۱۹۷۴ء ″ ″ ″

احکام و مسائل عید الفطر ۱۸ تا ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء

مولانا نذیر احمد رحمانی، اعظم گڑھی (سیر و سوانح) ۱۵ نومبر ۱۹۷۴ء

مولوی عبید اللہ فیروزپوری انتقال کر گئے (وفیات) ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء

ایک مجلس میں تین طلاق (احکام و مسائل) ۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء

کرائے کی دکانوں اور مکانوں پر پگڑی دینے کا رواج شرعاً ناجائز ہے (احکام و مسائل) ۱۸ جولائی ۱۹۷۵ء

جلد ۲۷ ۔ سنہ ۱۹۷۵ء، سنہ ۱۹۷۶ء

الاعتصام کا ستائیسواں سال (اداریہ) یکم و ۸ اگست ۱۹۷۵ء

قیام رمضان (تراویح) اور اس کے متعلقہ مسائل ۴ ستمبر ۱۹۷۵ء

رمضان شریف میں کرنے کے دو اہم عمل (درس حدیث) ۱۲ ستمبر ۱۹۷۵ء

گل دیگر شگفت (مولانا مودودی کی تازہ ریسرچ) اداریہ ۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء

ملک لال خان مرحوم (وفیات) ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء

جھوٹی گواہی کے مرتکب امام کا حکم (احکام و مسائل) ۲۳ اپریل ۱۹۷۶ء

وراثت کا ایک مسئلہ ″ ″

مسئلہ طلاق ثلاثہ ″ ″

نماز سے متعلقہ بعض مسائل ″ ۲۳ تا ۳۰ جولائی ۱۹۷۶ء

جلد ۲۸ ۔ سنہ ۱۹۷۶ء، سنہ ۱۹۷۷ء

مسنون قیام رمضان (تراویح) ۲۷ اگست ۱۹۷۶ء

مذاہب اربعہ اور تعداد تراویح ″ ″

رمضان میں کرنے کے دو اہم عمل
قرآن پاک کی تلاوت کی کثرت اور مالی سخاوت (درس حدیث) ″

مولانا حکیم ہدایت اللہ بٹالوی بھی داغ مفارقت دے گئے (وفیات) ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء

مولانا میاں باقر انتقال کر گئے ۱۷ جون ۱۹۷۷ء

مدرسہ مصباح القرآن اور دفتر الاعتصام کی عمارت کی افتتاحی تقریب (رپورٹ) ۲۳ جولائی ۱۹۷۷ء

الاعتصام مالی مشکلات میں، خصوصی تعاون کی اپیل (شذرہ) ۲۹ جولائی ۱۹۷۷ء

جلد ۲۹ ۔ سنہ ۱۹۷۷ء، سنہ ۱۹۷۸ء

شب قدر میں وعظ و تقریر کی شرعی حیثیت (احکام و مسائل) ۲ ستمبر ۱۹۷۷ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جبری طلاق واقع ہو جائے گی (احکام و مسائل) ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۷ء
کیا سونے چاندی کا دانت لگوایا جا سکتا ہے (احکام و مسائل) " "
کیا زندگی میں بطور وراثت جائداد تقسیم کی جا سکتی ہے " ۲۰ جنوری ۱۹۷۸ء
دھوکے سے فسخ نکاح کا فیصلہ کالعدم سمجھا جائے گا " ۱۰ فروری ۱۹۷۸ء
علیہ السلام کا استعمال کیا غیر انبیاء کے لئے درست ہے " ۱۴ اپریل ۱۹۷۸ء
" " ۲۱ " "
ادھیارہ کا حکم شرعی " ۱۹ مئی ۱۹۷۸ء
پسران جابر کا قصہ من گھڑت ہے " "
حضرت اویس قرنی کا مختصر تذکرہ " "
کھڑے ہو کر کھانے کا حکم " ۲۶ مئی ۱۹۷۸ء
میز کرسی پر کھانے کی حیثیت " "

جلد ۳۰ - ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء

ریاض توحید و سنت کا بلبل خوش نوا ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا
(مولانا علی محمد صمصام کا انتقال (وفیات) ۴ اگست ۱۹۷۸ء
الاعتصام کا ۳۰ واں سال (تاثرات) "
رمضان شریف میں کرنے کے دو اہم عمل (درس حدیث) "
تراویح پڑھانے والے امام کی اقتدا میں فرض نماز (احکام و مسائل) ۱۸ اگست ۱۹۷۸ء
ایک رکعت وتر کا حکم " "
ایک آدمی کا فدیہ متعدد افراد کی طرف سے روزہ رکھنا " "
نماز تسبیح باجماعت " "
زکوٰۃ کے لئے از خود کسی مہینے کا تعین " "
نکاح سے متعلق دو مسئلے " ۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء
حق حضانت (بچوں کی پرورش) کا مسئلہ " ۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء
مسنون رکعات تراویح (احادیث و آثار اور علمائے محققین کی تصریحات) ۱۳، ۲۰ جولائی ۱۹۷۹ء

جلد ۳۱ - ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء

چند متفرق سوالات اور ان کے جوابات (احکام و مسائل) ۷ ستمبر ۱۹۷۹ء
بعض صحابہ کرام سے متعلق سوالات کے جوابات " ۱۴ "
دار الدعوۃ السلفیہ لاہور، قیام اور مقصد (اداریہ) ۲۷ جون ۱۹۸۰ء

جلد ۳۲ - ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء

عید الفطر، احکام و مسائل ۸-۱۵ اگست ۱۹۸۰ء
۹-۱۰ محرم دو روزوں کا ثبوت (احکام و مسائل) ۵ دسمبر ۱۹۸۰ء
بعض نفلی روزوں کی شرعی حیثیت " " "
فجر کی سنتوں سے متعلق ایک وضاحت " " "
پیشانی ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ " " "
مسئلہ حرمت رضاعت اور اس کی شرائط " ۱۲، ۱۹ جون ۱۹۸۱ء
قیام رمضان (تراویح) اور اس کے متعلقہ بعض مسائل ۳ جولائی ۱۹۸۱ء

جلد ۳۳ - ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء

عید الفطر: احکام و مسائل ۳۱ جولائی ۱۹۸۱ء
مقتدی بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہے یا نہیں (احکام و مسائل) ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء
نابالغ بچے کی نماز جنازہ میں اللّٰھم اغفر لہ پڑھی جا سکتی ہے
(احکام و مسائل) "
عیدین کے دو خطبوں کا ثبوت " ۶ نومبر "
عاشوراء کے دن صدقات اور فراخی والی
روایت کی سندی تحقیق " ۱۳ " "
فرض نمازوں کے بعد مروجہ دعا کی حیثیت " ۱۸ دسمبر "
آخری تشہد میں سہواً کھڑے ہو جانے کا حکم " " "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیدین کے دو خطبے ہوں یا ایک   احکام ومسائل   ۱۸ دسمبر ۱۹۸۱ء

خاص ضرورت کے تحت مسجد مسمار کی جا سکتی ہے (احکام ومسائل) ۱۲ مارچ ۱۹۸۲ء

مسمار شدہ مسجد کا ملبہ دوسری مسجد کی تعمیر میں لگ سکتا ہے؟ " "

مروجہ پگڑی شرعاً حرام اور ممنوع ہے " ۹ اپریل ۱۹۸۲ء

مغصوب (چھینی ہوئی) جگہ مسجد میں شامل کرنے کا حکم " ۱۶ " "

زندگی میں وراثت کی تقسیم صحیح نہیں (احکام ومسائل) "

اسراء و معراج (مقالہ) ۱۴ مئی ۱۹۸۲ء

" " ۲۱ " "

عید الفطر، احکام ومسائل ۱۶-۲۳ جولائی ۱۹۸۲ء

جلد ۳۴ - ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء

نص قرآنی کے خلاف خواتین کا مظاہرہ قرآن سے بغاوت

انحراف ہے (اخبارات کے لئے بیان) ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء

احادیث صحیحین کی صحت پر امت کا اجماع ہے (مقالہ) ۴/۱۱ مارچ "

کن لوگوں کو روزہ کی رخصت ہے احکام ومسائل ۱۰ جون ۱۹۸۳ء

نزول قرآن کا خاص مہینہ اور اس کے تقاضے " "

مسنون قیام رمضان یعنی نماز تراویح " "

جلد ۳۵ - ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۴ء

خلع کی صورت میں خاوند بیوی سے معاوضہ لے سکتا ہے

(احکام ومسائل) ۱۳ اگست ۱۹۸۳ء

علوم دینیہ کی ترقی اور ترفع کے لئے ایک تجویز مقالہ ۱۹ " "

مسنۃ (دو دانتا) اور جذعہ (بھیڑ دنبہ) کی تحقیق مقالہ ۱۶-۲۳ ستمبر "

اللمعۃ فی تحقیق الصلوٰۃ حال خطبۃ الجمعۃ (تحقیق وتنقید) ۹ دسمبر ۱۹۸۳ء

" " ۱۶ " "

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا (بحث ونظر) ۱۶ فروری ۱۹۸۴ء

تبصرہ کتب: خلافت راشدہ۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی

دلائل ہستی باری تعالیٰ " ۱۵ جون ۱۹۸۴ء

جلد ۳۶ ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء

قربانی کی شرعی حیثیت اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ (مقالہ)

۳۱ اگست، ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء

چند سوال اور ان کے جواب

امام زہری، مسئلہ فدک، حدیث قرطاس، احادیث صحیحین (بحث ونظر)

۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء

" ۱۲ " "

" ۱۹ " "

علوم دینیہ کی ترقی اور ترفع کے لئے ایک اہم تجویز (مقالہ) ۱۰ مئی ۱۹۸۵ء

قیام رمضان المبارک: نماز تراویح کی تحقیق وتنقیح " ۲۴ مئی "

جلد ۳۷، ۱۹۸۵ء

جماعت سے قبل پڑھی گئی نماز کا حکم احکام ومسائل ۱۶ اگست ۱۹۸۵ء

مروجہ اجتماعی دعا کی حیثیت " "

دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کا جواز " "

شیعوں کے کفریہ عقائد کے بارے میں ایک استفسار کا جواب (احکام ومسائل)

(حافظ صلاح الدین یوسف کے تحریر کردہ جواب کی تصدیق) ۸ نومبر ۱۹۸۵ء

جلد ۳۸ - ۱۹۸۶ء

احکام ومسائل عید الفطر (مقالہ) ۶-۱۳ جون ۱۹۸۶ء

عید الفطر کے دن بشارت الٰہی " " "

مسنہ اور جذعہ کی تحقیق " ۱۵-۲۲ اگست

جلد ۳۹ - ۱۹۸۷ء

رمضان کے فضائل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ (درس حدیث) ۸ مئی ۱۹۸۷ء

عید الفطر کے مسائل واحکام ۲۲، ۲۹ مئی "

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات
و
تاثرات

باتیں ان کی یاد رہیں گی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابو الاشبال احمد شاغف
المکۃ المکرمہ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

چند تاثرات

فیصلہ باری تعالیٰ

وقال اللہ تعالیٰ (کل نفس ذائقۃ الموت) نیز فرمایا۔ (کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام) انسان کی اصلیت سے متعلق ارشادِ ربانی ہے (منہا خلقنا کم وفیہا نعید کم ومنہا نخرجکم تارۃ اخرٰی) مرنے کے بعد انسان مٹ نہیں جاتا بلکہ اس کی اصلی زندگی اب شروع ہوتی ہے اور یہ ابدی زندگی ہے۔

مولانا سے تعلقات کی ابتداء

اس وقت جو کچھ سپردِ قلم کر رہا ہوں وہ ایک طویل مدت یعنی تیس سالہ تعلقات کی بنا پر ہے۔ غالباً ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے کہ الاعتصام میں ایک سرخی جو اداریہ کے کالم میں یوں نظر پڑی "مولانا ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں" وہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ الاعتصام میں نے عاریتاً لے کر پورا اداریہ پڑھا۔ دراصل قصہ یہ تھا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کوئی مضمون یا کتابچہ عربی میں لکھا تھا جس میں ہندوستانی مسلمانوں کی سو سالہ خدمات کا ذکر تھا۔ اس مضمون کا ترجمہ الاعتصام میں قسط وار شائع ہوا۔ اور آخری قسط کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے اس مضمون پر اداریہ میں تنقیدی جائزہ پیش کیا تھا۔ اس اداریہ سے مولانا کے علمی تبحر کا اندازہ ہوا۔ اس اداریہ کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا کی شخصیت ایک ہمہ گیر شخصیت ہے۔ بیک وقت عالم و محقق ہیں تو تاریخ و سیاست سے بھی حصہ وافر پایا ہے۔ ناقد ہیں تو سنجیدگی و متانت کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ صحافت و انشاء کے میدان میں درجہ اولیٰ پر فائز ہیں۔ قصہ چونکہ مولانا علی میاں کے مضمون کا تھا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس مضمون سے متعلق کچھ وضاحت پیش کر دوں۔ یہ واقعہ چونکہ تیس سال قبل کا ہے اس وقت جو کچھ لکھ رہا ہوں اپنے ناقص حافظے سے لکھ رہا ہوں۔ مولانا علی میاں نے ہندوستانی مسلمانوں کی سو سالہ خدمات کا تذکرہ کیا تھا اور اس سو سالہ خدمات کو پیش کرنے میں نہایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط سے کام لیا تھا جو عام علمائے احناف کا وطیرہ ہے۔ یعنی کسی مرحلہ میں بھی جماعت اہلحدیث و علمائے اہلحدیث کی خدمات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ یہ تاریخ کے ساتھ تلاعب مجرمانہ ہے۔ اس لئے مولانا نے اس پر تنقیدی جائزہ پیش کیا اور تنقیدی کلمات میں یہ واضح کیا کہ مولانا علی میاں نے انصاف و دیانت سے کام نہیں لیا اور یہ طرز ایک عالم دین، ایک مؤرخ اور محقق حتیٰ کہ ایک منصف سیاست دان کو بھی زیب نہیں دیتا۔ اصل مضمون اس وقت میرے سامنے نہیں البتہ مولانا کے تنقید کا طرز کچھ اس طرح تھا: اگر یہ کہا جائے کہ علی میاں نے جماعت اہلحدیث کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ ان سے ان کو واقفیت نہیں تھی۔ تو یہ بات صحیح نہیں کیونکہ ایک مؤرخ اور بہجہالت یہ دونوں چیزیں اکٹھا نہیں ہوسکتیں اور اگر یہ کہا جائے کہ علی میاں نے جماعت اہلحدیث کا تذکرہ بربنائے تعصب چھوڑ دیا ہے تو یہ بھی غلط کیونکہ ایک مؤرخ اور تعصب یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ علی میاں نے اس مضمون میں صرف احناف کا تذکرہ کیا ہے اور یہی ان کا مقصد تھا تو بھی غلط کیونکہ عنوان میں اس کی وضاحت نہیں۔ یہ الفاظ میرے اپنے ہیں۔

پھر مولاناؒ نے علی میاں صاحب کے ذکر کردہ واقعات کے پہلو بہ پہلو اہلحدیث جماعت و افراد کی خدمات کا تذکرہ کیا تھا۔ چنانچہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد مولانا سے تعلقات پیدا کرنے کی خواہش ہوئی اور پھر چند دنوں کے بعد میں نے مولانا سے خط و کتابت شروع کر دی، اور یہ تعلقات دن بدن ترقی پذیر رہے۔ یہاں تک کہ مولانا اس دار فانی سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

میرا ذاتی تأثر

حضرت مولاناؒ کے بارے میں میرا ذاتی تأثر جو ایک طویل مدت کی بنا پر ہے وہ یہ کہ مولانا ایک صاحب بصیرت عالم دین، محدث وقت، محقق زمانہ، حامل لواء سنت نبویہ، مفکر و مدبر سیاست دان، مصنف بے مثیل، محرر بے باک، حق گوئی و حق شناسی میں یگانہ، خاموش طبع، حلم و بردباری میں اپنی مثال آپ، اظہار حق کے وقت سیف براں، بے ضرورت گفتگو سے اجتناب، اہل علم سے دوستی کے خواہاں، اصحاب ثروت سے ہمیشہ دور، اپنے وقت کے درجہ اول کے صحافی و مضمون نگار، ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔

اخلاق و کردار

حضرت مولانا نے اخلاق نبویہ سے وافر حصہ اپنایا تھا۔ دور دراز سے لوگ ان سے ملنے آتے تھے اور ان سے مل کر خوش ہوتے، خود مولانا اہل علم کے ساتھ بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ سفر و حضر میں اہل علم سے تعارف پیدا کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے لیکن ساتھ ہی ساتھ بہت محتاط طبع تھے۔ ہر شخص سے سنی سنائی باتوں کی بناء پر نہیں بلکہ تحقیق کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے قریب ہوتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں جب مجھ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ تو مولانا نے چند رسمی گفتگو کے بعد ایک کتاب میرے اٹھائی اور ایک صفحہ کھول کر میرے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ عبارت ذرا پڑھ کر مجھے بتائیے کہ اس میں کچھ سقم ہے یا صحیح؟ میں نے عبارت پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کہا کہ مولانا میرے خیال میں محشّی نے اپنی علمیّت سے اصل عبارت کو بگاڑ دیا ہے۔ اور اصل مفہوم کو غلط بنا دیا ہے۔ دراصل یہ تھا کہ محشی نے اصل کتاب کی عبارت جو صحیح تھی اس کے درمیان ایک لفظ کا اضافہ بین القوسین کر دیا تھا اور نیچے حاشیہ میں لکھا تھا کہ اصل میں یہ لفظ ساقط ہے معنی کی وضاحت کے لئے اس کا اضافہ ضروری ہے۔ جب میں نے عبارت اور اس کا مفہوم واضح کر دیا تو مولانا نے فرمایا کہ بالکل صحیح میں نے بھی وہی سمجھا ہے۔ جو آپ نے سمجھا ہے آج کل علم کا فقدان ہے محققین میں اکثر ایسے ہیں جو مصنف کے مفہوم کو اپنی نادانی سے بعض الفاظ کا اضافہ کر کے بگاڑ دیتے ہیں۔

انکساری کے ساتھ حق کا اظہار

حضرت مولانا جب کبھی کراچی تشریف لاتے تو میں ان کو اپنے گھر پہ مدعو کرتا اور بخوشی مولانا میرے گھر تشریف لاتے اور جب تک میرے گھر پہ ہوتے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی۔ بعض دفعہ مولانا کوئی سوال کرتے اور میں جواب دیتا تو فرماتے بالکل یہی میری رائے ہے میں بھی یہی سمجھا ہوں۔ بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ میری موجودگی میں کسی نے مولانا سے سوال کیا۔ مولانا نے فوراً مجھے جواب دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے جواب دیا اور مولانا خاموش سنتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے جواب دیا وہی حق ہے۔ البتہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک صاحب نے ایک مسئلہ دریافت کیا مسئلہ یہ تھا کہ کوئی شخص سعودی عرب میں ہے اور کسی کی طرف سے حج بدل ادا کرنا ہے تو اس کو اخراجات کس طرح سے دیئے جائیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ جو اخراجات اس کے حج پر خرچ ہوں گے۔ مولانا نے فرمایا نہیں بلکہ جس شخص کی طرف سے وہ حج کر رہا ہے اس جگہ سے مکہ آنے اور واپس جانے میں جو خرچ ہوں گے وہ دینا ہوگا۔ دلیل کے لئے مغنی ابن قدامہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مولانا قوی الحافظہ تھے

اللہ رب العالمین نے مولانا کو حافظہ میں بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اکثر مواقع پر مولانا نے مجھے کہا کہ یہ واقعہ غالباً فلاں کتاب میں ہے بعد مراجعت ویسے ہی پایا۔ اسلاف کی تصانیف کا علم اتم تھا۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ فرماتے یہ کتاب اب تک غیر مطبوع ہے۔ اور فلاں کتاب مطبوع ہے اور اس کی پہلی طباعت فلاں مطبع کی ہے۔ اس کی فلاں طبع غلطیوں سے پر اور فلاں طبع صحیح ہے میرے پاس فلاں طبع ہے۔ فلاں طبع میں نے وہاں دیکھی یا پڑھنے کا موقع ملا۔

سادگی

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مولانا سے تعلقات ۱۹۵۸ء سے ہیں لیکن پہلی ملاقات ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ چنانچہ ملاقات سے قبل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ سمجھتا تھا کہ مولانا موٹے تازے بھاری بھرکم، چوغہ و دستاریں رہتے ہوں گے، پتہ نہیں میں کیا کیا تصور لئے بیٹھا تھا لیکن جب میری ملاقات ان سے ہوئی تو میری حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی، ایک پتلا دبلا آدمی موٹے سادے کپڑے ہیں، نہ چوغہ نہ دستار بالکل سادہ۔ علماء سلف، صحابہؓ و تابعینؒ کی تاریخ کا زندہ نمونہ۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

ملنے کے بعد کا تأثر

مولانا سے ملنے کے بعد میرا تأثر اور بڑھ گیا اور مزید دیرینہ تعلقات میں اضافہ ہوگیا اور یہ تعلقات تا دم آخر رہے۔ یہاں سعودی عرب میں آنے کے بعد مولانا سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر رہا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ مولانا عمرہ پر تشریف لائے تو میرے گھر پر بھی تشریف لائے۔ وقتاً فوقتاً جو خط و کتابت کا سلسلہ رہا اس میں سے اس وقت میرے پاس ۳۲ خط موجود ہیں البتہ جب سے مولانا مریض ہوئے خط و کتابت کا سلسلہ کم کر دیا تھا۔ البتہ احمد شاکر، حافظ صلاح الدین یوسف اور محمد سلیمان انصاری صاحبان سے خط و کتابت کا سلسلہ رہا اور اس ذریعہ مولانا کی خیریت کا پتہ چلتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا جو سب کے لئے مقرر ہے۔ مولانا اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر دارِ بقا کو تشریف لے گئے اور دنیاوی تعلقات اُخروی تعلقات میں بدل گئے۔ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

کتابوں سے شغف

زندگی بھر مولانا نے اپنا زیادہ تر وقت لکھنے پڑھنے اور مطالعہ میں گذارا۔ مطالعہ کا شغف عشق کی حد تک تھا۔ بلکہ یہ مولانا کی حیاتِ مستعار کا ایک جزء لاینفک تھا۔ جب کسی کتاب کی طباعت کی خبر ہوتی، منگاتے اور اس کا مطالعہ کرتے۔ چنانچہ میرے پاس اکثر کتابوں سے متعلق استفسار کرتے اور جب یہاں سعودی عرب عمرے پر تشریف لائے تو کافی کتابیں خرید کر ساتھ لے گئے۔

مکتبہ

مولانا نے اپنی عمر بھر کتابوں کے جمع کرنے کا شوق رکھا اور آپ کے پاس ایک مکتبہ بے شمار کتابوں پر مشتمل موجود تھا جسے آپ نے اپنی آخری عمر میں دار الدعوۃ السلفیۃ کے نام سے وقف کر دیا۔ اللہ اسے قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

یہاں ایک بات لکھنے اور کہنے پر مجبور ہوں۔ جماعت اہلحدیث ہند و پاک بالکل بے حس جماعت ہے۔ اس کی بے حسی کا یہ ثبوت ہے کہ جماعت کے ایک بہت بڑے عالم سید نواب صدیق حسن رحمہ اللہ کی کتابیں ندوۃ العلماء کو چلی گئیں۔ سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی کتابوں پر حنفیوں نے قبضہ کر لیا۔ جامعہ رحمانیہ دہلی کی کتابیں جامعہ ملیہ کی وساطت سے دیوبند کو چلی گئیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی کتابیں خدا بخش لائبریری پٹنہ کو چلی گئیں۔ مولانا شرف الدین دہلوی کی کتابیں ایک متعصب حنفی کے تصرف میں چلی گئیں مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز میمنی کی کتابوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ یہ سب جماعت اہل حدیث کی بے حسی اور مردہ ہونے کی نشانی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابیں اپنی زندگی میں ایک اہلحدیث ادارہ بنا کر اسی کے نام وقف کردیں۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

تصنیف وتالیف

تصنیف وتالیف کا ذوق بھی مولانا میں اتم درجہ کا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ لکھ دیا حرفِ آخر۔ اور ٹھوس معلومات پر مبنی محققانہ انداز سے پر، ایجاز کے ساتھ معلومات کا خزانہ۔ چنانچہ مولانا کی تصنیفات میں سب سے اہم التعلیقات السلفیہ حاشیہ سُنن نسائی ہے۔ ہر شخص اس کو پڑھنے کے بعد مولانا کے ذوق و علمیت سنجیدگی ومتانت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی بڑی عربی اُردو میں کئی تصنیفات مطبوعہ اور غیر مطبوعہ موجود ہیں، اسی طرح متعدد کتابوں پر مولانا کے حواشی، دیباچے، پیش لفظ مقدمہ، صاحب کتاب کے مختصر سوانحی خاکہ مطبوعہ ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا کہ حضرت نواب صاحب سے تعلق ومحبت ہے۔ اسی طرز کا کام کرنے کی نیت تھی۔ اسی بنا پر نواب صاحب کی تقریباً ساری تصنیفات جمع کیں اور اپنی کنیت بھی نواب صاحب کی کنیت پر رکھی اور اللہ سے توفیق طلب کرتا رہا کہ اس طرز پر تصنیف وتالیف اور طباعت اور جماعت کی خدمت کرسکوں۔ لیکن حالات اور عدم زر کی بنا پر کچھ نہ کرسکا۔

طباعت کا ذوق

اس دورِ جدید میں طباعت کا ذوق بھی مولانا نے عصرِ جدید کے مطابق رکھا تھا۔ چنانچہ ان کی مطبوعات میں حتی المقدور وہ ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو عصرِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ اکثر اصحاب مطابع اور مصنفین ومؤلفین اس سلسلہ میں مولانا سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ خود مولانا بہت سے لوگوں کو طباعت وتالیف وتصنیف کا شوق دلاتے اور لوگ ان سے متاثر ہوکر تقدم کرتے۔ عمر بھر مولانا اس بات کے متمنی رہے کہ کتبِ احادیث خصوصًا صحاح ستہ، مشکوٰۃ، بلوغ المرام وغیرہ پر حواشی اہلحدیث مسلک کے مطابق لکھیں اور لکھوائے جائیں چنانچہ حواشی بخاری کی ابتداء بھی کرائی اور کسی حد تک اختتام کو بھی پہنچا لیکن نظر ثانی اور طباعت کے مرحلے تک نوبت نہ آسکی۔ اسی طرح مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی مولانا کی چاہت کا وافر حصہ ہے۔ اللہ سے دُعاء ہے کہ جماعت کے نوجوان طبقہ اس پر توجہ دے اور یہ کام مستقبل قریب میں تکمیل کے مراحل سے گذر کر حقیقی معانی میں استفادہ کے لائق بن جائے اور مولانا اور ان جیسے دوسرے حضرات کی خوابوں کی تعبیر ہوسکے۔ آمین ثم آمین۔

سیاست اور مولانا

حضرت مولانا سیاسی بصیرت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ کئی مرتبہ اس موضوع پر بھی گفت گو کرتے لیکن میں اکثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموش رہتا۔ اس کی وجہ یہ کہ میں اس میدان میں صفر کے درجہ سے بھی کمتر ہوں۔ اور بعض باتیں بظاہر میرے نظریہ کے مخالف ہوتیں۔ اِس لئے میں خاموش رہنا ہی پسند کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولانا نے کانگریس اور مسلم لیگ سے متعلق کچھ باتیں کیں اور اپنا نظریہ بیان کیا۔ تو میں نے کہا مولانا وہ وقت گذر گیا۔ تلک امۃ قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم۔ اب تو ہمیں اس پاکستان میں اپنی نسل کی بقاء ایمانی کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ الحادو تہذیب مغرب سے اپنی نئی نسل کو کس طرح بچایا جائے اور اسلام واسلامی تہذیب کو کس طرح فروغ دیا جائے۔ مولانا نے فرمایا ٹھیک ہی کہتے ہو۔ لیکن میرا نظریہ اپنی جگہ حق ہے۔

حرفِ آخر

یہ چند تاثرات میرے اپنے معلومات کی بنا پر سپردِ قلم ہیں۔ جو لوگ مولانا سے واقف ہیں اور ان کے پرانے ساتھی ہیں، وہ اچھی طرح مولانا کے بارے میں بہتر اسلوب پر لکھ سکتے ہیں۔ اور جو لوگ واقف نہیں وہ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اللہ سے دعاء ہے کہ (مولانا بنی آدم تھے) بتقاضائے بشریت اگر کہیں کسی جگہ ان سے بھول چوک ہوگئی ہو تو اللہ ان کو معاف فرمائے۔ اور جو کچھ انہوں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے کیا ہے اُسے قبول فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اسلاف کرام صحابہؓ و تابعینؒ کے ساتھ اُن کو شامل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے حشر کے میدان میں رکھے اور آپ کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سید پیر محب اللہ شاہ راشدی
سعید آباد۔ سندھ

۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء
۱۹ شعبان ۱۴۱۵ھ

کچھ یادیں اور کچھ باتیں

"ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے"

سندھ کے راشدی خاندان کے موجودہ سربراہ اور لعل ہائے شب چراغ۔ سید محب اللہ شاہ اور ان کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ پیر آف جھنڈا کی شخصیتیں محتاج تعارف نہیں۔ دونوں بھائی آسمانِ علم وفضل کے آفتاب و مہتاب، اسلاف کے علم وعمل اور زہد وورع کے وارث اور مسند نشینانِ رشد و ہدایت ہیں۔
حضرت الاستاذ المحترم رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں بھائیوں سے ان کے مذکورہ اوصاف کی وجہ سے خصوصی تعلق خاطر بلکہ عقیدت رکھتے تھے، یہ دونوں بھائی بھی حضرت مرحوم سے ارادتمندی کا تعلق رکھتے تھے۔ جیساکہ ذیل کے مضمون سے بھی واضح ہے۔ بہرحال حضرت پیر صاحب حفظہ اللہ نے اسی دوگونہ محبت و ارادت کا اپنے اس مضمون میں ذکر کیا ہے۔ (ص۔ی)

حضرت مولانا عطاء اللہ مرحوم اسم بامسمّیٰ تھے، یعنی وہ اپنے والدین کے لئے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے عطیہ تھے ہی لیکن راقم الحروف کے خیال میں مرحوم اہلِ علم کے لئے عموماً اور جماعت اہل حدیث کے لئے خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لاجواب عطیہ اور نعمتِ عظمیٰ تھے۔ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ کسی بڑی سے بڑی ہستی کی قدر کماحقہٗ اس کی زندگی میں نہیں کرتا لیکن اس کو اپنی اس تفریط وتقصیر کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس فانی دنیا سے انتقال کرکے اس کی رحمت کے جوار میں جا پہنچتی ہے۔
مولانا عطاء اللہ مرحوم کے متعلق کم ازکم اس راقم الحروف کو یہی احساس کھائے جا رہا ہے کہ ہم نے مولانا جیسی بابرکت ہستی سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی ان کے فیوض وبرکات سے اپنی علمی تشنگی کے لئے اس یگانۂ روزگار ہستی سے سیرابی کا کوئی سامان کیا لیکن .... اب کیا پچھتائے ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ میرے لئے تو اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ اس محبوب استاد رحمہ اللہ کے متعلق اپنے چند تاثرات قلم بند کرکے اپنے تڑپتے ہوئے دل کے لئے جھوٹی تسلی کا سامان کروں۔
حضرت مولانا رحمہٗ اللہ سے میری واقفیت اتنی پرانی ہے کہ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ ان سے میری پہلی ملاقات کب، کہاں اور کس تقریب میں ہوئی تھی؟ اس وقت میری عمر کا (ہجری تاریخوں کے اعتبار سے) اکہترواں سال چل رہا ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ان سے پہلی ملاقات سے لے کر ان کی وفات تک کم ازکم چالیس برس گذر چکے ہوں گے۔ چونکہ پہلی ملاقات سے لے کر وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے تک ان کی جو نوازشات وعنایات راقم الحروف پر تھیں، ان کی وجہ سے میں تو اپنے آپ کو ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر کا ہی ایک فرد تصور کرتا ہوں۔ ان کی نظرِ عنایت جو مجھ پر تھی، اس کا اندازہ صرف میں ہی کر سکتا ہوں۔ جب بھی ملتے تو اتنی محبت و شفقت سے ملتے کہ گویا میں ان کا اپنا بچہ یا عزیز رشتہ دار یا کم از کم ایک گہرا دوست ہوں جس سے کافی مدت کے بعد مل رہے ہیں۔ چار پانچ مرتبہ میرے گھر گوٹھ تشریف لائے۔ ایک مرتبہ میرا بڑا بیٹا روح اللہ حبیب کے حادثہ میں وفات پا گیا تھا، تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے میرے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ دو تین مرتبہ رات بھی ہمارے پاس رہے اور اپنے قیمتی فیوضات سے نوازتے رہے۔ فجر کی نماز کے لئے ان سے اصرار کیا تو مہربانی فرما کر نماز پڑھائی اور بعد نماز ہماری مسجد میں قرآن کریم کا درس بھی دیا پھر اُن سے لائبریری میں مجلسیں ہوتی رہتی تھیں اور ان مجالس میں بہت سے انمول فوائد حاصل ہوتے تھے۔ اب افسوس ہوتا ہے کہ ان باتوں کو اس وقت کیوں قلم بند نہ کیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے جب علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے تھے تو میں بھی ان کے پس ماندگان سے تعزیت کے لئے لاہور گیا اور رات کو لاہور پہنچا، اس وقت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ انہوں نے اسی وقت اندر گھر میں بلا لیا کیوں کہ وہ پیرانہ سالی اور فالج کی بیماری کی وجہ سے خود باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ میں حاضرِ خدمت ہوا، پھر انہوں نے جس شفقت سے مجھے اپنی آغوش میں لیا۔ اور جس عنایت و کرم کی نظر سے مجھے دیکھا وہ میرا ہی دل جانتا ہے وہ نہایت ہی خوش ہوئے۔ کمزور آواز میں باتیں کرتے رہے۔ ان کی باتیں اس وقت بہت تھوڑی سمجھ میں آتی تھیں اس لئے کہ ایک تو میرے کانوں میں ثقلِ سماعت اور پھر مولانا مرحوم کی نحیف آواز میں بہت کم سمجھ سکا۔ ہاں جو بات سمجھ میں نہ آتی تھی وہ ان کے بچے مجھے سمجھا دیتے تھے۔ بہرکیف ان کی اس وقت کی آخری گفتگو سے بھی مجھ پر عنایات اور بے پناہ شفقت و محبت کا واضح اور نمایاں سراغ ملتا تھا۔ میں رات انہیں کے پاس الاعتصام کے دفتر میں اوپر ایک کمرے میں رہا۔ دوسرے دن عصر کی نماز دفتر کے اوپر جو چھوٹی سی مسجد ہے اس میں ادا کی۔ مجھے اس کی امامت کے لئے کہا گیا۔ پھر حضرت مولانا مرحوم کو بھی لے آئے۔ انہوں نے یہ نمازِ عصر میرے پیچھے ہی ادا فرمائی۔ لاہور میں کئی بار جا چکا تھا اور اکثر بار انہیں کے ہاں ہی قیام کرتا کبھی اپنے دفتر کی عمارت میں اور کبھی کسی ہوٹل کے کمرہ میں اپنے خرچہ پر مجھے ٹھہراتے۔ الحمد للہ ان کے بچوں حافظ احمد شاکر و ابناءہ حفظہ اللہ وغیرہ کا برتاؤ بھی مجھ سے بے حد کریمانہ رہا ہے۔ جب بھی جاتا ہوں تو قیام، طعام اور شہر میں اِدھر اُدھر جانے اور گھومنے کا سب خرچہ وہ اپنی جیب سے محض للہ فی اللہ اور اپنے والدِ محترم مرحوم کا ایک عزیز دوست سمجھ کر کرتے ہیں۔

فجزاهم الله جميعًا خيرًا في الدنيا والعقبٰى۔ اللّٰھم امین۔

مولانا مرحوم کی بعض عنایات کا ذکر

(۱) نویں سالانہ اہل حدیث کانفرنس منعقدہ لاہور مؤرخہ ۳-۴-۵ نومبر ۱۹۶۷ء جمعہ، ہفتہ، اتوار کو ہونے والی تھی۔ اس سے تقریباً ۱۵۔۲۰ دن پہلے مولانا مرحوم نے اپنا ایک آدمی[1] میرے پاس مع اپنے نامہ کے بھیجا۔ اس وقت یاد نہیں کہ وہ آنے والا ان کا فرزند حافظ محمد احمد حفظہ اللہ تھے یا کوئی اور بہرحال اس آنے والے نے آں محترم مرحوم کا پیغام بھی سنایا اور اپنے نامہ میں بھی باصرار تام مجھے ارشاد فرمایا کہ امر

---

[1] جانے والے حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی رحمہ اللہ جو اس وقت ان کے شریک تجارت رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس کی صدارت کا بوجھ میں ہی اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھاؤں اور یہ کہ اس کے لئے صدارتی خطبہ بھی تحریر کر کے آں محترم کو ارسال کردوں تاکہ جلسہ سے پہلے ہی اس کو چھاپ دیا جائے۔ میں آں محترم کے ارشاد کو ردّ نہ کر سکا۔ اور دو تین دنوں میں خطبۂ صدارت ان کو ارسال کر دیا اور موقعہ پر لاہور حاضر ہوا۔ بعد میں خود مولانا مرحوم نے مجھے بتایا کہ اس کانفرنس میں آپ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا محمد اسماعیل مرحوم (جو اس وقت جماعت اہلحدیث کے امیر تھے) پر میں نے ہی زور ڈالا تھا۔ اور علّامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم اور دوسرے معزز حضرات لاہور اسٹیشن پر میرے استقبال کے لئے آئے تھے۔ اس کانفرنس میں میری جو عزّت افزائی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

(۲) ایک مرتبہ مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ مجھے سُنن نسائی کا وہ نسخہ مرحمت فرمایا جائے جس پر آں محترم کی التعلیقات السّلفیہ ہیں اور حال یہ تھا کہ اس وقت سُنن النّسائی مع التعلیقات السّلفیہ آؤٹ آف پرنٹ ہو چکی تھی اور کوئی ایک کاپی بھی ان کے مکتبہ میں برائے فروخت باقی نہ رہی تھی لیکن میری گزارش کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے انہوں نے اس کتاب کی وہ کاپی جو اُنہوں نے اپنے لئے رکھی تھی اور اس پر ان کے ہاتھ کے لکھّے ہوئے نوٹس بھی تھے وہ از راہِ عنایت مجھے مرحمت فرمادی، جو میرے پاس اَب تک موجود ہے اور اس کے نوٹس وہ انمول جواہر پارے ہیں جن کی قدر علمِ حدیث سے شغف رکھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ بعد میں جب وہ دوبارہ طبع ہو کر آگئی تو اس نئی طبع کی بھی ایک کاپی مجھے ارسال فرمادی۔

(۳) مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابوں اتمام الحجۃ اور القول المحمود فی ردّ جواز السّود[1] کی بات نکلی تو میں نے عرض کیا کہ ان دونوں کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ مجھے مرحمت فرمائے جائیں تو انہوں نے نوازش فرما کر "القول المحمود" کا فوٹو اسٹیٹ مجھے مرحمت فرمادیا اور اس کے سرورق پر اپنے دستِ مبارک سے یہ چند سطور تحریر فرمائیں۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

حضرت الفاضل المحدّث المحترم حفظہ اللہ

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اتمام الحجّۃ میرے پاس موجود نہیں۔ القول المحمود کی فوٹو کاپی حاضرِ خدمت ہے وصولی سے مطلع فرمائیں۔ سب صاحبزادگان سے سلام عرض کریں۔ حافظ احمد سلام عرض کر رہے ہیں۔ ھٰذا والسّلام

محمد عطاء اللہ حنیف ۔ ۱ فروری ۱۹۸۱ء

(۴) ایک اور موقعے پر راقم نے مولانا مرحوم سے گذارش کی کہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مسئلہ حجاز پر ایک نظر" درکار ہے تو فوراً اس کی فوٹو اسٹیٹ لے کر ارسال فرمادی۔

(۵) ان سے حدیث کی سند واجازت کا خواستگار ہوا تو معتد بہ عرصہ کسرِ نفسی سے ٹالتے رہے۔ لیکن میرے اصرار پر

---

[1] سود پر الف لام اصل کتاب میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالآخر اپنے ہاتھ سے سند لکھ کر مجھے ارسال فرمادی ۔ اس قسم کی اور بھی باتیں ہیں ۔ ان سب کا احصاء یہاں مطلوب نہیں ہے ۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حضرت الاُستاذ کی خدمت میں کوئی گذارش کی ہو اور وہ پوری بھی کر سکتے ہوں لیکن پھر بھی وہ پوری نہ کی ہو ۔ اس قسم کا واقعہ میری یاد کی حد تک ایک مرتبہ بھی پیش نہیں آیا ۔ میں بارہا ان کی علمی باتوں سے مستفید ہوتا رہا ہوں ۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میں نے چند علمی سوالات خدمت میں پیش کئے ۔ اور جب تک صحت اچھی رہی اُن کے جوابات اپنے ہاتھ سے ہی تحریر فرما کر بھیجتے رہے ۔ میں ان کے فرزند یا تلمیذ کی طرح تھا لیکن آں محترم میری اتنی عزت افزائی فرماتے کہ میں حیران ہو جاتا ۔

حضرت مولانا مرحوم کا علمی مقام

مولانا کے علمی مقام کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب فنون پر عبور عطا فرمایا تھا لیکن حدیث و علومِ حدیث سے جو ان کو شغف تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے ۔ جس نے نسائی شریف پر ان کی التعلیقات السلفیہ کو غور و تدبّر سے پڑھا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اس میں کیا کیا جواہر پارے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں ۔ صحاح ستّہ کی کتابوں میں سے نسائی شریف کی کوئی تسلّی بخش شرح میری نظر سے نہیں گذری ، البتہ چند عُلماء نے ان پر حواشی لکھے ہیں ۔ مثلاً علامہ سندھی کا حاشیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی کی زھر الربیٰ وغیرھما ۔ جب ان حواشی کا مطالعہ کر کے ہم "التعلیقات السلفیہ" پر آتے ہیں تب ہمیں صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ "التعلیقات السلفیہ" کی کیا افادیت ہے ۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ حضرت مولاناؒ نے ان تعلیقات میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ۔ بہت سے قیمتی فوائد جو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتے وہ یہاں مل جاتے ہیں ۔ ان کی تحریر و تقریر کا انداز ایسا متین سنجیدہ اور سلجھا ہوا ہوتا کہ موافق و مخالف کو پڑھتے ہوئے ناگواری محسوس نہ ہوتی تھی ۔

ہفت روزہ "الاعتصام" میں ان کے بہت سے مضامین ، مقالات اور فتاوے شائع ہو چکے ہیں ۔ علاوہ ازیں اس مجلّہ میں دوسروں کے جو مضامین و مقالے شائع ہوتے ۔ ان پر بھی بسا اوقات ان کے نوٹس ہوتے جو نہایت عالمانہ اور فوائد و معلومات کا لاجواب معدن ہوتے تھے ۔ میں تو اپنے محترم کرم فرما حافظ احمد شاکر اور عزیز دوست محترم حافظ صلاح الدین یوسف اور مولانا محمد سلیمان صاحب انصاری وغیرہم کو یہ گذارش کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جس طرح حضرت العلّامہ مولانا الحافظ عبداللہ صاحب بڈھیمالویؒ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الاستاذ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی جمع کر کے شائع کئے جا چکے ہیں اسی طرح اگر حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے اور ان کے مضامینِ علمیہ اور ارشاداتِ عالیہ یک جا جمع کر کے شائع کئے جائیں تو یہ بہت بڑی علمی و دینی خدمت ہو گی ۔ اس وقت حضرت الاستاذؒ تو زندہ نہیں ہیں ، لیکن اس طریقہ پر ان کی علمی و دینی خدمات کو زندہ کیا جا سکتا ہے ۔ یہ انمول جواہر ریزے آنے والی نسلوں کے لئے بھی مشعلِ راہ بنیں گے ۔ میں نے حضرت الاستاذؒ سے چند تحریری استفسارات کئے تھے ۔ اور اس وقت ان کی صحت اچھی تھی ، اس لئے اپنے قلم سے ان استفسارات کا جواب عالمانہ اور اطمینان بخش مرحمت فرمایا ۔

میں نے ایک کتاب "تحصیل العلاۃ فی حکم الجہر بالبسملۃ فی الصلوٰۃ" لکھی تھی جس پر حضرت العلّامہ شیخنا مولانا سلطان محمود حفظہ اللہ اور چند دوسرے علماء نے بھی تقاریظ تحریر فرمائی تھیں لیکن حضرت الاستاذ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ جیسی علمی شخصیت کی عزت و مقام جو میرے دل میں تھا وہ مجھے مجبور کر رہا تھا کہ میں اس قابل فخر ہستی سے بھی اپنی اس کتاب پر تقریظ حاصل کروں۔ ایک مرتبہ حضرت والا میرے پاس تشریف لائے تو ان کو کتاب تھوڑی سی دکھائی۔ پھر آں محترم تشریف لے گئے اور میں نے اس کتاب کا فوٹو اسٹیٹ لے کر ان کو بھیجدیا۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مفصل اور مختصر دو تقریظیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر ارسال فرمائیں۔ وہ میں نے اپنی کتاب میں شامل کرلیں جو میرے لئے بڑا قیمتی اثاثہ ہیں۔ مفصل تقریظ میں حضرت الاستاذ نے اپنی طرف سے بھی مختصر تحقیق اسی مسئلے پر تحریر فرمادی ۔ فالحمد للہ علی ذلک ۔

ایک مرتبہ صحیفہ اہل حدیث کراچی میں ایک فتوٰے شائع ہوا۔ جو میرے خیال میں غلط تھا۔ اس پر تعاقب لکھ کر میں نے صحیفہ والوں کو ارسال کردیا اور انہوں نے پھر آئندہ اشاعت میں اس پر رد لکھا اور اپنے فتوٰے کو بحال رکھا۔ اس پر حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الاعتصام میں غالباً نوٹ کی صورت میں تعاقب فرمایا۔ اور میرے تعاقب کو صحیح قرار دیا۔ راقم الحروف سے جو ان کو محض للہ فی اللہ محبت تھی۔ اس بیان سے میرا قلم قاصر ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔

حضرت الاستاذ کی امانت و دیانت

ہماری لائبریری کا ایک مخطوطہ "معرفۃ السنن والآثار" للامام البیہقی جو تین جلدوں میں تھا وہ گم ہوگیا تھا۔ یہ کس طرح گم ہوا اس کا بیان بچند وجوہ میں یہاں تحریر نہیں کرسکتا۔ بہرحال یہ گم ہوگیا اور اس پر ایک طویل عرصہ گذر گیا اور ہم تو اس کو تقریباً بھلا ہی بیٹھے تھے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ کرنا ہوا کہ ایک صاحب نے یہ نسخہ حضرت مولانا مرحوم کو فروخت کردیا۔ کتاب پر چونکہ ہمارے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری کی مہر لگی ہوئی تھی۔ بہرکیف مولانا مرحوم نے معلوم کرلیا کہ یہ کتاب راقم الحروف کی ہے پھر انہوں نے اتنی بڑی عنایت فرمائی کہ وہ پوری کتاب بلا معاوضہ ہمارے سپرد کردی۔ حالانکہ اگر مولانا مرحوم اس کتاب کو رکھ لیتے تو ہمیں اس کا پتہ بھی نہیں چل سکتا تھا۔

ایک مرتبہ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ لائبریری میں کتابیں دیکھتے دیکھتے اصول حدیث کی کتاب "بہجۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" کا مخطوطہ دیکھا۔ مجھے فرمایا کہ کچھ عرصہ کے لئے مجھے عاریۃً دے دیں۔ ہمیں کیا انکار ہوسکتا تھا۔ ہم نے ان کو دے دیا۔ پھر غالباً دو تین برس گذر گئے۔ چونکہ ہم نے یادداشت کے لئے بھی اس کتاب کا نام لکھ کر اپنے پاس نہیں رکھا۔ اس لئے ہمیں یہ بالکل یاد نہ رہا حتیٰ کہ ہم نے لائبریری کے رجسٹر میں کتابوں کا اندراج کیا تو اس کتاب کا نام بھی نہ لکھا۔ ہمیں تو اس کی یاد تک نہ تھی۔

ایک دن ڈاک سے ایک رجسٹرڈ پارسل ملا۔ کھولا تو یہ کتاب موجود تھی۔ اور مزید نوازش یہ فرمائی کہ کتاب کے ابتدائی کچھ اوراق جو اس میں نہیں تھے وہ کہیں سے حاصل کرکے اپنے ہاتھ سے وہ اوراق تحریر فرما کر کتاب کے ساتھ منسلک فرما کر ارسال کر دیئے۔ ان کی اس قسم کی عنایات کی جب یاد آتی ہے تو زبان سے بے اختیار ان کے لئے دعائے خیر کے کلمات نکل آتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع اهل الحدیث خیر الجزاء اللھم آمین

ایک مرتبہ "آثار السنن مع التعلیق" للنیموی مجھے مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا مبارکپوری نے، جو اس کتاب پر "ابکار المنن" کے نام سے تنقید فرمائی تھی اور اس کی تکمیل سے پہلے ہی مولانا مبارکپوری وفات پا گئے۔ اس کی میں تکمیل کروں۔ افسوس کہ میں اس ارشاد کی تعمیل ابھی تک کر نہیں سکا۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ میرے لئے دعاء فرمائیں تاکہ میں اس ارشاد کی تعمیل کر سکوں۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

بہرحال حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ خوبیاں و کمالات جمع فرمائے تھے جو یکجا کسی شاذ و نادر ہستی میں ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔

وغفر الله له ورحمه رحمة واسعة ووهب له مرافقة النبيين والصديقين والشهداء والصالحين فى جنة الفردوس واعلى عليين۔ اللهم آمين۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت العلام السید بدیع الدین شاہ الراشدی المکی
سعید آباد، سندھ

۸ر جنوری ۱۹۹۶ء
م
۱۶ر شعبان ۱۴۱۶ھ

علامہ أبو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم کی یاد میں

علامہ مرحوم سے میری پہلی ملاقات قیام پاکستان سے پہلے ملتان شہر کے محلہ قدیر آباد میں مرحوم علامہ الشیخ ابو تراب عبدالتواب صاحب رحمہ اللہ کے مکتبہ میں ہوئی۔ اس وقت علامہ موصوف کے یہاں فروخت کے لئے مکتبہ موجود تھا سال میں ایک دو مرتبہ میرا وہاں جانا ہوتا تھا اور کتابیں خریدتا تھا۔ اس مرتبہ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم بھی اسی شوق سے وہاں پہنچے تھے۔ مولانا عبدالتواب صاحب نے ان کا تعارف کرایا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب مجھے غائبانہ جانتے تھے۔ دونوں کو مل کر انتہائی خوشی ہوئی، خاص طور پر اس لئے کہ دونوں پر علمی کتابوں کا شوق غالب تھا۔ اسی جذبہ نے اور زیادہ قریب کر دیا۔ وہاں سے روانہ ہونے تک ہمارے مابین کتابوں کے متعلق گفت گو ہوتی رہی۔ کبھی کسی نئی کتاب کے دیکھنے کا ذکر ہوا تو کبھی کسی کتاب کے متعلق ایک دوسرے سے معلومات حاصل ہوئیں۔ کسی نئی کتاب کا سن کر دل میں انتہائی مسرت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے میں نے اسی ملاقات میں کتاب اوجز المسالک کا نام سنا یہ تھی ہماری دوستی کی ابتداء۔ ؎

جذبہ عشق بحدے است میان من و تو
کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو

میں واپس سندھ چلا آیا اور علامہ صاحب فیروزپور چلے گئے اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا اور خطوں میں بھی کتابوں کے بارے میں کوئی نہ کوئی خبر یا استفسار ہوتا رہا۔ ۱۹۴۵ء کا واقعہ ہے کہ مجھے بٹالہ ضلع گورداسپور میں سالانہ اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے بواسطہ علامہ شیخ محدث ابو محمد عبدالحق بہاولپوری مرحوم کی دعوت موصول ہوئی۔ اور شیخ موصوف نے زبانی بھی شرکت کی تاکید کی۔ سفر کی تیاری ہوئی اور میرے ساتھ دس بارہ دوستوں کی جماعت تیار ہوئی۔ اس سفر کے دوران کانفرنس سے واپسی پر لاہور آ کر ساتھیوں سمیت فیروزپور روانہ ہوئے۔ مغرب کے قریب وہاں پہنچے۔ علامہ عطاء اللہ حنیف صاحب کی مسجد کا پتہ کر کے وہاں پہنچے اور مولانا سے ملاقات ہوئی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور جماعت والوں سے تعارف کروایا اور آپ نے سب کی اتنی خاطر تواضع کی کہ میرے ساتھی کافی زمانہ تک اس کو یاد کرتے رہے۔

؎ صورتیں آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ نقشے یاد ہیں
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی شخصیت

آپ کو اللہ تعالےٰ نے علمِ حدیث شریف اور اس کے فنون کے ساتھ شغف اور ان کی بابت وافر معرفت عطا فرمائی تھی جو آپ کے وسعتِ مطالعہ کی واضح دلیل ہے۔ نسائی شریف پر حاشیہ جو "التعلیقات السّلفیۃ" کے نام سے معروف ہے وہ غالباً پوری دنیائے اسلام میں جانی پہچانی ہوئی تعلیق ہے۔ ہر جگہ بلکہ امریکہ اور یورپ کے کئی ملکوں میں میں نے اس کے نسخے دیکھے۔ کینیڈا میں بھی شیخ محمود مراد کے مکتبہ میں یہ کتاب دیکھی۔ سعودیہ میں تو اکثر اہلِ علم اسے جانتے ہیں۔ اس کی خصوصیات فی الوقت یہ ہیں۔

(الف) مختصر مگر عام فہم جس میں کوئی تکلّف نظر نہیں آتا۔ یہی اسلاف کی تصنیفات کا نمونہ ہے۔

(ب) سلف صالحین کے مسلک کو اچھی طرح سمجھایا اور راجح ثابت کیا ہے۔

(ج) جابجا مسائل میں سلفیت کی ترجمانی کی ہے اور اسلاف کی طرح حدیث ہی کے مقتضیٰ کو راجح اور فائق ثابت کیا ہے۔

گویا کہ یہ تعلیق اسم بامسمّٰی ہے اور واقعی یہ کتاب التّعلیقات السّلفیۃ ہے۔ آپ سے پہلی ملاقات کے بعد جلد ہی میں نے روایت قراءۃ الامام لہ قراءۃ کی تعلیل اور تضعیف کے بارے میں کتاب بنام المرأۃ لکھی جو کہ آپ کو فیروز پور تقریظ کے لئے ارسال کردی گئی۔ آپ نے اس پر جو تقریظ لکھی ہے وہ آپ کی علمیّت اور سلفیّت کا پتہ دیتی ہے۔ اس سے اقتباس ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

فروایۃ قراءۃ الامام لہ قراءۃ کانت جدیرۃ بان تفرد بالکلام علیھا یستوعب طرقھا لان اکثر الحنفیۃ لا یزالون مولعین بالاستدلال بھا مغترین بکثرۃ مخارجھا فربما ینخدع من لا خبرۃ لہ بالفن۔ وکان ذخر اللہ تعالٰی ھٰذا الامر الجلیل۔ وکم ترک الاوّل للآخر۔ للشاب الصالح السعید الرشید اعنی بہ المولوی بدیع الدّین شاہ نجل العلّامۃ رشد اللہ السندھی رقاہ اللہ الدرجات العلٰی وبلغہ غایۃ مایتمناہ فوفقہ لجمع ما فیھا نحقق احسن التحقیق وفصل خیر تفصیل الا وھو خیر مرأۃ یری وجہ مساع الحنفیۃ فی تسیید مبانی ھٰذہ الروایۃ والرسالۃ وان طال لکن لا یخلو عن الافادۃ فجزاہ اللہ علی ھٰذہ الاجادۃ اللّٰھمّ وفقہ لنشر علوم السنّۃ واحیاء مآثر السّلف کما کان جدّہ رحمہ اللہ جادا واجعلہ خیر خلف۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت میں سلاست کے ساتھ اس رسالہ کی ضرورت کو کس قدر اجاگر کیا ہے اور غور فرمائیں کہ آپ کو سلف صالحین رحمہم اللہ اور ان کے مسلک سے کتنی محبت ہے۔

"میری کتاب" تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید" پر آپ نے مقدمہ لکھا تھا۔ اس سے ایک اقتباس پڑھیئے۔

اندریں صورت ولی اللٰہی فکر کے حامل اصحاب دو حلقوں میں بٹ گئے۔ اہل تقلید اور اہلحدیث اوّل الذکر بعد میں دیوبندی احناف کی صورت اختیار کر گئے۔ جنہوں نے اہل الرای کی نمائندگی و ترجمانی کو اپنی تدریس و تالیف کا ہدف بنایا۔ اور روایتی تاویلات کو خوب کام میں لائے اور اس کو اصلی حنفیت قرار دیا جب کہ اصحاب الحدیث کی تائید اور صدر اوّل کے طرز علم و عمل کی تبلیغ و اشاعت اہلحدیث کے حصے میں آئی۔ فللّٰہ الحمد وہ دن جاتا ہے اور یہ دن آتا ہے کہ آج تک ان دو طبقوں کی متقابل تالیفات کا ایک انبار لگا ہوا ہے اور یوں دونوں طرف کے دلائل و متمسکات پورے طور پر سامنے آگئے ہیں۔"

ناظرین

ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح مختصر عبارت ہے لیکن الفاظ جامع ہیں اور دونوں فریقوں کا واضح طور پر تعارف کرا دیا ہے۔

تصنیف شدہ رسالے" امام شوکانی" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہمارے ملک میں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں عام مدارس اور خانقاہوں پر فقہ حنفی اور متاخرین کے تصوّف کی حکومت تھی اور اسلام کا صاف آئینہ خشک فقہاء کے فتاویٰ اور غالی صوفیوں کے مشاغل کے تہ در تہ پردوں سے غبار آلود تھا۔ دینی ضروریات کو خالص فقہی عینک اور باطنی حقائق کو مخترعہ تصوّف کے نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ فقہ مروّجہ کتاب و سنّت کا "نچوڑ" ہے اور ان کا یہ تصوّف "مغز شریعت" اس لئے اب براہِ راست کتاب و سنّت کے مطالعہ کی ضرورت ہے نہ ظاہر شریعت کی کوئی اہمیّت۔

محققین صوفیہ اور فقہ و حدیث کے جامع علماء نے ہمیشہ اس غلطی پر متنبہ کیا اور کوشش جاری رکھی کہ مسلمان براہ راست کتاب و سُنّت کو دستور العمل بنائیں اور اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد صحابہ و تابعین ہی کے طریق پر رکھیں"۔

اس عبارت میں اہل حق اور اہل باطل دونوں کے طریق کار کو بہترین پیرایہ سے واضح کیا اور اسی علمی شوق کے تحت کافی کتابیں جمع کیں جو ایک شاندار کتب خانہ کی شکل میں آپ کی یادگار ہیں اور ایک ادارہ جو آپ نے بنام" دارالدعوۃ السلفیۃ" قائم کیا تھا اسی کے نام پہ مکتبہ وقف کر گئے جو آج کل علماء کے مطالعہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ شائقین کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں اور اصحاب تحقیق علمی میدان میں رہنمائی حاصل کر رہے ہیں ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں" حاملانِ پاک سُنّت" را

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری ملاقات

سال ۱۹۸۶ء میں جب مرکزی جمعیت اہلحدیث کی طرف سے لاہور میں نفاذِ شریعت کانفرنس میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔ اُس وقت مولانا مرحوم بوجہ علالت صاحب فراش تھے۔ میں عیادت کے لئے ان کے گھر پہنچا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس طرح اٹھ کر بیٹھے گویا بالکل تندرست تھے اور اس وقت بھی قدرے علمی گفتگو ہوئی اور میری کتاب "المرأۃ" کے بابت پوچھا کہ طبع ہوئی ہے یا نہیں۔ نیز میری کتاب النساء الرکن فی جواب انھاء السکن کے بارے میں پوچھا اور اکثر ملاقاتوں میں ان کا ذکر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو خلف صالح بنائے اور ان کی یادگار تادیر قائم رکھے۔ آمین

ے

خوش میدہد نشان جلال وجمال یار
خوش میکند حکایت عزّ و وقار یار

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صفی الرحمٰن مُبارکپوری

مُبارک پور، انڈیا

جوہر شناس

ہماری طالب علمی کا دَور بھی کچھ عجیب دَور تھا۔ غیر درسی کتابوں اور رسائل وجرائد کا مطالعہ شجرۂ ممنوعہ تو نہیں لیکن استعداد و صلاحیت کے لئے مضرت رساں ضرور باور کرا یا جاتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ طلبہ کی لائبریری جو اپنی کم وکیف کے لحاظ سے یوں ہی نیم تیم ہوا کرتی تھی۔ اپنے اکلوتے زائرین (طلبہ) کی بے التفاتی بلکہ کم نگہی کا داغ اپنے سینے میں جمائے کسی غم خانہ یاس وقنوط کا منظر پیش کیا کرتی تھی۔ جہاں کبھی کبھی چند ایک تعزیت کنندگان آ بیٹھے ہوں۔ ہم بھی تنوع حاجات اَور ذوق جستجو کی کشش وکش مکش کے باوجود اس شجر پر آسیب کے زیر سایہ آنے میں مُحتاط ہوا کرتے تھے۔ خوش قسمتی سے ہمارے تایا مولانا عبدالصمد صاحب مبارک پُوری رحمہ اللہ کے ذوق علم وعمل کی بدولت گھر پر اُردو اور عربی زبان میں دینی، علمی، فنّی اور مسلکی کتابوں کا ایک مختصر مگر قیمتی مجموعہ موجود تھا تعطیل کے زمانہ میں ذوق جستجو اور شوقِ مطالعہ کے ہاتھوں مذکورہ تصوّر کے تار و پود بکھر جاتے اَور دُنیائے علم کے بعض نئے زاویوں کی زیارت نصیب ہو جاتی۔ اِسی سلسلے میں ایک بار اُردو کتابوں اَور رسائل وجرائد کے غیر منظم ڈھیر کو اُلٹتے ہوئے امام شوکانیؒ کے حالاتِ زندگی پر ایک کتابچہ دستیاب ہو گیا جس کا مطالعہ قلب ونظر کی دنیا پر گہرا اثر چھوڑ گیا۔ ٹھوس اور پُرکشش اسلوب بیان، بچے اور رَچے ہوئے الفاظ، نپے تُلے جملے، معانی سے بھرپُور اور حشو وزوائد سے پاک فقرے، مرتّب اور مربُوط نکات، مدلّل اور دل پذیر باتیں، جڑے ہوئے نگینوں جیسے اقتباسات، ایک طالب علم کی بساط سے باہر تھا کہ اَیسے جوئے گوہر وار وگوہر بار کو ایک جست میں عبور کر جائے۔ چھوٹے سے رسالے نے توجّہ اَور وقت دونوں اندازے سے زیادہ لیا۔ مگر قلب ونظر کی دنیا پر ایسی چھاپ چھوڑ گیا کہ تیس سال سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے باوجُود آج تک گویا سارے نقوش تازہ ہیں۔

ہر چند ہوا راہ نوردی کو زمانہ ؎ یادوں کا مگر آج بھی ہر نقش نیا ہے

مذکورہ کتابچہ مولانا محمدؒ عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم کے خامۂ تحقیق کا ایک چھوٹا سا نقش ہے۔ اور میرے لئے مولانا کی شخصیت سے واقفیت کا پہلا ذریعہ۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ لاہور سے "رحیق" نام کا ایک نہایت معیاری ماہنامہ رسالہ جاری ہوا ہے جس میں اکابرین جماعت کے بڑے قیمتی مضامین ومقالات شائع ہو رہے ہیں۔ اور مولانا موصوف اس کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ مزید کچھ عرصہ بعد جب طالب علمی کے معروف دَور سے "فراغت" حاصل ہو گئی، اَور "مسندِ تدریس" پر بیٹھ کر حقیقی طالب علمی کا دور شروع کیا تو سب سے پہلے جو کتابیں زیر درس آئیں اُن میں سُنن نسائی بھی تھی۔ گو سُنن نسائی کا جو نسخہ مولانا مرحوم کی التعلیقات السلفیہ کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان سے شائع ہوا تھا وہ ہندوستان میں نایابی کی حد تک کمیاب تھا مگر خوش قسمتی سے ہمیں اس کا ایک نسخہ دستیاب ہو گیا تھا۔ اور ہم نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ تدریسی سال ختم ہوا تو ہم اس کا لفظ لفظ چاٹ چکے تھے۔ اس اثناء میں ہمیں رحیق کے تینوں سال کی پوری فائل "المکتبۃ السلفیۃ لاہور کے زیر اہتمام شائع شدہ "مرعاۃ المفاتیح" جلد اوّل اور "حیات امام احمد بن حنبل" بھی دستیاب ہو چکی تھیں۔ جن کے مطالعہ سے مولانا مرحوم کی قد آور شخصیت، علمی گہرائی، تحقیقی ذوق، تصنیفی نفاست پسندی، خدمت کتاب و سنت کا پُرسوز جذبہ، مسلکِ سلف کی بے لاگ ترجمانی اور طباعت و اشاعت کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی خواہش و کوشش کے بہت واضح نقوش اُبھر کر سامنے آئے۔ اور میں نے وہ کچھ سیکھا جو کسی با ذوق اُستاد کی طویل تربیت کے طفیل مشکل حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر ذوق و جستجو نے مہمیز لگائی۔ اور مولانا سے یکا دکا خط و کتابت بھی ہوئی۔ شوق کا تقاضا ہوا کہ نقلِ مکانی کر جاؤں اور مولانا سے استفادہ کروں۔ مگر قضا و قدر کا فیصلہ یہ تھا کہ ہندوستان کی سرزمین ہی پر اس کی تکمیل ہو۔

چنانچہ مولانا کی باقی تحریریں بھی وہیں رہ کر پڑھی گئیں۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی تعلیقات و اصول میں مولانا کے بکھرے ہوئے علمی جواہر پارے اور ان کی نشر و اشاعت اور تقدیم و تصدیر وغیرہ میں مولانا مرحوم کے علمی و فنی ذوق نے قندِ مکرر کا لطف دیا۔ اور اپنے طالب علمانہ ذوق کو مولانا کے جدید شاہکاروں کا برابر انتظار رہنے لگا۔ اور یہ آرزو بھی جڑ پکڑتی گئی کہ ایک بار حاضرِ خدمت ہو کر شرفِ ملاقات حاصل کروں اور بالآخر قدرت نے اس آرزو کی تکمیل کے اسباب فراہم کر دیئے۔

جب راقم کی کتاب "الرحیق المختوم" کو سیرتِ نبوی ﷺ کے عالمی مقابلے میں اوّلیت کا شرف حاصل ہوا تو برادرم حافظ احمد شاکر صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ مولانا موصوف اس کا اُردو ترجمہ نہایت اعلیٰ اور نفیس معیار پر شائع کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس آرزو کی تکمیل میرے لئے سعادت کا درجہ رکھتی تھی، مگر مشاغل کے ہاتھوں ترجمے کا کام کئی سال مؤخر ہو گیا۔ اور اس دوران مولانا کی صحت کے بارے میں تشویشناک خبریں آنے لگیں۔ بالآخر ہجومِ کار کے باوجود ترجمے کا آغاز کر دیا۔ اور تسوید و تبییض سے فارغ ہو کر گرد و پیش کی گرفتیں توڑتا ہوا چند دنوں کے لئے پاکستان جا پہنچا۔

مولانا مرض کی شدّت سے بڑی حد تک افاقہ ضرور پا چکے تھے مگر جسم اور زبان دونوں اس حد تک مُتاثر تھے کہ نیم معذوری کی کیفیت تھی۔ گفتگو کے بہت سے اجزاء کا سمجھنا مشکل ہوا کرتا تھا اور اس طرح بعض بڑی قیمتی، معلوماتی اور تاریخی باتوں کا تسلسل اور ربط کٹ کٹ جاتا تھا۔ تاہم مولانا کی ملاقات اور صحبت نے جماعت کی تاریخ اور جہد و عمل کے بہت سے مستور گوشوں سے پردہ ہٹایا۔

سفر سے کچھ عرصہ پہلے میں نے حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کی تاریخی و شرعی حیثیت" شروع سے آخر تک نہایت ذوق و شوق سے پڑھی تھی جو مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور سنجیدگی اور علمی و تاریخی تحقیقات کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کتاب سے صرف یہی نہیں کہ مولانا مودودی کے نقطۂ نظر کی مکمل تردید و تغلیط ہو جاتی ہے بلکہ علمی خیانت و فریب دہی عبارتوں میں ہیرا پھیری، واقعات کے سلسلے میں غلط بیانی، فنونِ حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نقدِ رجال میں اناڑی پن کی شکلوں میں مولانا مودودی کے مختلف چہروں سے بھی پردہ ہٹتا ہے۔ جس کے بعد اس گنجائش کا دائرہ انتہائی تنگ ہو جاتا ہے کہ جو انسان محض ایک تاریخی قضیے میں کسی مخاصمے اور مجادلے کے اُبھرنے سے پہلے محض اپنی ذاتی تحقیق کے مرحلے میں اپنے نقطۂ نظر کے اسباب کے لئے قصداً تحریف و فریب کاری جیسے کارناموں کا ارتکاب کر ڈالتا ہو۔ اور اس ناروا حرکت کے ذریعہ بعض چوٹی کے صحابہ کرام کو جاہلیت کا درآمد کنندہ یا جاہلیت کا ٹھیٹھ نمایندہ قرار دیتا ہو۔ اور اسی پر اپنے فہمِ اسلام اور اصولِ تحریک کی بنیاد رکھتا ہو۔ اس کی علمی، اسلامی اور اس کی برپا کردہ اسلامی تحریک پر اعتماد کیا جاسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف سے عقیدت کے باوجود جب ان کی تحریر کا یہ چونکا دینے والا پہلو سامنے آیا تو میں بڑی حد تک مضطرب اور متزلزل ہو گیا۔ اور پھر جا و بیجا اس کے متعدد ثبوت مل جانے کے بعد طبیعت نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ بایں ہمہ موصوف سے عقیدت و وابستگی برقرار رکھی جائے۔

خیر یہ بات تو یوں ہی مقطع میں آپڑی تھی ورنہ عرض یہ کر رہا تھا کہ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کا یہ شاہکار جہاں ان کے جوہر قابل ہونے کا ایک نمایاں ثبوت ہے وہیں مولانا کی جوہر شناسی اور ان کے باکمال اندازِ تربیت کا بھی آئینہ دار ہے۔ کیونکہ یہ کتاب مولانا کی سرپرستی اور رہنمائی میں لکھی گئی تھی۔ حافظ صاحب کی دوسری تمام تحریریں بھی جس قدر سنجیدہ اور زورِ استدلال سے بھرپور ہوتی ہیں۔ ان سے بھی مولانا کے اندازِ تربیت اور کمال جوہر شناسی پر روشنی پڑتی ہے۔

اس مناسبت سے مولانا کے مزید ایک وصف کا علم مجھے ملاقات کے دوران ہوا۔ میں جب ذرا پُرسکون ہو کر مولانا کی خدمت میں بیٹھا تو موصوف نے مجھے ایک طولانی تحریر مطالعہ کے لئے عنایت فرمائی جس کا کم و کیف دیکھ کر یہ شعر یاد آگیا ؎

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی ✤ عجیب چیز ہے یہ طولِ مدعا کے لئے

صاحبِ تحریر کی شخصیت میرے لئے غیر معروف نہ تھی، اس لئے میں نے نہ تحریر پڑھنی چاہی، نہ اس بارے میں کوئی گفتگو کرنی چاہی۔ مگر مولانا کے اصرار پر چند صفحات پڑھنے ہی پڑے۔ پھر میں نے معذرت کر دی۔ مجھے مولانا کی گفتگو سننے اور ان سے مستفید ہونے کا اشتیاق تھا۔ مگر مولانا نے موضوع نہ بدلا۔ اور چپکے تُلے جملوں میں بتایا کہ اس تحریر کو پڑھ کر صاحبِ تحریر کے بارے میں ان کے تاثرات کیا تھے اور میں ان تاثرات کو سن کر حیرت زدہ تھا۔ مولانا کی فراستِ مومنانہ کس غضب کی تھی کہ اس تحریر نے اپنی تمام تر سلامت روی اور جذبۂ خیر کے مظاہرہ کے باوجود صاحبِ تحریر کی پوری حقیقت مولانا پر منکشف کر دی۔ ایسے ہی مواقع کے لئے کہا گیا ہے ؎

الألمعی الذی یظن بك الظن ✤ کأن قد رأی و قد سمعا

روشن دماغ دُور اندیش جو تمہارے بارے میں کوئی گمان کرے اس نے گویا واقعۃً دیکھ اور سن لیا۔

مسلکِ سلف سے مولانا کو نہایت ٹھوس اور پختہ وابستگی تھی۔ اور عقائد کے باب میں وہ دوسرے علمائے اہلحدیث کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی حساس تھے۔ اس کا اندازہ مولانا کی عام تحریروں کے علاوہ بالخصوص ان حواشی سے لگایا جا سکتا ہے جو موصوف نے "حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ" پر رقم فرمائے ہیں۔ اس تعلق سے مولانا نے سنن نسائی کے حواشی کے نام کے بارے میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت لطیف بات بیان فرمائی۔ فرمایا کہ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ حواشی چونکہ چند علمائے اہلحدیث کے حواشی کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں۔ اس لئے "التعلیقات السلفیۃ" نام رکھا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان حواشی میں میں نے جہاں عقائد اور بالخصوص اسماء وصفات پر گفتگو کی ہے وہاں سلف کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام منتخب کیا ہے۔

اس موقع پر اس بات کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا کہ اس باب میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور متعدد دوسرے علمائے اہلحدیث کے درمیان خاصا اختلاف پایا جاتا تھا جس نے مختلف اوقات میں خاصی اہمیت اور شدت اختیار کر لی تھی اور بعض ایسے معاملات وجود میں آ گئے تھے جنہیں نہیں آنا چاہئے تھا۔ ہمارے محترم مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر مولانا امرتسریؒ سے مختلف تھا۔ لیکن اس کے باوجود جب بھی مولانا امرتسریؒ کا تذکرہ فرماتے تھے۔ کمال ادب، واحترام سے فرماتے تھے۔ اور یہ ادب واحترام عام تحریروں سے لے کر نجی مجالس تک ممتد تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرحوم فضائل اخلاق کے کس درجہ پر فائز تھے۔ غالباً انہیں اخلاقِ عالیہ کا نتیجہ تھا کہ خاموشی اور گوشہ گیری کے باوجود مقبول خاص وعام تھے اور ہر دلعزیزی کے حظ وافر سے بہرہ مند و سرافروز۔

نادر کتابوں، قدیم مسودات اور مخطوطات سے مولانا کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ اس کا اندازہ اس جدوجہد اور ان قربانیوں سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے مختلف مسودات اور نوادرات کے حصول کے لئے کی تھیں۔ اور جن کا کسی قدر تذکرہ ان کے مقدمات طبع میں آ گیا ہے۔ اس باب میں مولانا مرحوم ــــ صاحب مکتبہ ہونے کے باوجود ــــ مادی سود وزیاں کی فکر سے قطعی بالاتر تھے۔ ان کی ہر ممکن کوشش یہ ہوا کرتی تھی کہ صحیح علم وتحقیق پر مبنی کوئی بھی نادرۂ روزگار چیز اگر موجود ہے تو اسے کسی نہ کسی طرح منظر عام پر آ جانا چاہیئے۔ مولانا کے بلندی کردار کا یہ وہ پہلو ہے جس کے نمونے آج کی دنیا میں حد درجہ نادر ہیں۔ کثر اللہ فینا امثالہ۔

دعا ہے کہ اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرے۔ نور اللہ ضریحہ وحشرہ مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد خالد سیف
اسلام آباد

محدث بھوجیانی
کی چند یادیں

دنیا میں آنا درحقیقت یہاں سے رخت سفر باندھ جانے کی تمہید ہے۔ ہر فرد بشر نے ایک نہ ایک دن موت کے جام کو پینا اور قبر کے دروازہ سے داخل ہونا ہے اور یہ ایک ایسا قانون قدرت ہے، جس سے کسی کو بھی مفر نہیں. مگر دنیا کے اس پل سے گزر کر آخرت کی طرف جانے والے کچھ مسافر ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے بارہ میں کہنا پڑتا ہے ؎

پی گئی کتنوں کا لہو تیری یاد
غم تیرا کتنے کلیجے کھا گیا

بلاشبہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ماضی قریب کے ایسے ہی مسافران شہر خموشاں میں سے تھی۔ مولانائے محترم فلک علم وفضل کے آفتاب درخشندہ، بزم انس وقدس کی شمع فروزاں، درج تقویٰ وطہارت کے لعل شب چراغ، شریعت وطریقت کے محرم رموز واسرار، عالم اسلام کے جید عالم، جبل عزیمت واستقامت اور پیکر عجز وانکسار تھے، سادگی وانکسار کا یہ عالم تھا کہ جسے پہلے سے شناسائی نہ ہوتی وہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ یہ ہیں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، چار دانگ عالم میں جن کے علم وتحقیق کا ڈنکہ بج رہا ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اگرچہ ان بزرگوں اور راسخ فی العلم علماء میں سے تھے جن کی وقعت وعظمت، قدر ومنزلت اور عقیدت ومحبت بچپن ہی سے دل ودماغ پر چھائی ہوئی تھی لیکن جہاں تک یاد پڑتا ہے آپ کی سب سے پہلی زیارت کا شرف اپنے آبائی گاؤں چک ۳۶ گ۔ب ضلع فیصل آباد کی جامع مسجد میں ۱۹۶۹ء میں حاصل ہوا۔ جیساکہ احباب جماعت جانتے ہیں ہمارا گاؤں بہت سے حضرات علماء کرام کا مسکن ہے۔ مولانائے محترم کے ان سے مراسم عقیدت ومحبت تھے، اس لئے آپ نے کئی دفعہ اس دور افتادہ گاؤں کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ ۱۹۶۹ء میں جب آپ تشریف لائے تو مجھے خوب یاد ہے کہ آپ جامع مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ علمائے کرام اور احباب جماعت اس شمع بزم تحقیق کے گرد پروانوں کی صورت جمع تھے۔ استفسار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف تشریف فرما ہیں۔ کشاں کشاں آگے بڑھا اور قدسیوں کی اس محفل میں شریک ہوگیا۔ مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہو رہا تھا۔ اور آپ ہلکے پھلکے انداز میں تبصرہ فرما رہے تھے۔ اسی محفل میں کسی مسئلہ پر گفتگو کے ضمن میں بندۂ عاجز نے جب غالب کا یہ شعر پڑھا ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

تو آپ چونک پڑے اور میری طرف بطورِ خاص متوجّہ ہوئے۔ الغرض اس محفل میں آپ کی زیارت کا سب سے پہلے شرف حاصل ہوا۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ بندۂ عاجز نے اس کم سنی و کم سوادی میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے درسِ نظامی کی تکمیل کر لی ہے ـــــ راقم کی عمر اُس وقت اٹھارہ برس تھی ـــــ تو آپ نے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا، علمی مشوروں سے نوازا اور کچھ کتابوں کے مطالعہ کی بطورِ خاص نصیحت فرمائی، جن میں سے حافظ ابن قیم کی "زاد المعاد" کا نام اس وقت یاد آ رہا ہے۔

اگلے سال ۱۹۷۰ء میں بندۂ عاجز جب مدرسہ رحمانیہ چک ۳۶ گ ب میں تدریس کو خیرباد کہہ کر ادارۂ علوم اثریہ فیصل آباد میں "تخصص فی الحدیث" کے لئے چلا گیا تو اس ادارے میں تو آپ گاہے گاہے تشریف لاتے، طلبہ کی راہنمائی فرماتے اور علمی مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔ ادارہ علوم اثریہ ہی میں قیام کے دوران جب راقم حروف حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے سوانح حیات ـــــ تذکرۂ شہید ـــــ کی ترتیب و تسوید میں مصروف تھا تو آپ کی لائبریری سے استفادہ کے لئے کئی بار آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، علمی راہنمائی، قیمتی مشوروں اور لائبریری سے استفادہ کا موقعہ فراہم کرنے کے سلسلہ میں آپ اس قدر فیاض واقع ہوئے تھے کہ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ یہ سمجھتا کہ یہ آپ کی اسی کے ساتھ عنایت ہے مگر بات درحقیقت یہ ہے کہ آپ اسلاف کے اُس علمی قافلہ کے بچھڑے ہوئے سپہ سالار تھے علمِ حق کا اوڑھنا بچھونا تھا اور خدمتِ دینِ حق کا منتہائے مقصود تھا۔ بہر آئینہ "تذکرۂ شہید" کے سلسلہ میں آپ نے قدم قدم پر راہنمائی فرمائی۔ اپنی ذاتی کتب مستعار عنایت فرمائیں اور پھر ترتیب و تسوید اور تکمیل کے بعد دس برس تک "بوجوہ" "تذکرۂ شہید" کی طباعت و اشاعت معرضِ التوا میں پڑی رہی تو آپ کو اس کا بڑا قلق و اضطراب تھا مگر بالآخر جب دس برس کے طویل انتظار کے بعد "تذکرۂ شہید" زیورِ طباعت سے آراستہ ہو گیا تو آپ نے بے حد مسرّت کا اظہار فرمایا اور مبارک باد دی۔

ادارہ علوم اثریہ ہی میں قیام کے دوران آپ نے حکم دیا کہ میں حضرت سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی خودنوشت سوانح حیات "ابقاء المنن بالقاء المحن" کو نئی ترتیب کے ساتھ مرتب کر دوں۔ چنانچہ بحمد اللہ بندۂ عاجز نے آپ کے حسب ارشاد اس کتاب کو نئی ترتیب کے ساتھ مرتّب کر دیا۔ پیراگرافی کر دی، ذیلی عنوانات قائم کر دیئے۔ زبان کی تسہیل کر دی اور کتاب کو اس طرح مرتّب کر دیا۔ کہ موجودہ دَور کے قارئین کو اس کتاب کے مطالعہ میں کوئی دشواری محسوس نہ ہو۔ رفیقِ محترم جناب قاری نعیم الحق نعیمؔ کی تنقیح و نظرثانی اور برادر مکرم جناب حافظ صلاح الدین یوسف کی تصدیر اور اضافات و ملحقات نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں یہ کتاب دار الدعوۃ السلفیۃ لاہور کے زیرِ اہتمام بڑے سلیقہ سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہے اور غالباً یہ آخری کتاب ہے جو مولانا کی زندگی میں طبع ہوئی۔

۱۹۷۵ء میں جب راقم الحروف نے مولانا محمد جعفر تھانیسری کی مشہور و معروف مگر ایک عرصہ سے نایاب کتاب ـــــ کالا پانی ـــــ کو سلیقہ سے طارق اکیڈمی فیصل آباد کے زیرِ اہتمام طبع کرانے کا پروگرام بنایا تو آپ نے اس کی طباعت و اشاعت پر نہ صرف یہ کہ تحسین و تبریک کا اظہار فرمایا بلکہ اپنی ذاتی لائبریری سے ایک بے حد قیمتی اور نادر و نایاب تحفہ بھی عنایت فرمایا۔ یہ تحفہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا "کالا پانی" پر لکھا ہوا غیر مطبوعہ مقدمہ تھا۔ دراصل قصّہ کچھ یوں ہے کہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۱ء (۱۳۶۰ھ) میں فیروز پور (مشرقی پنجاب) کی جامع اہلحدیث گنبد انوالی میں مقیم تھے تو آپ نے "کالا پانی" کو عمدہ طریقے سے شائع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے مطالبہ کیا کہ آپ اس کے لئے مقدمہ لکھ دیں۔ چنانچہ حضرت سلفیؒ نے حسب عادت قلم برداشتہ نہایت فاضلانہ مقدمہ تحریر کر کے بذریعہ ڈاک فیروز پور ارسال فرما دیا۔ مگر بوجوہ مولانائے محترم کتاب کو شائع نہ فرما سکے۔ مولانا سلفی مرحوم کا لکھا ہوا یہ مقدمہ آپ کو اس قدر عزیز تھا کہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت اگرچہ آپ کی ہزاروں کی قیمتی اور نادر ذاتی کتب اور بعض ضروری کاغذات وہیں فسادات کی نذر ہو گئے تھے۔ مگر جن قیمتی کاغذات کو آپ نے دل وجان سے عزیز جان کر حفاظت فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ حضرت سلفیؒ کا لکھا ہوا مقدمہ "کالا پانی" بھی تھا، جسے حضرت نے ۱۹۴۱ء میں سپردِ قلم فرمایا مگر چونتیس برس بعد ۱۹۷۵ء میں طبع ہو سکا۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔

الغرض مولانائے محترم کے سیرت و کردار کا یہ پہلو بے حد تابناک ہے کہ تشنگانِ علوم کی تسکین کے لئے آپ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے۔ کسی مسئلہ کی تحقیق یا کتاب کی ترتیب و تسوید کے سلسلہ میں جب بھی کوئی ضرورت مند آپ کے در پر حاضر ہوتا آپ علم کے موتیوں سے اس کے دامن کو بھر دیتے۔ مفید علمی مشوروں سے نوازتے۔ راہنمائی فرماتے اور اپنی ذاتی لائبریری سے استفادہ کے لئے کتب مستعار عطا فرما دینے میں بھی آپ نے کبھی بخل کا اظہار نہ فرمایا۔ مولاناؒ کے دل میں عطائے الٰہی کے اس فیضان کو عام کر دینے کا جو جذبہ صادقہ تھا۔ اسی نے بعد میں دار الدعوۃ السلفیہ کا روپ اختیار کیا۔

مولانائے محترم کی محبتوں، شفقتوں اور علمی فیاضیوں ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب بھی کسی کام کی غرض سے لاہور جانا ہوتا تو دل بے اختیار ہو جاتا اور قدم خود بخود شیش محل روڈ کی طرف اٹھ جاتے اور سچی بات یہ ہے کہ جب کبھی وقت کی قلت یا کسی ناگزیر مجبوری کے باعث مولانا سے ملاقات کئے بغیر لاہور سے واپس آجاتے تو لاہور کا وہ سفر بے کیف، بے روح اور پھیکا سا محسوس ہوتا۔

الحمد للہ دار الدعوۃ السلفیہ نے آپ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں کامیابی و کامرانی کے کافی مراحل طے کر لئے تھے۔ کئی شعبوں میں بھرپور کام شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے برادرِ مکرم جناب حافظ صلاح الدین یوسف کی مصروفیتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ مولانا کو اس کا برابر احساس تھا کہ حافظ صاحب کے بار کو کچھ کم کیا جائے، چنانچہ آپ نے کئی بار راقم الحروف کو یہ پیش کش کی کہ میں "الاعتصام" کی ادارت کے فرائض سنبھال لوں لیکن بمصداق "من آنم کہ من دانم" سچی بات یہ ہے کہ اس بارِ گراں کے مقابلہ میں اپنے کندھوں کو بے حد ناتواں سمجھتا تھا لہٰذا آپ جب بھی اس کا ذکر فرماتے میں بصد ادب و احترام معذرت کر دیتا۔ ایک بار اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ اس پیکرِ اخلاص اور مجسّم وفا پر عجب کیفیت طاری ہے، آنکھیں اشکبار ہیں اور لہجہ گلوگیر اور فرما رہے تھے کہ دین کی خدمت اور مسلک کی نشر و اشاعت کی جو شمع ہم نے اپنے جگر کے لہو سے فروزاں کی تھی، اُس کی لَو کو مدھم نہ ہونے دینا "جب لاد چلے گا بنجارہ" تو ان فرائض سے عہدہ برآ ہونا تم جیسے نوجوانوں کا کام ہے! آخر میں دعاء ہے کہ اللہ ربّ ذو الجلال آپ کے اعمالِ صالحہ اور علمی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری
کراچی

مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ ــ ایک پاکیزہ سیرت

تاثرات کے آئینے میں

ایک جامع علمی شخصیت

مولانا کے انتقال کا حادثہ محض ایک شخص کے دنیا سے گزر جانے کا حادثہ نہ تھا بلکہ ایک عہدِ علم و تہذیب کے بیت جانے کا سانحہ تھا۔ ہم اس عہد کو یاد تو کر سکتے ہیں، اسے واپس نہیں لا سکتے۔

مولانا گوجرانوالہ اور لاہور کی مجلسی زندگی کی سرگرم شخصیت تو شاید کبھی نہیں رہے، اس لئے کہ مجلسی، سماجی، سیاسی زندگی کی ہنگامہ خیزی ان کے ذوق و مزاج سے ہم آہنگ ہی نہ تھی لیکن وہ خواہ کہیں اور کسی گوشہ خلوت میں ہوں ان کے وجودِ گرامی سے سماجی، سیاسی، مذہبی زندگی کے مختلف گوشوں اور اصلاح و دعوت، درس و تدریس، تالیف و تصنیف کے مختلف میدانوں میں ملک اور قوم و ملّت کے خدمت گذاروں کے دلوں کو بڑی ڈھارس تھی۔ اور جب انہیں کسی میدان میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو حضرت مولانا کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے ایک دو جملے ہی ان کی مشکل کو آسان کر دیتے تھے اور ان کی صحبت کے چند لمحوں میں بھی شائقینِ علم اور خدمت گذارانِ ملّی اتنا کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ برسوں کے مطالعہ و تحقیق سے بھی علم و معرفت کے ان رموز و نکات تک رسائی مشکل ہوتی تھی۔

درس و تدریسِ حدیث سے عشق

مولانا نے دنیا سے بہت کم تعلق رکھا تھا۔ دنیا کے حرص کا ان کے دل میں شائبہ تک نہ تھا۔ ہوسِ مال و زر ان کے قلب میں کبھی جگہ نہ پا سکی تھی۔ انہوں نے دنیا کے ہنگاموں اور اس کی رنگینیوں کے بجائے درس و تدریس حدیث سے عشق کیا تھا۔ نانِ جویں پر قناعت کر لی تھی اور اپنے نشیمن کے لئے گوشۂ عزلت کو پسند کر لیا تھا۔ لیکن انہوں نے دنیا کو کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ بہت گہرا تھا۔ وہ مطالعہ و مشاہدہ کے کسی مقام سے سرسری نہ گزر گئے تھے اس لئے ان کا ذہن و فکر تجربات کی کٹھنائیوں سے گزر کر جس مقامِ یقین و بصیرت پر پہنچ گیا تھا، وہ مقام وقت کے بڑے بڑے مدعیانِ علم و نظر کو بھی حاصل نہ تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی و مجلسی شخصیّت

میں نے کہا کہ وہ عام معنوں میں ایک سرگرم مجلسی اور علمی شخصیت نہ تھے یا وہ زندگی کے ہنگاموں سے دُور و نفور تھے۔ تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ وہ جلسوں، جلوسوں، تقریروں، مذاکروں، مناظروں، سمیناروں اور بحثوں اور مباحثوں کا شوق نہ رکھتے تھے۔ ان کی اپنی مجلسیں رنگینیوں کا مُرقّع اور نہایت دلچسپ ہوتی تھی۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ اور ان کے شاگردوں، نیازمندوں اور عقیدت کیشوں کا تو شمار ہی نہ تھا۔ ان کی مجلسوں میں ہر ذوق و فکر کے اور علم و عمل کے مختلف دائروں سے تعلّق رکھنے والے شریک ہوتے تھے۔ مولانا ہر کسی سے اس کے ذہن و فکر کے معیار کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی صحبت میں ہر کسی کا جی لگتا تھا۔

بے غرض اور صاحب فراست

مولانا زندگی میں چونکہ کسی سے کوئی غرض نہ رکھتے تھے، اس لئے وہ کسی سے متأثر بھی نہ ہوتے تھے۔ ان کے ذہن کو علم و استدلال کے سوا کوئی چیز متأثر نہ کرتی تھی۔ ان کے مطالعے، مشاہدے، غور و فکر اور تجربے نے ان میں اصابتِ رائے کی خوبی پیدا کر دی تھی۔ ان میں اخذ و استنباطِ مسائل کی غیر معمولی قابلیت اور صلاحیت تھی۔ وہ اپنی زندگی میں فراستِ مومن کی زندہ مثال تھے۔ ان کی بے غرضی، اصابتِ رائے اور فراست نے ان کی شخصیّت میں ایک رُعب پیدا کر دیا تھا، جس سے اہل دنیا خوف زدہ رہتے تھے۔ اور ان کے عقیدت مند اُن سے اتنی ہی محبّت اور ان پر فخر کرتے تھے۔

جانشینِ شیخ الاسلام

دنیا کے اس بازار میں بلکہ پاکستان کی مختصر تاریخ ہی میں بڑے بڑے سجادہ نشین، اصحاب درس و تدریس اور اہل علم و تقویٰ کے سرمایۂ فخر کے لٹنے اور فروخت ہونے کی کئی مثالیں مل جائیں گی۔ ناخوب کو خوب اور سیاہ کو سفید کہنے والے نسبت کے لحاظ سے طلبہ علماء ہی میں زیادہ نظر آئیں گی۔ کیا صحیح تھا اور کیا غلط! اس سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر لیجئے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جمہوریت، آمریت، شورائیت، جماعتی، غیر جماعتی، پارلیمانی، صدارتی، وفاقی، غیر وفاقی۔ غرض کہ ہر نظام کی نہ صرف تائید کرنے والے بلکہ اسے حقیقی اسلامی نظام ثابت کرنے والے علماء ہی تھے؟ ایک بزرگ کے ذوقِ حکام پرستی کا تو یہ عالم تھا کہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ تاریخِ اسلام میں پہلا مارشل لاء حضرت ابوبکر صدّیق نے لگایا تھا۔ **فیا للعجب!!!**

حضرت مولانا کے نیازمندوں کے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ مولانا کا اس قسم کے علمائے دنیا سے دُور دُور کا واسطہ نہ تھا۔ وہ اللہ کی سرزمین پر حضرت شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ کے جانشین تھے۔ انہوں نے سیاہ کو سفید کہنے سے ہمیشہ انکار کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور ناخوب کو خوب کہنے سے ہمیشہ محترز رہے تھے۔

سادگی کی مثال

ان کی زندگی کی سادگی ضرب المثل تھی۔ دنیا سے بے تعلقی اور بے نیازی کی اگر کوئی تصویر دیکھنی چاہتا تو وہ مولانا کو دیکھ لیتا۔ آئینے میں کچھ مدت کے بعد دھبے پڑجاتے ہیں اور چمک دمک ماند پڑجاتی ہے لیکن ان کا آئینہ قلب ہر داغ سے صاف رہا۔ اس پر کبھی کوئی غبار نہ آیا۔ اسی طرح ان کا عمل غرض سے پاک تھا۔ ان کے انداز حیات اور رہن سہن میں نہ کوئی تصنع تھا نہ اس میں بناوٹ کا شائبہ اور دکھاوے کا جذبہ ہوتا تھا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اس میں کبھی فرق نہ ہوتا تھا۔

ادیبوں کے ادیب

رحیق اور الاعتصام میں مولانا کے مضامین و مقالات اور شذرات ان کے مطالعے کی وسعت، فکر کی پختگی، عقیدے کی پختگی ہی پر دال نہیں بلکہ ان کے اسلوبِ نگارش کی دلآویزی کی بھی مثال ہیں۔
وہ اس طرح کے تو ادیب اور نقاد نہ تھے، جیسے کہ لاہور کی قومی اور سرکاری درس گاہوں میں معروف بحث و مباحثہ یا کسی ادبی مجلس میں کوئی ادبی، تنقیدی مقالہ پڑھتے نظر آتے ہیں، لیکن وہ زبان کی صحت، اسلوب کی دلربائی، فکر کی بلندی، معلومات کی جامعیت اور مطالب و مباحث کے حسنِ تالیف اور تدوین و تحقیق کے اعلیٰ ذوق میں کسی سے کم بھی نہ تھے۔ اور اس لحاظ سے وہ ادیب ہی نہیں ادیبوں کے ادیب اور ادیب گر تھے۔ رحیق اور الاعتصام میں انہوں نے وقت کے کئی لکھنے والوں کو نہ صرف قلم پکڑنا سکھا دیا بلکہ ان کے ادبی ذوق کی تربیت فرمائی اور ادیب اور مصنف بنا دیا۔

بلند پایہ محقق

وہ ایک محقق تھے اور ان کی تمام تصانیف سے ان کے ذوقِ تحقیق کا پتہ چلتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ پر انہوں نے تعلیقات و حواشی کے ضمن میں جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ ایک شخصی سوانح کی حد تک ہی نہیں اس عہد کی تاریخ اور علوم و افکار و معارف کے گہرے مطالعے کا غماز ہے۔

بہترین طریق تعلیم و تزکیہ

مولانا رسمی تصوف سے بیزار اور روایتی متصوفین کے سخت خلاف تھے۔ وہ ذکر اذکار کے ہرگز خلاف نہ تھے لیکن تصوف کی تحریک کو دعوت تمسک بالکتاب والسنۃ کے خلاف عجمی سازش سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اصلاح اور تعلیم و تزکیہ کا بہترین طریقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) تھا۔ اس کے سوا وہ کسی فلسفہ تعلیم و نظام تربیت کے قائل نہ تھے۔

ہیر وارث شاہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صاحب نے ہیر وارث شاہ میں تصوّف کے رموز و نکات کی تعریف کی۔ مولانا نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا۔

" اس کے عارفانہ مقام اور اس میں تصوّف کے نکات اور معرفت کے رموز و کنایات کو تو کوئی سمجھا یا نہیں سمجھا، اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ لیکن اس نے عشق و عاشقی کو پنجاب کی عوامی زندگی کی ایک عام چیز بنا دیا۔ اس سے زیادہ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

حُسنِ موعظت

مولانا کو اپنے مخلصوں اور نیازمندوں کی خوبیوں اور کمزوریوں ـــ دونوں کا علم ہوتا تھا۔ وہ خوبیوں کو سراہتے اور صلاحیتوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اور کمزوریوں اور کوتاہیوں سے اغماض نہیں برتتے تھے بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

ایک ملاقات میں فرمایا ـــ اور اس کے لئے محل بیان و گفتگو بہت ہی مناسب تھا۔ رواداری بہت اچھی چیز ہے لیکن اس کی جگہ معاشرتی زندگی ہے نہ کہ عقائد و اعمال کی دنیا! میں کچھ گیا کہ مولانا کا اشارہ کس طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اب ایسے صاحب حکمت کہاں!

مجھے اسی گرد و پیش میں بعض بزرگوں سے ایسی باتیں سُننی پڑیں کہ جس شوق و عقیدت کے ساتھ ان کی طرف بڑھا تھا۔ وہ ولولۂ شوق ہمیشہ کے لئے سرد ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت کی صحبت میں اس گنہ گار نے چائے کی پیالی بائیں ہاتھ میں اٹھائی اور منہ سے لگانے ہی والا تھا کہ حضرت نے پیالی میرے ہاتھ سے لے کر دائیں ہاتھ میں پکڑا دی۔ نہ زبان سے ایک لفظ کہا، نہ خشمگین نظروں سے دیکھا۔ لیکن حضرت کے شفقت آمیز عمل سے ایسا متنبّہ ہوا کہ بھول نہیں سکتا۔ مولانا کا عمل حسن موعظت آج تک یاد ہے اور ہمیشہ حضرت کے لئے رفیع درجات کی دعاء کرتا ہوں۔

خوش ذوقی و خوش مزاجی

مولانا کی زندگی شروع ہی سے بڑے کٹر مذہبی ماحول میں گزری تھی اور وہ خود بھی کٹر مذہبی تھے۔ لیکن ان معنوں میں کہ نہ صرف فرائض و واجبات میں بلکہ مستحبات تک میں قرآن و حدیث کے اوامر و منہیات کی جزئیات کی حد تک پابندی کرتے تھے، یہ ان کے ذوقِ اتباعِ سنتِ نبویؐ کی بات تھی، لیکن ان میں تقشّف نام کو نہ تھا، مولویانہ کھرے پن سے بہت دور تھے۔ ان کے مزاج میں شگفتگی تھی۔ بہترین ذوقِ مزاح رکھتے تھے۔ وہ اپنی مجلس میں ہلکی پھلکی باتیں بھی کرتے تھے اور بعض اوقات کوئی لطیفہ بیان فرما کر مجلس کو زعفرانِ زار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دیتے تھے۔

ایک سعادت

اب، تو کئی سال سے لاہور جانا نہیں ہوا لیکن ایک عرصے تک ہر سال لاہور کا سفر معمول رہا تھا۔ جن دوستوں اور بزرگوں سے ملاقات کا شوق عناں گیر ہوتا تھا۔ ان بزرگوں میں حضرت مولانا کا اسم گرامی سرفہرست ہوتا تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضری میرے لئے بڑی سعادت تھی۔ حضرت کی صحبت میں میرے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان تھا۔ میں نے حضرت کی مجلس میں حکمت و موعظت اور پند و نصیحت کے بہت موتی چنے تھے۔

آخری بار شرف دید حضرت کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہوا تھا۔ حضرت بیمار اور بہت کمزور تھے۔ صاحب فراش تھے لیکن اَز راہِ لطف اُٹھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور شفقت آمیز گفت گو فرماتے رہے۔ حضرت کی علالت اور نقاہت دیکھ کر خود ہی جلد اُٹھ آیا۔ پھر اس کے بعد مولانا کی زندگی میں نہ لاہور جانا ہوا نہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لیکن وہ اب بھی یاد آتے ہیں تو محسوس ہوتا کہ گویا اپنے دھیمے لہجے میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے ہیں اور ان کی شفقت آمیز آواز کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبد السلام رحمانی

انڈیا

مولانا بھوجیانیؒ کی یاد میں

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ صدیقین و اکابر صلحائے امت کا مقام بلند عطا کرے۔ مولانا مرحوم سے مجھ کمترین کو بھی زمانہ طالب علمی ہی سے بڑی عقیدت رہی ہے جس کا اوّلین ذریعہ الاعتصام دریتق کے شمارے اور جماعتی موضوع پر مولانا کی نگارشات و تعلیقات ہی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مولانا سے ملاقات و مراسلت کا شرف بھی عطا کیا اور اس ذریعہ سے مولانا کی شفقتوں، عنایتوں، ذرہ نوازیوں کا اور مولانا کی سادگی و خلوص کا جو مشاہدہ ہوا، اس نے ہماری عقیدت و محبت اور بڑھا دی۔

میں ۱۳۹۳ھ میں حج کے لئے گیا ہوا تھا اور رمضان سے قبل ہی مکہ مکرمہ پہنچ گیا تھا۔ رمضان کے بعد حافظ فتحی صاحب رحمہ اللہ نے مجھے ایک دن بتایا کہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی بھی اس سال حج کے لئے آنے والے ہیں۔ اس خبر سے مجھے کس قدر خوشی ہوئی، میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ میرے لئے بالکل ہی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ مجھے پاکستانی اکابر علماء اہل حدیث میں سے مولانا بھوجیانیؒ اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ گوجرانوالہ سے خصوصی عقیدت تھی۔ اور ظاہر ہے جس سے عقیدت ہوتی ہے اس کی دیدار کا شوق بھی اسی درجہ ہوتا ہے۔ اب جو بغیر کسی وہم و گمان کے مولانا بھوجیانیؒ سے ملاقات کی توقع ہوئی تو اس سے ہمیں بے حد خوشی ہوئی۔

میں وسط شوال میں مدینہ منورہ چلا گیا اور اپنے اخوان طلبہ جامعہ اسلامیہ کے ساتھ وہاں تین ہفتے رہا۔ اسی دوران مولانا بھوجیانی عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ میں حافظ فتحی صاحب نے مولانا سے میرا ذکر کر دیا تھا۔ مولانا نے مدینہ پہنچ کر پہلے روز ہی باب الرحمۃ پر مجھے تلاش کیا جو مسجد نبوی میں سلفی اخوان و احباب کے ملنے کی مستقل جگہ تھی۔ میں اس وقت بعض مکتبات میں گیا ہوا تھا۔ جب مغرب سے ذرا قبل باب الرحمۃ پہنچا تو اخوان نے بتایا کہ مولانا بھوجیانی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ کا پوچھ رہے تھے اور بتا گئے ہیں کہ مغرب کی نماز یہیں پڑھیں گے۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد اخوان نے اشارہ سے بتایا کہ وہ مولانا بھوجیانی صاحب آ رہے ہیں۔ مولانا اس قدر سادہ و معمولی لباس میں تھے کہ اوّل نظر میں یقین نہ آیا کہ جن کی طرف اخوان کا اشارہ ہے وہی مولانا بھوجیانی صاحب ہیں۔ میں نے دیکھا ایک دبلا جسم، لمبا قد، گھٹنوں تک پہنچی ہوئی بڑی سادہ سی لمبی قمیص اور ٹخنوں سے نمایاں اونچا بالکل سادہ تہبند، کندھے پہ سفید رومال اور سفید کپڑے اونچی دیوار کی سر پر مڑی تڑی معمولی ٹوپی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اک زہد و سادگی کا پیکر۔

میں نہ فوری شوق سے ملنے کو بڑھا اور مولانا نے بڑی شفقت سے مجھے گلے لگا لیا۔ میں اُن دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا نائب ناظم اور مولانا عبدالحمید رحمانی ناظم اعلیٰ تھے۔ مولانا نے بھارت کے تمام جماعتی حالات کے ساتھ کئی اکابر جماعت اہل حدیث ہند کے حالات دریافت کئے اور خاص طور پر مولانا عبدالحمید صاحب رحمانی کے علمی مشاغل کی بابت کرید کرید کر پُوچھتے رہے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مولانا بھوجیانی صاحب کو مولانا عبدالحمید صاحب سے بڑے علمی کام کی توقعات ہیں پھر مولانا نے مجھے بھی نصیحت فرمائی اور مولانا رحمانی صاحب کی بابت بھی فرمایا کہ آپ لوگ کچھ علمی کام کیجئے جمعیۃ و جماعت کے جھمیلوں میں اپنی صلاحیت و عمر برباد نہ کیجئے۔

پاکستان کی اہل حدیث جمعیات و اعیان کے اُن دنوں جو حالات تھے۔ اس سے مولانا کی طبیعت بہت مکدّر نظر آرہی تھی۔ اور مولانا کی ریڈنگ تھی کہ اجتماعی انداز میں کام کرنے کے لئے جس قدر خلوص و سمع و طاعت مطلوب ہوتی ہے اس کا ہماری جماعت میں فقدان ہے۔ نیز ماضی بعید و قریب میں جو ٹھوس کام بھی مسلک کے لئے ہوا ہے۔ وہ عموماً انفرادی کوششوں سے ہوا ہے۔ جمعیتوں کے ذریعے کوئی خاص کام نہیں ہوا ہے۔ اس لئے جو لوگ تبلیغ و تدریس یا تصنیف و تحقیق کی بہتر صلاحیت رکھتے ہیں اُنہیں جمعیتوں کے جھمیلے میں اپنا وقت ضائع کئے بغیر اپنی صلاحیت کے مطابق دین و مسلک کی خدمت میں لگ جانا چاہیئے۔

مولانا سے متعدد مجلسوں میں جماعتی موضوعات پر گفت گو ہوئی۔ مدینہ منورہ میں اور مکہ مکرمہ میں ہم اپنا بیشتر وقت مولانا کے ساتھ ہی گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔ مولانا کی عظیم علمی شخصیت تھی۔ مسلک سلف کی محبت اور اس کی اشاعت کا جو مخلصانہ جذبہ مولانا میں تھا اُسے بس مولانا کو جاننے والے ہی جانتے ہیں۔

ہم بغرض استفادہ مولانا سے مختلف موضوعات پر گفت گو کرتے تھے۔ ہم نے نمایاں طور پر مولانا کی یہ دلی خواہش بھی محسوس کی کہ جماعت کے اُبھرتے ہوئے نوجوانوں کی صلاحیت و توانائی غیر مفید کاموں میں ضائع نہ کی جانی چاہیئے۔ اسے دین و مسلک کی خدمت میں لگا دینا چاہیئے۔

ہم نے مولانا کی طبیعت بڑی متواضع پائی۔ وہ ہم خردوں کے ساتھ بھی تکریم و تبجیل کا سلوک فرماتے۔ مولانا کے لباس و پوشاک اور رہن سہن کی جو سادگی ہم نے وہاں دیکھی ہے وہ تو اس درجہ تھی کہ انجانے لوگ پہلی نظر میں آپ کو دیکھ کر شاید باور نہ کرتے کہ آپ زمرۂ اہل علم میں سے ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے گزرے ہوئے سالوں کی طرح اُس سال بھی ۱، ۲، ۳، ۴ ذوالحجہ کو اس کے محاضرہ ہال میں علمی مذاکروں، محاضروں کا پروگرام تھا اور ہر روز کوئی نہ کوئی کتاب رابطہ کی طرف سے شرکاء کو دی جاتی تھی۔ ہم اور مولانا اس میں شرکت کے لئے ساتھ گئے تھے۔ جب ہم لوگ دروازے پر پہنچے جہاں کتاب دی جا رہی تھی تو دینے والے نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے تو کتاب دے دی مگر مولانا کو نہیں دی۔ میں سمجھ گیا کہ مولانا کے لباس و ہیئت سے اس نے مولانا کو ناخواندہ سمجھا، اس لئے کتاب نہیں دی۔ میں نے جب اُسے مولانا کی علمی شخصیت بتائی تو اُس نے عفو طلبی کے ساتھ مولانا کو بھی وہ کتاب عطا فرمائی۔ نیز میں نے دیکھا کہ محاضروں کے دوران جب بھی فوٹو گرافر کیمرے کا رُخ ہم لوگوں کی طرف کرتے، مولانا منہ پر رومال ڈال لیتے۔ حالانکہ وہاں بڑے بڑے صاحبانِ علم و تقویٰ بدون ادنیٰ تامل کیمرے کا سامنا کر رہے تھے۔

علمی و شخصی عبقریت کے ساتھ زہد، قناعت، سادگی، تقویٰ، تدین اور خلوص و للّٰہیت جو اہل حدیث علماء و خواص کی روایات تھیں۔ اُن روایات کے حاملین ایک ایک کر کے اُٹھتے جا رہے ہیں اور جو اکابر ملت و جماعت ان کی جگہیں لے رہے ہیں اُن میں بہت کچھ ہونے کے باوجود کئی زرّیں روایات کا فقدان سا نظر آ رہا ہے یا کم از کم ان میں بڑا ضعف پیدا ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان اسلاف کی حسنات کو قبول فرمائے۔ انہیں ابرار و صالحین کا مقام بلند عطا فرمائے۔ اور خلف کو ان کی صالح روایات کا امین بنائے اور انہیں "خیر خلف لخیر سلف" کا مصداق بنا دے۔ (آمین)

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ریاض الحسن نوریؒ
لاہور

۲۰؍ جنوری ۲۰۰۴ء
م
۲۷؍ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ

سادگی کا پیکر، علم کا پہاڑ

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی علمائے سلف کی یاد دلاتے تھے۔ علم، تقویٰ، زہد، اخلاق غرضکہ ہر چیز میں سنت کی پیروی کو لازم سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آذربائیجان والوں کو خط لکھا۔ اس میں فرمایا:

فاتزروا وارتدوا وانتعلوا وارموا بالخفاف والقوا السراویلات وعلیکم بلباس ابیکم اسماعیل وایاکم والتنعم وزی العجم وعلیکم بالشمس فانها حمام العرب وتمعددوا واخشوشنوا واخلولقوا الخ (شعب الایمان ۶۱۸۶)

مذکورہ بالا اثر کی روشنی میں مولانا محترم نے ہمیشہ لنگی ہی استعمال کی۔ اس سنت کو کبھی ترک نہیں کیا بعض لوگوں نے شلوار خاص موقعوں پر پہننے پر زور بھی دیا مگر آپ نے دکھاوے کے لیے لباس پہننا اور سنت کو ترک کرنا کبھی پسند نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق ہمیشہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنے۔ سخت جفاکش زندگی گذاری۔ روکھا سوکھا کھایا اور آرام طلبی و عیش پرستی سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مرض الموت میں راقم الحروف نے مشورہ دیا تھا کہ ڈیزرٹ کولر لگوالیں کیونکہ گرمی سخت تھی۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر میں نے بیماری میں بھی اس کا استعمال کر لیا تو میری اولاد اس کو ہر سال استعمال کرنا شروع کر دے گی۔ اس دور میں جبکہ پاکستان و عرب کے بڑے بڑے علماء بھی ہر طرح کی آسائش ڈھونڈنے لگے ہیں۔ مولانا محترم کا یہ زہد اور سنن و آثار پر عمل ایک بہت ہی قابل تقلید مثال ہے۔ اس دور میں چوٹی کے علماء بھی زہد کے لفظ تک سے نابلد ہوتے جا رہے ہیں حالانکہ زہد خوف خدا کا ایک اہم ثبوت ہوتا ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) افضل الناس مؤمن مزهد (کنز ۶۰۹۴)

(۲) طوبی لمن هدی للاسلام وکان عیشه کفافا وقنع۔

(۳) لیس الفقه الهذر وکثرة الروایة وانما الفقه خشیة الله۔ (عمر بن خطاب)

(۴) ویل للذی لایعلم مرة وویل للذی یعلم ولا یعمل سبع مرات۔ (ابودرداءؓ)

(۵) خیر الناس احسنهم اخلاقا وخیر الناس مؤمن فقیر یعطی جهده وخیر الناس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفعھم للناس۔

مذکورہ بالا احادیث میں بیان کردہ خوبیاں مولانا میں وافر مقدار میں موجود تھیں۔

ہمارے استاذ مولانا کی سب سے بڑی خوبیاں ان کا علم سے شغف، اخلاص، اخلاق، تنعم سے پرہیز اور خوفِ خدا جیسی کمیاب خصوصیات تھیں جو کہ زمانہ معدوم ہوتی جارہی ہیں۔ ایسا زہد سلف صالحین میں تو عام تھا مگر دورِ جدید میں ایسا معدوم ہو چکا ہے کہ ہمارے علماء کے سامنے زہد کا ذکر بھی ان کو ناگوار گذرتا ہے اور اس کے خلاف دلائل دینے شروع کر دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہونے تھوڑے سے جو طاق پر رکھے تھے اور زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی تھی (بخاری)۔ شمائل ترمذی اور زہد کی کتب شاید ہمارے علماء نے پڑھی نہیں یا بھول چکے ہیں، تو مگر کیا ان کو قرآن کی آیت تخییر (سورہ احزاب کی ۲۸-۲۹) بھی بھول گئی ہے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مولانا کی آمدنی معمولی تھی لیکن یہ ان کی کرامت تھی کہ جب بھی کوئی اچھی کتاب آئی انہوں نے ضرور خریدی۔ ایک کتاب میں نے چھوٹی اور مہنگی ہونے کی وجہ سے نہ خریدی مگر انہوں نے وہ بھی خرید لی۔ بالآخر انہوں نے ایک بڑا قیمتی سرمایہ کتب چھوڑا۔ جو اب جماعت اہل حدیث اور دیگر اہل علم کے استفادہ کے لیے وقف ہے مگر افسوس کہ ان کی قائم کردہ یہ لائبریری جماعتی بننے کے بعد کتب کی خریداری پر انتظامیہ کی طرف سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اور عربی کتابوں کی خرید کے لیے مخصوص سالانہ بجٹ منظور نہیں کیا جاتا۔ کاش انجمن کے کار پرداز اس پر کما حقہ توجہ دیں۔

کتابیں تو مشہور لائبریریوں میں بھی بہت ہیں جن کی آمدنی لاکھوں کی ہے مگر مولانا کے ہاں ایسی ایسی قدیم اور جدید کتب بھی موجود ہیں جو بڑی بڑی پبلک لائبریریوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ مطبوعہ، غیر مطبوعہ، مخطوطات کا علم بھی ان کا نہ صرف بہت وسیع تھا بلکہ اپ ٹو ڈیٹ رہتا تھا۔ دنیا میں کہیں کوئی کتاب چھپتی تو مولانا تک خبر پہنچ جاتی تھی۔ کتاب نئی ہو یا پرانی اس کے متعلق رائے معلوم کرنے کا مولاناؒ بہت مفید ذریعہ تھے۔ ابو زہرہ کی سوانح امام احمدؒ کے ترجمہ کا حاشیہ جو مولانا نے تحریر فرمایا تھا اس کے متعلق مجھے کسی نے بتایا کہ مولانا ابوالخیر مودودیؒ جو مولانا مودودیؒ کے بڑے بھائی تھے کا کہنا ہے کہ سوانح کے مصنف سے محشّی کا علم زیادہ ہے۔

مولانا سے باتوں باتوں میں بہت سی اہم باتوں کا علم ہو جاتا تھا۔ مثلاً زکوٰۃ کے متعلق یہ مشہور حدیث:

ومن منعھا فانا آخذھا وشطر مالہ (ابوداؤد والنسائی) یعنی "جو زکوٰۃ نہیں دیتا ہم اس سے زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور سزا کے طور پر اس کا نصف مال بھی لے لیں گے۔"

اس کے متعلق فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اسی طرح اس حدیث کے متعلق کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہ تصریح کردی کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ ایک مرتبہ مزارعت پر اختلاف کا ذکر ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اس پر عمدہ بحث طبقات شافعیہ کی فلاں جلد میں ہے اور پھر وہ جلد بھی مہیا کر دی۔ مقاییس اللغۃ ابن فارس کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ لغت بہت عمدہ ہے۔ اس سے لفظ کے بنیادی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی کا پتہ چل جاتا ہے۔

مولانا میں تعصب بالکل نہ تھا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے لوگ آتے۔ اور وہ انہیں بے دریغ کتاب مطالعہ کے لئے دے دیا کرتے تھے۔ راقم الحروف پر تو خیر بہت ہی مہربان تھے۔ کسی عرب عالم یا علماء کا کوئی بیان یا کسی مسئلہ پر کوئی اہم مضمون آتا تو خود مجھے دیتے۔ اور فرماتے کہ اس کا فوٹو کرا لو بہت کام کی چیز ہے۔ جو نئی کتاب آتی وہ دکھاتے، پھر اس پر اکثر گفتگو بھی ہوتی۔ یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج ایک زمانے میں نایاب تھی۔ فوٹو سٹیٹ اس دور میں پاکستان میں آیا نہ تھا۔ ان سے یہ کتاب میں نے مانگ رکھی تھی۔ اور میرے پاس ہی رہتی۔ ایک مرتبہ بتایا کہ کراچی میں کسی کو اس کی ضرورت ہے۔ میں نے ان کو دے دی۔ پھر ایک مرتبہ میں ملنے گیا۔ تو کراچی سے بذریعہ ڈاک واپس آچکی تھی اور وہ اسے جلد کے لئے بھیج رہے تھے۔ میں ان سے لے آیا۔ میں نے ان سے اس کے نایاب ہونے کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ تم کو کیا فکر تمہارے پاس ہی تو رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی ہو کتاب تو بہرحال آپ ہی کی ہے۔ بالآخر یہ کتاب مکتبہ علمیہ والوں نے چھاپ دی اور میں نے اس پر مختصر حواشی کا اضافہ بھی کر دیا۔

مولانا ابوبکر غزنویؒ مرحوم کا ایک مضمون حضرت بلال بن حارثؓ کی زمین کے سلسلے میں چھپا تھا۔ راقم الحروف نے اس کا مختصر جواب لکھا جو الاعتصام میں شائع فرمایا۔ پھر اس کا زیادہ مفصل جواب البلاغ کراچی میں پانچ قسطوں میں شائع ہوا۔ اس میں محمد بن اسحاق پر تنقید ذرا سخت تھی۔ اس وجہ سے فرانس کے عالم ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی شکایت کی کیوں کہ ان کا خاص موضوع ہی سیرت ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھنا چاہا تھا مگر جناب تقی عثمانی صاحب نے منع کر دیا کہ اصل مقصد میں تو وہ آپ سے متفق ہیں۔ بہرحال کتاب الخراج کے حاشیہ میں خاکسار نے اس بحث کو مختصر کر دیا ہے اور محمد بن اسحاق پر جرح بھی نرم کر دی ہے۔

الشیئ یذکر بشیئ۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے عورت کی امامت کے سلسلے میں گفتگو کی تھی۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح القرآن یفسر بعضه بعضا۔ اسی طرح حدیث کا بھی معاملہ ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں یوں ہے۔ وأمرها أن تؤم اهل دارها لیکن دارقطنی کی روایت میں الولید ابن جمیع ہی کی طریق پر یوں روایت بھی ملتی ہے۔

أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن لها ان يؤذن لها ويقام وتؤم نساءها

(دارقطنی: ۱: ۲۷۹)

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ جہاں دارھا یعنی گھر میں امامت کرے وہاں بھی یہی مراد ہے کہ گھر کی عورتوں کی امامت کرے۔ یہی بات دیگر تمام احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ ورنہ تو مرد بھی عورتوں کی امامت میں گھروں میں نماز پڑھنے لگیں، تو مسجدوں کا کیا مصرف رہ جائے گا۔ اور پھر وہ حدیث بھی یاد کیجئے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا کہ میرا دل چاہتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو امام مقرر کر دوں اور ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو مسجد میں نہیں آتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے ایک راوی الولید ابن جمیع کے متعلق ابن قطان جیسے عظیم ماہر جرح و تعدیل و اسناد نے کہا ہے کہ ان کا حال معلوم نہیں گویا اس راوی میں مقال ہے۔

مولانا غیر متعصب اور حریتِ فکر کے حامی تھے۔ اور زبردستی اپنی بات کسی پر نہیں ٹھونستے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ انسان خود ہی تحقیق کرے اور اس کے لئے مواد بھی فراہم کر دیتے تھے۔ جب میں نے عورت کی دیت پر لکھا تو مولانا نے کتاب الدیات لا کر میرے ہاتھ میں تھما دی جس کا مجھے علم بھی نہ تھا۔ اور بالکل نایاب کتاب تھی۔ اب تو چھپ گئی ہے۔ اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔

مولانا تحقیق کا کام کرنے والوں کا دل بھی بڑھاتے تھے۔ اور صحیح رہنمائی بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے قرآن کریم کے سائنسی اعجاز پر عربی میں مقالہ لکھا، ایک عربی میں لکھنے کی مجھے پریکٹس نہیں، دوسرے موضوع بھی سائنسی اور ادق کہ عام لوگوں کے لئے سمجھنا بھی آسان نہ تھا۔ اسے میں نے مولانا عبید الحق کو دیا کہ شائع کر دیں مگر انہوں نے کہا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ ور ایک عرب کو بھی دکھایا تھا۔ اس کی بھی یہی رائے تھی۔ پھر میں نے حضرت الاُستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا تو پڑھ کر کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ زبان درست ہو سکتی ہے۔ مضمون صحیح ہے۔ اس کے بعد میں ملازمت کے سلسلے میں کراچی چلا گیا۔ اور وہ مسودہ ہی گم ہو گیا۔ مگر پھر ۱۹۸۷ء میں سابق صدر پاکستان ضیاء الحق شہید کے دَور میں رابطہ عالم اسلامی والوں نے اسلام آباد میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی۔ جس کا موضوع یہی تھا۔ اعجاز العلمی فی القرآن والسّنۃ

اس سلسلے میں پاکستان کے کئی سائنس دانوں نے بھی مضمون بھیجے حتیٰ کہ نوبل پرائز کے شریک قادیانی سائنس دان نے بھی مضمون بھیجا جو نامنظور ہو گیا۔ راقم الحروف کے دو مضامین بفضلہ تعالےٰ منظور کر لئے گئے۔ بعد میں صوبہ سرحد کے پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی کا ایک مختصر مقالہ بعنوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں سائنسی میدان میں آرٹ کی حالت، بھی منظور ہو گیا اور کراچی کے پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد کا بھی ایک مقالہ منظور ہوا۔ مگر اس مقالہ میں ڈارون کی تھیوری کی تائید کا پہلو نکلتا ہے۔ میں نے ان کے سیکرٹری عبدالوہاب یمنی سے اس کی شکایت بھی کی۔ راقم الحروف کے مقالے بہت پسند کئے گئے۔ اور مسلم ممالک کے مندوبین نے آکر اس خاکسار کو مبارکباد بھی دی۔ مصر کے ایک طبیعیات کے پروفیسر دکتور منصور محمد حسین الغنیؒ جو جامعہ عین شمس میں پڑھاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مسرت کا اظہار کیا۔ کچھ دنوں بعد شیخ عبدالمجید زندانی جو اس سارے بین الاقوامی سیمینار کے کرتا دھرتا تھے راقم الحروف کے گھر بھی آئے تھے۔ اور سرسری طور پر لائبریری بھی دیکھی۔ انہوں نے مکّہ مکرمہ سے ایک خط لکھا جس میں مقالات کو چھاپنے کی اجازت طلب کی گئی تھی۔ پھر دوسرا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے ان تمام آیاتِ قرآنی اور احادیث شریفہ کو جمع کرنے کا کام تفویض کیا تھا جو قرآن و سنّت کے سائنسی معجزات کے سلسلے میں محققین کو درکار ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جو اس ہیچمدان پر اس کی رحمت سے ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشہور حدیث ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

یعنی میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا۔

اس حدیث کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے اُستاذِ مکرم اس حدیث کی صحیح تصویر نظر آتے ہیں۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے ملتے۔ صبر و تحمّل کا پیکر تھے۔ میں نے ان کو کبھی کسی پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ترنگ میں اُنہوں نے مجھے اجمالی طور پر وہ واقعات بھی سنائے جب ان کے ہم عصر علماء نے ان کی مخالفت کی اور کافی پریشان رکھا۔ لیکن اُنہوں نے ہمیشہ تحمل سے کام لیا۔

جب کوئی عالمِ دین فوت ہوتا ہے تو اکثر لوگ یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ موت العالِم موت العالَم۔ لیکن حضرت الأستاذ اس قول کے صحیح مصداق تھے۔ ان کے عزیزوں رشتہ داروں کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا لیکن جو نقصان ان کے شاگردوں کو پہنچا جو اُن سے کسبِ فیض کرتے تھے وہ حقیقت میں ناقابلِ تلافی ہے۔ کیونکہ اب پاکستان تو بڑے علماء سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الأستاذ کو فردوسِ بریں میں جگہ دے اور ان کے مقامات بلند فرمائے وہ درحقیقت اس دَور کے عظیم محدّث تھے۔ جو ہر وقت علمِ حدیث کی خدمت میں لگے رہتے۔ ان کی شرح نسائی عرب ممالک میں بھی بہت مقبول ہے۔ حتیٰ کہ تحفۃ الاشراف کی ابتدائی فہارس الکشاف میں سُنن نسائی کی جو فہرست دی گئی ہے اُس میں اسی شرح پر اعتماد کیا گیا ہے ہم شاہ عبدالعزیز کی کتاب عجالہ نافعہ سے مندرجہ ذیل شعر نقل کرتے ہیں جو محدّثین کے مقام کو بیان کرتا ہے۔

اهل الحديث هموا اهل النبى وان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

یعنی اہل حدیث ہی اہلِ نبیؐ ہیں انہیں گو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت حاصل نہیں مگر آپ کے انفاسِ قدسیہ کے ساتھ شرفِ صحبت حاصل ہے۔

رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ادریس کیلانیؒ
کیلیانوالہ۔ گوجرانوالہ

۱۳ر اکتوبر ۱۹۹۲ء
م
۱۵ر ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

میرے مشفق اور مہربان استاد

یہ غالباً ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء کی بات ہے کہ گاؤں میں پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے والد صاحب مرحوم گوجرانوالہ لے گئے اور "مدرسہ محمدیہ" میں شیخ الحدیث محترم و مکرم مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم و مغفور کے سپرد کر آئے۔ جہاں میرے، بڑے بھائی جناب مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی پہلے ہی سے موجود تھے۔ میں اس وقت بارہ سال کا تھا۔ اور موجود سب طلباء سے کم عمر۔ اس وقت مدرسہ کے مہتمم تو خود مولانا اسمٰعیل صاحب مرحوم تھے۔ جو خود بھی طلباء کو پڑھاتے تھے۔ لیکن ان کے علاوہ چار اُستاد اور تھے۔ (۱) اُستاد الکل حافظ محمد صاحب گوندلوی مرحوم و مغفور (۲) مولانا عبداللہ صاحب بھوجیانی مرحوم (۳) مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف مرحوم اور (۴) مولانا فضل الرحمٰن صاحب کلیم جو کہ خدا کے فضل سے ابھی تک حیات ہیں اور دین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اللہ انہیں مزید توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

مختلف اساتذہ کرام کے پاس مختلف اسباق تھے۔ ہر طالب علم کو ہر اُستاد کے پاس کسی نہ کسی سبق کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کرنا ہوتا تھا۔ اساتذہ کرام بڑی شفقت اور مہربانی کا سلوک کرتے تھے اور بڑی توجہ سے پڑھاتے۔ میں چونکہ سب سے کم عمر تھا۔ اس لئے سب کی توجہ کا مرکز تھا اور خاص کر محترم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف تو اتنی شفقت فرماتے کہ بے تکلفی کا سا حال ہو گیا۔ کم عمری کا زمانہ تھا بعض دفعہ اُستاد کے احترام کے خلاف بھی بات ہو جاتی تو مولانا محسوس نہ کرتے اور درگذر سے کام لیتے۔ آپ کی شفقت اور سادہ طبیعت اور سادہ بود و باش نے بالکل دوستانہ ماحول پیدا کر دیا تھا۔ لیکن افسوس یہ وقت بہت مختصر نکلا اور مولانا صاحب بیمار ہو کر واپس بھوجیاں تشریف لے گئے۔ اور اپنی یاد ہمیشہ کے لئے میرے دل میں چھوڑ گئے۔ "تذکرہ علمائے بھوجیاں" کے مصنف جناب عبدالعظیم انصاری صاحب نے جہاں مولانا محترم کے شاگردوں کی فہرست دی ہے وہاں میرا اور میرے بھائی صاحب کا نام بھی درج ہے۔ اور اسی طرح جہاں محترم مولانا عبداللہ صاحب بھوجیانی کے شاگردوں کی فہرست دی ہے۔ وہاں بھی میرا اور میرے بھائی صاحب مرحوم و مغفور کا نام درج ہے۔ اور میں اس نسبت پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ اُمید ہے کہ یہ نسبت انشاء اللہ قیامت کے دن بھی کام آئے گی۔

احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحا

اگر اس دور کے دیگر حالات بھی لکھنے لگوں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی ویسے بھی ان کا تعلق مولانا مرحوم سے نہیں ہے۔ لہٰذا اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مدرسہ محمدیہ" میں تین چار سال رہنے کے بعد میں بھی تعلیم نامکمل چھوڑ کر لاہور چلا آیا۔ جہاں میرے والد صاحب مرحوم نُورالٰہی مرحوم ومغفُور مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں بیٹھ کر کتابت کیا کرتے تھے۔ چونکہ کتابت ہمارا خاندانی پیشہ تھا۔ میں نے بھی والد صاحب سے گذارش کی کہ میں بھی کتابت سیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھے کتابت سیکھنے کی اجازت مرحمت فرما دی اور میں نے کتابت سیکھ لی۔ اور کتابت کا کام شروع کر دیا۔ کتابت کے کام کا تعلق چونکہ لاہور سے ہے اس لئے وقتاً فوقتاً آنا جانا رہتا تھا۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی ۱۹۴۷ء آگیا۔ اور ہندوستان تقسیم ہوگیا۔ پاکستان بن گیا۔ اس وقت کے حالات قلم بند کرنا مقصُود نہیں ہے کہ ایک دنیا جانتی ہے کہ کیا کچھ ہوگیا۔ بہرحال محترم مولانا صاحب بھی اپنا سب کچھ فسادات کی نذر کرکے خالی ہاتھ پاکستان پہنچے۔ اور آپ کی نادر و نایاب اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں قیمتی کتب کا ذخیرہ تباہ و برباد کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ غالباً ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے کہ میں لاہور سے اپنے گاؤں حضرت کیلیانوالہ آ رہا تھا۔ جب گوجرانوالہ آیا تو جس جگہ اب جی۔ٹی بس کا اڈہ ہے۔ اس جگہ مولانا صاحب سے اچانک ملاقات ہوگئی۔ لیکن اس حالت میں کہ میں آپ کو پہچان نہ سکا۔ آپ نے مجھے پہچان لیا اور خوب زور سے معانقہ فرمایا۔ ازاں بعد میں نے بھی پہچان لیا۔ لیکن آپ کی موجودہ حالت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ پاؤں سے ننگے تھے۔ اور پاؤں غبار آلود تھے۔ کھدر کا قمیص اور تہ بند تھا۔ اور سر پر معمولی سا ایک کھدر کا پٹکا تھا۔ ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ میں سخت متحیر اور پریشان تھا۔ پوچھا مولانا صاحب یہ کیا صُورتِ حال ہے۔ چلو کہیں چل کر بیٹھتے ہیں اور باتیں کریں گے۔ میں نے پُوچھا آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ کچہری جانا ہے۔ ذرا ڈپٹی کمشنر سے ملنا ہے۔ میں نے کہا کہ اس حالت میں۔ کہنے لگے، میں درویش آدمی ہُوں۔ اور اللہ کارساز ہے۔ الحمد للہ وہ جس حال میں رکھے اُس کا احسان ہے۔ میں نے عرض کی کہ وہاں کیا کام ہے۔ کہنے لگے کہ اخبار کا ڈیکلریشن منظور کرانا ہے۔ بہرحال میں مولانا صاحب کے ساتھ کچہری گیا۔ ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ اور آپ نے مختصراً اپنی سرگزشت سُنائی اور فرمایا کہ میں آج کل گوندلانوالہ میں مقیم ہوں۔ رشتہ دار بھی وہاں موجُود ہیں۔ میں نے کہا کہ مولانا صاحب میری ایک درخواست ہے اگر آپ منظور کرلیں۔ فرمانے لگے کہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ کسی کی درخواست منظور کروں۔ میں نے کہا مولانا صاحب وہ آپ کے اختیار میں ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا بھائی کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ میری درخواست ہے کہ آپ میرے ساتھ میرے گاؤں چلیں۔ مجھ سے جتنا ہوسکے گا آپ کی خدمت کروں گا۔ کہنے لگے کہ بہت بہت شکریہ، ایک تو گوندلانوالہ میں میرے رشتہ دار ہیں۔ ان کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور دوسرے جو کام میرے پیش نظر ہے۔ وہ یا گوجرانوالہ میں ہوسکتا ہے یا لاہور میں۔ لہٰذا میں آپ کی درخواست قبول کرنے سے معذور ہُوں۔ میں نے کہا کہ پھر دو چار یوم ہی کے لئے چلے چلیں، کہنے لگے کہ وعدہ نہیں، لیکن جب اللہ کو منظور ہوگا، ضرور آپ کے گاؤں آؤں گا۔ پھر فرمانے لگے کہ آپ آج کل کیا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اپنا آبائی پیشہ کتابت اپنا لیا ہے۔ کہنے لگے کہ بہت اچھا کیا ہے۔ مجھے بھی انشاء اللہ عنقریب ایک کاتب کی ضرورت ہوگی اور شاید یہ کہ ہماری یہ ملاقات خدا نے اس لئے کرائی ہو کہ آپ اس سلسلہ میں میرے معاون بنیں گے۔ میں نے کہا کہ انشاء اللہ۔ میرا چونکہ سفر دُور کا تھا اور وقت بہت تھوڑا تھا۔ اس لئے مولانا محترم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے دوبارہ معانقہ فرمایا اور میں بادلِ نخواستہ وہاں سے رُخصت ہو کر گھر آگیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر کچھ ایام کے بعد ایسا ہوا کہ محترم و مکرم شیخ الحدیث مولانا اسمٰعیل صاحب کار سے کر ہمارے گاؤں آ گئے۔ مولانا صاحب کی آمد کی وجہ سے جو خوشی مجھے ہوئی، الفاظ میں اس کا اظہار میرے لئے ناممکن ہے۔ خوشی سے زمین پر پاؤں نہ پڑتے تھے۔ وہی کیفیت تھی، جو غالب نے کہی ہے ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ آپ کو آپ کے استاد صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ اور میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ پھر وضاحت کی کہ ہم ایک اخبار "الاعتصام" نکال رہے ہیں، پہلے پرچے کی کتابت کرانی ہے۔ اور اس کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا ہے میں نے بصد شوق و ذوق سمعنا و اطعنا کہا۔ اور مولانا صاحب اسی وقت مجھے اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر گوجرانوالہ لے آئے۔ اور اپنے دفتر کا دروازہ کھول کر فرمایا کہ یہ آپ کے کتابت کرنے کی جگہ ہے۔ اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو وہ بلا تکلف طلب کریں۔ میں نے کام شروع کر دیا۔ اُس وقت اداریہ مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم لکھا کرتے تھے۔ بعد میں مولانا محمد اسحاق صاحب بھٹی بھی دفتر میں آنے لگے اور کبھی کبھار وہ بھی اداریہ لکھ دیتے۔ پہلے اسے مولانا صاحب ملاحظہ فرماتے اور اگر کوئی چیز اصلاح طلب ہوتی تو اصلاح کر دیتے۔ کبھی کبھی مولانا عطاء اللہ صاحب بھی تشریف لاتے اور ملاقات ہو جاتی۔ کاتبان کو کبھی عادت ہوتی ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ مسودات میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ دو تین بار میں نے بھی مناسب تصرف کر دیا۔ تو ندوی صاحب نے تحسین فرمائی۔

انہی ایام کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ندوی صاحب اور مولانا بھٹی صاحب دونوں تشریف لائے۔ اداریہ بھٹی صاحب نے لکھا۔ جب مولانا ندوی صاحب نے ملاحظہ فرمایا۔ تو ایک لفظ کے متعلق بحث چھڑ گئی کہ اسے مذکر استعمال کرنا ہے یا مؤنث۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ مؤنث ہے اور دوسرے فرماتے مذکر ہے۔ بحث نے جب طول کھینچا تو میرے لئے یہ برداشت کرنا ممکن نہ رہا۔ کیوں کہ کتابت میں یہ بحث دخل انداز ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ جناب میں اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔ دونوں صاحب خاموش ہو گئے۔ تو میں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ کپڑا اٹھا کر دیکھ لیا جائے کہ مذکر ہے یا مؤنث۔ میرا اتنا کہنے سے دونوں صاحبان قہقہ مار کر ہنسے۔ اور الحمد للہ میری ثالثی سے دونوں حضرات نے اتفاق کیا اور بحث کلیۃً ختم ہو گئی۔ پھر اس کے بعد کبھی مؤنث اور مذکر پر بحث نہیں ہوئی۔ ندوی صاحب سے جب بھی ملاقات ہوتی اس واقعہ کا تذکرہ ضرور فرماتے اور مولانا بھٹی صاحب سے ابھی پچھلے دنوں جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے احباب میں اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا۔ وہ بھی کیسا سہانا وقت تھا۔ بس اب تو یادیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ بس رہے نام اللہ کا۔

جب تک "الاعتصام" گوجرانوالہ سے نکلتا رہا۔ بندہ کتابت کرتا رہا۔ میں ہر اتوار گاؤں سے صبح کے وقت روانہ ہوتا اور منگل کو پچھلے پہر کتابت سے فارغ ہو کر محترم قاضی صاحب مرحوم و مغفور کے پاس حاضر ہوتا وہ مجھے اُسی وقت معاوضہ ادا کر دیتے۔ اور میں رات گئے واپس گھر پہنچ جاتا لیکن جب الاعتصام لاہور منتقل ہو گیا تو میرے لئے اب لاہور جانا مشکل ہو گیا۔ لہٰذا میں نے بادلِ نخواستہ مولانا صاحب کو جواب دے دیا اور کہا کہ اب آپ کوئی اور انتظام کر لیں۔ اور مولانا صاحب نے میری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے قبول فرمایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت گذرتا گیا اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ مجھے مولانا صاحب کا ایک مکتوب گرامی ملا کہ ایک کام کے سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ خط ملتے ہی لاہور آئیں۔

میں دوسرے دن حسب الحکم لاہور پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ مولانا صاحبؒ "سُنن نسائی شریف" کی کتابت کرانا چاہتے ہیں اور اس کی کتابت کا قرعہ میرے نام نکلا ہے۔ مولانا سید داؤد غزنویؒ صاحب سے صلاح مشورہ ہوا۔ مولانا صاحبؒ نے سید صاحب سے تعارف کرایا کیونکہ والد صاحب مرحوم کے خاندانِ غزنویہ سے خصوصی تعلقات تھے اور مشکوٰۃ شریف مترجم کی کتابت والد صاحب نے کی تھی۔ اِس لئے سید صاحب والد صاحب سے خوب واقف تھے۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ یہ نُورالٰہی کا بیٹا ہے تو بہت خوش ہوئے اور بڑی شفقت فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بہر حال صلاح ومشورہ کے بعد خدا کا نام لے کر کتابت کے تمام مراحل طے کئے۔ اور پھر ایک دن مولانا صاحب نے مٹھائی منگوائی اور اس عظیم الشّان کام کی ابتداء کر دی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شیش محل کے صحن میں جو منڈرہے اس میں بیٹھ کر میں نے پہلے دن کتابت شروع کی تھی۔ اور اللہ نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ اُسی دن مجھے اللہ نے ایک لڑکے کی نعمت سے نوازا۔ اور میں نے اس مناسبت سے اس کا نام شعیب رکھا جو کہ امام نسائیؒ کا نام ہے۔ آج خدا کے فضل سے اس لڑکے کی عمر ۳۶ سال ہے۔ گویا کہ نسائی شریف کی کتابت کو ۳۶ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

مولانا صاحب کا یہ تقاضا ہوتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ وقت میرے ہاں رہ کر کتابت کیا کرو۔ اور میرا خیال یہ ہوتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ وقت گاؤں میں گذاروں۔ مجھے ان دنوں ایک عادت بھی تھی کہ حقّہ بہت پیتا تھا اور غالباً اُس زمانہ میں کوئی کاتب بھی ایسا نہ تھا جو حُقّہ نہ پیتا ہو۔ اور اگر حقّہ نہ ملے تو سگرٹ پینا پڑتا تھا۔ میں نے جب یہ عذر کیا تو مولانا صاحب نے مجھے سگرٹ پینے کی اجازت دے دی۔ اور اپنے کمرے میں جا کر جگہ بنا دی کہ یہاں بیٹھ کر کتابت کیا کرو۔ میں نے بھی احتیاط رکھی کہ جب تک مولانا صاحب موجود ہوتے، سگرٹ نہ پیتا۔ اور جب چلے جاتے تو میں اپنی کسر نکال لیتا۔ اگرچہ سگرٹ کی بدبُو سارے کمرے میں پھیل جاتی۔ لیکن مولانا صاحب اپنے اخلاق کریمانہ سے اُسے برداشت کرتے۔ الحمد للہ اب یہ بدعادت مدّت ہوئی چھوٹ چکی ہے وذلك فضل اللہ۔

کتابت کرتے ڈھائی تین سال لگ گئے تھے۔ اس مدّت کا زیادہ حصّہ مولانا صاحب کے زیرِ سایہ گذرا۔ ایک دفعہ میں گھر آیا ہوا تھا۔ مولانا صاحب کا خط آیا کہ فوراً آؤ۔ میں نے جواب دیا۔ اکیلا آدمی ہوں۔ گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا فی الحال آنے سے مجبور ہوں۔ مولانا صاحب نے جواباً لکھا کہ اس عُذر کا جواب تو اللہ تعالےٰ نے آج سے ۱۴ سو برس پہلے دے دیا ہے کہ یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارا" لہٰذا فرار کی کوشش مت کریں۔ اور خط ملتے ہی فوراً آئیں بہر حال خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو گیا۔

نسائی شریف کے بعد پھر آپ نے مجھ سے "مرعاۃ المفاتیح" لکھوائی۔ پھر حماسہ مترجم۔ پھر تفسیر "احسن التفاسیر" اور تفسیر احسن التفاسیر کی آخری دو جلدوں (ششم اور ہفتم) کی احادیث کی تخریج بھی مولانا صاحب نے میرے ذمّہ لگا دی۔ الحمد للہ کہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سرخروئی حاصل ہوئی۔ ان کتب کے علاوہ بھی بہت سے چھوٹے موٹے رسائل بھی کتابت کئے۔ اب ان کے نام یاد نہیں۔ بہت دفعہ برادرم حافظ احمد صاحب نے میرے اور مولانا صاحب کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کی، تو مولانا صاحب فرماتے بھئی۔ مولوی ادریس سے میرا نکاح ہے۔ آپ کو دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اللہ کس شان کے لوگ تھے۔ آج ان کے تذکرے باقی رہ گئے ہیں یا ہم جیسے نالائق باقی رہ گئے جو بے کار محض ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یذهب الصالحون الاول فالاول وتبقى حفالة كحفالة الشعير او التمر الحديث۔

واقعات اور باتیں بہت ہیں۔ دل بھی چاہتا ہے کہ سب کچھ لکھ دُوں۔ لذیذ بود حکایتے دراز تر گفتم۔ والا معاملہ ہے۔ لیکن اب ہاتھ ساتھ نہیں دیتا۔ ہاتھ زیادہ لکھتے وقت لرزش کھاجاتا ہے۔ ویسے بھی قارئین مضمون کی طوالت سے کہیں اکتا نہ جائیں۔ لہٰذا ایک دو واقعات بیان کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ہاں یاد آیا کہ ایک دفعہ مولانا صاحب فرمانے لگے کہ مولوی ادریس میں آپ کو چند تفسیریں مہیا کر دیتا ہُوں۔ آپ ان سے ملخص کر کے قرآن مجید کا ایک حاشیہ تیار کر دیں۔ میں نے بہت معذرت کی۔ لیکن آپ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے آمادہ کر لیا۔ آپ نے مجھے بہت سی تفاسیر دے دیں۔ میں نے کام شروع کر دیا۔ جب ھاروت اور ماروت کے واقعہ پر پہنچا تو میں نے ایسے انداز سے اس پر حاشیہ لکھا کہ مولانا صاحب کو پسند نہ آیا۔ کہنے لگے کہ میں خود یہ کام کروں گا۔ آپ چھوڑ دیں۔ اور اس کے بعد ہی اشرف الحواشی آپ نے لکھنے شروع کئے تھے۔

مجھے اس بات کا فخر ہے کہ محترم مولانا صاحب دو تین دفعہ میرے گاؤں بھی تشریف لائے۔ پہلی بار تو میں نے آپ کو اپنے بڑے لڑکے محمد اقبال (جو کہ آپ کا شاگرد بھی ہے) کی برات میں شمولیت کی دعوت دی۔ مولانا صاحب نے بخوشی منظور فرمائی۔ برات منڈی واربرٹن کے پاس ایک گاؤں ہے چاندی کوٹ وہاں جانا تھی۔ میری خواہش یہ تھی یہ نکاح مولانا صاحب پڑھیں تاکہ برکت ہو۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں فیروز وٹواں پہنچ جاؤں گا آپ مجھے وہاں سے لے لیں۔ ہم جب وہاں پہنچے تو مولانا صاحب کو موجود نہ پایا۔ پندرہ بیس منٹ انتظار بھی کیا کہ مولانا صاحب تشریف نہ لائے۔ مجبوراً برات آگے روانہ ہوگئی۔ گاؤں پہنچ کر بھی آپ کا انتظار کیا۔ لیکن آپ نہ پہنچے۔ آخر نکاح ہو گیا اور مولانا صاحب بھی پہنچ گئے۔ افسوس کہ میری خواہش پُوری نہ ہو سکی۔ ويفعل الله مايشاء۔ مولانا صاحب نے فرمایا راستہ میں بس خراب ہوگئی تھی۔ اس لئے وقت پر نہیں پہنچ سکا۔ میں اب تلافئ مافات کروں گا۔ اور کل ان شاء اللہ ولیمہ میں شمولیت کروں گا۔ اور واقعی مولانا صاحب دوسرے دن وقت پر ولیمہ میں شامل ہوگئے۔ رات وہاں رہے۔ میری دو خوشیاں اکٹھی ہوگئی تھیں۔ برخوردار کی شادی اور مولانا صاحب کی آمد۔ میں نے اس خوشی کے مبارک موقعہ پر محترم استاد صاحب کی خدمت میں چند حقیر تحائف پیش فرمائے۔ آپ نے کمال مہربانی سے اُنہیں قبول فرمایا۔ شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدارا۔

ایک دفعہ جب میں حج سے واپس آیا تو مولانا صاحب کی خدمت میں ایک مصلّی بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ کہنے لگے کہ اس پر بیل بوٹے ہیں اور اس سے نماز میں توجہ ہٹ جاتی ہے لہٰذا میں یہ نہیں لُوں گا۔ جب آپ کو محسوس ہوا کہ میرے انکار سے اسے کوفت ہوئی ہے تو کہنے لگے کہ اچھا مولوی ادریس میں لے لیتا ہوں۔ اور اسے اُلٹا بچھا لیا کروں گا۔ اور میں نے بخوشی اسے منظور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر لیا۔

ہمارا سالانہ جلسہ تھا۔ اس وقت مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری کے عروج کا زمانہ تھا۔ ہم نے صرف انہیں کو دعوت دے رکھی تھی۔ بطور شاعر محمد امین صاحب گیلانی مدعو تھے۔ میں نے بغیر پوچھے صدارت مولانا صاحب کی رکھ دی۔ اشتہار وغیرہ چھپ گئے۔ میں اشتہار لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگے کہ مولوی ادریس یہ آپ نے کیا کر دیا۔ پہلے دریافت تو کرنا تھا کہ مجھے فراغت بھی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ مولانا یہ میری غلطی ہے لیکن اب آپ کو وقت پر تشریف ضرور لانا ہوگا۔ کہنے لگے کہ اچھا مولوی ادریس آپ کو جواب کیسے دے سکتا ہوں۔ اور مقررہ تاریخ پر آپ وقت پر حاضر ہوئے۔ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ دور و نزدیک سے بہت خلقت آئی ہوئی تھی جب آپ کو صدارت کے لئے عرض کی گئی اور کرسی پیش کی گئی تو کہنے لگے کہ میں کرسی پر نہیں بیٹھوں گا۔ مجھے صرف ایک تکیہ لا دو تاکہ ٹیک لگا سکوں۔ اور آپ تکیہ سے ٹیک لگا کر دوسرے لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ جب میں نے آپ کا تعارف کرایا اور بتایا کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں اور میرے استاد ہیں تو لوگ حیرت زدہ رہ گئے کہ اتنا بڑا عالم اور اتنی سادگی۔ لوگ تعجب سے پوچھتے کہ مولانا صاحب یہ آپ کے استاد ہیں۔ میں کہتا کہ یہ میرے ہی استاد نہیں، یہ تو ایک عالم کے استاد ہیں تو ادب سے لوگوں کی آنکھیں جھک جاتیں۔ مولانا شیخوپوری صاحب تو رات کو واپس چلے گئے لیکن مولانا صاحب نے رات وہیں آرام فرمایا۔ اور صبح بہت ہی عالمانہ درس قرآن مجید دیا۔ پڑھے لکھے لوگ جس سے بہت محظوظ ہوئے۔

پھر ایک بار مولانا صاحب "مرعاۃ المفاتیح" کی کتابت کے دوران تشریف لائے۔ کچھ اغلاط درست کرنا تھیں اور کچھ مزید مسودہ وغیرہ دینا تھا۔ مولانا صاحب دو دن رہے۔ خوب صحبت رہی۔ تیسرے دن آپ واپس تشریف لے گئے۔

بطور جملہ معترضہ یہ بھی واضح کر دوں کہ ایک دفعہ مولانا محمد اسحاق صاحب بھٹی بھی یہاں تشریف لائے اور آپ بھی کتابت ہی کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے اور ایک دن رات یہاں بسر فرمائی تھی۔ بہر حال اب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ:۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مجھے موتیا بند ہو گیا تو میں نے کتابت چھوڑ دی اور مولانا صاحب سے بھی وہ پہلا سا رابطہ قائم نہ رہ سکا۔ لیکن ایک دن پھر آپ کا مکتوبِ گرامی ملا کہ ایک ضروری کام ہے۔ جلد پہنچیں۔ میں گیا تو فرمانے لگے کہ "تنقیح الرّواۃ" کی کتابت کرانا مقصود ہے۔ میں نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کو علم ہے کہ میں نے کتابت چھوڑ دی ہے کہنے لگے ٹھیک ہے۔ مجھے علم ہے۔ لیکن مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ آپ اپنی جگہ کوئی اچھا سا کاتب دے دیں۔ اور کام کی نگرانی خود کریں۔ میں نے اپنے لڑکے ریاض احمد کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ مولانا صاحب کو اس کا کام پسند آیا۔ خدا کے فضل سے اس نے تنقیح الرّواۃ کی تیسری اور چوتھی جلد کتابت کر دی۔ جو کافی عرصہ سے طبع ہو چکی ہیں اور بازار میں دستیاب ہے۔

مولانا صاحب بیمار ہوئے تو جب بھی بیمار پرسی کے لئے گیا تو بیماری کے ابتدائی ایام ضرور کسی نہ کسی کتاب کی کتابت کے سلسلہ میں مشورہ کیا۔ گویا جس مبارک کام کے لئے آپ نے اپنی بابرکت زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ اسی مبارک مقصد کی فکر میں آپ نے

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی ۔ پنجابی میں ایک مشہور مقولہ ہے کہ ”راہ پیا جانے یا واہ پیا جانے“ میں نے مولانا صاحب کے زیر سایہ زندگی کے چالیس پچاس سال گذارے ۔ میں آپ کے ہر قسم کے حالات سے واقف ہوں ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ مولانا صاحب حقیقتاً ایک مردِ مومن تھے ۔ اور ایک مومن میں جن خوبیوں کا ہونا لازم ہے ۔ وہ مولانا صاحب میں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔ ان کی نیکیاں قبول فرمائے ۔ پسماندگان کو توفیق دے کہ ان کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ کام کرتے رہیں ۔ تاکہ ان کی باقیات صالحات میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہے ۔ اور ہم جیسے گنہ گاروں کو اللہ توفیق دے کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی کے بقیہ ایام گذار سکیں ۔ آمین یارب العالمین ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ
لاہور

۱۸ر دسمبر ۱۹۹۷ء م ۱۷ر شعبان ۱۴۱۸ھ

بیاد
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

بزرگوارم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی مرحوم گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سب صفات کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ ہے آپ کی دین سے بے پناہ محبت اور کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ سے والہانہ لگاؤ۔

آپ کی زندگی کا پہلا نصف حصہ درس و تدریس میں گزرا۔ آپ کے تلامذہ کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ طلبہ کو نہایت توجہ، شفقت اور ہمدردی سے پڑھانا آپ کا معمول تھا اور یہ سلسلہ آپ کی زندگی کے آخری دور تک کسی نہ کسی صورت میں جاری رہا۔ راقم الحروف بلاواسطہ تو نہیں البتہ بالواسطہ آپ کی ذات سے فیض یاب ہے۔ میرے دونوں بڑے بھائی مولانا محمد سلیمان کیلانی اور حافظ محمد ادریس کیلانی کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے۔ علاوہ ازیں میری بڑی بیٹی ثریا بتول نے، جو آج کل گورنمنٹ وومن کالج سمن آباد، لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر ہے۔ آپ سے بخاری شریف کے کچھ حصے سبقاً سبقاً پڑھے ہیں، یہ آپ کی زندگی کا پچھلا دور ہے۔ جب آپ کئی دوسرے مشاغل و مصروفیات کی بناء پر باقاعدہ درس و تدریس کا کام چھوڑ چکے تھے۔ تاہم اگر کوئی شخص علم کی تشنگی دور کرنے کے لئے آپ سے پڑھانے کی التجا کرتا تو کثرتِ مشاغل کے باوجود اسے مایوس نہیں کرتے تھے۔ میری بیٹی ثریا بتول اپنی چھوٹی بہن رضیہ کو ساتھ لے کر آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوتی۔ آپ اپنی بیٹی کو بھی ساتھ بٹھا لیتے۔ درمیان میں پردہ کر لیا جاتا۔ پھر آپ نہایت اطمینان، شوق اور پوری توجہ سے سبق پڑھاتے۔

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ کھانے میں سادگی، پوشاک میں سادگی اور رہائش میں سادگی، آپ کا لباس عموماً کھدر کا ہوتا تھا۔ کھدر کا تہبند، کھدر کی قمیض اور کھدر کا پٹکا، ساری زندگی یہی آپ کا لباس رہا۔ آپ کو جماعت اہلحدیث میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔ سرکار دربار میں بھی آپ ایک معروف شخصیت تھے۔ مجلسِ شوریٰ (وفاقی) کے علاوہ آپ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔ اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی۔ سعودی سفراء و زعماء بھی آپ کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بایں ہمہ آپ نے اپنے لباس میں کوئی تبدیلی گوارا نہ کی۔ آپ جس مجلس یا جس دفتر میں جاتے اسی لباس میں جاتے حتیٰ کہ جنرل ضیاء کی مجلس شوریٰ میں بھی اسی لباس کے ساتھ جاتے رہے۔ البتہ سردیوں میں حسبِ ضرورت کوٹ اور چادر کا اضافہ کر لیا کرتے اور یہ لباس گویا آپ کا شعار سا بن گیا تھا۔ طبیعت کی سادگی کے ساتھ ساتھ لباس کی سادگی اور صفائی نے ایک ایسا حسین امتزاج پیدا کر دیا تھا جس سے دوسرے لوگ متاثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

قناعت کا یہ عالم تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد آپ کو جو مکان الاٹ ہوا اُس میں آپ نے ساری زندگی گزار دی۔ یہ مکان کیا تھا؟ ایک کٹڑی میں دوسری منزل پر واقع چند کمروں پر مشتمل مکان، یہی آپ کا مستقر تھا۔ آپ کے دوست احباب تشریف لائیں یا عزیز و اقارب یا دوسرے بڑے بڑے علماء و فضلاء یا اہلِ منصب حضرات، آپ اسی کٹیا میں ان سے ملاقات فرماتے۔ آپ نے کسی کے لئے تکلّف کی ضرورت نہ سمجھی، حالانکہ جس قدر عزت اور اثر و رسوخ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا تھا، اگر آپ چاہتے تو اس سے کئی درجہ بہتر رہائش آپ کو آسانی سے میسر آسکتی تھی۔ مگر اس درویش صفت انسان نے کبھی ایسی آرزو ہی نہیں کی، بلکہ ایسی ہی رہائش آپ کو مطلوب تھی۔ کوٹھیوں اور بنگلوں کی رہائش کو آپ ناپسند فرماتے۔ جس کا کئی مرتبہ آپ نے برملا اظہار بھی کیا تھا۔

آپ کی طبیعت کا خصوصی لگاؤ دینی کتابوں اور مذہبی رسائل و جرائد سے تھا۔ جسمانی غذا سے زیادہ آپ اس روحانی غذا کے دلدادہ تھے۔ اپنے گھر والوں کو بھی ایسی ہی سادہ زندگی کا عادی بنا دیا تھا۔ ان کا پیٹ کاٹ کر اپنی حلال کمائی کا بیشتر حصّہ اپنی پسند کی کتابیں خریدنے میں صرف کرتے رہے۔ نتیجۃً ایک عظیم لائبریری وجود میں آگئی۔ جس سے آپ خود بھی استفادہ کرتے۔ اور دوسرے اہلِ علم حضرات بھی بلکہ ضرورت مندوں کو آپ خود کتابیں مطالعہ کے لئے دے دیا کرتے تھے۔ ایثار کا یہ عالم تھا کہ جس لائبریری کو آپ نے اتنی کاوشوں سے اکٹھا کیا تھا۔ اور جو آپ کو دوسری سب چیزوں سے عزیز تھی۔ اسے اپنی زندگی کے آخری حصّہ میں جماعت کے نام وقف کر دیا۔

دینی کتب سے متعلق آپ کی معلومات حیرت انگیز تھیں۔ مثلاً فلاں موضوع پر کون کون سی کتاب چھپ چکی ہے۔ وہ کس زبان میں ہے۔ (عربی میں یا فارسی میں یا اُردو میں) کون سے ملک میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا مصنّف کون ہے اور کس ادارہ یا مکتبہ نے شائع کی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نیز کون سی کتاب اس وقت بازار میں نایاب ہے۔ اور اُسے بازار میں لانے کی ضرورت ہے۔

الغرض دینی کتابوں کے بارے میں جتنا درک آپ کو حاصل تھا شاید ہی آپ کے معاصرین میں سے کسی دوسرے کو حاصل ہوا ہو۔

اسی لگاؤ کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ نے خود ایک مکتبہ قائم کیا جس کا نام **مکتبہ سلفیہ** تجویز کیا۔ اس مکتبہ کے قیام کی غرض و غایت صرف یہ تھی کہ جو کتب بازار میں مفقود ہوں اور ان کا مسلک کے لحاظ سے بازار میں لانا ضروری ہو یا مفید ہو اُسے شائع کیا جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو اقدامات کئے ان کی تفصیل بیان کرنے سے پیشتر یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کا ایک مخصوص ذہن تھا جو کاروباری لوگوں کے ذہن کے بالکل برعکس تھا۔ تاجر حضرات بالعموم یوں سوچتے ہیں کہ مثلاً فلاں کتاب کی بازار میں مانگ کتنی ہے اور اگر شائع کی جائے تو کتنی مدت میں اس کی نکاسی ہو سکتی ہے؟ اس پر لگائی ہوئی رقم کی بازیافت کب تک ہوگی اور اس سے کس قدر منافع حاصل ہوگا؟ جبکہ آپ کا ذہن یہ تھا کہ چونکہ اس کتاب کی اشاعت دین یا مسلک کے لحاظ سے ضروری ہے یا مفید ہے لہٰذا اُسے شائع ہونا چاہیئے۔ رہی یہ باتیں کہ سرمایہ کی بازیافت جلد ہوگی یا بدیر، نکاسی میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی مدت صرف ہوگی، اس سے منافع زیادہ ہوگا یا تھوڑا یا ہوگا ہی نہیں، تو ان کی حیثیت آپ کی نظر میں ثانوی قسم کی تھی۔ مختصر الفاظ میں یُوں کہہ لیجئے کہ کتابوں کی اشاعت سے مقصدِ اوّل حصولِ زر کے بجائے دین و مسلک کی اشاعت ہوتا تھا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ دنیوی لحاظ سے آپ کے مکتبہ نے وہ ترقی نہیں کی جو اتنی مدت میں ایک کاروباری ادارہ کر لیتا ہے جب کہ دینی اعتبار سے یہ مکتبہ اپنے مقاصد بطریق احسن سرانجام دے رہا ہے۔

لوگوں کو دین اور دین کی طرف مائل کرنے کا بھی آپ کا ایک مخصوص انداز تھا۔ آپ کے اس پہلو کی عکاسی اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتی ہے جو میرے ساتھ آپ کے مکالمہ کے دوران پیش آیا۔ ہوا یہ تھا کہ میں نے کسی زمانہ میں اپنے کسی رشتہ دار کی انگیخت پر ایک بھٹہ خشت میں سرمایہ لگایا اور کئی سالوں تک اس کاروبار میں دلچسپی بھی لی۔ مگر چونکہ یہ کاروبار میری افتادِ طبع کے لحاظ سے ناسازگار تھا۔ لہٰذا اس کا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیئے تھا۔ مجھے اس کاروبار میں نقصان بھی ہوا اور بالآخر اسے چھوڑنا بھی پڑا۔ اس نقصان پر دوست احباب نے حسبِ دستور مجھ سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ مولانا مرحوم سے جب اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔

"چلو یہ بھی اچھا ہوا"

مجھے آپ کے اس جواب پر حیرانی بھی ہوئی اور کچھ افسوس بھی ہوا۔" میں نے پُوچھا کہ" اچھا کیسے ہوا؟"

آپ زیرِلب تھوڑا سا مسکرائے، پھر کہنے لگے کہ" اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا تھا جس میں آپ پڑ گئے تھے۔"

آپ کے اس جواب سے مجھے ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا۔

اب میں آپ کی ان کاوشوں کا مختصراً ذکر کروں گا جو دین اور مسلک کی تبلیغ و اشاعت سے تعلق رکھتی ہیں۔

۱:۔ جماعت اہلحدیث کی شیرازہ بندی، افرادِ جماعت سے رابطہ قائم رکھنے، انہیں حالاتِ حاضرہ سے باخبر رکھنے، اور ان تک صالح دینی مواد پہنچانے کے لئے ایک دینی پرچے کا اجراء ضروری تھا۔ چنانچہ ان مقاصد کی خاطر آج سے ۳۴ سال پہلے ہفت روزہ **الاعتصام** لاہور جاری کیا گیا۔ اور یہ کام بیشتر آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا اور یہ پرچہ آج تک یہ خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ جماعت میں کئی قسم کے اختلافات رونما ہوئے۔ دھڑے۔ گروپ بنتے بگڑتے رہے لیکن اس مجلہ نے ہر دَور میں ہمیشہ مسلکِ اعتدال کو ملحوظ رکھا اور مثبت انداز میں جماعت کی خدمت ہی کی ہے۔

۲:۔ آپ نے خود کئی کتابیں تالیف فرمائیں، نسائی پر تعلیقات لکھنا اور پھر اسے شائع کرنا آپ کا قابلِ ذکر اور قابلِ فخر کارنامہ ہے۔ آپ کی ایک چھوٹی سی تالیف" پیارے رسُول کی پیاری دعائیں" اتنی مقبول ہوئی کہ اکثر سلفی مدارس میں یہ کتاب بطور نصاب شامل ہے۔ اور اس کے سینکڑوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۳:۔ المکتبۃ السلفیہ تو چونکہ سرمایہ دار نہیں تھا لہٰذا آپ کو ہمیشہ کسی ایسے آدمی کی تلاش رہتی جو سرمایہ لگانے پر رضامند ہو۔ مکتبہ کی بعض اہم مطبوعات اسی قسم کے تعاون سے معرضِ وجود میں آئیں مثلاً تفسیر احسن التفاسیر مکمل سات جلدیں ترجمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتقی الاخبار، مرعاۃ المفاتیح، حیاتِ امام ابن تیمیہؒ، حیاتِ امام ابوحنیفہؒ، حیاتِ امام احمد بن حنبلؒ، حیاتِ ولی وغیرہ وغیرہ، ان میں سے آخری دو کتابیں یعنی حیاتِ امام احمد بن حنبلؒ اور حیاتِ ولی المکتبۃ السلفیہ نے راقم الحروف کے تعاون سے شائع کیں۔

۴:۔ بعض دفعہ آپ کسی دوسرے پبلشر کو، جو آپ سے مشورہ لیتا کسی مفید کتاب کے شائع کرنے پر آمادہ کرتے۔ چنانچہ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار نے کئی کتابیں آپ کے ایماء پر شائع کیں۔ مثلاً اعلام الموقعین اور مفرداتِ امام راغب کے اردو تراجم وغیرہ۔ راقم الحروف نے بھی آپ کے ایماء پر اپنے مکتبہ، مکتبۃ السلام کی طرف سے ایک چھوٹی سی کتاب "برزخ اور عذابِ قبر" از مولانا طاہر سورتی شائع کی۔ یہ کتاب دراصل محمد اسلم جے راج پوری کے ایک مضمون، جس میں عذابِ قبر سے انکار کیا گیا تھا، کے جواب میں لکھی گئی تھی۔

۵:۔ آپ نے مولانا عزیز زبیدی صاحب کو ترغیب دلائی کہ وہ بخاری شریف پر عربی حواشی قلمبند کریں۔ اور اس کے معاوضہ کے لئے آپ نے چند پاکستانی احباب کو جو سعودی عرب میں ملازم تھے، آمادہ کیا کہ وہ اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ چنانچہ آپ کی کاوشوں سے یہ کام بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، تاہم یہ ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔

ایک دفعہ سہ ماہی مجلہ "الاقتصاد" الریاض میں ایک طویل مضمون 'اموال تجارت وصنعت پر زکوٰۃ کے وجوب' کے موضوع پر شائع ہوا۔ مولانا موصوف کو یہ مضمون بہت پسند آیا۔ چنانچہ مجھے اس کا اردو ترجمہ کرنے کی ترغیب دی اور چوہدری عبدالباقی نسیم پروپرائٹر ادمنی پرنٹرز کو اسے شائع کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آپ کی اس کوشش سے یہ پمفلٹ بازار میں آ گیا۔

کچھ ایسا ہی معاملہ اس قرآن کریم کا تھا جو بعد میں اشرف الحواشی کے نام سے مشہور ہوا۔ پروگرام یہ تھا کہ یہ قرآن مکتبۃ السلام اور المکتبۃ السلفیہ مل کر شائع کریں گے۔ چنانچہ اس کے متن کی کتابت میں نے خود کی اور اس کے دو ترجمے بھی کسی عزیز سے لکھوا لئے۔ لیکن مولانا موصوف اپنے حصہ کی رقم بروقت مہیا نہ کر سکے۔ بالآخر ان سے مشورہ کے بعد یہ کتابت شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب کے ہاتھ فروخت کر دی گئی۔ شیخ صاحب موصوف نے حواشی کی ترتیب کا کام مولانا موصوف ہی کے سپرد کیا اور اس کام کے لئے وقت، اور معاوضہ سب کچھ طے پا گیا۔ مگر یہاں بھی وہی ذہنی تضاد آڑے آیا۔ جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ شیخ صاحب موصوف یہ چاہتے تھے کہ مثلاً اتنے وقت میں حواشی کا اتنا کام ہو جانا چاہیئے جبکہ مولانا کا ذہن تحقیقی تھا اور وہ یہ پابندی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس ذہنی تفاوت کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے تھا وہ ہو کے رہا اور یہ معاہدہ نبھ نہ سکا۔ یہ تو یاد نہیں کہ مولانا نے کام کرنے سے خود انکار کر دیا تھا یا شیخ صاحب نے جواب دیا تھا یا اس وقت تک کتنے پاروں کے حواشی ترتیب دیئے جا چکے تھے۔ نتیجہ بہرصورت یہی تھا کہ کام ادھورا ہی رہا۔ بعد میں یہ کام شیخ صاحب موصوف نے مولانا محمد عبدہٗ صاحب کے سپرد کیا جنہوں نے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ (اس کی پوری اور صحیح تفصیل راقم کے علم میں نہیں)

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ دین اور مسلک کی اشاعت کے لئے آپ ہر وقت مضطرب رہتے تھے اور ہر وہ جائز ذریعہ اختیار کرنے سے دریغ نہیں فرماتے تھے جس سے وہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہو۔ آپ نے پوری زندگی اس مشن کے لئے وقف کر رکھی تھی اور زندگی کی ساری دلچسپیاں آخری دم تک اسی مقصدِ وحید سے وابستہ رہیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس واعذہ من عذاب النار۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عصمت اللہ قلعوی
لاہور

ہمارے مولانا

مشاہدات و تاثرات

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ سے میری پہلی ملاقات رمضان سن ستاون میں ہوئی۔ ذہن میں علماء کا ایک روایتی تصوّر موجود تھا۔ وجیہ شکل، گوراچٹا رنگ، سر پہ دستار یا قراقلی ٹوپی، سفید شلوار قمیص کے ساتھ شیروانی زیب تن کئے ہوئے۔ قیمتی فریم والی عینک کے سفید اور شفاف شیشوں کے پیچھے سے جھانکتی بلکہ بولتی ہوئی آنکھیں، دبدبہ انگیز شخصیت اور مزاج میں علم کی رعونت رچی ہوئی۔ لیکن جب مولانا سے ملاقات ہوئی تو میرا یہ تصوّر ایک چھناکے کے ساتھ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ میرے ان تصوّرات کے کھنڈرات پر مولانا کی شخصیت کا جو سحر انگیز تأثر قائم ہوا وہ اتنا گہرا اور دیرپا تھا کہ اس کے نقوش حشر تک مٹلتے نہ مٹیں۔ دُبلا پتلا جسم چہرے پر چھریری داڑھی، رنگ ذرا سانولا، کھدّر کا کرتہ اور کھدّر کا تہبند زیب تن، سر پہ کھدّر کا خاکی پٹکا۔ پاؤں میں سیاہ پشاوری چپل، مزاج میں انکسار، گفتگو آسان مگر سلجھی ہوئی، بچوں کے ساتھ سراپا شفقت، دوستوں کے ساتھ سراپا خلوص اور بزرگوں کے ساتھ سراپا نیاز۔

سن ستاون میں لاہور میٹرک میں داخلہ لیا۔ مولانا کی تبلیغ اور نظرِ التفات ہی سے دینی علم کی طرف متوجّہ ہوا۔ مولانا نے اس طرف صرف راغب ہی نہیں کیا بلکہ اپنے قیمتی وقت میں ایک حصّہ میرے لئے وقف فرمایا۔ قرآن مجید کے لفظی ترجمہ سے ابتداء کی۔ اس کے بعد بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور سنن دارمی پڑھائی۔ سُنن نسائی کے آغاز سے پہلے ہی ملازمت کے سلسلے میں واہ کینٹ (راولپنڈی) تبادلہ ہو گیا جس کی بناء پر یہ سلسلہ درس و تدریس قائم نہ رہ سکا۔ لیکن مولانا کے ساتھ جو نیازمندانہ تعلّق قائم ہو گیا اس میں کمی نہیں آئی بلکہ اس میں اور اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اس کی وجُوہ کا تفصیلاً تذکرہ بعد میں کروں گا۔

درس کے دوران بعض مسائل پر مولانا سے بحث کی جسارت بھی کر گزرتا لیکن کوئی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ مولانا نے اپنی شخصیت یا علم کا رُعب جما کر بحث بند کروائی ہو بلکہ مولانا بات کو انتہائی تحمّل اور بردباری سے سنتے اور جواباً ایک آدھ جملہ ارشاد فرما دیتے جس سے میرے تمام اعتراضات و شبہات ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جاتے۔

مولانا خود صاحبِ علم تھے۔ اس لئے اکثر اصحابِ علم مولانا کے پاس تشریف لایا کرتے۔ مجھے اکثر علماء کی زیارت کا شرف مولانا کے ہاں ہی ہوا۔ جب بھی کوئی صاحب تشریف لاتے تو مولانا ان سے معذرت کے ساتھ درس جاری رکھتے اور اس سے فراغت کے بعد ہی ان سے مخاطب ہوتے البتہ ایک شخصیت ایسی تھی کہ وہ جب بھی تشریف لاتے تو مولانا درس موقوف کر دیتے اور فوراً ان کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متوجہ ہو جاتے اور وہ شخصیت بھی میاں باقر صاحب مرحوم و مغفور کی ۔ مولانا ان کی آمد پہ کوئی نہ کوئی مسئلہ چھیڑ دیتے ۔ تو پھر میاں صاحب اُس پر گھنٹوں گفتگو کیا کرتے ۔ گفتگو کیا ہوتی علم کا ایک دبستاں کھل جاتا اور میں خاموش بیٹھ کر سنا کرتا ۔ آہ وہ کیا ہستیاں تھیں جو خاک میں پنہاں ہوگئیں ۔

مولانا کو مردم شناسی کا ملکہ تامہ حاصل تھا ۔ آغاز ہی میں اندازہ لگا لیا کرتے کہ کونسی شخصیت کس پائے کی ہو گی ۔ اور پھر اس شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ایسی موجود ہے جن کی علمی ضوفشانیاں رشکِ مہر و قمر منیر ہیں ۔ ان میں مولانا محمد اسحاق بھٹی جمعیت اہل حدیث کے ناظم و امیر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ کے فرزند پروفیسر محمد ، حافظ صلاح الدین یوسف مشیر وفاقی شرعی عدالت اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سر فہرست ہیں ۔

مولانا کو کتابوں کا شوق نہیں بلکہ جنون تھا ۔ کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فیروز پور میں تقسیم ملک کی ہنگامہ خیزیوں کی نذر ہو گیا ۔ پاکستان آنے کے بعد اپنی ذاتی لائبریری دوبارہ بنائی جو ہزاروں نایاب کتب پر مشتمل ہے ۔

لاہور میں کباڑیوں کی شاید ہی کوئی دکان ہو جہاں مولانا نہ پہنچ پائے ہوں ۔ جہاں مولانا ایک ایک کتاب کو دیکھتے اور چھانتے کوئی گوہر نایاب مل جاتا تو یوں خوش ہوتے جیسے پوری کائنات ہاتھ لگ گئی ہو ۔ (تنقیح الرواۃ کی تکمیل اسی شوق کی بدولت ہوئی) ملک کے اندر تمام علمی گھرانوں کے کتب خانے چھان مارے ۔ اسی شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر تین دفعہ ہمارے گاؤں (قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ) تشریف لے گئے ۔ جب وہاں جانے کا ارادہ ہوتا تو مجھے ہمراہ لے جاتے ۔ ساری ساری رات جاگتے اور گھر میں موجود کتابوں کی ایک ایک الماری چھانتے ۔ ہر بار کئی کتابیں لائے مگر تکمیلِ مقصد کے بعد بکمال دیانت و حفاظت واپس بھیج دیں بعد میں چند کتابیں دار الدعوۃ السلفیۃ کے نام وقف بھی کر دی گئیں ، جن میں صحیح بخاری کی وہ کتاب بھی شامل ہے جو جدِّ امجد حضرت مولانا غلام رسولؒ کے زیرِ مطالعہ رہی اور اس میں استاذ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کی وہ قلمی سند بھی چسپاں ہے جو فراغتِ حدیث پر مولانا غلام رسولؒ کو دی گئی تھی ۔

مولانا کے اس شوقِ فراواں کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی مولانا فضل الرحمٰن ہیں کہ مولانا جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو وہاں ضروریات کے لئے پاس موجود رقم کتابوں کی خرید پر صرف کر دی اور جتنے روز بیت اللہ میں مقیم رہے صرف آبِ زم زم پر گزارہ کیا ۔

مولانا کی حکایتِ جنوں دراز بھی ہے اور لذیذ بھی ۔ کوتاہی کروں گا اگر مولانا کی مسلک اہل حدیث کے ساتھ محبت و شیفتگی کا تذکرہ نہ کروں ۔ مبالغہ نہ ہو گا اگر میں یہ کہوں کہ مسلک اہل حدیث کی اشاعت و ترجمانی مولانا کی زندگی کا مشن تھا ۔ ہفت روزہ الاعتصام کی فائلیں اور دار الدعوۃ کی بلند و بالا اور وسیع و عریض عمارت میں قائم عظیم الشان لائبریری اور اس میں قائم دیگر شعبہ جات اس پر شاہد ہیں ۔ الاعتصام کے ذریعے مسلک اہل حدیث کا دفاع بطریقِ احسن انجام دیا ۔ اس فریضہ کی انجام دہی میں الاعتصام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علمی وقار و معیار کو متاثر ہونے دیا اور نہ ہی کبھی مخالف پر تنقید کے دوران سنجیدگی اور متانت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔ جمعیت اہلحدیث کے دورِ افتراق میں مولانا الاعتصام میں مکمل غیر جانبداری کی پالیسی پر گامزن رہے۔ انہوں نے نہ تو کسی گروپ کی بے جا حمایت کی اور نہ ہی کسی گروپ کو اختلاف کی بناء پر طنز و تعریض کا نشانہ بنایا۔ بلکہ اس کے برعکس اصلاحِ احوال کے لئے زندگی بھر کوشاں رہے۔

دینی مسلک کی طرح مولانا کا ایک مخصوص سیاسی مسلک بھی تھا اور اس کی ایک ہی بنیاد —— انگریز دشمنی —— تھی اس لئے مولانا کو پاکستان یا دنیا بھر میں وقوع پذیر ہر سیاسی واقعہ کی تہہ میں امریکہ اور برطانیہ کا ہاتھ نظر آتا اور وہ اسی رُخ و انداز سے ہر واقعہ کی توجیہ کرتے۔

سیاسی طور پر ان کا تعلق مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مکتبِ فکر سے تھا۔ اس لئے مولانا ابوالکلام آزادؒ ان کے آئیڈیل رہے۔ دورانِ گفتگو حالات و واقعات ہی زیرِ بحث نہ آتے۔ بلکہ شخصیتیں بھی موضوعِ سخن بنتیں۔ شخصیات پر تبصرہ ان کے اسی فکر کی غمازی کرتا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ابوالکلام بننے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ ان کے اس تبصرہ سے واضح ہے کہ ان محترم شخصیات کے بارے میں ان کی کیا رائے تھی اور ان کے نزدیک ان کے مراتب کیا تھے اور ان کی نظر میں خود مولانا ابوالکلام آزادؒ کا کیا مقام تھا۔

بات شخصیات کی چلی تو بے جا نہ ہوگا اگر ان علمی شخصیات کا تذکرہ بھی کر دیا جائے جو مولانا کا آئیڈیل رہی ہیں۔ یوں تو مولانا کو تمام ائمہ فقہاء اور علماء سے شغف تھا مگر جو شغف امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ سے تھا شاید ہی کسی دوسرے سے رہا ہو سفر ہوتا یا حضر مولانا ابنِ تیمیہؒ کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور بغل میں دابے رہتے جس کا مطالعہ دورانِ سفر بھی کرتے رہتے۔

مولانا نے اپنی دینی اور علمی مصروفیات کے باوجود قومی سطح پر ملک کے لئے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا رؤیت ہلال کمیٹی کے ممبر اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ اقتدار میں شوریٰ کے ممبر بھی بنے۔ ان اداروں کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے اکثر راولپنڈی یا اسلام آباد جاتے تو واہ کینٹ تشریف لاکر ملاقات کا اعزاز بخشتے۔ ان کی انہی اداؤں نے استاد اور شاگرد کے درمیان قائم ہونے والے رشتہ الفت کو ایسا مستحکم کیا جسے کوئی گردشِ دوراں مٹا سکی نہ وقت کی دھول اسے کجلا سکی بلکہ ان کی یاد نے اس کو تو کچھ اور تیز کر دیا ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی جنۃ الفردوس

ایں دُعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم اجمل خان (انڈیا)

نمونۂ سلف مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

بالآخر ۳، اکتوبر کو نمونۂ سلف حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی بھی طویل علالت کے بعد ہم سے جُدا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ حضرت مُحترم کو غریق رحمت کرے اور ان کی مسلکی و جماعتی خدمات کو قبول فرمائے ۔

۱۹۵۱ء میں اخبار اہل حدیث والدِ محترم حضرت مولانا حکیم عبد الشکور صاحبؒ کی ادارت میں دہلی سے نکلنا شروع ہوا ۔ تب برِّصغیر کے تمام علمائے کرام اور دوسرے احباب جماعت سے اَز سرِ نو روابط قائم ہونا قدرتی بات تھی ۔ خط و کتابت کے علاوہ اخبارات اور کتابوں کی آمد و رفت بھی شروع ہوئی ۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب سے ان دنوں والد صاحب کے روابط قائم ہوئے ۔ خط و کتابت تھی ۔ اور بعض علمی ، مسلکی اور جماعتی مسائل پر خطوط ہی کے ذریعۂ تبادلۂ افکار بھی ۔ پھر ۱۹۵۴ء میں والد صاحب خود بھی پاکستان گئے ۔ اور انہوں نے مدرسۃ تقویۃ الاسلام میں حضرت مولانا داؤدؒ غزنوی، حضرت مولانا اسماعیلؒ ، گوجرانوالہ اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ صاحب سے مُلاقاتیں کیں اور جب واپس آئے تو تاثراتِ سفر میں ان کا تذکرہ بھی آیا ۔

۱۹۵۷ء میں جب راقم الحروف پاکستان گیا تب اسٹیشن سے اُتر کر سیدھا شیش محل روڈ گیا ۔ وہاں تقویۃ الاسلام میں مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی اور آخری ملاقات ہُوئی ۔ اُسی وقت میں نے مولانا محمد عطاء اللہ صاحب (مرحوم) کے بارے میں دریافت کیا ۔ تب مجھے ان کا پتہ بتایا گیا ۔ میں نے ان سے ملاقات کی اور والد صاحب کے ذریعہ سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بہت تپاک سے ملے ۔ وہ نہایت سادگی پسند انسان تھے ۔ بالکل سادہ لباس پہنتے تھے یعنی قمیص یا کرتا ۔ اور پنڈلیوں سے اُونچا تہبند ، سر پر کبھی پگڑی ، کبھی ہلکی پُھلکی سی صافی ! آج کل کے مولویوں کی طرح بنے ٹھنے نہیں رہتے تھے ۔ بغیر تعارف کے کوئی آدمی یہ اندازہ بھی نہیں کر پاسکتا تھا کہ یہ نمونۃ السلف مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ہو سکتے ہیں اور ایسا جوہر نایاب فقیرانہ لباس میں موجود ہے ۔

والد صاحب (مولانا عبد الشکور صاحب رحمۃ اللہ) مرحوم اور مولانا تقریظ احمد سہسوانی مرحوم نے ان کے نام کوئی خط یا پیغام دیا تھا ۔ اُس وقت میں اُسے پہنچا کر چلا آیا تھا اور کوئی زیادہ بات میری اُن سے نہیں ہُوئی ۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۰ء تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اخبار اور کتابوں کے ذریعہ اُن سے ملاقات رہی کیونکہ اس عرصہ میں پاکستان جانا ہی نہیں ہُوا۔

دوبارہ ۱۹۷۹ء میں جب گیا، تب پاکستان میں جماعت کی دُنیا ہی بدلی ہُوئی تھی۔ نہ مولانا داؤد غزنویؒ رہے نہ مولانا اسمٰعیلؒ صاحب گوجرانوالہ دونوں بزرگ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ جمعیت کے کارپردازان بھی نئے بن گئے اور دھڑے بندی بھی شروع ہوگئی۔ میں لاہور پہنچتے ہی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف سے مُلاقات کے لئے شیش محل روڈ پہنچا۔ ان کی دکان المکتبۃ السلفیۃ پر ان کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر سے ملاقات ہُوئی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مدرسہ تقویۃ الاسلام کی مسجد میں ہیں۔ میں بغیر انتظار کئے اندر ہی چلا گیا۔ ۲۲ سال کے بعد ان سے ملاقات ہو رہی تھی۔ میں نے انہیں پہچان لیا۔ مگر وہ مجھے کیسے پہچانتے، بہرکیف میں نے اپنا تعارف کرایا۔ بہت خوش ہُوئے۔ معانقہ کیا۔ پھر دکان پر لائے۔ چائے منگوائی۔ حافظ احمد شاکر صاحب سے بھی تعارف کرایا۔ والد مرحوم، حضرت مولانا تقریظاً احمد سہسوانی مرحوم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات سناتے رہے۔ پھر جماعت کے حالات معلوم کرتے رہے۔ مولانا عبیداللہ رحمانی شیخ الحدیث صاحب مرکزی دارالعلوم بنارس اور لُٹی کھسی دہلی کے جماعتی حالات پُوچھے۔ پھر مجھے گھر لے گئے۔ اس کے بعد اپنے ادارے میں جہاں اُنہوں نے اپنی نئی مسلکی دنیا آباد کی تھی۔ یعنی ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ، دفتر الاعتصام، ایک مسجد، ایک لائبریری، سب کچھ دکھایا۔ حافظ صلاح الدین یُوسف ان کے ایک قریبی علم دوست نوجوان، اسی طرح ایک قریبی عزیز محمد سلیمان انصاری صاحب منیجر الاعتصام، سب سے ملاقات اور تعارف کرایا۔ پھر ان کی امامت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ بڑا خشوع و خضوع تھا۔ ان کے ہاں بہت راحت اور سکون محسوس ہوا۔ مسجد میں کئی دُوسرے احباب جماعت سے ملاقاتیں اور تعارف کرایا ——— جمعیت اور ذمہ داران جمعیت کے بارے میں، میں نے پُوچھا تو ایک آدمی میرے ساتھ بھیجا تاکہ مجوزہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس کی تیاریوں کے بارے میں جانکاری حاصل کرسکوں۔ میں نے اپریل میں ہونے والی کل پاکستان اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کا ایک اجلاس حضرت مولانا مرحُوم کی صدارت میں بھی تھا۔

پاکستان میں قیام کے دوران، ان سے کئی ملاقاتیں ہُوئیں۔ میں ہر بار ان سے مل کر طمانیت حاصل کرتا اور واپس ہوتے وقت ان سے الوداعی ملاقات کی۔ جس میں موصوف نے جماعت و مسلک کے سلسلہ میں پیش آمدہ مسائل و مشکلات پر روشنی ڈالی، چلتے وقت اپنے ادارے سے شائع ہونے والی کتابیں بھی دیں۔

۱۹۸۱ء میں یہ راقم الحروف بمبئی اور مالیگاؤں کے جماعتی پروگرام پر گیا ہوا تھا۔ جب وہاں سے واپس دہلی آیا۔ تب معلوم ہوا کہ حضرت العلّام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف تشریف لائے ہُوئے ہیں۔ میں مدرسہ ریاض العلوم گیا اور ان سے ملاقات کی۔ انہیں میں نے تمام جماعتی حالات سے واقف کرایا۔ وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کسی علمی سیمینار میں شرکت کا ارادہ رکھتے ساتھ ہی شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات اور دارالمصنّفین اعظم گڑھ اور مرکزی دارالعلوم بنارس دیکھنے کا شوق بھی دل میں ہوئے تھے مگر ان کے پاس ویزا صرف دہلی کا تھا۔ ویزا کا معاملہ بہت ہی سخت! جناب گیانی ذیل سنگھ صاحب اُس وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وزیر داخلہ تھے ۔ جو اُن کے پُرانے ساتھی بھی رہے ہیں ۔ اور ذاتی طور پر جانتے ہیں ۔ کیونکہ گیانی جی جس وقت فرید کوٹ میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے ۔ مولانا مرحوم نے بھی مہاراجہ فرید کوٹ کے مظالم کے خلاف تقریریں کیں ۔ اور جیل بھی گئے ۔ ویزا لینے کے لئے کیونکہ انکوائری طلب کی جاتی ہے اس لئے معاملہ لمبا ہوگیا ۔ تب تک سیمینار کا وقت نکل بھی گیا ۔ اور ویزا اُس وقت آیا جب مولانا مرحوم واپس پاکستان پہنچ گئے ۔

دہلی میں قیام کے دوران ان کے ساتھ برابر ملاقات رہی ۔ جناب ضیاء اللہ کھوکھر بھی ان کے ہمراہ تھے ۔ میں اُنہیں ندوۃ المصنفین (مکتبہ برہان) میں لے کر گیا ۔ وہاں مفتی عتیق الرحمن صاحب سے ان کی مُلاقات ہُوئی ۔ انہیں علمی رسائل کی فائلیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا ۔ چنانچہ بُرہان کی جو فائلیں ان کے کتب خانہ میں نہیں تھیں ، وہ انہوں نے یہاں سے خریدیں ۔ وہ کتابوں کے بھی بہت شوقین تھے ۔ نئی نئی کتابیں بھی اُنہوں نے خریدیں ۔ الدار السلفیہ کی جو کتابیں میرے پاس موجود تھیں ۔ وہ میں نے انہیں دیں ۔

اسی موقعہ پر میں نے انہیں اہلحدیث منزل کی بلڈنگ بھی دکھائی ، جس کا انہی دنوں ، جب مولانا صاحب دہلی میں تھے بیعانہ ہوا تھا ۔ پھر مولانا عبدالوحید صاحب امیر جمعیت اور مولانا مختار احمد ندوی صاحب جو اس وقت دہلی آئے ہوئے تھے ، سے ان کی پہلی و آخری ملاقات کرائی ۔ یہاں کے دوسرے اداروں مثلاً معہد التعلیم الاسلامی اور مرحوم دارالحدیث رحمانیہ کی بلڈنگ بھی مولانا دیکھنے گئے ۔ نذیریہ لائبریری جو اس وقت بوسیدہ اور کسمپرسی کی حالت میں تھی ، بھی اُنہوں نے دیکھی ۔ اسی موقعہ پر حضرت مولانا عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث سے بھی ان کی ملاقات ہُوئی ۔ وہ اپنی بیماری کے سلسلہ میں دہلی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ دہلی میں مولانا مرحوم نے دس بارہ روز گذارے مگر بہت مصروف ۔ برابر جماعتی اور علمی افراد سے ملاقاتیں کرتے رہے یا کتابیں دیکھ کر انہیں خریدتے رہے ۔ جانے سے دو دن پہلے اُنہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا ریزرویشن کرا دیا جائے ۔ چنانچہ فارن کوٹے سے ان کا ریزرویشن کرایا گیا ۔ پھر راقم الحروف اور دیگر احباب جماعت نے نہایت گرم جوشی سے اسٹیشن پر انہیں الوداع کہا ۔

اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں جب دوبارہ پاکستان گیا تب ان پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا مگر علاج سے ذرا افاقہ تھا ۔ بات چیت کرتے تھے ۔ بھاگ دوڑ بند ہو گئی تھی ۔ ان دنوں ان سے گھر ہی پر ملاقاتیں ہوتی تھیں ۔ ان کے کمرے میں ایک طرف فون رکھا تھا ۔ بستر میں ایک بلّی ان کے ساتھ لیٹی ہُوئی تھی ۔ علمی رسائل کا ڈھیر ، ساتھ ہی کتابوں کے مسودات پڑے ہوئے تھے ۔ پھر آنے جانے والے بڑے بڑے اہل علم حضرات ، سرکاری ، جماعتی ، عوامی ڈاک بھی برابر آتی رہتی ۔ مرحوم چونکہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے اور اعلیٰ سطح کے دینی عالم تھے ۔ اس لئے دینی مسائل کے بارے میں ان کی رائے جاننے کے لئے سرکاری استفسارات بھی آتے تھے ۔ ان دنوں المنتقیٰ کی اشاعت میں منہمک تھے ۔ اس کے تازہ ترین مطبوعہ فرمے انہوں نے مجھے دکھائے ۔

وہ اپنے خطوط میں ہمیشہ کتابوں کے لئے لکھتے رہتے تھے جنہیں میں آنے جانے والوں کے ہاتھوں بھیجتا تھا ۔ اس بار کچھ کتابیں خود ہی اپنے ہمراہ لے گیا تھا ۔ یہ کتابیں ان کے حوالے کیں اور اُن سے رُخصت لی ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلیس روز کے بعد میں پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب جلدی ہی واپسی ہے۔ ان دنوں پاکستان میں جماعتی سطح پر اتھل پتھل بہت چل رہی تھی۔ دونوں طرف کے اخبارات میں غیر مانوس اور غیر ضروری باتیں آ رہی تھیں جن کا تذکرہ میں نے جناب میاں فضل حق صاحب سے بھی کیا۔ جامعہ سلفیہ میں بھی ہو کر آیا تھا۔ اور دوسرے حضرات سے بھی ملاقاتیں کی تھیں۔ مولانا صاحب سے ان تمام باتوں کا تذکرہ ہوا۔ تب انہوں نے شاید یہ محسوس کر کے کہ میں یہاں کے حالات سے دل برداشتہ نہ ہو جاؤں۔ میری ڈھارس بندھائی اور ۴۷ء سے اب تک کی پوری سرگزشت سنا ڈالی۔ انہوں نے خود اپنے ساتھ بیتے ہوئے ایسے واقعات بھی سنائے جو انتہائی تکلیف دہ تھے جو ایک دینی ماحول، دینی تنظیم یا دینی کام کرنے والوں میں نہیں ہونے چاہئیں مگر اقتدار پسندی نے ہر طرف ہی جماعت کے کاز کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ لوگ اقتدار اور اپنے حلقوں کو مضبوط کرنے کی فکر میں اصل خطوط کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ خلوص کی بھی کوئی قدر افزائی نہیں ہوتی۔ مولانا مرحوم خود اس کا شکار رہے۔ مگر وہ مسلک و جماعت کو انتہائی عزیز رکھتے تھے۔ کام کرنے کا ذوق و شوق رکھتے تھے۔ حالات سے دل برداشتہ نہیں ہوئے۔ اور اپنے لئے کام کی لائن بنا کر محنت کرتے رہے۔ اور خلوص و لگن کے ساتھ الگ تھلگ ہی۔ الحمد للہ بھاری بھرکم تنظیموں اور اداروں کے مقابلے میں مسلک کے لئے ان کا کام زیادہ بوجھل اور مفید تھا۔ الاعتصام کو بھی زندہ رکھا۔ صحاح ستّہ کے حواشی کے لئے بہت فکرمند تھے۔ نسائی شریف کی تعلیقات خود لکھیں۔ بخاری شریف کا حاشیہ مولانا عزیز زبیدی صاحب سے لکھوایا۔ حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری شیخ الحدیث صاحب سے مرعاۃ لکھوائی۔ ائمہ کرام اور محدثین کے تذکروں کو اپنے سلفی حواشی سے مزیّن کر کے شائع کرایا۔ المنتقیٰ مترجم دو جلدوں میں شائع کرائی۔ عربی کی درجنوں نایاب کتب کی تنقیح کا کام شروع کیا۔ جن میں سے کئی ایک شائع بھی ہو گئیں۔ یہ تو علمی کام تھے مگر دعوت و تبلیغ کے لئے بھی بہترین اردو کتب کی فراہمی کا کام آپ نے کیا۔ اور دارالدعوۃ السّلفیہ سے درجنوں کتابیں شائع کرا کے مفت تقسیم کرانے کا اہتمام کیا۔ تصنیف و تالیف کے کام کے لئے ایک شاندار لائبریری قائم کی جس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نواب صدیق حسنؒ خاں کی سب سے زیادہ تصانیف اس لائبریری کی زینت ہیں۔ غرضیکہ سلفیت کے لئے تنظیم، تعلیم، تبلیغ تدبیر، تصنیف و تالیف ہر میدان کے سپاہی تھے۔ کبھی کسی نے کوئی جماعتی و مسلکی کام کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس کی زبردست حوصلہ افزائی کرتے اور حتی الامکان تعاون سے بھی گریز نہیں کیا۔ علمی نکات، مسلکی حقائق، تنظیمی معاملات کسی چیز میں بھی بخل نہیں تھا۔ ہر بات بلا کم و کاست فرماتے تھے اور ہر فیلڈ میں رہنمائی کرتے تھے۔ ان سے ملنے والا کوئی بھی شخص مایوس نہیں لوٹتا تھا۔

مجھے ان سے بڑی محبّت و عقیدت تھی۔ ذہن میں جو بھی پیچیدگیاں دینی مسائل کے سلسلہ میں پیدا ہوتیں تو انہیں اگلی ملاقات تک ریزرو رکھتا اور جب جاتا تو ان سے پوچھتا۔

میں نے ان سے نزولِ مسیح کے سلسلہ میں ایک بار سوال کیا۔ ان دنوں قادیانیت کو خلافِ قانون قرار دیئے جانے کا مسئلہ بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ تب حضرت مولانا عثمان فارقلیط صاحب کا ایک مضمون شبستان ڈائجسٹ دہلی میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں مرزا قادیانی یا ان سے پہلے مہدیت و نبوّت کے بعض مدعیوں کا تذکرہ کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ ان فتاووں کا پس منظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاً مہدی کی آمد کی وہ روایات ہیں جو کُتب احادیث میں موجود ہیں۔ مولانا فارقلیط صاحب نے اُن روایات کی صحت کے بارے میں بعض منکرینِ حدیث یا متجددین جیسے سرسید احمد خان وغیرہ کی طرح اشکالات ظاہر فرمائے تھے اور دلیل میں کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ آمد کا اہم ترین واقعہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی حدیث کی سب سے پہلی کتاب موطا امام مالکؒ میں ہے۔ پھر امام رازی کی تفسیر کبیر سے بعض ایسے حوالے درج کئے، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہودیت، نصرانیت اور شیعیت نے اسلام اور اسلامی تعلیمات میں بڑی تحریفات کی ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام یا مہدی علیہ السلام کے نظریات عیسائی، یہودی، شیعی تحریفات کا نتیجہ ہیں اور ان کا مقصد ختم نبوت کے عقیدے کو مجروح کرنا ہے یا پھر عیسائیت کی بالا دستی قائم کرنا! اور اہل تشیع بھی جب اہل سُنّت سے مناظرہ کرنے بیٹھتے ہیں تو انہی روایات سے گفتگو شروع کرتے ہیں۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ صاحب سے میں نے یہ سوال راستے میں چلتے چلتے کیا تھا۔ آپ سُن کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ جرح و تعدیل اور اصولِ حدیث کے پہلو سے جانچی ہوئی احادیثِ صحیحہ سے یہ نظریہ ثابت ہے، اس لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایک اور مرتبہ میں نے معاشرتی برائیوں اور خرابیوں کی جانب ان کی توجہ مبذول کرائی۔ آپ فرمانے لگے کہ دنیا میں جب جب برائیاں انتہا کو پہنچیں، تب انبیائے کرام مبعوث ہوئے۔ اب نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اس لئے برائیوں کے خاتمہ کے لئے جب تک منہج نبوت پر کام نہ ہو خاتمہ ممکن نہیں۔

ایک بار انہوں نے بین الاقوامی سطح پر اصلاحات کے سلسلہ میں وسیع پیمانہ پر قتال کی بات کہی۔ میں آج بھی سوچتا ہوں کہ ایسا انتہا پسندانہ تخیل انہوں نے کس طرح پیش کیا، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر گہرائی سے سوچا جائے تو شدید خرابیوں کا استیصال شدید عمل کے بنا ممکن ہی نہیں۔ ایک بار میں نے ان سے عرض کیا۔ حضرت! ہندوستان میں سلفیت کے تین بڑے ستونوں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ۔ حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی سوانح کی ترتیب و اشاعت کا حق بھی ابھی تک اہل حدیث ادا نہیں کر پائے ہیں۔ اور بعض حضرات نے ان ستونوں کے حالات لکھ کر تاریخ کو مسخ کر دیا ہے۔ آپ ہی کچھ کیجئے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو حدیث کا میدان سنبھال رکھا ہے کوئی دوسرا ادارہ اس کام کو کرے ---- اس دن مجھے بڑی نصیحتوں اور ہدایتوں کے ساتھ مولانا نے رخصت کیا اور میں پاکستان سے واپس ہوا۔

اس کے بعد بھی ان کے خطوط کتابوں کے سلسلہ میں آتے رہے۔ میرا دوبارہ سفر نہیں ہوا۔ چار سال گذر گئے۔ ان کی بیماری کے کوائف کبھی آنے جانے والوں کے ذریعہ کبھی الاعتصام سے اور کبھی خطوط سے معلوم ہوتے رہے۔ اپریل ۱۹۸۶ء میں پھر پاکستان گیا اور حافظ احمد شاکر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تب وہ مجھے ان سے ملانے کے لئے دارالدعوۃ السلفیہ کی مسجد میں لے گئے وہ لیٹے ہوئے تھے۔ مصافحہ ہوا۔ مجھے ٹکٹکی لگا کر غور سے دیکھتے رہے مگر کچھ بول نہیں پائے۔ آواز صاف نہیں تھی۔ اور یادداشت پر بھی اثر تھا۔ میں ان کے پاس کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر ایک روز دوبارہ آیا تو علیم ناصری صاحب مدیر الاعتصام کی مدد سے انہوں نے خیریت و حالات دریافت کئے۔ مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث کی رحلت کا تذکرہ بھی اُنہوں نے فرمایا۔ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنوں انہیں گھر سے لانے لے جانے میں بڑی دشواری ہو رہی تھی. مگر وہ سخت محنت اور پریشانی کے باوجود مسجد میں آتے. ان کے اکلوتے صاحبزادے حافظ احمد شاکر صاحب ان کی برابر خدمت کرتے رہے. علاج بھی سبھی ہوئے. مگر مرضی مولا میں کس کو چارہ ہے بالآخر وہ ہم سے جدا ہو گئے اور اپنی بہت سی یادیں، نشانیاں، خدمات، آثار اور قربانیاں چھوڑ گئے. اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہم گنہ گاروں و خطاکاروں کو اُن کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق دے اور ہمارے اندر ایسی ہی جماعتی و مسلکی لگن و تڑپ پیدا کرے. آمین.

اللھم اغفر لہٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالستار غوری
ٹیکسلا

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے، جھنگ شہر کی جامع مسجد اہل حدیث میں ایک پٹھان مولوی صاحب، مولانا غفران اللہ سلفی، امامت فرماتے تھے۔ اُن کے پاس "رحیق" آتا تھا۔ مدیر جناب عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی تھے۔ میں اُس وقت سترہ اٹھارہ سال کا تھا اور طبیعت میں ابھی ٹھہراؤ پیدا نہ ہوا تھا۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے یہ میرا پہلا تعارف تھا غائبانہ اور یک طرفہ، لیکن ذہن میں نقش ہوگیا۔ پھر میں مولاناؒ کی سرگرمیوں اور کامرانیوں سے آشنا رہا۔ البتہ خط و کتابت یا ملاقات کا موقعہ نہ بنا۔

۱۹۸۰ء کے عشرے میں چند ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا۔ ان دنوں مولاناؒ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ رہتی تھی پہلی ملاقات ہی میں مولاناؒ کے التفات و الطافِ فراواں کا مشاہدہ ہوا۔ مولانا امین احسن اصلاحی اور ان کی "تدبرِ قرآن" کا ذکر آگیا۔ میں نے عرض کیا، دو تین اقساط میں میں نے ماہنامہ "فاران" میں "تدبرِ قرآن" پر نقد و تبصرہ لکھا تھا جو غالباً اس پر اوّلین تنقید تھی، اگرچہ وہ سلسلہ ناکام ہی رہ گیا تھا۔ تاہم میں نے بعض مقامات پر نوٹس لکھے ہوتے ہیں۔ بالخصوص سُورۂ فیل پر تو بہت تفصیلی نوٹس لکھے ہوئے ہیں اور اسے مکمل کرنے کا ارادہ بھی ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا ضرور لکھیں اور "الاعتصام" میں دیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے چھوٹی چھوٹی اقساط میں چھپوانا نہیں چاہتا۔ فرمانے لگے ہم اسے ایک ہی اشاعت میں چھپوانے کا اہتمام کر دیں گے۔ لیکن افسوس میں وہ کام مکمل نہ کر سکا۔

میرے کتب و جرائد جمع کرنے کے شوق پر وہ بہت خوش ہوئے۔ بڑی محبت سے اپنی عظیم الشّان لائبریری دکھائی۔ ان کے پاس انہی دنوں ہندوستان سے ایک کتاب آئی تھی۔ شرعی احکام و مسائل پر حالاتِ زمانہ اور ضرورت کے اثر سے متعلق۔ میں اس موضوع پر کچھ دیکھنا چاہتا تھا۔ مولانا نے بڑی فراخ دلی سے، بغیر کہیں درج کئے، مجھے وہ مستعار دے دی۔ مجھے اس بات پر بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔ خدا جانے یہ اُن کی عادت تھی یا مجھ پر خصوصی لطف و اعتماد کہ ایسی نایاب کتاب یُوں عنایت فرما دی۔ جب مولانا جامع اہل حدیث، واہ کینٹ میں تشریف لائے، تو میں نے وہ کتاب بھی واپس کی اور چند ایک کتب اپنی طرف سے بھی ان کی نذر کیں۔ جن میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مولانا زاہد الحسینی کی ایک کتاب بھی شامل تھی۔

جب بھی واہ کینٹ کا کوئی ساتھی ان کی خدمت میں جاتا، بڑی تاکید اور محبت سے اس کے ہاتھ سلام بھجواتے۔ کتب و جرائد کی "ذخیرہ اندوزی" بھی ہمارے درمیان ایک قدرِ مشترک تھی اور اس ناتے وہ مجھے "ٹھرکی" کہا کرتے تھے۔ مولانا کی شفقت، احباب و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معتقدین کے لئے آپ کی محبت اور انہیں یاد رکھنا میرے خیال میں ایسے امتیازی اوصاف ہیں جو مولاناؒ جیسی بلند شخصیات میں کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ لباس سادہ و اُجلا، نشست فرشی، باتوں میں خلوص و محبت کی شیرینی، تواضع و فروتنی، نمود و نمائش اور جاہ و منصب سے بے نیازی، جوہری اہمیت کے علمی کام، جن میں محنت، تحقیق، پتہ ماری زیادہ شہرت اور دکھاوا کم، ساتھیوں کو علمی کاموں کے لئے رہنمائی فراہم کر کے تیار کرنا، مولانا کا شیوہ تھا، جماعت کے رہنماؤں کی باہمی آویزشوں سے بڑی سلامتی اور سلامت روی کے ساتھ دامن بچاتے اور ہمیشہ کلمۂ خیر کہتے اور خیر خواہی کا حق ادا کرتے رہے۔ دوسرے ممالک اور ان کے اکابرین و قائدین کے بارے میں بھی آپ کا رویّہ نہایت محتاط، باوقار اور باہمی احترام پر مبنی تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص عقیدہ یہ رکھے کہ سُنّتِ رسولؐ ہی کو اوّلیت حاصل ہے اور جہاں سُنّت موجود ہے، وہاں کسی اور کی بات اختیار نہیں کی جاسکتی، وہ متبعِ سنّت اور اہل حدیث ہے اور جو بھی اس عقیدے کے ساتھ اپنے علم و استعداد کی حد تک سنّتِ صحیحہ معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہمارا ساتھی ہے۔

آپ کی وفات سے ہمارے علمی و دینی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید وہ کسی ایک شخصیت کی صورت میں مدّتوں پُر نہ ہو سکے۔ لیکن وما ذالك على الله بعزيز۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو!

رزم ہو کہ بزم ہو، پاک دل و پاک باز!

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد بشیر متین فطرت
استاذ شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ

چند یادیں

یہ ۶۵-۱۹۶۴ء کا ذکر ہے۔ راقم الحروف پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں زیر تعلیم تھا۔ "شاہ اسمٰعیل شہید" کے زیر عنوان تحقیقی مقالہ تحریر کرنے کے سلسلہ میں بعض کلیدی کتب کی عدم دستیابی سدّ راہ تھی۔ ایک دن بر سبیل تذکرہ اس مشکل کا ذکر میں نے صدر شعبۂ تاریخ پروفیسر محمد اسلم صاحب سے کیا (وہ میرے اس مقالے کے نگران بھی تھے) انہوں نے مجھے مولانا عطاء اللہ حنیف سے ملنے کی تاکید کی۔[1] مولانا موصوف کا نام تو میں نے پہلے بھی سن رکھا تھا، لیکن کبھی بالمشافہ ملاقات کی نوبت نہ آئی تھی۔ جب میں المکتبۃ السلفیہ پہنچا تو اتفاق سے کاؤنٹر پر مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم تشریف فرما تھے۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ کے دفتر میں ان سے ایک مرتبہ میں مل چکا تھا۔ مجھے گمان یہ گذرا کہ شاید المکتبۃ السلفیہ کے مالک یہی ہیں۔ ان سے مولانا عطاء اللہ حنیف کے بارے میں معلومات مل جائیں گی، چنانچہ یہ تاثر ذہن میں لئے، سلام مسنون کے بعد، میں نے عرض کیا۔

"مجھے مولانا عطاء اللہ حنیف سے ملنا ہے۔"

مولانا ندوی مرحوم نے، اپنی دائیں جانب کرسی پر تشریف فرما ایک بزرگ کی طرف اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پہنچا، وہ نہایت سادہ پوشاک (غالباً کرتہ اور تہ بند) میں ملبوس، دونوں پاؤں کرسی کی نشست پر رکھے، اُکڑوں بیٹھے تھے۔ میں نے سلام کے بعد ان سے سوال کیا۔

"باباجی مجھے مولانا عطاء اللہ حنیف سے ملنا ہے؟"

انہوں نے پنجابی میں کہا، "فرماؤ"؟

راقم چونکہ انہیں پہچانتا نہ تھا، اس لئے پھر گزارش کی،

"باباجی مجھے مولانا عطاء اللہ حنیف سے ملنا ہے۔"

انہوں نے اپنا قول دہرایا، اتنے میں مولانا حنیف ندوی بھی متوجہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تصریح فرمائی، کہ مولانا

---

[1] اس ضمن میں راقم نے اپنے محترم دوست پروفیسر افضل حق قریشی کے قابل قدر ذخیرۂ کتب سے بھی خوب استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطاء اللہ حنیف یہی ہیں۔

اس انکشاف پر راقم نے مولانا عطاء اللہ حنیف سے معذرت کی کہ پہلے سے پہچان نہ ہونے اور خلاف توقع انتہائی سادگی کی بنا پر میں انہیں پہچاننے سے قاصر رہا۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے میری آمد کا مقصد پوچھا، میں نے اپنے زیر تحریر مقالے کے ضمن میں قدیم کتب کی عدم دستیابی کا ذکر کیا، تو انہوں نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

یہ تھی مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے راقم کی پہلی ملاقات!

اس کے بعد پھر اکثر آنا جانا رہا اور مغائرت کے حجابات اٹھتے گئے، یہاں تک کہ ایک انس اور اپنائیت کا احساس اجاگر ہوا، بلکہ اگر کبھی راقم چند دن کے وقفے سے حاضر ہوتا تو مولانا بے تکلفی سے فرماتے!

" بڑی لمبی چھٹی ماری اے "

ظاہر ہے کہ یہ ان کے پرخلوص تعاون اور شفقت کی آواز تھی، جو انتظار کی کیفیت لئے ہوتی۔ شروع شروع میں تو مولانا اپنے دارالکتب ہی میں (جو کہ ان کے مکتبہ سلفیہ کے بالمقابل ان کی اقامت گاہ ہی کا ایک حصہ تھا) مطالعہ کی اجازت دی، لیکن رفتہ رفتہ، دو، دو، تین تین اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ کتب مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی بھی اجازت دے دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ راقم پر ان کے انتہائی اعتماد کا اظہار تھا، ورنہ پرانی اور نادر و نایاب کتب کون کسی کو اس طرح دیتا ہے؟

معمول کے مطابق میں مولانا کے دارالکتب میں جاتا۔ انہیں اپنی مطلوبہ کتب سے آگاہ کرتا اور وہ انتہائی شفقت اور شوق سے الماریوں میں سے کتابیں نکال کر دیتے بلکہ بعض اوقات کتاب کے متعلقہ صفحات کھول کر مطلوبہ مواد کی بھی نشاندہی کر دیتے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ مولانا مرحوم بخار یا کسی اور عارضہ کی بنا پر آرام فرما رہے ہوتے لیکن جونہی میں پہنچتا، وہ اپنی تکلیف کی پروا نہ کرتے ہوئے اٹھتے اور دیکھتے ہی دیکھتے میری مطلوبہ کتب الماریوں سے نکال نکال کر میرے سامنے رکھ دیتے اور پھر لیٹ جاتے۔ مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ ان کے اس پرخلوص تعاون سے اگر ایک طرف میرے دل پر ان کی علم دوستی، انکساری اور عظمتِ کردار کے اثرات مرتب ہوتے تو دوسری طرف مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ذہنی وابستگی، فکری لگاؤ اور ان کی دعوت و تحریک سے والہانہ عشق و عقیدت کا بے لوث اور بے ساختہ مظاہرہ ہوتا۔

بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ میرے وہاں جانے سے پہلے ان کے پاس، ان کے بعض احباب تشریف فرما ہوتے یا میری موجودگی میں آجاتے تو مولانا مرحوم ان سے اس خاکسار کا تعارف کرواتے اور نیک خواہشات کا اظہار کرنے اور ساتھ ہی ساتھ میری مطلوبہ کتب بھی الماریوں سے نکال کر سامنے رکھتے جاتے۔

یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض علماء بڑے ٹھاٹھ باٹھ، رکھ رکھاؤ، کرّ و فر اور آن بان کو شایانِ شان خیال کرتے ہیں، مگر راقم مولانا مرحوم کی سادگی اور انکساری سے بہت متاثر ہوا۔

ایک دفعہ مولانا نے پروفیسر اسلم صاحب سے ملاقات کا شوق ظاہر فرمایا۔ میں نے پروفیسر صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلے دل سے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے عصر اور مغرب کے درمیان مولانا کو تشریف لانے کی دعوت دی، میں نے مولانا موصوف سے بات کی تو انہوں نے فرمایا "میں آپ کے ساتھ چلوں گا"۔ میں مقررہ وقت پر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا، آپ کیسے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں بائیسکل پر آیا ہوں۔ اسے یہاں رکھتے ہیں اور رکشا میں پروفیسر صاحب کے ہاں چلتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا، نہیں سائیکل ہی پر چلتے ہیں، میں نے گریز کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ نامناسب معلوم ہوتا ہے، آپ کو تکلیف ہوگی۔ فرمانے لگے، اگر آپ کو سائیکل چلانے میں دقت نہ ہو تو مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ اب میں نے تکرار کو نامناسب خیال کیا اور کہا "مولانا جیسے آپ کی مرضی"۔ چنانچہ وہ سائیکل کی پچھلی نشست پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ہم پروفیسر صاحب کے گھر واقع ۹۵۰ رابن سن آباد جا پہنچے۔ پروفیسر موصوف یہ جان کر بہت حیران ہوئے کہ مولانا میرے ساتھ سائیکل پر یہاں آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تائید سے میرا مقالہ مکمل ہوا۔ بعدازاں اس مقالے کے بعض حصے "آثار شاہ اسمٰعیل شہیدؒ" اور "شاہ اسمٰعیل شہیدؒ مشاہیر کی نظر میں" کے عنوانات سے "برہان" دہلی "الفرقان" لکھنؤ اور "المعارف" لاہور میں شائع ہوئے۔ جب مولانا مرحوم نے یہ مضامین پڑھے تو بہت خوش ہوئے۔ اور مؤخر الذکر سلسلۂ مضمون کو "الاعتصام" میں شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ راقم نے انہیں "المعارف" کے وہ شمارے فراہم کر دیے جن میں یہ سلسلہ متعدد اقساط میں شائع ہوا تھا۔ مولانا نے "الاعتصام" میرے نام اعزازی طور پر جاری کر دیا تھا۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج فورٹ عباس ضلع بہاولنگر میں اپنے فرائض منصبی انجام دے رہا تھا۔ فورٹ عباس سے میرے چلے آنے کے بعد بھی دیر تک یہ پرچہ میرے نام سے وہاں جاتا رہا۔ بعدازاں اسی سلسلے کی ایک اشاعت کو "المعارف" لاہور سے ہفت روزہ "اہل حدیث" نے بھی شائع کیا[1]

مولانا سے گاہے گاہے ملاقات کا سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد اور دیگر علمی موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی، اس ضمن میں کبھی کسی قسم کی ناگواری پیدا نہیں ہوئی۔ نہ ہی مولانا نے مجھ پر کسی قسم کا کوئی نظریہ مسلط کرنے کی کوشش کی۔ نہ ان کے علمی یا کتابی تعاون میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی۔ آخر عمر میں وہ بہت نحیف اور لاغر ہو چکے تھے۔ پھر اسی حالت میں ایک دن وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ آمین۔

کتب بینی کا ذوق بلاشبہ ایک خداداد نعمت ہے۔ اچھی، عمدہ، وقیع اور نادر و نایاب کتب کا فراہم کرنا اس سے

---

[1] مکتبہ نذیریہ، جامع مسجد اقبال ٹاؤن لاہور نے "شاہ اسماعیل شہیدؒ" کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے دوسرے حصے تذکیر الاخوان میں سے بعض اجزاء کو "عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ" کے عنوان سے ایک الگ کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے، اس میں بھی حنیف یزدانی صاحب نے راقم کے مضمون کو ہفت روزہ "اہل حدیث" سے لے کر تعارف کے طور پر شامل کتاب کیا ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ پر راقم کی نگارشات ان شاء اللہ العزیز عنقریب کتابی صورت میں ہدیۂ ناظرین ہوں گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی زیادہ اہم، مشکل اور ایثار طلب امر ہے۔ اس کے لئے اپنی جمع پونجی کو کھلے دل سے بلکہ بے دریغ لٹانا پڑتا ہے پھر اس سے بھی آگے کا مرحلہ یہ ہے کہ دارالکتب اور دارالمطالعہ کی سہولت فراہم کرتے ہوئے اس ذخیرۂ کتب کو افادۂ عام کے لئے وقف کر دیا جائے، مولانا مرحوم میں یہ تمام اوصاف بلاشبہ موجود تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی کتب کی صحیح ترتیب و تزئین کے لیے ایک قطعۂ اراضی خرید کر وہاں ایک دارالکتب[1] قائم کیا جس میں دارالمطالعہ[2] کی سہولت بھی موجود ہے۔ اور نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد بھی۔

بلاشبہ یہ وقف اور ایثار عامۃ المسلمین بلکہ عامۃ الناس کے لئے ایک رواں سرچشمہ اور مولانا مرحوم کے لئے ایک بیش قدر صدقۂ جاریہ ہے جو بزبانِ حال ان کی علم دوستی اور علمی خدمات کا اعلان ہے۔

اللہ تعالے انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

ص۱ : دارالدعوۃ السلفیہ

ص۲ : سلفیہ لائبریری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد اسلم رانا مرحوم
مدیر "المذاہب" شاہدرہ لاہور

۱۷ر اکتوبر ۲۰۰۱ء
م
۳۰ر رجب ۱۴۲۲ھ

شفقت اُن کی یاد رہے گی

ان سطور کے راقم کی تبلیغی زندگی میں مؤقر جریدہ "الاعتصام" نے مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ مولانا مفتی عبدالواحد (مرحوم) خطیب جامع مسجد باغ جناح گوجرانوالہ نے اس پودے کو لگایا اور "الاعتصام" نے اس کی آبیاری کی۔ میرے مذہبی خیالات، عقائد و افکار، تعلیم و تربیت اور بالخصوص عقیدہ توحید سے لگاؤ، اس کی تشریح و توضیح اور انشراح صدر میں الاعتصام کا کردار بہت اہم اور زیادہ ہے۔ الاعتصام ہی کی وساطت سے بندہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم و مغفور سے متعارف ہوا۔ ربع صدی پیشتر الاعتصام کا دفتر مکتبہ سلفیہ والی بلڈنگ کی ڈیوڑھی کے اوپر ہوتا تھا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی مدیر تھے۔ میں نے بھٹی صاحب کی خدمت میں کوئی علمی مشکل پیش کی تو انہوں نے بتایا کہ نیچے مکتبہ میں استاذ مکرم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف تشریف فرما ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضری دیں۔ پہلی ہی ملاقات میں مولانا کے حسن اخلاق اور تبحر علمی نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

حضرت مولانا ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ علم دوستوں، مبلغوں اور طلبہ کی قدردانی، حوصلہ افزائی، پرورش اور سرپرستی میں بھی غایت درجہ کی دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری اور مکتبہ سلفیہ کے دروازے مستحقین کے لئے وا رہتے تھے۔ راقم الحروف کے ساتھ خصوصی شفقت اور التفات سے پیش آتے۔

مشہور عیسائی مناظر پادری عبدالحق سے ۶۱-۱۹۶۲ء میں کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ اتفاق سے ان کے تمام مدمقابل مناظرین راہیٔ ملک عدم ہو چکے تھے۔ وہ (بھارتی پنجاب کے صدر مقام چنڈی گڑھ سے) لاہور آتے اور عیسائی محفلوں، گرجا گھروں اور کنونشنوں میں لیکچر دیتے۔ ان کی تقاریر کے محاسبے اور ان سے میری ملاقاتوں کی رودادیں الاعتصام کے صفحات میں محفوظ ہیں۔ اس ضمن میں پادری عبدالحق کے پمفلٹ "اثبات التثلیث" کا جواب دینے کی بھی ٹھانی تو مولانا مرحوم کی نوازشات آڑے آئیں۔ گوجرانوالہ کے مشہور عالم دین حافظ محمد گوندلوی کے قلم سے "اثبات التثلیث" کا مدلل علمی جواب شائع ہو چکا تھا۔ مولانا نے اس کا تعارف کرایا اور ازراہ لطف و عنایت ایک نسخہ بھی عطا فرمایا۔ عقائد اسلام پر بازار میں دستیاب ہونے والی کتابیں میری علمی تشنگی کو دور نہ کر سکیں۔ اس پر مولانا مرحوم نے مفسر قرآن مولانا عبدالحق حقانی کی تحریر کردہ کتاب "عقائد الاسلام" عنایت فرمائی جو اپنے موضوع پر اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اسے پڑھ کر میرے خیالات کو وسعت اور جلا نصیب ہوئی۔ یہ کتاب آج تک زیر مطالعہ ہے اور جیتے جی اسے واپس کرنے کی ہمت نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ ان سے پروٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائیوں کی بائبل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۱۰ء سے بھی فیض اٹھایا۔ ان دنوں یہ کتاب دارالدعوۃ السلفیہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

عیسائیت پر لٹریچر کی تلاش میں کئی بار لاہوری مرزائیوں کے ہیڈ کوارٹر (جو ان دنوں برانڈرتھ روڈ پہ واقع تھا) گیا۔ مولاناؒ نے یہ جان کر فرمایا ان سے محتاط رہنا۔ بادی النظر میں مرزا غلام احمد کے بارے میں ان کے عقائد سادہ اور درست معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ضلالت و گمراہی میں یہ لوگ بھی ربوی فرقہ سے کم نہیں ہیں۔ اس موقع پر ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ مرزائیت کی بنیادوں کی پردہ دری کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ فرمایا لاہوری فرقہ مرزا غلام احمد کو بنا سنوار کر کرسی پر بٹھا دیتا ہے تو ربوی مرزائی اس کے سر پہ تاج نبوت سجا دیتے ہیں۔

راقم کے عیسائیت کے مطالعہ کی وسعت اور گہرائی کے معترف اور مداح تھے۔ اسے تسلیم کرنے اور دوسروں کو بتانے میں بخل سے کام نہ لیتے۔ مولانا محمد شفیع مسکین نے عیسائیت کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے تو مولانا مرحوم نے انہیں بتایا کہ اس موضوع پر ہمارے پاس ایک فاضل نوجوان بفضلہ تعالےٰ موجود ہے اور انہیں دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب میں میرے پاس بھیج دیا۔

مولاناؒ میں غرور و تکبر نام کو بھی نہ تھا۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور شان و شوکت سے کوسوں دور بھاگتے۔ حکومتِ پاکستان نے علمی فضائل مدنظر رکھتے ہوئے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کی ممبرشپ پیش کی تو آپ نے محض خدمتِ دین کے جذبہ کے تحت اسے قبول کیا اور مقدور بھر خوب نبایا جیسا کہ احباب جانتے ہی ہیں۔ مرحوم کی حیاتِ مستعار کے آخری پانچ سال بیماریوں کی نذر رہے جس میں اُنہوں نے کمال صبر، شکر اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ایک بار ان کی عیادت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان دنوں خاصا افاقہ تھا۔ پلنگ پر بیٹھے تلاوتِ کلامِ پاک میں مصروف تھے۔ دیکھ کر مسرور ہوئے اور میرے مشن کی کامیابی کے لئے دُعائیہ کلمات کہے۔

دارالدعوۃ السلفیۃ سے قلبی لگاؤ تھا۔ میں کسی مضمون کی اشاعت کے سلسلہ میں دفتر الاعتصام گیا ہوا تھا کہ اتفاق سے مولاناؒ بھی تشریف لے آئے۔ ایک نوجوان کے سہارے اندر جا کر کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اور سیون اَپ کی بوتل پینے لگے۔ میں نے تاڑا اور بھانپا کہ اب ان سے میری یہ آخری ملاقات ہے غنیمت سمجھنا اور دستِ شوق بڑھانا چاہیئے۔ آدھی بوتل لے کر پی اور اس اعزاز پر شکرِ خداوندی ادا کرتا ہوا اُن سے رخصت ہوا۔

آخر میں حق تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ مولانا مرحوم کی دینی، ملی اور ملکی خدمات کو شرفِ قبولیت بخش کر ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور ہمیں ان کے نعم البدل سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا قاضی محمد اسلم سیفؒ
ماموں کانجن۔فیصل آباد

۱۵/اکتوبر ۱۹۹۶ء
م
۲/رجمادی الثانی ۱۴۱۷ھ

ایک جامع کمال شخصیت

چند سال سے صدمات کا تسلسل اس طرح قائم ہے کہ کوئی مہینہ صدمات سے خالی نہیں گزرتا۔ ابھی جمعہ جمعہ کل کی بات ہے کہ مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ، مولانا محمد حنیف ندویؒ، مولانا علی محمد سعیدی، حاجی محمد ابراہیم انصاری، مولانا عبدالمنان علوی بہاریؒ، حاجی عبدالرحیم خلیل فیروزپوریؒ، مولانا محمد صدیق دیپالپوریؒ کی بساطِ تعزیت لپیٹنے نہیں پائے تھے، ابھی ان کی حسنات، ان کی علمی، دینی، سیاسی، سماجی خدمات کے تذکرے زبانوں پر جاری تھے۔ ان کی سیرت واخلاق، گفتار وکردار، ان کے علم وفضل اور ان کی تحقیق ودانش کی کہانیاں بیان ہو رہی تھیں کہ اہلحدیثوں کو ایک اور زبردست صدمہ سے دوچار ہونا پڑ گیا یعنی اقلیم علم وفضل کے تاجدار، مسلک سلف کے ترجمان، فکرِ محدثین کے پاسبان تحریکِ عمل بالحدیث کے پشتیبان، خلوص وسادگی کے پیکرِ مجسم، دیانت وامانت کے کوہ گراں یعنی فضیلۃ الشیخ استاذ المکرم حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ محدث بھوجیانی دو اور تین اکتوبر کی درمیانی رات کو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

موت کی حقیقت اور موت کی بے پناہی سے کسی کو انکار نہیں اور نہ ہی موت کے پنجۂ استبداد سے کوئی بچ سکا ہے۔ لیکن بعض موتیں اس قدر المناک ہوتی ہیں کہ بھلانے کے باوجود وہ نہیں بھولتیں اور اس کے صدمے کو دنیا بھر میں محسوس کیا جاتا ہے ہمارے ممدوح مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی موت بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے طویل عمر پائی یعنی ان کی حیاتِ مستعار نے تقریباً اسی منزلیں طے کیں لیکن اخلاق وکردار کی بلندی، معاملات کی صفائی، سیرت واعمال کی ستھرائی اور خلوص وللّٰہیت کی اونچائی کے اعتبار سے وہ دورِ حاضر کے بے نظیر انسان تھے۔ ———— مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ گمنامی کی صفوں سے اٹھے، اپنی خداداد لیاقت، مسلسل محنت، خلوص، عملِ پیہم، للّٰہیت، اخلاق، کردار اور جہدِ مسلسل کی بدولت شہرت کے آسمان پر پہنچے۔ مولانا مرحوم خاندانی طور پر کسی عظیم نسبت کے حامل تھے نہ کسی معروف اور متعارف خاندان کی پشت پناہی ہی انہیں حاصل تھی لیکن اپنے مذکورہ اوصاف کی وجہ سے وہ بڑے بڑے معروف خاندانوں کو بہت پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ ان کے حلقے کی وسعت نہ صرف ملک گیر بلکہ عالمگیر تھی خصوصاً بھارت اور پاکستان کی جماعت کے مابین تعارف میں وہ ایک بہت بڑے پل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ جب بھی کسی ہندوستانی اہلحدیث عالم سے ملاقات کریں گے تو وہ سب سے پہلے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کی بابت دریافت کرے گا۔ افسوس! اب وہ پل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بھوجیانی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تدریس سے کیا۔ چنانچہ آپ نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور اور جامعہ سلفیہ کی سپیشل کلاس لاہور میں بڑی کامیابی سے تدریسی ذمّہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے پھر ان کی عنانِ توجہ تصنیف و تالیف اور اشاعتِ کتب کی طرف مڑگئی۔ اس باب میں آپ کی خدمات کے نقوش قابلِ فخر بلکہ قابلِ رشک ہیں۔ بااین سادگی و بااین سلفیت مولانا مرحوم نے کتابت وطباعت اور اشاعتِ کتب کا ایسا اعلیٰ معیار قائم کیا کہ کسی کتاب کے معیاری ہونے کے لئے مولانا بھوجیانی کا ناشر ہونا ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ مولانا مرحوم کا علمی و تحقیقی ذوق بے مثال تھا۔ وُسعتِ مطالعہ وُسعتِ معلومات کا یہ عالم تھا کہ بیسیوں اہلِ علم اور اربابِ دانش اپنے مضامین، مقالات اور مسوّدات کی ترتیب و تسوید، مراجع اور مصادر میں مولانا مرحُوم کی طرف رجُوع کرتے۔ مرحوم سب کی تسلّی بخش رہنمائی فرماتے۔ ان کو مفید مشورے دیتے۔ ان کو حوالہ جات نوٹ کرواتے۔ ان کے لئے مختلف کتب کی نشاندہی کرتے اور بعض مخلصین کے مسوّدات پر نظرِ ثانی بھی فرماتے۔ مولانا بھوجیانی کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ جو کتاب شائع کرتے اس کی کتابت و صحت میں اعلیٰ معیار قائم رکھتے اور اگر ضرورت محسوس کرتے تو تعلیق و حواشی بھی تحریر فرماتے۔

مولانا بھوجیانی کا بہت بڑا علمی سرمایہ (کتب خانہ) فیروز پور میں ملک کے بٹوارے کی نذر ہو گیا لیکن مولانا نہ دل برداشتہ ہوئے نہ کسی مایوسی کو قریب پھٹکنے دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد از سرِ نو فراہمیٔ کتب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا کی پُوری زندگی عُسرت میں گزری ہے لیکن اس کے باوجود اپنے ذوق کے مطابق کتب فراہم کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے دیا۔ مولانا مرحوم نے جو کتابیں شائع کیں وہ بھی سُود و زیاں سے بالا ہو کر محض رضائے الٰہی، اشاعتِ علم اور فروغِ مسلک کے جذبے سے شائع کیں۔ مولانا مرحوم کا کتب خانہ عصرِ حاضر میں اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے ایک مثالی کتب خانہ تھا۔ مولانا مرحوم کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ وہ کتب خانہ دارالدعوۃ السلفیہ کی نگرانی میں اہلِ علم کے استفادے کے لئے وقف فرما دیا۔ پھر پُوری زندگی گزارنے کے باوجود مولانا نے کوئی جائداد نہیں بنائی۔ پُوری زندگی فقر و فاقہ کی صورت میں بسر کی۔ مولانا ایک باذوق ادیب، صحافی اور اہلِ قلم بھی تھے۔ چنانچہ ماہنامہ "رحیق" لاہور جو ان کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا تھا جس کی اشاعت نے "برھان" دہلی اور "معارف" اعظم گڑھ کی یاد تازہ کر دی تھی۔ اب تک اس کی حسین یادیں اہلِ علم کے ذہنوں میں تازہ ہیں۔ مولانا بھوجیانی کے زوردار اداریے اور فاضلانہ علمی مقالات کے اثرات ابھی تک موجود ہیں۔ مولانا ایک کامیاب مُصنّف بھی تھے۔ اُن کی فاضلانہ تصنیفات نے اہلِ علم میں اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے۔

مولانا فاضل مدرس، ممتاز محدّث تھے۔ حدیث، اس کے متعلقات، اس کے رجال، اس کے رُوات اور اس کے اصُول و ضوابط پر انہیں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ چنانچہ حدیث کے علُوم و معارف میں ان کی گہرائی اور گیرائی کا "التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی" سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ سُنن ابی داؤد کا حاشیہ بھی انہوں نے شروع کیا تھا۔ لیکن نہ معلُوم یہ خالص علمی و تحقیقی سلسلہ آگے کیوں نہ بڑھ سکا۔ مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ المفاتیح کی تحریک اور اشاعت میں مولانا کو مرکزی کردار کی حیثیت حاصل ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ کی اس پر آمادگی مولانا بھوجیانیؒ کی مرہُونِ منّت ہے۔

سیاسی بصیرت اور ژرف نگاہی کے اعتبار سے مولانا اپنے اقران و اماثل میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ انگریز دشمنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی گھٹی میں تھے۔ ان کا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ مسلمانانِ عالم کے موجودہ مسائل اور مصائب کا اصل ذمہ دار فرنگی سامراج ہے۔ سقوطِ قسطنطنیہ اور خلافت عثمانیہ کی تباہی، مشرقی یورپ اور بلقانی ریاستوں کی بغاوت میں انگریز نے اپنی سیاسی شطرنج بازی سے کام لے کر صلیبی جنگوں کا انتقام لیا ہے۔ سیاسی فکر و خیال میں مولانا مرحوم امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ سے بہت زیادہ متأثر تھے۔ حریتِ فکر مولانا کا خصوصی امتیاز تھا۔ مولانا مرحوم نیک نیتی اور خلوص سے اگرچہ تقسیمِ ہند کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب پاکستان کو ایک مسجد سے تعبیر کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ مضبوط اور مستحکم پاکستان ہی بھارتی مسلمانوں کے مسائل کا کامیاب ذریعہ ہو سکتا ہے مسلم لیگی قیادت سے وہ ہمیشہ مایوس رہے۔ حالات و ظروف اور واقعات و مشاہدات نے حرف بہ حرف اُن کے فکر و خیال کی تصدیق کر دی واقعی اگر مسلم لیگی شہزادے سیاسی راست بازی کا ثبوت دیتے، لوٹ کھسوٹ سے اپنا دامن بچا کر رکھتے اور اپنے وعدوں اور دعووں میں سچائی کا ثبوت بہم پہنچاتے تو پاکستان یقیناً ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بن جاتا لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا نے صرف نظری سیاست رکھی، عملی سیاست سے ہمیشہ اپنا دامن بچا کر رکھا ویسے اللہ تعالیٰ نے مولانا کو سیاسیات میں اصابت رائے اور بالغ نظری کی لازوال نعمت سے نوازا تھا۔ طبیعت اگرچہ شورش، ہنگامہ، مظاہرہ اور سیاسی شور و غل کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن اپنے ماحول کو اپنا ہم خیال بنانے اور فکر کو دوسروں سے منوانے کی بے پناہ صلاحیتیں خالقِ کائنات نے ان میں ودیعت فرمائی تھیں۔ چنانچہ موصوف جہاں جہاں رہے ان کے فکری اور سیاسی نقوش ان کے حلقۂ اثر میں ہمیشہ نمایاں رہے۔ کوٹ کپورہ۔ گوجرانوالہ۔ گوندلانوالہ۔ فیروز پور۔ اوڈانوالہ کے دوست و احباب پر ان کے فکر و خیال کی سیاسی چھاپ نمایاں تھی۔ مولانا عبیداللہ احرار مرحوم۔ خان عبدالعظیم خان مرحوم۔ چوہدری عبدالستار مرحوم۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ حاجی محمد رفیق، حافظ علی محمد، قاضی عبیداللہ۔ مولانا محمد صادق خلیل۔ حافظ عبدالرحمٰن ان کے ساختہ پرداختہ اور اُن کے فکر و خیال سے متأثر تھے اور متأثر ہیں۔ ان سطور کے راقم کا ذہن بنانے میں بھی حضرت الاستاذ کی شخصیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

مولانا دیانت داری اور معاملات کی صفائی میں بھی بے مثال انسان تھے۔ بیسیوں لوگوں نے خطیر رقمیں انہیں ان کے صوابدید کے مطابق خرچ کرنے کے لئے دیں لیکن مولانا مرحوم نے بہت سی مجبوریوں اور معاشی ناہمواریوں کے باوجود پوری دیانتداری سے ایک ذمہ دار شخصیت ہوتے ہوئے ان رقوم سے ایک پائی بھی غیر مستحقین میں تقسیم نہیں ہونے دی۔ سنن نسائی شریف کی اشاعت کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے بطور قرضِ حسنہ اور کچھ لوگوں سے کاروباری طور پر رقوم لی تھیں۔ کتابوں کی فروخت کا مسئلہ اگرچہ خاصا صبر آزما بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے لیکن مرحوم نے وقت سے بہت پہلے تمام رقوم حسبِ وعدہ مع منافع احباب کو واپس کر دیں۔ مرحوم کی یہ وہ دیانتداری ہے جو عصرِ حاضر میں یقیناً ایک کرامت سے کم نہیں۔

مولانا ایک انتہائی مدبر اور مفکر انسان تھے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نہ صرف رکنِ رکین بلکہ بانیان اور جمعیت کے پہلے کاروان میں شامل تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تعمیر و ترقی اور عروج و استحکام میں مولانا بھوجیانی کی پُرخلوص مساعی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فکر وعمل کو بہت بڑا دخل ہے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے سلسلے میں مولانا بھوجیانی کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، مکتبہ سلفیہ لاہور۔ مدرسہ مصباح القرآن۔ ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ اور مسجد مولانا بھوجیانی کے الباقیات الصالحات اور صدقات جاریہ ہیں۔ مولانا بھوجیانی فکر وعقیدہ کے اعتبار سے خالص سلفی اور سلف صالحین کے فکر وعمل اور عقیدہ وخیال کے ہمیشہ علمبردار رہے۔ غزنوی، ثنائی بعد میں روپڑی، ثنائی تنازعہ میں مولانا بھوجیانی بہت محتاط رہے۔

وہ اپنے دلائل کی روشنی میں غزنوی اور روپڑی موقف کو اقرب الی الصواب سمجھتے تھے۔ ویسے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے ان کی محبت وعقیدت کے بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث میں انہیں ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ مولانا سید داؤد غزنویؒ۔ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ۔ محدث العصر مولانا حافظ محمد گوندلویؒ نے ہمیشہ مولانا بھوجیانی مرحوم کو اپنی اپنی مجلس عاملہ کا ممبر نامزد کیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم جماعتی معاملات میں ان سے مشاورت کا بالخصوص بڑا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت الاستاذ محدث العصر مولانا حافظ محمد گوندلویؒ سے مولانا بھوجیانی کو نہ صرف بہت زیادہ لگاؤ تھا بلکہ ان سے حد درجہ عقیدت و احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ اور اُن کے بارے میں ان کی شان سے فروتر کوئی لفظ بھی سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ حاجی محمد اسحاق حنیفؒ مرحوم کی حادثاتی شہادت سے مولانا بھوجیانی کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ چنانچہ اس سانحہ کے بعد مولانا بھوجیانی کی مرکزی جمعیت اہلحدیث کے بارے میں سرگرمیاں کم اور دلچسپیاں ماند پڑگئیں بلکہ مولانا مرحوم نے ایک قسم کا گوشۂ عزلت اختیار کرلیا اور جماعتی مجالس سے کلیۃً مجتنب ہوگئے۔ موجودہ جماعتی دھڑے بندی میں مولانا مرحوم نہ صرف فریق نہیں بنے بلکہ موجودہ صورتِ حال کو جماعتی مستقبل کی تباہی کا پیش خیمہ قرار دیتے تھے اور اس باب میں بہت زیادہ محتاط تھے۔

مولانا بھوجیانی ایک کامیاب مدرس تھے۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ خاصا وسیع ہے۔ بطور ممتحن مولانا مختلف مدارس کے سالانہ امتحانات بھی لیا کرتے تھے۔ خصوصاً جلال پور پیروالا ضلع ملتان اور گوجرانوالہ وہ سالہا سال بطورِ ممتحن تشریف لے جاکر ان اداروں کے معیار کی بلندی کا باعث بنتے رہے۔

نام ونمود۔ شہرت وناموری سے اُنہیں دلی نفرت تھی۔ پوری زندگی وضعداری اور نہایت سادگی سے گذاری۔ سفر وحضر میں ان کی وضعداری میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیوی طور پر بھی اُن کو نہایت بلند مناصب سے نوازا تھا۔ بھٹو کے زمانے میں مولانا بھوجیانی کو مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا ممبر بھی بنایا گیا۔ جس پر وہ وفات سے ایک دو سال قبل تک فائز رہے لیکن مرحوم نے کبھی اس سے کوئی دنیوی مفاد اٹھایا اور نہ کبھی اسے اپنی شہرت کا ذریعہ سمجھا بلکہ اسے ایک فرض منصبی سمجھ کر خلوص و دیانت کے ایسے نقوش چھوڑے جو علماء اور آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔ اور جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ وفاقی شرعی عدالت کا مشیر بننے کی بھی انہیں پیش کش کی گئی لیکن انھوں نے اپنی جگہ حافظ صلاح الدین یوسف کا نام دے دیا۔

لیکن مجال ہے کوئی بھی ظاہری اعزاز واکرام مولانا بھوجیانی کے لئے تعلّی، نخوت، غرورِ نفس، تکبر اور غرۂ پندار کا باعث بن سکے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ہمیشہ درویش خدامست بن کر رہے اور اپنے خلوصِ عمل سے اسلاف کی عظمتوں اور بے نیازیوں کی یاد تازہ کردی۔ تیرہ ستمبر ۱۹۸۰ء کو مجھے بھی علماء کے ایک وفد میں جنرل ضیاء الحق کی مجلس میں شامل ہونے کا موقع ملا تو راقم نے گورنمنٹ کے کیشیئر سے (جو اتفاق سے اہل حدیث تھا) علماء کے کرائے وغیرہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے نام لے لے کر تمام جماعتوں کے علماء کے بارے میں بتایا کہ تمام علماء اور مشمولین ریلوے سلیپر یا ہوائی جہاز کے کرائے وصول کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ ریلوے میں آتے ہیں نہ ہوائی جہاز میں اور یہاں اسلام آباد میں ائیر کنڈیشن ہوٹلوں میں قیام کرتے ہیں۔ ان تمام علماء میں صرف ایک شخصیت ایسی ہے جو قیام وطعام اور کرایہ ومعاوضہ کے تمام تکلفات اور آلودگیوں سے بہت اعلیٰ بہت بلند اور بالکل مستغنی ہے اور وہ ہیں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی۔ موصوف نے کبھی کسی اجلاس میں حکومت کے طعام وقیام کو قبول نہیں کیا صرف اسی قدر کرایہ وصول کیا جس قدر انہوں نے خرچ کیا۔ اگر وہ بس، ریل گاڑی، ویگن، ٹانگہ یا رکشہ میں آئے تو اُن کا اصل کرایہ ہی ہم سے وصول کیا۔ مولانا بھوجیانی نے اپنی دیانت، خلوص اور بے نیازی سے عظیم اسلاف کی عظیم روایات کو سربلند رکھا اور بتادیا کہ اہلحدیث کا یہ فرزند جلیل نہ شہرت وناموری کا بھوکا ہے نہ جاہ و دولت کا متمنی، وہ جن عظیم روایات کا امین ہے وہی انہیں عزیز ہیں۔

اِن سطور کے راقم کو بحمد اللہ مولانا سے شرفِ تلمذ حاصل ہے ویسے راقم کے خاندان سے مولانا مرحوم کا گہرا تعلق ہے جب بھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا تو مولانا مرحوم گاؤں کے مَردوں، بوڑھوں اور عورتوں تک کے حالات نام بنام دریافت کرتے، مولانا جب کبھی ہمارے گاؤں تشریف لاتے تو پورے گاؤں میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی۔ گذشتہ سالوں راقم کو مسلسل شدید صدموں سے دوچار ہونا پڑا تو ان مواقع پر تعزیت کے لئے مولانا خود تشریف لائے یا پھر مفصل خطوط کے ذریعے پورے خلوص اور محبت وپیار سے ڈھارس بندھائی۔

مولانا عطاء اللہ حنیف جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں ۱۹۴۶ء-۴۷ء میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے یہ بڑا ہنگامہ خیز دور تھا۔ مولانا مرحوم نے یہ دَور بڑی علمی سج دھج، سیاسی بصیرت، فراست، وسعتِ ظرف اور وقار سے گزارا۔ مرحوم کو جامعہ تعلیم الاسلام اور اس کے بانی امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ سے غایت درجہ محبت تھی جامعہ کے طلباء انتظامیہ اور اساتذہ مرحوم سے دلی عقیدت رکھتے تھے جامعہ کے مہتمم مولانا عبدالقادر ندوی تو مولانا مرحوم سے نہ صرف متأثر ہیں بلکہ عشق کی حد تک ان سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا مرحوم گاہے گاہے جامعہ میں تشریف لاتے رہتے۔ ایک مرتبہ مولانا بھوجیانی مرحوم نے سالانہ پاکستان اہلحدیث کانفرنس ماموں کانجن کی صدارت فرمائی اور ایک نہایت بلند پایہ اور فکر انگیز خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ ایک مرتبہ تقریب بخاری میں بخاری شریف کی آخری حدیث پر محدثانہ مفصل تقریر ارشاد فرمائی۔ غرض مولانا مرحوم کے اٹھ جانے سے خلوص، نیکی، تقویٰ، تدین، زہد وورع، علم، تحقیق، عقیدۂ اسلاف، مسلکِ محدثین اور سادگی کو زبردست دھچکا لگا ہے۔ مولانا کی وفات حافظ احمد شاکر، انکی ہمشیرہ اُن کے بچوں، ادارہ دار الدعوۃ السلفیہ اور ادارہ الاعتصام کے لئے ہی صدمے کا باعث نہیں بلکہ ان کی موت علم کی موت، نیکی وتقویٰ کی موت، خلوص ودیانت کی موت ہے، اُن کا اٹھ جانا عالمِ اسلام کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے جو مدتوں پورا نہ ہو سکے گا کیونکہ ایسی شخصیات لیل ونہار اور شمس وقمر کی ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں گردشوں کے بعد عالمِ وجود میں آتی ہیں۔ اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محمد ایوب فیروز پوری رحمہ اللہ
عبدالحکیم۔ خانیوال

۵ مارچ ۲۰۰۱ء
م
۳ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

علم و عمل کا بحرِ بیکراں

۱۹۶۲ء کی بات ہے جب راقم الحروف کا دینی تعلیم کا ابتدائی دور اور لڑکپن کا زمانہ تھا۔ ان دنوں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن "اللہ والوں کی بستی" چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈانوالہ ہی میں جاری تھا۔ اور میں وہاں زیرِ تعلیم تھا۔ ایک روز میں اپنے ہمجولیوں کے ہمراہ شام کے وقت فٹ بال کھیلنے میں مشغول تھا کہ ہمارے قریب سے ایک ادھیڑ عمر کا شخص سلام کہہ کر گزر گیا، کھدر کی دھوتی، قمیص اور سر پر "صافہ" بندھا ہوا۔ پاؤں کی چپل اُتار کر اپنی سادہ سی چھڑی میں ڈالی اور کندھے پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس مسافر کی ہیئت کذائی کو غور سے دیکھا لیکن اسے اجنبی خیال کرتے ہوئے پھر کھیل میں مصروف ہو گیا۔ نماز میں طلبا کی حاضری اس ناہنجار کے ذمے تھی۔ اس فرض کی ادائیگی کے پیشِ نظر اذانِ مغرب سے قبل بھاگم بھاگ مسجد میں پہنچا۔ حاضری لگائی اور رپورٹ دینے کی غرض سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یعقوب ملہوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضرت مرحوم کے قریب جا کر بیٹھا تو یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ مصلّٰی پر وہی "فقیر نما شخص" بیٹھا ہوا تھا جسے میں نے چند لمحے قبل اپنے پاس سے گزرتے دیکھا تھا۔ میں نے روا روی میں آج کے "امام صاحب" سے بھی مصافحہ کیا۔ اور مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضرت الاستاد نے اشارۃً دریافت فرمایا، انہیں جانتے ہو؟ جی نہیں! میں نے جواباً کہا۔ یہ مولانا عطاء اللہ حنیف ہیں۔ یہ الفاظ سن کر میں چونک سا گیا اور حقیقت ہے کہ اپنی جگہ سے تھوڑا سا پیچھے بھی ہٹ گیا۔ جن کا نام اہلحدیث کے اکابر علماء میں ہوتا ہے؟ مولانا نے فرمایا۔ ہاں وہی ہیں۔ میں نے حیرانی اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے مولانا حنیف سے دوبارہ سلام لیا اور ذرا سنجیدگی سے بیٹھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ گاؤں کے بہت سے شناسا لوگ آ آ کر حضرت مولانا سے ملتے رہے۔ مجھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف جامعہ تعلیم الاسلام کے ابتدائی اساتذہ کرام میں شامل ہیں۔ کیونکہ تعلیم الاسلام کے بانی حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش رہی کہ جامعہ کو لائق اور قابل ترین اساتذہ کی خدمات حاصل رہیں تاکہ یہاں کے طلبہ کی اچھی تعلیم و تربیت ہوتی رہے اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ کے اساتذہ کرام میں استاذ الاساتذہ حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا پیر محمد یعقوب صاحب قریشی الہاشمی رحمہ اللہ، اور استاذی المکرم حضرت مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر نامور اساتذہ کرام شامل ہیں۔ سوچوں کے سمندر میں تلاطم سا آ گیا کہ! اللہ! ان کھدر کے کپڑوں میں نہایت نحیف و ناتواں جسم، علم کا پہاڑ اور سادگی کا پیکر لپٹا ہوا ہے۔؟ اس وقت یہ بھی احساس ہوا کہ علم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وُسعت اور قابلیت کے لئے جو معیار ہم نے متعین کر رکھا ہے وہ غلط ہے ۔ علم کے لعل و گوہر گودڑیوں میں بھی پوشیدہ ہوتے ہیں ۔ علم کے لئے جبہ و دستار، عینک، ہاتھ میں چھڑی اور دیگر لوازمات کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اس ملاقات میں اپنی کم عمری، کم علمی اور کم مائیگی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے تعارف مناسب نہ سمجھا ۔ ذہنی رجحان لکھنے کی طرف تھا ۔ جماعتی خبروں اور بعض جلسوں کی رپورٹوں سے گزر کر میں چھوٹے موٹے مضامین لکھنے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا ۔ حضرت مولانا غالباً سال ڈیڑھ سال بعد پھر اوڈانوالہ تشریف لائے تو میں نے اپنے نام سے حضرت کو آگاہ کیا ۔ حکم فرمایا بیٹا! بیٹھ جاؤ ۔ میں زانوئے ادب طے کرتے ہوئے بیٹھ گیا ۔ اس علم و عمل کے سمندر اور بحرِ بیکراں نے اس ہیچمدان کی ان الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی کہ مجھے تمہارے اندر تحریر کے جوہر نظر آتے ہیں ۔ تم مضامین تسلسل کے ساتھ لکھا کرو اور اس کے لئے حضرت والا جاہ نواب سیّد صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کرو اور آپ کی بعض کتب کا ترجمہ کر کے جماعتی رسائل و جرائد میں بھیجا کرو ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُردو اخبارات میں "نوائے وقت" کے کالم "سرِ راہے" کو ضرور پڑھا کرو ۔ کیوں کہ وہ معلوماتی ہوتا ہے ۔ پھر یہ ملاقاتیں محبت و شفقت اور احترام و مودّت کا رنگ اختیار کرتی چلی گئیں ۔ جب بھی مرحوم کی خدمت میں میری حاضری ہوتی یا وہ تشریف لاتے تو شفقت بھرے انداز میں مجھ سے باتیں کرتے اور اس میں میرے "فیروزپوری" ہونے کو بھی دخل تھا ۔ کیونکہ حضرت مولانا کی زندگی کی علمی، سیاسی، ادبی اور سنہری یادیں فیروزپور سے وابستہ تھیں ۔

حضرت کی وساطت سے آپ کے صاحبزادے مولانا حافظ احمد شاکر، مولانا محمد سلیمانؒ انصاری علم و ادب کے شناور اور آپ کے خصوصی تربیت یافتہ نوجوان حضرت مولانا حافظ صلاح الدینؒ یوسف سے بھی راہ و رسم بڑھتی چلی گئی ۔ زندگی میں کئی دفعہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے ہاں قیام کا موقعہ میسّر آیا ۔ جب بھی حاضری دی تو آپ کو چاروں طرف سے کتابوں میں گھرے ہوئے، دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کتب بینی میں مستغرق پایا ۔ کھانے میں بھی سادگی کا پہلو ہمیشہ نمایاں ہوتا ۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کے پیشِ نگاہ ایک ہی کھانا ہوتا ۔ ایک سادہ سی "چنگیر" میں روٹی، بڑے سے گلاس میں پانی ہوتا اور ہم نیچے دسترخوان بچھا کر بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کھانا شروع کر دیتے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تکلفات سے ہٹ کر اس میں جو خلوص کی چاشنی تھی وہ بڑے بڑے ہوٹلوں اور بڑوں بڑوں کے پُرتکلف کھانوں میں نہ ہوتی ۔

ایک دن حافظ احمد صاحب کی موجودگی میں، میں نے عرض کیا کہ آپ حج کر آئیں ۔ برادرم حافظ احمد کہنے لگے کہ میں نے بھی عرض کیا ہے لیکن ابھی تک آمادہ نہیں ہوئے ۔ میں نے مولانا کے چہرے کی طرف تجسّسانہ انداز میں دیکھا تو فرمانے لگے کہ "الاعتصام" اور "دارالدعوۃ السلفیۃ" کے ذمّے ابھی قرض ہے ۔ یہ ادا ہو جائے تو پھر ان شاء اللہ جاؤں گا ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ قرض ان اداروں کے ذمّے ہے آہستہ آہستہ اُتر جائے گا ۔ آپ نے اداروں کی رقم سے تو حج کے لئے نہیں جانا ؟ فرمانے لگے کہ اگر میں انہی دنوں حج پر چلا جاؤں تو لوگوں کی میرے بارے میں دو رائیں ہوں گی ۔ کچھ تو کہیں گے یہ قرض کا یونہی ڈھنڈورا پیٹتے ہیں ۔ اور بعض لوگ کہیں گے کہ یہ "الاعتصام" کے پیسے سے حج کر کے آیا ہے ۔ ان شاء اللہ کچھ دیر ٹھہر کر جاؤں گا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت سے بھی بہرہ ور فرما دیا ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں "ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد" میں مدرس تھا۔ جماعت اہل حدیث کے محقق اور قابلِ فخر نوجوان علامہ ارشاد الحق اثری اور میں اکٹھے ہی رہتے تھے۔ آپ جب فیصل آباد تشریف لاتے تو "ادارہ علوم اثریہ" میں ضرور تشریف لاتے۔ فیصل آباد میں آپ کے دیرینہ اور مخلص احباب میں سے حضرت مولانا عبید اللہ احرار مرحوم اور چوہدری محمد عالم (عالم کافی ہاؤس چنیوٹ بازار) بھی تھے۔ عالم کافی ہاؤس چھوٹی سی دکان تھی۔ اُونچی دکانوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ نہایت سادہ اور عملہ بھی مختصر سا تھا۔ لیکن مغرب یا عشاء کے بعد کہتے بھئی چلو! ذرا عالم کافی ہاؤس تک چلیں۔ ہم عرض کرتے کہ حضرت! یہاں اچھے سے اچھے ہوٹل ہیں۔ چائے پینے وہاں چلتے ہیں۔ تو فرماتے کہ نہیں! بھائی عالم کے ساتھ میرا کچھ وقت گزرا ہے میں ان پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے اس رفاقت کو نبھانے آتا ہوں اور جب تک زندگی ہے اسے نبھانے کی کوشش کروں گا۔

حضرت مولانا اعلی اللہ مقامہٗ اسلامی نظریاتی کونسل اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن رہے۔ رؤیت ہلال کمیٹی کے ارکان کا جہاں بھی اجلاس ہوتا حکومت کی طرف سے ہوائی جہاز کا ٹکٹ اور ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کراچی سے اجلاس میں شرکت کے بعد واپسی پر آپ نے خانیوال مطلع فرمایا کہ میں فلاں گاڑی سے آ رہا ہوں لہٰذا تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اسٹیشن پر آؤ۔ یہاں حاجی عبدالعظیم خان مرحوم (مالک زمزم دواخانہ) آپ کے پرانے رفقاء میں سے تھے۔ ہم اسٹیشن پر جاتے ہوئے کھانا پکوا کر لے گئے۔ ٹرین آئی تو دیکھا کہ آپ تھرڈ کلاس ڈبے میں فروکش ہیں۔ ہاتھ میں ایک کتاب اور لوگی کے پہلو میں ایک آدمی والی سیٹ پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے سفر کی طوالت اور اکتاہٹ کے پیش نظر عرض کیا کہ حضرت آپ کو حکومت کی طرف سے سفر کی سہولتیں نہیں ملتیں؟ آپ نے فرمایا ملتی ہیں لیکن میں نے ان رعایتوں سے کبھی استفادہ نہیں کیا۔ جس مقام پر اجلاس ہو، وہاں مسجد اہلحدیث ہوتی ہی ہے میں وہاں قیام کر لیتا ہوں۔ اور اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ اور ہوائی جہاز یا فرسٹ کلاس کے بجائے تیسرے درجے میں سفر کرنے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ اللہ! اللہ! ایک طرف یہ سادگی، عاجزی اور انکساری اور دوسری طرف بڑے بڑے جبّوں اور قبوں کے مالک قیام و طعام کی طویل ترین فہرست مرتب کر کے حکومت سے وصول کرتے دیکھے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کو علم کا سمندر نہیں بلکہ بحر بے کراں بنایا تھا۔ علم و خرد اور سیاست کی گتھیاں عمر بھر سلجھاتے رہے۔ مسلک اہل حدیث کے خلاف جب بھی کوئی آواز اٹھی آپ کا گہر بار قلم فوراً حرکت میں آ گیا۔ اور مخالف کی بات کو قرض نہیں بننے دیا بلکہ اسی وقت ترکی بہ ترکی جواب دے دیا۔

"الاعتصام" کا اجراء اور "دار الدعوۃ السلفیۃ" کا قیام انہی مقاصد کے پیش نظر تھا۔ الحمد للہ ان دونوں نے آپ کے حسب منشا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اداروں کو آپ کے لئے باقیات الصالحات بنائے اور تا ابد جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرحوم و مغفور کو قرآنی تفسیر اور حدیث کی تفہیم میں مجتہدانہ بصیرت عطا فرمائی تھی۔ بڑے بڑے اہل علم اس سلسلہ میں آپ سے راہنمائی اور ہدایات حاصل کرتے لیکن بایں ہمہ ایک واقعہ جو آپ کی عاجزی، انکساری اور سادگی پر دلالت کرتا ہے۔ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے گزارش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالباً ۱۹۷۹ء کی بات ہے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں تقریب اختتام بخاری شریف منعقد تھی۔ ملک کے ممتاز علمائے کرام، محدثینِ عظام اور مدرسین کے ساتھ ساتھ بعض مقررین بھی تشریف فرما تھے اور اُستاذ الاساتذہ حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محدثانہ، محققانہ اور فقیہانہ انداز میں شانِ بے نیازی سے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرما رہے تھے۔ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، فقاہت، درایت، روایت اور دیانت پر بحث جاری تھی۔ ناقدین، معاصرین اور منکرینِ حدیث پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ جرح ہو رہی تھی۔ حضرت گوندلوی کی گفتگو سے اہلِ علم مستفید ہو رہے تھے اور مجھ ایسے کم مایہ انگشت بدنداں تھے۔ میں کسی لابدّی امر کی غرض سے مجلس سے اٹھا تو "شاہ شہید" ہال کے ایک کونے میں حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی کو سر نیوڑھائے نہایت انہماک کے ساتھ ہمہ تن گوش پایا۔ دوسرے اہلِ علم حضرات بھی مکمل طور پر متوجہ تھے۔ مجمع کے ایک کونے سے حضرت مولانا بھوجیانی اُٹھے اور باہر تشریف لے آئے۔ میرے کندھوں پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے فرمانے لگے۔ یہ (حضرت حافظ گوندلوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) علم کے شناور، حدیث کے غوّاص اور علم وعمل کے کوہِ گراں ہیں۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ علم کے موتی کہاں سے گفتگال کرلاتے اور ہمارے سامنے پیش فرماتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کی گفتگو کے بارے میں ہم بھی ہمہ بینی اور ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ میں یہ باتیں سن کر سکتے میں آگیا۔ اور حضرت مولانا بھوجیانی کی بات سے حضرت گوندلوی کے مقامِ رفیع کی عمارت بلندیوں کو چھوتی ہوئی بہت دُور نکل گئی۔

آہ! آج یہ دونوں (اُستاد اور شاگرد) جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت بھوجیانی نے طویل عمر پائی۔ اپنی حیاتِ مستعار کی کئی بہاریں دیکھیں، آپ گرم وسرد چشیدہ اور جہاندیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق وکردار کی بلندی، معاملات کی اونچائی، سیرت وکردار کی اچھائی اور خلوص وللّٰہیت کے اعتبار سے ایک مثالی انسان بنایا تھا۔ آپ فکرِ محدثین کے ترجمان اور مسلک اہلحدیث کے پشتیبان تھے۔ اب تک ہم کتنے ہی اہلِ علم سے محروم ہوچکے ہیں جو مسند خالی ہوتی ہے وہ پُر نہیں ہوتی۔ جماعت کی رفیع اور پرشکوہ عمارت میں جو دراڑ پڑتی یا اینٹ اکھڑ جاتی ہے اس دراڑ اور سوراخ کو کوئی بند کرنے والا پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے جماعتی ادارے طلبہ کی تعلیم و تربیت پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے سالانہ خرچ کررہے ہیں۔ ہر دینی ادارے سے ایک کھیپ فارغ ہوتی ہے لیکن (معذرت چاہتے ہوئے) درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کی مسندیں خالی نظر آتی ہیں۔ کسی عالم کے سانحۂ ارتحال پر چند مضامین لکھنے، قراردادیں پاس کرنے یا رسائل وجرائد کا خصوصی نمبر شائع کردینے کے بعد سکوت طاری ہوجاتا ہے۔ ان کی زندگی میں ان سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی جماعتی طور پر ان کی سرپرستی کی جاتی ہے۔ حضرت مولانا حنیفؒ بذاتِ خود اتنی صفات اور اہلیت کے مالک تھے کہ وہ جماعتی سرپرستی کے محتاج نہیں تھے اور نہ ہی وہ ذاتی طور پر اصحابِ ثروت کے دستِ نگر ہوئے۔ وہ از خود جماعت کی اس قدر علمی خدمت کرگئے ہیں کہ جماعت مدتوں تک ان کی ممنونِ احسان رہے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ جماعت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے لوگ پیدا فرمائے جو مرحومین کے چھوڑے ہوئے نقوش پر چل کر مسلک حقہ کی بے لوث خدمت کریں اور ہم ایسے علم وعمل سے تہی دست لوگوں کو ان کے باقیات صالحات سے خوشہ چینی کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا مرحوم ومغفور کے بارے میں یہ کہہ کر بات ختم کرتا ہوں کہ

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے ناصر
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں

اور،

گلی گلی آباد تھی جن سے کہاں گئے وہ لوگ
دلّی اب کے ایسی اُجڑی گھر گھر پھیلا سوگ

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حافظ عبدالقیوم انصاری
مصری شاہ۔ لاہور

ہمارے باباجی

میں اس لحاظ سے اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے مولانا کی ذاتی توجہ اور ان کے قیمتی مشورے کے ساتھ ساتھ تربیت سے استفادہ کا موقع ملا جس کے نتیجے میں میں آج الحمدللہ ایک جامع مسجد کا خطیب ہوں۔ اور ہر سال بلا ناغہ رمضان المبارک میں قرآن کریم سُناتا ہوں۔ فللہ الحمد۔

سن شعور تک پہنچنے سے پہلے مولانا کے ساتھ عام بچوں کی طرح ایک مخصوص عقیدت تھی جو کہ محدود عمر کی طرح محدود تھی۔ اور ہم مولانا مرحوم کو باباجی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس طبعی انس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا نے کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کو اجنبی ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا اور نہ بلا وجہ کسی کو تنقید کا نشانہ ہی بنایا۔ عیدین کے موقع پر عیدی اور ختم قرآن کے موقع پر ان کی شاباش سے ایک پُرکیف جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

۱۹۸۰ء میں میٹرک کرنے کے بعد مولانا کے مشورے سے گوجرانوالہ چلا آیا اور بلوغ المرام کے سبق سے ابتدا کر دی۔ ۱۹۸۲ء میں مولانا کو فالج، لقوہ اور جسمانی کمزوری کی شکایت ہوگئی۔ تو پھر پندرہ روز یا آٹھ روز کے بعد مولانا سے ملاقات کے لئے گھر جاتا۔ اور کبھی کبھی زیتون کی مالش بھی کر دیا کرتا۔ اس بیماری کے پانچ سالہ عرصہ میں مولانا نے بیماری کو غالب نہیں آنے دیا۔ اور مسلکی عقیدہ کا جذبہ پھر بھی شباب دکھاتا رہا۔ بیماری کے ایام میں بھی مولانا نے نواب صدیق حسن خان مرحوم کی کتاب فصل الخطاب۔ شاہ ولی اللہ مرحوم کے فارسی مکتوبات۔ مولانا بٹالوی مرحوم کا قادیانیوں کے بارہ میں فتویٰ۔ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب طبقات المدلسین، ابن ابی العز الحنفی کا رسالہ "الاتباع" اور تنقیح الرواۃ جلد ثالث اور مولانا عزیز زبیدی کے صحیح بخاری کے حواشی کا کام پوری دلچسپی سے کرواتے رہے اور مکتبہ جا کر خود رہنمائی کرتے کہ یہ کام یوں کیجئے۔

اس لحاظ سے مولانا کی زندگی کا نمایاں پہلو کتاب کے ساتھ تعلق تھا۔ متنبی کے شعر۔ "وخیر جلیس فی الزمان کتاب" کا ایک اچھا نمونہ تھے۔ یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دوران حفظ دوپہر کا کھانا بالعموم مولانا کے گھر کھاتا تھا۔ دسترخوان پر بھی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ مولانا کھانا کم کھاتے اور مطالعہ زیادہ کر جاتے۔ ہر روز جھولی میں کوئی رسالہ یا کتاب ضرور ہوتی تھی۔ ایک دفعہ مولانا کھدر کا نیا کرتہ پہن کر بیٹھے اور حسب معمول کھانا کھانے کے دوران مطالعہ بھی کر رہے تھے۔ دوران طعام کرتے پر شوربے کے کئی داغ لگ گئے لیکن کتاب سے نظر نہیں اٹھائی۔ تین کتابوں کے نام مجھے ابھی تک یاد ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) تاویل مختلف الحدیث۔ ابن قتیبہ (۲) الوابل الصیب۔ ابن القیم (۳) الوحی المحمدی۔ از رشید رضا۔

کتاب کے حصول کی پوری کوشش کرتے تھے۔ امام سیوطی کی تخریج احادیث شفاء کا ایک نسخہ مولانا کے پاس تھا۔ اس کے شروع کے ۲۶ صفحات غائب تھے۔ قاضی عیاض کی شفاء اور تخریج والا ناقص نسخہ لے کر مفتی محمد حسین نعیمی (جامعہ نعیمیہ) کے پاس سکوٹر پر چلے گئے۔ واپسی پر مجھے فرمایا کہ محمود احمد رضوی کے مکتبہ حزب الاحناف بھی چلو شاید یہ کتاب یہاں سے مل جائے مگر کتاب نایاب تھی نہ مل سکی۔ مولانا کا ارادہ تھا کہ تخریج والا پورا نسخہ ٹائپ پر چھاپ دیا جائے۔

مولانا عبدالتواب مرحوم کے بڑے پوتے کے پاس ہمام بن صفوان پر ایک کتاب دیکھی۔ مولانا کے سامنے اس کا ذکر کیا تو فوراً اپنی جیب سے رقم نکالی اور مجھے فرمایا کہ کتاب جاکر بھیج دینا۔ چنانچہ میں نے وہ کتاب حسب وعدہ ارسال کر دی۔

جب تک چلنے کی استطاعت تھی مولانا عبیدالحق ندوی کے ہاں مکتبہ علمیہ جاتے رہے۔ بیماری کی حالت میں مجھے کہتے کہ مجھے گاڑی پر لے چلو۔ چنانچہ میں اُن کو سکوٹر پر بٹھا کر مکتبہ علمیہ، مکتبہ قدوسیہ اور اُردو بازار کی دو دکانوں پر لے جاتا مولانا فہرست پڑھنے کے بعد اپنے مطلب کی کتاب نکال لیتے۔

ایک دفعہ مولانا کو بتایا کہ مولانا عبیدالحق ندوی کے پاس امام سیوطی کی کتاب " معترک الاقرآن فی اعجاز القرآن " اور مولانا نذیر احمد سبحانی کے پاس ابوبکر آجری کا ایک جزء تحریم النرد والشطرنج پڑا ہوا ہے۔ مولانا کے بیمار چہرے پر یک دم رونق آگئی۔ اور مجھے کہا کہ ابھی لے کر آؤ۔ دونوں کتابوں کو دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے۔ اور اپنے شاگرد خاص حافظ صلاح الدین یوسف کو بلا کر ابوبکر آجری کا جزء دکھایا۔

مولانا کے اس شوق کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ کتاب کے ساتھ ایک قسم کا تعلق پیدا ہوگیا۔ اور مولانا نے تربیت کے پیشِ نظر مجھے کئی کتابیں دیں۔ الحمد للہ اس کا نتیجہ اچھا برآمد ہوا۔ اور مجھے اپنا رُخ متعین کرنے میں کافی مدد ملی۔ جزاہ اللہ خیراً۔

مجھے یہ کتابیں مولانا نے دی تھیں۔

(۱) صیانۃ الانسان (۲) عرف الجادی (۳) ثمار التنکیت (۴) بغیۃ الرائد (۵) مختصر المؤمل۔ ابوشامہ المقدسی (۶) تنقیح الرواۃ۔ اوّلین (۷) شرح کافیہ از رضی (۸) لامیۃ الافعال (نحو) (۹) ظفر اللاضی (۱۰) مسح علی الجوربین (اُردو) جمال الدین القاسمی (۱۰) نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام۔ نواب صاحب (۱۲) حادی الارواح از ابن القیم (۱۳) عوارم مع المالکی عربی۔ ردِّ میلاد (۱۴) اتحاف النبیہ (۱۵) المصباح المنیر (۱۶) احکام العیدین۔ الفریابی (۱۷) ارشاد الفحول (۱۸) حصول المامول (۱۹) المستصفیٰ امام غزالی (۲۰) نصب الرایہ۔

متقدمین میں سے ابن تیمیہ۔ ابن القیم۔ اور متأخرین میں سے حافظ ابن حجر، امام شوکانی اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کی کتابیں شوق سے پڑھتے۔ آخری دنوں فرماتے تھے کہ حافظ ابن الجوزی۔ امام سیوطی۔ ابن تیمیہ۔ ابن القیم۔ نواب صدیق حسن مرحوم۔ ان تمام بزرگوں کی کتابوں کی فہرست علیحدہ بنانی چاہیئے۔ نواب صدیق حسن خاں کی کتاب " رحلۃ الصدیق الی البیت العتیق " ایک شخص کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج کے لئے دی تھی۔ اس کے بعد مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ اور امام شوکانی کے حالات پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ ایک صاحب نے مولانا کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ نواب صدیق حسن کو ہندوستان کا ابن تیمیہؒ کہنا چاہیئے۔ مولانا نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو ابنِ تیمیہ کا ثانی کہتا ہے اس کو ابنِ تیمیہؒ کا علم ہی نہیں ہے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ جس شخص کو تھوڑی بہت سوجھ بوجھ ہو اس کو ابن تیمیہ کی کتابوں سے کچھ مل جاتا ہے۔ مولانا عبدالتواب مرحوم کے پڑپوتے عبدالمنعم تھے۔ جب کتاب الایمان خریدی تو مولانا نے ارادہ ظاہر کیا کہ اس کو طبع کروانا چاہیئے۔ اس کے علاوہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن القیم کی کئی کتابیں اپنی زندگی میں طبع کرواچکے تھے۔ اور اس کا سبب ان دونوں بزرگوں کے ساتھ پُرخلوص عقیدت تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم کی کتاب ''قرۃ العینین فے تفضیل الشیخین'' طبع کروائی تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے ہندوستان میں احیائے حدیث نبوی کے سلسلہ میں جو کوشش کی تھی۔ اس کو مولانا ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور مولانا نے مختلف کتب کے شروع میں جو مقدمات لکھے تھے۔ ان میں اکثر اس کا ذکر ملتا ہے۔

سلف صالحین کے ساتھ عقیدت کے پیش نظر مختلف کتابیں لوگوں کو طباعت کے لئے دیتے۔

(۱) کتاب الکنیٰ۔ حماد بن بشر دولابی (۲) الادب المفرد (۳) علل الحدیث۔ ابن ابی حاتم الرازی (۴) مسئلۃ الاحتجاج بالشافعی۔ (۵) اسبال المطر (۶) الفیۃ الحدیث (۷) البدایۃ والنہایۃ (۸) التمہید (۹) ابجد العلوم (۱۰) نصب الرایہ (۱۱) الخطوط العریضیہ۔ (۱۲) ارشاد الفحول (۱۳) حصول المامول (۱۴) بغیۃ الفحول شرح مختصر الاصول۔ یہ کتاب مولانا کے استاذ محترم حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کے کہنے پر بطور شرح لکھی تھی اور مولانا مرحوم نے جمعیت اہل حدیث کے نام سے اسے شائع کیا تھا۔ (۱۵) ایک مجلس کی تین طلاق (۱۶) جزء القراءۃ (۱۷) صحۃ مذہب اہل المدینہ (۱۸) التنکیل (۱۹) قیام اللیل (۲۰) طبقات المدلسین (۲۱) الاتباع (۲۲) غایۃ الامانی (۲۳) الانوار الکاشفہ (۲۴) الرد علی الجہمیہ۔ عثمان بن سعید دارمی (۲۵) ظفر اللاضی (۲۶) الحطہ (۲۷) التحبیر (۲۸) المحبر۔ (۲۹) الموضوعات الکبریٰ (۳۰) الایقاف۔

اچھے کام کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اس میں اگر کوئی سقم محسوس کرتے تو پھر اشارہ بھی کردیتے۔ جاربردی شرح شافیہ۔ الکواکب الدریہ شرح متمۃ الآجرومیہ اور تفسیر قرطبی جب خریدی تو مولانا نے تھپکی دی۔ شرح ابن عقیل کا غیر محقق نسخہ لیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ محی الدین عبدالحمید والا نسخہ بہترین ہے۔ چنانچہ میں نے وہ نسخہ لے لیا تھا۔ روضۃ الناظر، مغنی المحتاج جب خریدی تو امام غزالی کی الوسیط اور ابواسحاق شیرازی کی مہذب کے متعلق فرمایا کہ یہ بھی اچھی ہیں۔ ایک کتاب کے لئے رقم جوڑی تھی تو مولانا کے مشورہ سے احیاء علوم الدین خریدی۔ مجموعۃ الرسائل از ابن تیمیہؒ کہ جس پر رشید رضا مرحوم کے حواشی تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کتاب ان کو دے دی تو انہوں نے مجھے امام غزالیؒ کی المستصفیٰ دی۔ نماز پنجگانہ کا باجماعت اہتمام کرتے اور فرضی نماز کے بعد کچھ دیر بیٹھتے اور مسنون اوراد واذکار کرنے کی کوشش کرتے۔ صبح کی نماز کے بعد آدھا گھنٹہ وظیفہ کرتے۔ رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کثرت سے کرتے۔ اس کے علاوہ حصن حصین اور امام نووی کی کتاب الاذکار کا اکثر حصہ تلاوت کرتے۔ مولانا کے اس شوق کا ثبوت ان کی ''پیارے رسُول کی پیاری دُعائیں'' بھی ہیں ہم مزاج شخص کی بات مستغرق ہو کر سنتے اور ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پُوری پابندی کرتے۔

"کن فی الدنیا کأنک غریب" کا نمونہ تھے۔ ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے حافظ احمد شاکر (حفظہ اللہ تعالیٰ) نے رہائشی مکان کی تنگی کی شکایت کی تو فرمایا کہ اللہ نے کسی شخص کی حاجت کے آگے بند نہیں باندھا ہے۔ اگر مقدر میں لکھا ہے تو ضرور مل جائے گا۔ واجبی سا لباس۔ سادہ غذا، تکلف سے خالی گفتگو اور سبابہ کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ فصیح اللسان سے زیادہ فصیح القلم تھے۔ نثر کا اپنا انداز تھا۔

موقع بموقع ظریفانہ بات کہہ دیتے جو کہ خوش مزاج ہونے کی علامت تھی۔ ایک شخص نے مولانا کے سامنے کسی کا تعارف کرایا کہ یہ ڈبل ایم اے ہیں۔ مولانا نے برجستہ فرمایا کہ کیا ان حضرات کو پہلے ایم اے پر یقین نہ تھا۔ طبیعت میں ملنساری تھی۔ بیمار پُرسی کے لئے دوست احباب کے پاس جانے کے لئے ضرور وقت نکالتے۔ تعزیت کے لئے ضرور جاتے۔ اور نمازِ جنازہ میں شریک ہوتے۔ بیماری کے بعد اکثر میرے ابا جان (مولانا محمد سلیمان انصاری) سے پُوچھتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے؟ فلاں کیسا ہے؟ اگر کوئی سلام بھیجتا تو خُوش ہوتے اور جواباً سلام بھیجتے۔ کراچی شہر میں بیماری کے باوجود بلاناغہ بعض احباب کو عیدی ارسال کیا کرتے تھے۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی مرحوم کے صاحبزادے قاری عبدالخالق رحمانی جب گھر تشریف لاتے تو ان کے سامنے (اُستاد زادہ ہونے کی بنا پر) دو زانو ہوکر بیٹھتے اور ان کے سامنے آواز پست رکھتے تھے۔ مہمان نوازی کے معاملہ میں فراخ دل تھے اور تناول ماحضر کی پابندی کرتے۔ بخل سے انتہائی نفرت تھی۔ اور قُوت لایموت کے معاملہ میں دنیاوی سہاروں پر اعتماد کرنے کی بجائے اللہ پر توکل زیادہ کرتے تھے۔ مسجد مُبارک ریلوے روڈ کئی سال جمعہ پڑھانے کے لئے جاتے رہے مگر وہ لوگ برائے نام معاوضہ دیتے رہے۔ لیکن کبھی اس کا شکوہ نہیں کیا۔

سُنّت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اپنے لڑکے حافظ احمد شاکر کا پاجامہ چاقو سے کاٹ ڈالا۔ صرف اس لئے کہ وہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ دورانِ وضوء استنشاق مع المضمضہ کی پابندی کرتے۔ چلتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھتے۔ کھانے کے برتن اچھی طرح صاف کرتے بلکہ اس معاملہ میں ہمیں کبھی سرزنش بھی کرتے۔

"اذکروا محاسن موتاکم وکفّوا عن مساویہم" کا پُورا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حافظ احمد شاکر علمائے احناف پر ایک غیر محتاط تنقید کرنے لگے جو انہیں اچھا نہ لگا اور وقتی طور پر ناراض بھی ہوتے اور بعد میں انہیں معاف کر دیا۔ آخری ایام کی بات ہے کہ مولانا سلطان محمود محدّث جلال پُوری نے صاحب سبل السّلام کے دیوان کے متعلق کوئی بات کی تو مولانا کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس معاملہ میں مولانا کی پالیسی یہ تھی کہ کسی کی کمزوری کو بنیاد بنا کر بات کو اچھالنا دانش مندی نہیں ہے بلکہ اچھائی کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کی صراطِ مستقیم کے متعلق جن لوگوں نے بے پَر کی اڑائی تھی۔ ان لوگوں کو بھی مولانا نے یہی جواب دیا تھا اور یہ بہت حد تک معقول بھی ہے۔ مثبت سوچ ہمیشہ انسان کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ مولانا کے داماد قاری سیف اللہ صاحب نے مولانا کے سامنے یہ بات کی کہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم بھی عجیب ہیں۔ اہلحدیث۔ حنفی۔ بریلوی سبھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے اپنے مطلب کے حوالے نکال لیتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ ہم شاہ صاحب کو صرف محدثانہ نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ مولانا عزیز الرحمٰن کوہاٹی (حال مقیم ایبٹ آباد) نے یہ بات سنائی کہ میں نے مولانا سے پوچھا کہ مولانا احمد علی لاہوری نے جو فلاں بات کی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں ایک لحاظ سے ان کا عقیدت مند ہوں کہ انہوں نے لاہور میں درس قرآن کا اجراء کیا تھا اور پھر خاموشی اختیار کر لی۔ بیماری کے حملہ سے ذرا پہلے اپنا کتب خانہ دار الدعوۃ کی نئی عمارت میں منتقل کر دیا تھا لیکن ذاتی مطالعہ کے لئے ان کتابوں کو آخری ایام تک اپنے پاس رکھا تھا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) البدایۃ والنہایۃ (۳) تفسیر کلام المنان (۴) السیل الجرار (۵) خیانۃ الانسان (۶) شرح عقیدہ طحاویہ (۷) حجۃ اللہ البالغہ (۸) الصارم المنکی (۹) ارشاد النقاد (۱۰) الرد علی الجہمیہ (۱۱) اعلام الموقعین (۱۲) منہاج السنہ (۱۳) شرح نخبۃ الفکر مع حاشیہ ابوالحسن سندھی (۱۴) تہذیب سنن ابی داؤد للمنذری (۱۵) کتاب الایمان ابن مندہ (۱۶) صحاح ستہ (۱۷) اشاعۃ السنہ (۱۸) مسند احمد (۱۹) دلیل الطالب (۲۰) مسک الختام (۲۱) التعلیق المغنی (۲۲) تلخیص الحبیر (۲۳) الدرایہ (۲۴) من تکلم فیہ وھو موثق (۲۵) الاوضاح (۲۶) الافصاح ابن ہبیرہ (۲۷) مرعاۃ المفاتیح (۲۸) قرۃ العینین (۲۹) فتویٰ الحمویۃ الکبریٰ (۳۰) الفتح الربانی۔

اس فہرست کے دینے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا کا ذوقِ مطالعہ بھی معلوم ہو۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ
جیکب آباد، سندھ

حضرت کی خدمت میں میرے چند یادگار لمحات

علمی دنیا میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف سے غائبانہ تعارف تو "الاعتصام" اور "رحیق" کے حوالہ سے تھا مگر ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ حاصل نہیں ہوا تھا۔

۱۹۶۵ء میں جب میں ایک تربیتی کورس کے سلسلہ میں لاہور آیا اور وہاں ۳ ماہ کا عرصہ گذارا تو اس وقت مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضری کا موقعہ بھی حاصل ہوا۔

اُس وقت میرے پیشِ نظر دو علمی کام تھے۔ ایک شیخ محمد حیات محدث سندھی ثم مدنیؒ کی حیات اور ان کے کارناموں پر ایک مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے مرتب کرنا تھا اور دوسرے مسلک اہلحدیث کے بارے میں ایک سوالنامہ پر کام کرنا تھا جو میں نے مرتب کر کے مولانا کی خدمت میں ارسال کر دیا تھا۔

سوالنامہ چونکہ نہایت اہم تھا اس لئے اس کا جواب مولانا محمد اسماعیل مرحوم امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان نے دیا تھا جو **الاعتصام** جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا۔

مولانا حنیفؒ میرے ان دونوں کاموں کی وجہ سے مجھ سے بہت خُوش تھے۔ کیونکہ یہ وہ دَور تھا جب سندھ کے نوجوانوں میں الحاد اور قوم پرستی کی تحریک کے اثرات نمایاں نظر آ رہے تھے۔ اس دَور میں علمی و تحقیقی کام کے سلسلہ میں مولانا کی خدمت میں میرا حاضر ہونا ان کے لئے باعثِ مسرت ہوا تھا۔

مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر میرا تأثر یہ تھا کہ اتنے نامور عالم دین بڑے جبہّ و دستار کے مالک ہوں گے، ان کی خدمت میں حاضری کے آداب نہ معلوم کیا ہوں گے؟ وہ ہم جیسے لوگوں سے ملنا بھی پسند کریں گے یا نہ؟ یہ تصورات لے کر میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلا۔ ان دنوں دفتر ہفت روزہ **الاعتصام** اور مکتبہ سلفیہ ایک ہی جگہ آمنے سامنے تھے۔ میں پہلی بار شیش محل روڈ میں داخل ہوا، تو تھوڑے فاصلہ پر مکتبہ سلفیہ کا بورڈ آویزاں نظر آیا۔ وہاں ایک نوجوان جو غالباً حافظ احمد شاکر تھے ان سے ملاقات ہوئی میں نے مولانا مرحوم سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے مجھے مکتبہ سلفیہ میں بٹھا کر حضرت کو اطلاع دینے کے لئے سامنے والی حویلی میں چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک دُبلے پتلے اور نہایت سادہ لباس میں ملبُوس بزرگ رُونما ہوئے۔ وہی حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ تھے۔ پُر تپاک طریقہ سے ملے۔ میں نے اپنا تعارف کرایا۔ میرے نام وغیرہ سے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ پہلے سے واقف تھے۔ میری حاضری پر حضرت بڑے خوش ہوئے اور مجھے اپنے گھر کے اُس خصوصی کمرہ میں لے گئے جہاں پر مولانا مرحوم مطالعہ اور آرام فرماتے تھے۔ میری تواضع فرمائی اور مجھ سے میرے کاموں کے سلسلہ میں ہر طرح سے تعاون کرنے کا یقین دلایا۔ اسی طرح مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے اور علمی پیاس بجھانے کا آغاز ہوا۔

لاہور میں قیام کے دوران اور بعد میں ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہا۔ کبھی بھی اُجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ اور میں برابر اپنے دونوں کاموں کے سلسلہ میں مولانا مرحوم سے استفادہ کرتا رہا اور تعلق آخر تک قائم رہا۔ الحمد للہ۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم نہایت شفیق اور تکلّف سے مبرّا، فراخ دل انسان تھے۔ وہ مجھ پر اتنے مہربان تھے کہ اپنی ذاتی لائبریری سے مختلف کتابیں مطالعہ کے لئے عنایت فرماتے رہتے تھے۔ ایسی رعایت شاید دوسرے لوگوں کے لئے نہ تھی۔ اس لئے میں نے اپنے علمی کاموں کے سلسلہ میں ان کی لائبریری سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا اور مولانا کی ذاتی رہنمائی میں علمی اور تحقیقی کاموں کو مکمل کیا۔

مولانا کی وفات سے میں ایک نہایت شفیق، محسن، مُربّی اُستاذ کی نعمت سے محروم ہوگیا۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اب تک ان کے نہایت لائق فرزند محترم حافظ احمد شاکر صاحب اور مولانا کے قائم کردہ ادارہ دارالدعوۃ السلفیۃ اور ہفت روزہ الاعتصام، المکتبۃ السلفیہ سے برابر قریبی تعلق اور رابطہ قائم ہے اور اس وقت بھی مجھے وہاں وہ شفقت اور محبت ملتی ہے جو مولانا مرحوم کے زمانے میں ملتی تھی۔

مجھے کامل یقین ہے کہ مولانا مرحوم کے لگائے ہوئے یہ پودے روز بروز ترقی کرتے رہیں گے اور وہ مقاصد حاصل کریں گے جو مولانا مرحوم کے پیشِ نظر تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق بڈولہی

۱۷ مئی ۱۹۹۷ء
۳ محرم ۱۴۱۸ھ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ

اُن کی وفات ایک دَور کی وفات ہے

خاک میں کیا صُورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

یادِ ایام

مولانا حنیف رحمۃ اللہ علیہ کم وبیش گزشتہ پانچ برس سے علیل چلے آرہے تھے مگر نحیف ہونے کے باوجود انہوں نے سوائے آخری دو تین ماہ کے اپنی علالت اپنی نقاہت اور اپنی نخافت کو قبول نہیں کیا تھا کہ ؎

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مَردوں کا مُنہ ٭ شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

مجھے اُن کی علالت کے اس عرصہ میں جب بھی اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اُنہیں علیل ہونے کے باوجود علیل نہیں پایا۔ مرض کی ایسی شدت اور سنگینی میں جب دُوسرے لوگ اکثر ہی لیٹ رہنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں، وہ اپنے ہفت روزہ اخبار کے دفتر میں گھنٹوں بیٹھے رہتے اور آنے جانے والوں سے کُھل کر باتیں کرتے تھے۔

باتوں ہی باتوں میں کوئی تفریحی یا لطیفہ اثر بات اُچھل آتی تو اپنے نہایت ہی خاص انداز میں مسکراتے اور ساتھ ہی مناسب حال ریمارکس بھی دیتے۔

میں نے انہیں جب بھی دیکھا ہر بار بڑا اعتمادی پایا۔ اُنہوں نے اپنی جس علمی مہم کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا۔ اُس کے بارے میں وہ ہمیشہ بڑے ہی پُرعزم اور بڑے ہی مُستعد رہے۔ وہ جب تک لکھ سکے اُنہوں نے ہاتھ سے قلم نہیں رکھا اور جب یہ سکت نہ رہی تو اپنا وقت مطالعہ میں صرف کرتے رہے۔

میں نے دیکھا کہ وہ اس حال میں بھی اپنے مقصدِ زندگی، اپنے سرمایۂ حیات، اپنی مہمّاتِ عظیمہ اور اداروں "المکتبۃ السلفیۃ" دارالدعوۃ السلفیہ، شعبۂ تصنیف و تالیف، شعبۂ ترجمہ و تعلیقات لائبریری اور ہفت روزہ الاعتصام کے بارے میں مفید مشورے اور ہدایات سے کبھی غفلت نہیں کرتے تھے۔ آہ ؎

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ ٭ افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

موت العالِم موت العالَم

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے وفات پائی تو ان کے ایک تلمیذ نے ان کا طویل مرثیہ تحریر کیا جس کے دو شعر یُوں ہیں ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفقدك طلّاب العلوم تأسفوا   وجادوا بدمع لايبيد غزير
ولو مزجوا ماء المدامع بالدّماء   فكان قليلاً فيك يا ابن كثير

ترجمہ: "اے ابن کثیر! تمہارے کھو جانے سے علم کے متلاشی بارِ تأسف سے بے حال ہو گئے ہیں اور وہ تمہارے غم میں یوں رو رہے ہیں کہ اُن کے آنسو تھمتے نہیں ہیں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ) اگر یہ لوگ تمہارے فراق میں لہو کے آنسو بھی روتے تو بھی تمہارے غم میں رونے کا حق ادا نہ ہو سکتا۔"

ٹھیک یہی بات علومِ سلف کے وارث حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کے بارے میں بھی صحیح اور مطابقِ حال ہے۔

مولانا مرحوم فی الواقع اس دَور میں اُن قدیم اور عظیم بزرگوں کی مثال تھے جن پر تاریخ فخر کرتی ہے۔ اور جن کے مزاج کی سلفیت پر دینِ حق کو ناز رہے وہ اپنی ذات میں کیا کچھ نہیں تھے۔ علم خبر اور فکر و نظر کا وہ کونسا رُخ ہے جس میں، وہ کامل نہیں تھے۔ وہ شیخ القرآن تھے۔ قرآن کے شارح تھے، مفسر تھے، مدرس تھے، محدث تھے، حدیث کے شارح تھے۔ عظیم محقق تھے، مدقق تھے، فقیہ تھے، مفتی تھے۔ فقہ حدیث اور علم الرجال پر ان کی نگاہ اتنی گہری اور عمیق تھی کہ وہ اس باب میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔

تقریباً رُبع صدی مختلف مدارس میں درس و تدریس کو فرض کی طرح نبھایا۔ وہ ایک عظیم استاذ ہی نہیں بلکہ اُستاذ الاساتذہ کی مسند پر فائز تھے اور ان کے صدہا تلامذہ ملک کے اطراف و اکناف میں بے شمار انسانوں کے سینوں کو قرآن و سنت کے نور سے منور کر رہے ہیں۔

وہ ایک ایسی ہمہ صفت موصوف شخصیت کی حیثیت رکھتے تھے کہ اُن کے تلامذہ کو فخر ہے کہ مولانا حنیفؒ اُن کے اُستاذ ہیں، اور اُن کے اساتذہ کو اس بات پر ناز رہا ہے کہ مولانا اُن کے تلمیذ ہیں۔ غالب کے الفاظ میں ؎

مرے شاہِ سلیماں جاہ سے نسبت نہیں غالبؔ   فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو!

مولانا صحافت سے بھی وابستہ رہے، اُن کے ماہنامہ "رحیق" کی فائلیں ان کے علم و دانش اور زبان و بیان کی وسعتوں کی آج بھی گواہ ہیں اور ہفت روزہ "الاعتصام" تو اُن کی ایسی عظیم یادگار ہے جسے اپنے مندرجات کے اعتبار سے جماعت کے سارے ہی ہفت روزوں میں ترجیحی مقام حاصل ہے۔ وہ ایک سنجیدہ خطیب بھی تھے۔ اور جہاں جہاں خطابت کا فریضہ انجام دیا وہاں کے در و دیوار اُن کی علمی اور مربوط تقاریر کے بھی شاہد و ناطق ہیں۔

اُن کا سینہ قرآن پاک کے اذکار و معارف کا خزینہ اور دل معرفتِ حق کا آئینہ تھا۔ وہ ایک ایسے سلجھے منجھے اور کامل الفن مصنف بھی تھے کہ جس موضوع پر قلم اُٹھاتے تھے تصنیف کا حق ادا کر دیتے تھے۔ التعلیقات السلفیہ اُن کا ایک اتنا بڑا قلمی شاہکار ہے، جسے بجا طور پر اُن کا غیر فانی علمی کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حُسنِ بیان کا یہ عالم تھا کہ مسندِ پر ہوتے تو اپنے تلامذہ کے جیب و داماں کو حقائق و معارف کے لولوئے لالہ سے بھر دیتے۔ قلم کو سنبھالتے تو علم کے دفاتر اُن کی طلب کے مطابق آگے بڑھ آتے اور اپنے کو اُن کی طلب کے تابع کر دیتے جیسے وہ ان کے حکم کے منتظر ہی تھے۔ سُبحان اللہ ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف　　　باُمید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

غرض وہ اپنے نحیف سے جسم میں عظمت و شوکت کے اتنے بے شمار پہلو سموئے بیٹھے تھے کہ وہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً کی تصویر بن گئے تھے یعنی وہ اکیلے ہی ایک ادارہ تھے۔ اور وہ ایک ایسے فرد تھے جس پر جماعت کو ناز ہو۔ وہ چمنستان علم و خبر کے ایسے پھول تھے جن کی ذات پر اس گلستان کو بھی ناز تھا جس کی روشوں میں وہ کھلے تھے۔

اُن کی وفات یقیناً ایک دَور کی وفات ہے۔ ایک قرن کی وفات ہے۔ اور ایک جہان کی وفات ہے۔

موت العالم موت العالم کی ضرب المثل میں اگرچہ سارے ہی علمائے ربّانی کا حصّہ ہے مگر مولانا عطاء اللہ حنیف اس ضرب المثل کے صحیح تر مصداق تھے۔

سادگی

حضرت مولانا مرحوم معروف معنوں میں مسکین نہیں تھے مگر اُن کی سادگی ان کی مسکنت کی غمّاز تھی۔ اس درویش صفت انسان کو دیکھ کر کوئی شخص بھی اُن کی ذات میں اُس شخصیّت کو نہیں پا سکتا تھا۔ جو اُن کی اصل تھی اور جس کی وجہ سے اُن کی علمی شہرت ہندو پاک سے نکل کر مشرقِ وسطیٰ کے تمام ہی مسلمان ملکوں میں پہنچ چکی تھی۔

اسلامی افواج کے سالارِ اعلیٰ کا سفیر جب قیصرِ روم کے دربار میں پہنچا تو قیصر اسے دیکھ کر بہت مایوس ہوا۔ کیونکہ سفیر کا لباس قیصر کی سوچ سے ہموار نہیں تھا۔ اس کی نگاہ سفیر کے پھٹے پرانے لباس تک پہنچ کر ہی رہ گئی۔ اور اُسے سفیر کے لبادے میں وہ اصل شخص نظر نہیں آسکا تھا جس کی وجہ سے سالارِ افواج اسلام نے اُسے سفارت کے منصب پر فائز کیا تھا۔

مگر جب سفیر نے قیصر سے باتیں کیں تو باتوں کی شوکت اور دلیل کی محکمی کے نظارہ سے قیصر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اُس کے درباری انگشت بدنداں رہ گئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کو اُن کے رب نے اُن کے بچپن میں ہی ابوالکلام ہونے کے شرف سے نواز دیا تھا اور جو لوگ اُن کے "الہلال" کو پڑھتے تھے وہ جب صاحب الہلال کو دیکھتے تھے تو انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ "الہلال" کا فاضل مدیر جس کے معجز رقم قلم نے بڑے بڑے اہلِ علم و قلم کو حیرت میں ڈال رکھا ہے وہ یہی ہے۔

خود مولانا شبلی نعمانیؒ اور مولانا الطاف حسین حالی نے جن کی عظمت اور علمی رفعت کا یہاں سکّہ چلتا تھا۔ جب پہلی بار انہیں دیکھا تو وہ اپنی حیرت کو چھپا نہ سکے۔

سٹیج سیکرٹری نے جب تقریر کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد کو دعوت دی تو اس دعوت کے جواب میں ایک بے ریش و بروا نوجوان سٹیج پر نمودار ہوا تو وہ کتنے ہی لمحے یقین نہ کر سکے کہ یہ بچہ وہی ہے جس کا قلم الہلال کے صفحات پر پھول بکھیرتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی فطرت کی یہ حیرت پذیری بعض اوقات تو سرتاسر نابصیری کے سانچے میں ڈھل جاتی اور یہ ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جس کا تعلق بخت کی کوتاہی سے ہوتا ہے اور یہ انسانی حیات کا وہ حادثہ ہوتا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی۔

قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد کیا ہے کہ اللہ کے رسول!

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (الاعراف)

ان لوگوں کی بدنصیبی کا نظارہ کرو جو تجھے دیکھتے بھی ہیں مگر دیکھ نہیں رہے۔ یعنی تجھے دیکھتے وقت ان کی نگاہ بس محمدؐ بن عبداللہ تک پہنچ کر ہی رہ جاتی ہے مگر وہ محمدؐ بن عبداللہ کے اندر محمدؐ رسول اللہ کو نہیں دیکھ پاتے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولانا حنیفؒ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ معمولی قسم کے کرتہ اور دھوتی میں ہی ساری عمر نکال دی۔ میں نے آج سے تقریباً چالیس برس قبل جب اُنہیں حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ کی رفاقت میں کام کرتے دیکھا تو اُس وقت بھی ان کا یہی لباس تھا۔ اور اب جب ان کی عمر کے آخری دَور میں اُنہیں متعدد بار ملنے کا اتفاق ہوا، تو اُن کا لباس بدستور وہی تھا۔

اور جو شخص مولانا کو پہلی بار دیکھتا وہ صرف اُنہی کو دیکھتا تھا۔ اُن کے اندر چھپی ہوئی شخصیت کا عرفان اُسے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ جسے ہم اس دَور کا ابن قیمؒ کہہ سکتے ہیں۔

ان کی حقیقت کو پانے کے لئے پہلے اُن سے جان پہچان شرط تھی ورنہ اُنہیں دیکھا ہی جا سکتا تھا اُنہیں پایا نہیں جا سکتا تھا اور کوئی شخص صرف اُنہیں دیکھ کر نہیں جان سکتا تھا کہ علم و خبر کا یہ وہی فلک الافلاک ہے جس نے نسائی کی شرح لکھی ہے اور جو اپنے سینہ میں علم کا بحر بیکراں سموئے ہے۔ بقولِ اقبالؒ ؎

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں!!

فقیر کے لباس میں بادشاہ

درویش آنکھیں بند کئے دھوپ میں لیٹا تھا۔ سکندر اعظم کا وہاں سے گزر ہوا۔ جنگل میں کٹیا دیکھی تو اس کی وجہ پوچھی، کسی نے درویش کا ذکر کیا تو گھوڑے سے اُتر کر نیم خفتہ درویش کے پاس جا کھڑا ہوا۔ درویش پر سکندر کا سایہ پڑا، تو آنکھیں کھول دیں۔ سکندر مزید آگے بڑھا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔ میں سکندر اعظم ہوں۔ درویش نے کہا تو مجھے کیا!

کہنے لگا کوئی حاجت ہو تو مجھ سے طلب کر سکتے ہو۔ درویش نے ایک غلط انداز نگاہ سکندر کے چہرہ پر ڈالی اور انتہائی بے نیازی سے کہا "بس دھوپ چھوڑ دو" اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سبحان اللہ ؎

وہ شہنشاہ کہ جس کی پئے تعمیر سدا چشمِ جبریل ہوئی قالب خشت دیوار

مولانا اگر چاہتے تو دنیا کے دروازے اُن پر بند نہ تھے وہ بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے وہ لوگ جو مولانا کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں بہت کچھ حاصل کر چکے ہیں۔

حکومت نے اپنی ضرورت سے ایک دو سرکاری کمیٹیوں کی رکنیت ان پر تھوپ دی تھی۔ اور وہ بھی یہ سمجھ کر چُپ ہو رہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاید اس راستے سے بھی وہ اللہ کے دین کا کوئی کام کر سکیں گے مگر انہیں جلدی ہی پتہ چل گیا کہ یہ کوئی خانہ پُری قسم کی کمیٹیاں ہیں اور ارباب اختیار نے انہیں اپنی چمڑی بچانے کا ذریعہ اور مخالفانہ تنقید سے اپنے بچاؤ کی آڑ بنایا ہے اور پھر انہوں نے ان کمیٹیوں میں اپنی دلچسپی ترک کر دی۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے اس تابناک آفاقی پہلو کی عکاسی کرتے ہوئے جس کی زمین سے سکینی کے سوتے پھوٹتے اور پودے اُگتے ہیں۔ لکھا تھا ؎

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پر پتھر بندھا ہُوا

کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور گھر میں بوریا کا ہے بستر بچھا ہوا

اور اس عاشقِ رسُولؐ اور متبع سُنّت کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

قرآن پاک نے اتباع رسولؐ کی تلقین فرماتے ارشاد کیا ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب۔

کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول علیہ السّلام کی سیرت پاک میں زندگی بسر کرنے کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

حضرت بھوجیانیؒ نے بھی بادشاہ اپنی درویشی کو اپنے آقا کی درویشی کے تابع رکھنے کی کامیاب کوشش کر رکھی تھی۔ آپ نے فقیری میں امیری کا ضرب المثل محاورہ سُنا ہوگا اور مولانا اس کی ٹھیک ٹھیک اور اعلیٰ تصویر تھے۔

مثالی سنجیدگی

وہ درس دیتے یا جمعہ کا خطبہ، مجلسی گفتگو ہوتی یا خطاب عام، ہمیشہ بات کو بات تک ہی محدود رکھتے تھے۔ حشو و زوائد ان کی گفتگو میں کبھی راہ نہیں پاتے تھے۔ وہ اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی بات میں بھونچال سمونے کے قائل نہیں رہے۔

تقریر میں لچھے داری ان کے مزاج سے کبھی ہموار نہیں رہی۔ ہمیشہ پُن چھان کر بولتے اور جانچ تول کر بات کرتے تھے۔

ہمارے بے درد ذرائع ابلاغ

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اس کو اسلام کے نام پر اور اسلام کے لئے ہی حاصل کیا گیا تھا مگر اسلام ہی سے بڑھ کر یہاں دوسرا کوئی مظلوم نہیں ہے۔

یہاں بھڑووں اور بھانڈوں کی علالت پر ہمارے قومی اخبارات پانچ پانچ چھ چھ کالمی سرخیاں جماتے ہیں۔ ہمارے ٹی وی اور ریڈیو بین الاقوامی مسائل کی طرح ان خبروں کو بار بار اچھالتے ہیں مگر اسلام کا گھر بھی لُٹ جائے تو ان کے سینے میں کوئی ہوک نہیں اُٹھتی۔ ٹی وی کا کوئی بھانڈ یا ریڈیو کا کوئی گویّا مر جائے تو اس کے لئے شو منعقد کئے جاتے ہیں۔ گلوکاراؤں اور رقاصاؤں کو معبود بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارا قومی پریس ان کے مداحوں کو ان کا پرستار کہہ کر اچھالتا ہے اور خود وہ بھی اپنی کسی علالت پر اپنے مداحوں کی طرف سے عیادت کا شکریہ ادا کرتے۔ انہیں اپنے پرستار ہی لکھتے ہیں اور پاکستان کا مطلب کیا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعروں پر فروخت ہونے والے ہمارے قومی اخبار ان صحیفوں کو نہایت نمایاں رنگوں اور عنوانات سے شائع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ مگر قصرِ اسلام کی کوئی دیوار بھی گر جائے تو اُن کے کان پر جُوں نہیں رینگتی

ایک دو اخبارات کو چھوڑ کر ہمارے قومی پریس نے مولانا حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر یُوں دی جیسے کوئی مسافر تانگہ سے گر گیا ہو، اور اُنہوں نے اخبار کا ایک خالی گوشہ اس خبر کے بہلنے آباد کر لیا۔ حضرت مولانا مرحوم کے بے شمار مداحوں اور عقیدت مندوں کو حضرت کی موت کی چند سطری خبر اگلی صبح کو اخبارات کے ذریعہ ملی، جب کہ مولانا مرحوم اُس وقت تک تکفین و تدفین کے سارے مراحل سے گزر چکے تھے۔ اس طرح صدہا لوگ ان کے جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ حالانکہ یہی خبر جسے اخبارات نے اگلے روز اہلِ ملک تک پہنچایا، ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے دہ چشم زدن میں ملک کے ہر ہر گوشہ تک پہنچ سکتی تھی۔ ہیں اگلے روز جب تعزیت کے لئے حضرت کے درِ دولت پر حاضر ہُوا، تو میں نے بطور شکایت حضرت کے فرزند گرامی حافظ احمد شاکر صاحب اور حضرت کے عمر بھر کے ساتھی اور عزیز مولانا محمد سلیمان انصاری صاحب سے از راہِ شکایت کہا کہ کیا حرج تھا، اگر آپ تکلیف کر کے بروقت یہ خبر ریڈیو سٹیشن تک پہنچا دیتے تاکہ ہم لوگ بھی حضرت کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کر سکتے تو انہوں نے بڑے مایوس لہجہ میں جواب دیا کہ ریڈیو کو یہ خبر مہیا کرنے میں ہماری طرف سے تو کوئی کوتاہی عمل میں نہیں آئی تھی مگر اربابِ ریڈیو نے اس خبر کو اپنی غیر اہم نشریات میں صرف ایک مرتبہ نشر کر کے "گذارہ" کر لیا تھا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اس جواب پر اس کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع

وائے گر در پسِ امروز بود فردائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاہر سلیم قصوری

علمائے بھوجیاں کا لعل شب چراغ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی زیارت پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ بندہ اس وقت مدرسہ محمدیہ میر محمد ضلع قصور میں زیر تعلیم تھا۔ جماعت کے معروف عالم دین حافظ محمد یحیٰی عزیز میر محمدی اسی مدرسہ کے بانی و مہتمم ہیں اور یہ چشمۂ فیض اب بھی جاری ہے۔ اور اس دینی درس گاہ سے پھوٹنے والے سوتے اپنے علم و عمل کے موتیوں سے آج بھی رونق بخش رہے اور بنجر زمینوں کو سیراب کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم درس گاہ سے بڑی علمی، دینی اور روحانی یادیں وابستہ ہیں۔

انہی دنوں حافظ محمد یحیٰی عزیز صاحب کے حقیقی چچا (حافظ دوست محمد جو ایک عالم فاضل، عابد و زاہد، متواضع، مہمان نواز، شب زندہ دار، مومنانہ فراست کے مالک اور باخدا مرد تھے) ایک طویل عرصہ سے علالت کا شکار تھے۔ چند روز موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے لاہور سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف تشریف لائے۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے مختلف شہروں سے کثیر تعداد میں علمائے کرام بھی اس دور افتادہ گاؤں میر محمد پہنچے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کا نام تو اس وقت سن رکھا تھا اور وہ ملک کے دینی، علمی اور سیاسی حلقوں میں بھی خوب متعارف تھے۔ خیال تھا کہ مولانا جناح کیپ پہنے، عینک لگائے، اچکن زیب تن کئے اور کسی خوبصورت کار میں سوار ہوں گے اور خدمت کے لئے کچھ ساتھی ہمراہ ہوں گے۔ چونکہ آج کل یہ بیماری عام ہے۔ مولوی صاحب وعظ و تبلیغ کے لئے تنہا کسی جگہ جانا پسند نہیں کرتے۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کچھ لوگ ان کی خدمت گذاری کے لئے ساتھ رہیں۔ اگرچہ کسی کے ہاں انہیں تعزیت کے لئے بھی جانا پڑے۔ تب بھی وہ لشکر جرار کو ساتھ لے کر چلتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں پر اپنی علمی دھاک بٹھا سکیں۔

بعض شخصیات کے بارے میں ان کے نام کے حوالے سے ایک نقشہ ذہن پر ابھرتا ہے۔ اور پھر نقش ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی مولانا کو دیکھا تو تمام خیالات اور تصورات غلط ثابت ہوئے۔ مولانا کھدر کے انتہائی سادہ لباس میں ملبوس، منکسر المزاج، شریف النفس اور ایک عام انسان دکھائی دیتے تھے۔

جب تک مولانا کے متعلق پتہ نہ چلا تو ہم یہی سمجھتے رہے کہ وہ ایک عام قسم کے دیہاتی ہیں اور جنازے میں شرکت کے لئے کسی دوسرے گاؤں سے تشریف لائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم بعض طلباء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے جب تک ان کی خدمت میں حاضر رہے حصولِ علم کی ترغیب دیتے رہے بعض قرآنی دعائیں اور وظائف بھی یاد کرنے کے لئے بتلائے۔

اس کے بعد احباب کے علاوہ گھر میں بھی مولانا کی علمی خدمات اور تصنیفی کارناموں کا تذکرہ رہتا۔ ان دنوں میں جب بھی لاہور جاتا مولانا کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا اور علمی استفادہ کرتا۔ ایک دفعہ مولانا سے بہت طویل نشست ہوئی۔ بندہ اس وقت مدرسہ تقویۃ الاسلام غزنویہ لاہور میں اُستاذِ گرامی حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب سے بخاری شریف کا درس لیا کرتا تھا اور مولانا نماز ادا کرنے کے لئے اکثر مدرسہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس روز اپنی گفتگو کا آغاز جماعت اہلحدیث کے باہمی اختلافات سے کیا کہ مولانا سیّد محمد داؤدؒ غزنوی اور مولانا محمد اسماعیلؒ سلفی اور دیگر اکابرینِ جماعت کی کاوشوں کو ہم اکارت کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اسی بنا پر میں نے مایوس ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ اور تصنیف و تالیف اور مسلک کی نشر و اشاعت کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔ دورانِ گفتگو جماعتی خلفشار کا جب بھی ذکر آتا وہ بڑے کرب اور دُکھ کے ساتھ اس کا اظہار کرتے۔

نومبر ۱۹۸۴ء کا ذکر ہے کہ ایک روز علاّمہ احسان الٰہی ظہیر شہید دفتر الاعتصام میں تشریف لائے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ علاّمہ مرحوم مولانا کو ان کے گھر (واقع شیش محل روڈ) سے ساتھ لے کر آئے تھے۔ دونوں حضرات "الاعتصام" کی وسیع و عریض لائبریری کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ علاّمہ شہید مولانا کو ایک طرف سے اپنے مضبوط و قوی بازوؤں کا سہارا دیئے ہوئے تھے۔ میں نے جونہی دیکھا، علاّمہ مرحوم نے مجھے اشارے سے بُلایا اور مولانا کو دوسری طرف سہارا دینے کے لئے کہا۔ میں نے فوراً تعمیل کی۔ چونکہ مولانا اس وقت بہت کمزور ہو چکے تھے۔ بڑھاپے اور بیماری نے ان کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ اس لئے وہ کسی سہارے کے بغیر بآسانی نہیں چل سکتے تھے۔ مگر مولانا اس قدر نقاہت کے باوجود لائبریری ضرور تشریف لایا کرتے۔ لائبریری میں داخل ہو کر دونوں حضرات نے آپس میں کسی علمی موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔ میں بھی مؤدب ہو کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی گفتگو سُننے لگا۔ غالباً یہ بات چیت فرقہ اسماعیلیہ پر ہو رہی تھی۔ علاّمہ مرحوم بڑے قوی دلائل پیش کر رہے تھے اور بے شمار عربی کتب کے حوالہ جات دے رہے تھے۔ ایک موقعہ پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے مجھ سے فرمایا: کہ فلاں الماری میں ابوالحسن اشعری کی کتاب "مقالات الاسلامیین" کی پہلی جلد لے کر آؤ۔ کتاب ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔ علاّمہ شہیدؒ نے اس کتاب کو مختلف مقامات سے پڑھنا شروع کیا۔ وہ عربی عبارات کو یوں روانی سے پڑھ رہے تھے جیسے کوئی آبشار بہہ رہی ہو۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ان عربی عبارات کو سن کر ان کی تشریح فرماتے اور ان کی علمی گرفت بھی کرتے ــــــ افسوس کہ اب یہ علم و عمل کی دونوں قندیلیں بجھ چکی ہیں۔

جن دنوں میرے والدِ گرامی (مولانا عبدالعظیم انصاری) "تذکرہ علمائے بھوجیاں" مرتب فرما رہے تھے۔ مجھے متعدد مرتبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسودہ کی تصحیح اور نظر ثانی کے لئے ان کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ "تذکرہ علمائے بھوجیاں" کو والد صاحب نے مولانا کی ترغیب وتحریص پر ہی شائع کیا تھا۔ اگرچہ وہ جماعتی رسائل میں علمائے بھوجیاں پر لکھا کرتے تھے مگر کتابی صورت میں اس پر مواد موجود نہ تھا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ایک عرصہ سے خود یہ کمی بڑی شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ اس موضوع پر لکھنے کے لئے ان کا اپنا بھی خیال تھا مگر ناگزیر علمی مصروفیات ومشغولیات کی وجہ سے اس کام کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ ایک روز انہوں نے والد محترم کو قصور سے اپنے ہاں بلایا۔ والد صاحب مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ مولانا اس وقت صاحب فراش تھے۔ انتہائی نقاہت کے باوجود بستر کے چاروں طرف مختلف علوم وفنون کی کتابیں بکھری پڑی تھیں اور وہ بڑے انہماک سے مطالعہ میں مصروف تھے۔ ہم نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ اور مؤدب ہو کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ مولانا نے رسمی بات چیت کے بعد علمائے بھوجیاں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اور اُن کی یادوں کے چراغ جلانے لگے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ اس موضوع پر ایک کتاب مرتّب فرمائیں کیونکہ ان میں آپ کے اساتذہ کرام بھی شامل ہیں۔ اس لحاظ سے آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ اس کام کو دین کی ایک خدمت سمجھ کر کریں۔

چنانچہ والد گرامی نے تذکرہ کی جمع وتدوین کے لئے شب و روز محنت کی۔ بڑی ہمت سے لخت لخت جمع کیا۔ اور مشکل سفر بھی کئے بعض ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں کسی قسم کی سواری نہیں جا سکتی تھی۔ وہاں پیدل گئے۔ ندی نالوں کو عبور کیا۔ موسم کی سختیاں سہیں اور پھر جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس میدان میں کام کا تجربہ ہے۔ یہ تذکرہ تحریکِ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک سنہری ورق ہے اور اپنے دامن میں کئی تذکرے اور پریشان داستانیں لئے ہوئے ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اسلامی علوم کے بحرِ ذخار تھے۔ عربی لغت، بلاغت، منقولات معقولات، اسلامی تاریخ، فقہ پر نہ صرف کامل دسترس اور عبور رکھتے تھے۔ بلکہ پاکستان کے جیّد علماء کی صف میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا کو جس چیز میں تخصّص حاصل تھا وہ علومِ حدیث، متون حدیث، شروح حدیث کے اصول اور فروعات پر ان کی گہری نظر تھی مگر جس علم میں انہیں خصوصی شغف ودلچسپی تھی وہ اسماء رجال کا فن ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت برصغیر پاک وہند میں فنِ حدیث میں ان کے پائے کے دو چار عالم ہی ہوں گے۔

خواجہ افتخار احمد (مصنّف "جب امرتسر جل رہا تھا") نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے بارے میں ایک واقعہ سنایا کہ لاہور کے فلیٹیز ہوٹل میں منعقدہ ایک تقریب میں مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا۔ ان کی دلپذیر تقریر کی اثرانگیزی سے تقریب کے تمام شرکاء کی پلکوں پر آنسوؤں کے ستارے جھلملا رہے تھے کہ اس اثنا میں مقامی اخبارات کے فوٹو گرافروں نے ان کی تصویر اتارنے کے لئے اپنے کیمروں کا رُخ ان کی طرف کیا تو انہوں نے فوٹو گرافروں کو اس حتمی انداز سے تصویر اتارنے سے منع کیا کہ وہ ان کے ارشاد کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ نام ونمود اور خود نمائی کے اس جنونی دَور میں ایسی مثالیں کہاں ملتی ہیں۔

احب الصّالحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن
امریکہ

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

کچھ یادیں اور تاثرات

موقر ہفت روزہ "الاعتصام" میں میرے اُستاذ اور نامور اہل قلم حضرت العلام مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی وفات حسرت آیات کی رُوح فرسا خبر پڑھ کر کلیجہ منہ کو آگیا۔ میرے پاس پاکستان کے جرائد واخبارات خال خال ہی آیا کرتے ہیں۔ مگر اس دفعہ "الاعتصام" کا یہ شمارہ ہاتھ لگا تو اس میں اُستاد محترم کی جانکاہ وجگر خراش خبر مرگ نظر سے گزری تو میں ہکا بکا رہ گیا۔ اور میری وہ کیفیت ہوگئی جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شاعر النیل حافظ ابراہیم شوقی نے کہا ہے۔

لَقَدْ كُنْتُ اَخْشٰى عَادِىَ الْمَوْتِ قَبْلَهٗ
فَاَصْبَحْتُ اَخْشٰى اَنْ تَطُوْلَ حَيَاتِىْ

اُستاذی المکرم کو اللہ پاک کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے۔ ان کی گرانقدر دینی وملی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اور پسماندگان کو اس المناک سانحہ پر صبر جمیل کی توفیق عنایت کرے۔ آمین۔ ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

اُستاذ الاساتذہ عالم جلیل فاضل نبیل شیخ التفسیر والحدیث مخزن العلوم والفنون حضرت مولانا حنیف بھوجیانی برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کی جماعت اہلحدیث کے لئے تابندہ ستارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ کاروانِ عمل بالحدیث کے اس عظیم پاسبان اور برصغیر بلکہ عالمی تحریک اہل حدیث کے اس عظیم سپوت کے انتقال پُر ملال سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے مشکل سے پُر ہو سکے گا۔ صد افسوس کہ علم وعرفان کے یہ پرانے چراغ ایک ایک کر کے گل ہوتے جا رہے۔ اپنی جماعت کی یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔

مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات غالباً ۱۹۵۶ء میں اس وقت ہوئی جب میں جامعہ محمدیہ حق بازار اوکاڑہ میں زیر تعلیم تھا۔ آپ یہاں سالانہ امتحان لینے کی غرض سے تشریف لائے تو اس عظیم درسگاہ کے بانی ومہتمم اعلیٰ مولانا معین الدین لکھوی نے اپنے ہم زلف کی حیثیت سے میرا تعارف کرایا۔ اسی وقت سے آپ کی نظر کرم اور توجہات مجھ ناچیز طالب علم پر ہوئیں۔ اُسی وقت سے آپ کی سادگی، آپ کے زہد، آپ کی کم سخنی، آپ کے تقویٰ وورع کو بھانپ کر میرے دل کی گہرائیوں میں آپ کی عقیدت مستحکم ہو گئی۔ اور یہ آج تک جوں کی توں باقی ہے اور تا حیاتِ مستعار باقی رہے گی۔ انشاءاللہ۔ جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل وتخصص کے لئے جب آٹھ طلباء کا انتخاب عمل میں آیا تو ان میں عاجز کا نام بھی تھا۔ وہاں کے قابلِ قدر اور اپنے وقت کے عدیم المثال اساتذہ کرام میں سے حضرت العلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کی ذات ستودہ صفات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ جامعہ سلفیہ کے اوّلین طلباء کی حیثیت سے ہم آٹھ لڑکے وہاں زیرِ تدریس تھے جب کہ جامعہ سلفیہ لائل پور (فیصل آباد) میں منتقل نہیں ہوا تھا۔ موصوف جامعہ میں ایک کامیاب استاذ ایک مشفق اور ہمدرد و مُربّی کی حیثیت رکھتے تھے۔ برصغیر ہند و پاک کی متعدد درس گاہوں کی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز رہ کر موصوف نے جو گرانقدر دینی، ملّی اور مسلکی خدمات انجام دیں۔ وہ واقعی ہر لحاظ سے باعثِ افتخار اور قابلِ صد ستائش ہیں۔ ایک ادنیٰ مگر منظورِ نظر شاگرد کی حیثیت سے ہیچمدان راقم کے لئے موصوف کا مشفقانہ برتاؤ ایسا تھا کہ مطالعہ کے لئے اپنے ذاتی کتب خانہ سے مجھے نایاب و نادرالوجود کتابیں دے دیا کرتے تھے۔ پھر رہ رہ کر یہ خبرگیری بھی کیا کرتے تھے کہ میرا مطالعہ کہاں تک آگے بڑھ سکا ہے۔ میں مرتے دم تک اس بات پر ناز کرسکوں گا اور میرے لئے یہ فخر کی بات ہوگی کہ موصوف کی بے پناہ شفقت و محبّت کا حظِّ وافر مجھ ناچیز کے حصّہ میں آیا۔

۱۹۸۲ء میں جب میں حج کے لئے گیا تو خانۂ کعبہ میں حافظ فتحی مرحوم، مولانا محمد عبدہ، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا عبید اللہ عفیف، مولانا حافظ ابراہیم کمیر پوری، حافظ عبدالقادر روپڑی وغیرہم کی صحبت میں بیٹھ کر باب بلال سے انہیں ایک یادگار خط لکھا، جواباً انہوں نے راجشاہی یونیورسٹی کے پتہ پر میرے نام پرچہ "الاعتصام" جاری کرنے کے ساتھ ہی خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ وہ ایک پُرسوز و یادگار خطوط اب بھی میرے پاس متاعِ انمول کی طرح محفوظ ہیں۔

۲۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کی بات ہے راولپنڈی کی بین الاقوامی ہمدرد قرآن کانفرنس اور "اسلام آباد کی" عالمی سیرت کانفرنس میں مجھے شرکت کا موقع ملا۔ ۲۵ دسمبر کو ہماری دعوت آزاد کشمیر کے سردار عبدالقیوم خان نے کی۔ مگر میں نے اس پروگرام کو منسوخ کر دیا۔ اور لاہور جا دھمکا۔ بعد ازاں ماڈل ٹاؤن مدرسہ رحمانیہ سے حافظ عبدالرحمان مدنی، حافظ ثناء اللہ مدنی، حافظ عبدالسلام کیلانی وغیرہم کے ہمراہ مولانا موصوف کی زیارت کے لئے شیش محل روڈ پہنچا۔ بل کھاتی ہوئی سیڑھیوں سے جوں ہی بالائی منزل پر چڑھا تو کیا دیکھا کہ مولانا انگیٹھی پر دونوں ہاتھ رکھ کر آگ تاپ رہے ہیں۔ "الاعتصام" کی مجلس ادارت کے محترم رُکن جناب علیم ناصری پاس ہی تشریف فرما تھے۔ جناب علیم ناصری سے میرا غائبانہ تعارف تو پہلے ہی سے تھا مگر براہِ راست تعارف کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ آپ صرف ایک نامور قلم کار ہی نہیں بلکہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم کی طرح سادگی اور خدا ترسی کے ایک پیکرِ مجسّم بھی ہیں۔ حضرت مرحوم سے میں نے مؤدبانہ گزارش کی کہ مجھے اپنی زندگی پر مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں تعاون فرمائیں تو اس پر حضرت الاُستاذ کا جواب بالکل نفی میں رہا۔ پھر جناب محترم علیم ناصری کی معاونت و وساطت سے میں نے اس سلسلہ میں کسی حد تک کامیابی حاصل کرلی۔ بعد ازاں اپنے وطن مالوف لوٹ کر میں نے اُردو مواد کو بنگلہ کا جامہ پہنا دیا اور یہاں کے بنگلہ ہفت روزہ "عرفات" میں اشاعت کے لئے اُسے سپرد ہی کرنے والا تھا کہ موصوف کے انتقال پُرملال کی جانکاہ خبر سُننے میں آئی۔ اب میں اپنا یہ دکھڑا اور یہ فسانۂ غم کس کو سناؤں سے

فَلِمَنْ اَقُوْلُ اِذَا تُلِمُّ مُلِمَّةٌ — اَدْنِیْ بِرَأْیِكَ اَمْ اِلٰی مَنْ اَفْزَعُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب میں کیسے انہیں یہ یقین دلاؤں کہ حضرت آپ کا ذکرِ خیر صرف پاک و ہند کے گلی کوچے اور چپے چپے میں ہی نہیں بلکہ سرزمین بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے طول و عرض میں بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ آپ ایک محدود و تنگ و تاریک خوابگاہ میں ابدی نیند کے مزے لے رہے ہیں ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے — سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مرحوم نے اب اس مادی و فانی دنیا کو اس طرح خیرباد کہہ دیا کہ کوئی آواز بھی انہیں اس خوابِ راحت سے بیدار نہیں کر سکتی۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے آج قال اللہ و قال الرسول کی محفل سُونی ہو گئی۔ مدّت العمر جو بزمِ علوم و فنون کے لعل شب چراغ تھے۔ جو دینِ اسلام کے ایک جری سپہ سالار اور پُرجوش مبلغ تھے۔ ملّتِ بیضا کے جو بے باک علمبردار اور شرک و بدعات کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والے امام تھے۔ آج ان کی مرگِ ناگہانی نے ہماری زندگیوں کو بے لُطف اور بے کیف کر دیا۔ اب میں ان کی اس عظیم اور بوقلموں شخصیت کو کیسے اجاگر کروں۔

آج اگرچہ ہمارے دل سوگوار ہیں اور آنکھیں اشک بار ہیں۔ تاہم یہ خیال کرتے ہوئے ہمیں انتہائی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ کہ مرحوم نے ہمیں داغِ مفارقت دینے سے قبل ایک ایسی ٹیم تیار کر لی تھی جو ان کے مشن کو جاری اور اسے زندہ جاوید بنانے اور برقرار رکھنے کے لئے ہر وقت متحرک، فعال بلکہ کمربستہ ہے۔ اس ٹیم سے میری مراد جناب مولانا صلاح الدین یوسف، مولانا علیم ناصری، مولانا سلیمان انصاری اور حافظ احمد شاکر صاحبان ہیں۔ متعنا اللہ بطول حیاتھم۔

آخر الذکر جناب حافظ احمد شاکر صاحب مرحوم کے سچے جانشین صحیح خلف الرشید اور آپ کے اکلوتے بیٹے ہونے کی حیثیت سے اس سلسلہ کی ایک کڑی بھی ہیں۔ متذکرہ بالا حضرات کے لئے صحیح معنوں میں آپ دست راست، ممد و معاون بلکہ رُوحِ رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ ربّ العالمین ان سب کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے اور حضرت مرحوم کی قبر کو منور فرما کر انہیں اپنے جوارِ رحمت دِاعلیٰ علیّین میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین

برصغیر کے دانشور و اہلِ علم اس قلیل سی مدّت میں جس تیزی اور سرعت سے فوت ہوئے ہیں، اس کے تصور سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دل کانپ اٹھتا ہے۔ ابھی مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالرحمٰن طاہر سورتی۔ اور سانحہ لاہور کے شہیدوں کی فرقت کا زخم مندمل نہیں ہونے پایا تھا کہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی۔ متکلمِ اسلام مولانا محمد حنیف ندوی وغیرہم داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اِنْ عِشْتَ تَفْجَعُ بِالْاَحِبَّةِ كُلِّهِمْ
وَبَقَاءُ نَفْسِكَ لَا اَبَالَكَ اَفْجَعُ

پروردگارِ عالم نے ان مرحومین کو علومِ عقلیہ و نقلیہ میں تبحرِ کامل اور دلائلِ شرعیہ کے استنباط و استخراج کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پورے عالمِ اسلام میں ان کی شخصیات معزز و محترم تھیں۔ خالقِ اکبر نے ان سب کو تقریباً نصف صدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کتاب و سنت کی روشنی میں خدمت قوم کی رہنمائی کا موقع مرحمت فرمایا۔

ان میں سے آخر الذکر یعنی مولانا محمد حنیف ندوی کی شخصیت علم و ادب کی دنیا میں جانی پہچانی اور بہت بھاری بھر کم تھی۔ دیش بدیش اور دوست و دشمن کے حلقوں میں بھی انہیں بہت قدر و منزلت اور نہایت وقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک طرف تو وہ طریقہ سلف صالحین کے شیدائی تھے تو دوسری طرف لکھنوی جدت و رکھ رکھاؤ کے دلدادہ تھے۔ گویا آپ قدیم و جدید کے ایک سنگم تھے۔ پاکستان کے فیصل آباد میں جب جامعہ سلفیہ اور ادارہ علوم اثریہ وجود میں آئے تو مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے ہی سب سے پہلے ان اداروں کے نام کے ساتھ سلفیہ و اثریہ جوڑنے کی تجویز کی تھی۔

متعدد جماعتی و تحریکی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مرحوم تصنیف و تالیف اور تحقیق و ترتیب کے میدان میں بھی ایک عظیم شہسوار تھے۔ مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمۂ قرآن پر ان کی نظر ثانی و تعلیقات چھ جلدوں میں ان کے عنفوانِ شباب کی عظیم شاہکار تفسیر "سراج البیان" ان کے بہترین شہ پارے "افکارِ ابن خلدون" "افکار و تعلیماتِ غزالی" "سرگذشت غزالی" "افکارِ ابن تیمیہؒ" مزائیت مختلف زاویوں سے" "عقلیاتِ ابن تیمیہؒ" وغیرہ مایہ ناز تصنیفات کو کون نہیں جانتا؟ غرض تالیف و تحقیق کے وسیع میدان میں مولانا حنیف ندوی وہ گرانمایہ چھوڑ گئے کہ آج ان کی مثال پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ ان کے عالمانہ اور محققانہ شاہکاروں کی علمی دنیا میں دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔

موصوف ابتدائی دور میں ہفت روزہ "الاعتصام" کے مدیر مسئول بھی رہے تھے۔ ان کی ادارت میں یہ پرچہ آسمانِ صحافت پہ آفتاب نصف النہار بن کر چمکا۔

حضرت مولانا ندوی سے پہلی دفعہ جب ملاقات کا اتفاق ہوا، منٹگمری ضلع کی عظیم کانفرنس میں تو دیگر پنجابی تقاریر کے درمیان یکایک ان کی اردو تقریر سن کر خوشی کے مارے میرا دل اچھلنے لگا۔ اسی وقت میرے دل کے نہاں خانہ میں ان کی عزت و احترام اور عقیدت کی دھاک بیٹھ گئی۔ آگے چل کر جب میں نے جامعہ سلفیہ کے متعلم کی حیثیت سے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تو پہلے کی وہ فطری و جبلی عقیدت اور بھی مستحکم ہوگئی۔ آپ ہمیں "النظرات" پڑھایا کرتے تھے۔ اندازِ گفتگو اس قدر مؤثر و مدلل کہ ہم سب ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ ہر سمت مکمل سکوت اور خاموشی چھائی ہوئی ہوتی۔ آٹھ افراد پر مشتمل ہماری پوری جماعت جنہیں ہم پاک پنجتن اور "اصحاب ثلاثہ" کے نام سے یاد کرتے تھے، از حد محظوظ و متاثر ہوتے تھے۔ جب آپ گویا ہوتے تو موتیاں رولتے تھے۔ دورانِ گفتگو آپ کے منہ سے پھول چندن اور کندن کی بارش برستی تھی۔ ؏

کسی کی آنکھ میں جادو تری زباں میں ہے

جی چاہتا کہ وہ بولتے رہیں اور ہم اپنے جیب و دامن ان کی گل افشانیوں سے بھرتے چلے جائیں۔ ہمارے محترم جناب محی الدین قصوری ناظم تعلیمات ہونے کے باوجود اپنی فروتنی و انکساری کی بناء پر ہم جیسے شاگردوں کی صف میں بیٹھا کرتے تھے اور کبھی کبھار کوئی مسئلہ بھی دریافت کر لیتے۔ مولانا حنیف ندویؒ اس کا بہت ہی مدلل و تشفی بخش جواب دیتے۔ ذرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فاصلہ پر چبوترہ والی مسند پر جلوہ افروز ہو کر محمد عمر تبتی اپنا کھانا پکانے کے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ ان کے سامنے پان کھانے کے سامان اور دوسری چیزوں سمیت ایک چھوٹی سی دوکان لگی رہتی تھی۔

۲۵ دسمبر ۱۹۸۵ء کو جب میں اُستاذِ محترم مولانا حنیف ندوی سے ملنے گیا تو وہ اپنی کبر سنی کی بناء پر بہت ہی لاغر و نحیف ہو چکے تھے۔ لیکن مجھے دیکھتے ہی وفورِ مسرت سے اُچھل پڑے اور فوراً بغل گیر ہو کر آپ نے میرا پُرتپاک استقبال کیا۔ افسوس کہ یہی ہماری آخری ملاقات ثابت ہُوئی۔ اور اس کے بعد یہ قابلِ قدر ہستی یہ عظیم شخصیت باقی نہ رہی۔ ان کی رُوح قفس عنصری سے ہمیشہ کے لئے پرواز کر گئی اور عالمِ جاودانی کو سدھار گئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

بتا اے بلبلِ ناٰلاں کہ گلزاروں پہ کیا گزری
یہ ٹوٹا کوہِ غم کیسا، یہ کہساروں پہ کیا گزری

بارِ الٰہا تو مولانا حنیف ندویؒ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ اس پر اپنی رحمتِ بے پایاں کے پھُول برسا اور انہیں جنت الفردوس کے اعلیٰ و ارفع مقام سے نواز۔ آمین

قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ حضرت مولانا حنیف ندوی علیہ الرحمۃ کے داغِ مفارقت دے جانے پر ابھی کوئی مدت بھی نہیں گزرنے پائی تھی کہ مولانا مُحمد حنیف بھوجیانی کی باری آ گئی ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

چنانچہ پانچ سال کی طویل علالت کے بعد موصوف ۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہُوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ؎

ہے اُداسی ہر طرف پھیلی ہُوئی چھائی ہُوئی
گُلشنِ ہستی کی ہے ہر شاخ مرجھائی ہُوئی

ہائے افسوس کہ اس کاروان کی قابلِ قدر ہستیاں آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ہم سے جُدا ہوتی جا رہی ہیں۔ حالانکہ وہ ابھی تک اپنی آخری منزلِ مقصود تک نہیں پہنچنے پائیں یعنی اس ملتِ بیضا کی گرانقدر خدمات کما حقہ سرانجام نہیں دے سکیں ؎

...... نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ہمارے دیگر اساتذہ کرام میں سے حضرت مولانا محمد عبدہٗ صاحب مولانا ہدایت اللہ ندوی، مولانا شفیق الرحمٰن، مولانا شریف اللہ صاحب تھے۔ ان میں سے جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جو زندہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کا بابرکت علمی سایہ تادیر قائم رکھے۔

بقیۃ السلف، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حافظ محمد گوندلویؒ کے شاگرد رشید ہونے کی حیثیت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت العلام مولانا حنیف بھوجیانیؒ متعدد درس گاہوں کی مسندوں پر بڑی کامرانی کے ساتھ جلوہ افروز رہے۔ آپ بیک وقت محدث بھی تھے، مفسر بھی، محقق بھی، مدقق بھی اور مناظر و واعظ بھی، کہنہ مشق انشاء پرداز بھی، عالم و فاضل اور عابد و زاہد بھی۔ اپنے وقت کے مجاہد ہی نہیں بلکہ غازیٔ دوراں بھی، خالق کائنات نے جہاں آپ کو علم و ادب سے نوازا تھا۔ وہاں وضعداری، ملنساری، انکساری مہمان نوازی، صبر و تحمل، بردباری وغیرہ اوصاف حمیدہ بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ آپ ایک مرد میدان اور سپاہی دین اسلام کی حیثیت سے ہر محاذ پر اعدائے اسلام کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور حقانیت کا پرچم لہراتے ہوئے احقاق حق اور ابطال باطل کے فرض منصبی کو اپنی حیات مستعار اور عمر عزیز کی شام تک مردانہ وار انجام دیتے رہے۔

حضرت مرحوم ایک کامیاب مدرس و مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک آزمودہ کار اور کہنہ مشق صحافی بھی تھے۔ مؤقر ہفت روزہ "الاعتصام" کے آپ مدیر مسئول رہے۔ یہ معیاری پرچہ بڑی آب و تاب کے ساتھ انمول مضامین و عناوین پر مشتمل اپنی جماعت و مسلک کی صحیح ترجمانی کرتا ہوا تا دم تحریر شائع ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس کی ادارت کی ذمہ داریوں کو کمال حسن و خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ مرتے دم تک آپ سرانجام دیتے رہے۔ غالباً ۱۹۵۶ء میں "رحیق" کے نام سے آپ نے ایک علمی و معیاری ماہنامہ بھی جاری کیا تھا۔ جو اس برصغیر کے طول و عرض میں ہر لحاظ سے امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔ اس زمانہ میں راقم عاجز بھی جامعہ سلفیہ کا ادنیٰ سا متعلم بن کر دونوں پرچوں میں اپنا مضمون قسط وار شائع کرواتا رہا۔ بلاشبہ مولانا مرحوم کی ادارت میں ان دونوں پرچوں نے جماعت کی ترجمانی، مسلک کی نشر و اشاعت اور علوم و فنون کی ترویج اور تبلیغ و تشہیر میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تالیف و تصنیف کے علاوہ اپنے وقت کی سیاسیات میں بھی آپ کس قدر دخیل تھے اور صحافی دنیا میں آپ کا سیاسی موقف کیا تھا۔

مولانا ڈپٹی سید احمد حسن دہلوی نے "تنقیح الرواۃ" کے نام سے جو مایہ ناز علمی کتاب تصنیف کی تھی اسے مولانا حنیف بھوجیانی ہی نے نظر ثانی اور تدقیق کے بعد زیور طبع سے آراستہ کیا۔ علاوہ ازیں "سنن نسائی" پر آپ کے حواشی بلکہ شرح "التعلیقات السلفیۃ" کے نام سے شائع ہوئی تو عرب و عجم کے علماء اور دانشوروں کو آپ کی قومی اور علمی گرانقدر خدمات کے ساتھ ساتھ دینی خدمات کا بھی اعتراف کرنا پڑا۔ راقم الحروف نے بنگلہ دیش میں جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری ترتیب دی تو تعلیقات مذکورہ سے بھی بہت زیادہ مستفید ہوا۔

علاوہ ازیں شہرۂ آفاق رائٹر "ابوزہرہ" مصری کی مایہ ناز تصنیفات حیات امام احمد بن حنبل۔ حیات امام ابوحنیفہ۔ حیات امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کو جب اردو کا جامہ پہنایا گیا تو آپ ہی نے ان پر حواشی و تعلیقات کا بیڑا اٹھایا۔ لامحالہ یہ سب بہترین دینی خدمات ہیں۔ تالیف اور تحقیق و تدقیق کا یہ لامتناہی سلسلہ جب چل نکلا تو آپ کی ساری کاوش جانفشانی اور رہی سہی توانائی بھی اسی بابرکت کام میں صرف ہوتی رہی۔ سچ پوچھئے تو آپ نے اپنے خون جگر سے اس دین حنیف کی آبیاری کی خاطر "حنیف" بننے کا عملی نمونہ صحیح معنوں میں پیش کر دیا۔ اس کے علاوہ علامہ شوکانی، پیارے نبی کی پیاری دعائیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ رسائل و کتابچے اور فتاویٰ آپ کے نام نامی کو اس فانی دنیا میں زندہ و جاوید رکھنے کے لئے کافی و شافی ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری حفظہ اللہ نے جب "مرعاۃ شرح مشکوٰۃ" لکھنی شروع کی تو آپ نے اس کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، اور اس سلسلہ میں اپنا دستِ تعاون پوری طرح بڑھایا۔ بلاشبہ یہ شرح خدمتِ حدیث کے سلسلہ میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

"دارالدعوۃ السلفیۃ" کے نام سے آپ نے ایک مکتبہ، مسجد، لائبریری و دفتر الاعتصام پر مشتمل ایک نیا ادارہ قائم کرتے ہوئے کمیاب و نادر الوجود کتابیں شائع کیں۔ اور مولانا عزیز زبیدیؒ سے صحیح بخاری شریف کا حاشیہ لکھوایا۔ اللہ پاک ہمیں آپ کے شروع کردہ ان کارناموں کو پوری طرح مکمل کرنے اور زندہ و جاوید رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اپنی جماعت کو آپ کا نعم البدل عنایت کرے۔ آپ کی انسانی لغزشوں سے درگذر فرمائے اور آپ کو شہداء و صدیقین کے زمرہ میں شامل کرے۔ آمین ثم آمین !!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد اسحٰق
خانقاہ ڈوگراں

خادمِ اسلام اور متبّع سُنّت

حضرت مولانا محمدؒ عطاء اللہ حنیفؒ رحمۃ اللہ علیہ سے وفات سے چند سال قبل ملاقات ہوئی۔ آباء و اجداد کا حضرت سے تعارف اُس وقت سے تھا جب وہ مسجد مبارک اہلحدیث لاہور کے مایہ ناز خطیب تھے۔ مولانا کے مسلسل علمی خطبات سُننے کے بعد میرے بزرگوار اُن سے بے حد متأثر تھے۔ مجھے مولانا کا غائبانہ تعارف اسی وجہ سے تھا۔

دل چاہنے لگا کہ ایسی شخصیت سے، جو کہ علم و فضل کی پیکر ہے، ضرور ملا جائے۔ دورانِ ملاقات میں نے مولانا کو ویسا ہی پایا جیسا حسن رکھا تھا۔ یقیناً مولانا سادہ مزاج، بلند پایہ عالمِ دین اور حافظ حدیث تھے۔

فرمانِ نبویؐ کے وہ عین مصداق تھے کہ اولیاء اللہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اُنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جائے جب اُنہیں دیکھا تو بس خدا یاد آ گیا۔ دورانِ گفتگو حضرت نے فرمایا کہ میں نواب صدّیق حسن خان بھوپالی اور حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہما کے علم و فضل سے بہت متأثر ہوں کہ اُنہوں نے علمِ حدیث پر بہت محنت کی تھی۔ مجھے مولانا نے ان دو شخصیات کی بعض کتابوں کے مطالعہ کا بھی مشورہ دیا۔ مولانا متعدّد کتابوں کے مُصنّف تھے مگر اپنی کتابوں کی بجائے دیگر علماء کرام کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دے کر ثابت کر دیا کہ ان کے اندر خود پسندی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ایک دن دفتر الاعتصام میں حضرت سے تعویذ کی شرعی حیثیت پر سوال کیا تو فرمانے لگے۔ روایات دونوں طرح کرنے اور نہ کرنے کے متعلق ملتی ہیں۔ میں نے حضرت کی رائے معلوم کرنا چاہی تو کہنے لگے حافظ عبداللہ روپڑیؒ فی سبیل اللہ تعویذ کیا کرتے تھے بس میں اتنی ہی رائے رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے علمی اعتبار سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مگر میں کاروباری اغراض و مقاصد کے لئے اتنی بھی اجازت نہیں پاتا۔ واضح رہے کہ حضرت خود فی سبیل اللہ بھی تعویذ نہ کیا کرتے تھے۔

گورنمنٹ ہوسٹل اسلام آباد میں ایک مُلاقات

ذاتی نوعیّت کے ایک کام کے لئے اسلام آباد جانا پڑا۔ ایک ممبر مجلسِ شوریٰ سے ملنا تھا۔ تلاش کے باوجود اُن کی رہائش معلوم نہ ہو سکی تو فوراً ذہن میں خیال آیا کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھی شوریٰ کے ممبر ہیں۔ جو ان دنوں اسلام آباد میں تھے، سے ملا جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاید وہ ہماری معاونت کر سکیں ۔ چنانچہ حضرت سے ملاقات کی ۔ سلام کے بعد مولانا نے رسیور اُٹھایا ۔ اور کچن میں ناشتے کا کہا ۔ ہم ناشتہ کر رہے تھے اور مولانا اجلاس میں شرکت کے لئے تیار ہو رہے تھے ۔ اچانک نظر اُس ولی اللہ پر پڑی جو لباس میں اتنی سادگی رکھتا تھا کہ ممبران شوریٰ میں ان کا ثانی نہ تھا ۔ اچکن کے ساتھ ٹخنوں سے اُونچا تہ بند ، بے ساختہ منہ سے نکلا حضرت شلوار پہن لیتے تو فرمانے لگے ، یہی لباس تھا کہ گھر بیٹھے بٹھائے جنرل محمد ضیاء الحق نے مجھے ممبر شوریٰ نامزد کر دیا ۔ اب نامزدگی کے بعد لباس میں تبدیلی کیا معنی رکھتی ہے عزت لباس سے نہیں بلکہ لباس التقویٰ ہو تو پھر بات بنتی ہے ۔ سلام کہتے ہوئے ہمارے اُس گم شدہ ممبر کی تلاش اور شرکتِ اجلاس کے لئے تشریف لے گئے ۔

کچھ دیر بعد تشریف لائے تو مُسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ جس سے ملنا چاہتے تھے وہ فلاں جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ ہم نے اجازت چاہی تو فرمانے لگے اگر رات ٹھہرنا ہو تو میرے کمرہ میں چلے آنا کرایہ کے ہوٹل میں ہرگز نہ ٹھہرنا ، میرا کمرہ کافی وسیع ہے ۔ ہم نے عرض کی کہ کمرہ اتنا وسیع نہیں جتنا آپ کا دل اللہ تعالیٰ نے وسیع اور صاف ستھرا بنایا ہے تو کہنے لگے ۔

میری جماعت کے افراد مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں ۔ میرا سرمایہ میری جماعت ہے ۔ ان سے میری اور مجھ سے ان کی محبت صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے ۔ ایک دن تیمارداری کے لئے حضرت کے گھر حاضر ہوا ۔ ابھی زیادہ نقاہت نہ تھی ، مطالعہ میں معروف تھے ۔ خاص خاص باتیں ہوئیں ۔ اتفاق سے ٹائم دریافت کیا تو مُسکرا دیئے اور اپنے خاص تبسمی انداز میں فرمانے لگے ۔ عُمر گذر گئی مگر گھڑی خریدنے کی فرصت نہ ملی ۔ جو بچا اُس کی کتابیں خرید لیا کرتا تھا میرا ساری زندگی یہی مشغلہ رہا ہے ۔ مگر کیا کروں تقسیم پاکستان پر میری بہت سی کتابیں ہندوستان میں رہ گئیں جو ہر وقت یاد آتی ہیں ۔

دورانِ گفتگو ایک ایسے دینی ادارے کا تذکرہ بھی اتفاقاً آگیا جو طلباء کو ٹیبلوں پر اچھے کھانے اور معقول وظیفہ دیتا ہے ۔ مولانا اپنے تجربات کی روشنی میں فرمانے لگے ہم نے تحصیلِ علم کے لئے بھوک پیاس ، گرمی وسردی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں مگر ہم سے خدمتِ اسلام نہ ہو سکی ۔ آج بڑھاپے میں اس بات کا احساس ہمیشہ رہا ہے مگر عیش وعشرت میں دین سیکھنے والے طلبا آزمائشی گھڑیوں میں کس قدر دین کی خدمات سرانجام دے سکیں گے ۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے میں نے اُن سے چند ملاقاتوں کے دوران جو کچھ سیکھا زندگی بھر کا سرمایہ سمجھتا ہوں ۔ یقیناً آپ علم و انسانیت کے بلند معیار پر فائز تھے ۔ خادمِ اسلام اور متبعِ سنت تھے ۔ خدا رحمت کرے اُس عالمِ ذیشان پر جو آج ہم میں نہیں ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ (آمین ثم آمین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک عبدالرشید عراقی
سوہدرہ

تواضع و انکسار اور شفقت و اخلاص کا مرقع

۱۹۵۲ء میں احقر نے میٹرک پاس کیا تو تمام دن ادھر اُدھر پھرنے کے علاوہ پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد میں حاضری ضروری تھی، انہی دنوں ہماری مسجد میں مولینا علم الدین صاحب گکھیاڑی ضلع شیخوپورہ سے بحیثیت خطیب تشریف لائے تو ان سے شناسائی ہوگئی۔ مولینا علم الدین مطالعہ کے بہت شوقین ہیں پنج وقتہ نماز کے علاوہ تمام وقت مطالعہ کتب میں صرف کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ کی تالیفات کے دلدادہ ہیں ——— اول اول مولانا علم الدین کی ہم نشینی سے ہی مذہبی اور تاریخی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، الحمدللہ یہ شوق ہنوز جاری ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ میرا یہ شوق تا ابد قائم رہے۔

اس وقت یعنی ۱۹۵۲ء سے مولانا عطاء اللہ حنیف سے خط و کتابت شروع ہوگئی۔ یہ خط و کتابت زیادہ تر کتابیں منگوانے کے سلسلے میں ہوتی تھی۔ اس لئے کہ مولانا نے "المکتبۃ السلفیۃ" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا۔

۱۹۵۵ء میں جمعیۃ اہلحدیث کی سالانہ کانفرنس لائیلپور میں، مولانا اسمٰعیل غزنوی مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوئی احقر اس کانفرنس میں شامل ہوا۔ وہاں مولانا علم الدین صاحب کے ذریعے مولانا عطاء اللہ حنیف سے پہلی ملاقات ہوئی نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے مولانا خوش مذاق اور معاملہ فہم انسان تھے۔ عربی میں کافی دسترس اور فارسی پر خاصا عبور رکھتے تھے۔ اردو ادب سے بھی گہرا شغف تھا۔

اس کے بعد غالباً ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ میں سید رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم کے ہاں ملازم ہوگیا۔ انہی دنوں مولانا عطاء اللہ حنیف امام ابوزہرہ مصری کی کتاب حیات امام احمد بن حنبلؒ کا ترجمہ جعفری صاحب سے کرا رہے تھے۔ اس لئے مولانا ہر دوسرے تیسرے روز آتے تھے یہیں سے میرے مولانا کے ساتھ گہرے مراسم ہوگئے۔

۱۹۶۱ء میں مسلم کمرشل بنک لاہور میں ملازم ہوگیا اور مستقل رہائش لاہور میں ہوگئی اور رہائش بھی مولانا کے پڑوس بھاٹی گیٹ میں تھی ہر اتوار کو مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے بھاٹی گیٹ سے رہائش ترک کرکے موہنی روڈ پر رہائش اختیار کر لی۔ تو پھر روزانہ مولانا کی دکان کے سامنے سے گزر ہوتا۔ دفتر جاتے وقت تو نہیں لیکن واپسی پر ضرور روزانہ ملاقات ہوتی۔

ولادت اور تعلیم | مولانا کی جائے پیدائش بھوجیاں، ضلع امرتسر ہے جو قبل از تقسیم ملک جماعت اہلحدیث تحصیل ترنتارن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مشہور مرکز تھا۔ قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ شاگرد حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ مرحوم سے پڑھا۔ ترجمہ اپنے والد مرحوم میاں صدرالدین حسین سے پڑھا۔ بلوغ المرام مولانا فیض اللہ خان رحمہ اللہ سے پڑھی۔ (جو تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر میں مرکزی شخصیت کے حامل تھے۔) صرف، نحو اور مشکوٰۃ شریف مولانا فیض اللہ خان رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ صحاح ستہ، جلالین مشہور اہل الحدیث عالم مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی مرحوم سے پڑھیں۔ جو بعد از تقسیم تادم حیات مدرسہ دارالحدیث اوکاڑہ کے شیخ الحدیث رہے۔ بیضاوی اور مؤطا امام مالک حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی سے پڑھیں، شرح نخبہ کامل مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ سے اور کتب منطق وکتب فقہ استاذ الحدیث مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد پھر حضرت گوندلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بقیہ کتابیں ملّا حسن احمد اللہ اور شرح عقائد ان سے پڑھیں۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ، کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ، لکھو کے ضلع فیروزپور، دارالعلوم اوڈانوالہ اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد سے آپ کی رہائش مستقل طور پر لاہور میں رہی [1]

---

[1] جب آپ تعلیم مکمل کر کے دہلی سے پنجاب لوٹے تو ان دنوں پنجاب میں جماعت اہلحدیث کی تنظیم ہو چکی تھی جس کے سربراہ مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے۔ اس تنظیم کے تحت گوجرانوالہ میں ایک مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے پہلے شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف مقرر ہوئے، لیکن افسوس کہ جماعت کا پہلا مرکزی دارالعلوم بعض وجوہ کی بناء پر امرتسر جاکر ختم ہو گیا۔ بعد ازاں ریاست فرید کوٹ کے مشہور قصبہ کوٹ کپورہ پھر لکھو کے ضلع فیروزپور میں کچھ مدت تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مولانا نے جامع مسجد اہلحدیث گنبدانوالی فیروزپور شہر میں مدرسہ نذیریہ کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا اور تقسیمِ ملک سے دو سال قبل تک مختلف علوم پڑھاتے رہے، اسی دوران امیر المجاہدین حضرت مولانا صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم تعلیم الاسلام (اوڈانوالہ) حال ماموں کانجن ضلع لائلپور میں شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز رہے اوڈانوالہ سے سالانہ تعطیلات پر جب واپس فیروزپور پہنچے تو اسی ماہ رمضان میں تقسیم ملک کا اعلان ہوا۔ اور پورا پنجاب فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔ ان فسادات میں مولانا کا عظیم ذاتی کتب جو ہزاروں ضخیم و نایاب کتب پر مشتمل تھا۔ اور دارالحدیث نذیریہ کا کتب خانہ بھی جماعت کے دوسرے بڑے بڑے کتب خانوں کی طرح فسادات کی نذر ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بعد از تقسیم ملک آپ نے کچھ مدت گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں گزاری۔ لیکن فسادات میں جماعت اہلحدیث کا شیرازہ بھی بکھر گیا تو آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ آف گوجرانوالہ اور دیگر چند احباب سے مشورہ کر کے ازسرنو منظم کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں دن رات ایک کر دیا۔ آپ اور مولانا اسمٰعیل مرحوم اپنے چند احباب کی معیت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حنیفؒ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کے گرویدہ اور امام ابن القیمؒ کی کتابوں کے شیدائی تھے، آپ کا کتب خانہ پاکستان کے کتب خانوں میں ایک خاص حیثیت کا حامل ہے۔ مولانا کا شغل یہ تھا کہ بہترین کتابیں جمع کی جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ بہترین کتب شائع بھی کی جائیں۔ چنانچہ آپ نے اب تک جو کتابیں شائع کی ہیں وہ کتابی دنیا میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔

تالیفات

مولانا ایک بلند پایہ صاحب علم تھے، اس لئے عوامی انداز کی چیزیں تو ان کے قلم سے کم ہی نکلیں۔ البتہ علمی و تحقیقی نوعیت کی کئی بیش قیمت کتابیں ان کی یادگار ہیں، جن میں سرفہرست سنن نسائی کا عربی حاشیہ ہے جو شائع ہو چکا ہے اور علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد کے عربی حواشی "فیض الودود" کے نام سے شروع کئے تھے جو ابتدائی حصہ سے زیادہ نہ ہو سکے اس لیے وہ طبع بھی نہ ہو سکے۔

۲۔ شیخ ابو زہرہ مصری پروفیسر فواد یونیورسٹی مصر کی کتاب حیات امام احمد بن حنبلؒ کا ترجمہ سید رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم نے کیا، آپ نے اس کا حاشیہ لکھا۔

۳۔ ابو زہرہ کی کتاب حیات امام ابن تیمیہؒ کا ترجمہ سید رئیس احمد جعفری مرحوم نے کیا، مقدمہ مولانا غلام رسول مہر نے لکھا۔ حواشی و تعلیقات مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے لکھے جو تقریباً اصل کتاب جتنے ہیں اور اہل علم کے لئے بے حد مفید ہیں۔

۴۔ امام ابو زہرہ کی کتاب حیات امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری نے کیا اور حواشی و تعلیقات مولانا عطاء اللہ حنیف نے لکھے، یہ تینوں یعنی نمبر ۳، ۴، ۵، اپنی نگرانی میں اپنے ادارہ "المکتبۃ السلفیہ" کے زیر اہتمام شائع کیں۔ اور حضرت مولانا کے بیش قیمت تعلیقات و حواشی نے ان میں چار چاند لگا دیئے اور ان کی قدر و قیمت

بقیہ: مولانا غزنویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا غزنویؒ نے احساس ذمہ داری کے پیش نظر جماعت کی تنظیم نو میں حصہ لینے کی حامی بھر لی اور یہ قافلہ تنظیم جماعت میں مصروف ہو گیا۔ سب بزرگوں کی شب و روز محنت رنگ لائی اور مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے نام سے ایک فعال ادارہ کا قیام عمل میں آگیا۔ اس تنظیم کے سامنے جو کرنے کے کام تھے، ان میں سرفہرست ایک مرکزی دارالعلوم کا قیام تھا۔ چنانچہ "الجامعۃ السلفیہ" کے نام سے شیش محل روڈ لاہور پر دارالعلوم تقویۃ السلام غزنویہ کی بلڈنگ میں آغاز کر دیا گیا اور اس مرکزی دارالعلوم کی مسند شیخ الحدیث کے لئے بھی نظر انتخاب مولانا ہی پر پڑی۔

بعد ازاں "الجامعۃ السلفیہ" لائلپور منتقل کر دیا گیا۔ جو بحمد للہ اب تک قائم ہے اور ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے دعا ہے، اللہ تعالیٰ جماعت اور بزرگوں کے اس باقیات صالحات کو تا قیامت قائم رکھے۔ آمین۔ (ادارہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیش بہا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ یہ کتابیں بھی ان ہی حواشی کی وجہ سے اہل علم و فکر میں کافی مقبول ہیں۔

۵۔ سیرت امام شوکانیؒ یہ امام شوکانی ؒ کے سوانح پر اُردو میں مختصر واحد کتاب ہے۔

۶۔ پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں، یہ نماز مترجم اور دیگر ضروری ادعیہ مسنونہ پر مشتمل ایک عام فہم کتاب ہے۔ جو عوامی حلقوں میں بڑی مقبول اور ان کے لئے بڑی مفید ہے[1]

المکتبہ السلفیہ کے زیر اہتمام ان کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی علمی کتابیں آپ نے شائع کی ہیں۔ مثلاً دیوان حماسہ عربی معہ حاشیہ مولانا اعزاز علی دیوبندی، تفسیر احسن التفاسیر از مولانا احمد حسن دہلویؒ۔ اس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی تین جلدیں شائع ہونا باقی ہیں۔ احسن التفاسیر کو آپ نے دوبارہ ایڈٹ کیا ہے، مولانا احمد حسن مرحوم نے اپنی تفسیر میں احادیث وغیرہ درج کی ہیں مگر ان کا حوالہ نہیں دیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے ہر حدیث کا حوالہ معہ کتاب و صفحہ کے دیا ہے۔ حیات ولی از مولانا رحیم بخش دہلوی، اصول تفسیر از امام ابن تیمیہؒ، ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم، محمدیہ پاکٹ بک، از مولانا عبداللہ معمار امرتسری، اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان از مولانا عزیز الدین مراد آبادی وغیرہ، اس کے علاوہ تقریباً ۲۰ چھوٹی بڑی کتابیں ہوں گی۔ جو مولانا دام ظلہ نے اپنی نگرانی میں شائع کیں۔

مصلحین امت میں امام احمدؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ، امام ابن حزمؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور ملنے جلنے والوں کو ان کے حالات پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی جذبہ کے تحت آپ نے حیات امام ابن تیمیہؒ ترجمہ کرا کے شائع کیں۔

مشاہدات و تاثرات

مولانا کو اپنے خصوصی مزاج لطیف ذوق اور بلند پایہ علمی صلاحیت کی بناء پر عالم اسلام کے علمی حلقوں اور ملک میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی علمی قابلیت اور

---

[1] حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اور ایڈٹ شدہ کتاب ہے جس کا ذکر مضمون نگار سے رہ گیا ہے اور وہ ہے شاہ ولی اللہ کا ایک نادر مخطوط حدیث و فقہ اور اس سے متعلقات کے بارے میں۔ یہ علمی مخطوط اب تک غیر مطبوعہ تھا جسے حضرت مولانا نے بڑی تدقیق و محنت سے نہ صرف ایڈٹ کر کے شائع کیا بلکہ اس میں گراں قدر تعلیقات و حواشی کا بھی اضافہ فرمایا اس سلسلے میں حضرت مولانا نے اس کتاب کے ذریعے سے کئی اکابر علمائے اہلحدیث کے مختصر حالات بھی عربی زبان میں تحریر کر دیئے ہیں۔ جو غالباً پہلی کوشش ہے۔ حضرت شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کا ترجمہ عربی میں اسی کتاب کے ذریعے منظر عام پر آیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ" اس کے علاوہ مولانا نے ۱۶/۱۷ سال قبل ایک علمی مجلہ ماہنامہ "رحیق" کا اجراء فرمایا تھا جو آپ کی زیر ادارت نکلتا تھا اور پاکستان کے علمی جرائد میں سرفہرست شمار ہوتا تھا افسوس کہ وہ تین سال کے بعد بند ہو گیا۔ لیکن اہل علم کو اس کی یاد اب بھی تڑپاتی ہے۔ (ادارہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی ذوق کے پیش نظر رؤیت ہلال کمیٹی کا رکن نامزد کیا ۔ اس سے پہلے حکومت قرآن پاک کی اشاعت کے سلسلہ میں جو کمیٹی تشکیل دی، اس کے بھی مولانا رکن رہے ۔

ناتواں جسم اور کمزور صحت کے باوجود اقامت دین کے سلسلہ میں مفوضہ فرائض انجام دینے میں ہر وقت مستعد نظر آتے تھے، مولانا کی زندگی جو کہ مسلسل جدوجہد کی داستان ہے، ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو ماحول کی ناسازگاری اور جسم کی ناتوانی کی آڑ لے کر اشاعتِ اسلام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو جاتے ہیں مولانا کی محبت میں اخلاص کی چاشنی اور شفقت کی مٹھاس ہوتی تھی، دوستوں اور ساتھیوں سے کبھی ظاہرداری اور بناوٹی خوش مزاجی سے پیش نہیں آتے تھے بلکہ تعلقات و روابط میں ظاہر باطن کا پرتو ہوتا ہے جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر، فرماتے تھے ۔

"میرے دوستانہ روابط میں یک رنگی ہوتی ہے ۔ ظاہر و باطن دونوں یکساں ہیں، مجھے تصنع، بناوٹ اور منافقانہ ظاہرداری سے سخت نفرت ہے، اگر میں کسی سے ملتا ہوں تو پوری طرح ملتا ہوں اور کٹتا ہوں تو پھر اس کٹنے میں کوئی لچک نہیں ہوتی"

مولانا کا علمی لحاظ سے بہت اونچا مقام تھا اس کے باوجود مزاج میں تواضع اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، بارہا ایسا ہوا کہ کسی بات پر مولانا سے اختلاف ہوا ۔ تو مولانا نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں ذرا سی بھی جھجک محسوس نہ کی ۔ تواضع اور انکساری کا یہ جوہر عام طور پر نامور اہل علم میں بہت ہی کم نظر آتا ہے ایک عالم اور صاحب فن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا ذہن کبر و اور خود پسندی سے آلودہ نہ ہونے پائے ۔

تواضع اور مخلصانہ محبت کے باوجود دوستوں اور ساتھیوں پر ان کی تنقید بے لاگ ہوتی تھی ۔ شوریٰ کا اجلاس ہو یا احباب کی مجلس جہاں کہیں انہوں نے محسوس کیا کہ کتاب و سنت کے منافی کوئی عمل اختیار کیا جا رہا ہے فوراً ان کی زبانِ تنقید بے نیام ہو گئی ۔ اس بارے میں نہ انہوں نے کبھی ارباب اقتدار کی پروا کی اور نہ اصحاب ارشاد و افتاء کی ۔

اس فریضۂ احتساب کے معاملہ میں نہ رفقائے جماعت کی پرواہ کرتے نہ اکابر جماعت کا لحاظ ۔ لیکن یہ تنقید غیظ و غضب کا مظہر نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ اس موقع پر مولانا جمعیت اہلحدیث سے عملی طور پر کنارہ کش نظر آتے ۔

مولانا شروع ہی سے کھدر پوش تھے ۔ رہائش اور مزاج میں سادگی ان کی زندگی کی نمایاں خصوصیات میں شمار کی جاسکتی ہے ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک لباس میں تکلیف اور رہائش میں کروفر نہ ہو، مخاطب کو متاثر نہیں جاسکتا ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس کے پاس قوت کا اصل منبع یعنی ایمان کا خزانہ موجود ہو، اُسے ظاہر تکلف اور نمائش کی کیا ضرورت پیش آسکتی ہے ۔

مولانا اپنے رفقاء کے لئے ہمدرد ساتھی اور مشفق و غمگسار استاد بھی تھے ۔ وسعت ظرف کا یہ حال تھا کہ کسی رفیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوتاہی کو کینے کی شکل نہیں دی۔ جو شکایت ہوتی ہے برملا کہہ دیتے اور دل آئینہ کی طرح صاف۔ آیت قرآنی۔
ربنا لا تجعل فی قلوبنا الا للذین آمنوا پر پوری طرح عامل ہیں۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور دین کے مخلص سپاہی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرفان مجید مہر
نیویارک - امریکہ

مکتوبِ امریکہ

بھائی شاکر ! السلام علیکم

کہاں میں اور کہاں میری دعائیں - وہ بھی علم و عرفان رکھنے والی ایسی شخصیت کے لئے جس کا بیٹا ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہے - تاہم ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

دلِ مضطرب نے مجبور کیا۔ جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے احساسات کو سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

اگرچہ اپنا تعارف نہایت مختصر اس قدر مختصر کہ شاید یاد بھی نہ ہو مگر تعلق اور علمی وابستگی بہت گہری و اہم۔

اُٹھے جو تیری مجلس سے تو دنیا بدل گئی

آپ کے والدِ محترم کی شاگردی اور خدمت کی حسرت تو دل ہی میں رہ گئی لیکن علمی تعلق غائبانہ ہوتے ہوئے بھی روحانی باپ، اُستاد اور معالج ثابت ہوا۔ آپ کے والدِ محترم کے مُستند طرزِ تحریر نے میرے بیمار ذہن کی کج فہمیاں نہ صرف دُور کر دیں بلکہ میرے طرزِ فکر کو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صدائے بازگشت کا متلاشی بنا دیا۔ دلائل کی محتاجی سے آزاد کر کے میرے دلائل کو میری طرزِ فکر کا غلام بنا دیا۔ اور میری فکر کو لذتِ ایمان بخشی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَجَزَاھُمُ اللّٰہ

چند سال کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر میرے گناہوں سے قطع نظر اپنی رحمت کے دروازے کھولے اور دین کی طرف راغب فرمایا۔ محض جذباتی اور موروثی رغبت کو ابھی چند ماہ بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ گھر بیٹھے بٹھائے کسی جدّوجہد کے بغیر اک کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا، جس کا تعارف عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا لکھا ہوا تھا۔ یہ تعارف کچھ نقوش ذہن پر نقش کر گیا۔ جو آسانی سے مٹنے والے نہ تھے۔ خواہ کج علمی تصوّر کیجئے یا میری نادانی کہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا نام اس سے پہلے میری لائبریری کی فہرستِ علماءِ دین میں نہ تھا۔

اسی اثنا میں ایک دوست براستہ پاکستان حجّ سے واپس تشریف لائے اور احسن التفاسیر نام کی ایک تفسیر ساتھ اٹھا لائے۔ چند روز تک یہ تفسیر ان کے کتب خانہ کی زینت بنی رہی اور پھر تقریباً ڈیڑھ سال تک میرے گھر میں بند پڑی رہی۔ از راہِ تکلف طارق بھائی نے یہ تحفہ کسی سے قبول کیا اور تکلفاً میں نے BOOK SHELF کے سب سے اُوپر والے خانے میں رکھ دیا۔ قرآن سمجھنے کا شوق نہ جانے کہاں کہاں لئے پھرا۔ مدلل جوابات کے باوجود تفسیر کے باب میں اختلاف رائے کی گنجائش بحث اور جھگڑے کا باعث بنتی رہی۔ اور قرآن و حدیث سیکھنے کے لئے اُستاد کی کمی کا احساس شدت اختیار کر گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۳ء ماہِ صیام کا واقعہ ہے کہ خلافِ معمول بعد نمازِ عشاء کچھ پڑھنے کو جی چاہا۔ الماری میں دھری کتابوں پر نظر ڈالی مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا پڑھوں۔ بادلِ نخواستہ احسن التفاسیر کی پہلی جلد اٹھائی۔ گرد جھاڑی اور سوچا کہ ذرا تفہیم القرآن اور دیگر تفاسیر جو پڑھ چکا ہوں اُن سے موازنہ کیا جائے۔ حسبِ عادت کلمۂ ناشر اور فاضل مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات جو پڑھی تو فوراً عطاء اللہ حنیف کے نام سے وابستہ نقوش ذہن کی سطح پر منعکس ہونے لگے۔ یُوں لگا کہ نایاب موتی تو میرے گھر ہی میں پڑا ہوا تھا۔

مقدمہ پڑھنا شروع کیا اور زندگی میں پہلی بار یقین کی حد تک یہ احساس ہوا کہ جس خزانے کی تلاش تھی وہ مل گیا۔

بس یہ رات میری زندگی کی خوش ترین رات تھی اور میں اگر یہ تصوّر کروں کہ میرے لئے یہی شب قدر تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ وہ رات تھی جس میں مجھے قرآن اور حقیقتِ حدیث کی آگہی حاصل ہوئی۔ اور حقیقت میں مقامِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف حاصل ہوا۔ اگلی صبح کے ساتھ اک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ قرآن سمجھنے کے لئے احسن التفاسیر اور اُس کا مقدمہ لوگوں تک پہنچانا میرا نصب العین بن گیا۔ اس آغاز کے ساتھ ساتھ دل مشتاقِ علم و عرفان کے اس پیکر اُستاذِ محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف سے ملنے کی تمنائیں کرنے لگا۔ میرا شوق بالآخر ۱۹۸۶ء میں مجھے لاہور لے گیا۔ بیمار پرسی کے لئے حاضرِ خدمت ہوا۔ یُوں احساس ہوا کہ دَورِ حاضر میں چودہ سو سال پہلے کا دَورِ اصحابِ رسُول لَوٹ آیا ہے۔ میری آنکھوں نے جو دیکھا اُس کا اثر اور اُس صحبت میں رہنے کی حسرت ابھی باقی ہے۔

کرتے ہو تمنا کہ گُلِ رُو نظر آئے　　　آنکھیں بھی وہ لاؤ کہ خوشبو نظر آئے

جس معلّم کی شاگردی اور خدمت کا عزم اور تمنا دل میں لیے پھرتا تھا وہ اس جہانِ فانی سے رُخصت ہو گیا۔ بس یہ عزم اور میری تمنائیں بن کر آتے ہیں میرے لب پر یہ دُعا۔

یا اللہ میرے رُوحانی باپ اور اُستاذِ محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (جس نے اپنے علم اور عمل سے حقیقت میں دینِ حنیف کی پاسبانی کی) کو اپنے ہاں اپنے آخری رسولؐ اور اصحابِ رسُول کی محفل میں نشست دے۔ ایسے پرہیزگاروں کو وہ محفل نصیب کر جس کی وہ تصویر اس دنیا میں بنایا کرتے تھے۔ (آمین)

یا اللہ علم و عرفان کے یہ پیکر رُخصت ہوا چاہتے ہیں۔ ان کی بخشش اور مغفرت کے ساتھ ساتھ ہماری تربیت کے لئے اُن کے نعم البدل بھی پیدا کر ورنہ کہاں جائیں گے یہ تیرے گناہگار بندے (آمین)

یا اللہ میرے بھائی شاکر اور اُن کے اہل و عیال کو صبرِ جمیل کی نعمتِ خاص سے نواز اور دینِ حنیف کی پاسبانی کے لئے والد کی جگہ لینے کی ہمت اور حکمت عطا فرما۔ (آمین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابو حمزہ عبد الحمید المری
علی پور ضلع مظفر گڑھ

میں نے لاہور میں کیا پایا

اگرچہ میں ایک بے بضاعت ہوں اور نہ لکھنے والا۔ لیکن بعض شخصیات ایک منجمد شخص کو کچھ لکھنے پر ابھار ہی دیتی ہیں۔ یہ میری ذاتی ذکریات (یادیں) ہیں اور ان میں ان کی شخصیت اور اتباع سلف کے حوالے سے کچھ عرض خدمت ہوگا ممکن ہے کہ بعض باتیں احباب کو شاید ہی باور ہوں۔ بہر حال شخصی ذکریات میں ایسا کچھ ہو ہی جاتا ہے نیز اکثر و بیشتر یادداشتیں مشترکہ بین حنیفین رحمہما اللہ بھی ہیں۔ ایک تو حضرت الأستاذ شیخ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور دوسری ہستی مولانا محمد حنیف صاحب ندوی۔ ادخلہما اللہ فی فسیح جنانہ۔ آمین

میرا تقویۃ الاسلام لاہور میں آخری سال تھا۔ اُستاذان محترمان حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب شیخ الحدیث اور حضرت حافظ عبد الرشید صاحب گوہڑوی سے اسباق پڑھا کرتا تھا۔ چونکہ میں دیہاتی ماحول کا خوگر تھا اور لاہور شہر ترقی یافتہ۔ انہی دنوں میں ایک سفید ریش بالکل نحیف بزرگ اکثر نماز پڑھنے تشریف لاتے تھے۔ اور کئی دفعہ نماز کے لئے مجھے امامت کرانے کی غرض سے دائیں طرف یا اگر دوسرے ایک بزرگ، سفید ریش و سفید رنگ عصا ہاتھ میں لئے ہوتے تو مجھے آگے کر دیتے۔ میں کافی اصرار کرتا کہ حضرت آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں میرا حق نہیں بنتا لیکن بہ اصرار اور حکماً آگے کر دیتے، ناچار نماز پڑھانی پڑتی۔ ایک تو حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب اور دوسرے مولانا محمد حنیف صاحب ندوی ہوتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں معلومات حاصل کرنے کے بعد علم ہوا۔ پھر تو میرے دل کے دریچے کھل گئے۔ اگرچہ میرے دونوں اساتذہ کرام بھی سادہ مزاج تھے۔ لیکن جن شخصیات نے مجھے سادگی، مطالعہ کی لگن اور علمی گہرائی کے شوق اور سادگی میں نفاست نے متاثر کیا وہ مولانا بھوجیانی اور مولانا ندوی کی شخصیات ہیں لیکن ان میں سے مولانا عطاء اللہ صاحب سے اکثر واسطہ اور تعلق رہتا تھا۔ اکثر مکتبہ سلفیہ میں ان سے ملاقات رہتی۔ اور وہیں ان سے استفادہ کا موقع نصیب ہوتا۔ ان باتوں کے علاوہ مجھے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ لیکن کتب نہ ہونے کی وجہ سے جو سہولیات حضرت مولانا بھوجیانی نے مہیا کیں وہ اس زمانے میں شاید ہی کوئی مہیا کرتا۔ جس کی ذاتی لائبریری ہو۔ انہوں نے مطالعہ کا مزید شوق دلایا اور فرمایا کہ مولوی عبد الحمید زبان سے زیادہ دماغ اور ہاتھ سے کام لینا بہتر ہے۔ اس میدان میں ہماری جماعت کے بہت کم لوگ دخل دیتے ہیں، ان کے اس فرمان کے بعد عرض کیا کہ حضرت کتب ہوں تو مطالعہ کروں تو فرمایا کہ یہ مکتبہ اور میری ذاتی کتب موجود ہیں۔ پھر حافظ احمد شاکر سے مخاطب ہوئے (شاید انہیں یاد ہو) حافظ احمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یہ بتایا بعد میں تم (مخصوص پنجابی لہجے میں) جس کتاب کی ضرورت ہو ان کو مطالعہ کے لئے دے دیا کرو۔

اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ بہت خوب نکلا۔ اور میں مزید ان سے قریب ہوتا چلا گیا۔ وہ مجھے اپنے کتب خانہ میں بالائی منزل پر لے جاتے اور کتب کے متعلق میری معلومات میں اضافہ فرمایا کرتے تھے۔ قریب ہونے کے بعد میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت علم و فضل وغیرہ میں آپ مجھ سے برتر ہیں، میں تو ابھی طالب علم ہوں۔ آپ مجھے نماز پڑھانے کا حکم فرماتے ہیں (یہ واقعہ صرف مدرسہ غزنویہ کے اندر نماز پڑھانے کا ہے) تو مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت موجود تھے۔ اکٹھے نماز پڑھی تھی فرمانے لگے۔ (اپنے بچیاں نوں اساں اگے نہ لیاواں گے تے ہور کون اگے آن دے گا) مولانا ندوی مرحوم بھی مسکرا دیئے اور فرمایا کہ مولوی صاحب ہمیں نماز پڑھانے کا نہیں بلکہ کسی کے پیچھے پڑھنے کا شوق ہے۔ لہذا آپ ہمارے امام ہیں۔ جب بھی غزنویہ میں نماز کا اتفاق ہو جائے تو آپ کو پڑھانی پڑے گی۔

حضرت مولانا بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ لاہور آئیں، سنن نسائی پر کام کرنا ہے۔ فی الحال کوئی دوسرا اس طرف آتا نظر نہیں آتا۔ حاضر ہونے کے بعد میں نے سنن نسائی مع التعلیقات السلفیۃ پر کام شروع کیا کہ جن روایات میں امام نسائی رحمہ اللہ باقی کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ میں سے منفرد روایات لائے ہیں ان پر کام کرنا اور ان کو ممتاز کرنا تھا۔ میں نے کام شروع کر دیا۔ ایک نئی قائم شدہ لائبریری میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے۔ (اتفاقاً اس وقت راقم الحروف اور مولانا عطاء اللہ صاحب رحمہ اللہ دونوں موجود تھے اور ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا مطالعہ فرما رہے تھے۔) اور پوچھا کہ میں نے مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملنا ہے۔ میرے اشارہ کرنے پر وہ صاحب آگے بڑھے کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہنے لگے بھائی میں نے ان سے ملنا ہے آپ صحیح بتائیں انہیں بتایا کہ بھائی مولانا صاحب یہی ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس آدمی کے آنے اور میرے ساتھ گفت گو کرکے اور پھر آنے کا مولانا کو علم نہ ہوا۔ میں نے مولانا رحمہ اللہ کا مطالعہ میں انہماک دیکھا بعد میں ان صاحب سے ملوا دیا تو وہ حیران ہو گیا۔ غالباً ان کی حیرانی اس وجہ سے تھی کہ آج کل کے ہمارے علماء مقطع و مسجع رہنے لگے ہیں ان میں سادگی نام کی کوئی چیز نہیں اور نہ ان کے اندر مطالعے کا وہ انہماک ہے۔ اس وقت جو کچھ علمی کام کر رہا ہوں یا کیا ہے وہ حضرت مولانا ہی کا مرہونِ منت ہے انہوں نے میری اس طرف رہنمائی فرمائی تھی۔ چاہے حدیث اور اس کی تخریج ہو یا رجالِ حدیث یا اصولِ حدیث وغیرہ کاش کہ چند سال ان کی صحبت میں رہ سکتا۔ اگر معاشی معاملات آڑے نہ آتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سادگی، بے تکلفی، علمی کاموں میں انہماک، فخر و مباہات سے اجتناب، عجز و انکساری، کتاب و سنت سے عشق اور ان کے دشمنوں سے بغض، جیسی صفاتِ عالیہ میں وہ ممتاز تھے۔ بہرحال اگر سلف صالحین کا نمونہ اور علم کا آفتاب دیکھنا نصیب ہوا تو وہ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف تھے۔ ان کے ایک ادنیٰ تربیت یافتہ ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے کروٹ کروٹ دعا صمیم قلب سے نکلتی ہے کہ مجھے بھی سبق دے گئے اور اپنی آخرت بھی سنوار گئے۔ اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث ... او علم ينتفع به۔

یہ صرف چند باتیں ذہن میں یاد رہ گئیں اگر ساری یاد ہوتیں تو ایک اچھا خاصا مضمون بن جاتا صرف اس لئے یہ تحریر کی ہیں کہ ان کے اعمالِ خیر میں اضافہ ہو اور دعاؤں میں اضافہ کا سبب۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر حکیم ملک عنایت اللہ نسیم سوہدروی علیگ

م ۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء
۵ر رجب ۱۴۱۵ھ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف

کچھ یادیں ـــــ کچھ باتیں

۳ر اکتوبر کی صبح صبح مجھے عزیزم عبدالرشید عراقی نے مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے انتقال کی اطلاع دی جس کے سنتے ہی میرے دل ودماغ کی ساری کائنات ہل گئی۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اور جذبات پر قابو نہ رہا گذشتہ نصف صدی کی پوری تاریخ مرحوم کے حوالے سے آنکھوں میں پھر گئی اور یہ سب کچھ اس کے باوجود ہوا۔ جب کہ گذشتہ ایک دو ماہ سے میں بحیثیت طبیب ان کی شدید اور تشویشناک علالت کی بنا پر ان کی صحت یابی سے مایوس ہو چکا تھا اور ہر لمحہ اس افسوسناک خبر کا منتظر تھا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم سے ابتدائی ملاقات آج بھی ذہن میں تازہ ہے جب کہ اس سادہ دل و درویش صفت انسان سے جو شرافت۔ نجابت۔ محبت و مروت کا نمونہ اور علوم کا وسیع تر ذخیرہ اپنے سینے میں لئے ہوئے تھا۔ مجھے ان سے ملنے کی سعادت ملی پہلی ہی ملاقات میں میں نے جان لیا کہ ان کی معلومات کس قدر مدلل اور وسیع اور رائے کس قدر صائب اور متوازن ہے۔ اور اسی دن جان گیا کہ اس مجموعہ خصائص سے ملنا، ؏

ملاقاتی تیرا گویا تری محفل سے ملتا ہے

مجھے اندازہ ہوا کہ مولانا اگرچہ اپنے خیالات کو ٹھوس دلائل و براہین سے پیش کرتے ہیں مگر کسی پر زبردستی مسلط نہیں کرتے اور نہ ہی اختلاف رائے پر برہم ہوتے ہیں۔

میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کو جماعت اہلحدیث کا حسرت موہانی کہا کرتا تھا اور یہ تشبیہ صرف دونوں کی سادگی و درویشی کی بنا پر تھی ورنہ مذہبی و دینی عقائد میں مولانا حسرت اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ میں بُعد المشرقین تھا البتہ انگریزی استعمار کی عداوت و مخالفت میں دونوں کے خیالات ایک حد تک یکساں تھے اور دونوں ہی عالم اسلام کے مصائب کا ذمہ دار برطانوی استعمار کو سمجھتے تھے اور اس کی پالیسیوں کو مفاد ملت کے لئے شدید مہلک قرار دیتے تھے۔

مولانا حسرتؔ اور ان میں دوسرا فرق یہ تھا کہ حسرتؔ جس بات پر اڑ جاتے اُسے کسی حال میں ترک نہ کرتے خواہ حقائق سے اس کی تصدیق نہ ہو مگر مولانا عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم کو اگر دلائل و حقائق سے قائل کر لیا جاتا کہ ان کی یہ رائے درست نہیں ہے تو کمال خوش دلی سے تسلیم کر لیتے۔ ہر دو حضرات کو اپنی سادگی و درویشی کی بنا پر ایک سے واقعات پیش آتے۔ چنانچہ مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسرت کو قیامِ پاکستان کے بعد اُن کے نیاز مند و عقیدت مند استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن لاہور پہنچے تو یہ لوگ تو سیکنڈ کلاس (جو ان دنوں درجہ اول سلیپر کے برابر تھا) کی طرف دوڑے مگر حسرت نہایت خاموشی سے اپنی گٹھڑی بغل میں دبائے اسٹیشن سے باہر آگئے اور ایک نان بائی کی دوکان پر بیٹھ گئے۔ جاننے والے ایک عقیدت مند کی نظر جونہی ان پر پڑی تو وہ حیران ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اس استفسار پہ مولانا نے جواب دیا۔ بھائی آپ کا ہجوم دیکھ کر میں سمجھا کوئی بڑا آدمی آرہا ہے۔ خاموشی سے چلا آیا۔۔ اسی طرح مولانا قیامِ پاکستان کے بعد جب بھارت گئے اور وطن مالوف بھوجیاں دیکھ کر آئے تو آتے ہوئے ساتھ کثیر تعداد میں کتابیں لے کر آئے تو بارڈر پہ کسٹم آفیسر سکھ نے ان کی ہیئت کذائی دیکھ کر کہا کہ بابا یہ کتابیں تو پڑھ لے گا تو اس نے کھول کر پڑھوائیں پھر ان کو کلیئر کیا۔

مجھے مولانا مرحوم کی سب سے بڑی خوبی جو انہیں اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی تھی، ان کی علم دوستی، وسیع گہرا مطالعہ اور احباب سے مخلصانہ محبت تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے وسیع وگرانقدر علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی کتب کا جو بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے اُسے وقف کر دیا ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ چنانچہ عربی کتب ونوادرات کا ایسا وسیع ذخیرہ لاہور میں کم ملتا ہے جس سے اہلِ علم فیض حاصل کر سکیں۔ مولانا کو دینی، تحقیقی مسائل اور زبان وادب پر کس قدر عبور تھا۔ اس کا اندازہ صرف اہلِ علم کر سکتے ہیں۔ سُنن نسائی کے حواشی کو انہوں نے جس قابلیت، محنت اور تحقیق سے تحریر کیا وہ اس کی ایک روشن مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ عرب کے علماء میں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ سلفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے وہ مسلکاً کسی بات کو اس وقت تک تسلیم نہ کرتے تھے جب کا قرآن وحدیث سے واضح ثبوت نہ ہو۔ اور اس سلسلے میں کسی مداہنت سے کام نہ لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مولانا مودودی کی دینی خوبیوں وصلاحیتوں کے قائل ہونے کے باوجود مولانا کی کتاب خلافت وملوکیت کا ٹھوس مدلل اور واضح جواب اپنی نگرانی میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب سے تحریر کرایا جس سے دینی مسائل پہ ان کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا اندازِ بیان خالصتاً علمی وتحقیقی ہے جس کا اہلِ علم نے اعتراف کیا ہے اور اب تک اس پایہ علمی کا کوئی جواب بھی نہیں آسکا۔ ابوزہرہ کی کتاب "حیات امام ابن تیمیہ" کے اُردو ایڈیشن پر مولانا نے جو مقدمہ وحواشی تحریر کئے اس کا ہر شخص معترف ہے۔ اس سے اس کتاب کی عظمت کو جو شرف حاصل ہوا اُسے وہی لوگ جانتے ہیں جنہیں دین۔ مذہب، تاریخ۔ ادب، حقائق کا کچھ تھوڑا سا بھی اندازہ ہے ان حواشی سے ان کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے، اسی طرح ابوزہرہ کی امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ پر بھی مولانا مرحوم کے حواشی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔

مجھے اس جامع روزگار شخصیت کی جس خوبی نے متاثر کیا وہ قول کی بجائے ان کا عمل ہے چنانچہ مولانا نے ادارہ "دارالدعوۃ السلفیہ" قائم کر کے اور ایک باقاعدہ مجلسِ انتظامیہ ترتیب دے کر اہم تصانیف کے تراجم واشاعت اور دیگر ٹھوس خدمات انجام دی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لئے ایک وسیع پروگرام بنایا اور جس کے لئے معقول سرمائے کا انتظام بھی کیا اس سے اس عظیم انسان کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لطف یہ کہ وہ درویشانہ طور پر خود جس مکان میں رہائش پذیر تھے وہ کرائے کا ہے جس کے نچلے حصے میں دوسرے کرائے دار رہائش پذیر ہیں۔ آج کے اس مادی دور میں ایسی کتنی مثالیں موجود ہیں؟

اس پیرانہ سالی میں باوجود علالت کے مولانا کے ذوقِ مطالعہ کی یہ کیفیت تھی کہ میں جب بھی حاضر ہوا، اہم نئی علمی و مذہبی تصانیف ان کے بستر کے چاروں طرف بکھری ہوتیں اور بیماری کے ابتدائی ایام میں بھی قرطاس و قلم باقاعدہ رواں دواں اور مصروفِ کار رہتے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف کو اس امر کا شدید احساس تھا کہ اہلِ حدیث جماعت اپنا اتحاد ختم کر کے مختلف گروہوں میں تقسیم ہو رہی ہے اور اس طرح سلفی المسلک لوگ اپنے مقصدِ اصلی کو فراموش کر کے ذاتی مفاد کے لئے کوشاں ہیں۔ راقم سے ایک دفعہ دورانِ گفتگو فرمایا کہ سیاسی طور پر آج جس نظامِ اسلامی کے اتحاد کا چرچا ہے کہ جملہ مکاتبِ خیال کی مرضی سے نافذ ہو فرمائیے، اگر اس میں شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لئے بھی دوسروں کی رضامندی کے لئے تبلیغ و اشاعت ممنوع ہو تو کیا اسے نظامِ اسلامی کہا جاسکتا ہے؟ اور یہ اہلِ حدیث کے لئے کس طرح قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟

تقسیمِ برِّصغیر کے بعد اگرچہ مولانا عملی سیاست سے کنارہ کش ہو چکے تھے تاہم اہلحدیث کی تنظیم جو خالصتاً کتاب و سنت کی بنیاد پر ہو اس کی تبلیغ و اشاعت و تنظیم کے لئے ہمیشہ سرگرم رہے اور اسی لئے ہفت روزہ "الاعتصام" جاری کیا اور مسلک اہلحدیث کی متعدد کتب شائع کیں۔ جماعتی معاملات میں مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل مرحوم کے ہمنوا رہے اور اس نحیف و نزار جسم انسان نے اپنے ذاتی مفاد و مصلحت سے بے نیاز ہو کر کام کیا۔ سیاسی طور پر انہوں نے ہمیشہ جمعیت علماء ہند کا ساتھ دیا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاسی قیادت کو ہمیشہ تسلیم کیا، ان کی رائے میں دونوں ممالک کے اتحاد سے ہی نفرت کی موجودہ بنیادیں ختم ہو سکتی ہیں۔ تقسیم کے بعد مولانا آزاد ہی کی طرح استحکامِ پاکستان کو اپنا مقصدِ اصلی قرار دیتے تھے اور اس کی مضبوطی اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ جماعتی افکار کی تبلیغ و اشاعت کے لئے الاعتصام کا ڈیکلریشن حاصل کرنے کے بعد اس کے عملہ ادارت میں مولانا حنیف ندوی جیسے باکمال افراد کو شامل کیا۔ آج بھی "الاعتصام" جماعتی تبلیغ کے لئے اپنا ایک جداگانہ علمی مقام رکھتا ہے۔ مولانا نے علمی و تحقیقی جریدہ ماہنامہ "رحیق" بھی جاری کیا جس نے علمی، ادبی و ملی حلقوں میں اپنا لوہا منوایا۔ جس کی مثال ہماری جماعت کے ماہناموں میں نایاب ہے اور آج بھی وہ اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے ممتاز ہے۔ افسوس کہ اس کے بعد اہلحدیث کا کوئی ایسا اعلیٰ معیار کا جریدہ علمی و جماعتی حلقوں میں نہ نکل سکا۔

مولانا مرحوم کو نام و نمود اور اقتدار کی ہوس سے سخت نفرت تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل رؤیتِ ہلال کمیٹی اور شوریٰ کی رکنیت قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ دوستوں اور احباب کے شدید اصرار پر بادلِ نخواستہ صرف اس لئے قبول کیں کہ شاید اس سے دین کی خدمت کا کوئی کام لے سکیں۔ وہ اس لئے بھی انہیں ناپسند کرتے تھے کہ اس سے ان کے مشغلۂ ذوقِ مطالعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تحقیق و تصنیف میں فرق آتا ہے۔

قرآن و حدیث فقہ تاریخ اور اسمائے رجال پہ نظر رکھنے والا ایسا وسیع النظر عالم اس کے باوجود کسی ملاقاتی سے ملنے سے گریز نہ کرتے اور ہر ایک سے اس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کھل کر گفتگو کرتے جس سے ہر ملنے والا یہ تأثر لے کر جاتا کہ میں ہی مولانا کے زیادہ قریب ہوں۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد متعدد لوگوں سے گفتگو ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ ہی تأثر تھا کہ مولانا میرے ہی زیادہ قریب اور مجھ سے ہی زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اپنے احباب و رفقاء کا بہت زیادہ خیال رکھتے اور ان کی مشکلات و مصائب میں جہاں تک ممکن ہو پورا ہاتھ بٹاتے میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ہاں سوہدرہ میں خطیب و امام مولانا علم دین صاحب تھے۔ مولانا کے ساتھ انہوں نے حضرت مولانا محمد گوندلوی صاحب مرحوم سے اکٹھے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا علم دین باوجود بہت بڑے عالم دین ہونے کے سادہ لوح اور درویش صفت انسان تھے۔ حق رفاقت و دوستی کی تجدید کے لئے مولانا اکثر ان سے ملاقات کے لئے سوہدرہ تشریف لاتے۔ ان کی علالت کے دوران جب وہ اپنے عزیزوں کے پاس شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ اس دوران ان کی مالی حالت بے حد سقیم ہوگئی۔ مولانا خود شیخوپورہ حاضر ہو کر ان کی مالی امداد کرتے اور جب وہ خود بھی علیل ہوگئے اور جانے سے معذور رہتے تو اپنے فرزند حافظ احمد شاکر اور مولانا محمد سلیمان انصاری کو بھیج کر ان کی خیریت طلبی و مالی امداد کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کے انتقال پر بھی ادارہ کے لوگ شیخوپورہ پہنچے اور ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی خود راقم سے مولانا کے خلوص و محبت کا یہ عالم تھا کہ جب تک صحت مند رہے موقع بہ موقع تشریف لاتے رہے اور میرے بچوں کی شادیوں میں بالالتزام شرکت کی۔ حج کعبہ سے واپسی پہ میری پُرتکلف دعوت کی اور جب میں ایک حادثہ میں شدید زخمی ہوگیا (جبکہ میں اپنے بھائی کو حج کے لئے رخصت کر کے سوہدرہ واپس آ رہا تھا) تو بے حد مضطرب و پریشان ہوئے۔ حافظ احمد شاکر اور دیگر اراکین ادارہ کو تاکیداً پرسش احوال کے لئے سوہدرہ روانہ کیا اور جونہی صحت یابی کے بعد میں خود لاہور حاضر ہوا۔ شدتِ جذبات و محبت سے گلے لگا کر میرا ماتھا چوم لیا اور شدتِ جذبات سے آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے مولانا میری مطالعہ کتب کی عادت سے واقف تھے۔ جب بھی کوئی کتاب ہندو پاک میں شائع ہوتی خصوصی طور پہ مجھے عطا کرتے جسے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کو قصوری خاندان سے گہرا لگاؤ تھا۔ تحریکِ حریت و آزادی میں ان کی خدمات کے بے حد معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا محی الدین اور اس خاندان کے دیگر افراد سے بے حد عقیدت رکھتے صوفی عبداللہ مرحوم کی خدمات کے دلی قدردان تھے انہیں مولانا فضل الٰہی مرحوم کا قابلِ اعتماد ساتھی قرار دیتے۔ مولانا عبدالقادر ندوی اور صوفی عبداللہ مرحوم سے میری ملاقات کرانے میں ان کے ارشادات کو بہت دخل تھا۔ جسے میں اپنی خوش نصیبی و سعادت سمجھتا ہوں مولانا ظفر علی خانؒ اور ان کا عہد' نامی کتاب میں نے شورش کاشمیری اور ان کے حسبِ ارشاد مرتب کی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم خود بھی مولانا ظفر علی خانؒ کا تذکرہ ہمیشہ اچھے انداز میں کرتے اور مولانا ظفر علی خانؒ کی خدمات کے دل سے قدردان تھے' مولانا آزاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعوتِ دین کے سلسلہ میں انہیں اس امر کا شدید رنج و افسوس تھا کہ مسئلہ بیعت پر کچھ علماء نے انہیں بددل کر دیا جس سے وہ دعوتِ دین کا عظیم کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔

میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں برِصغیر کے اپنے دینی و سیاسی اکابرین کو قریب سے دیکھنے اور ملاقات کے مواقع ملے۔ اس بنا پر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم اپنے وسیع و ٹھوس مطالعہ، وسعتِ نظر، دینی و علمی ٹھوس معلومات اور اپنے ذاتی تجربہ و سوچ میں اکابر میں ایک اہم مقام رکھتے تھے جسے اہلِ علم یا وہ لوگ جان سکتے ہیں جنہیں ان کی قربت کے مواقع نصیب ہوئے جس پر میں یہ کہنے میں قطعی حق بجانب ہوں۔

ے پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

اور شورش کاشمیری کے ان الفاظ کی پورے زور سے تائید کرتا ہوں کہ غلامی میں جو اہلِ بصیرت و اہلِ علم پیدا ہوئے۔ آج نایاب ہیں مولانا کے متعلق یہ میرے سرسری تاثرات ہیں۔ ان شاء اللہ

کبھی جو گردشِ ایام نے اجازت دی
کچھ اور کھول کے لکھوں گا داستانِ غم

آخر میں میری دعاء ہے کہ ان کے فرزند حافظ احمد شاکر مرحوم کے نقشِ قدم پر خدمتِ ملت کا یہ فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عالم مختارِ حق

ایک کتاب دوست
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

(ذاتی یادداشتوں کے آئینے میں)

لاہوری گیٹ کے چوک میں زیرِ مسلم مسجد کی دکانوں میں ایک دکان بغیر سائن بورڈ کے تھی جس میں مولوی شمس الدین صاحب (متوفی ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء) پرانی اور نادر و نایاب کُتب کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ موصوف بڑی نفیس طبیعت کے مالک، مردم شناس اور کتابی معلومات کے حوالے سے دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے استاذ الخطاطین حافظ محمد یُوسف سدیدی (م: ۹/۱۳ ۸۶) سے یادگاری سائن بورڈ لکھوا کر دکان پر نصب کیا ہوا تھا جسے حافظ صاحب کی خطاطی کا کوئی شیدائی رات کی تاریکی میں لے اُڑا۔ پھر مولوی صاحب نے نئے سائن بورڈ کی تنصیب کا تکلف نہیں کیا اور یہی عدم تکلف اُن کی دکان کی پہچان بن گیا۔ اس دکان پر پرانی اور نادر الوجود کتب کے متلاشی حضرات کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ ان میں مشائخ عظام بھی ہوتے تھے، علمائے کرام اور دینی و علمی اداروں سے منسلک اساتذہ کے علاوہ ادبا، فضلا، شعرا بغرض علم و ادب کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ حضرات اپنی کتابی تشنگی بجھانے کے لیے اس دکان کا رُخ کرتے اور یہ رُخ کرنے والے پاکستان کے سب علاقوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ مَیں نے جہاں محترم ڈاکٹر وحید قریشی جیسے بسطۃً فی العلم والجسم ہستی کو علمی و ادبی کتابوں کی تلاش میں دیکھا، وہیں نحیف و نزار جسم والے کھدر پوش ایک مولوی صاحب کو نواب محمد صدیق حسن خان مرحوم والئ بھوپال کی کتابیں تلاش کرتے ہوئے پایا۔ بعد میں مولوی شمس الدین صاحب کے تعارف کرانے پر پتا چلا کہ موصوف جامعہ سلفیہ[1] شیش محل روڈ کے شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ہیں جو ایک نہایت قیمتی کتب خانہ کے مالک بھی ہیں۔ یہی تعارف موصوف کے نیازمندوں میں شمولیت کا باعث ہوا جس نے بعد میں مولانا کے کُتب خانے سے استفادہ کے کئی مواقع فراہم کیے۔

میں خود تو پیشہ کے لحاظ سے کاتب نہیں ہوں۔ البتہ گھر میں برادرِ بزرگ الحاج محمد اعظم منور رقم (متوفی ۱۲ جنوری ۱۹۹۷ء) اپنے اُستاذ محترم منشی عبدالمجید پرویں رقم (متوفی ۴ اپریل ۱۹۴۶ء) کی خطاطی کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے جس کے سبب کاتب نہ ہونے کے باوجود مجھے بھی اس فنِ لطیف سے یک گونہ اُنس پیدا ہو گیا اور مَیں نے پرویں رقم کی کتابتوں کی تلاش اور انہیں جمع کرنا شروع کر دیا۔ جن میں قطعات کے علاوہ موصوف کے کتابت کردہ رسالوں اور کتابوں کے ٹائیٹلز وغیرہ شامل ہیں۔ البتہ عمارتی کتبات کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کیا گیا اور یوں موصوف کی کتابتوں کا ایک قابلِ قدر اور لاجواب ذخیرہ راقم کے پاس جمع ہو گیا۔

---

[1] جامعہ سلفیہ کے فیصل آباد میں قائم کرنے کا جب فیصلہ کیا گیا تو پہلے سال کے متخصصین کی تدریس کا عارضی انتظام دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱ر نومبر ـــــــــ (۱۴ر شوال المکرم) راقم کا اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھنے کا دن ہے۔ لوگ تو اپنے سالِ ولادت Happy birthday کے تکلفات سے مناتے ہیں۔ میں نے اپنی سالگرہ رسمی طور پہ منانے کی بجائے مولانا کی خدمت میں حاضری کو ترجیح دی۔ چنانچہ میں شیش محل روڈ مولانا کی قیام گاہ پہ پہنچا۔ آپ کا کتب خانہ بھی یہیں چھت پہ ہے۔ آپ مختلف کتابوں سے متعارف کراتے رہے۔ اس ضمن میں مولانا غلام رسول مہرؔ (متوفی: ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء) کی "سیرت امام ابن تیمیہؒ" مطبوعہ الہلال بک ایجنسی بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سامنے آگئی جس کا سرورق منشی عبدالمجید پرویں رقم کا کتابت کردہ تھا۔ یہ کتاب میرے کتب خانہ میں بھی تھی مگر اس کا سرورق قدرے ناقص تھا اور میرے ذوقِ سلیم پر ایک بوجھ۔ میں نے دبے لفظوں میں اپنے نسخے کا عیب ظاہر کیا جس پہ مولانا نے فرمایا کہ آپ میرا نسخہ لے جائیں اور اپنا نسخہ کسی وقت مجھے دے جائیں۔ یہ ایثار مولانا عطاء اللہ حنیفؒ ہی کر سکتے تھے۔ اس کا میرے دِل پر زبردست اثر ہوا اور یُوں انہوں نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ (مولانا نے اپنے اس نسخہ پر امام ابن تیمیہؒ پہ ایک عربی کتاب کے کوائف اس طرح نقل کر رکھے ہیں):

"ابن تیمیۃ السلفی" نقدہ لمسالک المتکلمین الفلاسفۃ فی الالٰہیات۔ ۲۰۰ صفحات۔ بڑی تقطیع از استاذ محمد خلیل ھراس المطبعۃ الیوسفیہ طنطا (مصر) سے $\frac{۱۳۷۲ھ}{۱۹۵۲ء}$ میں شائع ہوئی"۔ مَیں مولانا کو اپنا نسخہ ۵ر دسمبر کو دے آیا تھا۔ ان دنوں مجھے وموی بواسیر کا عارضہ لاحق تھا۔ مولانا سے ذکر ہوا تو آپ نے اپنے مذاق کے مطابق دوا حادیث سے اس مرض کا بدرقہ تجویز کیا۔ وھو ہذا: ہر کھانے کے بعد الحمد للہ الذی اطعم وسقٰی وسوغہٗ وجعل لہ مخرجا۔ اور صبح و شام کی نمازوں کے بعد تین تین مرتبہ اللّٰھم عافنی فی بدنی اللّٰھم عافنی فی سمعی اللّٰھم عافنی فی بصری پڑھنے کا ورد بتایا۔ اس رُوحانی نسخہ کو اس لیے درج کر دیا ہے کہ اگر کسی قاری کو اس موذی مرض سے پالا پڑ جائے تو وہ بھی اس فرمانِ نبوی سے استفادہ کر سکے۔

مولانا جو کتابیں مطالعہ کرتے ان پہ بعض مقامات پر قیمتی حواشی بھی قلمبند فرماتے۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے "خانوادہ قاضی بدرالدولہ" از افضل العلماء محمد یُوسف کوکن عمری مطالعہ کے لیے عاریتاً حاصل کی۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۶۶ پر حاشیہ ۳ میں "درالمختار کا ترجمہ تنویر الابصار" کا ذکر ہے۔ جس پر مولانا نے حاشیہ چڑھایا "اس کا نام غایۃ الاوطار ہے، تنویر الابصار درمختار کے متن کا نام ہے"۔ (محمد عطاء اللہ حنیف شوال ۱۳۸۴ھ) اگر کوئی اسکالر مولانا کے حواشی کو جو ان کی مطالعہ کردہ مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں یکجا کر دے تو یہ علمی دُنیا پہ بڑا احسان ہو گا۔

ایسا ہوا کہ جناب عبدالرشید ارشد صاحب مہتمم الہلال اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور (مدیر ماہنامہ الرشید) نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ہفتہ وار الہلال کلکتہ کا عکسی ایڈیشن شائع کرنے کا پروگرام بنایا جس کے محرک مولانا سمیع الحق مدیر "الحق" اکوڑہ خٹک تھے مولانا ارشد صاحب کے دل میں یہ بات رچ تو گئی مگر معاملہ سرمایہ کی فراہمی کے علاوہ الہلال کے مکمل فائل کی دستیابی کا تھا۔ مولانا نے روزنامہ نوائے وقت میں الہلال کی خریداری کے لیے اشتہار بھی دیا مگر سُود سے ندارد۔ پھر آپ نے ذاتی طور پہ پاکستان میں جس جس مقام پہ الہلال کے وجود کا علم ہوا سفر کیا۔ احباب سے رابطے بھی کیے مگر گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ متفرق شمارے دستیاب تو ہوتے مگر قیمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سن کر انہیں خریدنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ مولانا ارشد صاحب کو کسی طرح معلوم ہوا کہ الہلال کا مکمل فائل راقم کے کتب خانے میں موجود ہے اور یہ کہ مالک مولانا عطاء اللہ حنیف کے نیازمندوں میں سے ہے۔ لہذا اب انہوں نے ان کا دامن جا پکڑا۔ مولانا نے انہیں اطمینان دلایا کہ الہلال کا فائل ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ ایک روز صبح کے وقت مولانا عطاء اللہ صاحب کو ساتھ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے۔ علیک سلیک کے بعد مولانا کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ ہم الہلال کے لیے آئے ہیں۔ میں نے کہا آپ آئے ہیں تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ میرے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے اس بہلانے غریب خانے پر تشریف لا کر میری قدر افزائی کی۔ حضرت یہ لیجیے الہلال۔ ارشد صاحب کے احباب کے ذریعے پیغامات تو ملتے رہے مگر آں جناب نے چھاپنے کا معاملہ صیغۂ راز میں رکھا جس سبب یہ معاملہ اٹکا رہا۔ (حصولِ الہلال کی مفصل داستان الہلال حصہ اول کے عنوان "تحدیثِ نعمت" کے تحت بیان کی گئی ہے۔)

غرض ارشد صاحب نے الہلال کا فائل بغل میں دبایا اور دونوں صاحبان اپنی اس کامیابی پر مفتخر خوش خوش روانہ ہو گئے۔ ارشد صاحب تو اس لیے خوش کہ انہیں اپنا گوہرِ مقصود ہاتھ آیا اور راقم اس لیے خوش کہ مولانا کے احسانات کا کچھ بدلہ چکانے کا موقع تو اس عنوان نصیب ہوا۔

کتابی شوق کو آگے بڑھانے کے لیے مولانا کے دل میں کارکنانِ قضا و قدر نے اشاعت کتب کا داعیہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لیے "مکتبہ سلفیہ" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ شیش محل روڈ لاہور پر قائم کیا جس نے مختلف علوم و فنون پر مشتمل نہایت اہم اور نایاب کتابوں کے متون اور تراجم پہلی بار زیورِ طباعت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ایسی کتب کی تفصیل جاننے کے لیے "تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء" از عبدالرشید عراقی مطبوعہ بیت الحکمت لاہور ۲۰۰۴ء میں آپ کے سوانح کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ راقم کے خیال میں آپ کا اشاعت کے حوالے سے سب سے معرکہ آرا اور قابلِ فخر کارنامہ مشہور مصری مورخ محمد ابو زہرہ پروفیسر قوانین اسلامی لا کالج فواد یونیورسٹی قاہرہ (مصر) کے "ائمہ" کے تذکروں کے اردو تراجم کی پیش کش ہے۔ اردو زبان میں ان شخصیات کے اتنے معلومات افزا اور ضخیم تذکروں کی پہلے کوئی مثال موجود نہیں۔ اب ہم ذیل میں ان "ائمہ" کے تذکروں کا تعارف پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں:

۱۔ حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اردو ترجمہ کی سعادت غلام احمد حریری ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لائلپور کے حصے میں آئی۔ مولانا نے پورے اردو ترجمہ پر تقابلی نظرِ ثانی کی صبر آزما زحمت ہی گوارا نہیں کی بلکہ اپنے قیمتی حواشی سے کتاب کی افادیت میں اضافہ بھی کیا۔ کتاب ہذا میں "عُرف سے آثار کی تحقیق" کے مسئلہ کی وضاحت تشنہ محسوس کی گئی جس کی کمی حافظ مجیب اللہ ندوی کے مضمون مطبوعہ ماہنامہ "معارف" علیگڈھ کے شمارہ جنوری ۱۹۶۱ء کے اضافہ سے پوری کی گئی اور یوں اردو ترجمہ اصل کتاب کی نسبت زیادہ معلومات افزا بن گیا۔

۲۔ حیات امام احمد بن حنبلؒ۔ اس کے اردو ترجمہ کے لیے آپ کی نگہِ انتخاب متعدد عربی کتابوں کے مترجم سید رئیس احمد جعفری ندوی پر جا اٹکی۔ جعفری صاحب نے نہایت کامیاب ترجمہ کیا۔ مولانا نے تعلیقات و حواشی میں مصنف کی بعض خامیوں کا ازالہ کیا اور خاص طور پر مسئلہ خلقِ قرآن میں مصنفِ علّام سے اختلاف کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مسلک امام احمد بن حنبلؒ کا ہی مبنی برحق تھا اور معتزلہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سراسر باطل۔ اسی طرح اور مقامات پر بھی دادِ تحقیق دی ہے۔ مولانا نے پیش لفظ میں تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اُردو میں امام احمد بن حنبلؒ پر کوئی کتاب موجود نہیں۔ اور پھر خود ہی اس کا ازالہ اُردو ترجمہ پیش کرکے کردیا اور یوں اُردو زبان کو بھی وقار بخشا۔ اِسے کہتے ہیں خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ۔

۴۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ۔ اس کا اُردو ترجمہ بھی سید رئیس احمد جعفری کے قلم کا رہینِ منت ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ مولانا نے حواشی و تعلیقات میں اپنی مطالعاتی زندگی کا معلوماتی ذخیرہ سمو دیا ہے اور اس طرح کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کرکے اسے زیادہ باثروت اور قابلِ استناد بنا دیا۔ آپ نے اس ایڈیشن میں جو قابلِ قدر اضافے کیے، ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(i) آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویؐ کی تخریج کرکے قاری کے لیے اصل حوالوں تک رسائی آسان کردی ہے۔

(ii) مصنف نے جن کتابوں سے لوازمہ لیا ہے، اُن کتب کی طرف مراجعت کرکے بعض اجمالات کی توضیح کردی ہے۔

(iii) حیات شیخ الاسلامؒ کے بعض اہم گوشے، جو مصنف سے نظر انداز ہوگئے تھے، اُن کا اضافہ کیا ہے۔

(iv) شیخ الاسلامؒ کے بعض تلامذہ کے تذکار کا تعارف پیش کیا ہے۔

(v) مولانا نے پورے اُردو ترجمہ کو اصل کتاب سے موازنہ کرکے قابلِ اعتماد بنا دیا ہے۔

(vi) مصنف سے استنباطِ نتائج میں جہاں سہوِ قلم ہوا، مولانا نے اس پر مفصل حاشیہ لکھ کر صورتِ حال منقح کردی ہے۔

(vii) کتاب میں شیخ الاسلامؒ کی کتابوں کی فہرست موجود نہ تھی۔ مولانا نے کئی مہینوں کی محنتِ شاقہ کے بعد ۵۹۱ تصانیفِ امام کی ایک، جامع فہرست فن وار مرتب کرکے کتاب میں شامل کی۔ شیخ الاسلامؒ کی وفات کے ۶۵۰ سال بعد ان کی تصانیف کے اسماء متعارف کرانے کی سعادت عرب و عجم میں پہلی مرتبہ مولانا کو حاصل ہوئی جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا غلام رسول مہرؔ کتاب کے مقدمہ میں مولانا کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

> "مولانا محمد عطاء اللہ صاحب تنہا یہی کام انجام دیتے تو امام ابن تیمیہؒ کے علوم و معارف کی خدمت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔ میرے نزدیک وہ تمام اہلِ قلم کی طرف سے عموماً اور امام ابن تیمیہؒ کے عقیدتمندوں کی طرف سے خصوصاً دلی تبریک و تہنیت اور تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔ اس کارنامے نے، پیشِ نظر کتاب کی افادی حیثیت میں بہت اضافہ کردیا ہے۔"

(viii) شیخ الاسلام کی جن کتابوں کے اُردو میں تراجم ہوچکے ہیں، ان کے کوائف بھی الگ عنوان کے تحت درج کردیے

(ix) پایانِ کتاب اشخاص و اعلام، کتب، فرق و اقوام اور اماکن کے اشاریے حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کی کاوش کا نتیجہ ہیں جس نے مطالعہ میں آسانیاں پیدا کردی ہیں۔

(x) ابن بطوطہ کے سفرنامے میں یہ درج ہے کہ جب وہ دمشق میں تھا تو جمعہ کے دن جامع مسجد میں گیا۔ ابنِ تیمیہؒ منبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعظ کر رہے تھے۔ دورانِ وعظ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصے میں آسمانِ اوّل پر اُترتا ہے، پھر منبر کے بالائی حصے سے ایک پایہ نیچے اُتر کر کہا:

"یوں اُترتا ہے جیسے میں اُتر رہا ہوں"۔

ساڑھے چھے سو سال تک یہ الزام ابنِ تیمیہ کے مخالفوں کے لیے ایک دستاویز بنا رہا جسے کسی عربی کتاب کی راہنمائی سے براہینِ قاطعہ اور دلائلِ ساطعہ سے دُور کرنے کی سعادت پہلی بار مولانا کے حصے میں آئی۔

تلک عشرۃ کاملہ

اور آخر میں راقم کے روزنامچے سے ایک اقتباس:

۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء: صبح اخبار "نوائے وقت" پڑھا تو معلوم ہوا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف مشہور اہلِ حدیث عالم شب گزشتہ انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم محقق اور شارحِ حدیث کے ساتھ علمِ رجال میں بھی درک رکھتے تھے۔ انہوں نے نادر و نایاب کتب کا خاصا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا جسے بعد میں انہوں نے وقف کر دیا۔ (اخبار میں ایک لاکھ کتب کی تعداد مبالغہ آمیز بیان کی گئی ہے۔) انہوں نے کئی کتابیں مفید حواشی کے ساتھ شائع کیں۔ انہوں نے اپنا اشاعتی ادارہ "مکتبہ سلفیہ" کے نام سے قائم کیا۔ وہ "مرکزی جمعیت اہلحدیث" کے بانی بھی تھے۔ ہفت روزہ "الاعتصام" کے مدیر رہے۔ بڑے سادہ مزاج تھے۔ کھدر کا لباس زیبِ تن کرتے۔ مجھے متعدد باران کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ بڑی شفقت و محبت کا اظہار کرتے۔ ایک مرتبہ مکتبہ رشیدیہ کے مہتمم حافظ عبدالرشید ارشد کے ہمراہ میرے غریب خانے پر "الہلال" کے سلسلے میں تشریف لاتے تھے۔ تعصب نام کو نہ تھا اور نہ ہی کٹھ ملاؤں کی طرح ضدی تھے۔ یہی دلیل ان کے عالم اور ہر دلعزیز ہونے کی ہے۔ دفتر سے چھٹی کے بعد میں شیش محل روڈ پہنچا۔ جنازہ پونے چار بجے اُٹھا جسے جنازگاہ بہاولپور روڈ لے جانے کا اعلان کیا گیا۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب (متوفی ۶ر اکتوبر ۱۹۹۸ء) سے وہیں مُلاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ جنازہ انارکلی سے ہوتا ہوا جنازگاہ جائے گا کیونکہ اسی راستے سے مولانا سید داؤد غزنوی (متوفی ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۳ء) کا جنازہ گزرا تھا۔ جنازہ ایک گھنٹے میں جنازگاہ پہنچا۔ نمازِ جنازہ حافظ محمد یحییٰ میر محمدی نے پڑھائی۔ ساتھ ہی ایک اور جنازہ تھا، حاجی محمد ابراہیم امرتسری مالک سراج ہوٹل کا جن کا آج نمازِ ظہر میں بحالتِ سجدہ انتقال ہوا۔ مرحوم کے بیٹے حافظ احمد شاکر صاحب نے اعلان کیا کہ والد صاحب کی طرف سے اگر کسی صاحب کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو تو للہ معاف کر دیں اور مرحوم کے ذمہ کسی کا قرض واجب الوصول ہو تو ہم بلا دلیل ادا کرنے کو تیار ہیں۔ نماز کے بعد وضاحت کی گئی کہ امام صاحب ایک تکبیر بھول گئے ہیں۔

قلم ایں جا رسید و سر بشکست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ایڈیٹر "جہانِ رضا" لاہور

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی بڑے بلند پایہ عالم دین، محقق، مصنّف اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ لاہور کے عُلما کرام انہیں علمی مدارج میں منفرد مقام دیتے تھے۔ وہ علم و فضل کی بلندیوں کے باوجود عام علماء بلکہ دینی طلباء کے ساتھ بیٹھتے، شفقت فرماتے اور دینی مسائل کو نہایت آسان انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ہاں نہ تو علم کا غرور تھا اور نہ اپنی علمی حیثیت پر فخر۔ وہ عام لباس زیب تن کرتے اور عامی سے عامی آدمی کو مسائل سمجھاتے جاتے۔

وہ شیش محل روڈ پر قیام پذیر تھے، ہم دار العلوم حزب الاحناف کے زیرِ سایہ مکتبہ نبویہ میں مختلف کتابوں کی طباعت میں مصروف تھے۔ وہ گھر سے پیدل چل کر تشریف لاتے اور چند لمحات کے لیے ہمارے مکتبہ میں رُکتے اور کتابوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے اور جو کتاب دل کو بھاتی خرید لیتے۔ انہیں کتابوں کی تلاش رہتی۔ نادر و نایاب کتاب دیکھتے تو محفوظ کر لیتے عربی میں اعلیٰ فنون کی کتابیں جہاں سے ملتیں لے لیتے۔ وہ مسلم مسجد کے نیچے مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ سے نادر کتابوں کو خریدتے۔ ان کے کتابی اور علمی ذوق کو دیکھ کر ہم ان کی شخصیت سے متعارف ہوئے اور متاثر ہوئے۔ مکتبہ نبویہ کے سربراہ مولانا بابا غلام نسیم سے انہیں خصوصی لگاؤ تھا اور وہ اس لگاؤ کی وجہ سے آتے جاتے مکتبہ میں وقت دیتے اور اپنے علمی ارشادات سے نوازتے۔

مَیں نے کئی بار بعض اعتقادی اور اختلافی مسائل پر ان سے گفتگو کی وہ ان مسائل پر بڑے غور سے توجہ دیتے۔ پہلے وہ احناف کا نکتہ نظر بیان فرماتے اور تفصیل کے ساتھ کتابوں کی عبارات سُناجاتے۔ پھر اپنا نقطہ نظر بیان فرماتے اور حوالوں کے انبار لگا دیتے۔ ان کی گفتگو کا مقصد کوئی مناظرانہ نہ ہوتا بلکہ ان کی دلی خواہش ہوتی کہ ہم جیسے طالب علم کو دونوں نکتہ ہائے نظر سے آگاہ فرما کر راہنمایانہ کردار ادا کرتے۔

وہ اہلِ حدیث تھے مگر ان میں اہلِ حدیث علماء کی خشکی یا سختی کا شائبہ تک نہ تھا۔ جب آتے گفتگو معلمانہ ہوتی اور مشفقانہ اندازِ بیان سے مسائل پر روشنی ڈالتے۔ وہ علمی کتابوں کا تعارف کراتے، اُن کے مُصنّفین کے حالات بیان کرتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا باغ علی مرحوم جن دنوں حج کے لیے گئے تو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھی حرمین شریفین میں تھے۔ وہ مولانا باغ علی نسیم کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اکثر علماء کے پاس لے جاتے اور ان کی علمی مجالس میں بٹھاتے۔ ان دنوں ایک عالمِ دین الشیخ فتحی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، ان کی مجلس میں عرب وعجم کے علماء حاضر ہو کر علمی استفادہ کرتے۔ مولانا باغ علی نسیم مرحوم بیان کرتے ہیں کہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے سامنے الشیخ فتحی کی مجلس میں ایک عالم نے مشکوٰۃ کا حوالہ دیتے ہوئے ایک حدیث بیان فرمائی اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے اس کی تائید چاہی۔ مولانا نے انکار کرنے کی بجائے نہایت ادب سے عرض کیا یہ حدیث مجھے یاد نہیں۔ مولانا حنیفؒ کی یہ بات بڑی ادب سے تھی کہ انکارِ حدیث کی بجائے اپنی نارسائی کا اعتراف کیا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ ایک غریب عالمِ دین تھے۔ مگر اپنی ذاتی خواہشات کو پسِ پُشت ڈال کر بڑی بڑی علمی کتابوں کو حاصل کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ہمارے پاس ایک نایاب عربی خطی کتاب تھی (نام یاد نہیں رہا) مولانا کو پسند آگئی۔ وہ حاصل کرنے کے درپے تھے مگر ہم دینے کو تیار نہیں تھے۔ ایک ماہ تک مسلسل کتاب کے حصول کیلیے مکتبہ نبویہ آتے رہے اور ہمیں شرمندہ کرتے رہے۔ ایک دن اُن کے کتابی ذوق کے پیشِ نظر ہم خود کتاب لے کر اُن کے گھر جا پہنچے۔ اُن کے "غربت کدہ" میں نادر ونایاب کتابوں کے خزانے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ عالمِ دین نانِ جویں کھا کر علمی خزانے جمع کر رہا ہے۔

اُن کی رحلت سے علمی دُنیا کا ایک ستارہ ٹوٹ گیا۔ مگر ان کے بیٹے حافظ احمد شاکر صاحب[1] کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد گرامیؒ کی بے شمار نادر کتابوں کو نہ صرف سنبھالا دیا بلکہ اسے ایک لائبریری کی شکل دے کر اہل علم وقلم کے لیے وقف کر دیا اور صدقہ جاریہ کی حیثیت دے دی۔ آج ان کی لائبریری میں علماء، سکالرز اور طلباء آتے ہیں اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے کتب خانہ سے فیض یاب ہو کر جاتے ہیں۔

---

[1] مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ نے زندگی کے آخری ایام میں دار الدعوۃ السلفیہ کے نام سے ایک علمی ادارہ تشکیل دیا تھا جس میں وہ اپنی کتابیں منتقل فرما کر علماء وطلباء کے لیے وقف فرما گئے تھے۔ میری حیثیت صرف ایک خدمت گزار کی ہے۔ باقی جملہ امورِ خیر انہیں کے ہاتھوں مکمل ہوئے تھے۔ گویا یہ انہیں کا وقف کردہ صدقہ جاریہ ہے۔
(حافظ احمد شاکر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مجاہد الحسینی
فیصل آباد

شیخ الحدیث فضیلۃ الاُستاذ محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

(برصغیر پاک و ہند کے ایک ممتاز محدث، محقق اور مصنف)

اللہ تعالیٰ نے برصغیر پاک و ہند کی سرزمین کو جلیل القدر محدثین، محققین، مفکرین اور مصنفین کا مولد و مسکن ہونے سے سرفراز کیا ہے اور ایسی ایسی عبقری شخصیات ہو گزری ہیں کہ ان کا تذکرہ چھڑتے ہی رُوح کو بالیدگی اور قلب کو طمانینت نصیب ہوتی ہے، ان کا نام سنتے ہی فرطِ احترام سے آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، ایسے ہی صاحبِ علم و عرفان اور ایک پروقار شخصیت حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی تھی، جن کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور جن کی سادگی اور درویشی کے میرے دل و دماغ پہ گہرے اثرات مرتب ہوئے اور جن کی جرأت و حق گوئی اور جن کی شرافت و للّٰہیت سے بے شمار لوگ متاثر اور گرویدہ ہوئے۔

برصغیر پاک و ہند کی جن ہمالیہ نما دینی، علمی اور ملی شخصیات کی زیارت اور ملاقات کا مجھے شرف و اعزاز حاصل ہوا اور جن کی سادگی اور عجز و انکساری کے نقوش لوحِ دل و دماغ پہ آج بھی درخشاں ہیں، ان میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوری بانی جامعہ رشیدیہ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالکلام آزاد کے ناظمِ اشاعت مولانا مستری محمد صدیق سلطانپوری، علامہ سید محمد سلیمان ندوی، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہم اللہ اجمعین کے اسماء گرامی خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ ''وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ'' کے ساتھ کھدر پوشی اور سادگی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۰ء میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زیرِ قیادت مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان کے ترجمان روزنامہ آزاد لاہور کی ادارت راقم الحروف کے سپرد ہوئی تو اخبار کی اولین اشاعت کے لیے خیر مقدمی تاثرات حاصل کرنے کی غرض سے مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث کے بانی امیر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی خدمتِ گرامی میں حاضری سے مشرف ہوا تو مدرسہ تقویۃ الاسلام میں اتفاقاً مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی زیارت اور ملاقات کا موقع نصیب ہو گیا۔ مولانا کی سادگی اور کھدر پوشی سے میں نے یہ سمجھا کہ مولانا غزنویؒ سے ملاقات کی غرض سے کوئی دیہاتی صفِ انتظار میں ہے۔ سلام اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصافحے کے بعد جب میں نے اپنے تعارف کے ساتھ حاضری کی غرض واضح کی تو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے خندہ پیشانی اور گرمجوشی کیساتھ اھلاً وسھلاً کہتے ہوئے اپنا تعارف کرایا اور مجھے استقبالیہ کمرے میں لے گئے۔ وہاں مولانا غزنویؒ کے معاونِ خاص مولانا محمد صدیق صاحب سے میری بابت تعارفی کلمات کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ مولانا محمد صدیق نے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ سے ملاقات کیلیے ان کے کمرے میں بٹھا دیا، چند لمحے بعد حضرت مولانا غزنویؒ تشریف لائے اور بڑی شفقت و محبت کے ساتھ ذرہ نوازی کی حضرت مولانا نے روزنامہ آزاد کے سابق ایڈیٹروں (نوابزادہ نصراللہ خان، ماسٹر تاج الدین انصاری اور آغا شورش کاشمیری) کو کلماتِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ

"برصغیر میں ملتِ اسلامیہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے، دینی جماعتوں کی صحیح ترجمانی اور ان کا وقار بلند کرنے اور فرنگی سامراج سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے سلسلے میں ان حضرات نے جس جرأت اور سلیقے کے ساتھ خدمات انجام دی ہیں، اس لائقِ تحسین تسلسل کو قائم رکھنا عصرِ حاضر کا تقاضا ہے، نیز اسلاف کے کارناموں کو متعارف کرانے سے ہی ہم اپنا حال اور مستقبل صحیح خطوط پر استوار کر سکتے ہیں، میرا تعاون ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے"۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ نے جن الفاظ کے ساتھ میری حوصلہ افزائی کی، ناقابلِ فراموش ہیں۔ مولانا نے خصوصی طور سے توجہ دلائی کہ بیان و خطاب کی افادیت سے انکار نہیں لیکن اب دَور صحافت اور لٹریچر کے ذریعہ نظریاتی انقلاب برپا کرنے کا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی خدمت میں گزرے یہ چند لمحات ہی ان عظیم شخصیات کے ساتھ گہرے احترام و محبت کا ذریعہ بنے۔ بعد ازیں ان بزرگوں کی خدمت میں حاضری کے بہت سے مواقع میسر آئے جو میرا نہایت قیمتی متاعِ زیست ہے۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی شخصیت کے موضوع سے متعلق کسی دوسری اشاعت میں اظہارِ تحسین ہو سکے گا (ان شاء اللہ) آج حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی "علم آفریں" شخصیت کو مختصراً خراجِ تحسین پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن کی شخصی عظمت اور جلالتِ علم و عرفان کی بابت برادرِ مکرم مولانا حافظ احمد شاکر صاحب مدیر "الاعتصام" نے ایک ضخیم نمبر کی اشاعت کا زریں کارنامہ انجام دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اور مجھے بھی ایک عظیم صالح دینی و علمی شخصیت کے تذکرہ نگاروں کی فہرست میں شمولیت کا اعزاز عطا کیا ہے۔

دینی و علمی عظمتوں کے چراغ

ہر شخص اپنی کتابِ زیست کے اوراق دیکھے تو اسے ضرور ایسے خوش نصیب لمحات اور دن یاد آئیں گے جن کے نقوش لوحِ دل و دماغ سے کبھی محو نہ ہوئے ہوں گے۔ انہی خوش بخت ایام میں سے میرا وہ دن بھی نہایت بابرکت و باسعادت گزرا ہے جب مجھے پہلی مرتبہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ سے ملاقات نصیب ہوئی تھی، اس دن کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسحاق بھٹی اور مولانا حافظ احمد شاکر سے مُلاقاتوں اور تعلقِ خاطر کے باب کھول دیئے۔ مولانا حنیف ندوی سے تو گاہے ماہے لیکن مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عطاء اللہ حنیفؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفی سے علمی استفادہ کے بہت سے مواقع میسر آئے۔ یہ شخصیات انہار العلوم تھیں جن سے بے شمار تشنگانِ علوم کی کھیتیاں شاداب ہوگئیں۔ ان میں سے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی شخصیت اور ان کے تبحرِ علمی کا اندازہ شرفِ مُلاقات کے بعد ہوا کہ جس شخصیت کو گاڑھے اور موٹے کھدر میں ملبوس ایک "دیہاتی" سمجھ رہا تھا وہ گدڑی میں لپٹا ہوا ایک "ہیرا اور لعل" ہے۔ اس کے مقابلے میں "لعل بدخشاں" تو پتھر کا ایک "روڑا" معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے دورانِ مُلاقات مصر کے پروفیسر ابوزہرہ کی کتاب "حیاتِ امام ابوحنیفہؒ" کا اردو ترجمہ مع تعلیقات شائع کرنے کا عزم ظاہر کیا تو میں نے ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

جو کام حنفی مسلک کے علماء و محققین سے متعلق تھا اس کی انجام دہی "مسلک اہلِ حدیث" کے ایک محقق عالمِ دین کے حصے میں آئی ہے۔ ہمارے حنفی اور سُنّی علمائے کرام (بہ استثنائے چند) کو جُبّہ و دستار سنبھالنے اور باہمدگر فروعی کش مکش سے فرصت ملے تو وہ علمی اور تحقیقی کام کی جانب توجہ مبذول کرنے کی زحمت اُٹھائیں۔

بہر نوع مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے جب بھی شرفِ مُلاقات حاصل ہوا تو علم و تحقیق ہی موضوعِ سخن رہا۔ مولانا نے برصغیر کی تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ فرنگی سامراج اور ظلماتِ کفر کے خلاف شمشیرِ برہنہ تھے جس کی پاداش میں انہیں ریاست فرید کوٹ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ، امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر دینی و علمی شخصیات کے "سیاسی ہم فکر" تھے۔ وہ مسلکی تعصب اور فقہی تنگ نظری کو وحدتِ اُمت کے خلاف سمجھتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اُردو اور عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی مہارتِ تامہ کے مالک تھے اور حدیث شریف نبویؐ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقِمْ (اوکما قال علیہ السّلام) کے مطابق فرنگی سامراج اور صلیبی استبداد کی مخالفت پر سختی کے ساتھ عمل پیرا تھے اسی لیے اپنے دینی مسلک اور سیاسی موقف پر ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ جن دنوں مولانا مرحوم بیماری اور ضعف کے باعث صاحبِ فراش تھے، ایک روز عیادت کے لیے حاضر ہوا تو حافظ احمد شاکر صاحب نے بتایا کہ

اباجی سخت بیمار ہیں وہ رہائش گاہ کی دوسری منزل سے نیچے تو نہیں آسکتے، میں آپ کی آمد سے مطلع کرتا ہوا آپ کا سلام پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا احمد شاکر صاحب نے واپس آکر فرمایا کہ

اباجی سُن کر خوش ہوئے اور مُلاقات کے لیے بُلایا ہے۔

یہ فقیرِ دُعا جُو حضرت مولانا کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ نے بیماری اور ضعف کے باوجود مُسکراتے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر مقدم کیا اور حافظ احمد شاکر صاحب کو سہارا دے کر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

احمد شاکر! "میں مولانا مجاہد الحسینی سے بہت محبت کرتا ہوں، تم بھی ان کے ساتھ اسی طرح اُلفت و محبت کا سلسلہ جاری رکھنا۔"

اللہ! اللہ! اتباع سُنّتِ نبویہؐ کا تادم آخر کتنا خیال رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسی نیک، زہد و تقویٰ کے پیکر اور اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسُول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت شعار اور سُنّتِ نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کے حقیقی جذبے سے سرشار دینی، علمی اور ملّی شخصیت پر اپنی بے پایاں رحمتوں کا نزول کرے اور جنّت الفردوس میں اپنے مقربینِ خاص میں مقامِ علّیین پر فائز کرے۔ آمین

خُدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نادر تحریریں

اُن کے قلم کی صریر اب بھی سفینوں میں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(١)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ احمد اور برخورداری حافظ رابعہ کے لیے چند باتیں :۔

١۔ سب معاملات کو دین، دین کو دنیوی اغراض پر مقدم رکھیں۔

٢۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کو شعارِ زندگی بنائیں

٣۔ مسلک اہل حدیث ہی خالص اور نکھرا ہوا اسلام ہے۔ لہٰذا اس پر گامزن رہنے کی دعا کرتے رہیں۔

٤۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض اور اس کی مخلوق کے حقوق کو توازن و اعتدال کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش رکھیں

٥:۔ قرآن مجید کی تلاوت (روزانہ) دستور خود میں دوام کریں نیز اسے سمجھیں اور سب گھر کو گھر میں اس کا عادی بنانے پر توجہ دیں۔

٦:۔ نماز صحیح اوقات میں سنت کے مطابق اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالباً اکتوبر ۱۹۷۳ئہ میں اللہ سُبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائی تھی۔ جاتے وقت انہوں نے یہ اوراق بطور وصیت لکھے تھے جنھیں محفوظ کرنے کی خاطر شائع کیا جا رہا ہے۔ (احمد شاکر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ احمد اور برخورداری حافظہ رابعہ کے لیے چند باتیں :۔

١۔ سب معاملات میں دین کو دنیوی اغراض پر مقدم رکھیں۔

٢۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کو شعار زندگی بنائیں۔

٣۔ مسلک اہلِ حدیث ہی خالص اور نتھرا ہوا اسلام ہے لہذا اسی پر گامزن رہنے کی پوری سعی کرتے رہیں۔

٤۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض اور اس کی مخلوق کے حقوق کو توازن و اعتدال کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش رکھیں۔

٥۔ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت پر خود بھی دوام کریں نیز بچوں اور سب گھر کو بھی اس کا عادی بنانے پر توجہ دیں۔

٦۔ نماز صحیح اوقات میں سُنّت کے مطابق اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

باجماعت ادا کرنے کی طرف توجہ دیں

۷:- تھوڑے کتب خانہ کی پوری حفاظت کریں تاہم اسکو استفادہ کے لیے کھلا رکھیں مناسب یہ ہے کہ یہ فروخت نہ ہو اور نہ تقسیم کیا جائے بلکہ دونوں لجنین مبارکی کی نگرانی میں اہل علم کے استفادہ کے لیے، باہم مشورہ کا کوئی اچھا اہتمام کیا جائے اس لیے کہ یہ تقریباً سب کتابیں میرے ایک خاص دوست کی مشترکہ مساعی سے جمع کی گئی ہیں۔ جس کا اولین مقصد علم قرآن وحدیث کی تبلیغ ونشر عقیدۃ السنۃ جیسی کتابیں ان میں جو گویا مستعار ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) المنہل العذب المورود از جلد اول تا دس جلد

(۲) معالم السنن خطابی کا حلبی طبع حلبیہ

یہ جمعیت کے مدرسہ کو دیدی جائیں

(۳) تانیب الخطیب للکوثری ۲ (مولانا ابوحفص عثمانی)

(۴) الجد اللاہی : مولوی عبدالعلی نبیرہ مولانا محمد یوسف لکجھیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدیہ دیا۔

(۵) یہ کتابیں متعلقہ احباب تک پہنچا دی جائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باجماعت ادا کرنے کی طرف توجہ دیں۔

۷۔ گھر کے کتب خانہ کی پوری حفاظت کریں تاہم اس کو استفادہ کے لیے کھلا رکھیں۔ مناسب یہ ہے کہ یہ فروخت نہ ہو اور نہ تقسیم کیا جائے بلکہ دونوں بہن بھائی کی نگرانی میں اہلِ علم کے استفادہ کے لیے باہم مشورہ سے کوئی اچھا اہتمام کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ تقریباً سب کتابیں میرے ایک خاص دوست کی مشترکہ مساعی سے جمع کی گئی ہیں، جس کا اوّلین مقصد علم قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ البتہ چند کتابیں ان میں گویا مستعار ہیں جو یہ ہیں:-

۱۔ المنہل العذب المورود از جلد اوّل تا دس مجلّد

۲۔ معالم السنن خطابی کامل طبع حلب

یہ جھوک کے مدرسہ کو دے دی جائیں۔

۳۔ تانیب الخطیب للکوثریؒ (مولانا ابوحفص عثمانی)

۴۔ ابجد العلوم مولوی عبدالعلی نبیرہ مولانا محمد یوسف بگھیلوی رحمۃ اللہ علیہ زیروی)

یہ کتابیں متعلقہ احباب تک پہنچا دی جائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(س)

۸:- اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوائیں اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استعانت و استمداد حاصل کریں بذریعہ دعاء۔

۹:- اپنے والدین کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

۱۰- اپنے کسی بھی معاملے کو خود ہی ثالثین کی وساطت سے سلجھانے کی کوشش کریں اگرچہ بہ ظاہر اپنا کوئی نقصان ہی کیوں نظر آتا ہو۔

۱۱:- میاں بیوی کے معاملات بھی آپس میں ہی افہام و تفہیم اور ایثار و درگزر سے کام لے کر خود ہی طے کریں۔

۱۲:- "المکتبۃ السلفیۃ" در اصل ایک تبلیغی ادارہ ہے اس کے سارے کاروبار میں اس بنیادی مقصد کو نظر انداز نہ ہونے دیں

"المکتبۃ السلفیۃ" کی ذیلی تفصیلات و کیفیات حافظ احمد کو سمجھا دی گئی ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھنا بہتر ہے کہ انہیں تلمبند کر کے رکھا جائے خصوصاً اس سلسلے کے جو قرض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوائیں اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استعانت و استمداد حاصل کریں بذریعہ دُعا۔

۹۔ اپنے والدین کے لیے ہمیشہ دُعائے مغفرت کرتے رہیں۔

۱۰۔ اپنے کسی بھی معاملے کو خود ہی نمٹائیں دُوسرے کی وساطت سے بچنے کی کوشش کریں اگرچہ بظاہر اپنا کوئی نقصان ہی کیوں نہ نظر آتا ہو۔

۱۱۔ میاں بیوی کے معاملات میں بھی، آپس میں افہام و تفہیم اور ایثار و درگزر سے کام لے کر خود ہی طے کریں۔

۱۲۔ "المکتبۃ السلفیہ" دراصل ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کے سارے کاروبار میں اس بُنیادی مقصد کو نظر انداز نہ ہونے دیں۔ "المکتبۃ السلفیہ" کی ذیلی تجارتی تفصیلات و کیفیات حافظ احمد کو سمجھا دی گئی ہیں ان کو ملحوظ رکھیں پھر بہتر یہ ہے کہ انہیں قلمبند کر کے رکھا جائے خصوصاً اس سلسلے کے جو قرض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں سب سے پہلے ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش
کی جائے۔ اس کی تفصیلات کل حافظ صاحب سے
لکھوا دی ہیں۔ واللہ الموفق وہو نعم المعین

ہذا والسلام ختم

راقم خاکسار:- ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
عفا عنہ و عن احبابہ و من حب الدنیا کلہا

(۱۸ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، سب سے پہلے ان سے عہدہ برا ہونے کی کوشش کی جائے۔ اس کی تفصیلات بھی حافظ احمد سے کہہ دی گئی ہیں۔ واللہ الموفق و ہو نعم المعین۔

ہذا والسلام

راقم خاکسار: ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

عفا عنہ ما جناہ و من ہموم الدنیا کفاہ

(۱۸ر شوال المکرم ۱۳۹۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برِصغیر میں اشاعتِ حدیث

(مرحوم دوست کی یاد میں)

حضرت الاستاذ المرحوم کی یہ نادر تحریر، جو "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کی جلد اوّل[1] کے آغاز میں بطور دیباچہ طبع شدہ ہے، اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ایک تو اہلحدیث اور اہلِ تقلید کے منہج و مسلک کے اُس فرق کی وضاحت ہے جو دونوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔
دوسرے ذہنی جمود کے خلاف علمائے اہلحدیث کی مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ اور اس کے حوالے سے جماعت کے پُرمغز علمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی ترغیب ہے۔
تیسرے اس میں ان کی اُن مساعی حسنہ کا بھی مختصراً تذکرہ ہے جو کُتب حدیث کے متون پر تعلیقات و حواشی تحریر کرنے اور ان کو نئے سرے سے شائع کرنے کے سلسلے میں وہ کرتے رہے یا کرنے کا عزم ہمیشہ کئے رہے۔
اس تحریر کی اسی ندرت و اہمیت کے پیشِ نظر اسے "الاعتصام" میں شائع کیا جا رہا ہے (ص، ی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ (۱۱۷۶ھ) نے حجۃ اللہ البالغہ کے ساتویں مبحث میں قرآن و حدیث کے فہم، ان سے استدلال اور ان پر عمل کے لحاظ سے دو مُستقل مکتبِ فکر قرار دیے ہیں۔ اہلُ الحدیث اور اہلُ الرّائی۔ ایک میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ تیسری صدی ہجری کے مصنفین صحاح ستّہ وغیرہم فقہائے محدّثین کو مجتہدینِ امّت کی حیثیت سے ذکر کیا ہے دوسرے مدرسۂ فکر کے سرخیل حضرت ابراہیم نخعیؒ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو قرار دیا ہے۔ پھر دونوں کے اصُولِ استدلال و طریقۂ استنباط و تخریج میں موازنہ فرمایا ہے اور اس کتاب میں احادیث کی فقہی تشریح کے علاوہ موطأ امام مالک کی جدید ترتیب و تبویب مع ترجمہ و شرح ـــــ مسوی و مصفی ـــــ میں بھی اوّل الذکر جماعت کا طریقہ عموماً اختیار کر کے حریّتِ فکر و وسعتِ نظر کی طرح ڈال دی تاکہ اُمتِ مسلمہ، سلف کے منہاجِ اوّل پر گامزن ہو کر اختلاف فکر و نظر کے باوجود عملاً متحد رہ سکے۔

[1] طبع المکتبۃ السلفیہ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف و تالیف کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے کتب صحاح کو بطریق اہل الحدیث پڑھنے پڑھانے کو بھی رواج دیا کیونکہ ان کتابوں کا موضوع تصنیف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت کا اس طرح جمع کر دینا ہے جس سے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو رہنمائی مل سکے۔ پھر ان کا سب سے بڑا ایک وصف یہ ہے کہ یہ وسیع النظری کی حامل ہیں۔ ان کے جمع و تدوینِ احادیث اور تبویب و استدلال میں محدودیت نہیں وہ ہر اُس حدیث و اثر کو اپنی کتابوں میں لاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح سے مروی ہو، کسی شخص یا فرقہ کی دلیل بنتی ہے یا بگڑتی ہے؟ اس سے ان کو بذاتہ غرض نہیں ہوتی۔ وہ ان مرویات کے ثبوت و احتجاج سے آزادانہ بحث و نظر سے کام لیتے ہیں جس سے دماغ میں تعمیری تنقید کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ مسلمان فرقوں میں وحدتِ فکر و عمل پیدا کرنے کے لئے شاہ صاحبؒ نے فقہائے محدثین کی اس روش کو بنیادِ کارِ اصلاح بنایا اور اس کو اپنی بعض تالیفات کا موضوع بنانا پسند کیا غالباً آپ نے محسوس فرمایا ہوگا کہ دسویں صدی ہجری کے بعد سے دنیائے اسلام میں عام طور پر جمودی اور محدودی فقہ کا دَور دورہ رہا ہے اور یا پھر خشک بلکہ الحادی تصوف کا۔ مدارس میں حدیث کے علوم اگر تھے تو فقہ کے تابع ہو کر رہ گئے تھے۔ روایات کا کام صرف یہی تھا کہ بس رطب و یابس سے محافل میں رنگینی پیدا کرلی جائے۔ یا اپنے اپنے مذہب یا مشرب کے لئے بلا لحاظ ثابت و غیر ثابت، ان سے اینٹ اور گارے کا کام لیا جائے۔

فقہائے محدثین کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ نے فقہی اعتبار سے عہدِ محدثین کو زندہ کرنے کی تحریک شروع کی۔ جدِ امجد کے اس پودے کی پوتے ——— مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) نے آبیاری کی۔ بعدہ ان کے فیض یافتگان کے ایک محقق طبقہ کے ہاں یہ درخت بار آور ہوا یعنی حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب (۱۲۶۲ھ) کے تلمیذِ خاص حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ (۱۳۲۰ھ) اور مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ (۱۲۸۲ھ) نواسہ شاہ عبدالعزیزؒ کے ممتاز مجاز شاگرد مولانا نواب سید ابو الطیب محمد صدیق حسن خانؒ (۱۳۰۷ھ) کہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس مقدس تحریک کو تدریساً پھیلایا۔ اور نواب صاحب قدس اللہ روحہ نے تحریر و تالیف اور دولتِ کثیرہ کے ذریعہ علومِ قرآن و حدیث کو اکنافِ عالم تک پہنچایا۔ مثل کلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها۔

نواب صاحبؒ نے اصولاً شاہ صاحبؒ کے فقہی نقطۂ نظر کی بنیاد پر ۱۲۷۸ھ میں بلوغ المرام کی فارسی شرح "مسک الختام" ۱۲۹۴ھ میں تجرید صحیح بخاری للشرجی کی شرح "عون الباری" ۱۲۹۹ھ میں تلخیص صحیح مسلم للمنذری کی شرح "السراج الوہاج" تالیف فرمائیں۔ علاوہ ازیں اصحاب تحقیق کے لئے اگر ایک طرف ہزاروں کے صرفہ سے ۱۲۹۷ھ میں نیل الاوطار ۱۳۰۰ھ میں پچاس ہزار روپے خرچ کر کے فتح الباری شرح صحیح البخاری بولاق مصر سے شائع کرائیں تو دوسری طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک کے اردو تراجم و شروح لکھوا کر شائع کرانے کا بھی اہتمام کیا تاکہ عوام براہِ راست علوم سنت کے انوار سے متمتع ہو سکیں۔

محدث دہلوی کے تلامذہ سے علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب محدثؒ (۱۳۲۹ھ) نے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جیسی بلند پایہ کتاب تالیف کر کے طبع کرائی۔ مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ (۱۳۵۲ھ) نے چار جلدوں میں تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی تحریر فرمائی۔ مولانا ابوالحسن سیالکوٹیؒ (م ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء)[۲] نے تیس جلدوں میں فیض الباری شرح اردو صحیح بخاری لکھی اور مولانا عبدالاول غزنوی امرتسری (۱۳۳۱ھ) بن مولانا محمدؒ بن عارف باللہ مولانا عبداللہ الغزنوی رحمہم اللہ تعالےٰ نے ترجمہ و حاشیہ مشکوٰۃ لکھا اور طبع کرایا ——— وغیرہم۔

نیز حدیث کی متعدد جلیل الشان کتابوں کی پہلی دفعہ اشاعت کا شرف علمائے اہل حدیث ہند کے حصہ میں آیا مثلاً سنن دارقطنی و تلخیص الحبیر وغیرہ اور یہ واقعہ ہے کہ اب تک یہی مطبوعات دنیا کے اصحاب تدریس و افتاء و اہلِ تحقیق کے کام آ رہی ہیں۔ وللہ الحمد۔

غرضیکہ شاہ ولی اللہ کی تحریک تجدید احیاء سنت کو یہاں کی جماعت اہل حدیث نے علماً و عملاً سرگرمی سے جاری رکھا۔ اس آفتاب ضیاپاش سے دنیائے اسلام کے دُور دراز کے گوشے روشن ہو گئے اور عالمِ اسلام کے متعدد اہلِ علم و تحقیق نے موجودہ دور میں سلسلہ طباعت و اشاعت علوم حدیث و علمائے حدیث ہند کے مقتدا ہونے کا اعلان و اظہار فرمایا۔ چنانچہ مصر کے علامہ محمد رشید رضا مرحوم نے ان الفاظ میں علماءِ حدیث کو خراج تحسین ادا کیا۔ ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث فى هذا العصر لقضى عليها بالزوال من امصار الشرق فقد ضعفت فى مصر والشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر حتى بلغت منتهى الضعف فى اوائل القرن الرابع عشر (مقدمہ مفتاح كنوز السنة) ایک دوسرے مصری محقق شیخ عبدالعزیز خولی نے لکھا۔ ولا يوجد فى الشعوب الاسلامية من وفى الحديث قسطه من العناية فى هذا العصر مثل اخواننا مسلمى الهند اولئك الذين وجد بينهم حفاظ للحديث ودارسون لها على نحو ما كانت تدرس فى القرن الثالث حرية فى الفهم و نظر فى الاسانيد كما طبعوا كثيراً من كتبها النفيسة التى كادت تذهب بها الى يد الاهمال وتقضى عليها عبر الزمان . . . . وان اساس تلك النهضة فى البلاد الهندية افذاذ اجلاء تمخضت بهم العصور الحديثة وانتهجوا فى تحصيل العلوم نهج السلف فنبه شانهم وعلا امرهم و ذاع صيتهم فكان لها الاثر الصالح والسبق

---

[۱] تفسیر جامع البیان کے محشی اور مصفیٰ دسوی کی طبع اوّل کے ناشر   [۲] تذکرہ علمائے پنجاب صفحہ ۶۰۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الواضح ومن اشهر هؤلاء الاعلام ولی الله الدهلوی صاحب التصانیف اشهرها حجة الله البالغه والسید صدیق حسن خان ملك بهوپال صاحب التصانیف الکثیرة ومن حسناته (یعنی السیّد صدیق حسنؒ) طبع فتح الباری ونیل الاوطار وتفسیر الحافظ ابن کثیر ... طبعت هذه علی نفقته فی المطبعة الامیریة بمصر فکانت من انجح وسائل احیاء السنّة ... وفی الهند الآن طائفة کبیرة تهتدی بالسنّة فی کل امور الدین ولا تقلد احدا من الفقهاء ولا المتکلمین وهی طائفة المحدّثین (مفتاح السنۃ ص ۱۶۹)

ایک اور محقق علامہ محمد منیر دمشقیؒ احیائے سُنّت کی اس تحریک کے متعلق لکھتے ہیں وهی نهضة عظیمة اثرت علی باقی البلاد الاسلامیة فاقتدی بها غالب البلاد الاسلامیة فی طبع کتب الحدیث والتفسیر (انموذج من الاعمال الخیریة ص۴۶۵) حضرت نواب سیّد محمد صدیق حسنؒ کے بارے میں یہ تاثرات ظاہر کئے۔ کم له من ایاد بیضاء فی خدمة العلم والعلماء وان جحد فضله الحاسدون وضعفاء العقول المتصنعون (انموذج ص۳۵۸)

یہ ہے مختصر روئداد علمائے اہل حدیث ہند (اب برصغیر کے) زرّیں کارناموں کی جو انہوں نے شاہ صاحبؒ کی اس تحریک کے سلسلے میں سرانجام دیئے۔ اگر ولی اللّٰہی خانوادے سے منسلک سبھی علمائے کرام شاہ صاحبؒ کے طریق کو اپنا لیتے تو ہمارے ہاں کی مذہبی حالت موجودہ صورتِ حال سے مختلف ہوتی۔

ہوا یہ کہ آپ کے خاندان سے متوسل ایک گروہ نے اس طریقِ تدریس اور ترویج علم حدیث کو بعض مخصوص مصلحتوں کی بناء پر شاہ صاحبؒ کے کچھ مدت بعد ترک کر دیا۔ اس گروہ کے اصحابِ تدریس و تالیف نے بلاشبہ اشاعتِ دین کی بعض قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں مگر علمِ حدیث کو اس کا پورا حق دینے کے لئے تیار نہ ہو سکے، انہوں نے ـــــ اپنے بعض پیش رو مؤلفین و شارحین کی طرح ـــــ علمِ حدیث کی خدمت کرتے وقت بعض خاص مقاصد سامنے رکھے۔ ان مجتہدانہ کتابوں کو شاہ صاحبؒ کے مجوزہ طریقہ کی بجائے "اصحاب الرائی" کے طریق پر پڑھایا۔ ان کتابوں کو مفید حواشی سے ضرور مزین کیا گیا۔ لیکن بعض احادیث کی تشریح و تطبیق اور تصحیح و تضعیف میں گروہی جانبداری ملحوظ رکھی گئی۔
مختلف فیہ مقامات میں کتاب کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اس کی اثر آفرینی سے تقریر تدریس میں بچانے کی کوشش ہوتی ہے اور حاشیہ میں متن کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ جو حدیث مدرس و محشی کو مخالف مذہب نظر آئے، اس کو توجیہ و تاویل کی نذر کرنے پر زور دیا جاتا ہے لیکن جس کو اتفاق سے مطابقتِ مذہب کا شرف حاصل ہو گیا۔ اس کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور مقصد اس تکلف سے اکثر یہ ہوتا ہے کہ طلبائے علومِ حدیث میں وسعتِ قلب و فسحتِ نظر نہ پیدا ہونے پائے۔ وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدستور ایک حصار میں محصور ایک خاص سانچے میں ڈھلے رہیں۔ تنقیدی ذوق اگر پیدا بھی ہو تو وہ تعمیری نہ ہو جا رہا نہ ہو۔

بطورِ مثال مذکورہ بالا گروہ کی صفِ اوّل کے فقہائے ہند کے حواشی کتبِ حدیث دیکھ لیے جائیں تو اُوپر کی گذارش کے مبنی بر واقعات ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یعنی جناب مولانا احمد علی صاحب مرحوم سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) کے حواشی صحیح بخاری، جامع ترمذی اور مشکوٰۃ۔ جناب مولانا عبدالغنی صاحب مرحوم مجدّدی (۱۲۹۶ھ) و مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کے حواشی سُنن ابن ماجہ و سُنن نسائی اور نواب محمد قطب الدین صاحب مرحوم دہلوی (۱۲۸۹ھ) کا اُردو حاشیہ مشکوٰۃ وغیرہ۔

اور یہی طرزِ تالیف و تدریس ان حضرات کے بعد میں آنے والوں کا عام طور پر چلا آ رہا ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللہ

ظاہر ہے یہ صورتِ حال طلبائے علومِ حدیث کے لئے اُلجھن کا باعث ہوتی ہے کہ حاشیہ متن کے مخالف سمت نظر آئے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ہمارے ہاں مدارسِ عربیہ میں متداول حدیث کی کتابوں کے تشریحی حواشی ایسے ہوں جو اس مشکل کا علاج ہوں اور خود ذہنی اُلجھاؤ کا سبب نہ بنیں بلکہ ائمہ حدیث کے نظریات کے مؤید اور وضاحت کنندہ ہوں۔ جن میں محدثین کے غیر جانبدارانہ معیارِ جرح و تعدیل اور بحث و تمحیص اور شاہ صاحبؒ کے اصُولِ فقہیات کو سامنے رکھا جائے نیز بلا امتیاز مذہب و مشرب سارے اسلاف کرام ——— مُحدّثین ہوں یا فقہاء ——— کا احترام ہمیشہ ملحوظ رہے۔

یہ کام علمائے حدیث (متحدہ ہند) کے کرنے کا تھا، جس کی طرف قدرے توجّہ بھی کی گئی۔ چنانچہ علامہ شیخ حسین بن محسن یمانی بھوپالیؒ (۱۳۲۷ھ) کے ایک فاضل شاگرد مولانا محمد بن نُورالدین ہزارویؒ (   ) کے حواشی سنن ابن ماجہ (مولفہ ۱۳۱۲ھ) اور سُنن ابی داؤد (مولفہ ۱۳۱۸ھ) اصح المطابع لکھنؤ سے اور محدّث دہلویؒ کے دو قابل شاگردوں مولانا ابو عبدالرحمٰن محمد پنجابیؒ (۱۳۱۵ھ) اور مولانا ابُویحیٰی محمد شاہجہان پُوریؒ (۱۳۳۸ھ) کے قلم سے سُنن نسائیؒ کا حاشیہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہُوئے۔ اسی ذیل میں تنقیح الرُّواۃ حاشیہ مشکوٰۃ مولفہ مولانا سیّد احمد حسن دہلوی (۱۳۳۸ھ) تلمیذ حضرت شیخ الکل میاں صاحب دہلویؒ کا نام بھی لیا جا سکتا ہے لیکن بعد میں بعض ناگزیر حوادث سے جماعت اہلحدیث کو دوچار ہونا پڑا ——— جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ——— اور اس سلسلہ پر فترت طاری ہوگئی اور جاری نہ رہ سکا۔ تاہم اس کا احساس، حساس افراد کو ہمیشہ رہا کیا۔

اس درازیٔ لذیذ حکایت سے مقصود ان گفتگوؤں اور تجویزوں کا پس منظر بیان کرنا ہے جو عاجز راقم اور اس کے دوست مولانا حافظ محمّد زکریا صاحب مرحوم و مغفور کے درمیان اس موضوع پر گھنٹوں رہا کرتی تھیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک یاد پڑتا ہے موصوف سے عاجز کی ملاقات دوسری عالمگیر جنگ کے زمانے میں ہوئی جب کہ راقم فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں بسلسلہ تدریس و خطابت وغیرہ قیام پذیر تھا۔ پھر ملاقات اکثر رہتی تھی۔ ہم ذوقی ملاقات کئے بغیر چین نہ لینے دیتی تھی۔ دُھن یہ تھی کہ اپنے اکابر کے کارنامہ ہائے اشاعت علومِ حدیث کا کسی طرح پھر سے احیاء عمل میں لایا جائے۔

لائل پور (موجودہ نام فیصل آباد) (پنجاب) سے تیس میل دور جنوب مغربی گوشہ میں جھوک دادو طور نامی ایک گاؤں میں ستّر برس کی عمر کے ایک درویش صفت، متوسط قسم کے زمیندار، اہلِ علم و صاحبِ دل بزرگ مولانا محمد باقر صاحب متوطن ہیں۔ تلمیذ اُستاذِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدّث وزیر آبادی (۱۳۳۴ھ) اور فیض یافتہ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی (۱۳۳۲ھ) علیہما الرحمۃ والغفران۔ حافظ محمد زکریا صاحب موصوف آپ ہی کے بڑے لڑکے تھے۔ اسی گاؤں میں غالباً ۱۳۳۲ھ کی پیدائش ہوگی۔ گھر پر قرآن پاک حفظ کیا اور اردو سے واقفیت بہم پہنچائی۔ پھر ضلع شیخوپورہ کے ایک موضع میں ابتدائی درسیات پڑھیں۔ کچھ مدّت مدرسہ تقویۃ الاسلام مسجد غزنویہ امرتسر میں رہے۔ پھر گوجرانوالہ جا کر حضرت الاستاذ الامام مولانا حافظ محمد صاحب مدظلہ العالی[1] اور جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب[2] دام مجدہ سے صحاح ستّہ وغیرہا کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی اور وہیں خوش نویسی سیکھ لی۔

چونکہ طالب علمی ہی میں تحریر و تالیف اور طباعت و اشاعت کی طرف میلان تھا اور اُن کے اپنے تعلقات کا زیادہ سبب یہی اَمر ہوا کہ یہاں بھی بدوِ شعور سے کچھ ایسا ہی جنوں تھا، تسکینِ ذوق کے لئے اپنے گاؤں میں "مکتبۂ عتیقیہ" بنا لیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے چند رسالوں اور حافظ ابن القیمؒ کی کتاب الوابل الصیب کے (احقر کے ایماء پر) ترجمے کر کے شائع کئے ــــ افاداتِ ابن تیمیہؒ اور ذکرِ الٰہی ــــ اس کے بعد (راقم کے اشارے سے) ہادی شرح اُردو زادی لکھی اور طبع کی ــــ نیز احقر سے "امام شوکانی" پر ایک مختصر مقالہ لکھوا کر ۱۳۶۴ھ میں کتابی صورت میں طبع کیا۔ ان کے سوا عصمۃ الانبیاء (امام رازیؒ) کا ترجمہ اور ابواب الصرف (مولانا حافظ محمد لکھویؒ) کی شرح بھی تالیف کیں جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔

علاوہ ازیں اپنے والدِ محترم کے قائم کردہ مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو کے لئے ایک علمی کتاب خانہ (لائبریری) کی بنیاد رکھ دی جس میں تھوڑے عرصہ میں تفسیر، حدیث، رجال، تاریخ اور ادب کا قابلِ قدر ذخیرہ جمع کر لیا۔

مگر افسوس کہ لانبے قد، منحنی اور لاغر جسم کا کم گو اور علم و ذوقِ سلیم سے بہرہ ور یہ نوجوان معدہ کا دائمی مریض تھا۔ بیماری بتدریج بڑھتی گئی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔ بالآخر شوال ۱۳۶۸ھ (اگست ۱۹۴۹ء) کو جانِ ناتواں جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1]، [2] حضرتؒ کا یہ دیباچہ اس وقت کا تحریر کردہ ہے، جب یہ دونوں بزرگ زندہ تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (ص۔ ی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقلاب ۱۹۴۷ء (۱۳۶۶ھ) میں راقم الحروف فیروز پور سے پاکستان چلا آیا۔ موصوف سے ملاقات ہونا قدرتی تھی۔ محسوس کیا گیا کہ شاید خوابوں کی تعبیر کا وقت آ گیا ہو۔ وہی مشورے، تجویزیں اور منصوبے۔ طے پایا کہ کتب حدیث اور ان کے متعلقات کے تحشیہ و طباعت کی داغ بیل ڈال کر اپنے بزرگوں کے مشن کو زندہ کیا جائے اور مشکوٰۃ سے اس کا آغاز ہو۔ جس کے لئے اُنہوں نے راقم سے کہا۔ ادھر سے نا اہلی کا عُذر ہوا۔ اور مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارک پُوری دامت برکاتہم کا اسم گرامی تجویز کیا گیا۔ موصوف نے اتّفاق کیا۔ پھر وہ ایک طرف مولانا رحمانی سے خط و کتابت اور بزرگان و احباب سے مشوروں میں لگ گئے تو دوسری طرف اپنی مقامی جماعت اہلحدیث سے فراہمی اخراجات کے لئے مستقل انتظامات کی کوشش شروع کر دی اور اراکینِ مدرسہ خادم القرآن والحدیث کو اس وقیع و جلیل کام پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فللہ الحمد۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا رحمانی نے خندہ پیشانی سے ہماری درخواست منظور فرمالی مگر تکمیلِ تحشیہ کا اندازہ چار سال کا بتایا۔ چنانچہ ابتدائی مراحل طے ہو کر ۱۹۴۸ء (۱۳۶۷ھ) میں کام شروع کر دیا۔

اس وقت تک راقم، مخدومی و سیّدی مولانا محمّد داؤد صاحب غزنوی مدظلہ العالی[1] کے ارشاد پر دار العلوم تقویۃ الاسلام کی خدمت کے لئے لاہور آ چکا تھا۔ مولانا حافظ محمّد زکریا صاحب کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں لاہور آئے چند ماہ میرے ہاں قیام رہا اور اس پر غور ہوتا رہا کہ تکمیلِ حاشیہ مشکوٰۃ کے انتظار میں رہنا مناسب نہیں۔ کوئی دوسرا کام شروع ہونا چاہیئے۔ طے ہوا کہ "مکتبۂ عتیقیہ" کو لاہور منتقل کر لیا جائے اور محدّث دہلویؒ کے سوانح حیات "الحیاۃ بعد المماۃ" کو اعلیٰ طباعت کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جائے۔ چونکہ ان دنوں سُنن ابی داؤد بازار میں ناپید تھی۔ اس لئے یہ بھی ارادہ کر لیا گیا کہ نئے تحشیہ کے ساتھ اس کو طبع کرانے کی بھی پُوری کوشش کی جائے۔ چنانچہ موصوف کے زور دینے پر احقر نے فیض الودود تعلیق سُنن ابی داؤد کے لکھنے کی ابتداء کر دی اور انہوں نے کام چلانے کے لئے قدرے مالی انتظام کر لیا۔ دریں اثناء وہ لاہور سے گھر چلے گئے۔ مرض زور پکڑ گیا۔ کچھ دنوں بعد ان کے پُر ملال انتقال کی خبر آ گئی اور یہ عاجز دل تھام کر رہ گیا۔ فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر۔!

عجیب بات ہے کہ بظاہر یہ سب منصوبے ہمارے خیالی تھے۔ یہاں سرمایہ تو کیا ہوتا حصُولِ سرمایہ کی کوئی ٹھوس صورت بھی ہمارے سامنے نہیں تھی۔ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور مرحوم کا اخلاص، لگن اور دھن تھی۔ جس کے ثمرات یُوں ظاہر ہوئے کہ حیرت انگیز طریقوں سے کام کی راہیں کھُلیں اور خیالی خاکوں میں رنگ بھرنے کے اسباب خود بخود پیدا ہوتے چلے گئے۔ مثلاً

---

[1] رحمہ اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مرحوم کے بوڑھے (مگر نوجوانوں کی سی ہمت رکھنے والے) باپ مولانا محمد باقر صاحب اور اُن کی مخلص جماعت، نے حافظ صاحب کے جاری کردہ کام کو تکمیل تک پہنچانے کا عزم کرلیا اور مولانا رحمانی کی خدمت میں طے شدہ ماہانہ وظیفہ بھیجنے کا سلسلہ اس وقت تک برابر قائم رکھا جب تک کہ ملک کی زرمبادلہ کی پالیسی اس کے آڑے نہیں آئی۔
- قانونی مشکلات کے باعث جب ہم لوگ کچھ نہ کرسکتے تھے تو نامساعد حالات کے باوجود کام جاری رہنے کے، اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اسباب پیدا کردیے۔ چنانچہ حضرت شارح علام کے زیرِ نگرانی دوسری جلد کی طباعت و اشاعت کے بعد اب تیسری جلد کی طباعت بھی شروع ہوچکی ہے۔
- حضرت شارح مدظلہم نے پہلی جلد ہمیں طبع کرنے کے لئے ارسال فرمادی لیکن ہزاروں کے اخراجات ظاہری اسباب ناگفتہ بہ! چھوٹے سے گاؤں کی غریب جماعت! پھر قدم قدم پر مشکلات و موانع ——— ! مگر اللہ پاک کی بے اندازہ کرم نوازیاں کہ اس نے ہر مشکل رُفع فرمائی۔ ہر مانع دُور کیا اور اپنے ایک احقر ترین بندے کو مرحوم دوست سے کئے ہوئے عملی عہد کو کسی حد تک نبھانے کی توفیق بخشی ——— اور یہ سب کچھ مرحوم ہی کے اخلاص کے ثمرات ہیں۔ فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔
- مرحوم کے انتقال سے مکتبہ عتیقیہ کو لاہور لانے کی تجویز تو درمیان میں رہ گئی مگر راقم نے فیروزپور کے اپنے المکتبۃ السلفیۃ کی نشاۃ ثانیہ کا فیصلہ کرلیا اور اگرچہ فیض الودود کا سلسلہ دو پاروں سے آگے نہ بڑھ سکا مگر تھوڑی مدت نہ گزری تھی کہ کارسازِ حقیقی جل مجدہ وعز اسمہ نے غیر متوقع ایسے اسباب مہیا فرما دیئے کہ المکتبۃ السلفیۃ کے زیرِ اہتمام تین چار سال کے قلیل عرصہ میں التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی جیسی ضخیم کتاب کی تالیف و تصحیح اور کتابت و مراحل کے سارے کاروبار سرانجام پاگئے۔ وھذا من فضل ربی لیبلونی ء اشکرام اکفر۔

کم و بیش ایک سال کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا رحمانی کے اشہبِ قلم نے حاشیہ کی بجائے ایک عظیم و جلیل شرح کی داغ بیل ڈال دی۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم لوگ اس کے لئے سرِدست تیار نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہے وہ تو ہو کر رہتا ہے اور یُوں بھی مشکوٰۃ کی ایک مبسوط شرح کی ضرورت کس سے مخفی ہے؟ بلاشبہ مصنف کے شیخ علامہ حسین بن محمد طیبیؒ (۷۴۳ھ) کی شرح "الکاشف عن حقائق السنن" بہترین تسلیم کی گئی ہے مگر وہ طباعت سے اب تک محروم ہے۔ اس کے بعد مولانا علی بن سلطان محمد قاریؒ (۱۰۱۴ھ) کی شرح "مرقاۃ" اور مولانا شیخ عبدالحق دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) کی شرح "لمعات" کے درجے ہیں مگر ثانی الذکر تا حال غیر مطبوع ہے۔ اور اول الذکر آج سے تقریباً پون صدی قبل پانچ ضخیم جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی مگر اَب مدت سے نایاب ہے۔ یہ دونوں شرحیں ایضاح مطالب وغیرہ سے متعلقہ مواد جمع کرنے کے اعتبار سے بہت خوب ہیں تاہم فقہیات میں ایک خاص مکتبِ فکر کی نمائندگی کو ان میں بالالتزام ملحوظ رکھا گیا ہے پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج و تنقید احادیث کے اعتبار سے بھی بالکلیہ تشنہ ہیں حالانکہ مشکوٰۃ کی شرح بالخصوص فصل ثالث میں اس کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ نظر بریں راقم اور محترم مولانا محمد باقر صاحب مدظلہ العالی نے مولانا رحمانی کے اس ارادے کا بڑی مسرت سے خیر مقدم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے خلاء کے پُر کرنے کا سامان مہیا فرما دیا ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ مرعاۃ المفاتیح اپنے ممتاز اوصاف و خصائص کی وجہ سے مشکوٰۃ کی بے نظیر اور غیر مسبوق شرح تیار ہو گئی ہے۔ جو قدیم شروح کے مندرجات کو حاوی اور بمصداق کم ترک الاول للآخر تحقیق میں دسویں گیارہویں صدی ہجری کا زمانہ یاد دلانے والی ہے۔ یہ شرح ان شاء اللہ نہ صرف کہ مرقات و لمعات کی اصل ضرورت کو بڑی عمدگی سے پورا کرے گی، بلکہ تنقیح و تخریج احادیث میں بھی کئی کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کو تکمیل تک پہنچائے اور حسن قبول اور افادۂ عامہ کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے۔

مرحوم دوست مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً اور راقم سطور نے جس خاص مقصد کے پیش نظر تحشیہ و طباعتِ مشکوٰۃ کی ضرورت محسوس کی تھی وہ اب بھی باقی ہے۔ اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی توفیق کس کو اور کب ملتی ہے۔ جس شرح نما حاشیہ مشکوٰۃ —— تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ —— کا ذکر اُوپر گزرا ہے۔ اس کا نصف اوّل طبع ہو کر مدت سے شائع و ذائع ہے۔ نصف ثانی کا مسودہ مدت دراز کے بعد اب مہیا ہو سکا ہے مگر نظر ثانی کا سخت محتاج بلکہ آخری کچھ حصہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ لکھنے کے قابل۔ المکتبۃ السلفیۃ کی خواہش ہے کہ اس کو جلد از جلد شائع کر دینا چاہیئے۔

ایک ضرورت مترجم مشکوٰۃ کی بھی مدت سے محسوس کی جا رہی ہے جو مستند ترجمہ کے ساتھ قدیم و جدید کے تقاضوں کو سموئے ہوئے ہو۔ احقر راقم کی تجویز و درخواست پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ[1] خطیب جامع اہلحدیث گوجرانوالہ نے تقریباً نصف اوّل تک کام تیار کر لیا ہے۔ یہ مترجم مشکوٰۃ ان شاء اللہ اپنی نظیر آپ ہو گی۔ لیکن ان دونوں کتابوں کے طبع کرنے کے لئے کافی سرمایہ درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو تو جماعت اہل حدیث میں بہت سے متمول و خیر اصحاب احساس و ذوق موجود ہیں جن کی توجہ سے یہ مرحلہ آسانی سے سر ہو سکتا ہے۔ پھر جب کہ یہ کام ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بھی ہے۔

واضح رہے کہ حدیث و آثار کی روشنی میں قرآن پاک کی تفسیر اور خاص علوم حدیث کی تبلیغ و اشاعت، جماعت اہلحدیث کا امتیازی فریضہ ہے جس سے ماضی قریب کے ہمارے اسلاف بڑی خوبی سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں۔ یہ دور اور بھی نازک تر ہے۔ حدیث پاک کے منکرین و مخالفین اور تاویل و توجیہ کی پگڈنڈیوں پر جانے والوں کے حملوں کی مدافعت اب پھر بہت ضروری ہو گئی ہے جس وسیع پیمانے پر مخالف طاقتیں سرگرم پروپاگنڈا ہیں اہلحدیث کا کام ان کے مقابلے

[1] رحمہ اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں سست ہے کیا اس پر فوری طور پر غور فرمایا جائے گا۔؟

المکتبۃ السلفیۃ کے عزائم اور لائحہ عمل کا اجمالی اندازہ سطور بالا سے کیا جا سکتا ہے جس کی ابتدا جماعت و مسلک کے مخلص گمنام خادموں کے تخیلات سے ہوئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور جماعت کے گنے چنے بزرگان و احباب کی توجہ و سرپرستی سے المکتبۃ السلفیۃ نو دس برس کی قلیل مدت میں جماعتی انداز پر قرآن و حدیث کی وسیع اشاعتی خدمات انجام دینے کے قابل ہو گیا ہے۔ فالحمد للہ وحدہ۔

المکتبۃ السلفیۃ کا معیارِ طباعت، محنت، حسنِ کارکردگی اور دیانتِ معاملہ اس کے اطمینان بخش ریکارڈ کے شاہدِ عدل ہیں۔ المکتبۃ السلفیۃ کا اولین مقصد صحاح ستہ کے متون مع تعلیقات کا شائع کرنا ہے۔ اس کے بعد مسلک فقہ المحدیث سے متعلقہ عربی و اُردو کتابوں کی نشر و توزیع۔

علاوہ ازیں ایک بڑا کام مکتبہ کے سامنے اُردو میں محدثین کرام کی سو سالہ تاریخ کی جمع و تدوین بھی ہے جس کی ایک ضخیم جلد کا مواد تیار بھی ہو گیا ہے۔ رہا یہ کہ ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو کر کب اور کیسے نصب العین تک پہنچیں گے؟ یہ سب کچھ اللہ سبحانہٗ کے اختیار میں ہے۔ فان الامور کلّھا بیدہ تعالیٰ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ انّ اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئ قدرًا۔ فالحمد للہ اوّلاً و اٰخراً ظاھراً و باطناً و صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ لاہور
ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ

خادم الحدیث و اہلہ
احقر ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کان اللہ لہٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جرعات

آہ! امام الہند

عمرہا در کعبہ و بُت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

آہ! کیوں کر کہیے کہ آسمانِ علم و فضل کے درخشندہ آفتاب، بزمِ تحقیق کی شمع فروزاں، سرآمد روزگار حکیم، امراض ملت کے ماہر طبیب، علومِ قدیم و جدید کی جامع ہستی، دُنیائے اسلام کے جیّد عالم، تدبر و فراست کے ذروۂ عُلیا پر فائز شخصیت، جنگ آزادی کے بہادر جرنیل، کروڑوں انسانوں کے محبُوب رہنما، جبلِ استقامت، عفو و حلم مجسّم، مخلص و بے لوث زعیم، ہند و پاک کے مسلّم امام حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ عزّ وجل رحمۃ واسعۃ نے ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو ۲ بجے رات کے مبارک وقت میں بہ مقام دہلی داعیِ اجل کو لبیک کہا اور جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

آہ! وہ دماغ کا بادشاہ، دِل کا درویش، آتش بیاں خطیب، ابوالکلام ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا اور یُوں نصف صدی کی یہ پُوری تاریخ اپنوں اور پرایوں سے یہ کہتی ہوئی دفن ہو گئی ؎

لو آج مرگِ ناگہانی بے کس سے مٹ گئی — وہ اک "خلش" جو خاطرِ اہلِ "وطن" میں تھی

بھارتی مسلمانوں کے لیے مولانا حسین احمدؒ کا صدمہ ہی کیا کم تھا کہ ان کے بعد جلد ہی اس حادثۂ فاجعہ سے بھی انہیں دوچار ہونا پڑا ــــ مولانا مرحوم و مغفور ان کی اُمیدوں کا آخری سہارا تھے۔ ان کے وصال باللہ کے بعد وہ جس قدر دلفگار اور سراسیمہ ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر سید محمود سابق وزیرِ تعلیم بہار جیسے بزرگ اس موقع پر بیہوش ہو گئے۔ لیکن اس کارخانہ ہست و بُود میں کسے دوام ہے۔ ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی مسیحی کا آخر اور بیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ وہ ہے جب انگریز کا طوطی خوب بول رہا تھا خصوصاً مشرقِ وسطیٰ اور اس وقت کے ہندوستان میں اس کی فرعونیت عروج پر تھی۔ وہ مغل حکومت پر غاصبانہ قبضہ جما کر بدمست ہو رہا تھا اور ترک حکومت کو اپنا حریف سمجھ کر اپنی عیارانہ چالوں سے اسے ٹھکانے لگانے میں مصروف تھا۔ جہاں مسلمان اس کے محکوم تھے، وہاں مقہور و مجبور تھے اور اس کے انواع و اقسام کے مظالم کے شکار مسلمان حکومتیں جہاں تھیں، مرعوب اور سہمی ہوئی ——— ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور دو عبقری پیدا کر دیئے ——— علامہ جمال الدین افغانیؒ اور مولانا ابوالکلام محی الدین احمد آزادؒ ——— ان دونوں نے قدیم مدارس عربیہ کے طریقے پر تعلیم پائی۔ حالات کا مطالعہ کیا۔ اسلام و مسلمانوں کے متعلق انگریز کے طرزِ عمل کو دیکھا تو ان کے حساس دل اس صورتِ حال سے تڑپ اٹھے۔ وہ جان کی بازی لگا کر کارزارِ سیاست میں اتر پڑے اور اپنی ساری خداداد صلاحیتیں اس راہ میں صرف کر دیں اور اس زور سے "کنجشک فرومایہ" کو "شاہیں" سے لڑا دیا کہ ہندوستان اور تھوڑے دنوں بعد مصر سے انگریز بہادر بوریا بستر باندھ کر رخصت ہونے پر مجبور ہو گیا! يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!

ایشیا کے ان دونوں مسلمان مفکّروں کا نظریہ یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کا اصل حریف اور دشمن عیسائی اور انگریز ہیں۔ اسی نکتے پر انہوں نے اپنی مساعی مرکوز کر دیں۔ وہ ہر اس کانٹے کو راہ سے ہٹانا ضروری سمجھتے جس سے انگریز اور انگریزیت کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اور ہر اس طریق پر گامزن ہو جاتے جس سے انگریز کو شکست دینے میں مدد ملے ——— اور صلیب و ہلال کی تاریخی کش مکش سے باخبر ——— کون کہہ سکتا ہے کہ یہ نظریۂ سیاست مبنی بر حقائق نہیں تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادیٔ ہند کے بعد انگریز کی منتقمانہ درندگی نے مسلمانوں کے فعّال عنصر کو کچلنے کی ٹھان لی اور اسلام کو اس ملک سے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسلامی عقائد و نظریات اور مسائل و اعمال کے خلاف زہر چکانی کے لیے مسیحی مشنری پھیلا دیئے گئے۔ عیسویت کی اشاعت کے لئے پُرزور تحریک شروع کر دی گئی۔ تعلیمی نظام اپنے حسبِ منشا مرتب کر کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کی صداقت اور اسلام کے بنیادی عقائد کو کمزور کرنے کی سکیم تیار کر لی! ——— پرانی اسلامی تہذیب کے بچے کھچے جو لوگ رہ گئے تھے، ان میں سید احمد خان صاحب ——— جن کو بعد میں سر سید بنا دیا گیا ——— سوجھ بوجھ والے تھے۔ دل بھی حساس پایا تھا مگر ان پر آخر انگریز کا جادو چل گیا۔ جس کے نتیجے میں جاگیردار اور دفتری قسم کے طبقوں نے انگریز سے صلح کر لی اور سر سید تو ایسے مسحور ہوئے کہ آخر دم تک انگریز اور انگریزیت کی محبت میں سرشار رہے اور ایسی روش پر قوم کو چلایا جس کے نتائج اب تک مسلمان بھگت رہے ہیں۔ وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا!

پھر ہندو کو بھی انگریز نے اس طرح تھپکی دی کہ ہندو مسلمان پھر کبھی متحد ہو کر ۱۸۵۷ء کی سی صورتحال پیدا نہ کر سکیں۔

ادھر علمائے کرام کو عیسائی حکومت کی سرپرستی میں مسیحی مبلغین کے اودھم مچانے اور سر سید کی خلافِ اسلام پالیسی کی وجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجا طور پر اسلام اور علومِ عربیہ کے تحفظ کی فکر پڑ گئی کہ مبادا عیسائی حکومت یہاں بھی اُندلس کیطرح اسلام وعلومِ اسلامیہ کو نیست ونابود ہی کر دے۔ اس بنا پر دہلی میں شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث، دیوبند میں مولانا محمد قاسم صاحب، بھوپال میں حضرت مولانا سید محمد صدیق حسن خاں صاحب، لکھنؤ میں علمائے فرنگی محل اور ان سب بزرگوں کے تلامذہ نے تدریس و تصنیف میں مصروف جہد وعمل ہو کر اسلام کے علمی وعملی محاذ کو مضبوط کر لیا۔

ان مختلف عوامل کی وجہ سے اُفقِ ہند پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انگریز بڑے اطمینان سے کوس لِمَنِ الْمُلْکُ بجا رہا تھا اور ساری مسلمان قوم میں جماعت اہلِ حدیث کے مجاہدین ہی تھے جو حضرت مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہندوستان کے اندر اور اس کی شمال مغربی سرحد تک پھر اسلامی جہاد کی شمع روشن کر کے انگریز کے لیے وجہ سر درد بنے ہوتے تھے۔

تاریخ کے اس تاریک اور نازک ترین دور میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نور اللہ ضریحہ وقدس روحہ کا "الہلال" طلوع ہوا جسکی تابانیوں سے مُلک کا گوشہ گوشہ جگمگا اُٹھا۔ اس نے تھوڑی ہی مدت میں بتا دیا کہ وہ مسلمان کے لئے "ہلال" ہے تو انگریز کے لئے ایک بجلی ہے جو اس کے ایوان سطوت وجبروت پر گر رہی ہے ــــــ اس کی گھن گرج نے اس قلعے میں بھی جو سر سید کی آڑ میں انگریز نے بنا رکھا تھا، شگاف پیدا کر دیا۔!

اس کی دعوتِ حق نے علمائے کرام کو اس قدر جھنجھوڑا کہ انہوں نے اس راہ میں مسندیں قربان کر دیں۔ اس نے صوفیاء کو اس زور سے پکارا کہ وہ خانقاہوں سے باہر نکل آئے۔ اس مردِ حق آگاہ کی آواز میں وہ تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی کہ مسلمانانِ ہند کے ہر مکتبِ فکر کا فعال وحساس عنصر جہادِ حُریت میں متحد العمل نظر آنے لگا ــــــ اس کی مخلصانہ مساعی میں اس قدر اثر تھا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز اور اس کے کاسہ لیسوں کے علی الرغم ہندو مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔

انگریز کی ضرب المثل عیارانہ سیاست نے کیا کیا جتن نہیں کئے کہ سونے کی چڑیا "ہندوستان" اسکے ہاتھ سے نکلنے نہ پائے مگر ایشیا کے اس بطلِ جلیل اور ہندوستان کے اس مجاہدِ کبیر کی عبقری ذہانت، عمیق تدبر اور کوہِ وقار عزیمت نے انگریزی ڈپلومیسی کو ہر مقام پر شکست دی۔

بالآخر انگریز کو اپنی سیاست کا رُخ بدلنا پڑا ــــ لیکن نہ صرف یہ کہ اس کا کوئی پردہ اور چھپا اس کو یہاں نہ ٹھہرا سکا، بلکہ اس کی قہرمانیت بھی خاک میں مل گئی اور جس سلطنت پر سورج غروب نہ ہوتا تھا وہ اب تیسرے درجے کی طاقت بن کر رہ گیا ہے کہ: ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ ہے بجا طور پر امام الہند کا فاتحانہ کارنامہ جس میں ان کا اس صدی میں کوئی سہیم وشریک نہیں۔ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سیاست ہی میں عبقری نہ تھے، علم میں بھی کامل اور کلام کے بادشاہ تھے۔ خطابت میں جلال و جمال کی حسین آمیزش، طرزِ نگارش والہانہ بھی اور عالمانہ بھی، اس میں نقل بھی اور عقل بھی، ناممکن ہے کہ قلبِ سلیم اس سے اثرِ حق قبول نہ کرے۔

"الہلال" کے مقالات کے ذریعہ آپ نے قدیم علماء کو جو ۱۸۵۷ء کے بعد عام طور پر تدریس و تبلیغ ہی کے ہو کر رہ گئے تھے، پھر سے سیاست کے میدان میں لاکھڑا کر دیا۔ ان کو محسوس کرا دیا کہ سیاست بھی مذہب ہی کا ایک حصہ ہے اور اصحابِ سیاست جدید کو بتلایا کہ اصلاً سیاست وہی ہے جو قرآن و حدیث اور خلافت راشدہ کی راہنمائی میں ہو۔

سرسید کی جو فکری گمراہیاں تہذیبُ الاخلاق اور تفسیر القرآن کی وجہ سے انگریزی تعلیم یافتگان میں رواج پا رہی تھیں، اور جن سے ان کے ذہن مسموم ہو رہے تھے، "الہلال" نے ان کے زائل کرنے میں بھی بڑا کام کیا۔ اسلامی معاشرت اور تفسیر صحیح کی طرف ان کی راہنمائی کی۔

"الہلال" کے بعد "تذکرہ" آپ کی تصانیف کا شاہکار کہا جا سکتا ہے اور اس کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ عملی سیاسیات میں نہ پڑتے تو دوسرے شاہ ولی اللہؒ ہوتے۔

"تذکرہ" کے بعد "مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب" اگرچہ ایک خاص نقطۂ نظر کے تحت بطور خطبہ لکھی گئی ہے تاہم تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل ہے۔ "غبارِ خاطر" ادبی اعتبار سے اُردو ادب میں منفرد کتاب ہے۔ "ترجمان القرآن" مولانا کی بہترین تفسیری یادگار ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم سے آپ کو کس قدر شغف تھا اور قحطِ علم کے اس دَور میں کیسی قرآنی بصیرت آپ کو ودیعت فرمائی گئی تھی۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ عصری نظریات سے غالباً غیر شعوری تأثر کی وجہ سے اس میں "الہلال" اور "تذکرہ" کا دعوتی معیار قائم نہ رہ سکا۔ ولکل جواد کبوۃ والمعصوم من عصمہ اللہ تعالیٰ وللہ در من قال من السلف وکل احد یؤخذ من قولہ ویترک الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وا دریغا! فضل و کمال کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ علم و ادب کی محفل سونی ہو گئی۔ سیاستِ ملی کا ایوان ویران ہو گیا۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں!

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید — نسیمے از حجاز آید کہ ناید
برفت از بزمِ علم آں حکیمے — دگر دانائے راز آید کہ ناید

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آہ! مولانا مدنی!

وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

ہند و پاک کے مذہبی، علمی، خانقاہی اور سیاسی حلقوں میں یہ خبر انتہائی رنج و الم کے ساتھ سُنی گئی کہ سینکڑوں علماء کے استاذ، ہزاروں صلحاء کے مخدوم، لاکھوں انسانوں کے مرجعِ عقیدت، مولانا حسین احمد صاحب مدنی طویل علالت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ (۵ ردسمبر ۱۹۵۷ء) کو انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

مولانا میں اتنے اوصاف جمع تھے جن کا اس سیاست زدہ دور میں ایک جگہ پایا جانا مشکل ہے۔ مذہب، سیاست، تصوف اور حُسنِ اخلاق کی حسین آمیزش کے حامل تھے۔ ادھر مسندِ تدریس پر حدیث پاک کی تدریس میں انہماک ہے تو سٹیج پر سیاسیات حاضرہ پر مناسبِ حال تقریر بھی فرما دی ہے۔ خلوت میں حق تعالےٰ سے راز و نیاز ہے تو مجالسِ سیاسیہ میں مُلکی مسائل پر گفتگو میں بھی حصّہ لے رہے ہیں۔

مولانا مرحوم کی زندگی اگر اس امر کی شہادت تھی کہ مذہب کے ساتھ سیاست بھی چل سکتی ہے تو اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اسلامی سیاست وہی ہو سکتی ہے جو قرآن و سنّت کی نگرانی میں ہو ——— اور یہ نتیجہ تھا حدیث پاک سے تعلق کا، اس کی تدریسی مزاولت کا، اور سارے شعبہ ہائے زندگی میں اس پر عمل سے شغف کا ———!

پہلی جنگ عظیم کے آخری ایام میں انگریز سے آئینی لڑائی کے لیے مُسلمانوں کا جو ہراول دستہ ——— جن میں حنفی، اہلِ حدیث، علمائے قدیم و تعلیم یافتگان جدید سب ہی شریک تھے، آگے آیا تھا اس میں علمائے دیوبند سے مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمود الحسن صاحب مرحوم کے بعد آپ ہی کی شخصیت نمایاں تھی۔

مالٹا کی اسیری، کراچی کا مقدمہ بغاوت، جمعیۃ علمائے ہند کی صدارت، قید و بند کے مصائب سب مراحل طے ہوتے گئے۔ ہندوستان آزاد ہو گیا۔ مولانا ان خوش قسمت لوگوں سے ہیں، جنہوں نے انگریز کو ہندوستان سے اپنی آنکھوں جاتا دیکھ لیا ——!

آزادی کے بعد مسلمانانِ ہند جن حالات سے دوچار ہیں، ان میں —— نظریہ اسبابِ ظاہرہ —— مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بعد مولانا مرحوم ان کا بہت بڑا سہارا تھے۔ اس اعتبار سے بھی آپ کی جدائی قوم کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے ——!

آپ نے سالہا سال تک والہانہ انداز سے حدیثِ پاک کا درس دیا۔ حنفی مسلک پر تصلب کو قائم رکھا اور اس کی خوب خوب تبلیغ فرمائی، بزرگانِ دیوبند کی روایات کو مضبوطی سے تھامے رہے۔ افسوس ہے کہ بہمہ وجوہ قاسمی نظریات کی حامل یہ آخری شمع بھی خاموش ہے۔ غفر اللہ لہ و برد مضجعہ۔

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اِک شمع رہ گئی "تھی" سو وہ بھی خموش ہے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ

ملتِ اسلامیہ کے بطلِ جلیل فاضلِ نبیل

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل تغمدہ اللہ برحمتہ

عمر ہا در کعبہ و بُت خانہ مے نالد حیات!
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں!

وا حسرتا! کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتِ عظمیٰ بھی آخر ہم سے چھن کر رہی کہ مسلمانوں کے مقبول و محبوب مذہبی رہنما، ساری جماعت اہلِ حدیث پاکستان کے قلوب پر حکمرانی کرنے والی ستودہ صفات ذاتِ گرامی، دورِ حاضر کے سحر طراز خطیب، مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے امیر حضرت مولانا محمد اسماعیل الخطیب مورخہ ۲۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ (۲۰ فروری ۱۹۶۸ء) بروز سہ شنبہ نماز عصر سے فارغ ہوتے ہی تھے کہ برزخ سے بلاوا آ گیا۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

"اے ہر حالت میں اللہ پر راضی رہنے والی مطمئن روح! واپس آجا اپنے رب کی طرف جو تجھ پر راضی ہے تو اس کے خاص بندوں کی فہرست میں داخل ہے اور بہشت بریں میں تیرا مقام!"

پس انہوں نے ادھر لبیک کہتے ہوئے ہم سے منہ موڑ لیا اور ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

مولانا محمد اسماعیل وزیر آباد کے قریب ایک گاؤں موضع ڈھونے کی میں ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا محمد ابراہیم اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ چنانچہ جامع ترمذی کی شرح "تحفۃ الاحوذی" کی چاروں جلدیں انکی خوشنویسی کا شاہکار ہیں۔ انہوں نے اپنے اس اکلوتے فرزند ارجمند کو ہوش سنبھالتے ہی وزیر آباد میں اپنے ہادی و مرشد استاذ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ اس ہونہار نونہال نے جملہ علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، عربی ادب، منطق، فلسفہ، عقائد و کلام وغیرہ پورے درسِ نظامی کی تکمیل کے جملہ مراحل بیس سال کی عمر تک سب طے کر لئے اور ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تجویز کے مطابق گوجرانوالہ میں خطابت وتدریس کی مسند سنبھال لی۔ جس کو نہ صرف کہ چار چاند لگائے بلکہ گوجرانوالہ کی جماعت اہل حدیث آج کشجرۃ طیبۃ أصلها ثابت وفرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها۔ (۱۴: ۲۵) کا سماں پیش کر رہی ہے۔

ذہانت وفطانت کے ساتھ ساتھ طبیعت نہایت حساس اور دردمند پائی تھی۔ پہلی جنگِ عظیم کے حوادث، خلافتِ عثمانیہ کے ساتھ عیسائی حکومتوں کا ظالمانہ سلوک، ہندوستان میں انگریزوں کے عوام خصوصاً مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم، جماعت اہلحدیث کی پکڑ دھکڑ وغیرہ سب واقعات مشاہدہ میں آئے۔ ان سے شدید تاثر کے تحت ۱۹۲۱ء میں جمعیت علمائے ہند کے اجلاس لاہور کے موقع پر مولانا محمد داؤد غزنوی وغیرہ رفقاء سمیت مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی جماعت حزب اللہ میں شامل ہو گئے۔

مولانا محمد اسماعیل ساری زندگی سراپا علم وعمل اور جہد وجہاد رہے۔ مسلمانوں کی کوئی مذہبی تحریک ایسی نہیں جس میں حضرت کا عملی حصہ نہ ہو۔ متعدد دفعہ قید وبند کی سنتِ یوسفی بھی ادا کی۔

گزشتہ نصف صدی میں جماعت اہلِ حدیث کی کسی بھی قسم کی سرگرمی میں مولانا محمد اسماعیل بدستور ایک اہم عنصر کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ نوجوانی ہی میں سعی وہمت کا یہ حال تھا کہ ۱۹۲۴ء میں آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کا سالانہ اجلاس گوجرانوالہ میں کرا ڈالا۔ جماعت اہل حدیث کو منظم کرنے کی بہت دُھن تھی۔ انجمن اہلِ حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا تو اس میں مولانا کا بہت عمل دخل تھا۔ ۱۳۸۹ھ میں مولانا سید محمد شریف شاہ صاحب گھڑیالوی کی سربراہی میں جمعیت تنظیم اہلِ حدیث وجود میں آئی تو اس کے روحِ رواں بھی آپ تھے۔ چنانچہ اس کا دفتر بھی مولانا کی سرپرستی میں گوجرانوالہ میں تھا۔ ۱۹۴۶ء کے سالانہ اجلاس اہلِ حدیث کانفرنس بمقام دہلی میں مجلسِ عمل اہلِ حدیث کانفرنس قائم ہوئی تو مولانا محمد اسماعیل صاحب سیکرٹری مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جہاں تک مغربی پاکستان کی جماعت اہلِ حدیث کا تعلق ہے، وہ درحقیقت مولانا محمد اسماعیل ہی کی مساعی اور شبانہ روز محنت وہمت کی مرہونِ منت ہے۔ مولانا محمد داؤد غزنوی کو سیاستِ ملکی میں کُلی انہماک سے ہٹا کر آپ ہی نے جماعت کی سربراہی کے لیے آمادہ کر لیا۔ اور آخر تک موصوف کا ساتھ ہر حالت میں نبھایا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے مطالبہ کے سلسلہ میں ہر قدم پر مولانا غزنوی کے ساتھ جماعت اہلِ حدیث کی بہترین نمائندگی فرماتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت کے دَور میں مجلس عمل میں ہم تینوں جماعت اہلِ حدیث کے نمائندہ رہے۔ مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل اور راقم الحروف۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی قید وبند کا شرف صرف مولانا محمد اسماعیل کے حصے میں آیا۔

مولانا محمد اسماعیل واقعۃً متجمع الصفات تھے، ماضی قریب کے اکثر اکابر کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے۔ ذہن اخاذ پایا تھا۔ مولانا غازی پوری کا ورع وتقویٰ، مولانا مبارک پوری کا شغفِ حدیث، حافظ عبدالمنان کا شوقِ تدریس، شاہ محمد شریف گھڑیالوی کی تواضع ومسکنت، مولانا عبدالواحد غزنوی کا ذوق قرآن فہمی، مولانا رحیم آبادی کی انگریز دشمنی، مولانا امرتسری کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوقِ تالیف، مولانا سیالکوٹیؒ کا جوہرِ خطابت، مولانا عبدالوہاب دہلویؒ کی شیفتگیٔ سُنّت، مولانا بٹالویؒ کا وسعتِ علم، مولانا عبدالقادر قصوریؒ کی متانت اور عمقِ فکر، مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ کی خصوصیت افتا، مولانا آزادؒ کا جذبہ حُرّیت اور مولانا داؤدؒ کی معاملہ فہمی اور وسعتِ قلبی، یہ صفات ایک مولانا محمد اسماعیل کی ذات میں موجود تھیں۔

مولانا محمد اسماعیل میں ایک منفرد خوبی یہ دیکھی کہ اتنی اونچی شخصیت ہونے کے باوصف "عوامی" تھے۔ عوام کے ساتھ بود و باش رکھتے تھے۔ غریب عوام کے دُکھ درد کے ساتھ ان کا دل دھڑکتا تھا۔ نمود و نمائش اور لیڈرانہ رکھ رکھاؤ نام کو نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے انتقال پر گوجرانوالہ کے عوام کیا مرد، کیا عورتیں، کیا نوجوان، کیا بچے اور کیا بوڑھے بلک بلک کر رو رہے تھے۔

مولانا محمد اسماعیلؒ نے تقریباً پچاس سال تک صبح کے درسِ قرآن کا التزام فرمایا، سینکڑوں کو ترجمے پڑھائے، دوسری علمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تدریس قرآن و حدیث کا مشغلہ برابر جاری رکھا۔ گوجرانوالہ کا مدرسہ محمدیہ اور مدرسہ تجوید القرآن تو مولانا کی یادگار ہیں ہی، الجامعۃ السلفیۃ فیصل آباد بھی دراصل آپ ہی کی یادگار ہے۔

ان کے علاوہ بھی مولانا کے ذریعہ ہزاروں روپے سالانہ مدارس و مساجد اہلِ حدیث کے لیے جاتے تھے۔ مولانا کی ذاتِ گرامی کے باعث گوجرانوالہ جماعت اہلِ حدیث کا ایک بہت بڑا مرکز متصوّر ہوتا تھا۔ ہر جماعتی ضرورت کے لیے مولانا محمد اسماعیلؒ کی ذات ہی مرجع ہوتی تھی اور ہر حقیقی ضرورت کو حضرت ظاہر سے زیادہ باطن میں نوٹ کر لیتے تھے اور ہر ممکن کوشش سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ مولانا محمد اسماعیلؒ کی ایک خوبی یہ تھی کہ لکھنے میں تیز تھے۔ اِتنے گوناگوں کاموں کے باوجود بعض بڑے عُمدہ تحقیقی اور علمی مقالات تحریر فرماتے، جو عموماً راقم الحروف کی درخواست پر معرضِ وجُود میں آئے۔ مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ و حواشی اُردو میں بھی راقم کی عرض پر لکھے گئے جو نصف کتاب تک پہنچ سکے۔ مولانا محمد اسماعیلؒ اس شعر کے پوری طرح مصداق تھے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

اندریں حالات مولانا محمد اسماعیلؒ کے سانحۂ ارتحال سے جماعتِ اہلِ حدیث کو جو دھچکا لگا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے جو یکایک ان کے صاحبزادگان اور رفقاء کو پیش آگئی ہیں۔

بارِ الٰہا! اس عاشقِ اسلام، عاشقِ سُنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کشتۂ محبّت محدّثین، شیفتۂ حدیثِ اہلِ حدیث، غریبوں کے غمگسار، ملّتِ اسلامیہ کے جاں نثار اپنے بندے کو جنّت الفردوس میں انبیاء، شہداء، صالحین کے ساتھ مقامِ علیا عطا فرما۔

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ ورحم اللہ عبدا قال آمینا۔ الحزین المکروب

(محمد عطاء اللہ حنیف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیس سالہ بہترین جماعتی رفیق ــــــــ حاجی محمد اسحاق حنیف

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے!

حاجی محمد اسحاق حنیف رحمہ اللہ مرکزی جمعیۃ کے نہایت متحرک، مخیر اور فعال شخصیت تھے۔ یہ مرکزی جمعیۃ کے بانی اراکین میں سے اور تاحیات مجلس عاملہ کے رکن ہی نہ رہے بلکہ پندرہ سال تک یہ مرکزی جمعیۃ کے ناظم نشر و اشاعت بھی رہے۔ ان کی وفات غیر طبعی حادثہ سے ہوئی۔ ذیل میں ان حالات کا اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد الاعتصام کا طباعتی اجازت نامہ والد صاحب رحمہ اللہ نے گوجرانوالہ سے حاصل کیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی خواہش پر الاعتصام طباعت کے لیے انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کو دے دیا گیا۔ اور پھر مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تشکیل ہوئی تو الاعتصام کو مرکزی جمعیت کا آرگن تو بنا دیا لیکن قانوناً اس کا طباعتی اجازت نامہ حضرت والد صاحب کے نام ہی رہا اور مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کی رو سے اس کا ادارتی نگران مولانا عطاء اللہ حنیف ہی کو رکھا گیا۔ تنظیموں اور اداروں کے مزاج اور نشیب و فراز کے مطابق ان کی مکمل نگرانی کو نہ ہمیشہ قبول کیا گیا اور نہ ہی حکم چلانا ان کا مزاج تھا۔ ۱۹۶۸ء میں ادارتی ذمہ داریوں میں جب کوتاہیاں نا روا حد تک پہنچ گئیں تو انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اس وقت کے ادارتی ذمہ دار کو توجہ دلائی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ کابینہ کے بعض اہم ارکان کی انہوں نے حمایت حاصل کر کے محاذ آرائی کی صورتحال بنا دی۔ ان حالات میں مرحوم حاجی صاحب نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کے موقف کو برحق جانتے ہوئے ان کی حمایت کر دی۔ اسی ناگوار صورت حال کے دنوں میں مرحوم حاجی صاحب نامعلوم افراد کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ جس کو مولانا یہ سمجھتے تھے کہ مرحوم حاجی صاحب کا اندھا قتل ان کی حمایت کے باعث ہوا۔ اس اداریے کا یہ پس منظر تھا جس کو بیان کرنا ضروری جانا گیا۔

ا۔ ش

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِ إِسْحَاقَ لَمَحْزُونُونَ (آنکھیں رو رہی ہیں، دل مغموم ہیں، مگر رضائے مولا از ہمہ اولیٰ، ہم تو "اسحاق" کی جدائی میں یقیناً غم و اندوہ سے نڈھال ہو رہے ہیں)

اللہ عزوجل کے شئون کے اس عالمِ ہست و بود میں کیسے عجیب و غریب ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝

کیا خبر تھی کہ ہمارا ایک ذہین و فطین، سراپا حرکت و عمل، متدین و مخلص، نیک طینت و عمدہ سیرت، جماعتی معاملات کا قدیم ساتھی یوں آناً فاناً ہم سے چھین لیا جائے گا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ ستمبر ۱۹۶۹ء (۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ) ۹½ بجے دن یکایک اطلاع ملی کہ حاجی محمد اسحاق حنیفؒ کا انتقال ہوگیا۔ سنتے ہی گویا پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ خبر شاید درست ہو مگر دل کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہوتا ——! بھاگا بھاگا ان کے مکان پر پہنچا تو ایک کہرام مچا ہوا تھا، کسی کو ہوش نہ تھا کہ تفصیلات بتائے۔ اجمالی اطلاع پر راقم میو ہسپتال پہنچا، وہاں میت تو کہیں اندر تھی لیکن باہر ان کے احباب و مخلصین کا ایک انبوہ تھا، جو سراسیمہ کھڑا اشکوں کے نذرانے اپنے دوست کی بارگاہ میں پیش کر رہا تھا۔ پھر اس انسانیت کے ہمدرد و غمگسار اور مضبوط دل و دماغ والے شخص کی موت جس بے کسی کی حالت میں ہوئی، اس تصور سے تو کسی کو یارائے ضبط نہ رہتا تھا اور جذبات تھے کہ متلاطم ہو ہو جاتے تھے ——!

حاجی محمد اسحاق حنیف —— جو ابتدائی زندگی میں "بابو محمد اسحاق امرتسری" کہلاتے تھے —— امرتسر، چوک لوہگڑھ کے رہنے والے تھے اور ایک کاروباری لیکن متشرع بزرگ حاجی محمد یعقوب (جن کا ادھر چند سال قبل راولپنڈی میں انتقال ہوا) کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔

"بابو محمد اسحاق" بقولے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" چھوٹی عمر ہی سے طباع اور تیز تھے پھر بدوِ شعور سے تبلیغ دین اور خدمتِ خلق کے جذبے سے بھی سرشار تھے۔

پندرہ بیس برس کی عمر میں "مدرسہ محمدیہ" ڈھاب کھٹیکاں امرتسر کی طرح ڈالی۔ جس میں مڈل تک کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہ مدرسہ قیامِ پاکستان تک ان ہی کے انصرام میں چلتا رہا۔ ایسے ہی انجمن عثمانیہ امرتسر اور انجمن خادم المساجد کے بھی بہت دن سکریٹری رہے۔ کہتے ہیں چوک لوہگڑھ میں ایک صاف ستھرا اپنا دفتر بھی بنا رکھا تھا۔

پندرہ سولہ برس کی عمر سے اخبار "اہلِ حدیث" امرتسر کا خوب چسکا پڑ چکا تھا۔ جس کے ساتھ دوسرے تبلیغی رسائل و اخبار کے بھی رسیا ہو گئے تھے، تا آنکہ اپنا ایک اشاعتی اور تجارتی "کتب خانہ حقانی" چوک لوہگڑھ میں قائم کیا۔ جس سے چند رسائل خود تالیف کر کے شائع کئے۔ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ سے والہانہ عقیدت کو "مجاہد ہند" ایک کتابچے کی صورت میں پیش کیا، جو مولانا شہید کی سوانح "حیاتِ طیبہ" کے بعد پہلا مختصر تعارفی رسالہ تھا، جو شائع ہوا تھا۔

اس دور کے مطابق مرزائی لٹریچر سے بہت دلچسپی تھی اور واقفیت بھی۔ اس سلسلے میں ۴۲ صفحے کا ایک رسالہ مؤلفہ "بابو محمد اسحاق امرتسری" بنام "القول الفصیح فی تحقیق المہدی والمسیح" (حصہ اوّل) اتفاقاً راقم الحروف کے سامنے ہے جو ۱۹۲۵ء میں "کتب خانہ حقانی" سے شائع ہوا۔ اس کے آخر میں "حالاتِ مرزا" ایک رسالے کا اشتہار بھی ہے۔ ۱۹۳۶ء میں پندرہ روزہ ایک رسالہ "مبلغ" امرتسر بھی شائع کرنا شروع کیا تھا جو شاید تین سال تک جاری رہا۔ رسالہ "مبلغ" کے چند شمارے اسی زمانے میں راقم کی نظر سے بھی گزرے تھے۔

حاجی محمد اسحاق حنیفؒ کی تعلیم تو میٹرک تک تھی (اور بروایت بی۔ اے بھی تھے) لیکن مطالعہ سے استعداد خاصی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہم پہنچالی تھی جو تادمِ آخر جاری رہا۔ مذہبی، سیاسی، تاریخی کتابیں خریدنے کا شوق رکھتے تھے اور ان کی ضرورت کے مطابق اچھا ذخیرہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی جمع کر لیا تھا۔

حاجی صاحب کو ویسے تو بعض علمائے کرام سے بڑی عقیدت تھی لیکن حضرت مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ سے والہانہ عشق تھا۔ اول الذکر کے واقعات تو اب بھی مزے لے لے کر بیان کرتے تھے اور دونوں ہی سے بہت متاثر تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب حاجی صاحب لاہور آئے تو تقریباً ساری توجہ کاروبار کی طرف منعطف کر دی، یہاں تک کہ اب ان کا شمار ملک کے صنعت کاروں میں ہونے لگا تھا، راقم نے کئی دفعہ اشاعتی کام پر آمادہ کرنا چاہا مگر پھر انہوں نے خشک قسم کے اشاعتی کام کی طرف کبھی توجہ نہ دی۔ البتہ دوسری قسم کے جماعتی امور میں بہت شوق سے حصہ لیتے رہے اور جماعت کے سب تنظیمی، تبلیغی، تعلیمی اور سیاسی معاملات میں سیدنا و مولانا محمد داؤد صاحب غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ (گوجرانوالہ) کے ساتھ سرگرمی سے شریک ہو گئے۔ چنانچہ علماء و اعیان کے جس پہلے اجتماع میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی سربراہی میں "مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث مغربی پاکستان" کی تشکیل عمل میں آئی، اس میں حاجی صاحب بھی سرگرمِ عمل تھے اور جب سے زندگی کے آخری سفر تک برابر مجلسِ عاملہ کے رکن نامزد ہوتے رہے۔ اور پندرہ برس سے تو متواتر ناظم نشر و اشاعت چلے آ رہے تھے۔ لاہور میں جمعیۃ اہلِ حدیث کی جو یادگار دو دینی کانفرنسیں ہوئیں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے بہت حد تک اس کے روحِ رواں حاجی محمد اسحاق حنیف تھے۔ لیکن جہاں تک راقم کا تأثر اور تجربہ ہے، وہ نمائش سے احتراز کرتے تھے۔ جتنا کام کرتے اس قدر اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ مرکزی جمعیۃ کے لیے وقت بھی خوب دیتے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً خرچ بھی مہیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب بہت سے سماجی اور کاروباری وسیع تعلقات کے باوصف طبیعت کے درویش لیکن جرأت و حق گوئی کا پیکر تھے۔ توحید خالص میں پختہ، ہمارے رواداری کے مریض دور میں ان جیسا شخص کم ہی ملے گا۔ توحید میں پختگی امام ابن تیمیہؒ اور علمائے نجد جیسی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی نظریہ توحید ہے بھی وہی۔ کبھی کبھی مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے جس کا بڑی حد تک مصداق وہ خود بھی تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے ہے خفا میرے لئے

عملاً راسخ العقیدہ اہلِ حدیث تھے اور اس میں کسی مصلحت کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس کے باوجود وسیع المشرب تھے دوسروں کی رائے کو برداشت کرنا اور ان کے جذبات کا خیال رکھنا یہ ان میں خاص وصف تھا۔ مجالس میں بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے بات سنتے اور نہایت آرام سے مدلل طور سے قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ تبلیغ توحید و سنت کا جذبہ بدستور موجود تھا اور مختلف انداز میں اس سلسلے میں لگن سے کام کرتے رہتے تھے۔

صد حیف! کہ حضرت مولانا غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ کے بعد راقم جیسے ان کے پرانے رفقاء کو اس باغ و بہار اور مدبر ساتھی کی جدائی کا صدمہ بھی سہنا پڑا!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شد　　　روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

بارِ الٰہا! اپنے اس حنیف و نحیف بندے کی لغزشوں سے درگزر فرما! جن صلحائے اُمت سے اسے تیری وجہ سے محبت تھی ان کی رفاقت سے اس کو سرفراز کر اور بہشت بریں میں مقام عُلیا عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

جہاں تک مرکزی جمعیۃ اہلِ حدیث مغربی پاکستان کا تعلق ہے سچی بات یہ ہے کہ ہمارے دو بزرگوں حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحبؒ غزنوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ کے بعد مرکزی جمعیۃ کے لیے یہ تیسرا بڑا حادثہ ہے جس کی تلافی بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے۔

لیکن سب باتوں کے باوجود یہ حقیقت ہمیشہ ملحوظ رہنی چاہیئے کہ اس جہانِ فانی میں کسی کو بقا نہیں۔ کسی کو آج اور کسی کو کل یہاں سے آخر جانا ہے۔ جماعتیں محکم اصول، اخلاص اور پیہم حرکتِ عمل کی بنا پر زندہ رہتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو شعلِ راہ ہمارے لئے مرحومین رہنما روشن کر گئے ہیں اس کی روشنی میں اخلاص، ہمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ تنظیم اور تعلیم و تبلیغ کے کام جاری رکھے جا سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بے لوث ایثار اور محنت شرط ہے۔ اسباب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پہ اعتماد بڑا ضروری ہے۔ وسعتِ قلبی سے سب معاملات سُلجھائے جائیں۔ داخلی کمزوریوں کے دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنی رائے پہ اصرار کی بجائے صحیح شورائی طریقہ مضبوطی سے اپنایا جائے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ توفیق خاص سے نوازے! ہر امر میں مرکزی جمعیۃ کی رہنمائی فرمائے اور اس کا حامی و ناصر ہو۔

دلفگار: محمد عطاء اللہ حنیف

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہکشاں

اکابر اہلِ علم کے چند علمی خطوط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہکشاں

۱۔ مولانا ابو الاشبال احمد شاغف	۳–۹
۲۔ مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ	۹–۱۱
۳۔ مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ	۱۱–۱۲
۴۔ مکتوب گرامی ڈاکٹر میر ولی الدین حیدرآباد دکن	۱۳–۱۴
۵۔ مولانا عبدالعلیم بستوی	۱۵
۶۔ مولانا حافظ محمد زکریا بن مولانا نیک محمد	۱۶
۷۔ مولانا محمد داؤد راز دہلوی	۱۷–۲۰
۸۔ مکتوب گرامی مولانا عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی	۲۰–۲۳
۹۔ مکتوب گرامی فضیلۃ الشیخ حماد بن محمد انصاری رحمہ اللہ	۲۴
۱۰۔ مکتوب گرامی مساعد بن سلیمان نجدی	۲۴
۱۱۔ مکتوب گرامی مولانا عبدالعزیز اعظمی	۲۵–۲۷
۱۲۔ ابو الحسنات مولانا عبداللہ علی آبادی کے خطوط	۲۷
۱۳۔ حافظ محمد عبداللہ بن مولانا فقیر اللہ مدراسی	۲۹
۱۴۔ مولانا عزیز زبیدی	۳۱–۴۰
۱۵۔ حکیم عبدالمجید صاحب مرحوم وزیر آبادی	۴۱
۱۶۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری	۴۳
۱۷۔ مکاتیب مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ العالی	۴۵
۱۸۔ مولانا عزیز شمس کے دو اہم مکتوب	۴۸–۵۴
۱۹۔ محدث العصر حافظ محمد گوندلوی کے نام دو خط	۵۵–۵۶
۲۰۔ مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی رحمہ اللہ	۵۶–۵۸
۲۱۔ مکتوب گرامی محدث مولانا عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ بنام محدث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۹–۶۲
۲۲۔ مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ	۶۲
۲۳۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کا ایک خط	۶۳–۶۴
۲۴۔ پروفیسر عبدالقادر افغانی	۶۵
۲۵۔ پروفیسر ثروت کمال نقوی مرحوم	۶۵
۲۶۔ مکتوب پروفیسر شاہین لودھی صاحب	۶۶
۲۷۔ مولانا عبدالوحید صاحب بنارسی کا مکتوب اور اُس کا جواب	۶۶–۶۸
۲۸۔ مولانا عبدالسمیع (ندوۃ العلماء) کا خط	۶۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہکشاں

حضرت الاستاذ المحترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تعالیٰ کتابی معلومات کے لحاظ سے اسلامی علوم کا انسائیکلوپیڈیا تھے۔ اس لئے آپ کی ذات مرجع عوام و خواص تھی۔ اہلِ علم و تحقیق جس طرح بالمشافہ آپ سے معلومات حاصل کرتے، خطوط کے ذریعے بھی آپ سے رابطہ فرماتے تھے۔ یہ سارے خطوط اگر محفوظ رہتے تو بہت بڑا ذخیرہ ہوتا، تاہم کچھ خطوط پھر بھی محفوظ رہ گئے ہیں، جن کی کہکشاں قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے حاضر ہے۔

ہم نے صرف اُن ہی خطوط کا انتخاب کیا ہے جن میں علمی لحاظ سے افادیت کے کچھ پہلو ہیں، خالص ذاتی نوعیت کے خطوط نظر انداز کر دیئے ہیں۔

ہر مکتوب کے شروع میں مکتوب نگار کا چند سطری تعارف تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ مکتوب اور مکتوب نگار کی اہمیت واضح ہو جائے۔ (ص۔ ی)

مولانا ابُوالاشبال احمد شاغف حفظہ اللہ مکّہ مکرّمہ

حضرت الاُستاذ کے مزاج آشنا احباب، تلامذہ، احباب اور عقیدت منداس بات سے تو بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ ہمیشہ کسی نہ کسی علمی منصوبہ میں فکراً (ہمہ وقت) اور عملاً (حسبِ حالات) مشغول رہتے تھے۔

اِن منصوبہ جات میں سب سے اہم منصوبہ ان کے نزدیک کتبِ صحاح ستّہ ـــــ مروّجہ درسِ نظامی ـــــ مشکوٰۃ المصابیح اور موطأ امام مالکؒ کے درسی حواشی کا تھا۔ مرعاۃ المفاتیح کی ابتداء اس خواہش کا عکس یا نقشِ اول تھی، لیکن مرعاۃ المفاتیح حاشیہ کی بجائے ایک طویل ـــــ اگرچہ بہت ہی مفید ـــــ شرح ہوگئی تو حواشی کی ضرورت جوں کی توں رہ گئی ـــــ مطبع مجتبائی دہلی سے تنقیح الرواۃ کی پہلی دو جلدوں کی طباعت تو ان کے علم میں تھی ہی، ۱۹۵۶ء میں جب تنقیح الرواۃ کے بقایا دو اجزاء کے مخطوطے کا ان کو علم ہوا تو انہوں نے مطبع مجتبائی کے ورثاء کو کراچی میں تلاش کر کے وہ کرم خوردہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسودہ جس کی جلد ع۳ نسبتاً کم اور جلد ع۴ کافی حد تک تھی ــــــ کافی گراں قیمت پر خرید لیا۔ یہ مسودہ ایک عرصہ ان کے پاس پڑا رہا۔ جونہی حالات نے اجازت دی تو ہمارے فاضل رفیق قاری نعیم الحق نعیم[1] سے مسودہ مبیضہ کرا لیا۔ پھر خود ہی وقتاً فوقتاً اس کے کرم خوردہ مقام بھی پُر کرتے رہے اور تصحیح، تعلیق اور اضافہ بھی۔

التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی کی اشاعت اس سے قبل ہو چکی تھی۔ مشرقی پاکستان سے مولانا ابوالاشبال احمد شاغف بہاری کی تعلیقات کے سلسلہ میں حضرت الاُستاذ سے کچھ خط و کتابت رہی تھی۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد جب مولانا ابوالاشبال لاہور آئے تو حضرت الاُستاذ نے انتہائی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مولانا ابوالاشبال کا لاہور ہی میں ان کے شایانِ شان قیام کا انتظام ہو جائے تاکہ ان کی رفاقت میں خواہشاتِ حسنہ کی تکمیل ہو جائے۔

درسِ نظامی میں متداول کتبِ حدیث کے حواشی کی ضرورت کا شدید احساس مولانا حفظہ اللہ بھی رکھتے تھے اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان یہی قدرِ مشترک تھی۔ لیکن لاہور میں مولانا حفظہ اللہ کا قیام مشیّتِ الٰہی کو منظور نہ ہوا اور مولانا کو لاہور سے کراچی اور وہاں سے سعودیہ جانے کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دیئے، مولانا حضرت الاُستاذ کے ہم خیال تو تھے ہی، جدّہ پہنچ کر ایک طرف تو وہ ان منصوبوں کی تکمیل کے اسباب مہیا کرنے کی سعی فرمانے لگے، اہلِ خیر کا ایک حلقہ ان کے گرد جمع ہو گیا اور مولانا نے علمی و تبلیغی مساعی شروع فرما دیں۔ دوسری طرف حضرت الاُستاذ کو خط و کتابت کے ذریعہ آمادہ کار فرمانے لگے۔ چنانچہ مولانا کے ایماء سے حضرت الاستاذ نے تنقیح الرواۃ کا کام تیز کر دیا اور معاون بنا لیا۔ کتابت شروع کرا دی اور مولانا ابوالاشبال کے تعاون سے بفضلہ تعالیٰ تنقیح الرواۃ جلد ثالث کی طباعت مکمل ہو گئی۔

دوسرا منصوبہ مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ نے تحشیہ صحیح بخاری کا شروع کرایا۔ جس کی نگرانی حضرت الاستاذ رحمہ اللہ اور مالی ذمہ داری مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ نے اپنے احباب کے تعاون سے اٹھالی، تحشیہ صحیح بخاری کی بھی بحمداللہ تکمیل ہو چکی ہے مگر اب اس کی نظرِ ثانی مولانا ہی کی زیرِ ہدایت جامعہ سلفیہ بنارس میں اہلِ علم کی ایک جماعت کر رہی ہے۔

تیسرا منصوبہ مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ نے حضرت الاُستاذ کی معرفت المحلیٰ ابن حزم کے اُردو ترجمہ کی طباعت و اشاعت کا شروع کرایا تھا اس کا ترجمہ اُنہوں نے مولانا غلام احمد حریری رحمہ اللہ سے براہِ راست رابطہ کر کے کروایا تھا اور اس کے بعد نظرِ ثانی اور تخریج احادیث کی خدمت خود سرانجام دی۔ جلد اوّل و دوم کی طباعت اور جلد سوم کی کتابت و تصحیح تو بفضلہ تعالیٰ دارالدعوۃ السلفیہ کے اہتمام میں ہوئی۔ اگلی جلدوں کے مسودات وغیرہ مولانا ہی کے حسبِ ارشاد مرکز الدعوۃ والارشاد کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔

مکتوب الیہ اور مکتوب نگار کا یہ ہے آپس میں تعلق اور ان کا مختصر سا تعارف۔

علمی منصوبہ جات میں مالی تعاون سے بے نیازی تو ناممکن سی بات ہے۔ حضرت الاُستاذ رحمہ اللہ عمر بھر اہلِ خیر سے مالی تعاون طلب کرنے کے فن سے ناآشنا رہے اور از خود تعاون کرنے والے احباب سے بھی ہمیشہ محتاط۔ تعاون کی آڑ میں دخل اندازی اور علم و مال کا ناپ تول یا مقدار میں موازنہ ــــــ کرنے والا مزاج ــــــ جہاں انہوں نے محسوس کیا فوراً دامن بچا کر نکل گئے۔ مولانا

---

[1] متوفی ۳۰ر جنوری ۱۹۹۹ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالاشبال چونکہ حضرت الاُستاذ کے مزاج آشنا، خود صاحبِ علم اور ہم خیال تھے اور علمی کام کی نزاکتوں سے واقف، اس لئے ان کا تعاون حضرت الاُستاذ رحمہ اللہ نے ــــ بہت سوچ بچار کے بعد ــــ درج بالا منصوبہ جات میں قبول کیا اور حتی الامکان آمد و خرچ کا حساب بھی وہ واضح رکھتے تھے۔

مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ کے اندازِ تخاطب میں کہیں کہیں تندی و تیزی آگئی ہے لیکن تھا یہ سب کچھ لوجہ اللہ ــــ جس کا انہوں نے ایک مکتوب میں اعتراف بھی فرمایا ہے ــــ اس لئے حضرت الاُستاذ نے اس سے صَرفِ نظر ہی فرمایا ــــ اس لئے ہم بھی کسی رائے کے اظہار کا حق نہیں رکھتے۔

بہر حال اب مولانا شاغف حفظہ اللہ کے اصل خطوط ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من أصحاب السلفیین

کتبہ احمد شاغف

۱۳/۱۱/۱۳۹۸ھ

۱۵/۱۰/۱۹۷۸ء

مطبعۃ جامعۃ الملک عبدالعزیز ص ب ۱۵٤۰

حضرت العلام الشیخ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی المحترم حفظکم اللہ وابقاکم ووفقنا الجمیع لما یحب ویرضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ علی کل حال۔ ہم نے اس سے قبل حواشی کتبِ صحاح ستہ سے متعلق جو پروگرام سوچا تھا اور آپ سے بذریعہ حافظ عبدالقیوم اور بذریعہ خط و کتابت طے پایا۔ اس طے شدہ پروگرام کے تحت مبلغ دس ہزار پاکستانی روپے کا ڈرافٹ قسطِ اول برائے پانچ ماہ روانہ کیا جا رہا ہے۔

ہم نے طے یہ کیا ہے کہ حواشی کا کام بلا تاخیر شروع کرا دیا جائے، اس کی ابتداء کس طرح ہو یہ آپ کو طے کرنا ہے ہم اس سلسلہ میں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر آپ اپنے مدرسہ مصباح القرآن کے تحت ایک ادارہ خود اپنی نگرانی میں "شعبۂ تصنیف و تالیف" کے نام سے قائم کر کے چند اہلِ علم سلفی العقیدہ باعمل حضرات کو اس کام پر متعین کر دیں تو اس طرح یہ کام بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی شکل آپ بہتر سمجھیں ہمیں کچھ اعتراض نہیں، ہمیں تو للہ فی اللہ یہ مطلوب ہے کہ جلد سے جلد یہ کام ہو جائے اس کے لئے مالی امداد بفضلہٖ تعالیٰ حسبِ استطاعت اور حسبِ ضرورت فراہم کرنے کو ہم تیار ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اب رہی طباعت کی بات تو اس سلسلہ میں ہم غور و فکر کر رہے ہیں۔ اب تک کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچے لیکن ہمیں اُمید ہے کہ ان شاء اللہ جلد ہی کسی مفید اور حتمی نتیجہ پر پہنچ کر اطلاع دیں گے۔ اس کی فکر ضرور ہے لیکن اوّلیت حواشی کی ہے۔ اس لئے کہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور میں مادی ضرورتیں بفضلہٖ تعالیٰ بڑی آسانی سے پوری ہو سکتی ہیں لیکن علمی و قلمی ضرورتیں اتنی آسانی سے پوری نہیں ہو سکتیں اور نہ ہر کس و ناکس کا یہ کام ہے۔ لیکن زر کی فراہمی مخلص جہلاء سے بھی ہو سکتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت آپ کو جو پروگرام طے کرنا ہے وہ یہ کہ سب سے اوّل درسی کتب احادیث: بلوغ المرام، مشکاۃ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطأ امام مالک، ان مذکورہ کتب میں سے بعض کتب مثلاً بلوغ المرام اور مشکاۃ پر سید احمد حسن دہلویؒ کے حواشی کے نوک پلک سیدھے کردیے جائیں اور حسب ضرورت اضافے بھی۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کے لیے حواشی مولانا محمد عبداللہ ہزاروی کو لیا جائے اور اسی پر حسب ضرورت اضافے کر کے کام چلا لیا جائے۔ سنن نسائی پر تعلیقات سلفیہ کو کافی سمجھا جائے۔ اس طرح ہم نو کتابوں میں سے پانچ کتابوں کے بوجھ سے جلد فراغت حاصل کر سکتے ہیں۔ اب صرف چار کتابیں جو بڑی اہمیت کی حامل ہیں باقی رہتی ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور موطأ ان چاروں پر کام شروع کر دیا جائے۔

اس سے قبل والے خط میں یہ بات واضح طریقہ پر میں لکھ چکا ہوں کہ حواشی کا کام میری نظر میں تعلیقات مغنی علی الدارقطنی اور احمد شاکر کے حواشی مسند احمد و ترمذی کو سامنے رکھ کر اسی طرز پر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف میری اپنی ذاتی رائے ہے۔ اصرار نہیں۔ اس لیے اعادہ کے ساتھ آپ کی رائے کا منتظر ہوں۔

اب طباعت کے سلسلہ میں آپ سے اتنی اور گذارش ہے کہ بلوغ المرام، تنقیح الرواۃ، مفتاح الحاجہ، عون الودود اور تعلیقات سلفیہ کے آپ پانچ پانچ اوراق کے فوٹو کاپی سیم سائز ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ ہم ان کی طباعت کے اخراجات کا اندازہ کر کے اس پر بھی غور و فکر کر کے فراہمی زر کی کوشش شروع کر دیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ ہر کتاب کے موجودہ صفحات بھی لکھیں کہ ان کتب کی طباعت کتنی جلدوں اور کتنے صفحوں میں ہے۔ مثلاً تنقیح الرواۃ ۴ جلدیں ہر جلد کے صفحات تاکہ میں اپنے اصحاب کے سامنے یہ پروگرام جلد سے جلد طے کرا سکوں اور طباعت کا بھی انتظام ان شاء اللہ بفضلہٖ تعالیٰ ہو جائے اور یہ کام بھی آپ ہی کی نگرانی میں شروع کرا دیا جائے۔

اُمید کہ جناب محترم ہمیں فوراً ہی جواب ارسال فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

والسّلام ابوالاشبال احمد شاغف

---(۲)---

احمد شاغف

ص ب ۱۵۴۰ جدہ

جدہ

یوم الأحد

۱۴۰۳/۵/۱۴ھ

۱۹۸۳/۲/۲۷م

فضیلۃ الشیخ الأستاذ محمد عطاء اللہ حنیف حفظکم اللہ و ابقاکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ علی کل حال۔ کل کے بعد پرسوں یعنی بروز منگل حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی صاحب لاہور واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج صبح ان سے ملاقات ہوئی تھی اور ان سے گفتگو بھی رہی ۔

قصّہ مختصر یہ کہ "محلی اُردو" (جزءِ اوّل کا مکمل ترجمہ) مع تصحیح و تحشیہ و نظرِ ثانی ۔ بذریعہ حافظ صاحب روانہ کر رہا ہوں ۔

ہمارے احباب کا اصرار ہے کہ طباعت کا کام فوراً شروع ہو جائے ۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ کسی بہترین کاتب سے فوراً ہی کتابت شروع کرا دیں ۔

کتابت بہترین ہو اور کام مسلسل اور تیزی سے ہو ۔ کتابت کے لئے مبلغ دس ہزار پاکستانی روپے کا ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں ۔

مسودہ پر نظرِ ثانی کرنے کا آپ کو موقع ملنے کا امکان نہیں آپ کی صحت بھی اس قابل نہیں ۔ لہٰذا بتوکل علی اللہ آپ میری ذمّہ داری پر کام شروع کرا دیجئے ۔ ایک چیز عدم سے وجود میں تو آئے ۔ جب یہ کتاب منظرِ عام پر آجائے گی ۔ موافق و مخالف ہر ایک کے تاثّرات بھی سامنے آئیں گے ۔

سند ہم نے مکمّل شامل کی ہے ۔ گو اسناد کے الفاظ کے لفظی ترجمہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے ۔ مزید براں اسناد کو چوکس براکیٹ [....] میں رکھا گیا ہے ۔ اسناد کو خفی قلم سے لکھا جائے اور نئی سطر سے نمبرات دے کر لکھا جائے ۔ ہم نے ان احادیث پر مسلسل نمبر لگا دیا ہے جن کو ابنِ حزم نے مکمّل سند کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ اسی طرح ہر حدیث کے آخر میں زیادہ تر متن کے ساتھ ہی ہلالی براکیٹ (...) کے اندر حوالہ کتب صحاح وغیرہ دے دیا ہے ۔ بعض جگہ حواشی میں احمد شاکر کے حوالے پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ اسی طرح حواشی اکثر و بیشتر احمد شاکر مرحوم کے ہیں بعض جگہ حریری صاحب کے بھی ہیں اور جہاں کہیں میری ناقص عقل نے رہنمائی کی ۔ ابو الاشبال پاکستانی کے نام سے کچھ لکھ دیا ۔ اسی طرح احمد شاکر یا حریری صاحب کے حواشی میں بھی حسبِ ضرورت ہلالین کے ساتھ کچھ لکھنا پڑا ۔ اور بعض مواقع پر احمد شاکر یا حریری صاحب کے حواشی کو ہم نے حذف بھی کر دیا ہے ۔

• ترجمہ قرآن یا پوری کتاب میں صرف اسمائے حسنیٰ ہی سے کسی اسم کو مثلاً اللہ الٰہ ـــــ وغیرہ لکھا گیا ہے ۔ لفظ خدا وغیرہ کو نہیں رکھا ۔ کیونکہ ابن حزم اسمائے حسنیٰ کے علاوہ کسی لفظ سے اللہ کو یاد کرنے کو روا نہیں رکھتے ۔ اسی طرح لفظ "معاذ اللہ" کو اسی طرح رکھا ۔ اگرچہ اکثر جگہ حریری صاحب نے اس کا ترجمہ بہترین اُردو "پناہ بخدا" وغیرہ کیا تھا لیکن چونکہ ابن حزم اس کو جائز نہیں رکھتے ۔ اس لئے ہم نے اُسے روا نہیں رکھا ۔

آیات و احادیث کے تراجم میں ابن حزمؒ کی رُوح کو باقی رکھنے کی کوشش کی ہے ۔ مثلاً آیت ... اولامستم النّساء .... کا ترجمہ حریری صاحب نے "ہمبستری" سے کیا تھا لیکن یہاں ابن حزم مطلق ملامسہ سے چھونا مراد لیتے ہیں اس لیے حریری صاحب کا ترجمہ یہاں بدل دیا ہے ۔ علیٰ ھٰذا القیاس اسناد میں بعض جگہ طباعت کی غلطیاں بھی ہیں ۔ مثلاً ایک جگہ "عن ابی صالح عن ذکوان" چھپا ہے ۔ یہاں طباعت کی غلطی نے دو راوی ایک ہی شخص کو بنا دیا ہے ۔ "ابو صالح" ہی کا نام "ذکوان" ہے ۔ ہم نے المزی سے ایسی غلطیوں کی انتہائی تصحیح کی کوشش کی ہے ۔ لہٰذا محض محلّی پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھروسہ کرکے اس تصحیح کو غلط نہ کیا جائے ۔ اگر کوئی ایسی بات پیچیدہ ہو تو مجھ سے پوچھ سکتے ہیں ۔

جزء اوّل کا ترجمہ روانہ ہے اور جزء ثانی پر نظر ثانی جاری ہے ۔ اُردُو کی طباعت کا ہر جزء پانچ صد صفحات پر رکھنا ہے ۔ اس لیے عربی طباعت کے اجزاء کو مدّنظر رکھنا ضروری نہیں البتہ جس جگہ جزء اوّل عربی ختم ہو جائے وہاں ہم نشاندہی کرسکتے ہیں کہ عربی کا جزء اوّل یہاں ختم ہوا ۔

اُمید کہ خط اور مسودہ ملتے ہی جواب فوراً روانہ فرمائیں گے ۔ احباب کا تقاضا ہے کہ آپ کی نگرانی میں آپ ہی کے ادارہ سے طباعت ہو ۔ بصورتِ دیگر اگر آپ ہم سے اتفاق نہ کریں تو ہم کو فوراً مسودہ اور ڈرافٹ واپس بھیج دیں تاکہ ہم دوسرا انتظام کرلیں ۔ اگر طباعت پر راضی ہیں تو بقیہ اخراجات کا صحیح حساب بھیجیں تاکہ ہم رقم کا بندوبست کرکے روانہ کرتے جائیں ۔

بقیہ احباب کو سلام مسنون عرض ہے ۔ فقط والسلام ۔ جمیع احباب سلام مسنون عرض کرتے ہیں ۔

ابوالاشبال

(۳)

جدّہ
۲۶/۱/۱۳۹۹ھ
۲۶/۱۲/۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من أصحاب السلفيين
كتبه
ابوالأشبال احمد شاغف

فضيلة الشيخ حضرة العلام محمد عطاء الله حنيف بھوجیانی
حفظكم الله وابقاكم، ووفقنا وإياكم لما يحب ويرضاه
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

الحمد للہ علیٰ کلّ حال مسلسل انتظار کے بعد آج پھر وقت کو فارغ کرتے ہوئے یہ چند سطریں سپردِ قلم ہیں ۔ بتاریخ ۱۳/۱۱/۹۸ھ م ۱۵/۱۰/۷۸ء یعنی آج سے ٹھیک دو ماہ گیارہ روز قبل آنجناب کی خدمت میں ایک تفصیلی خط حواشی کتب کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا ۔ اور ساتھ حسبِ وعدہ برائے پانچ ماہ مبلغ دو ہزار ماہوار کے حساب سے مبلغ دس ہزار کا ڈرافٹ روانہ کیا گیا ۔

لیکن آج تک آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں کہ آیا روپے آپ نے وصول کئے یا نہیں ؟ اور حواشی کتب کا پروگرام کچھ طے ہوا یا نہیں ؟ ہمیں جو آپ کی ذات سے اس کام کی تکمیل کی اُمید تھی وہ خواب اب شرمندۂ تعبیر ہی معلوم ہو رہا ہے ۔ احباب سخت بے چین نظر آتے ہیں ۔ ہر شخص یہی پُوچھتا ہے کہ مولانا نے کیا جواب دیا ، کام شروع ہوا یا نہیں ، آئندہ کیا پروگرام ہے ۔ ان سب باتوں کا جواب سوائے لاعلمی اور نفی کے میرے پاس کچھ نہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ہم ایک نہ ایک دن اس فانی دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب سے ملاقی ہونے والے ہیں، اللہ کا کام ہمارے لئے رکا نہیں رہے گا۔ اللہ اور کسی کے ذریعہ کرا لے گا۔ لیکن شاید ہم اپنے رب کو صحیح جواب نہ دے سکیں گے جب ہم سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔

مولانا مجھے آپ سے بھرپور شکایت ہے محض اللہ کے لئے۔ آپ مایوسی کا شکار نہ ہوں، ہمت کریں۔ قدم آگے بڑھائیں نصرت اللہ کے پاس سے آئے گی، آخرت کا سودا ہے۔ نامۂ اعمال میں رہتی دنیا تک ثواب لکھا جائے گا۔ آخر تنی بھی سرد مہری کیوں۔ آپ ہمیں لکھتے کہ آپ کی دشواریاں کیا ہیں۔ آئندہ کی باتیں خدا کو معلوم فی الحال آپ کام شروع کرا دیتے کیا آپ کو اللہ کی ذات سے اُمید نہیں۔ کیا یہ کام رب العالمین کی رضا کے لئے نہیں۔ کیا یہ کام ضروری نہیں۔

میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ آخر آپ خاموش کیوں ہیں۔ چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔ آخر بات کیا ہے۔ مجھے حق ہے آپ سے کہنے کا، آپ ہماری جماعت کے اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ماضی قریب میں ہمارے اکابرین کا مبارک دور دیکھا ہے اور آپ کا شمار جماعت کے درد رکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ پھر آپ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے ماضی قریب میں حواشی کتب صحاح وغیرہ کا پروگرام بنایا اور اس پر کچھ کام بھی آخر اب آپ کا قدم کیوں مثبت نہیں، کس لئے تقدم کے بجائے تأخر کو اپنا لائحہ عمل بنا رہے ہیں۔

خدارا آپ آگے قدم بڑھایئے۔ ہم اپنے عہد پر قائم ہیں۔ ہمیں ریا و نمود کی ضرورت نہیں بلکہ محض اور محض رضاءِ الٰہی اور خدمتِ دینِ حقہ مسلک اہلحدیث کا عروج چاہتے ہیں اور اسی غرض کو سامنے رکھ کر اس طرف قدم بڑھانا چاہتے ہیں اور اسی سلسلہ میں آپ کو آگے بڑھ کر قیادت سنبھالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

اُمید کہ گستاخی معاف۔ جواب سے فوراً واپسی ڈاک مطلع فرمائیں گے۔ احباب سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں۔

والسّلام

ابو الاشبال احمد شاغف

مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم (متوفیٰ جون ۱۹۶۵ء) کا مکتوب

مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم جماعت اہلحدیث ہند کے اکابر علماء نہایت کامیاب مدرس اور بلند پایہ اہل قلم میں سے تھے۔ بھارت کے کبار علماء کی اکثریت جو اس وقت مختلف علمی، تدریسی اور تبلیغی میدانوں میں سرگرم عمل ہے، حضرت مرحوم ہی کی فیض یافتہ ہے۔

علاوہ ازیں، "انوار مصابیح" (۸ رکعت تراویح کے اثبات میں) "اہلحدیث اور سیاست" اور "ردّ عقائد بدعیہ" وغیرہ نہایت اور فاضلانہ تصانیف ان کی یادگار ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا رحمانی مرحوم سے حضرت الاُستاذ رح کو اور حضرت الاُستاذ رح سے مولانا مرحوم کو مسلکی حمیّت اور علمی خدمات کی وجہ سے خصوصی ربط و تعلق تھا اور دونوں ایک دوسرے کے ممدوح و مخدوم تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ ۔

ذیل میں انہی مولانا رحمانی رحمۃ اللہ کا ایک مکتوب پیشِ خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی مکرم و محترم جناب مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی ۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ، فضلِ الٰہی سے اُمید رکھتا ہوں کہ آپ بعافیت و بصحت ہوں گے ۔ بندہ حقیر بحمداللہ بخیر ہے ۔

" رحیق " کا پہلا شمارہ باصرہ نواز ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کی زیارت سے محرومی رہی ۔ شمارہ ۹ ، ۱۰ مسلسل دونوں اشاعتیں پھر موصول ہوئی ہیں۔ اس عزّت افزائی اور ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ ۔

میں کسی خدمت کے لائق نہیں ہوں ۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا ہوں کہ کوئی ٹوٹا پھوٹا مضمون ارسالِ خدمت کردوں لیکن فی الحال اس کی بھی کوئی توقع نظر نہیں آتی ۔ درس و تدریس کے علاوہ دوسری بہت سی مصروفیتیں اس راہ میں حائل ہیں۔ خدا کرے رکاوٹیں دُور ہوں اور میں کسی خدمت کے لائق ہوسکوں ۔

اس الحاد کے دَور میں جب کہ ایک طرف تو بے اَدبوں کے " ادب " کو فروغ ہو۔ اور دوسری طرف دینی سفاہت کو " اسلامی ثقافت " یا " قرآنی معرفت " کے نام سے پھیلایا جا رہا ہو ——— " رحیق " جیسے خالص ملّی اور سلفی العقیدہ مجلّہ کی اشاعت کے لئے کمرِ ہمّت باندھنا ، حق تو یہ ہے کہ بڑے حوصلہ کی بات ہے ۔

خدا کرے عاشقانِ توحید و سُنّت اس " رحیقِ مختوم " کی قدر کریں ۔ اور اس کے " جرعات " کی لُطف اندوزیوں سے سرمست ہوکر " ساقی رحیق " سے بار بار مطالبہ کریں ؎

الا یا ایّھا الساقی اَدِر کاسًا و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

تحریکِ اہلِ حدیث کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آپ حضرات پاکستان میں جس عزم ، ہمّت اور حوصلہ کے ساتھ جدّ و جہد فرما رہے ہیں ۔ وہ ہمارے لئے قابلِ فخر بھی ہے اور لائقِ رشک بھی ـ خصوصًا " جامعہ سلفیہ " کا قیام وقت کی ایک بڑی ہی اہم پکار کا جواب ہے ۔ اس کے قیام اور اس کی بقاء اور عروج میں حصّہ لینے والوں کے حق میں دل سے دعاء نکلتی ہے ۔

اسی مرکز کی کمی سے ہم میں علمی زوال آیا ۔ اور علمی زوال سے جماعتی انتشار پیدا ہوا ۔ اور اس انتشار نے ہماری ساکھ کو جو کچھ نقصان پہنچایا وہ عیاں ہے ؎

خزاں رسید و گلستاں بہ آں جمال نماند سماعِ بلبلِ شوریدہ رفت و حال نماند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آپ حضرات کے نیک عزائم اور ان عزائم کی تکمیل کے لیے وسیع پیمانے پر علمی جدوجہد نے بڑی ڈھارس بندھائی ہے بالخصوص مولانا اسمٰعیل گوجرانوالہ کے ایثار اور جذبہ کو دیکھ کر تو بے ساختہ میری زبان پر یہی آتا ہے کہ کاش ہماری بھارت کی جماعت میں بھی کوئی اسمٰعیل گوجرانوالہ ہوتا۔
"ردِ عقائدِ بدعیہ اوّل" بذریعہ بک پوسٹ تنقید و تبصرہ کے لیے بھیجی ہے۔ غالباً یہ کتاب جناب کو موصول ہو گئی ہوگی۔ تبصرہ کا انتظار رہے گا۔ والسلام

۳۰ ذوالحجہ ۷۶ھ خادم نذیر احمد رحمانی دارالاقامہ ۱۶/ب پانڈے حویلی بنارس

مولانا عبدالسلام رحمانی حفظہ اللہ (ہند)

مولانا عبدالسلام رحمانی حفظہ اللہ، ہندوستان کے اصحاب درد و اخلاص علماء میں ایک نمایاں اور ممتاز صاحب علم و فضل شخصیت ہیں۔ موصوف آج سے کئی سال قبل جب کہ ہندوستان کی جماعت اہلحدیث بھی پاکستان کی طرح انتشار و اختلاف کا شکار تھی (جواب بحمداللہ تقریباً ختم ہو گیا ہے) مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم اعلیٰ اور اس کے اخبار "ترجمان" کے مدیر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قحبی میں بھی گذارا اور اب وہاں سے آنے کے بعد جماعتی معاملات سے علیحدہ ہو کر ایک مدرسے میں مسندِ تدریس پر فائز ہیں۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا موصوف کے بھی چند خطوط میں سے ایک خط پیشِ خدمت ہے اور یہ خط اسی دور انتشار کا ہے جس کی طرف مذکورہ سطور میں اشارہ کیا گیا ہے۔ خط میں اسی درد و کرب کا اظہار ہے جس سے ایسے موقعوں پر دردمند اور اخلاص مند حضرات مضطرب رہتے ہیں۔

مخدومنا العلاّم المحترم! حفظکم اللہ تعالیٰ و دامت فیوضکم و برکاتکم و طالت حیاتکم المبارکہ مع الصحۃ والھناء والرخاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

خدا کرے آپ و جمیع احباب المکتبۃ السلفیہ وادارہ الاعتصام بخیر و عافیت ہوں۔ مجھے افسوس و ندامت ہے کہ بڑی مدت کے بعد آپ کو خط لکھ رہا ہوں اور ایک طویل عرصے کے بعد مجھے آپ کی احوال پرسی کی توفیق ہو رہی ہے۔ میں الحمدللہ خیریت سے ہوں اور آپ کی دعاؤں کا اپنے لئے اور بال بچوں کے لئے طالب و خواستگار ہوں اور آپ کی خیر و عافیت کا خواہاں ہوں اور خیریت نامے کا طالب ہوں۔ امید ہے آپ ضرور اور جلد کسی فرصت میں اپنی خیر و عافیت اور علمی مصروفیت و پروگرام سے حسبِ امکان مطلع فرمائیں گے۔

حرمین کی ملاقات و استفادہ کے بعد پھر آپ سے ملاقات کی بڑی خواہش ہو رہی ہے اور بہت جی چاہتا ہے کہ ایک بار پاکستان کا سفر کروں اور اپنے جماعتی احباب و اخوان سے ملوں اور اپنے جماعتی بزرگوں سے شرفِ ملاقات حاصل کروں۔ اور اب جوں جوں دونوں ملکوں کے تعلقات میں استواری آ رہی ہے شوق و آرزو بڑھتی جا رہی ہے۔ میں نے پاسپورٹ بھی بنوالیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جس میں پاکستان کا بھی اندراج کرالیا ہے۔ ارادہ ہے کہ اگر اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ فروری یا مارچ [illegible]ء میں پاکستان کا سفر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میری یہ آرزو پوری کرے اور آپ سے دوبارہ ملاقات کا شرف نصیب فرمائے اور دیگر اخوان و بزرگان کی ملاقات و دیدار سے مجھے شادکام فرمائے۔

آپ کا "الاعتصام" اور کئی دوسرے پاکستانی جماعتی پرچے الحمد للہ اب پھر آنا شروع ہو گئے ہیں جن کا ہم بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں۔ اب یہ سلسلہ خدا کرے باقی رہے۔ اُمید ہے ہمارا پندرہ روزہ ترجمان بھی برابر آپ کو مل رہا ہوگا۔ وہ جس طرح گوناگوں نقائص کے ساتھ غیر معیاری حالت میں نکل رہا ہے۔ یہ سوچ کر ندامت ہوتی ہے کہ پاکستانی احباب یہاں کی جماعت کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہوں گے۔ جس کا جماعتی آرگن ایسی ناقص حالت میں نکل رہا ہے۔ مولانا عبدالحمید صاحب رحمانی کی علیحدگی کے بعد سے اب تک نہ جماعت کی مرکزی نظامت کے لئے کوئی آیا نہ ترجمان کی ادارت سنبھالنے کے لئے نتیجۃً مجھ جیسے نااہل و کمترین کو یہ ذمے داریاں سنبھالنی پڑ رہی ہیں اور اس کے سبب جمعیت و ترجمان کا جو حشر ہونا چاہئے تھا ہو رہا ہے، کوئی اپنی بساط و طاقت سے زیادہ کام کر سکتا ہے؟

ہندوستان کی جماعت اہلحدیث انتہائی افسوسناک حد تک قحط الرجال کا شکار ہے جو لوگ کچھ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے نجی اداروں کو اس قدر اہمیت دے رکھی ہے کہ اس کے آگے جمعیت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے اور جہاں ذرا بھی اپنے ادارہ کا مفاد نظر آتا ہے جمعیت کے بڑے سے بڑے مفاد کو اس پر بڑی بے پروائی سے قربان کر دیتے ہیں، اُن کی بلا سے جمعیت خاک میں ملے اور اس کا کوئی عظیم سے عظیم تر مفاد مجروح ہو۔ یہ حالت ایرے غیروں کی نہیں ان خاص الخاص حضرات کی بھی ہے جو جماعت کے بڑے بڑے ذمہ دار لوگ سمجھے جاتے ہیں اور اس کے ناخدا و رُوحِ رواں گنے جاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اسی اجمال پر اکتفا کروں۔ تفصیل آپ سے عرض کروں تو جماعتی درد جو آپ کو ہے آپ اس تکلیف دہ صورتِ حال سے انتہائی انسوس و اذیت محسوس کریں گے۔ نیز انہیں حالات کے سبب اس ماحول سے بے حد بیزار و رنجیدہ ہوں اور بڑی بیزاری کے ساتھ یہاں وقت گزار رہا ہوں اور اسی کیفیت کا نتیجہ ہے کہ کچھ بھی کرنے، کہنے، لکھنے کے لئے نہ طبیعت میں انشراح ہو رہا ہے نہ آمادگی۔ ستمبر [illegible]ء میں انتخاب جدید ہوگا، تب تک معلوم ہوتا ہے گلو خلاصی نہ ہوگی۔ رہ رہ کر آپ کی نصیحت یاد آتی ہے کہ ان جمعیتی چکروں میں پڑنا عمر برباد کرنا ہے۔ اگر پاکستان کا سفر نصیب ہوا اور آپ سے ملاقات کی سعادت ملی تو ان شاء اللہ تفصیلی حالات عرض کروں گا۔

ادارہ الاعتصام و المکتبۃ السلفیہ میں موجود جملہ اخوان سے میرا سلام عرض کریں۔ اور اپنی خیر و عافیت سے جلد اور ضرور مطلع فرمائیں۔

آپ کا نیازمند ناچیز عبدالسلام رحمانی

از دہلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوب گرامی ۔ ڈاکٹر میر ولی الدین حیدر آباد دکن (م ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر میر ولی الدین مشہور صاحب علم و فضل شخصیت ہیں ۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں فلسفہ کے استاذ تھے ۔ کئی کتابوں کے مصنّف ہیں فلسفہ و تصوّف ان کے پسندیدہ موضوع ہیں ۔ ان کی اکثر تصانیف انہی موضوعات سے متعلق ہیں مثلاً قرآن اور تصوّف ، قرآن اور سیرت سازی ، قرآن اور فلسفہ وغیر ذالك ۔

علم اور کتاب کے ساتھ گہرا شغف ہی غالبًا ان کے اور مولانا بھوجیانی کے درمیان قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے ۔ جس کی وجہ سے باہمی ربط و تعلّق کا سلسلہ قائم تھا ۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نہ صرف یہ کہ نظری و فکری طور پر تصوّف کے قائل تھے بلکہ عملی طور پر بھی انہوں نے (مولانا محمد حسین بٹالوی) سے اسے سیکھا تھا ۔ اور ان کی راہنمائی میں سلوک کی منازل طے کی تھیں ۔ اس جذبے کے پیشِ نظر اپنے اس مکتوب میں اُنہوں نے مولانا کو نواب صاحبؒ کی کتاب " ریاض المرتاض " کی طباعت و اشاعت کا مشورہ دیا ہے تاکہ اہلحدیث حلقے بھی " تصوّفِ مسنون " کی چاشنی سے آشنا ہو سکیں ۔

۴۸۹ ۔ فتح دروازہ حیدر آباد دکن ۔ ۲

۳۱ جنوری ۱۹۵۹ء

مخدوم و محترم ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

گرامی نامہ مؤرخہ ۹ جنوری دو چار روز قبل ملا ، خدا معلوم لاہور اور حیدر آباد کے درمیان کتنا فاصلہ ہے کہ اس کو طے کرتے دو ہفتہ سے زیادہ مدّت لگ گئی ۔ یاد فرمائی کا ممنون ہوں ۔

مَا هَبَّتِ الريح من تلقاء داركم
إلا وجدتُ لها برداً على كبدي

رحیق کے پرچے بہت پہلے پہنچ چکے تھے ۔ اس کرم فرمائی کا بے انتہاء ممنون ہُوں ۔ آپ کے خط کے انتظار میں ان کی وصول یابی کی اطلاع نہیں دی ۔ رحیق کے ملتے ہی دو ایک گھنٹے میں مَیں اس کو پڑھ جاتا ہوں ۔ اور کافی استفادہ کرتا ہوں ۔ لاہور میں ثقافت اور طلوعِ اسلام کے حضرات کا ردّ ضروری ہے ۔ میری رائے میں آپ کے حلقہ کا ان دونوں کا ہر ماہ مطالعہ کرکے ان کی خرافات کا سنجیدگی و متانت سے ابطال ، دین کی عہد حاضر میں بڑی خدمت ہے ۔ دار العلوم دیوبند اس کام کو مطلقًا نہیں کر رہا ہے ، حالانکہ اس رسالہ کو ان چیزوں کی طرف زیادہ توجّہ کرنی چاہیئے ۔ الفرقان مودودی مغالطوں کی تردید میں ایسی خدمت کر رہا ہے ۔ فاران میرے ہاں نہیں آتا ، نہ معلوم اس کا کیا نقطۂ نظر ہے اور وہ کس حد تک دینی خدمت کر رہا ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ صدیق حسن مرحوم کی کتاب ریاض المرتاض وغیاض العرباض (مطبوعہ ۱۲۹۷ء) تصوّف پر نہایت اچھی ہے۔ آپ کے مطالعہ سے ضرور گزری ہوگی، کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے حلقہ کے کوئی عالم اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کرکے آپ کے ادارہ سے شائع کردیں۔ آپ نے نوابؒ کی کئی کتابیں شائع کی ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے تصوّف مسنون کی طرف آپ کے حلقہ کے علماء کی توجہ ہوسکے گی۔ ان دنوں میں مدارج سلوک کے عنوان سے ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس کے سلسلے کے تین مقالے معارف میں شائع ہوچکے ہیں اور دو مقالے اور بھیج چکا ہوں، شاید اپریل ومئی میں شائع ہوسکیں۔ میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ اشاعت سے پہلے آپ اس کو ایک نظر دیکھ لیں لیکن ہندوستان وپاکستان میں یہ مشکل سے ہی کیا جاسکتا۔ اور وقت بھی کافی لگ جاتا ہے اس لئے یہ خواہش دل ہی میں رہے گی۔ جامعہ کی مصروفیت کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں تھا اور صحت کی کمزوری بھی زیادہ کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی، میری نگرانی میں چار لڑکے تصوّف پر کام کررہے ہیں اور پی ایچ ڈی کے مقالے لکھ رہے ہیں۔ ان کا کام دیکھنے میں بھی بہت وقت صرف ہوجاتا ہے اور خود زیادہ لکھنے پڑھنے کا وقت نہیں تھا اور یُوں بھی یہ بات دل میں اُتر گئی ہے کہ گو کتب بینی انسان کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ ہے لیکن کارِ سلوک بغیر حصولِ باطن و دوامِ ذکر کامل نہیں ہوتا اور قرآن کریم کی یہ تاکید اذکروا اللہ ذکرا کثیراً بہرحال قابلِ اعتناء اور لائقِ تعمیل ہے۔

حرفے کہ کاغذے سیاہ کند
دل کہ تیرہ است کے چو ماہ کند

جی چاہتا ہے کہ درس وتدریس ومطالعہ کتب موقوف کرکے توجّہ تمام علی الدوام 'نسبت' کی طرف کی جائے!

دانی کہ مرا یار چہ گفت است امروز جز با یکے مسنگر دیدہ بدوز!

"مراقبات" کا ایک نسخہ اِن شاءاللہ یہاں سے حاصل کرکے خدمت والا میں روانہ کروں گا۔ لیکن یہ آپ کے مطالعہ کے زیادہ قابل نہیں۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔ اگر کوئی خدمت اس ناچیز کے لائق ہو تو بے دریغ حکم فرمائیں۔ انشاءاللہ تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی۔ اس عاجز کی بھی التماس ہے کہ دُعائے سحرگاہی میں فراموش نہ فرمائیں اور اگر کوئی ایسی چیز ادارہ سے نکلے تو اس جاہل کو بھی استفادہ کا موقع دیں۔

ہر جا کہ ترشّح تو بینم
در العطش آیم و نشینم

خاکسار ولی الدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعلیم بستوی کا تعزیتی مکتوب

جامعہ سلفیہ بنارس، جس کا نام پہلے ــــ مرکزی دارالعلوم ــــ تھا۔ اس کے ایک فیض یافتہ نے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی علیہ الرحمۃ کی وفات پر ذیل کا تعزیتی مکتوب حضرت الاستاذؒ کے نام تحریر کیا۔

باسمہٖ سُبحانہ

مرکزی دارالعلوم - بنارس
۲۹ - ۲ - ۶۸ء

مخدوم معظّم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا ــــ ہندوپاک کے اہل حدیث حلقوں میں الجمعیۃ کی یہ خبر بجلی بن کر گری جس میں جناب خواجہ محمد سلیم صاحب نے حضرت الامیر جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع دی تھی۔

اس قحط الرجال کے دور میں مرحوم کی وفات ایک ناقابلِ بیان المیہ ہے۔ ان کی وفات سے ہندوپاک کی جماعت اہلحدیث میں خصوصًا اور تمام مسلمانوں میں عمومًا جو تعلیمی، تنظیمی اور تبلیغی خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پُورا کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنّت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

لیکن اس سے بھی بڑا المیہ جو شاید ہماری جماعت کے ساتھ ازل سے لکھ دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ ہم اپنے ان اسلاف واکابر کے ساتھ ہمیشہ سے بے وفائی کرتے آئے ہیں۔ اُمت کے وہ مایۂ ناز فرزند جنہوں نے اُمّت کی خدمت اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں، ہم ان کے ساتھ اتنے روادار بھی نہیں کہ ان کے کارناموں کو منظرِ عام پر لائیں۔ ان کی تقریروں، تحریروں اور مقالات کو یکجا کتابی شکل میں شائع کردیں۔ اور ان کی سیرت اور خدمات کو مرتب کرکے عوام کے سامنے پیش کردیں تاکہ ان کے یہ کارنامے تاابد قائم رہیں اور ہمیشہ لوگ ان سے فیض حاصل کیا کریں۔ اغیار کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے پتھروں کو موتی کے مول بیچنا چاہتے ہیں اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنے موتیوں کو پتھروں کے صف میں بھی جگہ دینے کے روادار نہیں ہیں۔

"المکتبۃ السّلفیۃ" نے اسلاف کے ناپید کارناموں کو از سرِ نو زندہ کرنے میں جو اہم خدمات انجام دی ہیں ہمیں ان کا اعتراف ہے۔ کاش کہ ہمارے اور بھی اس طرح کے ادارے ہوتے۔

والسّلام

عبدالعلیم مرکزی صدر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مرکزی دارالعلوم - بنارس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمّد زکریا کا ایک تعزیتی مکتوب

مولانا نیک محمّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ دسمبر ۱۹۴۹ء) شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام المعروف مدرسہ غزنویہ (امرتسر) ہمارے ماضی قریب کے اکابر علماء میں ایک ممتاز عالمِ باعمل اور مسندِ تدریس کے صدر نشین تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولانا مرحوم کے ایک صاحبزادے حافظ محمد زکریا صاحب ایم اے راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ گوجرانوالہ کی وفات پر ذیل کا تعزیتی مکتوب حضرت مولانا رح کے نام لکھا۔

راولپنڈی۔
۶-۳-۶۸

محترم ومکرم

السلام علیکم۔ شفقتِ مجسّم حضرت بزرگوارم کی المناک وفات پر آپ نے "الاعتصام" میں جس سوز و درد سے اداریہ سپردِ قلم فرمایا ہے وہ صرف آپ کا ہی حصّہ ہے۔ اداریہ کا ایک ایک لفظ گہرے تاثر میں ڈوبا ہوا اور دل کی عمیق گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔ آپ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ حضرت مولانا مستجمع الصفات تھے۔ آپ نے جن بزرگوں کے نام لئے ہیں واقعی ان میں سے ہر ایک کی امتیازی صفت مولانا میں موجود تھی۔ اس طرح وہ "آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کے کسی حد تک صحیح مصداق تھے۔ میرے خیال میں آپ نے تمام صفات کا احاطہ کر لیا ہے۔ لیکن ایک صفت اور اُس کے حامل بزرگ سے آپ کو غالباً سہو ہو گیا ہے۔ مولانا اپنے ہمعصروں میں واحد عالم تھے جن میں والدِ محترم حضرت مولانا نیک محمد صاحب کی صفت توکل وغنی بھی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ جس طرح والدِ محترم نے ایک دفعہ خدمتِ دین کے لئے جس مقام کو منتخب کر لیا تھا اُسے عُسر ویسر کی کیفیت میں نہیں چھوڑا۔ اسی طرح مولانا محترم بھی سینتالیس سال اُس جگہ سے نہیں ہلے جہاں اوائل میں محض خدمتِ دین کے لئے آکر ڈیرہ جمایا تھا اور جہاں اُس طویل مُدت میں بعض اوقات انہیں حوصلہ شکن اَدوار میں سے بھی گزرنا پڑا تھا۔ انفرادی صفات کے حامل عالم تو اب بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے لیکن مولانا جیسا مستجمع الصفات روز روز نہیں پیدا ہوتا۔ اب آکر اپنوں، بیگانوں سب کو پتہ لگا ہے کہ وہ کتنی بڑی شخصیت تھے۔ اگرچہ اس بڑائی پر ان کی حد سے زیادہ سادگی اور عوامی پن نے پردہ ڈالا ہوا تھا جس کو بالآخر موت نے آکر اُتارا ہے۔

اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی جنّۃ الفردوس

حافظ محمد زکریا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد داؤد رازؔ دہلوی رح

مولانا محمد داؤد رازؔ دہلوی مرحوم (متوفیٰ دسمبر ۱۹۸۱ء) صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے۔ مرحوم کی کئی کتابیں یادگار ہیں۔
ثنائی ترجمہ وحاشیہ والا قرآن مجید جس کے حاشیے پر تفسیر ثنائی کی تلخیص ہے۔
فتاویٰ ثنائیہ (دو جلدیں) "اہلحدیث" امرتسر میں چھپے ہوئے فتاویٰ کا مجموعہ۔ جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ کے ساتھ ساتھ بہت سے علمائے اہلحدیث کی علمی و نادر تحقیقات جمع ہو گئی ہیں بالخصوص مولانا ابوسعید محمد شرف الدین محدث دہلوی کی توضیحات وتشریحات۔
مسلک اہلحدیث اور جماعت اسلامی۔ یہ بھی اپنے انداز کی مفید کتاب ہے۔
صحیح بخاری کا مکمل اُردو ترجمہ مع فوائد وتشریحات۔
یہ مرحوم کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ صحیح مسلم کا ترجمہ مع شرح نووی شروع کیا تھا لیکن ابھی اس کے چند پارے ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آگیا۔ رحمہ اللہ۔
مولانا کے ان کے نام کئی خط ہیں، ایک خط میں حضرت الاستاذ رح نے حاجی محمد اسحٰق حنیفؔ کے پُراسرار قتل کی خبر دی تھی۔ ایک مکتوب میں مولانا رازؔ نے اس پر تعزیتی خط تحریر فرمایا۔ حسنِ اتفاق سے حضرت الاستاذ کا اصل خط بھی مل گیا ہے، جو حسبِ ذیل ہے۔

مخدومنا حضرت العلاّم مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ محترم حفظہ اللہ وکرم ولطف بہ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ یاد فرمائی کا بے حد شکریہ۔ مکتوب گرامی کی تشریف آوری سے مسرت کے آنسو چھلک پڑے۔ لیکن اس وقت کہ عریضہ لکھ رہا ہوں، غم کے اشک بے اختیار اُمڈ آئے ہیں۔
جناب نے والا نامے میں جن حضرات کو سلام لکھا ان میں حاجی محمد اسحاق صاحب حنیفؔ کا نام بھی ہے۔ لیکن ہائے شومئی اعمال کہ حاجی صاحب، ستمبر ۱۹۶۹ء "اپنے ہی دوستوں" کے انتقام کا شکار ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

فلیبک من کان علی "حالنا" باکیا ۔!

اخبارات کی آمد و رفت کئی ماہ سے "پاک بھارت" میں بند ہے۔ اِس لئے آپ حضرات کو پتہ نہیں چل سکا۔ برصغیر کی تاریخ میں شاید اپنی نوعیت کے پہلے حادثے کا ۔۔ !۔ افسوس! میں حاجی صاحب کی شہادت کی تفصیلات لکھنے سے سردست قاصر ہوں ۔۔ ! جو پُراسرار طور پر ہوئی ۔۔۔ اور اُس دوران ۔۔۔ اور قتل کی دھمکیوں کے دوران ۔۔۔ ہوئی جب اپنے جمعیتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں سے " انتظامی قسم کے معاملات میں" اختلاف ہو گیا تھا اور جو" انتقام " کی نوبت تک پہنچا - اسی کے نتیجے میں جب سے تا ایندم "الاعتصام" مجھ نالائق اور نا اہل کے گلے کا ہار بن رہا ہے ———————— اور اس "ساری نزاعی کارروائی" کا اصل باعث ایک ——— صاحب ہوئے تفصیل کبھی ملاقات پر ان شاء اللہ ہو گی۔ میں نے " الاعتصام " کا دامن اس نزاع سے بالکل بچا کر رکھا ہے اور یہ وہی ——— صاحب ہیں جن کو مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے ارشاد پر میرے مشورے سے اڈیٹر رکھا گیا ۔ " الاعتصام " کے مقابلے پر " اہل حدیث " ہفت روزہ شیخ محمد اشرف نے مذکورہ صاحب کو دے دیا ہے ۔

حرم پاک میں حاجی صاحب کی مغفرت خاص کے لئے دعائیں فرمائیں ۔ اور یہ کہ اس فتنہ کے نتائج سے اللہ تعالیٰ جماعت کو محفوظ رکھے ۔ میری کوشش تو یہی ہے توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مگر حاجی صاحب کی یہ جدائی دل کے لئے ناقابل برداشت ہو رہی ہے ۔ جناب کی عزت افزائی اس خاکسار کے ایماء پر ساری کی ساری حاجی صاحب مرحوم کی مرہون منت تھی ۔ حاجی صاحب کو چار شخصیتوں سے بڑی عقیدت تھی ، بڑی کیا بے پناہ ۔ ! امام بخاریؒ ، مولانا شہیدؒ ، مولانا ثناء اللہؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ ۔

" نور الایمان " نہیں آرہا نہ ترجمان ، اور نہ ہی " الاعتصام " آپ کے جا سکتا ہے ۔ انا للہ ۔ بنا بریں جناب کے نام اگست ستمبر ۱۹۶۹ء تا نصف مارچ ۱۹۷۰ء " الاعتصام " کے سب شمارے بذریعہ ہوائی ڈاک آپ کے مکہ معظمہ کے پتہ پر ارسال کر دیئے گئے ۔ اللہ کرے آپ تک پہنچ گئے ہوں ۔

کراچی سے ۴ ۔ ۵ ۔ ۶ پارے صحیح بخاری موصول ہو کر نور افزائے بصر ہوئے ۔ وللہ الحمد ۔ یہ عاجز بھی جب کبھی دعاء کا موقع ملتا ہے تکمیل صحیح بخاری اور قبولیت کے لئے دست بدعاء رہتا ہے ۔ ماشاء اللہ ترجمہ و مطالب و تشریحات کا انداز بہت خوب ہے ۔ یہ خاکسار بغرض استفادہ باوجود ہجوم مصروفیات تقریباً سب پڑھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں اس کی تکمیل کرا دے اور آپ کو صحت و عافیت کامل عطا فرمائے وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔

قرآن مجید ثنائی بحمد اللہ ہمیں کسی اور ذریعے سے تقریباً تیس عدد مل گئے تھے اور آرڈر ابھی باقی ہیں ۔ دہلی پہنچ کر خیریت سے مطلع فرمایئے گا ۔

نوٹ :۔ " الاعتصام " اگر مل گئے ہوں تو یہ حاجی محمد اسحاق صاحب حنیف کے متعلق میرے تاثرات ترجمان ، اہل حدیث اور نور الایمان ، جس جس میں مناسب ہوں شائع فرما دیجئے گا ۔

نوٹ :۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب خط لکھنے میں جتنے مستعد تھے میں اتنا ہی کاہل ہوں ۔ عریضہ نہ لکھ سکوں تو درگذر فرمایا کریں ۔

عطاء اللہ حنیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم الفاضل الوحید العصر علامہ صاحب ادام اللہ برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، نوازش نامہ ملا اور بے حد رنج و ملال کا موجب ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون فوا اسفا علی یوسف۔

اللہ پاک مرحوم کو فردوس میں جگہ دے۔ یہ خبر میرے لئے سخت اندوہناک ثابت ہوئی کہ کعبہ شریف کے سامنے یہ خط پڑھا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اب بھی قلم لڑکھڑا رہا ہے۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ پاک جمعیت کو استحکام بخشے اور خانہ جنگی سے نجات بخشے اور آپ کے صبر و استقلال کو قبول کرے۔ اور آپ کو سکونِ قلب کے ساتھ کام کرنے کے مواقع عطا فرمائے۔ میرے لئے یہ خبر بالکل نئی تھی۔ اس لئے بار بار خیال آرہا ہے کہ الٰہ العالمین نوشتۂ قسمت کو تُو ہی جانتا ہے۔

لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔

آپ کے لئے، مرحوم کے لئے، ساری جماعت کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے اللہ قبول کرے۔ آمین۔ اور نعم البدل جمعیت کو عطا کرے۔ اور الاعتصام کو بام عروج نصیب فرمائے اور آپ کو ہر پریشانی سے بچائے۔ آمین۔

بخاری شریف پر آپ کے چند لفظوں کے لئے از حد مشکور ہوں جو دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہیں۔ یہ محض آپ کی دُعاؤں کی برکت ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

الحمد للہ حرم کعبہ میں پ۹ مکمل تیار کرکے بار بار لفظ لفظ پڑھا ہے۔ پ۱۰ کا کام شروع ہے۔ امسال چار پاروں کا پلان ہے۔ کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

قرآن مجید کی وصولی کی خبر سے از حد خوشی حاصل ہوئی۔ اسی راستہ سے دوبارہ کوشش کی ضرورت ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب عزیز القدر مولانا حافظ صاحب وجملہ پرسانِ حال حضرات کو سلام مسنون اور نیک دعائیں۔

آخر اپریل تک دہلی پہنچ رہا ہوں، خیریت نامہ وہاں سے ہی حاضر کروں گا۔ ان شاء اللہ۔

اب مناسب ہے کہ میں تجلی دیوبند سے وہ پڑی ہوئی کتابیں واپس حاصل کرلوں یا کوئی امید ہے تو لکھیں۔ بے حد فکر مند ہوں۔ والسلام

الاعتصام یہاں بھی ابھی تک نہیں ملے ہیں۔

آپ کا اپنا
محمد داؤد راز از مکہ مکرمہ

۱-۳-۷۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر معظم حضرت العلام مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف ادام اللہ برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ نہ صرف بر تقریب عید سعید بلکہ بر تقریب اختتام تبییض پارہ ۳۰ بخاری شریف مترجم اُردو، دل سے دُعاء کر رہا ہُوں کہ اللہ پاک آپ کو ایسی بہت سی تقریبات عید سعید مبارک فرمائے اور آپ کے لختِ جگر حافظ احمد شاکر صاحب سلمہ ربّہ کو آپ کا سچا جانشین ثابت کرے اور آپ کی خدماتِ عالیہ کو قبول کرے اور مجھ ناچیز کو توفیق دے کہ میں عمرِ عزیز کے اس آخری دَور میں بخاری شریف مترجم اُردو کے تیسوں پارے بایں صورت پیش کر کے کہہ سکوں۔

لائق نہ بود قطرہ بہ عُمّاں بردن خار و خسِ صحرا بہ گلستاں بردن

اما چہ کنم کہ رسم مورے باشد پائے ملخ پیش سُلیماں بردن

کیا اچھا ہو کہ میں پ کا افتتاح جناب کے صرف چند دُعائیہ کلمات کے ساتھ کر سکوں۔

والسلام : آپ کا ناچیز بھائی

محمد داؤد راز عفی عنہ۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

مکتوبِ گرامی : مولانا عبد الجبّار عبد الرحمٰن الفریوائی

مولانا عبد الرحمٰن عبد الجبار الفریوائی حفظہ اللہ ہندوستان کے اُن نوجوان علماء میں نہایت ممتاز اور نمایاں ہیں جو علمی و تحقیقی کاموں سے شغف رکھتے اور اس میدان میں متعدد کارہائے نمایاں سرانجام دے چکے ہیں (جس کی کچھ ضروری تفصیل ان کے اپنے ان دو خطوط میں بھی موجود ہے جو آپ بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) میں تعلیم کے دوران مولانا موصوف نے حضرت الاُستاذ کو خطوط لکھے، جن میں ایک تو علمی و تحقیقی خدمات کی تفصیل ہے اور دوسری اس بات کی خواہش کا اظہار کہ حضرت انہیں بھی سندِ اجازہ حدیث مرحمت فرما دیں۔ اور تیسرے، اس کے لئے ایک سعودی محقق و فاضل کے لئے بھی سفارش۔ اسی ضمن میں ایک سفارشی خط (عربی میں) جامعہ مذکور کے ایک سلفی اُستاذ شیخ حماد بن محمد الانصاری نے بھی حضرت الاُستاذ رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا تھا۔

یہ سارے خطوط پیشِ خدمت ہیں، پہلے مولانا الفریوائی حفظہ اللہ کے خطوط ملاحظہ ہوں۔

۱۸ رجب ۱۴۰۶ھ۔ المدینۃ المنورہ

محترم المقام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف الفوجیانی حفظہ اللہ وتولاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

الحمدُ لِلّٰہ ہم لوگ بخیر و عافیت ہیں، رب کے حضور میں دست بدعاء ہیں کہ آپ جملہ احباب جماعت بصحت و عافیت ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت دنوں سے آپ کی خدمت میں طرفین کی خیروخیریت کی اطلاع کے لئے کچھ لکھنے کی خواہش تھی، لیکن باوجود شوق وجذبہ اس کا وقت نہ آسکا جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ کا ذکر خیر ہر مناسب موقع سے برابر اور جلد آتا رہتا ہے۔ اور اسی سے دل بہلاتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ہم سب کے لئے آپ کی دینی وعلمی وسلفی خدمات کو مشعلِ راہ بنائے۔
اِس سے قبل زہد وکیع، اور ابا طیل آپ تک پہنچنے کی اطلاع آپ کے دو خطوط سے ہوگئی تھی جس کا میں جتنا شکریہ ادا کروں یہ کم ہے۔ آپ کی ذرہ نوازی اور تشجیع سے دل کو بہت اطمینان حاصل ہوا۔ اپنی عادت عام آدمیوں سے کسی صلہ کی ضرورت کبھی نہیں محسوس کرتی لیکن آپ جیسے حضرات کے ہاں اگر کوئی تحفہ شرفِ قبول پا جائے تو اس سے بے پناہ خوشی ہوتی ہے۔
جماعت میں قحط الرجال کے اس دَور میں آپ چند شخصیات ایسی بچی ہیں جن سے استفادہ اور جن کے تجربات ومشورے ہم جیسے نو واردوں کے لئے بہت اہمیت کے حامل ہیں، لیکن یہ ہم لوگوں کی کوتاہی اور تقصیر ہے کہ برابر اتصال نہیں رہ پاتا۔
ادھر کچھ دنوں سے میری تحقیق سے، زہد امام ھناد جو دو جلدوں میں ہے جزء الحسن بن عرفہ ہے رسالۃ المنذری فی الجرح والتعدیل، جزء بیبی بنت عبد الصمد العرویۃ۔ کویت سے شائع ہوئی ہیں۔ تعظیم قدر الصلوٰۃ، امام محمد بن نصر المروزی کی دو ضخیم جلدوں میں مکتبۃ الدار بالمدینہ سے شائع ہونے والی ہے۔ اس آخری کتاب کو اپنی محقق کتابوں میں سب سے زیادہ باوقعت سمجھتا ہوں۔
مصر میں مکتبۃ الدار کی جانب سے زھد الثمانیۃ من التابعین اور تلخیص الاباطیل للذہبی اور کشف الصلصلۃ عن وصف الزلزلۃ للسیوطی زیر اشاعت ہے لیکن افسوس کہ اس میں کافی تاخیر ہوگئی۔ اب اُمید ہے کہ کچھ دنوں میں وہاں سے آجائے گی۔ ان شاء اللہ۔
ساری مطبوعات کے نسخے آپ کے نام پر محفوظ ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔
اس وقت دکتوراہ کے موضوع: "شیخ الاسلام ابن تیمیۃ المحدث" کی تیاری آخری مرحلے میں ہے کہ اس کے پیش کرنے کی آخری تاریخ محرم الحرام ہے۔ دُعاء کریں کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔
اس میں اصل زور شیخ الاسلام کی تصحیح وتضعیف کردہ احادیث کی جمع وترتیب وتعلیق پر ہے۔ نیز قواعد علوم الحدیث میں جو افادات ہیں، ان کی ترتیب اور شیوخ، تلامذہ اور علم حدیث کی دوسری خدمات پر روشنی ڈالنی ہے خدا کرے کہ سارے پہلو پر کام بحسن وخوبی ہو جائے۔ آپ کے مشوروں اور دُعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

اس درازنفسی کی وجہ اس وقت یہ ہے کہ میرے ایک بہت مخلص دوست جن کا تعلق قصیم۔ نجد سے ہے اور جو کہ گذشتہ سال حافظ شریف صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الحدیث سے پاس ہوئے۔ اس وقت وہ شعبہ عقیدہ میں ایم اے میں داخل ہیں۔ ان کا خاص موضوع علم حدیث ہے جس کے مطبوعات ومخطوطات کا ایک بہت ہی گراں قدر ذخیرہ ان کے پاس ہے اور ان کے ذوق وشوق اور خاندانی حالات کو دیکھ کر ان پر نواب صدیق بھوپالی کے عہدِ نوابت کی مثال صادق آتی ہے۔ گھر کے بہت ہی مالدار،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علم و علماء اور کتب سے شغف میں یکتۂ روزگار، فہم و دقت نظری میں اپنی مثال آپ۔

چنانچہ امسال شیخ ربیع ھادی المدخلی نے کہا کہ میں نے مساعد کا جب انٹرویو لیا تو ان کے مدلّل و معقول جوابات سے بے انتہا خوشی ہوئی اور میں نے سوچا کہ ان کا منہ چوم لوں۔ انہوں نے احکام العیدین للفریابی کلیۃ میں تحقیق کی تھی جو اب زیر اشاعت ہے۔ اور جلد ہی آپ کے نام بھیج دی جائے گی، تو عرض یہ ہے کہ اس عزیز دوست کو آپ جیسے محققین علمائے اہلحدیث سے شرف تلمذ و اجازہ کی غایت درجہ حرص ہے اور اُنہوں نے شیخ حماد سے بھی اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے آپ کے نام خط لکھا۔ پس عرض ہے کہ آپ شیخ مساعد بن سلیمان الراشد کو سندِ اجازہ ارسال فرمادیں۔ ویسے وہ گذشتہ سال سے پاکستان و ہندوستان کا دورہ صرف آپ، شیخ الحدیث مولانا حافظ گوندلوی مرحوم کے لئے اور مولانا عبیداللہ رحمانی کے لئے کرنے والے تھے اور ابھی تک اس کا عزم رکھتے ہیں۔

گذارش ہے آپ ان کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے ان کو سندِ اجازہ سے نوازیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ میری اس دیرینہ خواہش کو پورا کریں کہ مجھے بھی اپنے سلسلے سے منسلک فرمائیں اور سندِ اجازہ عطا فرمائیں۔ میں نے شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ اور شیخ بدیع الدین الشاہ الراشدی سے سندِ اجازہ حاصل کیا ہے۔ اُمید ہے کہ میری اس دیرینہ آرزو کی تکمیل فرمائیں گے۔ محترم احمد شاکر، سلیمان انصاری و صلاح الدین یوسف وغیرہ علمائے کرام و اخوان عظام کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

والسلام

عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی

الجامعۃ الاسلامیہ المدینۃ النبویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲-۱۰-۱۴۰۶ھ

محترم و مکرم جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف الفوجیانی حفظہ اللہ وتولاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الحمد للہ ہم لوگ فی الجملہ خیر و عافیت سے ہیں، اس سے قبل ایک خط آپ کی خدمت میں ارسال کرچکا ہوں۔ اُمید ہے کہ وہ آپ تک پہنچ گیا ہوگا۔ ادھر کچھ دن پیشتر مولانا محمود صاحب میرپوری تشریف لائے۔ جن کی زبانی آپ کے احوال ذ کوائف کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس سے قبل آپ کی خدمت میں ایک مشترکہ طلب بھیجی گئی تھی۔ یعنی میرے دوست شیخ مساعد بن سلیمان الراشد خریج کلیۃ الحدیث الشریف والطالب فی الدراسات العلیا فی الجامعۃ الاسلامیہ نے شیخ حماد الانصاری حفظہ اللہ کے خط کے ساتھ اپنا ایک خط اور مجھ سے ایک خط لکھا کر آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جس کا مقصد آپ سے سندِ اجازہ حدیث کا حصول تھا۔ ان کی طلب کے ساتھ میری بھی درخواست تھی کہ آپ ہمیں بھی اجازہ حدیث سے نوازیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت شیخ مساعد، جناب عبدالغفار صاحب ریحان کی معیت میں پاکستان اپنے علمی سفر پر روانہ ہو رہے ہیں، جو کہ ہفتہ عشرہ کے اندر آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ ہم لوگوں کی خواہش و تمنا کو پورا کریں گے اور سند اجازہ فرمائیں گے۔

علامہ سیوطی کے رسالہ رفع الیدین فی الدعاء میں اس کے ناشر نے آپ کے اجازہ کی فوٹو کاپی شائع کی ہے۔ پرسوں اس رسالہ پر نظر پڑی تو یہ بات معلوم ہوئی۔

شیخ مساعد الراشد ایک کٹر سلفی نوجوان ہیں جنہیں حدیث وعقیدہ اور اس کے علماء اور ان کی خدمت کرنے والی تحریکات سے بے پناہ دلچسپی ہے اور ہر وقت طلب علم و تحصیل اور جمع کتب نادرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ ان سے مل کر یقیناً آپ جیسے باذوق خوش ہوں گے۔ انہوں نے امام فریابی کی کتاب العیدین کی تحقیق کی ہے جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی وہ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گی۔ بیروت سے شائع ہو رہی ہے۔

میرے حالات مختصراً یہ ہیں کہ رسالہ کی تقدیم محرم میں کرنی ہے جس کی تیاری میں ہمہ تن مشغول ہوں۔ دو ڈھائی ماہ سے کمر کے درد کی شکایت سے کام بہت متاثر ہوا۔ لیٹ کر اور ٹیک لگا کر لکھنے پڑھنے کا کام کر رہا ہوں۔

ادھر جو کتابیں میری تعلیق و تحقیق سے شائع ہوئی ہیں ان کی ایک ایک کاپی ارسال خدمت ہے۔

(۱) جزء ابن عرفہ ۲۔ زہد ھناد ۔ ۳۔ زھد الثمانیہ من التابعین (۴) رسالہ فی الجرح والتعدیل ۔ ۵۔ جزء بیبی۔

خدا کرے کہ ان حقیر کوششوں کا سلسلہ جاری رہے اور یہ ہمارے لئے ہمارے والدین اور اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو شفائے عاجل عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو آپ کے علم و فضل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔

اگر ممکن ہو تو ان اصحاب کے ذریعہ دار الدعوۃ السلفیہ اور المکتبۃ السلفیہ کی نوادر مطبوعات ارسال فرمائیں۔ بالخصوص "خلافت و ملوکیت کی شرعی حیثیت"

جہود مخلصہ کا دوسرا ایڈیشن بنارس میں زیر طبع ہے۔ آخری ابواب ما تتعلق بخدمات اھل الحدیث' از سر نو مرتب کئے گئے ہیں جس میں آپ کے افادات و ملاحظات سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

محترم احمد شاکر، مولانا صلاح الدین یوسف و اخوانہم فی ادارہ دار الدعوۃ السلفیۃ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام

عبدالرحمٰن عبدالجبار الفریوائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوبِ گرامی : فضیلۃ الشیخ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیّنا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ ومن والاہ ۔

فضیلۃ الشیخ محمّد عطاء اللہ الفوجیانی الامرتسری المحترم سلمہ اللہ آمین

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ وبعد !

فان الطالب عندنا مساعد بن سلیمان الراشد النجدی طلب منی لمعرفتی بہ ان اعرف فضیلتکم بہ وذلک لانہ یلازمنی کثیرا لرغبتہ فی علم الحدیث بقسمیہ وقد تخرج فی کلّیہ الحدیث بدرجۃ ممتازۃ وھو الآن یدرس فی الدراسات العلیا بالجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ النّبویّۃ ۔

وافید فضیلتکم انہ من احرص المتخرجین عندنا فی الجامعۃ وفی الدراسات العلیا علی الحدیث وعلومہ ، اضافۃ الی امتیازہ فی حسن السیرۃ والعقیدۃ وجودۃ القریحۃ ویرغب فی الاجازۃ العامۃ والخاصۃ من فضیلتکم ویستحق اسعافہ بذلک لانہ اھل لہ وکفو

ونسئل اللہ العلی القدیر ان یمدکم بطاعتہ ویطیل عمرکم علی تقواہ ۔

الدّاعی لفضیلتکم اخوکم المخلص حماد بن محمّد الانصاری الاستاذ المشارک فی قسمی السنّۃ والعقیدۃ بالدراسات العلیا بالجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ النّبویّۃ ۔

مساعد بن سلیمان نجدی کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من مساعد بن سلیمان الراشد إلی الشیخ الفاضل العلاّمۃ محمّد عطاء اللہ الفوجیانی أیدہ اللہ واحسن الیہ ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وبعد : فأسأل اللہ ۔ تبارک وتعالی ۔ ان تصلکم رسالتی ھذہ وأنتم فی أتم الصحۃ والعافیہ ۔

وأحب ان أفیدکم بأنی طالب فی قسم الدراسات العلیا بالجامعۃ الاسلامیۃ وقد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخرجت من كلية الحديث الشريف من الجامعة المذكورة ـ

ومنذ أن عرفت أنّ لكم اتصالات بكتب الأئمة ، وأنا حريص أيما حرص على الحصول على اجازة منكم واخبرت شيخنا حماد بن محمّد الانصاري بهٰذا فحثني على ذلك وها أنا ذا أكتب لكم هٰذه الاسطر راجيًا منكم أن تمنحوني إجازة عامة لمروياتكم ، ولكم بذلك مني الشكر والدعاء ـ

والله اسأل أن يبارك لكم في صحتكم ويعينكم على طاعته والحمد لله رب العٰلمين ـ صلّ اللّٰهم وبارك على نبيّنا محمدٍ وّعلى آله وصحبه وسلّم ـ

ترسل الرسائل على هذا العنوان ـ

المملكة العربية السعودية ـ المدينة المنورة ـ الجامعة الاسلامية ـ

قسم الدراسات العليا مساعد بن سليمان الراشد ـ

مکتوب : مولانا عبدالعزیز اعظمی (ہند)

مولانا عبدالعزیز اعظمی (ہند) جماعت اہلحدیث ہند کے اکابر علماء میں سے ہیں، جامعہ رحمانیہ بنارس اور دیگر جامعات میں مسندِ تدریس پر فائز رہے ہیں، آج کل پتہ نہیں کس جامعہ سے وابستہ ہیں؟

آپ کے بعض خطوط سے، جو حضرت الاُستاذ کے نام سے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تراجم و سوانح سے خصوصی لگاؤ ہے جو حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کا بھی ایک دل پسند موضوع تھا۔

مولانا موصوف کا ایک اسی قسم کا خط ملاحظہ فرمائیں۔

عبدالعزیز اعظمی مدرس جامعہ رحمانیہ دارالاقامہ بانڈے حویلی ۵۶/۲ بنارس

۲۹ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ پنجشنبہ

مکرمی و محترمی جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف کثر اللہ امثالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رحیق کے لئے طلبہ نے قیمت میں تخفیف کے واسطے آپ کے پاس خط لکھا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظوری آنے کے بعد تین روپے سالانہ چندہ مولوی داؤد صاحب کو روانہ کر دیا گیا۔ اس کی رسید روانہ ہے۔

قاضی بشیرالدین قنوجی کے بارے کچھ اشکالات ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ حل فرمائیں گے۔ ان کا تذکرہ مولانا شمس الحق صاحب نے غایۃ المقصود کے حاشیہ میں کیا ہے۔ اسی طرح مولانا ابویحیٰی امام خان نوشہروی نے تراجم علمائے حدیث میں کیا ہے۔ نوشہروی نے اس کو اخبار اہل حدیث امرتسر سے نقل کیا ہے۔ دونوں میں کئی جگہ اختلاف ہے۔ ولدیت میں، شاگردی میں، سن وفات میں، اگر اس نام کی دو شخصیتیں ہوں تو خیر۔ ورنہ تعارض ظاہر ہے۔

اسی طرح الحیاۃ بعد المماۃ باب ہفتم (معاصرین علماء و معتبرین اور شیوخ کی آراء) میں دو جگہ قاضی بشیرالدین صاحب کو نواب صدیق حسن خان کا استاذ الاستاذ لکھا ہے (طبقہ اوّل و طبقہ ثانی ملاحظہ ہو) جب نواب صاحب کے بعد کے علماء مثلاً مولانا ڈیانوی، مولانا وحیدالزماں حیدرآبادی وغیرہ قاضی صاحب کے بلاواسطہ شاگرد ہیں تو نواب صاحب جن کا زمانہ مقدم ہے ان کے شاگرد کے شاگرد کیسے ہوں گے۔ اگر قاضی صاحب بلاواسطہ اُستاذ ہوں تو نواب صاحب کے اساتذہ میں ان کا نام کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اگر اُستاذ کے اُستاذ ہیں تو واسطہ والے اُستاذ کون ہیں اُن کا کیا نام ہے۔

میرے خیال میں اس نام کے ایک ہی شخص ہیں۔ تراجم علمائے حدیث ہند اور الحیاۃ بعد المماۃ کا مضمون صحیح نہیں۔ قاضی بشیرالدین کا تذکرہ میں نے بہت تلاش کیا لیکن مجھے بجز ان دو کتابوں کے کہیں نہیں ملا۔ نواب صاحب کی تصانیف میں اس واسطے نہیں تلاش کیا کہ الحیاۃ بعد المماۃ میں نواب صاحب پر بڑی خفگی کا اظہار کیا ہے کہ نواب صاحب نے اپنے استاذ الاستاذ کا تذکرہ اپنی کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ الخ (طبقہ ثانی) البتہ مولانا شمس الحق صاحب قاضی صاحب کا اجمالی تذکرہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔ وذکرت من ترجمتہ قدرا کثیرا فی تاریخی۔ یہ تاریخ ان کی چھپی یا نہیں۔ ان کے صاحبزادہ مولوی ادریس صاحب تو آج کل پاکستان میں ہیں۔ شاید ان سے کچھ اس تاریخ کا حال معلوم ہو سکے۔ ایسی نادر و نایاب و نافع کتاب گم ہو جائے بڑا افسوس ہوتا ہے۔ شاید نزہۃ الخواطر میں علی میاں کے والد نے ان کا تذکرہ کیا ہو۔ معلوم نہیں اب تک کتنے حصّے اس کے شائع ہوئے۔

فتاویٰ شیخ حسین عرب کا صرف پہلا حصّہ طبع ہوا۔ بقیہ حصّے کی جو فہرست دی ہے اس میں بعض بعض عنوان نہایت ہی اہم ہیں۔ معلوم نہیں اس کے مسودہ کا کیا حال ہے۔ خلیل صاحب کے قبضہ میں ہے یا نہیں؟

تراجم علمائے حدیث ہند کا صرف پہلا حصّہ طبع ہوا۔ اس میں اگرچہ بہت سی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔ پھر بھی نہایت نافع کتاب ہے۔ معلوم نہیں اس کا دوسرا حصّہ اب تک کیوں نہ شائع ہوا۔ آپ کوشش کیجئے یہ دوسرا حصّہ بھی شائع ہو جائے ورنہ ایسے ہی دوسرے حصّہ کا مبیضہ بھی ضائع ہو جائے گا۔ نوشہروی صاحب ابھی زندہ ہیں۔ ان کی زندگی ہی میں اس پر قبضہ ہو جائے تو بہتر۔

مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کے اساتذہ میں میاں صاحب کے علاوہ اور کونسے حضرات ہیں۔ ان کے فتاویٰ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقیہ حصے معلوم نہیں کس حالت میں ہیں۔

میں نے ایک شجرہ مرتب کیا ہے جس میں جملہ مشاہیر علماء (احناف واہلحدیث) کا سلسلہ شاہ ولی اللہ صاحب تک ملایا ہے۔ خدا کے فضل سے اس میں ایک حد تک کامیابی ہوئی۔ قاضی سلیمان صاحب مرحوم کے اساتذہ کا نام مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی نے کرامات اہل حدیث میں ۔مولانا باقی باللہ اور سید محمد حسن رام پوری کا ذکر کیا ہے ۔ان دونوں اساتذہ کا سلسلہ کس طرح شاہ صاحب تک پہنچتا ہے مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ امید کہ آپ رہنمائی فرمائیں گے انشاءاللہ میں یہ مرتبہ شجرہ نقل کرا کے آپ کے پاس بھیجوں گا۔

حجۃ اللہ البالغہ آج کل نصاب میں دن بدن مقبول ہو رہی ہے ۔اس کے حاشیہ کی سخت ضرورت ہے ۔اگر آپ بخاری اور موطأ کا کام مؤخر کر کے یہ کام انجام دیتے تو خوب ہوتا آخر یہ بھی تو حدیث ہی کے فن میں ہے۔ صرف پہلے حصہ کا حاشیہ شائع ہو جائے کافی ہے ۔کیونکہ پہلا ہی حصہ درس میں ہر جگہ داخل ہے ۔ابھی تک اس پر کسی نے حاشیہ نہیں لکھا ہے ۔ کاش آپ لکھ دیتے تو یہ ہماری جماعت کی اولیات میں شمار ہوتی ۔اولیت اور سبقت میں جو مرتبہ ہے وہ بعد میں نہیں۔آپ کی طبع کردہ نسائی اب تک ہمارے مدرسہ میں نہیں آئی، کوشش ہو رہی ہے ۔مبارک پور میں شیخ صاحب کے پاس سرسری طور سے دیکھا تھا ۔ خلاف امید مضمون لمبا ہو گیا۔ اس کا خیال نہ فرمائیں ۔ فقط۔

مولانا ابوالحسنات عبداللہ علی آبادی کے خطوط

مولانا عبداللہ صاحب مرحوم علی آباد (ضلع شیخوپورہ) متوفی نومبر ۱۹۷۹ء جماعت کے ایک بزرگ عالم حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی اور شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے شاگرد تھے ۔ان کے خودنوشت مختصر سوانح بھی الاعتصام کی دو اشاعتوں (۷ اور ۱۴ دسمبر ۱۹۷۹ء) میں شائع ہوئے تھے ۔ ان کے بھی چند خطوط حضرت الاستاذ کے نام ہیں۔

ایک خط میں انہوں نے لکھا ہے کہ میرے پاس مشہور شیعہ مجتہد و ذاکر سید علی حائری کا ایک خط بنام حضرت الشیخ استاذنا المکرم حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ المنان، کسی تفسیر کی تقریظ کے سلسلے میں ہے اور دو خط مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب کے ہیں ۔آپ تشریف لائیں گے تو آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے تاکہ ان کی اشاعت مناسب ہو تو شائع کر دیے جائیں۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"گزشتہ ہفتہ میں گوجرانوالہ گیا۔ جامع مسجد (چوک نیائیں) جا کر میری بے اختیار چیخ نکل گئی اور مولانا (محمد اسمٰعیل سلفی مرحوم) کا زمانہ یاد آ گیا اور یہ شعر زبان پر آیا ؎

ذهب الذين احبهم فعليك يا دنيا سلام
لا تذكرين العيش لي فالعيش بعدهم حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی خط میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"آپ کے علم میں کوئی ایسا بندہ ہو جس کی مجلس اور صحبت سے توبہ الی اللہ اور قلب کی صفائی حاصل ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔"

ایک اور خط ہے جو اگرچہ قدرے مفصل ہے۔ تاہم بطور یادگار مکمل درج ذیل ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) بخدمت محترم و اخی المکرم مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف حفظکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔ آپنے حضرت الامام کا خط بنام والد صاحب شائع کرکے شکریہ کا موقع دیا۔ اور اس جماعت مقدسہ کی یاد تازہ کرائی۔ اللہ کریم ہم کو بھی ان میں شامل کرے۔ آمین۔ والحقنا بالصالحین۔ نیز آپنے خاکسار کا تعارف جن الفاظ میں کرایا ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی میں اپنے آپ کو اس چیز کا اہل نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن ظن کو اپنے فضل سے صحیح کردے تو اس کے بحر الطاف کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ البتہ باوجود نہایت درجہ کا گنہگار و روسیاہ ہونے کے اللہ والوں سے محبت اور ان کی چاہ ہے۔ نیز آپ جیسے بزرگوں کی دعاء سے امید ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ المرء مع من احب کا مصداق فرمادے۔

احب الصالحین ولست منهم ؛ لعل الله یرزقنی صلاحًا!

ورنہ نجات کی صورت نظر نہیں آتی۔

(۲) میرے پاس ایک رسالہ ہے۔ مولوی عمر جعفر صاحب مرحوم تھانیسری کا تصنیف ہے۔ مسمّٰی بہ تائید آسمانی در رد نشان آسمانی، شاید آپ کی نظر سے گذرا ہے کہ نہیں۔ چھوٹی تختی ۳۸ صفحات کا ہے۔ مرزا قادیانی نے نشان آسمانی لکھا تھا۔ جس میں اپنے مسیح موعود و نبی ہونے کے دعاوی پیش گوئیوں سے ثابت کئے۔ جس میں نعمت اللہ ہانسوی کے اشعار میں سے کئی اشعار کو اپنا مصداق ثابت کیا ہے وغیرہ اس کے جواب میں تھانیسری صاحب نے لکھا ہے۔ مرزے کی زندگی میں ۱۸۹۲ء کا مطبوعہ ہے۔ آپ نے اچھے طریق سے تردید کی ہے۔ اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی سے تقابل کیا ہے۔ اگر آپ کی نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے دیکھنے کی چیز ہے۔ اگر فرمادیں تو کسی وقت پیش کردوں۔

(۳) نیز آپ کی کتاب حلیہ میرے پاس ہے۔ اس کے مطالعے سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔ اللہ والوں کا حال پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھیج دوں، جس طرح فرمادیں۔

(۴) ایک مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرماکر تحریر فرمادیں۔ یعنی رمضان کے اعتکاف میں جو جگہ مخصوص کی جاتی ہے آیا اُس جگہ کے علاوہ ساری مسجد میں معتکف جہاں چاہے بیٹھ کر درس و تدریس یا ورد کرسکتا ہے یا اسی جگہ ضروری ہے۔ خصوصاً آج کل سرما میں اندر سردی ہوتی ہے۔ ان کو دھوپ میں بیٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا دن کو باہر صحن میں یا اُوپر چھت کے دھوپ میں معتکف بیٹھ کر پڑھتا ہے حرج تو نہیں یا خاص جگہ ہی رہے نیز پردہ کرنا بھی ضروری ہے یا جگہ ہی مخصوص کرنی کافی ہے۔ مجھے تو کبھی اعتکاف کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق ہو تو چارپائی ہی کھڑی کر لیتا ہوں۔ اور رات کو اُسی کو بچھا کر سوجاتا ہوں۔ کیا خلافِ سُنّت تو نہیں۔ اس چیز کی تشریح ضرور فرمادیں۔
(۵) آپ کی تشریف آوری پر دل بہت خوش ہوا تھا۔ آپ وعدہ فرما گئے تھے کہ پھر انشاءاللہ کسی وقت آؤں گا۔ لہٰذا آگے آپ خود تشریف لائے تھے اب میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ضرور کسی وقت تشریف لائیں۔ اور قبل مطلع فرمادیں۔ میں بہ سبب کمزوری طبیعت سفر نہیں کر سکتا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ملاقات کرنے کی بہت خواہش رہتی ہے۔ آج کل ارادہ ہے کہ صوفی عبداللہ صاحب سے ماموں کانجن ملاقات کرنے کو جاؤں گا، ان شاءاللہ۔ اور جاتے والا اسٹیشن کے قریب بھی ایک صالح شخص سُنے ہیں۔ میں ان کے پاس بھی جانے کا ارادہ ہے۔ انشاءاللہ۔
جماعت کے انتشار سے اور کئی احباب کے اختلاف نے جو حالات پیدا کئے ہیں، ان سے دل کو بہت صدمہ ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت میں کوئی مخلص مصلح پیدا کر دے۔ جماعت کا شیرازہ درست ہو جائے۔ حضرت الامیر کا وجُود غنیمت ہے۔ ماشاءاللہ کام کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں لیکن کچھ ان کی طویل علالت اور مخلصین معاونین کی کمی اور حاسدین کی چپقلش ان کو پریشان رکھتی ہے۔ طبیعت میں اطمینان ہو تو اچھا کام ہو سکتا ہے۔ ہم تو نااہل اور بے کار ہیں اللہ کے حضور میں دُعا ہے کہ اللہ عزّوجلّ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ متحد ہو کر مل کر اللہ کے دین کا کام کریں۔ آمین۔ بندہ نے آپ کا بہت وقت لیا ہے۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ دعا کا ملتجی ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ جواب سے مطلع فرمادیں گے۔

الملتمس: ابوالحسنات عبداللہ علی آباد ۱۱۲، ڈاکخانہ خاص براستہ مڑھ بلوچاں
ضلع شیخوپورہ۔ ۱۰ نومبر ۶۶ء

حافظ محمّد عبداللہ بن مولانا فقیر اللہ مدراسی کے خطوط

حافظ محمد عبداللہ مرحوم (جن کا انتقال ۲۴ فروری ۱۹۹۲ء کو کراچی میں ہوا) مشہور اہلحدیث عالم مولانا فقیر اللہ مدراسی (متوفیٰ ۱۳۴۴ھ) کے صاحبزادے تھے اور یہ حافظ عبداللہ صاحب مشہور اہل قلم جناب آبادشاہ پوری کے والد محترم تھے۔ حضرت الاُستاذؒ سے ان کے بھی روابط اس بنیاد پر تھے کہ وہ ایک بڑے سلفی عالم کے بیٹے تھے۔
مولانا فقیر اللہ مدراسیؒ کی ایک صاحبزادی حضرت حافظ محمد صاحب محدث گوندلویؒ کے عقد میں بھی تھیں۔ حضرت الاستاذؒ مولانا مدراسی اور ان کے برادران کے حالات ضبطِ تحریر میں لانا چاہتے تھے تاکہ انہیں تراجم علمائے اہلحدیث میں محفوظ کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں وہ حافظ محمد عبداللہ صاحب کو لکھتے اور تاکید کرتے رہتے تھے۔ حافظ محمد عبداللہ مرحوم کے جو خطوط حضرت الاستاذؒ کے نام آتے رہے، ان میں چند خطوط محفوظ ہیں۔
ان خطوط میں حضرت الاستاذ رح کے جواب میں وہ یہی لکھتے رہے کہ والد محترم (مولانا فقیر اللہ مدراسی) کے حالات میں عنقریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب کرکے ارسال کروں گا۔ ایک خط میں اُنہوں نے یہ بھی لکھا کہ ان کے ساتھ ان کے دوسرے دو بھائیوں (مولانا محمد، اور مولانا عبدالرحمن) کے حالات بھی تحریر کرنے کا ارادہ ہے۔ بعض خطوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ آباد شاہ پُوری سے رابطہ کریں۔ اُنہوں نے اپنے دادا بلکہ نانا کے بھی حالات مرتب کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ ایک خط سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حالات مرتب کرکے اس کا مسودہ حضرت الاستاذ کو بھیج دیا گیا تھا۔ ایک خط میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ آپ آباد شاہ پُوری کو لکھیں کہ وہ اپنے دادا (مولانا فقیر اللہ) اور نانا (مولانا محمد برادر کلاں مولانا مدراسی) کے حالات تحریر کردیں۔ بعض خطوط میں انہوں نے مولانا مدراسی کے بعض نایاب رسائل کے حصول اور ان کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ایک خط میں اُنہوں نے بعض نایاب کتابیں، جو ان کے پاس ایک مجموعے میں محفوظ تھیں، شائع کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یہ خط بطور تبرک انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مکرّم و محترم جناب مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف زاد مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اُمید ہے کہ آپ تمام مع الخیر ہوں گے۔

عرض ہے کہ میرے پاس دو تین رسائل ہیں جو کہ غالباً بالکل نایاب ہیں اگر ان کو طبع کرواکر شائع کیا جائے تو نہایت مفید ہوں گے اور آپ کو بھی دنیاوی فوائد کے علاوہ اُخروی ثواب و اجر بھی حاصل ہوگا۔

(۱) عقیدہ اہل سُنّت والجماعۃ فی ۔ (اس کے آگے غالباً مسئلہ عرش استویٰ ہے) پہلا ورق بوسیدہ ہوکر کچھ حصّہ پھٹ چکا ہے۔) اس کے مصنّف فاضلِ اجل و عالمِ باعمل مولوی عبدالجبار صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (ہیں) یہ رسالہ عربی میں مطبوعہ ہے۔ ۱۶ صفحہ کا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی علیحدہ اردو میں ترجمہ سبیل النجاۃ فی مباینۃ الرب عن المخلوقات ہے۔ اور صحیح و سالم ہے۔

(۲) لِواءُ الھُدٰی ہے اس کے گول دائرہ میں یہ عبارت درج ہے۔

در بیان مسائل عدم سماع الموتی و نفی علم الغیب والاستعانۃ و عدم السجدۃ والنذر لغیر اللہ تعالیٰ۔ مؤلفہ مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم۔

(۳) الکلام المحمود فی مسئلۃ المولود مصنفہ مولانا و بالفضل اولٰنا مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری ہیں۔ یہ بالکل صحیح و سالم ہے۔ چونکہ آپ دینی خدمات اور پرانے رسائل و مضامین کو خلق خدا تعالیٰ کے فوائد کے لیے شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ایک نایاب چیز ہے اگر آپ ان کی اشاعت کریں تو میں آپ کو بذریعہ رجسٹری بھیج دوں گا۔ یہ رسائل دوسرے دو رسائل کے ساتھ مجلّد ہیں۔ علیحدہ کرنے سے خراب ہوجانے کا خطرہ ہے اس لئے تمام مجلد کتاب ہی بھیجی جاسکتی ہے۔ ان کو یعنی مذکورہ بالا رسائل کی نقل کرکے یا جس طرح آپ مناسب سمجھیں کرکے پھر یہ مجلّد کتاب (رسائل) آباد صاحب کو دے دیں تو مناسب رہے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا رسائل کی طباعت و اشاعت کا خیال یا جو ارادہ ہو تحریر فرما دیں۔ باقی سب خیریت ہے۔

اس وقت آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔ جمیع احباب خصوصاً آپ کے صاحبزادے صاحب (جن کا نام میں اس وقت بھول چکا ہوں) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قبول ہو۔ فقط والسّلام

حافظ محمد عبداللہ ابن مولانا محمد فقیر اللہ صاحب مرحوم

مکان ع۱/۳ متصل پولیس ہیڈکوارٹر جہانگیر پنتھگی روڈ۔ کراچی ع۳ ۲۶/۳/۶۹

اس کے ایک کونے میں حضرت الاُستاذ کے ہاتھ سے تحریر ہے۔

"جواب لکھ دیا گیا" ۲۲-۴-۶۹

مولانا عزیز زبیدیؒ

"مولانا عزیز زبیدی حفظہ اللہ ہماری جماعت کے بلند پایہ عالم، محقق اور مفتی ساری عمر قلم و قرطاس سے وابستگی اور اسی دشت کی سیاحی میں گزری ہے۔ ان کے مضامین ادب و انشاء اور علم و تحقیق کا حسین امتزاج ہوتے ہیں۔ تراویح کے موضوع پر ایک تحقیقی کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔ جو سوہدرہ سے شائع ہوئی تھی، آج کل نایاب ہے۔ مضامین تو بے شمار ہیں جو جماعتی جرائد "الاعتصام"۔۔۔ "تنظیم اہل حدیث"۔۔۔ "اہلحدیث"۔۔۔ "محدّث" وغیرہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔ کاش کوئی صاحب جنون علم و تحقیق کے ان موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دے۔

مولانا موصوف حفظہ اللہ حضرت الاُستاذ سے بڑی عقیدت رکھتے رہے اور مسلک محدّثین میں انہیں سند اور حرف آخر سمجھتے رہے ہیں جس کا اظہار انہوں نے ایک مکتوب میں بھی کیا ہے جو خوش قسمتی سے محفوظ رہ گیا ہے۔

مولانا زبیدی صاحب سالہا سال جماعت اسلامی سے وابستہ رہے ہیں جس کے نتیجے میں فکرِ مودودیؒ سے شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کا متاثر ہونا ایک فطری امر ہے۔ تاہم مولانا موصوف کا اصرار یہ ہے کہ اس تاثر کے نتیجے میں مسلکِ محدّثین سے انحراف انہوں نے نہیں کیا۔ تاہم حضرت الاُستاذ کو اس سے اتفاق نہیں تھا۔ اتفاق سے ایک مفصل خط ہمیں ملا ہے جو مولانا زبیدی صاحب نے حضرت الاستاذ کو تحریر فرمایا تھا جس میں اُنہوں نے مسئلہ درایت پر اپنے نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ صحت بخاری کے سلسلے میں ان دنوں چل رہا تھا جس کا آغاز بھی مولانا مودودی مرحوم کی ایک تقریر سے ہوا تھا جس میں انہوں نے صحیح بخاری کی بعض روایات کو اپنی درایت کی کسوٹی پر پرکھ کر غیر صحیح قرار دیا تھا۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کا جواب تحریر نہیں فرما سکے۔ تاہم حضرت کا خیال یہ تھا کہ "درایت" کے سلسلے میں محدّثین کی جو عبارات پیش کی جاتی ہیں، ان کا تعلق غیر ثابت اور موضوع روایات سے ہے اور انہی کی پہچان کے لئے یہ اصول بیان کئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں۔ یہ اصول اُن روایات کے لئے نہیں ہیں جو محدثین نے صحیح قرار دے کر اپنی کتابوں میں جمع کی ہیں کیونکہ ان روایات کو روایۃً اور درایۃً جانچنے کے بعد ہی اُنہوں نے صحیح کہا اور اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

بہرحال یہ علمی خط اہل علم کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

مکتوب زبیدی حفظہ اللہ

از زبیدی، واربرٹن۔ حفظہ اللہ

۱۹ ستمبر ۱۹۷۱ء

مولانا المحترم! اعزہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یاد فرمائی اور حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ جس طرح آپ کی خواہش ہے میں لاہور میں آنے کے لئے مکرر کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ پہ اُمید ہے کہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ لیکن آپ اس انتظار میں نہ رہیں بلکہ میرے لئے کوئی حوصلہ افزا اور بعزت علمی کام کی ٹوہ لگائیں تاکہ مجھے یکسوئی نصیب ہو۔

چند ایک کہنے کی باتیں

www.KitaboSunnat.com

میرے وہ مقالات جو جماعت اسلامی کی حمایت میں لکھے گئے ہیں، یا وہ مقالہ جو "مقام حدیث" کے عنوان سے روزنامہ زمیندار لاہور اور ہفت روزہ تنظیم میں شائع ہو چکا ہے۔ جب سے آپ نے اُنہیں پڑھا ہے اس وقت سے آپ کے ذہن میں میرے متعلق کچھ اس قسم کے خیالات اور نقوش مرتسم ہو گئے ہیں جن کا میں قطعاً مستحق اور مرتکب نہیں ہوں اور نہ یہ آپ کا انداز محققانہ شان کے مطابق ہے۔ چونکہ آپ ان کو بار بار دُہرا چکے ہیں، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ میں ان کی وضاحت کر دوں۔ گو مجھے یہ یقین ہے کہ آپ کے انداز میں شفقت، اخلاص اور ہمدردی اور غیرت دینی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اور یہ جذبات آپ کے بالکل خیرخواہانہ اور دوستانہ ہیں۔ لیکن میں انہیں غلط فہمی کی پیداوار ضرور سمجھتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے میرے ان مقالات خصوصاً "مقام حدیث" کو اتنی اہمیت ہی نہیں دی کہ آپ اس کو علمی مطالعہ کے رنگ میں دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں اور یہی سرسری مطالعہ آپ کو غلط فہمی میں ڈال گیا ہے۔ آپ کے یہ دو اعتراض ہیں۔

(۱) کہ میں جماعت اسلامی کے بالمقابل مسلک اہلحدیث کے سلسلہ میں کچھ خام اور بے پرواہ واقع ہوا ہوں۔

(۲) اور مودودی ذہنیت کی وجہ سے "درایت" کے اصول کا مرتکب ہوا ہوں۔

اب اس سلسلہ میں میری معروضات کو ذرا غور سے دیکھنے اور پڑھنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ اگر اب بھی آپ کو اطمینان نہ ہو تو میرے خیالات کی اصلاح کیلئے اور محض افہام و تفہیم کی غرض سے اس بارے میں مسلک حق اور نقطۂ اعتدال کی وضاحت فرماتے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے خیالات کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی فرما دیجئے گا۔ بخدا اس سلسلہ میں آپ مجھے انتہائی فراخ دل پائیں گے۔

جماعت اسلامی سے دلچسپی کی نوعیت

(۱) مسلک اہل حدیث میرے نزدیک تمام مروّجہ مکاتب درس سے زیادہ احسن اور اعتدال کا مسلک ہے۔ اور اپنی بساطِ ذہنی کے مطابق علیٰ وجہ البصیرۃ جزئیات کی حد تک اس کی پیروی کرتا ہوں، اور جس حد تک ان میں سے کسی چیز کا تارک ہوں۔ میں نے اس کو کسی اختلافی احساس اور نکتہ کی بناء پر نہیں چھوڑا بلکہ میں اس کو اپنی کوتاہی اور غلطی سمجھتا ہوں۔

(۲) جماعت اسلامی سے دلچسپی رکھنے کے سلسلہ میں اب تک مجھے اس قسم کے حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو مجھ سے کم از کم مسلک کی بعض جزئیات کی ہی قربانی کا مطالبہ کرتے ہوں۔ نہ جماعت اسلامی بحیثیتِ جماعت اس چیز سے کوئی دلچسپی رکھتی ہے نہ جماعت بہ حیثیتِ جماعت اپنا کوئی فقہی مسلک رکھتی ہے، کیونکہ جماعت کے نزدیک یہ تعبیرات اور تشریحات کا اختلاف ذوقِ درس کا قدرتی نتیجہ ہے۔ اور اس کو اسی حد تک برداشت بھی کرتی ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص جماعت میں داخل ہو کر جزوی مسائل اور اپنے مخصوص فقہی ذوقِ درس کے ذریعہ سے جماعتی نظم، اس کے بنیادی مقاصد اور اجتماعی درس کے ساتھ کھیلنا چاہے تو وہ اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ غالباً کوئی جماعت بھی اس کی اجازت نہیں دے گی اور نہ دینا چاہیئے" ورنہ انجام معلوم۔

اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے مسلک کی پابندی اور تبلیغ کے سلسلہ میں حکیمانہ انداز اختیار کرے گا اس کو کبھی بھی کسی دشواری اور شکایت کا سامنا نہ ہوگا اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ وہ ناکام اور بدنام رہے یا کوئی تحریک اپنے نظم و انصرام کے سلسلہ میں اس کی پالیسی کو بنائے فساد یا تخریب کا باعث سمجھے یا کسی کی مسلکی غیرت اس کے رویّہ کو اپنے حق میں "چیلنج" اور "ھل من مبارز" کی صدا محسوس کرے۔ اور جو شخص غیر حکیمانہ انداز سے اپنے مسلک کی تبلیغ یا اس کے فرامین کی تعمیل کرے گا وہ اپنے گھر، اہل خانہ اور اہل مسلک سے بھی بر سرِ پیکار رہے گا۔ اور اس قسم کی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

مولوی عبدالعزیز سعیدی (میرے بھی یہ دوست ہیں اور میں نے ان کو اور ان کے فاضل استاذ مولانا شرف الدین دہلوی کو، بلکہ ان کی ذہنی متاع کو بھی نہایت قریب سے دیکھا ہے) کے سطحی مکتوب کو شائع کر کے مولانا حنیف صاحب کے "قومی پرچہ" کے تین چار پرچوں کے اوراق کو سیاہ کر دینے کو آپ مسلکِ اہلحدیث کی خدمت تصوّر کرتے ہوں تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ میرے نزدیک ممدوح کی یہ حرکت اس کے پایۂ ثقاہت، وسعتِ نظر، نکتہ رس بصیرت اور اس کے غور و فکر کے روایاتی انداز سے قطعاً مختلف چیز تھی۔ مجھے مولانا ندوی کے بارے میں یہ ہمیشہ سے شکوہ رہا ہے کہ انہوں نے جماعتِ اسلامی کو قطعاً نہیں سمجھا۔ نہ مولانا ممدوح کی فکر و نظر اس سے پہلے اتنی سستی ہوئی تھی جتنی اس سطحی مکتوب کے لئے اس کی ارزانی ہوئی ہے۔ بہرحال اس قسم کے مبحث کے لئے مولانا کی عنایات کی یہ ارزانی نہایت تعجب خیز ہے۔ پھر سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ جماعت، اہل حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانگرسی ذہنیت کو تو برداشت کر رہی ہے لیکن جماعت اسلامی کے خلاف "جہاد فی سبیل اللہ" میں مصروف ہے۔ قبلہ! اگر یہ جماعت اپنے مقاصد میں فیل ہو گئی تو اس کی تلافی صدیوں تک ممکن نہ ہو گی جس کے جوابدہ آپ بھی ہوں گے۔

(۳) اگر جماعت اسلامی ہمارے اوپر یہ پابندیاں عائد کر دے کہ جماعت اسلامی میں داخل ہونا چاہتے ہو تو پہلے تم اپنے فقہی رجحان اور عمل کو خیرباد کہہ کر آؤ یا اس میں شمولیت ہی اپنے مسلک سے بیزاری کا موجب بن جائے تو ہم اس دن اس سے صرف علیحدگی کا اعلان ہی نہیں کریں گے بلکہ یہ بھی تعین کر لیں گے اس نے اپنی موت کا فیصلہ اپنے ہاتھ سے صادر کر دیا ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ آپ اپنے مسلک کی پابندی اور تبلیغ کے سلسلہ میں آزاد ہیں لیکن صرف اتنا خیال رہے کہ اس سلسلہ میں نزاع اور جھگڑا نہ ہو۔ کیونکہ یہ غیر حکیمانہ رنگ ہر مسلک کے، وقار اور متانت کے علاوہ اس کے نظریہ حیات کی غرض وغایت کے بھی خلاف ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ بہرحال اقامت دین اور تمسک بالکتاب والسنۃ کی تحریک کے سلسلہ میں جماعت اسلامی سے تعاون کی جو شکل ہے وہ بالکل مشروط ہے۔ جب کتاب و سنت کی تبلیغ و عمل کی راہ میں جماعت آڑے آئے گی اس وقت اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس میں ہماری اپنی نادانی کو دخل نہ ہو۔ ——— یہ تو ٹھیک ہے کہ میں جماعت اہل حدیث کے ایک ادنیٰ خادم کی طرح صاحب ورع اور تقدس نہیں ہوں نہ علمی اور عملی لحاظ سے میں جماعت کے کسی فرد کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہوں لیکن اتنا ضرور عرض کئے دیتا ہوں کہ میں جماعتی غیرت اور جذبہ کے لحاظ سے کسی سے بھی پیچھے نہیں ہوں۔ واسأل اللہ التوفیق والثبات۔

اصول درایت

دوسری چیز وہ ہے جس کو آپ کافی عرصہ سے محسوس کر رہے ہیں اور میری طرف بالکل ناجائز طور پر اسے منسوب کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ "درایت" کے بارے میں میرا ذہن اور رجحان سید ابوالاعلیٰ کے مسودات سے ماخوذ نہیں ہے۔ اور نہ اس سلسلہ میں میں نے اس کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں میرے سامنے محدثین اور ائمہ اصول کی تصریحات رہی ہیں جن کے "مشت نمونہ از خروارے" کے مطابق چند ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔ گو وہ سارے آپ کے سامنے سے گزرے ہوں گے۔ اور نہ ان کے پیش کرنے سے میری یہ غرض ہے کہ آپ کا ان سے تعارف کراؤں (کیونکہ آفتاب کو چراغ دکھانا حماقت ہوتی ہے) بلکہ صرف اتنی غرض ہے کہ میرے سامنے یہ مواد رہا ہے، اور میں ان کی صرف اتنی توجیہ کر سکا ہوں۔ آپ اس کی مزید وضاحت فرما سکتے ہیں، تاکہ مجھے اپنے کمزور پہلوؤں پر نظر ثانی کا موقعہ مل جائے۔

درایت کا مفہوم

شبلی، سرسید، مرزائیت یا چکڑالویت کی خانہ ساز "درایت" کا میں قائل نہیں ہوں اور نہ میرے نزدیک وہ درایت کا مفہوم ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ میں اپنے مقالہ "مقام حدیث" کے وہ الفاظ پیش کرتا ہوں جو درایت کے مفہوم کے سلسلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھے گئے ہیں۔ "درایت" مومن کے نورِ فراست اور خصوصی ذوق کا دوسرا نام ہے۔ روایت مقتضیات عقل (فراستِ مومن اور مذاق کلام نبوی کا خصوصی ذوق) اور قواعد شرعیہ کے خلاف ہو، ہاں "ماوراء العقل اور مخالفِ عقل" میں فرق ہے۔ جو صداقتیں عقلِ سلیم کی دسترس سے وراء الوراء ہیں ان کو خلافِ عقل نہیں کہا جاتا (تنظیم اہل سُنّت ۱۴ اگست ۱۹۵۰ء) گو یہ تعریف بالکل واضح ہے مگر میں اس کی مزید وضاحت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

میرے نزدیک "درایت" اپنی مصطلح ماہیت اور نوعیت کے لحاظ سے عقل سے کسی حد تک مختلف شے ہے۔ میں اس کو اس "خصوصی ذوق اور وجدان" کے مترادف سمجھتا ہوں جو ایک خاص تعلق اور نسبت کی وجہ سے اپنے اندر الہام، القاء، در کشف (امرِ ایئت سے مختلف) کی خاصیت بھی رکھتا ہے اور عقل کی بہ نسبت درایت کا تعلق قلبِ سلیم سے زیادہ گہرا ہے۔ جو محض گہرے شغف اور ممارست کی بدولت پیدا ہوتی اور نشوونما پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے عقل کی بجائے "درایت" کے لفظ کو اپنایا ہے۔ جو ان مقاماتِ عرفان اور کیفیات کا حامل ہے اس کی درایت سے اگر کسی کو طمانیت حاصل ہو جائے تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ بھلا اس میں کیا قباحت ہے؟ "عللِ حدیث" اور "مرویات" کی معنوی حیثیت کے مطالعہ اور تلخیص سے اور کیا غرض ہو سکتی ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس قسم کے حذاق آج کل نہیں ملتے۔ تو نہ ملیں۔ ہم کب آپ کو اس کی تخلیق پر زور دیتے ہیں۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ جو اہلِ درایت ہیں مرویات کے سلسلہ میں ان کی درایت کو بار ملنا چاہیئے یا نہ۔؟ ورنہ عملی طور پر احادیثِ مقدسہ کی کانٹ چھانٹ کے لحاظ سے ہم بھی آپ کی طرح ہیں۔ اور ائمہ حذاق کی درایت پر قانع بلکہ احادیث سے متعلقہ مسائل اور صحیح مفہوم کو سمجھ لینا غنیمت تصور کرتے ہیں۔

پھر درایت کے سلسلہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ محض غلط کار "درایت" کے حاملین کی تردید اور جواب میں لکھا ہے کیونکہ میرے نزدیک درایت سے کلّی طور پر انکار کرنے کی بجائے اس کی ماہیت اور خواص کی تشخیص اور تعیین ہی سے مفاسد کا سدّباب ہو سکے گا۔ اور اس کے بجائے ہم اصالۃً درایت کی افادیت کا انکار کر دیں تو ایک تو واقعیت کے خلاف ہوگا، دوسرا یہ کہ منکرینِ حدیث کو مزید تقویت مل جائے گی۔

درایت کا مفہوم اور اس کی اہمیت

اس سلسلہ میں جو کچھ میرا نظریہ ہے وہ میرے مقالہ کی سابقہ عبارت سے واضح ہو گیا ہوگا۔ اب میں آپ کے سامنے ائمہ سلف کے کلام کے وہ اقتباس پیش کرتا ہوں جن سے میں صحیح یا غلط متاثر ہوا ہوں۔

۱۔ سئل الامام شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ هل یمکن معرفۃ الموضوع بضابط من غیر ان ینظر فی سنده؟ فقال "هذا سوال عظیم القدر" وانما یعرف ذلك من تضلع فی معرفۃ السنن الصحیحۃ وخلطت بلحمه ودمه وصارله فیها ملکۃ واختصاص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدید بمعرفة السنن والآثار ومعرفة سيرة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهديه فيما يامر به وينهى عنه ويدعوا اليه ويحبه ويكرهه ويشرعه للامة بحيث كانه مخالط له عليه الصلوٰة والسّلام بين اصحابه الكرام فمثل هذا يعرف من احواله وهديه وكلامه واقواله وافعاله .... والتمييز بين ما يصح ان ينسب اليه وما لا يصح ليس كمن لا يكون كذلك ـ وهذا شان المقلدين مع ائمتهم يعرفون من اقوالهم ونصوصهم ومذاهبهم واساليبهم ومشاربهم ما لا يعرفه غيرهم. (قواعد التحديث ـ ص ۱۴۷ ـ ۱۴۸)

(۲) وقال ابن دقيق العيد كثيرا ما يحكمون بالوضع باعتبار امور ترجع الى المروى و الفاظ الحديث وحاصله يرجع الى انه حصلت لهم لكثرة محاولة الفاظ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم هيأة نفسانية وملكة قوية عرفوا بها ما يجوز ان يكون من الفاظ النبوة وما لا يجوز (ايضا ص ۱۴۸)

(۳) قال ابن الجوزى الحديث المنكر يقشعر منه جلد طالب العلم وينفر منه قلبه. يعنى الممارس لالفاظ الشارع الخبير بها وبرونقها وبهجتها ـ (قواعد التحديث ـ ص ۱۴۸)

(۴) قال ابوعبد الله الحاكم وانما يعلل الحديث من اوجه ليس للجرح فيها مدخل فان حديث المجروح ساقط واه وعلة الحديث يكثر فى احاديث الثقات ان يحدثوا بحديث له علة فيخفى عليهم علمه فيصير الحديث معلولا والحجة فيه عندنا الحفظ والفهم والمعرفة لا غير. (معرفة علوم الحديث ـ ص ۱۱۲ ـ ۱۱۳)

(۵) قال الخطيب واما الضرب الثانى وهو ما يعلم فساده فالطريق الى معرفته ان يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها والادلة المنصوصة فيها (الكفاية ص ۱۷)

قال الخطيب " ولا يقبل خبر الواحد فى" منافاة العقل وحكم القرآن الثابت المحكم والسنة المعلومة ـ الخ ص ۴۳۲ .

(۶) قال عبد الرحمٰن بن مهدى" معرفة الحديث الهام فلو قلت للعالم يعلل الحديث من اين قلت هذا لم يكن له حجة (معرفة علوم الحديث ص ۱۱۳)

(۷) قال شيخ الاسلام ابوالعباس بن تيمية" القلب المعمور بالتقوى اذا رجح بمجرد رأيه فهو ترجيح شرعى ...... والذين انكروا كون الالهام طريقا الى الحقائق مطلقا" اخطأوا" فاذا اجتهد العبد فى طاعة الله وتقواه كان ترجيحه لما رجح اقوى من ادلة كثيرة ضعيفة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالهام هذا دليل فى حقه (قواعد التحديث۔ص ۱۵۱-۱۵۲)

قال الامام ابن تيمية فى مقدمة اصول التفسير وطرف ممن يدعى اتباع الحديث والعمل به كلما وجد لفظا فى حديث قد رواه ثقة اورأى حديثا باسناد ظاهره الصحة يريد ان يجعل ذلك من جنس ماجزم اهل العلم بصحته حتى اذا عارض الصحيح المعروف اخذ يتكلف له التاويلات الباردة او يجعله دليلا له فى مسائل العلم مع ان اهل العلم بالحديث يعرفون ان مثل هذا غلط (مقدمہ فی اصول التفسیر۔ص ۱۹)

(۸) قال ابوسليمان الدارانى ان القلوب اذا اجمعت على التقوى جالت فى الملكوت ورجعت الى صاحبها بطرف الفوائد .... ومن معه نور وبرهان وضياء كيف لا يعرف حقائق الاشياء من فحوى كلام اصحابها ولاسيما الاحاديث النبويه فانه يعرف ذلك معرفة تامة لانه قاصد العمل فتتساعد فى حقه هذه الاشياء مع الاقتداء ومحبة الله ورسوله حتى ان المحب يعرف من فحوى كلام محبوبه مراده تلويحا لا تصريحا (قواعد ص ۱۵۲)

(۹) قال الغزالیؒ القسم الثانى من الاخبار ما يعلم كذبه وهى اربعة (الاول) ما يعلم خلافه بضرورة العقل اونظره اوالحس والمشاهدة اواخبار التواتر" (المستصفى من علم الاصول ص ۹)

(۱۰) قال الامام محمد بن على الشوكانیؒ واما الشروط التى ترجع الى مدلول الخبر فالاول منها ان لا يستحيل وجوده فى العقل فان احالة العقل رد (ارشاد الفحول ص ۴۹) نواب بھوپالوی نے اس کو پسند کیا ہے۔

(۱۱) قال الحاكم ان الصحيح لا يعرف بروايته فقط وانما يعرف بالفهم والحفظ وكثرة السماع (معرفة علوم الحديث۔ص ۵۹)

(۱۲) قال ابوالحسن على بن عروة الحنبلى فى الكواكب" القلب اذا كان تقيا نظيفا زاكيا كان له تمييز بين الحق والباطل والصدق والكذب والهدى والضلال ولاسيما اذا كان قد حصل له اضاءة وذوق من النور النبوى فانه حينئذ يظهر له خبايا الامور ودسائس الاشياء والصحيح من السقيم ولو ركب على متن الفاظ موضوعة على الرسول اسناد صحيح اوعلى متن صحيح اسناد ضعيف غير ذلك وعرفه وذاق طعمه وميز بين غثه وسمينه وصحيحه وسقيمه فان الفاظ الرسول لا يخفى على عاقل ذاقها وبهذا قال النبى صلى الله عليه وسلم اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله".... فان القلب الصافى له شعور بالزيغ والانحراف فى الافعال والاعمال فاذا سمع الحديث عرف مخرجه من اين؟ وان يتكلم فيه الحفاظ واهل النقد"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) ..... قال ولقد رایت رجلا اذا سمع حدیثا مرویا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان لیس مما قالہ یردہ ویقول "ھذا موضوع اوضعیف اوغریب" من غیران یسمع فی ذالک لشئ فیکشف عنہ فاذا ھوکما قال ..... فاذا قیل لہ من این لک ھذا ؟ یقول "کلام الرسول علیہ جلالۃ وفیہ فحولۃ لیست لغیرہ من الناس وکذلک کلام اصحابہ .... وقال بعدہ وقد اثرنا فیما کتبنا فیما تقدم ان اھل الایمان والتقوی والصدق والاخلاص لھم اطلاعات وکشف وفراسات والھامات یلقیھا اللہ فی قلوبھم (نقلہ عنہ السید جمال الدین لقاسمی فی قواعد التحدیث)

(۱۴) قال السیوطیؒ ویعرف (ای الموضوع) باقرار الراوی بوضعہ وبقرائن یدرکھا من لہ فی الحدیث ملکۃ قویۃ واطلاع تام منھا ان یکون منا قضا لنص القرآن اوالسنۃ المتواترۃ والاجماع القطعی اوصریح العقل حیث لا یقبل شئ من ذلک التاویل (اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ ص۶۲)

(۱۵) قال ابن حجر ومنھا مایوجد من حال المروی وکان یکون منا قضا لنص القرآن والسنۃ المتواترۃ اوالاجماع القطعی اوصریح العقل حیث لایقبل شئ من ذالک التاویل (نزہۃ النظر ص۴۰-۴۱)

(۱۶) قال ابن الصلاح وقد یفھمون الوضع من قرینۃ حال الراوی اوالمروی (مقدمہ ابن الصلاح ص۳۸)

(۱۷) قال النواب صدیق حسن خان "الفصل الاول فی علم الحدیث روایۃ وھو علم یبحث فیہ عن کیفیۃ اتصال الحدیث برسول اللہ صلعم من حیث الصحۃ والضعف ..... والفصل الثانی فی علم الحدیث درایۃ وھو علم یعرف بہ حال الراوی والمروی من حیث القبول والرد۔ (الحطہ ص۳۶) وقال فی موضع آخر" والخامس کون الحدیث مخالفا لمقتضی العقل والشرع بحیث تکذبہ القواعد الشرعیۃ (الحطہ ص۵)

(۱۸) مولانا محمد حسین ہزاروی نزہۃ النظر کی شرح میں فرماتے ہیں۔" وحاصل آنکہ اگر مخالف مقتضائے عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آنرا تکذیب مینمایند آں حدیث موضوع باشد۔ (شرح الشرح نخبۃ الفکر ص۱۸۷)

(۱۹) مؤلف حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان لکھتے ہیں۔"

مضمون اس حدیث کا عقل کے خلاف ہو۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ مومن کی عقل شریعت محمدی میں ایسی بات ہونے سے ابا کرتی ہو .... امام بخاریؒ نے جزء قراۃ میں اس روایت کو علاوہ اصول روایت کے اصول درایت پر بھی جانچا ہے .... صاحب سیرۃ النعمان نے جو محدثین کی نسبت لکھا ہے کہ ان کو درایت سے غرض نہ تھی یہ محض غلط ہے۔ ان اصول کا آپ کو کتب محدثین کے اور کہیں پتہ بھی نہیں مل سکتا اور نہ ملا ..... امام بخاری درایت و روایت دونوں اصول کا لحاظ رکھتے تھے (حسن البیان۔ ص ۱۰۱ تا ۱۰۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۰) حافظ محمد علی کاندھلوی فرماتے ہیں۔

" اربابِ حدیث کے یہاں تو تاریخ وعقل یا روایت و درایت کے بغیر واقعہ ہی عقدہ لاینحل ہوجاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے نزدیک تاریخ وعقل کو ایک مستقل فن سمجھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ محدثین اس کو (عقل کو) درایت کہہ کر بطور اصولِ حدیث اور فن تسلیم کرتے ہیں۔ اس اصول کی علمبرداری میں سب سے زیادہ پیش پیش علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیم جوزیؒ اور آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نظر آتے ہیں۔ (تاریخ الحدیث ۔ص ۱۰۔ ۱۴)

(۲۱) مولانا عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں :

"موضوعات ملا علی قاری و قواعد التحدیث اور جن بعض محدثین ابن جوزی خطیب بغدادی نے عقل و درایت کا اعتبار کیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ عام عقولِ سلیمہ کے خلاف نہ ہو۔ صرف ایک آدھ عقل کے نزدیک خلاف ہونے کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ماہنامہ محدث ماہ نومبر ۱۹۴۶ء)

غرض ائمہ محدثین" خصوصاً امام بخاریؒ، امام طحاویؒ، امام مسلمؒ، امام یحییٰ المدینیؒ، امام ابن مہدیؒ، امام ابوحاتمؒ، ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ قیمؒ وغیرہ کے کلام اور کتب کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ وہ اس میں امامانہ شان سے درایت کے اصول کو کس طرح استعمال کرتے ہیں"۔

خود ائمہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ نے "درایت" کے ماتحت بہت سی احادیث کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ گو یہ اصطلاحی لفظ بہت بعد کی اصطلاح ہے لیکن جو ہونا چاہیئے تھا وہ بدستور ہوتا رہا ہے۔ اس لیے مجھے اس کے انکار کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی —— لیکن یہ سب کچھ اہل الدرایہ کا حق تسلیم کرتا ہوں۔ اور انہی ضوابط کے ماتحت جن کا محدثین نے لحاظ رکھا ہے اور غیر اہل الدرایہ کے متعلق میری وہی رائے ہے جو ابنِ حجرؒ ہیثمی کی ہے (قواعد ص ۱۴۴) یعنی اس جرأت پر تعذیر —— بہرحال میں تو لکھ لکھ کے تھک گیا ہوں، خدا جانے آپ اس پر نظرِ عنایت بھی کریں گے یا نہ۔ اور اس سلسلہ میں مجھے جس قسم کی غلط فہمی لگی ہوئی ہے۔ آپ اس کی اصلاح کی طرف توجہ بھی دیں گے یا نہیں ؟ بہرحال جسے آپ عرصہ سے بیمار سمجھ رہے تھے وہ آج آپ کے حضور حاضر ہے آگے آپ کی مرضی۔

آپ ان سطور کو مجادلہ، مناظرہ اور طبع آزمائی پر محمول نہ فرمانا، محض افہام و تفہیم اور خالصتہً لوجہ اللہ اس پر ایک تبصرہ سپردِ قلم فرمائیں۔ اگر یہ بحث معنی خیز ثابت ہوئی تو میں اس کو" الاعتصام" میں برائے اشاعت بھیج دوں گا۔ اس لیے میرا یہ عریضہ آپ کے پاس محفوظ ہی رہے تو بہتر ہوگا۔

میری یہ خواہش ہے کہ آپ موضوع درایت کے مالہ و ماعلیہ پر سیر حاصل تبصرہ فرمائیں تاکہ یہ چیز بالکل واضح طور پر جماعت کے اہلِ علم کے سامنے آجائے اور وہ اس سلسلہ میں کوئی مفید رائے قائم کرسکیں —— کیا خیال ہے —— ؟ آج احادیث پر جو سب سے بڑا تیر چل رہا ہے وہ" اصولِ درایت" ہے۔ اس لیے اس سے چشم پوشی خصوصاً جماعت اہلِ حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مناسب نہیں ہے۔میں مکرر عرض کروں گا کہ آپ ضرور اس پہ کچھ لکھیں۔

زبیدی ۱۴ ستمبر ۱۹۵۱ء

مکتوبِ ثانی

عزیز زبیدی۔منڈی واربرٹن

۷۷-۱۲-۱۰

مخدومی! زادکم اللہ تکریما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب کافی دنوں سے آپ مجھے یاد آرہے ہیں۔ایک دفعہ دردولت پر حاضر ہوا تو پتہ چلا کہ آپ جلالپور پیروالا تشریف لے گئے ہیں۔ ع

درد کہیں، دوا کہیں

کام کوئی نہیں، بات کوئی نہیں، پھر بھی آپ اکثر یاد آتے رہتے ہیں۔آپ کی نسائی ہاتھ میں ہوتی ہے اس پر رکھ کر مضمون لکھتا ہوں۔جب جی چاہتا ہے اس سے استفادہ کرتا ہوں۔خاص کر مسلک اہل حدیث کے مسائل معلوم کرنے کے لئے اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔

مولانا! ترمذی شریف پر بھی کچھ کر دیجئے! ہماری جماعت میں امیر جماعت اور آپ کی ذاتِ گرامی کے سوا اور ایسا آدمی کوئی نظر نہیں آتا، جو اس کام کا سلیقہ رکھتا ہو۔یا اس کی مسلکی ترجمانی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو۔

مولانا! اللہ تعالےٰ آپ کی زندگی میں برکت دے۔مجھے سلفی تعبیر اور اسلوب نظر سے آپ نے جو دلچسپی ودیعت کی ہے۔جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں اس کی اہمیت اور ضرورت توں توں روشن ہوتی جاتی ہے۔واقعی! سلفیت ہی ایک ایسا چسکا ہے اگر راس آ جائے تو کتاب وسُنّت سے تعلق سلامت رہ سکتا ہے ورنہ "جدّت طرازیوں" میں کھو کر ان سے کٹ جاتا ہے۔آپ سے نیاز حاصل ہونے سے پہلے میں جس دنیا میں رچ بس گیا تھا، اس سے نکلنا میرے لئے مشکل تھا۔! مولانا: رُوحانیت، طمانیت اور اسلامیت سلفیت کے بغیر بے مزہ سی لگتی ہے۔

خُدا تعالیٰ آپ کو اس کا اجرِ جزیل عطا کرے۔

فرمائیے! صحت کیسی ہے۔

والسّلام

عزیز زبیدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم عبدالمجید صاحب مرحوم وزیرآبادی

حکیم عبدالمجید صاحب (متوفیٰ فروری ۱۹۹۰ء) حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی علیہ الرحمۃ کے برادر نسبتی اور صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ مطالعے کا ذوق بڑا اچھا تھا۔ حضرت الأستاذ ؒ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ علمی کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جسے ان کے سعادت مند فرزندان نے الہ آباد کی ایک مختصر عمارت میں لائبریری کی شکل دے دی ہے۔

ان کے بھی بعض خطوط حضرت الأستاذ ؒ کے نام ہیں۔ جن میں کچھ تو ایک دوسرے کے عوارض و لواحق، ان کے سلسلے میں حکیمانہ مشورے اور ادویات سے متعلق ہیں اور کچھ کتابوں کی خرید کے بارے میں ہیں جس کا وہ خاص ذوق رکھتے تھے اور حضرت الأستاذ ؒ بھی ان کو اس کی بابت اطلاع دیتے رہتے تھے۔

ایک خط الہ آباد کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں تعاون کی اپیل کے لئے تھا جس کے لئے وہ ان ایام میں خاصے پریشان تھے اور ایک خط محدّثِ عصر حافظ محمد صاحب گوندلوی علیہ الرحمۃ کی وفات پر بطور تعزیت لکھا جس میں حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ کے علم و فضل اور ان کے بے مثال حافظہ پر اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ دونوں خط بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

از گوجرانوالہ
۷/۲/۳

مکرمی و محترمی حضرت مولانا صاحب عم فیضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ   مزاج شریف

بہت کچھ دل میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ مگر آپ سے ملاقات ہونے پر شدتِ اشتیاق سے سب کچھ بھول جاتا ہوں۔

کیا لکھوں حکایت جنوں۔ جی چاہتا ہے کہ جیتے جی مسجد مکمل ہو جاتی۔ مگر کوئی سنتا ہی نہیں محمود صاحب نے اپنے گھر کے پاس والی مسجد تعمیر کرانا شروع کر دی۔ ستارہ فیکٹری والوں نے ماڈل ٹاؤن والی مسجد تعمیر کرنا شروع کر دی۔ اور مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جامعہ شرعیہ میں رہائشی کوارٹر بنانا شروع کر دیے اور کچھ احباب نے امین آباد موڑ پر مسجد تیار کرنا شروع کر دی [illegible]

ع   پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

عرض صرف یہ ہے۔ آپ کے سوا نظر کسی طرف اٹھتی ہی نہیں مگر آپ بھی مانگنے کے ڈھب سے نابلد [illegible] ہیں۔ اب میں کروں تو کیا کروں۔ عید آئی ہے اگر آپ جرأت کر کے خدا کے لئے مجھ پر رحم کریں [illegible] عید گاہ میں مرحوم مولانا صاحب کا حوالہ دے کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپیل کردیں، توشاید کچھ بگڑی بن جائے ۔ بہت گھوما ۔ پھرا ہوں ۔ مگر کوئی سنتا ہی نہیں ۔ اب جاؤں تو کدھر اور کہوں تو کسے ؟ کچھ سوچئے اور بقول ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ شاید کچھ بات بن جائے ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

احقر العبید عبدالمجید الحکیم عفی عنہ

ازوزیرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵/۶/۸۵

مکرمی ومحترمی زید شرفہ، حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف

آپ کی علالت کا پتہ مجھے آپ کے برخوردار عزیز سیف اللہ آف جگانوالہ سے مل گیا تھا ۔ اور یہ بھی یقیناً احساس ہے کہ آپ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدمہ کو بمشکل برداشت کرسکیں گے ۔ چنانچہ آپ کے مکتوب نے میرے خدشات کی کماحقہ تصدیق کردی ۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے ۔ وہ ہم سب کے اُستاد تھے ۔ اور اپنے خداداد حافظہ کے اعتبار سے فی زمانہ یگانہ روزگار تھے اور علمی اعتبار سے بھی ان کا ایک مقام تھا ۔ آپ ایسے عالم اور خدارسیدہ بزرگوں کا فقدان ہمیں خون کے آنسو نہیں رلائے گا تو اور کیا ہوگا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ بی اے کے کورس کا منشی فاضل کے نصاب میں ایک کوئی ۴۲ صفحہ کا رسالہ تھا ۔ آپ کو خیال ہوا کہ منشی فاضل کا امتحان ہی کیوں نہ دے دیا جائے ۔ سردی کا موسم تھا تو ظہر کی نماز کے بعد آپ وہ لے کر بیٹھ گئے اور عصر تک مکمل پڑھ لیا ۔ اور فرمایا کہ اسے جلا ڈالو میں من وعن دوبارہ لکھ دیتا ہوں ۔ فی زمانہ اس حافظہ اور علمی اصابت کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا ۔ اللّٰھمّ ارحم علیہ رحمۃً واسعۃً ۔ ہم ناہنجار اور نالائق لوگ رہ گئے ۔ اور صلحاء سے دنیا خالی ہوتی جارہی ہے ۔ پہلے ہی صدمات سے چور تھے کہ یہ سانحہ پیش آگیا ۔

پہلے تو ہمّت ہی نہیں پڑتی تھی کہ آپ کا جواب کیسے دُوں ۔ پھر عید کی چھٹیاں آگئیں اور لفافہ جات ختم ہوچکے تھے ۔ آج خدا خدا کر کے دوچار لفافے میسّر آگئے ۔ اور چند الفاظ گھسیٹ دیے ۔ میں کیا ۔ اور آپ اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ کے متعلق چند الفاظ لکھ سکوں ۔ بس یہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان لوگوں کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق بخشے اور آپ کی صحبت سے مدّتوں فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرسلہ کتاب مل گئی ۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس ایثار کا اجرِ جزیل عطا فرمائے ۔ میں ناچیز تو اس کا صلہ دینے سے قاصر ہوں بلکہ عاجز ہوں ۔ فجزاك اللہ احسن الجزاء ۔ تحریرہ بھی مل گیا ہوگا ۔ رسید اور کوائف مطلوبہ سے آگاہ فرمائیں ۔ ممنونِ احسان اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ممنون ہوگا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ تمام بچوں، گھر والوں اور احباب کو دلی خلوص سے ڈھیروں سلام و نیاز قبول ہو۔ ناچیز بندہ سرتاپا پراگندہ آپ کا خادم۔ احقر العبید عبدالمجید عفی عنہ

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ نیپال

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ (نیپال) ہماری جماعت کے نامور خطیب، اہلِ قلم اور متعدد کتابوں کے مصنّف ہیں۔ ان کے کئی خطوط ہیں جو مولانا مرحوم کے نام ہیں۔

بعض خطوط میں "الاعتصام" کو پابندی سے بھیجتے رہنے کی تاکید ہے۔ ایک خط میں صدر یحییٰ خاں کی اس پابندی پر اظہارِ افسوس کیا ہے جو اس زمانے میں ڈاک اور رسل و رسائل پر عائد کردی گئی تھی جس سے دونوں ملک ایک دوسرے کے علمی تعاون سے محروم ہوگئے تھے۔

دو خطوط بطور تبرّک پیشِ خدمت ہیں۔ ایک حضرت مولانا رح سے اپنے بعض مضامین وغیرہ کے سلسلے میں ہے اور دوسرے میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار ہے۔

مدرسہ سراج العلوم۔ جھنڈانگر (حکومت نیپال)

۷۷/۱/۲۳

بخدمت جناب مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی۔ زید شرفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج بخیر

اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ اس سے پہلے ایک رجسٹری روانہ کرچکا ہوں۔ اُمید ہے کہ مل گئی ہوگی۔ اس کے بعد ہی امرائے اسلام و علمائے دین کے مضمون کی اٹھارھویں قسط کی فوٹو سٹیٹ کاپی موصول ہوگئی۔ فوٹو سٹیٹ کاپی بنوانے میں آپ کے مصارف بہت آئے ہوں گے۔ آپ صرف نقل ہی کرادیتے تو میرے لئے بڑے تشکّر کی بات ہوتی مگر یہ آپ کی غایت شرافت اور کمال محبت ہے جو آپ نے اس قدر اہتمام فرمایا۔ ربّ العزّت ہی اس کا صلہ اپنی بارگاہ سے عنایت کرے گا۔ آپ کی جب یاد آتی ہے تو بے اختیار دُعا زبان سے نکلنے لگتی ہے۔ خدا آپ کو امن و امان میں رکھّے۔

اوقاف پر میرا ایک مضمون جو یہاں ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوا ہے اور بہت مقبول ہوا ہے۔ الاعتصام کے لئے روانہ ہے۔ مضمون کی اہمیت و وقعت آپ کی بالغ نظر جس قدر محسوس کرسکتی ہے تو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مضمون پسند آجائے تو دو سطر اپنی رائے عالی لکھنے میں دریغ نہ فرمائیں گے۔

پاکستان سے کچھ علمی و دینی اور عمدہ کتابیں اگر منظرِ عام پر آویں تو سراج العلوم کے لئے بھی ایسی کتابیں بھجوانے کا خیال رکھیں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی اداروں کی حالت دن بدن نازک ہی ہوتی جا رہی ہے۔ عوام کی بے توجہی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ مادہ پرستی کا ایک بھیانک طوفان ہے۔ جو اپنی لپیٹ میں لئے جا رہا ہے۔ قوم ہے کہ اسی کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہی ہے۔ اس قوم کا اللہ ہی نگہبان ہے۔ مدرسہ کی صلاح و فلاح کے لئے دعاء فرماتے رہیں گے۔

بقیہ سب خیریت ہے۔ خدا کرے آپ بخیر ہوں۔ والسلام

مخلص عبدالرؤف رحمانی۔ جھنڈانگری

---

۳ مارچ ۱۹۷۱ء

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زیدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک

میرے مخدوم و محترم امیر جماعت اہل حدیث پاکستان حضرت العلام مولانا محمد اسمٰعیل نور اللہ مرقدہ وطاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے انتقال سے جو صدمہ و رنج ہوا ہے۔ ان تاثرات کو قلم بند نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مرحوم کا انتقال نہ صرف پاکستان کے لئے ایک سانحہ ہے بلکہ پوری اُمتِ اسلامیہ کے لئے رُوح فرسا جماعتی حادثہ ہے۔ انا للہ۔

صوبائی کانفرنس منعقدہ ۱۸-۱۹-۲۰ مارچ ۱۹۶۸ء نلشی پور کے خطبہ استقبالیہ میں خاکسار نے اس ملی حادثہ کا تذکرہ کیا ہے۔ تعزیت کے سلسلہ میں یکے بعد دیگرے مولانا کے فرزندان کے نام دو خطوط لکھ چکا ہوں۔ آپ بھی انہیں میری طرف سے صبر کی تلقین کریں گے۔ ہم ان کے اور ملت کے اس غم میں برابر کے شریک و سہیم ہیں۔ گو یا کہ تعزیت کے لئے پہنچنے سے مجبور ہوں کچھ تو وطن کی دوریاں ہیں اور کچھ اپنی مجبوریاں ہیں مگر دل اس حادثہ جانکاہ پر آپ حضرات کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ فرزندان گرامی تک میرا سلام پہنچا دیں گے اور میرا مفصل ملفوف طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کسی اخبار میں مولانا کے حالات کا نمبر نکلا تو مرسلہ ملفوف کے بعض مضامین اشاعت کے قابل ہوں گے۔ مولانا کے خطوط کا ایک عظیم ذخیرہ میرے پاس محفوظ ہے۔ بوقتِ ضرورت اس کو بھی پیش کروں گا۔

۲۷ مارچ ۱۹۶۸ء کو انتخاب امارت کے سلسلہ میں جو جلسہ ہوا ہوگا اس میں مجھے اُمید ہے کہ اہل فضل حضرات نے آپ ہی کا انتخاب کیا ہوگا۔ آپ ہی اب اس جماعت کی آخری علمی سربراہی فرما سکیں گے۔ مولانا کے خاندان سے تو اب شاید کوئی نہیں رہا۔

افسوس کز قبیلۂ مجنوں کسے نہ ماند

خدا تعالےٰ اگر آپ کے سر پر قرعہ فال ڈال دے جیسا کہ میرا حسن ظن ہے تو میری دلی دعاء ہے کہ اس میدانِ علم و عمل میں امامت و قیادت کے جملہ فرائض و لوازم سے آپ کو عہدہ برا کرے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

مولانا کے فرزندانِ گرامی میں کوئی ایسا ذی علم ہے جو علم و فضل میں مولانا کی طرح کچھ نمایندگی کر سکتا ہو؟ تو ان کے نام اور مولانا کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام فرزندوں کے نام بھی لکھیں گے ۔

آج آپ کی خدمت میں ایک ضروری استفتاء روانہ ہے ۔ اس کا جواب جلد دیں گے مشکور ہوں گا ۔ وکان سعیکم مشکورا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے باقی سب خیریت ہے ۔ والسلام : ناچیز خادم عبدالرؤف رحمانی عفی عنہ

مکاتیب مولانا عبدالغفار حسن حفظہ اللہ

ایک پاکستانی بزرگ سیّد منظور حسن شاہ تھے جو جدّہ (سعودی عرب) میں رہائش پذیر تھے، صاحب خیر بھی تھے اور اشاعتِ خیر کے جذبے سے سرشار بھی ۔ شاہ صاحب مرحوم بھی دیگر بعض حضرات کی طرح صحاح ستہ پر سلفی نقطۂ نظر سے عربی حواشی تحریر کرانے کے خواہش مند اور اس سلسلے میں مالی تعاون کرنے کے لئے آمادہ تھے ۔ اُن دنوں حضرت مولانا عبدالغفار حسن صاحب حفظہ اللہ بھی مدینہ یونیورسٹی میں اُستاذ اور سعودی عرب میں ہی مقیم تھے ۔ مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے شاہ صاحب مرحوم سے اس سلسلے میں گفتگو کی اور حضرت الاُستاذ رح کو اس کی تفصیل لکھی اور بعض تجاویز پیش فرمائیں ۔

اُس وقت تک "تنقیح الرواۃ" کی نظر ثانی و تصحیح اور پھر اشاعت کا کام بھی صرف زیر نظر ہی تھا، اس پر باقاعدہ کام کا آغاز نہیں ہوا تھا ۔ اس کا بھی تذکرہ ان کے خط میں ہے ۔

اس دور کے ایڈیٹر "الاعتصام" کی کم توجہی کی وجہ سے "الاعتصام" کا بحران پیدا ہوا تھا، اس کی بھی ایک مثال مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے اپنے مکتوب میں دی ہے

مولانا حفظہ اللہ کے دو مکتوب ہیں جو ہمیں دستیاب ہوئے ہیں ۔

خیال رہے کہ حضرت الاُستاذ سیّد منظور حسن شاہ سے بوجوہ متفق نہ ہو سکے اور ان سے مالی تعاون لینے سے گریز فرمایا ۔

شاہ صاحب مرحوم نے پھر مولانا ابوالسلام محمد صدیق صاحب مرحوم سرگودھا کی طرف رجوع کیا ۔ اور انہوں نے غالباً شاہ صاحب کے تعاون سے بلوغ المرام چھاپی جس پر ڈپٹی سیّد احمد حسن دہلویؒ کا عربی حاشیہ ہے اور وہ ابن ماجہ بھی چھاپی جس پر اہلحدیث کے حواشی ہیں ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ بہرحال اب مولانا عبدالغفار حسن صاحب کے مکتوب ملاحظہ فرمائیں :

مکتوب اوّل

بسمہ تعالیٰ

عبدالغفار حسن ۔ المدینۃ المنورہ

۴/ ۶/ ۶۸

محترمی و مکرمی مولانا ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا ۔ تنقیح الرواۃ کے سلسلے میں سیّد منظور حسن شاہ سے جدّہ میں تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ سی طرح مالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاون کے لئے مختلف احباب کو کراچی، لائل پور، راولپنڈی بھی خطوط لکھے ہیں۔ ایک مفصل خط شیخ عبدالعزیز بن باز کو ریاض ارسال کیا ہے۔ اب آپ سے حسب ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں تاکہ احباب کے استفسارات کا تسلّی بخش مفصل جواب دے سکوں۔

(۱) تنقیح الرواۃ پر کل خرچ کتنا آئے گا، قسط وار کتنا اور یکمشت کتنا ؟

(۲) مؤلف کے حق المحنۃ کا معاملہ کیا ہوگا؟ مؤلف سے مراد حاشیہ کے مرتب اور مصحّح ہیں ۔ کتاب کی طباعت میں کتنے عرصہ کا اندازہ ہے ؟

(۳) جو لوگ سرمایہ لگائیں گے اُن کی حیثیت کیا ہوگی ؟

(۴) وصول شدہ رقوم کے لئے خازن کون ہوگا ؟ ۔ ان کے علاوہ جو اُمور غور طلب ہوں اُن سے بھی مطلع کیا جائے ؟

محترم شاہ صاحب سے جو گفتگو ہوئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے ۔

(الف) کتب احادیث، شروح اور مفید حواشی کی اشاعت کے لئے ایک مستقل ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام "ادارہ احیاء السنّۃ" ہو۔

(ب) کم از کم دس معاونین ایسے تلاش کئے جائیں جو دس ہزار یکمشت یا کم از کم پانچ ہزار ادا کریں ۔ محترم شاہ صاحب نے خود دس ہزار روپیہ پاکستانی دینے کا وعدہ کیا ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

(ج) وصول شدہ رقوم کی حیثیت وقف کی ہوگی،

(د) مطبوعہ کتب کی فروخت لاگت قیمت پر ہوگی ۔ تاکہ زیادہ اشاعت ہو ۔ اور آیندہ کے لئے سلسلہ طباعت و اشاعت جاری رہے ۔

(۵) اس ادارے میں جو لوگ اپنی قلمی اور طباعتی خدمات وقف کریں گے ان کو حسب ضرورت حق المحنۃ دیا جائے ۔

اگر آپ کو ان اُمور سے اتفاق ہے تو جلد جواب سے مطمئن فرمائیں ۔ محترم شاہ صاحب کی خواہش ہے کہ یہ سلسلہ صرف تنقیح الرواۃ تک ہی محدود نہ رہے بلکہ پائیدار ہو ۔ حدیث کی مفید کتب کا سلسلہ جاری رہے ۔ دوسرے فرقوں کے ردّ و نقد کے بارے میں اسلوب سنجیدہ ہو اور اپنی تحقیق پُوری آزادی سے پیش کی جائے ۔

دو سال ہوئے میں نے مولوی محی الدین صاحب سلفی کو درایت کے بارے میں ایک تحریر مولانا عبداللہ[۱] مبارکپوری کی دی تھی غالباً اب وہ آپ کے پاس ہے ، یہ تحریر یا اُس کی نقل ہی ارسال فرما دیجئے ۔ اور میری معروضات و سوالات کے جواب جلد عنایت فرمائیں ۔

والسلام

عبدالغفار حسن ۔ ۲۸ر اگست ۶۸ء

---

[۱] غالباً مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوبِ دوم

بسمہ تعالیٰ

محترمی و مکرمی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، آپ کا گرامی نامہ مجھے وسط اکتوبر (تقریباً) ایک ماہ میں مل گیا تھا۔ لیکن جواب میں اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ محترم شاہ صاحب کو پاکستان کا سفر درپیش تھا، خیال تھا کہ وہ خود ملاقات کر کے معاملہ طے کر لیں گے لیکن افسوس ہے کہ ان سے آپ کی گفتگو کامیاب نہ ہوسکی۔ اور معاملہ معلق ہو کے رہ گیا۔ رمضان کے بعد ان کا خط ملا جس سے کچھ کوائف معلوم ہوئے۔ لیکن اس ناکامی کا پورا پس منظر آپ کے خط سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ تفصیل سے مطلع فرمائیں گے۔ تنقیح الرواۃ کا سلسلہ اب کس طرح چل رہا ہے۔ کیا کوئی قدم اٹھایا گیا ہے۔ کیا کوئی حل پیش نظر ہے۔

آپ کا پہلا خط بہت ہی مجمل تھا۔ اور بہت ہی تاخیر سے مجھے ملا۔ آپ کتابت، طباعت، کاغذ اور دوسرے لوازم طباعت و تصحیح وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر تحریر فرمائیں تاکہ اس کے مطابق کسی سے تعاون کے لئے کہا جائے۔ محترم شاہ صاحب کے مایوس ہو جانے کے بعد سارا خاکہ ہی درہم برہم ہوگیا۔ بہرحال میں مایوس نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ کوئی راستہ نکال دے، لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرا۔

آج کل کونسی کتاب زیر تالیف ہے؟ عربی یا اُردو؟ اُمید ہے کہ اپنی خیریت اور جواب سے جلد مطمئن فرمائیں گے۔

عرصہ ہوا الاعتصام میں محترم حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب پر بہت سخت اداریہ لکھا گیا تھا، کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے، کیا مسلک اہل حدیث کی اسی طرح ترجمانی اور حمایت اور نشر و اشاعت ہوسکتی ہے؟ کیا اس قسم کی تحریروں سے دین کے حامی عناصر و افراد کو متحد کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ جو جمعیۃ اہل حدیث کا ممبر نہ بنے یا کسی بارے میں ادارہ الاعتصام سے اختلاف رکھتا ہو، اس کو غیر مقلد کے خطاب سے نوازا جائے۔ اور مسلک اہلحدیث سے اس کو بے تعلق قرار دیا جائے۔ افسوس ہے کہ غیر ذمہ دار قلم قیادت اہل حدیث فرما رہے ہیں اور بزرگ حضرات پردہ خمول میں چلے گئے ہیں۔ فیا للاسف ولضیعۃ الادب۔

یہ خط دو ہفتے قبل لکھا گیا تھا لیکن ڈاک کے سپرد کرنے کی نوبت نہ آسکی، اب ان شاء اللہ جلد روانہ کیا جائے گا — لاہور کے حالات ریڈیو کے ذریعہ معلوم کر کے افسوس ہوا۔ اللہ تعالےٰ مسلم قوم اور اس کے زعماء پر رحم فرمائے۔ اب تو آپ حضرات نے بھی "عملی سیاسیات" میں حصہ لینے کا اعلان فرما دیا ہے۔ اس خبر سے افسوس ہی ہوا۔ پانچ بڑوں میں آپ کا نام بھی دیکھا "لیکن اکثریت ایسے افراد پر مشتمل ہے جو حقائق پسندی کی بجائے جذباتیت سے مغلوب نہیں، خاص طور پر دو افراد — ان حالات میں "تنقیح الرواۃ" پر کام کا سلسلہ بھی تعطل کا شکار ہو جائے گا۔ کیوں کہ اب تنقیح القائدین کا مسئلہ زیادہ اہم ہوگیا ہے۔

آپ نے عندالملاقات "فتاویٰ نذیریہ" کی تبویب اور از سرِ نو ترتیب کا ذکر فرمایا تھا۔ کیا اس سلسلے میں کوئی کام سرانجام پایا یا کوئی سلسلہ شروع ہوا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ تو پہلے جواب دینے میں بہت زیادہ محتاط ہیں۔ اب نئی مشغولیت کی بناء پر شاید انتخابات کے مرحلے یا تصفیہ کے بعد ہی جواب دے سکیں۔ بہرحال مجھے انتظار رہے گا۔

کل المنبر کا وہ شمارہ ملا جس میں الاعتصام کے اداریہ پر تبصرہ ہے۔ البشیر صاحب سیالکوٹی کے قلم سے! اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ نہ صرف زبان ہی سوقیانہ استعمال ہوئی بلکہ مدیر الاعتصام نے واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے کہ اسے افترا پردازی نہ کہا جائے تو اُسے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا ؎

اس کا مداویٰ یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب کسی طور اخبار میں اپنی تحریر پر معذرت کا اظہار فرمائیں۔ خود آپ کو بھی اس پر زور دینا چاہیئے ورنہ اس کی مسئولیت سے بری قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ والسّلام

عبدالغفار حسن

۱۵-۱۱-۱۳۸۸ھ - ۲ فروری ۱۹۶۹ء

مولانا عزیر شمس کے دو اہم خطوط (تراجم علمائے اہلحدیث کے سلسلے میں)

حضرت الاستاذ کا ایک نہایت دلچسپ موضوع تراجم و سوانح اکابر علماء شیوخ بھی تھا۔ سوانح و تراجم کی کتابیں بھی بڑے ذوق سے پڑھتے اور پاک و ہند کے علمائے اہلحدیث کے سوانح مرتب کرنے کا شدید جذبہ بھی رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے تقریباً تین صد (۳۰۰) علماء کے حالات مرتب بھی کروائے تھے جو بحمداللہ محفوظ ہیں۔

مولانا عزیر شمس (ہند) ایک فاضل نوجوان ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ اور جامعہ اُم القریٰ (مکہ مکرمہ) سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ وسیع المطالعہ اور اہلِ قلم ہیں۔ اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں انشاء و تحریر کا عمدہ سلیقہ اور ذوق رکھتے ہیں۔ سوانح نگاری ان کا بھی خاص ذوق ہے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی صاحب عون المعبود کی سوانح عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں لکھی ہے۔ فاضل موصوف نے تقریباً چھ صد (۶۰۰) علمائے اہلحدیث کے حالات مرتب کئے ہوئے ہیں جو آخری ترتیب اور اشاعت کے منتظر ہیں۔ یہ ساری تفصیل موصوف نے خود اپنے اُن دو خطوط میں بیان فرمائی ہے جو انہوں نے حضرت الاستاذؒ کے نام مدینہ منورہ سے تحریر فرمائے تھے۔ یہ دونوں خطوط حسب ذیل ہیں۔

مکتوبِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینہ منورہ - فروری ۱۹۷۹ء

محترم جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیفؒ بھوجیانیؒ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے غائبانہ تعارف بہت دنوں سے حاصل ہے، اب تک ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں پہلی بار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک خط آپ کے نام لکھا تھا۔ جس کا جواب تو مجھے نہیں ملا۔ البتہ خط آپ نے "الاعتصام" میں شائع کردیا تھا، حالانکہ اس خیال سے میں نے اسے قطعاً نہیں لکھا تھا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م: ۱۹۱۱ء) کی تالیف "رفع الالتباس عن وسوسة بعض الناس" کا نیا ایڈیشن بنارس سے شائع ہوا ہے۔ غالباً آپ کی نظر سے گذرا ہوگا۔ اب ان کے حالاتِ زندگی اور علمی خدمات پر عربی میں ایک مستقل کتاب شائع ہو رہی ہے۔ جس میں ان کے علاوہ تقریباً ۵۰ بڑی شخصیتوں کا تذکرہ آگیا ہے۔

آج کل "تذکرہ علمائے اہل حدیث ہند" مرتّب کرنے میں مشغول ہوں۔ اب تک بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے تقریباً ساڑھے چار سو وفات یافتہ علماء کے تراجم میرے پاس اکھٹے ہوگئے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ۶۰۰ سو شخصیتوں کے حالات پر یہ تذکرہ مشتمل رہے گا۔

(۱) آپ کو علم ہوگا کہ علمائے اہل حدیث کے تراجم مرتّب کرنے کا خیال سب سے پہلے مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۹۱۱ء) کو پیدا ہوا۔ انہوں نے "تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء" فارسی میں مرتّب کی تھی، مگر افسوس کہ وہ مفقود ہے۔ نزہۃ الخواطر (ج ۷۔ ۸ میں ۳۰ تراجم اس سے ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی دوسری دو کتابوں "نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ" (جس کے حوالہ سے عون المعبود ار ۳۔ ۴ طبع اول) میں ۱۱ تراجم منقول ہیں) اور "نخبۃ التواریخ" (جس کے حوالہ سے الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۷۳، ۲۷۴ میں مولانا سیّد نذیر حسین دہلوی (م: ۱۹۰۲ء) کے ترجمہ کا ایک اقتباس منقول ہے) بھی کہیں پائی نہیں جاتیں۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ (جس میں مولانا کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ ۱۵ کتابوں کے قلمی نسخے موجود ہیں) میں ان کتابوں کا کوئی نشان نہ ملا۔ "غایۃ المقصود" کے جزء اول کے علاوہ جزء ثانی ثالث کے مخطوطوں کا البتہ انکشاف ہوا۔ تقریباً شروع سے "کتاب الصلوٰۃ" کے ابتدائی چند ابواب تک کی شرح دستیاب ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ بنارس سے اس کی بھی جلد اشاعت ہوگی۔

(۲) دوسری شخصیت مولانا ابوالحسنات عبدالغفور دانا پوری (م ۱۹۱۵ء) کی ہے۔ جنہوں نے "تاریخ محدّثینِ ہند" اور "تاریخ علمائے صوبہ بہار" لکھی تھی۔ پہلی کتاب کا مسودہ مالک اخبار "وکیل" امرتسر نے طبع کرانے کے لئے لیا تھا۔ مگر کتاب طبع نہ ہوئی۔ جیساکہ صاحب نزہۃ الخواطر حکیم عبدالحی حسنی (م ۱۹۲۳ء) کے نام ان کے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ جسے میں نے بریلی میں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے پاس دیکھا تھا (مکتوبہ ۱۳۲۸ھ) اب یہ دونوں کتابیں بھی مفقود ہیں۔

(۳) پھر مولانا ابو یحیٰی محمد شاہجہانپوری (م ۱۹۲۰ء) نے علمائے اہل حدیث کے تراجم مرتّب کرنا شروع کئے تھے جیساکہ ان کی کتاب "الارشاد الی سبیل الرشاد" کے پہلے ایڈیشن کے خاتمہ سے ظاہر ہوتا ہے (۱۳۱۹ھ) مگر نہ تو وہ چھپی اور نہ ہی اس کا مسودہ کہیں پایا جاتا ہے۔

(۴) اس کے بعد مولانا امرتسری (م ۱۹۴۸ء) کی تحریک سے "اہلحدیث" (امرتسر) میں "تراجم علمائے اہل حدیث" کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۲ء تک اس میں مختلف لوگوں کے قلم سے ۱۰۸ شخصیتوں کے حالات شائع ہوئے —— انہیں مرتّب کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے کا کام جناب اسلم جیراجپوری (م ۱۹۵۵ء) نے اپنے ذمّے لیا تھا۔ مگر بعد میں ان کے نظریات "حدیث" سے متعلق بدل گئے اور وہ کام رہ گیا —— ان کے قلم سے (چند) اہلحدیث شخصیتوں کے حالات اہل حدیث (امرتسر) کے ایک شمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شائع ہوئے تھے، جو بعد میں ان کے مقالات کے مجموعہ "نوادرات" (ص ۳۷۹-۳۹۱) میں شامل ہیں۔

(۵) پھر مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) نے "تراجم علمائے اہلحدیث ہند" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل کتاب مرتب کی جس کی صرف ایک جلد دہلی سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں صرف دہلی صوبہ اتر پردیش کے ۲۰۰ حضرات شامل ہیں۔ جس میں سے تقریباً ۱۳ حنفی ہیں۔ اور اندازاً ۲۷ حضرات ایسے ہیں جو آج بھی بقید حیات ہیں[1]۔ باقی لوگوں کے تراجم میں اکثر جگہوں پر یا تو بہت اختصار سے کام لیا ہے اور بعض (تقریباً ۲) کے حالات میں غیر ضروری تفصیلات درج کر کے ترجمہ بہت طویل کر دیا ہے ــــــ مکمل تصانیف کا بھی کسی کے ترجمہ میں ذکر نہیں (الا نواب صدیق حسن خان) اکثر تاریخ وفات اور دوسری تاریخی غلطیاں تقریباً ایک تہائی تراجم سے بھی زیادہ میں ہوگی ــــــ ان تمام باتوں کے باوجود وہی ایک متداول مرجع ہے جس سے کچھ لوگوں کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں ــــــ کتاب کی دوسری جلد اب تک نہیں چھپی اور مؤلف کی بھی وفات ہو چکی اب ان کے ورثہ سے مسودہ کا حاصل کرنا شاید ناممکن ہو[2]۔

(۶) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) نے اپنی کتاب "تاریخ اہل حدیث" کے اخیر میں بعض اہل حدیث علماء کے حالات لکھے تھے اور ناشر نے وعدہ کیا تھا کہ ایک کتاب اس کے بعد "تاریخ محدثین" کے نام سے شائع ہوگی جس میں کبار علمائے اہل حدیث ہند کے حالات درج ہوں گے مگر وہ بھی وعدہ ہی وعدہ رہا۔

(۷) اخیر میں مولانا نذیر احمد املوی رحمانی (م ۱۹۶۵ء) نے "اہل حدیث اور سیاست" لکھی جس کا صرف ایک حصہ شائع ہو سکا۔ اس میں ۷ شخصیتوں کا تذکرہ ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں تو اس قسم کا کوئی تذکرہ مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بعض شخصیتوں پر متفرق مضامین و مقالات مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں ــــــ پاکستان میں آپ اچھی طرح بتا سکتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کیا پیش رفت ہوئی۔ میں نے مختلف کتابوں پر آپ کے وہ مقدمے پڑھے ہیں جن میں مؤلفین کے حالات آپ نے تحقیق سے درج کئے ہیں[3] لیکن ان تراجم کی تعداد مجھے بیس سے زیادہ نظر نہ آئی۔ "رحیق" (لاہور) کے مختلف پرچے دیکھے تھے لیکن تینوں سال کی مکمل فائل مجھے ہندوستان میں کہیں نہ ملی۔ اس میں آپ کے "جرعات" بڑے معلوماتی اور مفید ہوا کرتے تھے ــــــ مولانا محمد عبدہٗ

---

[1] ۱۹۳۸ء میں جتنے لوگ زندہ تھے ان کی تعداد ۸۶ تھی، تقریباً ۶۰ آدمیوں کی وفات اس کے بعد ہوئی ہے۔

[2] اس کی دوسری جلد ناقص صورت میں مرحوم کے رشتہ دار سے جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب (گوجرانوالہ) نے حاصل کر لی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ اسے کسی طرح مرتب کر کے شائع کیا جائے (ص، ی)

[3] "حسن البیان" میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تاریخ وفات (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) غلط درج ہو گئی ہے۔ نزہۃ الخواطر (۸/۲۵۷) میں بھی ۱۳۴۰ھ غلط ذکر کی گئی ہے صحیح تاریخ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء ہے۔ امید کہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفلاح فیروزپوری کے بھی چند مضامین الاعتصام وغیرہ میں نظر سے گذرے تھے۔ موصوف کی تجویز سے ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے بہت سے علمائے اہل حدیث کے حالات اکٹھے کر رکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۰۔ اہل حدیث شخصیتوں کے حالات پر مشتمل ایک چھوٹا سا پمفلٹ بھی میری نظر سے گذرا ہے جسے پاکستان میں کسی نے مرتب کیا ہے ——— اس کے علاوہ جو بعض مستقل کتابیں چند اہل حدیث افراد کے حالات میں شائع ہوئی ہیں (" حیاتِ وحید الزماں" اور "سیدی دابی" جیسی کتابیں) وہ بھی دیکھی ہیں ———

عام تذکرے اور کتبِ سوانح (جیسے تذکرہ علمائے ہند، تذکرہ علمائے حال: نزہۃ الخواطر، الاعلام، معجم المؤلفین، ناموس المشاہیر، اتحاف النبلاء، ابجد العلوم، تقصار جیود الاحرار، سلسلۃ العسجد، تذکرہ صادقہ، حیاۃ العلماء، مشاہیر کاکوری، تذکرہ کاملان رامپور، مشائخ بنارس، آثارات پھلواری شریف، تذکرہ علمائے مبارکپور، تذکرہ علمائے اعظم گڈھ، تذکرہ مسلم شعرائے بہار (اُردو) واقعات دار الحکومت دہلی، تاریخ گنگے زئی، سید احمد شہیدؒ، جماعتِ مجاہدین، سرگذشت مجاہدین، آثار الصنادید، بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقاء، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، سیرت سید احمد شہید، حدائق الحنفیہ، رود کوثر، موجِ کوثر، یادِ رفتگاں، تاریخ میو چھتری وغیرہ، تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ مطبوعہ مراجع) جن میں ہر مسلک کے علماء کا ذکر ہے۔ وہ بھی نظر سے گذری ہیں، مختلف پرچوں کی فائلیں جو مل سکیں وہ بھی دیکھیں۔ اس طرح تمام مطبوعہ دستیاب مراجع سے استفادہ کرنے کے بعد تقریباً ساڑھے چار سو علماء کے تراجم اکٹھا ہو سکے ہیں جو بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے تمام علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے تاریخی یا علاقائی ترتیب و تقسیم کی بجائے الف بائی (یعنی حروفِ تہجی کے مطابق) ترتیب اختیار کی ہے اور تمام حوالوں کے اندراج کا لحاظ رکھا ہے تاکہ تفصیلی معلومات کے لئے متعلقہ مراجع کی طرف آسانی سے رجوع ممکن ہو۔

میں نے اس کتاب میں صرف وفات یافتہ علماء کے حالات درج کئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے "تراجم علمائے حدیث ہند" جلد اوّل میں زندہ شخصیتوں اور غیر اہل حدیث علماء کو ترک کر دینے کے بعد صرف ۱۶۰ تراجم ملے جن میں سے ۱۰۰ کے حالات میں نے از سر نو لکھے ہیں اور "تراجم علمائے حدیث" کی غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ہر شخص کی علمی، سیاسی، دینی خدمات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تصانیف کی مکمل فہرست (مع ذکر سنہ طباعت و مکان طبع، جہاں تک اطلاع ہو سکی) ضروری ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں جن علماء کی وفات ہوئی ہے ان سب کے حالات تو مجھے مل گئے ہیں مگر پاکستان اور بنگلہ دیش میں وفات پانے والوں کے بارے میں بہت تھوڑی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اُمید کہ آپ پاکستانی علماء کے تراجم ضرور مہیا فرمائیں گے اور جو لوگ اس سلسلہ میں واقفیت رکھتے ہوں اُن کا پتہ بتائیں گے تاکہ ان سے رابطہ قائم کر سکوں[1] ——— بنگلہ دیش میں وفات پانے والوں کے تراجم مجھے اس ملک میں رہنے والے لوگوں سے مل جانے کی توقع ہے۔ یہاں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھنے

---

[1] اور جن لوگوں کے مقالات و مضامین بعض رسالوں میں شائع ہوئے ہیں ان کی بھی نشاندہی کریں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے بہت سے پاکستانی اور بنگلہ دیشی طلباء نے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

علمائے اہلِ حدیث کی تصانیف کا تذکرہ" ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات" اور" الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" کے مختلف صفحات پر ہے۔ یہ دونوں بھی میرے پاس ہیں —— نوشہروی نے تراجم کی دوسری جلد کی جو فہرست جلد اوّل کے اخیر میں شائع کی تھی، اس میں مذکورہ تمام وفات یافتہ علماء کے تراجم مجھے مل چکے ہیں۔ صرف بعض حضرات جن کی وفات آزادی کے بعد پاکستان میں ہوئی۔ (خصوصاً پنجاب کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے) ان کے حالات نہیں مل سکے —— براہِ کرم ان سے متعلق واقفیت رکھنے والوں کے نام بتائیں گے —— بڑی مہربانی ہوگی۔

باقی سب خیریت ہے۔ اُمید کہ آپ بھی بخیر ہوں گے۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے اور زیادہ سے زیادہ دین و علم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ سلفیہ بنارس سے آئے ہوئے تمام طلبہ کی طرف سے ہدیۂ سلام قبول فرمایئے۔ راقم الحروف اپنے دوسرے اخوان کی طرح مدینہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہے —— کلیۃ اللغۃ العربیہ کے دوسرے سال میں پڑھ رہا ہے۔ ۲۳ دن کے بعد ششماہی امتحان ہے۔ دُعا کیجئے کہ خدا کامیاب کرے —— میں خط کے جواب کا شدت سے منتظر رہوں گا۔ فقط والسلام

خیر اندیش : محمد عُزیر شمس

۸ فروری ۱۹۷۹ء

مکتوب ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدینہ منورہ

۱۲ مارچ ۱۹۷۹ء

محترمی جناب مولانا حنیف صاحب! حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا گرامی نامہ ملا، پڑھ کر فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھا۔ خط کا ایک ایک لفظ آپ کے خلوص اور شفقت کا آئینہ دار ہے۔ خدا آپ جیسے حضرات کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کرے۔

میرا پہلے ہی سے پاکستان جانے کا خیال تھا۔ اب آپ کے لکھنے کے بعد تو عزمِ مصمّم کر چکا ہوں۔ انشاء اللہ شعبان کے اخیر یا رمضان کے شروع میں لاہور پہنچوں گا —— اس سے قبل روانگی ممکن نہیں کیونکہ ابھی تعلیمی سال کے ختم ہونے میں چار ماہ سے زیادہ باقی ہیں —— آپ کی دعائیں شاملِ حال رہیں تو انشاء اللہ ویزے کے حصول میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ جدہ میں ہندوستانیوں کو آسانی سے ویزا مل جایا کرتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ" تراجم علمائے حدیث ہند" ج ا کے علاوہ تقریباً تین سو سے زائد علماء کے تراجم مسودہ کی شکل میں آپ کے پاس موجود ہیں۔ اس خبر سے مجھے اور دوسرے دلچسپی رکھنے والوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ یقیناً وہ میرے لئے بڑے کام کی چیز ہوگی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے اُمید ہے کہ اس میں ان علماء کے تراجم کی معتدبہ تعداد مل جائے گی۔ جن سے متعلق اب تک مجھے کسی قسم کی معلومات حاصل نہیں ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ مشترک تراجم (جو میرے اور آپ کے پاس ہوں گے) میں بھی آپ کے افادات اور ارشادات سے بڑی مدد ملے گی ـــــ میں نے حروفِ تہجی کی ترتیب پر الگ الگ ورق میں ایک ایک شخص کا ترجمہ لکھ رکھا ہے اور یہ تقریباً آخری شکل اختیار کر چکا ہے۔ میں نے پہلے ہی آپ کے پاس لکھا تھا کہ یہ تراجم صرف وفات یافتہ علمائے حدیث کے ہیں۔ اور بھارت، پاکستان و بنگلہ دیش تینوں جگہ کے علماء ان میں شامل ہیں ـــــ چند اور علماء کے تراجم مل جائیں۔ (اور ان شاء اللہ جلد ہی مل جانے کی توقع ہے۔ بھارت اور بنگلہ دیش سے کچھ تراجم اور بعض کتابوں کے اقتباسات اور چند مضامین کی نقل کچھ لوگ بھیجنے والے ہیں ـــــ باقی اپنے مسودات اور تمام متفرق اوراق اور بیس پچیس اہم کتابیں اور پرچے میں یہاں ساتھ لیتا آیا ہوں اور کچھ اہم مراجع یہاں بھی دستیاب ہو گئے۔ ان ہی سب کی مدد سے میں نے یہ تمام حالات مرتب کئے ہیں) تو ان کی تعداد چھ سو تک پہنچ جائے گی ـــــ میرا ارادہ ہے کہ یہی صاف مبیضہ آپ کی خدمت میں لے کر پہنچوں گا اور وہاں مزید اضافہ و تنقیح کے بعد اس کی ایک نقل آپ ہی کے حوالے کر دوں گا تاکہ آپ اس پر مقدمہ لکھ کر اپنے "المکتبۃ السلفیۃ" سے شائع کر دیں، کتاب میں چار یا پانچ طرح کی فہرستیں بھی رہیں گی تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو ـــــ کتاب کے شروع میں علمائے اہل حدیث کی خدمات (علمی (تفسیری، حدیثی، فقہی) ادبی (صحافتی) سیاسی (و مجاہدانہ) تعلیمی (تدریسی) اصلاحی (دعوتی، تبلیغی و مناظرانہ اور روحانی و تربیتی) وغیرہ متنوع کارناموں) کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ تقریباً سو ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہوگا۔ اس کا بھی مکمل مواد میرے پاس موجود ہے۔ اب اس کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوں ـــــ سوانح میں میں نے چند امور کا لحاظ رکھا ہے۔ تمام متعلقہ مراجع کا بقید صفحات تذکرہ، تاریخ وفات اور ناموں میں غلطیوں کا اخیر میں نوٹ کے اندر ذکر ہر ایک کی تمام تصانیف کا (مع تصریح طباعت و سن و مقام طباعت و صفحات اور مخطوطہ ہوں تو (اماکن وجود، مع ذکر اوراق) اس کے ترجمہ میں تذکرہ، حالات اہم شخصیتوں کے ذرا تفصیلی اور دوسروں کے متوسط ـــــ اگر آپ کہیں تو کچھ لوگوں کے تراجم بطور نمونہ روانہ کروں۔

آپ کی یہ تجویز مناسب ہے کہ اس چیز کی ابھی تشہیر نہ کی جائے۔ کوئی اعلان بھی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ خط بھی اب مت شائع کیجئے، یہی بہتر ہوگا۔ میں خاموشی سے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچوں گا اور وہیں ضروری اضافہ و تکمیل کا کام کروں گا۔ آپ کے المکتبۃ السلفیہ (لاہور) سے جتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کا ایک ایک نسخہ بھی مجھے خریدنا ہے۔ میرے پاس صرف "التعلیقات السلفیہ" ہے اور بس ـــــ آپ کی ایک اور کتاب "امام شوکانی" بھی میرے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود ہے ـــــ باقی کتابوں کا ایک ایک نسخہ اگر آپ ابھی سے میرے لیے محفوظ رکھیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ میں پہنچتے ہی قیمت ادا کر دوں گا اور کتابیں ساتھ ہندوستان لیتا چلا جاؤں گا۔

دُوسرے اہلِ حدیث وغیر اہل حدیث اشاعتی اداروں سے تاریخ و تراجم سے متعلق جو کتابیں شائع ہوئی ہیں خصوصاً سید احمد شہید، جماعت مجاہدین، سرگزشت مجاہدین (غلام رسول مہر) آبِ کوثر، رودِ کوثر، موجِ کوثر (شیخ محمد اکرام) عربی ادب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں ہندوپاک کا حصّہ (ترجمہ شاہد حسین رزاقی) اور علمِ حدیث کی خدمت میں ہندوپاک کا حصّہ (ترجمہ شاہد حسین رزاقی) (دونوں شائع کردہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور) برصغیرِ ہندوپاک میں علمِ فقہ (محمد اسحاق بھٹی) فقہائے ہند، تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ از: محمد ایوب قادری) جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (محمد ایوب قادری) حیات سیّد احمد شہید (محمد ایُّوب قادری) ہندوستان میں وہابی تحریک (ترجمہ: محمد مُسلم صادق پوری) قاموس الکتب (اُردُو) شائع کردہ انجمن ترقی اُردُو، بیس بڑے مُسلمان، تذکرہ صُوفیائے سرحد، تذکرہ صُوفیائے پنجاب، تذکرہ صُوفیائے بنگال ـــــ اور خصوصًا اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (لاہور) کی ۱۶ جلدیں جو پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے شائع ہوئی ہیں) اور ان کے علاوہ کوئی بھی تحقیقی کتاب جو تاریخ و تراجم سے متعلق ہو ـــــ اگر آپ ابھی سے میرے لیے خرید کر رکھ لیں تو بڑا کرم ہوگا اور مجھے پاکستان جا کر ان کتابوں کی تلاش و جستجو میں وقت صرف نہیں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مجھے غالبًا صرف پندرہ بیس یا پچیس دن کا ویزا ملے گا۔ اس قلیل عرصہ میں مَیں صرف اپنے علمی کام اور آپ سے استفادہ میں مشغول رہنا چاہتا ہوں ـــــ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان کتابوں کی جتنی بھی قیمت ہو، مَیں آتے ہی فورًا ادا کر دوں گا۔ اگر آپ کو میرے متعلق کسی قسم کا بھی اطمینان حاصل کرنا ہو تو مدینہ یونیورسٹی میں پڑھنے والے کسی بھی پاکستانی طالب علم (خصوصًا جناب مسعود عالم صاحب، عبدالحمید اظہر، ثناء اللہ بلتستانی، محمد مدنی، عبدالمجید اصلاحی ..... وغیرہ) سے بذریعہ خط دریافت کر لیجئے۔ یا اگر کہیے تو میں روپے بھی پیشگی یہاں سے روانہ کر دوں ـــــ بہرحال میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ ضرور تعاون فرمائیں گے۔

باقی سب خیریت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے ـــــ خُدا سے دُعا ہے کہ آپ کا سایہ ہم لوگوں پر تادیر باقی رہے اور مزید علمی و دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(نوٹ) خط ذرا طویل ہوگیا، معذرت خواہ ہوں، جواب بھی چار دن کے بعد دے رہا ہوں، معاف فرمائیں گے۔

جیسا کہ میں نے لکھا ہے، میرے یہ دونوں خطوط جو آپ کے نام ہیں انہیں مت شائع کیجئے تاکہ دُوسروں کو علم نہ ہو سکے۔ مجھے آپ کی تجویز سے مکمل اتفاق ہے ـــــ اخیر میں خط ختم کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دوں کہ مجھے پہلے اپنی کتاب کو تین حصّوں میں تقسیم کرنے کا خیال تھا:

(۱) میاں صاحب (۱۳۲۰ھ) کے زمانہ تک کے علماء، بشرطیکہ ان کے شاگرد نہ ہوں۔

(۲) میاں صاحب کے تلامذہ (جن میں تقریبًا تین سَو[1] کے مکمل حالات مجھے دستیاب ہو گئے ہیں۔

(۳) وہ علماء جو میاں صاحب کے بعد سے آج تک گزرے ہیں اور وہ میاں صاحب کے شاگرد نہیں ـــــ پھر میرا خیال چند وجوہ کی بناء پر بدل گیا اور سب تراجم حروفِ تہجی ہی پر مَیں نے مرتب کر دیے اور تین علامتوں [ق (قدما) ت (تلامذہ) م (متاخرین)] کے ذریعہ ہر ایک قسم کے لوگوں کو ممتاز کر دیا ہے۔ اب آپ کی جو رائے ہو، ضرور لکھیں تاکہ میں آخری شکل میں اپنا مرتب کردہ مسودہ لے کر آپ کی خدمت

---

[1] سب سے اخیر میں وفات پانے والے مولانا عبدالحکیم جیوری (م ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء) ہیں۔ اطلاعًا عرض ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حاضر ہو سکوں ۔ فقط والسّلام نیاز کیش

محمّد عزیر شمس ۔

مُحدّثِ عصر حضرت حافظ مُحمّد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کے نام دو خطوط

حضرت حافظ صاحب گوندلوی رح کے صرف دو خطوط ملے ہیں ۔ ایک خط اُن استفسارات کے جواب میں ہے جو حضرت مولانا نے سُنن نسائی کے بعض مقامات کی تفہیم کے لئے حضرت حافظ صاحبؒ سے کئے تھے ۔ استفسارات والے کاغذ کی پُشت پر ہی حضرت حافظ صاحبؒ نے مختصر جواب تحریر فرمائے ہیں ۔

دوسرا خط، اُس زمانے کا ہے جب حضرت الاُستاذ مولانا مُحمّد عطاء اللہ حنیفؒ مسجد چینیانوالی میں رہائش پذیر تھے، کیونکہ حضرت حافظ صاحب کے مکتوبِ گرامی پر یہی پتہ درج ہے ۔

حضرۃ سیّد الاستاذ الامام

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ ذیل کے سوالوں کے جواب مطلوب ہیں ۔

مندرجہ ذیل حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت مطلوب ہے ۔

نسائی شریف مطبوعہ انصاری ص۱۳۲ ، ج اوّل

باب اقل ما تجزیٔ به الصّلوٰة میں دوسری حدیث جو اخبرنا محمّد بن بشار ۔ سے شروع ہوتی ہے ۔ اس کی مطابقت باب سے سمجھ میں نہیں آتی ۔ جوابی لفافہ حاضرِ خدمت ہے ۔ اُمید ہے کہ جناب بخیریت ہوں گے ۔

والسّلام ۔ محمد عطاء اللہ حنیف

(۲) نیز ۔ ص ۱۷۸ ذکر الاختلاف علی شعبة فیه اس عنوان کے تحت ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیے کہ یہ اختلاف کیا ہے ۔

(۳) ص ۱۸۵ ۔ کتاب الجنائز سے اُوپر کی سطر هٰذا خطأ ۔ یہ خطا کیا ہے ۔

(۴) جلد اول کی آخری حدیث مرسل سعید بن المسیب أمر عتاب بن اسید الخ کی عنوان باب سے مطابقت ۔

اگر طالب علم سے صاف نقل ارسال ہو تو زہے نوازش والسّلام ۔

حنیف پردیسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوابِ مکتوب از: محدثِ عصر حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ

(۱) اوّل، تحریر میں اشارہ ہے کہ کم از کم فاتحہ ہونی چاہیئے۔
حدیث میں اگرچہ فاتحہ کا ذکر نہیں مگر مراد فاتحہ ہی ہے۔ جیسے محمد بن بشار والی روایت میں قرأت کا ذکر نہیں مگر قرأت موجود ہے۔
اس طرح یہاں اگرچہ فاتحہ کا ذکر نہیں مگر فاتحہ مراد ہے۔ عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں۔

(۲) صرف لفظی اختلاف معلوم ہوا ہے معنوی اختلاف تو نہیں۔ سند میں ایک جگہ عن ابیہ اور ایک جگہ عن عبد الرحمٰن۔
متن میں بھی لفظی اختلاف ہے۔

(۳) سند میں ہر طرح سے رفع کا ذکر کرنا خطا ہے۔ بلکہ مروان والی حدیث میں جو تفصیل ہے وہی صحیح ہے۔

(۴) خرص کے بعد مخروص کے سوا کسی اور پھل سے صدقہ دینا۔ شرعی صدقہ میں داخل نہیں۔

العبد: محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد گوندلوی۔ گوجرانوالہ
۱۰ رمضان ۱۳۶۸ھ

بمطالعہ عزیزم مولوی عطاء اللہ صاحب سلمہ اللہ و عافاہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

(۱) اختلافِ فطرت اور تحقیق اور مزاج اور ماحول مخصوص نصب العین سے پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اختلاف محبت کے متضاد نہیں۔

(۲) آپ کے علمی شغف سے دل کو بہت سرور حاصل ہوتا ہے، علماء کا یہی سرمایہ ہے۔ اگر اخلاص ہو تو نجات کی اُمید ہے۔ آپ کی بدنی اور روحانی کمی کی طرف کبھی کبھی خیال جاتا ہے۔ بدنی کمزوری کے ساتھ ساتھ روحانی کمال کی زیادتی کی اُمید ہے۔

(۳) مضمون کا مل جانا غنیمت ہے۔ اُمید ہے کہ اب جلدی ٹھیک ٹھاک کر کے کسی رسالہ میں بغرض طباعت دے دیں گے۔

(۴) اختلاف جس کی بنیاد امورِ مذکورہ ہوں قابلِ برداشت ہے بلکہ بعض وقت قابلِ داد ہے۔

(۵) حاشیہ لکھنا بہت مفید کام ہے۔ آپ کے متعلق اُمید ہے کہ اس کام کو خوش اسلوبی سے پورا کر سکیں گے۔

مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی رحمہ اللہ

مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ (متوفی اگست ۱۹۶۲ء) حضرت الاُستاذؒ کے استاذ اور اپنے وقت کے نہایت ممتاز عالم، محدث اور مصنف تھے۔ "الانصاف لرفع الاختلاف المعروف خاتمۂ اختلاف" (مطبوعہ) التبیان فی مسئلۃ البیان (عربی) مطبوعہ۔ مقدمہ صحیح بخاری (عربی) غیر مطبوعہ وغیرہ کتب ان کی یادگار ہیں۔ مسلکِ سلف کے بے باک داعی و ترجمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دینی غیرت و حمیت میں ممتاز تھے۔

مرحوم کے چند خطوط ملے ہیں، جن میں ایک تو سنن ابوداؤد کا حاشیہ لکھنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ جو حضرت الاستاذ لکھنا چاہتے تھے لیکن بوجوہ یہ سلسلہ ابتدائی مراحل سے آگے نہ بڑھ سکا۔ دوسرے، جماعت اسلامی کے پرچوں میں جماعت اور مسلک کے خلاف جو باتیں چھپتی رہتی تھیں، ان کا جواب لکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تیسرے علمائے اہل حدیث ہند کی علمی و دینی خدمات مرتب کرنے کی ترغیب دی ہے جو حضرت الاستاذ کے بھی پیش نظر تھا۔

اپنے گرامی قدر صاحبزادے حضرت مولانا قاری عبدالخالق رحمانی حفظہ اللہ (کراچی) کی بابت اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے درس و تدریس کی علمی لائن چھوڑ کر کاروباری لائن اختیار کر لی ہے۔

جماعت کی امارت و سربراہی کے لئے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا نام تجویز کیا ہے۔

یہ خطوط تقسیم ملک کے فوراً بعد بھارت سے لکھے تھے، جب کہ حضرت مرحوم پاکستان تشریف نہیں لائے تھے۔ بعد میں پھر حضرت خود بھی پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ اور اوکاڑہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے تا آنکہ وہیں رحلت فرمائی اور وہیں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ایک مفصل خط مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ صاحب مرعاۃ کے نام ہے جس میں ان کے استفسار پر فَصَاعِداً کی نحوی ترکیب پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک خالص علمی مکتوب ہے جسے اہل علم و اہل تدریس کے استفادے کے لئے ہم شائع کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از خاکسار ابومحمد عبدالجبار سلفی مدرس مدرسہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، لہریا سرائے دربھنگہ۔

عزیزم مولوی عطاء اللہ صاحب حنیف سلمہ اللہ و عافاہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کے مرسلہ الاعتصام کے پرچے و شرح ہادی ملی، ڈیڑھ روپیہ قیمت اس کی بہت ہے۔ خیر یہ ڈیڑھ روپیہ میں مولانا عبیداللہ رحمانی کو ان شاء اللہ بھیج دوں گا۔ آپ ان کے حساب میں لکھ لینا۔ اور اخبار الاعتصام مجھ کو نہیں ملتا ہے۔ گاہ بگاہ پرچہ ملتا ہے حالانکہ سوا تین روپے میں نے مولانا اسماعیل گوجرانوالہ کو بھیج دیے ہیں اور یہ لکھ دیا تھا کہ دفتر الاعتصام کو یہ روپیہ جمع کرا دینا۔ معلوم نہیں انہوں نے جمع کرا دیے یا نہیں، آپ دفتر کو ایک اور تاکیدی خط لکھ دیں اور تحریک مودودیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ لوگ اس کے خصوصی مسائل پر تنقیدی طور سے کوئی مضمون کیوں نہیں الاعتصام میں لکھتے ہیں۔ حالانکہ اس نے ترجمان القرآن میں خصوصی مسائل اہل حدیث .... اور سنن نبویہ پر اکثر طنز و حقارت آمیز جملے لکھے ہیں اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ و احمد شہیدؒ پر بھی تنقید کی ہے اور ان کی خامیاں بتلائی ہیں اور "الاعتصام" میں نہ خصوصی مسائل اہل حدیث کا ذکر .... ہوتا ہے اور نہ کوئی مضمون مدافعت کا ہوتا ہے بلکہ مرج کو ثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا عنوان دے کر اسلامی جماعت کی تائید کی جاتی ہے۔ آپ ایک علمی مضمون تحریک اہل حدیث پر بسیط لکھیں اور دوسری تحریکوں سے تقابل دکھائیں۔ اور ہمارے اسلاف نے ہندوستان میں علمی و تبلیغی خدمتیں کی ہیں وہ ایک عنوان علماء اہل حدیث کی ہندوستان میں علمی خدمتیں قائم کر کے ان کے کارنامے شائع کئے جائیں۔

اگر الاعتصام یہ کام موجودہ دور میں نہ کرے گا تو جماعت اہل حدیث میں جو جمود اور مردنی آگئی ہے وہ کیسے دور ہوگی اور ایک اہم کام اس وقت تنظیم اہل حدیث ہے۔ میرے خیال میں مولانا داؤد غزنوی کو سردار اہلحدیث تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا جائے اور قواعد و ضوابط مرکز تنظیم سے شائع کر دیے جائیں۔ آج بوجہ غیر منظّم ہونے کے ہمارے نوجوان دوسری جدید تحریکوں میں مدغم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور علماء کو اعلان کر دیا جائے کہ علمی مضمون لکھ کر روانہ کیا کریں۔ اور تم شرح ابی داؤد کا نمونہ لکھ کر بہت جلد شائع کرو اور خط کا جواب جلد روانہ کرنا اور مولانا داؤد غزنوی کو میرا سلام عرض کرنا اور مدرسہ کی روئداد سے اطلاع دے دینا۔ فقط والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لہریا سرائے دربھنگہ

از خاکسار ابو محمد عبدالجبار سلفی مدرس مدرسہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ

عزیزم مولوی عطاء اللہ حنیف سلمہ اللہ و عافاہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آج بعد مدت مدید تمہارا کارڈ مرسلہ ملا۔ حالات پڑھ کر افسوس ہوا۔ تمہاری بیماری اور تمہاری گھر والی کی بیماری کا سن کر بہت رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو شفاء کلی عطا فرمائے اور تم سے اپنے دین کی خدمت لے۔ تم ابوداؤد کا حاشیہ لکھنا نہ چھوڑو یہ ایک بڑی خدمت دینی ہے۔ اور ماشاء اللہ لکھنے کی استعداد بھی رکھتے ہو۔ ان شاء اللہ میں بھی تمہارا ہاتھ بٹاؤں گا۔ اور تم اپنی تحریر کا ایک نمونہ ضرور روانہ کرو اور بلکہ تدریس چھوڑ دو مگر یہ کام نہ چھوڑو اور مولانا حافظ محمد صاحب ماشاء اللہ ذی علم قابل ہستی ہیں مگر حافظ محمد صاحب کی زبان خاص علمی ہوتی ہے۔ جہاں تک عوام کی علمی استعداد نہیں پہنچ سکتی۔ اور حافظ عبدالخالق کا میرے پاس خط آگیا ہے وہ کراچی جنرل اسٹور بندر روڈ پر ہے۔ وہاں پر اس نے کپڑے کی تجارت شروع کی ہے، اللہ تعالیٰ برکت دے اور گاہ بگاہ اس کو کسی خصوصی جلسہ میں بلا لیا کرو اور افسوس اس نے درس و تدریس کی لین چھوڑ دی۔ اور افسوس بار ہا میں نے لکھا کہ مجھ کو اس پرچے الاعتصام کی ضرورت ہے جس میں حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ کے سوانح حیات شائع ہوئے ہیں اور میں نے تین روپے چار آنہ تو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ کے حساب میں جمع کرا دیے ہیں۔ آپ مجھ کو پرچہ الاعتصام وقت پر روانہ فرمایا کریں۔ مہینہ میں دو ایک مرتبہ پرچہ الاعتصام ملتا ہے اور میں ان شاء اللہ برائے ملاقات آپ لوگوں سے زندگی رہی تو رمضان المبارک میں آؤں گا کیونکہ حافظ عبدالخالق کراچی پاکستان آگیا۔

خط کا جواب ضرور دینا اور نمونہ حاشیہ ابوداؤد ضرور روانہ کرنا۔

فقط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوبِ گرامی محدّث مولانا عبدالجبار سلفی رحمۃ اللہ علیہ
بنام
محدّث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف جناب محبی مولانا مولوی عبیداللہ صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کا کارڈ ملا۔ حالات مافیہا معلوم ہوئے۔ آپ نے اپنے حسن ظن کی بناء پر لکھا ہے کہ میں آپ کی تحقیق انیق سے حاشیہ مشکوٰۃ میں فائدہ اُٹھاوں۔ مولانا میری کیا تحقیقات ہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے آپ ہی بزرگوں کا عطیہ ہے اور جو کچھ میری کاوش ہے۔ آپ نے فی الحال لفظ فصاعداً کی نحوی ترکیب دریافت فرمائی ہے۔ اس میں جو میری معلومات ہے وہ ہدیہ خدمت کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ بے شک علم مذاکرہ سے ہی بڑھتا ہے۔ مولانا اس لفظ کی ترکیب نحوی میں نے متعدد کتب نحو میں دیکھی مگر علامہ سیبویہ وصاحب رضی نے اس پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ صاحب رضی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں۔ وقد یحذف عامل الحال وجوبا فی مواضع قیاسیۃ ولابدلہ من قرینۃ مع الحذف ومن المواضع التی یحذف فیها قیاسًا علی الوجوب ان یبین الحال ازدیاد ثمن او غیرہ شیاً فشیاً مقرونۃ بالفاء او ثم تقول فی الثمن: بعتہ بدرھم فصاعداً أو ثم زائدا، ای فذھب الثمن ای فعلا الثمن صاعدا او زائدا ای آخذا فی الازدیاد یقال ھذا فی ذی اجزاء (رضی شرح کافیہ ص۱۵۳)۔ وقال سیبویہ فی باب ماینتصب علی اضمار الفعل المتروك إظهاره فی غیر الامر والنهی وذالك قولك اخذته بدرهم فصاعداً او اخذته بدرهم فزائداً حذفوا الفعل لکثرۃ استعمالهم ایاه کانه قال: أخذته بدرهم فزاد الثمن صاعداً او فذهب صاعداً ولایجوز ان تقول: وصاعداً لانك لاترید ان تخبر أن الدرهم مع صاعد ثمن شئ کقولك بدرهم وزیادۃ ولکنك اخبرت بأدنی الثمن فجعلته أولاً ثم قررت شیئاً بعد شئ لأثمان شتی قالوا ولم ترد فیها هذا المعنی ولاتلزم الواو الشیئین أن یکون أحدهما بعد الآخر ألاترى أنك إذا قلت: مررت بزید وعمرو لم یکن فی هذا دلیل علی أنك مررت بعمرو وبعد زید، فصاعدا بدل من زاد یزید وثم بمنزلۃ الفاء تقول: ثم صاعداً إلا أن الفاء أکثر فی کلامهم (الکتاب لسیبویہ ص۱۴۷ ج۱) وقال السیوطیؒ فی کتابه همع الهوامع شرح جمع الجوامع المطبوعۃ بمصر (ص ۲۴۹ ج۱): وشرط نصب هذا الحال أن تکون مصحوبۃ بالفاء أو ثم والفاء أکثر فی کلامهم ولایجوز أن تکون بالواو لفوات معنی التدریج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معها ولهذا قال الشيخ محمّد بن محمّد عمر الحضرمی فی شرح ملحة الاعراب: إن عامل الحال قد يحذف وجوبا اذا جاءت لبيان تدريج زيادة أو نقص كقوله بعته بدرهم فصاعدا أثبتت فائدة الفاء من كلامهم فی فصاعدًا، وحاليته أيضا بأحسن طريق وبعد التيا والتی ابين لكم تركيب فصاعدا فی الحديث نا قول بفضل الله المعبود: إن حديث مسلم الذی جاء فيه لفظ فصاعدا روی بهذه الالفاظ أی "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا" وهو اسم الفاعل من الصعود معناه الزائد وصاعدا فی الحديث منصوب على الحال من القرأة المقدرة أی فصعدت القراءة صاعدا ای زائدا فتكون العبارة هكذا ای: لا صلوٰة لمن لم يقرأ بأم القرآن فقط ثم بالقراءة حال كونها زائدة على الفاتحة تدريجيًا فحينئذ يصح عطف ما زاد على الفاتحة لكن هذا العطف يصعد من واجب معين إلى واجب مخير فيه بعده لأنها لامساواة بين بعض حروف العطف فإنها قد تذكر أحيانا للفرق بين ما قبلها وما بعدها فی الحكم مثل: ثم وثم بمنزلة الفاء عند سيبويه ... وروی فی تفسير ابن كثير وغيره أن رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم: ما شاءَ الله وشئت. قال: "أجعلتنی لله ندا؟" ثم قال: "قُلْ: مَاشَاءَ اللهُ وَحْدَهٗ ثُمَّ شِئْتَ" فثبت من هذا الحديث ان فی حروف العطف فرقا فی حكم العطف وأيضا لا مساواة بين المعطوف عليه وبين المعطوف فی إيراد الحكم إيجابا واستحبابًا بل قد يكون الحكم متفاوتا بينهما فيكون الحكم فی المعطوف عليه وجوبا و فی المعطوف استحبابًا مثل هذه الصورة؛ لأن الفاء فی فصاعدا يدل على تأخر رتبة السورة عن الفاتحة لان الفاء للتعقيب وهو يحتمل بوجهين: أحدهما أن يكون الفاتحة واجبة والسورة غير واجبة، والثانی: ان يكون الفاتحة واجبة عينا والسورة وما زاد عليها بدلا والاول هو الراجح، فان وجوب السورة اختلف فيه وأكثر الأحاديث التی رويت فيه ضعاف لا تدل على الوجوب لان النبی صلی الله عليه وسلم قال: "أم القرآن عوض من غيرها وليس غيرها منها بعوض" رواه الدارقطنی وله شواهد وقال ابو هريرة رضی الله عنه: ان لم تزد على أم القرآن أجزأت وإن زدت فهو خير كذا فی جزء القراءة وكتاب القراءة للبيهقی بل أشار الحافظ فی الفتح إلى رفعه وقال العلامة السندی فی حاشية النسائی فی تقديره فما كان صاعدا فهو أحسن فجعل السندیؒ قبل فصاعدا جملةً شرطية بتقدير ما الشرطية مع حذف كان وهذا التقدير عندی أحسن من الحال لكن المشهور فی فصاعدا فی كتب النحو حاليته ولا محذور فيه لان المعنى المراد من الحديث يصح منه أيضًا أی إذا كانت القراءة زائدة على الفاتحة استحبابًا وعلى هذه الصورة المعطوفة جاء بالعطف فی حديث الغسل يوم الجمعة الذی رواه البخاری فی الجامع الصحيح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يَسْتَنَّ وَأَنْ يَمَسَّ طِيْبًا" الحديث والحال أن الاستنان ومسّ الطيب ليستا واجبين على كل محتلم بل الاستنان ومسّ الطيب يوم الجمعة غير واجبين وأنهما عطفا على الغسل الذي هو واجب على كل محتلم ولهذا قال فى الفتح على هذا الحديث: إن لا يمتنع عطف ما ليس بواجب على الواجب لاسيما ولم يقع التصريح بحكم المعطوف والعطف لا يقتضى التشريك من جميع الوجوه وفى حديث فصاعدا كذلك؛ لأنه لم يقع التصريح فيه بحكم المعطوف مثل المعطوف عليه فلا يكون المساواة بينهما ويحتمل عندى إمكان تركيب فصاعدا أيضا غير هذا الطريق الذى بينته فيما قبل وهو أن فى الحديث المذكور جملتين الأولى جملة "لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" أى أم القرآن والثانية "فصاعدا" مع التقدير المذكور فجملة الاولى خبرية صورة والثانية معنى لان معناها لا تصلوا صلاة بغير الفاتحة فصاعدا والثانية خبرية فقطا ى فزادت القراءة على الفاتحة مع الزائد بعدها والفاء إذا كانت عاطفة فى الجملة الخبرية على الجملة الانشائية تمنع عطف الخبر على الانشاء فتجعله مفردا كما قيل فى "زرنى فاكرمك" فيكون معنى فزيارتى لاكرامك فكذلك ههنا اى عطف المفرد على المفرد بهذا النمط اى لا صلوٰة منكم بغير الفاتحة اى بغير قراءة فاتحة الكتاب فبعدها القراءة منكم زائدا فيها على الفاتحة ففى الجملة الاولىٰ حكم القراءة بالفرضية وفى الجملة الثانية باستحباب ما زاد بقرائن الأحاديث والآثار وبعطف الفاء أيضا الذى يكون للتعقيب لأن الشئ المعطوف عليه بالفاء فى هذا الحديث أدنى القراءة اى الفاتحة الذى لا بد منها فى الصلوٰة ثم الحكم فيما بالزائد شيئا بعد شئ كما فهم من كلام علامة سيبويه فى الكتاب ولا يكون الاشتراك بينهما فى الحكم بالمساواة بل يكون فى أحدهما حكم بالفرضية وفى الأخرىٰ بالاستحباب؛ لان الحكم فى المعطوف عليه بأدنى القراءة التى عليه مدار الشئ والزائد على الشئ لا يكون عليه مدار الحكم بل يكون هذا الزائد زائدا مستحبا وفيه أيضا دفع توهم قصر الحكم على ما قبله فدفع بقوله فصاعدا لان الحكم بالقراءة لا يمنع ما زاد أصلا على الفاتحة ما كان استحبابا۔ ثم هذا كله بعد صحة قوله فصاعدا لكن عند المحدثين المحققين عدم صحة هذه الزيادة بوجوه.

الاوّل: أن الإمام البخارى قال فى جزء القراءة: ان عامة الثقات لم يتابع معمرا فى قوله: فصاعدا فعلم منه ان هذه الزيادة ليست فى رواية سفيان من غير معمر فتكون هذه الزيادة شاذة لان رواية سفيان هذه وقعت فى الترمذى والنسائى وابن ماجه والدارقطنى ومسند أبى عوانة ولم توجد فيها هذه الزيادة۔

والثانى: أن الدارقطنى روىٰ من رواية سفيان "أُمُّ الْقُرْآنِ عِوَضٌ مِنْ غَيْرِهَا وَلَيْسَ غَيْرُهَا مِنْهَا بِعِوَضٍ" فهذه الرواية تنفى أن تكون هذه الزيادة من رواية سفيان. والثالث: أن عبادة بن الصامت راوى الحديث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما كان يقرأ خلف الإمام إلا الفاتحة فقط فكيف تصح هذه الزيادة من روايته وقالوا فى أصول الفقه أن مثل هذا ينسخ فكيف إذا لم تصح هذه. والرابع: لا يبعد الوهم من الراوى الثقة وهذه الزيادة وهم من معمر كزيادة معمر فى حديث ماعز الصلوة عليه الذى رواه البخارى فى صحيحه وسئل عنه هل رواها غير معمر؟ فقال: لا. وقد روى أصحاب السنن الأربعة هذه الرواية عن معمر وقال فيه: لم يصل عليه. كذا فى نصب الراية فى تخريج الهداية ص۲۵۴ وهل هذا إلا تعارض لكن الصواب فيه أنه لم يصل عليه وفى شرح النخبة ثم الوهم إن اطلع عليه بالقرائن فهذا هو المعلل وهو من أغمض أنواع علوم الحديث وأدقها فلا يبعد فيه أن يكون غلطا فإن الثقة قد يغلط والرواية الشاذة مردودة عند المحدثين فلا يصح دعوى المساواة بين الفاتحة وما زاد عليها بلفظ فصاعداً فيقال للحنفية ان لكم هذا المثل السائر فثبت العرش ثم انقش ففيه كفاية لمن له دراية -

كتبه ابو محمد عبد الجبار السلفى الاثرى الجيفورى المدرس بمدرسة دار العلوم الاحمدية السلفية الواقعة بحاره لهيريا سرائے بدر بنجه من صوبة بهار

مولانا ابوسعید شرف الدین محدّث دہلوی

مولانا شرف الدین محدّث دہلوی رحمہ اللہ (متوفیٰ جولائی ۱۹۶۱ء) ہمارے اکابر علمائے اہلحدیث میں سے ہیں۔ ساری عمر تدریس و تحقیق میں گزاری۔ فتاویٰ ثنائیہ میں حضرت مرحوم کی تعلیقات سے ان کی علمی گہرائی اور فقاہت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ "تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ" (عربی) جو چار حصّوں میں ہے۔ اس کی تحریر و تسوید میں بھی حضرت مرحوم، ڈپٹی سیّد احمد حسنؒ کے خاص معاون اور شریک کار رہے ہیں۔

حضرت الاستاذؒ کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس لحاظ سے دونوں (استاذ اور شاگرد) کے درمیان خصوصی تعلق تھا۔ ان کا بھی تحریر کردہ ایک خط حضرت الاستاذؒ کے نام ملا ہے جس کا ایک دلچسپ ٹکڑا خاص طور پر ملاحظہ کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

"۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کو کتاب و سنّت کے علم کا شوق نہیں، توجّہ ہی نہیں، مولوی فاضل کا شوق ہے۔ یہ فضول سے فاضل بنا ہے۔ یہاں وہی مُراد ہے، فضیلت سے نہیں۔ وہ لوگ چل بسے جن میں فضیلت تھی۔ اب تو فضول والے رہ گئے ہیں۔ انگریزی ہندسے نہ لکھا کریں۔"

ہاں آپ کیا کر رہے ہیں تحشیہ یا درس؟

راقم ابوسعید شرف الدین دہلوی از کراچی۔ ۴ استمبر ۱۹۵۴ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کا ایک خط

مولانا مسعود عالم ندوی (متوفیؒ مارچ ۱۹۵۴ء) مسلکاً اہلحدیث تھے لیکن اوائل شباب سے ہی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے تھے، یہ عقیدت و محبت مرور ایام کے ساتھ بڑھتی ہی گئی۔ حتیٰ کہ مرحوم جماعت اسلامی کے نہایت فعال اور سرگرم رہنما بن گئے۔ اوّل اوّل مولانا مودودی صاحب کو عالم عرب میں روشناس کرانے والے بھی یہی مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم تھے۔ دارالعروبہ (جماعت اسلامی کا ایک نہایت اہم شعبہ) بھی انہی کی سرپرستی میں قائم ہوا جس نے کئی عربی انشاء پرداز پیدا کئے۔ جنہوں نے مودودی صاحب کی کئی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔

حضرت الاستاذؒ سے بھی ان کا خصوصی تعلق تھا۔ حضرت الاستاذ مولانا مودودی کے بعض نظریات (بالخصوص حدیث کے بارے میں) سے شدید اختلاف رکھتے تھے (خیال رہے، اس وقت تک مولانا مودودی مرحوم کی "خلافت و ملوکیت" منظر عام پر نہیں آئی تھی جو رفض و تشیّع کا ایک نیا اور مہذب ایڈیشن ہے) جس کا اظہار وہ احباب کی محفلوں میں بھی برملا کرتے تھے۔

اسی طرح مولانا مسعود عالم ندویؒ نے اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" اور "ایک مظلوم و بدنام مصلح" وغیرہ کتابوں میں اہلحدیث پر بھی کچھ الزامات عائد کئے ہیں، انہیں بھی حضرت الاستاذؒ ناپسند فرماتے تھے۔

مذکورہ دونوں باتوں کی وجہ سے حضرت مولاناؒ، مولانا ندویؒ سے خصوصی تعلق رکھنے کے باوجود کچھ انقباض و تکدر محسوس فرماتے تھے جو ایک فطری چیز تھی۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے اپنے مکتوب میں مذکورہ باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت کے تکدر کو دور کرنے کی مخلصانہ سعی فرمائی ہے۔ غفر اللہ لهما۔ اب خط ملاحظہ فرمائیے!

راولپنڈی (پاکستان)

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ

محب مکرم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

گرامی نامہ ملا۔ اس سے قبل کے کارڈ میں عرض کر چکا ہوں اور بغیر لاگ لپیٹ کے صاف بات یہی ہے کہ مجھے آپ کی ذات سے بدگمانیاں ضرور ہو رہی تھیں مسلسل دو خطوط کے جواب نہ آنے سے ان بدگمانیوں میں اور اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن بحمداللہ آپ کے پچھلے والا نامہ نے ہی ان کدورتوں کو دھو دیا۔ سیدھا سادھا مسلمان ہوں۔ دل میں کوئی بات رکھتا نہیں۔ اس سے قبل ہی واضح طور پر اپنے تاثرات پیش کر چکا ہوں۔ اس وقتی تاثر کے قطع نظر میرے دل میں آپ کی وہی قدر و منزلت ہے جو پہلے تھی۔

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میرے پچھلے کسی خط میں "سابقہ محبت" کا لفظ آیا تھا۔ ہوتا یہ ہے کہ میں اپنے رفقاء سے خطوط لکھواتا ہوں تو انہیں املا نہیں کرواتا بلکہ بہت کم باتیں وہ مجھ سے پوچھتے ہیں اور میرے ذہنی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں جواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں۔ تاہم اس کا ذمہ دار میں ہی ہوتا ہوں ۔ اس کے علاوہ میں نے اپنا جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ میرے تحت الشعور میں کچھ ایسا ہی تأثر تھا۔ ــــ میں یہ جانتا تھا کہ آپ کو جماعتِ اسلامی سے اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف نظریات اور طریق کار کا اختلاف ہے۔ اور اس کا آپ کو حق حاصل ہے۔ اور ایسا اختلاف دلوں کی جُدائی کا باعث نہیں ہوسکتا۔ یہ جانتے ہوئے بھی میرے آپ سے انتہائی گہرے اور مخلصانہ تعلقات رہے ہیں۔ ہمیشہ بڑے اچھے الفاظ میں مَیں آپ کا تذکرہ کرتا رہا ہُوں ۔ میرے ملنے والے احباب اور رفقاء اس کے شاہد ہیں۔ لیکن ادھر چند دنوں سے مختلف حالات اور قابلِ اعتماد روایات کی بناء پر میں نے محسوس کیا کہ آپ کا یہ اختلاف نظریات اور طریقِ کار کے اختلاف سے بڑھ کر شخصی عناد اور بغض کا مظہر ہے۔ اگر یہ میری بدگمانی ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور جب بھی غلطی پر متنبہ کیا گیا تو مجھے رجُوع کرنے میں بھی کوئی تأمل نہیں ہوگا۔ آپ کے مدرسہ کے سرپرست مولانا داؤد غزنوی صاحب اور ان کے حاشیہ برداروں کا طرزِ عمل اور ان کے خطبات سے اگرچہ آپ کا تعلق تو نہیں ہے تاہم اس ماحول میں ثقہ راویوں سے سنا ہے کہ آپ اپنے طلباء کو جماعت کے ہفتہ وار اجتماعات سے بھی روکتے ہیں۔ جماعت کے بارے میں آپ کے اظہارِ خیال کا انداز بھی خود میرے مشاہدے میں پہلے سے بہت بدلا ہُوا ہے۔ تاہم اگر آپ اس کی تردید فرمائیں تو مجھے اب بھی آپ پر اتنا اعتماد ہے کہ دوسرے معتبر راویوں پر آپ کو بلا حیل و حجت ترجیح دُوں گا۔

مسلک اہل حدیث یا علماء اہل حدیث پر تنقید کے بارے میں بھی آپ کے نقطۂ نظر سے متفق نہیں ہُوں۔ آپ میری تنقیدوں کا ایسا اثر لیتے ہیں جیسے کسی باہر کے آدمی کے طعنے ہوں۔ حالانکہ مسلکِ اہلحدیث سے میرا بھی اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کا ہے۔ بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر ہی۔ ہندوستان کے ایسے حالات میں کہ نواب صدیق حسن خاں اور مولانا محمد حسین بٹالوی بھی محمد بن عبدالوہاب سے گھبرا کر اپنی براءت ظاہر کرتے ہوں۔ میں نے اس مظلوم مصلح پر پوری ایک کتاب لکھی۔ مولانا سندھی کے مضمون کے مقابلہ میں بھی تنہا عاجز نے ہی قلم اٹھایا تھا۔ جس پر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے مبارک باد کا رزولیوشن پاس کیا تھا۔ لہٰذا آپ میری تنقیدوں کا ایسا اثر نہ لیں جیسے کسی باہر کے آدمی نے حملے کئے ہوں۔ بلکہ یہ میرا حق ہے جو مسلک اہل حدیث سے قدیمی تعلق کی بناء پر مجھے حاصل ہے۔

یُوں تو ویسے بھی مسلمان کو صاف دل ہونا چاہیئے۔ پھر آپ سے میرے جو تعلقات ذاتی ہیں ان کی بناء پر کسی رکھ رکھاؤ کی بجائے صاف صاف باتیں عرض کی ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ بھی اس کو ایک مخلص دوست کی صاف بیانی کی حیثیت سے ہی دیکھیں گے۔

"لفوز الکبیر" کے عربی ممالک میں تعارف کی کوئی صورت نکل آئے تو مجھے اس میں کوئی تأمل نہیں ہوگا۔ لیکن الفتح کے بند ہونے کے بعد اب کوئی ایسا پرچہ نہیں رہا جس میں مَیں جو چاہوں لکھ سکوں۔ کتاب پر تبصرہ کی صورت تو کسی مضمون کی نہیں ہوتی۔ یہ تو خاص تعلقات کی بناء پر ہی ہوسکتا ہے اگر موقع ہو تو یہ میری ایک حقیر خدمت ہوگی جس میں مجھے تأمل نہیں ہوگا۔

حدیثوں کی توضیح اور حوالوں کا شکریہ۔

رفقاء سلام عرض کرتے ہیں۔ تمام احباب کو سلام کہیئے۔ جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام

عاجز مسعود عالم ندوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالقادر افغانی

عبدالقادر افغانی صاحب، صاحب علم وفضل بزرگ ہیں تحقیق کے دلدادہ اور تقلیدی جمود سے متنفر ہیں۔کچھ عرصہ سعودی عرب میں بھی زیر تعلیم یا استاذ رہے ہیں۔آج کل غالباً پشاور یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

حضرت الاستاذؒ سے ان کی بھی خط وکتابت رہی ہے۔چند دن حضرت کی زندگی میں یہ سلفیہ لائبریری لاہور سے بھی استفادہ کرتے رہے ہیں۔اس دوران انہوں نے مُلّا حبیب اللہ قندھاری کے بعض مخطوطے بھی ملاحظہ فرمائے جو لائبریری میں محفوظ ہیں۔جنہیں دیکھ کر پروفیسر موصوف بڑے خوش ہوئے۔

ان کے بعض خطوط سے، جو مولانا کے نام ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولاناؒ نے ان کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ ملا حبیب اللہ قندھاری کے حالات مہیا کریں کیوں کہ حضرت ان کے مخطوطہ رسائل کو شائع فرمانا چاہتے تھے۔

پروفیسر افغانی صاحب نے اپنے خطوط میں بتلایا ہے کہ انہوں نے بسیار کوشش کے بعد کچھ حالات بھی جمع فرمائے ہیں اور کابل یونیورسٹی میں ملا قندھاری کے نواسے پروفیسر عبدالحی حبیبی استاد کابل یونیورسٹی سے بھی مل کر حالات معلوم کئے ہیں۔نیز انہوں نے بتلایا کہ حبیبی صاحب کے مرتبہ حالات ایک رسالہ میں بھی شائع ہوئے ہیں جو کابل یونیورسٹی سے نکلتا ہے۔موصوف نے پرچہ حاصل کرکے اس کی ایک فوٹو کاپی بھی حضرت کے نام بھیجی تھی، جیسا کہ خط سے معلوم ہوتا ہے۔

پتہ نہیں پھر اس منصوبے کا کیا بنا؟ یہ خط وکتابت ۱۹۶۷ء کی ہے۔حضرت الاستاذ نے اس موضوع پر بعد میں کبھی کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔اسی طرح یہ مرسلہ حالات بھی کاغذات سے نہیں نکلے۔ واللہ اعلم

پروفیسر ثروت کمال نقوی مرحوم

پروفیسر ثروت کمال نقوی مرحوم (کراچی) غالباً سہسوانی خاندان کے ہی چشم وچراغ تھے۔حضرت الاستاذؒ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ان کے بھی چند خطوط حضرت کے نام ملے ہیں۔

ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ مولانا محمد بشیر محدث سہسوانیؒ کے حالات میں ایک مخطوطہ مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کے پاس ہے جسے وہ فروخت کرنے پر آمادہ ہیں۔کتنی قیمت تک میں اُسے خرید کر آپ کو ارسال کردوں۔

مولانا نعمانی صاحب کے بھائی جناب مظفر لطیف کا بیان ہے کہ وہ مخطوطہ حضرت مولانا نے مجھ سے خرید لیا تھا۔پتہ نہیں اب وہ مخطوطہ کہاں ہے؟ کیونکہ حضرت الاستاذ کے ضروری کاغذات اور مسودات میں تو وہ نہیں ملا۔اگر حضرت الاستاذؒ سے کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے لیا ہو یا حضرت نے کسی کو دیا ہو تو وہ ضرور مطلع فرمائیں تا کہ وہ ضائع نہ ہو اور اسے مناسب انداز میں شائع کر دیا جائے۔

پروفیسر طیّب شاہین لودھی کا خط

مکرمی و محترمی مولانا دام ظلکم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بفضل خدا خیریت سے ہوں گے۔

بندہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہما اللہ کی کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی کتابیں قرآن و سنت اور طریقۂ سلف کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس شرک و بدعت کے دور میں شیخین کی کتب کو پھیلانے کی طرف زیادہ دھیان دیا جانا چاہیئے۔

ان کی کچھ کتابوں کا ترجمہ مختلف حلقوں کی طرف سے ہوا ہے۔ اور کچھ حلقے ترجمہ پر کام کر رہے ہیں۔

بندہ نے ارادہ کیا ہے (توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے) کہ شیخ الاسلام کی ایسی کتابوں کے ترجمے کا کام شروع کروں۔ جن کا ابھی تک ترجمہ نہیں ہوا۔ اس کام کے لئے فی الحال میں نے "القواعد النورانیۃ بتحقیق حامد الفقی کا انتخاب کیا ہے خود کو میں نے بے شمار کمزوریوں اور خامیوں کا حامل پاتے ہوئے بھی اس کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا ہے۔

آپ قرآن و سنت کے علاوہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کے افکار و نظریات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ترجمہ کے دوران اگر کچھ علمی مشکلات پیش آئیں تو میں آپ کے سوا کسی اور شخص کو موزوں نہیں پاتا جو میری رہنمائی کر سکے۔

میں آپ کا بے حد ممنونِ احسان ہوں گا اگر آپ اپنے قیمتی لمحات سے کچھ وقت نکال کر میری رہنمائی فرما سکیں۔

اس کے علاوہ اطلاع دیجئے کہ اس کتاب کا ترجمہ پہلے بھی ہوا ہے یا نہیں۔

فقط والسلام مع الاحترام

ناچیز: طیّب : یکم محرّم

مولانا عبدالوحید صاحب بنارسی کا مکتوب اور اس کا جواب

مولانا عبدالوحید صاحب مرحوم سابق امیر مرکزی جمعیّت اہلحدیث ہند اور ناظم مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کا ایک مکتوب ہے، جس میں انہوں نے حضرت الاساتذہؒ سے مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم کی کتاب "اہلحدیث اور سیاست" پر "پیش لفظ" لکھنے کی استدعا کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جواب میں حضرت الاُستاذؒ نے جو مکتوب تحریر فرمایا، اتفاق سے وہ بھی کاغذات سے مل گیا ہے۔ جس میں انہوں نے "پیش لفظ" لکھنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا ہے ——— پتہ نہیں اس کے بعد کیا موانع پیش آئے۔ اثبات میں جواب دینے کے باوجود، محولہ کتاب حضرت الاُستاذؒ کے پیش لفظ کے بغیر ہی چھپی، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خواہش اور کوشش کے باوجود حضرت مولانا گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے پیش لفظ تحریر نہیں فرما سکے۔ بہرحال ان کا مکتوب حسب ذیل ہے۔

مکرمی جناب مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف زیدت عنایاتکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

آج ہم آپ کی خدمت میں ایک اہم گزارش لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ہماری تمناؤں کے مطابق ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ممنون فرمائیں گے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قیمتی اور اہم مضمون ——— "اہلحدیث اور سیاست" ——— کے عنوان سے اخبار "ترجمان" دہلی میں یکم فروری ۶۲ء تا ۱۵ مارچ ۶۳ء شائع ہوا تھا جس میں مرحوم نے جماعت اہلحدیث کی قدر وقیمت گھٹانے والے بعض بدخواہوں کے اس الزام کی پرزور اور مدلل تردید فرمائی تھی کہ ——— جماعت اہلحدیث عرصہ سے سیاست سے کنارہ کش ہو چکی ہے"

یہ مضمون اتنا ضروری اور اہم تھا کہ شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ مرحوم امیر جماعت نے مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم کو اس کی تکمیل کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی تھی اس لئے کہ اس مضمون کی اشاعت سے بہت سے مدعیان جہادِ آزادی کے چہروں سے نقاب الٹ جانے کا اندیشہ تھا اور وہ سرگرم کوششوں میں مصروف تھے کہ یہ مضمون منصۂ شہود پر نہ آسکے اور ان کا بھرم قائم رہے۔

۸ قسطوں کی اشاعت کے بعد حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم نے اخبار میں اس مضمون کی اشاعت روک دی اور اسے کتابی صورت میں ترتیب دینا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی زندگی ہی میں کتاب تکمیل کو پہنچ چکی تھی اگرچہ اس وقت اشاعت پذیر نہ ہوسکی۔

ان کی وفات کے بعد مرکزی دارالعلوم بنارس کے شعبۂ نشر واشاعت کا ارادہ ہوا کہ اس کتاب کو پورے اہتمام کے ساتھ شائع کر دیا جائے، چنانچہ اس پر پیش لفظ لکھنے کی درخواست شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ سے کی گئی اور آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ——— "میں اپنے دوست کی کتاب پر پیش لفظ ضرور لکھوں گا" ——— اسی کے ساتھ آپ نے کتاب سے متعلق کچھ تفصیلات طلب فرمائی تھیں تاکہ انہی کی روشنی میں پیش لفظ لکھا جاسکے لیکن ان تفصیلات کے پہنچنے سے پہلے آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اہل حدیث اور سیاست" کی اشاعت وقت کی بڑی سخت اور اہم ضرورت ہے۔ اس لئے اب اس کے پیش لفظ کے لئے ہماری نگاہ آپ کی طرف اٹھتی ہے۔ اگر آپ ہمیں اس کی منظوری عنایت فرمائیں تو ہم کتاب کی طباعت کا انتظام کرکے اس کی ایک کاپی ارسال خدمت کریں تاکہ کتاب کی روشنی میں پیش لفظ کی ترتیب ہو سکے۔ پیش لفظ آجانے کے بعد اسے شامل کتاب کرکے شائع کیا جائے گا۔ توقع ہے کہ آپ ہماری اس درخواست کو قبول فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

والسلام : عبدالوحید ناظم مرکزی دارالعلوم مدن پُورہ۔ بنارس

مولانا رحمہ اللہ کا جوابی مکتوب

مکرم مولانا عبدالوحید صاحب زید مجدکم — وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

والا نامہ مشرف صدور لایا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ پڑھتے ہی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور دل بھر آیا۔ محبی مولانا نذیر احمد نور اللہ مرقدہ اور مخدومنا مولانا محمد اسمٰعیل قدس اللہ روحہ کی یاد کے زخم پھر تازہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت! یہ عاجز تو ان بزرگوں اور دوستوں کی نسبت کسی لائق ہی نہیں أین الثری من الثریا ——— !

تاہم جیسا کچھ بھی ہوں، حاضر ہوں یہاں نہ وہ وسعت علم نہ وہ فکر کی گہرائی۔ نہ وہ قلم کی روانی، نہ تخیل کی فراوانی جو دونوں مرحومین میں تھی ہائے (کیا انقلابات ہیں زمانے کے۔ وہ مضامین اس نالائق نے بھی پڑھے تھے وہ بڑی ضرورت کی شئے ہے۔ اس کو جلد از جلد طبع ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمت ذرا تیزی سے فرمایئے احقر کو جب بھی ارشاد ہوگا تعمیل سے عذر نہ ہوگا ورنہ یہاں تو اب بالکل گوشہ گیری ہے۔

بس اپنے ذوق کی مصروفیت میں گم رہتا ہوں و بس ؎

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالبؔ کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دُنیا جل گیا

اللہ تعالیٰ مرکزی دارالعلوم کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور ہم سب کو اخلاص اور اس راہ میں جہد مسلسل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ سب بزرگوں اور دوستوں کی خدمات میں نام بنام سلام۔

محمد عطاء اللہ حنیف

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ ۸ جون ۱۹۶۹م

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عبد السّمیع (ندوۃ العلماء) کا خط

ایک خط مولانا محمد عبدالسمیع ناظر شعبہ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ کی کتاب "سیرت سیّد احمد شہید" جلد دوم کی طباعت میں بھی حضرت الاستاذ کی معاونت شامل رہی ہے۔

مُحترم گرامی زید لطفکم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عرصہ کے بعد یہ عریضہ ایک ضرورت سے ارسال ہے۔ والدہ کے سانحہ ارتحال کی وجہ سے کراچی سے واپس ہوتے ہوئے آپ سے نہ مل سکا، اس کی معذرت اگر اب تک نہیں پیش کی تو اب پیش ہے۔

چودھری بشیر صاحب نے حضرت الاُستاذ مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب کی کتاب "سیرۃ سیّد احمد شہید" جلد دوم شیخ محمد اشرف صاحب کے پریس میں چھپنے کے لیئے دی تھی۔ میں نے اپنی موجودگی میں کچھ پروف بھی دیکھے تھے۔ انتظار تھا کہ حاجی متین صاحب کاغذ خرید دیں تو طباعت شروع ہو لیکن ایک سال ہوگیا، کتاب اب تک طبع ہوکر نہیں آئی۔ اس کے علاوہ چودھری صاحب موصوف کو متعدّد خطوط لکھے گئے، انہوں نے نہ مجھ کو جواب دیا اور نہ حضرت مولانا زید مجدہ کو جواب دیا۔ حضرت مولانا اس تاخیر و تعویق کی وجہ سے سخت متردّد اور پریشان ہیں۔ مجھ سے اُنہوں نے کل فرمایا کہ تم پھر لاہور جاؤ اور اپنے سامنے چھپواؤ۔ میں نے یہ سوچا کہ پہلے آپ کی وساطت سے معلوم کر لُوں کہ کیا صورت ہے؟ زحمت فرما کر ابھی شیخ محمد اشرف صاحب کو فون کر دیجئے کہ کتاب چھپی یا نہیں، اگر نہیں چھپی تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ چودھری بشیر صاحب کہیں چلتے پھرتے مل جائیں تو ان سے بھی تذکرہ فرما دیں۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ ندوۃ العلماء کے کتب خانے سے کچھ چیزیں نقل کرانا چاہتے تھے پورے حوالہ کے ساتھ مجھے لکھ دیں تاکہ آپ کا یہ کام اگر میرا آنا ہو ہی جائے تو ساتھ لیتا آؤں۔ والسّلام

محمد عبدالسّمیع ۔ ۱۰ ذی الحجہ ۳۸۹ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظوم
خراجِ عقیدت

وُہ جو شاعری کا سبب ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعاتِ تاریخ وفات

علامہ حنیف عطاء اللہ بھوجیانی جنت میں جا بسے ہیں چھوڑا جہانِ فانی
پوچھا جو سالِ رحلت بولا سروشِ غیبی "استادِ بھوجیانی ابنِ حجرؒ کے ثانی"
۱۴۰۸ھ

وہ ناقدِ محقق، بحرِ علومِ سُنّت تھی جن کے دم قدم سے قائم سلف کی عظمت
آخر ہوئے ہیں وہ بھی اب رہ سپارِ جنت ہاتف نے کہہ دیا ہے سالِ وفات "حضرت"
۱۴۰۸ھ

حکیم محمد یحییٰ خاں شفاؔ خانپوری غفر اللہ لہٗ و رحمہٗ
راولپنڈی

(حکیم محمد یحییٰ خاں شفاؔ بھی مئی ۱۹۹۲ء میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) ادارہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ نعیم الحق نعیمؒ
گوجرانوالہ

م ۳۰ جنوری ۱۹۹۹ء
۱۲ شوال ۱۴۱۹ھ

قیسِ علم

دُنیا سے اُٹھ گیا وہ خوش ادا فقیر
جس کی نظر میں دولتِ دُنیا رہی حقیر
اسلاف کی حیات کا اِک زندہ عکس تھا
اِک دُنیا اس کی ذات سے ہوتی تھی مستنیر
ظاہر کو دیکھیے تو وہ اِک عام شخص تھا
باطن میں جھانکیے تو وہ اِک عالِم کبیر

◎

گرچہ فقیر تھا وہ غریبُ الدیار تھا
لیکن علومِ دین کا سرمایہ دار تھا
نوابؒ[1]، ابنِ تیمیہؒ، حافظؒ[2] تھے جس میں مست
اس میکدے کا ایک وہ بھی میگسار تھا
ادنیٰ بھی اپنے آپ کو اعلیٰ کرے خیال
اس کے مزاج و طبع میں وہ انکسار تھا

◎

جب تھا نفاق رسم، تکلّف رواج بھی
وہ پیکرِ خلوص تھا، سادہ مزاج بھی
سرکار میں جو مِلتی نمائندگی اسے
کردار سے وہ رکھتا تھا مسلک کی لاج بھی
رکھتا تھا زندگی کے حقائق پہ بھی نظر
ہر سنگ کا حریف تھا اس کا زجاج بھی

◎

[1] نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی رحمۃ اللہ علیہ [2] حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا اگر سفر پہ تو اس کا تھا یہ طریق — رکھتا تھا اپنے ساتھ ہمیشہ کوئی رفیق
یعنی کوئی کتاب اُٹھاتا ضرور ساتھ — اس کے مطالعہ ہی میں رہتا تھا پھر غریق
اُستاد کے لئے وہ توقیر سر بسر — شاگرد کے لئے تھا وہ بے انتہا شفیق

◎

دُنیا کے مکتبوں میں وہ پھرتا تھا کُو بکُو — رکھتی تھی بے قرار کتابوں کی جستجُو
وہ طالبانِ علم کا کردار ساز تھا — علم و عمل کے چاک کو کرتا رہا رفو
شوقِ کتاب اس کو عبادت سے کم نہ تھا — اس کی یہی نماز تھی اس کا یہی وضو

◎

حاصل تھی اس کے دل کو غنائے سکندری — پیدا تھی اس کی ذات میں یُوں شانِ دلبری
فتنوں سے بچ بچا کے گزاری تمام عُمر — طبعِ سلیم کرتی رہی اس کی رہبری
دیکھے ہیں یُوں تو کتنے ہی دُنیا میں اہلِ علم — اُس سی نظر نہ آئی مگر علم پروری

◎

نخوت سے اس کا خالی تھا دل بھی دماغ بھی — پُر تھا مئے حجازی سے اُس کا ایاغ بھی
پڑھنے، پڑھانے، لکھنے، لکھانے کے کام میں — مشغول ہی وہ رہتا تھا وقتِ فراغ بھی
اپنے پرائے سب نے کیا اُس سے کسبِ فیض — تھا شمعِ بزم، راہ گزر کا چراغ بھی

◎

جس دَور میں سب غمِ دَوراں لئے ہُوئے — تنہا وہ شخص تھا غمِ جاناں لئے ہوئے
لوگوں کو پاسِ وضع کا ہر دم خیال تھا — اور قیسِ علم چاک گریباں لئے ہوئے

دُنیا سے جاتے وقت بھی دیکھا اُسے نعیمؔ
دِل میں تھا نشرِ علم کا طوفاں لئے ہوئے

٦

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالمنان نورپوری
جامعہ محمدیہ۔ گوجرانوالہ

الإمام الفوجياني

١۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَنْزَلَ الْهُدَى السُّنَنَا … عَلَى رَسُولٍ لَنَا فَنَرْتَقِي الْقُنَنَا

٢۔ بِهَا وَقُرْآنَنَا قَدْ اَنْزَلَ اللهُ عِنْـ … ـدَنَا وَقَانَا بِهِ الشُّرُوْرَ وَالْفِتَنَا

٣۔ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى رَسُوْلِنَا قَدْ هَدَى … وَآلِهِ وَالصَّحَابَةِ بُلُوْا مِحَنَا

٤۔ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ وَمَنْ قَفَا اَثَرَهُمْ … بِالْحُسْنِ وَالْخَيْرِ مَا قَاسُوْا بِذَا مِهَنَا

اسمه ومولده

٥۔ شَيْخِيْ اَبُو الطَّيِّبِ عَطَاءُ رَبٍّ لَنَا … فَذَا حَنِيْفٌ جَلَا اَسْدَى لَهُ مِنَنَا

٦۔ رَبٌّ لَنَا ذُو الْعُلَى وَشَيْخُنَا ابْنٌ لِصَدْ … رِ الدِّيْنِ حِبِّيْ حُسَيْنٌ فَالْمِيَانِ حَنَا

٧۔ تَوَلَّدَ الشَّيْخُ لِيْ بِقَرْيَةٍ قَدْ دَعَوْ … هَا فُوْجِيَانَ الْاَمْرُ تَسَرْ بِهِنْدٍ عَنَا

٨۔ فِيْ عَامِ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ الَّذِيْ قَدْ يَكُوْ … نُ بَعْدَ اَلْفٍ اَخِيْ فَابْعُدْ لَنَا شَجَنَا

٩۔ وَاجْمَعْ ثَلَاثَ فِيْ ذِهِ مِنْ مُهَا … جِرِ النَّبِيِّ الَّذِيْ قَدْ اُحْظِيَ الْمِنَنَا

تحصيله وشيوخه

١٠۔ شُيُوْخُهُ عِنْدَنَا عَبْدُ الْكَرِيْمِ الْفِجَا … بِيُّ الَّذِيْ اَقْرَأَ الْقُرْآنَ وَالسُّنَنَا

١١۔ فَيْضُ الْاِلٰهِ الْعَظِيْمِ وَابْنُهُ فَاسْمُهُ … عَبْدٌ لَرَحْمَانِنَا كِلَاهُمَا قَطَنَا

١٢۔ بِالْفُوْجِيَا فَاَمَانُ اللهِ مِنْ اَهْلِهَا … قَدْ عَلَّمَ الْفَارِسِيَّةَ الْوَلِيْدَ هُنَا

١٣۔ قَدْ سَافَرَ الشَّيْخُ لِيْ اِذْ كَانَ عُمْرٌ لَهُ … ثَلَاثَ عَشْرَةَ فِي الْاَرْبَعِ لَقَدْ طَعَنَا

١٤۔ دِهْلِيْ مَحَطٌّ لِرَحْلِهِ تَلَقَّى الْعُلُوْ … مَ مِنْ رِجَالٍ لَهَا قَلْبًا لَهُ شَحَنَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٥ـ مِنْهُمْ فَعَبْدٌ لِجَبَّارٍ عَلا جَيْفُرِيْ   يْ كَيْنَلاوِيْ بِهِ انْتَهَتْ اَسَانِدُنَا
١٦ـ وَشَرْفُ دِيْنٍ اَبُوْ سَعِيْدِ نِ الدَّهْلَوِيْ   مُحَدِّثٌ ذُوْ عَلًى قَدْ اَعْلَنَ السُّنَنَا
١٧ـ فَجَاءَ شَيْخٌ لَنَا بَنْجَابَ ثَمَّ التَّقِيْ   بِذِي الْمَعَالِيْ عَطَاءِ اللهِ لَكُوِيْنَا
١٨ـ نَحْوِيُّنَا سِيْبَوَيْهِ عِنْدَنَا فَارْتَقِيْ   مَنَازِلاً لِّلتُّقَى بِالْحِلْمِ صَاحِبَنَا
١٩ـ فَجَاءَ شَيْخٌ لَنَا كُوْجَرُوَالا فَالْتَقِيْ   هُنَالِكُمْ بِالْمُحَدِّثِ الْعَظِيْمِ دَنَا
٢٠ـ مِنَ الْفَقِيْهِ الْاُصُوْلِيِّ الْاِمَامِ الْمُفَسْـ   ـسِرِ الْكَثِيْرِ التُّقَى فَالْكُوْدَ لاوِيْنَا
٢١ـ قَدِ اسْتَجَازَ الْحَنِيْفُ مِنْهُ لاغَرْوَلِيْ   فَاِنَّهُ اَهْلُهَا اَقْرَرْتُ ذَا عَلَنَا
٢٢ـ وَمِنْ شُيُوْخٍ لَهُ اَبُوْ تُرَابٍ مُحَمْـ   ـمَدٌ فَعَبْدٌ لِتَوَّابٍ لَقَدْ سَكَنَا
٢٣ـ مُلْتَانَ حِبِّيْ اَجَازَهُ بِاَنْ يَرْوِيَا   دَفَاتِرَ الْعِلْمِ عَنْهُ يَرْوِيَ السُّنَنَا
٢٤ـ تَخَرَّجَ الشَّيْخُ لِيْ تَمَكَّنَ التَّدْرِسَهْ   فَعَادَ لِلْمَوْطِنِ الْكَرِيْمِ بِالْفُجَنَا

تلامیذہ

٢٥ـ وَمِنْ تَلامِيْذِهِ اِسْحَاقُ شَيْخُ الْحَدِيْـ   ـثِ جَاءَ بِالْغَزْنَوِيَّةِ بِهَا عَدَنَا
٢٦ـ عُمْرًا لَهُ قَدْ قَضَى بِهَا ثِمَارًا لِنَشْـ   ـرِ سُنَّةٍ عِلْمِهَا بِهَا اَخِيْ فَجَنَى
٢٧ـ مِنْهُمْ اَبُوْ قَاسِمٍ مُحَمَّدٌ بِالْحَدِيْـ   ـثِ عَالِمٌ حَافِظٌ مَوَدَّةٌ لَقَنَا
٢٨ـ اِسْحَاقُنَا مِنْهُمُوْ بَتِّيُّنَا كَاتِبٌ   غَدَا مُدِيْرَ اعْتِصَامِنَا اَخِيْ زَمَنَا
٢٩ـ اِدَارَةٌ لِلثَّقَافَةِ بِلاهَوْرَ هُوْ   مُبَاحِثٌ كَامِلٌ بِهَا شَذَا فَطِنَا
٣٠ـ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ اَضْحَى مُحَا   ضِرًا بِلاهَوْرَ فِيْ اِدَارَةٍ لَقِنَا
٣١ـ مِنْهُمْ اَخِيْ مُعِيْنُ الدِّيْنِ لَكُوِيُّنَا   لَنَا اَمِيْرٌ هَدَى لَنَا فَلَقَّنَنَا
٣٢ـ مِنْهُمْ شَقِيْقٌ لَهُ مُحْيِي لِّدِيْنٍ غَدَا   وَلِيُّنَا كَانَ يُرْشِدُ الَّذِيْ شَطَنَا
٣٣ـ مُحَمَّدُ ابْنُ لاِسْمَاعِيْلَ شَيْخٌ لَنَا   مُحَدِّثٍ عِنْدَنَا مَازَالَ يَخْطُبُنَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٣٤ـ مِنْهُمْ اَبُوْبَكْرِ نِ الْغَزْنِيُّ حِبِّيْ وَصَا — دِقٌ خَلِيْلٌ لَّنَا مُحَدِّثٌ حَصُنَا

٣٥ـ وَالشَّيْخُ يَعْقُوْبُنَا مُحَدِّثُ الْجَامِعَةْ — فِيْ جِهْلَمٍ اِنَّهٗ اَضْحٰى مُحَدِّثَنَا

٣٦ـ مِنْ قَبْلِ هٰذَا بِاُوْدَاوَالِنَا مِنْهُمُوْ — عَبْدُ الصَّمَدْ عِنْدَ مَامُوْ كَانَجَنْ قَطَنَا

٣٧ـ مِنْهُمْ سُلَيْمَانُ وَالِدٌ لِّعَبْدِ لِّقَيْـــ — ـــيُوْمٍ خَطِيْبٌ بِمِصْرِيْ شَاهِ لاهُرِنَا

٣٨ـ وَفَضْلُ رَحْمَانِنَا صَدْرٌ لِّلدَّعْوَةِ السْـــ — ـــسَلَفِيَّةِ الْاَزْهَرِيْ مَازَالَ يَخْطُبُنَا

٣٩ـ بِالْمَسْجِدِ الْجَامِعِ الَّذِيْ يُسَمّٰى مُبَا — رَكًا بِلاهَوْرَ بَعْدَ شَيْخِهٖ طَنَنَا

٤٠ـ وَمِنْهُمُوْ جَانْبَازٌ شَارِحٌ لِلسُّنَنْ — لِابْنِ لِمَاجَهْ فَمُنْجِزٌ لِحَاجَتِنَا

٤١ـ مِنْ شَرْحِهٖ لِلسُّنَنْ وَمِنْهُمُوْ اَحْمَدٌ — فَالشَّاكِرُ الصَّادِقُ الْاَمِيْنُ تَاجِرُنَا

٤٢ـ اِبْنٌ لِّشَيْخٍ لَّنَا مَازَالَ اُسْتَاذُنَا — اِذْ كَانَ فِيْ جَامِعِ اسْمَاعِيْلَ مُمْتَحِنَا

٤٣ـ يُوَجِّهُ الطَّالِبِيْنَ نَحْوَ اَنْ يَّحْفَظُوْا — مِنْ كُلِّ عِلْمٍ وَّفَنٍّ نَافِقٍ مَتْنَا

٤٤ـ وَيُتْقِنُوْا رَسْمَ خَطٍّ بِالْبَنَانِ السَّوِيْ — يِ اِذْ اَخِيْ مِنْهُمَا فَلامَفَرَّ لَنَا

٤٥ـ قَدْ شَرَّفَ الشَّيْخُ لِيْ بِاَنْ اَجَازَ الْعَدِيْـــ — ـــدَ مِنْ رِّجَالِ الْعُلُوْمِ اَجْرَ ذَا فَقَنٰى

٤٦ـ مِنْهُمْ عَلِيٌّ حَسَنْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ الْعَلَمْ — شَامِيُّنَا اِذْ بِحَلْبَ كَانَ قَدْ قَطَنَا

٤٧ـ دُكْتُوْرُنَا رَاشِدٌ مُّسَاعِدٌ مِّنْهُمُوْ — اِلٰى سَبِيْلِ الرَّسُوْلِ الْحَقِّ اَرْشَدَنَا

٤٨ـ دُكْتُوْرُنَا عَاصِمٌ مُحَدِّثٌ مِنْهُمُوْ — فَيْشُرِبُ حِبٌّ فِيْهَا يَخْدِمُ السُّنَنَا

تصنيفاته وتحقيقاته

٤٩ـ قَدْصَنَّفَ الشَّيْخُ لِيْ دَفَاتِرَ الْعِلْمِ يَا — اَخِيْ وَقَدْ حَقَّقَ الْاَسْفَارَ صَاحِ لَنَا

٥٠ـ وَاَنْشَرَ السُّنَّةَ الْعُظْمٰى بِدَارٍ لَّهٗ — وَالْمَكْتَبَةُ كُلُّ هٰذِهٖ يُفَرِّحُنَا

٥١ـ حَتّٰى عَلٰى عِدَّةٍ مِّنَ التَّصَانِيْفِ يَا — حِبِّيْ فَلا تَعْجَبُوْا اِذْ كَانَ يَمْنَحُنَا

٥٢ـ وَيَقْرُبُ الْاَرْبَعِيْنَ كُلُّ ذَا وَاسْتَزِدْ — مَا قَدْ قَنٰى شَيْخُنَا دَفَاتِرًا فَجَنٰى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٥٣۔ مِنْهَا تَعَالِيْقُ لِلصُّغْرٰى مِنَ الْمُجْتَبٰى   سَلَفِيَّةٌ كَوْنُهَا اَهَمَّ قَدْ عَلَّنَا

٥٤۔ وَالاِكْتِفَا يَا اَخِيْ تَفَاسِرُ الاِسْتِوَا   لِرَبِّنَا قَدْ اَتٰى بِالْعِلْمِ حَيَّرَنَا

٥٥۔ مِنْهَا تَحَاقِيْقُ تَنْقِيْحِ الرُّوَاةِ الثِّقَا   تِ وَالضِّعَافِ الَّذِيْنَ قَدْ رَوَوْا سُنَنَا

ثناء أهل العلم عليه

٥٦۔ اَثْنٰى عَلٰى شَيْخِنَا مِنْ اَهْلِ عِلْمٍ كَثِيْـ   ـرٌ مِنْهُمُوْ عَالِمُوْ دِيَارِنَا فَطِنَا

٥٧۔ وَعَالِمُوْ عَرَبٍ حَمَّادُنَا بِالْمَدِيْـ   ـنَةِ اَخِيْ بِالتُّقٰى وَالْعِلْمِ قَدْ قَطَنَا

٥٨۔ اَمَانُنَا عَالِمٌ دُكْتُوْرُنَا قَدْ ثَوٰى   بِبَلْدِنَا مُدَّةً مَّا دَامَ يُرْشِدُنَا

www.KitaboSunnat.com

وفاته

٥٩۔ تُوُفِّيَ الشَّيْخُ لِيْ عَامَ الثَّمَانِ الْحَزَنْ   فَاَرْبَعٍ بَعْدَ اَلْفٍ صَاحِ فَارَقَنَا

٦٠۔ صَلّٰى عَلَيْهِ الرِّجَالُ خَلْفَ شَيْخٍ لَّنَا   يَحْيٰى لَهُ اسْمٌ اَخِيْ مَازَالَ يُبْلِغُنَا

٦١۔ دِيْنًا لَّنَا مِيْرَ مُحَمَّدِيَّنَا قَدْ بَنٰى   اِصْلاحَنَا مَرْكَزًا ضَخْمًا لِّيَهْدِيَنَا

٦٢۔ سَمَّاهُ بِاسْمٍ لِّغَزْوَةٍ هِيَ الْبَدْرُ لا   تَعْجَبْ بَدَا الْبَدْرُ عِنْدِيْ عَقْبَ دَعْوَتِنَا

٦٣۔ قَدْ اُقْبِرَ الشَّيْخُ لِيْ مُحَدِّثًا عَالِيًا   فَشَارِحًا مُتْقِنًا بِتُرْبِ لاهُوْرِنَا

٦٤۔ فَارْحَمْ حَنِيْفًا اِلٰهِيْ رَحْمَةً جَمَّةً   تَتْرٰى فَاَدْخِلْهُ رَبِّيْ فِيْ فَرَادِسِنَا

٢٩/٣/١٤٢١هـ

ابن عبدالحق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم علیم ناصری
لاہور

حَامِلِ خُذْ مَا صَفَا عَامِلِ دَعْ مَا كَدَرْ

علم و عمل کی متاع دولتِ مردانِ حق	راہبرانِ جہاں راہ نوردانِ حق
مُحسنِ نوعِ بشر بادیہ گردانِ حق	مخزنِ فکر و نظر ہیں یہی فردانِ حق
ان کے نقوشِ قدم منزلِ حق کے منار
دہر میں ایوانِ حق ان سے ہُوئے استوار

ان کے مقاصد جلیل ان کے مکارم حمید	ان کی شبوں کے چراغ نُورِ سحر کی نوید
جذب و جنوں کے قتیل صدق و صفا کے شہید	قلب و نظر راست رو قول و تخیل سدید
اُن کا وقار آج بھی دہر کے سینوں میں ہے
اُن کے قلم کی صریر اب بھی سفینوں میں ہے

تھا انہی ابرار میں وہ مرا شیخ حنیفؒ	اکرم و ابن کریم اشرف و ابن شریف
صاحبِ قلبِ قوی گو کہ تھا پیکر ضعیف	فکر و تحقیق عمیق ذوق و تخیل لطیف
مشغلہ جس کا رہا مدتوں خواند و نوشت
جس نے ہمیشہ کیا تجزیہ خوب و زشت

جس کی زباں پر رہے وحی خُدا کے اصول	زیرِ قلم تھی مدام شرحِ حدیثِ رسولؐ
جس کی شبوں کا قیام موردِ حُسنِ قبُول	جس کے دنوں کا خرام حکمتِ حق کا اصول
اس کے خزانوں میں تھی علم کی خیرِ کثیر
پھر بھی کہا تو یہی صاحبو اِنّی فقیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر و قناعت شعار سادہ خور و سادہ نوش — سادہ منش سادہ رُو سادہ بیاں سادہ پوش
خوش نظر و خوش خیال کم سخن و بے خروش — زندہ دِل و سیر چشم خندہ جبیں سخت کوش
اس کی نگاہوں میں تھی شوکتِ عہدِ سلف
دَورِ صحابہؓ کی شان عہدِ نبی کا شرف

اس کی تمناؤں کا مظہر و آئینہ دار — ایک ادارہ[1] کہ ہے محکم و مصروف کار
جس کی بنا کے لئے اس نے کئے ہیں نثار — اپنا تن و مال و جان محنتِ لیل و نہار
دعوتِ سلفیہ کا مرکزِ عرفاں ہے یہ
سُنّت و قرآن کا ایک دبستاں ہے یہ

دانش و بُرہان کا یہ چمن بار وَر — گلشنِ گلہائے تر مخزنِ لعل و گہر
بقعۂ فکر و نظر ندوۂ سمع و بصر — خانۂ فرہنگِ دیں دفترِ علم و خبر
طالبِ دانش کا ہے مکتبہ بے مثال
تشنہ لبوں کے لئے چشمۂ آبِ زلال

اور ادارے کا ہے ترجماں الاعتصام — ایک جریدہ کہ ہے دینِ ہُدیٰ کا پیام
بزمِ صحافت میں ہے اس کا محیط دوام — عظمتِ اُمّ الکتاب سُنّتِ خیرُ الانام
اس کا ہے ایک ایک حرف مشعلِ راہِ ہدیٰ
اس کی ہے ایک ایک سطر صُورتِ بانگِ درا

شیخِ مکرّم پہ ہو رحمتِ ربّ کریم — رُوحِ منزّہ رہے موردِ لُطفِ عمیم
مستقر اس کا بنے روضۂ خلدِ نعیم — ہے یہی اجرِ جزیل، ہے یہی فوزِ عظیم
قافلہ اس کا رہے شوق سے گرمِ سفر
حَامِلِ خُذْ مَا صَفَا عَامِلِ دَعْ مَا کَدَر

◎

[1] ادارہ دار الدعوۃ السلفیۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعہ ہائے تاریخ وفات

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر

(نتیجۂ کاوش: فیض لدھیانوی لاہور)

(۱)

حنیفِ نیک نام بھی جہاں سے کوچ کر گئے　　جو دین کے بلاغ میں رہے ہمیشہ مستقل
سوال فیضؔ نے کیا کہ اُن کا سالِ غم ہے کیا　　جواب چرخ سے ملا "مبلّغ فراخ دل"
۱۹۸۷ء

(۲)

چل بسے ہیں چھوڑ کر یہ جہانِ بے ثبات　　باعمل حنیف جی، واقفِ بلند و پست
شش جہت میں دھوم تھی آپ کے علوم کی　　فیضؔ سالِ مرگ ہے "عالمِ خدا پرست"
۱۴۰۸ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم علیم ناصری
لاہور

مفتاحِ قرآن وحدیث

(۱)

شاد باد اے قاریِ شیریں زباں — لحنِ داؤدی میں ہو رطبُ اللّساں
ہاں سُنا کچھ آیتیں قرآن کی — کر تلاوت سُورۂ رحمان کی
میرے قلب وچشم و جاں کو پاک کر — وحیِ حق سے صاحبِ ادراک کر
دیکھ ابھی نُورِ سحر پھُوٹا نہیں — رات کا جادو ابھی ٹوٹا نہیں
ہو رہے ہیں گو ستارے نرم تاب — حجلۂ مشرق میں ڈوبا ماہتاب
گنبدِ مینا میں ہے مسحُور کُن — رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کی دُھن
دیکھ اجرامِ فلک کا کارواں — بے خروش وبے نیازِ این و آں
جانبِ منزل ہے سرگرم سفر — کون جانے کیا ہے اس کا مُستقر
ٹوٹ کر شیطان پر لپکا شہاب — چرخ نیلی فام کا اُترا نقاب
لحنِ قاری نغمہ بکھرانے لگا — ایک عالم وجد میں آنے لگا
چپکے چپکے ظُلمتیں چھٹنے لگیں — چلتی پھرتی بدلیاں پھٹنے لگیں
ہلکی ہلکی روشنی چھننے لگی — نُور کی بانات سی تننے لگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفتہ رفتہ ہو گئی گم کہکشاں ہو گیا تاروں سے خالی آسماں
مرحبا انوارِ قرآنِ مبیں ہو گئی پُر نور مشرق کی جبیں
صحنِ مسجد سے اُٹھی بانگ اذاں جس نے توڑا جادوئے خوابِ گراں
خوابگاہوں سے اُٹھے اہلِ نیاز جانبِ مسجد چلے بہرِ نماز
چہچہائے آشیانوں میں طیور شاخساروں میں جمی بزمِ سرور
درگہِ حق میں جھکے نخل و شجر بن گئے میدانِ ھُو کوہ و کمر
ہوگئے تسبیح خواں سرو و چنار گر گئے سجدے میں کھیت اور مرغزار
میں بھی اُس مسجد میں تھا گوشہ نشیں محوِ تسبیحات ربّ العالمیں
ناگہاں محراب پر اُٹھی نظر جس میں اک بیٹھا تھا سادہ سا بشر
بے خودی میں مست سا خاموش سا ایک دیہاتی سا کھدّر پوش سا
سیدھی سادی سر پہ اک دستار تھی آنکھ کچھ سوئی سی کچھ بیدار سی
تھا عجب یہ بندۂ ربّ ودود محوِ تسبیح و مناجات و درود
گو قد و ملبوس انجانا سا تھا ناک نقشہ جانا پہچانا سا تھا

شوق سا پیدا ہوا دیدار کا
میں بڑھا آگے تو واں کچھ بھی نہ تھا

(۲)

جمعہ کے خطبے کی ساعت تھی قریب بر سرِ منبر فروکش تھا خطیب
ختم کی جونہی مؤذّن نے اذاں اُٹھ کے منبر پر ہوا رطب اللّساں
میں نے یہ سمجھا کہ لذّت آئے گی بھیرویں کی لَے سُنائی جائے گی
واں کوئی سُر تال کا سرگم نہ تھا کوئی موسیقی کا زیر و بم نہ تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھیمی دھیمی سی تلاوت کا سُرور
نطق میں تھا اک حلاوت کا سُرور

نرم تر لہجے میں تبیانِ شگرف
دلنواز و دلپذیر ایک ایک حرف

ہر بیاں گویا سلاست کا امیں
ایک اک جملہ بلاغت آفریں

پختہ و شائستہ و محکم دلیل
بے خروش و بے غل و غش قال و قیل

گفتگو سب پر اثر کرتی ہُوئی
بات اک اک دل میں گھر کرتی ہوئی

وحیِ حق ہوتی ہُوئی یوں آشکار
پڑ رہی ہو جیسے کلیوں پر پھوار

جلوہ افگن ایسے انوارِ سُنن
جیسے خورشیدِ درخشاں کی کرن

مثبت اندازِ سخن توحید پر
وعظِ احسن شرک کی تردید پر

نے کسی پر طنز یا تضحیک و لعن
نے کسی پر بے سر و پا ہجو و طعن

خود ستائی و خود آرائی نہ تھی
بے محابا غوغا پیرائی نہ تھی

نے زباں پر فحش کی آلودگی
نے زباں میں سفلگی، بے ہودگی

گھن گرج تقریر میں منہ میں نہ کف
دیدہ و دل میں جلالِ "لَا تَخَفْ"

قلب و جاں غیظ و غضب میں بھی کظیم
حاسدوں پر بھی ہمہ پہلو رحیم

وعظ و تقریر و خطابت سر بسر
ترجمانِ اُسوۂ خیر البشرؐ

دُور تک بیٹھا ہُوا جمِ غفیر
ساکت و صامت، عقیدت کا اسیر

ہو چکا خُطبہ، ہوئی قائم نماز
ہو گئے صف بستہ محمود و ایاز

ایک اِک آیت میں وہ عجز و خشوع
وہ انابت، وہ تذلل وہ خضوع

وہ قراءت وہ قیام اور وہ قعود
وہ حضور اور وہ رکوع اور وہ سجود

ہو گئی یوں ہی نمازِ آخر تمام
جملہ اہل اللہ کو پہنچا سلام

جانبِ محراب لوگ آنے لگے
اپنے اپنے مسئلے لانے لگے

جم گئی اِک بزمِ مردانِ حنیفؒ
جانِ محفل تھا شریف ابن شریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ادھر وارفتگی میں کھو گیا
سارا منظر پھر سے غائب ہو گیا

(۳)

اک کتابوں کی پرانی سی دکاں
گرد سی اوڑھے ہوئے الماریاں
فرش پر اکثر ورق پھیلے سے تھے
بوریاں سی تھیں تو کچھ تھیلے سے تھے
جن میں تھیں پارینہ مطبوعات بھی
نادر و نایاب مخطوطات بھی
پھر وہی دلدادۂ علم و ہنر
تھا یہاں جویائے یاقوت و گہر
معرفت کے بے ستوں کا کوہکن
آرزوئے شیر میں تھا تیشہ زن
نقرہ و زر خاک سے چنتا ہوا
اپنی دھن میں مست سر دھنتا ہوا
حسب منشا بھر کے دامانِ مراد
بن کے اپنی سلطنت کا کیقباد
اپنے حجرے کی طرف جاتا ہوا
اپنی دُر یابی پہ اتراتا ہوا
اپنی دھن میں جیسے دیوانہ چلے
جس طرح چیونٹی لیے دانہ چلے
لے کے اپنے پیٹ میں پھولوں کا رس
جیسے چھتے کی طرف لوٹے مگس
اس کی چاندی اور سونا بھی کتاب
اوڑھنا بھی اور بچھونا بھی کتاب
اس کا حجرہ تھا کتابوں کا محل
ہر طرف تھے علم کے پھول اور پھل
ڈھیر اِدھر قرآں کی تفسیر کے
تذکرے توحید کی تنویر کے
اُس طرف شرحِ احادیث و سنن
نسخہ ہائے نو ، طباعاتِ کہن
یہ سوانح ، یہ وقائع ، یہ سیَر
یہ ادب ، یہ شعر ، وہ نقد و نظر
بعض کی تجلید کروائی ہوئی
بعض کی بس پشت سلوائی ہوئی
کچھ بڑی تقطیع کے نسخے قدیم
کچھ معانی کی کتب ہائے ضخیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نگارشہائے اربابِ نظر — علم و عرفاں کے یواقیت و گہر
نابغہ ہائے زماں کا علم و فن — صورتِ دریا کتب میں موجزن
کون یہ مستغنیٔ نام و نمود — کر رہا تھا جمع دیں کے تار و پود
میں نے پہچانا شریف ابنِ شریف — یعنی مولانا عطاء اللہ حنیفؒ
اُس کی خلوت ذکرِ قرطاس و قلم — اُس کی جلوت درسِ اسرار و حِکَم
گاہ تسبیحاتِ حق "حِینَ تقوم" — آخرِ شب وقتِ ادبارِ نجوم
گاہ فکر افروزیٔ تدوینِ فن — گاہ توضیحِ احادیث و سُنن
ہر گھڑی مستغرقِ خواند و نوشت — محوِ کارِ امتیازِ خوب و زشت

دِلرُبائی محفلِ احباب میں
خُوش نوائی بزمِ شیخ و شاب میں

(۴)

شیخ کے علم و عمل کے راستے — مختلف اطراف میں ہموار تھے
اس کی پاکیزہ صحافت کا مقام — پُختہ تر ہے صُورتِ "الاعتصام"
یادگار اس کی ہے ماہانہ "رحیق" — مظہرِ عہدِ جدید عہدِ عتیق
اس کی تحریروں کی بوقلمونیاں — ان جرائد میں ہیں مثلِ خوں رواں
از زمانِ مُصطفٰی تا ایں زماں — مسئلہ ہائے مکان و لامکاں
عظمتِ توحید کا ذکرِ جمیل — حمد و تمجیدِ خداوندِ جلیل
سیرت و تعلیمِ ختم المرسلینؐ — اہلِ حق کو دعوتِ احیائے دیں
ترجمانی مسلکِ اسلاف کی — خدمتِ دینِ متیں اخلاف کی
غازیوں کے کارناموں کا بیاں — سرفروشوں کی مُبارک داستاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ قبلہ کو صلائے اتحاد — آرزوئے امن و توبیخ فساد
اُس کی دُنیا رزقِ طیّب کی سبیل — اُس کا داتا قادر و نعم الوکیل
بے نیازِ شوقِ نفع و خوفِ خُسر — اک توکل درمیانِ عُسر و یُسر
مال مستوں، تاناشاہوں سے حذر — کج نگاہوں کج کلاہوں سے حذر
پاک طینت پاک خُو پاک آرزُو — اہلِ دل اہلِ نظر کی آبرُو
صالحانِ دیں سے میل و ارتباط — صحبتِ اہلِ صفا وجہِ نشاط
دیکھنے میں ایک جسمِ ناتواں — جذبِ ایماں سے توانا قلب و جاں
مکر و تزویر و تکبّر سے نفور — عُجب و اِکراہ و تحکّم سے نفور
علم و حلم و فقر اس کا افتخار — خُود نمائی عیب جوئی سے فرار
مردِ دانا مردِ بینا مردِ حق — اِک نشانِ عالمانِ ماسبق
دوست کا تھا دوست باصدق وصفا — ہاں مگر دشمن کا وہ دشمن نہ تھا
بُغض و حُبّ اللہ ہی کے واسطے — سارے رشتے تھے اسی معیار کے
مالِ دنیا کچھ نہ چھوڑا وقتِ مرگ — اِک کتابوں کا جہاں تھا ساز و برگ
مجھ سے ہاتف نے کہا تاریخ کہہ — گر نہ تجھ سے ہو سکے خاموش رہ
میں نے میلادی عدد گنوا دیا — سالِ رحلت اِس طرح بتلا دیا
۱۹۸۷ء
سال بودے چوں سوئے فردوس رفت — یک ہزار و نہ صد و ہشتاد و ہفت

گفت، او بود است حق را مستغیث
تو بگو "مفتاحِ قرآنؒ و حدیث"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیض لودھیانویؒ
لاہور

مرگِ عالم

زندگی ہے غیر محفوظ و نحیف　　روزِ اوّل سے ہے موت اس کی حریف
داغِ فرقت دے کے رخصت ہو گئے　　آہ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ
ہر مرض سے مل گئی اُن کو نجات　　تا بہ کے غم جھیلتی جانِ ضعیف
وائے حسرت اب کہاں سے لائیں ہم　　ایسا مخلص رہنما ایسا عفیف
مرگِ عالم مرگِ عالَم بن گئی!　　آج ہے غمگین ہر مردِ شریف
اُن کی زندہ یاد ہے "الاعتصامؔ"　　جس میں چھپتے ہیں مضامینِ لطیف

بے عدیل انسان کی توصیف میں
خُوب ہے اے فیضؔ نظمِ بے ردیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطاء اللہ عطاؔ
گوجرانوالہ

وہ مردِ ابریشم نہیں

بحرِ علم و آگہی گو کم نہیں — پر کہیں اس موج سا دَم خم نہیں
کھو گیا وہ ذوق وہ سوز و گداز — برگِ گُل پر قطرۂ شبنم نہیں
نرم و شیریں لفظ ہیں نوحہ کناں — اب کہیں وہ مردِ ابریشم نہیں
آج بھی ہے قلب و جاں میں روشنی — اک دیا ہے جس کی لَو مدھم نہیں
راستی کا اک نشاں کم ہو گیا — راستوں کے پیچ و خَم تو کم نہیں
درد میں شامل ہے کیسی بے بسی — حسرت گریہ ہے آنکھیں نَم نہیں
ایک یہ بھی طُرفہ غم ٹھہرا عطاؔ — کہ زیاں جتنا ہے اتنا غم نہیں

قُلزمِ فکر و نظر گو کم نہیں
پر کسی بھی موج میں وہ دُم نہیں

◎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ہارون الرشید ارشد
لاہور

وہ محبّت کی علامت وہ شرافت کا نشاں

کتنے قابل کتنے پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ
علم و فن کے استعارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

وہ مفسّر بھی، محدّث بھی خطیبِ وقت بھی
دین کی آنکھوں کے تارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

عالموں، اُستادوں، طالب علموں سب میں محترم
سارے داناؤں کو پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

بات میٹھی میٹھی سی، لہجہ بھی پیارا پیارا سا
بالیقیں امرت کے دھارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

وہ سراپا دین تھے ایمان تھے اخلاق تھے
ہر نجابت کے نظارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

وہ محبّت کی علامت تھے، شرافت کا نشاں
شفقتوں کے استعارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

نیک سیرت، خوبصورت، پاک باطن، صاف دل
اللہ اللہ! کتنے پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

وہ محبت ہی محبّت تھے کہ تھے ہر دل کے بیچ
بُغض سے کوسوں کنارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

دل میں سب کو روشنی دیتے تھے سُورج کی طرح
اور شب میں چاند تارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

دل منوّر، آنکھ روشن، رُوح تاباں، جسم پاک
کتنے اچھے کتنے پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

عابد و زاہد، امام و مقتدی برنا و پیر
سچ یہ ہے سب کے دُلارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چٹکیوں میں طالبوں کے مسئلے کرتے تھے حل
بے سہاروں کے سہارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

اتنے خوش اخلاق خوش گفتار خوش کردار تھے
سب کو جان و دل سے پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

شرک و بدعت کی وبا کو روکنا آساں نہ تھا
شکرِ باری ہے کہ بارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

جھوٹ کی بازی سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی
سچ کی بازی میں نہ ہارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

متقی ایسے کہ ان کی ذات پر تقویٰ کو ناز
رحمتِ باری کو پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

اہلِ پاکستان کیا ۔ اہلِ عرب اہلِ عجم
سارے کہتے ہیں ہمارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

تم پہ اے روحِ عطاء اللہ بے حد رحمتیں
تم خدا کو بھی تو پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

رہنما، ہمدرد، ساتھی، مہرباں، مشفق، انیس
حق یہ ہے سارے کے سارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

طالب علموں سے کیا کرتے مکمل گفتگو
عالموں کے بیچ اشارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

جان و دل ان کی جدائی سے ہیں اے ارشدؔ! اداس
جان و دل سے ہم کو پیارے تھے عطاء اللہ حنیفؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر خالد بزمیؔ
لاہور

۱۳ر جولائی ۱۹۹۹ء

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ

آج یاد آتے ہیں مولانا عطاء اللہ حنیفؔ
جن کا لہجہ تھا ملائم جن کی باتیں تھیں لطیف

دیکھنے میں سیدھے سادے اور سادہ سے وہ تھے
علم و دانش میں مگر کم تھے یہاں اُن کے حریف

دین کے ہر کام میں وہ سخت اور مضبوط تھے
دیکھنے میں وہ نظر آتے تھے کمزور و نحیف

علمِ دیں میں اُن کو حاصل تھی جو عزّت اور شرف
اس کے باعث تھے وہ لوگوں میں معزّز اور شریف

اُن کو سب معلوم تھا اَز رُوئے معیارِ حدیث
کون راوی مُستند ہے اور کون اِن میں ضعیف

ان کو ہر موسم میں دیکھا دوستوں نے خُوش مزاج
سردیاں ہوں گرمیاں ہوں فصلِ گُل ہو یا خریف

پاک باز و پاک ذہن و پاک خُو اور پاک دِل
آج کب ملتے ہیں بزمیؔ دہر میں ان سے عفیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمٰن عاجزؔ
مالیرکوٹلوی

۳ر مارچ ۱۹۹۹ء
م
۴ر ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

اِک چشمۂ فیضاں تھے مولانا عطاءُ اللہ

اک رحمتِ یزداں تھے مولانا عطاءؒ اللہ — اِک مردِ مسلماں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
اِک مہرِ درخشاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ — اِک لعلِ بدخشاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
اس محفلِ ہستی کے گلزارِ محمدؐ کے — صد رشکِ بہاراں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
اللہ کی عدالت میں پیشی کے تصوّر سے — لرزاں تھے، پریشاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
تنگی کہ فراخی ہو صحت ہو کہ بیماری — ہر حال میں شاداں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
گفتار میں شیرینی، رفتار میں مسکینی — کردار میں ذیشاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
یہ اُن کی شرافت تھی، یہ اُن کی سعادت تھی — محبوبِ محبّاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
دنیا کو پرکھتے تھے، عقبیٰ کو سمجھتے تھے — وہ صاحبِ عرفاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
انسان سے کرتے تھے شفقت بھی محبت بھی — اِک مُصلحِ انساں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
اللہ سے ڈرتے تھے جلوت ہو کہ خلوت ہو — اللہ کے ثنا خواں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
وہ شان انہیں بخشی اللہ نے دنیا میں — جس شان کے شایاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
تعلیم و تعلّم میں مصروف رہے ہر دم — اِک چشمۂ فیضاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
قرآن و احادیثِ نبویؐ کے وہ شارح تھے — اس شغل میں فرحاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
قرآں پہ عمل کرنا لوگوں کو سکھاتے تھے — خود عاملِ قرآں تھے مولانا عطاءؒ اللہ
سادہ تھے وہ اے عاجزؔ کھانے میں پہننے میں — اس ڈھب سے نمایاں تھے مولانا عطاءؒ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمٰن عاصمؔ انصاری، ایم اے
میاں چنوں

اُن کے کارِ خیر کو تابندہ رکھنا چاہیئے

ایک مردِ پاک باطن تھے عطاء اللہ حنیفؒ
اہلِ باطل کے حریف اور اہلِ حق کے تھے حلیف

ایک علمی خانوادے کے تھے وہ چشم و چراغ
خدمتِ علم و ادب سے کب ملا ان کو فراغ

خدمتِ علم و ہُنر میں وہ سدا رہتے مگن!
خالقِ ہستی نے بخشی تھی انہیں ایسی لگن

علم و حکمت کے سمندر میں رہے وہ غوطہ زن
ڈھونڈ کر ہر بار وہ لاتے رہے لعلِ یمن

فقر و استغنا میں بُوذرؓ کی طرح تنہا رہے
اھلِ صفہ کی طرح اسلام کے جویا رہے

فُقرِ فخریؐ کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھے
دولتِ دنیا سے کوسوں دُور گوشہ گیر تھے

وہ صحابہؓ کی طرح رہتے سراپا انکسار
ان کے پاس آنے نہ پایا تھا کبھی جھوٹا وقار

تھی نہ ان میں نام کو بھی عالمانہ تمکنت
اپنے اُوپر طاری رکھتے تھے وہ عجز و مسکنت

ترجمانی مسلکِ اسلاف کی مطلوب تھی
قولِ نبویؐ کی اشاعت جان سے محبوب تھی

وہ صحافی وہ محدّث وہ محشّی بے بدل
حاملِ علم و بصیرت صاحبِ فکر و عمل

سادگی، برجستگی، شائستگی تقریر میں
چاشنی اُردو زباندانی کی تھی تحریر میں

وہ خود اپنی ذات میں لا رَیب تھے اِک انجمن
بن نہ پائی سختیٔ حالات بھی ہمّت شکن

ان کے علمی مرتبے کا اک جہاں ہے معترف
علم کے سرّ نہاں ہوتے تھے ان پر منکشف

ان کی خدماتِ جلیلہ کا نہیں کوئی حساب
وہ تو اپنے دَور کے انسان تھے اک لاجواب

آج بھی زندہ ہے ان کی یادگار "الاعتصام"
جس کا ہے دین و صحافت میں بہت اعلیٰ مقام

اس جریدے کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیئے
ان کے کارِ خیر کو تابندہ رکھنا چاہیئے

اک عقیدتمند ان کا عاصمؔ کم مایہ ہے
نسبتِ علمی ہی جس کی زیست کا سرمایہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعزیز شاہین النذیری
بھارت

قلم ہے آج رواں پھر عطا حنیفؒ کے نام

قلم ہے آج رواں پھر عطا حنیفؒ کے نام
وہ مجتہد، وہ مفکّر، مبلّغ اسلام
وہ نکتہ دان، محدّث، فقیہ، عالی مقام
وہ ایک واقفِ شرعِ متین تھا، نہ رہا
حریم دیں کا چراغِ مبین تھا، نہ رہا

وہ قول و فعل میں اسلاف کی علامت تھا
وہ فرشِ گیتی پہ اللہ کی ایک حجت تھا
وہ پاسدارِ شریعت نقیب سُنّت تھا
وہ فہم و دانش و حکمت کا تھا نشاں، نہ رہا
وہ تھا سفینۂ ملّت کا بادباں، نہ رہا

زمیں نے پائی جلا اُس کے آسمانوں سے
عُدو کے جسم پہ رعشہ رہا اذانوں سے
سلف کی شمع منوّر رہی بیانوں سے
وہ جس سے آج بھی روشن ہے بزمِ اہلِ حدیث
ہے سربلند و ضیا بار نجمِ اہلِ حدیث

رہا وہ وحدتِ ملّت کا پاسبانِ عظیم
وجود جس کا مکرّم تھا جس کی ذات کریم
شمیم سنّت و قرآن اس سے لائی نسیم
اُسے جماعتِ حق کیسے بھول جائے گی
اور اُس سا مردِ مجاہد کہاں سے لائے گی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجود جس کا غنیمت تھا نارسا کے لئے
وہ چشمہ فیض کا تھا طالب ہدیٰ کے لئے
نمونہ زہد و ورع کا تھا پارسا کے لئے

خلوص وصدق وصفا کا وہ ایک پیکر تھا
سراپا عجز تھا، صبر و رضا کا خوگر تھا

صفائے چشمۂ کوثر شعور تھا اس کا
خدا کا ذکر ہمیشہ سرور تھا اس کا
فدائے دین دلِ ناصبور تھا اس کا

وہ پاکباز کہ شب زندہ دار زاہد تھا
وہ کفر و دین کی جنگاہ کا مجاہد تھا

کتب کا ایک ذخیرہ کیا جو اُس نے بہم
وہ علم وفضل کا ہے اِک منارِ مستحکم
ہیں یادگار خود اس کی نگارشاتِ قلم

حنیفیت کے مظاہر جو اُس کے نام میں ہیں
نقوش آج بھی ان کے "الاعتصام" میں ہیں

ملول دل ہے تو آنکھیں ہیں اشکبار مری
جگر تپاں ہے تو ہے رُوح بے قرار مری
دُعا ہے بارگہِ حق میں بار بار مری

خدایا اس کی لحد پر ہو نور کی برسات
رہے وہ خُلدِ بریں میں ہمیشہ خوش اوقات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعظیم انصاری
قصور

۲۲ر دسمبر ۲۰۰۲ء
م
۱۸ر شوال ۱۴۲۳ھ

عُلمائے بھوجیاں

پیکر تھے علم و فضل کے علمائے بھوجیاں — یکتائے روزگار تھے فضلائے بھوجیاں
قرآں کی معرفت میں اور علم حدیث میں — بے مثل و بے نظیر تھے علمائے بھوجیاں
حکمت کے مسئلوں کے وہ گوہر شناس تھے — کیا نکتہ رس حکیم تھے حکمائے بھوجیاں
علمِ کلام و حُسنِ فصاحت میں طاق تھے — اپنی مثال آپ تھے فصحائے بھوجیاں
وہ صاحب کمال تھے روشن دماغ تھے — فاضل تھے سب علوم میں فضلائے بھوجیاں
مصروف ذکرِ حق میں وہ رہتے تھے رات دن — پیکر تھے زُہد و ورع کے صلحائے بھوجیاں
دِل میں خدا کا خوف تھا لب پر تھا ذکرِ حق — حق گو و حق پسند تھے ابنائے بھوجیاں
حرص و طمع سے دُور تھے باطل سے تھے نفور — من جملہ پاکباز تھے زعمائے بھوجیاں
تقسیم ملک پر ہُوئے باطل سے پنجہ کش — ابنائے بھوجیاں ہوں کہ آبائے بھوجیاں
پھر ظالموں کی تیغ ستم سے ہُوئے شہید — فوزِ عظیم پا گئے شُہدائے بھوجیاں

اِس بندۂ عظیم کی یارب یہ ہے دُعا
ہوں ہم جلیس حشر میں رفقائے بھوجیاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد شریف انجم
قصور

علمائے بھوجیاں

چشمِ عدو میں خار تھے علمائے بھوجیاں — اور حق کے لالہ زار تھے علمائے بھوجیاں
تھے دینِ حق کے علم کا اک بحرِ بیکراں — عرفاں کے تاجدار تھے علمائے بھوجیاں
جس سے بجھائی علم کے پیاسوں نے تشنگی — وہ علمی آبشار تھے علمائے بھوجیاں
جس کی مہک سے ذہن کو آسودگی ملے — گلزارِ پُربہار تھے علمائے بھوجیاں
بدعات و شرک سے وہ رہے برسرِ جہاد — ان پر وہ سنگ بار تھے علمائے بھوجیاں
باطل کے سامنے سدا رہتے تھے سربکف — جرّار و جاں نثار تھے علمائے بھوجیاں
دہشت سے جس کی لرزہ براندام تھے عدو — نشتر کی تیز دھار تھے علمائے بھوجیاں
جن کو ملا شہادتِ برحق کا مرتبہ — مردانِ باوقار تھے علمائے بھوجیاں
علم و عمل میں تھے سبھی اپنی مثال آپ — سادہ تھے خاکسار تھے علمائے بھوجیاں
دکھ درد دوسروں کا بٹانے کے واسطے — ہر وقت بیقرار تھے علمائے بھوجیاں
ان کے نہ قول و فعل میں ہوتا تھا کچھ تضاد — کردارِ استوار تھے علمائے بھوجیاں
مہماں نواز و خوش خُلق و مخلص و پاکباز — ہر اک کے دوستدار تھے علمائے بھوجیاں

اوصاف کیا بیاں کروں حضرت حنیفؒ کے
انجم وہ تھے نمونۂ علمائے بھوجیاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم عبدالرحمن خلیقؒ
بدوملہی

۱۷؍مئی ۱۹۹۷ء
۳؍محرم ۱۴۱۸ھ

م

آہ!

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ

کیا کہوں اے ہمنشیں! کچھ ہے بھی کہنے کا مقام — اُٹھ گیا عالم سے آج اک عالمِ ذی احتشام
چھا گیا فکر و نظر کی محفلوں پر اک سکوت — اُڑ گیا ہے دل سے آج امن و سکوں مثلِ غمام
اِک ذخیرہ چھن گیا علم و خبر کا بالیقیں — اِک خزانہ لُٹ گیا فکر و نظر کا لاکلام
ابنِ تیمیہؒ کا ثانی ابنِ قیمؒ کا مثیل — وارثِ علمِ پیمبرؐ عالمِ عالی مقام
اِک محدث جس کے تفسیری دقائق کا ہجوم — ہے نسائی کے حواشی میں بشکلِ ازدحام

ترجمانِ مسلکِ حق مسلکِ اہلِ حدیث
داعیِ قرآن و سنت ساعیِ صلح و سلام

آپ نے دیکھا نہ ہو شاید اُنہیں نزدیک سے — آپ کو حاصل نہ ہو شاید تعارف اُن کا تام
دیکھیے تو ایک مسکین و فقیرِ بے نوا — پائیے تو وجہِ رشکِ اوجِ چرخِ نیل فام
بے نہایت سادگی کا ایک نقشِ دلپذیر — طبعِ سنجیدہ لبوں پر مختصر سا ابتسام

جھومتا تھا جس کی درویشی پہ درویشی کا سوز
تھی قناعت جس پہ غش جس سے توکل شادکام

بات محض اک منتہی عالم کی رحلت کی نہیں — ان کی رحلت اک غنیمت دور کا ہے اختتام

سخت مشکل ہے کہ اپنے منہ سے کہہ پاؤں خلیق
آج رخصت ہو گیا ہے بانیِ الاعتصام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ابراہیم۔ اوٹی
قصور

آہ! وہ مردِ جلیل

پیکرِ اخلاص مولانا عطاء اللہ حنیفؒ
ہو گیا نظروں سے اوجھل آہ وہ مردِ جلیل

آبیاری کرنے والا گلشنِ اسلام کی
چل دیا خلدِ بریں کو سُن کے پیغامِ رحیل

شارحِ قرآن وسُنّت، ناشرِ الاعتصام
اس کی علمیت مُسلّم اس کی شخصیّت جلیل

دین کا کامل نمونہ عابدِ شب زندہ دار
سادہ پوشی سادہ باشی میں سلف کا وہ مثیل

علم وعرفاں کی کتابوں کے دفتر کا امیں
ہم نشیں اس کی کتابیں وہ کتابوں کا خلیل

اس کے ذہن وفکر میں ایسا حرم تعمیر تھا
کر نہ پائے سرنگوں جس کو کوئی "اصحابِ فیل"

سینۂ باطل پہ جو گرتی تھی شبنم کی طرح
دل نشیں بُرہان اس کی جانفزا اس کی دلیل

اس کی تھی تنقید تعمیری بصد صدق وخلوص
تھے مخالف کو بھی تسلیم اس کے اوصافِ جمیل

اس کا دامن حرص اور لالچ سے آلودہ نہ تھا
بس یہ استغنا تھا اس کی پارسائی کی دلیل

اس کے عرفاں کے بیاں کی مجھ میں طاقت ہے کہاں
وہ نسائی کا محشی اور محدّث بے عدیل

ہاتھ میں تھی سُنّت وقرآن کی گرزِ گراں
اُس طرف آزر کے بُت تھے اس طرف ضربِ خلیل،

غیرتِ اسلام بھی اور انکسار وعجز بھی
ایسے مومن آدمی ہیں دَورِ حاضر میں قلیل،

آخری دَم تک رہے وہ دینِ حق کے پاسباں
ہوں عطا جنّت میں ان کو چشمہ ہائے سلسبیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحاب نگارش کا تعارف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ ابوالاشبال احمد شاغف بہاری، مولانا

آپ صوبہ بہار ہند میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔

پھر بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) منتقل ہوگئے۔ ۷۱ء کے بعد پاکستان آ گئے جہاں کچھ عرصہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں تدریس فرماتے رہے۔ پھر کراچی منتقل ہوکر بہار کالونی میں دعوت وارشاد میں مصروف رہے۔ اس کے بعد کم وبیش ۲۵ سال قبل جدہ میں مطابع ملک عبدالعزیز میں علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اب طویل عرصہ سے رابطہ عالم اسلامی کے هيئة اعجاز القرآن الكريم میں مصروف عمل ہیں۔ اب مکہ مکرمہ میں مستقل رہائش پذیر ہیں اور سعودی کبار علماء ومشائخ کے مرجع ہیں۔

❁ ابوبکر صدیق السّلفی، مولانا

(امام وخطیب، جامعہ مسجد نجم اہل حدیث، مصری شاہ لاہور۔ ہیڈ ماسٹر، اسلامیہ جونیئر ماڈل سکول، مصری شاہ، لاہور)

تاریخ پیدائش: یکم فروری ۱۹۲۶ء (فیروز پور۔ ہندوستان)

تعلیم: درس نظامی (دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور) عربی فاضل (جامعہ پنجاب، لاہور)

فاضل طب یونانی

اساتذہ: مولانا عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا عبداللطیف لکھوی، ماسٹر نور محمد، بابا نظام الدین، مولانا شمس الدین مولانا حافظ محمد اسماعیل، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا خان محمد، مولانا محمد رمضان، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا نیک محمد مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی، مولانا عبدالرحیم، مولانا حکیم ہدایت اللہ، رحمہم اللہ

❁ ابوسلمان شاہ جہان پوری، ڈاکٹر

(سابق صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری سائنس اینڈ کامرس کالج، اورنگی ٹاؤن، ڈائریکٹر مولانا ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، کراچی۔ پاکستان)

تاریخ پیدائش: ۳۰/جنوری ۱۹۴۰ء (شاہ جہان پور۔ ہندوستان)

تعلیم: ایم اے اردو، پی ایچ ڈی (تاریخ)

اساتذہ: مولانا قاری نعمت اللہ، مولانا قاری حافظ محمد ابراہیم، مولانا عبدالباری خاں، مولانا سید سیفی ندوی، حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی، پروفیسر ڈاکٹر سید یحییٰ احمد ہاشمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ اجمل خان، حکیم

مولانا عبدالشکور شکراوی کے صاحبزادے ہیں اور دہلی کے پندرہ روزہ اہل حدیث کے ایڈیٹر ہیں۔

❁ احمد شاکر، حافظ (مدیر المکتبۃ السلفیہ) ناظم دار الدعوۃ السلفیہ، مدیر مسئول ہفت روزہ "الاعتصام"

تاریخ پیدائش: رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ/ستمبر ۱۹۴۴ء

تعلیم: حفظ قرآن، تجوید وقراءت، فاضل درس نظامی

اساتذہ: والدہ ماجدہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (والد محترم) قاری غلام محی الدینؒ، مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ قاری فضل کریمؒ، قاری سید حسن شاہؒ، حضرت سید انور حسین شاہ نسیم رقم حفظہ اللہ، حافظ عبدالرحمٰن گوہڑویؒ، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحبؒ، مولانا حافظ عبدالرشید صاحب گوہڑوی حفظہ اللہ' مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب سیتاپوری' حضرت مولانا محمد اسلم صاحب حفظہ اللہ، مولانا کریم اللہ خاں صاحب مولانا ظہور الحقؒ، مولانا ابوالبرکات احمدؒ، مولانا نذیر احمدؒ صاحب، محترم قاری محمد اسلم، مولانا محمد دین

❁ ادریس شاکر، مولانا ریٹائرڈ سینئر ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول منڈی عثمان والا (ضلع قصور)

تعلیم: فاضل علوم شرعیہ

تدریس کرتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آج کل قصور میں رہائش پذیر ہیں۔

❁ محمد ادریس کیلانی، مولانا (خطاط کتب کثیرہ)

تاریخ پیدائش: ۱۹۲۰ء (گوجراں والا)

تعلیم: درس نظامی، حفظ قرآن

مولانا اقبال کیلانی حفظہ اللہ کے والد گرامی ہیں ۱۹۹۲ء کو وفات پائی

❁ ارشاد الحق اثری، مولانا (محقق، مصنف، مدرس برائے فارغ التحصیل طلباء درس نظامی وسابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل، خطیب جامعہ مسجد اہل حدیث منٹگمری بازار وناظم ادارہ علوم اثریہ)

تاریخ پیدائش: ۱۹۴۸ء تعلیم: فاضل درس نظامی

اساتذہ: مولانا محمد بشیر، مولانا محمد حیات، مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد صادق، پیر محمد یعقوب، مولانا حافظ بنیامین، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد گوندلویؒ، مولانا ابوالبرکاتؒ، شیخ بدیع الدین شاہ راشدی، شیخ صبحی صالح عراقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ اسحاق بھٹی، مولانا محمد

مصنف، مؤرخ، صحافی، سابق مدیر ہفت روزہ الاعتصام، بانی و مدیر (مرحوم) سہ روزہ منہاج، سابق ریسرچ سکالر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

تاریخ پیدائش: ۱۵/ مارچ ۱۹۲۵ء (فریدکوٹ، ہندوستان)

تعلیم: فاضل درس نظامی

اساتذہ: مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ، مولانا حنیف ندوی رحمہم اللہ

❀ اسحاق، حافظ محمد

تعلیم: فاضل درس نظامی، مولوی فاضل

اساتذہ: مولانا عطاء اللہ لکھویؒ، حافظ محمدؒ گوندلوی، عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی

❀ اسلم رانا، محمد (سابق مدیر، ماہنامہ المذاہب و ماہر تقابل ادیان)

تاریخ پیدائش: ۱۶/ جنوری ۱۹۳۷ء (فتح گڑھ، ہندوستان)

تعلیم: بی اے آنرز (گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالا)

اساتذہ: مولانا مفتی عبدالواحد، مولانا محمد سماعیل سلفی رحمہما اللہ

❀ اسلم سیف، قاضی محمد

تاریخ پیدائش: ۶ جون ۱۹۳۶ء

تعلیم: درس نظامی، جامعہ سلفیہ سے درجہ تخصص

اساتذہ: سید داؤد غزنویؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا حنیفؒ ندوی

❀ ایوب فیروزپوری، قاری محمد (سابق عربی ٹیچر، گورنمنٹ ہائی سکول، عبدالحکیم، خانیوال)

تاریخ پیدائش: ۱۶/ مارچ ۱۹۴۴ء (فیروزپور، ہندوستان)

تعلیم: تجوید وقرأت، فاضل درس نظامی

اساتذہ: شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوبؒ ملہوی، مولانا عبدالصمد رؤف، مولانا عبدالرشید ہزاروی، مولانا عبدالرشید اثاروی پروفیسر محمد اسماعیل گورایا، قاری خدا بخش، قاری تاج محمدؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ بدر الزماں نیپالی، مولانا

جامعہ سلفیہ بنارس سے فراغت کے بعد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے۔ پھر وہیں سے دکتورا کیا۔ بہت سی کتابیں لکھیں۔ کچھ تحقیقات بھی کیں۔ لغت اور خصوصاً غریب الحدیث ان کا خاص موضوع ہے۔

❀ بدیع الدین شاہ الراشدی، السید، (مفسر، محدث، محقق، مصنف کتب کثیرہ)

تاریخ پیدائش: ۱۸/ ذوالحجۃ ۱۳۴۳ھ (حیدر آباد۔ پاکستان)

تعلیم: فاضل علوم دینیہ

اساتذہ: حافظ محمد امین، مولانا ولی محمد، مولانا محمد اسماعیل افغانی، مولانا میاں جی، مولانا قطب الدین مولانا عبدالوہاب، قاضی لعل محمد، مولانا حمید الدین، مولانا محمد اکرم سندھی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد نور، مولانا محمد مدنی سندھی مولانا محمد خلیل، قاری عزیز اللہ، مولانا محمود احمد، مولانا بہاؤالدین، مولانا عبدالحق بہاولپوری، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

❀ بشیر، پروفیسر محمد، متین فطرت (قلمی نام) (استاذ شعبہ تاریخ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور)

تاریخ پیدائش: ۴/مئی ۱۹۴۸ء (لاہور۔ پاکستان)

تعلیم: ایم اے تاریخ (جامعہ پنجاب، لاہور)

❀ ثناء اللہ خان، حافظ (مفتی و شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ)

تاریخ پیدائش: ۱۵/ جنوری ۱۹۴۰ء

تعلیم: فاضل درس نظامی، فاضل عربی، و فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

❀ حمید اللہ عبدالقادر، ڈاکٹر (استاذ پنجاب یونیورسٹی)

تعلیم: ایم اے، پی ایچ ڈی، فاضل مدینہ یونیورسٹی

❀ خالد سیف، مولانا محمد (محقق و مترجم، رکن اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد)

تاریخ پیدائش: ۱۹۵۱ء (فیصل آباد، پاکستان)

تعلیم: فاضل درس نظامی

اساتذہ: شیخ الحدیث مولانا عبداللہ بڈھیمالویؒ، مولانا پیر سید محمد یعقوب قریشی، مولانا محمد شریف اللہ خانؒ شیخ الحدیث مولانا حافظ بنیامین حفظہ اللہ، مولانا محمد صادق خلیلؒ، مولانا علی محمد السلفیؒ، شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ بڈھیمالویؒ مولانا محمد عبدہؒ، مولانا محمد عبداللہ محدث جھال خانوآنہؒ، مولانا محمد حنیف ندویؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ **رابعہ حنیف، حافظہ** (دختر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ بھوجیانی)

تاریخ پیدائش: ۱۹۵۳ء (لاہور)

اساتذہ: قاری غلام محی الدین، قاری فضل الرحیم، ماسٹر غلام محمد، رقیہ مرحومہ (تایازاد بڑی بہن)

ترجمہ قرآن، احوال آخرت و بلوغ المرام اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ دختران اسلام کی کثیر تعداد کو حفظ، ترجمہ اور ناظرہ قرآن پڑھایا۔

❁ **رفیق اثری، مولانا محمد** (شیخ الحدیث جامعہ دار الحدیث محمدیہ، جلال پور پیروالا، محشی مؤطا امام مالک)

تاریخ پیدائش: ۱۹۳۷ء (پٹیالہ۔ ہندوستان) تعلیم: فاضل درس نظامی

❁ **ریاض الحسن نوری، مولانا**

تاریخ پیدائش: ۱۹۲۶ء

نامور عالم دین، عربی انگریزی کے ماہر، ماہر کیمسٹ، ماہر معیشت اسلامی اور مستشرقین کی گمراہیوں پر تنقید ان کے خاص موضوعات تھے۔ ۲۰/ جنوری ۲۰۰۴ء کو وفات پائی۔

❁ **زبیر علی زئی، مولانا**

تاریخ پیدائش: ۲۵/ جون ۱۹۵۷ء بروز منگل، حضرو، ضلع اٹک

اساتذہ: ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی ؒ، ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی ؒ، ابوالفضل مولانا فیض الرحمٰن الثوری ؒ مولانا محمد ایوب صاحب شینکوی ؒ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ؒ۔

چند عربی، اردو (علمی و تحقیقی) کام

تحقیق و تخریج: مسند الحمیدی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی، نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد۔

نور العینین فی اثبات رفع الیدین، الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریہ، وغیرہم۔

❁ **سعید اقبال قریشی، پروفیسر** (منصورہ کالج، لاہور، سابق صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور)

تاریخ پیدائش: ۲۶/ جون ۱۹۴۲ء (لاہور۔ پاکستان) تعلیم: ایم اے اسلامیات و ایم اے عربی

اساتذہ: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ، ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق، ڈاکٹر پروفیسر آغا عبد الستار، پروفیسر عبد القیوم، پروفیسر حافظ احمد یار، علامہ علاء الدین صدیقی، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، ڈاکٹر امان اللہ خان، مولانا ظفر اقبال (والد گرامی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیر اختر راہی، ڈاکٹر

ریسرچ سکالر، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، بانی مدیر، ماہ نامہ ''دینی صحافت'' ماہ نامہ ''وسطی ایشیا کے مسلمان'' شش ماہی ''نقطۂ نظر'' ومدیر ''عالم اسلام اور عیسائیت'' استاد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)

تعلیم: ایم اے سیاسیات، ایم اے تاریخ (جامعہ پنجاب لاہور) پی ایچ ڈی، سیاسیات (یونیورسٹی آف پارک، برطانیا)

سیف الرحمٰن الفلاح، مولانا

(عربی ٹیچر، گورنمنٹ ہائی سکول ومترجم عربی کتب وبانی مرکز دعوۃ اسلامیۃ)

تعلیم: مولوی فاضل (جامعہ پنجاب، لاہور) فاضل دار العلوم تقویۃ الاسلام، لاہور

معالی شیخ صالح بن محمد اللحید ان حفظہ اللہ

شیخ موصوف اس وقت رئیس القضاہ الاعلیٰ (چیف جسٹس آف سپریم کورٹ) المملكة العربية السعودية ہیں۔ شیخ حفظہ اللہ کی ذاتی توجہ اور عنایت سے التعليقات السلفيه علىٰ سنن نسائی کی تازہ طبع مع تخریج احادیث طبع ہوئی۔ جس کا مقدمہ بھی ناشر کی درخواست پر انہوں نے تحریر فرمایا۔

صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولانا

مصنف الرحیق المختوم سابق مدرس جامعہ سلفیہ بنارس ہند وریسرچ فیلو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ''شعبہ سیرت''

تاریخ پیدائش: ۱۹۴۲ء (حسین آباد مبارک پور)

تعلیم: فاضل درس نظامی، مولوی، مولوی عالم، فاضل ادیب، فاضل دینیات

صلاح الدین یوسف، حافظ

مدیر شعبہ تحقیق وتصنیف، دار السلام، لاہور، سابق مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور، مفسر وشارح مصنف کتب کثیرہ

تعلیم: حفظ قرآن کریم، فاضل درس نظامی (دار العلوم تقویۃ الاسلام، لاہور)

اساتذہ: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ، قاری بشیر احمد، حافظ محمد اسحاق حافظ عبد الرشید گوہڑوی، مولانا عبد الرشید مجاہد آبادی، مولانا عبد الحمید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ طاہر سلیم قصوری، پروفیسر سابق لیکچرار، لارنس کالج، مری، صدر شعبہ اسلامیہ، پاک شمع کالج، دوحہ قطر
تاریخ پیدائش: ۲۴/ دسمبر ۱۹۵۸ء (قصور، پاکستان)
تعلیم: حفظ قرآن کریم، درس نظامی، ایف اے
اساتذہ: حافظ صدیق الحسن، مولانا حافظ محمد اسحاق گوہڑوی، حافظ عبدالرشید گوہڑوی، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور مولانا عبدالسلام کیلانی رحمہم اللہ

❀ عاصم عبداللہ القریوتی، ڈاکٹر
قریوت اردن کا قصبہ ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد ان کی تقرری جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوئی جہاں انہوں نے تدریس کے ساتھ ساتھ ایم اے بھی کیا اور مجمع الزوائد کے ایک پہلو پر دکتورا بھی کر لیا۔ ان کے مقالے کا امتحانی جائزہ، (نمبرنگ) مولانا محمد عطاء اللہ حنیف نے لیا۔ اور زبانی امتحان بھی مولانا بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے لیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے مولانا سے سند حدیث بھی حاصل کی۔

❀ عالم مختار حق، محمد
(مختلف کتابوں مثلاً نقوش جمیل، خطبات یوم رضا وغیرہ کے مصنف ومؤلف ہیں)
تاریخ پیدائش: ۱۴/ شوال ۱۳۴۹ھ (لاہور)
تعلیم: میٹرک مع منشی فاضل

❀ عبدالحمید، ازہر، حافظ (مکتب الدعوۃ، اسلام آباد)
تاریخ پیدائش: ۱۲/ اکتوبر ۱۹۴۸ء (قصور۔ پاکستان)
تعلیم: حفظ قرآن، درس نظامی (وفاق المدارس السلفیہ) اللیسانس (جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ)
اساتذہ: مولانا سلطان محمود محدثؒ، قاری نور احمدؒ، مولانا عبدالخالق قدوسیؒ، مولانا محمد اسحاق رحمانیؒ مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ، مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ، مولانا حافظ بنیامین طور مولانا ابوالحسن عبداللہ بڈھیمالویؒ، مولانا عبدالغفار حسن حفظہ اللہ، الشیخ حماد الانصاری، الشیخ عمر محمد فلاتہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ عبدالحمید المری، مولانا

سابق شیخ الحدیث، مدرسہ دارالرشاد، پیر آف جھنڈو، حال عربی مدرس، گورنمنٹ ہائی سکول، خیر پور سادات، مظفر گڑھ

تاریخ پیدائش: ۳/نومبر ۱۹۵۲ء (مظفر گڑھ۔ پاکستان) تعلیم: فاضل درس نظامی

اساتذہ: مولانا سلطان محمود محدث جلال پور پیروالا، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مولانا حاکم علی دہلوی، مولانا کرم الدین سلفی، مولانا عبدالرشید ندوی، مولانا عبدالعزیز فیصل آبادی، مولانا عبدالستار، حافظ محمد اسحاق، حافظ عبدالرشید مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ ابو محمد عبدالحق الہاشمی، الشیخ یحیٰی الہندی، الشیخ عبداللہ بن حمید، سید محبّ اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہم اللہ

❁ عبدالخالق سہریانی بلوچ (سابق پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، کندھ کوٹ)

تاریخ پیدائش: ۲۷/نومبر ۱۹۳۸ء (کندھ کوٹ، پاکستان)

تعلیم: ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم اے سیاسیات، ایم اے تاریخ اسلام، ایل ایل بی

❁ عبدالرحمٰن خلیق، مولانا

تاریخ پیدائش: ۱۹۰۹ء (بھارت، امرتسر) تعلیم: فاضل منشی، فاضل ادیب، فاضل طب

اساتذہ: حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ وغیرہ

❁ عبدالرحمٰن عاجز (شاعر، ادیب)

تاریخ پیدائش: ۱۹۱۷ء (مالیر کوٹلہ)

جماعت کے معروف، شاعر، جام ظہور اور عالم برزخ وغیرہ کتب کے مصنف

اساتذہ: مولانا عبدالغفار حسن، حافظ محمد عبداللہ، مولانا محمد یوسف سلفی، مولانا محمد علی لکھوی، وغیرہم

❁ عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی، مولانا (استاذ جامعہ الامام محمد بن سعود۔ الریاض)

سابق مدرس جامعہ سلفیہ بنارس، جماعت اہل حدیث کے صاحب تصانیف علماء میں سے ہیں۔ جامعہ رحمانیہ بنارس سے شہادۃ العالیہ کیا۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی سے دکتورا کیا اور بہت سی کتابوں کی تعلیق و تخریج کی۔ آج کل دارالدعوۃ کے نام سے ایک ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں جو الہ آباد اور دہلی میں علم کی اشاعت اور دینی تبلیغ میں مصروف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا

تاریخ پیدائش: ۱۱/نومبر ۱۹۲۳ء (ضلع گوجرانوالا)

ماہر خطاط، جید عالم دین اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ ۱۸/دسمبر ۱۹۹۷ء کو وفات پائی۔

❁ عبدالرشید ارشد، حافظ (مکتبہ رشید کے مالک ہیں۔ اور ماہنامہ الرشید کے مدیر ہیں)

تاریخ پیدائش: ۱/ستمبر ۱۹۳۲ء (ہری پور، ہزارہ) تعلیم: حفظ قرآن، درس نظامی

اساتذہ: مولانا ابراہیم جگرانوی، مولانا خیر محمد، مولانا ابراہیم ڈیروی علیہم الرحمۃ وغیرہم

❁ عبدالرشید اظہر، حافظ ڈاکٹر (ریسرچ سکالر، مکتب الدعوۃ، اسلام آباد)

تاریخ پیدائش: یکم فروری ۱۹۵۳ء (خانیوال)

تعلیم: حفظ قرآن، فاضل فارسی (۱۹۷۰ء)، شہادۃ العالیہ (۱۹۷۲ء)، الاجازۃ العالیۃ (جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورۃ ۱۹۸۳ء)، شہادۃ العالمیۃ (وفاق المدارس السلفیۃ، ۱۹۸۴ء) ایم اے، علوم اسلامیہ (جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۵ء)

اساتذہ: شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد مسعود، شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری رحمہم اللہ فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری، فضیلۃ الشیخ عبدالروف اللبدی اور فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہم اللہ......

❁ عبدالرشید عراقی، ملک

(مصنف، مؤلف اور مضمون نگار) تاریخ پیدائش: ۱۸/نومبر ۱۹۳۵ء

اساتذہ: مولانا علم الدین، مولانا حافظ محمد گوندلوی، حافظ محمد یوسف سوہدروی، مولوی عبدالسلام ہزاروی مولوی حافظ محمد یوسف

❁ عبدالعظیم انصاری، مولانا (سابق میونسپل کمشنر، بلدیہ قصور و امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، قصور)

تاریخ پیدائش: ۱۹۱۶ء (امرت سر، ہندوستان)

تعلیم: فاضل درس نظامی، فاضل طب

اساتذہ: حاجی اللہ بخش (والد محترم)، مولانا محمد عطاء اللہ شہید، مولانا عبدالرحمٰن شہید، مولانا محمد عبداللہ شہید شیخ الحدیث مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا اصحاب الدین ہزاروی، مولانا محمد علی لکھوی، زبدۃ الحکماء مولانا حافظ احمد رحمہم اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ عبدالغفار حسن، شیخ الحدیث مولانا

سابق استاذ، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ وسابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان، سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیمات اسلامیہ ماموں کانجن تاریخ پیدائش: ۲۰/ جولائی ۱۹۱۳ء (روہتک، ہندوستان)

اساتذہ: مولانا نذیر احمد، مولانا عبدالغفور اعظمی، مولانا احمد اللہ، مولانا عبیداللہ مبارک پوری، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مولانا عبدالرحمٰن بہاری، مولانا کبیرالدین بنگالی، مولانا عبداللہ بنگالی، مولانا عبدالغفور بستوی، مولانا سکندر علی ہزاروی مولانا عبدلسلام افغانی، مولانا نذیر احمد اعظمی، مولانا شریف اللہ سواتی اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہم

❀ عبدالقیوم انصاری، حافظ، مولانا

تعلیم: میٹرک، حفظ قرآن، جامعہ محمدیہ گوجراں والا سے فارغ التحصیل

مولانا سلیمان انصاری کے صاحبزادہ ہیں۔ آج کل ہری پور ہزارہ میں مصروف عمل ہیں۔

❀ عبدامنان نورپوری، حافظ (استاذ جامعہ محمدیہ، گوجراں والا)

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۶ھ۔۱۹۴۲ء (گوجراں والا۔ پاکستان) تعلیم: حافظ قرآن، فاضل درس نظامی

اساتذہ: مولانا چراغ دین نورپوریؒ، ماسٹر غلام رسول، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، مولانا حافظ محمد گوندلویؒ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ، مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ، مولانا محمد وزیر پونچھوی حافظ محمد قاسم خواجہ، مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا عبدالرحمٰن حکیم، نذیر احمد جنڈیالویؒ ماسٹر عبدالمنان رازؒ، مولوی عبدالواحد کاتبؒ، قاری ولی محمد، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا جمعہ خان ہزاروی مولانا غلام رسول گجراتی، مولانا عبدالحمید گجراتی، قاری محمد یونس پانی پتی، محترم غلام محمد نوری پوری، حکیم عبدالمجید کاتب نظام۔

❀ محمد عزیر شمس، مولانا (محقق، مصنف ومؤلف کتب کثیرہ)

تاریخ پیدائش: ۱۹۵۷ء (بہار، ہندوستان)

تعلیم درس نظامی (جامعہ سلفیہ، بنارس) بی اے (جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ) ایم اے (جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ) تخصص فی الحدیث

اساتذہ: مولانا شمس الحق سلفیؒ (والد) مولانا عین الحق سلفیؒ (چچا)، مولانا محمد رئیس ندویؒ، مولانا عبدالسلام رحمانی مولانا عبدلرحمٰن ٹونکیؒ، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، ڈاکٹر عبدالعظیم علی الشناوی، الشیخ عزالدین علی السید

بہت سی عربی کتابوں کے مصنف، مترجم ہیں اور اب کئی سال سے امام ابن تیمیہؒ کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مخطوطات مرتب کررہے ہیں۔ جن کی کم وبیش آٹھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصمت اللہ قلعوی، ملک (ناظم مالیات، دارالدعوۃ السلفیہ)

تاریخ پیدائش: جون ۱۹۴۳ء (گوجراں والا، پاکستان)
تعلیم: میٹرک (مسلم ماڈل ہائی سکول، لاہور۔ ۱۹۵۹ء)، انٹرمیڈیٹ (اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ لاہور۔ ۱۹۶۱ء)
گریجویشن، ۱۹۷۷ء
اساتذہ: مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، (ترجمہ قرآن کریم، بلوغ المرام، مشکوٰۃ المصابیح اور سنن دارمی شریف)
حکیم عبدالرشید اجمل (برادر کلاں) (ناظرہ قرآن کریم)

عطاء اللہ عطا، گوجراں والا

قاری نعیم الحق نعیمؒ صاحب کے بڑے بھائی ہیں، شاعر ہیں، دو سال پہلے ریلوے سے ریٹائرڈ ہوئے۔

علم الدین علیم ناصری

شاعر، ادیب، صحافی، سابق مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' وسابق نائب مدیر ہفت روزہ اہل حدیث
تاریخ پیدائش: یکم ستمبر ۱۹۱۹ء قصبہ پٹی ضلع، لاہور
تعلیم: ایم اے اردو
مطبوعہ تصانیف: شاہ نامہ بالاکوٹ (۴ جلد)، بدر نامہ، طلع البدر علینا، متاع دیدہ و دل، اربعین نبوی (منظوم)

عنایت اللہ نسیم سوہدروی، حکیم (طبیب ومصنف)

تاریخ پیدائش: ۱۰/ستمبر ۱۹۱۱ء (سوہدرہ) تعلیم: میٹرک، فاضل طب یونانی
مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ علیہ
آپ کی ۶ مطبوع و ۴ غیر مطبوع کتابیں ہیں

غلام احمد حریری، پروفیسر

سابق صدر شعبہ عربی، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد، ومدرس جامعہ السلفیہ، حاجی آباد، فیصل آباد، مترجم ومصنف کتب کثیرہ
تاریخ پیدائش: یکم ستمبر ۱۹۲۰ء (گورداس پور۔ ہندوستان)
تعلیم: بی اے (جامعہ پنجاب، لاہور) مولوی فاضل وادیب فاضل (جامعہ پنجاب)، تخصص فی الحدیث
اساتذہ: مولانا عبدالحق، مولانا حافظ عبدالحفیظ۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امرت سری، مولانا غلام اللہ خان
مولانا عبدالحنان جلالیہ اور قاضی عبدالسبحان رحمہم اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ غلام نبی عارف، پروفیسر
تاریخ پیدائش: یکم نومبر ١٩٣٨ء (ترسکہ، ہندوستان)
تعلیم: فاضل درس نظامی
اساتذہ: شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا شریف اللہ سواتی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ مولانا عبدالصمد رؤف، مولانا پیر محمد یعقوب جہلمی، مولانا محمد یعقوب ملہوی، مولانا محمد چراغ، مولانا محمد صادق خلیل مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ اجمعین

❁ فضل الرحمٰن بن محمد، مولانا خطیب جامع مسجد مبارک، صدر دار الدعوۃ السلفیہ، سرپرست ہفت روزہ ''الاعتصام''
تاریخ پیدائش: ١٢/ جون ١٩٣٥ء (امرتسر)
تعلیم: ایم اے عربی، اسلامیات، ڈپلومہ ہولڈر، جامعہ ازہر
اساتذہ: مولانا عبدالرشید، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی

❁ لطیف سلیمی
ایک عرصہ تک اسلامی نظریاتی کونسل میں ریسرچ فیلو رہے۔ آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

❁ مجیب الرحمٰن، ڈاکٹر ، سابق استاد راج شاہی یونیورسٹی، ڈھاکہ
تاریخ پیدائش: ١/ جولائی ١٩٣٦ء (بابلہ بونا) انڈیا
تعلیم: درس نظامی، ایم اے، پی ایچ ڈی
اساتذہ: مولانا محمد عطاء اللہؒ حنیف، سید ابوبکر غزنویؒ، وغیرہم

❁ محب اللہ شاہ راشدی السید، پیر (محدث، مصنف کتب کثیرہ)
تاریخ پیدائش: ١٢/ اکتوبر ١٩٢١ء (حیدر آباد، پاکستان) تعلیم: فاضل علوم دینیہ
اساتذہ: حافظ محمد امین، مولانا ولی محمد کیریہ ماتلی، مولانا محمد اسماعیل افغانی، مولانا میاں جی، مولانا قطب الدین ہالیجوی مولانا عبدالوہاب، قاضی لعل محمد نظامانی، مولانا حمید الدین، مولانا محمد اکرم سندھی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد نور مولانا محمد مدنی سندھی، مولانا محمد خلیل، قاری عزیز اللہ، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا بہاؤ الدین پٹھان، مولانا عبدالحق بہاول پوری، مولانا ابوسعید شریف الدین دہلوی، سند حدیث از مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ **محمد، چوہدری** (سابق استاد، سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور)

تعلیم: ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات (جامعہ پنجاب، لاہور)

اساتذہ: مولانا محمد ابراہیم سلفیؒ (دادا)، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (والد محترم)

❁ **محمد علی جانباز، مولانا** (شیخ الحدیث، جامعہ ابراہیمیہ، سیالکوٹ محشی سنن ابن ماجه)

تاریخ پیدائش: ۱۹۳۴ء۔ (فیروز پور۔ ہندوستان)

تعلیم: فاضل درس نظامی

اساتذہ: حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی، مولانا ابوالبرکات احمد، مولانا شریف اللہ خان سواتی، مولانا پیر محمد یعقوبؒ

❁ **محمد مبارک، پروفیسر**

تاریخ پیدائش: (۱۱/نومبر ۱۹۳۸ء (ضلع آگرہ، یوپی، بھارت)

تعلیم: ایم اے اسلامیات، فاضل دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور، فاضل عربی

اساتذہ: مولانا ابوبکر غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ محمد گوندلوی مولانا عبدہ الفلاح، مولانا موسیٰ خان رحمہم اللہ

❁ **مقتدیٰ حسن الازہری، ڈاکٹر**

دارالحدیث مئوناتھ بھنجن میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اوّلین متخرجین میں سے ہیں۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے وکیل ہیں۔ ایک عرصہ تک آل انڈیا ریڈیو میں عربی نیوز کاسٹر بھی رہے۔ بہترین مترجم، نامور محقق اور منجھے ہوئے مصنف ہیں۔ رحمت اللعالمین کا عربی ترجمہ مع تخریج احادیث انہیں کا شاہکار ہے۔

❁ **منیر احمد سلفی، مولانا** خطیب، جامع مسجد اہل حدیث ومہتمم مدرسہ البلاغ التوحید، عامر روڈ، شاد باغ، لاہور

تاریخ پیدائش: ۱۹۴۰ء

تعلیم: فاضل عربی وایم اے عربی (جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان)

اساتذہ: مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا ابوالبرکات احمد اور مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ نعیم الحق نعیم، حافظ

سابق استاذ، جامعہ رحمانیہ، لاہور، سابق مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور، شاعر، محقق، شارح

تعلیم: حفظ قرآن کریم، تجوید وقرات، فاضل درسِ نظامی، ایف اے

اساتذہ: حافظ عبدالحمید ہزاروی، حافظ عبدالمنان نورپوری، حافظ عبدالسلام بھٹوی، حافظ احمد دینؒ، مولانا حافظ محمد عبداللہؒ، ماسٹر محمد سعید

www.KitaboSunnat.com

❁ ہارون الرشید ارشد (شاعر، ادیب)

تاریخ پیدائش: ۱۸/جنوری ۱۹۱۷ء

تعلیم: عربی فاضل، منشی فاضل، مولوی فاضل، میٹرک، منشی کامل، فاضل ادیب (یوپی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ

الاعتصام

مدیر مسئول
محمد حنیف ندوی

بدل اشتراک
سالانہ ۶ روپیہ
ششماہی ۳ روپیہ
فی پرچہ ۲ر

جلد ۱	گوجرانوالہ ۱۹ اگست ۱۹۴۹ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۸ھ	نمبر ۱

الاعتصام

جناب زیبا ماروی

قول ختم المرسلین کا آئینہ اک اک ورق! — ہر حکایت میں نہاں رشد و ہدایت کے سبق
دین کی تعمیر ہے پوشیدہ ہر تحریر میں — حسن عرفاں کی جھلک الفاظ کی تنویر میں
کارفرما ہر مقالہ میں حقیقت کے اصول — معنی و مفہوم سے ظاہر شریعت کے اصول
نقطہ نقطہ کی نمو ہے جلوہ آرائے حدیث — ہر سطر ہے رونما اک موج دریائے حدیث
صفحۂ قرطاس پر احکام قرآنی بھی ہیں — درس دیں کے واسطے آیات ربانی بھی ہیں
اللہ اللہ دین کی تبلیغ میں ترتیب و غور — یہ طریقہ یہ سلیقہ یہ انوکھے طرز و طور
واہ وا ان کی ادارت مرحبا صد مرحبا — باکمال و عالم حبیب حنیف خوش نوا
صاحب علم و عمل ہے مسلماں باحجاب — ذی وقار و خوش بیاں شیریں زباں ندوی خطاب
کاش ان کی کوششیں ہوں خوش انجام ہول — کاش ان کی کاوشیں مقبول خاص و عام ہوں

گوش زد عالم میں ہو قرآن و سنت کا پیام
صاحب ایماں کی نظروں میں تلے الاعتصام

الاعتصام کے پہلے شمارے کا عکس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ